وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ساٹھ سالہ تاریخ

دُنیائے اسلام کے دینی مدارس کے سب سے بڑے تعلیمی بورڈ کی ساٹھ سالہ خدمات کی فکر انگیز تاریخ، اس کے رجالِ کار کی اَنتھک مساعی کی ایمان اَفروز رُوداد، نصاب اور نظام تعلیم و تربیت سے متعلق اکابر علماء کی رہنما تحریروں اور بورڈ کے ترجمان رسالہ کے شہ پارہ مضامین کی تلخیص پر مشتمل ایک تاریخ ساز مجموعہ جس کا مطالعہ نہ صرف پاکستان بلکہ برِ صغیر پاک و ہند میں اسلامی علوم کی درس گاہوں سے شناسائی فراہم کرتا ہے۔

زیرِ سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ

زیرِ نگرانی

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری

ترتیب و تالیف

ابن الحسن عباسی

مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو دنیا کے سب سے بڑے اعزاز

"خدمت قرآن کریم انٹرنیشنل ایوارڈ" سے نوازا گیا

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

خدمات کا جائزہ

سن تاسیس 14 ربیع الثانی 1379ھ مطابق 18 اکتوبر 1959ء

زیر تعلیم طلبہ	1420260	14 لاکھ 20 ہزار 2 سو 60
زیر تعلیم طالبات	782275	7 لاکھ 82 ہزار 2 سو 75
اساتذۂ کرام	76852	76 ہزار 8 سو 52
معلمات	34783	34 ہزار 7 سو 83
دیگر عملہ	20481	20 ہزار 4 سو 81
کل تعداد حفاظ	824678	8 لاکھ 24 ہزار 6 سو 79
کل تعداد حافظات	229818	2 لاکھ 29 ہزار 8 سو 18
فارغ التحصیل علماء	136063	1 لاکھ 36 ہزار 63
فارغ التحصیل عالمات	175412	1 لاکھ 75 ہزار 4 سو 12
کل مدارس وجامعات	17952	17 ہزار 9 سو 52

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ساٹھ سالہ تاریخ

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ

لِّيَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ

إِذَا رَجَعُوْٓا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ؏

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ساٹھ سالہ تاریخ

دُنیائے اِسلام کے دینی مدارس کے سب سے بڑے تعلیمی بورڈ کی ساٹھ سالہ خدمات کی فکر انگیز تاریخ، اِس کے رِجالِ کار کی اَنتھک مساعی کی اِیمان اَفروز رُوداد، نصاب اور نظامِ تعلیم و تربیت سے متعلق اکابر عُلماء کی رہنما تحریروں اور بورڈ کے ترجمان رِسالہ کے سولہ سالہ مضامین کی تلخیص پر مشتمل ایک تاریخ ساز مجموعہ جس کا مُطالعہ نہ صرف پاکستان بلکہ برِ صغیر پاک و ہند میں اِسلامی عُلوم کی درس گاہوں سے شناسائی فراہم کرتا ہے۔

زیرِ سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ

زیرِ نگرانی

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری

تالیف و ترتیب

ابن الحسن عباسی

مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔ ملتان

وفاق المدارس - تاریخ، تعارف، خدمات

سرپرست

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان

صدر: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

نگران

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مرتب

ابن الحسن عباسی

1438ھ / 2017

ناشر

مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
گارڈن ٹاؤن، شیر شاہ روڈ، ملتان

Wifaq-ul-Madaris Al Arabia Pakistan
Sher Shah Road Garden Town,Multan

ph+92-61-6514525-6-7 Fax +92-61-6539485

E mail:wifaqulmadaris@gmail.com

Web:www.wifaqulmadaris.org

کمپوزنگ: سیف اللہ نوید، صابر عدنانی، محمد ساجد
لے آؤٹ: محمد ساجد میمن

ایک آرزو کی تکمیل

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ایک عرصہ سے اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی ساٹھ سالہ خدمات پر مشتمل ایک ایسی جامع تاریخ مرتب کی جائے جس میں اکابرین وفاق کے فکر انگیز مضامین، ان کی تربیتی اور تعلیمی و تدریسی تجربات وافادات، وفاق المدارس کی ہمہ جہتی کارکردگی اور اس کے مختلف شعبوں کا مکمل تعارف آجائے، اس عظیم کام کی ذمہ داری، صدر وفاق المدارس شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور احقر نے برادر مکرم مولانا ابن الحسن عباسی صاحب کو دی کہ وہ گذشتہ کئی سالوں سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے شعبہ تحریر سے منسلک ہیں۔

برادر مکرم مولانا ابن الحسن عباسی صاحب کو اللہ جل شانہ نے ایک مقبول اور سیال قلم عطا کیا ہے اور ان کی تحریریں صرف پاکستان ہی میں نہیں اردو کی پوری اسلامی دنیا میں بہت ذوق وشوق سے پڑھی جاتی ہیں، پاکستان کے دینی مدارس کے علاوہ ہندوستان کے دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارس میں جو کتابیں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہیں ان میں مولانا کی تالیف ''متاعِ وقت اور کاروانِ علم'' بھی ہے جس سے اب تک لاکھوں قارئین نے استفادہ کیا، حضرت صدر وفاقؒ کی شرح بخاری کشف الباری جلد ثانی کی مقبول جلدیں بھی انہی کی مرتب کردہ ہیں اور اہل علم اور طلبہ وطالبات میں اس شرح کو قبولِ عام حاصل ہے، درسِ نظامی میں داخل عربی ادب کی کتابیں حماسہ اور مقامات کی جو شروح انہوں نے لکھی ہیں، ان کو بھی غیر معمولی شہرت ومقبولیت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں تصنیفی، تحقیقی اور تدریسی ذوق عطا کیا ہے......

وفاق المدارس العربیہ کو گذشتہ کئی سالوں سے ان کا قلمی تعاون حاصل رہا، وفاق کے لیے ان کی بے لوث خدمات کے تمام اکابر معترف ہیں، کتاب کے شروع میں مجلس عاملہ کے مشائخ اور دیگر اکابر علماء (حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، امیر جمعیت علمائے اسلام حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب اور مبلغ اسلام حضرت مولانا طارق جمیل صاحب) کے تاثرات سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان کی وفاق المدارس کے تمام شعبوں پر گہری نظر ہے، ان کا یہ کام یک تاریخ ساز کام ہے، میں وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کام کی ترتیب وتدوین کا بیڑہ اٹھایا، اس کے لیے کئی بار انہوں نے ملتان کا سفر کیا اور مستقل مجلس عاملہ کے مشائخ اور دیگر اکابر علماء سے اس حوالے سے رابطے میں رہے اور یوں آٹھ ابواب میں تقریباً ہزار

صفحات پر مشتمل یہ تاریخ ساز مجموعہ مرتب کیا جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، جس کا جاندار افتتاحیہ حضرت صدر وفاق حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے...... مرتب کتاب برادر مکرم مولانا ابن الحسن عباسی صاحب نے کتاب کو آٹھ ابواب میں تقسیم کیا ہے اور ہر باب کے شروع میں اس باب کا مختصراً تعارف کروایا ہے...... یہ کتاب جہاں ملحقہ مدارس، دینی اداروں کے اربابِ حل وعقد اور تعلیمی شعبوں سے منسلک حضرات کے لیے، اس عظیم تعلیمی بورڈ کی تعلیمی اور انتظامی پالیسی اور طویل ترین تجربات سے علمی استفادہ کا ذریعہ ثابت ہوگی وہاں پاکستان میں وفاق المدارس کی ساٹھ سالہ جاوداں تاریخ بھی اس میں الحمد للہ مرتب ہوگئی ہے۔

حضرت صدر وفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ احقر سے بار بار اس کی اشاعت کا دریافت فرماتے رہے اور مولانا ابن الحسن عباسی سے بھی وقتاً فوقتاً پوچھتے رہتے کہ کتاب کس مرحلے تک پہنچی؟...... لیکن **کل شيءٍ مرهون بوقته**...... حضرت کی زندگی میں یہ کتاب چھپ نہ سکی، کتاب بالکل آخری مرحلے میں تھی کہ حضرت چھیانوے سال کی عمر میں مسافرانِ آخرت میں شامل ہوگئے اور احقر کے ذہن میں ظہیر کاشمیری کا یہ شعر گونجنے لگا:

ہمیں خبر ہے کہ ہم ہیں چراغِ آخر شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے

ان شاء اللہ اس سے فائدہ حاصل کرنے والوں کا اجر وثواب حضرت کی روح تک ضرور پہنچے گا...... میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کتاب کو بار آور بنائے اور اس کو ان سعادت مندوں کے لیے مشعل راہ بنائے جو ایمانِ کامل اور یقین محکم کے ساتھ دینی تعلیم وتربیت کا عظیم مقصد لے کر شاہراہِ حیات پر گامزن ہیں......

(حضرت مولانا) محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ملا کا کردار

ابن الحسن عباسی کے قلم سے

ملا کا کردار برصغیر کے مسلمانوں کے دین وتہذیب کی حفاظت کے لیے ملا کی قربانیوں کی جو نا قابل فراموش تاریخ ہے، اسے دیکھ کر بلا کسی مبالغہ اور تردد کے کہا جاسکتا ہے کہ ملا یہاں کے مسلمانوں کا عظیم محسن ہے، شہروں اور تمدن کی آماج گاہوں کو تو چھوڑیں کہ ان میں دین کی تعلیم وتربیت اور ہر مذہب کو پلنے، بڑھنے اور پنپنے کے مواقع بہرحال میسر آجاتے ہیں، ذرا دیکھیں، دیہاتوں، بیابانوں میں بسنے والے مسلمانوں میں اسلام کے ٹمٹماتے دیے کے لیے لہو کا تیل کون فراہم کر رہا ہے... جب پہاڑیوں میں واقع بستیاں رات کی آغوش میں سوتی ہیں، جب مستانی ہواؤں کی منہ زور موجیں ٹکراتی ہیں، برق وباران کی گھٹائیں چھاتی ہیں، آندھیوں کے جھکڑ چلتے ہیں اور سردی کی بے رحم لہریں ہڈیوں کے گودے تک سرایت کرتی ہیں، یہ ایک ملا ہی ہے جو اس بدلتی رت میں رات کے آخری پہر لحاف چھوڑتا ہے، مسجد کھولتا ہے، شمع جلاتا ہے اور صبح کی پو پھٹتے ہی ''اللہ اکبر اللہ اکبر''... اللہ کی کبریائی کی صداؤں سے فضا کے سناٹوں اور شبستان کے وجود کو لرزا دیتا ہے، پھر ذکر میں مشغول ہو کر کسی ''گرائیں'' کا انتظار کرتا ہے، کوئی بوڑھا سوٹی لگاتے لگاتے پہنچ جائے تو مسجد کو جماعت کی رونق سے، ورنہ تنہا نماز کی حرارت سے آباد رکھتا ہے... یہ ایک ملا ہی ہے جو ٹھٹھرتے یخ بستہ لمحوں، پیوند لگی چادر میں سکڑ کر غریب مسلمانوں کے بچوں کو قرآن پڑھاتا، نماز سکھاتا اور دین پر چلنے کی راہ دکھاتا ہے، دیہاتی زندگی کے اس بہشت گوش منظر کا آج بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، جب صنوبر کی شاخ پر بیٹھی قمریاں چہچہا کر آغازِ سحر کرتی ہیں، تب مٹی کے بنے کچے گھروں سے رومانی لے میں بوڑھوں، بوڑھیوں کی تلاوتِ قرآن کی ایمان پرور صدائیں سماعتوں میں رس گھولتی ہیں، ایک حرف بھی پڑھنے کی صلاحیت نہ رکھنے والے یہ اَن پڑھ تلاوت کیسے کر لیتے ہیں؟ پوچھیں گے تو اس کا سہرا بھی گاؤں کے ملا یا ملانی کے سر.... یہ نغمہ فصل گل ولالہ کا نہیں پابند... ہر سمت صرصر کے مرغولوں میں اٹھ کر جھلسانے والی لو اور جلانے والی سموم کا راج ہو، آسمان شعلے برساتا اور زمین آگ اگلتی ہو، گرم موسم کے ان تھپیڑوں کی پرواہ کیے بغیر اللہ کا گھر آباد رکھنا اس ملا کا وہ اُجلا کردار ہے جس کی بدولت تہذیبوں کو ہڑپ کر جانے والی برصغیر کی سرزمین میں مسلمان تمام اسلامی شعائر کی زندہ تعبیروں کے ساتھ موجود ہیں... ملا کے کردار سے محروم کی جانے والی اندلس کی بدنصیب سرزمین میں غرناطہ کی عبرت گاہوں اور اسلامی تہذیب کے نقوش کہن کے سوا آج کیا نظر آتا ہے، قرطبہ کے وادی الکبیر سے گذرنے والے بے خبر مسافر کو کیا خبر کہ اس مقام سے گذرے ہیں کتنے کارواں!... لیکن اسے برصغیر کے مسلمانوں کی خوش نصیبی کہیے کہ یہاں ملا کی بدولت اسلام اپنے تمام تر تشخصات کے ساتھ تابندہ ودرخشاں ہے، ورنہ اسلام کو مٹانے کے لیے اس خطے میں کیا کیا قیامتیں بپا نہیں کی گئیں، سخت جان ملا کے کردار کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے انگریز مؤرخ اسٹیفن کے بقول ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۶ء تک... ان تین سالوں میں ۱۴ ہزار علماء دہلی کے چاندنی چوک پر قتل کیے گئے، ان میں پانچ سو علماء کو سور کی کھالوں میں سی لینے کے بعد کھولتے تیل میں ڈال کر دردناک طریقے سے شہید کیا گیا، مسلمانوں کا ان کے دین سے ناتا جڑا رکھنے کے لیے اس ملا نے شہر شہر، قریہ قریہ، بستی بستی مسجدیں بنائیں، مکاتب کھولے، مدارس قائم کیے اور اس راہ کی کٹھن منزلوں میں یہ اپنے ہی نادان مسلمان بھائیوں کی مخالفتیں، طعنے اور پھبتیوں کے گھائل کرنے والے تیر سہتا اور آرزؤں کا خون کرتا رہا، ضرورت پڑنے پر اقتدار کے ایوانوں میں کبھی آیا بھی، تو فقیرانہ آیا اور بے داغ دامن کے ساتھ، صدا کر چلا... یہ ملا ہی تھا جس کے سینے میں قلب کو گرمانے اور روح کو تڑپانے والی زندہ تمنا نے انگڑائی لی اور تبلیغ کو ''تغلیب'' کہنے والے میوات کے دیہاتوں میں اس کی گرمی آرزو سے اسلام کی ایک ایسی لافانی تحریک کی ابتدا ہوئی جس نے زندگی کے مختلف شعبوں اور دنیا کے مختلف خطوں سے متعلق بھٹکے ہوئے لاکھوں مسلمانوں کو راہِ ہدایت دکھائی... تہذیب فرنگ کا قاعدہ پڑھنے والے مکتب مغرب کے فرمان بردار دانشوروں کو یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ اسلامی علوم کا پاسبان ملا، مسلمانان برصغیر کا عظیم محسن ہے، اسلامی تہذیب کی حفاظت کے لیے ملا کے کردار کا لہورنگ دفاعی حصار نہ ہوتا تو اسلامیانِ ہند کی لٹی محفلوں کی دھول بھی آج کسی تاریخ پارینہ میں نہ ملتی!

فہرست ابواب......اجمالی نظر میں!

فہرست

❶......باب اول: تاریخ وتعارف

۲ ...... باب دوم: نصاب تعلیم

③.....باب سوم: نظامِ تعلیم

④......باب چہارم: نظام امتحانات

۵......باب پنجم: دینی مدارس کا مقدمہ

❻...... باب ششم: مربوط و مستحکم مشاورتی نظام

۷......باب ہفتم: دورِ سلیم وحنیف

۸......باب ہشتم: تعارف ماہنامہ وفاق المدارس و منتخب اہم مضامین

باب اول

تاریخ وتعارف

[کسی بھی ادارے کے تعارف کے لیے بنیادی طور پر اس کے چلنے کے نظام، اس کی ہیئت کذائیہ، اس کا دفتری نظم و نسق، اس کے اصول وضوابط، اس کے ذرائع آمدن، اس کے مالیاتی نظام، اس کا حساب وکتاب اور اس کی رنگ پالیسی سے واقفیت ضروری ہے۔ اس باب کے اندر ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے ان ہی تعارفی امور کی وضاحت کی گئی ہے۔ مدارس اور اس ادارے کی ضرورت واہمیت پر اکابرین وفاق المدارس کی تحریروں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ مرتب]

عرض مرتب

کتاب سے پہلے چند باتیں

ابن الحسن عباسی

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی تحریری ترجمانی کی سعادت گذشتہ دوعشروں سے اس ناکارہ کو حاصل رہی ہے، ماہنامہ وفاق المدارس کا آغاز اس ناکارہ کی زیرادارت ہوا،مجلس عاملہ کی کارروائیاں،حکومتی مذاکرات کی روداد کے ساتھ ساتھ ریکارڈ میں موجود مفید مضامین اور تحریریں بھی وقتاً فوقتاً اس میں شائع ہوتی رہی ہیں...... آج سے دوسال قبل صدر وفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ناظم اعلیٰ وفاق المدارس حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ نے مجلس عاملہ کی اجازت اور مشورے سے وفاق المدارس کی ایک جامع تاریخ مرتب کرنے کی ذمہ داری اس ناکارہ کے ذمہ لگائی، جسے احقر نے حسب سابق سعادت سمجھتے ہوئے قبول کیا......خیال تھا کہ چونکہ وفاق المدارس کا ریکارڈ کا اکثر حصہ میری نظر سے گذر چکا ہے، اس لیے چند ماہ میں یہ کام مکمل ہو جائے گا لیکن جب آغاز کیا تو کام بڑھتا گیا اور تقریباً دوسال کا عرصہ اس میں صرف ہو گیا......اس قدر عرصہ لگنے کی ایک وجہ یہ بھی رہی کہ کتاب کی تکمیل کے بعد مجلس عاملہ کے مشائخ اور دوسرے چند اکابر علماء کے تاثرات بھی کتاب کی ثقاہت اور برکت کی غرض سے لینا ضروری تھے،ان کی خدمت میں مسودہ ارسال کرنا،مصروف ترین زندگی میں سے ان کا وقت نکالنا، اسے دیکھنا اور پھر تاثرات لکھنا...... یہ کام وقت طلب تھا...... اللہ کے فضل وکرم سے شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، ناظم اعلیٰ وفاق حضرت جالندھری صاحب، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، امیر جمعیت علمائے اسلام حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب، مبلغ اسلام مولانا طارق جمیل صاحب نے کتاب کے اہم حصے پڑھے اور اپنے گراں قدر تاثرات تحریر فرما کر کتاب کو ایک سند اعتماد وثقاہت عطا فرمائی...... کتاب کو ان آٹھ ابواب میں تقسیم کیا گیا: باب اول: تاریخ وتعارف۔ باب دوم: نصاب تعلیم۔ باب سوم: نظام تعلیم۔ باب چہارم: نظام امتحانات۔ باب پنجم: دینی مدارس کا مقدمہ۔ باب ششم: مربوط ومستحکم مشاورتی نظام۔ باب ہفتم: دورِ سلیم وحنیف۔ باب ہشتم: ماہنامہ وفاق المدارس...... ہر باب کے شروع میں مختصر تعارفی نوٹ لکھا گیا۔

وفاق المدارس، پاکستان بھر کے مدارس کا مشترکہ ادارہ ہے اور مختلف زمانوں میں مختلف بزرگوں کی اس میں خدمات رہی ہیں، اس ناکارہ کی پوری کوشش رہی ہے کہ ان تمام بزرگوں کی خدمات کا پورا پورا ذکر آجائے جو اس پلیٹ فارم سے انہوں نے انجام دی ہیں، ایک معتدل تاریخ کے قلم کی یہ سب سے اہم ذمہ داری بنتی ہے، اس ذمہ داری کو پورے انصاف کے ساتھ نبھانے کی کوشش کی گئی ہے......ریکارڈ میں موجود تعلیم وتربیت سے متعلق تمام مضامین شامل کیے گئے ہیں......اس کے ساتھ ساتھ صرف اداراتی تعارف اور اس کی خدمات کا نرا ریکارڈ جمع نہیں کیا گیا بلکہ تعلیم وتربیت سے متعلق اکابر کی رہنما تحریروں اور اصول وقواعد کو بھی جگہ دی گئی ہے تاکہ یہ تاریخ کے ساتھ ساتھ اس میدان کے افراد کے لیے ایک رہنما، ایک مشعل راہ بھی بن سکے۔

وفاق المدارس العربیہ کی پالیسی کے مطابق اس کا ریکارڈ محفوظ رکھنے کا ابتداء ہی سے معمول رہا ہے مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کے اجلاسوں کی کارروائیاں پورے اہتمام کے ساتھ لکھی جاتی رہی ہیں، وہ رجسٹروں میں محفوظ ہیں، اب کمپوز کر کے جلدوں کی شکل میں ریکارڈ کا حصہ ہیں، ماہنامہ وفاق کے آنے کے بعد اس کے شماروں میں باقاعدگی کے ساتھ ان کارروائیوں کی اشاعت کا اہتمام کیا جاتا ہے......ان سب کا نچوڑ اور خلاصہ الحمدللہ اس کتاب میں آگیا

ہے، بعض چیزیں منتشر تھیں، انہیں الگ مضمون کی شکل میں مرتب کر کے اس کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے، مثلاً: وفاق المدارس میں مختلف امور کے لیے کمیٹیوں کا ایک سلسلہ ہے، نصابی کمیٹی، دستوری کمیٹی، امتحانی کمیٹی...... اس موضوع پر مستقل مضمون لکھ کر شامل کیا گیا جس میں تاریخ وار ان کمیٹیوں اور ان میں شامل افراد کا ذکر آ گیا ہے...... اس طرح کئی اور منتشر چیزوں کو الگ مضامین کی صورت دے کر کتاب کو مفید سے مفید تر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس طرح کی کتابوں میں بعض اوقات تکرار مضامین آ جاتا ہے، ہماری پوری کوشش رہی ہے کہ تکرار نہ ہو، چند تحریروں میں اگر کہیں کوئی تکرار آیا بھی ہے تو جزوی حیثیت ہونے کی وجہ سے اسے برقرار رکھا گیا ہے۔ اسی طرح چند مضامین سابقہ سالوں میں لکھے گئے ہیں، ان میں وفاق المدارس کے اعداد وشمار اسی زمانے کے اعتبار سے آئے ہیں، نئے اعداد وشمار آج کے اعتبار سے ہیں، زمانہ کے اعتبار سے اس طرح کا تفاوت بھی کہیں کہیں نظر آ سکتا ہے۔ ام المدارس دار العلوم دیوبند کے نصاب ونظام تعلیم کے تعارف کے لیے اس ناکارہ نے ماہنامہ ترجمان دیوبند کے مدیر حضرت مولانا ندیم الواجدی صاحب سے درخواست کی اور انہوں نے ایک انتہائی مفصل مضمون تحریر فرما کر ارسال کیا جو نصاب کے باب میں شامل کر دیا گیا ہے۔

صدر وفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کا اکثر حصہ پڑھ لیا تھا، خاص کر کتاب کا باب ہفتم "دورِ سلیم وحنیف" پڑھ کر انہوں نے مبارک باد دینے کے لیے باقاعدہ ایک آدمی بھیجا، انہیں اس کتاب کی اشاعت کا انتظار تھا، جس سے ہمیں بڑا حوصلہ ملا، حضرت ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب کی نگرانی اور بھرپور توجہ ہمت کو مہمیز دیتی رہی، حضرت شیخ صدر وفاق رحمۃ اللہ علیہ گذشتہ سات آٹھ سال سے صاحب فراش رہے، مرکزی قیادت کی تمام تر ذمہ داریاں عملاً حضرت ناظم اعلیٰ جالندھری صاحب ہی نبھاتے رہے، جس کا حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مختلف مواقع پر تذکرہ بھی فرماتے...... ناظم دفتر مولانا عبد المجید صاحب، بہت فعالیت اور خندہ پیشانی کے ساتھ جب جب ضرورت پڑی ریکارڈ مہیا کرتے رہے اور مستقل معاونت ومشاورت میں رہے، وہ تقریباً گذشتہ بیس سال سے وفاق المدارس کے مرکزی دفتر کے ناظم وذمہ دار ہیں، انہوں نے وفاق کے مرکزی دفتر کو حضرت ناظم اعلیٰ مولانا حنیف جالندھری صاحب کی نگرانی، ہدایات اور رہنمائی میں جدید خطوط پر استوار کرنے کی کامیاب عمدہ کاوش کی ہے، جس کا پرتو مرکزی دفتر وفاق میں صاف نظر آتا ہے۔ ہمارے کہنے پر چند اہم مضامین بھی انہوں نے اور ان کے معاون سیف اللہ نوید صاحب نے لکھے...... میرے معاون خصوصی، ماہنامہ حیا کے مدیر مفتی محمد ساجد میمن صاحب اس پورے کام میں دست وبازو رہے، انہوں نے ملتان کے تین سفر کیے اور کئی دن دفتر وفاق میں مقیم رہے، کتاب کی تصحیح، کمپوزنگ، سیٹنگ میں ان کا اہم کردار رہا، حاجی مختار احمد صاحب نے بھی طباعتی واشاعتی امور میں مخلصانہ تعاون کیا ...... اس طرح ان سب احباب کے تعاون سے الحمدللہ یہ عظیم الشان تاریخ مرتب ہو کر آپ کے سامنے آ گئی، اللہ تعالیٰ اسے نافع بنائے اور ہم سب کے لیے اسے اس مشکل سفر میں زادِ راہ بنائے جس سے ہر ایک نے گذرنا اور طے کرنا ہے!

نہ گلم ، نہ برگِ سبزم ، نہ درختِ سایہ دارم
در حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

ابن الحسن عباسی

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ
۲۱ فروری ۲۰۱۷ء
مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان

افتتاحیہ

کلماتِ تبرک وآغاز

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ

[صدر وفاق المدارس شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل کلماتِ تبرک پر مشتمل اس کتاب کے لیے ان کا یہ افتتاحیہ ۲۰۱۵ء کو اخبار میں بھی شائع ہو گیا تھا، حضرت نے اس کتاب کا اکثر حصہ مطالعہ فرمالیا تھا اور انہیں اس کتاب کے آنے کا شدت سے انتظار بھی تھا لیکن ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر ہے، کوشش کے باوجود حضرتؒ کی زندگی میں کتاب نہ آسکی، کتاب کے ساتھ ان کا یہ افتتاحیہ ایک یادگار کے طور پر اب شاملِ اشاعت ہے۔ مرتب]

قیامِ پاکستان کے بعد شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہٗ کے دل ودماغ میں یہ شدید تقاضا پیدا ہوا کہ دار العلوم دیوبند تو ہندوستان میں رہ گیا ہے جہاں پوری دنیا سے طالبِ علم اور تشنگانِ علم اپنی پیاس بجھانے کے لیے دار العلوم دیوبند میں داخل ہو کر سیراب وشاداب ہو کر واپس اپنے گھروں کو جاتے ہیں، تقسیم ملک کے بعد اب پاکستان کے طلباء اپنی علمی تشنگی بجھانے کہاں جائیں گے؟ اسی سوچ وفکر کی وجہ سے شیخ الاسلام پاکستانؒ نے فیصلہ کیا کہ اب پاکستان میں اُسی طرح دار العلوم دیوبند کی طرز پر ایک مرکزی دار العلوم قائم کیا جائے گا اور اس پر غور وفکر کرنے کے لیے انھوں نے اکابر علماء دیوبند کو جمع کیا اور دعوت دی کہ کہاں اور کس مقام پر یہ عظیم درس گاہ قائم کی جائے۔ شیخ الاسلام پاکستانؒ کی دعوت پر اکابر علماء وصلحاء جن میں مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید بدر عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا علامہ عبد الرحمٰن کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مرکزی دار العلوم کے لیے ایک کمیٹی بھی قائم فرمادی تھی اور عملاً اس کے قیام کے لیے ہدایت بھی فرمادی تھی۔ مرکزی دار العلوم اور جامعات بھی قائم کرنے کی تجویز پیش کی اور پھر ان تمام مدارس وجامعات کا ایک مرکزی ادارہ قائم کرنے کی خواہش بھی ظاہر فرمائی۔ چنانچہ پاکستان کے دونوں صوبوں مغربی ومشرقی پاکستان میں اکابر علماء دیوبند نے جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ امدادیہ ڈھاکہ، جامعہ دار العلوم کراچی، دار العلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی اور اسی طرح شہر شہر اور قصبات میں دیکھتے دیکھتے ہی سینکڑوں مدارس دینیہ قائم فرمادیے۔ ایک مرکزی دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر قائم ہوا جہاں تدریس کے لیے اکابر علماء کا انتخاب کیا گیا اور اس کا نظم ونسق مجلس مشاورت کے ذریعے چلانے کا اہتمام کیا گیا، جس کا نگران ومہتمم مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو مقرر کیا گیا۔

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سعی اور حُسن تدبر نے دارالعلوم کو چار چاند لگادیے اور اسی طرح حضرت شیخ الاسلام پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرکزی دارالعلوم قائم کرنے کی آرزو پوری ہوگئی۔ قیام پاکستان کے بعد ملک بھر میں جو بڑے دارالعلوم اور جامعات ومدارس سینکڑوں کی تعداد میں وجود میں آئے وہ تمام مدارس ومکاتب بکھرے ہوئے موتیوں کی مانند تھے اور اپنی اپنی جگہ آبادوتابناک تو ضرور تھے لیکن مجموعی حیثیت سے ان مدارس ومکاتب کو قابل ذکر حیثیت ومقام حاصل نہ تھا۔ دارالعلوم دیوبند کی طرز پر تو دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ خیرالمدارس ملتان، دارالعلوم کراچی اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک جیسے عظیم دینی ادارے اور یونیورسٹیاں قائم ہوگئیں جو شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب تھا، الحمدللہ وہ پورا ہوگیا۔ لیکن ابھی شیخ الاسلام پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی یہ خواہش اور خواب ادھورا تھا جسے حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس خواب کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جامعہ خیرالمدارس کی شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۲۰ شعبان ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۵۷ء میں مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ نے یہ تجویز پیش فرمائی کہ ملک بھر کے تمام مدارس عربیہ میں انضباط وارتباط اور معیار تعلیم اور امتحانات میں یکسانیت کے لیے عملی قدم اُٹھایا جائے، جتنے بھی مدارس ومکاتب شہروں اور قصبوں میں جاری کیے گئے ہیں، ان سب کو صحیح تعلیم وتربیت اور رُشد وفلاح وہدایت کا ذریعہ بنایا جائے۔ چنانچہ حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ کی اس تجویز کی افادیت واہمیت اور تقاضائے وقت کے پیش نظر حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ اور دیگر اکابر علماء نے اس کی توثیق فرمائی۔ شمس العلماء حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی محمد صادق بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ پر مشتمل ایک مجلس مشاورت کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے ذمے ابتدائی مراحل کی تیاری اور اسے عملی جامہ پہنانے کا کام تھا۔ مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کمیٹی کا پہلا کنونیر مقرر کیا گیا۔ بعدازاں اس کمیٹی کے کئی اجلاس ہوئے۔ دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ میں شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس خواب کو عملی شکل میں کامیاب بنانے کے لیے اکابر علماء کی مشاورت ہوتی رہی اور پھر اس تنظیم المدارس کو باقاعدہ ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کا نام دیا گیا۔ جس کے پہلے صدر حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ اور پہلے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وفاق المدارس کے قیام میں ان اکابر علماء واولیاء کا اخلاص وللہیت، زہد وتقویٰ اور شب وروز کی سعی وکاوش شامل ہے اور یہ وفاق المدارس انہی اکابر کی برکتوں اور کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ آج وفاق المدارس کے ساتھ بیس ہزار سے زائد مدارس عربیہ منسلک ہیں اور الحاق کیے ہوئے ہیں، جن کا نصاب وطریق امتحان اور سندات وغیرہ یکساں ہیں اور اس کی سندات کو حکومت پاکستان نے ایم اے اسلامیات کے برابر تسلیم کیا ہے۔

الغرض ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کی ترقی وخوشحالی میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے دیوبند کا بڑا حصہ ہے۔ اس سلسلے میں ان تمام اکابر علماء دیوبند کی خدمات جلیلہ کو سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

وفاق المدارس......ساٹھ سالہ تاریخ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ترجمان مجلّہ ''وفاق المدارس'' کا اجراء رجب ۱۴۲۱ھ میں عمل میں آیا۔ ابتدائی چند شمارے سہ ماہی شائع ہوئے۔ اس کے بعد ۱۴۲۵ھ سے لے کر ۱۴۳۷ھ تک ''وفاق المدارس'' ماہنامہ کے طور پر مولانا ابن الحسن عباسی سلمہ کی زیر ادارت شائع ہوتا رہا ہے اور الحمدللہ ملک کے مقبول ماہناموں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ وفاق المدارس کی کارکردگی، مجلس عاملہ اور شوریٰ کے اجلاس کی کارگزاری، اہل اقتدار سے مدارس کے موضوع پر ہونے والے مذاکرات اور پالیسیوں سے ملحقہ مدارس کو آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف مناسبتوں سے علمی اور تحقیقی مضامین بھی اس میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

ایک عرصے سے اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ ''وفاق المدارس'' کے تعارف وخدمات، اس کے نصابِ تعلیم و نظامِ تعلیم، اس کے ارتقائی سفر کی روداد اور اکابرین وفاق کی تحریروں پر مشتمل ایک دستاویز مرتب کیا جائے...... اس سے ایک طرف جہاں دنیائے اسلام کے اس سب سے بڑے تعلیمی بورڈ کا تعارف سامنے آئے گا، وہیں ''وفاق المدارس'' کی پوری تاریخ یکجا ایک کتاب میں محفوظ ہو جائے گی اور ملکی اور غیر ملکی تعلیمی ادارے اور شخصیات اس کے تجربات، طریقہ کار، نصاب ونظامِ تعلیم اور نظم ونسق سے فائدہ اُٹھا سکیں گے۔ مولانا ابن الحسن عباسی سلمہ نے اس کام کی ذمے داری لی اور گذشتہ کئی ماہ کی مسلسل محنت کے بعد یہ عظیم دستاویز الحمدللہ تیار ہوگئی۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو اُمت کے رجال دین وتعلیم کے لیے مفید اور بارآور بنائے آمین!

وصلیٰ اللّٰہ تعالیٰ علیہ خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین

سلیم اللہ خان
خادم جامعہ فاروقیہ
۲۱ صفر ۱۴۳۷ھ کراچی
۴ دسمبر ۲۰۱۵ء

وفاق المدارس......اکابر کی امانت

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
قائم مقام صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین
وعلی آله واصحابه اجمعین،امابعد:

''وفاق المدارس العربیہ'' ہمارے بزرگوں کا تشکیل دادہ ادارہ ہے، اسکی تاسیس کے ابتدائی واقعات کا میں بھی عینی شاہد ہوں، جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ اجتماع (منعقدہ ۲ شعبان ۱۳۷۶ھ، مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۵۷ء) میں حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ نے دینی مدارس کی انتظامی، نصابی، تعلیمی اور امتحانی وحدت کے لیے ایک ادارے کی تجویز پیش کی، اس تجویز کی عملی تطبیق کے لیے ملک کے مختلف خطوں کے چند اکابر پر مشتمل انتظامی کمیٹی کی تشکیل ہوئی، کمیٹی نے اپنے فرائض انجام دیتے ہوئے ایک دستوری کمیٹی بنائی، جس نے مجوزہ وفاق المدارس کے لیے دستور تیار کیا، چنانچہ وفاق المدارس کی مجلس شوریٰ کا پہلا اجلاس ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو ہوا، اسی روز وفاق المدارس کے قیام کا فیصلہ کرتے ہوئے عہدیداران کے تعین کا عمل ہوا، حضرت مولانا شمس الحق افغانی (صدر)، (دو نائب صدور) حضرت مولانا خیر محمد جالندھری اور حضرت شیخ مولانا محمد یوسف بنوری، جبکہ حضرت مفتی محمود (ناظم اعلیٰ) اور مفتی عبداللہ رحمہم اللہ (خازن) طے ہوئے۔ بعد ازاں ۱۵/۱۶ جمادی الثانیہ ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۶/۱۷ دسمبر ۱۹۵۹ء کو پہلی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا اور حضرت مولانا شمس الحق افغانی، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضت مفتی محموداور حضرت مولانا محمد صادق رحمہم اللہ پر مشتمل ایک نصابی کمیٹی بنائی گئی۔

الحمدللہ ان تمام مراحل میں مجھے اپنے شیخ حضرت بنوری رحمہ اللہ کے ساتھ بطور خادم شریک رہنے کی سعادت حاصل رہی اور تمام کارروائیاں میرے سامنے ہوئی ہیں۔ وفاق کے قیام سے ان بزرگوں کا مقصد یہ تھا کہ دینی مدارس کو باہم مربوط رکھنے اور مختلف تعلیمی، نصابی اور امتحانی امور میں رہنمائی فراہم کرنے کے لیے ایک مضبوط ڈھانچے اور وسیع دائرہ کار پر محیط ایک پلیٹ فارم مہیا کیا جائے، ہماری معلومات کے مطابق اسلامی دنیا میں کسی حکومتی سرپرستی کے بغیر اس قدر ہمہ گیر خدمات کا حامل کوئی ادارہ نہیں، جو ہزاروں مدارس کے نصاب وامتحان اور دیگر امور کے متعلق اتنے وسیع پیمانے پر کام کر رہا ہو، تعلیم کے شعبے میں قومی وعالمی سطح پر تحقیق وتجزیہ کرنے والے ادارے اپنی رپورٹوں میں اس حقیقت کا اعتراف کر چکے ہیں، نیز پیش نظر

کتاب میں مذکور پچھلی نصف صدی کی کارکردگی کے اعداد وشمار بھی اپنے دائرے میں ادارے کی کامیابی کا واضح ثبوت ہیں، سچ یہ ہے کہ ع

مشک آن است کہ خود ببوید نہ آں کہ عطار بگوید!

وفاق کی تاسیس وارتقا، مقصد براری، نظام ونصابِ تعلیم، نظامِ امتحانات اور دیگر شعبہ جات کے متعلق جملہ معلومات الحمدللہ وفاق کے ریکارڈ میں موجود ہیں، جو اَب زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر لائی جارہی ہیں۔ دینی مدارس و جامعات کو درپیش چیلنجز اور دگرگوں حالات وواقعات کے پیش نظر مدارس کے تعلیمی نظم کو احسن انداز میں چلانے اور قائم رکھنے کے لیے اس دستاویز کو سامنے رکھنے کا مشورہ دیتے ہوئے تین گذارشات پیش کروں گا:

(۱)......ہمیں اپنے اکابر سے کیے گئے عہد کی تجدید کرنے کی ضرورت ہے اور ہم اپنے اداروں کے منتظمین سے بھی اس کی پاسداری کی اُمید رکھتے ہیں کہ ''وفاق اپنے شاندار ماضی کی مانند ایک تعلیمی ادارہ ہے اور رہے گا، ہم اپنے بزرگوں کی یادگار کو ان کی دی ہوئی ہدایات کی روشنی میں تعلیمی ترقی کی منزلیں طے کرائیں گے، ملک وقوم کے سپوت ہونے کی حیثیت سے ہم اور دعوے داروں سے بڑھ کر وطن عزیز کے وفا شعار ہیں اور رہیں گے، لیکن انتظامی امور سے ہٹ کر اپنے اداروں کے نصاب ونظام میں ان کے اساسی مقاصد سے ہٹ کر کسی پہلو پر سمجھوتہ نہیں کریں گے''۔

(۲)......حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے متوسلین میں مولانا عبد الرحیم رائے پوری رحمہ اللہ ایک صاحب نسبت بزرگ گزرے ہیں، ان کا یہ مقولہ کتابوں میں ملتا ہے: ''مجھے مدرسے کے پیسوں سے جتنا ڈر لگتا ہے اتنا کسی اور مال سے نہیں لگتا، اس لیے کہ یہ قوم کا مال اور امانت ہے، بے محل یا ناجائز محل میں صرف ہونے کی صورت میں مالکان کے نام نامعلوم ہونے کی بنا پر معافی کی صورت ناممکن ہے، نتیجتاً آخرت کا وبال اور پکڑ سخت ہے''۔ نیز ہمارے شیخ محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرماتے تھے: ''مدرسہ اگر دنیا کے لیے بنایا ہے تو آخرت کے عذاب کا باعث اور آخرت کے لیے بنایا ہو تو دنیا کی سزا کا ذریعہ ہے''۔ دینی مدارس وجامعات کے منتظمین و مہتممین ان ارشادات کو سامنے رکھتے ہوئے ہر داغ سے اپنے اور وفاق کے دامن کو بچائیں، مالیات سمیت دیگر تمام پہلوؤں سے اپنا محاسبہ ہم سب کے لیے از بس ضروری ہے۔

(۳)......اپنے فضلاء سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو مؤمنانہ وعالمانہ اوصاف سے مزین کرتے ہوئے اخلاص کے ساتھ دین وملت کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں، ہمارا ہر روز ''یوم تجدید عہد وفا'' ہے، خدارا اپنے بزرگوں اور علمی تشنگی سے سیراب کرنے والے اداروں کا پاس ولحاظ رکھیں، احسان فراموشی کسی بھی مذہب وملت اور کسی بھی جدید وقدیم تحقیق میں روا نہیں، نئی نسل کے بعض فضلاء کو عجب وخود پسندی میں مبتلا پاکر فکر وعمل کی مختلف راہوں میں جمہور علمائے

امت سے منحرف راہ کا راہی دیکھ کر دل و دماغ شدید کرب و اضطراب میں ہیں، خدارا جدیدیت واباحیت کے فتنوں سے اپنا دامن بچانے کی کوشش کریں۔

اس کتاب کے مرتب مولانا ابن الحسن عباسی حفظہ اللہ وفاق المدارس کے شعبہ تحریر سے منسلک ہیں، وفاق المدارس کی تاریخ وتعارف مرتب کرنے کی ذمہ داری، اربابِ وفاق نے انہیں سونپی اور انہوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ وفاق المدارس کے ریکارڈ، ماہنامہ وفاق کے شماروں اور دیگر متعلقہ مراجع کو سامنے رکھ کر یہ شاندار کتاب مرتب کردی ہے جوان شاءاللہ علماء، طلباء اور تعلیم وتربیت سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے ایک رہنما اور گراں قدر ہدیہ ثابت ہوگی، یہ وفاق المدارس کی جامع تاریخ بھی ہے اور اہل علم کے لیے تعلیم وتربیت کے اصول وضوابط کا ایک انمول تحفہ بھی!

وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور دینی جامعات کا ایک ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے یہ چند گذارشات پیش خدمت ہیں اور دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وفاق سے منسلک مدارس، اہل مدارس اور فضلائے مدارس کو اپنے اسلاف واکابر اور بانیانِ وفاق کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین حق اور صراط مستقیم پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین وما ذلك على الله بعزيز

والسلام

(مولانا ڈاکٹر) عبدالرزاق اسکندر (دامت برکاتہم)
قائم مقام صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
۱۴/۳/۱۴۳۷ھ
۲۰۱۵/۱۲/۲۶

مدارس کی یہ تاریخ......ایک عظیم کتاب

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی
رکن مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

عزیز محترم مولانا ابن الحسن عباسی صاحب حفظہ اللہ نے آج ہی بدست خود ''وفاق المدارس - تاریخ، تعارف، خدمات'' کا مسودہ کمپوز شدہ بندے کو دکھایا، پورے کا مطالعہ کرنا تو ممکن نہ تھا، لیکن مختلف مقامات سے دیکھ کر ان کے لیے دعائیں نکلیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، انہوں نے بڑا مفید کارنامہ انجام دیا ہے۔ وفاق المدارس کی جو خدمات ہیں ان کو مرتب کرنا اس لیے بھی ضروری تھا کہ اس میں قیام پاکستان سے لے کر اب تک کے ان تمام حضرات علماء کرام کی تحریریں اور تقریریں محفوظ ہوگئی ہیں، جو اپنے اپنے وقت میں دینی مدارس اور تعلیم دین کے بارے میں اپنے تجربے اور اپنے علمی مرتبے کی بنا پر مستند درجہ رکھتے ہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ حرف آخر کا درجہ رکھتے ہیں تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ الحمد للہ اس ''دستاویز'' میں بہت اہم مواد ان بزرگوں کی خدمات کا اور ان کی تحریروں کا بھی جمع ہوگیا ہے، بلکہ برصغیر ہند و پاکستان میں دینی مدارس کی ایک تاریخ اس میں محفوظ ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ مرتب موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس عظیم کتاب کو اس کے شایانِ شان طریقے پر اشاعت کرا کے علمی طبقوں تک پہنچائے۔

''ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد''

والسلام

۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ ۳ جنوری ۲۰۱۶ء

ایک اہم کام کی تکمیل

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی
نائب رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی

برصغیر کی دینی تعلیم وتربیت میں دینی مدارس کا درخشاں کردار کسی انصاف پسند مسلمان سے پوشیدہ نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سادہ درس گاہوں کے ذریعے کفر والحاد کے سیلاب میں مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ کی عظیم الشان خدمت لی ہے، جس کی بدولت الحمدللہ دین اپنی حقیقی شکل وصورت میں محفوظ ہے۔

شروع میں یہ دینی مدارس اپنی اپنی انفرادی حیثیت میں مصروفِ خدمت رہے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بعض بزرگوں کے دل میں یہ داعیہ پیدا فرمایا کہ ان کے درمیان باہمی تعاون کے لیے باقاعدہ کوئی تنظیم ہو۔ اس غرض کے لیے پاکستان میں ''وفاق المدارس العربیہ'' کا قیام عمل میں آیا جو تقریباً نصف صدی سے ملک میں دینی مدارس کی تنظیم، ان کے درمیان تعاون، ان کے نصاب ونظام کے ارتقاء، ان کے امتحانات وغیرہ کے معیار کا تعین، اسناد کا اجراء اور مدارس پر مختلف حلقوں کی طرف سے ہونے والے فکری اور عملی حملوں کے دفاع کے سلسلے میں بفضلہ تعالیٰ عظیم خدمات انجام دے رہا ہے۔

ضرورت تھی کہ اس وفاق کے تعارف، اس کی تاریخ، اس کے بزرگوں کے تذکروں اور افادات کو یکجا جمع کیا جائے، تاکہ جو حضرات اس کی خدمات اور نصب العین سے واقفیت حاصل کرنا چاہیں، انہیں تمام ضروری معلومات یکجا میسر آجائیں۔

عزیز گرامی قدر جناب مولانا ابن الحسن عباسی صاحب نے اس ضرورت کو اس کتاب میں نہایت حسن وخوبی اور قابلیت کے ساتھ پورا کیا ہے، اس غرض کے لیے انہوں نے تمام میسر ریکارڈ بڑے حسن ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے، بالخصوص اکابر علماءِ وفاق کے ارشادات کو نہایت مفید انداز میں جمع کر کے بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے وفاق المدارس العربیہ کی تاریخ، اس کے نظریات اور اس کے رجالِ کار کا تعارف حاصل کرنے میں بہت مدد ملے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما کر اسے نافع بنائیں اور مولانا ابن الحسن عباسی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کو اس کی بہترین جزا دنیا وآخرت میں عطا فرما کر انہیں اس جیسی مزید علمی ودینی خدمات کے لیے موفق فرمائیں، آمین۔

بندہ
محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۱۷ر شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ

وفاق المدارس......اسلامی تعلیم کا اثاثہ

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق
مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

الحمد لله رب العالمين ،والصلوٰة والسلام على النبي الكريم ، اما بعد !

برصغیر میں برطانوی سامراج کے تسلط کے بعد دینی علوم اور اسلامی فنون کی تعلیم وترویج کا سلسلہ درہم برہم ہوگیا تو اللہ تعالیٰ کے دین متین اور اسلامی ورثہ کی حفاظت کے لیے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) اور ان کے قدوسی صفات مخلص رفقاء کار نے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب جیسے صاحب بصیرت ولی اللہ کی ہدایات و رہنمائی میں دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارس عربیہ کی داغ بیل ڈالی، یہ نہایت بے سروسامانی اور دین کی کسمپرسی کا عالم تھا مگر ان اکابرین نے برصغیر کے اطراف واکناف میں مدارس دینیہ کا ایک جال پھیلایا جس کی برکت سے علوم دینیہ کی ترویج واشاعت کا سلسلہ جاری رہا، اسلامی تہذیب وتمدن کا اثاثہ علومِ اسلامیہ کی شکل میں محفوظ ومصون رہا، ان علمی مراکز سے ہزاروں علماء و رجال کار نکلے جنھوں نے برصغیر میں اشاعت قرآن کے ساتھ ساتھ آزادیِ وطن، جہادِ حریت، اصلاحِ معاشرہ اور تنظیم امت کے کاموں میں شاندار قائدانہ کردار ادا کیا اور بالآخران کی مساعی سے جب برصغیر آزادی سے ہمکنار ہوا تو دینی اثاثہ ان مدارس کی بدولت محفوظ تھا اور یہ سرزمین دینی لحاظ سے تاشقند و بخارا، اسپین وچین اور ترکستان جیسے اندوہناک حالات سے دوچار نہ ہوئی۔

پاکستان بھر میں دینی مدارس اسی سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں، انہی مدارس کے دم سے پاکستانی قوم کا دینی تشخص اور اسلامی حمیت قائم ودائم ہیں، عصر حاضر میں عالم کفر کے استعماری عزائم کی راہ میں بھی یہی مدارس اور اہل مدارس رکاوٹ بنے ہیں، یہی وجہ ہے کہ سامراجی قوتیں اور ہمارے اوپر مسلط ان کے ہمنوا حکمران مدارس کے نیٹ ورک کو توڑنے کے درپے ہیں، اصلاح اور قومی دھارے میں لانے کے نام پر اس کی روح نکالنے کے لیے لبرل، سیکولر لابیاں ہر وقت متحرک رہتی ہی، لیکن:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ان مدارس و جامعات کی سب سے بڑی جامع اور موثر تنظیم

''وفاق المدارس العربیہ'' ہے، جسے اس کے دور اندیش اصحابِ بصیرت اور علم وعمل اکابرین نے علم ودین کی نشاۃ ثانیہ اور تعلیم و

تربیت کے انقلابی مقاصد کے پیش نظر قائم کیا، اس کے محرکات میں مدارس عربیہ کا احیاء و بقااور ترقی کا کامل ارتباط و تنظیم کے ساتھ ساتھ ملک وملت کی رہنمائی کے لیے ہر شعبہ حیات میں اعلیٰ اخلاق و معاشرتی نقائص سے اجتماعی طور پر دور رکھنا جیسے اہم ترین امور مطمح نظر تھے، ان تمام اہم مقاصد و عزائم پر ابتدائے قیام سے وفاق کے اکابر اور اجتماعات کے فیصلے، قرار دادیں ، بیانات، ہدایات تحریری شکل اور مطبوعہ رپورٹوں کی صورتوں میں موجود ہیں، تاہم ضرورت اس امر کی تھی کہ مدارس کی اس ہمہ گیر تنظیم کی خدمات کو ایک لڑی میں پروکر نہ صرف تاریخ کا حصہ بنایا جائے بلکہ موجودہ اور آئندہ ادوار کے لوگوں کے لیے نشانِ منزل ونمونہ رہے، اسی وجہ سے احقر نے ''منبر حقانیہ سے خطابت مشاہیر'' کا جلد ہشتم اسی موضوع کے ساتھ مختص کیا، جس میں وفاق المدارس کے دوروزہ اجلاس منعقدہ ۲۸، ۲۹ مارچ ۱۹۸۲ء کی تفصیلی رپورٹ کے ساتھ ''تحفظ مدارس دینیہ کی تحریک کی داستان'' کی کچھ جھلک شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا ابن الحسن عباسی صاحب کو جزائے خیر دے جنہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ وفاق کی ساری تاریخ ٹٹول کر یہ تاریخ ساز مجموعہ مرتب کیا ہے، وہ اس عظیم کام کے ہر لحاظ سے اہل تھے کہ وہ وفاق المدارس سے وابستہ ہیں اور اھل مکۃ ادریٰ بشعبھا کے مصداق ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کتاب اہل علم، اربابِ مدارس اور دینی طلبہ کے لیے مشعل راہ ثابت ہو، آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

سمیع الحق غفرلہ

م ۱۳ فروری ۲۰۱۶ء

وفاق المدارس......مدارس کا سائبان

حضرت مولانا فضل الرحمٰن

امیر جمعیت علمائے اسلام پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداو مصلیا

میں نے جب آنکھ کھولی تو اپنے قبلہ والد بزرگوار حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کو تین حوالوں سے پہچانا۔ایک جامعہ قاسم العلوم ملتان میں بحیثیت مدرس، جب وہ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے، دوسرے جمعیت علمائے اسلام کے حوالے سے ان کا مصروفِ عمل ہونا اور تیسرا وفاق المدارس العربیہ سے متعلق ان کے مشاغل......وفاق المدارس کے حوالے سے میں نے دو شخصیات کو ان کے قریب تر دیکھا......حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ......مدارس کو ایک منظم پلیٹ فارم مہیا کرنا اور دینی مدارس کے اندر پڑھایا جانے والا نصاب ریاست کی سطح پر تسلیم کرانا، ان کی زندگی کے بڑے مقاصد میں سے تھا۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان، ہمارے مکتب فکر کے دینی مدارس کا ایک ایسا مشترکہ تعلیمی ادارہ اور امتحانی بورڈ ہے جس کی افادیت وضرورت کو آج سے ساٹھ سال قبل ہمارے بزرگوں اور اکابر نے محسوس کیا اور اس کی بنیاد رکھی، ان بزرگوں کی بڑی دوررس نگاہ تھی، اس وقت سے لے کر آج تک وفاق المدارس الحمدللہ اپنے اغراض واہداف میں کامیابی کے ساتھ روبہ ترقی ہے۔سب سے پہلے اس تنظیم کی تجویز حضرت مولانا شمس الحق افغانی صاحبؒ نے پیش کی تھی، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحبؒ نے اس کی تائید فرمائی تھی۔

اس کے بعد حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ مختلف اجلاس میں اس موضوع پر غور وخوض کرتے رہے، ان بزرگوں کی باہمی مشاورت سے بالآخر ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو وفاق المدارس کا قیام عمل میں آیا، جس کے پہلے صدر حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ اور پہلے ناظم اعلیٰ والد بزرگوار حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرار پائے۔

ابتدا میں مدارس کو اس کی اہمیت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ان بزرگوں نے بہت محنت کی، مالی وسائل نہیں تھے، بڑی کسمپرسی کے عالم میں ان اکابر نے اسے قائم رکھنے اور آگے بڑھانے کے لیے جدوجہد کی، اس کا اندازہ آپ اس مضمون سے لگا سکتے ہیں جو ''وفاق المدارس کے پہلے امتحان کی سرگزشت'' کے عنوان سے والد بزرگوار حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے تحریر فرمائی ہے اور اس مجموعہ کے اندر شامل ہے، یہ بڑا ایمان افروز مضمون ہے، اس میں ملک گیر امتحان کے لیے رہنما اصول بھی لکھے گئے ہیں، ضرورت واہمیت بھی بیان کی گئی ہے اور امتحانی روداد بھی ہے، اب تو اللہ کے فضل وکرم سے وفاق المدارس ایک بارآور مستحکم ادارہ بن چکا ہے، یہ ہمارے بزرگوں اور اکابر کی محنتوں اور جلیل القدر مساعی کا ثمرہ ہے۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ وفاق المدارس کی تاریخ، اس کے لیے اکابر کی جدوجہد، اس کے ادارتی نظام کے اصول وضوابط، اس کے ارتقائی مراحل کی تفصیل مرتب کی جائے، اس اہم کام کی ذمہ داری مولانا ابن الحسن عباسی صاحب کے حوالہ کی گئی، انہوں نے بڑی محنت کے ساتھ، شروع سے لے کر اب تک اس کی تاریخ مرتب کردی ہے، ریکارڈ میں موجود اکابرین وفاق کی تحریروں کو سلیقے کے ساتھ جمع کردیا ہے اور پورے ادارتی نظام اور اس کی جدوجہد کی تاریخ آٹھ ابواب میں مرتب کر کے یہ عظیم کتاب تیار کرلی ہے جس میں اعتدال بھی ہے اور جامعیت بھی! مجھے اُمید ہے کہ یہ کتاب عصری تعلیمی اداروں اور شعبوں کے لیے بھی ایک علمی رہنمائی اور تعارف فراہم کرے گی، اللہ جل شانہ اسے نافع بنائے اور مرتب کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، آمین

(مولانا) فضل الرحمٰن

۸ فروری ۲۰۱۷ء

وفاق المدارس...... اکابرامت کی مساعی کی نشانی

مبلغ اسلام مولانا طارق جمیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیا

برصغیر پاک وہند میں دینی مدارس کے درخشاں کردار سے تاریخ کا مطالعہ کرنے والا ادنیٰ طالب علم بھی واقف ہے، ان مدارس نے نہ صرف ہندوپاک کے ظلمت کدوں میں اسلامی علوم، مسلم اُمہ کی تاریخی روایات، اس کے تہذیب وتمدن اور اس کے ثقافتی ورثے کا چراغ جلائے رکھا بلکہ یہاں سے پھوٹنے والی کرنوں سے گذشتہ ڈیڑھ سو سال میں پوری دنیا کے مساجد ومکاتب اور تعلیم گاہوں کی مسندیں روشن اور فیض یاب ہوتی رہی ہیں...... ان مدارس کے علماء اور یہاں سے فیض اٹھانے والے سعادت مندوں نے اس خطے کی گلی گلی، نگر نگر، بستی بستی، قریہ قریہ مسجدیں بنائیں، مکاتب بنائے اور مدارس کا ایک جال بچھا کر یہاں کے مسلمانوں کے دینی تشخص کو پورے آب وتاب کے ساتھ زندہ وجاوید رکھا۔ آج یورپ کے اندر دین کا کام جہاں جہاں موثر انداز میں ہورہا ہے، اس کا بھی واسطہ بلاواسطہ تعلق بالآخر برصغیر کے ان دینی مدارس کے ساتھ جڑا نظر آتا ہے......

پاکستان کے اندر یہاں کے اکابر علماء نے نصاب ونظام تعلیم کی یکسانیت اور دینی مدارس کے تحفظ، اس کی آزادی اور خودمختاری کی بقا کے لیے آج سے تقریباً ساٹھ سال قبل ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے نام سے ایک تنظیم بنائی جو آج دنیائے اسلام کے دینی مدارس کا سب سے بڑا تعلیمی بورڈ ہے، جس کے تحت امتحان دینے والے طلبہ وطالبات کی تعداد لاکھوں میں ہے اور اس کے ساتھ ملحق مدارس کی تعداد بیس ہزار سے زائد ہے......

مولانا ابن الحسن عباسی ''وفاق المدارس'' کے ساتھ گذشتہ اٹھارہ سال سے وابستہ ہیں اور اس بورڈ کی تحریری ترجمانی کی سعادت ان کو برسوں سے حاصل ہے۔ انہوں نے وفاق المدارس کی ساٹھ سالہ تاریخ کو آٹھ مختلف ابواب میں تقسیم کر کے اس طرح مدون ومرتب کر دیا ہے کہ اس میں وفاق المدارس کی تعلیمی مساعی کے ساتھ برصغیر میں مدارس اور دینی علوم کی ثمر بار محنتوں کا ایک تاریخی جائزہ بھی آگیا ہے...... اور تعلیم وتربیت سے متعلق ان مردانِ باصفا کی تحریروں کا ایک مفید مجموعہ بھی مرتب ہوگیا ہے جن کی ساری زندگی قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کی نورانی فضاؤں میں گذری اور جنہوں نے اسلامی علوم کی نشرواشاعت کو اپنی بابرکت زندگیوں کا ہدف ومقصد بنایا......

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی ترقی واستحکام میں جہاں صدرِ وفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ کی مومنانہ بصیرت وسرپرستی اور ناظم اعلیٰ وفاق المدارس حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب کی فعالیت اور شب وروز تگ ودو کا ایک مرکزی کردار رہا، وہیں گذشتہ دوعشروں سے ''وفاق المدارس'' کی تحریر ترجمانی کے حوالے سے مولانا ابن الحسن عباسی کے سدابہار قلم کی مسحور کن آواز بھی گونجتی رہی ہے۔ ان کی شاہکار تحریروں اور تصانیف سے ایک دنیا فیض اٹھارہی ہے اور زیرنظر مجموعہ بھی ان کے اسی حسن وذوق کا آئینہ دار ہے......

مجھے اُمید ہے کہ یہ تاریخ ساز دستاویز، نہ صرف دینی مدارس کے منتظمین اور متعلقین کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی بلکہ اس سے عصری اداروں کے وہ صاحبان بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو تعلیم وتربیت کے کسی نصاب یا نظام سے جڑے ہوئے ہیں......

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع بنائے، مرتب کو صفاتِ قبولیت کے ساتھ مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ وفاق المدارس سے منسلک تمام مدارس کو قبولیت کے اوصاف سے مزین فرمائے اور ان مدارس کے فضلاء اور متخرجین کو وقت کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے دین کو ہر طبقہ امت تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

(مولانا) طارق جمیل
۲۰ شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ
۲۸ مئی ۲۰۱۶ء بروز ہفتہ

مقدمہ

وفاق المدارس — ایک عہد ساز ادارہ

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

[ماہنامہ وفاق المدارس کے اس عظیم الشان دستاویز کے لیے حضرت ناظم اعلیٰ وفاق مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب کے مضمون کو بطور مقدمہ شامل کیا جارہا ہے، اس مضمون میں ابتدا سے لے کر آج تک وفاق المدارس کی خدمات کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ مرتب]

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ......أما بعد

مدارس دینیہ کی خدمات

برصغیر میں اسلامی علوم وروایات کے تحفظ اور معاشرہ میں دینی حمیت کو زندہ رکھنے کے لیے مدارس دینیہ نے جو کردار ادا کیا ہے، اس کا اعتراف نہ کرنا بے انصافی ہے۔ دینی مدارس نے علم کی روشنی پھیلانے، جہالت کی تاریکی دور کرنے، ملک میں ناخواندگی کم کرنے، شرح خواندگی بڑھانے، اسلامی تعلیمات، معلومات اور روایات کو اُجاگر کرنے کی اہم ذمہ داری کو باحسنِ وجوہ پورا کیا۔ قوم کو عالم دین، فقیہ، مفتی، قاضی، محدث، مفسر، حافظ، مفکر، مبلغ، مصنف اور مُصلح دیئے۔ نادار اور بے سہارا بچوں اور بچیوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری قبول کر کے نہ صرف ان کی کفالت کی بلکہ ان کو زیور تعلیم سے آراستہ وفیض یاب کیا۔

مدارسِ دینیہ کی ضرورت واہمیت

اس وقت دینی مدارس کا وجود مسلمانوں کے لیے بہت بڑی نعمت ہے، دنیا میں اسلام کی بقاء اور اشاعت کا اہم ترین کام انہی مدارس سے وابستہ ہے۔ یہ مدارس اسلام اور علومِ دینیہ کے ایسے قلعے ہیں جن کی وجہ سے آج تک دین محفوظ چلا آرہا ہے۔ دینی تعلیم کی اہمیت وضرورت اس لحاظ سے بھی ہے کہ جب بھی انسان علمِ دین اور حکمت کی دولت سے تہی دامن ہوا تو مذموم خصائل کا حامل بنا اور حق تعالیٰ شانہٗ اور مخلوق کے حقوق سے بے خبر و بے فکر ہو کر حرص، لالچ، طمع، قتل وقتال، باہمی عداوت اور ظلم وستم جیسے جذبات فاسدہ کا شکار ہوا۔ یہ مدارس انسانیت کو اخلاقی پستی سے نکال کر عمدہ اخلاق سے آراستہ کرنے، دنیا میں امن و امان، ایثار وقربانی اور نجات اُخروی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔

مدارس کی تاریخ

ان مدارس کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ اس پہلے دینی مدرسہ کے ساتھ ہے جو ایک چبوترے پر قائم کیا گیا تھا، جس کو "صفہ" کہا جاتا ہے، اس میں پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم میں بیان فرمودہ "فرائض نبوت" کی تعلیم وتکمیل فرماتے تھے، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن وسنت کی تعلیم دینے کے علاوہ اُن کا تزکیہ نفوس فرماتے تھے۔اس مدرسہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ جیسے ستر طالب علم تھے جو "اصحابِ صفہ" کے نام سے مشہور ہیں۔اس مدرسۂ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عوام وخواص، عرب وغیر عرب، آزاد اور غلام، کسی امتیاز کے بغیر حصولِ علم میں مصروف رہتے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ آیات سناتے: ﴿قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون﴾ (سورۃ زمر:۹) (کیا علم جاننے والے اور نہ جاننے والے بھی یکساں ہوسکتے ہیں) ﴿يرفع الله الذين امنوا منكم والذين أوتوا العلم درجٰت﴾ (المجادلہ:۱۱) (تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے، اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن، حدیث اور فقہ کے ساتھ حسب ضرورت ریاضی، طب، علم انساب، دفاعی تعلیم اور دوسری زبانیں سیکھنے کا بھی حکم دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے فارسی، سریانی اور حبشی زبانیں سیکھیں۔یہ دنیوی تعلیم کا حصہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ورزش، تیراکی اور تیراندازی سیکھنے کا حکم دیا۔یہ جسمانی اور دفاعی تعلیم ہے۔

مدارس اپنی ابتدائی شکل میں

باقاعدہ مدارس کی ابتداء سے پہلے مساجد، علوم کی درسگاہ کی حیثیت رکھتی تھیں، جن میں اُستاذ، معلّم، محدث اور مفسر کے گرد طلباء کے حلقے قائم ہوتے تھے۔سلطنت عباسیہ (۷۵۰-۹۴۵ء) میں یہ مدرسے مساجد ہی میں کام کرتے تھے۔پھر جب بحث ومباحثہ اور سوال وجواب کا سلسلہ بڑھا تو مساجد میں عبادت گزاروں نے خلل محسوس کیا تو مساجد کے ساتھ عمارات تعمیر کر کے باقاعدہ مدارس کھولے گئے۔مسلم دور حکومت میں جو نظامِ تعلیم اُبھرا وہ اپنے زمانے کا جدید ترین نظام تعلیم تھا۔خاص طور پر مسلم اسپین کی عظیم درس گاہیں دینی ودنیوی تعلیم کا حسین امتزاج تھیں۔مسلم سلطنت میں ایک طاقتور سلجوقی وزیر خواجہ نظام الملک طوسی (۱۰۹۲ء) نے ریاستی معاونت کے ذریعے تعلیم کو وسعت اور مضبوطی عطا کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات کیے۔اُنہوں نے ۱۰۶۵ء میں مدرسہ نظامیہ بغداد میں قائم کیا اور امام غزالی رحمہ اللہ کو اس مدرسہ کا صدر مدرّس مقرر کیا۔ان درس گاہوں سے علومِ دینیہ کے حامل یکتائے روزگار افراد کے علاوہ نامور مسلمان سائنس دان پیدا ہوئے۔اہلِ مغرب نے دانستہ طور پر سائنس کی تاریخ سے مسلمان سائنس دانوں کے نام تبدیل کردیئے۔اس طرح دنیا کو یہ باور کرایا گیا کہ سائنس کی ترقی اور فروغ میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں۔

جنوبی ایشیا میں مدارس کا آغاز

جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کے باقاعدہ تعلیمی نظام اور مدارس کی ابتداء قطب الدین ایبک (۱۲۱۰ء) کے عہد میں ہوئی۔ اس دور میں سینکڑوں مساجد تعلیم وتدریس کا مرکز تھیں، جن میں دینی علوم کے علاوہ دنیوی علوم کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔مساجد

کے علاوہ امراء کی حویلیوں، چوپالوں اور خانقاہوں میں بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ سلطان ایبک کی طرف سے علماء کی سرپرستی ضرب المثل تھی۔ پھر سلطان شمس الدین التمش (۱۲۳۶ء) نے کئی مدارس قائم کیے۔ وہ اہلِ علم کا زبردست قدردان تھا۔ فیروز شاہ تغلق (۱۳۸۸ء) نے تیس اعلیٰ تعلیمی ادارے قائم کیے اور پہلے سے قائم مدارس کی مرمت اور روزمرہ اخراجات کے لیے فنڈز مختص کیے۔ خلجی سلاطین کا زمانہ حکومت (۱۴۳۶ء تا ۱۵۳۱ء) اسلامی تعلیم وتدریس اور علم پروری کے حوالے سے خصوصی شہرت رکھتا ہے۔ اسی طرح سلطان سکندر لودھی کا عہد (۱۴۸۹ء تا ۱۵۱۰ء) اسلامی تعلیم وتدریس کی سرپرستی کے حوالے سے قابلِ ذکر ہے۔ مغلیہ دور کے تمام سلاطین اور مغل امراء کی علم دوستی کے نقوش تاریخ کی کتابوں میں جگمگا رہے ہیں۔ جلال الدین اکبر (۱۶۰۵ء) نے اَن پڑھ ہونے کے باوجود نہ صرف متعدد مدرسے قائم کیے، بلکہ کتب خانوں کی بنیاد بھی ڈالی۔

شہنشاہ جہانگیر (۱۶۲۸ء) نے دینی مدارس قائم کرنے کے علاوہ انہیں ترقی دینے اور آمدن کے مستقل ذرائع برقرار رکھنے کے لیے یہ فرمان جاری کیا کہ:

> ''اگر کوئی امیر یا بیرونی تاجر لاوارث مرجائے تو اس کا مال ودولت بنام سلطنت منتقل کر کے مدرسوں پر خرچ کیا جائے۔''

اورنگ زیب عالم گیر (۱۷۰۷ء) بذاتِ خود عالم تھا، اس نے متعدد مدارس قائم کیے، وہ تعلیم وتدریس کے باب میں وسیع نقطۂ نظر رکھتا تھا۔ اس نے مدارس کی خودمختاری میں براہِ راست مداخلت کیے بغیر عصری علوم کے اضافے سے اہم تبدیلیاں کرائیں اور طالب علموں کے لیے وظائف جاری کیے۔ اس عظیم علم دوست حکمران نے لکھنؤ میں ایک ڈچ تاجر کی کوٹھی ''فرنگی محل'' خرید کر ایک مدرسے کی بنیاد رکھی اور ملا نظام الدین سہالوی رحمہ اللہ (۱۷۴۸ء) کو استاذ مقرر کیا، جنہوں نے ہندوستان میں مروّجہ درسِ نظامی کی تدوین کی۔ درسِ نظامی کا یہ نصاب مختلف تبدیلیوں کے ساتھ آج بھی رائج ہے، جس میں اسلامی علوم کی بنیادی کتب کے ساتھ اُس دور کے علوم وفنون کی معیاری کتب شامل تھیں۔

ملا نظام الدین سہالوی رحمہ اللہ کے مجوّزہ نصاب میں صرف، نحو، منطق، حکمت، ریاضی، بلاغت، فقہ، اصولِ فقہ، کلام، تفسیر اور حدیث کے علوم وفنون شامل تھے۔ البتہ اس نصاب میں حدیث کی تعلیم صرف ''مشکوٰۃ المصابیح'' تک تھی۔ ''صحاحِ ستہ'' کو درسِ نظامی کا حصہ بعد میں بنایا گیا۔ اورنگ زیب رحمہ اللہ کے زمانے میں مدارس کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ مشہور انگریز ہملٹن نے لکھا ہے کہ ''صرف ٹھٹھہ شہر میں ۴۰۰ مدارس تھے''۔ اگرچہ اورنگ زیب رحمہ اللہ کے زمانے سے مغلیہ اقتدار کو زوال شروع ہو چکا تھا، تاہم مدارس کے قیام کا سلسلہ آخری مغل حکمران بہادر شاہ ظفر (۱۸۶۲ء) کے عہد تک جاری رہا۔

اس زمانے میں جتنے علوم ہندوستان میں مروّج تھے وہ اس نصاب میں شامل تھے۔ کوشش یہ کی جاتی تھی کہ اس نصاب کا فارغ کسی رائج الوقت علم سے بالکل ناواقف نہ رہے۔ اس زمانے کی سائنس، میڈیکل سائنس، انجینئرنگ، اقلیدس، الجبرا، جیومیٹری اور ریاضی اس نصاب کا حصہ تھے۔ آزاد معاش کا طریقہ اختیار کرنے میں مدد دینے کے لیے طب (میڈیکل سائنس) بھی شاملِ نصاب تھی۔ اسی وجہ سے اس درس کے پڑھے ہوئے بے شمار لوگ طبیب، انجینئر، منتظم اور معمار ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ جس ماہر تعمیرات نے تاج محل تعمیر کیا تھا، یعنی اُستاذ احمد معمار لاہوری (۱۶۴۹ء) وہ اسی درسِ نظامی کا پڑھا ہوا تھا۔ معماری کا یہ فن اس نے

مدرسے ہی میں بیٹھ کر سیکھا تھا۔ اتنی بڑی سلطنت کا نظام حکومت اور نظامِ عدالت چلانے والے یہی درس پڑھ کر تیار ہوتے تھے۔ گویا کہ یہ درس اُس زمانے میں ایک اَپ ٹو ڈیٹ معاشرے کو چلانے کے لیے ہر لحاظ سے مکمل نظامِ تعلیم تھا۔

☆......☆......☆

جیسا کہ لکھا گیا برصغیر میں دینی روایات اور اسلامی اقدار کے تحفظ وسربلندی کے لیے علمائے حق نے جو مجاہدانہ و سرفروشانہ کردار ادا کیا ہے، وہ تاریخ کا ناقابل فراموش باب ہے۔ مشیتِ خداوندی نے برصغیر کے اہلِ علم کے لیے یہ سعادت مقدر کی کہ انہوں نے آثارِ اسلامیہ کی حفاظت کے لیے دیگر عالمِ اسلام کے طریق سے ہٹ کر مدارسِ دینیہ کے قیام واستحکام کا بے نظیر کارنامہ سرانجام دیا۔ یہ ان مدارس ہی کا فیضان ہے کہ بعض دیگر مسلمان ممالک کے مقابلے میں برصغیر کے مسلمانوں کا عمل بالشریعت اور دینی وملی غیرت بدرجہا فائق ہے۔ مغربی تہذیب اور باطل تمدن جو بہت سے اسلامی ممالک کو اپنی گرفت میں لے چکی ہے اور ان کی شدت میں بدستور اضافہ ہو رہا ہے، برصغیر کے دینی مدارس اس کے لیے لوہے کے چنے ثابت ہو رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس وقت پورا یورپ اور امریکہ برصغیر کے دینی مدارس، اسلامی مکاتب اور جہادی تحریکوں سے سخت خائف ہے اور وہ انہیں ختم کر دینے کے لیے اوچھے ہتھکنڈے بھی استعمال کر رہا ہے، لیکن الحمدللہ مدارس دینیہ ماضی کی طرح اب بھی اسلامی تہذیب اور مسلمانوں کے تشخص وامتیاز کو محفوظ وبرقرار رکھنے اور کفر کی یلغار کے مقابلے میں مضبوط قلعے ہیں۔

وفاق المدارس کے قیام کی ابتدائی کاوش

مدارس دینیہ کی یہ عظیم طاقت آج سے تقریباً 57 سال قبل مختلف ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی تھی۔ حق تعالیٰ شانہ نے اس وقت کے اکابر کے قلوب میں اس منتشر قوت کی شیرازہ بندی اور دینی حلقوں کے اتحاد ووحدت کا الہام فرمایا۔

چنانچہ جامعہ خیر المدارس ملتان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس 20 شعبان 1376ھ مطابق 22 مارچ 1957ء کو زیر صدارت استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ منعقد ہوا، اس اجلاس میں حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ کی تحریک پر اس مقصد کے حصول کے عملی اقدام کے لیے چھ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے صدر حضرت مولانا خیر محمدؒ، اور کنوینئر حضرت مولانا احتشام الحقؒ مقرر ہوئے۔ اس کمیٹی میں مزید توسیع کا اختیار حضرت مولانا خیر محمدؒ کو دیا گیا۔ انہوں نے مزید پانچ اراکین شامل فرمائے۔ اس طرح کل بارہ رکنی ابتدائی تنظیمی کمیٹی نے اس کام کی ذمہ داری سنبھالی۔ اراکین کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

نمبر شمار	نام	عہدہ	ایڈریس
1	حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ	صدر	مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان
2	حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ	کنوینئر	دار العلوم اسلامیہ، ٹنڈوالہ یار
3	حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ	رکن	جامعہ اسلامیہ بہاولپور
4	حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	رکن	جامعہ اشرفیہ لاہور
5	حضرت مولانا احمد علیؒ	رکن	مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور

6	حضرت مولانا مفتی محمد صادقؒ	رکن	جامعہ اسلامیہ بہاولپور
7	حضرت مولانا فضل احمدؒ	رکن	جامعہ مظہر العلوم کھڈہ لیاری کراچی
8	حضرت مولانا عرض محمدؒ	رکن	مہتمم جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ
9	حضرت مولانا مفتی محمد عثمانؒ	رکن	مدرسہ احرار الاسلام کراچی
10	حضرت مولانا عبداللہ جالندھریؒ	رکن	جامعہ رشیدیہ ساہیوال
11	حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہؒ	رکن	جامعہ خیر المدارس ملتان
12	حضرت مولانا محمد علی جالندھری	رکن	مدرسہ منور الاسلام، ٹوبی ٹیک سنگھ

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دورِ تفسیر میں مصروفیت کی وجہ سے کمیٹی کے اجلاسوں میں شرکت نہیں کر سکے، انہوں نے حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کو اپنے نمائندے کے طور پر منتخب کیا اور حضرت مفتی صاحب ان کی نمائندگی کرتے ہوئے کمیٹی کے اجلاسوں میں شریک ہوتے رہے۔ س ذمہ داری کی روشنی میں کمیٹی نے پورے ملک کے مدارس کا اجلاس یکم مئی 1959ء کو دارالعلوم اسلامیہ اشرف آباد ٹنڈوالہ یار میں طلب کیا۔ جس میں دو دن تک مسلسل اس بارے میں مشاورت ہوتی رہی اور طے پایا کہ مدارس عربیہ کی ایک تنظیم بنائی جائے، اس کے دستور اور قواعد وضوابط مرتب کرنے کے لیے ایک ذیلی مجلس اس اجلاس میں بنائی گئی جو حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ (صدر مجلس)......حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ......حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ......حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ......حضرت مولانا محمد ادریسؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد صادقؒ پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد 17 ذیقعدہ 1378ھ مطابق 26 مئی 1959ء کو دوسرا اجلاس خیر المدارس ملتان میں منعقد ہوا۔ جس میں مجوزہ تنظیم کے لیے ایک دستور العمل بھی تیار کیا گیا۔ کمیٹی کا تیسرا اجلاس 16، 17 ذوالحجہ 1378ھ مطابق 24، 25 جون 1959ء کو منعقد ہوا، جس میں گذشتہ کارروائی کی توثیق کے ساتھ مجوزہ دستور میں ترامیم کی گئیں۔ جبکہ اس کمیٹی کا چوتھا اور آخری اجلاس 13 ربیع الثانی 1379ھ مطابق 17 اکتوبر 1959ء کو منعقد ہوا۔ جس میں فیصلہ ہوا کہ ''کل 14 ربیع الثانی 1379ھ مطابق 18 اکتوبر 1959ء کو ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کی مجلس شوریٰ اس کے دستور کی منظوری دے گی، صدر کا انتخاب ہوگا اور اس طرح یہ کمیٹی اپنے مفوضہ امور کی انجام دہی کے بعد ختم ہو جائے گی۔

شوریٰ کا پہلا اجلاس اور وفاق المدارس کا قیام

چنانچہ تنظیمی کمیٹی کے فیصلے کے مطابق 14 ربیع الثانی 1379ھ مطابق 18 اکتوبر 1959ء کو وفاق کا قیام عمل میں آیا۔

''وفاق'' کی مجلس شوریٰ کا پہلا اجلاس 14 ربیع الثانی 1379ھ مطابق 18 اکتوبر 1959ء کو جامعہ خیر المدارس ملتان میں منعقد ہوا۔ جو حضرات اس وقت اجلاس میں موجود تھے انہوں نے الحاق فارم پُر کیا اور وہ مدارس شوریٰ کے رکن قرار پائے جن

کے طلبہ کی تعداد 101 تھی۔ پہلی مجلس شوریٰ کے اراکین کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) مولانا حافظ فضل احمد صاحب...... مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی (۲) مولانا مفتی محمد عثمان صاحب...... مدرسہ عربیہ احرارالاسلام ریگر لین کراچی (۳) مولانا محمد یوسف بنوری صاحب...... مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی (۴) مولانا قاری رحمت اللہ صاحب...... مدرسہ عربیہ حسینیہ تعلیم القرآن شہداد پور سانگھڑ (۵) مولانا محمد شریف کشمیری صاحب...... دار العلوم اشاعت القرآن ڈگری تھرپارکر (۶) مولانا عرض محمد صاحب...... مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ (۷) مولانا رحمت اللہ صاحب...... مدرسہ مفتاح العلوم سوردو پنجگور (۸) مولانا نذیر احمد صاحب...... مدرسہ اشرف المدارس رحیم یار خان (۹) حاجی امیر دین صاحب...... مدرسہ تعلیم الدین چک نمبر ۱۱۴ پی خیر پور (۱۰) مولانا محمد یوسف صاحب...... مدرسہ تعلیم القرآن منڈی صادق گنج بہاولنگر (۱۱) مولانا مفتی محمد صادق صاحب...... مدرسہ عربیہ اسلامیہ حنفیہ منڈی یزمان (۱۲) مولانا محمد عمر قریشی صاحب...... مدرسہ احیاء العلوم مظفر گڑھ (۱۳) مولانا سید صدر دین صاحب...... مدرسہ دینی درسگاہ خان گڑھ مظفر گڑھ (۱۴) شیخ محمد یاسین صاحب...... ادارہ عربیہ فیض العلوم علی پور مظفر گڑھ (۱۵) مولانا غلام حسین نعمانی صاحب...... مدرسہ عربیہ قاسم العلوم لیہ (۱۶) مولانا خیر محمد صاحب...... مدرسہ خیر المدارس ملتان (۱۷) مولانا محمد شفیع صاحب...... مدرسہ قاسم العلوم ملتان (۱۸) مولانا عبدالحمید صاحب...... دار العلوم عیدگاہ کبیر والہ (۱۹) مولانا غلام محمد لدھیانوی صاحب...... مدرسہ رحمانیہ جہانیاں (۲۰) مولانا محمد موسیٰ صاحب...... خیر العلوم حسینیہ لودھراں (۲۱) مولانا رسول بخش صاحب...... مدرسہ سراج العلوم لودھراں (۲۲) چوہدری عبدالشکور صاحب...... مدرسہ محمدیہ عربیہ حنفیہ قصبہ مڑل (۲۳) حاجی منظور احمد صاحب...... مدرسہ عربیہ سعیدیہ قادر پوراں (۲۴) حاجی فتح محمد صاحب...... مدرسہ دعوۃ الحق حسین آگاہی ملتان (۲۵) قاضی اللہ بخش صاحب...... ملتان (۲۶) مولانا محمد امیر صاحب...... جھوک وینس ملتان (۲۷) خان حق نواز خان صاحب...... مدرسہ تعلیم القرآن نڑھال کبیر والہ (۲۸) مولانا دوست محمد صاحب...... مدرسہ سراج العلوم غلہ منڈی خانیوال (۲۹) مولانا حبیب اللہ صاحب...... مدرسہ عربیہ حسینیہ چک نمبر ۱۰۵ بخاری ملتان (۳۰) مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی صاحب...... مدرسہ عربیہ قادریہ تلمبہ خانیوال (۳۱) مولانا غلام حیدر صاحب...... مدرسہ عربیہ اسلامیہ میاں چنوں (۳۲) مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب...... مدرسہ اسلامیہ عربیہ بورے والہ (۳۳) مولانا سید نور احمد صاحب...... مدرسہ اشاعت القرآن ماڑی سرفراز خان وہاڑی (۳۴) مولانا محمد شریف جالندھری صاحب...... مدرسہ خدام القرآن جلہ جیم میلسی (۳۵) مولانا حسین احمد صاحب...... مدرسہ عربیہ خیر الدارین گوگڑاں لودھراں (۳۶) ملک عبدالغفور صاحب...... مدرسہ حدیقۃ الرحمٰن والقرآن شجاع آباد (۳۷) حافظ مقبول احمد صاحب...... جامعہ رشیدیہ غلہ منڈی منٹگمری (۳۸) مولانا عبدالحمید صاحب...... مدرسہ عربیہ دار العلوم عثمانیہ گول چوک اوکاڑہ (۳۹) مولانا حبیب اللہ صاحب...... مدرسہ عربیہ فاروقیہ عارف والہ منٹگمری (۴۰) مولانا فیض احمد صاحب...... مدرسہ عربیہ رحمانیہ پاکپتن (۴۱) مولانا عبدالمجید صاحب...... مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم ملتان (۴۲) شیخ عبدالسلام صاحب...... دار العلوم عربیہ امینیہ جڑانوالہ (۴۳) مولانا عبدالقوی صاحب...... مدرسہ نظامیہ عربیہ تاندلیانوالہ (۴۴) مولانا حافظ حسام الدین صاحب...... مدرسہ عربیہ احیاء العلوم ماموں کانجن (۴۵) مولانا عبداللہ رائے پوری صاحب...... مدرسہ عربیہ

نعمانیہ کمالیہ(۴۶)مولانا محمد اظہار الحق صاحب ......مدرسہ اسلامیہ عربیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ (۴۷) حافظ نذر احمد صاحب...... جامعہ چشتیہ لائل پور(۴۸) حاجی اللہ رکھا صاحب...... مدرسہ انوار القرآن لائل پور(۴۹) مولانا عبدالغنی صاحب...... مدرسہ عربیہ فیض محمدی لائل پور(۵۰) حافظ محمد یوسف صاحب...... مدرسہ تعلیم الاسلام لائل پور(۵۱) مولانا عبدالغنی صاحب...... مدرسہ رحمانیہ سمندری(۵۲) حافظ عبدالرحیم صاحب...... مدرسہ عربیہ قادریہ اسلامیہ اہلسنت لائل پور(۵۳) مولانا محمد علی جالندھری صاحب ...... مدرسہ منور الاسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ(۵۴) مولانا طفیل احمد صاحب...... مدرسہ تعلیم القرآن لائل پور(۵۵) مولانا عبدالحکیم صاحب...... مدرسہ جامعہ رحیمیہ جھنگ (۵۶) مولانا صادق حسین صاحب...... مدرسہ عربیہ علوم شرعیہ جھنگ(۵۷) مولانا محمد حسین صاحب ......مدرسہ احیاء العلوم جھنگ(۵۸) مولانا حافظ احمد صاحب...... مدرسہ سبیل الرشد تعلیم القرآن ننکانہ (۵۹) مولانا عبیداللہ صاحب...... جامعہ اشرفیہ لاہور(۶۰) مولانا حامد میاں صاحب...... جامعہ مدنیہ لاہور(۶۱) مولانا عبدالقادر صاحب...... مدرسہ قاسم العلوم انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور (۶۲) مولانا قاری سراج احمد صاحب...... دار العلوم اسلامیہ لاہور(۶۳) مولانا غلام دستگیر صاحب...... لاہور(۶۴) مولانا شفاعت احمد صاحب...... جامعہ قاسمیہ مصباح العلوم لاہور(۶۵) مولانا محمد خلیل صاحب...... مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ(۶۶) مولانا منظور احمد صاحب...... مدرسہ اشرفیہ قرآنیہ حافظ آباد گوجرانوالہ(۶۷) مولانا نور محمد صاحب...... جامعہ عربیہ خیر العلوم پنڈی بھٹیاں (۶۸) حافظ نور احمد صاحب...... مدرسہ اسلامیہ قادریہ قلعہ دیدار سنگھ(۶۹) مولانا مفتی محمد شفیع صاحب...... جامعہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا(۷۰) مولانا قاری جلیل الرحمٰن صاحب...... مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم سرگودھا(۷۱) مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب...... مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا (۷۲) مولانا حکیم شریف الدین صاحب...... مدرسہ حسینیہ حنفیہ سلانوالی (۷۳) مولانا محمد یوسف صاحب ...... مدرسہ تعلیم الاسلام خوشاب سرگودھا(۷۴) مولانا عبداللطیف صاحب...... مدرسہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم (۷۵) مولانا مظہر حسین صاحب ...... مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال(۷۶) مولانا عبدالحنان صاحب...... دار العلوم حنفیہ عثمانیہ راولپنڈی(۷۷) مولانا جمال الدین صاحب...... دار العلوم محمدیہ شمس آباد کیمل پور (۷۸) مولانا عزیز الرحمٰن صاحب...... مدرسہ عربیہ امداد العلوم ایبٹ آباد (۷۹) مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب...... مدرسہ تجوید القرآن بفہ ہزارہ(۸۰) حافظ محمد یوسف صاحب...... مدرسہ تجوید القرآن مانسہرہ(۸۱) مولانا محمد ایوب بنوری صاحب...... دار العلوم سرحد پشاور (۸۲) مولانا عبدالحق صاحب...... دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (۸۳) مولانا سید بادشاہ گل صاحب...... جامعہ اسلامیہ پاکستان اکوڑہ خٹک (۸۴) مولانا محمد جان صاحب...... دار العلوم حمایت الاسلام پشاور(۸۵) مولانا عبدالرحمٰن صاحب...... دار العلوم الاسلامیہ چارسدہ(۸۶) مولانا حبیب اللہ صاحب ...... جامعہ اسلامیہ تنگی چارسدہ(۸۷) مولانا سید گل بادشاہ صاحب...... دار العلوم تعلیم القرآن عمرزئی (۸۸) مولانا حبیب گل صاحب...... دار العلوم عربیہ ٹل(۸۹) مولانا عجب گل صاحب...... مدرسہ تعلیم القرآن کرک (۹۰) مولانا عبدالباری صاحب ...... مدرسہ تعلیم القرآن پارہ چنار(۹۱) مولانا مفتی محمود صاحب...... مدرسہ معراج العلوم بنوں (۹۲) مولانا حاجی محبت خان صاحب...... دار العلوم صدیقی سرائے نورنگ بنوں (۹۳) مولانا علاؤالدین صاحب...... دار العلوم نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان (۹۴) مولانا میاں خان صاحب...... مدرسہ اشرف المدارس گل امام ٹانک (۹۵) مولانا فتح خان صاحب...... مدرسہ مفتاح العلوم

ٹانک(۹۶)مولانا قاضی عبدالکریم صاحب...... مدرسہ نجم المدارس کلاچی(۹۷)مولانا قاضی امیر گل صاحب...... مدرسہ فیض المدارس درابن کلاں ڈیرہ اسماعیل خان (۹۸)مولانا محمد رمضان صاحب...... مدرسہ تبلیغ الاسلام میانوالی(۹۹)مولانا قطب الدین صاحب...... مدرسہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ کندیاں(۱۰۰)مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب...... مدرسہ عربیہ احیاء العلوم پنجگرائیں(۱۰۱)حکیم حشمت اللہ صاحب...... مدرسہ دینیہ عربیہ دارالھدیٰ بھکر۔

☆......☆......☆

مجلس شوریٰ کے پہلے اجلاس میں ''وفاق'' کا دستور منظور کیا گیا، سالانہ میزانیہ کی منظوری دی گئی اور تین سال کے لیے وفاق کے عہدیداران کا انتخاب کیا گیا۔ ''وفاق'' کے پہلے صدر حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ ، نائب صدر اول حضرت مولانا خیر محمدؒ، نائب صدر دوم حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمودؒ منتخب ہوئے جبکہ حضرت مولانا خیر محمدؒ اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی مشاورت سے حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہؒ کو ''وفاق'' کا پہلا خازن مقرر کیا گیا۔

منتخب عہدیداران کا پہلا اجلاس

14 جمادی الاولیٰ 1379ھ مطابق 16 نومبر 1959ء کو منتخب عہدیداران کا پہلا اجلاس ہوا۔ جس میں خازن کے تعین کی توثیق کی گئی، دفتر اور ناظم دفتر کے تعین پر غور کیا گیا اور پہلی مجلس عاملہ نامزد کی گئی۔

مجلس عاملہ کا پہلا اجلاس

''وفاق'' کی پہلی نامزد مجلس عاملہ کا پہلا اجلاس 15، 16 جمادی الثانی 1379ھ مطابق 16، 17 دسمبر 1959ء کو منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں ملحق مدارس کے لئے نصاب تعلیم مرتب کرنے کے لئے ایک نصاب کمیٹی تشکیل دی گئی۔ پہلی نصاب کمیٹی کے اراکین کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:...... حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ ، حضرت مولانا خیر محمدؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ ، حضرت مولانا مفتی محمد صادقؒ ۔

وفاق المدارس کے اغراض ومقاصد، دائرہ عمل واہداف

پہلی مجلس شوریٰ کے منظور کردہ دستور میں ''وفاق'' کے درج ذیل اغراض ومقاصد بیان کیے گئے ہیں:

(الف)...... یہ وفاق مندرجہ ذیل درجات کے لیے ایک جامع اور مکمل نصاب تعلیم مرتب کرے گا: (۱) ابتدائی (۲) وسطانی (۳) فوقانی (۴) درجہ تکمیل۔

(ب)...... یہ وفاق ابتدائی، وسطانی اور فوقانی مدارس میں باہمی اتحاد اور ربط پیدا کرنے کی کوشش کرے گا اور ان میں کاملاً تنظیم کرے گا۔

(ج)...... مروجہ نصاب تعلیم میں دینی جدید تقاضوں کے مطابق مناسب وموزوں تصرف کرے گا اور بوقت ضرورت مناسب کتابیں طبع کرائے گا۔

(د)......وہ مدارس جو اس وفاق سے الحاق کریں گے، ان میں نصاب تعلیم اور نظام تعلیم اور امتحانات میں یکجہتی، باقاعدگی اور ہم آہنگی پیدا کرے گا۔

(ہ)......جدید عصری تقاضوں کے مطابق تعلیمات اسلامیہ کی ترویج اور نشرواشاعت کرے گا اور اہم موضوعات پر مستند اور تحقیقی کتابیں تالیف وتصنیف کرائے گا۔

(و)......یہ وفاق مدارس دینیہ کے احیا اور بقا اور ترقی کے لیے صحیح اور موثر ذرائع اختیار کرے گا۔

(ز)......مذکورہ بالا مقاصد کی تکمیل کے لیے فنڈ فراہم کرے گا۔

اسی طرح منتخب عہدیداران کے اجلاس میں مجلس عاملہ کے پہلے اجلاس کے لئے جو ایجنڈا طے کیا گیا اس میں بھی انہی امور کو ملحوظ رکھ کر ''وفاق'' کے اہداف مقرر کئے گئے جو کہ حسب ذیل ہیں:

(۱)......وفاق کے مالی استحکام کی تجاویز (۲)......نشر و اشاعت کے ذرائع پر غور، رابطے کے لیے کسی رسالہ کا اجرا (۳)......نصاب تعلیم پر غور، نظام تعلیم کے متعلق غور وفکر (۴)......وفاق کے دائرہ کار کی توسیع (۵)......امتحانات کی یگانگت کے لیے تجاویز (۶)......مشرقی پاکستان میں مدارس کے ساتھ ارتباطی تدابیر پر غور (۷)......مدارس میں طلباء کے داخلہ واخراج کے لیے وضع قوانین (۸)......مدارس ملحقہ کے تعلیمی اور انتظامی شعبوں کے لیے راہنما اصول اور ہدایات کا تعین (۹)......تحفظ مدارس۔

ان مقرر کردہ امور اور اہداف کے حصول میں ''وفاق'' کس قدر کامیاب ہوا اور ارباب وفاق نے اس کے لیے کیا مساعی اور کاوشیں کیں، یہ ایک پوری تاریخ ہے، جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں ہر باب کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

☆......☆......☆
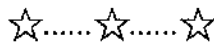
ملک گیر سطح پر تمام دینی مدارس کی ایسی فعال مربوط تنظیم کی مثال دیگر اسلامی ممالک تو کجا خود برصغیر میں بھی نہیں ملتی۔ بنگلہ دیش، بھارت، برما اور افغانستان، پاکستان کے پڑوسی ممالک ہیں اور ان میں بھی دینی مدارس ہزاروں کی تعداد میں ہیں، لیکن یہ امتیازی اعزاز صرف پاکستان کے دینی مدارس کو حاصل ہے کہ وہ ایک مربوط تعلیمی نظام سے وابستہ ہیں اور کتاب وسنت کی ترویج و اشاعت اور شعائر اسلام کے تحفظ وبقاء کے لیے ان کی آواز ایک ہے۔

پاکستان کی تاریخ میں متعدد حکومتوں نے دینی مدارس کو کچلنے اور ان کی آزادی کو پامال کرنے کی مختلف کوشش کی ہیں، مگر بحمداللہ ''وفاق المدارس'' نے ایسے تمام مواقع پر مدارس کو حکومتی مداخلت اور سرکاری دستبرداری سے بچانے کے لیے اپنا فریضہ نہایت جرات مندی وجواں مردی سے انجام دیا۔ دینی مدارس کے بارے میں موجودہ حکمرانوں کا طرزِ عمل بھی ماضی سے مختلف نہیں۔ وہ بھی دینی مدارس کی آزاد حیثیت کو ختم کرنے اور انہیں اپاہج کرنے کے لیے قرآن وسنت کے علوم کے ساتھ عصری علوم کے بے جوڑ پیوند کا ڈھول پیٹ رہے ہیں۔ لیکن ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ یہ بھی اپنے پیش رووں کی طرح اپنے مکروہ عزائم میں ناکام اور خائب وخاسر ہوں گے۔

''وفاق المدارس'' نے نہ صرف دینی مدارس میں توافق ورابطہ اور ان کے نظام تعلیم وامتحانات میں یکجہتی پیدا کی، بلکہ دینی مدارس کو احساس تحفظ اور قوت وفعالیت بھی بخشی۔ ''وفاق'' ہی کی بدولت دینی مدارس کی منتشر قوت موثر، یکجا اور مضبوط تر ہوئی۔ جن

مقاصد کے لیے ''وفاق'' کی بنیاد رکھی گئی تھی ان کی تکمیل وتحصیل کے لیے ملک بھر کے دینی مدارس نے بھرپور تعاون کیا اور اپنی آواز کو ''وفاق المدارس'' سے ہم آہنگ کرکے اسے پاکستان کے تمام دینی مدارس کا ترجمان بنا دیا، چناں چہ اس تنظیم کے قیام ہی کے وقت سینکڑوں مدارس اس سے ملحق ہوگئے، جن کی تعداد اب تقریباً انیس ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ ہنوز الحاق کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

اعداد وشمار ملحقہ مدارس، اساتذہ، طلبہ وفضلاء کرام

''وفاق المدارس'' جیسی فعال، متحرک اور ملک گیر تنظیم کی بدولت دینی ذوق اور مدارس دینیہ کی تعداد میں ماضی کی بنسبت بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ان مدارس سے دعوت وتبلیغ، جہاد وقتال، تدریس وتعلیم اور وعظ وخطابت غرض یہ کہ ہر میدان میں نوجوان مبلغین، واعظین، مقررین اور مجاہدین آگے آرہے ہیں، دعوت وتبلیغ اور جہاد کے جذبات واثرات ان ہی مدارس کی بدولت عام معاشرے میں دکھائی دے رہے ہیں، بحمد اللہ کراچی سے پشاور تک تقریباً اٹھارہ ہزار آٹھ سو سینتیس (**18837**) مدارس دینیہ ''وفاق المدارس العربیہ'' سے ملحق ہیں، جن کے ہر سال تقریباً ڈھائی لاکھ سے زائد طلباء وطالبات ''وفاق'' کے سالانہ امتحانات میں شرکت کرتے ہیں۔ ان مدارس میں ایک لاکھ گیارہ ہزار چھ سو پینتیس (**111635**) معلمین ومعلمات خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ صرف اسی سال ۱۴۳۷ھ بمطابق ۲۰۱۶ء میں ''وفاق'' کے تحت شعبہ کتب میں امتحان دینے والے طلباء اور طالبات کی تعداد دو لاکھ بائیس ہزار پانچ سو دس (**222510**) تھی۔ جبکہ شعبہ حفظ کے امتحان میں شرکت کرنے والوں کی تعداد چونسٹھ ہزار آٹھ سو سینتیس (**64837**) تھی۔ واضح رہے کہ ''وفاق'' سے ملحق مدارس میں تقریباً تئیس لاکھ طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں۔

وفاق المدارس سے اب تک فارغ التحصیل ہونے والے علماء کی تعداد ایک لاکھ چھتیس ہزار تریسٹھ (**136063**)، عالمات کی تعداد ایک لاکھ پچھتر ہزار چار سو بارہ (**175412**)، حفاظ کی تعداد آٹھ لاکھ چوبیس ہزار چھ سو اٹھتر (**824678**) اور حافظات کی تعداد دو لاکھ انتیس ہزار آٹھ سو اٹھارہ (**229818**) ہے۔

ملحقہ مدارس وجامعات (صوبہ وار تعداد)

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے قیام 1959ء سے جنوری 2015ء تک وفاق کے ساتھ ملحق مدارس کی تعداد 15966 ہے۔ ملحقہ مدارس کی شاخوں کی تعداد 3538 ہے۔ اس طرح وفاق المدارس کے تحت کام کرنے والے اداروں کی کل تعداد 19504 ہے۔ وفاق المدارس سے ملحقہ مدارس کی صوبہ وار اور درجہ وار تعداد درج ذیل ہے:

نام صوبہ	مدارس تحفیظ	متوسطہ	ثانویہ	عالیہ	عالمیہ	میزان	شاخہائے	کل تعداد
اسلام آباد	102	7	45	14	71	239	35	274
بلوچستان	301	310	564	103	179	1457	105	1562
پنجاب	3138	224	1059	320	1533	6274	2045	8319
خیبر پختونخواہ	1366	229	1450	359	1144	4548	589	5137
سندھ	1576	269	586	144	555	3130	668	3798

آزاد کشمیر	67	13	57	28	80	245	68	313
گلگت بلتستان	26	---	22	10	15	73	28	101
میزان:	6576	1052	3783	978	3577	15966	3538	19504

ملحقہ مدارس میں زیر تعلیم طلبہ وطالبات (صوبہ وار تعداد)

وفاق المدارس سے ملحقہ مدارس میں زیر تعلیم طلبہ کی تعداد 1530327 اور طالبات کی تعداد 775952 ہے مجموعی طور پر کل تعداد 2306279 ہے۔ صوبہ وار تفصیل درج ذیل ہے:

صوبہ	اقامتی طلبہ	غیر اقامتی طلبہ	میزان	اقامتی طالبات	غیر اقامتی طالبات	میزان	کل تعداد
اسلام آباد	14378	6391	20769	3862	4860	8722	29491
بلوچستان	68433	91139	159572	2456	30796	33252	192824
پنجاب	177738	319110	496848	56991	251094	308085	804933
خیبر پختونخواہ	124730	308796	433526	25453	173538	198991	632517
سندھ	99030	302535	401565	5728	206365	212093	613658
آزاد کشمیر	6002	6619	12621	3847	7769	11616	24237
گلگت بلتستان	2462	2964	5426	689	2504	3193	8619
میزان	492773	1037554	1530327	99026	676926	775952	2306279

ملحقہ مدارس میں اساتذہ ومعلمات (صوبہ وار تعداد)

صوبہ	معلمین درجہ قرآن	معلمین درجہ کتب	معلمات درجہ قرآن	معلمات درجہ کتب	غیر تدریسی عملہ	میزان
اسلام آباد	453	530	175	276	384	1818
بلوچستان	2892	4420	640	361	1393	9706
پنجاب	13088	8466	6213	5437	7148	40352
خیبر پختونخواہ	9904	10472	3664	4130	2725	30895
سندھ	10280	5763	4759	2105	6357	29264
آزاد کشمیر	420	455	234	398	319	1826

گلگت بلتستان	191	183	70	47	95	586
میزان	37228	30289	15755	12754	18421	114447

وفاق المدارس کے امتحانات میں شرکاء کی تعداد

وفاق المدارس کے تحت سب سے پہلے عالیہ کا امتحان 1960ء میں منعقد ہوا اور تدریجاً مختلف درجات کے امتحانات وفاق المدارس کے تحت ہونے لگے۔ 1960ء سے 2016ء تک وفاق المدارس کے امتحانات میں شرکاء کی تعداد (2918503) انتیس لاکھ اٹھارہ ہزار پانچ سو تین ہے۔ درجہ وار تفصیل درج ذیل ہے:

درجہ	ابتدائے امتحان کی تاریخ	2016ء تک مجموعی تعداد
عالمیہ بنین	1380ھ 1960ء	136063
موقوف علیہ	1430ھ 2009ء	64768
عالیہ بنین (سال دوم)	1405ھ 1985ء	149702
عالیہ بنین (سال اول)	1437ھ 2016ء	10108
خاصہ بنین	1403ھ 1983ء	22266
عامہ بنین	1404ھ 1984ء	342428
متوسطہ	1409ھ 1989ء	245819
عالمیہ بنات	1414ھ 1994ء	175412
عالیہ بنات (سال دوم)	1413ھ 1993ء	214414
عالیہ بنات (سال اول)	1437ھ 2016ء	20279
خاصہ بنات (سال دوم)	1412ھ 1992ء	28680
خاصہ بنات (سال اول)	1437ھ 2016ء	42971
عامہ بنات	1410ھ 1990ء	426931
تحفیظ القرآن الکریم (بنین وبنات)	1402ھ 1982ء	1054551
دراسات دینیہ (بنین وبنات)	1425ھ 2004ء	64648
تجوید للحفاظ والحافظات	1434ھ 2013ء	8843
تجوید للعلماء والعالمات	1434ھ 2013ء	5293
میزان		**3013176**

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تعلیمی مراحل

نمبر شمار	درجات	اہلیت داخلہ	دورانیہ
1	تحفیظ القرآن الکریم	ناظرہ قرآن مجید (صحیح تلفظ)	تین سال
2	تجوید للحفاظ	شہادۃ تحفیظ القرآن الکریم	دو سال
3	تجوید للعلماء	شہادۃ العالمیہ	ایک سال
4	ابتدائیہ	ناظرہ قرآن مجید (صحیح تلفظ)	پانچ سال
5	متوسطہ	پرائمری پاس (مساوی استعداد)	تین سال
6	ثانویہ عامہ	متوسطہ/مڈل (سیکنڈری بورڈ) پاس	تین سال
7	ثانویہ خاصہ	شہادۃ الثانویہ العامہ	دو سال
8	عالیہ	شہادۃ الثانویہ خاصہ	دو سال
9	عالمیہ	شہادۃ العالیہ	دو سال
10	دراسات دینیہ	مڈل	دو سال
11	تخصصات	شہادۃ العالمیہ	دو سال

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے 17 نومبر 1982ء کو ''وفاق المدارس'' کی فائنل ڈگری ''شہادۃ العالمیہ'' کو حوالہ نمبر 8-4/Acad/128 کے تحت ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا ہے۔

وفاق المدارس کا نظام امتحان

''وفاق المدارس'' کے نظام امتحان سے متعلق تفصیلات آگے مستقل باب میں آرہی ہیں، مختصراً بتاتا چلوں کہ ''وفاق المدارس'' کے اغراض و مقاصد میں اہل علم کے درمیان توافق ورابطہ، نظام تعلیم میں یکسانیت اور امتحانات ونصاب میں یکجہتی کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ ان امتحانات میں ملک بھر کے مختلف مدارس وجامعات کے لاکھوں طلبہ وطالبات شرکت کرتے ہیں۔ انتظامی طور پر یہ ایک مشکل مسئلہ ہے کہ خیبر سے کراچی اور کوئٹہ سے گلگت تک تمام مدارس میں ایک ہی وقت اور ایک ہی دن میں امتحان انعقاد پذیر ہوں۔ چنانچہ حکومت اپنے تمام تر وسائل کے باوجود ہر ڈویژن میں الگ تعلیمی بورڈ قائم کرتی ہے۔ مگر بحمد اللہ ''وفاق المدارس'' اس ذمہ داری سے باحسن وجوہ عہدہ برآں ہورہا ہے۔ ابتدا میں صرف ''شہادۃ العالمیہ'' (دورہ حدیث شریف) کا امتحان ''وفاق المدارس'' کے تحت منعقد ہوتا تھا۔ بعدازاں تحتانی درجات کے امتحانات بھی ''وفاق المدارس'' نے لینا شروع کردیے، چناں چہ اب درس نظامی کی تکمیل کرنے والے ہر طالب علم اور طالبہ کے لیے اپنی مدت تعلیم میں ۶ سالانہ امتحانات ''وفاق المدارس'' کے تحت دینا ضروری ہیں۔ ان میں مزید اضافہ شعبہ حفظ وتجوید کے طلبہ وطالبات کے امتحانات کا ہوا۔ طلبہ وطالبات کی یہ تعداد ہر سال بڑھ رہی ہے، چناں چہ اس سال ۱۴۳۶ھ میں سالانہ امتحان میں شریک طلباء وطالبات کی مجموعی تعداد دو لاکھ پچاس ہزار آٹھ سو

چورانوے(250894) تھی۔ اسی طرح ۱۴۳۶ھ کے سالانہ امتحانات کے مراکز 1691 تھے، جن میں 1691 نگران اعلیٰ اور 8385 معاون نگران عملہ نے خدمات انجام دیں، جب کہ پندرہ ہزار سے زائد مدارس نے سالانہ امتحانات میں شرکت کی۔

وفاق کے سالانہ امتحانات کا یہ پہلو انتہائی قابل اطمینان اور لائق تشکر ہے کہ طلباء کی اس قدر کثیر تعداد اور مراکز کی کثرت کے باوجود پورے ملک میں تمام جگہوں پر امتحانات کا نظم نہایت محفوظ و مستحکم اور منظم رہتا ہے اور پورے ملک میں کہیں کسی قسم کی بے ضابطگی کی اطلاع یا پرچوں کے بارے میں کوئی شکایت موصول نہیں ہوتی۔نظم امتحانات کے سلسلے میں ''وفاق المدارس'' کے صرف ہفتہ امتحانات کے اخراجات کئی لاکھ روپے ہیں۔امتحانات کے بعد جوابی کاپیوں کی جانچ پڑتال کا مرحلہ ''وفاق'' کی تمام مساعی اور محنتوں کا ثمر اور خلاصہ ہے۔اس سلسلے میں انسانی بساط کے مطابق پوری کوشش کی جاتی ہے کہ کسی ایک طالب علم کی بھی حق تلفی نہ ہو اور کوئی ایک طالب علم بھی استحقاق سے زائد نمبر حاصل نہ کرے۔ممتحنین کرام کے ساتھ ممتحنین اعلیٰ بھی اپنے فرائض نہایت تندہی سے انجام دیتے ہیں۔ان سب حضرات کی سرپرستی، نگرانی اور راہنمائی کے لیے حضرت صدر الوفاق شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خاں دامت برکاتہم پیرانہ سالی اور عوارض کے باوجود بنفس نفیس تقریباً ایک ماہ تک مسلسل دفتر ''وفاق'' میں موجود رہتے ہیں۔ آں موصوف چیک کیے ہوئے پرچوں پر خود نظر ثانی اور حسب ضرورت ممتحنین کرام کو وقتاً فوقتاً ہدایات وہنمائی سے نوازتے ہیں۔پرچوں کی اس چیکنگ کے مرحلے پر بھی ''وفاق'' کی ایک خطیر رقم صرف ہوتی ہے۔تاہم بحمد اللہ! یہ اطمینان ہے کہ تمام امور نہایت خوش اسلوبی سے طے ہوتے ہیں۔

امتحانی نظام کو مزید محفوظ و مستحکم بنانے کے لیے ارباب وفاق متفکر و کوشاں رہتے ہیں تاکہ بعض انفرادی شکایات بھی پیدا نہ ہوں، چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے ''وفاق المدارس'' نے جید علمائے کرام پر مشتمل ایک امتحانی کمیٹی تشکیل دی ہے جو امتحانی امور پر گہری نظر رکھتی ہے۔''وفاق المدارس'' کے امتحانات میں ناظم ونگران اجنبی اور دیانت دار علماء ہوتے ہیں جن سے کسی قسم کی رعایت یا بے ضابطگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔طلباء وطالبات صرف اپنی ذاتی استعداد و قابلیت ہی سے پرچہ حل کرتے ہیں۔نگران حضرات وقت مقررہ کے بعد تمام جوابی کاپیاں بنڈل بنا کر دفتر وفاق کو ارسال کر دیتے ہیں۔جہاں ضروری جانچ پڑتال کے بعد نام اور رول نمبر کی چٹ کاپی سے الگ کر کے فرضی رول نمبر لگا دیے جاتے ہیں اور جوابی کاپیوں کو خلط ملط کر کے نئے بنڈل بنا دیے جاتے ہیں۔اس کے بعد دفتر کے ذمہ دار حضرات کے سوا کسی اور شخص کے لیے کسی کاپی کی شناخت ممکن نہیں۔

''وفاق المدارس'' کی امتحانی کمیٹی ہر سال 80-70 ممتحنین پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دیتی ہے۔ممتحنین حضرات امتحانات ختم ہوتے ہی مرکزی دفتر وفاق المدارس پہنچ کر پرچوں کی جانچ پڑتال شروع کر دیتے ہیں اور جب تک تمام کاپیوں پر نمبر لگا کر نتیجہ مکمل نہیں کیا جاتا یہ ممتحنین دفتر وفاق ہی میں قیام فرماتے ہیں۔اب حال ہی میں چند جامعات کی اعلیٰ علمی شخصیات کو ممتحن اعلیٰ کے طور پر مقرر کیا گیا ہے جو ممتحنین کے چیک کیے ہوئے بعض پرچوں پر نظر ثانی فرماتے ہیں اور ممتحنین کو مناسب مشورے اور ہدایات دیتے ہیں۔ممتحنین حضرات تمام جوابی کاپیوں پر طالب علم کی محنت و استعداد کے مطابق نمبر لگاتے ہیں۔ایک پرچہ چوں کہ تین مختلف حضرات چیک کرتے ہیں اس لیے نمبر لگانے کے معیار میں نرمی یا سختی وغیرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔پرچوں کی مزید جانچ پڑتال اور نمبر لگانے کے معیار کا جائزہ لینے کے لیے صدر اور ناظم اعلیٰ وفاق بھی بعض پرچوں کو دوبارہ چیک کرتے ہیں اور

ضروری ہدایات دیتے ہیں۔

ممتحنین حضرات ہر جواب کے نمبر کاپی اور فارم دونوں پر درج کر کے دستخط کرتے ہیں اور ذمہ داران دفتر وفاق کے سپرد کرتے ہیں۔ بعدازاں نمبروں کے مجموعی اندراج کے بعد نتیجہ کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ ''وفاق المدارس'' کے اس محفوظ اور ہر طرح سے قابلِ اعتماد نظام امتحانات میں کسی طالب علم یا مدرسہ کے ساتھ رعایت کیے جانے کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا، چنانچہ مشہور معروف مدارس کے ساتھ ساتھ گم نام اور غیر معروف مدارس کے طلبہ وطالبات بھی امتیازی پوزیشن حاصل کرتے رہتے ہیں۔

وفاق المدارس کے ریکارڈ میں محفوظ اکابر کی تحریروں میں یہ بات بار بار لکھی گئی ہے کہ وفاق کی کوشش یہ ہے کہ ایسا مبارک ومسعود نظم اور اتحاد ملک کے تمام مدارس وجامعات میں پیدا ہو جائے کہ ایک ہی نصاب تعلیم اور ایک ہی نظام تعلیم ہو۔ اسباق کے آغاز، تعطیلات، سہ ماہی وششماہی اور سالانہ امتحانات کی تاریخ یکساں ہو اور اسی طرح تمام مدارس کے نتائج کا اعلان بھی ایک ہی وقت میں ہو۔ غرضیکہ ہر مدرسہ میں انتظامی اور تعلیمی قواعد وضوابط ایک ہوں اور تمام مدارس کے اساتذہ وطلبہ یکساں طور پر ان کے پابند ہوں۔ ہر مدرسہ میں طلبہ کے داخل وخارج کے فارم، رجسٹر حاضری مدرسین وطلبہ بھی ایک ہی ہوں۔ ایک قسم کے تصدیق نامے کے ذریعے طلبہ ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ میں منتقل ہوں۔ ہر مدرسے کے مدرسین وطلبہ کے حقوق بھی یکساں متعین ہوں اور وہ یکساں طور پر ادا کیے جاتے ہوں۔ کوئی کسی پر زیادتی اور تعدی بھی نہ کر سکے اور کوئی کسی کے ساتھ ناجائز مراعات بھی نہ کر سکے۔ سب ایک ہی مقصد اللہ کے دین کی حفاظت اور اعداءِ دین کے حملوں سے اس کو بچانے کے لئے جمع ہوں۔ پڑھنے والے صرف اسی غرض کے لئے پڑھیں، پڑھانے والے پڑھائیں، انتظام کرنے والے اسی مقصد وحید کے لئے جدوجہد کریں اور مالی امداد کرنے والے اسی واحد غرض وغایت کے لئے امداد کریں۔ اس نصاب تعلیم، امتحانات میں باضابطگی، قواعد وضوابط کی پابندی اور وفاق کی مرکزی قیادت کی کڑی نگرانی کے بعد کسی بھی مہتمم، مدرس یا ممتحن کے لئے یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ اپنے شخصی تعلقات یا مصالح کی بناء پر کسی بھی نااہل طالب علم کو مدرسہ میں داخل یا امتحانات میں کامیاب کرا سکے۔ یہ حقیقت تو اس قدر قطعی اور یقینی طور پر مسلم ہے اور بحث سے بالاتر کہ زندگی کے کسی بھی شعبے میں مطمئن اور باعزت زندگی بسر کرنے کے لئے بقاء باہمی کے اصول پر جماعتی اتحاد وتنظیم ازبس ضروری ہے اور یہ تنظیم جس قدر محکم اور ہمہ گیر ہوگی اسی قدر آفات ومصائب سے تحفظ اور ترقی وکامرانی کی زیادہ ضامن ہوگی۔ آج کے دور میں انفرادی طاقت کتنی ہی قوی کیوں نہ ہو بقاء وتحفظ کے بارے میں قطعاً ناقابلِ اعتماد ہی نہیں بلکہ ناکام ہے۔ آج طاقت، اجتماعی طاقت اور محکم تنظیم کا دوسرا نام ہے، یہی وجہ ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں کام کرنے والوں کی یونینیں اور سوسائٹیاں نہ ہوں۔ اسی عالم گیر اصول کے تحت مدارس عربیہ کا بھی فرض ہے کہ ہر مدرسہ اگر چہ وہ اپنے وسائل وذرائع اور اثر ورسوخ کے اعتبار سے کتنا ہی ''مستغنی اور بے نیاز'' کیوں نہ ہو اس کو بھی اپنی ''انفرادیت'' ختم کر کے اور کسی محکم جماعتی تنظیم میں شامل ہو کر اپنے نہ سہی اپنے ہم مسلک مدرسوں کی بقاء وتحفظ اور مفاد کی خاطر اس تنظیم کو زیادہ سے زیادہ قوی اور محکم بنانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''تعاونوا علی البر والتقوی''۔ ملک کے تمام مدارس وجامعات اس یکجہتی، ہم آہنگی اور نظم وضبط کے بعد ''کجسد واحد'' ایک ہوں۔ اگر کوئی اندرونی یا بیرونی طاقت کسی بھی مدرسہ کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانا چاہے تو تمام مدارس ملحقہ اور ان کا مرکز ''وفاق'' پوری قوت کے ساتھ اس کا دفاع کریں گے۔

دستور وفاق المدارس

منظور کردہ اجلاس مجلس عاملہ وشوریٰ منعقدہ ۲۱،۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۲،۲۳ جون ۲۰۰۳ء

ترمیم شدہ: اجلاس مجلس عاملہ وشوریٰ منعقدہ ۲۴ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۳ مئی 2015ء

[کسی بھی اجتماعی نظام میں آئین و دستور کی ترتیب کے بغیر آگے بڑھنے اور اس میں پیش رفت کرنے کا تصور نہیں کیا جاسکتا، دستور و آئین کے بغیر نہ کوئی حکومت چل سکتی ہے اور نہ کوئی ادارہ۔ خوبیوں کا حامل دستور ہی وہ اساس ہے جس کی پابندی اجتماعی نظام کے لیے اپنے مقاصد کی شاہراہ پر پیش قدمی میں مددگار بنتی اور اس کے ڈھانچہ کو استحکام عطا کرتی ہے۔ ہر ادارہ اور تنظیم کی طرح ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے لیے بھی نامور علمائے کرام نے ایک دستور مرتب کیا ہے۔ اس کے اولین مرتبین میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد صادقؒ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ جیسے اساطین علم شامل ہیں۔

بدلتے ہوئے حالات اور مختلف ضرورتوں کے پیش نظر وقتاً فوقتاً اس دستور میں بعض ترامیم بھی ہوئیں۔ یہ ترامیم ممتاز اہل علم وفضل نے اپنے تجربے اور مشاہدے کی روشنی میں کیں۔ ان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا عبدالحق اور حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب کے اسمائے گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ سترہ دفعات کا حامل وفاق المدارس کا یہ دستور ان ترامیم کے بعد نذر قارئین ہے۔ مرتب]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ضابطہ کار و دستور''

دفعہ نمبر (۱) نام:...... اس وفاق کا نام'' وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' ہوگا۔

دفعہ نمبر (۲) وفاق کا مسلک:...... ''وفاق المدارس العربیہ'' کا مسلک عقائد اہل السنۃ والجماعۃ وفقہ حنفی کے مطابق ہوگا۔

دفعہ نمبر (۳) صدر دفتر:...... '' وفاق المدارس العربیہ پاکستان '' کا صدر دفتر ملتان میں ہوگا۔

دفعہ نمبر (۴) وفاق کے اغراض ومقاصد:

(۱)...... ملحقہ جامعات ومدارس عربیہ کے جملہ درجات بشمول تکمیل وتخصص وتدریب المعلمین والمعلمات کے لئے

جامع نصابِ تعلیم مرتب کرنا اور امتحانات میں کامیاب طلبہ وطالبات کو شہادات (اسناد) جاری کرنا۔

(۲)......مدارس عربیہ وجامعات میں باہمی اتحاد وربط پیدا کرنے کی کوشش اور ان کو منظم کرنا۔

(۳)......مروجہ نصاب تعلیم میں جدید دینی تقاضوں کے مطابق مناسب وموزوں تصرف کرنا اور حسب ضرورت کتب طبع کرانا۔

(۴)......وہ مدارس وجامعات جو اس وفاق سے الحاق کریں ان میں نصابِ تعلیم، نظامِ تعلیم اور امتحانات میں باقاعدگی، یک جہتی اور ہم آہنگی پیدا کرنا۔

(۵)......جدید عصری تقاضوں کے مطابق تعلیماتِ اسلامیہ کی ترویج اور نشر واشاعت اور اہم موضوعات پر مستند اور تحقیقی کتابیں تالیف وتصنیف کرانا۔

(۶)......مدارس دینیہ وجامعات کے تحفظ وترقی اور معیارِ تعلیم کو بلند کرنے کے لئے صحیح اور موثر ذرائع اختیار کرنا۔

(۷)......تربیت المعلمین والمعلمات کا موثر ومناسب انتظام کرنا۔

دفعہ نمبر (۵) ضابطہ کار:

(الف)......"وفاق المدارس العربیہ پاکستان" ایک خالص تعلیمی اور غیر سیاسی تنظیم ہوگی۔ اس کا کسی سیاسی جماعت سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور وفاق بحیثیت وفاق نہ کوئی سیاسی موقف اختیار کرے گا نہ ملکی سیاست کے کسی مسئلہ میں اظہار رائے کرے گا اور نہ ہی اس بارہ میں ملحقہ مدارس وجامعات کو کوئی ہدایت جاری کرے گا۔

(ب)......وفاق المدارس کی تین مجالس ہوں گی: (۱) مجلس عمومی (۲) مجلس شوریٰ (۳) مجلس عاملہ

دفعہ نمبر (۶) مجلس عمومی:

(۱)......مجلس عمومی وفاق سے ملحق ان جامعات، مدارس عالیہ اور مدارس ثانویہ کے نمائندگان پر مشتمل ہوگی جو ثانویہ خاصہ اور ثانویہ عامہ کے امتحانات میں مسلسل تین سال شریک رہے ہوں۔

(۲)......مجلس عمومی کا کورم کل ارکان کی ۱/۴ تعداد سے پورا ہوگا۔

(۳)......مجلس عمومی وفاق المدارس کے صدر اور ناظم اعلیٰ کا پانچ سال کے لئے انتخاب کرے گی۔

(۴)......دستوری ترامیم کل مجلس عمومی کی دو تہائی اکثریت سے ہوں گی، البتہ ملتوی شدہ اجلاس کے لئے دو تہائی اکثریت ضروری نہیں ہوگی۔

(۵)......مجلس عمومی کا تعین تاریخ اجلاس سے دو ماہ قبل ہوگا بعد میں تبدیلی قابل قبول نہ ہوگی۔

(۶)......مجلس عمومی کا اجلاس منعقد کرنے کے لئے کم از کم ایک ماہ پہلے اطلاع دینا ضروری ہوگا البتہ خاص حالات میں "صدر وفاق" ایک ماہ سے کم مدت میں بھی اجلاس طلب کر سکیں گے۔

دفعہ نمبر (۷) مجلس شوریٰ:......

اہلیت: (۱)......مجلس شوریٰ وفاق سے ملحق بنین کے ان جامعات، مدارس عالیہ اور مدارس ثانویہ کے نمائندگان پر مشتمل ہوگی۔

(الف)......جن کے ثانویہ عامہ وخاصہ یا فوقانی درجات میں، صوبائی ومرکزی دارالحکومت میں پندرہ پندرہ، صوبہ

پنجاب وخیبر پختونخواہ میں دس دس، کشمیر بلوچستان سندھ اور گلگت بلتستان میں پانچ پانچ طلبہ کی مسلسل تین سال امتحانات میں شرکت ہو۔

(ب)...... ہر سال درجہ کتب میں شریک امتحان طلبہ کی مجموعی تعداد تیس ہو۔

(ج)...... مجموعی طور پر نتیجے کی کامیابی کا تناسب 51 فیصد ہو۔

(۲)...... رکن مجلس شوریٰ ''وفاق'' سے ملحق ادارے کا مہتمم (صدر) نائب مہتمم (نائب صدر) شیخ الحدیث / صدر مدرس / ناظم اعلیٰ / ناظم تعلیمات ہو۔

(۳)...... رکن مجلس شوریٰ کی عمر کم از کم تیس سال ہو۔

(۴)...... صدر وفاق بمشورہ ناظم اعلیٰ ملحق مدارس متوسطہ، مدارس تحفیظ القرآن الکریم سے پانچ پانچ اور مدارس بنات سے بھی دس نمائندگان مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لئے نامزد کرسکیں گے۔ بشرطیکہ ان مدارس سے مسلسل تین سال تک طلبہ وطالبات کی معتدبہ تعداد کی شرکت اپنے درجہ الحاق تک ''وفاق'' کے امتحانات میں ہو۔

دائرہ کار واختیارات:

(۱)...... مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد کرنے کے لئے کم از کم ایک ماہ پہلے اطلاع دینا ضروری ہوگا۔ خاص حالات میں ''صدر وفاق'' ایک ماہ سے کم مدت میں بھی اجلاس طلب کرسکیں گے۔

(۲)...... مجلس شوریٰ کا کورم (نصاب) کل ارکان کی ۳/۱ تعداد سے پورا ہوگا۔ لیکن ملتوی شدہ اجلاس کے لئے کورم کی پابندی نہ ہوگی بشرطیکہ حاضر ارکان کی تعداد ۴/۱ سے کم نہ ہو۔

(۳)...... ''مجلس شوریٰ'' کا اجلاس سال میں کم از کم ایک بار منعقد ہونا ضروری ہوگا۔ اس کے علاوہ صدر اپنی صوابدید یا ۳/۱ ارکان شوریٰ کی درخواست پر بھی اجلاس طلب کرسکیں گے۔

(۴)...... ''وفاق'' کے اغراض ومقاصد کی تکمیل کی نگرانی کے سلسلہ میں مجلس شوریٰ ہی اصل قوت ہوگی۔

دفعہ نمبر (۸) نمائندہ: نمائندہ سے مراد مندرجہ ذیل عہدیداران میں سے کوئی ایک ہوگا: مہتمم، نائب مہتمم، صدر مدرس، ناظم تعلیمات۔

دفعہ نمبر (۹) مجلس عاملہ: (۱)...... مجلس عاملہ کے کل ارکان کی تعداد تیس ہوگی۔ جن میں عہدیداران بھی شامل ہوں گے۔ باقی ارکان کو صدر وفاق بمشورہ ناظم اعلیٰ مجلس شوریٰ سے نامزد کریں گے۔ (۲)...... ایک تہائی ارکان عاملہ سے کورم پورا تصور ہوگا۔ (۳)...... مجلس عاملہ ''وفاق'' کے نظم ونسق کی ذمہ دار ہوگی اور اس کے فیصلے بھی اکثریت آراء سے ہوں گے۔ صدر کی رائے کی باوجود اگر آراء متساوی ہوں تو صدر کی رائے فیصلہ کن ہوگی۔ (۴)...... مجلس عاملہ کا اجلاس عام حالات میں پندرہ یوم کی اطلاع پر طلب کیا جائے گا اور غیر معمولی حالات میں اس سے کم عرصہ کی اطلاع پر بھی طلب کیا جاسکے گا۔ (۵)...... مجلس عاملہ ملحقہ جامعات ومدارس کا تعلیمی وتربیتی معیار بلند کرنے کے لئے مناسب اقدامات کرے گی۔ (۶)...... '' وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے سالانہ میزانیہ (بجٹ) کی منظوری کا اختیار مجلس عاملہ کو ہوگا۔ (۷)...... صدر وفاق بمشورہ ناظم اعلیٰ مجلس عاملہ کے مسلسل تین اجلاسوں میں معقول عذر کی

تحریری اطلاع دیئے بغیر شریک نہ ہونے والے نامزد رکن کی رکنیت کو ختم کر سکیں گے۔(۸)......مجلس عاملہ ملحقہ جامعات و مدارس کے امتحانات کے معیاری اور موثر انتظام کے لئے ایک امتحانی کمیٹی نامزد کرے گی۔جس کے ارکان کی تعداد ۹ ہوگی۔یہ کمیٹی امتحانی امور سے متعلق تمام فیصلے کرنے کی مجاز ہوگی۔

دفعہ نمبر(۱۰) صدر کے فرائض واختیارات: (۱)......ارکان مجلس عاملہ کو بمشورہ ناظم اعلیٰ نامزد کرنا۔

(۲)......وفاق کے اجلاسوں کی صدارت کرنا۔ (۳)......وفاق کے انتظامی امور کی نگرانی کرنا۔

(۴)......''وفاق'' کے لئے بمشورہ ناظم اعلیٰ دو نائب صدور، چار ناظم اور ایک خازن کا تقرر کرنا۔

(۵)......''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے جملہ ملازمین کا عزل ونصب، ترقی وتنزل صدرِ وفاق بمشورہ ناظم اعلیٰ کریں گے۔

دفعہ نمبر(۱۱) نائب صدر کے فرائض :

(۱)......صدر وفاق کی طرف سے مفوضہ امور کو سرانجام دینا۔(۲)......صدر کی عدم موجودگی میں اجلاسوں کی صدارت کرنا اور انتظامی امور کی نگرانی کرنا۔

دفعہ نمبر(۱۲) ناظم اعلیٰ کے فرائض : (۱)......دفتر کے نظم ونسق کو چلانا۔(۲)......صدر وفاق کی ہدایات کے مطابق مجلس عمومی، مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ کے اجلاس طلب کرنا اور ایجنڈا جاری کرنا۔(۳)......منظور شدہ تجاویز کی نقول ارکان تک پہنچانا۔(۴)......''وفاق'' کے تمام ریکارڈ کی حفاظت کرنا۔(۵)......''وفاق'' کے تمام امور کی تکمیل کرنا جو صدر وفاق یا مجلس عاملہ ان کے حوالے کرے۔(۶)......منظور شدہ میزانیہ کے تحت جملہ اخراجات کی اجازت دینا۔(۷)......''وفاق المدارس'' کے امتحانات کی نگرانی کرنا۔(۸)......امتحانات میں کامیاب طلبہ وطالبات کو صدر وفاق اور اپنے دستخطوں سے سندات جاری کرنا۔(۹)......اپنی عدم موجودگی کی صورت میں ''ناظمین'' میں سے کسی ایک کو بمشورہ صدر وفاق اپنا قائم مقام نامزد کرنا۔

دفعہ نمبر(۱۳) ناظمین کے فرائض :......ناظم اعلیٰ کی طرف سے مفوضہ امور/ذمہ داریوں کو سرانجام دینا۔

دفعہ نمبر(۱۴) خازن کے فرائض : (۱)......مالیات متعلقہ وفاق کی نگرانی کرنا۔(۲)......حسابات مرتب کرنا' سالانہ میزانیہ تیار کرنا۔(۳)......حسابات جمع وخرچ کو باقاعدہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ سے تنقیح (آڈٹ) کرانا اور حسابات مجلس عاملہ کے سامنے پیش کرنا۔(۴)...... بنک سے صدر اور ناظم اعلیٰ یا صدر اور اپنے (خازن) دستخطوں سے رقم نکالنا۔

دفعہ نمبر(۱۵) میعاد عہدیداران ومجلس عاملہ: وفاق کے عہدیداران ومجلس عاملہ کی میعاد پانچ سال ہوگی۔اس مدت کے اختتام پر جدید انتخابات اور نامزدگی ہوگی۔جس کے بعد سابقہ عہدے اور رکنیت ختم ہو جائے گی۔

دفعہ نمبر(۱۶) ''تعریف مدرسہ'': مدرسہ سے مراد وہ درسگاہ ہے جہاں باقاعدہ دینی تعلیم دی جاتی ہو۔

دفعہ نمبر(۱۷) درجات مدارس: (الف)......مدارس ابتدائیہ:......ایسے مدارس جن میں ''وفاق'' کے نصاب کے مطابق درجہ ابتدائیہ (ناظرہ قرآن مجید و پرائمری) کی تعلیم دی جاتی ہو۔

(ب)......مدارس تحفیظ القرآن لکریم:......ایسے مدارس جن میں تحفیظ القرآن الکریم کی تعلیم ہو۔

(ج)......مدارس تجوید القرآن الکریم:......ایسے مدارس جن میں تجوید وقراءۃ کی تعلیم ہو۔

(د)......مدارس متوسطہ:......................ایسے مدارس جن میں درجہ متوسطہ کی تعلیم ہو۔

(ہ)......مدارس ثانویہ:......................ایسے مدارس جن میں درجہ عامہ/خاصہ تک تعلیم کا انتظام ہو۔

(و)......مدارس عالیہ:......................ایسے مدارس جن میں درجہ عالیہ تک تعلیم کا انتظام ہو۔

(ز)......جامعات:......................ایسے تعلیمی ادارے جن میں درجہ عالمیہ (دورہ حدیث) تک تعلیم ہو۔

دفعہ نمبر(۱۸) مدارس کا الحاق:......وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ساتھ الحاق کے لئے ضروری ہوگا کہ:

(۱)......ادارہ کا اہلسنت والجماعت حنفی (دیوبندی) مسلک پر ہونا۔(۲)......الحاق کے لئے رکن عاملہ، صدر یا ناظم اعلیٰ وفاق کے کسی نامزد معتمد (نمائندہ وفاق) کا معائنہ وتحریری سفارش۔(۳)......وفاق کے ضوابط کی پابندی کا اقرار کرنا۔

دفعہ نمبر(۱۹) منسوخی الحاق: (۱)......ضوابط کی پابندی نہ کرنے کی صورت میں صدر وفاق بمشورہ ناظم اعلیٰ الحاق ختم کر سکیں گے۔(۲)......وفاق المدارس کے مفادات کو نقصان پہنچانے کی صورت میں صدر وفاق بمشورہ ناظم اعلیٰ الحاق موقوف/ختم کر سکیں گے اور بعد میں اجلاس عاملہ سے اس کی تائید حاصل کریں گے۔

دفعہ نمبر(۲۰) ''اپیل'': (الف)......صادر شدہ فیصلوں کے خلاف اپیل کی مدت پینتالیس (۴۵) دن ہوگی۔

(ب)......طریق کار:

(۱)......ناظم اعلیٰ کے فیصلوں کے خلاف اپیل صدر وفاق کے پاس، صدر وفاق اور امتحانی کمیٹی کے فیصلوں کے خلاف اپیل مجلس عاملہ کے سامنے اور مجلس عاملہ کے فیصلوں کے خلاف اپیل مجلس شوریٰ میں کی جاسکے گی۔

(۲)......اپیل مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان میں دائر ہوگی۔

(۳)......اپیل دائر ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ تین ماہ تک فیصلہ کرنا لازمی ہوگا۔ البتہ مجلس عاملہ کے فیصلہ کے خلاف اپیل پر فیصلہ مجلس شوریٰ کے آئندہ اجلاس میں ہوگا۔

(۴)......مجلس عاملہ کے فیصلہ سے اگر کسی ادارہ کا امتحان متاثر ہوتا ہو تو مجلس شوریٰ کے فیصلہ تک امتحان میں شرکت کی اجازت ہوگی۔

(۵)......مجلس شوریٰ کا فیصلہ قطعی ہوگا۔ جس کے خلاف کوئی اپیل نہیں ہو سکے گی۔

(۶)......''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کا کوئی فیصلہ کسی بھی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکے گا۔

دفعہ نمبر(۲۱) مالیات: (الف)......مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ کے فیصلوں کے مطابق فیس الحاق اور سالانہ چندہ وغیرہ کی ادائیگی ملحقہ مدارس و جامعات کے ذمہ لازم ہوگی۔(ب)......وفاق المدارس منظور شدہ فیسیں ملحقہ مدارس و جامعات سے وصول کرے گا اور ضروری مصارف میں خرچ کرے گا۔

☆......☆......☆

وفاق المدارس کا مالیاتی نظام

ادارہ

وفاق کے مالی استحکام کے لیے جدوجہد

کسی بھی ادارے کے لئے اپنے اہداف کے حصول کی خاطر اس کا مالی طور مضبوط ہونا ضروری ہے۔ادارے کی ترقی کے لئے دیگر حکمت عملی کے ساتھ ساتھ مالی حیثیت بھی اہم کردار ادا کرتی ہے اور یقیناً ابتدائی طور پر بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔چنانچہ روز اول سے ہی قائدین وفاق نے ''وفاق'' کو مالی طور مضبوط بنانے کے لئے کوششیں فرمائیں نیز انہوں نے قدم قدم پر ادارے کی مالیات کو شفاف رکھنے کا بھی اہتمام فرمایا۔اس کے لئے باقاعدہ خازن کا تقرر کیا گیا۔شروع سے ہی بینک میں اکاؤنٹ کھول کر تمام آمدنی اس میں جمع کرانے اور اخراجات کے لئے بذریعہ چیک رقوم نکلوانے کا ضابطہ طے کیا گیا اور آمدوخرچ کے حسابات کی باقاعدہ منظوری لی گئی۔حتیٰ کہ ''وفاق'' کے قیام کے لئے بنائی گئی تنظیمی کمیٹی کے اخراجات کی منظوری بھی ''وفاق'' کی پہلی مجلس شوریٰ سے لی گئی اور اسی اجلاس میں مجلس عاملہ کو آئندہ سال کے بجٹ کی تیاری کی ہدایت کی گئی۔مجلس شوریٰ کے دوسرے اجلاس میں ''وفاق'' کے پہلے میزانیہ کی منظوری دی گئی۔الحمدللہ!وفاق اب بھی اکابرین کے طے کئے گئے ان اصولوں پر کاربند ہے اور موجودہ ذمہ داران اس میں مزید بہتری کے لئے کوشاں ہیں۔ذیل میں ''وفاق'' کے مالی نظم کی شفافیت اور اس کے استحکام کے لیے حضرات اکابرین کی کاوشوں کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔

دستور وفاق میں مالیات

''وفاق'' کی مجلس شوریٰ کے پہلے اجلاس منعقدہ 14 جمادی الاولیٰ 1379ھ مطابق 16 نومبر 1959ء میں وفاق کا دستور منظور کیا گیا۔دستور میں مالیات کے دفعہ میں تحریر کیا گیا کہ ''ہر مدرسہ کو ''وفاق'' سے الحاق کے ساتھ درج ذیل شرح سے فیس ادا کرنی ہوگی۔ابتدائی مدارس پچیس روپے، وسطانی پچاس روپے اور فوقانی مدارس سو روپے۔نیز ہر ملحقہ مدرسہ اپنی آمدنی پر 8 فی سینکڑہ حصہ بطور چندہ وفاق کو جمع کروائیں گے۔ملحقہ مدارس کے الحاق فارم میں درج آمدنی کا اعتبار کیا جائے گا۔اور وفاق کی کل آمدنی سے کم از کم ایک چوتھائی حصہ کی کمی کر کے خرچ کا میزانیہ مرتب کیا جائے گا''۔

آمدوخرچ کے حسابات کا آڈٹ کرانا

ادارے کے استحکام کے لئے ابتداء ہی سے مالیات کی شفافیت کو اہمیت دی گئی۔یہی وجہ ہے کہ اپنے حسابات کے سرکاری آڈٹ کرانے کے ساتھ ملحق مدارس کے لیے بھی اس کو لازم قرار دیا۔مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 5،4 صفر 1381ھ

مطابق 18، 19 جولائی 1961ء بمقام جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں فیصلہ کیا کہ ہر ملحق مدرسہ آمد وخرچ کے حسابات کو باقاعدہ مرتب کریں اور سرکاری آڈٹ کرا کر ایک کاپی مرکزی دفتر بھیج دیں۔

مالی استحکام کے ذرائع پر غور

مذکورہ بالا اجلاس میں مالی استحکام کے ذرائع پر غور وخوض کیا گیا اور قرار پایا کہ واجب الادا رقوم کی وصولیابی کے لئے موثر تدابیر اختیار کی جائیں اور کوشش کی جائے کہ ابتدائی سہ ماہی میں ہی رقوم وصول کی جائیں۔

رقم نکلوانے کی اتھارٹی

مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 6 ذیقعدہ 1382ھ مطابق یکم اپریل 1963ء زیر صدارت حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ طے ہوا کہ:

(الف)......حبیب بینک میں ''وفاق'' کا کرنٹ اکاؤنٹ کھولا جائے، صدر اور ناظم اعلیٰ یا صدر اور خازن کے دستخطوں سے رقوم نکلوائی جائیں گی۔

(ب)......طے پایا کہ مدارس فوقانیہ جن کی آمدنی بیس ہزار تک ہو ان کو سالانہ چندہ یک صد روپے ادا کرنا ہوگا۔ جبکہ جن کی آمدنی اس سے زیادہ ہو وہ حسب سابق۔

(ج)......مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ 15 شعبان 1382ھ میں یہ بات زیر غور آئی تھی کہ وفاق کے لئے براہ راست مخیّر حضرات سے چندہ کی اپیل کی جائے۔ چنانچہ مذکورہ بالا اجلاس مجلس عاملہ میں طے ہوا کہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب براہ راست چندہ کی اپیل کا مضمون مرتب فرمائیں گے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب صدر، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب نائب صدر، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ناظم اعلیٰ، حضرت مولانا شمس الحق افغانی صاحب اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب (اکوڑہ خٹک) کے دستخطوں سے اپیل کو شائع کیا جائے گا اور چندہ مہم جاری کی جائے گی۔ اس فیصلے کے مطابق جو اپیل شائع کی گئی، من وعن پیش خدمت ہے:

اپیل برائے وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدارس عربیہ ودینیہ اور ہمدردانِ ملت! یہ ایک حقیقت ہے کہ دین کی بقاء کا راز علوم دینیہ کی بقاء میں مضمر ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ علوم دینیہ کا سلسلہ جو کچھ بھی باقی ہے انہی مدارس عربیہ کی بدولت ہے۔ آج کل جہاں اس ملک اور ہر اسلامی ملک میں آئے دن عملی فتنے پیدا ہو رہے ہیں، یعنی جدید تمدن اور جدید معاشرت کے راستہ سے جو فتنے آرہے ہیں۔ ان سے زیادہ خطرناک وہ علمی فتنے ہیں جو مستشرقین یورپ اور ان کے شاگردان رشید کے ذریعے اس ملک میں پیدا ہو رہے ہیں۔ خواہ وہ ''ادارۂ ثقافت اسلامیہ'' کے نام سے ہوں، خواہ ''ادارہ تحقیقات اسلامیہ'' کے نام سے ہوں، خواہ نیچریت ہو یا قادیانیت، پرویزیت ہو یا خاکساریت ہو۔ یہ سب شعوری یا غیر شعوری طور پر انہی اعداء اسلام کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ اس خطرناک سیلاب کا اگر کچھ علاج ہو سکتا ہے تو یہی ہے کہ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق ایسے محقق و ماہر علوم وفنون علماء تیار کئے جائیں جو اخلاص وتقویٰ کے ساتھ علمی مہارت تامہ

بھی رکھتے ہوں اور جدید نسل کو ان کے لب ولہجہ اور اندازِ فکر میں افہام وتفہیم کی اہلیت بھی، اس ملک میں جو دینی درسگاہیں قائم ہیں ان میں کچھ ایسی افراتفری کارفرما ہے کہ اس کی وجہ سے ان مدارس کی پیداوار خاطر خواہ نتائج کی حامل نہیں ہو رہی۔

بہت کچھ غور وخوض اور باہمی تبادلہ خیال ومشورہ کے بعد جو اصلاحی تدابیر سمجھ میں آئی وہ یہ ہے کہ ان مدارس کو زیادہ مفید و موثر بنانے کے لیے ایک ایسا نظام قائم کیا جائے کہ ان سب مدارس کا نصاب تعلیم، نظام تعلیم ایک وحدت و وفاق میں منسلک ہو جائے اور ان میں عصری تقاضوں کے پیش نظر اصلاح وترمیم کا سلسلہ جاری رہے اور ایک ایسی علمی جماعت کی تشکیل وقوع میں آئے کہ ہمیشہ اس موضوع پر غور وخوض کرتی رہے اور مدارس کا آخری امتحان انہی کے اختیار وتصرف میں ہو۔ عمدہ سے عمدہ درسی کتابیں نصاب میں داخل ہوں اور بہتر سے بہتر ضرورت زمانہ کے مطابق نظام تعلیم وتربیت رائج کیا جائے۔ چنانچہ پانچ سال ہوئے ہیں کہ اس سلسلہ میں ایک اہم قدم اٹھایا گیا اور ایک ادارہ کی تشکیل وجود میں آئی جو ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے نام سے موسوم ہے اور اس وقت تک 168 مغربی پاکستان کے مدارس عربیہ ومکاتب دینیہ اس میں شامل ہو چکے ہیں اور فوقانی مدارس جن میں دورہ حدیث شریف ہوتا ہے اور سند فراغت دی جاتی ہے ان کا سالانہ آخری امتحان یونیورسٹی کے طرز پر کراچی سے پشاور تک ایک ہی تاریخ اور ایک ہی وقت میں وفاق کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ مطبوعہ امتحان کے پرچے سربمہر لفافوں میں بند ہر مرکز میں عین وقت پر کھولے جاتے ہیں۔ وفاق کے مقرر کردہ ناظر امتحان نگرانی کرتے ہیں اور جوابات کی کاپیاں اسی وقت طلبہ سے لے کر رجسٹرڈ پارسل کے ذریعہ مرکزی دفتر وفاق ملتان کو بھیج دیتے ہیں اور دفتر ان کے نمبر تبدیل کر کے ممتحنین کے پاس بھیج دیتا ہے۔ ایک ہی ممتحن تمام کاپیوں پر نمبر لگاتا ہے اور 15 شوال کو نتیجہ شائع کر دیا جاتا ہے اور ذی الحجہ میں وفاق کی سند ''سند الفراغ من العلوم العربیہ'' صدر وفاق، ناظم اعلیٰ اور مہتمم مدرسہ کے دستخطوں سے تمام کامیاب طلبہ کو دے دی جاتی ہے۔

ہر مدرسہ اپنی کل آمدنی میں سے 8 فیصد چندہ وفاق کو دیتا ہے۔ جو مجلس عاملہ وشوریٰ کے اجتماعات اور مصارف دفتر پر خرچ ہوتا ہے اور وہ بمشکل اس آمدنی سے پورے کیے جاتے ہیں۔ لیکن جو اصلی مقاصد ''وفاق'' سے وابستہ ہیں اور جس انداز میں کام کی ضرورت ہے۔ اس کے پیش نظر حسب ذیل شعبوں کے قائم کرنے کی شدید ضرورت ہے کہ وہی دراصل ثمرہ وفاق ہوں گے:

(۱) شعبہ نشر واشاعت: مطبع اور کتب خانہ بھی اس میں شامل ہے۔

(۲) شعبہ تربیت سندیافتگان وفاق: اس کے ذیل میں مذکورہ ذیل شعبے ہوں گے۔

(الف) شعبہ تخصصات: یعنی مختلف علوم وفنون میں خصوصی مہارت اور تحریر وتقریر کی قدرت تامہ پیدا کرنے کی تربیت۔

(ب) شعبہ تصنیف وتالیف: یعنی عہد حاضر کے دینی تقاضوں کے مطابق محققانہ علمی مقالات، کتب شائع کرنا اور ماہوار رسالہ کا اجراء بھی اس میں شامل ہے۔

(ج) شعبہ تدریس: یعنی جامع العلوم والفنون اساتذہ پیدا کرنا۔

(د) شعبہ امامت وخطابت: یعنی مستند علماء کو قراءت اور وعظ کی مشق کرا کر عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق مستند ائمہ وخطباء تیار کرنا۔ ظاہر ہے کہ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ ہمارے محدود وسائل وذرائع اس کے لئے قطعاً کافی نہیں ہیں۔

اس لیے ہمدردانِ ملت اور برادرانِ اسلام کے مخیّر طبقہ سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس عظیم ترین دینی مقصد میں ہماری مالی اعانت فرمائیں۔ تاکہ ہم اس قابل ہو جائیں کہ بطریق احسن ان دینی مقاصد وضروریات کو پورا کرسکیں۔ برکریما کارہا دشوار نیست۔ سردست مرکز وفاق شہر ملتان میں ہے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ صدر وفاق کے نام جملہ امدادی رقوم بمد اعانت وفاق کی تصریح کے ساتھ روانہ کی جائیں۔ السعی منا والا تمام من اللہ تعالیٰ شانہ“

کل آمدن بینک میں جمع کرانا اور مصارف کے لیے بذریعہ چیک رقوم نکلوانا

اجلاس مجلس عاملہ منعقدہ 10 شعبان المعظم 1401ھ مطابق 13 جون 1981ء میں طے ہوا کہ تمام آمدن پہلے بنک میں جمع کی جائے اور اخراجات کے لیے بذریعہ چیک رقم نکلوائی جائے۔ نیز بینک سے رقم نکلوانے کے لئے خازن کے دستخط لازم ہونگے اور صدر یا ناظم اعلیٰ میں سے کسی ایک کے دستخط ہوں گے۔

فراہمی زر اور وسائل آمدنی میں اضافہ

مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 3 جمادی الاولیٰ 1383ھ مطابق 22 ستمبر 1963ء میں بھی اس بارے میں غور کیا گیا اور تمام ذی اثر اراکین عاملہ سے درخواست کی گئی کہ اپنے حلقہ ہائے اثر میں اپنے مدرسوں کے ساتھ وفاق کے لیے بھی براہ راست چندہ کی جدوجہد کریں۔ نیز یہ کہ بقایاجات کی وصولی تنخواہ دار اور مستقل ناظرین کے ذریعے کی جائے۔

کامیاب طلبہ سے فیس کی وصولی

امتحانی کمیٹی نے اپنے ایک اجلاس میں مصارف امتحان کی فراہمی کے سلسلے میں فوقانی امتحان کے لئے 3 روپے فی کس اور وسطانی امتحان کے لئے 2 روپے فی کس فیس تجویز کی تھی۔ تاہم فوقانی مدارس کے مہتممین جو کہ ابتداء سے ہی 8 فی سینکڑہ کے حساب سے گرانقدر رقوم جمع کروا رہے ہیں اور ان کے طلبہ کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے، انہوں نے احتجاج کیا۔ چنانچہ مجلس عاملہ کے مذکورہ بالا اجلاس میں تمام طلبہ سے فیس امتحان کی وصولی کی بجائے فقط کامیاب طلبہ سے فی کس پانچ روپے مصارف امتحان و سند کے نام سے مدرسوں کی وساطت سے وصول کرنے کا فیصلہ کیا۔

داخلہ فیس کی منظوری

داخلہ فیس کا معاملہ مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 23 جمادی الاولیٰ 1396ھ مطابق 23 مئی 1974ء بمقام جامعہ قاسم العلوم ملتان میں دوبارہ پیش ہوا۔ تفصیلی غور وخوض کے بعد طے ہوا کہ ملحق مدارس کے ذمہ طے شدہ چندہ کے ساتھ دورہ حدیث کے امتحان پر فی طالب علم 15 روپے فیس لگادی جائے، جس میں پانچ روپے سند فیس بھی شامل ہے۔ اس طرح وفاق کے تحت طلبہ سے باقاعدہ امتحانی فیس وصول کرنے کا آغاز ہوا۔

دینی اداروں کا یہ امتیاز رہا ہے کہ وہ طلبہ کو مفت تعلیم، رہائش اور دیگر سہولیات فراہم کرتے ہیں۔ اسی مزاج کے مطابق ”وفاق“ نے بھی ابتداء میں طلبہ پر فیس کا بوجھ نہیں ڈالا۔ نیز پہلے صرف دورہ حدیث کا امتحان وفاق کے تحت ہوتا تھا، اس لئے دورہ حدیث

کے طلبہ کی فیس 15 روپے مقرر ہوئی۔ 1985ء سے باقی درجات کے باقاعدہ امتحانات شروع ہوئے تو مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 8 ذیقعدہ 1405ھ مطابق 27 جولائی 1985ء بمقام جامعہ خیر المدارس ملتان میں درج ذیل شرح سے داخلہ فیسیں مقرر کی گئیں۔ عالمیہ 70 روپے، عالیہ 50 روپے، ثانویہ خاصہ 40 روپے، ثانویہ عامہ 35 روپے اور تحفیظ القرآن الکریم 30 روپے۔

داخلہ فیس کی موجودہ شرح

درجہ تحفیظ القرآن الکریم 300 روپے، متوسطہ 325 روپے، ثانویہ عامہ 340 روپے، ثانویہ خاصہ سال اول 355 روپے، ثانویہ خاصہ سال دوم 365 روپے، عالیہ سال اول 410 روپے، عالیہ سال دوم 420 روپے،، عالمیہ سال اول 510 روپے، عالمیہ سال دوم 520 روپے۔ تجوید للحفاظ 330 روپے، تجوید للعلماء 400 روپے۔ دراسات دینیہ سال اول 390 روپے اور دراسات دینیہ سال دوم 410 روپے۔

الحاق فیس وسالانہ فیس

الحاق فیس: ......یکم شعبان المعظم 1403ھ مطابق 29 مئی 1983ء بمقام جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ میں مدارس کی الحاق فیس اور سالانہ فیس پر نظر ثانی کی گئی اور درج ذیل شرح سے الحاق فیس مقرر ہوئی۔ مدارس ابتدائیہ 50 روپے، مدارس تحفیظ و متوسطہ 75 روپے مدارس تجوید و ثانویہ 100 روپے مدارس عالیہ 150 روپے اور جامعات 200 روپے۔

اس کے بعد 9 جمادی الاخریٰ 1415ھ مطابق 14 نومبر 1994ء بمقام جامعہ اشرفیہ لاہور میں الحاق فیس کی درج ذیل شرح مقرر کی گئی۔ مدارس ابتدائیہ تحفیظ، تجوید و متوسطہ 500 روپے۔ مدارس ثانویہ 800 روپے۔ مدارس عالیہ 1500 روپے اور جامعات 2000 روپے۔

مجلس شوریٰ کے اجلاس 4 جمادی الاخریٰ 1433ھ مطابق 26 اپریل 2012ء بمقام جامعہ خیر المدارس ملتان میں فیسوں میں اضافہ کیا گیا اور الحاق فیس کی درج ذیل شرح مقرر ہوئی۔ مدارس تحفیظ، تجوید، ابتدائیہ و متوسطہ 1000 روپے۔ مدارس ثانویہ 1200 روپے۔ مدارس عالیہ 2000 روپے۔ مدارس عالمیہ 2500 روپے۔

سالانہ فیس: ......یکم شعبان المعظم 1403ھ مطابق 29 مئی 1983ء کو ملحق مدارس کے لئے درج ذیل شرح سے سالانہ فیس طے ہوئی۔ مدارس ابتدائیہ 200 روپے، مدارس تحفیظ و متوسطہ 300 روپے، مدارس تجوید و ثانویہ 400 روپے، مدارس عالیہ 800 روپے اور جامعات 1200 روپے۔

جبکہ 9 جمادی الاخریٰ 1415ھ مطابق 14 نومبر 1994ء بمقام جامعہ اشرفیہ لاہور میں سالانہ فیس میں اضافہ کیا گیا اور درج ذیل فیس مقرر ہوئی۔ مدارس ابتدائیہ 250 روپے، مدارس تحفیظ و متوسطہ 350 روپے، مدارس تجوید و ثانویہ 500 روپے، مدارس عالیہ 1000 اور جامعات 1500 روپے۔

مجلس شوریٰ کے اجلاس 4 جمادی الاخریٰ 1433ھ مطابق 26 اپریل 2012ء بمقام جامعہ خیر المدارس ملتان میں

سالانہ فیس کی درج ذیل شرح مقرر ہوئی: مدارس تحفیظ، تجوید، ابتدائیہ و متوسطہ 500 روپے۔ مدارس ثانویہ 800 روپے۔ مدارس عالیہ 1500 روپے۔ جامعات 2000 روپے۔

مجلس شوریٰ کے اجلاس کے مطابق یکم محرم 1437ھ میں سالانہ فیس کی درج ذیل شرح مقرر ہوئی: مدارس تحفیظ، تجوید، ابتدائیہ و متوسطہ 1300 روپے۔ مدارس ثانویہ 1560 روپے۔ مدارس عالیہ 2600 روپے۔ جامعات 3250 روپے۔

الحمدللہ! اکابرین کی دعاؤں، موجودہ قیادت کی محنتوں اور کاوشوں سے وفاق المدارس مالیاتی طور پر ایک مضبوط ادارہ بن گیا ہے۔ اگرچہ دیگر اداروں کی نسبت ''وفاق'' کی فیسیں انتہائی کم ہیں تاہم اسی معمولی فیس میں وفاق اپنے اخراجات پورے کرتے ہوئے ترقی کی منازل طے رہا ہے اور اپنے اہداف کی طرف گامزن ہے۔

نشرواشاعت کے ذرائع

موجودہ دور میں میڈیا کی اہمیت بہت واضح ہے۔ اکابرین نے ابتداء ہی سے اس کی ضرورت واہمیت کو سمجھتے ہوئے نشرواشاعت کے ذرائع اختیار کرنے پر غوروفکر فرمایا۔ تاہم ابتدائی طور پر ''وفاق'' کا کام اتنا وسیع نہیں تھا اور وسائل بھی محدود تھے۔ چنانچہ مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 15 جمادی الاخریٰ 1379ھ مطابق 16 دسمبر 1959ء کو اس بارے میں طے پایا کہ سردست وفاق کی طرف سے کسی ہفتہ وار رسالہ یا ماہنامہ کے اجراء کی ضرورت نہیں۔ موجودہ ہم خیال ہفتہ وار رسائل اور ماہنامہ کے ذمہ داران سے تعاون کی اپیل کی جائے اور ان کے ذریعے ہی وفاق کی نشرواشاعت کی جائے جوکہ درج ذیل ہیں:

(۱)...... ہفتہ وار رسائل: خدام الدین۔ ترجمان اسلام۔ پیام اسلام لاہور۔ پیام سرحد پشاور۔ جمہوریت پشاور۔ تعمیر قوم۔

(۲)...... ماہنامہ: الصدیق ملتان۔ دعوت لاہور۔ الفاروق سرگودھا۔ پیام مشرق لاہور۔ مقام رسالت۔ کاروان کراچی وغیرہ۔

ماہنامہ وفاق المدارس

گزرتے وقت کے تقاضوں کے پیش نظر ملحق مدارس کو ''وفاق'' کی پالیسی، اکابرین وفاق کی طرف سے جاری کردہ ہدایات، اہم فیصلوں سے آگاہ کرنے اور تحقیقی مواد و مقالات کی اشاعت کے لئے ''وفاق'' کے اپنے مجلّہ کا اجراء ضروری ہوگیا۔ چنانچہ رجب المرجب 1421ھ میں پہلی مرتبہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان سہ ماہی ''وفاق المدارس'' شائع کیا گیا۔ محرم الحرام 1425ھ سے رسالہ کی اشاعت بطور ماہنامہ شروع ہوئی۔ الحمدللہ اس کا شمار کثیر الاشاعت اور معیاری رسالوں میں ہوتا ہے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے عہدیداران

صدور

عہدہ	اسماء گرامی	مدرسہ/جامعہ	از	تا	عرصہ صدارت
صدرِ اول	حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ	شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور	15-04-1379ھ 19-10-1959ء	15-08-1382ھ 12-01-1963ء	تین سال تین ماہ
صدرِ دوم	حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ	مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان	15-08-1382ھ 12-01-1963ء	20-08-1390ھ 22-10-1970ء	سات سال
صدرِ سوم	حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ	مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی	26-04-1393ھ 30-05-1973ء	03-11-1397ھ 17-10-1977ء	چار سال چار ماہ
صدرِ چہارم	حضرت مولانا مفتی محمودؒ	شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان	07-06-1398ھ 15-05-1978ء	05-12-1400ھ 14-10-1980ء	دو سال پانچ ماہ
صدرِ پنجم	حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ	استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی	21-01-1401ھ 30-11-1980ء	1408ھ 1988ء	آٹھ سال
صدر ششم	حضرت مولانا سلیم اللہ خان	مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی	03-11-1409ھ 08-06-1989ء		

نوٹ: حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے اپنی علالت کی وجہ سے 1968ء میں استعفیٰ دیدیا تھا، جو کہ مجلس شوریٰ نے منظور نہ کیا۔ اس طرح آپ تاحیات صدر رہے، لیکن بوجہ بیماری اجلاسوں میں شریک نہ ہوئے اور 1970ء میں حضرت کا انتقال ہوگیا۔ تاہم ملکی حالات کے پیش نظر نئے انتخابات 1973ء میں ہوئے، جس میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ صدر وفاق منتخب ہوئے۔ جبکہ 1968ء تا 1973ء حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بطور قائم مقام صدر فرائض سرانجام دیتے رہے۔

نائب صدور

نمبر شمار	اسماء گرامی	مدرسہ/جامعہ	از	تا	مدت عہدہ
اول	حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ	مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان	15-04-1379ھ 19-10-1959ء	15-08-1382ھ 12-01-1963ء	تین سال تین ماہ
دوم	حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ	مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی	15-04-1379ھ 19-10-1959ء	26-04-1393ھ 30-05-1973ء	تیرہ سال سات ماہ
سوم	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھویؒ	مہتمم جامعہ سراج العلوم سرگودھا	15-08-1382ھ 12-01-1963ء	26-04-1393ھ 30-05-1973ء	دس سال چار ماہ
چہارم	حضرت مولانا عبدالحقؒ	مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک	26-04-1393ھ 30-05-1973ء	21-01-1401ھ 30-11-1980ء	سات سال چھ ماہ
پنجم	حضرت مولانا محمد عبداللہؒ	شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال	26-04-1393ھ 30-05-1973ء	07-04-1398ھ 15-05-1978ء	چار سال گیارہ ماہ
ششم	حضرت مولانا محمد عبید اللہ	مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور	07-04-1398ھ 15-05-1978ء	03-11-1409ھ 08-06-1989ء	گیارہ سال ایک ماہ
ہفتم	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری	مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان	03-11-1409ھ 08-06-1989ء	02-11-1418ھ 02-03-1998ء	آٹھ سال نو ماہ
ہشتم	حضرت مولانا محمد حسن جانؒ	شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ پشاور	02-11-1418ھ 02-03-1998ء	02-09-1428ھ 13-09-2007ء	نو سال چھ ماہ
نہم	حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر	مہتمم: جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی	12-07-1422ھ 30-09-2001ء		1437ھ (جاری)
دہم	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک	11-04-1430ھ 08-04-2009ء		1437ھ (جاری)

ناظم اعلیٰ

نمبرشمار	اسماءگرامی	مدرسہ/جامعہ	از	تا	مدت عہدہ
اول	حضرت مولانا مفتی محمودؒ	شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان	15-04-1379ھ 19-10-1959ء	07-06-1398ھ 15-05-1978ء	اٹھارہ سال سات ماہ
دوم	حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ	استاذ الحدیث جامعۃ العلوم لاسلامیہ کراچی	07-06-1398ھ 15-05-1978ء	21-01-1401ھ 30-11-1980ء	دوسال چھ ماہ
سوم	حضرت مولانا سلیم اللہ خان	مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی	21-01-1401ھ 30-11-1980ء	03-11-1409ھ 08-06-1989ء	آٹھ سال چھ ماہ
چہارم	حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ	مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی	03-11-1409ھ 08-06-1989ء	17-07-1411ھ 31-01-1991ء	ایک سال سات ماہ
پنجم	حضرت مولانا حبیب اللہ مختارؒ	مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی	14-10-1411ھ 29-04-1991ء	01-07-1418ھ 01-11-1997ء	چھ سال سات ماہ
ششم	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری	مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان	02-11-1418ھ 02-03-1998ء		1437ھ (جاری)

سرپرست وفاق

نمبرشمار	اسماءگرامی	مدرسہ/جامعہ	از	تا	مدت عہدہ
اول	حضرت مولانا عبدالحقؒ	مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ	21-01-1401ھ 30-11-1980ء	24-01-1409ھ	آٹھ سال

مرکزی ناظمین

نمبرشمار	اسماءگرامی	مدرسہ/جامعہ	از	تا	مدت عہدہ
اول	حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ	استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی	15-08-1382ھ 12-01-1963ء	07-06-1398ھ 15-05-1978ء	پندرہ سال چارہ ماہ
دوم	حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہؒ	جامعہ خیر المدارس ملتان	26-04-1393ھ 30-05-1973ء	07-06-1398ھ 15-05-1978ء	پانچ سال

سوم	حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدیؒ	ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال	07-06-1398ھ 15-05-1978ء	21-01-1401ھ 30-11-1980ء	دوسال چھ ماہ
چہارم	حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ	مفتی جامعہ قاسم العلوم ملتان	21-01-1401ھ 30-11-1980ء	15-03-1417ھ 01-08-1996ء	پندرہ سال آٹھ ماہ
پنجم	حضرت مولانا انوار الحق	نائب مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک	02-11-1418ھ 02-03-1998ء	12-07-1422ھ 30-09-2001ء	تین سال سات ماہ

صوبائی ناظمین

صوبہ	اسمائے گرامی	مدرسہ/جامعہ	از	تا	مدت عہدہ
سرحد	حضرت مولانا انوار الحق	جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ	12-07-1422ھ 30-09-2001ء	11-04-1430ھ 08-04-2009ء	آٹھ سال
پنجاب	حضرت مولانا قاضی عبد الرشید	دار العلوم فاروقیہ راولپنڈی	12-07-1422ھ 30-09-2001ء		1437ھ (جاری)
سندھ	حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن	جامعہ مفتاح العلوم حیدر آباد	12-07-1422ھ 30-09-2001ء	12-01-1372ھ 26-10-2015ء	چودہ سال
بلوچستان	حضرت مولانا عبد اللہ جان	جامعہ مخزن العلوم لورالائی	12-07-1422ھ 30-09-2001ء	11-11-1431ھ 19-10-2010ء	سات سال
سرحد	حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ	مدرسہ تعلیم القرآن ترنگڑی مانسہرہ	11-04-1430ھ 08-04-2009ء	11-11-1431ھ 19-10-2010ء	ایک سال سات ماہ
	حضرت مولانا حسین احمد	جامعہ عثمانیہ پشاور	12-01-1437ھ 26-10-2015ء		1437ھ (جاری)
سندھ	حضرت مولانا امداد اللہ	جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی	12-01-1437ھ 26-10-2015ء		(جاری)
بلوچستان	حضرت مولانا مفتی صلاح الدین	دار العلوم چمن قلعہ عبد اللہ	12-01-1437ھ 26-10-2015ء		(جاری)

ناظم دفتر

نمبر شمار	اسماء گرامی	مدرسہ/جامعہ	از	تا	مدت عہدہ
اول	ملک عبدالغفور انوریؒ	نائب مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان	15-04-1379ھ 19-10-1959ء	26-03-1389ھ 30-04-196	نو سال چھ ماہ
دوم	مولانا مفتی محمد انور شاہ	مفتی جامعہ قاسم العلوم ملتان	26-04-1393ھ 30-05-1973ء	15-03-1417ھ 01-08-1996ء	تیئس سال دو ماہ
سوم	مولانا شیر محمد	استاد الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان	15-03-1417ھ 01-08-1996ء	02-11-1418ھ 02-03-1998ء	ایک سال سات ماہ
چہارم	مولانا عبدالحئی	ناظم جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ	02-11-1418ھ 02-03-1998ء	10-10-1419ھ 27-01-1999ء	ایک سال
پنجم	مولانا عبدالمجید	فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی	10-10-1419ھ 27-01-1999ء	☆	1437ھ (جاری)

خازن وفاق

نمبر شمار	اسماء گرامی	مدرسہ/جامعہ	از	تا	مدت عہدہ
اول	حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہؒ	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	15-04-1379ھ 19-10-1959ء	26-04-1393ھ 30-05-1973ء	تیرہ سال چھ ماہ
دوم	حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ	نائب مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان	26-04-1393ھ 30-05-1973ء	07-06-1398ھ 15-05-1978ء	پانچ سال
سوم	حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہؒ	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	07-06-1398ھ 15-05-1978ء	21-01-1401ھ 30-11-1980ء	دو سال چھ ماہ
چہارم	حضرت مولانا فیض احمدؒ	مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان	21-01-1401ھ 30-11-1980ء	07-11-1419ھ 24-02-1999ء	اٹھارہ سال تین ماہ
پنجم	حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ	مہتمم جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی بہاولپور	07-11-1419ھ 24-02-1999ء	27-02-1419ھ 09-06-2002ء	تین سال دو ماہ
ششم	حضرت مولانا مشرف علی تھانوی	مہتمم دار العلوم اسلامیہ کامران بلاک لاہور	25-01-1425ھ 17-03-2004ء	جاری	1437ھ (جاری)

مرکزی دفتر کے شعبے اور ذمہ داریاں

محمد سیف اللہ نوید
معاون ناظم مرکزی دفتر وفاق

نگران انتظامی امور کے فرائض

(۱)......وفاق کے اہداف و مقاصد اور مفادات کے تحفظ کے لئے منظور شدہ فیصلوں اور وقتاً فوقتاً صدر یا ناظم اعلیٰ کی طرف سے جاری ہونے والی ہدایات پر عملدرآمد کرانا۔

(۲)......حسب طلب ناظم اعلیٰ کو مختلف امور کے بارے میں رائے دینا۔

(۳)......جملہ شعبہ جات کی نگرانی کرنا۔دفتری نظم ونسق چلانا۔وفاق کا جملہ ریکارڈ مرتب کروانا اور محفوظ رکھنا۔پرانے ریکارڈ کو کمپیوٹرائزڈ کروانا۔

(۴)......حسب ضرورت نئے ملازمین کے تقرر کے لئے انٹرویو لینا اور تقرر کی سفارش کرنا۔

(۵)......دفتری عملہ میں کام کی تقسیم اور ان کی کارکردگی پر نظر رکھنا۔

(٦)......وفاق کی عمومی پالیسی، قواعد وضوابط اور اہم فیصلوں سے مدارس کو آگاہ کرنا، ماہنامہ وفاق میں اشاعت کروانا۔

(۷)......وفاق کی پالیسی اور پروگرامات سے متعلق اخباری بیانات و پریس ریلیز جاری کروانا اور حسب ضرورت اشتہارات شائع کروانا۔

(۸)......وفاق کا تعارف، پالیسی، قواعد وضوابط، تازہ ترین ہدایات، داخلہ فارم، نصاب تعلیم، دستور وغیرہ وفاق کی ویب سائٹ پر اپ لوڈ کروانا۔

(۹)......کسی بھی ناگہانی صورت میں اکابر کے فیصلوں اور ہدایات کو فوری طور پر مدارس تک پہنچانا اور حسب ضرورت اجلاسات منعقد کرنا۔

(۱۰)......اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان، ہائیر ایجوکیشن کمیشن اور دیگر اداروں سے رابطے کرنا۔

(۱۱)......بیک وقت بیس ہزار مدارس اور لاکھوں طلبہ سے رابطہ۔ان کے ٹیلیفون سننا اور مطلوبہ معلومات فراہم کرنا۔موصول ہونے والی ڈاک کے جواب ارسال کرنا۔

(۱۲)......مدارس، افراد یا اداروں کی طرف سے موصول ہونے والی تجاویز وسفارشات کو متعلقہ فورم تک پہنچانا، شکایات کا ازالہ کرنا۔

(۱۳)......دفتر میں آنے والے مہمانوں کو ڈیل کرنا۔

(۱۴)......دفتری امور کی تکمیل کے لئے حسب ضرورت کمپیوٹر پروگرام میں تبدیلی کے لئے شعبہ آئی ٹی کو ہدایات جاری کرنا۔

(۱۵)......ہر شعبہ کو اس کے متعلقہ امور کے بارے میں ہدایات جاری کرنا اور چیک کرنا۔

(۱۶)......اخراجات کے بلوں کو چیک کرنا اور ادائیگی کے لئے دستخط کرنا۔

(۱۷)......فیسوں کے بقایا جات کی جانچ پڑتال کرنا اور وصولی کے لئے خطوط ارسال کرنا۔

(۱۸)......فیس کے ثبوت کے بغیر موصول ہونے والے داخلہ فارموں کی جانچ پڑتال کرنا اور ان سے ثبوت طلب کرنا۔

(۱۹)......امتحانات میں شرکت نہ کرنے والے مدارس کو خطوط ارسال کرنا اور ان کی فہرست برائے تحقیق مسئولین کو ارسال کرنا۔

(۲۰)......جدید الحاق، ترقی الحاق و بحالی الحاق کے لئے موصول ہونے والے فارموں کی جانچ پڑتال کرنا اور منظوری دینا۔

(۲۱)......درستگی اسناد کے تمام کیسز کی جانچ پڑتال کرنا اور منظوری دینا۔

(۲۲)......اسناد کی تصدیقات جاری کرنا۔(سالانہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ اسناد پر دستخط ہوتے ہیں۔)

امتحانات

(۱)......سالانہ وضمنی امتحانات کا انعقاد کروانا۔امتحانات کے لئے مراکز کا قیام اور ان کو اطلاع کرنا۔

(۲)......اسناد و کشف الدرجات کی طباعت کروانا اور کامیاب طلبہ وطالبات کو اسناد جاری کروانا۔

(۳)......جوابی کاپیوں کی طباعت کروانا اور طلبہ / طالبات کی تعداد کے تناسب سے مراکز کو ارسال کروانا۔

(۴)......داخلہ فارموں کی طباعت کروانا، حسب ضرورت داخلہ فارموں میں ترمیم وتبدیلی کرنا اور مدارس کو مطلوبہ تعداد میں داخلہ فارم ارسال کروانا۔

(۵)......موصول ہونے والے داخلہ فارموں کی رجسٹریشن کروانا اور طلبہ وطالبات کو رول نمبر جاری کروانا۔

(۶)......امتحانات کے لئے سوالیہ پرچہ جات کی طباعت کرنا۔سوالیہ پرچہ جات کی سنٹر وائز پیکنگ کرنا اور لاک لگا کر بحفاظت ملک بھر میں مسئولین تک پہنچانا۔

(۷)......مسئولین، نگران عملہ وممتحنین کے لئے ہدایات مرتب کرنا۔امتحانی امور سے متعلق مسئولین امتحانات سے رابطے کرنا اور وقتاً فوقتاً ہدایات جاری کرنا۔

(۸)......مدارس سے نگران عملہ کے نام طلب کرنا اور مسئولین کو نگران عملہ ومراکز کی ابتدائی فہرست ارسال کرنا۔

(۹)......مسئولین کی سفارشات کی روشنی میں مراکز کے نگران عملہ کا تقرر کرنا اور تقرر نامے جاری کرنا۔

(۱۰)......مسئولین کو حتمی فائلیں بھجوانا۔

(۱۱)......نگران اعلیٰ کو امتحانی فائلیں بھجوانا۔

(۱۲)......مدارس سے ممتحنین کے نام طلب کرنا۔مجوزہ ممتحنین کی مسئولین سے جانچ پڑتال کروانا۔

(۱۳)......امتحانی کمیٹی سے مجوزہ ممتحنین و ممتحنین اعلیٰ کی حتمی منظوری لینا اور دعوت نامے جاری کرنا۔

(۱۴)......جوابی کاپیاں وصول ہونے کے بعد مارکنگ کا نظم قائم کرنا۔ ممتحنین اور ممتحنین اعلیٰ کے قیام وطعام کا انتظام کروانا۔

(۱۵)......دوران مارکنگ امتحانی کمیٹی اور ممتحنین اعلیٰ سے رابطہ رکھنا اور یومیہ اجلاسات منعقد کروانا۔

(۱۶)......ممتحنین اعلیٰ سے مارکنگ کی یومیہ رپورٹ حاصل کرنا اور اس کے مطابق آئندہ کا لائحہ عمل تجویز کرنا۔

(۱۷)......ممتحنین کے بارے میں ممتحنین اعلیٰ وامتحانی کمیٹی کی رپورٹ پر عملدرآمد کرنا۔

(۱۸)......امتحانی فائلوں کا مطالعہ کرنا۔ امتحانی رپورٹوں پر حسب ضابطہ کارروائی کرنا اور امتحانی رپورٹ کو محفوظ رکھنا۔

(۱۹)......مدارس کے بارے میں ملنے والی شکایات کی تحقیق کروانا اور حسب ضابطہ کارروائی کرنا۔

(۲۰)......نتائج مرتب کروانا اور مدارس کو ارسال کروانا۔

(۲۱)......پوزیشن ہولڈرز طلبہ وطالبات کے لیے تقاریب تقسیم انعامات کا انعقاد کروانا۔

(۲۲)......ماہنامہ وفاق کی طباعت وترسیل کروانا۔ ماہنامہ وفاق کے لئے اخبار الوفاق اور ٹائٹل تیار کرنا۔

(۲۳)......وفاق سے متعلق عدالتی کیسوں کی پیروی کرنا۔

(۲۴)......نصاب تعلیم میں ہونے والی تبدیلیوں سے مدارس کو آگاہ کرنا، حتمی نصاب مرتب کرنا اور اس کی تشہیر کرانا۔

اجلاسات

(۱)......مجلس عاملہ، مجلس شوریٰ، امتحانی کمیٹی، نصاب کمیٹی و دستور کمیٹی کے اجلاسات کے ایجنڈے تیار کرنا اور بھجوانا۔ تمام مجالس وکمیٹیوں کے اجلاسوں کا انتظام کروانا۔ (۲)......اجلاسوں کی کارروائیاں مرتب کرنا اور ناظم اعلیٰ سے منظوری لے کر اراکین کو بھجوانا۔

انچارج شعبہ مالیات ومعاون انتظامی امور

(۱)......اہم انتظامی امور میں ناظم دفتر کی معاونت۔

(۲)......ناظم دفتر کی غیر موجودگی میں محاسب کے ساتھ ساتھ بطور قائم مقام ناظم دفتر کی ڈیوٹی انجام دینا۔

محاسب دفتر کے فرائض

(۱)......مالیات متعلقہ وفاق کا ریکارڈ محفوظ رکھنا۔ (۲)......حسابات مرتب کرنا۔ ماہانہ اور سالانہ میزانیہ تیار کرنا۔ بجٹ بنانا۔

(۳)......حسابات جمع وخرچ کا باقاعدہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ سے آڈٹ کرانا۔ (۴)......برائے منظوری حسابات کے سالانہ گوشوارے مجلس عاملہ کے سامنے پیش کرنا۔ (۵)......تمام حسابات کی خازنِ وفاق سے تصدیق وپڑتال کے لئے ریکارڈ پیش کرنا۔

وصولیاں: (RECEIPTS)

(۱)......وصولی داخلہ فیس ودیگر واجبات بذریعہ منی آرڈر، نقد کیش، بینک ڈرافٹ/ آن لائن وصول کرنا اور ان کی رسیدات

جاری کرنا۔ سال 1435ھ میں بذریعہ منی آرڈر 19237، نقد کیش 9374، بذریعہ بینک ڈرافٹ / آن لائن 15055 کل 43666 وصولیاں کی گئیں اور ان کی رسیدات جاری کی گئیں۔

(۲)......تمام وصولیوں کی رقم وفاق المدارس کے چار اکاؤنٹ مسلم کمرشل بینک، یونائیٹڈ بینک، الائیڈ بینک اور میزان بینک میں جمع کرانا۔

(۳)......تمام اکاؤنٹ کی بینک سٹیٹمنٹ کے ساتھ حسابات بیلنس رکھنا اور فائلیں محفوظ رکھنا۔

(۴)......تمام ملازمین کے بہبود فنڈ کا MCB اسلامک بینکنگ میں الگ الگ بیلنس رکھنا۔ دوران ملازمت فوت ہو جانے والے یا ملازمت چھوڑنے والوں کا ریکارڈ محفوظ رکھنا۔

(۵)......داخلہ، مثنیٰ اسناد، تصدیقات، NOC، نئے الحاق، ترقی الحاق، بحالی وتجدید الحاق کی مقررہ شرح کے مطابق فیسیں وصول کرنا۔

ادائیگیاں: (PAYMENTS)

(۱)......تمام اخراجات کی ادائیگی کے لئے وفاق کے اکاؤنٹ سے ناظم اعلیٰ صاحب سے چیک جاری کروانا۔

(۲)......تمام اخراجات کی ادائیگی بذریعہ واؤچر کرنا اور یومیہ بنیاد پر کیش بک میں اندراج کرنا۔ واؤچرز کو ترتیب کے ساتھ فائل میں محفوظ رکھنا۔ تعداد واؤچرز 1435ھ: 5690

(۳)......امتحانی مراکز پر تعینات دس ہزار سے زائد نگران عملہ کو حق الخدمت اور سفر خرچ کی ادائیگی کا مکمل ثبوت مسئول کی فائل میں محفوظ کرنا۔

(۴)......ممتحنین کو حق الخدمت اور سفر خرچ کی ادائیگی مکمل کوائف واؤچر کے ساتھ لف کرنا۔ مسئولین کے تحت امتحانی مراکز اور دیگر امور کی فائلیں سالانہ بنیاد پر محفوظ کرنا۔

(۵)......سیکورٹی، اسٹیشنری، جوابی کاپیوں، سوالیہ پرچہ جات اور اسناد کی طباعت کے متعلق ریکارڈ محفوظ رکھنا۔

(۶)......ملازمین دفتر وفاق کی فائلیں تیار کرنا اور جملہ ریکارڈ محفوظ رکھنا۔ ملازمین کی چھٹیوں کا مکمل ریکارڈ کے ساتھ اندراج۔

(۷)......ملازمین کی تنخواہ کے سکیل، سالانہ ترقی کا اجراء و دیگر مالی امور کے متعلق ناظم اعلیٰ صاحب کی منظوری کے بعد عملدرآمد۔

آئی ٹی آفس

(۱)......وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سافٹ ویئر کو فنکشنل رکھنا۔

(۲)......تمام تر ڈیٹا کو مرکزی ڈیٹا بیس میں محفوظ کرنے کی نگرانی کرنا۔

(۳)......وفاق کے کمپیوٹرائز ڈیٹا کی حفاظت کرنا۔

(۴)......سرور کی ڈیٹا سیکورٹی کے لئے چیک رکھنا۔

(۵)......سرور سسٹم کو چلانا اور محفوظ طریقے سے بند کرنا۔

(۶)......ڈیٹا کا بیک اپ لینا۔

(۷)......بیک اپ بوقت ضرورت استعمال کرنا (غلطی سے اگر کوئی ڈیٹا ڈیلیٹ ہو جائے تو اس کو بیک اپ سے واپس لانا)

(۸)......ڈیٹا کو شعبہ وار ڈیٹا بیس میں محفوظ رکھنا۔

(۹)......رواں سال کے ڈیٹا اور سابقہ سالوں کے ڈیٹا کو الگ الگ اور فنکشنل رکھنا۔

(۱۰)......جاری کام کو یقینی طور پر درست بنانے کے لئے رپورٹیں تیار کرنا۔

(۱۱)......رپورٹوں کی مدد سے غلطیوں کو دور کرنا۔

(۱۲)......بوقت ضرورت پروگرام میں توسیع کرنا۔

(۱۳)......موجودہ سافٹ وئیر میں ناظم دفتر کی ہدایت کے مطابق نیا سافٹ وئیر بنا کر شامل کرنا۔

(۱۴)......نئے سافٹ وئیر کے موجودہ سافٹ وئیر سے لنک بنانا۔

(۱۵)......نئے سافٹ وئیر کی ٹیسٹنگ کرنا۔

(۱۶)......نئے سافٹ وئیر کے لئے ڈیٹا بیس بنانا۔

(۱۷)......نئے سافٹ وئیر کے لئے مختلف رپورٹیں بنانا۔

(۱۸)......لین نیٹ ورک جس میں سرور، ایڈیشنل سرور، 35 کمپیوٹر سسٹم، 9 سوئچ اور 14 پرنٹرز موجود ہیں ان کو فنکشنل رکھنا۔

(۱۹)......شعبہ وار کمپیوٹرز کی IP کی ترتیب بنانا اور ترتیب رکھنا۔

(۲۰)......تمام کمپیوٹرز کو موجودہ نیٹ ورک کے لئے مختلف سافٹ وئیر سے ایکٹو رکھنا۔

(۲۱)......تمام کمپیوٹرز کا انٹی وائرس اپ ڈیٹ رکھنا تاکہ وائرس سے کمپیوٹرز اور ڈیٹا کو محفوظ رکھا جا سکے۔

(۲۲)......کام کو بغیر رکاوٹ کے جاری رکھنے کے لئے 2 اضافی کمپیوٹرز ہر وقت نیٹ ورک پر لانے کے قابل تیار رکھنا۔

(۲۳)......تمام شعبہ جات کی ان کے متعلقہ امور میں مدد کرنا۔

(۲۴)......تمام مسئولین کی فائلوں کے کاغذات پرنٹ کرنا۔

(۲۵)......ناظم دفتر کی ہدایت کے مطابق شعبہ امتحان سے مراکز بنوانا اور رول نمبر لگوانا۔

(۲۶)......تمام شعبوں کی رول سلپ پرنٹ کرنا۔

(۲۷)......سنٹر اور مدارس کے اعتبار سے کشف الحضور پرنٹ کرنا۔

(۲۸)......نگران اعلیٰ کی فائل کے لئے کاغذات پرنٹ کرنا۔

(۲۹)......نگران عملہ کے تقرر نامے پرنٹ کرنا۔

(۳۰)......مراکز کے قیام کے خطوط پرنٹ کرنا اور سنٹر میں شامل مدارس کی فہرست پرنٹ کرنا۔

(۳۱)......مسئولین کے لئے مراکز اور نگران عملہ کی فہرست پرنٹ کرنا۔

(۳۲)......مراکز کی معلومات کو ویب سائٹ پر اپ لوڈ کرنا۔

(۳۳)......وقتاً فوقتاً ویب سائٹ پر امتحان سے متعلق خبریں جاری کرنا۔

(۳۴)......ای میل کے ذریعے پوچھے گئے سوالات کے جواب دینا۔

(۳۵)......ویب سائٹ کو امتحان سے متعلق اپ ڈیٹ رکھنا۔

(۳۶)......تمام مدارس کو وفاق کی تقریبات سے آگاہ کرنا۔

(۳۷)......سوالیہ پرچہ جات کی پیکنگ کے لئے ناظم دفتر کو مراکز اور تعداد طلبہ/ طالبات کی حتمی فہرست دینا۔

(۳۸)......کراچی کے حفظ کے مدارس کو مراکز کی اطلاع کے خطوط جاری کرنا۔

(۳۹)......کراچی حفظ کے مراکز کی معلومات ویب سائٹ پر لوڈ کرنا۔

(۴۰)......شعبہ امتحان کے ذمہ داران سے طلبہ کے حاصل کردہ نمبرات درج کروانا۔

(۴۱)......تمیں پوزیشنوں کی رپورٹ بنانا۔

(۴۲)......تمیں پوزیشنوں کے بعد حتمی نتائج کو اپ ڈیٹ کرنا۔

(۴۳)......رزلٹ کو اپ ڈیٹ کرنا۔

(۴۴)......نتائج کے اعلان کے لئے تقابلی جائزے بنانا۔

(۴۶)......مدارس کے اعتبار سے مکتب نتائج پرنٹ کرنا۔

(۴۷)......sms کے لئے ڈیٹا بیس بنانا اور موبائل پر رزلٹ چالو کروانا۔

(۴۸)......ویب سائٹ کے لئے ڈیٹا بیس بنانا اور اپ لوڈ کرنا۔

(۴۹)......نظر ثانی کے لئے رپورٹ بنانا۔

(۵۰)......ضمنی امتحان کے لئے سالانہ امتحان کے مطابق سارا عمل دہرانا۔

(۵۱)......سالانہ وضمنی امتحان کے بعد زائد نمبر والوں کی اسناد بنانا۔

(۵۲)......تمام درجات کی اسناد بمع کشف الدرجات پرنٹ کرنا۔ تعداد 465000

(۵۳)......رزلٹ کے بارے میں ای میل کا جواب دینا۔

(۵۴)......شعبہ اکاؤنٹ کی سالانہ آڈٹ رپورٹ تیار کرنا۔

شعبہ امتحانات کی ذمہ داریاں

(1)......یکم ربیع الاول سے داخلہ فارم وصول کرنا۔

(2)......تمام درجات (حفظ، متوسطہ تا عالیہ بنین بنات، دراسات اول دوم بنین بنات، تجوید للحفاظ والحافظات، تجوید للعلماء والعالمات) کے داخلہ فارم الگ الگ کرنا۔

(3)......داخلہ فارموں کی صفائی یعنی اضافی کاغذات (لف شدہ سابقہ ریکارڈ، بطاقے، شناختی کارڈ وغیرہ) تصدیق کے بعد الگ کرنا۔

(4)......داخلہ فارم کی تعداد گنتی کرنا۔

(5)......تمام نئے طلبہ وطالبات کا ڈیٹا (نام، ولدیت، تاریخ پیدائش، مستقل پتہ) درج کرنا جن کی کل تعداد تقریبا 130000 ایک لاکھ تیس ہزار ہے (حفظ 65000، عامہ بنات 40000، رجسٹریشن اولی 27000، متوسطہ 12000، دراسات اول دوم 13000،)۔

(6)......کمپیوٹرائز رجسٹریشن نمبر کو داخلہ فارموں پر درج کرنا۔

(7)......سابقہ رجسٹرڈ طلبہ وطالبات کے ریکارڈ کی جانچ پڑتال کرنا۔

(8)......مدارس کے لئے امتحانی سنٹر بنانا۔

(9)...... ہر مدرسہ کے داخلہ فارم کی کل تعداد کمپیوٹر میں درج کرنا اوران پر سنٹر نمبر نوٹ کرنا۔

(10)......نامکمل داخلہ فارم مسترد کرنا اور کوائف طلب کرنا۔

(11)......بنین کے درجات میں 30000 تصاویر لگانا اور میچ کرنا، جعلسازی کرنے والوں کی تحقیق کرنا۔

(12)......رول نمبر لگانے سے پہلے داخلہ فارموں کی مرکز اور مدرسہ وار ترتیب لگانا۔

(13)......جانچ پڑتال کے بعد داخلہ فارم پر کمپیوٹر میں رول نمبر جاری کرنا۔

(14)......داخلہ فارموں پر رول نمبر لکھنا۔

(15)......رول نمبر سلپ آئی ٹی آفس سے وصول کرنا اور وفاق کی مہر لگا کر تیار کرنا۔

(16)......ایک مدرسہ کی تمام درجات کی سلپ اکٹھی کرنا اور لفافے پر تمام مدارس کے پتہ جات لگا کر ترسیل کے لیے تیار کرنا۔

(17)...... ہر مدرسہ کے کشف الحضور ترتیب وار اکٹھے کرنا۔

(18)......تمام طلبہ وطالبات کے نشست کارڈ کشف الحضور کے مطابق لکھنا۔

(19)......نگران عملہ کی مکمل فائل تیار کر کے سنٹر میں بھجوانا، امسال بنین وبنات کے سنٹروں کی کل تعداد 1691 ہے۔

(20)......فون پر رول نمبر اور امتحانی سنٹروں کی معلومات فراہم کرنا۔

(21)......شعبہ ڈاک سے امتحانی ڈاک (جوابی کاپیوں کے بنڈل، پارسل وغیرہ) بنین بنات الگ کرنا اور کھولنا۔

(22)...... ہر درجہ اور ہر ہر پرچہ کی جوابی کاپیاں الگ کرنا۔

(23)......کاپیاں گن کران کی تعداد ان پر درج کرنا۔

(24)...... ہر سنٹر کی جوابی کاپیوں کو کمپیوٹر سے فرضی نمبر جاری کرنا۔

(25)...... جوابی کاپیوں اور بطاقہ پر فرضی نمبر لکھنا، امسال درجہ کتب میں دولاکھ ایک ہزار طلبہ وطالبات ہیں، جوابی کاپیوں کی تعداد بارہ لاکھ چھ ہزار (1206000) ہوگی۔

(26)...... جوابی کاپیوں سے بطاقے اتارنا اور ترتیب سے محفوظ کرنا۔

(27)...... ممتحنین کے لئے جوابی کاپیوں کے پرچہ وار بنڈل بنانا اور ترتیب سے بوریوں میں پیک کرنا، بنڈل اور بوری پر پرچہ کے متعلق لکھائی کرنا۔

(28)...... ممتحنین کی طرف سے درج شدہ نمبرات والے کشف الممتحن پر بطاقہ سے فرضی رول نمبر دیکھ کر اصل رول نمبر درج کرنا۔

(29)......کشف الممتحن سے حاصل کردہ نمبرات کمپیوٹر میں درج کرنا۔

(30)......درج شدہ نمبرات کی کمپیوٹرائز لسٹوں کو کشف الممتحن سے ٹیلی کرنا اور تصحیح کرنا۔

(31)......غلط رول نمبر لکھنے اور از خود تبدیلی سنٹر کرنیوالے طلبہ وطالبات کے نمبرات تلاش کرنا۔

(32)......کشف الحضور سے تمام طلبہ وطالبات کی ہر ہر پرچہ کی حاضری چیک کرنا۔

(33)......پہلی 30 پوزیشن پر آنے والے طلبہ وطالبات کی تمام کاپیاں دوبارہ نکال کر چیکنگ کروانا۔

(34)......حاصل کردہ نمبرات میں تفاوت کثیرہ والی جوابی کاپیاں نکال کر جانچ پڑتال کرنا۔

(35)......آئی ٹی آفس سے مکتب نتائج وصول کرنا۔

(36)......نتائج پر مہر لگا کر تمام مدارس کو ارسال کرنا۔

(37)......فون پر نتائج کی معلومات دینا۔

(38)......نظر ثانی کی درخواستوں وصول اور اندراج کرنا۔

(39)......تین مرحلوں میں نظر ثانی کی کاپیاں نکال کر چیک کروانا۔

(40)......نظر ثانی کے نتائج درج کرنا۔

(41)......نظر ثانی کے نتائج مدارس کو ارسال کرنا۔

(42)......ذیقعدہ میں ضمنی امتحان کے داخلہ فارم وصول، صفائی، جانچ پڑتال کرنا۔

(43)......ضمنی امتحان کے رول نمبر جاری کرنا۔

(44)......رول نمبر سلپ پر مہر وفاق لگا کر مدارس میں ارسال کرنا۔

(45)......ضمنی امتحان کی ڈاک درجہ وار الگ کرنا۔

(46)......ضمنی امتحان کے فرضی نمبر کمپیوٹر سے جاری کرنا اور جوابی کاپیوں اور بطاقہ پر لکھنا۔

(47)......جوابی کاپیوں کے بنڈل بنانا، کشف الممتحن میں رول نمبر درج کرنا، حاصل کردہ نمبرات کمپیوٹر میں درج کرنا، کمپیوٹرائزلسٹوں کو ٹیلی کرنا، تصحیح کرنا۔ یعنی سالانہ امتحان کی طرح تمام مراحل۔

(48)......آئی ٹی آفس سے ضمنی کے مکتب نتائج وصول کرنا اور مہر لگا کر تیار کرنا۔

(49)......ترسیل کے لئے لفافے پر ایڈریس لگا کر ہر درجہ کا مکتب متعلقہ مدرسہ کے لفافے میں ڈالنا۔

(50)......کامیاب طلبہ و طالبات کے پرنٹ شدہ کشف الدرجات اور اسناد آئی ٹی آفس سے وصول کر کے وفاق مہر اور لاک مہر لگانا۔

(51)......تمام طلبہ و طالبات کی اسناد مدرسہ کے الحاق کی ترتیب سے الگ کرنا۔

(52)......مدرسہ میں اسناد اور کشف الدرجات روانہ کرنے کے لئے لفافوں اور تھیلوں میں پیک کرنا۔

(53)...... ہر مدرسہ کو آئندہ سال کیلئے ان کی تعداد کے مطابق گن کر داخلہ فارم اور کوائف نامہ ارسال کرنا۔

(54)......لوگوں کی طرف سے آنے والے خطوط کے جوابات اور ان کے مسائل حل کرنا۔

(55)......رفع درجات اسناد کا ریکارڈ رکھنا، سابقہ اسناد طلب کر کے جدید اسناد جاری کرنا۔

(56)......کالعدم اور موقوف یا مطلوبہ درجے میں الحاق نہ ہونے کی وجہ سے ترقی الحاق کیلئے مدارس سے رابطہ کرنا اور خطوط لکھنا۔

(57)......فون پر لوگوں کو روانگی اسناد کے بارے معلومات یعنی تاریخ، رجسٹری نمبر وغیرہ، فراہم کرنا۔

☆......☆......☆

الحاق مدارس......شرائط وضوابط

الحاق کے لئے معائنہ کی شرط اور مدرسہ کا معیار

وفاق کی ترقی کے لئے زیادہ سے زیادہ مدارس کے الحاق کے ساتھ مدارس کا بہتر بنانے پر بھی توجہ دی گئی۔معیار کی بہتری کے لئے مسلسل کوششیں ہوتی رہیں۔اس سلسلہ میں پہلی مرتبہ عاملہ کے اجلاس منعقدہ 19 ذیقعدہ 1402ھ مطابق 8 ستمبر 1982ء میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ اس وقت تک مدارس کا الحاق نہیں کیا جائے گا جب تک وفاق کا نمائندہ اس مدرسہ کو دیکھ نہ لے۔اسی طرح اجلاس مجلس شوریٰ منعقدہ 2 ذیقعدہ 1418ھ مطابق 2 مارچ 1998ء میں یہ ضابطہ طے ہوا کہ الحاق کے رکن عاملہ یا صدر وفاق کے کسی نامزد معتمد کا معائنہ وسفارش ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ 11،12،13 شعبان 1401ھ مطابق 14،15،16 جون 1981ء میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم (ناظم اعلیٰ) نے فرمایا کہ وفاق میں شمولیت کے لئے مدرسہ کا معیار یعنی طلبہ کی تعداد متعین کرنا ضروری ہے۔تاکہ بے کار اور خودغرض لوگ اس سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاسکیں۔آئندہ اس سلسلہ میں اہتمام کیا جائے اور مدارس کے معائنے کے وقت ان کے تفصیلی کوائف سامنے لائے جائیں اور بغیر دل شکنی اور دل آزاری کے بے لاگ رپورٹ مرتب کی جائے۔

یہ بھی طے ہوا کہ جن مدارس کے بارے میں مصدقہ طور پر یہ معلوم ہو کہ امتحان میں گڑبڑ کی ہے یا ان کا وجود ہی نہیں ہے، وفاق ان کا الحاق ختم کرے اور اس کی تشہیر کردی جائے۔چنانچہ اس وقت سے لے کر اب تک وقتاً فوقتاً حسب ضرورت اس پر عملدرآمد ہوتا رہتا ہے۔

اجلاس مجلس عاملہ منعقدہ 6 صفر المظفر 1406ھ مطابق 21 اکتوبر 1985ء بمقام دارالعلوم فیصل آباد میں یہ بات طے ہوئی کہ جو مدارس وفاق سے الحاق کے باوصف، وفاق کے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کررہے ہیں اور وفاق کے تحت ہونے والے امتحانات میں شریک نہیں ہورہے، انہیں ایک مقررہ معیاد تک وفاق کے امتحانات میں شمولیت کے لئے لکھا جائے۔اگر مقررہ عرصہ میں امتحان کے لئے تیار نہیں ہوسکتے تو انہیں خارج کردیا جائے۔

مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 8 ذیقعدہ 1416ھ مطابق 28 مارچ 1996ء میں یہ بات زیرغور آئی کہ وفاق سے ملحق بعض ادارے ایسے ہیں جن کے طلبہ وفاق کے کسی امتحان میں شریک نہیں ہوتے اور ان مدارس کی کارگزاری بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔اس بارے میں طے ہوا کہ ارکان عاملہ اپنے اپنے علاقوں میں ان مدارس کا دورہ کریں، جن مدارس کی

کارگزاری صحیح نہ ہوتو ان کے متعلق تفصیلی رپورٹ دیں تاکہ عاملہ کے اجلاس میں ایسے مدارس کے الحاق کے ختم ہونے کا فیصلہ کیا جاسکے۔اجلاس منعقدہ 15 ربیع الاول 1417ھ مطابق یکم اگست 1996ء میں ایسے اداروں کا الحاق ختم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اجلاس منعقدہ 7 ربیع الاول 1419ھ مطابق 2 جولائی 1998ء میں بھی یہ بات زیرغور آئی کہ بعض ملحقہ مدارس کسی معقول عذر کے بغیر وفاق کے امتحانات میں شرکت نہیں کرتے۔چنانچہ طے کیا گیا کہ جومدرسہ کوئی معقول عذر بتائے بغیر وفاق المدارس کے امتحانات میں مسلسل تین سال تک شرکت نہیں کریگا اس کا الحاق ختم کردیا جائیگا کیونکہ بقاءِ الحاق کے لیے امتحانات میں شرکت ضروری ہے اور جس سال کوئی مدرسہ کسی عذر کی وجہ سے امتحانات میں شریک نہیں ہوتا تو اسے اسی سال عذر کی اطلاع وفاق کو دینا ضروری ہے۔

ملحق مدارس کی ازسرنوتجدید الحاق

مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 7 ربیع الاول 1419ھ مطابق 2 جولائی 1998ء میں یہ بات زیرغور آئی کہ ملک میں متعدد مدارس و جامعات ایسے ہیں کہ جن کے درجات، عہدیداران، ایڈریس اور فون نمبر وغیرہ تبدیل ہو چکے ہیں۔جن کی تفصیل وفاق کے پاس نہیں ہے۔بعض مدارس ایسے ہیں، جن کا الحاق مشتبہ ہے، جس سے وفاق کی شہرت متاثر ہوتی ہے۔

طے ہوا کہ ان حقائق کے پیش نظر اور دفتر وفاق کے ریکارڈ کی تصحیح و تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ صحیح ترین کوائف پر مشتمل تمام مدارس و جامعات کا ازسرنو الحاق کیا جائے۔تجدید الحاق کے لئے مدارس کو دوحصوں میں تقسیم کیا گیا۔30 ذوالحجہ 1418ھ تک جن مدارس کا الحاق ہو چکا ہے، وہ قدیم شمار کئے جائیں اور یکم محرم الحرام 1419ھ کے بعد ملحق ہونے والے مدارس جدید شمار کیے جائیں گے۔قدیم مدارس اپنی سابقہ سند الحاق، فیس الحاق کی رسید، وفاق کے امتحانات میں شرکت یا وفاق سے ملحق مدارس کی فہرست میں نام بطور ثبوت پیش کریں گے۔چنانچہ اس فیصلے کی روشنی میں 2000 مدارس نے اپنی تجدید الحاق کروائی۔

مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 24 رجب المرجب 1436ھ مطابق 13 مئی 2015ء میں ایک مرتبہ تمام ملحق مدارس کی تجدید الحاق کا فیصلہ ہوا۔ طے ہوا کہ تمام ملحق مدارس و جامعات کی محرم الحرام 1437ھ سے ازسرنو تجدید الحاق ہوگی۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم نے فرمایا کہ:

پہلے ہم سالانہ بنیاد پر مدارس کے دورے کرتے تھے۔اب چونکہ مدارس کی تعداد زیادہ ہوچکی ہے تو یہ سلسلہ ختم ہوگیا ہے۔تاہم اس بات کی ضرورت محسوس ہورہی ہے کہ ایک مرتبہ تمام مدارس کا دورہ کرنا چاہئیے۔اس سے مدارس کے ساتھ رابطہ مضبوط ہوگا۔نیز ہر ملحق مدرسہ سے نیا الحاق فارم پر کروایا جائے گا جس سے مدارس کے تازہ ترین کوائف جمع کیے جائیں گے۔تجدید کا کام اطمینان اور ترتیب سے کرنا چاہئیے۔

تجدید الحاق کے لئے ضلع و تحصیل سطح پر کمیٹیاں تشکیل دی گئی۔تاکید کی گئی کہ ہماری کمیٹی تمام کوائف کی تحقیق کرے،

کوائف درست کروائے اور الحاق کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں اپنی واضح رپورٹ تحریر کرے۔ نیز جو کمی ہو وہ پوری کرنے کی ہدایت کی جائے اس کے بعد الحاق ہو۔ تجدید الحاق میں مدارس کے تعلیمی معیار اور وفاق کے وقار کو ملحوظ رکھا جائے۔ وفاق کی بقاء اتحاد اور تنظیم میں ہے۔

الحمد للہ! ملک بھر کے تمام مدارس کی تجدید الحاق کا وسیع کام مسئولین وفاق اور دفتر عملہ کی مربوط شبانہ روز کاوشوں سے ایک سال کے عرصہ میں پایہ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ ناظمین کے اجلاس منعقدہ 30 محرم الحرام 1438ھ مطابق یکم نومبر 2016ء اور مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ یکم محرم الحرام 1438ھ مطابق 2، 3 نومبر 2016ء میں تجدید الحاق کی رپورٹ پیش ہوئی۔ ''وفاق'' سے کل 17952 مدارس و جامعات مع شاخہائے (3508) ملحق ہیں۔ 852 مدارس کی تجدید تا حال باقی ہے'' جبکہ 3523 مدارس ختم ہو چکے ہیں۔ جن مدارس کی تجدید الحاق ہو چکی ہے ان کے کوائف کا اندراج کر کے بروقت اسناد تجدید الحاق جاری کر دی گئی ہیں۔ بقیہ مدارس کی تجدید کا کام بھی تیزی سے جاری ہے اور جلد یہ کام مکمل کر لیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

مدارس کے الحاق کے لئے قواعد وضوابط

مدارس کے الحاق سے متعلق ابتداء سے قواعد مرتب ہوئے، جن میں وقتاً فوقتاً تبدیلی ہوتی رہی۔ اجلاس مجلس شوریٰ منعقدہ 12 رجب المرجب 1422ھ مطابق 30 ستمبر 2001ء میں مدارس کے الحاق سے متعلق جامع قواعد وضوابط منظور ہوئے۔ اس کے بعد 24 رجب المرجب 1436ھ مطابق 13 مئی 2015ء کو تجدید الحاق فیصلہ ہوا تو الحاق کے قواعد وضوابط کو از سر نو مرتب کیا گیا۔ حتمی قواعد وضوابط برائے الحاق حسب ذیل ہیں۔

(1) شرائط الحاق

(1) ادارہ کا مسلک عقائد اہل السنۃ والجماعۃ مطابق تشریحات فقہ حنفی وسلف صالحین اکابر علماء دیوبند ہو۔

(2) الحاق کے لئے صدر یا ناظم اعلیٰ وفاق کا بذات خود یا کسی نامزد معتمد، رکن مجلس عاملہ، مسئول وفاق کا بذات خود معائنہ و تحریری سفارش کرنا۔

(3) وفاق المدارس سے وابستگی اور وفاق کے طے شدہ قواعد وضوابط، دستور وفاق، ہدایات اور نصاب تعلیم کی پابندی ضروری ہے۔

(4) ہر سطح کے ادارہ کے مہتمم کا اس سطح کے نصاب سے آگاہی ہونا، وفاق المدارس کے مسلک سے وابستہ ہونا ضروری ہوگا۔

(5) ادارے کا عملاً وفاق کے الحاق فارم میں درج کوائف اور شرائط کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

(6) الحاق اس درجے میں ہوگا جس درجے میں طلبہ / طالبات کا امتحان دلوانا ہو۔

(7) درجہ عالیہ کا الحاق ,,جامعہ،، اور تحتانی درجات کا مدرسہ، معہد، دار العلوم یا مکتب کے نام سے ہوگا۔

(8) معائنہ کے لئے معائنہ کنندہ سے رابطہ کرنا، ان کو معائنہ کے لئے لے جانا اور آمد ورفت کے اخراجات برداشت کرنا مدرسہ / جامعہ کی ذمہ داری ہے۔

(9) درجہ کتب کے الحاق کے لئے ہر درجہ میں مجموعی طور پر کم سے کم تین تعداد اور درجہ تحفیظ کے لئے ناظرہ سمیت کم سے کم 25 تعداد لازم ہے۔

(10) مدرسہ کی اپنی عمارت بقدر ضرورت (ملکیت/عاریت/کرایہ) ہونا ضروری ہے۔

(11) ہر سطح کے الحاق کے لیے اس درجہ کے طلبہ / طالبات نیز مطلوبہ استعداد کے اساتذہ/معلمات کا ہونا ضروری ہے۔

(12) نئے مدارس کا الحاق شوال المکرّم سے 30 ربیع الاول تک کیا جائے گا۔ تجدید الحاق، ترقی الحاق و بحالی الحاق پورا سال جاری رہے گی۔

(2) بقائے الحاق کی شرائط

(1) جس سطح پر الحاق ہوا ہے اس سطح کی تعلیم وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

(2) وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے دستور، قواعد وضوابط نیز وقتاً فوقتاً جاری ہونے والی ہدایات پر عمل درآمد ضروری ہوگا۔

(3) سالانہ فیس اور ماہنامہ وفاق المدارس کی فیس بروقت جمع کرانا ضروری ہوگا۔

(4) اگر کسی سال امتحان کے لئے طلبہ تیار نہیں ہوئے تو دفتر کو تحریری اطلاع دینا اور ملحقہ درجے کی سالانہ فیس و ماہنامہ فیس ادا کرنا لازم ہے۔

(5) جس درجہ میں الحاق ہو اور مسلسل تین سال تک اس درجہ کے امتحان میں شرکت نہ ہو تو نچلے درجے میں اس کی تنزلی کر دی جائے گی۔

(6) وفاق کے نظام امتحان میں شرکت کرنا ضروری ہے۔ مسلسل تین سال تک عدم شرکت کی صورت میں الحاق منسوخ تصور کیا جائے گا۔ جو کہ رکن مجلس عاملہ/مسئول کی تصدیق اور مکمل شرائط الحاق کے ساتھ بحال ہوگا اور بقایا واجبات کی ادائیگی لازم ہوگی۔

(7) ہر تین سال کے بعد الحاق کی تجدید مسئول کی معائنہ رپورٹ پر ہوگی اور سند الحاق دوبارہ جاری ہوگی۔ جس کی فیس 500 روپے ہے۔

(8) ہر سطح کے الحاق/بقاء الحاق کے لیے باقاعدہ طلباء کا ہونا ضروری ہے۔ پرائیویٹ طلبہ وطالبات کا امتحان دلانا خلاف ضابطہ ہے۔ ایسی صورت میں طلبہ وطالبات کا نتیجہ کالعدم ہوگا اور مدرسہ کے خلاف تادیبی کارروائی ہوگی۔

(9) ایسے مدارس جہاں ثانویہ عامہ یا اس سے بالائی درجات ہوں وہاں مدرسہ کی عمارت میں کم از کم اتنے کمرے / درسگاہوں کا ہونا ضروری ہوگا جتنے درجے وہاں جاری ہیں۔

(10) اقامتی مدارس میں طلباء/طالبات کے لیے معقول رہائش کا ہونا ضروری ہے۔

(11) ایسا ادارہ جس کی متعدد شاخیں ہوں، ان شاخوں کی بوقت الحاق/تجدید الحاق مسئول کی تصدیق کے ساتھ دفتر وفاق کو تحریری اطلاع دینا ضروری ہے۔ نیز وہاں پر بھی تعلیمی نظام وفاق المدارس کی ترتیب کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

(3)مدارس بنات کے لیے خصوصی شرائط

(1)مدرسہ میں شرعی حدود کے مطابق تعلیم وتربیت اور رہائش کا انتظام ہونا ضروری ہے۔

(2)زوجہ یا محرم خاتون کے ذریعے طالبات کی نگرانی کا اہتمام ضروری ہے۔

(3)بنات کے اقامتی اداروں میں مہتمم کی رہائش مدرسہ کے اندر نہ ہو۔

(4)مرد اساتذہ کی صورت میں ان کا طالبات /معلمات سے اختلاط نہ ہو۔

(5)مرد اساتذہ کے لئے پس دیوار یا لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اسباق پڑھانے کا انتظام کرنا ضروری ہے۔

(6)طالبات کے مدارس میں درجہ عالیہ اور درجہ عالمیہ میں تدریس کے لئے معلمین /معلمات کی تدریس کا کم از کم چار سال کا تجربہ ہونا ضروری ہے۔

(7)ایسے مدارس بنات جہاں شرعی پردہ کا اہتمام نہ ہوتا ہو یا غیر شرعی اختلاط کے مواقع ہوں یا وضع قطع شریعت کے مطابق نہ ہو، کا الحاق دو معتبر گواہان کی تحریری اطلاع کی صورت میں رکن مجلس عاملہ /مسئول کی تصدیق وتائید سے ختم کر دیا جائے گا۔ اور دوبارہ اس وقت تک الحاق بحال نہیں ہوگا جب تک شکایات کا مکمل ازالہ نہ ہو جائے اور متعلقہ رکن عاملہ یا مسئول اس کی تحریراً تصدیق نہ کرے۔

(4)مدارس بنات کے قواعد میں ترمیم

مدارس بنات کے لئے ضروری ہے کہ اپنی (ملکیت) الگ عمارت ہو۔ آئندہ بنات کے اقامتی اداروں کا نیا الحاق نہیں ہوگا، چاہے وہ بنات کا الگ مدرسہ ہو یا بنین کے مدرسہ کی شاخ ہو۔

بنات کے ایسے اداروں کا الحاق بھی نہیں کیا جائے گا، جو کرائے کے مکان میں ہوں گے۔ جو ادارے پہلے سے ملحق ہیں انہیں اپنی عمارت کے لئے تین سال کی مہلت دی جائے گی۔ تین سال کے بعد (1441ھ) میں ضابطہ لاگو ہوگا۔

مدرسۃ البنات میں مہتمم کی رہائش نہ ہو، پہلے سے ملحق کسی اقامتی ادارے میں مہتمم کی رہائش ہو تو اس کا الحاق فوری طور پر ختم کر دیا جائے گا۔ اس بارے میں مسئولین سے رپورٹ طلب کی جائے گی۔

مدرسۃ البنات میں مرد اساتذہ نہ پڑھائیں، جب تک چھ سالہ نصاب مکمل نہ ہو، اس وقت تک اس میں رعائت دی جائے۔ چنانچہ یہ ضابطہ 1440ھ سے لاگو ہوگا۔

امتحانی مراکز کے طے شدہ ضابطوں میں رعائت نہ دی جائے البتہ اگر کسی ضلع کی مجموعی تعداد مطلوبہ تعداد سے کم ہو تو وہاں استثنٰی ملے گا۔

ایسے ملحق مدارس جن کی شاخیں پورے ملک میں ہیں، ان کی شاخوں کا ضلعی سطح پر الحاق لازم ہوگا۔ متعلقہ ادارے جس شاخ کا نام دیں گے اسی کے نام سے الحاق کیا جائے گا۔

(5) اقرارنامہ برائے مہتمم

الحاق کے وقت مہتمم کے لئے لازم ہے کہ وہ درج ذیل اقرارنامہ پر کر کے جمع کروائے:

میں صدق دل اور صمیم قلب سے مقر ہوں کہ:

(الف) میرے علم اور دیانت کے مطابق فارم میں درج معلومات بالکل درست ہیں اور ریکارڈ کے مطابق ہیں۔

(ب) میں ادارے کے حسابات اور آمد وخرچ کی تفصیلات نہایت دیانت داری سے مرتب کروں گا اور ہر چیز ریکارڈ میں محفوظ ہوگی۔

(ج) ادارے کے سالانہ حسابات اور آمد وخرچ کے گوشوارے کا حکومت کے منظور شدہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ سے باقاعدہ آڈٹ کروایا جائے گا اور حسب قواعد اس کی نقول حکومت کے متعلقہ ادارے میں جمع کروائی جائے گی۔

(د) ادارے میں کسی بھی قسم کی عسکریت پسندی، ملک دشمن سرگرمی اور فرقہ وارانہ منافرت پر مبنی تعلیم یا تربیت نہیں دی جائے گی۔

(نوٹ: مسلمانوں کے مختلف مسالک یا دیگر مذاہب کے بارے میں تدریسی مقاصد کے لئے دلیل واستدلال پر مبنی ابحاث اور تحقیقی مقالے اور کتب اس سے مستثنیٰ ہیں)

(ہ) ادارے کا کسی کالعدم یا قانوناً ممنوع تنظیم سے نہ کوئی تعلق ہے اور نہ ہوگا۔

(و) ہمارا ادارہ ملکی قانون کے تحت قائم ہے اور ہم پاکستان کے اسلامی آئین وقانون کی ہمیشہ پاسداری کریں گے۔

(ز) کسی بھی قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں ہمارا ادارہ وفاق المدارس کی قیادت کو جواب دہ ہوگا۔

(ح) میں نے شرائط الحاق کو بغور پڑھ لیا ہے۔ میں عہد کرتا/ کرتی ہوں کہ ''وفاق'' کے دستور اساسی، اس کے جملہ قواعد وضوابط، نصاب تعلیم اور فارم الحاق میں درج مندرجات کا پابند رہوں گا/ گی اور ایسا کوئی عمل نہیں کروں گا/ گی، جو ''وفاق'' کے دستور کے منافی ہو۔

میں بحیثیت مہتمم درخواست کرتا/ کرتی ہوں کہ میرے مدرسہ/ جامعہ کا ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' سے جدید الحاق/ تجدید/ ترقی/ بحالی الحاق منظور فرمائیں۔

بیرونی مدارس وجامعات کا وفاق کے ساتھ الحاق

الحمد للہ! وفاق المدارس ایک عالمی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ بیرون ممالک میں قائم بہت سے مدارس وجامعات نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ساتھ الحاق کی خواہش کا اظہار کیا۔ عاملہ کے اجلاس منعقدہ 3 جمادی الاخریٰ 1421ھ مطابق 4 ستمبر 2000ء میں بیرونی مدارس وجامعات کے الحاق کا اصولی فیصلہ کیا گیا۔ جس کی روشنی میں ایک بیرونی مدرسے کا وفاق سے باقاعدہ الحاق ہو چکا ہے اور دیگر چند مدارس کی درخواستیں زیر غور ہیں۔

ذیل میں ملحق مدارس کی سال بہ سال تعداد پیش خدمت ہے۔

ملحق مدارس 1379ھ تا 1437ھ مطابق 1959ء تا 2016ء

نمبر شمار	سال عیسوی	سال ہجری	تعداد مدارس	اضافہ
1	1959ء	1379ھ	100	
2	1960ء	1380ھ	150	50
3	1961ء تا 1983ء	1381ھ تا 1403ھ	945	795
4	1984ء تا 2000ء	1404ھ تا 1421ھ	3149	2204
5	2001ء	1422ھ	3680	531
6	2002ء	1423ھ	4357	677
7	2003ء	1424ھ	5071	714
8	2004ء	1425ھ	6032	961
9	2005ء	1426ھ	6965	933
10	2006ء	1427ھ	7862	897
11	2007ء	1428ھ	8576	714
12	2008ء	1429ھ	9311	735
13	2009ء	1430ھ	10105	794
14	2010ء	1431ھ	11100	995
15	2011ء	1432ھ	11983	883
16	2012ء	1433ھ	13158	1175
17	2013ء	1434ھ	14198	1040
18	2014ء	1435ھ	15053	855
19	2015ء	1436ھ	17018	1965
20	2016ء	1437ھ	18837	1819

شہادۃ العالمیہ کی بنیاد پر معادلہ (ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات) کا طریقہ کار

''شہادۃ العالمیہ'' کی بنیاد پر ہائر ایجوکیشن کمیشن سے معادلہ سند (ایم اے) حاصل کرنے کے خواہشمند فضلاء وفاضلات کی راہنمائی کے لئے درج ذیل ہدایات مرتب کی گئی ہیں۔ان ہدایات کا بغور مطالعہ کریں اور حصول معادلہ کے لئے ان پر عملدرآمد یقینی بنائیں۔

تمام فضلاء کوشش کریں کہ اپنی اسناد کا معادلہ کروالیں، کیونکہ کسی بھی سرکاری ادارے میں اعلیٰ تعلیم یا ملازمت کے حصول کے لئے معادلہ سند کا ہونا ضروری ہے۔

بنیادی کوائف:

(1)...... عالمیہ کے سن امتحان کے وقت عمر کم سے کم 20 سال ہونا لازم ہے۔(2)......تمام اسناد میں دو دو سال کا وقفہ ہونا لازم ہے۔(3)......اسناد کے کوائف شناختی کارڈ کے مطابق ہونے چاہئیں، حتیٰ کہ تاریخ پیدائش کا دن اور مہینہ بھی اسی کے مطابق ہونا لازم ہے۔(4)......وفاق کی تمام اسناد پر توقیع المدیر کی جگہ مہتمم اور توقیع رئیس المدرسین کی جگہ صدر مدرس کے دستخط کروانا ضروری ہے۔

دفتر وفاق سے تصدیقات

(1)...... عامہ تا عالمیہ چاروں اصل اسناد مع کشف الدرجات کی تصدیق

(2)...... عامہ تا عالمیہ چاروں اسناد مع کشف الدرجات کی دو دو نقول کی تصدیق

(3)...... درخواست برائے معادلہ دینی اسناد (HEC) پر تصدیق

(4)...... تصدیق اسناد فیس -/400 روپے

انٹر بورڈ (IBCC) سے تصدیقات

(1)...... قومی شناختی کارڈ کی نقل۔(2)......عامہ وخاصہ اصل اسناد کی تصدیق۔

(3)...... وفاق کا جاری کردہ سربمہر لفافہ (seal pack) IBCC میں جمع کروائیں۔

(4)...... انٹر بورڈ بینک چالان سلپ -/400 روپے

(5)...... وفاق المدارس سے اسناد کی تصدیق کروانے سے 3 ماہ کے اندر انٹر بورڈ آفس کو جمع کروانا لازم ہیں۔ بعد ازاں مسترد تصور ہوں گی۔

ہائیر ایجوکیشن کمیشن (HEC) دفتر کے کوائف وشرائط

(1)......عامہ تا عالیہ اصل اسناد مع کشف الدرجات (مصدقہ وفاق) (2)...... عامہ تا عالیہ فوٹو کاپی (مصدقہ وفاق) (3)......شہادۃ العالیہ کا نتیجہ (مصدقہ وفاق) (4)...... درخواست برائے معادلہ دینی اسناد (HEC) (مصدقہ وفاق) (5)...... انٹر بورڈ سے تصدیق شدہ عامہ و خاصہ اسناد کی نقول (سند کے سامنے اور پشت دونوں اطراف کی کاپی)۔(6)...... قومی شناختی کارڈ کی نقل۔ (7)...... پاسپورٹ سائز رنگین تصویر۔(8)......مڈل سٹوفکیٹ کی مصدقہ نقل (جو کہ عامہ سے دو سال پہلے کا ہو)۔(9)......ایچ ای سی بینک چالان سلپ -/1500 روپے

نوٹ:......(۱) ایچ ای سی فارم پر اپنا نام اور ولدیت انگریزی حروف میں بھی واضح لکھیں۔

(۲) ایچ ای سی فارم پر اپنا مکمل ایڈریس اور موبائل نمبر واضح لکھیں۔ایکولینسی لیٹر ہر امیدوار کو بذریعہ ڈاک بھجوایا جاتا ہے۔

انٹر بورڈ کمیٹی آف چیئر مین (IBCC) دفاتر کے ایڈریس

اسلام آباد:...... پلاٹ نمبر 25 گلی نمبر 38 سیکٹر G-10/4 ،نزد فیڈرل گورنمنٹ ایمپلائز ہاؤسنگ فاؤنڈیشن اسلام آباد 92-51-9330251+

کراچی:...... بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن بلڈنگ ،بختیاری یوتھ سنٹر، نارتھ ناظم آباد کراچی 92-21-36639878+

لاہور:......بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن بلڈنگ، 86 مزنگ روڈ لاہور 92-42-9306322+ 99203893-

پشاور:......بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن بلڈنگ، گرینڈ ٹرنک روڈ پشاور 92-91-9216454+

کوئٹہ:......بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن بلڈنگ، کوئٹہ 92-81-826716+

ہائیر ایجوکیشن کمیشن (HEC) دفاتر کے ایڈریس:

اسلام آباد:......ایسٹ سروس روڈ، سیکٹر H-9 اسلام آباد 92-51-9040 0000+

کراچی:......شہزاد خلیل ایونیو، نیشنل اسٹیڈیم روڈ، گلشن ٹاؤن، کراچی 92-21-99231476-77+

لاہور:......55-B/2 گلبرگ 3 لاہور 92-42-99263092-96+

پشاور:......فیز 5 حیات آباد پشاور 92-91-9219571-76+

کوئٹہ:......ہاؤس نمبر A-61، چمن ہاؤسنگ سوسائٹی، ائر پورٹ روڈ کوئٹہ 92-81-9201791+

نوٹ:......انٹر بورڈ اور ہائیر ایجوکیشن کمیشن کے مرکزی وصوبائی دفاتر کے ایڈریس دے دیے ہیں، تا کہ فضلاء اپنے متعلقہ صوبائی دفاتر سے رابطہ کر سکیں۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان
ملازمین کے لئے اصول وضوابط بابت گریڈ

(۱)......ہر ملازم کا تقرر ابتداً آزمائشی ہوگا۔ جس کی تنخواہ فکس ہوگی، کوئی گریڈ نہیں ہوگا۔ آزمائشی عرصہ ملازمت کم از کم چھ ماہ ہوگا۔ بعد ازاں صدر وفاق کو اختیار ہوگا کہ ملازم کی کارکردگی کو سامنے رکھتے ہوئے مستقل کریں یا مزید کچھ عرصہ کے لئے آزمائشی مدت میں توسیع کریں۔

(۲)......گریڈ کا استحقاق ملازمت مستقل ہونے کے بعد ہوگا۔ اس سے پہلے صدر وفاق اپنی صوابدید کے مطابق تنخواہ مقرر کر سکیں گے۔

(۳)......استقلال تقرر صرف مالی سال کے آغاز پر کیا جا سکے گا۔ البتہ اگر متعلقہ نگران کسی کی نمایاں حسن کارکردگی کی رپورٹ دے اور سفارش کرے تو صدر وفاق اپنی صوابدید پر دوران سال بھی استقلال فرما سکتے ہیں۔

(۴)......گریڈ کے مطابق سالانہ ترقی یکم محرم سے ہوگی۔ بشرطیکہ یکم رجب سے پہلے تقرر مستقل ہو چکا ہو۔

(۵)......اگر کسی کا تقرر ایک گریڈ پر ہوا ہے تو ضروری نہیں کہ اس سے اس درجے میں ہی کام لیا جائے۔ صدر وفاق اپنی صوابدید کے مطابق اوپر یا نیچے کے درجے میں کام بھی سپرد کر سکتے ہیں۔

(۶)......جس منصب، استعداد، تجربے کی شرط کے ساتھ جو گریڈ مقرر ہے۔ ادارہ (وفاق المدارس) کی شدید ضرورت کے وقت صدر وفاق اس گریڈ کے کسی فرد کو خصوصی حالات کی بناء پر ان قیود وشرائط میں حسب ضرورت استثنیٰ دے سکتے ہیں۔ یعنی ان قیود وشرائط کے بغیر بھی اس سے اوپر کا گریڈ بھی دے سکتے ہیں۔ اس اختیار کا استعمال شدید ضرورت کے تحت ہی کیا جائے گا۔

(۷)......صدر وفاق کو اختیار ہوگا کہ کسی کی خصوصی صلاحیت، تجربے یا کسی اور امتیاز کی بنا پر اپنی صوابدید کے مطابق اس کو چند سال کی اضافی ترقیاں بیک وقت دے دیں۔

(۸)......گریڈ، مناصب کے لحاظ سے تجویز کئے گئے ہیں۔ موجودہ ملازمین میں سے کسی منصب پر تقرر کا فیصلہ صدر وفاق اپنی صوابدید سے کریں گے۔

(۹)......کسی کی اضافی ذمہ داری پر صدر وفاق کو اپنی صوابدید کے مطابق اضافی الاؤنس دینے کا اختیار ہوگا۔

(۱۰)......تمام گریڈوں میں صدر وفاق کو اختیار ہوگا کہ وہ حسب ضرورت خصوصی حالات میں اضافی ترقیاں دے کر تقرر کر سکتے ہیں۔

(۱۱)......صدر وفاق کو خصوصی حالات میں کسی اہلکار کو اپ گریڈ کرنے کا اختیار ہوگا۔

(۱۲)......گریڈ ختم ہونے پر اگلے گریڈ میں تقرری دو سال بعد ناظم دفتر کی رپورٹ کی روشنی میں دی جائے گی۔ صدر وفاق کو مکمل

اختیار ہوگا کہ وہ اگلے گریڈ میں ترقی دے یا اسی گریڈ میں برقرار رکھے۔

(۱۳)......سالانہ ترقی کارکردگی پر ملے گی۔ناقص کارکردگی کی صورت میں صدر وفاق کو سالانہ ترقی روکنے کا مکمل اختیار ہوگا۔

(۱۴)......فرائض منصبی میں کوتاہی، بدعنوانی یا دینی واخلاقی جرم ثابت ہونے پر سالانہ ترقی روکنے سے لے کر تنزلی اور اخراج تک کیا جاسکے گا۔

(۱۵)......اضافی وقت کی اجرت کے لئے کل تنخواہ یومیہ آٹھ گھنٹے کے حساب سے مہینہ کے کل 200 گھنٹوں پر تقسیم کر کے فی گھنٹہ شرح اجرت نکال لی جائے گی۔اسی شرح کے مطابق اضافی گھنٹوں کی اجرت ادا کی جائے گی۔

توضیحات بابت گریڈ

(۱)......وفاق المدارس العربیہ پاکستان اعلیٰ تعلیمی، تربیتی، تحقیقی یا انتظامی خدمات کے لئے اگر ضرورت ہو تو صدر وفاق کسی کو اس کی خصوصی صلاحیت وتجربہ کی بنا پر آخری گریڈ سے اوپر بھی کسی خاص تنخواہ یا خاص گریڈ پر مقرر کر سکتے ہیں۔ایسی خصوصی تنخواہ یا گریڈ صدر وفاق اپنی صوابدید سے طے کر سکتے ہیں۔تقرر کے بعد اس کی توثیق مجلس عاملہ کے قریب ترین اجلاس سے حاصل کی جائے گی۔

(۲)......حسب ضرورت / مصلحت گریڈ کے مطابق زائد ترقیاں بھی صدر وفاق اپنی صوابدید پر دے سکتے ہیں۔

(۳)......وفاق المدارس کے ملازمین کو دوسری ملازمت یا تجارت کی اجازت نہ ہوگی۔الّا یہ کہ صدر وفاق نے کسی کو تحریری اجازت دی ہو۔

نام آسامی مع صلاحیت، اہلیت وتجربہ

وفاق المدارس میں ہر آسامی کے لئے عمر کی کم سے کم حد اٹھارہ سال ہے اور قومی شناختی کارڈ کا حامل ہونا لازم ہے۔

گریڈ نمبر 1:	عموماً ناخواندہ کارکنان کے لئے ہوگا۔اس گریڈ کے لئے تجربہ ضروری نہیں۔اس گریڈ میں درج ذیل اقسام کے اہلکار مقرر کئے جاسکتے ہیں۔ (1) سیکیورٹی گارڈ (2) خادم (3) معاون باورچی (4) خادم مسجد (5) مالی (6) خاکروب (7) جمعدار (jamadar) دیگر ایسے تمام اہلکار جو غیر ہنرمند اور غیر علمی آسامی پر کام کریں۔

گریڈ	نمبر	تفصیل
گریڈنمبر2:	(1)	سیکیورٹی گارڈ میٹرک فوج/پولیس کے ریٹائرڈ
	(2)	قاصد میٹرک ڈرائیونگ لائسنس موٹر بائیک
	(3)	خادم میٹرک چائے بنانا جانتا ہو(پیش کرنے کا سلیقہ ہو)
	(4)	باورچی مڈل/میٹرک چائے اور کھانا بنانے کا ماہر ہو
	(5)	موذن مسجد وفاق حافظ قرآن
گریڈنمبر3:	(1)	معاون برائے مساعد میٹرک مع کمپیوٹر شارٹ کورسز
	(2)	ٹیلیفون آپریٹر میٹرک مع کمپیوٹر شارٹ کورسز
	(3)	الیکٹریشن میٹرک/الیکٹریکل شارٹ کورسز
	(4)	اسٹور کیپر میٹرک مع تجربہ کمپیوٹر شارٹ کورسز
	(5)	باورچی میٹرک/ کوکنگ شارٹ کورسز
	(6)	ڈرائیور مڈل/میٹرک لائسنس ہولڈر
	(7)	سیکیورٹی سپروائزر سابق ملازم پاک فوج/پولیس تجربہ کار
	(8)	نائب امام حافظ قرآن (قاری)
گریڈنمبر4:	(1)	مساعد ایف اے یا مساوی تعلیم کمپیوٹر شارٹ کورسز
	(2)	مساعد اکاؤنٹ آفس ڈی کام آئی کام ایف اے کمپیوٹر شارٹ کورسز
	(3)	معاون مدیر شہادۃ العالمیہ یا ایف اے کمپیوٹر شارٹ کورسز
	(4)	مساعد کمپیوٹر آپریٹر ICS یا مساوی (برائے ناظمین)
گریڈنمبر5:	(1)	مساعد شہادۃ العالمیہ یا بی اے
	(2)	ریکارڈ کیپر شہادۃ العالمیہ + میٹرک یا بی اے تجربہ کار
	(3)	ناظم کتب خانہ شہادۃ العالمیہ + میٹرک یا بی اے تجربہ کار
	(4)	مدیر شہادۃ العالمیہ + میٹرک یا بی اے عربی/اردو/انگریزی کالم نگاری کا تجربہ
	(5)	میڈیا ایڈوائزر شہادۃ العالمیہ + میٹرک یا بی اے عربی/اردو/انگریزی صحافت کا تجربہ
	(6)	رابطہ آفیسر شہادۃ العالمیہ + میٹرک یا بی اے عربی/اردو/انگریزی بولنے پر عبور
	(7)	معاون ناظم اعلیٰ و ناظم دفتر شہادۃ العالمیہ + میٹرک یا بی اے دفتری امور کا تجربہ
	(8)	امام مسجد/خطیب شہادۃ العالمیہ، حافظ قرآن خطابت کا تجربہ
	(9)	مساعد اکاؤنٹ آفس بی اے بی کام تجربہ کار
	(10)	کمپیوٹر آپریٹر بی سی ایس تجربہ کار
	(11)	کمپیوٹر انسٹرکٹر/ویب ڈویلپر بی سی ایس
	نوٹ:	گریڈنمبر 5 کی ہر آسامی کے لئے کمپیوٹر شارٹ کورسز ضروری ہیں۔

گریڈنمبر6:	(1) معاون ناظم اعلیٰ ایم اے دفتری امور کا تجربہ یا شہادۃ العالمیہ عربی میں خصوصی مہارت (ترجمان) (2) مساعد ایم اے
گریڈنمبر7:	(1) معاون محاسب دفتر ایم کام ایم بی اے فنانس ایم اے اکنامکس تجربہ کار (2) معاون مینیجر آئی ٹی/ کمپیوٹر انسٹرکٹر/ویب ڈویلپر ایم سی ایس تجربہ کار (3) پرچیز آفیسر ایم بی اے مارکیٹنگ (4) قانونی مشیر ایم اے ایل ایل بی (5) ماہر تعمیرات سول انجینئر
گریڈنمبر8:	(1) معاون خصوصی صدر وفاق ایم اے شہادۃ العالمیہ خصوصی مہارت اردو/ عربی/انگریزی مضمون نویسی (2) معاون خصوصی ناظم اعلیٰ ایم اے شہادۃ العالمیہ خصوصی مہارت اردو/ عربی/انگریزی مضمون نویسی (3) معاون خصوصی ناظم دفتر ایم اے شہادۃ العالمیہ خصوصی مہارت اردو/ عربی/انگریزی مضمون نویسی نوٹ: گریڈنمبر 8 کی تمام آسامیوں کے لئے متعلقہ شعبہ میں کم ازکم تین سالہ تجربہ ضروری ہے۔
گریڈنمبر9:	مینیجر آئی ٹی ایم بی اے آئی ٹی ایم سی ایس تجربہ 3 سال
گریڈنمبر10:	محاسب وفاق 1- چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ (سی اے) 2- ایم کام 3- ایم بی اے فنانس تجربہ 5 سال
گریڈنمبر11:	ناظم دفتر شہادۃ العالمیہ بی اے تدریس تجربہ 8 سال

نوٹ:......1418ھ میں وفاق کے ملازمین کے 3 گریڈ بنائے گئے تھے۔ یکم محرم الحرام 1437ھ سے تعلیم اور تجربہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ملازمین کے گریڈ ایک سے گیارہ تک مقرر کئے گئے ہیں۔ نئے گریڈوں کی شرائط کا اطلاق نئے ملازمین پر ہوگا، جبکہ پرانے ملازمین کو استثنیٰ حاصل ہوگا۔

وفاق المدارس..........فوائد و برکات

[''وفاق المدارس العربیہ'' کی اہمیت وافادیت پر مشتمل وفاق کے ریکارڈ میں محفوظ سنہ 1961ء کی ایک تحریر، جس میں دینی مدارس کے اجتماعی بورڈ اور تنظیم کی ضرورت وافادیت کو اجاگر کیا گیا ہے، اس وقت حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ وفاق کے ناظم اعلیٰ تھے، یہ تحریر تقریباً پچپن سال پہلے لکھی گئی ہے، جس وقت ''وفاق'' کے تحت تین سو طلبہ امتحان دیتے تھے، اس کے بعد ''وفاق'' نے جو حیرت انگیز ترقی کی وہ سب کے سامنے ہے۔ اس سال (۱۴۳۶ھ) میں ''وفاق'' کے تحت امتحان دینے والے شرکاء کی تعداد تقریباً ڈھائی لاکھ سے زائد رہی۔ مرتب]

مدارسِ عربیہ ومکاتب دینیہ کی محکم تنظیم کے فوائد ومنافع اس قدر واضح اور بدیہی بلکہ اجلی بدیہات میں سے ہیں کہ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب کے مطابق خود اپنا ثبوت ہیں خصوصاً وفاق المدارس العربیہ کی پنجسالہ مساعی اور شاندار زندۂ جاوید کارناموں کا تذکرہ سن لینے کے بعد تو درحقیقت یہ سوال ہی باقی نہیں رہتا کہ ''وفاق میں شامل ہونے سے ہمیں کیا فائدہ؟'' سوال کرنے والے بھی ان فوائد ومنافع کو خوب اچھی طرح جانتے اور مانتے ہیں اس کے باوجود انجان بن کر یہ سوال صرف اس لیے کرتے ہیں کہ دیکھیں، یہ اس سوال کا کیا جواب دیتے ہیں لہٰذا سنئے اور ''گوش عبرت نیوش'' کو اچھی طرح کھول کر سنئے۔

وفاق المدارس العربیہ، مدارس عربیہ ومکاتب دینیہ میں جس یکجہتی، ہم آہنگی اور نظم وضبط کو پیدا کرنے کے درپے ہے، اس کی ایک ہلکی سی جھلک مدارس ملحقہ وفاق کے امتحان دورۂ حدیث ملاحظہ فرمائیے کہ:

(۱)......تین سال سے کراچی سے پشاور تک تمام مدارس ملحقہ وفاق کے کم وبیش تین سو طلبۂ دورۂ حدیث شریف ایک مقررہ تاریخ اور معین وقت میں متعین مراکز کے اندر جمع ہو کر اس شان سے امتحان دیتے ہیں کہ ایک ہی پرچۂ سوالات، ایک ہی وقت میں پورے ملک کے طلبہ کے ہاتھوں میں پہنچتا ہے اور جس کی ہوا بھی بجز رجسٹرار امتحان اور گمنام ممتحن کے اور کسی کو نہیں لگتی حتی کہ ہر مرکز کا ناظم امتحان بھی اس وقت پرچہ کو دیکھ پاتا ہے جب کہ سارے ملک میں وہ پرچہ طلبہ کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہوتا ہے کیونکہ پرچہ ہائے سوالات کے لفافہ کی سیل وہ طلبہ کو دکھا کر توڑتا ہے۔ امتحان کے ناظم ونگران اجنبی اور دیانت دار علماء ہوتے ہیں جن سے کسی ناجائز مراعات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، نہ اپنے مدرسے کا کوئی مدرس یا استاذ امتحان گاہ میں نظر آتا ہے نہ ہی خواہ جس کی طرف اعانت کے لیے نگاہ اٹھ سکے، آخر طالب علم تو کلا علی اللہ ذاتی استعداد وقابلیت سے ہی پرچہ حل کرتے ہیں۔ امتحان کا مقررہ وقت ختم ہوتے ہی پورے ملک کے طلبہ سے تمام مراکز میں جوابات کی کاپیاں لے لی جاتی ہیں اور طلبہ کے سامنے ہی ناظم

امتحان تمام کاپیوں کے بنڈل کو سیل کر کے اسی وقت دفتر وفاق کو رجسٹری کر دیتا ہے اور اس طرح جوابات کی کاپیاں بھی کسی تصرف وتبدیلی کے امکان کے بغیر مرکزی دفتر وفاق کو پہنچ جاتی ہیں، مرکزی ناظم امتحان فورا کاپیوں کی جانچ پڑتال کرتا ہے کہ اگر ممانعت کے باوجود کسی طالب علم نے عمدا یا سہوا اپنا نام، رول نمبر یا اور کوئی ایسی علامت جس سے اس کا پرچہ پہچانا جا سکے، لکھ دیا ہوتا ہے تو اس پر سیاہی پھیر کر اس طرح مٹا دیتا ہے کہ پتہ ہی نہ چل سکے اور جلد از جلد اصلی رول نمبر اور نام وغیرہ کی چٹ کاپی سے الگ کر کے فرضی رول نمبر کاپی پر ڈال کر اسے ایسا بے نام ونشان بنا دیتا ہے کہ بجز نمبر بدلنے والے ذمہ دار امتحان کے اور کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ کس طالب علم یا کس مدرسہ کے طالب علم کی کاپی ہے۔ غرض اسی طرح تمام مرکزوں سے آئی ہوئی کاپیوں کے رول نمبر بدل کر اور خلط ملط کر کے بنڈل بنا کے جلد از جلد ممتحن کے پاس بذریعہ ڈاک رجسٹر پارسل بھیج دیتا ہے، اب ممتحن بھی بالفرض اگر کسی خاص طالب علم یا کسی خاص مدرسہ کے طالب علموں کی کاپیاں نکالنا چاہے تو نہیں نکال سکتا لہٰذا ممتحن وفاق کے مقرر کردہ واحد معیار پر تمام کاپیوں پر صرف طالب علم کی محنت واستعداد کے مطابق نمبر لگاتا ہے، غرض سوالات بنانے والا بھی ایک ہی شخص ہوتا ہے اور تمام کاپیوں پر نمبر لگانے والا بھی ایک ہی شخص ہوتا ہے، طلبہ کو کامیاب و ناکام قرار دے کر نتیجہ شائع کرنے والا بھی ایک ہی مرکز ہوتا ہے اور ملک کے تمام کامیاب طلبہ کو ان کی اہلیت کے مطابق سند فراغ دینے والا بھی ایک ہی مرکز ہوتا ہے۔

یہ ایسا مکمل نظام ہے کہ اس میں کسی خاص طالب علم یا کسی خاص مدرسہ کے ساتھ کسی بھی ناجائز مراعات کا امکان ہی باقی نہیں رہتا، اس کا ثبوت یہ ہے کہ بعض مشہور ومعروف اور چوٹی کے مدارس کے طلبہ میں سے اب تک کوئی اول نمبر نہیں آیا اور اکثر گمنام وغیر معروف مدارس کے طلبہ اول نمبر آتے رہے ہیں۔

وفاق کی آرزو اور جدوجہد یہ ہے کہ ایسا ہی مبارک ومسعود نظم اور اتحاد ملک کے تمام مدارس ومکاتب ملحقہ وفاق کے تمام شعبوں میں پیدا ہو جائے کہ تمام مدارس ومکاتب میں ایک ہی نصاب تعلیم ہو اور ایک ہی نظام تعلیم ہو، تمام ملک میں ایک ہی تاریخ کو مدرسے کھلیں، ایک ہی تاریخ کو بند ہوں، ایک ہی زمانے میں داخلے جاری ہوں، ایک ہی زمانے میں بند ہوں، ایک ہی دن تمام مدارس میں اسباق شروع ہوں، ایک ہی دن اسباق ختم ہوں، ایک ہی زمانے میں امتحان سہ ماہی ہو اور ایک ہی زمانے میں امتحان ششماہی ہو اور ایک ہی زمانے میں سالانہ امتحان ہو، امتحان کے نتائج بھی ایک ہی زمانے میں نکالے جائیں۔ ہر مدرسہ میں انتظامی اور تعلیمی قواعد وضوابط بھی ایک ہوں اور تمام مدارس کے اساتذہ وطلبہ یکساں طور پر ان کے پابند ہوں، ہر مدرسہ میں طلبہ کے داخل وخارج کے فارم بھی ایک ہوں رجسٹر ہائے حاضری ومدرسین بھی ایک ہی ہوں، ایک ہی قسم کے تصدیق نامے کے ذریعے طلبہ ایک مدرسے سے دوسرے مدرسے میں منتقل ہوں، ہر مدرسے کے مدرسین وطلبہ کے حقوق بھی یکساں متعین ہوں اور وہ یکساں طور پر ادا کیے جاتے ہوں، کوئی کسی پر زیادتی اور تعدی بھی نہ کر سکے اور کوئی کسی کے ساتھ ناجائز مراعات بھی نہ کر سکے۔ سب ایک ہی مقصد اللہ کے دین کی حفاظت اور اعداء دین کے حملوں سے اس کو بچانے کے لیے جمع ہوں، پڑھنے والے صرف اسی غرض کے لیے پڑھیں، پڑھانے والے پڑھائیں، انتظام کرنے والے اسی مقصدِ وحید کے لیے مدرسوں کا انتظام کریں اور مالی امداد کرنے والے اسی واحد غرض وغایت کے لیے امداد کریں۔

ملک کے تمام مدارس عربیہ اور مکاتب دینیہ اس یکجہتی، ہم آہنگی اور نظم وضبط کے بعد ''کے جسد واحد'' ایک ہوجائیں گے۔ اگر کوئی اندرونی یا بیرونی طاقت کسی بھی مدرسہ کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانا چاہے گی تو تمام مدارس ملحقہ اور ان کا مرکز وفاق پوری قوت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرکے اسے نقصان سے بچالیں گے۔ نیز مدارسِ عربیہ اور مکاتبِ دینیہ کا یہ منظم ومستحکم وفاق اتنی بڑی طاقت ہوگا کہ اس کے ہوتے ہوئے ان مدارس ومکاتب کے بقاوارتقاء کی راہ میں مشکلات پیدا کرنے والی لادینی طاقتوں کو ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی بھی ہمت نہ ہوگی اور جو کوئی طاغوتی طاقت اس وفاق سے ٹکرائے گی وہ خود پاش پاش ہوکر رہ جائے گی۔

موجودہ حالت انتشار وتشتت میں جو مدرسہ وفاق سے ملحق نہیں ہے، وہ اپنے کو یکہ وتنہا، بے یارومددگار اور یتیم ویسیر پاتا ہے۔ اگر کوئی ارضی یا سماوی آفت ومصیبت اس پر نازل ہوتی ہے تو اسے نہ صرف یہ کہ کوئی اپنا ہم جنس معاون ومددگار نظر نہیں آتا بلکہ وہ مدارس کی باہمی رقابت وہم چشمی کی وجہ سے ''شماتت ہمسایہ'' کے اندیشہ کی بنا پر اپنی مصیبت کو کسی پر ظاہر کرنا بھی نہیں چاہتا اور یکہ وتنہا مصیبت کا مقابلہ کرتا ہے۔ وفاق کی محکم تنظیم میں شامل ہونے کے بعد وہ تمام مدارس ملحقہ وفاق کو اپنا معاون ومددگار اور دست وبازو محسوس کرے گا اور وفاق کے آغوش کو آغوش مادر۔

دیکھیے وفاق کی محکم تنظیم نے محکمہ اوقاف کو یہ باور کرادیا کہ وفاق المدارس العربیہ کی تنظیم اس قدر محکم ومکمل ہے کہ اب تو محکمہ اوقاف کے لیے بھی اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ وفاق کی سندوں کو تسلیم کرکے اپنی ذمہ داری یعنی محکمہ اوقاف کے اداروں کے لیے مستند علماء مہیا کرنے کے مطالبے سے سبکدوش ہو۔

اگر وفاق نے اپنی تنظیم کے استحکام کو قوی سے قوی تر اور وسیع سے وسیع تر بنانے کی جدوجہد کو جاری رکھا اور دیوبندی مسلک کے تمام مدارس ومکاتب اس سے ملحق ہوگئے اور دیوبندی مکتب فکر کے تمام دینی اداروں کی نمائندگی اس کو حاصل ہوئی اور مدارس ملحقہ نے اس کی تنظیمی مساعی کو خلوص قلب کے ساتھ بارآور بنانے میں مکمل طور پر تعاون کیا...... نیز وفاق اپنے فارغ التحصیل کامل الاستعداد طلبہ کے لیے دینی خدمات کے ساتھ ساتھ ''باعزت معاشی زندگی'' بسر کرنے کے راستے پیدا کرنے میں بھی کامیاب ہوگیا تو پھر محکمہ اوقاف کے متوقع منصوبے کے تحت قائم ہونے والی اسلامی یونیورسٹی، عربی کالج اور اسکولوں کے متوازی نظام کا مقابلہ کرنے میں بھی ان شاء اللہ وفاق کامیاب ہوگا اور مدارس عربیہ کے اساتذہ اور فارغ التحصیل طلبہ کو ''مقناطیسی کشش'' سے بچائے گا اور یہ مدارس ومکاتب اپنی دینی آزادی وخودداری کو برقرار رکھتے ہوئے پہلے سے زیادہ آباد اور قال اللہ وقال الرسول (علیہ السلام) کے خالص دینی اور مقدس مشغلہ میں سرگرم رہیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ شانہ۔

(۲)......اس نصاب تعلیم، امتحانات میں باضابطگی قواعد وضوابط کی پابندی، مرکزی طاقت وفاق کی کڑی نگرانی کے بعد کسی بھی مہتمم، مدرس یا ممتحن کے لیے یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ اپنے شخصی تعلقات یا مصالح کی بنا پر کسی بھی نااہل طالب علم کو مدرسہ میں داخل یا امتحانات میں کامیاب کرا سکے۔ لہٰذا انشاء اللہ مدارس عربیہ ومکاتب دینیہ نااہل طلبہ کے وجود نامسعود سے پاک ہوجائیں گے، معیار تعلیم بلند سے بلندتر ہوسکے گا اور مدارس عربیہ سے حسب سابق جید علماء، کامل الفنون اساتذہ اور تقوی شعار رجال دین پیدا ہوسکیں گے اور ان مدارس کا عقم (بانجھ پن) ختم ہوجائے گا۔ انشاء اللہ جل شانہ۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ!

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے جس کا ازالہ ضروری ہے، وہ یہ کہ اب سے پچاس سال پہلے مدارس عربیہ کی کوئی اجتماعی تنظیم نہ تھی، نہ قواعد وضوابط تھے، نہ ان کی پابندی کا کوئی سوال، نہ یہ نظم وضبط تھا اور نہ نگرانی، پھر اس عہد میں ایسے ایسے فضلاء روزگار، جید علماء اور جامع العلوم والفنون مدرسین، محدثین، مفسرین، مفتیان، فقہاء، بلغاء، ادباء اور ماہرِ فن محققین جن کی مثال بھی تاریخ میں مشکل سے ملے گی ان ہی مدارس عربیہ سے کیسے پیدا ہو گئے، نہ کوئی تصنیف وتالیف کا ادارہ تھا، نہ مشق وتحریر وتقریر کا اہتمام، نہ تکمیل وتخصص کے درجے تھے، نہ قراءت وتجوید کے، نہ نصاب میں سیرت وتاریخ کی کتابیں داخل تھیں نہ جغرافیہ ومعلومات عامہ کی، اسکے باوجود ان ہی مدارس سے جن کو آج "عقیم" کہا جاتا ہے اور اسی نصاب تعلیم سے جن کو آج ناقص کہا جاتا ہے ایسے ایسے فخر روزگار مصنفین ومؤلفین، مضمون نگار وانشا پرداز، قضاۃ ومفتیین، قراء ومجودین، مورخین ومتخصصین علوم وفنون، ادباء وشعراء جن کے علم وہنر کے کارناموں بلکہ "شاہکاروں" کے آج کے علماء نہ صرف خوشہ چیں اور موائد فضل وہنر کے ریزہ چین ہیں بلکہ ان کے زندۂ جاوید علمی کاوشوں اور کارناموں پر فخر کرتے ہیں اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے پر ہم ناز کرتے ہیں ان ہی مدارس سے کیسے نکلے؟ ان ہی مدارس سے جو طلبہ فارغ التحصیل ہو کر نکلتے تھے وہ ہر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر فاضل اور کسی نہ کسی علم وفن کے ماہر ومتخصص ہوتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس "زریں عہد" اور مسعود زمانے میں طلبہ حقیقی معنی میں طالب علم تھے وہ اپنے ذاتی شوق اور فطری تقاضے کے تحت محض کسب فضل وکمال، تحصیل علم وہنر اور خدمت دین ومذہب، اعلاء کلمۃ الحق کی غرض سے علم حاصل کرتے تھے انہیں درس وتکرار اور مطالعہ کے سوا اور کسی بھی مشغلہ سے نہ صرف یہ کہ دلچسپی نہ ہوتی تھی بلکہ فرائض شرعیہ، قدر ضروری آرام کے بعد درس وتدریس اور مطالعہ وتکرار کے علاوہ کسی بھی مشغلہ میں مصروف ہونے کو اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے۔ اگر کسی دن استاذ سبق نہ پڑھا سکتا تو انہیں سخت تکلیف ہوتی، اگر بیمار ہو جاتا تو اس کی صحت کے لیے دعائیں مانگتے، غرض تحصیل علم وہنر کی راہ میں ایسی سخت ترین تکالیف برداشت کرتے کہ ان کے تصور سے بھی انسان "لرزہ براندام" ہو جائے اس کے باوجود ان کے دیوانہ وار شوق علم میں سر مو فرق نہ آتا، اساتذہ کی عقیدت ومحبت اس درجہ کہ ان کی ایسی ایسی خدمتیں کرتے زرخرید غلام بھی نہ کر پائیں، غرض وہ علم وہنر کے دیوانے ہوا کرتے تھے، ان کو نہ کسی ترغیب وتشویش کی ضرورت تھی نہ امتحان کی، نہ مطالعہ وتکرار کی نگرانی کی، وہ اگر کسی علم وفن میں ناقص ہوتے تو جب تک اس نقص کا ازالہ نہ کر لیتے آگے نہ بڑھتے، اگر کسی کتاب پر ایک مرتبہ پڑھ لینے سے حاوی نہ ہوتے تو دوبارہ اور سہ بارہ پڑھتے جب تک جملہ علوم وفنون رائجہ کی کتابیں اول سے آخر تک نہ پڑھ لیتے استاذ اور مدرسہ کو ہرگز نہ چھوڑتے اور سند وغیرہ لینے کا تو سوال ہی نہ تھا، ہاں استاذ کی خوشنودی اور اجازت کو سرمایۂ سعادت اور اہلیت وقابلیت کی اصلی سند سمجھتے تھے، استاذ بھی جب تک طالب علم کی اہمیت واستعداد سے مطمئن نہ ہوتے ہرگز اجازت نہ دیتے۔ مختصر یہ ہے کہ اس مبارک زمانے میں طالب علم، علم کو محض علم وکمال کے لیے حاصل کرتے اور استاذ بھی خدمت علم ودین کو اپنا اہم ترین فریضہ سمجھ کر محض اللہ کے لیے پڑھاتے تھے۔ بالفاظ دیگر علم بذاتِ خود مطلوب تھا، آلہ کار نہ تھا۔

اس کے برعکس اس زمانے میں ننانوے فیصد علم حاصل کرنے والے طلبہ علم کو اپنے دنیاوی اغراض و مقاصد کا آلہ کار بنانے کی غرض سے حاصل کررہے ہیں۔اس وقت عموماً طلبہ میں شوق وذوق اور والہانہ طلب کے بجائے علم وہنر سے فرار وگریز اور صرف امتحان میں کامیابی اور سند حاصل کرلینے کا جذبہ کارفرما ہے وہ سبق میں حاضر ہوتا ہے صرف غیر حاضری پر عقوبت کے ڈر سے،وہ سبق یاد کرتا ہے صرف استاد کی زدوکوب کے خوف سے،وہ تکرار ومطالعہ کرتا ہے صرف استاد کے وقتاً فوقتاً پوچھ بیٹھنے یا عبارت پڑھوالینے کے اندیشہ سے،وہ محنت و مشقت اٹھاتا ہے،راتوں کو نیند اپنے اوپر حرام کرتا ہے صرف اس یقین کی بناء پر کہ امتحان نہایت سخت ہے کامیابی کا معیار بہت بلند ہے۔اسی لیے اس کی تیاری شروع ہوتی ہے سفارشوں کی ہمہ رسانی،امتحان میں جائز وناجائز وسائل وذرائع کی جستجو سے،ناجائز مراعات کی تلاش وسعی سے،امتحان ختم ہوتے ہی وہ کوچہ نوردی کرتا ہے دیار ممتحن کی،ہر ممکن دباؤ ممتحن پر ڈالنے کی سرتوڑ کوشش کرتا ہے،غرض اسے سند چاہیے،خواہ وہ جائز ذرائع سے ملے خواہ ناجائز ذرائع سے،اگرچہ اس سند کی عبارت صحیح پڑھنے کی بھی اس میں اہلیت نہ ہو،اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ میں عالم صرف اس سند کے ہاتھ میں ہونے سے کہلاؤں گا،نوکری اس سند سے ملے گی،کتابوں کے پورا ہونے نہ ہونے کو،علوم ضروریہ میں استعداد کے ناقص ہونے یا نہ ہونے کو کون پوچھتا ہے جیسا کہ ہم حکومت کے امتحان ''فاضل عربی'' میں مشاہدہ کررہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ''رفع علم'' کا زمانہ ہے جو صادق مصدوق علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشاد گرامی کے مطابق ''علامات ساعت'' میں سے ہے،اس لیے اس پرآشوب،پرفتن زمانے میں علم ودین کو باقی ومحفوظ رکھا جاسکتا ہے صرف نظم وضبط کی سختیوں،مطالعہ وتکرار اور حاضری درس کی شدید ترین نگرانیوں سے،مدارس میں داخلہ اور جماعتوں کی ترقی کے قواعد کی سختی کے ساتھ پابندیوں سے،نصاب اور درجہ بندی کے لزوم والتزام سے،نااہل ونالائق طلبہ کے باب میں سفارشات ومراعات کی بیخ کنی اور درجہ بندی سے،کاہل وکام چور طالب علموں کے لیے عبرت ناک سزائیں جاری کرنے سے،اور سند فراغ ودستار فضیلت کے حصول کو نااہلوں اور نالائقوں کے لیے ناممکن بنادینے کی تدابیر پر پوری طرح پابندی کرنے سے،یہ ہیں ہمارے اس منحوس دور کے طلبہ،قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

اس لیے ارباب مدارس عربیہ ٹھنڈے دل سے اس ''تفاوتِ عہد'' اور انقلاب زمانہ پر غور فرمائیں...... ببیں تفاوت عہد از کجا است تابکجا......اور وفاق کے تجویز کردہ قواعد وضوابط اور ان کی مصالح وفوائد پر غور فرمائیں اور ان کو سمجھ کر صدق دل سے خود بھی ان کی پابندی کریں اور طلبہ ومدرسین کو بھی اس کی پابندی پر مجبور کریں کہ اس لادینی اور علم وہنر سے فرار کے دور میں علم ودین کی حفاظت اس کے بغیر نہیں ہوسکتی اور وفاق کی تنظیم کو حفاظت علم ودین کے فریضہ کی ادائیگی کی راہ میں ایک ''نعمت غیر مترقبہ'' سمجھیں،اس لیے کہ مدارس عربیہ کی تاریخ میں آپ کو اس کی مثال نہیں ملے گی اور جو مدارس اب تک وفاق سے ملحق نہیں ہوئے ہیں،ان کو بھی جلد از جلد اس جماعتی تنظیم میں شامل ہوجانا چاہیے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ ابی وامی کا فرمان ہے ''علیکم بالجماعة، ویداللہ علی الجماعة''

(۳)......اور یہ حقیقت تو موجودہ دور میں اس قدر قطعی اور یقینی طور پر مسلم ہے اور بحث سے بالاتر کہ زندگی کے کسی شعبے

میں مطمئن اور باعزت زندگی بسر کرنے کے لیے بقاء باہمی کے اصول پر جماعتی اتحاد وتنظیم از بس ضروری ہے اور یہ تنظیم جس قدر محکم اور ہمہ گیر ہوگی، اسی قدر آفات ومصائب سے تحفظ اور ترقی وکامرانی کی زیادہ ضامن ہوگی۔ آج کے دور میں انفرادی طاقت کتنی ہی قوی کیوں نہ ہو، بقاوتحفظ کے بارے میں قطعاً نا قابل اعتماد ہی نہیں بلکہ ناکام ہے۔ آج طاقت، اجتماعی طاقت اور محکم تنظیم کا دوسرا نام ہے، یہی وجہ ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں کام کرنے والوں کی یونینیں اور سوسائٹیاں نہ ہوں۔ اسی عالم گیر اصول کے تحت مدارس عربیہ اور مکاتب دینیہ کا بھی فرض ہے کہ ہر مدرسہ اگر چہ وہ اپنے وسائل وذرائع اور اثر ورسوخ کے اعتبار سے کتنا ہی ''مستغنی اور بے نیاز'' کیوں نہ ہو، اسے بھی اپنی ''انفرادیت'' کو ختم کر کے اور کسی محکم جماعتی تنظیم میں شامل ہو کر اپنے نہ سہی اپنے ہم مسلک مدرسوں کے بقاوتحفظ اور مفاد کی خاطر اس تنظیم کو زیادہ سے زیادہ قوی اور محکم بنانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تعاونوا علی البر والتقویٰ۔

وفاق المدارس العربیہ، مدارس عربیہ اور مکاتب دینیہ کی ایسی بے مثل اور محکم تنظیم اور اجتماعی طاقت ہے کہ نہ مدارس ومکاتب کی گزشتہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے اور نہ زمانہ حال میں کوئی اس کا ثانی ہے اور نہ ان شاء اللہ آئندہ زمانے میں کوئی اجتماعی تنظیم اس کی حریف بن سکے گی، بشرطیکہ وفاق اور اس سے ملحق مدارس اپنی تنظیم کو کامیاب اور قوی تر بنانے اور کم از کم دیوبندی مسلک کے غیر ملحق مدارس کو وفاق میں شامل کرنے کے لیے خلوص قلب کے ساتھ مشغول رہے۔ وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

مدرسہ، مسلمانوں کی بہترین تعلیم گاہ

میری تحقیقات کے نتائج یہ ہیں کہ یہاں (دارالعلوم دیوبند) کے لوگ تعلیم یافتہ، نیک چلن اور نہایت سلیم الطبع ہیں اور کوئی ضروری فن ایسا نہیں جو یہاں پڑھایا نہ جاتا ہو، جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں صرف کر کے ہوتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپے میں کر رہا ہے۔ مسلمانوں کے لئے اس سے بہتر کوئی تعلیم گاہ نہیں ہوسکتی اور میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی غیر مسلمان بھی یہاں تعلیم پائے تو نفع سے خالی نہیں۔ انگلستان میں اندھوں کا اسکول سنا تھا، مگر یہاں آنکھوں سے دیکھا، دو اندھے تحریر اقلیدس کی شکلیں کف دست پر اس طرح ثبت کرتے ہیں کہ باید وشاید!

مجھے افسوس ہے کہ آج ''سر ولیم میور'' موجود نہیں ہیں، ورنہ بکمالِ ذوق وشوق اس مدرسہ کو دیکھتے اور طلبہ کو انعامات دیتے۔

(ایک انگریز جان پومر کی مشاہداتی رپورٹ، ماہنامہ الرشید ساہیوال، تاریخ دارالعلوم نمبر)

حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ
سابق صدر: وفاق المدارس العربیہ

[۲۴-۲۵/اکتوبر ۱۹۶۰ء کو جامعہ خیر المدارس ملتان میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں مختلف امور زیرِ بحث وزیرِ غور آئے۔ اس موقع پر اُس وقت کے صدرِ وفاق حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ نے اجلاس کے افتتاح میں ایمان افروز تقریر ارشاد فرمائی، جس سے وفاق کی ضرورت و اہمیت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے، ذیل میں وہ تقریر پیش کی جارہی ہے جس کا ایک ایک حرف قیمتی اور آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ مرتب]

علماء کا مقام

علمائے کرام! وفاق المدارس کی اہمیت آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہے، یہاں مقصودِ گزارش صرف یاد دہانی ہے، آپ جانتے ہیں کہ علماء کا مقام کیا ہے، یہ یقینی بات ہے کہ پوری امت کی تعداد اس وقت دنیا میں ستر کروڑ ہے، ستر کروڑ امت کا عنصر علمائے کرام ہیں، پوری ملت ایک شخصیت کا وجود تصور کریں اور علماء اس کا دل، جیسے کہ ایک شخص کے لئے تمام مدار دل پر ہے اور شخصی زندگی کے فرائض دل ادا کر رہا ہے، اسی طرح پوری ملت کے متعلق فرائض علمائے دین کے ذمے ہیں، چاہے کوئی اسے مانے یا نہ مانے، اس سے کوئی بحث نہیں، خالق کائنات کے ہاں یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے، پھر اس کی کیا ضرورت کہ دنیا اسے تسلیم کرے یا نہ کرے۔

ملت کے دو اجزاء ہیں: ﴿يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات والله بما تعملون خبير﴾ اللہ تعالیٰ نے تقسیم ثنائی کر دی، مومن اور غیر مومن یعنی شریف اور رذیل، مومن شریف اور غیر مومن رذیل، پھر مومن عالم اور غیر مومن عالم، پوری انسانیت میں مومن کا مقام بلند ہے اور پوری ملت میں علماء کا مقام۔

جیسے کہ جسم کے فساد و صلاح کا دار و مدار دل پر ہے، اسی طرح فسادِ ملت اور اصلاحِ ملت کا مدار علمائے کرام پر، پوری ملت کی نجات اور تباہی ان کے ہاتھ میں ہے، پھر دنیا کے ہر گوشے میں علماء موجود ہیں، مگر یہ فخر نہیں اظہارِ حقیقت ہے کہ علماء اسلام میں ہندو پاکستان کے علماء کا جو مقام ہے، باقی دنیا کے علماء کو وہ مقام حاصل نہیں، علم کے اعتبار سے بھی اور عمل کے اعتبار سے بھی۔

ایک مغربی سیاح نے لکھا ہے کہ جتنا اسلام میں نے یہاں دیکھا ہے اور کہیں نہیں دیکھا، یہاں تک کہ عرب میں بھی نہیں، جہاں سے چشمۂ اسلام پھوٹا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں علماء کی تعداد بہت زیادہ ہے، حق گوئی، خلوص اور للّٰہیت جتنی یہاں زیادہ ہے اور کہیں نہیں، پس پوری ملت اسلامیہ کے لئے علماء بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

اب اہمیت کے بعد مؤثریت ہے، کوئی چیز جس قدر اہم ہی کیوں نہ ہو جب وہ مؤثر نہیں تو بے فائدہ ہے، مثلاً روپیہ کو لیجئے،

روپیہ کس قدر اہم ہے، لیکن جب اس سے پیٹ نہ بھر سکے تو بے کار ہے، خداوند تعالیٰ کے ارشادات، تاریخ، عقل ودرایت اور تجربہ کے لحاظ سے علماء بہت اہمیت رکھتے ہیں، مگر اثر نہ ہو تو یہ اہمیت بے کار ہے اور اثر تنظیم سے پیدا ہوتا ہے، قوت اتحاد سے اور ضعف انتشار سے ہے، یہ ایک کائناتی مسئلہ ہے، یہ کائنات سوت کے منتشر تار تھے لیکن مادی ذرائع سے جب ان میں اتحاد پیدا کیا گیا تو انسان یعنی اشرف المخلوقات کے لئے محتاج الیہ بنا، یہ تار قابل انتفاع اتحاد سے ہوئے، پس انتشار میں ضعف اور اتحاد میں قوت ہے، اللہ تعالیٰ طاقت ور ہے، واحد ہے، اس لیے تجلی وحدت وہاں ہوئی ہے، جہاں اتحاد سے وحدت پیدا ہوئی ہو۔

اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وحدت اللہ کی صفت ہے اور جہاں صفت وحدت کی تجلی ہوتی ہے اور ایک منتشر قوم مظہر وحدت بن جاتی ہے تو اللہ کی اس صفت وحدت کے طفیل اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

زندہ ہر کثرت زِ بندِ وحدت است　　　وحدت مسلم زرین فطرت است

علماء کی اہمیت پہلے ہی سے مسلمہ ہے، اب مؤثریت وفاق کے ذریعے پیدا کی جاسکتی ہے، کائناتِ خیر وشر میں اس وقت شر کے عناصر منظم ہو چکے ہیں اور منظم شر کا مقابلہ منظم خیر کے ذریعے ہوسکتا ہے، علماء کے ہاتھ میں قرآن وسنت ہے، مقابل مغربی تہذیب ہے جو سراسر جہل ورسم اور ہوا وہوس پر مبنی ہے، اس وقت شر پوری قوت کے ساتھ الحاد وزندقہ کی صورت میں مقابل ہے۔

حق کی طاقت

موجودہ دنیا میں صرف دو مذہب ہیں: اسلام اور مغربیت۔ باقی یہودیت، نصرانیت، ہندو، سکھ وغیرہ اب نہیں رہے، قومتیں ہیں، کیونکہ مذہب لائحہ عمل اور مخصوص تہذیب وتمدن کا نام ہے جس پر زندگی گامزن ہے، اس لحاظ سے دنیا میں اسلام اور مغربیت دو شاہراہیں ہیں، پہلی شاہراہ حق اور دوم باطل، دونوں میں ٹکر ہے، دنیا کے اکھاڑے میں بھی دو پہلوان مقابل ہیں، اسلام اور مغربیت، مغربیت کی پشت پر سیاست ہے، دولت ہے اور مضبوط پروپیگنڈہ ہے، اسلام کی پشت پر چند غریب اور بے سروسامان علماء، اب عظیم شر کو منتشر خیر سے شکست نہیں دی جاسکتی ہے، عظیم شر کے مقابلے کے لئے اگر خیر کا اتحاد ہو تو ہم کبھی ہراساں نہیں ہوں گے، آخری فتح ہماری ہے، کیونکہ ہمارے پاس حق ہے، صداقت ہے اور مدار تمام تر آخر نتیجہ پر ہے، حق روشنی ہے، روشنی اگر قلیل ہو تو شر کی تاریکی کو شکست دینے کے لئے کافی ہے۔

حضرت تھانوی نے ایک مثال دی ہے کہ روشنی چاہے کتنی کم سے کم ہو لیکن ہزاروں گز تاریکی کو شکست دینے کے لئے کافی ہے، تاریکی پوری قوت اور ساز وسامان کے ساتھ چھائی ہوئی ہوتی ہے، جہاں ہاتھ دکھائی نہیں دیتا، لیکن ماچس کی ایک معمولی جھلک سے تاریکی یکلخت بھاگ جاتی ہے، یہی حال حق اور باطل کا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ علماء میں استقلال ہو، اتحاد ہو، اگر نہ ہو تو اس کا نتیجہ اہل حق کی بربادی ہے، حق حق ہے، چاہے کوئی مانے یا نہ مانے، موتی موتی ہے، چاہے عرش میں ہو یا مٹی میں ہو اور گوبر گوبر ہے، چاہے وہ نوٹوں کے بنڈلوں میں اور کمخواب کے رومالوں میں لپٹا ہوا کیوں نہ ہو۔

اسلام اور ملائیت

اس وقت پوری کائنات کی مصروفیت اور جدوجہد پیٹ کے لئے ہے، پیٹ کیا ہے، پانچ روپے کی چیز، اس میں ڈالی ایک آنے کی نکال دی، اب ایک آنہ قیمت بھی نہیں رہی، کیونکہ امریکن کھاد سے اس کی قیمت گر گئی، مغرب کی تموجات سے ہمارا نظریہ

وہ نہیں رہا جو اسلام کا تھا، ہمیں اندیشہ ہے کہ یہاں اسلام کی وہی حالت ہوجائے گی جو مصر وترکی میں ہوئی، مصر میں محمد علی پاشا اور ترکی میں کمال اتاترک کے زمانے میں جو حالت تھی، وہی حالت ۱۹۴۷ء کے بعد ہماری ہے، جب ان دونوں نے آزادی کی فضا میں سانس لیا اور ترقی کی سوجھی تو مغرب کی طرف سے پہلی وحی نازل ہوئی کہ اسلامی شعار کو ختم کردو کیونکہ اسباب تذلیل، اسلام اور ملائیت ہے، جس قدر انہیں جلد ختم کیا جائے گا جلد ترقی ہوگی، چنانچہ ان دونوں کی پہلی ضرب دینی سرچشموں یعنی مدارس اسلامیہ پر پڑی، مصر وترکی کا اس بارے میں نظریہ ایک تھا، مگر مصر کے علماء ہوشیار تھے، مدارس اسلامیہ کی جڑیں مضبوط تھیں اور وہ ایک تنظیم میں پروئے ہوئے تھے، اس لئے وہاں کے مدارس بچ گئے اور اسلام کسی نہ کسی طریقہ میں قائم رہا، لیکن ترکی میں اگرچہ مدارس کی تعداد بہت زیادہ تھی، مگر وہ غیر منظم تھے، ان میں تنظیم نہ تھی، جب معمولی ضرب لگی تو مدارس فنا ہوگئے، اب وہاں دس طلباء علم دین کے نہیں ملتے، وہ اسلامی کرنیں مغربیت کی تاریکی میں ڈوب گئیں۔

اتحاد ووفاق کی برکت

پاکستان میں بھی یہی خطرہ درپیش ہے، اس لیے وفاق کی تشکیل وقت کا اہم تقاضا ہے، وفاق نے اس ایک سال کے قلیل عرصہ میں ۱۵۰ مدارس کو ایک رشتہ میں منسلک کردیا، چند ماہ قبل حکومت کی طرف سے حکم ہوا کہ مدارس عربیہ تعداد، املاک اور اوقاف کے متعلق پوری رپورٹ حکومت کو پیش کریں، چنانچہ بہت قلیل وقت میں وفاق نے قانونی مشیر مہیا کر کے جوابات کا سلیقہ اور طرزِ جواب قانونی نقطہ نگاہ سے مرتب کر کے فارم چھپوائے اور تمام مدارس کو بھیجے، جس سے مدارس کو بے حد سہولت ہوئی اور جوابات بھی ایک قسم کے آئے۔

ثنائی نصاب تعلیم

دوسری بات یہ ہے کہ تعلیم میں دین ودنیا کی تفریق مغرب کی لعنت ہے، دینی نصاب حکمرانی اور درویشی کا جامع ہے، اسلام میں دین ودنیا جدا نہیں، اسلام کے سب سے پہلے مدرسے میں ۷۰ طلبہ تھے جو اصحاب صفہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، اس مدرسے میں صرف مبلغ اور ائمہ مساجد پیدا نہیں کئے جاتے تھے، بلکہ وہاں کے فارغین ایک طرف مبلغ تھے تو دوسری طرف جہاد کی کمان بھی ان کے سپرد کی جاتی تھی، چنانچہ جنگ تبوک میں تمام اصحاب صفہ شامل تھے، صرف ایک عبداللہ ذوالبجادینؓ رہ گئے جنہوں نے تمنا کی، پھر انہیں بھی جنگ پر روانہ کیا گیا۔ انہی حضرات نے مسجد کو بھی سنبھالا اور حکومت کو بھی، مسٹر آرنلڈ کا قول ہے کہ دنیا کے سب سے بہترین سپہ سالار خالد بن ولیدؓ تھے اور تاریخ انسانیت کا سب سے بڑا مدبر حضرت عمر فاروقؓ تھے۔

ہمارا موجودہ نصاب بھی دین اور دنیا پر مشتمل ہے، مگر اس کا وہ حصہ جو وقت کے معاملات سے متعلق ہے، اس میں تبدیلی کی ضرورت ہے، اس لیے وفاق نے نصاب میں تبدیلی کردی، کیونکہ دین کی راہ میں مشکلات ماضی میں کم تھیں، مگر مستقبل میں زیادہ ہیں، اس لیے وفاق کی ضرورت بھی اشد ہے۔ مجھے امید ہے کہ پاکستان کے علماء حق اور مہتممین ومتعلقین مدارس عربیہ وقت کی اس اہم ضرورت پر توجہ مبذول فرما کر وفاق کو مضبوط سے مضبوط اور زیادہ مؤثر بنانے میں کوشش فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کی مساعی جمیلہ میں برکت عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ
بانی: دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

[آج مدارس اسلامیہ تاریخ کے نازک ترین موڑ سے گزر رہے ہیں، دینی حلقوں میں بے چینی اور اضطراب کی لہر دوڑ رہی ہے۔ استعماری طاقتیں آئے روز مراکز اسلامیہ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔ کئی سال قبل جامعہ خیرالمدارس ملتان میں وفاق المدارس العربیہ کے ایک اجلاس میں یادگارِ اسلاف شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب (فاضل وسابق مدرس دارالعلوم دیوبند وبانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) نے مدارس کے دفاع کے سلسلہ میں یادگار خطاب فرمایا تھا۔ ابتلاوآزمائش کے اس دور میں اس خطاب کی افادیت آج بھی ماضی کی طرح مسلم محسوس ہوتی ہے۔ اسی امید پر یہ خطاب قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ مرتب]

صدر محترم واکابرین اور بزرگوں نے آپ کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور یہ حقیقت ہے کہ اس وقت حکومت کا جو ارادہ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ دین کا استحصال کرے، کارخانوں کا، زمینوں کا استحصال کرلیا، اب وہ دین کو بھی اپنی لونڈی بنانا چاہتے ہیں۔ جیسے اکبر نے دین کے نام سے لادینی تحریک چلائی، بالکل یہی مقصد ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ ہمارے ملک میں انگریز کے ساتھ اصل جہاد علماء نے کیا، ہزاروں علماء پھانسی کے تختے پر لٹکائے گئے بڑے مقدس لوگ شہید ہوئے، لیکن اس کے نتیجہ میں عیسائیت اس ملک میں قدم جمانے کی سعی میں کامیاب نہ ہوئی۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے جہاد کے ان مرحلوں کے بعد دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ ایک استاد ملا محمود اور شاگرد محمود (جو آگے چل کر شیخ الہند بنے) نے انار کے درخت کے نیچے بیٹھ کر علم کی شمع روشن کی، اور انگریز نے تشدد سے کام لیا ۵۷ء کے جہاد میں...... اس کے بعد سرسید نے علی گڑھ کی بنیاد رکھی اور بے شمار مشن بھی یورپ سے تبلیغ کے لیے آتے رہے، مگر اسلام ان تمام مخالفتوں اور آلات حرب وضرب کے باوجود باقی ہے۔ یہ دارالعلوم دیوبند اور اس زمانے کے دیگر مدارس عربیہ کی برکت تھی۔

حکومت یہ سمجھتی ہے کہ اس ملک میں جب تک یہ مدارس ہوں گے، اس کی شاطرانہ چالوں کو قطعاً غلبہ نہیں ہوسکتا۔ ایوب خان جیسے جابر حاکم نے جب دین میں مداخلت کی، عائلی قوانین، آرڈیننس کے ذریعہ نافذ کیے، تو اس موجودہ وزیراعظم (بھٹو) نے اس کو مشورہ دیا تھا کہ جتنے مولوی ہیں، ان کو پکڑ کر سولی پر چڑھا دو، محمد ایوب خان نے اس دور میں کسی سے کہا تھا کہ ہم ایک دارالعلوم دیوبند کا واویلا کرتے تھے، اب تو پاکستان میں مولویوں نے گھر گھر میں دارالعلوم بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ دین کی حفاظت فرماتے

ہیں﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون﴾لیکن وہ ہمارا امتحان بھی لینا چاہتے ہیں کہ ان کی ہمتیں کتنی ہیں، بس یہ ہمارا امتحان ہے﴿وان تتولوا یستبدل قوما غیر کم ثم لا یکونوا امثالکم﴾

بخارا و سمرقند کے زوال کا ایک سبب

اگر ہم نے اس وقت سستی کی، کچھ پرواہ نہ کی تو بخارا جیسا انجام ہوسکتا ہے۔ بخارا پر علماء طلبہ کا غلبہ تھا مگر غفلت کا یہ حال کہ چند طلبہ ناچ گانے کے لیے رنڈیاں لاتے ہیں، وہ گاتی ہوئیں اشعار میں کہتی ہیں ''نفس بتو بخشیدم'' نکاح، طلاق تو جدل اور ہزل دونوں سے ہو جاتا ہے، ایک طالب علم کو یہ نکتہ سوجھا اور اٹھ کر جواب میں ناچتے ہوئے کہنے لگا ''قبول کردم''، ''قبول کردم'' پھر اس پر نکاح کا دعویٰ کیا اور نکاح ہو گیا...... یہ ایک جھلک ہے اس دور کے غفلتوں کی۔

جس وقت تاتاریوں نے حملہ کیا، عالم اسلام پر تو شوافع اور احناف کے باہمی جھگڑے اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ ایک شافعی المسلک حاکم وقت کے سامنے حنفی نماز پڑھا تا ہے تکبیر کی جگہ ''خدائے تعالیٰ بزرگ است'' کہہ کر کھڑا ہوا پھر جلدی جلدی زمین پر ٹھونگے مارے بیٹھ کر کہا ''یہ ہے حنفی نماز''...... پھر ایک حنفی شخص نے منی سے جسم اور کپڑوں کو پلید کیا اور اس حالت میں نماز پڑھ کر کہا یہ ہے ''شوافع کی نماز'' اور اسالۂ دم کی وجہ سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا، یہ حالت تھی ایک دوسرے کی توہین و تذلیل کی تو دشمن نے قبضہ کیا۔ کہتے ہیں کہ دریائے دجلہ کتابوں سے بھر گیا اور پانی سیاہی بن گیا، عرصہ تک بغداد کی گلیوں میں مسلمانوں کا خون بہتا رہا۔ اس وقت ہم میں بھی کوتاہیاں ہیں لیکن آج ہم اس ارادے سے جمع ہوئے کہ کہ ان حالات کا ایمانی قوت سے مقابلہ کرکے رہیں۔

ترقی کا راز

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا:﴿اجبار الجاهلية و خوار فی الاسلام﴾ دین کے ایک مسئلہ نے جھنڈا دیا، وہ میں واپس نہیں لے سکتا، یہ فوج اب ضرور جائے گی، اس سنت کا احیا ہوگا، اگر درندے آکر مدینے میں ہماری ہڈیاں کیوں نوچنے نہ لگیں، مگر دشمن پر لشکر کشی ہوگی، آج تو ہم فوری اور ہنگامی طور پر یہاں جمع ہوگئے، لیکن یہاں سے اٹھنے کے بعد پھر اپنے کاموں میں لگ گئے تو ناکام ہوں گے۔ کامیابی تب ہوگی کہ دل و جان سے تہیہ کرلیں۔ اتفاق قائم رکھیں، اپنے فروعی اختلافات اور شکر رنجیوں کو بالائے طاق رکھیں، یہ نہ سوچیں کہ صدارت اور نظامت ملی یا نہیں، یا نام آیا نہ آیا، ان تمام چیزوں کو چھوڑ کر جسد واحد کی طرح ایک مٹھی ہونا ہے، اگر کراچی کے کسی مدرسہ پر حملہ ہو تو سب اس کے لیے اٹھ کھڑے ہوں، اگر ہم اس راہ میں جیل جانے، گولی کھانے، تختہ دار پر چڑھنے کے لیے تیار ہوں گے، تب فریضہ ادا ہوگا۔ حضرت ابوبکر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم، ایک سنت کی تعمیل کے لیے اس بات پر تیار ہیں کہ درندے ہماری ہڈیاں بھی نوچ لیں تو کوئی بات نہیں، تو ان مدارس میں تو کل دین ہے تو صدق دل سے اللہ کے ساتھ معاہدہ کرکے تیار ہوں اور تیاری کریں، انگریز اسی وجہ سے صدیوں میں دین کو ختم نہیں کرسکا۔

ہمیں مت چھیڑو

پاکستان میں ۲۶، ۲۷ سال سے مختلف حکومتیں آئیں، قیام پاکستان کے بعد ایک وزیر تعلیم سے کسی نے پوچھا کہ

آپ کے ہاں دینی تعلیم کا منصوبہ کیا ہوگا؟ اس نے کہا تم کس دینی تعلیم کو سوچ رہے ہو، ہاں ہم یہاں یورپ سے اور از ہر سے علماء لائیں گے اور ایسے علماء تیار کریں گے۔ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا آزاد جیسے علماء کے شاگرد نہیں۔ ہم یہ تہیہ کیوں نہ کریں کہ ہمیں دین کا تحفظ ہر حالت میں کرنا ہے اور دین کے لیے مرمٹنے والے ہی تیار کرنے ہیں۔ حکومتوں کی پیش کش ٹھکرائیں گے۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ ہم سے امداد لے لو، ہم دیں گے مگر ہم جھونپڑی نشینوں کا جواب ہونا چاہیے کہ ہمیں مت چھیڑو، ہم ایک پیسہ لینے کے لیے تیار نہیں۔ آپ سب حضرات علماء اور مہتمین ہیں، اللہ تعالیٰ دین کا محافظ بنائے مگر ہماری غلطیوں، کوتاہیوں کی وجہ سے امتحان سر پر آ گیا ہے، یہاں ہم انابت الی اللہ کے ساتھ توبہ تائب ہوں کہ جتنا بھی ہو سکے گا ،جان و مال کی قربانی سے دریغ نہیں ہوگا، مناسب ہے کہ چند اہل الرائے کی کمیٹی ہو جو مناسب تجاویز عشاء کے بعد عصر کے بعد سوچ لے تاکہ طریق کار واضح اور منقح ہو۔

ملا کا احسانِ عظیم

لو سے جھلسی ہوئی گرم دوپہروں میں، خس کی ٹٹیاں لگا کر پنکھوں کے نیچے بیٹھنے والے یہ بھول گئے کہ محلے کی مسجد میں ظہر کی اذان ہر روز عین وقت پر اپنے آپ کس طرح ہوتی رہتی ہے؟ کڑکڑاتے ہوئے جاڑوں میں نرم و گرم لحافوں میں لپٹے ہوئے اجسام کو اس بات پر کبھی حیرت نہ ہوئی کہ اتنی صبح منہ اندھیرے اٹھ کر فجر کی اذان اس قدر پابندی سے کون دے جاتا ہے؟......دن ہو یا رات، آندھی ہو یا طوفان، امن ہو یا فساد، دور ہو یا نزدیک، ہر زمانے میں شہر شہر، گلی گلی، قریہ قریہ، چھوٹی بڑی، کچی پکی مسجدیں اسی ایک ملا کے دم سے آباد تھیں جو خیرات کے ٹکڑوں پر مدرسوں میں پڑھا تا تھا اور در بدر کی ٹھوکریں کھا کر گھر بار سے دور کہیں اللہ کے کسی گھر میں سر چھپا کر بیٹھ رہا تھا، اس کی پشت پر نہ کوئی تنظیم تھی نہ کوئی فنڈ تھا، نہ کوئی تحریک تھی، اپنوں کی بے اعتنائی، بے گانوں کی مخاصمت، ماحول کی بے حسی اور معاشرے کی کج ادائی کے باوجود اس نے نہ اپنی وضع قطع کو بدلا اور نہ اپنے لباس کی مخصوص وردی کو چھوڑا، اپنی استعداد اور دوسروں کی توفیق کے مطابق اس نے کہیں دین کا شعلہ، کہیں دین کی شمع، کہیں دین کی چنگاری روشن رکھی، یہ ملا ہی کا فیض تھا کہ کہیں کام کے مسلمان، کہیں نام کے مسلمان، کہیں محض نصف نام کے مسلمان ثابت و سالم و برقرار ہیں۔ برصغیر کے مسلمان ملا کے اس احسان عظیم سے کسی طرح سبکدوش نہیں ہو سکتے جس نے کسی نہ کسی طرح ان کے تشخص کی بنیاد کو ہر دور اور ہر زمانے میں قائم رکھا۔

(قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، ص: ۲۳۹ تا ۲۴۱)

مدارس — ایک تربیت گاہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ
بانی دارالعلوم کراچی

[۴/۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۳، ۲۴ستمبر ۱۹۶۳ء، جامعہ خیر المدارس میں مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ (نائب صدر وفاق المدارس) کی درخواست پر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ نے افتتاحی خطاب فرمایا، جس کے بارے میں مولانا بنوریؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے اپنی بصیرت افروز افتتاحی تقریر میں نمائندگان مدارس ملحقہ وفاق کو خوش آمدید کہنے کے بعد مذکورہ ذیل اہم ترین امور کی جانب توجہ دلائی اور انتہا درجہ محتاط و بیدار رہنے کی نصیحت فرمائی"...... یہ خطاب نذر قارئین ہے۔ مرتب]

تعلیم دین کا مقصد

آپ حضرات کو مدارس دینیہ قائم و جاری کر لینے کے بعد اس حقیقت کو ہرگز فراموش یا نظروں سے اوجھل نہ کرنا چاہیے کہ تعلیم دین کا اصلی مقصد اپنے اور اپنے طلبہ کے اخلاق و اعمال کی اصلاح وتزکیہ ہے اور صدور و قلوب کو معرفت، خشیت الٰہی کے انوار سے معمور و منور کرنا ہے۔ نیز آپ کو زمانہ تعلیم وتدریس میں اتباع سنت نبویہ علی صاحبہا السلام والتحیہ اور اسوۂ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علماً وعملاً قابل تقلید نمونہ بن کر زندگی بسر کرنا ہے تاکہ آپ کے طلبہ وتلامذہ بھی آپ کو دیکھ کر اسی صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگ کر اور صحیح معنی میں وراثت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حامل بن کر مدرسوں سے نکلیں اور خیر امۃ کا مصداق بنیں اور علماً وعملاً ہدایت خلق اللہ اور اعلاء کلمۃ الحق کا مقدس فریضہ ادا کر سکیں۔ بالفاظ دیگر تربیت تعلیم سے بدرجہا زیادہ ضروری بلکہ مقصد اعلیٰ ہے۔

دینی کام میں کوتاہی

کسی بھی دینی کام اور مذہبی خدمت ادا کرنے میں کسی بھی اعتبار سے کمی یا کوتاہی کرنا تطفیف ہے اور ایسے مقصرین، ویل للمطففین کا مصداق ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک شخص کو جلدی جلدی بغیر تعدیل ارکان کی رعایت کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو نماز کے بعد اس سے فرمایا لقد طففت فی الصلوٰۃ اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی عبادت یا دینی کام میں کمی یا کوتاہی تطفیف ہے اور ایسے کرنے والے مطففین ہیں۔ اس لئے مدرسِ مدرسہ ہوں یا مہتمم و ملازمین مدرسہ انہیں بغیر کسی نگرانی کے محض خدا کے خوف سے اور ویل للمطففین کے مصداق بننے کے اندیشہ کی وجہ سے مفوضہ خدمت کا کمیت اور کیفیت دونوں کے اعتبار سے

پورا پورا حق ادا کرنا چاہیے۔ مدرسین اسباق کا مطالعہ وتیاری کماحقہ کر کے صحیح وقت پر مدرسہ میں آئیں اور پوری محنت اور جانفشانی سے سبق کا حق ادا کر کے پڑھائیں، اسی طرح مہتممین وملازمین اپنے اپنے کام اور مفوضہ خدمت کو پورے طور پر انجام دیں اور کسی پہلو سے بھی ذرہ برابر کوتاہی روا نہ رکھیں ورنہ آخرت میں مسئول وماخوذ ہوں گے۔

مدارس کے لیے صدقات وزکوۃ کا مصرف

مہتممین مدارس کو خاص طور پر مدرسہ کی زکوۃ وصدقات کی آمدنیوں کے خرچ کرنے کے بارے میں انتہا درجہ محتاط رہنا چاہیے۔ اول تو کوشش کرنی چاہیے کہ ان آمدنیوں کو مدرسہ کے اور باقی غیر زکاتی مصارف مثلاً مدرسین وملازمین کی تنخواہیں، خرید کتب، وسامان تعمیر وغیرہ مصارف میں خرچ ہی نہ کریں۔ بلکہ ان مصارف کو امدادی رقوم اور چندوں سے پورا کریں اور انتہائی کفایت شعاری سے کام لیں اور اگر عندالاضطرار زکوۃ وصدقات کی رقوم کو ان مصارف میں خرچ کرنے پر مجبور ہی ہو جائیں تو تملیک ضرور کیا کریں۔ یہ تملیک اگر چہ ایک ناپسندیدہ حیلہ ہے اور ہمارے اکابر نے اس سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے مگر اسی کے ساتھ عندالاضطرار ''اکل میتہ'' کی طرح اسکی اجازت بھی ہے۔ اس لئے کہ تبدل ملک سے حکم بدل جاتا ہے ''لك صدقة و لنا هدية'' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی اس کی واضح دلیل ہے۔ جو لوگ تملیک کے بغیر زکوۃ وصدقات کو فی سبیل اللہ کی تاویل کے تحت اپنے خیال کے مطابق ہر دینی مصرف میں صرف کرتے ہیں وہ عنداللہ وعندالناس چند در چند کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں:

اولاً: امانت میں خیانت: اس لئے کہ زکوۃ وصدقات کے دینے والے صرف زکوۃ وصدقات کے مصرف میں خرچ کرنے کیلئے دیتے ہیں۔

ثانیاً: تصرف فی مال الغیر بدون اذنہ، جو بجائے خود ایک وکیل کے لیے ناجائز وحرام ہے۔

ثالثاً: اکل حرام: کہ خود بھی مال حرام کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھلاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ و ایاکم عنها۔

اس لیے یاد رکھیے کہ فی سبیل اللہ کی تاویل محض فریب نفس اور شیطانی دھوکہ ہے اور زکوۃ میں تملیک مستحق شرط ہے۔ اس کے بغیر نہ زکوۃ دینے والے کی زکواۃ ادا ہوگی اور نہ غیر مستحقین کیلئے اس کا کھانا جائز ہوگا، اور نہ مدرسین وملازمین کی تنخواہیں ادا ہوں گی، اور تمام مدرسہ اور اس کے کارکن حرام خوری، خیانت اور غصب حقوق کی لعنت میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اس لیے مہتممین کا فرض ہے کہ زکوۃ وصدقات کا ایک پیسہ بھی تملیک کے بغیر غیر زکاتی مصرف میں ہرگز ہرگز خرچ نہ کریں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے ان بصیرت افروز، عبرت آموز انتہائی اہم اور ضروری امور پر ارباب مدارس کو متوجہ فرمانے کے بعد دعائے خیر پر اپنی افتتاحی تقریر ختم فرمائی۔

وفاق المدارس کو مستحکم بنانے کی ضرورت

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ
سابق نائب صدر وفاق المدارس

[وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ مطابق ۶ راکتوبر ۱۹۶۴ء، بروز سہ شنبہ زیر صدارت حضرت مولانا خیر محمد صاحب بمقام خیر المدارس ملتان منعقد ہوا۔اس میں حضرت بنوریؒ نے جو خطاب فرمایا، وہ نذر قارئین ہے۔مرتب]

گذشتہ سو سال میں اجراء مدارس و مکاتب کا واحد مقصد دین کی حفاظت رہا تھا۔لیکن اس صدی میں ارباب مدارس کی توجہ دنیوی اغراض و مقاصد کی طرف ہوگئی ہے۔اسی وجہ سے حفاظت علم و دین کے اصلی مقاصد میں اضمحلال اور اسی کے ساتھ مدارس کے نظام تعلیم میں ابتری پیدا ہوتی چلی گئی۔اللہ تعالیٰ نے ان مفاسد کے ازالہ، اور اصلاح مدارس دینیہ کیلئے صالح قلوب میں مدارس عربیہ کی تنظیم کا احساس پیدا فرمایا، اور انہیں حضرات کی مساعی کے نتیجہ میں وفاق المدارس العربیہ منصۂ شہود پر آیا، اور مدارس عربیہ کی بے راہ روی کو دور کرنے کی صورت فی الجملہ پیدا ہوگئی۔لیکن سر دست یہ وفاق کی تنظیم صرف ایک جسم ہے، اس میں روح ڈالنا مدارس ملحقہ کے سربراہوں کا کام ہے، ہم سب کو چاہیے کہ ہم ان مدارس سے ایسے صالح علماء پیدا کرنے کیلئے متحد ہو جائیں، جن کا خاص وصف ایمان و اخلاص اور اہلیت و استعداد صحیح ہو۔خدمت و حفاظت دین کا کامل جذبہ اور ولولہ ان میں کارفرما ہو۔اسی مقصد کیلئے وفاق کی رہنمائی میں نصاب تعلیم اور نظام تعلیم میں اصلاح کی غرض سے مفید ''قواعد و ضوابط'' بنانے اور انکی پابندی کرنے پر ہم خالصاً لوجہ اللہ متحد ہو جائیں اور پوری تندہی کے ساتھ کام کریں۔مدارس عربیہ کا یہ اتحاد و تنظیم فی نفسہ وفاق کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔شوریٰ کا یہ سالانہ اجلاس و اجتماع بجائے خود بے شمار برکات و ثمرات کا منبع ہے۔لوگوں کو اس پر شدید حیرت ہے کہ مدارس اور علماء میں بھی کبھی اتحاد ہو سکتا ہے؟ یہ پونے دو صد مدرسے کیسے متحد ہو گئے۔

وقت کے ایک اہم ترین فتنہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ اب عہد حاضر کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ حکومت ان مدارس عربیہ کو نقصان پہنچانے یا ختم کرنے کیلئے اسلامی یونیورسٹی اور اس کے تحت مدارس کا اجراء کر رہی ہے تاکہ گراں بہا تنخواہوں، وظیفوں اور سرکاری امدادوں کی طمع دلا کر لائق اساتذہ و طلبہ اور مدارس کو اپنی طرف کھینچ لے اور آہستہ آہستہ آزاد دینی درسگاہوں کا وجود آپ ہی آپ ختم ہو جائے، یہ وقت انتہائی آزمائش کا ہے۔اگر مدارس عربیہ اور ان کے اساتذہ و طلبہ میں ایمان و اخلاص، اور خدمت و حفاظت دین کا صحیح جذبہ موجود ہوگا تب تو اس آزمائش میں ہم سب کامیاب ہونگے، اور آزاد مدارس عربیہ اور مکاتب دینیہ کا وجود باقی و محفوظ رہ سکے گا، ورنہ حب مال و جاہ اور طلب دنیا کی قربان گاہ پر ''خاکم بدہن'' یہ مدارس قربان ہو جائیں گے اور اس کا تمام تر بار آپ کی گردن پر ہوگا۔اس لئے بھی ہمیں اس وفاق کی تنظیم کو زیادہ سے زیادہ باروح، باعمل اور محکم سے محکم تر بنانا چاہیے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین ۔

وفاق المدارس — مقصد، اہمیت

حضرت مولانا مفتی محمودؒ

[حضرت مولانا مفتی محمودؒ صاحب وفاق المدارس کے اٹھارہ سال تک ناظم اعلیٰ رہے ہیں۔ انھوں نے ابتدائی زمانے میں وفاق المدارس کو منظم بنانے کے لیے انتھک مساعی اور نا قابل فراموش خدمات انجام دیں۔ بعد میں وہ سیاست کے میدان میں نکلے لیکن وفاق المدارس سے تعلق برقرار رہا، انھوں نے وفاق المدارس کے مختلف اجلاسوں میں جو گفتگو اور خطابات ارشاد فرمائے ہیں ان میں سے بعض کے اقتباسات نذر قائین ہیں۔ مرتب]

وفاق کا اصل مقصد

ہم دو سال کے بعد شوریٰ کے اجلاس میں آئے ہیں۔ وفاق کا اصل مقصد یہ تھا کہ بہترین نمونے کے رجالِ کار، مستعد و مخلص اور راسخ فی العلم علماء پیدا کیے جائیں۔ تنظیم برائے وفاق اور نصاب تعلیم کے مسائل ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ اصل مسئلہ نظام تعلیم ہے۔ ہمارا عام نظام تعلیم کسی طرح درست نہیں۔ اگر نظام تعلیم کی اصلاح ہوجائے تو مقصد حل ہوسکتا ہے۔ عام مدارس میں نظام تعلیم نا قابل تسلی تجربہ ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ نظام تعلیم کی اصلاح کی جائے اور مدارس کے معیار کو بلند کیا جائے۔

اس کے بعد آپ نے صدر وفاق کا استعفیٰ پڑھ کر سنایا اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مدارس عربیہ اسلام کی تاریخ میں یہ پسندیدہ اور کامیاب موقع ہے کہ مدارس عربیہ کی تنظیم عمل میں آئی، اور یہ وفاق کے کارکنان اور مدارس عربیہ کے سر ہے۔ وفاق کی طاقت کا اندازہ حکومت کے بعض سرکاری محکموں سے خصوصاً محکمہ اوقاف اور محکمہ تعلیم سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے بعد حضرت مولانا محمد علی جالندھری صاحب اور مولانا مفتی سیاح الدین صاحب نے بھی بحث میں حصہ لیا، اور فیصلہ ہوا کہ وفاق کی تنظیم بہر حال ضروری ہے۔ (اجلاس مجلس شوریٰ، ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ، ۱۹۶۸ء، بمقام خیر المدارس ملتان)

وفاق کی دوبارہ فعالیت پر غور

حضرت مفتی محمود صاحب نے تفصیل کے ساتھ مجلس شوریٰ کے اجلاس میں وفاق المدارس کے قیام اور اس کی غرض و غایت بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ وفاق المدارس کا قیام حکومت وقت کی جانب سے کسی خطرہ کے پیش نظر نہیں تھا بلکہ مدارس دینیہ میں جدید طرز کا نظام تعلیم بلند تر معیار تعلیم تھا۔ مفتی صاحب نے بعض مدارس دینیہ کے خلاف الزام بھی عائد کیا کہ اکثر جگہ طلبا نے نقلیں لگائی تھیں اور اس کا ثبوت بھی موجود ہے جو انتہائی افسوس ناک ہے۔ نیز اکثر مدارس نے وفاق کی فیس تک ادا نہ کی اور وفاق

المدارس کی جانب سے مقرر کردہ ممتحن اور محاسب وغیرہ کے ساتھ تعاون نہیں فرمایا۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ امتداد زمانہ سے محفوظ رکھنے اور تعلیمی معیار بلند تر کرنے کے لئے خالصتاً اخلاص اور دینی جذبہ کی ضرورت ہے۔ آؤ آج دوٹوک فیصلہ کریں کہ آیا اسے بطور ایک فعال اور مستعد جماعت کے زندہ رہنا ہے یا اسے ختم کرنا ہے۔

(اجلاس مجلس شوری، ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ، ۳۰ مئی ۱۹۷۳ء، بمقام قاسم العلوم ملتان)

مساجد و مدارس کا آزادانہ نظام

کنونشن کے داعی مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے دینی مدارس و مساجد کی آزادانہ حیثیت کی اہمیت اور رضا کارانہ نظام کے پس منظر پر روشنی ڈالی اور کہا کہ مدارس و مساجد کا یہ آزادانہ ورضا کارانہ نظام اسی وقت قائم کیا گیا تھا جب فرنگی کی مسلسل سازشوں کی وجہ سے یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ شاید اس خطہ زمین میں اسلامی علوم کے تحفظ اور ترویج کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔ چنانچہ بیدار مغز علماء نے دیندار مسلمانوں کے تعاون سے ایسے نظام کی داغ بیل ڈالی جس کے تحت پورے برصغیر میں دینی مدارس کا جال پھیلا دیا گیا، اور علماء کرام نے دینی علوم اور اسلامی اقدار وروایات کی اس قدر حفاظت کی کہ جو خلا انگریز پیدا کرنا چاہتا تھا، علماء نے عوام کو وہ خلاء زیادہ محسوس نہیں ہونے دیا اور دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ سیاسی اور مذہبی تسلسل قائم رکھا۔

مفتی صاحب نے کہا کہ انگریز تو ہمارے دینی تشخص اور اسلامی علوم وروایات کو مٹانے کے درپے تھا، اس لیے اس کے دور میں رضا کارانہ نظام کی ضرورت محسوس ہوئی۔ لیکن پاکستان کے قیام کے بعد یہ چاہیے تھا کہ حکومت خود پورے ملک میں دینی تعلیم کا انتظام کرتی، مگر حکومتوں نے ایسا نہ کیا، جس کی وجہ سے ضرورت پڑی کہ اس رضا کارانہ نظام کو پہلے کی طرح باقی رکھا جائے۔ چنانچہ علماء کرام نے فرنگی دور حکومت کی طرح پاکستان میں بھی دینی مدارس اور مساجد کی آزادانہ حیثیت کو برقرار رکھا اور آج تک اسی جذبہ کے ساتھ قرآن وحدیث کی اشاعت وتعلیم کا مقدس فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ نے کہا کہ سابق حکومتوں سے ہمیں یہ گلہ تھا کہ انہوں نے اسلامی علوم کی ترویج وتعلیم کے لیے کچھ نہ کیا، لیکن موجودہ حکومت سے ڈبل شکوہ ہے کہ وہ اسلامی علوم کی تعلیم وترویج میں دلچسپی لینا تو کجا اس مقصد کے قائم موجودہ نظام کو بھی سبوتاژ کرنا چاہتی ہے، اور اسی نے مدارس و مساجد کی آزادی کو غصب کرنے کا بتدریج پروگرام اس لیے بنایا ہے کہ ان دینی مدارس سے جو لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں، وہ اپنے ٹھوس دینی ذہن کی وجہ سے خلافِ اسلام باتوں کو قبول نہیں کرتے، بلکہ حکومت کے غیر اسلامی اقدامات پر تنقید کرتے ہیں۔ حکومت اس ذہن کو کنٹرول کرنا چاہتی ہے تا کہ اس کی من مانیوں اور غیر اسلامی حرکات کے خلاف بلند ہونے والی اس مضبوط آواز کا گلا گھونٹ دیا جائے۔

مفتی محمود صاحب نے فرمایا کہ حکومت اگر یہ سوچتی ہے کہ مدارس و مساجد پر قبضہ سے دینی تعلیم کو ختم کیا جا سکتا ہے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے، کیونکہ مدارس عمارتوں کا نام نہیں بلکہ استاد اور شاگرد کے باہم مل بیٹھنے کا نام ہے۔ اس لیے اگر حکومت مدارس کی عمارتوں پر قبضہ کر بھی لے تو کوئی بنیادی فرق نہیں پڑتا ہے۔ ہم درختوں کے نیچے پڑھائیں گے، اپنے گھروں میں طلبہ کو پڑھائیں گے، کھلے میدانوں میں پڑھائیں گے۔ جہاں بھی استاد اور شاگرد آپس میں مل بیٹھ کر تعلیم کا سلسلہ جاری رکھیں گے وہی ہمارا مدرسہ

ہوگا۔ آخر ہماری زبانوں کو قال اللہ اور قال الرسول کی تعلیم دینے سے تو کوئی نہیں روک سکتا ہے۔ قرآن وحدیث کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے، اور ان علوم مقدسہ کی تعلیم بہر حال جاری رہے گی۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ مجھے اسلامی علوم کے مستقبل کے بارے میں کوئی خدشہ نہیں ہے۔ اور میں ان لوگوں کے اس خیال کو احمقانہ سمجھتا ہوں جو اپنے طور پر یہ طے کئے بیٹھے ہیں کہ مدارس ومساجد پر قبضہ کرنے کے بعد ہم اس ملک میں دینی ذہن کو اپنے کنٹرول میں کر سکیں گے، اور دینی علوم کی تعلیم وترویج کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔ البتہ صرف اس خیال سے کہ جن لوگوں نے علماء کرام پر اعتماد کر کے مساجد ومدارس کی تعمیر کے لیے رقوم صرف کی ہیں انہوں نے مساجد ومدارس کے نظام کے سلسلہ میں علماء کو چنا اور ان پر اعتماد کیا ہے، اس لیے یہ مساجد ومدارس علماء کے پاس عوام کی امانت ہیں، اور امانت کی حفاظت ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مساجد ومدارس کی حفاظت کریں گے اور انہیں ظالمانہ دسترس سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

آپ نے کہا کہ سرکاری تحویل میں آنے کے بعد صحیح معنوں میں دینی تعلیم کا سلسلہ جاری نہیں رہ سکتا۔ محض خانہ پُری ہوگی اور خلوص اور للہیت مفقود ہو جائے گی۔ اس کی عملی مثال ہمارے سامنے ہے کہ بہاولپور کے جامعہ اسلامیہ کو حکومت نے یونیورسٹی کا درجہ دیا ہے، اس پر کروڑوں روپیہ صرف ہو رہے ہیں لیکن یہ یونیورسٹی آج تک ملک کو کوئی قابل ذکر فاضل نہیں دے سکی۔ خود یونیورسٹی کے ایک استاذ نے مجھ سے ذکر کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم نے طلبہ کو سہولتیں دی ہیں، قابل ترین اساتذہ فراہم کئے ہیں اور بے پناہ روپیہ صرف کر رہے ہیں، پھر بھی طلبہ پڑھتے نہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ دراصل سرکاری ملازمت اور دیگر مراعات کی وجہ سے طلبہ کے دلوں میں اساتذہ کی حقیقت باقی نہ رہی، جس کی وجہ سے آپ کے ہاں تعلیم کے مثبت نتائج آپ کے سامنے نہیں آرہے۔

آپ نے کہا کہ حکمران گروہ اپنی من مانیوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بجا طور پر علماء کرام کو سمجھتا ہے، کیونکہ جب بھی حکومت نے غیر اسلامی قدم اٹھایا ہے، علماء نے ڈٹ کر اس کی مخالفت کی ہے، اور عوام کو اس کے غلط نتائج سے آگاہ کیا ہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت، عائلی قوانین کے خلاف علماء کی جدوجہد، خاندانی منصوبہ بندی کی تباہ کاریوں کے خلاف کلمہ حق، ۷۴ء کی تحریک ختم نبوت اور اب حقوق نسواں کمیٹی کی غیر اسلامی سفارشات کے خلاف ملک بھر میں علماء کا متفقہ احتجاج اس کا واضح ثبوت ہے۔ حکومت اس آواز کو ختم کرنا چاہتی ہے لیکن یہ آواز نہیں دبے گی اور علماء کرام ہر حال میں اعلاء کلمۃ الحق کا مقدس فریضہ ادا کرتے رہیں گے۔

مفتی صاحب نے گوجرانوالہ میں مسجد نور کی واگزاری کے لیے تحریک چلانے والے اور گرفتاریاں پیش کرنے والے نوجوانوں کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ ان نوجوانوں نے جبر وتشدد کے اس دور میں دین حق کی خاطر قربانی پیش کرنے کی روشن مثال قائم کی ہے۔ ہمیں ان نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اور اس مقدس جدوجہد میں ان کا بھرپور ساتھ دینا چاہیے۔

آپ نے کہا کہ گوجرانوالہ کی مسجد نور ومدرسہ نصرت العلوم کے علاوہ بنوں کے مدرسہ معراج العلوم، راولپنڈی کے جامعہ

رضویہ ضیاء العلوم اور دیگر مساجد ومدارس کو محکمہ اوقاف نے تحویل میں لینے کے نوٹس جاری کیے ہیں۔اس لیے آپ حضرات کو تکلیف دی گئی ہے کہ باہم مل بیٹھ کر اور سر جوڑ کر اس صورت حال کا جائزہ لیں اور کوئی ٹھوس لائحہ عمل اختیار کریں تا کہ ہم اپنے عظیم اسلاف کی علمی اور دینی وراثت کا حق ادا کر سکیں۔

(اجلاس مجلس شوری، ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ، ۱۰ نومبر ۱۹۷۶ء، بمقام جامعہ عثمانیہ راولپنڈی)

وفاق المدارس کے مقصد میں کامیابی، کیسے؟

کافی دنوں سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ وفاق المدارس کا اجلاس بلایا جائے اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا سانحہ ارتحال (۳ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء بروز پیر) کے بعد ان کی جگہ پر صدر کے انتخاب کے لیے یہ اجلاس اور بھی ضروری ہوگیا۔ایجنڈے کے مطابق کارروائی کی جائے گی، اس سے قبل چند باتیں جو بظاہر تلخ ہیں آپ کی خدمت میں رکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔وفاق المدارس کی تنظیم جس مقصد کے لیے قائم کی گئی تھی افسوس کہ اس میں ہم کو ابھی تک پوری طرح کامیابی نہ ہوسکی، ہمارے مقاصد میں اول بات یہ تھی کہ مستعد طلباء اور رجال کار پیدا ہوں۔مگر ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

آپ نے فرمایا کہ ہمارے نصاب میں کوئی خامی نہیں ہے۔حضرت مولانا گنگوہیؒ جیسے بزرگ واکابر آخر اسی نصاب اور اسی درس نظامی کے تو فارغ تھے۔اس لیے اس کو بدلنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور میں اس میں کسی طرح کی بھی کمی کرنے کے حق میں نہیں ہوں، البتہ زمانہ کے حالات کے مطابق اس میں اضافہ پر تو غور کیا جاسکتا ہے اور سب سے بڑی وجہ جو خامیوں کی ہے وہ یہ ہے کہ نظام تعلیم میں کمزوری ہے، نصاب تعلیم میں کوئی کمزوری نہیں ہے۔حضرت مفتی صاحب نے اس پر زور دیا کہ خامیوں کو دور کیا جائے اور قابل اساتذہ رکھے جائیں۔اس کے علاوہ اخلاص اور صحیح جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔اگر یہ دو باتیں ہو جائیں تو پھر ہم وفاق کے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔اور ان شاء اللہ اچھے مستعد طلباء اور رجال کار پیدا ہوں گے۔پھر آپ نے تفصیل سے ان خامیوں کو دہرایا جو وفاق کے ملحقہ مدارس میں پائی جاتی ہیں، مثلاً: قواعد کی پابندی نہ کرنا، فیس کے سلسلہ میں سالہا سال سے سستی کرنا اور وسطانی مدارس کا امتحان سے فرار کا راستہ اختیار کرنا۔یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ جس سے وفاق کے مقاصد کو بہت نقصان پہنچا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ وفاق کی یہ تنظیم سیاست سے الگ ہے اور الگ رہے گی، اس لیے ان حضرات کے لیے بھی اس میں شرکت کا دروازہ کھلا ہے جو سیاست سے دلچسپی نہیں رکھتے۔

(اجلاس مجلس شوری، ۷ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ، ۱۵ مئی ۱۹۷۸ء، بمقام قاسم العلوم ملتان)

☆......☆......☆

وفاق المدارس ـــــ مقصد اور ذمہ داری

حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ

[وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۷صفر ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۲/اکتوبر ۱۹۸۵ء، دار العلوم فیصل آباد میں منعقد ہوا۔ حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ صاحب جو شرکاء اجلاس کے میزبان تھے، انھوں نے درج ذیل خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ مرتب]

جناب صدر، معزز علماء کرام! میں سب سے پہلے آپ حضرات کو خوش آمدید کہتے ہوئے تہ دل سے ممنون ہوں کہ آپ حضرات نے دار العلوم فیصل آباد میں قدم رنجہ فرمایا۔ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اراکین کا بھی صمیم قلب کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے دار العلوم کو ملک بھر کے علماء کرام کی میزبانی کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔ بارگاہ رب العزت میں بھی شکر گزار ہوں جس کی طرف سے ہمیں ملک بھر کے وارثین خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی اور مدارات کی توفیق عطا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی آمد کو قبول فرمائیں اور آپ کی دینی خدمات میں ترقی عطا فرمائیں اور خیر کے اجتماعی کاموں میں ''تعاونوا علی البر والتقویٰ'' پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وفاق کا مقصد

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی یہ تنظیم جس کی میزبانی کا شرف دار العلوم فیصل آباد کو حاصل ہو رہا ہے، آج سے تقریباً ستائیس سال قبل ہمارے اکابر حضرات، عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری، حضرت مولانا شمس الحق افغانی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، حضرت مولانا محمد صادق، حضرت مولانا احتشام الحق، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا مفتی محمود رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر علماء کرام کی شبانہ روز مساعی سے وجود میں آئی، اس تنظیم کا اہم مقصد دینی مدارس کے نظام کی اصلاح اور علوم دینیہ کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ملک میں ایسے جید اور اصحابِ دعوت وعزیمت علماء کرام کی جماعت پیدا کرنا ہے جس سے امت کو زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی حاصل ہو سکے۔ اس حقیقت کو فخر کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے کہ یہ اکابرین نامساعد حالات اور مختلف موانع کے باوجود وفاق المدارس العربیہ کو خالصتاً دینی بنیادوں پر ایک مؤثر علمی تنظیم بنانے میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مشن کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کو ایک اہم مقصد کی حیثیت دی، ان کی مساعی کا ثمر آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ وفاق المداراس العربیہ پاکستان جس کے ساتھ ایک ہزار سے زائد دینی مدارس ملحق ہیں، جن کے امتحانات کا انعقاد، نصاب کی تیاری، نظم وضبط کی ذمہ داری، حکومتی امداد کے بغیر یہ تنظیم نباہ رہی ہے اور یہ تمام

تر کامیابی خدائے وحدہ لاشریک کے فضل وکرم اور بعدازاں اسلاف کے حسن نیت اور قربانیوں کا نتیجہ ہے۔آج یہ اسلاف ہم میں موجود نہیں، وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو نبھانے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ان کے بعد وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور دینی مدارس کے نظام کی ذمہ داری ہمارے ناتواں کندھوں پر ہے۔

تبلیغ دین اور دینی علوم کی ترویج واشاعت اور آئندہ نسلوں کی رہنمائی کے لیے جید علماء کرام کی تیاری کا فریضہ اب ہماری ذمہ داری ہے۔اگر ہم نے اپنے اس فریضہ میں غفلت برتی تو یہ علماء دیوبند کے مشن سے روگردانی ہوگی۔ ہماری اس لغزش کو شاید آئندہ نسلیں بھی معاف نہ کریں۔

ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالی نے ہمیں ان اکابرین سے وابستہ کیا جنہوں نے اتباع صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے ساتھ سلف صالحین پر مکمل اعتماد کو اپنے لیے دستور العمل کی حیثیت دی، اور اسلام کی سر بلندی، دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتعلم کی دنیا میں ان کی مجاہدانہ زندگیوں اور سرفروشانہ کارنامہ ہائے حیات سے رہنمائی حاصل کی۔تنظیم وفاق المدارس العربیہ بھی انہی خطوط پر چل کر ایک مؤثر ترین علمی حیثیت میں متعارف ہوئی اور آئندہ بھی اس کی کامیابی بلکہ وجود اسی پر موقوف ہے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان اس وقت مسلک علماء دیوبند کی علامت بن چکا ہے، ہم مدارس دینیہ اور مسلک دیوبند کے نمائندے یکجا اکھٹے ہیں، ہمارے جمع ہونے کا مقصد ''نشستند وخوردند وبرخاستند'' نہیں، بلکہ اس اجتماع کا مقصد وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مقاصد کی تکمیل اور مسلک دیوبند کی عظمت کو ترقی دینا ہے۔اس اجلاس کا مقصد اپنا محاسبہ ہے۔ہم سب کسی ایک بڑے یا چھوٹے دینی ادارے کے نمائندے ہیں۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان یا مسلک دیوبند ہم ہی سے عبارت ہے اور ہمارے اقوال وافعال کی نسبت دیوبند ہی کی طرف کی جاتی ہے، جس کا تقاضا ہے کہ ہمارا کوئی قول وفعل ایسا نہ ہو جس سے اکابر کی روایات اور تاریخ پر حرف آتا ہو۔یہ امر یقیناً باعث افسوس ہے کہ کچھ عرصہ سے ہم اپنے اسلاف کی روایات پر اس استقامت کے ساتھ قائم نہیں رہے جو علماء دیوبند کا طرۂ امتیاز اور حالات کا اہم ترین تقاضا ہے۔

اجتماعی مفادات کو ترجیح دینے کی ضرورت

محترم علماء کرام! اس گزارش کا مقصد کسی کی توہین یا تنقیص نہیں بلکہ اصلاحِ حال کی غرض سے اپنی کمزوری یا کوتاہی کا اعتراف ہے، جس میں ہم مبتلا ہیں۔ہمارے یہاں مل بیٹھنے کا مقصد ہی اپنی کمزوریوں کا تدافع اور کوتاہیوں کا تدارک ہے۔وفاق المدارس العربیہ پاکستان اس وقت وہ واحد تنظیم ہے جس کے اغراض ومقاصد پر ہم سب متفق ہیں اور ہم میں سے ہر شخص اس تنظیم کو زیادہ سے زیادہ فعال بنانے اور اس کو اپنے مقاصد میں کامیاب دیکھنے کا خواہش مند ہے۔یہ حقیقت ہے کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کامیابی مسلک کی کامیابی ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے اعمال کا محاسبہ کریں اور اپنے انفرادی اور ذاتی مفادات کے اجتماعی اور مسلکی مفادات سے تقابل کی صورت میں ہمیشہ وفاق کے اغراض ومقاصد کو ترجیح دیں، جو ہم سب کی مشترکہ متاع اور ہمارے مسلک کے تحفظ کی علامت ہے۔

محترم علماء! خدانخواستہ ہم اجتماعی مفادات پر انفرادی مفاد اور مسلکی ضرورت پر ذاتی ضرورت کو ترجیح دینے کے خود غرضانہ اصول پر عمل پیرا ہوئے تو مسلک کا ضعف کے علاوہ انتشار وافتراق اور تنزل سے بچنا ناممکن ہو جائے گا۔ آج دوسروں سے مدارس، علماء اور طلبہ کے اعتبار سے ہم اکثریت میں ہیں، مگر یہ عددی اکثریت حقیقی اکثریت میں اس وقت تک نہیں بدل سکتی جب تک ہم موجودہ رَوِش کو چھوڑ کر اسلاف واکابر کے طریقے کو نہیں اپناتے۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے مدارس میں وفاق کے مجوّزہ نصاب کو مکمل طور پر نافذ کریں، اس طرح خود بخود ہمارے مدارس میں درجہ بندی ہو جائے گی اور مدارس کے نظام وفاق المدارس کے تحت آجائیں گے۔

دوسری اہم بات: وفاق کے امتحانات میں مدارس کی شرکت ہے۔ یہ بات باعث افسوس ہے کہ ہم سب اپنے مدارس کو وفاق سے ملحق کہتے ہیں مگر اس کے امتحان میں شرکت نہیں کرتے۔ یہ ہمارے مدارس کی ایک کمزوری ہے جس کی وجہ سے بعض حلقوں کی طرف سے یہ آوازیں سننے میں آتی ہیں کہ مدارس عربیہ کسی مربوط نظام تعلیم کے حامل نہیں۔ آئندہ آپ خود فیصلہ کریں کہ جو مدارس وفاق کے امتحانات میں شریک نہ ہوں ان کے وفاق کے ساتھ الحاق کا کوئی جواز ہے؟

وفاق سے الحاق کی برکت

مجھے یہ بات کہتے ہوئے خوشی ہے کہ جب سے دار العلوم فیصل آباد نے وفاق سے الحاق کیا ہے۔ ہم نے وفاق کے قواعد کے تحت اس کے امتحانات میں شرکت کی، اور اس کے تمام قواعد کو مدرسہ کے قواعد پر فوقیت دی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ دار العلوم فیصل آباد ملک کے بڑے جامعات میں شمار ہونے لگا اور مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ ہماری تمام تر قوت وشوکت اور عظمت وسطوت وفاق سے الحاق اور اتحاد واتفاق میں مضمر ہے۔ ع:

موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

آیئے ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ ہم وفاق کے قواعد وضوابط پر پوری طرح عمل کریں گے۔ خداوند تعالیٰ ہم سب کے حامی وناصر ہوں۔
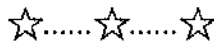
وفاق المدارس —— دینی مدارس کی اجتماعی قوت

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
سابق مہتمم جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

[۱۱/۱۲/۱۳ شعبان ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۴/۱۵/۱۶ جون ۱۹۸۱ء کو جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں وفاق المدارس کا اہم اجلاس ہوا، جس میں ملک بھر سے تقریباً ایک ہزار علمائے کرام نے شرکت کی، اجلاس کے میزبان اور رئیس جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ صاحب (رکن عاملہ وفاق) نے درج ذیل خطبہ استقبالیہ دیا۔ مرتب]

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد

بزرگان محترم ومعزز ضیوفِ کرام! وفاق المدارس العربیہ کے اس اہم ترین اجلاس کے مندوبین کی میزبانی کا شرف جامعۃ العلوم اسلامیہ کے خدام کو بخشا گیا ہے، اس لئے میں سب سے پہلے اپنے لائق احترام بزرگانِ ملت کا صمیم قلب سے خیر مقدم کرتا ہوں جنہوں نے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے وفاق المدارس العربیہ کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے محض اپنے فضل وعنایت سے علماء ومشائخ کی ایک بلند مرتبت جماعت کی خدمت موقع مہیا فرمایا۔ جامعۃ العلوم الا سلامیہ کے خدام اس سعادت پر جس قدر شکر بجالائیں کم ہے۔

کلاہ گوشہ دہقاں با آفتاب رسید — کہ سایہ بر سرش انداخت چوں تو سلطانے

بزرگان ملت! دین اسلام رہتی دنیا تک قائم ودائم رہنے کے لئے آیا ہے، اور بظاہر اسباب دین اسلام کی حفاظت وبقاء کا سب سے اہم اور قوی ترین ذریعہ علوم اسلامیہ کی حفاظت اور علوم نبوت کا احیاء ہے، اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون﴾ کا اعلان فرمایا کہ جہاں قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے وہاں ضمناً قرآن کریم کے تمام خادم علوم کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا ہے، اور چونکہ علوم کی بقا اہل علم کی بقاء پر منحصر ہے، اس لئے اس ارشاد ربانی میں اہل علم کی جماعت حقہ کی بقاء وحفاظت کا وعدہ بھی آجاتا ہے، گویا علماء امت قرآن کریم اور اس کے خادم علوم کے محافظ نہیں بلکہ حق شانہٗ ان علماء حقانی کا پاسبان ونگہبان ہے جو قرآن کریم اور اس کے متعلقہ علوم کے احیاء کو مقصد حیات بنا کر اس کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردینے کے لئے آمادہ ہوں، یہی وجہ ہے کہ جن اکابر امت نے قرآنی علوم کی خدمت کو اپنا شعار زندگی بنایا ان کے نام صدیاں گذر جانے پر بھی آفتاب وماہتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ ع: ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

بزرگان ملت! ہم اللّٰہ تعالیٰ کے اس انعام واحسان کا شکریہ بجالانے سے قاصر ہیں۔ ہم ان فقیرانِ بوریہ نشین کے وارث

ہیں جن کی حیاتِ طیبہ ﴿قل ان صلاتی ونسکی و محیا ی ومماتی لله رب العالمین﴾ کی زندہ جاوید تفسیر تھی۔

یہ دینی مدارس جن کی نمائندگی کا شرف آج ہمیں حاصل ہے، اس مدرسہ نبوت کے وارث ہیں جسے صفہ کے مقدس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ برصغیر پر جب انگریز طاغوت کا تسلط ہوا تو ایک طرف الناس علیٰ دین ملو کھم کے نفسیاتی اصول نے ویرانہ ہند میں اپنی کارفرمائی شروع کردی، اور لوگ انگریزی تہذیب وتمدن اور اباحیت والحاد کو موجب فخر سمجھنے لگے، دوسری طرف تعلیم جدید عزت ووقار اور شرف واعتبار کا معیار بن گئی، اور قوم کا رُخ دینی علوم سے لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کی طرف موڑ دیا گیا، تیسری طرف مسیحی مشینریوں نے اودھم مچایا، اور شاطران فرنگ نے پورے کے پورے ہندوستان کو دین مسیحی کے حلقہ بگوش بنانے کے منصوبے بنائے، اور تخویف اور تحریص اور طمع ولالچ کے تمام وسائل مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے استعمال ہونے لگے۔ ان پرآشوب حالات میں جب کشتیٔ ملت منجدھار میں تھی اور خطرات کے سیاہ بادل آفاق واقطار پر محیط تھے۔ چند فقیرانِ بے نوا نے بالہام ربانی ایک جدید اور منظّم شکل میں دینی مدارس کے قیام کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ اور ان کے رفقاء نے مدرسہ عربیہ دیوبند، مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور، اور مدرسہ شاہی مرادآباد کی بنیاد رکھی۔ رفتہ رفتہ یہ تحریک پورے ہندوستان میں پھیل گئی اور نہایت نامساعد حالات میں پورے ہندوستان میں دینی مدارس کا جال پھیلا دیا گیا۔

الحمدللہ آج دینی مدارس کا یہ الہامی نظام اصلها ثابت وفر عها فی السماء کا منظر پیش کررہا ہے اور برصغیر پاک وہند میں دین اور دین داری کا جو چرچا نظر آتا ہے، یہ اسی وعدہ الٰہیہ انـا نحن نزلنا الذكرو انالهٗ لحافظون ، کا ظہور اور ان فقیران خدامست کی قربانیوں کا ثمر شیریں ہے، فرحمهم الله رحمة و اسعة وجزاهم عنا وعن سائر المسلمين خيرالجزاء۔

بزرگانِ ملت ! آپ حضرات کو خوب معلوم ہے کہ تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے بعد بھی مذکورہ بالا صورت حال میں کوئی خاص تغیر نہیں آیا۔ اس حصہ ملک میں جو ہندوؤں کے حصہ میں آیا، اہل اسلام اور دینی علوم کے لئے ابتلاء کا نیا دور آیا، لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت ومدد شامل رہی، اس لئے علماء امت کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہیں آئی، بلکہ انہوں نے جوش اور نئے ولولہ سے دینی علوم کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا۔ الحمدللہ آج وہاں اسلام نہ صرف زندہ ہے بلکہ احیائے اسلام اور تحفظ علوم دینیہ میں ہندوستانی مسلمانوں کا قدم کسی بھی اسلامی ملک سے پیچھے نہیں ہے۔

ہمارے اس ملک میں دینی علوم کے لئے ابتلاء اس سے بھی زیادہ شدید تھا۔ جدید تعلیم نے دل ودماغ کو اس قدر مسحور کردیا تھا کہ دینی علوم کو رجعت پسندی کا نشان سمجھا جانے لگا، اور اہل علم اور اہل دین کو نظر استحقار سے دیکھا جانے لگا۔ دینی مدارس کے فضلاء پر نہ صرف معیشت کے دروازے بند تھے بلکہ معاشرہ میں ان کو ایک اچھوت اور گھٹیا درجے کی مخلوق تصور کیا جاتا تھا لیکن جن اکابر نے قل ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی لله رب العلمین کا عہد کیا تھا وہ شکستہ خاطر نہیں ہوئے۔ بلکہ انہوں نے ابنائے وطن اور اپنی قوم کے تمام ترطعن وتشنیع کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتے ہوئے دینی علوم کے احیاء کا فریضہ سنبھالا۔ الحمدللہ آج دین علوم کا یہ چمنستان سدابہار ہے۔

بزرگانِ ملت ! پاکستان میں دینی علوم اور دینی مدارس کے لئے جو خطرہ سب سے زیادہ سنگین تھا وہ یہ تھا کہ برسراقتدار طبقہ دینی مدارس کو اپنی تحویل میں لے کر ان کا رُخ دینی علوم سے عصری علوم کی طرف اس طرح موڑنا چاہتا تھا کہ یہ ادارے ناکارہ اور

اپاہج ہو جائیں اور اس طرح دینی علوم کی ان چٹانوں کو بھی تعلیم جدید کے سیلاب میں ڈبو دیا جائے۔ ان خطرات سے حفاظت اس کے بغیر ممکن نہیں تھی کہ دینی مدارس کو ایک اجتماعی قوت میں تبدیل کر دیا جائے۔ چنانچہ ۱۳۷۸ھ میں ''وفاق المدارس العربیہ'' کا ادارہ وجود میں آیا۔

بزرگانِ ملت! آپ ''وفاق المدارس العربیہ'' کی دعوت پر دینی مدارس کے مسائل و مشکلات اور ان کی ضروریات و تقاضوں پر غور کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔ زمانہ کی نظریں آپ کے تعاقب میں ہیں، اور وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ آپ اپنے بزرگان سلف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کیا فیصلے فرماتے ہیں۔ اس ضمن میں چند مختصر گذارشات پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا:

(۱)......وفاق المدارس العربیہ کی تنظیم کو زیادہ سے زیادہ مضبوط، مستحکم اور مؤثر بنانا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ اہل حق کا کوئی مدرسہ اس تنظیم سے الگ نہیں رہنا چاہیے۔ کیونکہ ''ید اللہ علی الجماعۃ'' فرمان نبوی ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت الشیخ البنوریؒ ''وفاق'' کی ضرورت، اس نظام کے استحکام کو نہایت ہی شدت کے ساتھ محسوس فرماتے تھے۔ جو کہ حضرت رحمہ اللہ کی تحریرات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ (حضرت کی تحریرات پر مشتمل ایک کتابچہ وفاق کے موجودہ اجلاس کے موقع پر شائع کر دیا گیا ہے)۔

(۲)......جیسا کہ اوپر کے اشارات میں عرض کیا گیا ہے۔ جب تک ہم اخلاص و دیانت، اور مسلک اہل حق سے مکمل وابستگی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہیں گے، حمایت خداوندی ہماری پاسبان ونگہبان رہے گی۔ دینی مدارس کو کسی بیرونی خطرے سے ہرگز نہیں گھبرانا چاہیے۔ البتہ جو چیز ہمارے لئے موجب خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ خدانخواستہ ہمارے اخلاص وللّٰہیت میں فرق، ہمارے پائے استقامت میں لغزش آجائے تو ہم حق تعالیٰ کی حفاظت ونگہبانی سے محروم ہو جائیں گے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

(۳)......دینی مدارس کسی طبقہ کے حریف نہیں بلکہ اہل اسلام کے لئے منبع خیر و برکت اور ان کے لئے مرشد و مربی ہیں۔ ان کی حیثیت اسی وقت تک رہ سکتی ہے جب کہ وہ ہر قسم کے سود وزیاں سے قطع نظر کرتے ہوئے دینی علوم کا تحفظ کریں۔ ان کو نہ دنیا کی کوئی ناپائیدار منفعت ان کے راستہ سے ہٹانے میں کامیاب ہو نہ تخویف وتہدید کی کوئی طاقت۔

(۴)......جہاں دینی مدارس میں باہمی یگانگت اور ربط و ضبط ضروری ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ دینی مدارس کو ایک مضبوط و مربوط نظام کے تحت چلایا جائے۔ مدارس میں اگر تعلیمی، انتظامی یا تربیتی خامیاں پائی جاتی ہوں تو ان کی اصلاح کی جائے اور اس کے لئے مخلصانہ مشورے دیے جائیں۔

(۵)......تعلیم کے علاوہ دعوت وتبلیغ، امت اسلامیہ کی راہنمائی، زائغین ومنحرفین کی اصلاح اور جدید فتنوں کا مقابلہ بھی علماء امت کی عظیم ترین ذمہ داری ہے۔ الحمدللہ! دینی مدارس کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جسے اہل حق نے مضبوطی کے ساتھ نہ سنبھال رکھا ہو۔ ان تمام امور پر مسلسل غور وفکر کرتے ہوئے باہمی مشوروں سے ایک دوسرے سے تعاون کرنا بہت ضروری ہے تاکہ دینی مساعی کے دائرہ کو زیادہ سے زیادہ وسیع اور مؤثر بنایا جا سکے، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دنیا و آخرت کی مسئولیت سے عہدہ برآ ہو سکیں۔

یہ چند گذارشات جو ''حکمت بلقماں آموختن'' کا مصداق ہیں، پیش کرتے ہوئے آخر میں ایک بار پھر اپنے عالی قدر اور عظیم المرتبت مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کی تشریف آوری پر کلمات تشکر بجالاتا ہوں۔ والحمد للہ اولاً و آخراً۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

وفاق المدارس......قدم بہ قدم

مفتی محمد ساجد میمن

☆......20 شعبان 1376ھ مطابق 22 مارچ 1957ء کو استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ کی زیر صدارت جامعہ خیر المدارس ملتان میں اکابر علماء دیوبند کے اجلاس میں حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ کی تحریک پر وفاق المدارس کے قیام کا فیصلہ ہوا اور چھ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس کے صدر حضرت مولانا خیر محمدؒ اور کنوینیر مولانا احتشام الحقؒ مقرر ہوئے۔

☆......اس کمیٹی کے چار اجلاس بالترتیب: پہلا اجلاس یکم مئی 1959ء کو دار العلوم اسلامیہ اشرف آباد ٹنڈو الہ یار......دوسرا اجلاس 7 ذیقعدہ 1378ھ مطابق 26 مئی 1959ء کو......تیسرا اجلاس 16، 17 ذوالحجہ 1378ھ مطابق 24، 25 جون 1959ء کو......اور چوتھا اور آخری اجلاس 13 ربیع الثانی 1379ھ مطابق 17 اکتوبر 1959ء کو منعقد ہوا۔ جس میں فیصلہ ہوا کہ ''کل 14 ربیع الثانی 1379ھ مطابق 18 اکتوبر 1959ء کو ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کی مجلس شوریٰ اس کے دستور کی منظوری دے گی۔

☆......تنظیمی کمیٹی کے فیصلے کے مطابق 14 ربیع الثانی 1379ھ مطابق 18 اکتوبر 1959ء کو وفاق کا قیام عمل میں آیا۔

☆......''وفاق'' کی مجلس شوریٰ کا پہلا اجلاس 14 ربیع الثانی 1379ھ مطابق 18 اکتوبر 1959ء کو جامعہ خیر المدارس ملتان میں منعقد ہوا۔

☆......مجلس شوریٰ کے پہلے اجلاس میں ''وفاق'' کا دستور منظور کیا گیا، سالانہ میزانیہ کی منظوری دی گئی اور ''تین سال کے لئے وفاق'' کے عہدیداران کا انتخاب کیا گیا۔ ''وفاق'' کے پہلے صدر حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ، نائب صدر اول حضرت مولانا خیر محمدؒ نائب صدر دوم حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمودؒ منتخب ہوئے جبکہ حضرت مولانا خیر محمدؒ اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی مشاورت سے حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہؒ کو ''وفاق'' کا پہلا خازن مقرر کیا گیا۔

☆......14 جمادی الاولیٰ 1379ھ مطابق 16 نومبر 1959ء کو منتخب عہدیداران کا پہلا اجلاس ہوا۔ جس میں خازن کے تعین کی توثیق کی گئی، دفتر اور ناظم دفتر کے تعین پر غور کیا گیا اور پہلی مجلس عاملہ نامزد کی گئی۔

☆......''وفاق'' کی پہلی نامزد مجلس عاملہ کا پہلا اجلاس 15، 16 جمادی الثانی 1379ھ مطابق 16، 17 دسمبر 1959ء کو منعقد

ہوا۔اس اجلاس میں ملحق مدارس کے لئے نصاب تعلیم مرتب کرنے کے لئے ایک نصاب کمیٹی تشکیل دی گئی اور ملحق مدارس کے لئے نصاب کا ابتدائی خاکہ تیار کیا گیا۔

☆......نصاب کمیٹی کا مجوزہ نصابِ تعلیم مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 20 شعبان المعظم 1379ھ مطابق 18 فروری 1960ء میں نصاب پیش ہوکر منظور ہوا۔

☆......حسب قرارداد مجلس عاملہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب صدر وفاق کی دعوت پر اکابر علماء و ماہرین تعلیم و تدریس مدارس عربیہ نے نصاب کمیٹی کے سہ روزہ اجلاس منعقدہ 30 ربیع الثانی تا 2 جمادی الاولیٰ 1383ھ مطابق 19 تا 21 ستمبر 1963ء ملتان میں شرکت فرمائی اور از سر نو حتمی نصاب تعلیم برائے مدارس ملحق وفاق مرتب فرمایا۔

☆......۱۵ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۶۳ء بمقام مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں دستور کی دفعہ نمبر ۴ میں ناظم کے ساتھ لفظ ''اعلیٰ'' کا اضافہ کرنے اور نائب ناظم سے ''نائب'' کا لفظ حذف کرنے کی ترمیم منظور کی گئی۔

☆......۶ ذی القعدہ ۱۳۸۲ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۶۳ء کے اجلاس میں باتفاق طے پایا کہ قواعد وضوابط برائے مدارس ملحقہ فوقانی و وسطانی طبع کرا کے شائع کئے جائیں۔

☆......مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 23 جمادی الاولیٰ 1396ھ مطابق 23 مئی 1974ء بمقام جامعہ قاسم العلوم ملتان میں تفصیلی غور وخوض کے بعد طے ہوا کہ ملحق مدارس کے ذمہ طے شدہ چندہ کے ساتھ دورہ حدیث کے امتحان پر فی طالب علم 15 روپے فیس لگا دی جائے، جس میں پانچ روپے سند فیس بھی شامل ہے۔اس طرح وفاق کے تحت طلبہ سے باقاعدہ امتحانی فیس وصول کرنے کا آغاز ہوا۔

☆......مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 15 جمادی الاخریٰ 1379ھ مطابق 16 دسمبر 1959ء بمقام جامعہ خیر المدارس، ''وفاق'' سے ملحق تمام فوقانی مدارس کے دورہ حدیث کا امتحان ''وفاق المداس'' کے تحت لینے کا فیصلہ کیا گیا۔اس طرح 1960ھ میں وفاق کے تحت دورہ حدیث بنین کا پہلا امتحان منعقد ہوا۔جس میں ملک بھر سے 231 طلبہ نے شرکت کی۔

☆......۲۱ محرم ۱۴۰۱ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۸۰ء بمقام جامعہ قاسم العلوم ملتان کے اجلاس میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کا ترتیب دیا ہوا مجوزہ ''مسودہ قانونی برائے مدارس عربیہ'' پر غور کیا گیا۔اجلاس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا ہے کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے اس مسودہ قانونی کو مسترد کیا جاتا ہے۔

☆......۷ نومبر ۱۹۸۲ء کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے اپنے ایک نوٹیفکیشن نمبر 80918ACAD128 کے تحت وفاق المدارس العربیہ کی شہادۃ العالمیہ کو ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم کرلیا اور اس کا عملی اطلاق تمام تعلیمی اداروں کے لیے ضروری قرار دیا گیا۔عالمیہ کے علاوہ عالیہ، ثانویہ خاصہ اور عامہ کی سندات بھی ایک دو پرچے کے امتحان کی شرط کے ساتھ بالترتیب بی اے، ایف اے اور میٹرک کے مساوی قرار دی گئی۔

☆......یکم جمادی الثانیہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۸۲ء بمقام دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ میں فیصلہ کیا گیا کہ ابتدائی مدارس کے درجات کا حفظ کا امتحان وفاق المدارس لیا کرے گا اور اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ فوقانی مدارس کے ذمہ یہ

لگایا جائے گا کہ وہ اپنے قریبی علاقوں کے مدارس کا امتحان لیں گے اور وفاق المدارس کامیاب حفاظ طلبہ کو سند حفظ جاری کرے گا۔

☆......سن۱۹۸۲ء مدارس البنات کا سردست وفاق سے الحاق کرنے کا فیصلہ ہوا۔

☆......۱۹۸۳ء سے درجات حفظ وتجوید کا امتحان وفاق کے تحت ہوا۔

☆......ثانویہ خاصہ بنین کا پہلا امتحان 1983ء میں ہوا جس میں 448 طلبہ شریک ہوئے۔

☆......ثانویہ عامہ بنین کا امتحان 1984ء میں ہوا جس میں 701 طلبہ نے شرکت کی۔

☆......درجہ عالیہ بنین کا پہلا امتحان 1985ء میں ہوا، جس میں 160 طلبہ شریک ہوئے۔

☆......14 ذیقعدہ 1408ھ مطابق 29 جون 1988ء کو بنات کا نصاب تعلیم مرتب کیا گیا۔

☆......۱۴۰۹ھ،۱۹۸۹ء سے وفاق المدارس العربیہ سے ملحق جامعات ومدارس کے درجہ متوسطہ کا سالانہ امتحان وفاق کے تحت منعقد ہوا۔

☆......جس کے مطابق پہلی مرتبہ 1990ء میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت طالبات کا ثانویہ عامہ کا امتحان منعقد ہوا۔

☆......۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۹۰ء بمقام دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان شعبان ۱۴۱۴ھ میں ثانویہ عامہ کے امتحان میں شرکت کیلئے متوسطہ کا امتحان لازمی قرار دیا گیا۔

☆......۱۹۹۱ء میں ملتان کے پُرسکون اور پوش علاقے میں وفاق کے لیے دفتر خریدا گیا۔

☆......۲۴ شوال ۱۴۱۳ھ/۱۷ اپریل ۱۹۹۳ء بمقام دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان کے اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ شعبان ۱۴۱۶ھ سے ہر درجہ کے طلبہ اس سے اگلے درجہ کا امتحان دو سال کے وقفہ کے بعد دیں گے۔

☆......خاصہ کا پہلا امتحان 1993ء میں اور درجہ عالیہ وعالمیہ کا امتحان 1994ء میں ہوا۔ مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ 9 جمادی الاخریٰ 1415ھ مطابق 14 نومبر 1994ء بمقام جامعہ اشرفیہ لاہور میں بنات کے لئے بھی تحتانی درجات کی اسناد کو لازمی قرار دے دیا۔ اس طرح 1994ء سے بنات کے امتحانات میں تسلسل قائم ہوا اور بنات کے چاروں درجات کا امتحان ''وفاق'' کے تحت ہونے لگا۔

☆......رجب المرجب 1421ھ، مطابقاً ۲۰۰۰ء مرتبہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان سہ ماہی ''وفاق المدارس'' شائع کیا گیا۔

☆......۱۲ رجب ۱۴۲۲ھ/ ۳۰ ستمبر ۲۰۰۱ء بمقام مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان، ملتان میں باتفاق رائے دستور میں ترمیم کی گئی۔

☆...... محرم الحرام 1425ھ سے ''سہ ماہی وفاق المدارس'' کی اشاعت بطور ماہنامہ شروع ہوئی۔

☆......1426ھ/2005ء سے ''وفاق'' کا مکمل دفتری نظام کمپیوٹرائزڈ کر دیا گیا۔

☆......۱۵ مئی ۲۰۰۵ء بروز اتوار ''کنونشن سنٹر اسلام آباد'' میں ملک گیر سطح پر تاریخ ساز ''دینی مدارس کنونشن'' منعقد کیا گیا۔ جس میں

ملک بھر کی دینی وسیاسی قیادت شریک ہوئی۔

☆......۲۲محرم الحرام ۱۴۲۸ھ بمطابق ۱۰ جنوری ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ بوقت بارہ بجے دن کوکراچی کے مقامی ہوٹل میں ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' نے سعودی عربیہ کی وزارت مذہبی امور کے ڈپٹی منسٹر محترم ڈاکٹر شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ العمار اوران کے ساتھ آنے والے مہمانوں کے اعزاز میں ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا۔

☆......۳جون ۲۰۰۷ء بروز اتوار کوامام کعبہ شیخ عبدالرحمٰن سدیس کے اعزاز میں ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے زیر اہتمام اسلام آباد، پنجاب ہاؤس کے اندر ایک تقریب منعقد کی گئی، جس میں ممتاز علماء کرام نے بھی شرکت فرمائی، اس تقریب سے شیخ عبدالرحمان سدیس نے جو خطاب کیا پاکستان میں کسی بھی مجلس اور تقریب کے حوالے سے سب سے طویل خطاب تھا۔

☆......۲۲ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۷ اگست ۲۰۰۷ء بروز منگل بمقام مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان میں سانحہ لال مسجد کے بعد کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے مجلس عاملہ کا ایک اہم اور غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا۔

☆......شوال ۱۴۲۸ھ سے ثانویہ عامہ کی طالبات بنین کے نصاب کے مطابق تعلیم حاصل کریں گی اور شعبان ۱۴۲۹ھ میں عامہ بنین اور بنات کے یکساں امتحان کا فیصلہ ہوا۔

☆......۱۲/ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ بمطابق 9/اپریل 2009ء بمقام مرکزی دفتر وفاق المدارس گارڈن ٹاؤن ملتان، درجہ سابعہ کا امتحان وفاق کے تحت لینے کا فیصلہ کیا گیا۔

☆...... 11 مارچ 2013ء کو اسلام آباد میں پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت علماء وطلبہ کی ٹارگٹ کلنگ کے خلاف عظیم الشان اور پُر امن ''پیغام امن کتاب بردار'' مظاہرہ ہوا۔

☆...... 2014ء وفاق المدارس کی خدمت حفظ قران کریم کا اعتراف کرتے ہوئے رابطہ عالمی اسلامی نے دنیا بھر میں ایک سال میں سب سے زیادہ (ترسٹھ ہزار پانچ سو چھپن) حفاظ تیار کرنے پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو دنیا کے سب سے بڑے اعزاز ''خدمتِ قرآنِ کریم انٹرنیشنل ایوارڈ'' سے نوازا۔

☆......مارچ 2014ء میں ملک گیر تحفظ مدارس دینیہ واسلام کا پیغام امن کانفرنسز کا درج ذیل ترتیب پر انعقاد کیا گیا:

صوبہ پنجاب:......بروز جمعرات، ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ ۲۰ مارچ ۲۰۱۴ء قلعہ کہنہ قاسم باغ اسٹیڈیم ملتان۔

صوبہ سندھ:......بروز اتوار ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ ۲۳ مارچ ۲۰۱۴ء جامعہ دارالعلوم کراچی۔

صوبہ بلوچستان:......۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ، ۲۵ مارچ ۲۰۱۴ء جامعہ امدادیہ سریاب مل کوئٹہ۔

صوبہ خیبر پختونخوا:......بروز جمعرات ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ ۲۷ مارچ ۲۰۱۴ء جامعہ عثمانیہ (جدید)۔

کشمیر، گلگت بلتستان:......بروز پیر ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ ۳۱ مارچ ۲۰۱۴ء دارالعلوم الاسلامیہ چھتر دومیل مظفر آباد۔

☆......1434ء سے طالبات کا چھ سالہ نصاب، دراسات دینیہ کا دوسالہ نصاب، تجوید للعلماء والعالمات کا ایک سالہ نصاب اور تجوید للحفاظ والحافظات کا دوسالہ نصاب کا امتحان وفاق کے تحت لینے کا فیصلہ کیا گیا۔

☆......۷ستمبر ۲۰۱۵ء بروز پیر کو وزیراعظم ہاؤس اسلام آباد میں دینی مدارس کے بارے ایک اہم، منفرد اور تاریخی اجلاس ہوا، جس میں ایک طرف دینی مدارس کے وفاقوں کے قائدین تھے تو دوسری طرف وزیراعظم میاں محمد نواز شریف، آرمی چیف جنرل راحیل شریف، وفاقی وزیر داخلہ چودھری نثار علی خان، ڈی جی آئی ایس آئی جنرل رضوان تھے، اس اجلاس میں جہاں بہت سے امور طے ہوئے وہیں اس دینی مدارس سے منسوب بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔

☆...... 1437ء 2016ء سے درجہ خامسہ کا امتحان وفاق کے تحت لینے کا فیصلہ ہوا۔

☆......۲جنوری ۲۰۱۷ء کو جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کراچی میں ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب پر کچھ تحفظات کا جائزہ لینے کے لیے اکابر علمائے کرام کی ایک تفصیلی نشست حضرت صدر وفاق مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی منعقد ہوئی، جس میں حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے اپنی ذات سے منسوب سوالات کے جواب اور وضاحت پیش کی، صدر وفاق سمیت تمام اکابر و مشائخ نے ان جوابات کو اطمینان بخش قرار دے کر حسب سابق ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب پر اپنے اعتماد اور اطمینان کا اظہار کیا۔

☆......۱۶جنوری ۲۰۱۷ء بروز پیر حضرت صدر وفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ کا سانحہ ارتحال پیش آیا۔ آپ تقریباً نو سال وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ اور ستائیس سال صدر رہے، یوں سینتیس سال وفاق المدارس کی قیادت سے آپ کا تعلق رہا۔

☆......۱۸جنوری ۲۰۱۷ء کو جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی میں مجلس عاملہ کا غیر معمولی تعزیتی اجلاس ہوا، جس میں حضرت صدر وفاق شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی وفات کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب کو وفاق المدارس کا قائم مقام صدر منتخب کیا گیا۔

☆......۲۶جنوری ۲۰۱۷ء امتحانی کمیٹی کا اجلاس جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں منعقد ہوا، جس میں امتحانی امور سے متعلق فیصلے کیے گئے، فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ پرچوں کی تیاری، چھپائی وغیرہ کے مراحل مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان میں انجام دیے جائیں گے۔

باب دوم

نصابِ تعلیم

[تعلیم وتربیت کے باب میں نصاب تعلیم کی اہمیت ریڑھ کی ہڈی کی ہے، بہتر نصاب تعلیم ہی بہتر نتائج تعلیم دے سکتا ہے، دینی مدارس کا نصاب تعلیم بہت زیادہ زیر بحث رہا ہے اور رہتا ہے، اس دائرے میں بھانت بھانت کی بولیاں بولی جاتی ہیں، کچھ حلقے قدیم ترین نصاب ہی کو باعث افادیت سمجھتے ہیں اور اپنی رائے پر مصر رہتے ہیں، بعض حضرات یکسر جدید نصاب اور نئے زمانے کے نئے علوم، نئی طرز کی کتابوں ہی کی تعلیم میں کامیابی مضمر سمجھتے ہیں، کچھ چاہتے ہیں کہ قدیم وجدید دونوں کوملایا جائے، قدیم کے ساتھ بقدر ضرورت جدید بھی شامل کیا جائے......
وفاق المدارس العربیہ ایک تعلیمی بورڈ ہے اور یہ تینوں آراء اس کے شورائی نظام کی مجلسوں، کمیٹیوں میں اپنے اپنے دلائل کے ساتھ، روز، اول ہی سے پیش ہوتی رہی ہیں اور پالیسی یہی رکھی گئی ہے کہ نصاب تعلیم کو نہ تو بازیچۂ اطفال بنانا چاہیے کہ بلاوجہ اور بلاضرورت اس میں خواہ مخواہ کی قطع وبرید کا شغل اختیار کیا جائے اور نہ ہی نئی تعلیمی ضرورتوں کو یکسر نظر انداز کرنے کی روش اختیار کرنی چاہیے بلکہ نصاب تعلیم کا وقفے وقفے سے جائزہ لینا چاہیے اور اہل علم کی مشاورت کے بعد اس میں مناسب اضافہ وترمیم کے لیے گنجائش رکھنی چاہیے۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب تعلیم کی تاریخ اس معتدل پالیسی پر گواہ ہے، اس باب میں آپ کو ذکر کردہ تینوں آراء نظر آئیں گی......
وفاق المدارس کے علاوہ، دارالعلوم دیوبند اور دیگر تعلیمی اداروں کے نصابی سرگرمیوں کی ایک جھلک بھی اس میں موجود ہے، موجودہ نصاب کے علاوہ مختلف اوقات میں مرتب کردہ نصابی کتابوں کے تفصیلی خاکے بھی شامل ہیں اور شروع میں ''ایک مسلمان ملک کی تعلیمی پالیسی......'' کے عنوان سے ایک مضمون اس باب کا تحفہ ہے......مرتب]

ایک مسلمان ملک کی تعلیمی پالیسی کے بنیادی خدوخال

[آج سے تقریباً چالیس سال قبل حکومت پاکستان کی طرف سے ایک تعلیمی پالیسی شائع ہوئی تھی، اس پالیسی کو سامنے رکھ کر اس وقت کے اکابر علماء کی ایک جماعت نے ایک مسلمان ملک کی تعلیمی پالیسی کے بنیادی خدوخال پر بڑی فکر انگیز تحریر کی صورت میں روشنی ڈالی تھی، ایک مسلمان ملک وقوم کا نظام تعلیم کیا اور کیسے ہونا چاہئے؟ تعلیم کے اہداف ومقاصد اور ملی تربیت کے اصول کیا ہونے چاہئیں؟ عصری اور اسلامی تعلیم، کالج و یونیورسٹی اور دینی مدارس کی تعلیم میں ہم آہنگی کی کیا صورتیں ہوسکتی ہیں؟ قومی یکجہتی میں نظام تعلیم وتربیت کی کس قدر ضرورت ہے اور اس کے لئے درست سمت میں کون سے اقدامات کرنے چاہئیں...... اکابر علماء کی کمیٹی نے اس کے لئے اپنی سفارشات، تجاویز مرتب کر کے اس وقت شائع کی تھی، کمیٹی کے ارکان میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیعؒ، محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ، حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ جیسے اساطین علم شامل تھے، چالیس سالہ قدیم یہ فکر انگیز تحریر قارئین کی افادیت کے لئے شائع کی جارہی ہے، اُمید ہے اس سے جہاں اہل مدارس فائدہ اٹھائیں گے، وہاں اتحاد تنظیمات مدارس اور حکومت کے درمیان ہونے والے معاہدوں اور مذاکرات میں بھی اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ مرتب]

حال ہی میں ایئر مارشل نور خان صاحب (ڈپٹی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان) کی طرف سے جونئی تعلیمی پالیسی شائع ہوئی ہے وہ بنیادی طور پر اُمید افزا اور قابل قدر ہے، پاکستان کی بیس سالہ تاریخ میں شاید یہ پہلا موقع ہے کہ تعلیم جیسے اہم اور بنیادی مسئلے پر ایک آزاد مسلمان قوم کی حیثیت سے غور کیا گیا ہے اور موجودہ نظام تعلیم کا حقیقت پسندی کے ساتھ جائزہ لے کر اس کو پاکستان کے مخصوص قومی حالات، ملی مزاج اور اس کی نظریاتی بنیادوں کے مطابق بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور سب سے زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ کسی مخصوص طبقے یا جماعت کے خیالات کو قوم پر مسلط کرنے کا وہ طریقہ اختیار نہیں کیا گیا جو اس سے پہلے اکثر ہوتا رہا ہے بلکہ کھلے دل کے ساتھ قوم کے ماہرین تعلیم سے اس اسکیم پر تبصرہ اور تجاویز طلب کرنے کے لئے ایک وسیع وقت دیا گیا ہے۔

ہم اس طریق کار کا گرمجوشی سے خیر مقدم کرتے ہیں اور اجتماعی طور سے غور وفکر کرنے کے بعد اس پالیسی سے متعلق اپنی رائے اور وہ امور ذیل میں پیش کرتے ہیں جو ہمارے نزدیک اس پالیسی کے مبارک مقاصد حاصل کرنے کے لئے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں:

(۱) تعلیم کا مقصد: سب سے پہلی اور بنیادی چیز جس کی طرف سب سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہماری قوم کے سامنے تعلیم کا ایک اعلیٰ مقصد اور بلند نصب العین ہونا چاہئے۔ لارڈ میکالے کے لائے ہوئے نظام تعلیم کا مقصد ہی چونکہ سرکاری ملازم پیدا کرنا تھا، اس لئے اس نظام کے اثر سے یہ بات ہمارے طلباء کے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہے کہ پڑھنے لکھنے کا مقصد اچھی ملازمتوں کے حصول سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ ہر علم وفن کو حاصل کرتے وقت ان کے سامنے اس کے سوا کوئی مقصد نہیں ہوتا کہ اس کے ذریعہ کوئی اچھا ذریعہ معاش پیدا کیا جائے، لہٰذا تعلیم کے سلسلے میں ان کی ساری کاوشیں اسی مقصد کے گرد گھومتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس صورت حال میں خواہ تعلیم کتنی ہی پھیل جائے، نہ اس سے ملک کو اجتماعی سطح پر کوئی خاطر خواہ فائدہ پہنچ سکتا ہے اور نہ کوئی ایسی قوم وجود میں آسکتی ہے جو اپنی روٹی اور پیٹ سے آگے کچھ سوچ سکتی ہو۔ لہٰذا تعلیم کے سلسلے میں سب سے پہلے طرز فکر کے اندر یہ بنیادی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے کہ تعلیم کا مقصد صرف حصولِ معاش نہیں، بلکہ ذات کی تکمیل، اعلیٰ انسانی اوصاف کا حصول اور پوشیدہ صلاحیتوں کا نکھار ہے، اور ان چیزوں کے ذریعہ ہر فرد کو ملک وملت بلکہ پوری انسانیت کی حقیقی خدمت کے لئے تیار ہونا ہے۔

نئے نظام تعلیم کے ذریعہ یہ بات ہمارے ہر پڑھے لکھے شخص کے دماغ اور قلب وروح میں سما جانی چاہئے کہ ایک تعلیم یافتہ انسان کا مقصدِ زندگی اپنے لئے بہتر وسائل معاش حاصل کر کے ہرگز پورا نہیں ہوتا بلکہ اس کا اصل مقصد اپنے علم، اپنے فن، اپنی ذہانت اور اپنی صلاحیت کے ذریعہ خود اپنے نظریات، اخلاق و کردار کو بہتر بنانا اور ملک وملت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانا ہے، معاش کا حصول تعلیم کا ثانوی مقصد تو ہوسکتا ہے لیکن اس کا اولین مقصد محرک اور نصب العین نہیں۔

زیر تبصرہ تعلیمی پالیسی میں اگرچہ بنیادی طور پر اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ موجودہ تعلیمی نظام قوم کو صحیح مقصد دینے سے قاصر رہا ہے، لیکن اس حقیقت کو پوری طرح نمایاں نہیں کیا گیا بلکہ جگہ جگہ تعلیم کے ساتھ اقتصادی خوشحالی کا تذکرہ غلط تاثر پیدا کر سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نئی تعلیمی پالیسی میں مقصد کی درستی کو بنیادی اہمیت دی جائے اور عملی طور پر صحیح مقصد کو قوم کی رگ و پے میں سرایت کرانے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا جائے۔

اسلامی نظام تعلیم کا مطلب: زیر تبصرہ تعلیمی پالیسی میں کئی مقامات پر اس حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ پاکستان اسلام کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا، لہٰذا یہاں کا نظام تعلیم بھی اسلام پر مبنی ہونا چاہئے۔ ہم یہاں قدرے وضاحت کے ساتھ اس بات کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں کہ ''اسلامی نظام تعلیم'' کا کیا مطلب ہے اور اسے نافذ کرنے کی صحیح صورت کیا ہے؟

نصاب کی تدوین نو: انگریزی اقتدار کے عہد میں ہم پر جو نظام تعلیم مسلط کیا گیا تھا اس میں دوسری خرابیوں کے علاوہ ایک بنیادی خرابی یہ تھی کہ اس میں اسلام کو زندگی کے تمام شعبوں سے کاٹ کر عبادتوں اور نجی زندگی کے چند معاملات تک محدود کر دیا گیا تھا۔ یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ اسلام، زندگی کا ایک مکمل نظام ہے اور وہ حکومت وسیاست سے لے کر تجارت ومعیشت تک زندگی کے ہر شعبے کے لئے اپنی مخصوص تعلیمات اور ہدایات رکھتا ہے۔ لہٰذا جس وقت دنیا میں یہ دین عملاً نافذ تھا، اس وقت نظام تعلیم کا حال بھی یہ تھا کہ اسلام کی تعلیم صرف اسلامیات کے مضمون کی حد تک محدود نہ تھی، بلکہ ہر علم وفن کی تعلیم میں اسلام رچا بسا

نظر آتا تھا۔ طالب علم فلسفہ پڑھ رہا ہو یا منطق، سائنس کی تعلیم حاصل کر رہا ہو یا حساب اور ریاضی کی، طب کی تعلیم میں مشغول ہو یا صنعت و حرفت کی تعلیم میں، غرض ہر علم و فن کے رگ و ریشہ میں اسے اسلامی نظریات اور مفکرین اسلام کے افکار یا کم از کم اسلامی طرزِ فکر سمایا ہوا ملتا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ علم و فن کے خواہ کسی گوشے کو اپنی زندگی کا محور بنالے وہ ذہنی اور عملی طور پر سچا اور پکا مسلمان ہوتا تھا اور اس کے دل و دماغ میں اسلام کے مقابلے میں دوسرے افکار سے مرعوبیت پیدا ہو ہی نہیں سکتی تھی، یہ نظام تعلیم اس میں اتنی صلاحیت پیدا کر دیتا تھا کہ وہ ہر نئی فکر، نئی تحقیق اور نئے فلسفے سے اس کے صالح اجزاء کو اپنا لے اور غیر صالح کو چھوڑ دے، لیکن موجودہ نظام تعلیم میں اسلام کی اس ہمہ گیر حیثیت کو سرے سے ختم کر دیا گیا۔ اسلام کو صرف ''اسلامیات'' کے ایک گھنٹے تک محدود کر دیا گیا ہے اور اس ایک گھنٹے میں بھی نصاب اور طرز تعلیم کے معیار کو اس قدر پست کر دیا گیا ہے کہ اس سے اسلام کی صحیح تعلیم کا ہزارواں حصہ بھی طالب علم کے سامنے نہیں آسکتا۔ یہ بات چند مثالوں سے واضح ہو سکے گی:

(۱)......آج کل ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جو فلسفہ پڑھایا جاتا ہے اس میں یونانی یا نو افلاطونی فلسفے کے بعد طالب علم سیدھا یورپ کے نشاۃ ثانیہ کے بعد کے فلسفے پر پہنچ جاتا ہے اور اس کے ذہن پر یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ نو افلاطونی فلاسفہ سے لے کر ڈیکارٹ تک کا پورا زمانہ فکر اور فلسفے میں جمود کا زمانہ ہے۔ علم و فن کی تاریخ میں بھی اس زمانہ کو ''تاریک زمانہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ یہ دور صرف غیر مسلم یورپ کے لئے ''تاریک'' تھا، ورنہ یہی وہ دور ہے جس میں مسلمانوں نے آدھی سے زائد دنیا میں علم و فن کے چراغ روشن کئے ہوئے تھے اور خود یورپ کا خطہ اندلس ان کی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ اس دور کے مسلمان فلاسفہ اور متکلمین نے فکر اور فلسفے کے میدان میں جو نئی راہیں کھولی ہیں اور اپنی تحقیقات کا جو بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے موجودہ نظام تعلیم میں سرے سے ان کا کوئی ذکر ہی نہیں ملتا۔

جدید اسلامی نظام تعلیم میں یہ ضروری ہے کہ اس وسیع علمی خلاء کو پُر کیا جائے جو مغرب کی تنگ نظری اور تعصب نے مصنوعی طور پر پیدا کیا ہے اور فلسفے کی تعلیم میں مسلمان فلاسفہ اور متکلمین کے افکار کو ان کا صحیح مقام عطا کیا جائے۔

(۲)......سائنس کے بارے میں یہ حقیقت آج پوری دنیا میں مان لی گئی ہے کہ سائنس کی موجودہ ترقی اس استقرائی طریقے کی مرہونِ منت ہے جس میں صرف قیاس و تخمین کے بجائے مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعہ تحقیقات کی جاتی ہیں لیکن ساتھ ہی مغربی نظام تعلیم نے ہر کس و ناکس کے ذہن پر تاثر قائم کرا دیا ہے کہ استقرائی طریقۂ تحقیق کو فلسفے میں سب سے پہلا اختیار کرنے والا ''بیکن'' اور سائنس میں ''کوپر نیکس اور گلیلیو'' ہے حالانکہ سائنس اور فلسفے میں اس طریقۂ استدلال کی بنیاد مسلمانوں نے ڈالی تھی، انہوں نے ہی سائنس کا رخ موڑ کر اسے اس راستہ پر ڈالا تھا جس پر آج وہ برق رفتاری سے دوڑ رہی ہے۔ اس کے باوجود ہمارا سائنس کا طالب علم خالد بن یزید، زکریا رازی، ابن سینا، خوارزمی، ابوریحان، بیرونی، فارابی، ابن سکویہ، ابن رشد، کندی، ابومحمد خوجندی، جابر بن حیان اور موسیٰ بن شاکر جیسے عظیم سائنس دانوں سے یکسر ناواقف رہتا ہے۔

(۳)......معاشیات کی تعلیم میں طالب علم آج صرف یہی جانتا ہے کہ بنیادی طور پر معاشیات کے دو مکتب فکر ہیں: سرمایہ داری اور اشتراکیت، اسلام کے معاشی اصول اور قوانین اس کی نگاہوں سے بالکل اوجھل رہتے ہیں اور اس کو یہ معلوم ہی نہیں ہوتا

کہ اسلام نے بھی معیشت کے بارے میں ایسا نظام بنایا ہے جو مذکورہ دونوں مکاتب فکر سے الگ ہے۔ اسی طرح اس کو یہ پڑھایا جاتا ہے کہ علم معاشیات کی بنیاد ''آدم اسمتھ'' نے رکھی تھی اور اس سے بہت پہلے کے تمام فقہا سے لے کر ابن خلدونؒ اور شاہ ولی اللہؒ جیسے مفکرین نے علم معاش کی جو خدمات انجام دی ہیں ان کو فہرست سے یکسر خارج کر دیا گیا ہے۔

(۴)......علم سیاست میں بھی تو افلاطونی فلاسفہ اور جدید مغربی فلاسفہ کے درمیان ایک وسیع خلا ہے جو صرف مغرب کے تعصب اور تنگ نظری کی پیداوار ہے۔ سیاست کے بارے میں اسلام کے اصول و تعلیمات اور مسلمان مفکرین کی کاوشوں کا کوئی ادنیٰ سا عکس بھی موجودہ نصاب میں نہیں ملتا۔

(۵)......یہی حال عمرانیات کا بھی ہے، شاید ہی کوئی منصف مزاج اس بات سے انکار کر سکے کہ اس علم کے مدون اول ابن خلدونؒ ہیں، لیکن عمرانیات کے موجودہ نصاب سے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اسلام یا مسلمانوں نے بھی اس علم پر کوئی کام کیا ہے۔

(۶)......نفسیات کی تعلیم اب بڑے پیمانے پر ہونے لگی ہے لیکن اس سلسلہ میں مسلمانوں کے علمائے تصوف نے جو نئی راہیں نکالی ہیں اور نفس انسانی کے عوارض پر جو مفید ترین بحثیں کی ہیں موجودہ نظام تعلیم میں اس کی کوئی پرچھائیں بھی موجود نہیں ہے۔

(۷)......قانون اور اصولِ قانون کے بارے میں بھی ہمارا نصابِ تعلیم سراسر مغربی افکار و نظریات ہی سے بھرا ہوا ہے۔ اصولِ قانون کی دقیق بحثوں کو جس بے نظیر انداز میں فقہائے اسلام نے اصولِ فقہ میں مدون کیا ہے اس سے استفادہ کا کوئی موقع طالب علم کو نہیں ملتا۔

(۸)......اسی طرح بعض علوم میں خالص اسلامی احکام کے اجراء کی ضرورت ہے، مثلاً حساب میں سود اور سود در سود کے مسائل تو باقاعدہ پڑھائے جاتے ہیں لیکن میراث اور زکوٰۃ نکالنے کے طریقوں سے طالب علم ناواقف رہتا ہے۔ اسی طرح جغرافیہ کی تعلیم میں سمت قبلہ، اوقاتِ نماز اور مواقیت احرام معلوم کرنے کے طریقے اس کی نظر سے نہیں گزرتے۔ نصاب کی نئی تدوین میں اس قسم کی چیزیں شامل ہونی چاہئیں۔ غرض وہ علوم جنہیں آج جدید علوم یا مغربی علوم کا نام دے دیا گیا ہے، ہمارے نظام تعلیم میں ٹھیک اسی ترتیب اور اسی ڈھانچے کے ساتھ لئے گئے ہیں جو مغرب نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ تعصب برتتے ہوئے اسلام کا نام لئے بغیر بنایا تھا۔ اب اگر اپنے نظام تعلیم کو اسلامی بنانا اور اس کے ذریعہ صحیح اسلامی قومی شعور پیدا کرنا مقصود ہے تو یہ بات خواہ کتنی محنت طلب کیوں نہ ہو لیکن ناگزیر اہمیت رکھتی ہے کہ ان علوم کے سلیبس کو اپنے قومی تقاضوں کے تحت اس طرح مرتب و مدون کیا جائے کہ اس میں اسلام اور مسلمانوں کے افکار اور کارنامے پوری طرح رچے بسے ہوں۔ (نمونہ کے طور پر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی کتاب ''قانون بین الممالک'' ملاحظہ ہو جس میں بین الاقوامی قانون کو اس طرح مدون کیا گیا ہے۔)

زیر تبصرہ تعلیمی پالیسی کے حصہ اول باب اول کے پیراگراف نمبر ۵ پر غالباً اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن اس بات کو مزید وضاحت اور وسعت کے ساتھ تعلیمی پالیسی کا جز ہونا چاہئے۔

(۲)......اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر: نظام تعلیم کو اسلامی بنانے کے سلسلے میں دوسرا اہم کام یہ ہے کہ تعلیم کی نصابی کتابوں کو اس طرح مرتب کیا جائے کہ ان کو پڑھ کر طالب علم میں بحیثیت مجموعی ایک مسلمان ذہنیت اور اسلامی طرز فکر تیار ہو۔ اس کی

تشریح وتفصیل یہ ہے کہ کائنات کے تمام چھوٹے بڑے حقائق خواہ وہ اپنی ذات میں کتنے ہی غیر مختلف فیہ کیوں نہ ہوں، اپنے ادراک کرنے والے ذہن کے اعتبار سے مختلف نتائج وثمرات پیدا کرتے ہیں۔ایک ذہن کا آدمی کسی حقیقت کا ادراک کر کے ایک نتیجے پر پہنچتا ہے، اور دوسرے ذہن کا انسان اسی حقیقت کو سمجھ کر کوئی دوسرا نتیجہ نکال لیتا ہے مثلاً سورج کا وجود اور انسانیت کے لئے اس کا نفع بخش ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔لیکن ایک ستارہ پرست شخص نے اس حقیقت سے یہ نتیجہ نکالا کہ اتنی فائدہ مند چیز جس پر زندگی کا دارومدار ہے یقیناً عبادت کے لائق ہے لہٰذا اس کی پرستش شروع کردی، دوسرا شخص جو مادہ پرست تھا اسی حقیقت سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ درحقیقت یہ ارتقائے کائنات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جو خود بخود وجود میں آ گئی ہے۔تیسرے شخص نے جو توحید کا قائل تھا یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ اتنا عظیم الشان جسم جو پوری دنیا کو اپنی روشنی اور حرارت سے ایک لگے بندھے نظام کے ساتھ فائدہ پہنچاتا ہے، یقیناً خود بخود وجود میں نہیں آ گیا بلکہ کسی نے اس کو پیدا کیا ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔

یہی حال تمام علوم وفنون کا ہے کہ ان میں جو حقائق بیان ہوتے ہیں وہ اپنے تدوین کرنے والوں کی ذہنیت کے مطابق انسان کو مختلف نتائج تک پہنچاتے ہیں اور ان علوم کو پڑھنے والے کا ذہن لازماً ان تدوین کرنے والوں کی ذہنیت اور طرزِ فکر کو بحیثیت مجموعی اخذ کرتا ہے۔مغرب کے مادہ پرست نظام فکر نے انہیں خالص مادی فکر کے ساتھ مرتب کیا ہے جو ان علوم میں سرایت کئے ہوئے ہیں اور شعوری یا غیر شعوری طور پر ان سے مادہ پرستانہ نتائج ہی نکال کر سامنے لاتی ہے۔ہماری زبردست غلطی یہ رہی ہے کہ ہم نے ان علوم کے صرف متن کو نہیں اپنایا بلکہ ان حواشی اور تشریحات کو بھی جوں کا توں اپنے نظام تعلیم میں رکھ لیا جو مادہ پرست ذہنیت نے ان علوم میں گھلا ملا دیئے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک مسلمان طالب علم درسگاہ میں پہنچ کر جس فکر سے آشنا ہوتا ہے اور اپنے گرد و پیش کی دنیا میں جس کا چلن دیکھتا ہے وہ اس کے عقائد کے نظام سے بالکل متضاد ہوتی ہے اور اس کے علم اور عقیدے کے درمیان ایک سخت کشمکش برپا کردیتی ہے۔

علم اور عقیدے کی اس کشمکش کا نتیجہ یا تو یہ نکلتا ہے کہ وہ زندگی کے سنجیدہ مسائل پر سوچنا ہی چھوڑ دیتا ہے اور اپنی ساری توجہات کا مرکز روٹی اور پیٹ کو بنا کر علم اور عقیدہ دونوں سے عملاً کنارہ کش ہو جاتا ہے (اور موجودہ دور میں اکثریت ایسے ہی طلباء کی ہے) یا پھر وہ اپنے علم کو عقیدے پر فوقیت دے کر عقائد کو محض ایک ڈھکوسلا سمجھنا شروع کردیتا ہے اور دین ومذہب کے بارے میں تشکیک کا شکار ہو جاتا ہے یا وہ یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ دین کے عقائد واحکام خواہ کتنے ہی برحق ہوں، مگر موجودہ دور میں قابل عمل نہیں۔

اس ساری خرابی کی جڑ یہی ہے کہ ہم اب تک ان علوم کو اسی ذہنیت کے ساتھ پڑھتے پڑھاتے آئے ہیں جس ذہنیت کے ساتھ وہ مغرب میں پڑھے اور پڑھائے جاتے ہیں۔ ہمارا نظام تعلیم اس وقت تک ''اسلامی'' نہیں کہلا سکتا جب تک کہ ان علوم کو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرزِ فکر کے ساتھ از سر نو مرتب نہ کیا جائے، مزید وضاحت کے لئے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں:

سائنس، اللہ تک پہنچنے، اس کی قدرت کاملہ پر غور وفکر کرنے اور انسان میں اللہ کے آگے عجز کا احساس پیدا کر کے اس کے حضور سجدہ ریز ہونے کا بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔لیکن ہمارے زمانے میں سائنس کا طالب علم سائنس اور دینی عقائد کو متضاد سمجھتا ہے اور بسا اوقات سائنس پڑھ لینے کے بعد وہ خدا، رسول، وحی اور آخرت کا یا تو منکر ہو بیٹھتا ہے یا کم از کم سائنس کی گفتگو کے

دوران ان عقائد کا تذکرہ کرتے ہوئے شرماتا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ سائنس میں بذاتِ خود کوئی چیز ایسی ہے جو دین سے بیزاری کا احساس پیدا کرتی ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب نے کائنات کے عجیب و غریب حقائق کو جس ذہنیت کے ساتھ بیان کیا ہے وہ مادے کے پار کچھ دیکھنے یا سوچنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، للہٰذا سائنسی حقائق کے بین السطور وہ یہ بات طالب علم کے ذہن نشین کراتی چلتی ہے کہ یہ سب کچھ کائنات کے میکانیکی ارتقاء کا ایک جز ہے ورنہ جو چیز اس کائنات میں آنکھوں سے نظر نہ آسکے اس کے بارے میں کچھ سوچنا بھی پرلے درجے کی دقیانوسیت ہے۔

دوسری طرف قرآن کریم بھی اس کائنات پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے لیکن جو شخص قرآن کریم میں کائنات کے حقائق کو پڑھتا ہے وہ اس نتیجے پر پہنچ کر رہتا ہے کہ کائنات کا یہ مربوط و مستحکم نظام از خود وجود میں نہیں آسکتا، یقیناً اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے جو اس سارے نظام کی عِلّتِ اولیٰ ہے۔ وہی اس نظام کو درہم برہم بھی کر سکتا ہے اور پھر اسے کوئی دوسری شکل بھی دے سکتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی نظام تعلیم میں سائنس کی تعلیم اس ذہنیت کے ساتھ دی جائے، مثال کے طور پر بات کہنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ''آگ میں جلانے کی خاصیت پائی جاتی ہے۔'' اور ''انسان کا دماغ سوچنے کی صلاحیت رکھتا ہے'' لیکن اسی بات کو اگر اس طرح کہا جائے کہ ''اللہ نے آگ میں جلانے کی خاصیت رکھ دی ہے'' اور ''اللہ نے انسان کو سوچنے کے لئے دماغ دیا ہے'' تو یہی جملے بار بار سامنے آکر خالص اسلامی ذہنیت کی تعمیر کریں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے پورے نصاب تعلیم میں اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرزِ فکر اس طرح رچ جانا چاہئے کہ ہماری درس گاہوں سے جو تعلیم یافتہ افراد پیدا ہوں وہ تمام مغربی تعلیم یافتہ افراد کی طرح نہ ہوں بلکہ وہ مسلمان ڈاکٹر، مسلمان سائنس دان، مسلمان انجینئر، مسلمان فلسفی اور مسلمان فنکار ہوں۔ یہ ذہنیت نصاب تعلیم میں کس طرح سموئی جائے؟ اس کا صحیح جواب تو قرونِ وسطیٰ کے مسلمانوں کی لکھی ہوئی سائنس، فلسفہ، طب، صنعت و حرفت، معاشیات اور سیاست کی کتابیں دیکھ کر بھی ہو سکتا ہے اور اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ نصاب تعلیم کی تدوین و ترتیب ایسے افراد کے سپرد کی جائے جو ان علوم کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کے قدر دان اور کم از کم ذہنی طور پر سچے اور پکے مسلمان ہوں۔

جب تک نصاب تعلیم میں مذکورہ دو چیزوں کی رعایت نہیں کی جائے گی اس وقت تک ایک گھنٹے میں اسلامیات کی تعلیم پاکستان کے نظریاتی مقاصد کو خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچا سکے گی۔ اس بات کی نشاندہی قدرے تفصیل کے ساتھ اس لئے کر دی گئی ہے کہ زیرِ تبصرہ تعلیمی پالیسی میں اسلامیات کو دسویں جماعت تک لازمی قرار دینے کا تو ذکر ہے لیکن نظام تعلیم کو اسلامی بنانے کے ان دو لوازم یعنی نصاب کی تدوینِ نو اور اسلامی ذہنیت کی تعمیر موجود نہیں ہے۔ امید ہے کہ پالیسی کے مبارک مقاصد حاصل کرنے کے لئے ان دو بنیادی باتوں کو کماحقہ اہمیت دی جائے گی۔

(۳)......اسلامیات کی تعلیم: مذکورہ دو باتیں اسلامیات کے علاوہ دوسرے مضامین سے متعلق تھیں۔ اسلامی نظام تعلیم میں خاص اسلامیات کے مضمون کو جو اہمیت حاصل ہونی چاہئے وہ محتاج بیان نہیں۔ زیرِ تبصرہ پالیسی کے مرتبین نے اس ضرورت کو محسوس کر کے حصہ اول باب اول کے فقرہ نمبر ۴ میں اسلامیات کو دسویں جماعت تک لازم کرنے کی سفارش کی ہے۔ یہ سفارش ہر لحاظ سے قابل مبارکباد ہے، البتہ اس ضمن میں چند باتیں قابل ذکر ہیں:

(الف)......معیار کی بلندی: خلاصہ کے پیرا گراف نمبر ۵ میں فاضل مرتبین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اسلامیات کے آٹھویں جماعت تک لازمی ہونے کے باوجود جدید نظام تعلیم ہمارے یہاں اب تک لادینی رہا ہے۔اس کی ایک وجہ تو وہی تھی جو ہم نے اوپر تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ خاص اسلامیات کے گھنٹے میں جو نصاب پڑھایا جاتا ہے اس کا معیار اتنا پست رہا ہے کہ اس کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کا ہزارواں حصہ بھی طالب علم کو معلوم نہیں ہو پاتا۔ اسلامیات کا صحیح مفہوم علم عقائد، علم تفسیر واصول تفسیر، علم حدیث واصول حدیث، علم فقہ واصول فقہ پر مشتمل ہے۔ اسلامیات کے نصاب میں بھی یہی چیزیں تدریجی انداز میں اعلیٰ معیار تک پڑھانے کی ضرورت ہے، ورنہ محض اسلام کی برتری کے چند مجمل اور کھوکھلے الفاظ رٹنے سے اسلامیات کی تعلیم کا مقصد کبھی حاصل نہیں ہوگا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دسویں جماعت تک پہنچتے پہنچتے طالب علم کم از کم اسلامی تعلیمات سے اتنا واقف ہوجائے کہ اپنی روزمرہ کی زندگی سے متعلق اسلام کی ہدایات ذہن نشین کر لے اور اسلام نے زندگی کے ہر شعبے سے متعلق جو ہدایات دی ہیں ان کے مبادی سے واقف ہوجائے۔ اس سلسلہ میں سلیبس کا ایک معیار تجویز کر کے اس یادداشت کے ساتھ منسلک کیا جارہا ہے۔

(ب)......ناظرہ قرآن کریم: سابقہ حکومت مغربی پاکستان نے تمام اسکولوں میں ناظرہ قرآن کریم کو آٹھویں جماعت تک لازمی کردیا تھا اور اس کا گھنٹہ اسلامیات کے ساتھ ضم کردیا گیا ہے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ پانچویں جماعت تک اسلامیات کے گھنٹے کے علاوہ حسب سابق ناظرہ قرآن کریم کا بقدر ضرورت مستقل وقت ہونا چاہئے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ اگر پڑھانے والے اساتذہ کما حقہ، توجہ کے ساتھ پڑھائیں تو ناظرہ قرآن دوسرے مضامین کے ساتھ پانچویں جماعت تک اطمینان سے ختم ہوسکتا ہے۔ اس کی عملی صورت بھی ان تجاویز کے ساتھ پانچویں جماعت تک کے نصاب تعلیم کے نقشے میں منسلک ہے۔ اسلامیات اور قرآن مجید کی تعلیم میں یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ امتحانات میں ان کو وہ حیثیت دی جائے جو اردو اور حساب کو حاصل ہے۔ یعنی اگر ان میں سے کسی مضمون میں طالب علم فیل ہوجائے تو اسے آگے ترقی نہ دی جائے۔ موجودہ نظام تعلیم میں چونکہ اسلامیات کے امتحان کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے اس لئے اس کی خاطر خواہ اہمیت طالب علم کے ذہن میں پیدا نہیں ہوتی۔

(ج)......کالج کی سطح پر اسلامیات کی فیکلٹی: پالیسی کے حصہ اول باب نمبر ا پیرا گراف نمبر ۴ میں کہا گیا ہے کہ دسویں جماعت کے بعد اسلامیات کی تعلیم اختیاری ہونی چاہئے۔

یہ سفارش ہماری نظر میں بالکل درست ہے لیکن اس کی صحیح عملی شکل یہ ہے کہ اسلامیات کے لئے آرٹس، سائنس اور کامرس کی طرح ایک مستقل کلیہ (FACULTY) قائم کی جائے پالیسی کے مذکورہ فقرہ میں کالج کی سطح پر اسلامیات کی تعلیم کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ

> ”تاکہ جو طلباء اسلامیات کو اختیار کریں انہیں پوسٹ گریجویٹ کی سطح تک اسلامی تحقیق کا کام کرنے کا موقع ملے۔“

یہ مقصد اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے کہ اسلامیات کا ایک مستقل کلیہ قائم کیا جائے اور اس میں اسلامی علوم کی وسیع وعمیق

تعلیم کے ذریعہ طلباء کو اسلامی تحقیق کا اہل بنایا جائے، اس کے بغیر وہ اس مقصد کی کوئی خدمت نہیں کر سکیں گے۔

(د)......عربی تعلیم: اب تک ہمارے یہاں اول سے آخر تک اسلامیات کو عربی سے الگ کر کے پڑھایا گیا ہے، حالانکہ اسلامیات کی صحیح تعلیم عربی کے بغیر بالکل بے معنی ہے، نئی تعلیمی پالیسی میں تصریح کی گئی ہے کہ اسلامیات کی تعلیم کا مقصد اسلامی علوم کے محقق اور صاحبِ نظر عالم پیدا کرنا ہے۔ لیکن ہر شخص جسے اسلامی علوم سے ادنیٰ واقفیت ہے۔ وہ یہ بات تسلیم کرے گا کہ یہ مقصد عربی زبان وادب اور گرامر کی ٹھوس اور معیاری تعلیم کے بغیر بالکل ناممکن ہے۔ لہٰذا ہماری تجویز یہ ہے کہ عربی زبان کو اسلامیات کا لازمی جز ہونا چاہئے جس کی عملی شکل ثانوی مدارس کے مجوزہ سلیبس میں لکھ دی گئی ہے۔ عربی زبان کو نصاب میں اہمیت دینے سے اسلامیات کے علاوہ اردو زبان وادب کی تعلیم میں بھی بڑی مدد ملے گی اور عالم اسلام کے ساتھ ہمارا رابطہ مستحکم ہوگا۔

(ہ)......اساتذہ کا معیار: اب تک اسلامیات کی تعلیم میں جو نقائص رہے ہیں ان کا ایک بڑا سبب اساتذہ کی کمی اور ان کی تربیت کا فقدان بھی رہا ہے۔ اسلامیات کا جتنا تھوڑا بہت حصہ نصاب میں رکھا گیا تھا وہ بھی غیر تربیت یافتہ اساتذہ کی وجہ سے پورا نہیں ہوتا تھا، اس کمی کو دور کرنے کے لئے ہماری تجاویز حسب ذیل ہیں:

(ا)......آئندہ کے لئے اسلامیات کے اساتذہ میں مطلوبہ قابلیت کا یہ معیار مقرر کر دیا جائے:

(الف)......ساتویں جماعت تک کے اساتذہ کے لئے دینی مدارس سے ثانوی مرحلے کا سند یافتہ یا اسلامیات کی مجوزہ فیکلٹی سے انٹرمیڈیٹ یا موجودہ نظام تعلیم کا گریجویٹ جس کا اختیاری مضمون اسلامیات رہا ہو اور اس نے اسلامیات کی تدریس کی خصوصی تربیت لی ہو۔

(ب)......آٹھویں سے دسویں تک کی جماعتوں کے لئے دینی مدارس سے ثانوی مرحلے کا سند یافتہ جو ''المتوسط ''کلاسوں کو پڑھانے کا کم از کم تین سالہ تجربہ رکھتا ہو یا اس نے علوم جدیدہ کی خصوصی تربیت حاصل کی ہو۔ اسلامیات کی مجوزہ فیکلٹی سے گریجویٹ یا موجودہ نظام تعلیم کا فاضل عربی، یا موجودہ نظام تعلیم کا ایم اے اسلامیات جس نے اسلامیات کی تعلیم کی خصوصی تربیت لی ہو۔

(ج)......گریجویشن تک کی تعلیم کے لئے دینی مدارس کے اعلیٰ مرحلے کا سند یافتہ جس نے جدید علوم کی خصوصی تربیت لی ہو یا اسلامیات کی مجوزہ فیکلٹی سے ایم اے۔

(د)......ایم اے کی تعلیم کے لئے وہ شخص جو دینی مدارس کے ثانوی مرحلے میں تدریس کم از کم سات سالہ یا اعلیٰ مرحلے میں تدریس کا کم از کم دو سالہ تجربہ رکھتا ہو یا دینی مدارس کے درجات تخصص کا فارغ ہو یا اسلامیات کی فیکلٹی سے ایم اے اور گریجویشن تک کی تعلیم کا مناسب تجربہ رکھتا ہو۔

(و)......اساتذہ کی خصوصی تربیت: ''اساتذہ'' کے معیار کے تحت ضمن ''الف، ب، ج، د'' میں اساتذہ کی خصوصی تربیت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی تشریح درج ذیل ہے:

(۱)...... جب تک مجوزہ پالیسی کے تحت علوم اسلامیہ وعربیہ کے مستند تعلیم پائے ہوئے لوگ اسلامیات کی تدریس کے لئے مہیا نہیں ہوتے اس وقت تک موجودہ نظام تعلیم کے ان افراد سے بھی کام لیا جاسکتا ہے جنہوں نے ماضی میں ابتداء سے گریجویشن تک معارف اسلامیہ (اسلامک اسٹڈیز) کو بطور اختیاری مضمون لیا ہو، لیکن ان کے لئے تربیت کا ایک کورس ترتیب دیا جائے جس میں ناظرہ قرآن کریم، ابتدائی عربی زبان وگرامر، ترجمۂ قرآن کریم اور حدیث وفقہ کے مبادی پڑھانے کی تربیت دی جائے، اس تربیت سے کامیاب ہونے کے بعد انہیں تدریس کا اہل قرار دیا جائے۔ اس تربیتی کورس کا انتظام دینی مدارس میں کیا جائے، اس طرح قدیم وجدید طبقوں کے درمیان باہمی ربط اور ہم آہنگی پیدا کرنے میں بھی مدد ملے گی۔ اس سلسلے میں دینی مدارس ہر قسم کا تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں۔

(۲)...... جب تک مجوزہ پالیسی کے تحت دینی مدارس کے طلباء جدید علوم سے واقف ہو کر فارغ نہیں ہوتے اس وقت تک گریجویشن کی اسلامیات کی تعلیم کے لئے ان افراد سے بھی کام لیا جاسکتا ہے جو ماضی میں کسی معروف دینی درسگاہ سے فارغ ہوئے ہوں، لیکن ان کے لئے تربیت کا ایک کورس ترتیب دیا جائے جس میں انہیں جدید علوم سے روشناس کرایا جائے، اس کے بعد انہیں تدریس کا اہل قرار دیا جائے۔

(۳)...... مجوزہ پالیسی کے تحت دینی مدارس میں ریاضی اور سائنس کے جو مضامین داخل نصاب کئے جائیں گے ان کو پڑھانے کے لئے دینی مدارس کے موجودہ اساتذہ ہی کو تربیت دی جائے۔ جیسا کہ زیر تبصرہ پالیسی میں بھی تجویز کیا گیا ہے۔

(۴)...... آئندہ مستقل طور پر تربیت اساتذہ کے تمام مراحل میں بشمول بی ایڈ اور ایم ایڈ اسلامیات کی تربیت کا مستقل اور ٹھوس نظام بنایا جائے۔

(۵)...... جب تک کسی درسگاہ میں اسلامیات اور ناظرہ قرآن کریم کے تربیت یافتہ اساتذہ موجود نہ ہوں اس وقت تک اسے سرکاری طور پر منظور نہ کیا جائے۔

۴...... **درسگاہوں کا ماحول:** اپنے نظام تعلیم کو صحیح معنی میں اسلامی اور قومی انداز میں نافذ کرنے کے لئے جتنی اہمیت نصاب تعلیم کو حاصل ہے، درسگاہوں کے ماحول کا سدھار اس سے کم اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ طلباء کو کسی خاص رنگ میں رنگنے کے لئے اس کا ماحول بڑا مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ مغربی ممالک میں اسلامیات کی تعلیم اچھے خاصے معیار پر ہوتی ہے، لیکن اس کے ذریعہ کوئی مسلمان طالب علم پیدا نہیں ہوا۔ اس کی وجہ اسلامی ماحول کا فقدان ہے۔ لہٰذا نئے نظام تعلیم میں اس امر کو بھی پوری اہمیت دینے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ہماری تجاویز درج ذیل ہیں:

(الف)...... اساتذہ: مسلمان طلباء کو تعلیم دینے کے لئے ایسے اساتذہ کا انتخاب ناگزیر ہے جو ایک طرف اپنے تدریسی مضامین میں ماہر اور اپنے علم وفن کا ذوق رکھنے والے ہوں اور دوسری طرف نظریۂ پاکستان یعنی اسلام سے کماحقہ عقیدت ومحبت رکھتے ہوں۔ خاص طور سے اسلامیات کی تعلیم کے لئے اساتذہ کا انتخاب کرتے وقت اس بات کو لازمی شرط قرار دیا جائے کہ وہ اپنی ظاہری عملی زندگی میں اسلامی تعلیمات کے پابند ہوں ورنہ ظاہر ہے کہ وہ طلباء کے اندر اسلامی روح پھونکنے میں ناکام رہیں گے۔

(ب)......جداگانہ تعلیم: اب تک ہمارے نظام تعلیم کے غیر اسلامی ہونے کی ایک بڑی وجہ مخلوط تعلیم بھی رہی ہے۔ طلباء اور طالبات کو مشترک طور پر ایک ساتھ تعلیم دینا مندرجہ ذیل وجوہ سے غلط اور خطرناک ہے:

(۱)......مرد و عورت کا یہ اختلاط ان اسلامی تعلیمات کے یکسر مخالف ہے جن کے سانچے میں ہم اپنے نظامِ تعلیم کو ڈھالنا چاہتے ہیں۔ اُمید ہے کہ زیر تبصرہ پالیسی کے فاضل مرتبین جن کی پر خلوص کوشش یہ ہے کہ ہمارا نظام تعلیم اسلامی بنیادوں پر استوار ہو جائے، لادینی نظام تعلیم کی اس خطرناک ترین یادگار کو مٹانے کی طرف خصوصی توجہ دیں گے۔

(۲)......مخلوط تعلیم کی وجہ سے تعلیم کا معیار بہت پست ہو گیا ہے۔

(۳)......قدرت نے مرد و عورت کو الگ الگ مقاصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا دونوں کی تعلیم بھی ان کے مقاصد حیات کے لحاظ سے مختلف ہونی چاہئے۔ جو نصاب و نظام مرد کے لئے مفید ہو سکتا ہے ضروری نہیں ہے کہ وہ عورت کے لئے بھی مفید ہو۔ اس وجہ سے عورتوں کا نظام تعلیم مردوں سے بالکل الگ ہونا چاہئے۔ موجودہ نظام تعلیم میں دونوں کو یکساں طرز سے تعلیم دی جاتی ہے جو نتائج کے لحاظ سے مفید نہیں ہو سکتی۔

(۴)......مخلوط تعلیم کی وجہ سے طلباء میں جو اخلاقی گراوٹ مسلسل پیدا ہو رہی ہے وہ اب کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں رہی۔ ان حالات میں ہمارا نظام تعلیم اس وقت تک ہمارے قومی تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا جب تک کہ مرد و عورت کے لئے الگ الگ نصاب اور نظام نہ بنایا جائے۔

(ج)......غیر نصابی سرگرمیاں: طلباء کے ماحول کو درست کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کو غیر نصابی سرگرمیوں میں کسی ایسی بات کی اجازت نہ دی جائے جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہو۔ سابقہ حکومت مغربی پاکستان نے اپنے تعلیمی اداروں میں رقص و سرور پر پابندی عائد کر دی تھی۔ یہ ایک نہایت مستحسن اقدام تھا جس پر کماحقہ عمل نہ ہو سکا۔ ضرورت ہے کہ نئے نظام تعلیم میں رقص و سرور اور دوسری غیر اسلامی سرگرمیوں پر مکمل پابندی لگا دی جائے۔ اس کے علاوہ ایسی غیر نصابی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے جن میں طلباء کو اسلامی معلومات بڑھانے یا اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں مدد ملے۔

(د)......یونیفارم: پورے پاکستان میں اگر طلباء کا یونیفارم ایک کر دیا جائے تو اس سے بھی قومی شعور پیدا کرنے میں مدد ملے گی۔ دنیا کی تمام زندہ قومیں اپنی نئی نسلوں میں قومی اور اجتماعی احساس پیدا کرنے کے لئے ان کو اپنے قومی لباس کا پابند بناتی ہیں۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ پاکستان کے طلباء اس شعور سے محروم رہیں۔ اس لئے ان کا یونیفارم پاکستان کا قومی لباس یعنی شیروانی، پاجامہ یا شلوار اور ٹوپی ہونا چاہئے۔

(ہ)......شعائر اسلام کا احترام: درس گاہوں کے ماحول میں اسلامی ارکان و شعائر کے کماحقہ، احترام کی مکمل رعایت ہونی چاہئے۔ نمازوں کے اوقات میں نماز کے لئے مناسب وقفے ہونے چاہئیں اور بہتر ہے کہ درسگاہ کی حدودِ عمارت میں مسجد کے قیام کو لازمی قرار دیا جائے۔ اگر مستقل عمارت نہ ہو تو نماز باجماعت کے لئے الگ جگہ بنائی جائے اور اس بات کی کوشش کی جائے کہ طلباء جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے عادی بنیں۔

(و)...... **ہفتہ وار تعطیل:** اس ضمن میں یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ درس گاہوں کی ہفتہ وار تعطیل کا دن اتوار کے بجائے جمعہ کو مقرر کیا جائے۔

عربی مدارس کا مسئلہ: پالیسی کے خلاصہ کے پہلے اور آخری پیراگرافوں میں قدیم جدید نظام ہائے تعلیم پر جو تبصرہ کیا گیا ہے وہ بلاشبہ دونوں نظاموں پر مختصر مگر جامع تبصرہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں نظاموں کے درمیان جو وسیع خلیج حائل ہوگئی ہے اسے دور کرنے کی ضرورت عرصۂ دراز سے محسوس کی جارہی ہے لیکن جیسا کہ پالیسی کے خلاصہ پیراگراف نمبر ۵ میں کہا گیا ہے کہ ''پاکستان کا مقصود نظریاتی اتحاد ہونا چاہئے، نظریاتی خلا نہیں۔'' اس لئے اس خلیج کو دور کرنے کے لئے بڑی حکمت کی ضرورت ہے۔ جہاں تک جدید نظام تعلیم میں اسلامی اصلاحات کا تعلق ہے ان کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے۔ دینی مدارس کے نظام تعلیم کو منظم مربوط اور پاکستان کے لئے زیادہ مفید بنانے کے لئے ہماری تجاویز حسب ذیل ہیں:

(ا)...... **مدرسہ ایجوکیشن بورڈ:** مدارس کو منظم کرنے کے لئے ایک آزاد خود مختار مدرسہ تعلیمی بورڈ کی تشکیل کی جائے لیکن سابقہ تجربات کے پیش نظر اس بورڈ میں حسب ذیل امور کی رعایت کی جائے۔ ورنہ یہ تنظیم قطعی طور پر ناکام ہوجائے گی:

(الف)...... یہ بورڈ تمام تر موجودہ بڑے دینی مدارس کے ایسے ذمہ دار علمائے دین پر مشتمل ہو جن پر خود یہ دینی مدارس اور پوری امت علم وفضل اور دینی بصیرت کے لحاظ سے اعتماد کرتی ہو، البتہ جدید علوم کے معاملے میں مشورہ کے لئے دو ایسے صاحبان بھی اس کے رکن ہوں جو جدید نظام تعلیم کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔

(ب)...... ہر دینی مدرسہ اپنے یہاں بنیادی (ایلمنٹری) مرحلے تک کا اسکول قائم کرے جس میں وہی نصاب پڑھایا جائے جو عام سرکاری اسکولوں میں پڑھایا جارہا ہو۔ اس مرحلے تک جدید وقدیم نظام تعلیم کا فرق بالکل ختم کردیا جائے۔ البتہ دینی مدارس کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ اپنی ضرورت کے تحت اس نصاب پر کچھ اضافہ کرنا چاہیں تو کرسکیں اور دینی مدارس کے خاص انتظام تعلیم میں انہی طلباء کو داخلہ دیا جائے جو ایلمنٹری کلاسوں سے فارغ ہوچکے ہوں۔

(ج)...... دینی مدارس کے خاص نصابِ تعلیم کو چار مراحل پر تقسیم کیا جائے، علوم ابتدائیہ، علوم ثانویہ، علوم عالیہ اور تخصص...... ان مراحل میں بورڈ اپنی صوابدید پر معاشیات، سیاسیات اور جدید فلسفہ کے مضامین شامل کرے۔

(د)...... بورڈ کو نصاب تعلیم کے تقرر، امتحانات کے انعقاد اور جملہ تعلیمی امور میں مکمل آزادی اور خود مختاری حاصل ہو اور اس معاملے میں وہ کسی ہیئت حاکمہ کا پابند نہ ہو، زیرِ تبصرہ پالیسی میں بعض معیاری کالجوں کو اس قسم کی آزادی دی گئی ہے کہ وہ خود امتحانات لیں اور ڈگری دیں، لہٰذا مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کو خود مختار رہتے ہوئے اسناد عطا کرنے کی اجازت دینا ایک معقول تجویز ہے۔

(ہ)...... موجودہ نظام میں دینی مدارس عوامی تعاون کی بنیاد پر چل رہے ہیں اگر ان مدارس کی موجودہ آزادی میں کوئی فرق آیا یا حکومت نے ان کو مالی امداد دی تو یقین ہے کہ عوامی تعاون کا یہ سلسلہ بالکل بند ہوجائے گا اور ان مدارس کو چلانے کے لئے حکومت کو کروڑوں روپیہ خرچ کرنا پڑے گا جس کے بارے میں یقین ہے کہ میزانیہ میں اس کی گنجائش نہیں ہوگی۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ دینی مدارس ایک طرف اپنے تعلیمی معاملات میں مکمل طور پر آزاد ہوں اور دوسری طرف ان کا مالی نظام جس طرح آج کل عوامی تعاون کی

بنیاد پر چل رہا ہے اسی طرح چلتا رہے۔مرکزی بورڈ کے جملہ اخراجات دینی مدارس کے چندے سے پورے کئے جائیں۔

(و)......اس بورڈ کی دی ہوئی اسناد کو سرکاری طور پر تسلیم کیا جائے اور ابتدائی مرحلے کو میٹرک کے مساوی، ثانوی مرحلے کو انٹر کے مساوی، اعلیٰ مرحلے کو گریجویٹ کے مساوی اور تخصص کو ایم اے کے مساوی قرار دیا جائے۔

(ز)......دینی مدارس کے اس بورڈ کو تسلیم کر لینے کے بعد ادیب، عالم اور فاضل کے امتحانات کی ضرورت باقی نہیں رہتی، لہٰذا ان امتحانات اور اسناد کو ختم کر دیا جائے۔

(ح)......ملک کے بہت سے دینی مدارس و مکاتب ایسے ہیں کہ جو نہایت محدود پیمانے پر اپنا کام کر رہے ہیں، اپنے محدود مالی وسائل کی وجہ سے ان کا بورڈ کے پورے نظام میں منسلک ہونا ممکن نہیں ہوگا لہٰذا جو مدارس اس بورڈ کے ساتھ منسلک نہ ہو سکیں ان کو رجسٹر کر لیا جائے لیکن سند کی منظوری کے لئے بورڈ سے ملحق ہونا لازمی ہو۔

یہ نکات اس قدر ناگزیر ہیں کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی فراموش کر دیا گیا تو تنظیم مدارس کے مقصد پر بالکل پانی پھر جائے گا اور یا تو موجودہ خلیج جوں کی توں برقرار رہے گی یا ملک میں ایک خوفناک نظریاتی خلا پیدا ہو جائے گا۔

مشنری تعلیمی ادارے: اس میں ذرا برابر شبہ اور تردد کی گنجائش نہیں کہ پاکستان میں مشنری تعلیمی ادارے اور رفاہی ادارے در حقیقت مسیحی تبلیغی ادارے ہیں یا زیادہ بہتر الفاظ میں مسیحیت کی تبلیغ کے چور دروازے ہیں۔جن کے ذریعہ عیسائی مبلغ نہایت خاموش طریقہ پر انتہائی سرگرمی کے ساتھ پاکستان میں عیسائیت کے بیج بو رہے ہیں۔ان مشنریوں کی کارکردگی کی سالانہ رپورٹوں سے ظاہر ہے کہ پاکستان بننے کے بعد اس بائیس سال کی مدت میں پاکستانی باشندوں کو عیسائی بنانے میں اتنی زبردست کامیابی ان مشنریوں کو حاصل ہوئی ہے کہ پورے صد سالہ برطانوی دور استعمار میں پورے برصغیر ہندوستان میں اتنی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ مسیحی اقلیت کی جو تعداد پاکستان بننے کے وقت صرف پاکستان کے خطہ میں تھی اس بائیس سال میں وہ تعداد کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے، اگر ان ملکی اور غیر ملکی مشنریوں کو اسی طرح خاموشی کے ساتھ کام کرنے دیا گیا تو قوی اندیشہ ہے کہ مستقبل قریب یا بعید میں مسیحی اقلیت ایسی موثر اقلیت بن جائے کہ اس نوزائیدہ خالص اسلامی مملکت کے لئے مستقل خطرہ اور دردسر بن جائے اور پاکستان کا وہی حشر ہو جو لبنان کا ہو چکا ہے یا انڈونیشیا میں ہو رہا ہے۔

اس لئے نئی تعلیمی پالیسی کا مشنری تعلیمی اداروں کے خلاف صرف اتنا اقدام ہرگز کافی نہیں کہ تمام غیر ملکی مشنری تعلیمی اداروں کو قومی ملکیت میں لے لیا جائے، بلکہ ملکی مشنری تعلیمی اداروں پر بھی کڑی نگرانی رکھنے کی سفارش کرنی چاہیے، اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے تحت پاکستانی مشنریوں کو صرف اتنی اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ محض عیسائیوں کی تعلیم کے لئے اسکول و کالج اس شرط کے ساتھ قائم رکھ سکتے ہیں کہ

(الف)......ان کا نصاب تعلیم، نظام تعلیم بالکل وہی ہو جو پاکستانی سرکاری اسکولوں میں رائج ہے اور ان کی تعلیمی سرگرمیوں میں اسلام، پیغمبر اسلام اور تعلیمات اسلام کے خلاف ایک لفظ نہ کہا جائے۔وہ مسیحی معتقدات عیسائی بچوں کو سکھا سکتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ اسلامی معتقدات کی تنقیص یا ان پر تنقید بالکل نہ کی جائے۔

(ب)......ان مشنری اسکولوں میں مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کو ہرگز داخل نہ کیا جائے۔

ورنہ موجودہ تعلیمی پالیسی کے تحت ملکی مشنریوں کو مستثنیٰ کر دینے کی صورت میں غیر ملکی مشنریاں اپنے تمام تعلیمی اداروں اور اثاثوں کا مالک ان مشنریوں کو بنا کر ان کے واسطہ سے اپنے موجودہ تبلیغی مشن کو جاری رکھ سکیں گی اور اسلامی حکومت اس استثنا کی وجہ سے ان کے خلاف کچھ نہ کر سکے گی۔

تعلیم بالغاں: زیر تبصرہ تعلیمی پالیسی کے حصہ اول باب دوم میں تعلیم بالغاں کی اہمیت پر جو زور دیا گیا ہے وہ قابل مبارک باد ہے اور اس سلسلے میں نوجوانوں سے جو رضا کارانہ خدمات لینے کا طریقہ تجویز کیا گیا ہے اگر اس پر عمل ہو سکا تو اس سے ایک عام قومی بیداری اور اجتماعی شعور کو ترقی دینے میں بھی مدد ملے گی، اس سلسلے میں ہماری چند تجاویز ہیں:

(۱)......تعلیم بالغاں کے نصاب میں ناظرہ قرآن کریم اور ضروری اسلامی معلومات (جس کے ذریعہ وہ اسلام کے بنیادی عقائد اور ارکان سے واقف ہو جائیں) ضرور داخل کیے جائیں۔

(۲)......جس حد تک ممکن ہو تعلیم بالغاں کا مرکز مساجد کو قرار دیا جائے۔

(۳)......تعلیم بالغاں کے لئے نوجوانوں کی رضا کارانہ خدمات کا جو طریقہ تجویز کیا گیا ہے وہ صرف (مرد) طلباء کے لئے رکھا جائے، طالبات کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

مخلوط تعلیم: تعلیم نسواں ایک مستقل چیز ہے اور مخلوط تعلیم ایک جداگانہ چیز ہے ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط وہی بے دین اور بے حمیت یورپ زدہ لوگ کرتے ہیں جو فروغ تعلیم نسواں کی آڑ میں مخلوط تعلیم کو فروغ دینا اور عام کرنا چاہتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی حدود میں رہ کر تعلیم نسواں کو زیادہ سے زیادہ عام کرنا چاہئے تاکہ نئی نسل اعلیٰ اخلاق و کردار کی مالک بن سکے۔ مگر معاشی اعانت کے لئے عورتوں کی تعلیم کو ذریعہ بنانا غیر فطری بھی ہے اور غیر اسلامی بھی، اس لئے کہ قرآن حکیم بیوی بچوں کی معاشی کفالت کا ذمہ دار مرد کو قرار دیتا ہے اور اسلامی تعلیمات کی رو سے عورت کی ذمہ داری شرعی فرائض ادا کرنے کے بعد تمام جائز اور مباح امور میں شوہر کی اطاعت کرنا اس کی حوائج اور سامان راحت و آسائش کو مہیا کرنا ہے تاکہ بچے اور شوہر تفریح کے لئے گھر سے باہر جانے کی ضرورت ہی محسوس نہ کریں۔

ایک ایسی تعلیم یافتہ عورت جس کا دن کسب معاش میں گھر سے باہر گزرے، شام کو تھکی ہاری گھر میں آئے، ہرگز ان فطری اور شرعی ذمہ داریوں کو نہیں اٹھا سکتی۔ اس لئے عورتوں کو معاشی نقطۂ نظر سے تعلیم دینے کا تصور ایک قطعی غلط تصور ہے۔ لڑکیوں کا نصاب تعلیم، نظام تعلیم اور معیار تعلیم مذکورہ بالا مقاصد کے تحت مرتب و مدون اور مردوں سے بالکل الگ اور جداگانہ ہونا چاہئے، ایسی صورت میں درس گاہوں کا الگ ہونا ناگزیر ہے۔ اگر تعلیم نسواں سے اس کے صحیح فوائد حاصل کرنے ہیں تو مخلوط تعلیم کو ختم کرنا قطعی لازم ہے، اس لئے کہ مخلوط تعلیم تو اسلامی روح کے بھی قطعی منافی ہے اور ذہنی و فکری آسودگی اور اخلاق و پاکیزگی کے لئے بھی سم قاتل ہے، اس کی اجازت کسی صورت میں بھی نہیں دی جا سکتی۔

عام طور پر تعلیم نسواں کے فروغ کے حامی وہ یورپ زدہ لوگ ہیں جو پاکستان کو بھی مخلوط تعلیم کے ذریعہ فحاشی و عریانی کے لحاظ

سے پیرس اور بیروت کا نمونہ بنانا چاہتے ہیں یہ لوگ درحقیقت تعلیم نسواں کے بھی دشمن ہیں اور دین وایمان کے بھی دشمن۔

رجال کار: یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ دنیا کا کوئی نظام خواہ کتنا ہی بہتر سے بہتر کیوں نہ ہو اس وقت تک نتیجہ خیز اور بارآور ثابت نہیں ہوسکتا، جب تک اس کو چلانے والے رجال کار موزوں اور صحیح نہ ہوں اگر ایک ایسا نظام تعلیم جو نظریاتی اعتبار سے سرتاپا مفید ہو، غلط ہاتھوں کو سونپ دیا جائے تو وہی ہلاکت خیز بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اگر ملک کا نظام تعلیم اسلامی خطوط پر استوار کرنا ہے تو یہ بات بنیادی اہمیت رکھتی ہے کہ اس نظام کو چلانے والے افراد اسلام کا صحیح جذبہ رکھنے والے ہوں، نیز اسلامیات کے نصاب کی تدوین صرف ان علماء کو تفویض کی جائے جو اسلامی علوم کا وسیع اور عمیق علم اور تجربہ رکھتے ہوں۔ اس سلسلے میں ہماری تجاویز درج ذیل ہیں:

(۱)...... یونیورسٹی اور ثانوی تعلیمی بورڈ کے تمام انتظامی شعبوں کے عہدے صرف ان لوگوں کے سپرد کیے جائیں جو نظریہ پاکستان یعنی اسلام سے عقیدت ومحبت رکھتے ہوں اور تعلیم کے مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت کے حامل ہوں۔

(۲)...... مندرجہ ذیل امور کے لئے صرف ان مستند علمائے دین کا انتخاب کیا جائے جن کے علم وفضل اور فہم وبصیرت پر قوم اعتماد کرتی ہے۔

(الف)...... تمام مراحل تعلیم کے لئے اسلامیات کی نصاب کمیٹی۔

(ب)...... اسلامیات کی نصابی کتب کی تصنیف اور تدوین۔

(ج)...... معارف اسلامیہ کی فیکلٹی کے تمام شعبے۔

(د)...... سنڈیکیٹ میں اسلامیات کی فیکلٹی کے ڈین کو بھی شامل کیا جائے۔

خلاصہ تجاویز: اب ہم ذیل میں ان تجاویز کا خلاصہ پیش کرتے ہیں جو اس یادداشت میں ذکر کی گئی ہیں:

(۱)...... تعلیم کا نظام اور نصاب اس طرز پر بنایا جائے کہ طلباء کے سامنے جو تعلیم کا مقصد آئے وہ محض حصول معاش نہ ہو بلکہ ذات کی تکمیل، اعلیٰ انسانی اوصاف کا حصول اور ملک وملت کی خدمت ہو۔

(۲)...... نظام تعلیم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ صرف ایک گھنٹے میں اسلامیات کو لازمی قرار دیا جائے بلکہ اس کے لئے ہر علم وفن کے نصاب کو اس طرز پر مدون کرنے کی ضرورت ہے کہ:

(الف)...... اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے افکار ہر علم وفن میں رچے بسے ہوئے ہوں۔

(ب)...... ہر علم وفن کی تعلیم اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر کے ساتھ دی جائے، ان دونوں باتوں کی پوری تفصیل وتشریح ابتدائی صفحات میں بیان کی گئی ہے۔

(۳)...... اسلامیات کی تعلیم کا معیار بلند کیا جائے اور اس میں تفسیر، حدیث، فقہ اور عقائد کی ٹھوس تعلیمات اتنی مقدار میں دے دی جائیں کہ دسویں جماعت تک پہنچتے پہنچتے ہر طالب علم کے سامنے اسلام کی ایک صحیح اجمالی تصویر آجائے۔ اس کا مجوزہ سلیبس منسلک ہے۔

(۴)...... پانچویں جماعت تک ناظرہ قرآن کریم کے لئے اسلامیات سے الگ مستقل وقت رکھا جائے اور اس مرحلے تک قرآن کریم ختم کرادیا جائے، اس کی عملی صورت پانچویں جماعت کے سلیبس میں منسلک ہیں۔

(۵)...... کالج کی سطح پر اسلامیات کی مستقل فیکلٹی قائم کی جائے جس میں تمام اسلامی علوم کی وسیع و عمیق تدریس کا انتظام ہو۔

(۶)...... عربی زبان کو اسلامیات کی تعلیم کا مستقل جز بنایا جائے جس کی عملی صورت ثانوی مدارس کے سلیبس میں منسلک ہے۔

(۷)...... اسلامیات کے اساتذہ میں مطلوبہ قابلیت کا یہ معیار مقرر کیا جائے کہ:

(الف)...... ساتویں جماعت تک کے اساتذہ کے لئے دینی مدارس سے ثانوی مرحلے کا سند یافتہ یا اسلامیات کی مجوزہ فیکلٹی سے انٹرمیڈیٹ یا موجودہ نظام تعلیم کا گریجویٹ جس کا اختیاری مضمون معارفِ اسلامی رہا ہو اور اس نے اسلامیات کی تدریس کی خصوصی تربیت لی ہو۔

(ب)...... آٹھویں سے دسویں جماعت تک کے لئے دینی مدارس سے ثانوی مرحلے کا سند یافتہ جو ایلمنٹری کلاسوں کو پڑھانے کا کم از کم تین سالہ تجربہ رکھتا ہو یا علوم جدیدہ کی خصوصی تربیت لی ہو یا اسلامیات کی مجوزہ فیکلٹی سے گریجویٹ یا موجودہ نظام تعلیم کا فاضل عربی، یا موجودہ نظام تعلیم کا ایم اے اسلامیات جس نے اسلامیات کی تعلیم کی خصوصی تربیت لی ہو۔

(ج)...... گریجویشن تک کتابوں کے لئے دینی مدارس کے اعلیٰ مرحلہ کا سند یافتہ جس نے جدید علوم کی خصوصی تربیت لی ہو یا اسلامیات کی مجوزہ فیکلٹی سے ایم اے ہو۔

(د)...... ایم اے کی تدریس کے لئے وہ شخص جو دینی مدارس کے ثانوی مرحلہ میں تدریس کا کم از کم سات سالہ یا اعلیٰ مرحلہ میں تدریس کا کم از کم دو سالہ تجربہ رکھتا ہو یا اسلامیات کی مجوزہ فیکلٹی میں گریجویشن کی تعلیم کا کم از کم پانچ سالہ تجربہ رکھتا ہو یا دینی مدارس کے درجات تخصص کا فارغ ہو۔

(۸)...... تجویز سات ضمن الف اور ب میں جس خصوصی تربیت کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ نظام تعلیم سے معارف اسلامیہ کی تعلیم پائے ہوئے لوگوں کے لئے تربیت کا ایک خصوصی کورس شروع کیا جائے جس کا انتظام بہتر ہے کہ دینی مدارس میں ہو۔

(۹)...... تجویزے ضمن ج اور د، جس خصوصی تربیت کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دینی مدارس کے ان طلباء کو جو ماضی میں فارغ التحصیل ہوئے ہوں بعض ضروری دنیوی علوم کی تربیت دی جائے۔

(۱۰)...... آئندہ اساتذہ کی تربیت کے تمام مراحل میں بشمول بی ایڈ و ایم ایڈ اسلامیات کی معیاری اور ٹھوس تعلیم و تربیت کو لازمی کیا جائے۔

(۱۱)...... جب تک کسی درسگاہ میں اسلامیات کے تربیت یافتہ اساتذہ موجود نہ ہوں اس وقت تک اسے منظور نہ کیا جائے۔

(۱۲)...... درس گاہوں کے ماحول کو اسلامی بنانے کے لئے ہر مضمون میں ایسے اساتذہ کا انتخاب کیا جائے جو نظریہ پاکستان یعنی اسلام سے محبت و عقیدت رکھتے ہوں۔ نیز اسلامیات کی تعلیم کے لئے صرف وہ اساتذہ منتخب کئے جائیں جو اپنی ظاہری عملی

زندگی کے پابند ہوں۔

(۱۳)......مخلوط تعلیم کو بلاتاخیر فوراً ختم کیا جائے۔

(۱۴)......طلباء کو غیر نصابی سرگرمیوں میں ایسی سرگرمیوں کی اجازت نہ دی جائے جو اسلام کے خلاف ہو۔ نگار قص وسرود اور ڈرامے وغیرہ۔

(۱۵)......پورے پاکستان کے طلباء کے لئے پاکستان کے قومی لباس کا یونیفارم مقرر کیا جائے۔

(۱۶)......درسگاہوں میں اسلامی شعائر کا پورا احترام کیا جائے۔ نمازوں کے اوقات میں نماز کے وقفے دیئے جائیں اور ہر درسگاہ میں نماز کے لئے جگہ مخصوص کرنا لازمی قرار دیا جائے۔

(۱۷)......ہفتہ وار تعطیل اتوار کے بجائے جمعہ کو کی جائے۔

(۱۸)......دینی مدارس کو منظم کرنے کے لئے ایک آزاد اور خود مختار بورڈ بنایا جائے جو دینی مدارس کے ذمہ دار علمائے دین پر مشتمل ہو، اس میں دو جدید تعلیم کے ماہرین کو بھی شریک کیا جائے۔

(۱۹)......ہر وہ دینی مدرسہ جو اس بورڈ سے ملحق ہونا پسند کرے اس کی اسناد کو منظور کیا جائے اور جو دینی مدارس اس کے ساتھ ملحق نہ ہوں ان کی اسناد حسب سابق غیر منظور شدہ رکھی جائیں۔

(۲۰)......جو مدارس بورڈ کے ساتھ الحاق کریں وہ اپنے یہاں المنٹر ی کلاس تک کا ایک اسکول قائم کریں، اس مرحلہ تک جدید و قدیم تعلیم کا فرق ختم ہو جائے اور دینی مدارس کے مخصوص نصاب میں وہی طلباء داخل ہوں جو المنٹر ی کلاس سے فارغ ہو چکے ہوں۔

(۲۱)......آگے دینی مدارس کے مخصوص نصاب کو چار مراحل پر تقسیم کیا جائے۔ علوم ابتدائیہ، علوم ثانویہ، علوم عالیہ اور تخصص، بورڈ اپنی صوابدید پر اس میں معاشیات، سیاسیات جدید فلسفہ کا اضافہ کر سکتا ہے۔

(۲۲)......یہ بورڈ کسی ہیئت حاکمہ کا پابند نہ ہو بلکہ جملہ تعلیمی امور میں خود مختار ہو، وہی نصاب وضع کرے اور وہی امتحانات لے کر اسناد دے۔

(۲۳)......دینی مدارس یا بورڈ کو حکومت کی طرف سے کوئی مالی امداد نہ دی جائے بلکہ وہ حسب سابق عوامی تعاون کی بنیاد پر چلتے رہیں۔

(۲۴)......اس بورڈ کی دی ہوئی اسناد کو تسلیم کیا جائے اور علوم ابتدائیہ کو میٹرک، علوم ثانویہ کو انٹر، علوم عالیہ کو گریجویشن، تخصص کو ایم اے کے مساوی قرار دیا جائے۔

(۲۵)......ادیب عالم اور فاضل کے امتحانات کا نظم ختم کر دیا جائے۔

(۲۶) پاکستانی باشندوں کے قائم کئے ہوئے مشنری اسکولوں کو صرف غیر مسلموں کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ مسلمان طلباء کو اس میں داخلہ کی اجازت نہ دی جائے۔

(۲۷)......تعلیم بالغان کے نصاب میں ناظرہ قرآن کریم اور ضروری اسلامیات کو شامل کیا جائے۔

(۲۸)...... جہاں تک ممکن ہو تعلیم بالغاں کا مرکز مساجد کو بنایا جائے۔

(۲۹)...... عورتوں کے لئے تعلیم کا بالکل الگ نصاب اور نظام بنایا جائے اور مخلوط طریقۂ تعلیم کو یکسر ختم کر دیا جائے۔

(۳۰)...... مندرجہ ذیل امور کے لئے صرف مستند علمائے دین کا انتخاب کیا جائے جن کے علم وفضل پر قوم اعتماد کرتی ہو۔

(الف)...... تمام مراحل تعلیم کے لئے اسلامیات کی نصاب کمیٹی۔

(ب)...... معارف اسلامیہ کی فیلکٹی کے تمام شعبے۔

(ج)...... اسلامیات کی نصابی کتب کی تصنیف وتدوین۔

(د)...... سنڈیکیٹ (معارف اسلامیہ کی فیکلٹی کا ڈین) اس میں شامل ہونا چاہئے۔

ذریعۂ تعلیم: زیر تبصرہ پالیسی میں انگریزی کو بحیثیت ذریعۂ تعلیم ختم کر کے قومی زبانوں کو ذریعۂ تعلیم بنانے کی جو سفارش کی گئی ہے وہ قوم کی تمناؤں کے عین مطابق ہے۔ ہم اس سفارش کی پرزور تائید وتصویب کرتے ہیں۔ یہ حقیقت نا قابل تردید ہے کہ ایک آزاد اور نظریاتی قوم کیلئے بائیس سال کے عرصہ میں پست معیار تعلیم کے اسباب میں سے ایک اہم سبب انگریزی تھا۔ پالیسی میں بالکل صحیح کہا گیا ہے کہ مغربی نظام تعلیم رائج کرنے سے انگریزوں کا مقصد مسلمانوں کو علم وفن کی اعلیٰ تعلیم دینا نہ تھا، بلکہ ہندوستانی انگریز پیدا کرنا تھا جو انگریزی زبان جانتے اور سمجھتے ہوں۔ لہٰذا یہ اقدام قابل مبارک باد ہے۔ البتہ اصطلاحات اور اعداد کو بدستور انگریزی رکھنے کے سلسلے میں ان اداروں سے مشورہ کرنا چاہئے جنہوں نے ان کا اردو ترجمہ کرنے کی خدمات انجام دی ہیں۔

ضمیمہ تجاویز...... متعلقہ معیار تعلیم اسلامیات

معیار نصاب: ہماری رائے میں ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے لئے نصاب کا معیار تجویز کرتے وقت مندرجہ ذیل اصولوں کو بنیاد بنانا چاہئے:

۱...... ہر جماعت کا نصاب اس دینی ضرورت کو کما حقہ پورا کرتا ہو جو عمر کے اس مرحلہ میں ایک مسلمان کو پیش آتی ہیں۔

۲...... نصاب اتنا زیادہ بھی نہ ہو کہ وہ تمام مضامین کی مطلوبہ استعداد پیدا کرنے میں رکاوٹ بن جائے۔

۳...... اتنا دقیق بھی نہ ہو کہ ذہن کے لیے ایک بار ثابت ہو۔

انہی تین بنیادوں پر ہم نصاب تعلیم وضع کرنے کے لیے طویل عرصہ سے غور وفکر اور مختلف تجربات کرتے رہے ہیں، تجربے کے لیے کئی مدارس عربیہ میں ایسے اسکول بھی قائم کیے گئے ہیں جن میں پورے سرکاری نصاب کے ساتھ مناسب حد تک دینی تعلیم کو سمویا گیا ہے۔ زیر غور تعلیمی پالیسی نے ہمیں پچھلے کئی سال کی کوششوں اور غور وفکر کے نتائج پر سوچنے اور مشاورت کا بہترین موقع فراہم کر دیا، اس موقع پر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ معیار بھی تجویز کر دیں جو دینی تعلیمی پالیسی کا جز بننا چاہیے۔

ہم طویل غور وفکر اور جدید وقدیم ماہرین تعلیم کے مشوروں اور اپنے قائم کردہ اسکولوں کے تجربات کی روشنی میں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ موجودہ سرکاری نصاب کی پوری تعلیم کے ساتھ بچے پانچویں جماعت تک دینی تعلیم کا وہ معیار بآسانی حاصل کر لیتے ہیں جو

ہم اگلی سطور میں بیان کریں گے۔اس اضافہ سے نہ تو ان کی صحت پر بُرے اثرات کا مشاہدہ ہوا اور نہ دیگر مضامین میں ان کی استعداد پر کسی بھی پہلو سے کمزوری کے آثار رونما ہوئے، بلکہ یہ حقیقت کھل کر سامنے آئی کہ ان اسکولوں کے طلبہ کا معیار دینی تعلیم کے علاوہ دیگر مضامین میں بھی عام اسکولوں سے بدرجہا بہتر رہا،لہٰذا ہم پانچویں جماعت تک دینی تعلیم کے لیے مندرجہ ذیل معیار تجویز کرتے ہیں:

۱۔ قرآن کریم: (الف)...... پانچویں جماعت تک ناظرہ قرآن کریم کامل (صحیح تلفظ کے ساتھ)

(ب)...... پارہ عم کا نصف آخر حفظ (صحیح تلفظ کے ساتھ)

۲۔اسلامیات: بذریعہ قومی زبان: اس مضمون میں مندرجہ ذیل عنوانات کی تفصیل اس انداز پر آجانی چاہیے کہ ہر جماعت میں تدریجاً اس کا معیار بلند ہوتا چلا جائے۔

(الف)......عقائد (ب)......عبادات (ج)......اخلاق وعادات (د)......سیرت طیبہ۔

دینی تعلیم کے مذکورہ دونوں مضامین یعنی قرآن کریم اور اسلامیات کا جماعت وار معیار تعلیم اور اوقات کی تفصیل سلیبس میں بیان کردی گئی ہے۔

اسلامیات اور قرآن کریم کی الگ الگ مستقل حیثیت: البتہ یہ بات نہایت ضروری ہے کہ آئندہ قرآن کریم اور اسلامیات کا الگ الگ مضمون قرار دیا جائے، جب کہ موجودہ نظام تعلیم میں دونوں کو ملا کر ایک قرار دیا گیا ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ دونوں مضمون اگرچہ بظاہر لازمی ہیں مگر عملاً اختیاری ہو کر رہ گئے ہیں کیوں کہ امتحانات میں قرآن کریم کے کل نمبر تیس اور اسلامیات کے بیس رکھے گئے ہیں۔اب اگر کوئی بچہ قرآن کریم بالکل نہ پڑھے یا اس میں ایک نمبر بھی حاصل نہ کر سکے اور اسلامیات میں بیس میں سترہ نمبر حاصل کرلے تو وہ کامیاب تصور کیا جائے گا۔ہماری رائے میں ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے ورنہ دونوں مضامین کی اہمیت بالکل ختم ہو کر رہ جائے گی۔اس لیے ضروری ہے کہ ان دونوں کو الگ الگ لازمی مضمون کی حیثیت دی جائے اور ان میں سے طالب علم اگر ایک میں بھی فیل ہو جائے تو اسے اگلی جماعت میں ترقی پانے سے اسی طرح روک دیا جائے،جس طرح موجودہ نصاب ونظام تعلیم میں اردو، حساب اور انگریزی میں ناکامی کی صورت میں کیا جاتا ہے۔

وقت تعلیم: دینی تعلیم کے مذکورہ معیار کو واقعی اور مؤثر انداز میں نصاب کا لازمی جز بنانے کے لیے ضروری ہوگا کہ اسکولوں کے موجودہ تعلیم کے وقت میں دو تبدیلیاں کی جائیں:

وقت تعلیم میں اضافہ: ہم طویل غور وفکر اور عربی مدارس میں چلنے والے پرائمری اسکولوں میں کئی سال کا تجربہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ پرائمری اسکولوں میں یومیہ وقتِ تعلیم ایسی جامد اور قطعی حیثیت نہیں رکھتا جس میں کسی قدر بھی کمی وبیشی ممکن نہ ہو یا اس میں معمولی اضافے کو بچوں کا مزاج یا جسمانی صحت بآسانی برداشت نہ کر سکے، بلکہ ہمارے مشاہدے اور تجربے نے یہ بات واضح طور پر ثابت کردی ہے کہ قرآن کریم اور اسلامیات کے سلسلے میں بڑھائے ہوئے وقت نے ایک طرف دینی تعلیم کو صحیح بنیادوں پر استوار کردیا، تو دوسری طرف طلبہ کی صحت، چستی اور دلچسپی بھی متاثر نہ ہوئی۔نیز دیگر مضامین کی مطلوبہ استعداد میں بھی کمی

کے بجائے اضافہ ہوا۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ بحالت موجودہ جبکہ دینی تعلیم کا قابل ذکر انتظام اسکولوں میں نہیں، ان میں تعلیم دلانے والے بیشتر والدین دوسرے وقتوں میں دو تین گھنٹوں کے لیے اپنے بچوں کو مساجد اور مکتبوں میں بھیجتے ہیں، جہاں وہ قرآن کریم اور دینیات کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اگر پورے ملک کے پرائمری اسکولوں کا اس پہلو سے سروے کیا جائے تو بعید نہیں کہ ایسے ہی بچوں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہو۔ لہٰذا ہماری تجویز یہ ہے کہ پرائمری اسکولوں کے کل تعلیمی وقت میں جماعت اول و دوم کے لئے ایک گھنٹہ یعنی ساٹھ منٹ یومیہ کا اضافہ اور جماعت سوم تا پنجم کے لئے پچاس منٹ یومیہ کا اضافہ اس طرح جماعت اول اور دوم کا روزانہ کل تعلیمی وقت ۵ گھنٹے (۱۰ پیریڈ) اور جماعت سوم تا پنجم کا روزانہ وقت ساڑھے پانچ گھنٹے ہو جائے گا۔

اسکول کے بچے بحالت موجودہ تعلیم قرآن کی خاطر دو تین گھنٹے مکاتب اور مساجد میں صرف کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اسکول ہی کے وقت میں دو تین گھنٹے کے بجائے صرف ایک گھنٹے کا اضافہ برداشت نہ کر سکیں۔

(۲)...... بعض ایسے مضامین کا وقت کچھ دینی تعلیم کی خاطر لے لیا جائے جن میں استعداد کا مطلوبہ معیار کچھ وقت کم کر کے بھی بآسانی حاصل ہو سکتا ہے۔ مثلاً جسمانی تعلیم وصحت، معاشرتی علوم اور عملی فنون کا جو معیار پرائمری کے نصاب میں مقرر کیا گیا ہے، اس کے لحاظ سے ان کے وقت میں اگر قدرے کمی کر دی جائے تو نصاب کی مطلوبہ استعداد پھر بھی بآسانی حاصل ہو جاتی ہے بلکہ ہمارے قائم کردہ اسکولوں میں حاصل ہوتی رہی ہے اور ان مضامین میں بچے بورڈ کے امتحان میں نہایت اچھے نمبر حاصل کرتے رہے ہیں۔

مذکورہ دونوں تجاویز کو اگر عملی جامہ پہنایا گیا تو قرآن کریم اور اسلامیات کو اتنا وقت دینا ممکن ہو جائے گا جو ان کے لئے ضروری ہے۔

نصاب کی تدوین وترتیب کے رہنما اصول

مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختارؒ
سابق ناظم اعلیٰ وفاق المدارس

[۱۹۹۵ء میں وفاق المدارس کی نئی نصاب کمیٹی تشکیل دی گئی۔اس وقت حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحبؒ ناظم اعلیٰ وفاق تھے،ان کی طرف سے اس موقع پر اراکین نصاب کمیٹی کے نام جو خط لکھا گیا اور نصاب کے حوالے سے جو اصول واہداف متعین کیے گئے وہ ذیل میں پیش ہیں۔مرتب]

محترم المقام حضرت...............دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کو معلوم ہے کہ ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' دینی مدارس کی ایک ہمہ گیر عظیم تنظیم ہے،دو ہزار کے قریب دینی مدارس اس سے ملحق ہیں ان مدارس میں ابتدائی مکاتب سے لے کر جامعات کی سطح تک کے ادارے شامل ہیں۔وفاق المدارس کی جانب سے تمام دینی مدارس کے نصاب میں ہم آہنگی اور یکسانیت پیدا کرنے کیلئے اور نصاب تعلیم کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کیلئے برابر کوشش ہوتی رہی ہیں چونکہ نصاب کا مسئلہ ہی ایسا ہے کہ اس میں روزمرہ کی ضروریات اور زمانۂ حال کے تقاضوں کے پیش نظر جزوی ردوبدل ناگزیر ہوتا ہے۔اس لئے وفاق المدارس کے اہل حل وعقد نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ درس نظامی کی اصل روح کو برقرار رکھتے ہوئے ایسا نصاب تعلیم ترتیب دیا جائے جس کی افادیت زیادہ سے زیادہ ہو،فارغ التحصیل طلباء نہ صرف ٹھوس اور پختہ استعداد کے عالم بن کر نکلیں بلکہ وہ موجودہ دینی ودنیوی تقاضوں کو کماحقہ سمجھنے کی صلاحیت سے آراستہ ہوکر امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی کر سکتے ہوں۔قدیم وجدید تمام فتنوں سے نبرد آزما ہونے کی استعداد رکھتے ہوں،اور ان فتن کا کامیاب دفاع کر سکتے ہوں،فتویٰ،قضا،تصنیف،تالیف اور تدریس وتبلیغ وغیرہ ہر میدان میں کامیاب وکامران ہوسکے۔اس مقصد کے تحت صدر الوفاق حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ نے مجلس عاملہ کی طرف سے تفویض کردہ اختیار کی رو سے نئی نصاب کمیٹی تشکیل دی ہے،جس کے ارکان کے نام یہ ہیں:

(۱)حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کراچی (۲)احقر محمد حبیب اللہ مختار کراچی (۳)حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب کراچی (۴)حضرت مولانا مفتی جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب کراچی (۵)مولانا محمد انور صاحب بدخشانی کراچی (۶)مولانا عزیز الرحمان صاحب کراچی (۷)مولانا محمد ولی صاحب کراچی (۸)مولانا محمد حسن جان صاحب پشاور (۹)مولانا مفتی عبدالقادر صاحب کبیر والہ (۱۰)مولانا عبدالستار صاحب کوئٹہ (۱۱)مولانا عبدالغفور قاسمی صاحب (۱۲)مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب اکوڑہ خٹک (۱۳)مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ ملتان۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ساتھ جناب والا کی دیرینہ ہمدردی اور تعلیم کے میدان میں وسیع تجربہ رکھنے کی بنیاد پر آپ کو بھی وفاق کی کمیٹی کا رکن نامزد کیا ہے، امید ہے کہ آپ اس خدمت کو قبول فرمائیں گے اور موجودہ نصاب پر غور و خوض کر کے نصاب میں ضروری ترامیم و اضافہ کر کے ٹھوس قابل اور جامع نصاب کا خاکہ تیار کریں گے اور نصاب کمیٹی کے اجلاس میں پیش فرمائیں گے۔اسی سلسلہ میں آپ نصاب کے امور میں دلچسپی رکھنے والے ماہرین تعلیم سے بھی مشورہ کر سکتے ہیں۔

نصابی خاکہ مرتب کرتے وقت یہ اصول بھی پیش نظر رہے کہ ایک طرف مدارس کے نصاب کی نہایت فاضلانہ اور جامع حیثیت مجروح نہ ہونے پائے، جو آگے چل کر فارغ التحصیل علماء کے رسوخ فی الدین، تعمق اور علمی صلاحیتوں پر اثر انداز ہو اور دوسری طرف موجودہ دور کی تعلیمی سندات اور ڈگریوں سے معادلہ کے ضمن میں عصری علوم و مضامین میں سے جو نہایت لازمی اور ضروری ہوں ان کو شامل نصاب کرنے پر اکتفاء کیا جائے، اس غرض کے لئے وفاق کا سولہ سالہ نصاب اور کل ہند اجتماع مدارس عربیہ کے اجلاس منعقدہ اکتوبر ۱۹۹۴ء کے منظور کردہ نصاب کا خاکہ بھی ارسال ہے، نئی تشکیل شدہ کمیٹی کا اجلاس ۲، ۳، ۴ دسمبر ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ، اتوار، پیر بمقام دارالعلوم کراچی منعقد ہوگا۔ پہلے دن اجلاس صبح دس بجے شروع ہوگا۔

آپ سے درخواست ہے کہ اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے اس اہم اجلاس میں ضرور شرکت فرماویں۔اجلاس نصاب پر غور و خوض مکمل ہونے تک جاری رہے گا، نصاب کمیٹی میں مدارس بنین و بنات دونوں کے لئے نصاب مرتب کیا جائے گا۔وقت کی پابندی لازمی ہے، اپنی آمد سے مطلع فرمائیں، وفاق کی طرف سے ارسال کردہ دونوں نصاب کی کاپی ساتھ لائیں۔

۱۴۱۶/۵/۲ھ مطابق ۱۹۹۵/۱۰/۱۷

نصاب کمیٹی کے اجلاسوں کی روداد

پہلا اجلاس:......منعقدہ ۹رجب ۱۴۱۶ھ/2دسمبر 1995 بروز ہفتہ ۱۱بجے سے ڈیڑھ بجے تک صدارت حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہ صدر دارالعلوم کراچی، تلاوت مولانا عزیز الرحمان استاد دارالعلوم کراچی۔

نصاب کمیٹی کے ارکان کے نام مورخہ 17-10-1995ء کو دعوت نامہ جاری کیا گیا۔بعد میں مورخہ 14-11-1995ء کو دوبارہ یاد دہانی کے لیے خط جاری کیا گیا فہرست ارکان پر مشتمل دونوں خط لف ہیں۔چنانچہ نصاب کمیٹی کا اجلاس مقررہ تاریخ ۹رجب ۱۴۱۶ھ مطابق 2دسمبر 1995ء بروز ہفتہ دارالعلوم کراچی میں منعقد ہوا۔اجلاس کے آغاز میں تلاوت کلام پاک کے بعد مفتی محمد انور شاہ صاحب نے دعوت نامہ کا مضمون پڑھ کر سنایا جس میں نصاب پر نظر ثانی کرتے وقت جن امور کو ملحوظ رکھا جائے، ان کی طرف متوجہ کیا چنانچہ ارکان نے نصاب پر غور کرنے سے پہلے اصول و اہداف جو کہ درج ذیل ہیں مقرر کیے اور طریق کار کے لیے رہنما اصول وضع کیے۔

اصول و اہداف......(۱) درس نظامی کی اصل روح کو برقرار رکھنا (۲) ٹھوس و پختہ استعداد کے باعمل متقی عالم دین پیدا کرنا (۳) موجودہ دور کے دینی و دنیاوی تقاضوں کو کماحقہ سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنا (۴) امت مسلمہ کی رہنمائی اور قیادت کی صلاحیت پیدا کرنا (۵) قدیم وجدید فتنوں سے دین اور امت مسلمہ کے کامیاب دفاع کی صلاحیت پیدا کرنا (۶) فتوی، قضا، تصنیف و تحقیق اور تدریس و تبلیغ وغیرہ کے ہر میدان کام کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔

طریق کار......(۱) جن علوم وفنون کی مندرجہ بالا اہداف حاصل کرنے کے لیے ضرورت ہے مگر وہ داخل نصاب نہیں ان کی تحقیق کر کے اضافہ کرنا چاہیے، خواہ وہ اختیاری ہو یا لازمی (۲) نیز ایسے مضامین جو شامل نصاب ہیں لیکن ان سے مذکورہ بالا اہداف پورے نہیں ہورہے تو ان میں بقدر کفایت اضافہ کرنا (۳) موجودہ نصاب جن فنون کی مذکورہ بالا اہداف کے لیے ضرورت نہیں رہی ان کو حذف کرنا یا ضرورت تو ہے لیکن اس کی مقدار ضرورت سے زیادہ ہو تو کم کرنا (۴) ہر مرحلہ نصاب کے لیے مطلوبہ اہداف الگ الگ متعین کر کے نصاب ان کے مطابق مرتب کرنا (۵) تربیت اساتذہ کے لیے حسب ضرورت نظام تربیت مقرر کرنا۔چنانچہ طریق کے شق نمبر (۱) کے مطابق ارکان نے درج ذیل مضامین کے اضافہ کی تجویز منظور کرلی: (۱) تاریخ (۲) مقارنۃ الادیان (۳) قدیم وجدید فلسفے کی وہ شاخیں جو اس دور میں زیادہ رائج ہیں ان کا تعارف اور اسلامی نقطہ نظر سے تنقید (۴) اسلامی اور جدید معیشت وتجارت (۵) اسلام اور جدید اصول قانون (۶) اسلام اور دیگر نظامہائے سیاست (۷) کمپیوٹر (۸) احسان وتصوف۔

دوسرا اجلاس:......بعد ظہر پونے تین بجے سے ساڑھے چار بجے تک مولانا مفتی عبدالقادر صاحب دارالعلوم کبیر والا، مولانا محمد انور بدخشانی صاحب، مولانا محمد ولی صاحب اور مفتی انور شاہ صاحب شریک ہوئے۔طریق کار کی دوسری شق کے مطابق درج ذیل مضامین میں اضافہ کی سفارش کی گئی (۱) عقائد (۲) حوار انشاء (۳) شہریت (۴) انگریزی زبان (۵) ریاضی (الجبرا، جیومیٹری، حساب) (۶) فلکیات (۷) جنرل سائنس (۸) علوم القرآن والقراءات العشرہ مع رسم العثمانی۔طریق کار کی تیسری شق (جو بعض مضامین میں کمی کے متعلق ہے) پر غور ہوا:

(۱) منطق کی بعض کتب ملاحسن کے متبادل پر غور کیا جائے۔ دروس البلاغہ کے کم کرنے یا متبادل کرنے پر غور کیا جائے۔ (۲) فلسفہ قدیمہ کے بارے میں غور (۳) نحو (۴) اصول حدیث۔ طریق کار کے شق نمبر ۴ جس کا تعلق ہر مرحلہ کے لیے اہداف مقرر کرنے سے ہے ان طلباء سے متعلق ہے جو تعلیم درمیان میں چھوڑ جائیں اور ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے اس لیے مرحلہ وار اہداف مقرر کرنے کی ضرورت نہیں۔ طریق کار کے شق نمبر ۵ تربیت اساتذہ کے بارے میں ارکان نے کافی غور کیا اور تربیت اساتذہ کے لیے طریق کار وضع کرنے اور اس پر عمل درآمد کرنے پر زور دیا۔

تیسرا اجلاس:...... ساڑھے چھ بجے بعد مغرب سے آٹھ بجے تک زیر صدارت مولانا مفتی عبدالستار صاحب، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ شرکاء مولانا محمد حبیب اللہ مختار صاحب کراچی، مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب، مولانا محمد انور بدخشانی صاحب کراچی، مولانا مفتی عبدالستار صاحب ملتان، مولانا مفتی عبدالقادر صاحب کبیر والہ، حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کراچی، مولانا محمد ولی صاحب کراچی، مولانا عزیز الرحمان صاحب کراچی، مفتی محمد انور شاہ صاحب ناظم امتحانات، مولانا امداد اللہ صاحب کراچی۔

چوتھا اجلاس:...... منعقدہ ۱۰ رجب ۱۴۱۶ھ ۳ دسمبر ۱۹۹۵ء بروز اتوار صبح ساڑھے آٹھ بجے سے ڈیڑھ بجے تک درجہ متوسطہ اور درجہ ثانویہ عامہ کے نصاب پر غور۔

پانچواں اجلاس:...... بعد ظہر تین بجے سے ساڑھے چار بجے تک۔ اجلاس کی صدارت حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب مفتی دار العلوم کبیر والا نے کی۔ مفتی عبدالستار صاحب ملتان، مولانا محمد حبیب اللہ مختار کراچی، مولانا محمد انور بدخشانی صاحب کراچی، مولانا مفتی محمد ولی صاحب کراچی اور مفتی محمد انور شاہ صاحب ناظم امتحانات نے شرکت کی۔

چھٹا اجلاس:...... ساڑھے چھ بجے بعد مغرب سے پونے آٹھ بجے تک۔ اجلاس کی صدارت مفتی عبدالقادر صاحب مفتی دار العلوم کبیر والا نے کی۔ جس میں مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کراچی، مفتی عبدالستار صاحب ملتان، ناظم اعلیٰ مولانا حبیب اللہ مختار صاحب کراچی۔ مولانا محمد انور صاحب کراچی، مولانا مفتی محمد ولی صاحب کراچی، مفتی محمد انور شاہ صاحب ناظم امتحانات اور حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب کراچی نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ ہر صف میں طلباء کی تعداد مناسب رکھی جائے۔

ساتواں اجلاس:...... منعقدہ ۱۱ رجب ۱۴۱۶ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۹۹۵ء بروز سوموار صبح نو بجے سے ڈیڑھ بجے تک۔ اجلاس کی صدارت مولانا محمد حبیب اللہ مختار صاحب نے کی۔ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کراچی، مولانا مفتی عبدالستار صاحب ملتان، مولانا مفتی عبدالقادر صاحب کبیر والہ، مولانا محمد انور بدخشانی صاحب کراچی، مولانا محمد ولی درویش صاحب کراچی، مفتی محمد انور شاہ صاحب ناظم امتحانات، مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب کراچی، مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کراچی نے شرکت کی۔

آٹھواں اجلاس:...... بعد ظہر تین بجے تا ساڑھے چار بجے تک صدارت مولانا حبیب اللہ مختار صاحب، جس میں مولانا عزیز الرحمان صاحب کراچی، مولانا مفتی عبدالستار صاحب ملتان، مولانا مفتی عبدالقادر صاحب کبیر والہ، مولانا محمد ولی صاحب

کراچی، مولانا محمد انور بدخشانی صاحب کراچی، مفتی محمد انور شاہ صاحب ناظم امتحانات، مولانا محمود اشرف صاحب انچارج مدرسۃ البنات دارالعلوم کراچی نے شرکت کی، اجلاس میں نصاب بنات پر غور ہوا۔

نواں اجلاس:...... بعد عصر تا مغرب۔ مولانا محمد حبیب اللہ مختار صاحب اس اجلاس میں مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب کراچی، مولانا محمود اشرف صاحب کراچی، مولانا محمد انور بدخشانی صاحب، مولانا محمد ولی درویش صاحب کراچی، مولانا مفتی عبدالقادر صاحب کبیر والہ نے شرکت کی، اجلاس میں نصاب بنات پر غور رہوا۔

دسواں اجلاس:...... بعد مغرب تا عشاء، صدارت مولانا محمد حبیب اللہ مختار صاحب۔ اس اجلاس میں مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کراچی، مولانا مفتی عبدالستار صاحب ملتان، مولانا مفتی عبدالقادر صاحب کبیر والہ، مولانا محمد انور صاحب کراچی، مولانا محمود اشرف صاحب کراچی، مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب ناظم امتحانات نے شرکت کی۔

اللہ بھلا کرے دارالعلوم کراچی کا...... اجلاس کے لیے عمدہ انتظامات اور ارکان کے قیام وطعام کا بہترین انتظام کیا تھا۔

وفاق المدارس کی اسناد میں درستگی کے کوائف

(1)...... متعلقہ مدرسہ کے لیٹر پیڈ پر تصدیق۔ (2)...... شناختی کارڈ یا ''ب'' فارم یا برتھ سرٹیفکیٹ (نادرا) یا میٹرک سند کی کاپی۔ (3)...... اصل اسناد مع کشف الدرجات اور فیس کی اصل رسید

نوٹ:...... نام / ولدیت مکمل تبدیلی کی صورت میں عدالتی بیان حلفی، تصدیق مسئول، اخباری اشتہار کا تراشہ بھی ضروری ہے۔

گمشدگی اسناد کی صورت میں حصول مثنیٰ اسناد

(1)...... متعلقہ مدرسہ کے لیٹر پیڈ پر تصدیق (2)...... گمشدہ اسناد کی نقول اگر موجود ہوں یا سن امتحان ورقم الجلوس

(3)...... فیس کی اصل رسید (4)...... کسی بھی اخبار میں گمشدگی اسناد کے اشتہار کا تراشہ

مثنیٰ اسناد کی فیس

حفظ 400 روپے، متوسطہ 400 روپے، ثانویہ عامہ 400 روپے، ثانویہ خاصہ 650 روپے، عالیہ 650 روپے، عالمیہ 900 روپے، تجوید للعلماء 650 روپے، دراسات دینیہ 400 روپے۔

وفاق سے اجازت نامہ (NOC) کے حصول کا طریقہ

مزید تعلیم جاری رکھنے کے لئے وفاق المدارس سے اجازت نامہ (NOC) حاصل کرنا ہو تو درخواست مع شہادۃ العالمیہ کی نقل اور فیس مبلغ 400 روپے دفتر وفاق کو بھجوائیں۔

وفاق المدارس کا نصاب تعلیم — ارتقائی مراحل

ادارہ

[وفاق المدارس کے نصاب تعلیم پر غور وفکر اور مناسب ترمیم واضافے کے لیے شروع ہی سے مجلس عاملہ اور شوریٰ کے اجلاسوں میں بحث اور مذاکرہ ہوتا رہا ہے اور نصاب کمیٹیوں کی تشکیل بھی وقتاً فوقتاً ہوتی رہی، ذیل میں اس حوالے سے وفاق المدارس کے ریکارڈ میں محفوظ کارگزاریوں کی تلخیص پیش کی جارہی ہے۔ مرتب]

''وفاق'' کے قیام کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد مدارس عربیہ کو یکساں نصاب تعلیم مہیا کرنا تھا۔ مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 15 جمادی الاخریٰ 1379ھ مطابق 16 دسمبر 1959ء میں ''وفاق'' سے ملحق مدارس کے لئے نصاب کا ابتدائی خاکہ تیار کیا گیا۔ جس میں درج ذیل چار قسم کے نصاب تجویز ہوئے۔

(۱) مکاتب...... (۲) مختصر نصاب...... (۳) درس نظامی...... (۴) تکمیل و تخصص۔

مجوزہ نصاب کو حتمی شکل دینے کے درج ذیل تین اصول مرتب کئے گئے۔ مدت تعلیم، درجہ بندی، مجوزہ نصاب میں مناسب تصرف...... طے ہوا کہ مکاتب میں دورانیہ تعلیم چھ سال، مختصر نصاب کی مدت تین سال، درس نظامی کی مدت آٹھ سال اور درجہ تکمیل کی مدت دو سال ہوگی۔

ابتدائی مکاتب کی تعلیم کے لئے اردو، فارسی اور حساب وغیرہ (مڈل تک) کا انتخاب کیا گیا۔ **مختصر نصاب** مختصر وقت والوں کے لئے مضامین اختیاری رکھے جائیں گے اور دو دو درجات بیک سال پڑھ سکیں گے۔ **درس نظامی** از ابتداء عربی تا دورہ حدیث ہوگا۔ جس میں ترجمہ قرآن، تاریخ مع جغرافیہ، تصوف و اخلاق، فلسفہ جدیدہ، کلام جدیدہ، ادب عربی، طب، قرأت، منطق، فلسفہ، ہیئت، صرف ونحو اور بلاغۃ وغیرہ پڑھائے جائیں گے۔ **درجہ تکمیل** میں علم القرآن والحدیث، تاریخ ادب عربی، فقہ، اصول فقہ، افتاء وقضاۃ، منطق وفلسفہ، کلام، تبلیغ وارشاد، مناظرہ، تصنیف وتالیف، خطابت کی تعلیم دی جائے گی۔

پہلی نصاب کمیٹی

چنانچہ مندرجہ بالا اصولوں کو پیش نظر رکھ کر نصاب کی تفصیلات طے کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جس کے لئے درج ذیل نصاب کمیٹی مقرر کی گئی: (۱) حضرت مولانا شمس الحق افغانی صاحب...... (۲) حضرت مولانا خیر محمد صاحب...... (۳) حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب...... (۴) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب...... (۵) حضرت مولانا مفتی محمد صادق صاحب...... (٦) حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ۔

نصاب اول

نصاب کمیٹی کا مجوزہ نصاب تعلیم مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 20 شعبان المعظم 1379ھ مطابق 18 فروری 1960ء میں درج ذیل نصاب پیش ہو کر منظور ہوا:

(1)......علم الصرف......میزان الصرف۔منشعب،صرف میر۔علم الصیغہ۔فصول اکبری خاصیات ابواب۔معاون ابواب الصرف یاتیسیر الابواب۔ارشادالصرف۔

(2)......علم النحو......نحومیر۔شرح مائۃ عامل۔ہدایۃ النحو۔الدروس النحویہ۔شرح جامی تامرفوعات،شرح ابن عقیل۔

(3)......علم المنطق......تیسیر المنطق برائے مطالعہ۔ایساغوجی۔مرقات۔تہذیب (شرح تہذیب کے مطالب تہذیب کے درس میں بیان کردیے جائیں)۔قطبی،سلم العلوم کامل۔(برائے مطالعہ وامتحان) حمد اللہ،میر زاہد،ملاحسن،ملاجلال۔

(4)......علم الفلسفہ......ہدیہ سعیدیہ۔مقاصد الفلاسفہ یا شرح ہدایۃ الحکمۃ یامیبذی۔فلسفہ جدیدہ (کتب زیرغور)

(5)......علم الکلام......مواقف کامل جب تک اس کا انتظام نہ ہو،میر زاہد،امور عامہ یا کوئی موزوں کتاب پڑھائی جائے۔

(6)......علم العقائد......عقیدہ طحاویہ۔مسامرہ۔یا اشارات المرام من عبارات الامام للبیاضی۔

(7)......علم المعانی والبیان......مختصر المعانی یا کتاب البلاغہ یا جواھر البلاغہ۔

(8)......علم الادب......مفتاح القرآن۔الطریقہ العصریہ (بدل الطریقہ الجدیدہ) روضۃ الادب۔مختارات۔مقامات حریری دس مقامات۔حماسہ: کتاب الحماسہ نصف (کتاب المراثی)۔الادب والنسیب۔سبعہ معلقات۔

(9)......علم الانشاء......الالفاظ الکتابیہ۔

(10)......علم الھیئۃ والہندسہ......تصریح یا تشریح الافلاک۔اُقلیدس۔مقالہ اولیٰ۔ہیئۃ حدیثہ۔

(11)......علم المناظرہ......رشیدیہ۔

(12)......علم العروض......الکافی فی علم العروض والقوافی۔میزان الذھب۔

(13)......علم الفرائض......سراجی مع مطالعہ شریفیہ۔

(14)......علم اصولِ فقہ......اصول الشاشی۔تیسیر الاصول الی علم الاصول۔یا نور الانوار تا بحث قیاس،حسامی صرف بحث قیاس۔برائے مطالعہ حسامی تا قیاس۔توضیح کامل۔تلویح مقدمہ۔

(15)......علم فقہ......نورالایضاح۔قدوری کامل۔کنزالدقائق۔شرح وقایہ اوّلین یا الاختیار شرح المختار۔ہدایہ کامل۔مطالعہ عقود رسم المفتی۔

(16)......علم اصول تفسیر......الفوز الکبیر۔

(17)......علم التفسیر......مدارک یا جلالین۔بیضاوی ربع از پارہ اوّل۔کشاف پارہ اوّل۔

(18)......علم اصول حدیث......خیر الاصول برائے مطالعہ۔شرح نخبۃ الفکر یا مقدمہ ابن الصلاح یا عجالہ نافعہ۔

(19)......علم حدیث......زاد الطالبین۔مشکوۃ المصابیح۔دورہ حدیث شریف کتب عشرہ۔

(20)......علم تاریخ......اتمام الوفاء۔مقدمہ ابن خلدون۔

(21)......علم طب...... موجز (عربی)۔شرح لباب۔(فارسی) میزان الطب۔طب اکبر۔

(22)......علم تجوید و قرآت...... فوائد مکیہ یا جمال القرآن، مقدمہ جزریہ۔شاطبی فی السبع المتواترہ۔طیبہ فی العشرہ، قصیدہ رائیہ فی رسم الخط۔

(23)......علم الاخلاق والتصوف ...... برائے مطالعہ مکتوباتِ ربانی ۔ التکشف عن مہمات التصوف ۔ بدایۃ الھدایۃ للغزالی۔اخلاقِ جلالی یا کتاب الطہارت لابن سکویہ۔

تخصص کا نصابِ تعلیم

چھ درجات تخصص کے منظور ہوئے ہر ایک پر دو سال صرف کیے جائیں گے۔اس درجہ کے لیے مندرجہ ذیل کتب کی منظوری ہوئی:

(1)......تخصص فی علوم القرآن والحدیث...... اتقان۔کشاف کامل۔شاطبیہ طیبہ رائیہ۔درس قرآن محققانہ (احکام القرآن للجصاص۔تفسیر ابن کثیر برائے مطالعہ) بدایۃ المجتہد۔تدریب الراوی۔تہذیب التہذیب۔

(2)......تخصص فی المعقولات...... تہافت الفلاسفہ۔شرح اشارات للرازی۔صدرا۔شمس بازغہ۔قاضی مبارک۔میر زاہد رسالہ۔حجۃ اللہ البالغہ۔میر زاہد امور عامہ۔خیالی۔رسالہ حمیدیہ۔فلسفہ جدیدہ (کتب زیر غور)

(3)......تخصص فی الادب العربی...... التاریخ الاسلامی۔فتوح البلدان للبلاذری۔تاریخ الامم للخضری۔تاریخ اکبر شاہ نجیب آبادی۔تاریخ الادب العربی لزیات۔الوسیط۔کتاب الہند لابی ریحان البیرونی۔فقہ اللغۃ۔ادب الکاتب۔

(4)......تخصص فی الفقہ والافتاء والقضاء...... بدائع الصنائع برائے مطالعہ۔شامی رد المحتار برائے مطالعہ۔السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ۔الاحکام السلطانیہ للماوردی۔معین القضاۃ والمفتیین۔کتاب الخراج لابی یوسف۔کتاب الاموال لابی عبید۔التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی لعبد القادر عودۃ۔المحاضرات السجلات من الفتاویٰ الھندیہ۔جامع الفصولین۔معین الاحکام۔شرح الاشباہ والنظائر للحموی۔الدر المختار۔تمرین مقالات۔

(5)......تخصص فی الدعوۃ الارشاد...... الملل والنحل لابن حزم والشہرستانی۔اظہار الحق مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی۔ازالۃ الشکوک۔ابطال احوال الشیعہ بالدلائل العقلیہ والنقلیہ۔تحفہ اثنا عشریہ برائے مطالعہ یا مختصر التحفہ۔قادیانی مذہب: الیاس برنی۔عقیدہ الاسلام وغیرہ، رسائل الشیخ الانور۔عقد الجید فی اثبات التقلید۔الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد۔الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف از شاہ ولی اللہ۔براہین قاطعہ۔

(6)......تخصص فی طرق التعلیم...... تعلیم طریقہ خطابت ومناظرہ وتصنیف وتالیف۔

☆......☆......☆

مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 6 ذوالحجہ 1382ھ مطابق یکم اپریل 1963ء بمقام جامعہ خیر المدارس میں نصاب کمیٹی کے اراکین میں اضافہ کیا گیا اور درج ذیل حضرات پر مشتمل نصاب کمیٹی تشکیل پائی۔حضرت مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب، حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا عبدالخالق

صاحب کبیر والا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی، حضرت مولانا مفتی محمد صادق صاحب، حضرت مولانا عبدالحق نافع صاحب زیارت کاکا صاحب...... طے پایا کہ جناب صدر اس کمیٹی کے داعی ہوں گے اور تعطیلات عید الاضحیٰ میں مکمل ایک ہفتہ روزانہ مدرسہ خیر المدارس ملتان میں اس کمیٹی کے اجلاس ہوں گے۔ یہ حضرات مکمل نصاب تجویز کریں گے اور مجوزہ نصاب کو پاک وہند کے آزمودہ کار ذی رائے علماء کرام کے پاس پہنچایا جائے گا۔ بعدہ اس کمیٹی کا آخری سہ روزہ اجلاس پھر ملتان میں منعقد ہوگا اور آمدہ آراء ترمیمات پر غور کے بعد نصاب کو آخری شکل دے کر شائع کر دیا جائے گا۔

چنانچہ حسب قرارداد مجلس عاملہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب صدر وفاق کی دعوت پر مذکورہ اکابر علماء و ماہرین تعلیم و تدریس مدارس عربیہ نے نصاب کمیٹی کے سہ روزہ اجلاس منعقدہ 30 ربیع الثانی تا 2 جمادی الاولیٰ 1383ھ مطابق 19 تا 21 ستمبر 1963ء ملتان میں شرکت فرمائی اور از سر نو نصاب تعلیم برائے مدارس ملحق وفاق مرتب فرمایا۔ حتمی نصاب تعلیم حسب ذیل ہے:

نصاب دوم

(1)......علم الصرف...... میزان الصرف۔ منشعب، صرف میر۔ علم الصیغہ۔ فصول اکبری خاصیات ابواب۔ برائے مطالعہ تیسیر الابواب۔ علم الصرف حصہ چہارم۔

(2)......علم النحو...... نحو میر مع عوامل النحو منظوم۔ شرح مائۃ عامل باترکیب۔ ہدایۃ النحو۔ الدروس النحویہ یا کافیہ۔ شرح الفیہ، ابن عقیل یا شرح جامی۔

(3)......علم ادب (نثر و نظم مع ترجمہ وانشاء)...... نفحۃ العرب یا زاد الطالبین مع ترجمتین۔ مقامات حریری پندرہ مقامے مع ترجمتین۔ سبعہ معلقہ۔

(4)......دیوان......حماسہ (نصف باب حماسہ ونصف مراثی باب الادب والنصیب مع ترجمتین)۔ منتخب قصائد متنبّی مع ترجمتین۔

(5)......علم عروض والقوافی...... الکافی فی العروض والقوافی۔

(6)......علوم العربیہ (المعانی والبیان والبدیع)...... مختصر المعانی مکمل۔ برائے مطالعہ دروس البلاغہ۔

(7)......علم التفسیر...... ترجمہ قرآن حکیم کامل۔ تفسیر جلالین یا مدارک۔ تفسیر بیضاوی یا تفسیر کشاف۔

(8)......علم الحدیث...... مشکوٰۃ المصابیح، کتب عشرہ متداولہ

(9)......علم اصول حدیث...... مقدمہ مشکوٰۃ، شرح نخبۃ الفکر

(10)......علم الفقہ والافتاء...... نور الایضاح، قدوری کامل، کنز الدقائق یا مختصر طحاوی۔ ہدایہ اولین کامل، ہدایہ اخیرین کامل، تاسیس النظر، عقود رسم المفتی۔

(11)......علم الفرائض......سراجی

(12)......علم اصول الفقہ...... اصول الشاشی، نور الانوار تا قیاس، حسامی (صرف قیاس) تسہیل الوصول یا توضیح تلویح۔

(13)......علم السیرت...... سیرۃ مغلطائی، عیون الاثر لابن سید الناس الیعمری۔ برائے مطالعہ سیرت خاتم الانبیاء از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔

(14)......علم التاریخ والجغرافیہ...... معارف ابن قتیبہ، تاریخ ابن کثیر۔ برائے مطالعہ جغرافیہ عربی یا اردو

(15)......علم الاخلاق...... بدایۃ الھدایہ، اربعین للغزالی۔ برائے مطالعہ کیمیائے سعادت فارسی، تبلیغ الدین ترجمہ اربعین۔

(16)......علم العقائد، الکلام القدیم والجدید...... شرح عقائد نسفی، رسالہ حمیدیہ۔ برائے مطالعہ حجۃ الاسلام اردو، الانتباہات المفیدہ اردو۔

(17)......منطق...... ایساغوجی۔ مرقات۔ تہذیب۔ قطبی، تصورات مع میر زاہد۔ سلم العلوم کامل۔ برائے مطالعہ ملا مبین۔

(18)......علم فلسفہ وہیئت ہندسہ...... شرح ہدایت الحکمۃ للخیر آبادی یا میبذی، تصریح شرح چغمینی، اقلیدس۔ برائے مطالعہ العطایا الوھبیہ۔

(19)......علم القراءات والتجوید...... مشق قراءت، جمال القرآن یا فوائد مکیہ، جزری۔ برائے مطالعہ شرح مقدمہ جزریہ اردو از قاری رحیم بخش پانی پتی۔

(20)......مشق خوش خطی واملاء وانشاء...... مشق حروف مفرد، مرکب، املا اردو عربی، مضمون نویسی۔

اس آٹھ سالہ نصاب درسِ نظامی سے قبل طلبہ کو مڈل کی تعلیم دلائی جائے، جس میں قرآن کریم تصحیح تلفظ کے ساتھ اور تعلیم الاسلام، دینی مسائل اور تاریخ اسلام لازماً پڑھائی جائے۔

☆......☆......☆

مذکورہ بالا حتمی نصاب کو جب درجہ وار تقسیم کیا گیا تو اس نصاب کے لئے سال میں علاوہ تعطیلات......زمانہ تعلیم آٹھ ماہ مقرر کیا گیا اور یومیہ چھ گھنٹے اوقات درس قرار دیے گئے۔ نیز اگر ایک گھنٹے میں کئی کتب ہیں تو ہر کتاب کے لئے الگ الگ مدت تعلیم متعین کی گئی ہے کہ یہ اتنے ماہ میں مکمل ہونی چاہیے۔ یہ طرز آج بھی مدارس کے لئے مشعل راہ ہے، درجہ وار نصاب کی ترتیب درج ذیل ہے:

سال اول درجہ اولیٰ

صرف:	نحو:	اردو خوشخطی املاء:	مشق قراءت وتجوید:	خاصیات فصول اکبری یا علم
میزان الصرف ومنشعب ۳ ماہ، صرف میر ۲ ماہ، علم الصیغہ ۳ ماہ	نحو میر مع عوامل النحو منظوم ۲ ماہ، شرح مائۃ عامل باترکیب ۳ ماہ	خوشخطی تختی پر مفرد حروف ۳ ماہ، مرکب حروف ۲ ماہ، املاء ۳ ماہ	مشق اور زبانی قواعد	الصرف حصہ چہارم

سال دوم درجہ ثانیہ (ثانویہ عامہ)

نحو:	فقہ:	ادب وسیرت ترجمتین	منطق:	قراءت وتجوید:
ہدایۃ النحو ۳ ماہ الدروس النحویہ یا کافیہ ۵ ماہ	نور الایضاح ۲ ماہ قدوری کامل از کتاب البیوع ۶ ماہ	نفحۃ العرب یا زاد الطالبین مع ترجمتین ۵ ماہ، سیرت مغلطائی مع ترجمتین ۳ ماہ	ایساغوجی ۳ ماہ مرقات اڑھائی ماہ تہذیب اڑھائی ماہ	مشق قراءت مع جمال القرآن یا فوائد مکیہ

سال سوم درجہ ثالثہ (ثانویہ خاصہ سال اول)

ترجمہ قرآن حکیم:	فقہ:	نحو:	اصول فقہ واخلاق	منطق:
ازابتداء تا سورۂ مائدہ ۸ ماہ	کنز الدقائق کامل یا مختصر طحاوی ۸ ماہ	شرح الفیہ ابن عقیل یا شرح جامی	اصول الشاشی ۵ ماہ بدایۃ الہدایۃ للغزالی ۳ ماہ	قطبی تصدیقات تا مختلطات ۳ ماہ، قطبی تصورات مع میر ۵ ماہ

سال چہارم درجہ رابعہ (ثانویہ خاصہ سال دوم)

ترجمہ قرآن کریم:	اصول فقہ:	ادب (نثر ونظم) مع ترجمتین:	منطق ومناظرہ	ہیئت وہندسہ:
ازسورۂ انعام تا سورۂ سجدہ ۸ ماہ	نور الانوار تا قیاس ۷ ماہ حسامی صرف قیاس ۱ ماہ	مقامات حریری ۱۵ مقامے مع ترجمتین ۶ ماہ، سبعہ معلقہ ۲ ماہ	سلم العلوم کامل ۷ ماہ رسالہ رشیدیہ ۱ ماہ	اقلیدس بدون اقول ۳ ماہ تصریح وشرح چغمینی ۵ ماہ

سال پنجم درجہ خامسہ (عالیہ سال اول)

ترجمہ قرآن عظیم:	فقہ:	فقہ:	اصول فقہ:	علوم عربیت:
ازسورۂ احزاب تا آخر ۸ ماہ	ہدایہ اول کامل ۸ ماہ	ہدایہ ثانی کامل ۸ ماہ	تسہیل الوصول (مقدمہ خارج) یا توضیح تلویح ۸ ماہ	مختصر المعانی کامل ۸ ماہ دروس البلاغہ برائے مطالعہ

سال ششم درجہ سادسہ (عالیہ سال دوم)

تفسیر:	فقہ:	فقہ:	عقائد وکلام:	تاریخ وادب یا منطق:
تفسیر جلالین یا تفسیر مدارک ۸ ماہ	ہدایہ ثالث ۷ ماہ عقود رسم المفتی ۱ ماہ	ہدایہ رابع ۷ ماہ تاسیس النظر ۱ ماہ	شرح عقائد نسفی ۴ ماہ رسالہ حمیدیہ ۴ ماہ	معارف ابن قتیبہ ۴ ماہ حماسہ مع ترجمتین یا حمد اللہ ۴ ماہ

سال ہفتم درجہ سابعہ (عالمیہ سال اول)

حدیث واصول حدیث:	حدیث واصول حدیث:	تفسیر:	ادب وسیرت:	اخلاق وتاریخ:
مشکوۃ المصابیح نصف اول، مقدمہ مشکوۃ اول (۸ ماہ)	مشکوۃ المصابیح نصف ثانی، شرح نخبۃ الفکر (۸ ماہ)	تفسیر بیضاوی یا تفسیر کشاف (۸ ماہ)	انتخاب قصائد متنبی مع الکافی (۴ ماہ) عیون الاثر ابن سید الناس الیعمری (۴ ماہ)	اربعین للغزالی ۴ ماہ تاریخ ابو الفداء (۴ ماہ)

سال ہشتم درجہ ثامنہ (عالمیہ سال دوم)

حدیث:	حدیث:	حدیث:	حدیث:	حدیث:	حدیث:
صحیح بخاری	صحیح مسلم	جامع ترمذی	سنن ابی داؤد	سنن نسائی وابن ماجہ مع الشمائل	شرح معانی الآثار مع الموطین

اس نصاب اور اس کی کتابوں کی تدریس وتعلیم کے لیے وفاق المدارس کی نصابی کمیٹی نے جو اُصول و ہدایات مرتب کی ہیں، ذیل میں وہ دی جارہی ہیں:

سال اول (درجہ اولیٰ):

سہ ماہی اول میں صرف میزان ومنشعب پڑھائی جائے۔ پہلے گھنٹے میں سبق، دوسرے گھنٹہ میں گردانوں کی مشق، تیسرے گھنٹہ میں صیغے نکالنے کی مشق، پانچویں گھنٹہ میں خوش خطی واملا، چھٹے گھنٹے میں قراءت کی مشق۔ سہ ماہی کے بعد دوسرا سبق نحو میر کا شروع ہوگا۔ صرف میر اور نحو میر ختم ہونے کے بعد شرح مأتہ عامل باترکیب پڑھائی جائے اور علم الصیغہ کے ساتھ آخری دو ماہ میں خاصیات فصول اکبری قراءت کے گھنٹوں میں پڑھائی جائے۔ تیسیر الابواب، ارشاد الصرف، ابواب الصرف، علم الصرف، عربی صفوۃ المصادر معاون کتابیں ہیں۔ ان سے حسب ضرورت مدد لی جائے۔

سال دوم (درجہ ثانیہ):

جو مدارس کافیہ کو بہتر سمجھیں وہ کافیہ پڑھائیں اور جو دروس النحو کو زیادہ مفید سمجھیں وہ اس کو پڑھائیں اور اگر دونوں کو پڑھا سکیں تو سبحان اللہ۔ سیرۃ مغلطائی میسر نہ ہونے کی صورت میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی سیرت خاتم الانبیاء خواہ درساً پڑھائیں خواہ طلبہ خود تیاری کریں، امتحان ضرور ہوگا۔

سال سوم (درجہ ثالثہ):

شرح الفیہ، ابن عقیل اور شرح جامی میں بھی مدارس کو اختیار ہے جو چاہیں پڑھائیں اور اگر دونوں پڑھا سکیں تو بہت بہتر ہے۔ بدایۃ الھدایۃ کے علاوہ امام غزالی کی کیمیائے سعادت فارسی یا تبلیغ دین اردو ترجمہ اربعین طلبہ بطور مطالعہ خود تیاری کریں، اس کا بھی امتحان ہوگا۔

سال چہارم (درجہ رابعہ):

اول اقلیدس مقالہ اولی پڑھائیں مگر ''اقول'' چھوڑ دیں تاکہ جلد ختم ہو جائے۔ تصریح کے ساتھ طلبہ تشریح الافلاک کا خود مطالعہ کریں۔

سال پنجم (درجہ خامسہ):

ہدایہ کے ساتھ سراجی کا ہفتہ میں ایک سبق جمعہ کے دن ہوگا۔ بہرصورت سراجی کا امتحان ضرور ہوگا۔ اگر مختصر المعانی پوری نہ ہو سکے تو فن ثالث تلخیص کو پڑھا دیا جائے اور دروس البلاغہ کا طلبہ خود مطالعہ اور تیاری کریں۔ اس کا بھی امتحان ہوگا۔ ہدایہ اول اور ثانی دونوں آغاز سال سے شروع ہوں اور پورے پڑھائیں خواہ ایک مدرس پڑھائے خواہ دو۔

سال ششم (درجہ سادسہ):

رسالہ حمیدیہ کے علاوہ حضرت مولانا نانوتویؒ کا رسالہ حجۃ الاسلام اردو اور حضرت حکیم الامتؒ کا رسالہ الانتباہات المفیدہ

اردو بھی داخل درس ہے۔طلبہ استاد کی مدد سے ہر دو کی تیاری کریں،امتحان ضرور ہوگا۔تاریخ کے ساتھ جغرافیہ عالم خواہ عربی میں ہو خواہ اردو میں بھی داخل درس ہے،تاریخ کا استاد مہیا کر کے طلبہ کو مطالعہ کرائیں،امتحان ہوگا۔

سال ہفتم (درجہ سابعہ):

مشکوٰۃ نصف اول سے قبل مقدمہ مشکوٰۃ پڑھا دینا چاہیئے اور نصف دوم کے ختم ہونے کے بعد شرح نخبۃ الفکر بحیثیت فن پڑھانی چاہیئے۔نیز پڑھانے والے استاد کا فرض ہے کہ وہ طلبہ کو ترجمہ حدیث اور اجمالی طور پر بیانِ مذاہب ائمہ سے اس قدر واقف کردے کہ وہ دورہ حدیث شریف میں ترجمہ حدیث کے محتاج نہ رہیں اور مذاہب ائمہ سے واقف ہوں۔

سال ہشتم (درجہ ثامنہ):

حتی الامکان کتب عشرہ کو پورا پڑھائیں۔جو حصے اہم ہوں ان کو تحقیق کے ساتھ اور باقی کو سرداً۔ہر کتاب کی خصوصیات و شرائط اور مصنِّف و مصنَّف کے کتب حدیث و محدثین میں درجہ و مرتبہ سے طلبہ کو آگاہ فرمائیں۔نیز قدیم اختلافی مسائل پر وقت صرف کرنے کے بجائے علوم و معارف حدیث کو علوم و معارف قرآن کے طرز پر پوری تحقیق و تدقیق کے ساتھ بیان فرمائیں اور عہد حاضر کے اختلافی مسائل اور لادینی شکوک و شبہات سے بھی طلبہ کو پوری طرح واقف اور ان کی جواب دہی پر قادر بنانے کی کوشش فرمائیں۔

عموماً دورہ حدیث شریف کے طلبہ کتب حدیث اور ان کی شروح و حواشی کے مطالعہ کے بجائے اساتذہ کی تقریریں لکھنے یا دوسروں سے نقل کرنے میں اپنا تمام وقت صرف کرتے ہیں اور امتحانات کے زمانہ میں انہی تقریروں کو یاد کرتے ہیں۔بہت سے طلبہ تو بخاری،ترمذی اور ابوداؤد کے علاوہ باقی کتابوں کے درس میں بھی حاضر نہیں ہوتے،اس لیے سہ ماہی،شش ماہی امتحانات میں ہر کتاب کے کچھ سوالات ایسے دیے جائیں کہ بغیر کتاب دیکھے حل نہ ہوسکیں۔

☆......☆......☆

نصابِ تعلیم پنجسالہ برائے درجات ابتدائیہ

جو مدارس صرف قرآن کریم حفظ پڑھاتے ہیں۔وہ بھی دینیات کا مذکورہ ذیل نصاب زمانہ حفظ قرآن کریم کی چھ سالہ مدت میں ضرور پورا کریں۔نیز وہ مدارس فوقانیہ یا وسطانیہ جن کے ہاں درجات ابتدائیہ نہ ہوں درجہ اولیٰ کے مبتدی طلبہ کو قدر ضروری فارسی اور اردو سکھانے کے لئے آخری سال پنجم کا نصاب اپنے مدرسہ میں ضرور جاری کردیں یا درجہ اولیٰ کے عربی نصاب کو ایسے طلبہ کے لئے جو قدر ضروری فارسی اردو لکھنا نہیں جانتے،یکسالہ کی بجائے دو سالہ کردیں اور اردو اور فارسی کی کتابیں عربی کے ساتھ شامل کردیں۔تاکہ طلبہ قدر ضروری فارسی اور اُردو نوشت و خواند سے قاصر نہ رہیں۔خاص کر خوشخطی اور صحت املاء،عربی درجات کے طلبہ کے لئے ازبس ضروری ہے اور اس کے سیکھنے سکھانے کا یہی زمانہ ہے۔ہر کام اپنے وقت پر ٹھیک ہوتا ہے۔

مذکورہ ضروریات کے پیش نظر نصاب کمیٹی نے درجات ابتدائیہ کے لئے جو نصاب مرتب کیا ہے اس کا زمانہ تعلیم ۹ ماہ علاوہ

تعطیلات متعین کیا ہے اور یومیہ وقت تعلیم چھ گھنٹے ہوں گے۔ نصاب تعلیم درجہ ابتدائیہ درج ذیل ہے:

سال اول...... (۱) قاعدہ بغدادی یا نورانی ۵ ماہ، ربع پارہ عم ناظرہ ۲ ماہ، حفظ ۲ ماہ (۲) شش کلمے بدون ترجمہ (پہاڑوں کے طرز پر) ۳ ماہ، شش کلمے با ترجمہ ۳ ماہ، التحیات، درود شریف ۳ ماہ (۳) مفرد حروف کے نقشے تختی پر 'ف' تک ۳ ماہ، مفرد حروف کے نقشے 'ی' تک ۳ ماہ، سالم حروف ۳ ماہ۔

سال دوم...... (۱) قرآن کریم ناظرہ از ابتداء تا پارہ دہم (دس پارے)، (۲) طہارت، وضو، نماز عملاً با جماعت ۳ ماہ، (۳) تعلیم الاسلام حصہ اول، دعا قنوت، دعا نماز جنازہ ۶ ماہ، (۴) قاعدہ اردو زبان کا مشق، خوشخطی ف تک ۲ ماہ، (۵) آسان حکایات بزرگان دین، مشق خوشخطی ی تک ۶ ماہ۔

سال سوم...... (۱) قرآن کریم ناظرہ از پارہ یازدہم تا آخر (بیس پارے)، (۲) تعلیم الاسلام دوم، سوم، چہارم، (۳) نماز جمعہ، عیدین، نماز جنازہ عملاً ۹ ماہ، (۴) ترجمہ سیرت الرسول ﷺ از شاہ ولی اللہ (۵) حیاۃ المسلمین، مشق خوشخطی و آسان املاء ۹ ماہ۔

سال چہارم...... (۱) اعادہ قرآن کریم (کامل) ۹ ماہ، (۲) حفظ بقیہ پارہ عم سورۂ یٰسین و سورۂ ملک ۹ ماہ، (۳) سیرۃ خاتم النبیین از مفتی شفیع صاحب...... (۴) مشکل املاء و مضمون نویسی، (۵) حساب پرائمری از ابتداء تا درجہ دوم۔

سال پنجم...... (۱) فارسی زبان کا قاعدہ ۲ ماہ، (۲) گفتگو نامہ فارسی (مشق بول چال) ۳ ماہ، (۳) ترجمہ اردو سے فارسی ۴ ماہ، (۴) تسہیل المبتدی ۲ ماہ، (۵) گلستان باب ہشتم (اول) ۲ ماہ، (۶) گلستان تا باب چہارم ۵ ماہ، (۷) کریما، نام حق ۳ ماہ، (۸) بستان تا باب چہارم ۵ ماہ، (۹) تاریخ خلفاء راشدین از مولانا عبدالشکور لکھنویؒ ۵ ماہ، (۱۰) مالا بدمنہ فارسی ۴ ماہ، (۱۱) حساب پرائمری از جماعت سوم تا جماعت پنجم ۹ ماہ، (۱۲) حساب پرائمری ۹ ماہ۔

☆......☆......☆
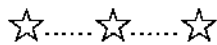
نصابِ سوم

وفاق کی قیادت کی کاوشوں سے 1982ء میں ''وفاق'' کی فائنل ڈگری ''شہادۃ العالمیہ'' کو ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا گیا۔ اس کے بعد تحتانی اسناد بھی لازمی قرار دی گئیں۔ ''وفاق'' کا نصاب تو پہلے سے سولہ سالہ تھا لیکن امتحان صرف آخری درجے کا ہوتا تھا۔ تاہم اس کے بعد ''وفاق'' کے تحت ابتدائیہ اور متوسطہ کے عصری نصاب کو شامل کر کے نصاب تعلیم سولہ سالہ کر دیا گیا اور ''وفاق'' کے تحت نچلے درجات کے امتحانات کا باقاعدگی سے آغاز ہوا۔

20 ذیقعدہ 1402ھ مطابق 9 ستمبر 1982ء کو جامعہ قاسم العلوم ملتان میں مجلس عاملہ کے اجلاس میں ایک نصاب کمیٹی مقرر کی گئی جس کے اراکین درج ذیل تھے: حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ناظم اعلیٰ وفاق المدارس، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب جامعہ دارالعلوم کراچی، حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی، حضرت مولانا

ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی، حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی صاحب جامعہ اشرفیہ سکھر۔

مورخہ 8 ربیع الثانی 1403ھ مطابق 23 جنوری 1983ء کو وفاق المدارس کے ذیلی دفتر گلشن اقبال کراچی میں نصاب کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ جس میں تمام ارکان نے شرکت کی اور درجات ابتدائیہ اور متوسطہ کا نصاب نئے سرے سے مرتب کیا گیا۔ بقیہ درجات کے نصاب کو بعینہ برقرار رکھا گیا۔ چونکہ وفاق کی شوریٰ کے سالانہ اجلاس منعقدہ شعبان المعظم 1402ھ بمقام دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے موقعہ پر اس میں کافی غور وفکر ہو چکا تھا۔

جامعہ اشرفیہ سکھر میں 8 جمادی الاولیٰ 1403ھ مطابق 22 فروری 1983ء کو مجلس عاملہ کے اجلاس میں جب نصاب کمیٹی کا تیار کردہ درجات ابتدائیہ اور متوسطہ کا نیا نصاب پیش کیا جانے لگا تو مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا کہ نصاب کمیٹی پورے نصاب پر از سر نو نظر ثانی کر کے جامع رپورٹ پیش کرے۔ نصاب کمیٹی کے اراکین میں حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچی صاحب اور حضرت مولانا محمد مالک شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور کا اضافہ کیا گیا۔ چنانچہ 13 شعبان المعظم 1403ھ مطابق 26 مئی 1983ء کو جامعہ فاروقیہ کراچی میں نصاب کمیٹی کا اجلاس ہوا اور نصاب پر مفصل غور وفکر کے بعد اس کا ایک خاکہ مرتب کر لیا گیا۔

16 شعبان المعظم 1403ھ مطابق 29 مئی 1983ء کو مجلس عاملہ کا اجلاس مطلع العلوم کوئٹہ میں ہوا۔ اس میں نصاب کمیٹی کی رپورٹ پیش کی گئی۔ مجلس عاملہ نے اس خاکہ پر مفصل غور وفکر اور مناسب ترمیمات کے بعد متفقہ طور پر اسے منظور کر لیا۔ پھر مورخہ 17، 18 شعبان المعظم 1403ھ مطابق 30، 31 مئی 1983ء کو مجلس شوریٰ کے اجلاس بمقام جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ میں مجلس عاملہ کا پاس کردہ نصاب منظوری کے لئے پیش کیا گیا اور شوریٰ نے اس کو منظور کر لیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ رمضان المبارک 1403ھ کے دوران اس نصاب کو طبع کرا کر تمام اہل مدارس کے پاس بھیج دیا جائے تا کہ شوال المکرّم 1403ھ سے اس پر عمل درآمد ہو سکے۔

اس نصاب میں جدید مضامین شامل کرنے کے بعد نصاب کو ثقیل ہونے سے بچانے کے لئے بعض مضامین کو متروک کر دیا گیا تھا۔ اس لئے ملک کے بعض جید علماء کرام نے متروک مضامین کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر ان کی نصاب میں کمی محسوس کی اور انہیں دوبارہ شامل نصاب کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اس پر 22 صفر 1404ھ مطابق 28 نومبر 1983ء کو مرکزی دفتر ملتان میں وفاق المدارس کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ سولہ سالہ نصاب تعلیم کے سلسلہ میں پیدا شدہ اشکالات اور اعتراضات پر غور کیا گیا اور طے پایا کہ نصاب کمیٹی کے ارکان کی تعداد چھ سے بڑھا کر بیس کر دی جائے۔ اراکین کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں: حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی البازی صاحب، حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی صاحب، حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی صاحب، حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب سرگودھا، حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب، حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب، حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب کوئٹہ، حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچی صاحب، حضرت مولانا صدر الشہید صاحب، حضرت مولانا فیض احمد صاحب، حضرت مولانا محمد صدیق صاحب، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، حضرت مولانا غلام محمد صاحب، حضرت مولانا محمد امین

صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب۔

اس نصاب کمیٹی کا اجلاس مورخہ 7، 8 جمادی الاخریٰ 1404ھ مطابق 11، 12 مارچ 1984ء کو جامعہ قاسم العلوم ملتان میں منعقد ہوا۔ جس میں نصاب کمیٹی کے اراکین کی اکثریت نے شرکت کی۔ کمیٹی نے درجہ ابتدائیہ اور درجہ متوسطہ کے سابقہ منظور شدہ نصاب کو بعینہ برقرار رکھا جبکہ آخری درجات کے نصاب تعلیم میں ضروری ترامیم تجویز کیں۔ دوسرے روز یعنی 8 جمادی الاخریٰ نصاب کمیٹی اور مجلس عاملہ کا مشترکہ اجلاس زیر صدارت صدر وفاق حضرت مولانا محمد ادریس صاحب منعقد ہوا۔ جس میں ترمیم شدہ نصابی خاکہ پر نہایت غور و خوض ہوا اور منظوری کے لئے مجلس شوریٰ کو سفارش کی گئی۔ پھر 9 جمادی الاخریٰ کو اسی مقام پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس زیر صدارت صدر وفاق حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی صاحب منعقد ہوا۔ جس میں نصاب کمیٹی اور مجلس عاملہ کا پاس کردہ نصابی خاکہ متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔

نصابِ تعلیم کے نفاذ کے لیے کوششیں

مجلس عاملہ وشوریٰ نے مدارس کے لئے یکساں نصاب مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ ابتداء ہی سے اس کے عملی نفاذ کے مخلصانہ کوششیں کیں۔ چنانچہ 3 جمادی الاولیٰ 1383ھ مطابق 22 ستمبر 1963ء کو ملحق مدارس کے نمائندگان کو درجات ابتدائیہ کے پنج سالہ نصاب اور درجات عربیہ کے نصاب ہشت سالہ کے نفاذ کی تاکید کی گئی۔ اگرچہ مدارس کے وسائل اور مقامی مسائل کی وجہ سے مدارس کو نصاب کی تنفیذ میں مشکلات کا سامنا رہا اور وقتاً فوقتاً انہوں نے اس کا اظہار بھی کیا۔ مدارس کو درپیش مسائل نیز عصری تقاضوں کے پیش نظر بھی نصاب میں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

1982ء میں جب نصاب تعلیم از سر نو مرتب ہونے لگا تو اس میں معادلہ کی ضرورت اور جدید تقاضوں کے پیش نظر عصری مضامین بھی شامل کیے گئے۔ نیز معادلہ کے لئے جب کوششیں جاری تھیں تو بعض حضرات کی رائے تھی کہ ایم اے اسلامیات کے مساوی قرار دلوانے سے ہمارا کیا مقصد ہے؟ کیا ہم سرکاری ملازمین پیدا کرنا چاہتے ہیں؟...... اس موقع پر حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہم نے فرمایا کہ ہمارا مقصد سرکاری ملازمین پیدا کرنا نہیں لیکن کیا کالجوں اور نیورسٹیوں میں جو اسلامیات وغیرہ کی تعلیم ہے اس کو پڑھانے کی ذمہ داری علماء پر نہیں ہے؟ کیا اہل حق کا فریضہ نہیں کہ ان کو بھی تعلیم دیں۔ اگر اہل حق نہیں جائیں گے تو بے دین، قادیانی وغیرہ جائیں گے۔ اس کا کیا حل ہے؟...... چنانچہ تمام حضرات نے اتفاق فرمایا اور باہمی اتفاق اور کاوشوں سے متفقہ نصاب بھی نافذ ہو گیا اور معادلہ کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔

مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 7، 8 جمادی الاخریٰ 1404ھ مطابق 11، 12 مارچ 1984ء میں نصاب تعلیم میں عصری مضامین کی شمولیت ایک مرتبہ پھر زیر غور آئی۔ تمام حضرات نے اس حوالے سے اپنے اپنے موقف پر مدلل گفتگو فرمائی۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے فرمایا کہ

> ”ہمیں باہر کی فضاء کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔ ہمیں اپنے مناسب تجربہ اور کام کرنے چاہیے لیکن تمام فضلاء کو یہ مقاصد وسہولیات کیوں میسر نہیں ہیں۔ ہمارے علماء اپنے بچوں کو دینی

تعلیم نہیں پڑھاتے حالانکہ ان کا قیام مدرسوں میں ہوتا ہے۔مدرسہ کے احاطہ میں ہوتے ہوئے کالجوں میں پڑھاتے ہیں۔صورت حال یہ ہے کہ اپنی اولاد کے لئے تو یہ کرتے ہیں اور مدرسہ میں پڑھنے والے طلبہ کوکسی قابل نہیں سمجھتے۔مدارس کے طلبہ وفضلاء کے لئے بھی دائرہ وسیع ہونا چاہیے''۔

8ذیقعدہ 1405ھ مطابق 27 جولائی 1985ء کو درجات کتب میں دو دو سال کا وقفہ لازمی قرار دیا گیا۔مجلس عاملہ کے اجلاس 6 صفر 1406ھ مطابق 21 اکتوبر 1985ء میں بمقام دارالعلوم فیصل آباد طے ہوا کہ ''وفاق'' کے منظور شدہ نصاب کی تنفیذ اور مدارس کی تعلیمی حالت کا جائزہ لینے کے لئے اراکین عاملہ پورے ملک کا دورہ کریں گے۔دو گروپ پنجاب اور دو گروپ صوبہ سرحد کے مدارس کا دورہ کریں گے۔

چونکہ وفاق کے تحت پہلے صرف دورہ حدیث کا امتحان ہوتا تھا جس میں صحاح ستہ اور فنون میں مشتمل ایک امتحان لیا جاتا تھا۔سند تسلیم ہونے پر معادلہ کے لئے نچلے درجات کی اسناد بھی لازم قرار دی گئیں۔چنانچہ مذکورہ بالا اجلاس میں طے ہوا کہ نچلے درجات کی تحتانی اسناد جاری کی جائیں گی۔

مجلس عاملہ کے اجلاس شوال 1408ھ مطابق 9 دسمبر 1988ء میں طے ہوا کہ متوسطہ کے عصری مضامین کا امتحان چاروں صوبوں کے مروجہ نصاب جماعت ہشتم سے ہوگا۔

تاہم چاروں صوبوں میں ہشتم کا نصاب مختلف ہونے کی وجہ سے پرچوں کی ترتیب میں مشکلات کا سامنا رہا۔مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 24 شوال 1413ھ مطابق 17 اپریل 1993ء میں طے ہوا کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب صدر وفاق بہت جلد درجہ متوسطہ کے جملہ مضامین پر مشتمل ایک جامع نصاب مرتب فرمائیں گے،چنانچہ حضرت صدر وفاق نے متوسطہ کا ایک نصاب مرتب فرمایا جو آج بھی وفاق سے ملحقہ مدارس میں کامیابی کے ساتھ پڑھایا جارہا ہے۔

مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 24 جمادی الاخریٰ 1420ھ مطابق 5 اکتوبر 1999ء میں نصاب کمیٹی کی جانب سے نصاب میں مجوزہ ترامیم پیش کی گئیں۔ان پر غور کے لئے چند اراکین عاملہ پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دیدی گئی۔اس کے بعد عاملہ کے اجلاس منعقدہ 11 رجب المرجب 1422ھ مطابق 29 ستمبر 2001ء میں بھی نصابی ترامیم پیش ہوئیں تاہم ان کو آئندہ اجلاس کے لئے موقوف رکھا گیا۔

اس کے بعد مجلس عاملہ کے اجلاس 21 ربیع الثانی 1424ھ مطابق 22 جون 2003ء میں نصابی ترامیم پر غور ہوا۔ 9 جمادی الاولیٰ 1424ھ مطابق 20 جولائی 2003ء نصاب تعلیم از سر نو مرتب ہوا۔ثانویہ عامہ میں ایک سال کا مزید اضافہ کر دیا گیا۔طے ہوا کہ اضافی سال میں نہم و دہم کے عصری مضامین کی خواندگی کی جائے گی اور وفاق سال دوم کے غیر عصری مضامین کا امتحان لے گا۔اسی طرح 25 محرم الحرام 1425ھ مطابق 17 مارچ 2004ء اور 23 ذیقعدہ 1425ھ مطابق 5 جنوری 2005ء اور 22 جمادی الاولیٰ 1426ھ مطابق 30 جون 2005ء میں بھی نصاب سے متعلق تجاویز زیر غور آئیں اور مناسب تبدیلیاں کی گئیں۔

مورخہ 6 ذیقعدہ 1427ھ مطابق 28 نومبر 2006ء میں نصاب تعلیم بنات کا معاملہ زیر غور آیا نیز تخصصات کے نصاب کو بھی ایک مرتبہ پھر زیر بحث لایا گیا تاہم وفاق کے تحت تخصصات کا نصاب رائج نہ ہوسکا۔

مختصر نصاب تعلیم، دراسات دینیہ

ایسے افراد کے لیے جو بنیادی دینی علوم سیکھنا چاہتے ہیں اور ان کے پاس وقت کی قلت ہے، ان کے لیے ابتدائی طور پر 1959ء میں مختصر نصاب تجویز کیا گیا تاہم اس وقت بوجوہ ''وفاق'' کے تحت اس کا امتحان نہ ہوسکا۔ بعد میں مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 22 شعبان المعظم 1424ھ مطابق 19 اکتوبر 2003ء میں تعلیم بالغاں کی ضرورت کے تحت دراسات دینیہ کا سہ سالہ نصاب منظور کیا اور اس کے تحت امتحانات ہونے لگے۔ سہ سالہ نصاب دراسات دینیہ حسب ذیل ہے:

دراسات سال اول	دراسات سال دوم	دراسات سال سوم
ازسورۂ یونس تا سورۂ عنکبوت	ازسورۂ عنکبوت تا ختم قرآن	از فاتحہ تا سورۂ توبہ
معارف الحدیث اول و دوئم	معارف الحدیث سوم و چہارم	معارف الحدیث پنجم، ششم، ہفتم
حیات المسلمین تعلیم الدین، قصص النبیین اول، دوم	آداب المعاشرت (جدید) تعلیم العقائد، قصص النبیین سوم و چہارم	عقائد علماء دیوبند مولانا عبدالشکور ترمذی، قصص النبیین پنجم، سیرت الرسول (وفاق)
علم الصرف اولین، علم النحو	علم الصرف حصہ سوم، عوامل النحو	ترکیب شرح مائۃ عامل
بہشتی زیور اول و دوم	بہشتی زیور سوم و چہارم، نماز مدلل	بہشتی زیور پنجم، ششم، ہفتم، ہشتم
عربی کا معلم اول و دوم	عربی کا معلم سوم	عربی کا معلم چہارم
جمال القرآن حدر نصف آخر جزءعم وحفظ ربع آخر جزعم	سورۂ واقعہ، سورۂ ملک حفظ حدر	سورۂ یٰسین حفظ حدر

تاہم بعد میں اس نصاب میں مزید تخفیف کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ مجلس عاملہ وشوریٰ کے اجلاس منعقدہ 4 جمادی الاخریٰ 1433ھ مطابق 26 اپریل 2012ء سے دراسات دینیہ کا نصاب دوسالہ منظور کیا گیا (جو آگے شائع کیا جارہا ہے)۔

نصابِ تعلیم تجوید

وفاق کی مجلس عاملہ کے اجلاس تاریخ 20 شعبان 1379ھ مطابق 18 فروری 1960ء کو جب دیگر نصابات مرتب ہوئے تو تجوید کا نصاب بھی مرتب کیا گیا۔ تاہم تجوید کا امتحان مدارس خود لیتے تھے۔ 8 جمادی الاخریٰ 1404ھ مطابق 12 مارچ 1984ء کو نصاب تجوید پر نظر ثانی کی گئی تاہم وفاق کے تحت تجوید کے امتحان کا آغاز نہ ہوا۔ بالآخر 22 شوال المکرّم 1432ھ مطابق 21 ستمبر 2011ء کو تجوید کا نصاب ازسرنو مرتب ہوا اور اس کے بعد وفاق کے تحت تجوید للحفاظ و تجوید للعلماء کے امتحانات کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

نصابِ تعلیم بنات کا آغاز وارتقاء

مرتب: مولانا عبدالمجید
ناظم مرکزی دفتر وفاق المدارس

نصاب تعلیم، تعلیم وتربیت کا وہ عنصر ہے کہ جس سے انسان کی تعلیم وثقافت، تہذیب وتمدن اور علم وعمل اور حسن کردار کی تشکیل ہوتی ہے۔ اگر نصاب تعلیم ناقص ہوتو انسان سازی، مردم گری اور صالح انسانی معاشرہ کی تعمیر میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ الغرض کسی بھی قوم کے نظریاتی تشخص کے ارتقاء و بقاء کے لئے اس کا نصابِ تعلیم وطرزِ تعلیم اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مسلمانانِ پاکستان کے اسلامی تشخص کی حفاظت اور دینی علوم کی ترویج کی خاطر ہی 1959ء میں ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اسی مقصد کو مدنظر رکھ کر ''وفاق'' کی نصاب کمیٹی نے دینی مدارس کے لئے بنین کا نصاب تعلیم مرتب کیا اور اس نصاب کے تحت دینی مدارس میں بنین کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔

تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس امر کی ضرورت محسوس کی گئی کہ جہاں بچوں کا دینی علوم سے بہرہ ور ہونا ضروری ہے وہاں بچیوں کے لئے بھی دینی علوم کے مطابق تعلیم وتربیت حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ ملک وملت کی بیٹیوں کی دینی رہنمائی کے لئے اولاً 14 ذیقعدہ 1408ھ مطابق 29 جون 1988ء کو بنات کا نصاب تعلیم مرتب کیا گیا۔ جس کے مطابق پہلی مرتبہ 1990ء میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت طالبات کا ثانویہ عامہ کا امتحان منعقد ہوا، خاصہ کا پہلا امتحان 1993ء میں اور درجہ عالیہ وعالمیہ کا امتحان 1994ء میں ہوا۔ مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ 9 جمادی الاخریٰ 1415ھ مطابق 14 نومبر 1994ء بمقام جامعہ اشرفیہ لاہور میں بنات کے لئے بھی تحتانی درجات کی اسناد کو لازمی قرار دے دیا۔ اس طرح 1994ء سے بنات کے امتحانات میں تسلسل قائم ہوا اور بنات کے چاروں درجات کا امتحان ''وفاق'' کے تحت ہونے لگا۔

ارتقائی مراحل

انسانی فکر جب زندگی کے مختلف میدانوں سے نبرد آزما ہوتی ہے تو مختلف مراحل سے گزر کر نت نئی تبدیلیوں، تغیرات اور انقلابات سے دوچار ہونا پڑتا ہے جس سے تعلیم وتعلم، کتاب وقلم اور نصاب ومعلم بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ جدید تقاضوں کے پیش نظر ''وفاق المدارس'' نے بنات کے نصاب تعلیم میں گاہے بگاہے مناسب تبدیلیاں کی ہیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

شروع میں بنات کے لئے چار سالہ نصاب تعلیم مرتب کیا گیا تھا جبکہ 2 جمادی الاخریٰ 1413ھ مطابق 29 اکتوبر 1992ء کو بنات کے نصاب تعلیم کو چار سالہ کی بجائے آٹھ سالہ کرنے کی تجویز آئی۔ چنانچہ 25 شوال 1413ھ مطابق

18 اپریل 1993ء کو بنات کے لئے آٹھ سالہ نصاب منظور ہوا۔ نصاب درج ذیل ہے:

تعلیم بنات کا آٹھ سالہ نصاب

ثانویہ عامہ سال اول

(۱)......حفظ و مشق پارہ عم ربع آخر (۲)......جوامع الکلم، تاریخ اسلام حصہ اول و دوم (۳)......علم الصرف حصہ اول (۴)......علم النحو کامل (۵)......بہشتی زیور حصہ اول (۶)......عربی صفوۃ المصادر۔

ثانویہ عامہ سال دوم

(۱)......ترجمہ پارہ عم از شیخ الہندؒ مختصر تفسیر از شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۲)......زادالطالبین کامل، تاریخ اسلام حصہ سوم (۳)......علم الصرف حصہ دوم، سوم مع تعلیلات (۴)......عوامل النحو مع الترکیب (۵)......بہشتی زیور حصہ دوم سوم (۶)......الطریقۃ العصریہ حصہ اول۔

ثانویہ خاصہ سال اول

(۱)......ترجمہ و تفسیر از سورۃ الذاریات تا اختتام سورۂ مرسلات (شیخ الاسلام و شیخ الہند)۔ (۲)......ریاض الصالحین از کتاب الآداب تا آخر (۳)......تسہیل الضروری لمختصر القدوری (حصہ عبادات)۔ (۴)......الفوز الکبیر اردو (۵)......شرح مائۃ عامل کامل مع ترکیب نوع اول۔ (۶)......تیسیر المنطق، خلفائے راشدین۔

ثانویہ خاصہ سال دوم

(۱)......ترجمہ و تفسیر از سورۂ روم تا سورۂ ق (شیخ الاسلام و شیخ الہند) (۲)......ریاض الصالحین از ابتداء تا کتاب الآداب (۳)......تسہیل الضروری لمختصر القدوری (کتاب البیوع تا اختتام کتاب النفقات) (۴)......اصول الشاشی از اول تا اختتام کتاب اللہ (۵)......ہدایۃ النحو (۶)......قصص النبیین چہار حصص، سیر صحابیات۔

عالیہ سال اول

(۱)......ترجمہ و تفسیر از سوۂ یونس تا اختتام سورۂ عنکبوت (شیخ الاسلام و شیخ الہند)۔ (۲)......آثار السنن (۳)......تسہیل الضروری لمختصر القدوری (علاوہ حصہ عبادات) (۴)......اصول الشاشی از کتاب السنۃ تا آخر، شرح عقائد از عذاب قبر تا آخر۔ (۵)......دروس البلاغۃ الفن الثانی والثالث (۶)......نفحۃ العرب حصہ نثر۔

عالیہ سال دوم

(۱)......ترجمہ و تفسیر سورۂ فاتحہ تا اختتام سورۂ توبہ (۲)......مشکوٰۃ جلد اول، خیر الاصول (۳)......ہدایہ جلد اول (۴)......سراجی تا اختتام باب الرد (۵)......دروس البلاغۃ الفن الاول (۶)......مقامات پہلے پانچ مقامے۔

عالمیہ سال اول

(۱)......جلالین شریف سورۂ بقرہ، علوم القرآن (۲)......مشکوٰۃ جلد دوم (۳)......موطا امام مالک (از ابتداء تا آخر کتاب الصلوٰۃ)

وشمائل ترمذی (۴)...... کتاب الآثار للامام محمد (۵)......ابن ماجہ باب الفتن تا آخر ،نسائی شریف کتاب الزینۃ من السنن الفطرۃ تا آخر (۶)......ہدایہ جلد ثانی۔

عالمیہ سال دوم

(۱)......بخاری جلد دوم کتاب التفسیر از صفحہ ۶۴۲ تا کتاب النکاح (۲)......بخاری جلد اول کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الجہاد از صفحہ ۳۹۰ تا آخر مناقب (۳)...... مسلم شریف جلد دوم از کتاب الفضائل تا باب الامر بحسن الظن باللہ تعالیٰ عند الموت (۴)......ترمذی شریف جلد اول کامل (۵)......ترمذی شریف جلد دوم تا ابواب فضائل القرآن (۶)......ابوداؤد شریف جلد دوم از کتاب الاطعمۃ تا کتاب الفتن واز کتاب الآداب تا آخر۔

آٹھ سالہ دورانیہ کی تنفیذ میں مشکلات

چونکہ ''وفاق'' ایک ملکی سطح کا بورڈ ہے جس کے تحت پورے ملک سے ملحق مدارس کے طلبہ وطالبات کا امتحان ہوتا ہے اور ملحق مدارس اپنے اپنے علاقائی، معاشرتی اور معاشی مسائل سے دوچار ہوتے ہیں۔ پسماندہ علاقہ کے مدارس کو بھی ساتھ لے کے چلنا ہوتا ہے۔اس تناظر میں بنات کے نصاب کی آٹھ سالہ مدت کے نفاذ میں دشواریاں پیش آئیں۔ چنانچہ آٹھ سالہ نصاب کو چار سال میں پڑھانے کا فیصلہ ہوا۔اس کے بعد میں مختلف اجلاسوں میں یہ معاملہ زیر بحث رہا لیکن وقتی طور پر آٹھ سالہ مدت کا نفاذ نہ ہوسکا۔

نصابِ تعلیم بنات کو موثر ومفید تر بنانے کے لئے مزید کاوشیں

نصاب کمیٹی نے آٹھ سالہ نصاب (جوکہ چار سال میں پڑھایا جارہا تھا) میں بعض تبدیلیاں کرکے 30 محرم الحرام 1416ھ مطابق 29 جون 1995ء کو مجلس عاملہ میں پیش کیا، تاہم مجلس عاملہ نے اس پر مدارس کی آراء طلب کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ مذکورہ بالا مشکلات کی وجہ سے اس پر بھی مزید پیش رفت نہ ہوسکی۔ چونکہ چار سالہ مدت سے مطلوبہ ٹھوس علمی استعداد پیدا نہیں ہو پارہی تھی، اس لئے اس معاملے پر کوششیں جاری رہیں۔مجلس عاملہ وشوریٰ کے اجلاس منعقدہ 21، 22 ربیع الثانی مطابق 22، 23 جون 2003 اور مجلس عاملہ کے اجلاس 23 شعبان 1424ھ مطابق 20 اکتوبر 2003 میں بھی نصاب تعلیم بنات پر غور وخوض کیا گیا۔آخر الذکر اجلاس میں طے ہوا کہ عامہ سے ابتدائی چار سال تک بنین وبنات کا نصاب یکساں رکھا جائے اور بنات کا دورانیہ تدریس دو سال بڑھا دیا جائے یعنی بنات کی مدت تعلیم چھ سال ہوجائے گی (لیکن دورانیہ میں اضافہ پر عملدرآمد ممکن نہ ہوسکا)۔

مجلس عاملہ کے اجلاس 22 جمادی الاولیٰ 1426ھ مطابق 30 جون 2005ء میں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے چار سالہ نصاب کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

''درس نظامی کا موجودہ نصاب جو ہماری بنات کو پڑھایا جارہا ہے یہ چار سالہ ہے لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس ادھورے نصاب پر شہادۃ العالمیہ دے دینا ایسی بات ہے کہ جس پر ضمیر

کبھی مطمئن نہیں ہوا۔طلبہ جودرس نظامی کوآٹھ سال میں مکمل کرتے ہیں اوردارالطلبہ میں رہ کر دن رات محنت کرتے ہیں وہ دورہ حدیث سے کامیابی کی جوسند شہادۃ العالمیہ حاصل کرتے ہیں وہی سند بنات کومحض چاریاپانچ سال کی ادھوری تعلیم پر دے دی جاتی ہے۔حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ لڑکی جوچاریاپانچ سالہ نصاب پڑھ کردورہ حدیث سے فارغ ہورہی ہے،وہ عالمہ نہیں،نہ وہ محدثہ ہے،نہ مفسرہ اورنہ فقیہہ۔ناچیز نے جتناغورکیااس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ بنات کی تعلیم سے متعلق ہماری ضرورتیں دوطرح کی ہیں:ایک ضرورت تو یہ ہے کہ ہم کچھ خواتین کوباقاعدہ ذی استعداد عالمہ بنائیں تاکہ وہ آگے جاکراپنے علم کوبڑھائیں۔وہ محدثہ بنیں،محدثات بنیں،فقیہات بنیں،مفتیات بنیں،مصنفات بنیں،مولفات بنیں۔

ہماری اس ضرورت سے زیادہ بڑی ضرورت یہ ہے کہ پورے معاشرے میں جولڑکیاں ہیں،گاؤں،گوٹھوں تک کی لڑکیاں وہ علم سے بہرہ ورہوں اوراتناعلم دین دے دیاجائے جوایک مسلم ماں کی ضرورت ہے۔مسلم بیوی کی ضرورت ہے،مسلم بیٹی،مسلم بہن اورمسلم پڑوسن کی ضرورت ہے۔اتناعلم دین اس کے پاس آجائے کیونکہ قوم ماں کی گودمیں پلتی ہے۔اگرہم نے اس ماں کی گودکودین کے سانچے میں ڈھال دیاتوپوری قوم بھی دین کے سانچے میں ڈھل جائے گی۔ہمیں لڑکیوں کواس قابل کرناچاہیے کہ وہ اپنے سسرال جاکرباعزت طریقے سے زندگی گزارسکیں۔اس لئے وفاق کابنات کے لئے ایک نصاب وہ ہوناچاہیے جوصرف ضروری اوربنیادی علم دین پرمشتمل ہو۔جس میں اسلام کے بنیادی اصول،عقائداوراحکام کااحاطہ کیاگیا ہو۔اوریہ پورے ملک میں نافذ ہواوردوسرانصاب وہ ہوناچاہئے جوبنین کاہے“۔

مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 4 ربیع الثانی 1427ھ مطابق 3 مئی 2006ء میں بھی حضرت کی تجاویز کے پیش نظر نصاب پرغوروخوض کیاگیا۔

مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ 7 ذیقعدہ 1427ھ مطابق 29 نومبر 2006 میں صدروفاق شیخ الحدیث حضرت مولاناسلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایاکہ:

”بنین وبنات کو”وفاق“ کی طرف سے عالمیہ کی یکساں سنددی جاتی ہے،جبکہ بنات صرف چارسال تعلیم حاصل کرتی ہیں۔اس تضادکوختم ہوناچاہیے۔ایک مسلمان بچی جوصرف دین کی سوجھ بوجھ حاصل کرناچاہتی ہیں اس کے لیے سہ سالہ نصاب دراسات دینیہ”وفاق“ نے مرتب کیاہے۔دراسات کانصاب ضروری مسائل سے آگاہی کے لئے کافی ہے۔جومکمل عالمہ بنا

چاہتی ہے اس کے لئے نصاب ہشت سالہ ہوگا۔"

چنانچہ اسی تناظر میں فیصلہ کیا گیا کہ بنین و بنات کا نصاب یکساں ہوگا اور 1428ھ سے عامہ میں داخلہ لینے والی طالبات کے امتحانات بنین کے نصاب کے مطابق ہوں گے۔

اسی موقع پر بعض حضرات کی طرف سے بنات کے بعض اقامتی مدارس کی شکایات سامنے لائی گئیں اور تجویز آئی کہ اقامتی مدارس بند کردیے جائیں۔ اس پر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم نے خوبصورت جملہ فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے "وفاق" کی شکل میں ہمیں مضبوط کردیا ہے۔ اس کی حفاظت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ ٹہنی درخت کے ساتھ اچھی لگتی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم خود ہی اپنی خامیاں دور کریں"۔ چنانچہ بنات کے اقامتی مدارس بند کرنے کا فیصلہ موقوف کردیا گیا۔

بنات کے لئے تین نصاب......(سہ سالہ، چار سالہ و آٹھ سالہ)

29 ربیع الاول و یکم ربیع الثانی 1428ھ مطابق 18، 19 اپریل 2007ء کے اجلاس میں یہ بات سامنے آئی کہ بہت سے مدارس نے بذریعہ خطوط اپنی رائے دی ہے کہ بنات کا چار سالہ نصاب ختم نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس اجلاس میں یہ تجویز زیر غور آئی کہ بنات کے تین نصاب ہوں۔ مختصر سہ سالہ نصاب دراسات دینیہ، سابقہ چار نصاب اور آٹھ سالہ نصاب۔ تاہم سردست اس اجلاس میں سابقہ (دو نصاب) ترتیب برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا گیا اور طے ہوا کہ تین نصابوں کی تجویز پر نصاب کمیٹی غور کرکے مجلس عاملہ میں پیش کرے۔ اس دوران 13 ذیقعدہ 1429ھ مطابق 12 نومبر 2008ء کو مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا کہ بنین کی طرح بنات کے درجات میں بھی دو سال کا وقفہ لازم ہوگا۔ 1430ھ سے یہ ضابطہ لاگو ہوگا، اس طرح آٹھ سال میں نصاب پورا ہوگا۔ جبکہ تین نصابوں کی تجویز پر نصاب کمیٹی کی رائے مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 11 ربیع الثانی 1430ھ مطابق 8 اپریل 2009ء و شوریٰ کے اجلاس 12 ربیع الثانی 1430ھ مطابق 9 اپریل 2009ء میں پیش ہوئی۔ اس موقع پر حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم ناظم اعلیٰ وفاق نے فرمایا کہ چار سالہ نصاب کو یکسر ختم کرنا ہمارے لئے انتہائی مشکل ہے، لہٰذا مدارس کی سہولت کے پیش نظر آٹھ سالہ نصاب کے ساتھ ساتھ سابقہ چار سالہ نصاب بھی فی الحال جاری رکھا جائے۔ چنانچہ طے ہوا کہ آئندہ بنات کے تین نصاب جاری رہیں گے۔ البتہ شہادۃ العالمیہ آٹھ سالہ نصاب پر جاری ہوگی۔ جبکہ موجودہ چار سالہ پر شہادۃ العالیہ جاری ہوگی۔

چار سالہ و چھ سالہ نصاب

آٹھ سالہ نصاب تعلیم بنات پر عملدرآمد سے متعلق مدارس بنات کی طرف سے مسلسل مشکلات کا اظہار کیا جاتا رہا۔ جبکہ دوسری طرف یہ اشکال بھی برقرار تھا کہ چار سالہ مدت سے مطلوبہ ٹھوس استعداد پیدا نہیں ہورہی۔ نیز ہائیر ایجوکیشن کمیشن نے چار سالہ اسناد پر ایم اے کی مساوی سند کا اجراء روک دیا۔ چنانچہ فاضلات کو درپیش مسائل اور مدارس کے اعذار کو پیش نظر رکھتے ہوئے چھ سالہ نصاب تعلیم بنات مرتب کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ نصاب کمیٹی کے مجوزہ چھ سالہ نصاب کے بارے میں مدارس سے آراء

طلب کرنے کے لئے ماہنامہ وفاق میں اس کی تشہیر کی گئی۔مدارس کی تجاویز کی روشنی میں نصاب کمیٹی نے اس میں مناسب تبدیلیاں کیں اور منظوری کے لئے مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ یکم صفر المظفر 1431ھ مطابق 17 جنوری 2010ء بمقام جامعہ فاروقیہ فیز۲ کراچی میں پیش کیا گیا۔یہ نصاب میٹرک پاس طالبات کے لئے مرتب کیا تھا جبکہ غیر میٹرک طالبات کے لئے دو سالہ عصری نصاب مرتب کرنے کی تجویز تھی نیز دراسات دینیہ کے تین سالہ نصاب کو دو سالہ کرنے کی تجویز بھی زیر غور آئی۔مجلس عاملہ نے اصولی طور اس کی منظوری دی اور بعض زیر غور کتب کو جلد حتمی کرنے کے بارے میں نصاب کمیٹی کو ہدایت کی گئی۔چنانچہ نصاب کمیٹی نے چھ سالہ نصاب حتمی کر کے 22 شوال المکرّم 1432ھ مطابق 21 ستمبر 2011ء کو دوبارہ مجلس عاملہ میں پیش کیا۔اس موقع پر ناظم اعلیٰ وفاق حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم نے فرمایا کہ مطلوبہ علمی استعداد کے لئے کم ازکم چھ سالہ نصاب ضروری ہے۔جبکہ دین کی بنیادی معلومات اور مسلمان گھروں میں دینداری کا ماحول بیدار کرنے کے لئے دراسات دینیہ کا دو سالہ نصاب زیر غور ہے۔چنانچہ مجلس عاملہ نے بنات کے چھ سالہ نصاب تعلیم کی منظوری دی۔

چھ سالہ نصاب کی تنفیذ

چھ سالہ نصاب کے بارے میں اراکین مجلس شوریٰ سے مزید آراء طلب کی گئی تھی۔اراکین شوریٰ و دیگر مدارس کی طرف سے موصول ہونے والی تجاویز کی روشنی میں نصاب کمیٹی نے اپنے اجلاس منعقدہ 23 صفر المظفر 1433ھ مطابق 13 جنوری 2012ء میں چھ سالہ نصاب کو حتمی شکل دی جو کہ منظوری کے لئے 3 جمادی الاخریٰ 1433ھ مطابق 25 اپریل 2012ء کو مجلس عاملہ اور 4 جمادی الاخریٰ 1433ھ مطابق 26 اپریل 2012ء کو مجلس شوریٰ میں پیش کیا گیا۔جس کی منظوری اس تصریح کے ساتھ کی گئی کہ دورہ حدیث میں موجود کتب میں تلخیص وانتخاب کیا جائے۔اسی طرح دراسات دینیہ کے دو سالہ نصاب کی بھی منظوری دی گئی۔نیز عامہ بنات کے عصری نصاب کے بارے میں مدارس کو اختیار دیا گیا کہ چاہے ایک سال میں مکمل کریں یا دو سال میں۔ ”وفاق“ صرف دوسرے سال کا امتحان لے گا۔عامہ بنات کا عصری نصاب مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دے دی گئی۔

چھ سالہ نصاب کے بارے میں طے ہوا کہ یہ تدریجاً نافذ ہوگا اور ہر سال کا امتحان ”وفاق“ لے گا۔موجودہ طالبات اپنی ترتیب سے سابقہ نصاب کے مطابق اپنے درجات مکمل کریں گی۔جبکہ سال بہ سال نیا نصاب نافذ ہوتا جائے گا اور چھ سال سال میں تنفیذ مکمل ہو جائے گی۔چنانچہ 1434ھ سے نئے نصاب کے مطابق امتحان کا آغاز ہوا۔تاہم عامہ بنات کا عصری نصاب بروقت مکمل نہ ہو سکا،جس کی وجہ سے مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس منعقدہ 14،15 ربیع الثانی 1434ھ مطابق 25،26 فروری 2013ء بمقام جامعہ اشرفیہ لاہور میں ثانویہ خاصہ سال اول کو ثانویہ عامہ قرار دیدیا۔

چھ سالہ نصاب میں تخفیف وتسہیل کا فیصلہ

1434ھ سے نئے نصاب کی تنفیذ شروع ہوئی تو اس میں بھی مدارس کی طرف سے مشکلات کا اظہار کیا گیا۔نیز مجلس عاملہ وشوریٰ کے فیصلے کے مطابق عالمیہ کی کتب میں تلخیص باقی تھی۔چنانچہ مجلس عاملہ وشوریٰ کے اجلاس منعقدہ 21،22 ربیع الثانی 1436ھ مطابق 11،12 فروری 2015ء بمقام جامعہ دارالعلوم کراچی میں اس بارے میں دوبارہ غور وخوض کیا

گیا۔یہاں یہ بات واضح رہے کہ چھ سالہ نصاب مرتب کرتے وقت دو اہم مقاصد پیش نظر تھے۔سب سے اہم مقصد طالبات میں ٹھوس علمی استعداد پیدا کرنا تھا تاکہ طالبہ کو جب عالمیہ کی سند جاری کی جائے تو اس کی اہلیت بھی ہو۔بدقسمتی سے چار سالہ سے مطلوبہ استعداد پیدا نہ ہوسکی۔دوسرا اہم مقصد فاضلات کی سند کی حیثیت کو تسلیم کرانا تھا۔تاکہ فاضلات کسی بھی شعبہ میں جا کر دینی خدمات انجام دے سکیں۔لہٰذا طے ہوا کہ نصاب تعلیم کا دورانیہ تو چھ سال رہے البتہ نصاب کمیٹی نصاب بنات پر نظر ثانی کر کے اسے سہل بنائے۔

موجودہ حتمی نصاب

اس فیصلے کی روشنی میں نصاب کمیٹی نے اپنے اجلاس منعقدہ 4 مارچ 2015ء میں چھ نصاب تعلیم بنات پر از سر نو غور کیا اور نصاب میں تخفیف کر کے سہل نصاب مرتب کیا۔نصاب کمیٹی کا نظر ثانی شدہ نصاب مجلس عاملہ وشوریٰ کے اجلاس منعقدہ 24 رجب 1436ھ مطابق 13 مئی 2015ء بمقام مرکزی دفتر وفاق ملتان میں پیش کیا گیا۔مجلس عاملہ وشوریٰ نے ترمیم شدہ چھ سالہ نصاب کی منظوری دی اور طے ہوا کہ درس نظامی بنات کا چھ سالہ نصاب ثانویہ خاصہ سال اول سے شروع ہوگا۔میٹرک پاس طالبات خاصہ سال اول میں داخلہ کی اہل ہوں گی۔ان کو میٹرک کی بنیاد پر ثانویہ عامہ کی سند ثانویہ خاصہ سال دوم کا امتحان پاس کرنے پر دی جائے گی۔جبکہ غیر میٹرک طالبات سے ماہ ذوالحجہ میں مختصر عصری نصاب کا امتحان لیا جائے گا،اس امتحان میں کامیابی پر خاصہ سال اول میں داخلہ کی اہل ہوں گی۔نیز ان کو بھی خاصہ سال دوم پاس کرنے کے بعد ثانویہ عامہ کی سند جاری کی جائے گی۔

منظور شدہ چھ سالہ نصاب تعلیم بنات حسب ذیل ہے:

ثانویہ خاصہ سال اول

(۱)......ترجمہ ومختصر تفسیر پارۂ عم (دو سوال) خلاصۃ التجوید (ایک سوال) حفظ ربع آخر پارہ عم (۲)......جوامع الکلم (مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ) زاد الطالبین مکمل ترکیب باب اوّل تا ذکر مغیبات (۳)......تعلیم الاسلام مکمل، تاریخ اسلام حصہ سوم (مولفہ مولانا محمد میاں)۔(۴)......علم الصرف ۱،۲،۳ مع اجراء از تمرین الصرف (۵)......علم النحو مع اجراء از تمرین النحو، تسہیل النحو، عوامل النحو با ترکیب۔(۶)......الطریقۃ العصریہ ج ۱، عربی کا معلم حصہ اول و دوم۔

ثانویہ خاصہ سال دوم

(۱)......ترجمہ وتفسیر از سورۂ یونس تا اختتام سورۂ عنکبوت، حفظ سورۂ یٰسین (۲)......مختصر القدوری از ابتداء تا اختتام کتاب الحج واز کتاب النکاح تا آخر کتاب النفقات (۳)......اصول الشاشی فقط کتاب اللہ، آسان اصول فقہ (۴)......علم الصیغہ ماسوائے باب چہارم مع خاصیات ابواب از علم الصرف حصہ چہارم (۵)......ہدایۃ النحو (۶)......شرح مائۃ عامل نوع اول با ترکیب، تیسیر المنطق۔

عالیہ سال اول

(۱)......ترجمہ وتفسیر از سورۂ روم تا اختتام سورۂ مرسلات، حفظ سورۂ واقعہ وسورۂ ملک (۲)......ریاض الصالحین از ابتداء تا

کتاب الفضائل (۳)...... مختصر القدوری مابقیہ ماسوائے کتاب العتاق، کتاب المکاتب، کتاب الولاء و کتاب الفرائض (۴)......نورالانوار بحث سنت واجماع ،سراجی تاختم باب الرد (۵)......دروس البلاغہ مکمل (۶) مختارات حصہ اول، العقیدۃ الطحاویہ متن۔

عالیہ سال دوم

(۱)......ترجمہ وتفسیر از ابتداء تا اختتام سورۂ توبہ، حفظ سورۂ رحمٰن (۲)......مشکوٰۃ جلد اول ماسوائے مقدمہ (۳)......مشکوٰۃ جلد ثانی مع خیر الاصول (۴)......ہدایہ جلد اول (۵)......مختصر، اسلام وتربیت اولاد (۶)......شرح عقائد از عذاب قبر تا آخر، علوم القرآن حصہ اول باب اول حصہ دوم باب اول ودوم مولفہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

عالمیہ سال اول

(۱)......منتخبات جلالین جلد اول سورۃ البقرہ وسورۃ النساء، جلد ثانی سورۃ النور والطلاق والتحریم مع سورۂ فاتحہ (۲)......تیسیر مصطلح الحدیث دکتور محمود الطحان (۳)......ہدایہ جلد ثانی کتاب النکاح، کتاب الطلاق تا آخر کتاب الایمان (۴)......طحاوی کتاب الصلوٰۃ تا کتاب الجنائز (۵)......جامع ترمذی ج ۲ باستثناء کتب العلل (۶)......سنن ابوداؤد جلد اول ماسوائے کتاب الصلوٰۃ

عالمیہ سال دوم

(۱)......صحیح بخاری جلد دوم کتاب المغازی، کتاب الاطعمہ تا آخر کتاب الرقاق و کتاب الردعلی الجہمیہ تا آخر کتاب (۲)......صحیح مسلم جلد اول کتاب الایمان واز کتاب النکاح تا آخر کتاب (۳)......جامع ترمذی جلد اول مکمل (۴)......صحیح بخاری جلد اول بدء الوحی، کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الجہاد تا آخر کتاب (۵)......صحیح مسلم جلد دوم از کتاب الفضائل تا باب الامر بحسن الظن باللہ تعالیٰ و کتاب الزہد (۶)......ابوداؤد شریف جلد دوم کتاب الضحایا والوصایا از کتاب الایمان والنذور، از کتاب الاشربہ تا آخر کتاب الملاحم، کتاب الاداب تا آخر کتاب وشمائل ترمذی۔

وفاق المدارس کا امتیاز

موجودہ دور میں جولوگ دیندار طبقے پر قدامت پسندی کے عنوان سے تنقید کرتے ہوئے نہیں تھکتے، ان کے لئے یہ امر قابل غور ہے کہ ''وفاق'' نے خواتین کی تعلیم میں بھی بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ 1990ء سے ''وفاق'' کے تحت درس نظامی کی طالبات کے امتحانات کے آغاز سے اب تک دو لاکھ سے زائد بچیاں حافظات بن چکی ہیں اور ایک لاکھ پچھتر ہزار بچیاں درس نظامی مکمل کر چکی ہیں۔ اس تناظر میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مملکت خداداد پاکستان کی موجودہ شرح خواندگی اور بالخصوص خواتین کی تعلیم میں ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کا نمایاں حصہ ہے۔

☆......☆......☆

بنات کے نصاب تعلیم سے متعلق چند گزارشات

مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب
صدر دار العلوم، کراچی

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم اما بعد

بچیوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن اس کے نصاب کے سلسلے میں وفاق المدارس کے حضرت صدر محترم دامت برکاتہم کو بھی شروع ہی سے کچھ تحفظات ہیں اور ناچیز کے نزدیک بھی، کیونکہ درس نظامی کا موجودہ نصاب جو ہماری بنات کو پڑھایا جارہا ہے یہ چار سالہ ہے (اگرچہ دار العلوم کراچی میں نصاب پانچ سالہ پڑھایا جاتا ہے) لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس ادھورے نصاب پر شہادۃ العالمیہ دے دینا ایسی بات ہے کہ جس پر ضمیر کبھی مطمئن نہیں ہوا۔ طلبہ جو درس نظامی کو آٹھ سال میں مکمل کرتے ہیں اور دار الطلبہ میں رہ کر دن رات محنت کرتے ہیں وہ دورہ حدیث سے کامیابی کی جو سند شہادۃ العالمیہ حاصل کرتے ہیں وہی سند بنات کو محض چار یا پانچ سال کی ادھوری تعلیم پر دے دی جاتی ہے۔ مجھے تو شرعاً اس کے جواز میں بھی بڑا ڈر لگتا ہے کہ العیاذ باللہ کہیں ہم شہادۃ العالمیہ دے کر کسی ناجائز کام (شہادۃ الزور) کے مرتکب تو نہیں ہو رہے۔ کیونکہ شہادۃ العالمیہ کا مطلب جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ عالم ہونے کی گواہی ہے۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ لڑکی جو چار یا پانچ سالہ نصاب پڑھ کر دورہ حدیث سے فارغ ہو رہی ہے، وہ عالمہ نہیں، نہ وہ محدثہ ہے، نہ مفسرہ اور نہ فقیہہ۔ دار العلوم کراچی میں بھی مدرسۃ البنات قائم ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس پر ضمیر مطمئن نہیں ہوتا اور بار بار اس مسئلہ پر غور و مشورہ بھی ہوا ہے لیکن جیسا کہ غور کرنے کی ضرورت ہے وہ ابھی نہیں ہوا۔

ناچیز نے جتنا غور کیا اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ بنات کی تعلیم سے متعلق ہماری ضرورتیں دو طرح کی ہیں: ایک ضرورت تو یہ ہے کہ ہم کچھ خواتین کو باقاعدہ ذی استعداد عالمہ بنائیں تاکہ وہ آگے جا کر اپنے علم کو بڑھائیں۔ وہ محدثہ بنیں، محدثات بنیں، فقیہات بنیں، مفتیات بنیں، مصنفات بنیں، مولفات بنیں۔ ہماری ایک ضرورت یہ ہے لیکن اس ضرورت کے لئے ہمیں خواتین کی بہت بڑی تعداد کی ضرورت نہیں۔ تھوڑی تعداد بھی ملک بھر میں اگر ایسی کی عالمات تیار ہو جائے تو یہ ضرورت پوری ہو جائے گی لیکن ایسی عالمات اس پورے نصاب کے بغیر تیار نہیں ہو سکتیں جو طلبہ کو پڑھایا جاتا ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ یہ طالبات اتنا وقت کہاں سے لائیں گی؟ جلد ہی ان کی شادیوں کا مرحلہ آ جاتا ہے۔ تو ٹھیک ہے یہ ضرور ہوگا کہ ایسی طالبات کم ملیں گی جو آٹھ سال اس کام میں لگانے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن کم ملنے سے ہمارا کوئی نقصان نہیں، کیونکہ ہمیں زیادہ تعداد کی ضرورت نہیں۔ ایسی عالمات اگر تھوڑی بھی ہوں تو ان سے ہمارے ملک کی ضرورت پوری ہو جائے گی۔ البتہ یہ ضرور ہوگا کہ پھر بنات کے درس نظامی کے اتنے مدرسوں کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ایک صوبے میں ایک مدرسہ بھی شاید کافی ہو جائے۔ یا ایک ضلع میں ایک مدرسہ کافی ہو جائے اور طالبات کی تھوڑی تعداد اس معیاری تعلیم میں وقت لگانے میں غالباً تیار ہو جائے گی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسکول اور کالجوں کی لڑکیاں ماسٹرز بھی کرتی ہیں، پی ایچ ڈی بھی کرتی ہیں۔ ظاہر ہے وہ بڑی بڑی مدت اس میں

لگاتی ہیں تو جو خواتین باقاعدہ عالمہ بننا چاہیں گی وہ اپنا وقت مکمل تعلیم کے لئے فارغ کریں گی۔ یہ اور بات ہے کہ تعداد ان کی کم ہو گی تو اس سے ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ ایک ضرورت تو ہماری یہ ہے۔

ہماری اس ضرورت سے زیادہ بڑی ضرورت یہ ہے کہ پورے معاشرے میں جو لڑکیاں ہیں، گاؤں، گوٹھوں تک کی لڑکیاں وہ علم سے بہرہ ور ہوں اور ان کو اتنا علم دین دے دیا جائے جو ایک مسلم ماں کی ضرورت ہے، مسلم بیوی کی ضرورت ہے، مسلم بیٹی، مسلم بہن اور مسلم پڑوسن کی ضرورت ہے۔ اتنا علم دین اس کے پاس آجائے کیونکہ قوم ماں کی گود میں پلتی ہے۔ اگر ہم نے اس ماں کی گود کو دین کے سانچے میں ڈھال دیا تو پوری قوم بھی دین کے سانچے میں ڈھل جائے گی...... تو ہماری ضرورت یہ کہ خواہ ہم عالمات کم بنائیں لیکن جتنی خواتین اور لڑکیاں ہیں ان کو پکی مسلمان تو بنا دیں، اگر وہ پکی مسلمان ماں بن جائیں، پکی مسلمان بیویاں بن جائیں، پکی مسلمان بیٹیاں بن جائیں اور پکی مسلمان پڑوسنیں بن جائیں تو ہمارے معاشرے میں بہترین انقلاب آ سکتا ہے۔ اس واسطے ہماری دوسری ضرورت ہے کہ ہم ایسا نصاب تیار کریں جس میں دینی تعلیم اس حد تک ضرور آجائے کہ وہ ایک پکی سچی مسلمان خاتون تیار کر سکے لیکن اس کام کے لئے ایک نصاب تیار کیا گیا ہے۔ جس کا نام ''شہادۃ دراسات دینیہ'' ہے۔ وہ اچھا نصاب ہے لیکن ناچیز کی رائے یہ ہے کہ اس میں اضافہ کی ضرورت ہے۔ اس سے دینی ضرورت تو پوری ہو جاتی ہے لیکن معاشرے میں اگر کوئی لڑکی ایسی ہو جو حساب بالکل نہ جانتی ہو، انگریزی بالکل نہ جانتی ہو، سائنس اور جغرافیہ بالکل نہ جانتی ہو اور تاریخ سے بالکل بے خبر ہو تو وہ معاشرے میں اپنا کوئی مقام نہیں بنا سکتی۔ اس واسطے ناچیز کی سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ جس طرح ہم نے بنین کے لئے یہ کیا ہے کہ پرائمری کی پہلی جماعت سے لے کر دسویں جماعت تک عصری مضامین کو لازم کر دیا ہے، اسی طریقے سے ہم خواتین کے لئے، بنات کے لئے ایسا نصاب بنائیں جس میں پہلی جماعت سے لے کر دسویں جماعت تک میٹرک کی تیاری کروائی جائے اور لازمی عصری مضامین وہ سارے ان کو پڑھائے جائیں اور اسی کے اندر یہ دراسات کا تین سالہ نصاب کا جو مواد ہے وہ ضرورت کے مطابق اس کے اندر سمو دیا جائے۔ تاکہ معاشرے میں بھی لڑکیوں کا ایک مقام بنے اور ان کے لئے رشتوں کا مسئلہ مشکل نہ بن جائے۔ بحالات موجودہ ماں باپ کے لئے لڑکیوں کے رشتوں کا مسئلہ انتہائی مشکل بنا ہوا ہے۔ ہمیں لڑکیوں کو اس قابل کرنا چاہیے کہ وہ اپنے سسرال جا کر باعزت طریقے سے زندگی گزار سکیں اور عصری مضامین میں بھی کم از کم میٹرک تک کی تعلیم ان کے پاس موجود ہو اور وہ پکی سچی مسلمان بن جائیں۔ اس کے لئے ایک ایسا نصاب تشکیل دیا جائے جو میٹرک تک کا ہو اور اس میں ضروری دینی تعلیم موجود ہو۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد جو لڑکیاں باقاعدہ درس نظامی میں جانا چاہیں گی تو وہ اس میں داخل ہو جائیں اور جو کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جانا چاہیں گی تو ان کے لئے بھی راستہ ہوگا۔ مگر پکی سچی مسلمان ہو چکی ہوں گی۔ تو امید یہ ہے کہ یونیورسٹیوں میں جا کر بھی شاید ان کو دینی نقصان اتنا نہ پہنچے جتنا آج کل پہنچ رہا ہے۔ اسی بنیاد پر میں نے ایک تحریر لکھی ہے اور وہ میں وفاق المدارس کی مجلس عاملہ کو پیش کر چکا ہوں اور مجلس عاملہ نے اصولی طور پر اس کی منظوری بھی دی ہے یہ کہہ کر کہ اس کو وفاق المدارس کی نصاب کمیٹی کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ اس سفارش کے ساتھ کہ اس کو قبول کر لیا جائے۔ نصاب کمیٹی اس پر غور کرے گی اور اس پر اپنی مفصل رپورٹ تیار کر کے عاملہ میں پیش کرے گی تاکہ اس کو ضابطہ میں منظور کر لیا جائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ (اجلاس عاملہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ)

طالب علم اور اہل علم کا نصابِ زندگی

مولانا مفتی محمد شفیعؒ
بانی دار العلوم کراچی

قرآن کریم کی ایک آیت ہے: ﴿فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين﴾ یہ آیت تو مختصر سی ہے لیکن درحقیقت یہ اہل علم کا پورا نصاب تعلیم ہے، صرف نصاب تعلیم ہی نہیں بلکہ نصاب زندگی ہے، طالب علم کو، اہل علم کو کیا کرنا ہے؟ ﴿ليتفقهوا في الدين﴾ تک یہ بات بتائی گئی کہ جو طائفہ علم دین حاصل کرنے کے نام پر جمع ہوا ہے، اس کا کام یہ ہے کہ دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرے، محض تعلیم حاصل کرنا مقصود نہیں، دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہے اور سمجھ بوجھ اس کو کہا جائے گا جب علم کے ساتھ عمل بھی ہو۔

جہل کی حقیقت:......جس علم کے ساتھ عمل نہ ہو وہ سمجھ بوجھ نہیں کہلاتا، ایسا علم تو شیطان کو بھی ہے، ابوجہل اور ابولہب کو بھی تھا۔ ﴿وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلماً وعلوا﴾ قرآن کا اعلان ہے کہ ان لوگوں نے جان بوجھ کر جحود (انکار) کیا تھا، ابولہب، ابوجہل یہ سب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے، رسالت سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے واقف تھے، ناواقف نہیں تھے، جانتے بوجھتے یہ (تکذیب) کرتے تھے۔

ابوجہل کا تو مشہور قصہ ہے کہ بہت سی چیزوں میں اس کا اعتراف پایا گیا، مگر جب اس کو کہا گیا کہ کمبخت تو جانتا اور مانتا ہے اور قرآن کی عظمت کو بھی پہچانتا ہے، تجھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کی صداقت) کا قوی اعتراف ہے تو پھر مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا؟ اس نے کہا کہ بات ساری یہ ہے کہ قبیلوں کی جنگ جیسے ہوتی ہے، اسی طرح بنو ہاشم کا اور ہمارا مقابلہ ہے، سب کاموں میں تو یہ ہوتا ہے کہ بنو ہاشم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے یہ کام کیا تو وہ ہم بھی کرتے ہیں، جتنے کام اچھے سمجھے جاتے ہیں دنیا میں سخاوت کے، شجاعت کے، بہادری کے، جو عرب میں مشہور تھے، نیک کام، ان سب نیک کاموں میں جو کام بنی ہاشم کہتے ہیں کہ ہم کرتے ہیں تو ہم بھی ان کا جواب دے دیتے ہیں، لیکن اب انہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ ہمارے میں ایک رسول آیا ہے، اس کا ہمارے پاس کیا جواب ہے؟ اس واسطے ہم انہیں رسول نہیں مانتے، نہ ماننے کا سبب یہ ہے کہ بنی ہاشم کی برتری ہمارے اوپر ثابت ہو جائے گی اور ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا۔

تو بہر حال کہنا یہ ہے کہ جیسے ابلیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جانتا ہے اور اللہ اور اللہ کی توحید کو بھی، لیکن ان تمام چیزوں کو جاننے کے باوجود جحود (انکار) کرتا ہے، قریب قریب یہی حال تھا ابولہب اور ابوجہل کا اور دوسرے ان کافروں کا جو حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں، جنہوں نے آپ کو پرکھا ہے، دیکھا ہے، آنکھوں سے مشاہدات کئے ہیں، سب کو یقین تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا، اس کے باوجود اپنے اغراض دنیوی اور خواہشات کی بناپر جحود کیا کرتے تھے، میں کہہ رہا ہوں کہ تفقه فی الدین اس کا نام نہیں کہ کسی چیز کو جان لے، یا کسی مسئلہ کو جان لے کہ یہ چیز حلال ہے یا حرام ہے، یہ جائز ہے، مکروہ ہے یا مستحب ہے، اتنا جان لینے کا نام علم نہیں ہے، اتنا جان لینے کا نام فقہ نہیں ہے، فقہ دین کی سمجھ بوجھ کا نام ہے، جس کے پیچھے عمل ہونا چاہئے، جس کے علم کے ساتھ عمل نہ آیا، جس علم پر عمل مرتب نہ ہوا، وہ علم کہلانے کا مستحق نہیں، حدیث کے الفاظ میں اس کو جہل کہا گیا ہے "إن من العلم لجهلا "یعنی بعض علم جہل ہوتے ہیں، یہ علم کہ جس کے پیچھے عمل نہ ہو وہ علم جہل ہوتے ہیں، یہ علم کہ جس کے پیچھے عمل نہ ہو وہ علم شریعت کی اصطلاح میں، قرآن کی اصطلاح میں، حدیث کی اصطلاح میں علم کہلانے کا مستحق نہیں، وہ جہل ہے۔

علم کا مقصود اور ہماری کیفیت:......تفقہ فی الدین کا لفظ قرآن میں اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ علم کے ساتھ اور اس کے پیچھے پیچھے عمل آئے اور آپ کو یہ محسوس ہو کہ اگر ہم نے ہدایہ پڑھی، قدوری پڑھی، کنز پڑھی، ان معاملات کا باب پڑھا کہ فلاں معاملہ جائز ہے، فلاں ناجائز ہے، یہ حرام ہے، یہ مکروہ ہے، یہ مستحب ہے، اگر ہم بازار میں جا کر اپنے وہ اسباق یاد نہیں کرتے تو ہمارا پڑھا لکھا بےکار ہے، اب تو ہمارا حال یہ ہے کہ کتاب مدرسہ میں پڑھائی جاتی ہے، مدرسہ سے باہر اس کتاب کا کوئی اثر ہمارے وجود میں نہیں ہوتا، معاملات کرنے کے لئے چلیں تو ہمیں کچھ فکر نہیں ہوتی کہ ہم سچ بول رہے ہیں یا جھوٹ بول رہے ہیں، جو جی چاہتا ہے کہہ دیتے ہیں، تجارت کرنا ہو، بیچنا ہو یا خریدنا ہو، جو جی میں آیا، کہہ دیا اور کچھ فکر نہیں کرتے کہ ہم یہ غلط کر رہے ہیں یا صحیح کر رہے ہیں۔

غرض یہ کہ جس علم کے ساتھ معاملات اگر پڑیں تو آپ کے معاملات کی درستگی ہونی چاہئے، محاسبہ کرواپنے معاملات کا، آداب اور اخلاق پڑھیں، قرآن وحدیث سارا بھرا ہوا ہے ان آداب واخلاق سے، عادات اور معاشرت سے، سارے قرآن وحدیث میں اس کی تعلیم دی گئی ہے، جو کچھ بھی پڑھا ہے، اس کا اثر آپ کے اعمال پر ہونا چاہئے، دل پر ہونا چاہئے، وہ آدمی پہچانا جانا چاہئے اس چیز سے کہ یہ علم دین پڑھتا ہے، اس کے چہرے سے معلوم ہو، اس کے عمل سے معلوم ہو، پہلے تو عام مسلمانوں کا یہ رنگ تھا کہ محض ان کو دیکھ کر لوگ ان کو پہچانا کرتے تھے کہ یہ مسلمان ہیں "الـذيـن اذا رأو ذكر الله "جن کے چہرے دیکھ کر خدا یاد آتا ہے، خلاصہ یہ کہ کرنے کا کام تـفـقـه فـي الدين ہے، دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہے، یہ ساری کائنات کا حاصل ہے، آٹھ برس جو آپ مدرسے میں رہ کر کچھ سیکھیں گے، پڑھیں گے ان سب کا حاصل یہی دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہے اور سمجھ بوجھ پیدا کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ علم کے ساتھ عمل ہو، آپ کے اعمال پر، آپ کی چال ڈھال پر اور آپ کی حرکت وسکون پر علم کا اثر ہو، یہ ہے تفقه فی الدین۔

تدبر فی القرآن کی اہمیت:......آگے اس کے بعد دوسرا نمبر یہ بتایا گیا کہ علم دین پڑھنے کے بعد کیا کرنا ہے؟ قرآن کریم کے الفاظ کی حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں تدبر کرنا، غور وفکر کرنا، اہل علم نے چھوڑ دیا ہے، عوام تو بچارے کیا کریں؟ الفاظ قرآن کو دیکھتے ہی نہیں کہ قرآن کیا چاہتا ہے، اگر غور کریں تو قرآن کے ایک ایک لفظ میں عجیب عجیب ہدایتیں ملتی ہیں، ابھی جیسے میں نے

کہا کہ قرآن نے لیتعلموا الدین نہیں کہا ''لیتفقھوا فی الدین'' کہا ہے۔ یہ الفاظ بدل دیں، اتنے سے الفاظ بدلنے سے معانی میں ایک بڑا انقلاب آجائے گا، اس کا حاصل تفقہ فی الدین ہے اور اسے آپ کو حاصل کرنا ہے جس قیمت پر بھی ہو اور یہ بھی معلوم ہوگیا، جیسے میں نے پہلے کہا تھا کہ جب تک پورا کا پورا اپنا وجود اور اپنی توانائی اس علم کے پیچھے نہیں خرچ کروگے تفقہ فی الدین نہیں آئے گا۔

دینی طلبا کی کوتاہ نظری:...... آگے فرمایا جاتا ہے کہ تفقہ فی الدین حاصل ہوگیا، آپ مدرسے سے پڑھ کر فارغ ہوگئے اور فرض کرو جیسا ہونا چاہئے، ویسے ہوگئے، دین کی سمجھ بوجھ بھی حاصل ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ عمل بھی دے دیا، آگے کیا کرنا ہے؟ آپ کے پیش نظر کیا ہوگا؟ آج کی دنیا میں کالج اور یونیورسٹی اور اسکولوں کے طالب علم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ڈگری ملے گی تو سرکاری دفتروں میں نوکری ملے گی، آپ کے یہاں تو یہ قصہ نہیں، آپ کی سند اور ڈگری پر تو کوئی نوکری نہیں، لیکن بدقسمتی سے کہوں یا خوش قسمتی سے، کچھ نوکریاں یہاں بھی ملنے لگیں، ہماری سند پر اور ہمارے اس فارغ ہونے پر، کہیں مدرسہ کی مدرسی اور کہیں کسی مسجد کی امامت وخطابت وغیرہ۔

علما کا منصب جلیلہ:...... قرآن سے پوچھئے، قرآن کیا چاہتا ہے؟ آپ کو کیا کرنا چاہئے؟ آپ کی اور ہر ایک کی نظر اس پر جاتی ہے کہ پڑھنے کے بعد ہمیں کہیں ملازمت کرنی ہے، معاش کی فکر اپنی جگہ ہے، وہ بھی شریعت کے احکام کے تابع ہے، وہ کوئی گناہ نہیں، عیب نہیں، کسب المعاش فریضة بعد الفریضة ۔حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسب معاش بھی فریضہ ہے، دوسرے فرائض کے بعد، لیکن علم پڑھنے کے نتیجے میں کسب معاش اس پر مرتب کرنا یہ قرآن کے الفاظ کو دیکھو، معلوم ہوگا کہ اس سے یہاں کوئی تعلق ہی نہیں، علم پڑھنے کے بعد آپ کی معاش کیا ہوگی؟ قرآن اس کی طرف بھی اشارہ نہیں کرتا، علم پڑھنے کے بعد تمہیں کیا کرنا ہے؟ ﴿ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم﴾ تو دو طبقے ہوگئے، اوپر کی آیت میں دو طبقہ کردیئے گئے تھے، ایک طبقہ وہ جو جہاد میں جاتا ہے، اللہ کے لئے جہاد کرتا ہے، جانیں اپنی قربان کرتا ہے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے، یہ ایک طبقہ ہے، رہ گیا دوسرا طبقہ، جو علم دین حاصل کرے، تو اس طبقہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہ کر علم دین اور تفقہ فی الدین حاصل کیا ہے۔ ﴿ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم﴾ یعنی جب وہ لوگ واپس آئیں جو جہاد میں گئے ہوئے ہیں، ان کو انذار کرو۔ ﴿لعلھم یحذرون﴾ اگر تم ان کو انذار کروگے، ان میں حذر (ڈر) پیدا ہوگا، آخرت کی فکر پیدا ہوجائے گی۔

عزیزو! قرآن کے الفاظ میں تو غور کرو، بہرحال قرآن کریم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کسب معاش کے منافی تو نہیں؟ اور کسب معاش کو حرام قرار نہیں دیتے، بلکہ فریضة بعد الفریضة کہتے ہیں، لیکن تعلیم دین پر مرتب نہیں کرتے، تعلیم دین کے بعد تمہاری نوکری کیا ہوگی؟ کیا کہیں مدرسہ میں مدرس بنوگے؟ یا مسجد کے امام وخطیب بنوگے؟ قرآن نے نہ یہاں امامت کا ذکر کیا اور نہ کسی مدرسی کا، قرآن نے ذکر یہ کیا ﴿ولینذروا قومھم﴾ انذار کرو اپنی قوم کو، وہ قوم کہ جو دوسرے کام میں لگی ہوئی تھی اور اسے علم دین سیکھنے کا موقع نہیں ملا، ان کو انذار کرو، تمہیں جو کچھ علم دین حاصل ہوا ہے، امانت ہے وہ ان تک پہنچاؤ۔ غرض کہ عمر بھر کی خدمت اور عمر بھر کی ڈیوٹی اور ذمہ داری تمہارے عالم ہونے کی صرف اتنی ہے کہ جو کچھ امانت علم دین کی تمہیں حاصل ہوئی ہے، یہ

ان لوگوں کو پہنچادو جنہیں علم دین حاصل نہیں۔

انذار و تبلیغ کی عمومیت:......اس جگہ قرآن نے ﴿لیـنـذروا قومھم﴾ کہا ہے، مقصد کے اعتبار سے غور کرو، تو یہ مفہوم عام ہو جائے گا، مراد یہ ہے کہ جو لوگ علم دین حاصل کرنے سے قاصر رہے، اس واسطے کہ ان کو جہاد کرنا تھا، اس میں وہ لوگ بھی شامل ہو جائیں گے جو دوسری جائز چیزوں کی وجہ سے قاصر رہے گئے، جیسے تجارت پیشہ لوگ ہیں، زراعت پیشہ لوگ ہیں، کاشت کاری اور مزدوری کرنا یا تجارت کرنا دین کے فرائض میں سے تو نہیں ہے، اپنی دنیاوی ضروریات اور جائز ضرورت حلال ضرورت کے مطابق لگ کر تجارت میں لگ گئے، مزدوری میں لگ گئے، صنعت میں لگ گئے یا کسی اور کام میں لگ گئے اور اس واسطے ان کو علم دین حاصل کرنے کی فرصت نہ مل سکی تو تمہاری ذمہ داری ہے کہ ان کو پہنچاؤ، جن لوگوں نے علم دین پڑھا ہے۔ تـفـقـہ فـی الـدین حاصل کیا ہے، ان کی ذمہ داری لگادی کہ ان لوگوں کو علم دین پہنچاؤ، جنہیں کسی جائز وجہ سے علم دین حاصل نہیں ہوسکا، خواہ جہاد وجہ ہو یا دوسری وجوہ ہوں، جن کو شریعت میں جائز قرار دیا ہے۔

تبلیغ و تعلیم کا فرق:......پہنچانا کیا ہے؟ پہنچانے کی دو قسمیں ہیں، قرآن نے اس جگہ تفصیل نہیں کی، جو امانت علم دین کی آپ نے حاصل کی ہے، وہ دوسروں تک پہنچانے کی دو قسمیں ہیں، ایک تعلیم، دوسری تبلیغ، تعلیم و تبلیغ میں فرق سمجھتے ہو یا نہیں؟ تبلیغ کے معنی ایک کلمہ کو پہنچا دینے کے ہیں، ایک بے علم کو واقف کر دینا، ایک شخص کو علم نہیں ہے، مسئلہ کا اس کو مسئلہ بتا دینا، یہ تبلیغ ہوگئی، ایک شخص کو ایمان کی حقیقت معلوم نہیں، اس کو بتادیا کہ اللہ ایک ہے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنا حرام ہے، تبلیغ ہوگئی۔ تعلیم کہتے ہیں دین کو تھوڑا تھوڑا ترتیب کے ساتھ پورا بتانا، تبلیغ میں تو یہ کہہ دیا کہ نماز پڑھا کرو، اب جا کر تم نماز پڑھو، تعلیم میں اسے تمام آداب و قواعد سکھانے پڑیں گے، تعلیم کا لفظ عربی لغت کے اعتبار سے بھی آتا ہے، تھوڑا تھوڑا آہستہ آہستہ سکھانا، تعلیم کا ترجمہ سکھانا ہے اور تبلیغ کا ترجمہ پہنچانا ہے، ان دونوں لفظوں میں اردو زبان کے اعتبار سے بھی فرق ہے، سکھانا اور پہنچانا کسی کو ایک بات پہنچادی یہ اور چیز ہے اور کسی کو کام سکھانا اور چیز ہے۔

تبلیغ و تعلیم، علما کے فرائض ہیں:......دونوں فرائض علماء کے ہیں، تعلیم بھی، تبلیغ بھی، تعلیم دینے کی بھی ضرورت ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں شانیں تھیں۔ ﴿بـلّـغ مـا انزل الیك من ربك﴾ تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا اور ایسے ہی "انـمـا بـعثت معلماً" اور قرآن مجید میں فرمایا گیا ﴿یعلمھم الکتاب والحکمة﴾ تعلیم کتاب و حکمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں شامل تھی، تو تعلیم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں ہے اور تبلیغ بھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزوں کے متعلق ہدایتیں کی ہیں، معلمین کے لئے الگ ہدایتیں کی ہیں اور مبلغین کے لئے الگ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کام کئے ہیں، تعلیم کا بھی، تبلیغ کا بھی۔

تبلیغ کی فوقیت:......لیکن اس جگہ قرآن عظیم نے تعلیم سے بھی آگے تبلیغ کو ذکر فرمایا ہے: ﴿ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم﴾ انذار کریں اپنی قوم کو جب وہ لوٹ کر آئیں، انذار ایک قسم کی تبلیغ ہے، تعلیم نہیں، تبلیغ کو اس جگہ ساری چیزوں سے مقدم رکھا ہے، اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کا حاصل بھی تبلیغ ہی ہے۔ غور کرو جتنے طلبہ کو ہم یہاں تعلیم دے رہے ہیں ان کا منشا کیا ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اللہ کے احکام پہنچانا تبلیغ کا مفہوم ہے، اس کی ایک مکمل صورت یہ ہے کہ دین کے احکام خواہ ان کو اس کی ضرورت ہے یا نہیں، ہم نے ان کو سارے سکھادیئے، پڑھادیئے، تاکہ آگے جاکر یہ اور لوگوں تک پہنچائیں، تعلیم کا بھی اصل مقصود تبلیغ ہے، اگر تعلیم تعلیم ہی کے درجے میں رہے اور تبلیغ تک نہ پہنچ سکے تو اس کا حاصل پھر یہ ہے کہ وہ اپنے مقصد کو پہنچا نہیں، اگر ہماری تعلیم یہ رہے کہ ہم نے جو کتاب پڑھی وہ دوسروں کو پڑھادیں صرف اتنا کام نہیں بلکہ کتاب پڑھانے کے پیچھے یہ بھی ہے کہ اس کو دین سکھادیں اور اسے دوسروں تک پہنچادیں۔

انذار کا مفہوم:......قرآن مجید نے اس آیت میں اہل علم کا مقصد زندگی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد بتایا، انذار، اب غور کرو قرآن کے الفاظ میں کہ قرآن نے تبلیغ نہیں کہا، بلغوا نہیں کہا﴿لیبلغوا قومھم﴾ نہیں کہا بلکہ﴿لینذروا قومھم﴾فرمایا۔ قرآن کے ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ میں عجیب وغریب نکات ہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ نہ قرآن کو کوئی اس نیت سے پڑھتا ہے، عوام کے تو کہنے کیا ہیں، عالموں کو فکر نہیں، ہر بات میں ذرا ذرا سے ردوبدل سے بڑا فرق اور بڑے دوررس فوائد پیدا ہوجاتے ہیں۔ انذار کا مفہوم سمجھیں، انذار کے لفظی معنی ڈرانے کے ہیں اور اسی لئے نذیر ڈرانے والے کو کہا جاتا ہے، انبیاء کی شان میں بشیر ونذیر دونوں صفت آتی ہے، بشیر اس واسطے کہ وہ نیک کام کرنے والوں کو خوش خبری سنانے والے ہیں اور نذیر (ڈرانے والے) اس لئے کہ وہ جہنم سے اور اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں، لیکن مطلق ڈرانے کے معنی نہیں، عربی لغت کو اللہ تعالیٰ نے عجیب خوبی عطا فرمائی ہے، اس کے عجیب خواص ہیں، ڈرنے کے معنی میں خوف کا لفظ بھی آتا ہے، نذیر کا مادہ بھی خوف کے معنی میں آتا ہے، خوف تو ہے ہی اور بہت سے الفاظ آتے ہیں خوف کے معنی میں، حذر بھی خوف کے معنی میں آتا ہے۔

انذار وتخویف کا امتیاز اور ان کے نتائج:......لیکن انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے لئے جو صفت بتائی ہے، وہ نذیر بتائی اور اہل علم کو حکم دیا تو وہ انذار کا حکم دیا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ انذار کے معنی مطلق ڈرانے کے نہیں، جہاں تک ڈرانے کا تعلق ہے تو بلی، شیر اور بھیڑیا بھی ڈراتا ہے اور انسان اس سے ڈرتا ہے کہ پھاڑ کھائے گا، ایک چور، ڈاکو ڈراتے ہیں کہ ہم تمہیں مار ڈالیں گے، ایک حاکم افسر ڈراتا ہے، غرض ایک ڈرانا تو وہ ہے جو تکلیف سے ڈرایا جاتا ہے، اپنی قوت قاہرہ کی بناپر، اس کا نام انذار نہیں، اس کو تخویف کہیں گے۔ انذار اس ڈرانے کو کہیں گے جو شفقت کی بناء پر ہو، شفقت ومحبت کے داعیہ سے انذار پیدا ہو، اس ڈرانے کا نام انذار ہے، جیسے باپ ڈراتا ہے بیٹے کو بچھو سے، سانپ سے، آگ سے، باپ کہتا ہے کہ بیٹا آگ کے قریب ہاتھ نہ کرو، ہاتھ جل جائے گا اور تمام مضر چیزوں سے ڈراتا ہے، یہ ڈرانا ایسا نہیں جیسے چور ڈراتا ہے، چور بھی ڈراتا ہے، ڈاکو بھی ڈراتا ہے اور باپ بھی ڈراتا ہے، ان میں بڑا فرق ہے یا نہیں؟ چور ڈاکو کو اس سے کوئی ہمدردی نہیں، وہ تو اس کا مال چھیننے کے لئے ڈراتا ہے اور انذار کہتے ہیں، اس کو جو ہمدردی سے پیدا ہو، جیسے استاد ڈراتا ہے شاگرد کو کہ دیکھو، اگر ایسا کروگے تو تمہارا نقصان ہوجائے گا، پیر ڈراتا ہے اپنے مرید کو، باپ ڈراتا ہے اپنی اولاد کو، الغرض جو ہمدردی وشفقت سے پیدا ہو اس کا نام ہے انذار، اسی واسطے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں نذیر کا لفظ آیا، بشیراً و نذیراً۔ کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کی شان یہی ہے کہ وہ دشمنوں کو بھی اگر کوئی ڈر کی بات سناتے ہیں تو وہ ہمدردی سے پیدا ہوتی ہے اور ان دونوں کا بڑا فرق ہے کہ جو تخویف چور ڈاکو کرتا ہے اور وہ تخویف جو باپ اور استاد

کرتا ہے وہ انذار اور یہ زمین وآسمان کا فرق ہے اور اثرات کا بھی فرق ہے، ظاہر ہے کہ چور، ڈاکو ڈراتا ہے (انسان) اس سے ڈرتا بھی ہے اور عمر بھر کے لئے اس کا دشمن ہو جاتا ہے، اس کی شکل دیکھنے سے بھی بھاگتا ہے، آج تو اتفاق سے مل گیا، لیکن آئندہ ایسی کوشش کرے گا کہ اس کی شکل نظر نہ آئے، اس تخویف کا اثر تو یہ ہوتا ہے اور انذار کا کیا اثر ہوتا ہے؟ جتنا وہ ڈراتا ہے اتنی ہی اس سے محبت بڑھتی ہے جس اولاد کو تربیت کرنے کے لئے شفقت کے ساتھ باپ زیادہ ڈرائے گا اور مار پیٹ بھی تھوڑی سی کرے گا، اس سے ہی زیادہ محبت ہوگی، ایسے ہی استادوں کا قصہ ہے، استاد اگر محبت وشفقت سے اپنے شاگرد کو اس کی اصلاح کی خاطر ڈراتا ہے، دھمکاتا ہے، برا بھلا کہتا ہے، ڈانٹتا ہے، مارتا ہے، نکال دیتا ہے، تجربہ ومشاہدہ کہ جتنا ایسا معاملہ استاد کرے گا، اسی استاد سے زیادہ محبت ہوگی۔ میرا تو خود اپنا تجربہ ہے کہ جس اولاد کو زیادہ مارا پیٹا ہے اور اس پر تنبیہات کا سلسلہ جاری رکھا ہے اسی کو مجھ سے زیادہ محبت ہوئی، میری اولاد میں جس کے ساتھ یہ سلسلہ کم رہا، ان کے ساتھ کم محبت ہوئی اور جن کے ساتھ زیادہ رہا اور ان سے زیادہ محبت ہوئی، شاگردوں کا بھی یہی حال ہے۔

جدید وقدیم طلبا واساتذہ کا طرزِ عمل:...... ہمارے آج کل کے جو شاگرد ہیں، خدا بچائے ان شاگردوں سے، ان سے یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں ہماری ٹوپی نہ اتار لیں، ہم یہاں سے اٹھ کر جائیں تو ہماری قیمت نہ چلی جائے، جن طالب علموں کو ہم نے پڑھایا تھا، ان کو ہم تو مارا پیٹا کرتے تھے، برا بھلا کہنا، ڈانٹ دینا، نکال دینا، یہ تو روزمرہ کا دھندہ تھا، ذراسی بات پر بھی، کسی کی مجال نہیں تھی کہ استاد کے خلاف کوئی بات کہے، ہمارے طالب علمی کے زمانے میں تو اچھا خاصا یہ معمول تھا کہ پیٹا جاتا تھا، ہمارے ادب کے استاذ حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ یاد آیا، ہم نے ادب کی ساری کتابیں مفید الطالبین سے لے کر حماسہ تک اتفاق سے ان سے پڑھی ہیں، ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ ایک فن کی ساری کتابیں ایک استاذ سے آدمی پڑھے، مگر ہماری کچھ رعایت بھی کی جاتی تھی، دارالعلوم میں اللہ کے فضل سے سب اساتذہ خوش تھے، اس واسطے ہماری رعایت کرتے تھے اور ہم یہ چاہتے تھے کہ ہماری ادب کی ساری کتابیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوں۔

''مفید الطالبین'' ہم نے شروع کی، مفید الطالبین کے پڑھاتے پڑھاتے ہماری ''صرف نحو'' انہوں نے پکی کرادی۔

''الباب الاول'' پر پہنچے، جو کہ مفید الطالبین کا پہلے باب کا عنوان ہے، الباب یہ فعل ہے، اسم ہے یا حرف؟ اب ہم بغلیں جھانکنے لگے، اس واسطے کہ نحو میر یاد نہیں تھی، کسی نے کہہ دیا چوں کہ الف لام لگا ہوا ہے، اسم کی علامت ہے، اسم ہے، آپ نے فرمایا، کون سا اسم ہے؟ ساری نحو میر کا اجراء کرایا، نہ بتانے پر فقط یہ نہیں کہ تنبیہات ہوں۔ ''تنبیہ الغافلین'' ساتھ رہتی تھی اور جہاں غلطی کی وہ آیا، ہم چودہ پندرہ آدمیوں کی جماعت تھی، کوئی بڑی جماعت نہیں تھی، چھوٹی جماعت تھی، ہر وقت ڈر لگا رہتا تھا کہ اب پڑی، یہ اللہ کا انعام وکرم ہے کہ چودہ آدمی تھے، سب پر برسی، مجھ پر نہ برسی، مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کرم کیا تھا، استاذ بھی خوش تھے اور ڈرتا بھی بہت تھا، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے محفوظ رکھا، کبھی مار نہیں پڑی۔ بس عنایتیں رہیں، البتہ کبھی کبھی خفا ہو گئے، تیز نگاہ سے دیکھ لیا، بس یہی میرے لئے مار تھی، مار پڑنے کی نوبت نہیں آئی، سچ کہہ رہا ہوں کہ ہم نے اس طرح پڑھا تھا، اس کا نتیجہ تھا کہ ''نفحة الیمن'' پڑھنے کے زمانے میں ہم نے عربی نظم کا امتحان دیا، عربی تحریر فقط نہیں، عربی نظم، اشعار اور مفتی کفایت اللہ صاحب جو ادیب بہت اچھے

تھے،ان کو ہمارے امتحان کے لئے دہلی سے بلایا گیا تھا،چنانچہ انہوں نے ہمارا امتحان لیا اور ایک مصرعہ دیا کہ اس پر نظم لکھو، تین چار گھنٹے امتحان کا وقت تھا،ان چار گھنٹوں میں دس شعروں کی ایک نظم لکھ کر پیش کردی،یہ "نفحة اليمن" کا زمانہ تھا،آج تو حماسہ پڑھ کر بھی کوئی یہ نہیں کرسکتا۔وجہ اس کی تعلیم وتربیت کا ایک ڈھنگ تھا،استاد کا خوف،استاد کی عظمت ومحبت اور چوں کہ ان کی روش یہ تھی جس پر یہ بات کرنے کی نوبت آئی،وہ مار پیٹ کرتے تھے،اس لئے اتنی محبت ان کی ہمارے دلوں میں پیدا ہوگئی تھی،کسی استاد کی اتنی محبت ہمارے دلوں میں نہیں تھی،جتنی محبت ان کی ہمارے دلوں میں تھی،اگرچہ مجھ پر مار کی نوبت نہیں آئی،البتہ ایک دو دفعہ خفا ہونے کا معاملہ ہوا،بس مجھے یہ معلوم ہوا کہ میری جان نکل گئی،اس طرح سے استادوں سے پڑھا تھا اور ان سے تعلق رکھا تھا،اس سے کچھ آجایا کرتا تھا،آج کا طالب علم؟ استاد کہیں،شاگرد کہیں؟ اور مجال ہے استاد کی کہ شاگرد کو ایک لفظ بھی کہہ دے،اللہ اللہ! کہاں بات چلی گئی؟ میں اس پر کہہ رہا تھا کہ انذار کا لفظ اختیار کیا گیا ہے،اصل چیز تبلیغ ہے اور تعلیم کا بھی انجام پھر تبلیغ ہے اور اس کے لئے قرآن نے لفظ انذار اختیار کیا ہے،جس پر یہ ساری باتیں ہوئیں،ہمدردی وشفقت سے جوڑ رہا تا ہے،اس کا اثر کچھ اور ہوتا ہے،چنانچہ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ الحمد للہ اب کوئی دن خالی نہیں جاتا،اتنی عمر ہوگئی کہ اپنے ان استاذ کو ایصال ثواب کرتا ہوں اور مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ یادرکھتا ہوں،انہوں نے مجھ پر شفقت کی اور مار پیٹ بھی ہوئی،تنبیہات بھی ہوئیں،ان کی محبت رگ وپے میں سرایت کرگئی۔

قصور کس کا ہے؟......تجربہ شاہد ہے،لوگ کر کے نہیں دیکھتے،آج بھی الحمد للہ طلبہ میں تنفر نہیں ہے،طلبا کا بھی قصور ہے، استادوں کا بھی،استاد اگر ہمدردی اور محبت سے طلبا کی اصلاح کے لئے یہ چاہیں کہ ہمارے طالب علم کے اخلاق درست ہوجائیں، ان کی تعلیم ٹھیک ہوجائے،اس پر مار پیٹ بھی کریں،تنبیہات بھی کریں،ممکن ہے کہ ایک آدھ دفعہ کسی کو ناگوار بھی ہوجائے،لیکن جب ان کو معلوم ہوگا کہ اس کو کوئی غرض نہیں،ہماری محبت میں کرتا ہے تو پھر وہی عاشق ہوجاتے ہیں اور محبت ان کے دل میں سما جاتی ہے،افسوس یہ ہے کہ یہ طریقہ جاتا رہا،کالجوں اور اسکولوں کا سا طرز ہوگیا،مدرس نے پڑھا،اپنے گھر چلا گیا اور طالب علم نے پڑھا، اپنے حجرہ میں چلا گیا،کسی کو دوسرے سے واسطہ نہیں۔غرض یہ کہ انذار وہ چیز ہے جس سے ہمدردی اور شفقت اور بڑھتی ہے،قرآن نے اس کو اختیار ﴿ولينذروا قومهم﴾ انذار کرو اپنی قوم کو،ان کو تبلیغ کرو،تبلیغ بھی بشکل انذار،یعنی ہمدردی اور شفقت کے ساتھ،ان کو دین کے مسائل پہنچاؤ۔

تعلیم کی صحیح ترتیب:......ہمارا اپنا اصول یہ تھا کہ بچپن سے پہلے قرآن مجید پڑھایا،بچہ قرآن پڑھ کر فارغ ہوا تو فارسی درجہ میں داخل ہوا،فارسی،ریاضی،حساب وکتاب اقلیدس،یہ ساری چیزیں جو میٹرک تک کی تعلیم ہے،وہ ہمارے درجہ فارسی تک میں پڑھائی جاتی تھیں،میٹرک تک کی تعلیم میں نے خود سیکھی ہے،حساب جو آج بی اے تک حساب ہے،وہ میں نے پڑھا ہے، اقلیدس میں نے پڑھی ہے،اس طرح مساحت کا کام جس کا آج کل بہت بڑا محکمہ بنا ہوا ہے،وہ میں نے سیکھا ہے اور سب فارسی پڑھنے کے زمانے میں سیکھا،پانچ سال کا کورس تھا،اس پانچ سال کے کورس میں سب چیزیں سیکھیں،عربی کا ابھی نام تک نہیں پڑھا تھا،اس کے بعد جاکر عربی میں داخلہ ہوا۔

پیغمبرانہ طریق اصلاح اور ہم:......کرنے کا کام تو یہ ہے جو قرآن نے بتایا ﴿ولينذروا قومهم﴾ مقصد زندگی بنانا ہے

اس بات کو کہ یہ امانت اللہ اور اللہ کے رسول کی ہم تک پہنچی ہے، جس کا نام وراثت نبوت ہے۔ العلماء ورثة الأنبیاء علما انبیا کی وراثت ہیں۔ یہ انبیا کی وراثت آپ کو ملی ہے، یہ امت کو پہنچانی ہے اور پہنچانی بھی شفقت اور ہمدردی کے ساتھ، انذار کے لفظ سے اشارہ کردیا، اس بات کی طرف کہ شفقت و ہمدردی کے ساتھ یہ امت کو پہنچانی ہیں۔ اب ہمارے ہاں تو معاملہ رو کھا ہے، انذار کرنے والے کہاں سے لائیں؟ اول تو جیسا میں عرض کررہا ہوں، ادھر دھیان ہی نہیں ہوتا تبلیغ کی طرف، نہ دوسروں کو سکھانے کی طرف دھیان ہوتا ہے، سینکڑوں میں کوئی ایک ایسا نکلتا ہے جسے دوسروں کی تعلیم و تبلیغ و اصلاح کی فکر ہوتی ہے، اس میں ایک اور روک شیطان نے لگادی، وہ یہ کہ جو انذار کا لفظ قرآن کریم نے اختیار کیا تھا، اس کی طرف دھیان نہیں کرتا، قرآن کی تعلیم کا حاصل انذار کے لفظ سے یہ ہے کہ لوگوں کو پیغمبرانہ تعلیم دو، پیغمبروں کی طرح سے، تشدد کے الفاظ نہ بولو، برا نہ مناؤ، اشتعال نہ پیدا کرو، تمہارا جو مخالف ہے، مخالف عقیدہ رکھتا ہے، مخالف رائے رکھتا ہے، تمہارے خلاف ہے، اس کو دعوت دو قریب کرکے، انذار کے طریقے پر اور انذار اس کا نام ہے کہ شفقت و ہمدردی کے ساتھ یہ بات کہ کسی طرح سے یہ درست ہوجائے، صحیح عقیدہ کو مان لے، اس طرح سے پہنچاؤ، اس کا تو دنیا میں بالکل قحط ہے، سارا قرآن پیغمبروں کی تعلیم سے بھرا ہوا ہے، حضرت ہود علیہ السلام کا غالباً واقعہ ہے۔ ﴿انـا لنرٰك فی سفاهة وانا لنظنك من الكاذبین ﴾ ''ہم تو تم کو بےوقوف سمجھتے ہیں اور جھوٹا بھی سمجھتے ہیں۔'' اس سے بڑی گالی اور کون سی ہوگی، مہذب گالی اس سے بڑی اور کون سی ہوگی کہ تم بےوقوف بھی ہو اور جھوٹ بولنے والے بھی ہو، پیغمبر کیا جواب دیتے ہیں؟ اگر تمہیں کوئی دوسرے فرقہ کا آدمی کہہ دے تو کیا جواب دو گے؟ باپ دادا تک کی خبر لے لوگے، لیکن پیغمبر نے کیا جواب دیا؟ قرآن کے الفاظ دیکھو، وہ تو کہہ رہے ہیں ﴿انا لنرٰك فی سفاهة وانا لنظنك من الكاذبین ﴾ پیغمبر نے جواب دیا: ﴿یاقوم لیس بی سفاهة ولکنی رسول من رب العالمین ﴾ ''اے میری برادری! ان کو خطاب کرتے ہیں اپنی شرکت کے ساتھ کہ میں تم ہی میں سے ایک ہوں، تم میری برادری ہو اور میرے بھائی ہو۔ یاقوم!'' اے میری برادری! ﴿لیس بی سفاهة ﴾ اسے سمجھو! میں بےوقوف نہیں ہوں، ﴿ولکنی رسول من رب العالمین ﴾ یہ ہے سیدھا سادا جواب، گالی کا جواب، سارا قرآن ایسی مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو تلقین فرمائی، انہوں نے کہا: ﴿ لارجمنك ﴾ ہم تمہیں سنگسار کردیں گے، تم ہمارے الٰہ کا انکار کرتے ہو اور ہمارے معبودوں کا اور بتوں کا انکار کرتے ہو۔ ﴿لئن لم تنته ﴾ اگر تو ہمارے بتوں کو برا کہنے سے باز نہیں آئے گا تو ہم تمہیں سنگسار کردیں گے اور چلے جاؤ نکل جاؤ ﴿واهجرنی ملیاً ﴾ اور زمانہ دراز کے لئے یہاں سے نکل جاؤ، باپ نے یہ کہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک باپ کو کیا جواب دیتے ہیں: ﴿سلام علیك سأستغفر لك ربی انه کان بی حفیا ﴾ ''کہ میں اللہ سے آپ کے لئے استغفار کروں گا، وہ مجھ پر مہربان ہے۔'' یہ طریقہ اختیار کرو، یہ ہے پیغمبرانہ طریق دعوت جو علم دین کے حاملین کا شعار ہونا چاہئے۔

وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمین

مدارس عربیہ دینیہ اور نصابِ تعلیم

محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوریؒ
بانی جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

[یہ مضمون آج سے تقریباً نصف صدی قبل صاحبِ معارف السنن حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا تھا، جس میں دینی مدارس کے نصابِ تعلیم کی اہمیت اور اس پر تنقیدی نگاہ ڈالتے ہوئے دورِ حاضر کے مطابق اس میں مناسب اضافہ وترمیم کے متعلق حضرت نے چند گزارشات پیش کی تھیں۔ مرتب]

عرصہ دراز سے علمی حلقوں میں مسئلہ نصابِ تعلیم زیر بحث ہے اور شدت سے یہ احساس ہو رہا ہے کہ موجودہ مدارس دینیہ عربیہ کا مروّجہ نصاب قابل ترمیم ہے اور مسائل حاضرہ کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے یہ نصاب کافی نہیں، امت کے مصالح اور وقت کے تقاضے اس سے پورے نہیں ہوسکتے، بل کہ بہت سے ابنائے عصر اور جدید تعلیم یافتہ قدیم نصاب کی افادیت سے ہی منکر ہیں، یہاں تک کہ بعض غیر سنجیدہ دماغ تو ان علمی درس گاہوں کے وجود کو بھی غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

جہاں تک اصل موضوعِ بحث کا تعلق ہے تو اس میں شک نہیں کہ وقت کی دوسری اہم ضرورتوں کی طرح یہ مسئلہ بھی اہم اور توجہ کا مستحق ہے۔ زمانہ بدل گیا، خیالات بدل گئے، قوموں کی نفسیات بھی تبدیل ہوگئیں، سائنس کی ترقیات نے معاشیات و اقتصادیات کی نئی راہیں کھول دیں۔ تفحص ابواب میں تمدن حاضر نے بہت سے جدید ابواب کا اضافہ کیا، ممالک خارجہ سے تجارت، درآمد و برآمد کے نئے وسائل اور بینکوں کے نظام نے اسلامی نقطہ نگاہ یا شرعی نظام کے راستے میں بہت سے پیچیدہ مسائل پیدا کردیے، نئے افکار و خیالات، جدید معتقدات اور مختلف علمی و دینی فتنوں نے جدید علم کلام کی اہمیت واضح کردی۔ یہ خیالات سب درست اور بجا ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حق تعالیٰ جل ذکرہ نے بھی باوجود اپنی قدرت لامحدود اور علم محیط کے انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات میں وقت کے تقاضوں کی رعایت فرمائی، عہدِ ابراہیمی میں صابئین بابل ونینویٰ کے طبیعیین کا عروج تھا، اس لیے ابراہیم علیہ السلام کو معجزہ بھی ایسا عطا ہوا کہ صابئین وطبیعیین کے لیے باعث حیرت واعجاز ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں شعبدہ بازی اور اس قسم کے فنون کا عام چرچا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یونانی اطباء اور ان کے حیرت انگیز معالجات کا دور دورہ تھا۔ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اگر سرزمین عرب میں فصاحت و بلاغت، قوت بیانی، شعر و خطابت کا شہرہ تھا تو ایران میں خسروانہ کروفر، ایرانی تہذیب وتمدن کا دل ربا منظر تھا اور رومۃ الکبریٰ میں بازنطینی نظام وآئین کارفرما تھا، لیکن دنیا نے دیکھا اور بڑی حیرت سے دیکھا کہ ان طاغوتی طاقتوں کو رب العالمین کے بندوں کی معجزانہ کارفرمائیوں نے کیسی فاش شکست دی

اور آخر میں رب العالمین نے کیسے فصیح و بلیغ معجزانہ اسلوب و بیان میں کیسا محیر العقول دستور و مکارم اخلاق کا کیسا جامع ترین نظام نامۂ حیات نازل فرمایا۔

پھر اسلام کی علمی تاریخ میں آپ دیکھیں کہ ہمارے سلف صالحین نے ہر دور میں وقت کے تقاضوں اور امت کی مصلحتوں کا کیسے خیال کیا، بلاشبہ اب بھی اس کی تقلید کرنے کی ضرورت ہے اور صحیح ضرورت ہے، عصری علوم کی ضرورت اور معاشی و اقتصادی و سیاسی مشکلات کی عقدہ کشائی کے سوال کی اہمیت بھی واضح ہے، لیکن تعلیمِ قرآن، درسِ حدیث اور علومِ عربیہ وغیرہ قدیم علوم و معارف کی جتنی اہمیت آج ہونی چاہیے شاید ہی کسی دور میں اتنی اہمیت سمجھی گئی ہو۔ کسی مفید و نافع علاج کی اہمیت اسی وقت زیادہ محسوس ہونی چاہیے جب کہ مرض عام ہو اور ضرورت شدید ہو، ہماری انہی دینی درس گاہوں سے اسی صدی میں ایسے ایسے اکابر اور امت کے ایسے ایسے رہنما پیدا ہوئے کہ تاریخ بجا طور پر ان پر فخر کرے گی اور دنیائے اسلام کی علمی تاریخ میں ان حضرات کے اسمائے گرامی بہت جلی حروف میں لکھے جائیں گے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

قدیم نصاب پر ایک بہت بڑا اعتراض یہ ہے کہ یہ حضرات سارے علوم عربیہ پڑھ لینے کے بعد عربی گفتگو پر قادر نہیں ہوتے۔ کتنے علماء کے اسمائے گرامی پیش کیے جاسکتے ہیں کہ جو بلاتکلف فصیح ترین عربی لب ولہجہ میں گفتگو کی بہت بڑی قدرت رکھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ بولنا خاص ممارست وتمرین و مشق پر موقوف ہے۔ ہم نے ممالکِ اسلامیہ بلکہ خاص قاہرہ و مصر کے بہت سے علماء کو دیکھا کہ وہ فصیح عربی پر ارتجالاً پوری قدرت نہیں رکھتے، بلکہ بعض بہترین بولنے والے ادباء کو دیکھا کہ وہ بلاتکلف فصیح علمی زبان بولنے پر قادر نہیں جیسے وہ لکھتے ہیں، بل کہ عام مروّجہ عامیانہ زبان استعمال کرتے ہیں۔

تیسری چیز یہ کہ عربی علوم کو لسانیات کے طرزِ تعلیم پر نہیں پڑھایا جاسکتا، بلکہ کتابیں علوم سکھانے کے لیے پڑھائی جاتی ہیں، اسی لیے ہمارے عربی نصاب کی ابتدائی درجات میں متعدد کتابیں صرف ونحو کی فارسی میں پڑھائی جاتی ہیں۔ الغرض یہ کہ علوم کو درجہ اولیٰ میں رکھا گیا ہے اور لسانیات کو ثانوی بلکہ ضمنی درجہ دیا گیا ہے اور عربی بولنے لکھنے کو مقاصد میں شمار نہیں کیا گیا تھا، بہر حال یہ نقطہ نگاہ کا فرق تھا۔ انگریزی تعلیم میں زبان کو پہلا درجہ دیا گیا اور جو اسلوبِ تعلیم زبان کے لیے مناسب ہوسکتا تھا وہی اختیار کیا گیا اور پھر دنیا میں جو ترغیبی وسائل اس کے لیے تھے وہ اس پر مستزاد۔ بے شک اب وقت کے تقاضوں کے پیشِ نظر اس اسلوب کے بدلنے اور لغت عربی کی تعلیم مقاصد میں شامل کرکے پہلے درجہ میں رکھنے کی ضرورت ہے۔

قدیم مروّجہ نصاب پر ناقدانہ نظر اور اس کی خصوصیت

اس سے پہلے کہ ان وجوہِ تنقید کو ذکر کیا جائے جو مروجہ نصاب مدارس عربیہ پر ہوسکتے ہیں، یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اصل قصور نصاب کا نہیں بل کہ اسلوبِ تعلیم ومنہاج تدریس کا ہے۔ نصاب کیسا بھی ہو اگر طرزِ تعلیم وطریقۂ تربیت کی اصلاح و کوشش ہوتی تو یقیناً عام طور سے جو نقائص محسوس ہوتے ہیں یہ نہ ہوتے۔ مروّجہ نصاب جسے درس نظامی کہا جاتا ہے درحقیقت یہ تو

چند صدیوں کی ترمیم واصلاح کے بعد ایک مکمل صورت ہے، اس ملک کے مختلف ادوار میں کیا کیا نصاب رہا اس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔ زیادہ تر مقصد اس نصاب کا یہ تھا کہ اس کے پڑھنے سے سارے علومِ نقلیہ وعقلیہ، بحث ونظر اور تحقیق میں، تدقیق میں صحیح رسوخ پیدا ہو جائے اور قوی استعداد و قابلیت میسر آئے، یہ کبھی مقصد نہیں رہا کہ یہ درس اور یہ نصاب ان علوم کی آخری معلومات اور تفصیلی ابحاث کے لیے کافی ہے، لیکن اس میں شک نہیں اور بلا خوف وتردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس قدیم نصاب کا واقعی فاضل اور فارغ التحصیل ہر مشکل سے مشکل نظریہ اور جدید مسائل اور جدید علوم کو سمجھنے کی پوری قابلیت رکھتا ہے۔ بطور مثال یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا کہ قدیم بطلیموسی یا فیثا غورث ہیئت سمجھنے والا آج بھی یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ محض مطالعہ سے جدید ہیئت اور جدید فلسفہ وسائنس کو سمجھے اور صرف مطالعہ سے ان مشکلات سے عہدہ برآ ہو۔ کیا شرح چغمینی، صدرا، شمس بازغہ اور شرح اشارات سمجھنے والا یہ قابلیت نہیں رکھتا کہ جدید طبعیات وریاضیات کی جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں انہیں سمجھ سکے؟ یقیناً رکھتا ہے۔ کیا غزالیؒ و ابن رشدؒ کے تہافۃ الفلاسفہ کو سمجھنے والا ان جدید تالیفات کو نہیں سمجھ سکے گا؟ یقیناً سمجھ سکے گا۔ اگر قصور ہے تو مطالعہ کا ہے اور نقص ہے تو توجہ نہ کرنے کا، بل کہ ان جدید کتابوں کا اسلوب اتنا شگفتہ اور بیان اتنا واضح اور دل کش ہوتا ہے کہ اس کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ ہم نے دیکھا کہ جب مصر سے "الدروس الأولية في الفلسفة الطبيعية" چھپ کر آ گئی تو حضرت امام العصر مولانا انور شاہ کشمیری دیوبندیؒ نے اساتذہ دار العلوم دیوبند کو پڑھائی تاکہ جدید طبعیات سے ابتدائی واقفیت ان حضرات کو بھی ہو جائے اور ہم نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب کو مطالعہ سے ہی ان جدید علوم ریاضیات وطبعیات کے اتنے ہی معلومات تھے جتنے کسی فن کے ماہر ومتخصص ہی کو ہو سکتے ہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بعض نظریات اور تحقیقات جواب تک انگریزی یا جرمنی وغیرہ یورپ کی زبانوں سے عربی میں منتقل نہیں ہوئے ان کا علم بغیر ان زبانوں کے حصول کے نہ ہو سکے، لیکن اس میں قصورِ فن یا استعداد کا نہیں بل کہ زبان کا ہوگا۔

غرض جہاں تک قابلیت واستعداد کا تعلق ہے سابقہ قدیم سے زیادہ معیاری نصاب شاید ہی پیش کیا جا سکے، اگر صحیح طریقے سے سمجھ کر ان علوم کو اور ان سارے فنون کو حاصل کیا جائے تو ایک غبی بھی فاضل بن سکتا ہے اور ذکی شخص ایک محقق روزگار بن سکتا ہے۔ اگر کسی کی تحصیل ہی ناقص ہے اور جملہ علوم وفنون حاصل ہی نہیں کیے تو نصاب کا کیا قصور؟! سوال تو یہ ہے کہ ان قدیمی علوم وفنون کو اور اس کے نصاب کو باقاعدہ کسی نے حاصل کیا اور صحیح معنی میں تکمیل کی تو یقیناً جو جامعیت، دقتِ نظر اور رسوخ فی العلم اسے حاصل ہوگا اس کی نظیر کہیں مشکل سے ملے گی۔ بہر حال جو کچھ عرض کیا گیا اس کے صحیح ہونے کے باوجود عربی مدارس کے نصابِ تعلیم کی تجدید وترمیم واصلاح کی ضرورت ہے۔ اس لیے نہیں کہ وہ اپنے زمانہ میں کافی نہ تھا یا صحیح استعداد پیدا کرنے سے قاصر تھا، بل کہ مزید علوم جدیدہ یا معلوماتِ عامہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ وقت کے تقاضے بدل گئے، طبیعتوں کے سانچے بدل گئے، اذواق وافکار میں فرق آ گیا، عبارتی دقت وموشگافیوں کے لیے مزاجوں میں صلاحیت نہیں رہی۔ اب بہت اختصار کے ساتھ ان نقطوں کو پیش کرنا چاہتا ہوں جن کی وجہ سے یہ تبدیلی وترمیم ضروری ہے۔

مدارس عربیہ دینیہ میں اس وقت جو نصابِ تعلیم رائج ہے حدیث وفقہ کی چند کتابوں کو مستثنیٰ کرنے کے بعد زیادہ ساتویں

صدی ہجری اوراس کے بعد کے قرون کی یادگار ہیں، جہاں سے صحیح معنی میں علمی انحطاط کا دور شروع ہو چکا تھا۔قدمائے امت کی وہ تالیفات جن میں علم کی روح موجود تھی، عبارت سلیس وشگفتہ، مسائل وقواعد واضح جن میں نہ عبارتی تعقیدات تھیں نہ دوراز کار ابحاث، جن کے پڑھنے سے دل ودماغ صحیح معنیٰ میں متاثر ہو سکتے تھے، نہ وقت ضائع ہوتا تھا نہ دماغ پر بوجھ کا خطرہ ہوتا تھا۔ان کی جگہ ایسی کتابیں تصنیف ہوئیں جن میں سب سے زیادہ کمال اختصار نویسی کو سمجھا گیا، زیادہ زور لفظی بحثوں پر دیا گیا، لفظی موشگافیاں شروع ہوئیں، یوں اگر کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ کاغذ تو کم خرچ کیا گیا لیکن وقت اور دماغ کو اس کے حل پر زیادہ صرف کیا گیا۔بڑا کمال یہی سمجھا گیا کہ عبارت ایسی دقیق وغامض ہو جس کے لیے شرح وحاشیہ کی ضرورت ہو، کئی کئی توجیہات کے بغیر حل نہ ہو، آخر یہ علمی عیاشی نہیں تو اور کیا ہے؟! میرے ناقص خیال میں یہ علم کا سب سے بڑا فتنہ تھا جس سے علوم اور اسلامی معارف کو بڑا نقصان پہنچا۔بطور مثال اسلامی علوم میں ''اصول فقہ'' کو لیجیے، جو علومِ دین اور علوم اجتہاد میں اہم ترین ولطیف ترین فن ہے، جو قرآن وسنت سے نئے نئے استنباطات کے لیے سب سے اہم راستہ تھا، جس کی باقاعدہ تدوین کا فخر دولتِ عباسیہ کے سب سے پہلے قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ کو حاصل ہے اور امت میں اس کے بعد سب سے پہلی کتاب امام محمد بن ادریس الشافعیؒ کی ''کتاب الرسالہ'' ہے، جو عرصہ ہوا مصر میں کتاب الام کے ساتھ چھپ چکی ہے اور اب کچھ عرصہ ہوا بہت آب وتاب سے قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔اسی فن میں امام ابو بکر رازی جصاصؒ (متوفی ۳۷۰ھ) نے کتاب الفصول في الاصول لکھی ہے، جس کا ایک عمدہ نسخہ دار الکتب المصریہ قاہرہ میں موجود ہے اور جس کی نقل راقم الحروف کے توسط سے مجلس علمی ڈھابیل (حال کراچی) کے ذریعے ہندوستان وپاکستان میں آئی۔امام فخر الاسلام بزدویؒ نے کتاب الاصول لکھی، جس کی عمدہ ترین شرح عبد العزیز بخاریؒ کی ہے جو ترکی کے سابق دار الخلافہ سے دو دفعہ شائع ہوئی ہے اور جس کی محیر العقول عظیم ترین شرح امیر کاتب عمید الدین اتقانی کی ''الشامل'' دس ضخیم جلدوں میں دار لکتب المصریہ قاہرہ میں موجود ہے اور اس کا ایک نسخہ استنبول کے کتب خانہ فیض اللہ آفندی میں ہے، لیکن افسوس کہ دونوں جگہ ابتدائی دواڑھائی جزء ناقص ہیں۔اس کی نقل بھی راقم الحروف کے توسط سے مجلس علمی میں آچکی ہے۔امام شمس الائمہ سرخسی نے کتاب الاصول لکھی جس کے نسخے ترکی ومصر میں موجود ہیں۔یہ اور اس کے علاوہ اس فن میں متقدمین کی عمدہ ونافع کتابیں ہیں۔امام حجۃ الاسلام غزالیؒ کی ''مستصفی الاصول'' اس فن کی عمدہ کتاب ہے اور اس فن میں امام ابو زید دبوسیؒ کی ''تقویم الادلہ'' بے نظیر ہے۔

اب خیال فرمائیے! ایسی نادرۂ روزگار کتابوں کی جگہ امام ابن ہمامؒ کی ''تحریر الاصول''، ابن حاجبؒ کی ''مختصر الاصول'' اور قاضی بیضاویؒ کی ''منہاج الاصول'' یا ابو البرکات نسفیؒ کی ''منار الاصول'' یا صدر الشریعہؒ کی ''تنقیح الاصول'' نے لے لی۔اگر تحریر الاصول کی شرح التحبیر والتقریر ابن امیر الحاج کی نہ ہو یا ''التیسیر'' ابن امیر بخاری کی نہ ہو اور قاضی بیضاویؒ کی منہاج کی شرح الاسنوی کی نہ ہو تو یہ چیستانیں امت کے کیا کام آسکتی ہیں؟ یہ مانا کہ ان میں کچھ لطیف ودقیق ان کے مختارات یا خصوصی ابحاث بھی ہیں لیکن دوسری طرف جس تعبیر میں ادا ہوئی ہیں وہ کوئی علمی روح پیدا کرنے کے لیے مفید نہیں ہو سکتیں۔اسی طرح صرف، نحو، معانی، بیان، منطق، فلسفہ، فقہ، تفسیر اور ادب وغیرہ کا جائزہ لیا جائے تو سب کا حاصل یہی نکلے گا۔مروّجہ درسیات میں ایسی کتابیں

داخل ہیں جن میں پوری دادِ تدقیق دی گئی اور ایجاز و اختصار کا ریکارڈ قائم کیا گیا ہے۔

بے شک ذہن کی جلاء، دقتِ نظر اور موشگافی کے کمال کو حاصل کرنے کے لیے یہ موزوں ترین ہوں تو ہوں لیکن عہد حاضر میں ان کے جو نقائص محسوس ہوئے ہیں ان میں سے بطور مثال چند پیش کیے جاتے ہیں:

(۱)......ان کتابوں میں زیادہ تر وقت لفظی مباحث اور عبارتی موشگافیوں پر خرچ ہوتا ہے۔

(۲)......فن کے قواعد اور مسائل یاد کرنے کے بجائے مصنف کا مقصد سمجھنے پر وقت ضائع ہوتا ہے۔

(۳)......فن کے قواعد اور مسائل یاد ہو جانے سے جو ایک اعلیٰ سلیقہ اور ملکہ پیدا ہوتا ہے اور ایک خاص قسم کی بصیرت حاصل ہونی چاہیے ان مختصرات سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

(۴)......صرف ان کا پڑھنے پڑھانے والا بہت مشکل سے اس فن کا محقق و بابصیرت عالم بن سکتا ہے، مدرس کا سارا وقت اس لفظی و عبارتی تعقیدات کی نذر ہو جاتا ہے اور اس میں نکتہ آفرینی کو کمال سمجھنے لگتا ہے، اس کو اتنی فرصت ہی نہیں مل سکتی کہ اس فن کی امہات تصنیفات کا مطالعہ کر سکے۔

(۵)......مشکل پسندی کا ذوق ختم ہو چکا ہے، صرف و نحو کے مسائل میں، فقہ و اصول کی عبارات میں ہیئت و ریاضی کی مثالوں کے قائم کرنے کا دور گزر چکا ہے۔

(۶) بہت سے دین دار حضرات کو ان علوم اسلامیہ کے حاصل کرنے کا شوق دامن گیر ہوتا ہے، جب ان مشکلات کا احساس ہوتا ہے تو گھبرا کر مجبوراً اپنے ارادہ کو شرمندۂ عمل نہیں کر سکتے۔

(۷)......جو شخص ذکی الطبع اور ذہین نہ ہو یا محنتی نہ ہو، وہ ان کتابوں سے مستفید نہیں ہو سکتا۔

(۸)......متن اور اس پر شرح اور پھر شرح کا حاشیہ، یہ اسلوب عصرِ حاضر کے ذوق کے بالکل خلاف ہے۔

(۹)......ان کتابوں میں اختصار کی وجہ سے فن کے بہت اہم مسائل اور جزئیات نہیں آسکے اور جتنے آسکے اختصار کی وجہ سے اس کے اطراف و جوانب اتنے واضح نہ ہو سکے۔

(۱۰)......علمِ کلام جدید، فلسفۂ جدیدہ، علم الاقتصاد اور بعض علوم جدیدہ سے قدیم نصاب کا دامن خالی ہے اور آج اس کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے، جس طرح پہلے جہمیہ، حشویہ، خوارج، معتزلہ اور قدریہ صحیح مسلک سے ہٹے ہوئے تھے اور باطل فرقے پیدا ہوئے تھے اور جس طرح ان کے عقائد اور ان کی تردید دین کا اہم جز تھا، اسی طرح آج لادینی نظامِ حیات اشتراکیت اور فسطائیت وغیرہ کے مسائل پر قواعد اسلام کے پیش نظر نقد و تبصرہ دین کا اہم جز ہے۔ آج اگر ہمارے اسلاف زندہ ہوتے تو جس طرح اس وقت فرق باطلہ کی تحقیق و تنقیح کے بعد امت کے لیے اسلحہ تیار کر کے دے چکے تھے اسی طرح آج بھی جدید اسلحہ دفاع کے لیے تیار کرتے اور جدید علوم آلیہ کا بیش بہا اضافہ فرماتے۔ اس ضمن میں سرسری طور پر چند موٹی موٹی باتیں عرض کی گئی ہیں، اگر ہم ان اشارات کو اور اختصار سے پیش کرنا چاہیں تو اس کا خلاصہ دو چیزیں ہیں: (الف) قدیم علوم کی کتابوں میں سے اکثر مروّجہ کتابوں کی تبدیلی۔ (ب) جدید علوم کا اضافہ۔

اگر غور کیا جائے تو ہمارے مدارس میں ۲۲ علوم کی تقریباً سو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن پر کم از کم آٹھ سال کا عرصہ لگتا ہے۔ ان میں جہاں تک راقم الحروف نے غور کیا بمشکل دس کتابیں ایسی ہیں جن کا ہمیں بدل نہیں ملے گا، بقیہ سب کا نعم البدل قدماء ہی کی کتابوں میں مل سکتا ہے۔ ہم ان قدیم علوم کو ہٹانا نہیں چاہتے، بل کہ ان علوم میں صحیح مہارت وقابلیت پیدا کرنے کے لیے بہتر کتابوں کو داخل کرنا چاہتے ہیں، یعنی ہم اس سلسلے میں تجدد نہیں، بلکہ تقدم چاہتے ہیں اور یہ ان علوم اسلامی کی خیر خواہی کے لیے چاہتے ہیں اور امتِ حاضرہ کے پیشِ نظر یہ خواہش رکھتے ہیں۔ اب میں جن نقطوں کے پیش نظر جن خطوط پر جدید نصاب کی بنیاد یا قدیم نصاب کی ترمیم کا خواہش مند ہوں ان کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جدیدِ نصاب کی ضرورت اور اس کی خصوصیات

جدید نصاب تعلیم میں جو بنیادی خطوط ہیں میرے ناقص خیال میں اس کے تین نکتے ہیں: (الف) **تخفیف**: یعنی نصاب مختصر ہو، جس کی فراغت وحصول میں بہت زیادہ عرصہ کی ضرورت نہ ہو۔ (ب) **تیسیر**: یعنی نصاب میں مندرجہ کتابیں سہل وسلیس زبان میں ہوں، پیچیدہ ودقیق نہ ہوں۔ (ج) **محو واثبات یا اصلاح وترمیم**: یعنی بعض غیر اہم فنون کو ساقط کر کے جدید مفید علوم کا اضافہ۔

پہلے نکتے کی تشریح

نصاب جتنا مختصر ہوگا اس کے طالبین وشائقین میں حصول کا جذبہ زیادہ پیدا ہوگا۔ یہ درست ہے مختصر نصاب سے بعض اوقات ہر طبیعت پوری طرح مستفید نہ ہو سکے گی، لیکن اس کی تلافی کے لیے ایک مشترکہ عام نصاب کے بعد تخصص وتکمیل (ڈاکٹریٹ) کے درجات مقرر کیے جائیں، جس کو جس فن سے زیادہ مناسبت ہو یا طبعی رجحان ہو وہ اس کو حاصل کر کے فن کا ماہر خصوصی بن سکے گا۔ مصر کے جامع ازہر نے جدید نظام تعلیم میں انہی اصولوں کا خیال کیا ہے اور جامع ازہر کے جدید نظام تعلیم میں تین کلیات (کالج) ہیں: (۱)......کلیہ اصول الدّین (۲)......کلیۃ الشریعۃ (۳)......کلیۃ الآداب۔ پھر ہر کلیہ میں کچھ درجات تخصص (ڈاکٹریٹ) کے رکھے ہیں۔ میرے خیال میں تخصص وتکمیل کے لیے حسب ذیل درجات ہونے چاہئیں:

(۱)التخصص في علوم القرآن والتفسير (۲)التخصص في علوم الحديث (۳) التخصص في الأدب والتاريخ (٤)التخصص في الفقه والافتاء واصول الفقه (٥)التخصص في علم التوحيد والفلسفة والمعقول (٦)التخصص في علم المعيشة والاقتصاد (۷)التخصص في علم الاخلاق والتصوف .

سہ سالہ مختصر نصاب

اس ضمن میں میری خواہش یہ ہے کہ ہمارے مرکزی مدارس میں جہاں علمی نصاب وعلمی تحقیقات کے لیے کوشش ہو اس کے ساتھ ایک ایسا مختصر نصاب ان حضرات کے لیے مقرر کیا جائے جو انگریزی تعلیم سے بقدر ضرورت فراغت پا چکے ہیں، وہ مدرس عالم بننا نہیں چاہتے بل کہ صرف اپنی دینی ضرورت کے پیش نظر قرآن وحدیث واسلامی علوم سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس کے لیے زیادہ سے زیادہ سہ سالہ ایک نصاب مقرر کیا جائے جس میں صرف، نحو، قرآن وحدیث، فقہ وعقائد اور ادب وتاریخ

تک علوم شامل ہوں، ان کو پڑھ کر عربی زبان میں بولنے اور لکھنے کی قدرت کے ساتھ اپنی ضرورت کو پورا کر سکے اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، وقت کے اہم تقاضوں میں ایک تقاضہ یہ بھی ہے اور بہت سے قلوب میں یہ تڑپ موجود ہے۔ جہاں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ایک انگریزی گریجویٹ عالم دین بن سکے، اس کا اہم فائدہ یہ بھی ہوگا کہ دینی و دنیوی تعلیم میں جو خلیج حائل ہے اور فریقین ایک دوسرے سے مسلک وخیال میں دو نقطوں پر الگ الگ ہیں، ان میں اجتماع کی خوش گوار صورت پیدا ہوگی اور ایک دوسرے سے قریب ہو جائیں گے اور خیالی و وہمی بدگمانیوں میں جو ہر فریق مبتلا ہے یہ اختلاف بھی ختم ہو جائے گا، اس لیے اب ہمیں تین نصابوں کی ضرورت ہوگی: (۱)...... مدرس عالم کے لیے نصاب (۲)...... ماہر خصوصی کے لیے نصاب (۳)......صرف دینی ضرورت کے لیے عالم بننے کا نصاب۔

دوسرے نکتے کی تشریح

دوسرا نکتہ ''تیسیر'' کا تھا۔ اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ ہر زمانہ کا ایک خاص مزاج اور اور خاص ذوق ہوتا ہے، جب علم کی صحیح ترقی ختم ہوگئی یا رک گئی یا یوں کہیے معراج کمال تک ان علوم اسلامیہ اور مبادی علوم کا معیار جب بلند ہوا تو طبعی طور پر انحطاط لازمی تھا۔ اب سارا زورِ کمال تالیف کا معیار، قواعد کی تلخیص، مسائل کی تنقیح، عبارت آرائی، متن نویسی و ایجاد طرازی، اختصار کے نئے نئے اسلوب اور لفظی موشگافیاں وغیرہ قرار پایا۔ علمی مسابقت کا میدان بھی بن گیا، منظوم قواعد تیار ہونے لگے، مبادی و وسائل مقاصد بن گئے، علوم عربیت کا مقصد قرآن وحدیث کے لغوی، ترکیبی اور اعرابی مشکلات کا حل تھا، لیکن آگے چل کر یہ مبادی خود مقاصد بن گئے۔ قرآن وحدیث کی تراکیب اپنی جگہ رہیں، خود ان کتابوں کے مسائل وعبارات مرکز توجہ بن گئے۔ ابن حاجبؒ کی ''کافیہ'' کو لیجیے جس کی پچاس سے زیادہ شرحیں لکھی گئی، پھر شرح ملا جامی جو ان شروح میں سے ایک شرح ہے، اس کے حواشی و شروح کے لیے ایک دفتر چاہیے، اس پر اس کی شرح ''عبدالغفور'' کو لیجیے، پھر اس کا تکملہ عبدالحکیم سیالکوٹی کا اور ان دونوں کی شرح ''دافع التوہمات'' کو دیکھیے۔ اسی طرح ابن مالک کی ''الفیہ'' اس کی شرح اور ان میں سے شرح ''اشمونی'' پھر اس کی شرح ''صبان'' سات ضخیم مجلدات میں دیکھیے کہ ساری عمر انہی کے مطالعہ کی نذر ہو جائے۔

آخر غور کیا جائے، کیا یہ مبادی واقعی اتنی توجہ کے مستحق تھے؟ بہر حال جو کچھ ہوا ایک خاص دور کا تقاضا تھا اور ذوق طلب تھا جو پورا ہو گیا۔ اس طرح بقیہ علوم و بقیہ کتب کو قیاس کر لیجیے۔ اب نہ تو طبائع میں وہ جولانی رہی، نہ وہ جفاکشی، محنت وعرق ریزی کی صلاحیت دماغوں میں رہی، نہ وہ فرصت وطمانیت رہی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ نہ اس کی حاجت رہی، مشکل پسندی سے فکر اکتانے لگی، جدید کتابیں لکھی گئیں، ادب وانشاء کا طرز و اسلوب بدل گیا، قدماء کی کتابیں پریس میں آنے لگیں، اہلِ عصر نے ہمت کرکے ذوقِ عصری کی تشنگی کے لیے جدید سانچوں میں ضیافت طبع کی خاطر عمدہ تصنیفات پیش کیں۔ اس ماحول میں اگر ہم اب بھی ان غیر اہم وسائل پر جمے رہیں گے تو علوم اسلامیہ سے توجہات ہٹ جائیں گی اور ہمارا یہ طرز عمل ہمارے اکابر وسلف کے اس ''تراثِ فاخر'' اور اس علمی ثروت وسرمایہ کو فنا کے گھاٹ اتار دے گا۔

یہ درحقیقت علم کی خیر خواہی نہیں بل کہ نادان دوست کا سا طرز عمل ہوگا۔ کیا فقہ اسلامی میں کنز الدقائق، وقایہ، نقایہ اور شرح

وقایہ کے بہترین بدل اسلاف ہی کی کتابوں میں موجود نہیں؟! کیا جامع صغیر، جامع کبیر وغیرہ براہ راست مدوّنِ فقہ امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتابیں ہر حیثیت سے جامع نہیں ہیں؟ ان میں جو علم اور برکت ہوگی وہ ان متأخرین کی کتابوں میں کہاں سے ملے گی، میرے ناقص خیال میں کتبِ فقہ میں نورالایضاح، قدوری اور ہدایہ کے علاوہ بقیہ سب قابل تبدیل ہیں۔

دیکھیے! فلسفہ، منطق اور کلام کو لیجیے، امام غزالیؒ کے چند رسائل ''محک النظر، معیار العلم، مقاصد الفلاسفہ اور الاقتصاد فی الاعتقاد'' وغیرہ کے پڑھنے سے وہ مہارت پیدا ہوسکتی ہے جو بہ مشکل ان بڑی دقیق وطویل کتابوں سے حاصل ہوسکے گی۔ غزالی کی حسنِ تعبیر، تفہیم اور حلِ مشکلات کی فوق العادہ قدرت کا کیا دنیا کے مسلمات میں شمار نہیں؟ یہ ہوسکتا ہے کہ بعض مسائل فن کے غیر مذکور ہوں اور بعض غیر منقح ہوں، لیکن جتنے مذکور ہیں ان سے جتنی مہارت ومناسبت، انشراحِ صدور واطمینانِ قلب حاصل ہوسکتا ہے متأخرین کی اکثر کتابوں میں وہ روح کبھی نہیں مل سکتی۔

امام رازیؒ جو منطق اور فلسفہ کے سب سے بڑے امام ہیں، ان کی کتابیں نہایت سلیس، شگفتہ عبارت میں جوامت کی رہنمائی وعقدہ کشائی کرسکتی ہیں وہ متأخرین کی کتابیں کبھی نہیں کرسکتیں۔ امام رازیؒ کی ''لباب الاشارات، المحصل، الاربعین'' کو دیکھیے، مصنف کو دل سے دعا دیجیے۔ کیا مشکلات کو مشکل تر بنانا یہ کمال ہے یا مشکلات کو آسان کرکے امت کے سامنے پیش کرنا کمال ہے!!؟ یہ صرف چند مثالیں ناظرین کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔ بہر حال ''تیسیر'' کو اختیار کرنا نہ صرف وقت کا اہم تقاضا اور امتِ حاضرہ کی اہم ضرورت ہے بل کہ علوم اسلامیہ کی صحیح خدمت ہے اور علوم سے پہلے دین اسلام کی خدمت ہے۔

فرض کیجیے! ایک صورت تو یہ ہے کہ ہم نے کاغذ کو بچا کر ایک صفحہ اتنے اختصار کے ساتھ کسی مضمون کو ادا کیا جس کی تفصیل چند ورق میں ہوسکتی ہے، لیکن اس کے پڑھانے کے لیے مدرس کو ایک گھنٹہ کا وقت دینا پڑا اور کافی تمہید وتشریح کے بعد وہ بمشکل حل ہوا لیکن جہاں تشریح دماغ سے غائب ہوئی مضمون بدستور چیستاں رہا، اگر اس کا وہ مضمون دو صفحات میں ادا کیا جاتا اور سرسری نظر میں ذہن نشین ہوجاتا تو بتائیے کون سا طریقہ بہتر ہوتا؟ غور فرمائیں کہ بلاشبہ کاغذ وروشنائی تو زیادہ خرچ ہوئی لیکن وقت ودماغ کم خرچ ہوا، گویا ہم نے اختصارات وایجازات سے کاغذ پر تو رحم کیا لیکن دماغ جیسے لطیف جوہر اور وقت جیسے گراں مایہ سرمایہ کو بے رحمی سے خرچ کیا۔ کیا غزالی، رازی، تقی الدین، ابن دقیق العید، عز الدین بن عبد السلام، ابن تیمیہ اور ابن القیم جیسے نادرہ روزگار محققین ان چیستانوں کی بدولت اذکیائے امت میں شمار ہوئے ہیں؟ کیا ان بزرگوں کی کتابوں میں ان متأخرین یا قرونِ متوسطہ کے مشکل پسند طرزِ تعمیر کا کہیں سراغ ملتا ہے؟ داستان طویل اور دردناک ہے، حاصل وہی ہے جو گذشتہ سطروں میں پیش کیا گیا۔

تیسرے نقطے کی تشریح

تیسرا نقطہ جس کا ذکر کیا گیا وہ ''محو واثبات یا اصلاح وترمیم'' ہے۔ میری مراد اس سے یہ نہیں کہ یہ سارا دفتر پارینہ اور غرقِ مئے ناب اولیٰ ہے، ہرگز نہیں، بلکہ یہ علوم محمدیہ کا سب سے بڑا سرمایۂ حیات ہے، اس کی حفاظت، اس کی تربیت عصر حاضر کے ابنائے امت کا سب سے بڑا فرض ہے، مسلمانوں کے دین اور ان کے تمدن کی بقا کے لیے ان علوم کی بقاء ایسی ہی ضروری ہے جیسے حیاتِ بدن کے لیے روحِ انسانی کا وجود، بل کہ اس دورِ الحاد ودہریت میں ان کا تحفظ اور ان کی نشر واشاعت کی ضرورت سابق سے

کہیں زیادہ اہمیت حاصل کر چکی ہے، لیکن اس واقعی حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے کہ اس پُرفتن و پُر آشوب عہد میں نجات کی راہ، فلاح و ترقی کا صحیح میدان بھی علوم اسلامیہ ہیں یا یہی دینِ اسلام ہے۔اس کے ثبوت کے لیے ہمیں اصلاح و تبدیلی کی ضرورت پیش آئے گی۔ گذشتہ چند صدیوں سے جو علمی نظام یا علمی نصاب رائج ہو گیا ہے وہ امت کی موجودہ سمّیت کے لیے تریاق نہیں بن سکتا، جو امراض پیدا ہو چکے ہیں ان کی شفایابی کے لیے یہ کافی نہیں ہے۔ گزشتہ رائج نصاب تعلیم میں قرآن مجید، علوم حدیث، تاریخ اسلامی، سیرت نبویہ، ادب و علوم بلاغت کو وہ اہمیت حاصل نہیں تھی جو بقیہ علوم وفنون کو حاصل تھی۔نصاب تعلیم میں اولیت و اہمیت کا درجہ ان علوم کو حاصل ہونا چاہیے، بقیہ علوم کو ثانوی درجہ میں رکھنا چاہیے۔عربی ادبی زبان میں گفتگو، خطابت، انشاء ان کو کبھی اہمیت نہیں دی گئی، لیکن اب وقت کا اہم تقاضا ہے کہ ان امور کو سب سے پہلا درجہ نصاب میں حاصل ہونا چاہیے۔لسانیات ہی کے طرز تعلیم پر عربی ادب کی تعلیم و تربیت ہونی ضروری ہے۔ جدید ادبی اسلوب جس میں فرانسیسی ادب کے اسلوب سے استفادہ کیا گیا ہے، جس میں غضب کی جاذبیت و عجب شیرینی ہے اور ادب کا یہ اسلوب قدیم بل کہ قدیم تر اسلوب سے بہت قریب ہے۔ جاحظ، ابن المقفع اور عہد ناموں کے اسلوب کا ذخیرہ امت کے سامنے موجود ہے، بل کہ احادیثِ نبویہ کا اسلوبِ بیان اور فصحاء صحابہ کا طرز بیان، خطبائے عرب کا قدیمی اسلوب بہت ہی متقارب ہیں۔

تیسری چوتھی صدی تک تقریباً یہی اسلوب بیان تھا، بعد میں بدیع الزماں ہمدانی کے مقاماتی انشاء وادب نے، پھر حریری کے پُرتکلف سجع بندی نے اس ادب کا خاتمہ کر دیا، لیکن پھر بھی قرونِ متوسطہ میں جستہ جستہ ادباء کا یہی طرز رہا۔غرض یہ کہ الادب الحدیث یا الادب الجدید قدیم ترین اسلوب سے بہت اقرب واشبہ ہے اور اسی میں مہارت و قابلیت و امتیاز پیدا کرنے سے قرآن و حدیث کی زبان کی شیرینی محسوس ہو سکتی ہے۔اگر ہمارے نصابِ تعلیم میں جاحظ اور ابن قتیبہ کی کتابیں نہ سہی کم از کم الشریف الرضی کی ''نہج البلاغہ'' ہوتی تب بھی ادبی ذوق میں اتنا انحطاط نہ ہوتا۔

خلاصہ یہ کہ قدیم علوم کی بہت سی کتابوں میں تبدیلی کی ضرورت ہے اور بجائے متأخرین کے قدماء کی کتابوں و مصنفات کی صورت میں بہتر بدل موجود ہے۔ منطق، قدیم فلسفہ، قدیم کلام اور قدیم ہیئت میں بہت سرسری معلومات بھی کفایت کر سکیں گی۔ تنقیح کے ساتھ قواعد و مصطلحات کا علم کافی ہوگا اور ان کی جگہ تکمیل کے لیے جدید علم کلام و جدید ہیئت و ریاضی و اقتصادیات کو دینا چاہیے۔اس نصف صدی میں ان علوم کا کافی ذخیرہ عربی میں آچکا ہے، لیکن بہت سے گوشے ابھی تشنۂ تکمیل ہیں، تاہم جتنا ذخیرہ عربی میں مدون ہو چکا ہے اس سے مستفید ہونا چاہیے۔بعض عمدہ کتابیں اردو میں ملیں گی، ان کو داخلِ نصاب کیا جائے۔اس وقت اس موضوع کی تفصیل مقصود نہیں صرف اصولی بحث ملحوظ ہے۔جس وقت نصاب کی تعیین کا مسئلہ پیش نظر ہوگا اس وقت مزید تبصرہ کی ضرورت ہوگی تاکہ نصاب جدید میں فیصلہ کن اقدام ہو سکے۔یہ چند منتشر پراگندہ تصورات تھے جو ناظرین کی خدمت میں ''جهد المقل دموعه'' پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

☆......☆......☆

دینی مدارس کا نصاب تعلیم اور عصر حاضر کے تقاضے

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ

[وفاق المدارس اور دینی مدارس کے نصاب و نظام سے متعلق ۲۱ سوالات و جوابات پر مشتمل حضرت صدر الوفاق کا ایک طویل اور جامع انٹرویو روزنامہ جنگ نے اپنی ۱۸ نومبر ۲۰۰۱ء کی اشاعت میں شائع کیا، یہ انٹرویو حضرت شیخ کی کتاب ''صدائے وفاق'' میں شامل ہے، یہاں نصاب سے متعلق اس کے بعض حصے شائع کیے جا رہے ہیں۔ مرتب]

س: دینی مدارس کے بہت سے بورڈ اور تنظیمیں ہیں، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو آپ ان سب میں کس طرح دیکھتے ہیں؟

ج: مختلف مسالک و مکاتب فکر کے جو ''وفاق'' ہیں وہ ظاہر ہے اپنے اپنے حلقوں کے نمائندے ہیں، اپنی ترجیحات و مزاج کے مطابق مصروف عمل ہیں اور اپنی جگہ ان کی اہمیت بھی ہے، لیکن وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو ان تمام کے مقابلے میں امتیاز اور خصوصی اہمیت حاصل ہے اور اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ یہ وفاق تمام تنظیموں اور وفاقوں سے پہلے وجود میں آیا ہے اور یہ سب سے زیادہ فعال اور متحرک ہے اور اس ''وفاق'' کا حلقہ اثر وسیع ہے، چنانچہ چاروں صوبوں آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات میں اس کی یکساں مقبولیت اور اکثریت ہے اور اس کے ماتحت مدارس کی بہت بڑی تعداد ہے، اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ باقی تمام وفاقوں کے طلبہ کی ساری تعداد ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کی تعداد کے صرف ایک چوتھائی کے برابر ہے، ملک کے تقریباً تمام ممتاز دینی مدارس وفاق المدارس سے ملحق ہیں، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ امدادیہ فیصل آباد، جامعہ دار العلوم کراچی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، جامعہ فاروقیہ کراچی، جامعہ دار العلوم کبیر والا، جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ، جامعہ دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی، جامعہ فریدیہ اسلام آباد، جامعہ عثمانیہ پشاور، جامعہ امداد العلوم پشاور، جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ، جامعہ بحر العلوم کوئٹہ، جامعہ مخزن العلوم لورالائی، جامعہ مفتاح العلوم حیدرآباد، جامعہ دار العلوم تعلیم القرآن باغ آزاد کشمیر، جامعہ نصرۃ الاسلام گلگت، جامعہ مدنیہ لاہور جیسے ملک کے ممتاز اور بڑے ادارے اسی وفاق سے وابستہ ہیں۔ ''وفاق المدارس'' کے تحت ملک بھر کے مدارس کا سالانہ امتحان ہر سال شعبان میں ہوتا ہے، اس میں ہزاروں طلبہ شرکت کرتے ہیں، امتحان کا نظم و نسق اور اس کا طریقہ کار دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، ملک بھر میں بیک وقت اس طرح کے منظم امتحان کی کسی بھی ملک میں نظیر نہیں۔

س: وفاق المدارس کے ماتحت اداروں کا مسلکی ارتباط کس مکتبۂ فکر سے ہے؟

ج: وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے وابستگی اور الحاق کے لئے شرط ہے کہ وہ ادارہ اہل سنت والجماعت یعنی دیوبند مکتبۂ فکر سے

وابستہ ہو۔

س: وفاق المدارس کا بیرون ملک بھی کوئی نیٹ ورک ہے؟

ج: وفاق المدارس العربیہ پاکستان چونکہ پاکستانی مدارس کا وفاق ہے، اس لئے اس کے ساتھ صرف ملکی سطح کے مدارس ملحق ہیں، بیرون ممالک کے مدارس وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحق نہیں ہیں، ہاں دیگر ممالک کے طالب علم جو ہمارے ہاں زیر تعلیم ہوتے ہیں، وہ وفاق میں امتحان دیتے ہیں اور فراغت کے بعد اپنے ملکوں میں جا کر وہ اپنے ماحول اور معاشرتی آداب ومزاج کے دائرے میں دین کا کام کرتے ہیں، اس لحاظ سے ان کو وفاق کے فیض یافتگان میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

س: وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا اسلامی دنیا کے دیگر وفاق اور نصابی وتعلیمی بورڈ سے بھی کوئی رابطہ ہے؟

ج: کوئی باقاعدہ رابطہ تو نہیں ہے، البتہ ان کے نصاب سے ہم بسا اوقات استفادہ کرتے ہیں اور تجرباتی طور پر بعض دوسرے ممالک کے نصابوں کو جزوی طور پر ہم اپنے ہاں رکھنے پر غور کر رہے ہیں اور اس کو پیش نظر رکھ کر ہم اپنے ہاں بعض تبدیلیوں کے بارے میں سوچ رہے ہیں، لیکن خیال ہے کہ اس سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوگا۔

س: دینی مدارس کے نصاب تعلیم کے حوالے سے بعض حلقوں کا خیال ہے کہ یہ نصاب تعلیم عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا، اس میں بڑے پیمانے پر تبدیلی اور نظر ثانی کی ضرورت ہے کہ یہ جدید عہد کے تقاضوں کو پورا کرنے میں معاون ہو سکے...... کیا یہ درست ہے؟

ج: وہ جو بعض حلقے ہیں، وہ دوسری ذہنیت کے لوگ ہیں، ہمارے حلقے کے لوگ اور ہمارے ہم فکر طبقے الحمدللہ اپنے نصاب ونظام تعلیم سے مطمئن ہیں اور اس میں کسی بڑی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، رہی یہ بات کہ یہ نصاب تعلیم عصری تقاضوں کو پورا نہیں کرتا، سو یہ ایک فریب ہے، دیکھیں ہمارے اس موجودہ زمانے کا سب سے بڑا تقاضا تو میری نظر میں یہ ہے کہ کفر اور الحاد کے طوفان کا مقابلہ کیا جائے، بے دینی اور دین بیزاری کے ماحول کو تبدیل کرنے کے لئے جدوجہد ہو اور دنیائے کفر کی سازشوں اور منصوبوں کو ناکام بنایا جائے اور الحمدللہ ہمارے مدارس اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی پورا کر رہے ہیں، اس میں ہمارے مدارس اور اس کے فضلاء کی خدمات بفضل خدا قابل اطمینان ہیں اور باقی یہ کہ ہمارے ہاں کوئی سائنسدان، انجینئر، صنعت کار اور ماہر فلکیات نہیں ہوا، تو یہ میرے خیال میں کوئی عار کی بات نہیں ہے کہ ایک تو ہمارے مدارس دینی مدارس ہیں اور یہ کوئی دینی خدمات تو نہیں ہیں، زیادہ سے زیادہ ان کو دنیوی ضروریات قرار دیا جاسکتا ہے تو اس کے لئے جو ہزاروں اسکول، کالج، یونیورسٹیاں اور انسٹی ٹیوٹ ہیں، وہ کس مرض کی دوا ہیں، وہاں دین اور اخلاق نام کی تو کوئی چیز نہیں، ملکی سرمائے کا ایک بہت بڑا حصہ ان پر خرچ کیا جاتا ہے تو انہی مقاصد کے لئے خرچ کیا جاتا ہے! اور ان اداروں سے منسلک لوگ خود کو مسلمان بھی کہتے ہیں، سو وہ ان میدانوں میں مسلم اُمّہ کی رہنمائی بھی کریں، مدارس میں ان چیزوں کو شامل کرنے سے ان کو کیوں اس قدر دلچسپی ہے؟ ظاہر ہے اس کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ان دینی مدارس کے خالص دینی مزاج اور اسلامی تشخص کو مجروح اور کمزور کیا جاسکے! لیکن ان شاء اللہ یہ خواب پورا نہیں ہوگا اور پھر یہ کہ ہم نے آٹھویں کلاس تک کے تمام وہ مضامین اپنے ہاں رکھے ہیں، جو عصری تعلیم گاہوں میں پڑھائے جاتے ہیں اور اس کے بعد دلچسپی رکھنے والے

طلبہ اپنے نصاب کے ساتھ ساتھ دوسری کلاسوں کا امتحان بھی دے سکتے ہیں اور اس میں مہارت حاصل کر سکتے ہیں، ہمارے ہاں بہت سے طلبہ نے ایسا کیا ہے اور کر رہے ہیں۔

س: یہ حقیقت بھی مخفی نہیں کہ دینی مدارس کا نصاب خواہ اس کا تعلق ملک کے کسی بھی فرقے اور مکتب فکر سے ہو، جدید عہد کے تقاضوں کے تحت تبدیل و ترمیم کا متقاضی ہے، خود موجودہ حکومت کی نیشنل سیکورٹی کونسل کے رکن ڈاکٹر محمود احمد غازی اس کا عندیہ دے چکے ہیں کہ حکومت دینی مدارس کے نصاب پر نظر ثانی اور بڑے پیمانے پر تبدیلی کا ارادہ رکھتی ہے اور موجودہ حکومت نے اس حوالے سے ایک آرڈی نینس بھی جاری کیا ہے، کیا اس قسم کی کسی کوشش کا آپ خیر مقدم کریں گے؟ یا از خود کوئی فارمولا آپ کے ذہن میں ہے؟

ج: موجودہ حکومت کا یقیناً یہ ارادہ ہے اور سابقہ حکومتوں کے بھی مدارس کے سلسلے میں یہی ارادے تھے۔ ہم تو ان ارادوں کو سراسر بدنیتی اور اغیار کے اشاروں کی تعمیل پر محمول کرتے ہیں اور ممکن ہے ان کا ارادہ نیک نیتی پر مبنی ہو، تاہم ایسی کسی تبدیلی و ترمیم کو قبول کرنے کے لئے ہم تیار نہیں، حکومت نے اس حوالے سے جو آرڈی نینس جاری کیا ہے، وہ سابقہ تمام حکومتی حربوں اور آرڈی نینسوں میں اپنے مشمولات کے اعتبار سے خطرناک ترین ہے، اس کا نفاذ مدارس کی آزاد حیثیت کو ختم کرنے اور ان کے کردار کو تباہ کرنے کے مترادف ہوگا اور ہم ان شاء اللہ اس کا بھرپور دفاع کریں گے۔

س: دینی مدارس کے نصاب میں تاریخ، جغرافیہ، قانون، جدید تجارت و معیشت اور دیگر عصری علوم کا فقدان ہے، ظاہر ہے یہ بڑی حد تک دنیا میں رونما ہونے والی تبدیلیوں اور سائنسی ترقی سے دور رہنا ہے، کیا ان حقائق کے باوجود آپ اس پر نظر ثانی یا جدید علوم کی اس میں مداخلت کی مخالفت کریں گے؟

ج: جہاں تک تاریخ، سیاست اور قانون کا تعلق ہے، یہ چیزیں تو عربی اور اردو زبان میں بڑی سطح پر موجود ہیں اور ہمارے طلبہ میں اتنی استعداد ہوتی ہے کہ وہ خارجی طور پر ان چیزوں کا مطالعہ کر کے اس میں مہارت حاصل کر سکتے ہیں اور کرتے بھی ہیں، اس کے لئے انگریزی لٹریچر ضروری نہیں اور نہ ہی نصاب میں ان چیزوں کو رکھنا اتنا زیادہ اہم ہے، آج بھی ہمارے طلبہ سیاست اور تاریخ عصری تعلیم یافتہ حضرات کے مقابلے میں زیادہ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں، رہی جدید تجارت و معیشت، سو اس میں ہمارے درجہ تخصص (Specialization) کے طلبہ مہارت حاصل کرتے ہیں اور تخصص میں ان چیزوں کو سکھانے کا انتظام و اہتمام بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم کسی تبدیلی اور ترمیم کو ناجائز نہیں سمجھتے لیکن اس کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے، پس حکومت کو بھی چاہئے کہ وہ اس سے بے فکر رہے۔

س: دینی مدارس کے نصاب پر طلبہ اور علماء کے حوالے سے ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ نصاب فرقہ واریت، ایک دوسرے کی تکفیر اور مذہبی منافرت کو پروان چڑھانے میں کردار ادا کر رہا ہے، کیا یہ درست ہے؟

ج: یہ مسئلہ حساس نوعیت کا ہے اور قدرے تفصیل طلب بھی ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی کو کافر، مشرک یا خارج از مذہب قرار دینے کا فتویٰ اگر مطلقاً ممنوع قرار دیا جائے پھر تو اس دین کا اللہ ہی حافظ ہے کہ دین کے نام پہ لوگ طرح طرح کے عقائد اور نظریات گھڑیں گے اور اس کے متعلق کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا، نتیجہ یہ ہوگا کہ دین کا حلیہ بگڑ جائے گا، یعنی اسلام کی من مانی

تعبیریں ہوں گی اور ہر عقیدے کو اسلامی عقیدہ کہنے سے کسی کو کوئی چیز نہیں روکے گی، جیسا کہ ابھی ماضی قریب میں قادیانی فرقے کے عقائد کفریہ تھے، اگر فتویٰ پر پابندی ہوتی تو آج وہ مسلمان کہلاتے، جس کا ظاہر ہے کتنا بڑا نقصان ہوتا ہے؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ بات بات پر کفر اور شرک کے فتوے لگانا اور ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق میں بے احتیاطی سے کام لینا انتہائی مذموم ہے لیکن ایسا مسالک کی سطح پر نہیں ہوتا اور نہ ہی تمام علماء اس طرح کرتے ہیں، بلکہ معدودے چند افراد ہوتے ہیں اور اگر سچ پوچھا جائے تو ہمارے ہاں سرکاری ایجنسیاں اس ''کارخیر'' میں سب سے زیادہ پیش پیش ہوتی ہیں، وہ اپنے سیاسی مقاصد کے لئے ان باتوں کو ہوا دیتی ہیں، ورنہ اگر حکومت اس معاملے میں سنجیدگی کا مظاہرہ کرے تو تمام مسالک کے سرکردہ اور ممتاز علماء کے ساتھ مل بیٹھ کر وہ اس کا حل سوچ سکتی ہے اور ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ حکومت کا ایک مستقل ادارہ ایسا ہوتا جس کی ذمہ داری اس نوعیت کے مذہبی معاملات کو حل کرنا ہوتا، اگر ایسا کوئی ادارہ معرض وجود میں لایا جائے اور اس میں غیر جانبدار اعلیٰ صلاحیت کے اہل علم اور قانون، تاریخ اور دیگر امور کے ماہرین بھی ہوں تو یقیناً ایسی سنجیدہ کوششوں سے فرقہ واریت کی روک تھام ممکن ہے۔ جہاں تک مدارس کے نصاب کے نصاب کو اس کا سبب ٹھہرانے کی بات ہے، وہ سراسر جہالت پر مبنی ہے، مدارس میں کوئی ایسی کتاب نہیں پڑھائی جاتی جس میں ایک دوسرے کی تفسیق اور تکفیر کی تعلیم ہو، بلکہ ایک دوسرے کے عقائد بھی نہیں پڑھائے جاتے اور نہ اس قسم کی کوئی دوسری تعلیم یا تربیت ہوتی ہے، یہاں تو صرف صرف، نحو، لغت، معانی، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، منطق اور فلسفہ وغیرہ پڑھایا جاتا ہے جس میں اس قسم کی کوئی بات نہیں ہوتی اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ فرقے چودہ سو سال سے موجود ہیں اور نئے وجود میں آ رہے ہیں اور دیگر ممالک میں بھی ہیں، مگر کہیں ان کی ایسی کیفیت نہیں ہے جیسے ہمارے ہاں ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکومت کی کارستانی ہے، پھر یہ کہ اگر اس طرح کی باتوں کی وجہ سے مدارس کو ہدف بنایا جاتا ہے یا دینی نظام و نصاب تعلیم کو، تو پھر یہ جو اسکول اور کالج کے پڑھے ہوئے ہیں، ان میں اکثر ایک دوسرے کو قتل کرنے، رشوت کھانے، حلال و حرام میں تمیز نہ کرنے، کرپشن اور اسمگلنگ میں ملوث ہوتے ہیں، کیا ان کی وجہ سے اسکولز اور کالجز کو بند کیا جائے اور ان کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے؟ یقیناً وہاں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں اور مدارس میں تو اکثریت اچھے اور مثبت کردار کے لوگوں کی ہوتی ہے، تو یہ دوہرا معیار کیوں اپنایا جاتا ہے؟ کیا اس مسئلہ کا مثبت اور منصفانہ حل ممکن نہیں؟

س: کیا فرقہ واریت کے خاتمے، مکاتب فکر کے اتحاد و ہم آہنگی کے حوالے سے کسی متفقہ دینی نصاب تعلیم کو قبول کیا جا سکتا ہے؟

ج: ہمارے ہاں اکثر مسالک مثلاً دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث وغیرہ کا نصاب تعلیم تو تقریباً ایک ہے، رہے دوسرے مسالک تو ان کے مدارس کی بھی کوئی بڑی تعداد نہیں اور پھر یہ ہے کہ وہ اپنے مسالک کی کتابوں کو پڑھیں، پڑھائیں اور ہم اپنے مسالک کی، پھر یہ کہ کسی بھی مسلک میں رہتے ہوئے اس کا لٹریچر پڑھنا تو ایک بدیہی بات ہے اور اگر کسی مسلک سے کسی کتاب کو نکالا جائے یا اس کے لوگوں کو ان کی کتابوں سے روکا جاتا ہے تو پھر تو وہ مسلکی نہیں رہے گا اور ایسا بظاہر ممکن نہیں ہے اور پھر جیسا کہ میں نے کہا، مسالک کے ہوتے ہوئے بھی فرقہ واریت اور دہشت گردی نہ ہو، یہ ممکن ہے اور اس پر علماء کو متفق کیا جا سکتا ہے۔

س: مغرب کی اسلام، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلم دنیا پر فکری اور نظریاتی یلغار کی تردید کے حوالے سے کیا موجودہ دینی نصاب ان کی تردید اور مقابلے کی اہلیت رکھتا ہے؟

ج: ہم تو پورے شرح صدر اور دیانت سے سمجھتے ہیں کہ مدارس کے فضلاء میں یہ اہلیت پوری طرح پائی جاتی ہے اور اب تک کی مدارس کی تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے اس فرض کو بخوبی انجام دیا ہے اور اس کے لئے مزید بھی سوچا جا رہا ہے اور سنجیدگی سے مختلف امور کا جائزہ لیا جا رہا ہے، ان شاء اللہ ہم اس معاملے میں دوسرے حلقوں سے زیادہ حساس نہ ہوں تو کم ہرگز نہیں ہوں گے۔

س: ترقی کے اس دور میں اگر دینی مضامین کے ساتھ ساتھ جدید عصری علوم کو بھی شامل نصاب کر لیا جائے تو کیا مفید نہ ہوگا؟

ج: ایسے تجربے ماضی میں ہوئے ہیں، مگر وہ ناکام ہوئے اور پھر اور تو کچھ نہیں ہوتا، البتہ وہ دینی مضامین برائے نام اور تابع مہمل بن کر رہ جاتے ہیں، ویسے اگر اسکولز اور کالجز میں عصری علوم کے ساتھ دینی علوم رکھے جائیں اور جس طرح کے لوگ مدارس سے پیدا کرنے کی خواہش ظاہر کی جا رہی ہے وہ ان عصری تعلیم گاہوں میں تیار کئے جائیں تو کیا حرج ہے؟ اور کیا یہ مفید نہیں ہوگا؟ یا ایسا ممکن نہیں ہے؟

س: آپ کے ذہن میں دینی نصاب میں کسی ممکنہ تبدیلی کا کیا خاکہ ہے؟

ج: ہم کسی بڑی تبدیلی کے خواہاں تو نہیں، البتہ بعض تبدیلیاں بسا اوقات کر لیتے ہیں، اس سلسلے میں ہمارے ممتاز علمائے کرام کے اتفاق سے بعض مضامین اور بعض کتب کے اضافہ یا ترمیم کی مثالیں پہلے بھی موجود ہیں اور آئندہ بھی ایسا کیا جا سکتا ہے، بطور خاص ہماری ترجیحات میں عربی ادب، اردو ادب، فلکیات، ریاضی، تقابل ادیان، کمپیوٹر اور تحقیقی و تصنیفی شعبے کے ماہرین بڑے پیمانے پر پیدا کرنا شامل ہے، اس سلسلے میں ہماری ایک مستقل کمیٹی ہے جو نصاب کی ضروری تبدیلیوں پر غور و خوض کرتی اور پھر بڑی مجلس میں ان تبدیلیوں کو پیش کرتی ہے۔

س: کیا یہ ممکن ہے کہ مدارس کے دینی نصاب میں جدید مسلم مفکرین اور اسلامی دنیا کے روشن خیال اسکالروں کی آراء سے استفادہ کرتے ہوئے انہیں شامل کر لیا جائے؟

ج: ممکن تو ہے، البتہ ضروری نہیں، جیسا کہ میں عرض کر رہا ہوں، ہم اپنی سوچ میں دین کے ساتھ مخلص ہیں، اب جس چیز کو ہم اپنے اس مقصد سے ہم آہنگ سمجھتے ہیں، اس کو کسی بھی وقت لیا جا سکتا ہے اور جو چیز ہماری نظر اور تجربے میں مضر یا مہمل ہے، اس سے ہم احتراز کرتے ہیں، اللہ ہمیں صحیح فیصلوں کی توفیق عنایت فرمائے۔

س: دینی مدارس کے نصاب تعلیم کی، از سر نو تدوین کے حوالے سے، آپ کے ذہن میں کیا تجاویز ہیں؟

ج: عالم اسلام کے ممتاز اہل علم کی کاوشوں سے اس سلسلے میں استفادہ کیا جا رہا ہے، لیکن آئے روز نئی نئی تبدیلیوں سے، کسی بھی نصاب و نظام کی وقعت و اہمیت ختم ہو جاتی ہے اور پھر یہ کہ آج کل کے اسکالر حضرات عام طور پر مغرب زدہ اور غیر مسلم دنیا سے مرعوب ہیں، جن کی کتب سے کوئی معتد بہ فائدہ تو نہیں ہو سکتا، البتہ نقصان کا اندیشہ ہے، ہاں یہ الگ بات ہے کہ ان میں بعض کسی حد تک اچھے بھی ہیں اور ان کی کاوشیں یقیناً قابل استفادہ ہیں۔

س: ماڈل دینی مدارس کی تجویز کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: ہمارے خیال میں وہ علی گڑھ جیسے ہوں گے، جن میں دین برائے نام ہوگا اور مقصود عصری تعلیم ہوگی، اس لئے تمام وفاقوں نے اسے رد کر دیا ہے۔

دینی مدارس اوران کا نصابِ تعلیم

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ
بانی جامعہ حقانیہ ساہیوال، سرگودھا

[۱۹۷۹ء میں جب جنرل ضیاء الحق مرحوم چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے اپنی ایک اہم پریس کانفرنس میں مدارس دینیہ کے نصاب میں تبدیلی کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت اقدس فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ نے پیش نظر مضمون میں اس موضوع پر اظہار خیال کیا تھا جو نذر قارئین ہے۔مرتب]

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ دینِ اسلام اور اس کی تمام تعلیمات کا منبع اور سرچشمہ قرآن مجید ہی ہے مگر چونکہ قرآن مجید عربی زبان میں ہے اور اس کی فصاحت و بلاغت نقطۂ عروج پر پہنچی ہوئی ہے جس تک رسائی انسانی قویٰ کے لیے محال ہے، اس لیے قرآن مجید کی مراد کا بیان کرنا حسب ارشاد ربانی ﴿لتبین للناس ما نزل الیھم﴾ (تاکہ آپ بیان کردیں اس کو جو نازل کیا گیا ہے ان کی طرف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرما دیا گیا، آپ کے بیان کے بغیر مراد خداوندی کا یقینی علم حاصل نہیں ہو سکتا، اس لیے قرآن فہمی اور مراد خداوندی پر اطلاع کے لیے حدیث رسول کی بھی ضرورت ہے۔ پھر چونکہ فقہ قرآن وحدیث سے حاصل شدہ مسائل کا نام ہے، محض تخیلات انسانی اور ذاتی قیاس آرائی کا نام نہیں ہے، جیسا کہ غلط فہمی سے سمجھ لیا جاتا ہے، اس لیے قرآن وحدیث پر عمل کرنے کے لیے علم فقہ بھی ضروری ہوا۔

غرضیکہ قرآن مجید میں جس ﴿تفقه فی الدین﴾ (دین میں سمجھ پیدا کرنا) کو ﴿لیتفقهوا فی الدین﴾ (تاکہ وہ دین میں خوب سمجھ پیدا کریں) میں امت پر فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ زمانہ میں ایسے افراد امت میں ضرور موجود ہوں جن کو تفقہ کا یہ درجہ حاصل ہو، تفقہ کا درجہ ان مذکورہ تینوں علوم میں مہارت وحذاقت حاصل کیے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا، اس لیے امت پر فرض ہے کہ وہ ہر زمانے میں اپنی قدرت واستطاعت کے مطابق تعلیم کا ایسا نظم قائم کر رکھے جس سے ان تینوں علموں میں مہارت حاصل ہو کر تفقہ کا وہ درجہ حاصل ہو سکے جس کا باقی رکھنا امت پر فرض کفایہ ہے، تعلیم کا ایسا انتظام کیے بغیر امت اس فرض کفایہ سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی۔

ہمارے دینی مدارس میں جو نصاب ''درس نظامی'' کے نام سے رائج ہے اس میں اگرچہ تقریباً بیس علوم اور فنون کی کم وبیش ۷۷ کتابیں شامل ہیں اور ان کی تعلیم کو نہایت مفید ومناسب ترتیب کے ساتھ دس سالوں پر تقسیم کر دیا گیا ہے مگر ان میں بھی حدیث و

تفسیر، قرآن اور فقہ کی کتابیں ہی اصل مقصود ہیں اور باقی دوسرے علوم وفنون کی کتابیں ان تینوں علموں کی معاون ومددگار ہیں، اگرچہ بعض کو سطحی نظر سے بعض کتابوں کا علوم دینیہ سے تعلق ظاہر نہیں ہوتا، غور سے دیکھا جائے تو درس نظامی کی سب کتابوں کو ان علوم مقصودہ سے کسی نہ کسی قسم کا تعلق حاصل ہے۔

اسلامی حکومت میں مدارس کا نصاب

واضح رہے کہ اسلامی حکومت میں سب سے پہلا مدرسہ مسجد نبوی کے اندر قائم ہوا، اس کا نصاب بھی قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم ہی تھا، قرآن کریم کی تعلیم سے تعلم کا سلسلہ شروع ہوا جو تمام اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ ہے، اصحاب صفہ کا حلقۂ درس قائم ہوا جس میں ایک شخص قرآن مجید پڑھتا تھا اور حلقہ کے دوسرے حاضرین اسے توجہ سے سنتے اور یاد کرتے تھے، خود حضور اکرم ﷺ تلاوت قرآن کے علاوہ تعلیم کتاب کے منصب پر فائز تھے جو الفاظ کے معانی اور بیان احکام پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حدیث و فقہ کی تعلیم تھی، جوں جوں اسلام کی اشاعت کا سلسلہ پھیلتا گیا یہ سلسلۂ تعلیم قرآن وسنت مع فقہ کے وسعت پکڑتا گیا کیونکہ قرآن و سنت کی تعلیم کے معنی ہی فقہ کی تعلیم ہے، اس لیے کہ فقہ ان احکام کا نام ہے جو قرآن وسنت سے اخذ کیے جاتے ہیں۔

تو اب قرآن وسنت کی تعلیم کا مطلب صرف قرآن وسنت کے الفاظ کی تعلیم نہیں ہوسکتا بلکہ قرآن وسنت سے مسائل و احکام کا استنباط اور اخذ کرنا ہے، یہی فقہ کی تعلیم ہے، نامعلوم فقہ کے نام سے محض لوگوں کے اذہان کیوں اجنبیت محسوس کرنے لگے ہیں، غرضیکہ ہر جگہ عمال کے ساتھ مستقل معلمین بھی بھیجے جانے لگے جنہوں نے مفتوحہ علاقوں میں مکاتب جاری کر کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا، جن میں صرف قرآن مجید اور حدیث وفقہ کی تعلیم دی جاتی تھی، اس دور میں مسجدیں تعلیم گاہوں کے طور پر استعمال ہوتی تھیں، مفتوحہ علاقوں میں جہاں کہیں مدرسہ کی ضرورت پیدا ہوتی وہاں نئی مسجد بنادی جاتی تھی۔ پانچویں صدی ہجری سے تعلیم کے لیے مسجدوں سے الگ مستقل عمارتیں بنائی گئیں، ان عمارتوں کے ساتھ اساتذہ اور طلبہ کے لیے اقامت گاہیں یعنی ہوسٹل بھی تعمیر کیے گئے، اہل علم کے لیے تنخواہیں اور طلبہ کے لیے وظائف کا تقرر ہوا، ان مصارف کے لیے بڑے بڑے اوقاف قائم کیے گئے۔

بہرحال مقصد یہ ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک دینی نصاب تعلیم کی یہ خصوصیت اپنی جگہ پر قائم چلی آرہی ہے کہ اس میں قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور دوسری علوم وفنون کو ان بنیادی علوم کے تابع بنا کر مبادی کے طور پر تعلیم دی جاتی تھی۔

ہندوستان میں مدارس کا قیام

ہندوستان میں دینی مدرسہ کی سب سے پہلی عمارت ''تاریخ فرشتہ'' کی رو سے ناصر الدین قباچہ نے مولانا قطب الدین صاحب کاشانی کے لیے ملتان میں بنوائی تھی، جس میں پانچویں صدی ہجری کے آخر میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی ؒ نے تعلیم حاصل کی تھی (از نبوی نظام تعلیم) اس کے بعد ہندوستان میں دینی مدارس کا یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا، دینی مدارس کی کفالت کے لیے بڑی بڑی زمینیں وقف ہوتی تھیں، علاوہ ازیں حکومت وقت بھی ان کی کفالت کے لیے خصوصی انتظام کرتی تھی اس لیے اس

زمانے میں چندہ کا موجودہ سسٹم رائج نہیں تھا۔ بالآخر سلطنت مغلیہ کے زوال سے ہمارا یہ صدیوں پرانا نظام تعلیم بھی برباد ہوگیا، سلطنت برطانیہ نے زمام اقتدار سنبھالنے کے بعد قرآن وحدیث اور فقہ سے جاہل رکھنے کے لیے اپنا ایک نیا نصاب تعلیم ملک کو دیا جس کی ابتدا بلی کتے کی کہانیوں سے ہوتی تھی، جس سے طفلانہ دلچسپی کے سوا کوئی اخلاقی تعمیر سیرت کا فائدہ نہیں ہوا، البتہ انگریز نے جس نقطۂ نگاہ کے پیش نظر اس نصاب کو جاری کیا تھا اس میں وہ کامیاب ہوگیا کہ اکثر نوجوانوں کے دلوں سے احترام مذہب جاتا رہا اور وہ اعلانیہ مذہب کے لغو اور بیکار ہونے کا اظہار کرنے لگے، مذہب سے بیگانگی اور لاتعلقی اس نصاب کا خاصہ و لازمہ تھا، جو شخص اس سے بچا وہ اپنی فطری صلاحیتوں اور زیادہ تر اپنے ماحول اور پرانے طرز تعلیم کے اثرات کی وجہ سے بچا رہا۔

علماء کرام نے جب یہ دیکھا کہ سرکاری مدارس کے نصاب تعلیم کے ذریعہ مسلمانوں کو مذہب اسلام سے بیگانہ اور برگشتہ کیا جارہا ہے تو انہوں نے دین اسلام کی حفاظت کے لیے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھ کر اس میں وہی قدیم نصاب رائج کردیا، دیوبند کے ساتھ ہی دو دوسرے مختلف شہروں سہارنپور، مرادآباد وغیرہ میں بھی ایسی ہی دینی درسگاہیں قائم کی گئیں اور ان میں بھی یہی درس نظامی رائج کیا گیا، جو اب تک پاک وہند کے دینی مدارس میں رائج چلا آرہا ہے۔ غرضیکہ یہ نصاب برس ہا برس سے دینی مدارس میں رائج اور عرصہ دراز سے تجربہ میں آرہا ہے، اس لیے اس نصاب کے بارے میں بلاخوف تردید یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ دینی علوم قرآن وحدیث اور فقہ وتفسیر کے اندر مہارت پیدا کرنے کے لیے یہ نصاب بے نظیر ہے اور اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے اس کا ثانی اور بدل دوسرا نصاب کوئی نہیں ہوسکتا۔

گزشتہ صدی کے وہ تمام علماء اور صلحاء جنہوں نے اس نصاب کے ذریعے اپنی علمی تکمیل کی اور پھر تمام عمر اسی کی خدمت میں گزار دی اس نصاب کے کامیاب اور مفید ہونے کی وہ واقعاتی اور تجرباتی دلیل ہے جس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا، چنانچہ پاک وہند میں جس قدر علماء دین ہوئے ہیں جن کے علم وفضل پر سب کو اعتماد رہا ہے وہ کم وبیش اسی نصاب کے ذریعہ علم وفضل کے اس بلند مقام پر فائز ہوئے ہیں۔ ماضی قریب میں بھی اس نصاب سے استفادہ کرنے والوں میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ وغیرہ کے چند اسمائے گرامی مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں۔ متذکرہ علماء کرام کے معیاری علم وفضل کی نظیر نہ یہ کہ صرف پاک وہند میں دستیاب نہیں ہوسکتی بلکہ پوری دنیائے اسلام میں بھی بہت ہی کم یاب ہے، اس درجہ کے علم وفضل کا حاصل ہونا اسی نصاب کا مرہون منت ہے جس کا دنیا نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا ہے اور جو صدیوں سے آزمایا ہوا اور تجربہ شدہ ہے، حلب شام کے مدارس العلمیہ کے مدیر الشیخ عبدالقادر نے ۱۳۴۵ھ میں جب ہندوستان کا دورہ کیا تھا تو دیوبند اور سہارنپور بھی تشریف لائے تھے، مظاہر علوم سہارنپور میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا تھا کہ ''یہاں کے علماء میں جو استعداد اور قابلیت ہوتی ہے وہ ہمارے مدارس کے فاضل علماء میں نہیں ہوتی، اس لیے میں یہاں کا طرز تعلیم دیکھنے آیا ہوں''۔

عربی زبان میں لکھنا پڑھنا اور عربی دانی کی وجہ سے سطحی انداز میں بہت سی کتابوں کا مطالعہ کرلینا اور پڑھ لینا اور بات ہے

اور دقیق نظر سے عمق و گہرائی میں سے مطلب و حقیقت کا ادراک کر لینا بالکل دوسری چیز ہے، یہ بات اسی درس نظامی کی کتابوں کو محنت و تربیت کے ساتھ پڑھنے کے بعد ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

صدیوں کا تجربہ یہی بتلا رہا ہے اور دوسرے ممالک اسلامیہ کے علماء بھی دوسرے مروّجہ نصابوں پر اس نصاب کی برتری کے قائل ہو چکے ہیں، اب اگر دینی مدارس میں یہی نصاب باقی اور زیر درس رہے گا تو اس سے اُمید کی جا سکتی ہے کہ زمانہ ماضی کی طرح کے ممتاز قابلیت کے علماء تیار ہوتے رہیں گے، ورنہ استعداد علمی کے لحاظ سے جو حال دوسرے مدارس کے تعلیم یافتہ علماء کا مشاہدہ میں آ رہا ہے وہی حال ان دینی مدارس کے فضلاء کا بھی ہونے لگے گا۔

ایک ایسے نصاب کے بارے میں ترمیم و تبدیلی کا مشورہ نہیں معلوم کس مقصد کے لیے دیا جا رہا ہے جس کی افادیت و جامعیت کا عرصہ سے تجربہ ہو چکا ہے اور دینی مقاصد کے حصول میں وہ نصاب بے حد و حساب مفید ثابت ہو رہا ہے؟ ترمیم و تبدیلی کی ضرورت ایسی صورت میں تو قابل غور ہو سکتی ہے کہ اس موجودہ نصاب سے وہ مقاصد حاصل نہ ہوتے جن کے حصول کے لیے دینی مدارس کا قیام ضروری ہے، اس کے علاوہ ہمارے سامنے ایسے مدارس عربیہ کی مثالیں موجود ہیں جن میں دینی مقاصد کے حصول کے ساتھ دنیوی مقاصد کے حصول کے لیے درس نظامی میں ترمیم کر کے زمانہ حاضرہ کی بعض ضروریات کی تحصیل کے لیے بعض نئے فنون کی کتابیں داخل نصاب کر دی گئی ہیں، اس کا تجربہ مدرسہ عالیہ اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں بھی ہو چکا ہے اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کا تو قیام ہی دینی اور دنیوی مقاصد کی تحصیل کے لیے ہوا تھا، مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیوی مقاصد غالب آ گئے اور دینی مقاصد مغلوب ہو کر رہ گئے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ ایسے نصاب کے ذریعہ دینی علوم کے معیاری ماہر ایسے علماء تیار نہیں ہو سکے جس طرح سے درس نظامی سے تیار ہوتے رہے ہیں۔ پھر یہ نصاب کوئی وحی نہیں ہے کہ کسی صورت میں بھی اس کی تبدیلی نہ ہو سکتی ہو، یہ صرف ایک تجرباتی چیز ہے، اگر دینی مدارس کے اصل مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی تبدیلی کی جائے جس سے مطلوبہ مقاصد میں کسی قسم کے خلل کا اندیشہ نہ ہو تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے ؎

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں | دیکھیں اس سہرے سے کہہ دے کوئی بڑھ کر سہرا

لیکن ماضی کے تجربوں کے نتائج سے تو یہی ثابت ہو رہا ہے کہ درس نظامی کے اندر تبدیلی کے بعد دینی مدارس کے مطلوبہ مقاصد پوری طرح ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔ واللہ اعلم بالصواب

☆......☆......☆

عصری نظام تعلیم کی فکر کیجیے

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ

وطن عزیز مملکت خداداد پاکستان کیسی کیسی تمناؤں اور آرزوؤں کے جلو میں ظہور پذیر ہوا۔ کتنی کتنی قربانیاں اس کے لیے بندگان الہ نے پیش کیں۔ نہ مال و دولت کے اتلاف کا صحیح اندازہ ممکن ہے۔ نہ ان نفوس انسانی کا حساب کسی کے پاس ہے جو اس عظیم مقصد کے حصول میں کام آئے۔ نہ ہی ان عصمتوں اور آبروؤں کا شمار کوئی جانتا ہے جو اس ضمن میں پامال ہوئیں۔ کیسی کیسی مساجد، دینی درسگاہیں، مقدس یادگاریں اور قیمتی املاک چھوڑ کر قوم کے ایک بڑے حصے نے پاکستان کو اپنی منزل مقصود بنایا اور بر صغیر میں بے شمار ایسے بھی تھے جو خوب جانتے تھے کہ پاکستان بن گیا تو ہم اس کی برکات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھائیں گے، جس خطہ زمین پر وہ قائم ہوگا، ہم وہاں نہیں جاسکیں گے لیکن پھر بھی انہوں نے پاکستان کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ آج ۷۰ سال گزرنے کے باوجود بھی وہ ان قربانیوں کا اپنے وطن میں صلہ پا رہے ہیں، لیکن پاکستان ابھی بھی ان کے دل کی دھڑکن بنا ہوا ہے۔ یہ اتنا بڑا جذبہ اور فریفتہ کر دینے والا ولولہ ہے کہ اگر اس کی کوئی معقول اور قابل فہم توجیہ کی جاسکتی ہے تو وہ صرف اسلامی اسپرٹ اور دینی لگاؤ سے کی جاسکتی ہے۔

یقیناً کچھ بوالہوس دوسری وجوہات بھی بیان کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں اور اس میں بھی شک کی کوئی ضرورت نہیں کہ کچھ لوگ دنیوی مفاد کو پیش نظر رکھ کر تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار دیکھنے کے خواہش مند رہے ہوں گے، لیکن ہماری گفتگو عامۃ المسلمین اور جمہور اہل اسلام کے بارے میں ہے جو اکثریت ہی نہیں غالب اکثریت رکھتے تھے اور جن کی شرکت سے پاکستان وجود میں آسکا ہے۔ ان کا مقصد اپنے دین کا فروغ، اسلامی معاشرت کی تشکیل اور اسلامی ثقافت و معیشت کا تحفظ اور اسلام کی ترقی کے علاوہ ہرگز دوسرا کوئی مقصد نہیں تھا۔ اس غالب اکثریت میں دنیوی اغراض اور ذاتی مفادات کے نقیب نہ کسی اہمیت کے مالک تھے اور نہ ہی وہ اپنی وجاہت اور اثر و رسوخ کی بنیاد پر پاکستان کے حصول میں کامیاب ہو سکتے تھے، یہی وجہ تھی کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے مشرق و مغرب میں تحریک پاکستان کو کامیاب بنانے کے لیے جو زریں خدمات انجام دیں ان کے اعتراف میں پاکستان کے پہلے گورنر جنرل نے چودہ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے مغربی بازو میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے اور مشرقی بازو میں علامہ ظفر احمد عثمانیؒ سے پاکستان کا جھنڈا لہرانے کی درخواست کی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان جلیل القدر علماء نے دنیوی مفادات و اغراض کے لیے تحریک پاکستان کی حمایت کی تھی اور ان کا واحد مقصد دینی اقدار کی سربلندی نہیں تھا۔ حکیم

الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے نظریہ پاکستان کی حمایت اور تائید دین و مذہب ہی کی خاطر کی تھی اور یہ علماء بھی تو حضرت حکیم الامتؒ کے متوسلین ہی میں سے تھے اور ان ہی کی تائید و حمایت نے تو ان کو تیز گام کیا تھا۔

مگر آج ۷۰ سال کے بعد جب پاکستان کی تاریخ پر نظر جاتی ہے تو سوائے مکر و نفاق اور دجل و فریب کے کچھ نظر نہیں آتا۔ کبھی بھی سنجیدگی کے ساتھ نہ یہاں قرآن و سنت کا نظام نافذ کرنے کی کوشش کی گئی، نہ عدل و انصاف کی حکمرانی قائم ہوئی، نہ اسلامی علوم کی سرپرستی کی گئی اور نہ اسلام کو بالادستی عطا کی گئی، بلکہ اس عرصہ میں غیر اسلامی نظام تعلیم اور فرنگی معاشرت و ثقافت کے ذریعے چار نسلیں وہ تیار کی گئی ہیں جو اسلام کے متعلق یا تو شک و شبہ کا شکار ہیں یا پھر کھلم کھلا بغاوت پر آمادہ ہیں۔ ان کی تیاری پر قوم کا قیمتی سرمایہ اربوں کھربوں کی تعداد میں صرف کیا گیا ہے اور تا حال کیا جا رہا ہے۔ نتیجہ سامنے ہے، اسلام سے لاتعلق بن جانے اور اغراض و مفادات کا پابند ہو جانے کا ثمرہ ہے کہ ایک بازو کٹ گیا اور پاکستان ٹوٹ کر آدھا رہ گیا اور جو آدھا رہ گیا ہے وہ انتشار و خلفشار کا شکار ہے۔ اندرونی حالت کس قدر سقیم اور اندوہناک ہے، بیان کی حاجت نہیں۔ قتل و غارت کا بازار گرم ہے، اغوا کی وارداتیں معمولات میں شامل ہیں۔ رشوت و سفارش پر سارے کام موقوف ہیں۔ عدلیہ و انتظامیہ سے انصاف یا انتظام کی امید عبث اور فضول ہو گئی ہے۔ ازلی دشمن ہندو کو ہماری کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا پہلے بھی ہم نے موقع فراہم کیا اور آج بھی وہ ہماری سرحدوں ہی پر نہیں بلکہ اندر آ کر ہمیں شکست و ریخت کے المیے سے گزارنے کے لیے بے محابا کارروائیاں کر رہا ہے اور ہمارے اپنے جن کی تربیت اسلامی نہیں اس کے اشاروں پر وہ سب کچھ کر رہے ہیں جس کا ایک مسلمان سے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے دشمن بھی اپنی کاروائیاں کرنے کے لیے ہم ہی کو استعمال کر رہے ہیں اور ہم انتہائی چابک دستی کے ساتھ ان کے مقصد کو پورا کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ ہمارے تمام دشمنوں نے ہمارے گھر کو ملیا میٹ کرنے کے لیے ہماری ہی قوم کو آلہ کار بنایا ہے۔ ہم نے نسلوں کی نسلیں ایسی تیار کی ہیں کہ وہ نظم مملکت میں شامل ہوں تو تباہی مچاتی ہیں اور باہر رہیں تب آمادۂ بغارت رہتی ہیں، کسی صورت ان کو ملک کی سلامتی عزیز نہیں۔

مثال کے طور پر تعلیمی شعبے کو لے لیجئے۔ جن اداروں کی باگ دوڑ حکومت کے ہاتھوں میں رہی ہے اور اب بھی وہاں بالعموم نہ اساتذہ میں اور نہ طلبا میں کبھی براہ راست ''تعلیم'' ہی کو مقصد بنایا گیا۔ اساتذہ کے پیش نظر مادی آسائشیں طلباء کے بھی پیش نظر ہیں۔ البتہ طلباء اس کے لیے ڈگری کو ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ترقی اور ڈگری کی اس دوڑ میں علم کہیں بہت پیچھے ہی رہ گیا ہے۔ ممکن ہے اس بات سے کچھ لوگ اتفاق نہ کریں۔ ان کے لیے ہمارا مشورہ ہے کہ نمونے کے طور پر ملک کے سب سے بڑے تعلیمی ادارے جامعہ کراچی کو لے لیجئے اور کبھی عام آدمی کی حیثیت سے کسی بھی شعبہ کے طالب علم سے گفتگو کر کے دیکھ لیجئے۔ اگر اسے رازداری کا یقین ہو گیا تو وہ اساتذہ کے درمیان ہونے والی ''کشمکش برائے ترقی'' کے ایسے واقعات سنائے گا کہ چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔ طلباء میں مادیت پرستی کا رجحان بھی، مثال کے طور پر عمرانیات (سوشیالوجی) اور نظمیات عامہ (پبلک ایڈمنسٹریشن) کے شعبوں میں داخلے کے لیے قابلیت کے معیار کے واضح فرق سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ شعبہ عمرانیات میں طلباء کی کمی کی بناء پر آخر وقت تک داخلے کھلے رہتے ہیں جبکہ نظمیات عامہ میں داخلے کے لیے جہاں بہت زیادہ نمبروں کا ہونا ضروری

ہے داخلے فوراً ختم ہوجاتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ صرف یہ ہے کہ نظمیات عامہ میں ماسٹرز ڈگری کے حاملین معاشی طور پر مستحکم نوکری حاصل کر لیتے ہیں جبکہ دوسرے شعبہ جات کا یہ حال نہیں ہے، حکومت جو دینی مدارس میں مداخلت کے لیے عصری علوم زبردستی مدارس میں داخل کرنا چاہتی ہے، کبھی پلٹ کر بھی عصری علوم کی درسگاہوں میں اسلامی علوم کے احوال کی خبر نہیں لیتی، اسلامیات کو صرف ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے باقی رکھنا محض دکھاوے کی ایک رسم ہے، جس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں، طالب علم کے ذہن میں صرف چند امتحانی اہمیت کے سوال ہوتے ہیں اور بس، کیونکہ اسے معلوم ہے اگر ۳۳ فیصد نمبر بھی آ گئے تو میں کامیاب ہوجاؤں گا اور قانون کے مطابق مجموعی نمبروں اور فیصد پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑے گا، اسی طرح اساتذہ اسلامیات کے تقرر میں کوئی اضافی صلاحیت شامل معیار نہیں ہے جس کی وجہ سے ہر ذہن اور مسلک کے لوگ پڑھانے والوں میں شامل ہیں۔

کسی بھی سطح پر تعلیمی حالات کا جائزہ لینے کے لئے بنیادی طور پر چار چیزوں کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے:

(۱)......استاذ: استادوں کے انتخاب میں کالجوں اور اسکولوں میں جو عام قابلیتیں اور شرائط مقرر ہیں، وہی شرائط اور قابلیت اسلامیات کے لئے بھی مانگی جاتی ہیں، غور کرنے کا مقام ہے، ریاضی پڑھانے والا استاد، دو جمع دو برابر چار کے کلیہ سے متفق نہ ہو تب بھی اسے دو جمع دو چار ہی پڑھانا پڑے گا۔ حیاتیات کا پروفیسر اگر انسان کے جسم میں دو دل ثابت کرنا چاہے تو یہ ممکن ہی نہیں، مگر اسلامیات کا پروفیسر وہ تو آزاد ہے جس آیت کی جیسے چاہے تفسیر کردے، جس حدیث کو جیسے چاہے بیان کردے، اس لئے کہ قرآن اور حدیث کے معاملے میں یہاں کسی قسم کی پابندی نہیں، پھر پڑھانے والا صحیح العقیدہ بھی ہوتا ہے اور ملحد بھی، مدارس اسلامیہ میں تعلیمی معیار کے ساتھ ساتھ اساتذہ کے عقائد و کردار کو بھی پوری طرح مدنظر رکھا جاتا ہے۔

(۲)......طالب علم: طالب علم اسلامیات کے مضمون کو صرف پاس کرنے کی غرض سے پڑھتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ آئندہ زندگی میں معاشی، معاشرتی، سماجی کسی سطح پر بھی مجھے اسے استعمال نہیں کرنا، روحانیت اس کی نظروں میں بیکار محض ہے۔ (یہ عام حالات کا تذکرہ ہے ورنہ اکا دکا نظریاتی ذہن رکھنے والے طلبہ کے وجود کا انکار نہیں) برخلاف اس کے مدارس کے طلبہ روحانیت کے علمبردار ہیں، ایسی روحانیت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب صفہ کو سکھائی تھی، ایسی رہبانیت نہیں جو آج نصرانی پادری روحانیت کے نام پر اختیار کئے ہوئے ہیں۔

(۳)......نصاب: جس طریقے سے ایک ڈاکٹر یا انجینئر کو پانچ سال اور چار سال کا ایسا کورس کرنا پڑتا ہے جو بنیادی طور پر اسی ایک مضمون کے گرد گھومتا رہتا ہے، اسلامیات کا مقصد اگر واقعی مسلمان بنانا ہے تو ہفتے میں صرف تین گھنٹے پڑھانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ حد تو یہ ہے کہ اسلامیات کے نصاب میں شامل مضامین اور دوسرے عناصر بھی جاندار نہیں ہیں، جو طلباء کی تعمیر نظریاتی مملکت کی ایک اکائی کے طور پر کرسکیں، اس کے برعکس درس نظامی کا نصاب قرآن حدیث اور فقہ کی بنیادوں پر کامیابی کے ساتھ قائم ہے۔

(۴)......درسگاہ کا ماحول: یہ بھی ایک بہت بڑا عنصر ہے، مخلوط تعلیم، بے وضو قرآنی آیات کا لکھنا، آداب وسنن کی رعایت کے بغیر تدریس، یہ سب باتیں بظاہر معمولی ہیں لیکن اصل میں دینی سمجھ (قرآن وحدیث کے فہم) میں بہت اہمیت کی حامل

ہیں۔﴿ یضل به کثیرا ویھدی به کثیرا ومایضل به الاالفسقین ﴾ ”وہ (اللہ) اس (قرآن) کے ذریعے بہت سوں کو گمراہ کرتے ہیں اور بہت سوں کو ہدایت دیتے ہیں اور نہیں گمراہ کرتے ہیں اس سے مگر ان کو جو فاسق (گناہ گار) ہیں“، تو پھر اس گناہ آلود ماحول میں اپنے آپ کو جذب کئے ہوئے کون ہے جو قانون خداوندی کے خلاف ہدایت پا سکے۔ درسگاہ کے ماحول پر کچھ لکھنا ضیاع وقت ہے۔ انسانی جانوں کے بے دریغ قتل، وقت اور پیسے کی بربادی یہ سب موجودہ ماحول ہی کے اثرات ہیں۔

مدارس کے طلبہ ماحول کے اعتبار سے ایک آئیڈیل فضا میں ہوتے ہیں جہاں نیکی اور طاعات میں دل لگتا ہے اور برائی اور گناہ سے گھبراہٹ ہوتی ہے، جو کچھ دین وہ سیکھتے ہیں، اس دین پر عمل کرنے کے پورے پورے مواقع موجود ہوتے ہیں۔

اب ان تمام عناصر کو سامنے رکھتے ہوئے جب نتائج دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کالج اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ افراد نے جب بھی دینی معاملات پر طبع آزمائی کی کوئی نیا فتنہ کھڑا کر گئے، ایسے افراد کی ایک طویل فہرست ہے، الغرض تجربہ میں یہ آیا ہے کہ کالج اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ افراد نے دینی معاملات میں مداخلت بے جا کر کے دینی معاملات کا بوجھ تو اٹھایا نہیں، البتہ مسائل ضرور پیدا کئے گئے کہ مدارس اسلامیہ کو اور تندہی سے ان کے پیدا کردہ فتنوں کا مقابلہ کرنا پڑا، معجزات اور احادیث سے انکار، انگریزی تہذیب و معاشرت کی برتری اور اسلامی تہذیب و ورثہ کے متعلق ان افراد میں پایا جانے والا کمتری کا احساس ہمارے اس تجزیے پر دال ہیں۔ اس لیے حکومت کو دینی مدارس کے بجائے عصری نظام تعلیم کی فکر کرنی چاہیے، عصری درسگاہوں سے بے روزگاروں کی فوج پیدا ہو رہی ہے، ان کے روزگار کے لیے سوچنا چاہیے، دینی مدارس سے فراغت حاصل کرنے والوں اور وہاں سے وابستہ ہونے والوں میں سے کسی نے بھوک، افلاس اور بے روزگاری کے احساس سے کبھی خودکشی نہیں کی، دینی مدارس کے علماء، طلبہ کو معاشرے میں عزت کا مقام دلانے کے بجائے حکومت کالج اور یونیورسٹی سے نکلنے والے بے روزگار افراد کو خودکشی سے بچائے، انہیں باعزت روزگار مہیا کرے کہ وہ اس کے محتاج بھی ہیں اور طلب گار بھی!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلیٰ آله و صحبه أجمعین

☆......☆......☆

مدارس بنات میں اس بات کا اہتمام اگر ہو جائے کہ پڑھانے والی تمام استانیاں اور معلمات ہوں اور مرد اساتذہ کا سلسلہ وہاں بالکل ختم کر دیا جائے تو کئی فتنوں سے حفاظت ہو سکے گی، اب تو ماشاء اللہ ہزاروں بچیاں ہر سال فارغ ہو رہی ہیں، تعلیم و تدریس کے لئے معلمات کی فراہمی کچھ مشکل نہیں رہی، صرف توجہ اور اہتمام کی ضرورت ہے، وفاق المدارس کی طرف سے بنات کے مدارس پر یہ شرط اب تک لاگو نہیں کی گئی چونکہ وہاں سب امور مجلس عاملہ کی اجازت و مشورے سے طے ہوتے ہیں، لیکن ہماری کوشش ہوگی کہ یہ شرط وفاق کی طرف سے لازم قرار دی جائے۔

(صدر وفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ، صدائے وفاق، ص: ۱۵۸)

دینی مدارس کا نصاب تعلیم اور تجاویز

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

دینی مدارس کا نصابِ تعلیم

دینی مدارس کے موجودہ نصابِ تعلیم کی بنیاد اور اصل الاصول تو ملا نظام الدین رحمہ اللہ کا مجوزہ نصابِ تعلیم ہی ہے، مگر انگریزوں کی آمد اور سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء مطابق ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ کو دیوبند میں ایک مکتب کی بنیاد رکھی گئی، جس نے آگے چل کر ایک جامعہ کی شکل اختیار کی اور اسی کے نظام و نصاب تعلیم کے تحت برصغیر میں ہزاروں مکاتب و مدارس قائم ہوئے، تو اس مکتب کے بانیان نے فرنگی محلی علماء کے تشکیل کردہ نصاب میں بعض تبدیلیاں کیں۔ فرنگی محلی نصاب میں علومِ اسلامیہ (یعنی قرآن وحدیث اور سنت) پر زور کم اور معقولات پر توجہ زیادہ تھی، لیکن جب دارالعلوم دیوبند کے بانیان نے اس مروّج درس نظامی کو اختیار کیا تو اس میں صحاحِ ستہ کو بھی شامل کیا اور فقہ، اصولِ فقہ کے نصاب میں بھی وسعت کی۔ اس کے علاوہ عقائد، ادب، علم عروض، فن مناظرہ، طب اور تاریخ کا اضافہ کیا۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحق ملک بھر کے مدارس وجامعات میں وہی ''نصابِ تعلیم'' رائج ہے۔

تنقیدی جائزہ

دینی مدارس میں رائج نصاب تعلیم پر گفتگو یا اُسے زیر بحث لانا شجر ممنوعہ نہیں، اہلِ مدارس نے اس سلسلہ میں مخلصین کی طرف سے آنے والی آراء اور تنقید کا ہمیشہ خیر مقدم کیا ہے، اسے بہ نظر استحسان دیکھا ہے اور مفید مشوروں اور آراء پر عمل بھی کیا ہے۔ تاہم درسِ نظامی پر ناقدانہ نظر سے پہلے یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ دینی مدارس اس نصاب کے ذریعے کن اہداف کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہماری تنقید بے جا تنقیص نہ بن جائے۔

اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ مدارس دینیہ میں رائج نصابِ تعلیم میں دو باتوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے:

۱......مدارس کے قیام ووجود کا سب سے اہم مقصد معاشرہ میں مسجد ومدرسہ کے ادارہ کو قائم رکھنا اور اسے رجالِ کار فراہم کرتے رہنا ہے، اس لیے وہ اپنے نصاب کو اسی دائرہ میں محدود رکھنا چاہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ عام مسلمان کا تعلق دین کے ساتھ قائم رکھنے کے لیے مسجد اور مدرسہ کے لیے رجالِ کار کی فراہمی از حد ضروری ہے۔ اگر مدارس سے بھی بکثرت ایسے افراد نکلنے شروع ہو گئے جن کا رُخ مدارس ومساجد کے بجائے اسکولز، کالجز، یونی ورسٹیوں اور حکومتی ملازمتوں کی طرف ہوا تو اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ مسجد ومدرسہ کا بنیادی ادارہ افراد کی کمی کے باعث تعطل کا شکار ہو جائے۔

۲......اربابِ مدارس میں سے اکثر کا یہ کہنا ہے کہ وہ ان دینی مدارس کے لیے عشر، زکوٰۃ اور دیگر عطیّات علومِ دینیہ کی اشاعت وترویج کے لیے حاصل کرتے ہیں، اُنہیں عصری علوم کی تحصیل پر خرچ کرنا دیانتاً صحیح نہیں۔

مذکورہ بالا دونوں اشکالات ایک حد تک درست ہیں، تاہم پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ ہم طلبہ کی صحیح دینی تربیت اور ان کے دلوں میں تعلیم واشاعت دین کی اہمیت کو اُجاگر کر کے اس کا تدارک کر سکتے ہیں۔ ویسے بھی طلبہ پر پابندی کی بجائے انہیں آزادی دی جائے، وہ فکر وشعور کی روشنی میں یہ فیصلہ کر سکیں کہ ان کے لیے دین کی خدمت اور اصلاح معاشرہ کا فریضہ زیادہ اہم ہے یا کسی قسم کی سرکاری نوکری۔ یہ ایک بے جا قسم کا خوف ہے کہ اگر ان طلباء کو انگریزی میں شدبد ہوگئی تو یہ دین کا راستہ چھوڑ کر دنیا کی منڈی میں غائب ہو جائیں گے، زبردستی کسی کو روکا اور باندھا نہیں جا سکتا، اس لیے کھلے دل کے ساتھ اس چیلنج کو قبول کرنا چاہیے۔ موجودہ نصاب میں عصری علوم شامل کیے جانے کے باوجود اگر طلبہ ذہنی طور پر پختہ اور باشعور ہوں تو ان شاء اللہ! وہ صرف معاشی مفادات کی خاطر مساجد ومدارس سے بے وفائی نہیں کریں گے۔ دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ اگر مدارسِ دینیہ چندہ دہندگان پر یہ واضح کر دیں کہ موجودہ دور میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کا کام عصری علوم حاصل کیے بغیر ممکن نہیں، لہٰذا ان کے عطیات علوم عالیہ اور علوم آلیہ جدیدہ دونوں پر صرف کیے جائیں گے تو اُمید ہے کہ تمام معطی حضرات اسے بخوشی قبول کر لیں گے۔ اس سلسلہ میں علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (۱۹۲۳ء) کی آخری عمر کی یہ وصیت پیشِ نظر رہنی چاہیے:

"اگر اسلام کی دعوت وتبلیغ کا کام صحیح طریقے سے کرنا چاہتے ہو تو اس کے لیے انگریزی سیکھنا ضروری ہے" (بحوالہ دینی مدارس میں تعلیم۔ مؤلفہ: سلیم منصور خالد۔ ص۲۱۰)

ان معروضات کا حاصل یہ ہے کہ ہمیں دینی مدارس کے نظامِ تعلیم میں اصلاح اور نصاب میں ترامیم کی تجاویز سے پہلے اربابِ مدارس کے ذہنوں میں موجود خطرات وخدشات کو بھی پوری طرح ملحوظ رکھنا ہوگا اور اسی تناظر میں مدارس کے نظام ونصاب میں اصلاحات، ترامیم اور اضافوں کی بات کرنی ہوگی۔

میری حیثیت اس علمی مجلس میں مدارس دینیہ کے نمائندہ کی ہے۔ تاہم، ہم کھلے دل سے اپنے نصاب تعلیم کو زیر بحث لا کر اصلاح طلب پہلوؤں کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ عصری علوم کی درس گاہوں کے نمائندہ حضرات بھی اپنی درس گاہوں سے فارغ ہونے والے افراد کی علمی اور اخلاقی حالت کا غیر جانب دارانہ جائزہ لیں گے اور یہ بتائیں گے کہ علوم عصریہ کی تحصیل کے بعد اُن کے اندر اخلاص وایثار، دیانت وامانت، بے نفسی وقربانی، شرافت وپاک دامنی، دین ووطن سے محبت اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کا جذبہ کس قدر پایا جاتا ہے۔ اگر عصری علوم میں مہارت کے باوجود وہ ان اخلاق فاضلہ سے محروم یا کالمحروم ہیں تو جدید درس گاہوں کے اربابِ بست وکشاد کو بھی اپنی بے بصری وبے عملی کے تدارک کے لیے سوچنا چاہیے۔

بہتری کے لیے تجاویز

۱......مافی الضمیر کی ادائیگی پر قدرت

دینی مدارس میں موجودہ زمانے کی زندہ زبانوں پر اس درجہ عبور کی طرف توجہ نہیں دی جاتی کہ ایک فارغ التحصیل عالم دین

کسی مسئلہ پر اپنا مافی الضمیر انگلش،عربی یا کم ازکم اُردو میں شستہ زبان میں قلم بند کر سکے اور زبانی طور پر کسی علمی محفل میں سلیقے کے ساتھ اظہار کر سکے،اس لیے دینی مدارس میں ایسا نظام قائم کرنا انتہائی ضروری ہے کہ اُردو،عربی دونوں زبانوں میں تحریری اور تقریری طور پر مافی الضمیر کے اظہار پر فاضلین کو دسترس حاصل ہو اور انگریزی میں بھی کم ازکم اس درجہ میں لازم ہے کہ وہ انگریزی میں لکھی ہوئی چیز کو پڑھ کر اور سمجھ کر اس کے بارے میں اظہارِ خیال کر سکیں۔ انگریزی زبان کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے مفکرِ اسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہٗ نے لکھا ہے کہ:

> ’’جدید مغربی تعلیم کے اثر سے دنیا میں جتنی گمراہیاں پھیلی ہیں ان کے سرچشمے انگریزی زبان میں ہیں۔ جب تک ان گمراہیوں کے اصل منابع سے کما حقہ واقفیت حاصل نہ ہو ان کی تردید اور ان پر تنقید وتبصرہ پوری طرح مؤثر نہیں ہوسکتا...... مغرب کے مستشرقین نے عربی اور اسلامی علوم پر ’’تحقیق‘‘ کے نام سے ایسے زہریلے لٹریچر کا انبار تیار کرایا ہے جس کا مقصد دین کے بنیادی مسلّمات کو مشکوک بنانا ہے۔ اس زہر کا تریاق فراہم کرنا علماء کی ذمہ داری ہے اور اس کے لیے انگریزی زبان اور ان عصری علوم کی تحصیل لازمی ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی بڑی تعداد یورپ، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا اور مشرق بعید میں آباد ہے، ان لوگوں کو خاص طور پر نئی نسلوں کو اسلام پہنچانے کا کوئی راستہ انگریزی زبان کے بغیر ممکن نہیں۔ (ہمارا تعلیمی نظام، ص۱۰۰)

۲......تاریخ سے واقفیت

درسِ نظامی کے مروّجہ نصاب میں تاریخ، بالخصوص تاریخ اسلام کے بارے میں قابلِ ذکر مواد کی کمی پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے ایک فارغ التحصیل عالمِ دین تاریخی تسلسل اور اہم واقعات کی ترتیب تک سے بے خبر رہ جاتا ہے، اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ عام طور پر اسلامی تاریخ کا نصاب خلافت راشدہ سے شروع ہو کر خلافتِ عباسیہ پر ختم ہو جاتا ہے، حالانکہ مسلم تاریخ کے حسبِ ذیل ادوار اپنی اہمیت کے اعتبار سے نہایت ضروری ہیں:

خلافتِ عثمانیہ، اندلس میں مسلمان، وسطی ایشیا میں مسلم ریاستیں، مشرقی یورپ میں مسلم تاریخ، جنوب مشرقی ایشیا میں مسلم اقتدار، مشرق بعید میں اسلام کا پھیلاؤ، افریقی ممالک میں اسلام کی ترویج، انیسویں اور بیسویں صدی میں مسلم دنیا کی شکست وریخت اور اس سے پیدا شدہ عبرت آموز اسباق، تجدید واحیائے دین کی تحریکات، موجودہ مسلم دنیا کا نقشہ، جغرافیہ، معدنی وقدرتی وسائل اور مسائل پر معلومات اور فہم۔

۳......مقارنۃ الادیان

دوسرے ادیان ومذاہب اور فلسفہ ہائے حیات پر ایک عالمِ دین کی گہری نظر ہونی چاہیے۔ باطل فرقوں کے عقائد اور دلائل سے باخبر ہونا بھی ضروری ہے، موجودہ عالمی تناظر میں اسلام کی صحیح ترجمانی کے لیے اس کی ضرورت واہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔

۴......جدید علوم

دینی مدارس میں مختلف علوم وفنون پر پڑھائی جانے والی کتابیں انتہائی مفید اور ضروری ہیں ،مگر ان کے ساتھ علوم وفنون میں جو نئے نئے شعبے اور ابواب دریافت ہوئے ہیں علمائے کرام کا اُن سے باخبر ہونا ضروری ہے۔ بقول مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ:

''میرا دل زخمی ہے۔اب دنیا کہاں تک آ گئی ہے۔اپنے مدرسوں میں جن چیزوں کو ہم معقولات کے نام پر پڑھا رہے ہیں ،وہ وہی چیزیں ہیں جن سے دنیا کا دماغی کارروان دوسو برس پہلے گزر چکا ہے۔آج اُن کی دنیا میں کوئی جگہ نہیں۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''الشریعۃ''،اپریل ۲۰۰۱ء)

۵......اختلاف میں اعتدال

مدارس میں بالعموم نظری، فقہی اور فروعی مسائل میں بحث مباحثہ اس قدر شدت اختیار کر جاتا ہے کہ بسا اوقات اولیٰ اور غیر اولیٰ، جزوی اختلاف سے بھی کفر واسلام کی معرکہ آرائی کا تاثر اُبھرنے لگتا ہے۔ یہ صورتِ حال توجہ طلب ہے۔ اربابِ مدارس طلبہ کو اختلاف اور مخالفت کی حدود بتانے کے علاوہ عمل کی طرف بھی متوجہ کریں۔

۶......ایک اچھا نصاب تعلیم جس میں حقیقی اسلامی علوم اور عصری دینی ضروریات کا لحاظ رکھا گیا ہو اور جسے مخلص وذی استعداد اساتذہ پڑھانے والے ہوں، اسی نظام اور نصاب سے اچھے اور معیاری افراد تیار ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے۔اس حوالے سے دینی اور عصری مدارس کے نصاب ہائے تعلیم کا ہمیشہ اصلاحی وتنقیدی جائزہ لیتے رہنا ضروری ہے، ارباب مدارس نے اس ضرورت کا کم وبیش لحاظ رکھا ہے، تاہم مزید اصلاحات کی گنجائش ہے۔

۷......نصاب تعلیم کی تعیین یا اس میں تبدیلی کا مدار ان اہداف ومقاصد پر ہے جو ہم تعلیم سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔اگر ہم نظریہ پاکستان کے مطابق اسلام کے عادلانہ سماجی ومعاشی نظام کا نفاذ اور پاکیزہ روحانی زندگی چاہتے ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے نصاب تعلیم کے اصل مأخذ قرآن وسنت اور فقہ اسلامی ہوں۔شریعت اسلامیہ میں جدید علوم کی تحصیل، سائنس اور سماجی علوم کے مطالعہ پر کوئی قدغن نہیں، تاہم نصاب کی تعیین گہرے غور وفکر اور اہل علم وفضل کی اجتماعی شورائیت کے بعد کی جانی چاہیے۔ مقاصد، اہداف اور ضروریات کی تعیین کے بعد نہ یہ ضروری ہے کہ ماضی کی تمام کتابیں رکھی جائیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ سب کو بلا وجہ خارج کر دیا جائے، ہاں! یہ ملحوظ رہے کہ اسلاف امت، تحقیق، مطالعہ، تعمق وتبحر اور وسعت نظر میں ہم سے بہت بلند تھے اس لیے دورِ حاضر کے مصنفین کے مقابلہ میں ان کی تالیفات قابل ترجیح ہیں۔

۸......مدارس دینیہ کا نصاب تعلیم جامد اور غیر متبدل نہیں، حالات کے مطابق اس میں تبدیلیاں ہوتی رہیں، ان کا سلسلہ اب بھی جاری ہے لیکن ارباب مدارس نے یہ تبدیلیاں کسی خارجی محرک یا دباؤ کے باعث نہیں کیں بلکہ خالصتاً اپنے اہداف ومقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے کیں اور آئندہ بھی ان سے یہی توقع رکھنی چاہیے۔

۹......دینی مدارس میں تفسیر وحدیث، فقہ واصول فقہ اور عربی ادب کے مضامین اہمیت سے پڑھائے جاتے ہیں، اس سلسلہ میں

بہتری کے لیے اجمالی تجاویز درج ذیل ہیں:

(الف)......قرآن مجید اصل الاصول اور امت مسلمہ کا دستور العمل ہے، قرآن فہمی کا ذوق پیدا کرنے کے لیے اس کے ترجمہ وتفسیر پر خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ تفسیر جلالین اور بیضاوی شریف کی صرف زیارت کافی نہیں، طلبہ میں قرآن کریم کی سیرت سازی اور داعیانہ پہلو کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

(ب)......حدیث شریف کی تعلیم میں محض روایتِ حدیث اور بیان مذاہب کافی نہیں، بلکہ طلبہ میں ایسی صلاحیت کا پیدا کرنا ضروری ہے جس کے ذریعہ سے وہ حدیث شریف میں مذکورہ ہدایات وتعلیمات کا انطباق عصر حاضر کی ضروریات پر کرسکیں، اس کے لیے سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا مطالعہ ضروری ہے۔

(ج)......دینی مدارس میں فقہ یا اسلامی قانون بڑی اہمیت سے پڑھایا جاتا ہے، مگر یہ حقیقت ہے کہ حالات اور زمان ومکان کے ظروف بدل جانے سے بہت سے مسائل ایسے پیدا ہوگئے جن کا واضح حل فقہ کی قدیم کتب میں موجود نہیں، اس کے لیے طلبہ کو ائمہ مجتہدین کے طریق استنباط کے علاوہ عصری مسائل کے حل کے لیے قرآن وسنت سے رہنمائی کا طریقہ سکھانے کی ضرورت ہے۔

(د)......عربی ادب اور اس کے متعلقہ فنون مثلاً نحو وصرف اور علم بلاغت وغیرہ مدارس میں اہمیت کے ساتھ پڑھائے جاتے ہیں مگر انہیں پڑھ کر طلبہ میں تحریر یا تقریر کی وہ صلاحیتیں پیدا نہیں ہوتی جو قارئین یا سامعین کو عقلی و منطقی طور پر مطمئن کرسکیں۔ اس سلسلہ میں عربی کے قدیم اثاثے سے استفادہ کے علاوہ اردو زبان وادب کے صاف ستھرے لٹریچر کا مطالعہ ضروری ہے جو اساتذہ کرام کی نگرانی میں کرایا جائے۔ نیز فضلائے مدارس کو انگریزی پر کم از کم دسترس ضرور ہونی چاہیے کہ وہ عام انگریزی میں لکھی ہوئی کتاب بآسانی پڑھ سکیں اور اسے سمجھ کر اپنی زبان میں مطلب بیان کرسکیں۔

(ہ)......جدید سائنسی علوم خاص طور پر حیاتیات (بیالوجی)، طبیعیات (فزکس)، کیمیا (کیمسٹری) اور فلکیات کے بارے میں دینی مدارس کے طلبہ کا مطالعہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ مدارس دینیہ کے طلبہ کا ان سے بقدر ضرورت باخبر ہونا ضروری ہے۔ اس سے ایمان میں پختگی اور کائنات پر غور وفکر اور جستجو کی صلاحیتیں ابھرتی ہیں۔

احقر نے جن اُمور کی نشاندہی کی ہے، خوش آئند اَمر یہ ہے کہ ان کی اصلاح کے لیے پیش رفت شروع ہوچکی ہے: میٹرک تک انگریزی اور عصری مضامین کو شاملِ نصاب کردیا گیا ہے، اُمید ہے کہ یہ سلسلہ آگے بھی چلے گا۔ اسی طرح جدید علوم، مقارنۃ الادیان، تاریخ، بالخصوص تاریخ اسلام کی جانب بھی توجہ دی جارہی ہے اور متعدد نئی کتابیں شاملِ نصاب کی گئی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر درجِ بالا باتوں کی اصلاح کرلی جائے تو مدارسِ دینیہ کا نظام ونصابِ تعلیم ایک مثالی نظام کہلائے گا، جو دین اور دنیا کی تمام ضروریات کے لیے جامع ہوگا۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين

دینی مدارس کا بنیادی مقصد اور علوم عصریہ کی ضرورت کا احساس

حضرت مولانا محمد صدیق صاحبؒ
سابق شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

[نصاب کے سلسلے میں ہمارے اکابر میں دونوں طرح کی رائے رکھنے والے بزرگ پائے جاتے ہیں، ایک رائے ہے کہ بڑوں سے جو نصاب چلا آرہا ہے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جائے، انگریزی وغیرہ سے نصاب کو آلودہ نہ کیا جائے، زیر نظر مضمون، اسی رائے کی نمائندگی کرتا ہے، دوسری رائے ہے کہ زمانے کے حالات اور تقاضوں کے پیش نظر نصاب میں مناسب تبدیلیاں ہونی چاہئیں، اسی رائے پر وفاق المدارس کی اکثریت عمل پیرا ہے اور مناسب ترامیم وقتاً فوقتاً کی جاتی رہی ہیں۔ مرتب]

اکابر علماء دیوبند نے دینی مدارس کی بنیاد رکھی، جس کی بنیادی غرض ملک میں دینی عقائد، اعمال اور اخلاق کی حفاظت تھی، اسی لئے انہوں نے دینی مدارس میں انگریزی داخل نہیں کی۔ اس سے متعلق روایتاً جو باتیں اکابر سے بندہ کو پہنچی ہیں ان کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

(۱)......دار العلوم دیوبند میں انگریزی تعلیم داخل کرنے کا مشورہ ہوا، مہتمم مدرسہ کی رائے ہوئی کہ انگریزی داخل کر لی جائے، آخر فیصلہ ہوا کہ حضرت گنگوہیؒ سے دریافت کرلیا جائے، جب حضرت گنگوہیؒ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''ہم نے تو ''ٹھیٹھ ملاّ'' بنانے ہیں''۔

(۲)......حضرت تھانویؒ کے پاس وفد آیا کہ طلباء کو انگریزی پڑھائی جائے، تو انہوں نے فرمایا کہ تین صورتیں ہیں: (۱) انگریزی خوانوں کو دینی تعلیم دی جائے تو وہ اتنے دور جاچکے ہوتے ہیں کہ وہ دین پڑھنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے۔ (۲) دینی تعلیم کے ساتھ انگریزی کو بھی شامل کرلیا جائے تو نتیجہ اخص، ارذل کے تابع ہوتا ہے، اس لئے طلباء دیندار نہ رہیں گے۔ (۳) علماء کو انگریزی پڑھائی جائے، اس کے لئے مستقل ادارے کھولے جائیں جہاں علماء علومِ عصریہ پڑھیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ مشورہ دینے والے آج آتے ہیں۔ (یعنی پھر کبھی نہیں آئے)

(۳)......حضرت مدنیؒ انگریزی اور انگریز کی نوکری کو بھی پسند نہ کرتے تھے، تحصیل علم سے فراغت پر طلباء کو فرماتے: ''بھوکے مرجانا انگریز کی نوکری نہ کرنا''۔ چنانچہ جو لوگ مولوی فاضل، منشی فاضل کی ڈگری لے کر ملازمت کرنا چاہتے، عام طلبہ انہیں مولوی پاگل کہا کرتے تھے کہ بے یقین کے مولوی پاگل ہی ہوتا ہے۔

(۴)......مولانا محمد انور اوکاڑویؒ نے مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ سے نقل کیا کہ ماسٹر منظور احمد صاحب خلیفہ مجاز حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ تم دین پڑھاؤ میں انگریزی پڑھاؤں گا مل کر مدرسہ کھولتے ہیں، حضرت مولانا محمد عبداللہؒ نے فرمایا کہ

حضرت رائے پوریؒ سے دریافت کروں گا، جب حضرت سے دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا: ''دین اور دنیا جب ملتے ہیں تو دنیا غالب آجاتی ہے''۔

(۵)......حضرت مولانا الیاسؒ کو مشورہ دیا گیا کہ آپ نے دعوت کا کام شروع کیا ہے اپنے کسی بچے کو انگریزی پڑھالیں تو فرمایا: ''ان کو ادھر کیوں جھونکوں میں انگریزی خوانوں کو کیوں نہ تبلیغ پر لگادوں''۔

(۶)......شیخ اللہ رکھا سکنہ جلہ ارائیں جو کہ حضرت رائے پوریؒ کے مرید تھے، انہوں نے اپنے بیٹے کیلئے انگریزی پڑھانے کی اجازت چاہی تو حضرت نے منع فرمادیا۔

اکابر کا اپنے بچوں کے لئے انگریزی تعلیم کو ناپسند کرنا:......بندہ نے جن اکابر کے سامنے شعور حاصل کیا ان کا مزاج بچوں کو انگریزی تعلیم دلانے کا نہ تھا۔

(۱)......حضرت مفتی فقیر اللہ صاحب رائے پوریؒ نے کسی بچے کو انگریزی تعلیم نہیں دلائی، اسی طرح ان کے صاحبزادے مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ (شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال) نے کسی بچے کو انگریزی تعلیم نہیں دلوائی۔

(۲)......حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے کسی بچے کو اسکول کی تعلیم نہیں دلائی۔

(۳)......حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے کسی بچے کو اسکول کی تعلیم نہیں دلائی۔

(۴)......حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے کسی بچے کو اسکول کی تعلیم نہیں دلائی۔

(۵)......حضرت مولانا قاری رحیم بخشؒ نے کسی بچے کو اسکول کی تعلیم نہیں دلائی۔

(۶)......حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ فرماتے تھے کہ جو عالم دین اپنے بچے کے لئے دینی تعلیم پر انگریزی کو ترجیح دیتا ہے، اس کے مسلمان ہونے میں شک ہے۔

اکابر کی انگریزی سے متعلق تحریرات

(۱)......حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ

> ''جس وقت سرسید نے علی گڑھ کالج کی بنیاد ڈالی تو انہوں نے اپنے ایک معتمد خاص کو گنگوہ بھیجا، اس لئے کہ حضرت گنگوہیؒ سے ملاقات کر کے مولانا کو یہ پیغام پہنچائے کہ میں نے مسلمانوں کی فلاح اور بہبود و ترقی کے لئے ایک کالج کی بنیاد ڈالی ہے، کیونکہ دوسری قومیں ترقی کر کے بہت آگے پہنچ چکی ہیں، مگر مسلمان پستی کی طرف جارہے ہیں، اگر آپ حضرات نے اس میں میرا ہاتھ بٹایا تو میں بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا، جو حقیقت میں مسلمانوں کی کامیابی ہے، غرضیکہ وہ سفیر گنگوہ آئے اور حضرت مولانا کے پاس حاضر ہو کر سلام مسنون کے بعد سرسید کا پیغام عرض کیا، حضرت مولانا نے سرسید کا پیغام سن کر فرمایا کہ بھائی ہم تو آج تک مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ترقی کا زینہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی

میں سمجھتے تھے مگر آج معلوم ہوا کہ ان کی فلاح و بہبود اور ترقی کا زینہ اور بھی کوئی ہے، تو اس کے متعلق یہ ہے کہ میری ساری عمر قال اللہ تعالیٰ وقال الرسول میں گزری ہے اس لئے مجھے ان چیزوں سے زیادہ مناسبت نہیں اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ کا نام لیا کہ وہ ان باتوں میں مبصر ہیں ان سے ملو وہ جو فرمائیں گے اس میں ہم ان کی تقلید کریں گے، کیونکہ ہم تو مقلد ہیں، تو یہ صاحب حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے ملے اور سر سید کا پیغام دیا اور اس پر حضرت گنگوہیؒ سے جو گفتگو ہوئی تھی اور اس پر حضرت مولانا نے جو جواب دیا تھا سب حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو سنا دیا۔ حضرت مولانا نے سنتے ہی فی البدیہہ فرمایا: بات یہ ہے کہ کام کرنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ کہ نیت ان کی اچھی ہوتی ہے مگر عقل نہیں، دوسرے وہ کہ عقل تو ہے مگر نیت اچھی نہیں، تیسرے یہ کہ نہ نیت اچھی نہ عقل۔ سر سید کے متعلق ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ نیت اچھی نہیں مگر یہ ضرور کہیں گے عقل نہیں، اس لئے کہ جس زینہ سے مسلمانوں کو وہ معراج ترقی پر لے جانا چاہتے ہیں اور ان کی فلاح و بہبود کا سبب سمجھتے ہیں یہ ہی مسلمانوں کی پستی کا سبب اور تنزلی کا باعث ہوگا۔ اس پر ان مصاحب نے عرض کیا کہ جس چیز کی کمی کی شکایت سر سید نے کی ہے اسی کو پورا کرنے کے لئے تو آپ حضرات کو شرکت کی دعوت دی جارہی ہے تاکہ تکمیل ہو کر مقصود انجام کو پہنچ جائے۔ یہ ایسی بات تھی کہ سوائے عارف کے دوسرا جواب نہیں دے سکتا تھا۔ حضرت مولانا نے فی البدیہہ جواب فرمایا کہ سنت اللہ یہ ہے کہ جس چیز کی بنا ڈالی جاتی ہے، بانی کے خیالات کے آثار اس بناء میں ضرور ظاہر ہوں گے اور اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک تلخ درخت کی پود قائم کر کے ایک مٹکے میں شربت بھر کر اور ایک ولی کو وہاں بٹھلا کر ان سے عرض کیا جائے کہ اس شربت کو اس درخت کی جڑ میں سینچا کرو، سو جس وقت وہ درخت پھول پھل لائے گا سب تلخ ہوں گے۔ واقعی ہی عجیب بات فرمائی، میں نے اس تحریک کے زمانہ میں ایک موقعہ پر کہا تھا کہ جس کو تم اب پچاس برس کے بعد سمجھے ہو کہ علی گڑھ کالج کی وجہ سے انگریزیت اور دہریت اور نیچریت پھیلی ہے اور لوگوں کے دین اور ایمان برباد ہوئے اس کو ایک مبصر پچاس برس پہلے کہہ چکے تھے''۔

(ماخوذ از حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات ص ۴۹۱)

(۲)......حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ

''حضرت کے ایک عزیز ہیں جو واعظ ہیں انہوں نے اپنے لڑکوں کو انگریزی پڑھائی ہے۔ حضرت ان سے بہت ناراض ہیں، حضرت نے ان کو منع کر دیا ہے کہ میرے پاس خط نہ بھیجا

کرو۔ فرمایا کہ انہوں نے اس بات کو گوارا کرلیا انگریزی پڑھانا نہ چھڑایا۔ فرمایا کہ میں نے کہا شرم نہیں آتی وعظ کہتے ہو اور انگریزی اپنے بچوں کو پڑھاتے ہو؟ اگر مولوی نہ ہوتے تو اتنا ناگوار نہ ہوتا اب کیا منہ رہا، منبر پر بیٹھ کر دین کی ترغیب دینے کا، انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ لڑکے کم عقل ہیں اس لئے علم دین پڑھانے کے قابل نہ تھے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! اس صورت میں تو ان کو علم دین پڑھانا اور بھی ضروری تھا، کیونکہ اگر کم عقل نہ ہوتے تو ان کے بگڑنے کا اندیشہ نہ تھا، عقل ان کو برائیوں سے روکے رہتی اب جبکہ عقل بھی نہیں اور علم دین بھی نہ ہوگا تو کیا چیز ان کے پاس رہی جو شر اور فتنوں سے محفوظ رکھ سکے۔ یہی دو چیزیں ہیں جن کے ذریعہ سے آدمی برائیوں سے بچ سکتا ہے۔ اس کا ان سے کچھ جواب نہ بن سکا"۔

(ماخوذ از کمالات اشرفیہ ص ۴۸۹)

فائدہ:...... اس سے حضرت والا کا کمال فہم وتجربہ وفراست اور عزیزوں کے ساتھ اصلی محبت صاف ظاہر ہے۔

(۳)...... حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ

"فرمایا کہ جب مدرسہ کی ابتداء ہوئی تو بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اس میں انگریزی بھی ہونی چاہیے، میں نے مصالحِ مدرسہ کے خلاف ہونے کے سبب سے منع کیا تو بعض لوگوں نے اس پر کہا کہ جب معاش اس پر موقوف ہے تو کیا کریں؟...... وہ بولے کیوں صاحبو! اگر کوئی قانون ایسا ہو جاوے کہ نوکری جب ملے گی کہ نصرانی ہو تو کیا آپ کو یہ بھی گوارا ہوگا؟ تو سب لوگ سن کر چپ ہوگئے۔ (ماخوذ از کمالات اشرفیہ ص ۲۲۴)

فائدہ:...... کسی دینی مدرسہ میں انگریزی داخل کرکے دین ودنیا کا ملغوبہ بنانا تجربہ سے سخت مضر ثابت ہوا ہے، اس سے حضرت والا کا تجربہ فراست، انجام بینی، دور اندیشی اظہر من الشمس ہے۔

(۴)...... حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ

"ایک مرتبہ (ندوہ میں جہاں دین اور دنیا کی تعلیم کی پہلی بنیاد ڈالی گئی، یہ نظریہ بھی برا نہ تھا) حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا تھا کہ دین کی تعلیم کے ساتھ دنیا کی تعلیم بھی جاری کرادیجئے تو فرمایا کہ ناپاکی کے ساتھ کبھی پاکی جمع نہیں ہوتی۔ دین کے ساتھ دنیا کو اگر جوڑا جائے تو تجربہ یہ ہے کہ صرف دنیا ہی رہ جاتی ہے ہاں دین کی تعلیم الگ ہو پھر دنیا کی بعد میں ہو جائے، معاش کیلئے تو جائز ہے۔ چنانچہ ندوہ میں تعلیم کی بنیاد ڈالی گئی تو حضرت گنگوہیؒ کے پاس لوگ آئے، حضرت نے فرمایا کہ اصول ومقاصد تو ٹھیک ہیں لیکن دل کو نہیں لگتا کہ دین بھی پورا ہو جائے اور دنیا کی نہج بھی آجائے۔ یہ دل کو نہیں لگتا۔ لہٰذا میں اس

میں نہیں آسکتا۔آپ لوگ کریں میں اس کی مخالفت نہیں کرتا۔لیکن پھر لوگوں نے دیکھا کہ انگریزی تعلیم غالب آئی اور دین صرف ایک علم بن کر رہ گیا اور عمل سے کوئی واسطہ نہ رہا''۔

(ماخوذ از مجالس مفتی اعظم ص ۳۳۱)

(۵)......ندوۃ العلماء کے لوگ یعنی مولانا عبدالماجدؒ اور مولانا سلیمان وغیرہ تھانہ بھون آئے تو دیکھا کہ یہاں تو رنگ ہی اور ہے اور دین تو یہی ہے، چنانچہ بیعت کی اور پھر ندوہ کی اصلاح کی فکر ہوئی۔طے ہوا کہ کوئی عالم بلا کر اصلاح پر مامور کیا جائے، لوگوں نے میرے (مفتی محمد شفیع صاحبؒ) لئے تجویز کیا کہ ان کو ندوہ بھیج دیا جائے۔حضرت نے فرمایا کہ ندوہ کے لوگ یہ کہتے ہیں (وکالت اس کا نام ہے کہ اس کا پورا مطلب ظاہر کر دیا جائے اپنی طرف سے کوئی جملہ پسند یا ناپسند کا نہیں بڑھایا کہ جس سے مجھے آپ کی پسند یا ناپسند کا احساس ہو) میں نے عرض کیا کہ حضرت میں کیا عرض کروں میں تو اپنے اوپر شبہ کرتا ہوں کہ مجھے میں کوئی خامی ضرور ہے جو مجھ پر نظر پڑی اور ان کی اصلاح، یہ مجھ سے نہ ہوگا۔یہ تو خود بڑے بڑے چراغ ہیں مجھ پر ہی یہ لوگ غالب آجائیں گے۔اس پر فرمایا کہ اس سے بے فکر ہو جاؤ، حق کا ایک ذرہ بھی تمام ظلمت پر بھاری رہتا ہے۔مگر یہ میرا حکم نہ تھا اور تم نے مفید اور اچھا فیصلہ کیا۔جی میرا بھی یہ چاہتا تھا۔

(۶)......حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالی کا ملفوظ

فرمایا: ''انگریزی کوئی علم نہیں اس کو دین سے کیا تعلق۔بلکہ اس کو پڑھ کر تو اکثر دین سے بے تعلقی ہو جاتی ہے''۔(ماخوذ از کمالات اشرفیہ ص ۱۱۱ ج ۱۱)

(۷)......قاری محمد عبداللہ صاحب ملتانی (مہتمم جامعہ عبداللہ بن مسعود راولپنڈی) حضرت قاری رحیم بخشؒ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''میں جب حضرت سے ضبطِ قرآن سے فارغ ہونے والا تھا تو ایک روز مجھ سے دریافت فرمایا کہ فارغ ہونے کے بعد کیا کروگے؟ میں نے عرض کیا: اسکول پڑھوں گا، حضرت نے فرمایا: اسکول میں جانے کے بعد آدمی بگڑ جاتا ہے، باشرع نہیں رہتا اس لئے اسکول نہیں پڑھنا، ہم نے طاہر کو، عبداللہ کو، عبیداللہ کو کوئی اسکول پڑھایا ہے؟ وہ بھی روٹی کھا رہے ہیں نا؟ پھر فرمایا حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں اگر کوئی کہے کہ میں اسکول بھی پڑھوں گا اور باشرع بھی رہوں گا تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی اپنی انگلی آگ میں ڈالے اور کہے جلے گی نہیں۔وہ تو جلے گی اسی طرح جو اسکول پڑھے گا وہ بگڑے گا۔پھر حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا کہ میرا ایک ساتھی بہت اچھا قرآن پڑھتا تھا مجھے رشک آتا تھا لیکن اس نے اسکول کی تعلیم حاصل کی اور اب وہ پروفیسر ہے، داڑھی بھی چھوٹی چھوٹی رکھی ہوئی ہے، نماز کبھی پڑھ لی کبھی رہ گئی، یہ حال ہے، یہ اسکول کی تعلیم کی وجہ سے ہوا ہے لہٰذا اسکول نہیں پڑھنا۔(بحوالہ تذکرۃ الشیخین: صفحہ ۹۔۲۷۸)

ایک مباحثہ

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دورِ حکومت میں جامعہ خیر المدارس میں ایک وفد آیا، جس میں کچھ پروفیسر بھی تھے، انہوں نے پہلے مدرسہ کے حالات دریافت کئے، یعنی اساتذہ کی تعداد، طلبہ کی تعداد، رجسٹر حاضری، تنخواہوں کی ادائیگی اور سندات جو جاری کی جاتی ہیں ان کی اقسام وغیرہ۔ جب بندہ نے انہیں سندوں کی اقسام دکھائیں، مثلاً: سند الفراغ، سند القراۃ، سند حفظ قرآن، سند تعلیم النساء، تو ان میں سے ایک کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ یہ تو یونیورسٹی ہے۔ جب ان کو جامعہ کے نظام کے متعلق تسلی بخش جواب مل گئے، تو اب انہوں نے سوالات شروع کئے جن کو مع جوابات تحریر کیا جاتا ہے:

سوال:......کیا آپ دینی مدرسہ میں علوم عصریہ داخل کرنے کے حق میں ہیں؟

جواب:...... ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

سوال:......کیوں؟

جواب:......ہمارے مدارس میں جو حفاظتِ دین کی تحریک ہے، اس تعلیم سے وہ متاثر ہوتی ہے۔

سوال:......وہ کیسے؟ وہ کیسے؟؟؟!

جواب:......ہم نے قرآن کا سو فیصدی حافظ دینا ہے، حدیث و اسلامی فقہ کو محفوظ رکھنا ہے۔ اب اگر مدارس میں علوم عصریہ داخل کردئے جائیں تو یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک من بوجھ اٹھانے والے پر دو من بوجھ ڈال دیا جائے تو اس سے برداشت نہ ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مدارس کے نصاب میں کمی کردی جائے تو حفاظتِ دین کی تحریک متاثر ہوتی ہے۔ یہ تاریخ اور جغرافیہ نہیں کہ ۲۵ فیصدی نمبر لینے والے کو بھی ڈگری دیدی جائے، یہاں تو سو فیصدی حافظ بنانا ہے۔

سوال:......پھر ان کے معاش کا کیا فکر کریں گے؟

جواب:......قلم در کف دشمن است ۔ قلم دشمن کے ہاتھ میں ہے، یعنی انگریزی خواں کے ہاتھ میں، وہ ہمارے مدارس کے تعلیم یافتہ کو ناخواندہ قرار دیتا ہے۔ ہمارے مدارس کا فاضل، تاریخ پڑھا سکتا ہے، جغرافیہ پڑھا سکتا ہے، اردو پڑھا سکتا ہے، فارسی پڑھا سکتا ہے۔ کیا مدارس کا فارغ التحصیل پہلی کا قاعدہ الف آم اور ب بلی بھی نہیں پڑھا سکتا؟ ان کو خواندہ قرار دو، ان کے معاش کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

پھر میں نے سوال کیا: ہماری طرف ہزار میں سے ایک آتا ہے اور تمہاری طرف نو سو ننانوے ہیں۔ تمہیں ایک فی ہزار کی روٹی کی فکر ہے اور نو سو ننانوے کے دین کی کوئی فکر نہیں؟ تم ان کے دین کی فکر کرو، دین کو اسکول کالج میں داخل کرو، اُن کا دین بن جائے اور اِن کا معاش حل ہوجائے گا۔

معاش کے مسئلہ پر حضرت مولانا خیر محمد جالندہری نور اللہ مرقدہ کا ملفوظ

(۱)......ایک سرکاری وفد آپ کے پاس آیا کہ آپ یہ درخواست دے دیں کہ آپ کے مدرسہ کے فاضل کو مولوی فاضل کا درجہ دے دیا جائے، جب یہ درخواست منظور ہوجائے گی تو ملازمت بھی مل جائے گی تو فرمایا: ''اب کوئی دین سمجھ کر پڑھنے آجاتا

ہے، پھر تو یہ بھی نہ ہوگا"۔

(۲)......ایک دوسرا وفد آپ کے پاس آیا کہ جو آپ کے پاس تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کی معاش کا کیا فکر کرتے ہو؟ فرمایا:"ہم دین، فکرِ معاد کے لئے پڑھاتے ہیں، معاش خود حل کرے یا حکومت جو دعوے دار ہے، وہ حل کرے"۔

(۳)......ایک مقتدر ہستی نے مذاکرہ میں کہا کہ دینی مدارس میں انگریزی داخل کی جائے تو بندہ نے کہا کہ یہ نحوست کیوں داخل کرنی ہے؟ انہوں نے کہا: شرح تہذیب کی نحوست نہیں؟ تو میں نے عرض کیا کہ شرح تہذیب کی نحوست اکابر نے دور کردی، ہم سے انگریزی کی نحوست زائل نہ ہو سکے گی۔ دیوبند میں مدرسہ کی بنیاد خالص حفاظتِ دین کے لئے رکھی گئی کہ ہمارا قرآن محفوظ رہے اور ہمارا دین محفوظ رہے۔ انگریز کے دور سے پہلے دینی مدارس، علماءِ دین، دین کی تبلیغ کا فریضہ ادا کر رہے تھے، انگریز نے آکر دینی مدارس بند کردیئے اور علماء کے لئے جو اوقاف کی طرف سے عہدے تھے وہ ضبط کر لئے۔ بنگال، دہلی اور سندھ میں کثیر تعداد میں مدارسِ دینیہ بند کئے گئے اور جو بڑے مدارس تھے ان کا نصاب تبدیل کر دیا۔ اس میں انگریزی اور دوسرے علوم عصریہ داخل کر دیئے تا کہ مسلمانوں کا دین محفوظ نہ رہے۔ انگریز نے مسلمانوں سے حکومت لی تھی اور مسلمانوں نے مزاحمت بھی کی تھی اس لئے اس نے مسلمانوں کے دین کو ختم کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کیے۔

نمبر۱:......جو اوپر مذکور ہوا۔ نمبر۲:......ملک سے قرآن پاک کے نسخے خرید کر ضائع کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جس کو علماء نے حفظِ قرآن مجید کے ذریعہ ناکام کیا۔ نمبر۳:......عیسائی مبلغ بھیجے کہ لوگ عیسائی مذہب قبول کرلیں۔ علماء نے اس کے خلاف مناظرے کرکے ان کو ناکام کیا۔ نمبر۴:......عیسائی مشنری اسکول اور ہسپتال قائم کئے جن میں عیسائیت کی تبلیغ کی جائے۔ نمبر۵:......اس ملک میں دینی تعلیم فقہ حنفی میں تھی اس کے روکنے کے لئے فقہ حنفی پر اعتراض کرنے والے فرقے کی پشت پناہی کی گئی، جس کو علماء نے تحریر اور تقریر کے ذریعہ دفع کیا۔ نمبر۶:......اس ملک کے لوگ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور والہانہ عقیدت رکھتے تھے، اس لئے ایک جعلی نبی غلام احمد قادیانی کھڑا کیا اور حکومتی سطح پر اس کو اونچا کرنے کی کوشش کی تا کہ نئے نبی کو مان کر مسلمان مزاحمت ترک کر دیں۔ علمائے دیوبند نے ان کا پیچھا کیا اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت بنایا اور پانچ سو علماء کی بیعت کرائی۔

الحاصل، علماء دیوبند نے ہر محاذ پر انگریز کی سازشوں کو ناکام بنایا تا کہ اس ملک میں دین محفوظ رہے۔ بعد میں دار العلوم دیوبند کی شاخیں ایک ایک علاقہ میں قائم ہوئیں۔ انگریز نے جب دیکھا کہ یہ دیوبند والے رکاوٹ بنتے ہیں تو اس نے ایک ایسے فرقے کی سرپرستی کی جس نے علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے لگا کر عوام کو ان سے دور رکھنے کی کوشش کی۔

علماء دیوبند نے ہر چہار طرف سے سے آنے والے ان طوفانوں کا نہ صرف مقابلہ کیا، بلکہ عوام کے دین و ایمان پر پہرہ دینے کیلئے بے سروسامانی میں بھی چندہ مانگ مانگ کر مدارس کو باقی رکھا۔ جامعہ خیر المدارس میں پاکستان بننے سے پہلے طالب علموں کے لئے گھروں سے باری باری روٹی مانگ کر لائی جاتی تھے۔ میں خود دورانِ تعلیم چار سال تک روٹی مانگ کر لاتا رہا۔ تو دیوبند کے مدرسہ کی بنیاد حفاظتِ دین کے لئے تھی، دین کے خلاف چلنے والی ہر تحریک کا دیوبندیوں نے مقابلہ کیا، اس لئے دیوبند والوں پر طعن کرنا کہ انہوں نے علوم عصریہ سے ان بچوں کو دور رکھا، غلط ہے۔ دین مخالف تحریکوں کا مقابلہ اور مدارس کو باقی رکھنا کوئی

آسان کام نہیں، جامعہ خیر المدارس کی بنیاد رکھی گئی تو تین دن تک طلبہ بھوکے رہے، کسی نے آکر زکوٰۃ کا سو روپیہ دیا تو طلباء کیلئے کھانے کا انتظام کیا گیا، اسی طرح اساتذہ کیلئے تنخواہوں کا بھی کچھ انتظام نہیں تھا، اسی طرح کے حالات سے دار العلوم دیوبند بھی گذرا ہے۔ان حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ دیوبند کی تحریک حفاظتِ دین کیلئے تھی۔ جب ہم پڑھتے تھے تو لوگ سوال کرتے تھے کہ پڑھ کر کیا کروگے؟ کس لئے پڑھتے ہو؟ ہمارا جواب اساتذہ کا سکھلایا ہوا تھا کہ ہم دین کی حفاظت کے لئے پڑھتے ہیں، ایک وقت آجائے گا کہ دین کو نافذ کرنے والے بھی آجائیں گے۔

علومِ عصریہ کی اہمیت کا احساس

ہمارے بزرگوں کو بھی یہ احساس تھا کہ ایسے لوگ تیار کئے جائیں جن کے پاس علوم دینیہ بھی ہوں اور علوم عصریہ بھی، چنانچہ اس مقصد کے لئے متعدد نصاب ترتیب دیئے گئے، چنانچہ حضرت نانوتویؒ نے بچوں کے لئے اسکول سے پہلے پڑھایا جانے والا ایک مختصر نصاب ترتیب دیا تھا، حضرت تھانویؒ نے مولانا سید سلیمان ندویؒ کے نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے ایک ایسے ادارے کی تجویز دی تھی جس میں درس نظامی کے فضلاء کو علوم عصریہ پڑھائے جائیں۔ حضرت مدنیؒ نے بھی ایک نصاب ترتیب دیا تھا، حضرت شاہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے تھے کہ جدید فلسفہ کے ذریعہ اسلام پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں اس کے رد پر کوئی کتاب نصاب میں شامل ہونی چاہیئے، لیکن ان تمام تجویزات کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکا، اس لئے کہ دینی مدارس سے الگ اس طرح کے ادارہ قائم کرنے کے لئے وسائل کی کمی کا سامنا رہا، مدارس میں یہ چیزیں اس لئے شامل نہیں کی گئیں کہ درس نظامی کا نصاب خود اتنا مشکل ہے کہ اس کے ساتھ کسی اور نصاب کو ضم کرنا انتہائی دشوار ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے بڑوں کے سامنے ایسی مثالیں بھی تھیں کہ جن میں یہ تجربہ ناکام ہوا، چنانچہ ندوۃ العلما لکھنو، جامعہ ملیہ دہلی، جامعہ ربانیہ ملتان اور جامعہ عباسیہ بہاولپور جیسے اداروں کی بنیاد اسی لئے تھی کہ ان میں علوم دینیہ اور عصریہ ساتھ ساتھ پڑھائے جائیں گے، مگر رفتہ رفتہ ان اداروں میں عصری علوم ہی غالب آگئے، اور دینی تعلیم تقریباً ناپید ہوگئی۔ چنانچہ جامعہ عباسیہ بہاولپور کی مثال ہمارے سامنے ہے، جس میں مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا عبد الخالقؒ، علامہ غلام محمد گھوٹویؒ اور علامہ شمس الحق افغانیؒ جیسے حضرات پڑھاتے رہے، مگر آخر میں عصری علوم ہی اس پر غالب آئے۔

اب حالات پلٹا کھاچکے ہیں، مدارس اب ریاستوں میں تبدیل ہوچکے ہیں، وسائل کی فراوانی ہے، اس لئے مطلوبہ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اس ناکارہ کے ذہن میں کچھ تجاویز ہیں جو میں عرض کرتا ہوں:

(۱)......درسِ نظامی میں علوم عصریہ کو داخل نہ کیا جائے، البتہ عقائد کے جدید مسائل پر ایک کتاب لکھ کر نصاب میں اضافہ کردیا جائے، اس کے لئے جید علماء کی خدمات لی جائیں۔

(۲)......مدارس عصریہ، دینی مدارس سے الگ قائم کئے جائیں، جن میں حکومت کا منظور شدہ نصاب پڑھایا جائے، مگر ساتھ میں اتنا دین بھی شامل کیا جائے جس سے طالب علم قرآن کا اور ضروری مسائل کا علم حاصل کرلے، ایک حدیث کی کتاب پڑھادی جائے اور تقابل ادیان سے باطل فرقوں کے رد کے قابل بنایا جائے۔ ان عصری اداروں میں عصری علوم پڑھانے کے لئے دین دار اور صحیح عقیدہ والے اساتذہ مقرر کیے جائیں۔ ان اداروں کو بڑے جامعات اپنی شاخ کے طور پر

بھی بنا سکتے ہیں، مگر تعلیم کا معیار ایسا ہو کہ ہمارے ہاں علومِ عصریہ پڑھے ہوئے طلبہ کسی بھی طرح معیاری سمجھے جانے والے اداروں کے طلبہ سے استعداد میں کم نہ ہوں۔

۲.....وفاق المدارس ایسا نظام وضع کرے کہ جس کے تحت تمام مدارس میں نہیں بلکہ منتخب مدارس میں علومِ عصریہ کے شعبے کھولے جائیں، اور اس سلسلہ میں مدارس کی حدود متعین کی جائیں کہ کون کتنا پڑھا سکتا ہے۔

۳.....علوم عصریہ میں بھی بعض جامعات کیلئے تخصص کے درجات قائم کئے جائیں، جہاں پر چھوٹے جامعات سے بچے پڑھ کر آئیں، پھر ان کو جس فن سے مناسبت ہو، اُس کا ماہر بنا کر میدانِ عمل میں بھیجا جائے۔ وکالت، قضا، تعلیم، اقتصادیات، معاشیات، اور معقولات وفلسفہ اور تقابل ادیان کے شعبہ جات قائم کئے جائیں۔

خلاصہ یہ کہ دینی مدارس کو علوم عصریہ سے خلط کر کے تباہ نہ کیا جائے، بلکہ علومِ عصری والوں کو دین میں داخل کر کے انہیں دیندار بنانے کی کوشش کی جائے۔ آج کل وہ دینی مدارس جن کے پاس وافر بجٹ ہے وہ پہل کریں، اور مدارس سے ہٹ کر ایسے شعبے قائم کریں جن میں علومِ عصریہ کا معیاری انتظام ہو۔ بندہ نے جامعہ خیر المدارس کے مہتمم جو کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ بھی ہیں، ان کو یہی مشورہ دیا تھا کہ اس کے لئے مستقل ادارے کھولے جائیں، چنانچہ ادارہ خیر المعارف ملتان اور جامعۃ الخیر لاہور کی بنیاد انہی اصولوں پر رکھی گئی ہے، آگے ترقی دینا اصحاب علم وفضل اور اہلِ ثروت لوگوں کا کام ہے۔

الحاصل:......دینی اداروں کو عصری نہ بنایا جائے بلکہ عصری مدارس کو دین کی تعلیم مہیا کی جائے جو ادارے اخلاص ومحنت کے ساتھ درس نظامی پر محنت کرنا چاہتے ہیں ان کو دینی تعلیمات کے لئے ہی خاص رکھا جائے اور جو ادارے اور لوگ روشن خیال ہیں اور وہ درس نظامی کی اہمیت اور افادیت کے قائل نہیں ان کو الگ دینی تعلیم دی جائے۔ ممکن ہے میری گذارشات کو پذیرائی دے کر کوئی انقلابی قدم اٹھایا جائے۔

درس نظامی کی افادیت وجامعیت

درس نظامی کی افادیت کے متعلق حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا ایک ملفوظ آخر میں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

> ”جہاں تک (دینی) نصاب کا تعلق ہے، وہ درس نظامی سے بہتر دوسرا نہیں ہے۔ سو برس سے اس کا تجربہ کیا جا رہا ہے اور اِسی سے اِس سو سال میں بڑے بڑے معیاری اور مثالی علماء وفضلاء تیار ہو کر قوم کے لئے فائدہ رساں ثابت ہو چکے ہیں۔ کسی ملک اور خطہ کی خاص ضروریات یا وقت کے تقاضوں سے اگر جزوی ترمیم ہو تو مضائقہ نہیں، لیکن نوعی طور پر اس کی تبدیلی مفید نہ ہوگی۔ یہ جزوی ترمیمات مختلف مدارس کے مختلف نصابوں کو سامنے رکھ کر بآسانی کی جاسکتی ہیں، پھر بھی نصاب کی عمدگی کافی نہیں ہے۔ جب تک کہ مربی اساتذہ صحیح نہ ہوں، اس لئے نصاب سے زیادہ انتخاب استاد پر ہمت صرف کئے جانے کی ضرورت ہے، نصاب اور استاذ صحیح ہو جانے پر بقیہ نظامہائے عمل خود بخود اپنی اپنی جگہ درست ہو سکتے ہیں“۔

دینی مدارس اور جدید علوم — چند احتیاط طلب پہلو

ابن الحسن عباسی

برصغیر میں دینی مدارس کا جو تاریخی پس منظر ہے، اس کو جاننے کے بعد اس حقیقت میں دو رائے نہیں ہوسکتیں کہ یہ مدارس اسلامی علوم کی حفاظت کے لئے دفاعی مورچوں کے طور پر وجود میں آئے تھے، فرنگیوں کے جابرانہ تسلط کے بعد اللہ تعالیٰ نے چند بندوں کے دل میں دیوبند نامی بستی میں مدرسہ کی بنیاد رکھنے کی بات ڈالی اور آگے چل کر وہ مدرسہ "دارالعلوم دیوبند" کے نام سے حق وصداقت، دعوت وعزیمت اور تعلیم وتربیت کا ایک ایسا لازوال حوالہ بن گیا کہ اس کی نہج پر پورے برصغیر میں "مدارس" کا ایک جال بچھتا چلا گیا، دینی مدارس کی یہ شکل عالم اسلام اور دنیا کے دوسرے کسی خطے میں موجود نہیں۔

ان مدارس کا سب سے اہم اور بڑا مقصد اسلامی علوم کی حفاظت رہا ہے اور عام مسلمانوں نے اسی مقصد کے پیش نظر علماء اور مدارس پر ہمیشہ اعتماد کر کے ان کے ساتھ ہر طرح تعاون کیا ہے اور اس طرح کیا کہ بیرونی اور اندرونی قوتوں کے دباؤ ڈالنے، ڈرانے، دھمکانے کے باوجود ان کا یہ تعاون نہ صرف یہ کہ جاری رہا بلکہ اس میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا رہا ہے حالانکہ مدارس کے خلاف مسلسل پروپیگنڈہ میں کبھی کمی نہیں ہوئی، مختلف ادوار میں عوام کے اندر مقبول پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کے اخبارات اور چینل اس مقصد کے لئے خریدے جاتے رہے، "مدارس اور اس کے ملاؤں" کو پسماندہ تہذیب کا نشان اور علم بردار قرار دیا گیا اور یہ بات لوگوں کے ذہنوں میں انڈیلنے کی کوشش کی گئی کہ ترقی کی راہ کا سنگ گراں یہی "ملا" ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس تمام تر منفی پروپیگنڈے کے باوجود لوگ جوق در جوق مدارس کا رخ کر رہے ہیں اور "ملا" کو پسماندہ تہذیب کا نشان باور کرانے کے باوجود عام مسلمان اسے اپنے دین وتہذیب کا محافظ اور محسن سمجھتا ہے۔

دینی مدارس کا اصل اور اساسی مقصد چونکہ اسلامی علوم کا تحفظ رہا ہے، اس لئے عصری علوم کی طرف یہاں توجہ کم اور ضمناً رہی ہے، یہ مدارس، ایسے رجال کار پیدا کرنے کے لئے بنتے رہے ہیں جو قوم اور نئی نسل کو اسلام کی ابتدائی تعلیم سے لے کر اعلیٰ تعلیم تک تمام مراحل طے کرائیں، جن میں قرآن پڑھانا، نماز سکھانا اور دین کی بنیادی باتیں بتلانا بھی شامل ہے اور قرآن وحدیث اور ان کے متعلقہ علوم سے براہ راست استفادے کی اعلیٰ صلاحیت پیدا کرنا بھی داخل ہے۔

یہ مدارس اپنے اس اساسی مقصد میں کامیاب رہے ہیں اور دین کی ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے رجال کار کی فراہمی کے حوالے سے کبھی بانجھ نہیں ہوئے۔ آج اگر ہمیں بڑی آسانی کے ساتھ قرآن پڑھنے اور پڑھانے کے لئے جید حافظ وقاری، منبر ومحراب کے لئے امام وخطیب، درس وتدریس کے لئے مدرس ومعلم اور فقہی مسائل کے حل کے لئے مفتی مل جاتا ہے تو یہ ان مدارس

کے فعال کردار اور اپنے اساسی مقصد میں کامیابی کا ہی نتیجہ بلکہ کرشمہ ہے اور کوئی بھی ذی شعور شخص اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا۔

اعتراض یا شکایت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ان مدارس کو اپنے مخصوص ہدف کے پس منظر میں دیکھنے کی بجائے وسیع تناظر میں دیکھا جائے اور دیکھنے کا یہ تناظر جس قدر وسیع ہوتا ہے اسی قدر اعتراضات کا دائرہ بھی وسیع ہوتا چلا جاتا ہے، مثلاً ہمارے صدر پرویز مشرف صاحب اور ان کے ہم خیال طبقہ مدارس کو ایک اسلامی ریاست کے مکمل نظام تعلیم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو انہیں شکایت پیدا ہوتی ہے کہ یہاں سے جغرافیے کا البیرونی، طب کا ابن سینا، کیمیا کا جابر بن حیان، الجبرا کا خوارزمی کیوں نہیں نکل رہے ہیں۔ ان کی یہ بات درست ہے کہ ایک تعلیم گاہ سے تمام شعبوں کے ماہرین نکلنے چاہئیں لیکن وہ یہ حقیقت بھول جاتے ہیں کہ یہ مدارس دفاعی شکل میں اسلامی علوم کے محافظ کے طور پر کام کر رہے ہیں اور وہ رجال کار ریاست کے ایک مکمل نظام تعلیم سے پیدا ہوتے ہیں، اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب ایک اسلامی فلاحی مملکت کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے والا نصاب تعلیم مرتب کیا جائے اور پورے ملک میں یکساں نظام تعلیم کے تحت اسے اس طرح نافذ کیا جائے کہ امیر و غریب اور شاہ و گدا غرضیکہ پوری قوم کی نئی نسل بغیر کسی طبقاتی امتیاز کے اسی ایک نصاب کو پڑھ کر گریجویشن تک پہنچے، اور آگے مختلف شعبوں اور علوم کے ماہرین پیدا کرے، لیکن یہاں تو عالم یہ ہے کہ ایک ہی گلی کے اندر چار اسکول ہیں اور چاروں کا نصاب تعلیم اور معیار الگ ہے، طبقہ اشرافیہ کی تعلیم گاہیں خالص فرنگیانہ فضا میں یوں ڈھلی ہوئی ہیں کہ ان کا نصاب، نظام اور اساتذہ تک درآمد شدہ ہوتے ہیں، اس فاسد اور بکھرے ہوئے نظام تعلیم کے بالمقابل "دینی مدارس" اسلامی علوم کے محافظ کے طور پر کام کر رہے ہیں اور اس میں وہ بجا طور پر کامیاب ہیں ملک وملت کے وسیع مفاد کے تناظر میں اگر اصلاح کا کام شروع کرنا ہے تو وہ تب ہی ہوسکے گا جب رائج نظام تعلیم کا سارا ڈھانچہ تبدیل کیا جائے اور نئے سرے سے بنیادیں رکھی جائیں۔

یہ قومی اور ملک گیر سطح پر حکومت اور ریاست کے کرنے کا کام تھا جو آج تک نہیں ہوسکا، ہاں بعض جزوی کوششیں ضرور کی گئی ہیں لیکن وہ ناکام ہوئی ہیں، پاکستان میں دو بڑی کوششیں ہوئیں ایک جامعہ عباسیہ، بہاولپور کی شکل میں جسے ریاستی وسائل کی مکمل سرپرستی حاصل تھی لیکن آج دوسری یونیورسٹیوں کی طرح وہ بھی ایک عام اور غیر فعال یونیورسٹی ہے اور اسلامی علوم کے ماہرین پیدا کرنے کے حوالے سے اس کا کردار صفر رہا ہے، دوسری کوشش "ماڈل مدارس" کی صورت میں ہوئی، ماڈل مدارس کی تجویز جناب محمود احمد غازی صاحب نے چند سال پہلے پیش کی تھی لیکن اسے بھی پذیرائی نہیں ملی یہ اور بات ہے کہ سابقہ کسی کوشش اور تجربہ کے ناکام ہونے سے یہ نتیجہ اخذ کرنا دانش مندی نہیں کہلائے گا کہ آئندہ بھی اس طرح کی کوئی سعی کامیاب نہیں ہوسکتی، ہوسکتی ہے اور ضرور ہوسکتی ہے کہ امکانات کی دنیا بڑی وسیع ہے۔

دینی مدارس میں عصری علوم (ریاضی، سائنس، انگلش وغیرہ) مڈل یا میٹرک کی حد تک داخل نصاب ہیں لیکن انہیں یہاں وہ توجہ حاصل نہیں جو عصری تعلیمی اداروں میں ان مضامین کو حاصل ہے۔ بعض مدارس کے صاحب درد علماء اور منتظمین کی تمنا ہے کہ مدارس سے ایسے علماء پیدا ہوں جو قدیم اور جدید دونوں علوم میں ماہر ہوں اور اسی حوالے سے قومی زبان اردو کے علاوہ ان کو بین الاقوامی زبانوں خاص کر انگلش اور عربی پر بھی عبور حاصل ہو، تا کہ وہ مؤثر طریقے سے جدید دنیا میں دین اسلام کی دعوت وتبلیغ کا

فریضہ انجام دے سکیں اس مقصد کے لئے کئی مدارس میں پیش رفت ہورہی ہے لیکن مشہور ہے "زبان اپنے ساتھ کلچر لاتی ہے" انگریزی زبان وتعلیم کے بارے میں شروع ہی سے علماء کی ایک جماعت کو تحفظات رہے ہیں، اور انہیں یہ ناخوشگوار تجربہ ہوا ہے کہ اس سے وابستگی عموماً اسلامی تشخص کو ختم کر دیتی ہے یا اس کے بارے میں انسان کو احساس کمتری میں مبتلا کر دیتی ہے، مولانا سید سلیمان ندوی صاحب نے برسوں پہلے "معارف" کے کسی شمارے میں لکھا تھا:

"انگریزی خواں علماء کی ضرورت جیسی روز بروز بڑھ رہی ہے، وہ تو معلوم ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ علماء انگریزی خواں ہونے کے بعد عالم نہیں رہتے"۔

اس لئے دینی مدارس کو جدید وقدیم دونوں میں ماہرین پیدا کرنے کے لئے نصاب اور نظام تعلیم کو مرتب کرتے ہوئے درج ذیل باتوں کا بڑا خیال رکھنا چاہیے:

برصغیر میں رائج مغرب کے جدید نظام تعلیم کا سب سے مہلک اور خطرناک اثر یہ ہوتا ہے کہ مسلمان اپنے تہذیبی ورثے سے متعلق احساس کمتری اور مرعوبیت کا شکار ہوجاتا ہے اور لاشعوری طور پر مغربی کلچر اور تہذیب کی برتری کا احساس اس کے دل ودماغ پر چھا جاتا ہے، ہمارے نزدیک اس وقت ایک مسلمان کے لئے جدید تعلیم کی یہ سب سے بڑی آزمائش ہے، مغرب کی مادی ترقی سے کون انکار کرسکتا ہے اور اس کی ترقی کے بے ضرر اصولوں کو اختیار کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں لیکن جدید مادی تعلیم سے وابستہ ہونے کے بعد مغرب کی تہذیب، مغرب کی زبان، مغرب کی آزادی کے سامنے مسلمان مرعوب ہی نہیں، مفلوج ہوکر رہ جاتے ہیں، ان تعلیم گاہوں میں جانے کے بعد شکست کا یہ وہ وار ہے جس سے بہت کم لوگ بچتے ہیں، مدارس سے وابستہ بہت سارے لوگ بھی اس زد میں آجاتے ہیں، وہ جدید تقاضوں کی اہمیت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سننے والا ایمان کی ابدی صداقتوں، اسلامی تہذیب کی شاندار روایات اور مسلمانوں کی درخشاں تاریخ کے بارے میں شعور کمتری کا شکار ہوجاتا ہے۔

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان بچوں کو جدید تعلیم، یقین کامل اور ایمان اور اسلام سے متعلق مکمل احساسِ برتری کی فضا میں دی جائے، ان کے چھوٹے ذہنوں اور صاف دلوں میں یہ حقیقت نقش کی جائے کہ ایمان سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں، ایمان اور اس کے مطابق اعمال صالحہ ہی پر انسانی زندگی کی نجات کا مدار ہے، اور یہی اس کائنات کی سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑی سچائی ہے، یہ سائنس، یہ ٹیکنالوجی، یہ کمپیوٹر، یہ جغرافیہ، یہ زبانیں اور یہ فنون مادی ترقی کے لئے بہت کچھ ہونے کے باوجود، اخروی نجات کی نسبت سے کچھ بھی نہیں، ایمان کا یہ سبق انہیں اس طرح یاد کرایا جائے کہ وہ کارگاہ حیات میں اس پر کسی سمجھوتے یا سودے بازی کے لئے تیار ہوں نہ ہی اس سلسلے میں کسی طرح کی مرعوبیت کا شکار ہوں، وہ زندگی کے جس میدان میں جائیں لیکن انہیں اپنے ایمان پر بجا طور پر فخر ہو اور ایمان سے محروم قوموں کو قابل رحم سمجھتا ہو، اگر چہ وہ مادی ترقی کے نقطۂ عروج تک کیوں نہ پہنچی ہوں۔

عصری جدید تعلیم سے وابستگی، بسا اوقات اسلام کی ابدی صداقتوں اور اسلام کے طرز زندگی سے متعلق، انسان کے عقیدے کو متاثر کر دیتی ہے، اخلاص وللّٰہیت، ایثار وہمدردی، امانت ودیانت، احتیاط وتقویٰ اس طرح کی بے شمار دائمی صداقتیں ہیں جو اسلام میں فوقیت وفضیلت کا واحد معیار ہیں لیکن جدید تعلیم کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دل میں ان کی اہمیت کم ہوجاتی ہے اور مادی

ترقی کے اوصاف واسباب کامیابی کا معیار ٹھہرتے ہیں۔ اس لیے اس پہلو پر بھی نظر رہے کہ خیر اور شر اور اعلیٰ وادنی کا جو معیار اور پیمانہ شریعت نے مقرر کیا ہے اس تعلیم سے اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا اثر نہ آنے پائے۔

ہمارے اکابر نے اس خطے میں اسلام کے لئے جو قربانیاں دی ہیں اور جس نہج پر کام کیا ہے، وہ محتاج تعارف نہیں، لیکن دینی مدارس سے وابستہ بعض افراد جب جدید تعلیم سے آراستہ ہوتے ہیں تو ان کے انداز سے اکابر اور بزرگوں کے کام کی توقیر کی بجائے.... اس کی تحقیر کی بو محسوس ہوتی ہے اور اکابر کے مرتب کردہ نصاب اور عام مدارس کے نظام کو وہ اہانت آمیز نگاہ سے دیکھتے ہیں یا اس کو بے فائدہ سمجھتے ہیں، ان مدارس کو طوطا چشمی اور زمانہ کے حالات اور تقاضوں سے بے خبری کا گھسا پٹا طعنہ وہ بھی دینے لگتے ہیں۔ قدیم وجدید علوم کے ماہرین پیدا کرنا بے شک وقت کی بڑی ضرورت ہے لیکن اس ضرورت کو پورا کرتے ہوئے اگر ان بزرگوں، ان علماء اور ان مدارس کی حقارت دل میں بیٹھنے لگے جن کے دم سے ظلمت کدۂ ہند میں اسلام کا چراغ روشن رہا تو یہ بڑے گھاٹے کا سودا ہے۔

یہ حقیقت نگاہ سے کبھی اوجھل نہیں رہنی چاہیے کہ دنیا کے ترقی یافتہ ملک کی کسی یونیورسٹی میں اسلام کے موضوع پر لیکچر دینا، مستشرقین کے شبہات کے جوابات دینا یا جدید تعلیم یافتہ طبقے کے ذہنوں کو ان کے اسلوب اور زبان میں مطمئن کرنا ایک اہم کام اور دینی خدمت ہے، ٹھیک اسی طرح کسی دیہات میں بیٹھ کر مسلمان بچوں کو قرآن اور دین کی بنیادی باتیں سکھانا بھی اہم ہے، ایک اسلامی اسکالر، پروفیسر، مقالہ نگار کی اہمیت اپنی جگہ ہزار درجہ تسلیم! لیکن اس سے دولت کی فراوانی اور بسا اوقات زندگی کی بنیادی سہولتوں سے محروم اس بندۂ خدا کی اہمیت کیونکر کم کی جاسکتی ہے جو موسم کی گرمی اور نرمی کی پروا کیے بغیر، پانچ وقت، مسجد کے میناروں سے اللہ کی کبریائی کی صدائیں بلند کر کے کائنات کی ہستی کو لرزا دیتا ہے۔ اگر کسی ادارہ کا مقصد، پہلی قسم کی خدمت کے لئے لوگوں کو تیار کرنا ہے تو اس کی افادیت، اسی وقت تک رہے گی جب تک وہ دوسری قسم کی خدمت کے لئے افراد تیار کرنے والے اداروں کے کام کو بھی اہمیت کی نگاہ سے دیکھے۔

دو تین سال قبل ایک عالم دین تشریف لائے تھے، وہ ایک جدید نصاب کا تجربہ کر رہے ہیں، ان کا ہدف یہ ہے کہ عربی زبان پر مکمل قادر، اسلامی علوم میں ممتاز صلاحیت کے حامل افراد تیار کیے جائیں، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب اور دیگر اساتذہ کے سامنے انہوں نے اپنے نصاب کے امتیازات بیان کیے اور کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اچھی اور اعلیٰ استعداد کے ممتاز علماء تیار ہوں، حضرت شیخ نے جواب میں فرمایا:

> ''ممتاز اور اچھی استعداد کے حامل علماء کی تیاری اس وقت، امت مسلمہ کی ضرورت ہے اور کچھ ادارے، یہ ذمہ داری سنبھال لیں تو اچھی بات ہے لیکن ہمارے معاشرے کو نچلی سطح اور کم استعداد والے افراد بھی چاہیے، معاشرے کو جہاں زمانے کے حالات سے باخبر ایک فقیہ کی ضرورت ہے، وہاں بچوں کو قرآن سکھانے والے قاری، مسجد میں اذان دینے والے موذن اور دیہاتوں اور گوٹھوں میں نماز پڑھانے والے امام کی بھی ضرورت ہے، معاشرے کی یہ دینی ضرورتیں صرف ممتاز افراد سے پوری نہیں ہوسکتی اور ایک مکمل فیض رساں ادارہ وہی ہوسکتا ہے

جس سے معاشرے کی تمام دینی ضرورتوں کے لیے افراد تیار ہوں"۔

اس سلسلے میں چوتھی گزارش یہ ہے کہ جدید عصری تعلیم کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کرنے میں مبالغہ آرائی سے کام نہ لیا جائے، اسے بچوں اور طلبہ پر اس طرح مسلط نہ کیا جائے کہ محسوس ہو کہ دنیا اور آخرت کی کامیابی اس کے بغیر ممکن نہیں اور اس میں مہارت ہی دونوں جہان کی سعادت کی علامت ہے۔ ایک عالم دین کے لیے اس کی جس قدر اہمیت ہے، اسی قدر وہ بتلائی جائے، اس کی اہمیت میں مبالغہ آرائی سے بچوں کا ذہن مرعوبیت کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔

آخری گذارش یہ ہے کہ دینی مدارس میں جدید تعلیم کی طرف پیش رفت کرتے ہوئے مدارس کا اصل ہدف اور مقصد نظروں سے اوجھل نہیں رہنا چاہیے، جیسا کہ لکھا گیا کہ مدرسہ کا اصل مقصد اسلامی علوم کی حفاظت ہے، جدید فنون کو داخل کرتے ہوئے اگر اسلام کے علوم آلیہ اور علوم عالیہ کی طرف سے توجہ ہٹتی ہے یا اس میں استعداد کمزور رہتی ہے اور فکر و نظر پر جدید فنون (سائنس، ریاضی، انگریزی اور کمپیوٹر وغیرہ) کا غلبہ اور رجحان رہتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مدرسہ اپنے اصل مقصد سے ہٹ گیا ہے اور صرف یہی کہا جاسکے گا کہ۔

ایں رہ کہ تو می روی بتر کستان است

ہماری ان گذارشات کا حاصل یہ ہے کہ بلاشبہ دینی مدارس میں جدید عصری علوم اور موضوعات کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں پیش رفت بھی ہو رہی ہے لیکن اس پیش رفت میں ذکر کردہ پانچ باتوں کا خیال رکھا جائے:

اول.... یہ کہ طلبہ کے دل و دماغ کو مرعوبیت سے محفوظ رکھنے کا اہتمام ہو۔

دوم.... اسلام کی دائمی حقیقتوں سے متعلق فکر و نظر میں تبدیلی نہ آنے پائے۔

سوم.... اکابر اور اسلاف کے کام اور طریقے کی عظمت اور اہمیت برقرار رہے۔

چہارم.... جدیدیت میں یہ دلچسپی بقدر ضرورت رکھی جائے اور

پنجم.... مدرسہ کی محنتوں کا اصل مقصد اور ہدف نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے..... تب تو یہ پیش رفت مفید اور بار آور بنے گی اور امت کے سامنے اس کے اچھے ثمرات آئیں گے، بصورت دیگر یہ ناکام تجربات کی فہرست طویل کرنے کا ذریعہ بنے گی۔

تعلیم کی بہتری کے لیے سفارشات

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان

صدر وفاق المدارس العربیہ

[وزارت تعلیم حکومت پاکستان کی جانب سے دینی مدارس کے پانچوں وفاق کے درج ذیل اراکین کے نام ایک دعوت نامہ بھیجا گیا: (۱)...... مولانا سلیم اللہ خان، صدر وفاق المدارس (دیوبندی) جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی نمبر۴، کراچی نمبر۲۵ (۲)...... مفتی عبدالقیوم ہزاروی، ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (بریلوی) جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ، لاھور (۳)...... سید حبیب الرحمٰن بخاری، رئیس العام وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان، رئیس الجامعہ السّلفیہ ایچ۔۸۔اسلام آباد (۴)...... مولانا محمد حسین اکبر، مدرس جامعہ المنتظر، ماڈل ٹاؤن، لاہور (۵)...... مولانا عبدالمالک، (شیخ الحدیث مرکز علوم اسلامیہ منصورہ) ناظم اعلیٰ رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان، ملتان روڈ، لاہور...... اس کے جواب میں حضرت صدر وفاق المدارس العربیہ نے سفارشات مرتب کر کے پیش کیں، وزارت تعلیم کا خط اور حضرت صدر وفاق کی سفارشات نذرِ قارئین ہیں۔مرتب]

نمبر فائل ۲۔۲/۹۰۔آئی ای۔۱۱۱

حکومت پاکستان

وزارت تعلیم

اسلام آباد ۲۴۔اپریل ۱۹۹۱ء

منجانب۔ محمد حنیف

اسسٹنٹ ایجوکیشنل ایڈوائزر (آئی ای)

عنوان: دینی مدارس بورڈ کا قیام

السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

بحوالہ گذشتہ مراسلہ اور تار / خط محولہ نمبر مورخہ علی الترتیب ۱۱ فروری اور ۱۴۔اپریل ۱۹۹۱ء بعنوان بالا حسب ہدایت گزارش ہے کہ درج بالا پانچ عدد نمائندوں کا اجلاس زیر صدارت جناب سیکٹری تعلیم اب ۲۲ اپریل ۱۹۹۱ء کی بجائے ۲۲ مئی ۱۹۹۱ء بوقت صبح 9:30 بجے وزارت تعلیم سیکٹر ایچ۔۹۔اسلام آباد میں منعقد ہو رہا ہے۔جس میں پانچوں وفاق / تنظیم / رابطہ

المدارس کی طرف سے متفقہ طور پر تیار شدہ مجوزہ ایکٹ دینی مدارس بورڈ کے مسودہ کو حتمی شکل دی جائے گی (گزشتہ اجلاس کی روئیداد کی کاپی پہلے ہی ارسال کی گئی ہے)۔

دینی مدارس میں آپ کی قابل قدر خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کو اس اجلاس میں شرکت کی دعوت دی جا رہی ہے۔ براہ کرم مراسلہ محولہ بالا مورخہ ۱۱۔فروری ۱۹۹۱ء بعنوان بالا میں لکھی ہوئی ہدایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مذکورہ اجلاس میں شرکت فرمایئے نیز یہ بھی گذارش ہے کہ اپنی آمد سے دس دن پہلے یعنی ۱۲۔مئی ۱۹۹۱ء تک آپ پانچوں نمائندوں علماء کی طرف سے متفقہ طور پر تیار کردہ مجوزہ ایکٹ دینی مدارس بورڈ کا مسودہ مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کیجئے تا کہ مذکورہ اجلاس میں اسے حتمی شکل دی جا سکے۔

براہ کرم اپنی آمد کے بارے میں بذریعہ خط/ٹیلیفون/تار درج ذیل پتہ پر مطلع کیجئے۔

آپ کا مخلص

(محمد حنیف)

اسسٹنٹ ایجوکیشنل ایڈوائزر (آئی ای)

کریکلم ونگ، وزارت تعلیم ایچ۔۹ اسلام آباد

فون نمبر ۰۲-۸۵۶۰۰۲

سفارشات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفىٰ

نفاذ شریعت اور نظام تعلیم کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے لئے حکومت کی کوششوں کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں اور دل سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حکومت کو اپنے ان نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ پاکستان کی آزادی کو آج ۴۵ سال ہو چکے ہیں مگر مسلمان آج تک اس میں نظام تعلیم رائج نہ کر سکے۔ دنیا کے ہر ملک میں نظام تعلیم کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ نظام تعلیم ہی کے ذریعے لوگوں کے نظریات، خیالات، افکار و جذبات کو بدلا جا سکتا ہے۔ آج ہمارے تعلیمی اداروں سے اچھے اخلاق اور بہتر سیرت و کردار کے حامل افراد نہیں نکل رہے ہیں اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہمارے ملک میں ابھی تک لارڈ میکالے کا نظام رائج ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ موجودہ حکومت نے نظام تعلیم کو اسلام کے مطابق بنانے کے لئے قومی تعلیمی کمیشن برائے اسلامائزیشن تشکیل دیا ہے اس کمیشن کے ساتھ انشاء اللہ ہم ہر قسم کا تعاون کرنے کی کوشش کریں گے۔ نکات مستفسرہ کے متعلق میری سفارشات درج ذیل ہیں۔

نکات ثلاثہ (۱، ۲، ۳)

ان کے متعلق عرض ہے کہ اس کے لئے دینی مدارس کے مختلف وفاقوں سے ان کے تناسب کے مطابق چند ممبروں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے اور اس کمیٹی کی تجویز اور توسط سے دینی مدارس کی امداد کی جائے۔

نکتہ نمبر ۴

(۱) نظام تعلیم کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے لئے سب سے پہلے تو ایسے اساتذہ کی ضرورت ہے جو اسلامی علوم میں مہارت رکھتا ہو "قوم کے بچوں کو کیا پڑھایا جائے" یہ بعد کی بات ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ پڑھائے گا کون؟ جب پڑھانے والے ہی نہ ہوں تو تعلیمی ادارے جہالت کے اڈوں میں بدل جاتے ہیں اسکولوں کی تعداد بڑھانے کے بجائے ان کے معیار کو بڑھایا جائے، پورے ملک میں اسکولوں کی بھرمار ہے مگر معیار ندارد۔
اسلامیات پر عبور رکھنے والے جتنے اساتذہ مہیا ہوں صرف اتنے اسکول کھولے جائیں۔

(۲) بہتر یہ ہے کہ رہائشی اسکول (RESIDIENTIAL) کھولے جائیں اور تعلیمی اوقات کو بڑھایا جائے جب مواد اسلامی ہوگا تو تعلیمی اوقات کے بڑھانے سے طلباء بوجھ محسوس نہیں کریں گے۔

(۳) ذریعہ تعلیم فوری طور پر اردو کو بنایا جائے۔

(۴) اصطلاحات کا بھی ماہرین لغت سے ترجمہ کروا کر قوسین میں انگریزی نام لکھ دیا جائے تا کہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۵) انگریزی میٹرک تک ایک اختیاری مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جائے۔

(۶) زبان دانی کے لئے ماحول کا بندوبست کیا جائے جس میں رہائش کا بندوبست بھی ہو یعنی اگر کوئی انگریزی سیکھنا چاہتا ہے تو اسکو ایسا ماحول فراہم کیا جائے جہاں صرف اور صرف انگریزی بولی جاتی ہو اسکے لئے ایک سال کا دورانیہ ہے تاہم ماہرین تعلیم کے مشورے سے اسکا دورانیہ بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔

(۷) پرائمری اسکولوں میں قرآن کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے شروع کے تین پیریڈ صرف ناظرہ قرآن کے لئے ہوں پرائمری میں صرف چار مضامین ہوں قرآن، اردو، حساب اور اسلامیات۔ اسلامیات میں عقائد، عبادات اور سیرت سے متعلق مواد شامل ہوں۔

(۸) مشنری اسکولوں کو فوری طور پر بند کر دیا جائے یہ عیسائیت کی تبلیغ کے اڈے ہیں ایک بھاری فیسوں کے ذریعے قوم کا خون چوستے ہیں اور دوسری جانب ملکی معیشت پر بار ہیں کہ بھاری رقوم سے ان کی امداد کی جاتی ہے۔

(۹) مخلوط تعلیم کو بلا تاخیر ختم کر دیا جائے۔

(۱۰) لڑکیوں کا نصاب جداگانہ ہو، جس میں پردہ، تربیت اولاد (تعلیمی و جسمانی) اسلامی معاشرت اور عورتوں کے مخصوص مسائل کو شامل نصاب کیا جائے، میٹرک تک ان کو ابتدائی طب کی تعلیم بھی سکھائی جائے۔

(۱۱) عورتوں کے نصاب سے غیر ضروری مواد کو حذف کر دیا جائے مثلاً انگریزی، جغرافیہ، سائنس اور غیر ضروری تاریخ

وغیرہ وغیرہ۔

(۱۲)　لڑکیوں کے لئے تعلیم کا دورانیہ دس سال سے زائد نہ ہو، دس سال کے اختتام پر ان کو بی اے (BA) کے مساوی ڈگری دی جائے۔

(۱۳)　محکمہ تعلیم میں بھرتی ہونے کے لئے مسلمان ہونے کی شرط لگائی جائے۔

(۱۴)　تمام ایلیمنٹری کالجوں میں وفاق المدارس العربیہ کا امتحان پاس کرنے والے فضلاء کو رکھا جائے، ان کالجوں کا نصاب وفاق المدارس خود ترتیب دے اور امتحان بھی خود لے۔ ان کالجوں میں داخلہ لینے والے اساتذہ کو ایک سال کے دوران ضروری دینی تعلیم دی جائے۔ اخراجات حکومت برداشت کرے۔ ملک کے تمام اساتذہ پر (بشمول ایس ایس اور سینئر ایس ایس ٹی) اس ٹریننگ کو لازمی قرار دیا جائے، اس کے امتحان میں فیل ہونے والے ان ٹرینڈ اساتذہ کو ٹرمیبیٹ تصور کیا جائے اور جو سینئر اساتذہ اس میں فیل ہوں ان کی ترقی روک دی جائے۔ ان کالجوں میں اس وقت جو تدریسی تربیت دی جاتی ہے اس کو تجدیدی کورسوں کے ذریعے مکمل کیا جائے اور یہ تجدیدی کورس چھٹیوں میں بھی رکھے جاسکتے ہیں۔

(۱۵)　ایجوکیشن کالجوں میں ''اسلامی نظام تعلیم'' اور فقہ کو لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل نصاب کیا جائے اور بی ایڈ میں داخلہ کے لئے تمام قرآن کا تجوید کے ساتھ پڑھنا اور عم پارہ کا حفظ ہونا شرط قرار دیا جائے۔

(۱۶)　ایم ایڈ میں داخلہ کیلئے ناظرہ قرآن عم پارہ، سورہ یاسین اور سورہ ملک کا یاد ہونا شرط قرار دیا جائے۔ ایم ایڈ میں عم پارہ کی تفسیر، حدیث مع اصول اور فقہ مع اصول کو نصاب میں شامل کیا جائے۔

(۱۷)　کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ کو گاہے گاہے مختصر المیعاد کورسز کے ذریعے اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے اور اسکے لئے ملک کی بڑی دینی درس گاہوں سے دینی علوم میں مہارت تامہ رکھنے والے اساتذہ کی خدمات حاصل کی جائیں۔

(۱۸)　دس سالہ تعلیمی پروگرام مکمل کرنے کے بعد طالب علم پر صرف ایک مضمون کو ذمہ داری ڈالی جائے اور اس کا دورانیہ پانچ سال مقرر ہو مثلاً طب، قرآن، فقہ، صرف ونحو، ادب، منطق، کیمسٹری وغیرہ۔ کیونکہ زیادہ مضامین اختیار کرنے کی وجہ سے طالب علم کسی مضمون کا بھی نہیں رہتا، تجربہ اس کا شاہد ہے۔ ہمارا (ایم۔اے) آٹھ نو مضامین پر مشتمل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارا (ایم۔اے) کا طالب علم اپنے مضمون میں کما حقہ ماہر نہیں ہوتا۔ بی۔ایڈ میں آٹھ مضامین ہیں جن کی اکثریت لایعنی ہے۔ ایم ایڈ میں رسماً تو پانچ مضامین ہیں مگر عملاً دس ہیں۔ ریسرچ اور اسٹیٹس کو ایک مضمون بنادیا۔ فلسفہ اور نصاب ایک کردیا اسی طرح دوسرے مضامین۔ یہی وجہ یہ کہ ہمارے ان تعلیمی اداروں سے نکلنے والے کسی پر بھی عبور نہیں رکھتے۔

(۱۹)　چھٹی جماعت سے لے کر دسویں جماعت تک ٹیکنیکل (فنی) تعلیم کو بھی لازمی قرار دیا جائے اس کے لئے ملک وقوم کی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر طلباء کو فنی تعلیم دی جائے پانچ سال کے اندر طالب علم کو کسی ایک فن کا ماہر بنادیا جائے، اسی طرح جب یہ طلباء اپنی تعلیم سے فارغ ہونے لگیں گے تو ملازمت کے محتاج نہیں رہیں گے بلکہ اپنی روزی خود کما سکیں گے۔

(۲۰) تعلیم کے ساتھ معاش کو نہ جوڑا جائے اس طرح تعلیم کا مقصد فوت ہو جاتا ہے کیونکہ اسلامی تعلیم کا مقصد انسان کی سیرت و کردار کی تعمیر، اخلاقی بلندی، رضائے الٰہی اور آخرت کی تیاری ہے۔ اس لئے تعلیم کے دوران ہی اس کا سد باب کیا جائے اور طلباء کو ٹیکنیکل تعلیم دی جائے۔ فنی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے آج ہماری تعلیم اپنی افادت کھو چکی ہے نو سال کے بعد اگر بچہ میٹرک میں فیل ہوتا ہے یا میٹرک نہیں کر پاتا تو اس کے نو، دس سال ضائع ہو گئے وہ کسی کا کام نہیں رہا، اکثر بے روزگاری ہمارے انہی تعلیمی اداروں کی پیدا کردہ ہے۔

(۲۱) قلیتوں کے لئے جداگانہ اسکول قائم کئے جائیں اگر کوئی مسلمانوں کے اسکولوں میں پڑھنا چاہے تو اس پر پابندی نہ ہو۔

(۲۲) تعلیم کا شوق دلانے کیلئے ہر قسم کی ملازمت کے لئے ناظرہ کو شرط قرار دیا جائے۔

(۲۳) ہر قسم کی سہولت دینے کیلئے مثلاً پاسپورٹ، لائسنس پرمٹ وغیرہ کے لیے ناظرہ قرآن کو شرط قرار دیا جائے تاکہ بالغ افراد کے اندر بھی تعلیم کا شوق پیدا ہو۔

(۲۴) نشر و اشاعت کے تمام شعبوں کے ذریعے اسلامی نظام تعلیم کی خوبیوں کو بیان کیا جائے اور اس کی ترغیب دی جائے نیز ان شعبوں پر خلاف شرع امور کی نشر و اشاعت پر فوری پابندی عائد کی جائے۔ بلکہ ان شعبوں کو اسلام کی تبلیغ کا ذریعہ بنایا جائے۔

(۲۵) چاروں صوبوں کے ادارہ نصابیات (بیورو آف کریکولم) میں ایک سینئر ماہر مضمون کی زیر سرپرستی اسلامیات کا ایک سیل قائم کیا جائے جس میں اسلامیات سے متعلق ماہرین مضمون ہوں، یہ سیل صوبے میں اسلامیات پر اساتذہ کو مختصر المیعاد تجدیدی کورس کرائے۔ اس میں سینئر ایس ایس کا ایم اے عربی ہونا یا وفاق المدارا کا آخری امتحانی (دورہ حدیث) پاس ہونا ضروری ہے۔ ایم۔ ایڈ بھی ہو ایلیمنٹری کالجوں میں کم از کم دو سالہ تدریس کا تجربہ بھی رکھتا ہو۔ بیورو کے تمام ایس ایس کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ اس سینئر ایس ایس سے اسلامیات کے بارے میں استفادہ کریں۔

(۲۶) تمام اسکولوں کے اندر مساجد تعمیر کرائی جائیں اور تدریس کے دوران نماز کا وقفہ ہو۔

(۲۷) ادیب، عالم اور فاضل کے امتحانات کو ختم کر دیا جائے ان کا کوئی فائدہ نہیں۔

نکتہ نمبر ۵

جدید علوم تو بے شمار ہیں اگر انکی تعیین کر دی جاتی تو شاید اس پر کچھ تبصرہ کرتے۔ دینی مدارس کا دورانیہ بظاہر تو آٹھ، دس سال کا ہے لیکن اگر اسکے کورس کو سرکاری مدارس کے طریقے کار سے پڑھنے کی کوشش کی جائے تو شاید تیس سال میں بھی مکمل نہ ہو۔ اس لئے دینی مدارس مزید مضامین کے متحمل نہیں ہو سکتے البتہ وقت کی ضرورت کو سامنے رکھ کر ایک پیریڈ آگے پیچھے کر سکتے ہیں جو ایک گھنٹہ کا ہوتا ہے اس میں ریاضی، اردو، اور انگریزی کو جگہ دی جا سکتی ہے۔ نیز جدید ٹیکنالوجی کے لئے طلباء اپنا تفریح کا وقت دے سکتے ہیں مثلاً کمپیوٹر وغیرہ کی تعلیم۔

نکتہ نمبر ۶

دینی مدارس اور سرکاری مدارس کے نصاب میں سو فیصد ہم آہنگی پید کرنا ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اس کو ناممکن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ کہ دینی مدارس کے طلباء کا مزاج محنت و مشقت، صبر و تحمل اور سھر اللیالی کا ہے۔ ان کے سولہ سترہ گھنٹے روزانہ تعلیم و تعلم، بحث و تکرار اور مطالعہ میں گزرتے ہیں ان کی یہ ساری محنت اساتذہ کی کڑی نگرانی میں ہوتی ہے۔ اسی طرح ان کا یہ سلسلہ دس گیارہ سال تک جاری رہتا ہے اگر ان دینی مدارس کے طلباء بھی روزانہ پانچ گھنٹے تعلیم کو دیں جیسا کہ سرکاری مدارس کا حال ہے۔ (بشرطیکہ سرکاری مدارس کا یہ سلسلہ سارا سال جاری رہے کوئی سٹرائک وغیرہ نہ ہو) تو ہمارا نصاب تیس سال میں کہیں جا کر مکمل ہو۔

ہمارے سرکاری مدارس کے طلباء کوہ قاف کی پریوں کی طرح محنت و مشقت سے کوسوں دور نقل کی امید پر امتحان کا انتظار ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ہم آہنگی کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ البتہ جب حکومت اس جدید نظام تعلیم کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے میں کامیاب ہو جائے گی تو کچھ نہ کچھ ہم آہنگی خود بخود پیدا ہو جائے گی۔

سلیم اللہ خان
جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی، کراچی

دینی طلبہ کا بلند اخلاقی مقام

دینی اور اخلاقی لحاظ سے ان طلبہ کا مقام انتہائی بلند ہوتا ہے، بزرگوں کی قدیم طرزِ زندگی ان کا نمایاں شعار ہے، یہ اور بات ہے کہ اہل دنیا اس طرزِ زندگی کی افادیت کو تسلیم ہی نہ کریں، دینی مدارس کے ماحول میں احکامِ دین کی پابندی اور نشست و برخاست کے اندر بھی احتیاط ایک قدرتی امر ہے، اپنے اساتذہ اور بڑوں کی تکریم گویا ان کی گھٹی میں داخل ہوتی ہے، جفاکشی اور سخت کوشی ان کا شعار ہوتی ہے، معاشی پستی ان میں فقر و غنا کے وہ جذبات پیدا کر دیتی ہے جس کے نتیجہ میں صبر و قناعت اور توکل کی صفات پرورش پاتی ہیں، روکھی سوکھی روٹی کھا کر بھی ان کے منہ سے الحمد للہ ہی نکلتا ہے۔ مبارک ہیں وہ غریب جن کی غربت نے انہیں دین سے دور کرنے کی بجائے قریب تر کیا ہے اور اس طرح انہوں نے اشتراکی دعویٰ کی تردید کا عملی ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

(جناب نذر احمد، پرنسپل شبلی کالج لاہور، پاکستان کے دینی مدارس کا جائزہ، ص: ۲۲۸)

نصابِ تعلیم کے حوالے سے سرکاری اداروں سے مذاکرات

[وفاق المدارس شروع دن سے نصابِ تعلیم کے سلسلے میں حکومتی اداروں سے مذاکرات کرتا چلا آ رہا ہے، دینی مدارس کی آزادی اور خود مختاری سلب کرنے کے سلسلے میں سرکاری اداروں کے بعض عناصر کی طرف سے جو حملے وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں، ان میں دینی مدارس کے نصابِ تعلیم کو یکسر بدلنے کی تجویز کی صورت بھی ہوتی ہے، ان کا خیال ہے کہ نصابِ تعلیم کی یکسر تبدیلی سے مدارس کی افادیت از خود ختم ہو جائے گی لیکن الحمدللہ ہر دور میں وفاق المدارس کی صاحبِ بصیرت قیادت نے اس سازش کو ناکام بنایا اور مفید نصابی تبدیلیوں کا اختیار عاملہ اور شوری سے باہر کسی کو نہیں دیا...... وفاق المدارس کی مجلس عاملہ اور شوریٰ کے اجلاسوں میں اس حوالے سے جو کارکردگی محفوظ کی گئی ہے، ان میں سے بعض کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔ مرتب]

سرکاری نصاب کمیشن کو وفاق کی طرف سے تجاویز

مجلس عاملہ وفاق المدارس کا یہ اجلاس سرکاری نصاب کمیشن کو مدارس عربیہ کی طرف سے نصاب کے متعلق ضروری مشورہ دیتا ہے کہ سرکاری نصاب کمیٹی کے ساتھ تعاون کے سلسلہ میں جس کا اجلاس ۱۸ جولائی ۱۹۶۱ء سے لاہور میں منعقد ہو رہا ہے مذکورہ ذیل تجاویز پاس ہوئیں اور طے پایا کہ اس وقت بذریعہ ہوائی ڈاک یہ تجاویز سرکاری نصاب کمیٹی کے صدر صاحب کی خدمت میں بھیج دی جائیں۔

مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا یہ اجلاس سرکاری نصاب کمیٹی کو عربی مدارس کے نصاب کے متعلق مندرجہ ذیل اصولی مشورے دینا اپنا فرض سمجھتا ہے تاکہ نصاب کمیٹی کے کام میں تعاون کے علاوہ زیادہ سے زیادہ توافق کی مفید اور عملی صورتیں پیدا ہوں۔ اگر ان اصولوں کو پیش نظر نہ رکھا گیا تو مدارس عربیہ دینیہ کے بنیادی مقاصد فوت ہو جائیں گے۔

(۱)...... درس نظامی کی رائج کتب، علوم دینیہ یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد و کلام کے متعلق کوئی ایسی ترمیم و تنقیص نہ کی جائے جس سے موجودہ دینی روح اور علمی معیار کا بقاء خطرہ میں پڑ جائے اور ان دینی مدارس کے لیے اس پر عمل کرنا ناممکن ہو جائے۔

(۲)...... علوم عربیہ یعنی صرف، نحو، معانی، بیان، عروض، ادب سے متعلق کتابوں کا انتخاب کا فیصلہ ایسے ماہر اور حاذق علماء کے مشورہ سے کیا جائے جن میں مدارس عربیہ میں ان علوم کے درس وتدریس کا طویل تجربہ ہو، نیز ان علوم سے متعلق کتب کی اتنی مقدار کا نصاب میں رکھنا ازبس ضروری ہے، جن کے پڑھنے سے عربیت میں کامل الاستعداد فضلاء پیدا ہوں۔

(۳)..... علوم عقلیہ یعنی منطق، فلسفہ، ہیئت، وغیرہ کی کتب اتنی نصاب میں ضرور رکھی جائیں کہ طالب علم میں ان علوم کے اندر ملکہ راسخہ اور دقت ذہن پیدا ہونے کے علاوہ فلسفہ قدیم کے ضروری مباحث و اصطلاحات سے واقفیت حاصل ہو جائے، تاکہ وہ اسلاف کی ان کتابوں سے کماحقہ استفادہ کر سکیں، جن میں فلسفہ قدیم کی اصطلاحات زیر بحث آتی ہیں۔

(۴)..... علوم عصریہ، علوم عصریہ کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ ضروری ہے کہ ان علوم کی کتب بقدر ضرورت اور واقفیت عامہ کی حد تک رکھی جائیں، نیز یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ مدارس عربیہ کا تعلیمی وقت چھ گھنٹے ہے، مدارس ان میں سے صرف ایک گھنٹہ روزانہ علوم عصریہ کے لیے دے سکتے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ یہ ایک گھنٹہ ہی مسلسل آٹھ سال میں مذکورہ بالا ضرورت کو پورا کر دے گا۔ اگر اس سے زیادہ وقت علوم عصریہ کو دیا گیا تو خطرہ ہے کہ ان علوم کا غلبہ ان مدارس کے دینی اور بنیادی مقاصد کو فوت کر دے گا۔

اگر سرکاری نصاب کمیٹی مذکورہ بالا اصول کے تحت کامل نصاب سے متعلق وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے تفصیلی مشورہ کرنا چاہے تو وفاق ہر قسم کا تعاون کرنے کے لیے آمادہ ہے۔ (اجلاس عاملہ ۴، ۵ صفر ۱۳۸۱ھ، ۱۸، ۱۹ جولائی ۱۹۶۱ء)

☆......☆......☆

سرکاری نصاب کمیٹی کے فیصلوں سے پیدا شدہ صورت حال پر غور

اتفاق رائے سے طے ہوا کہ مدارس عربیہ کے موجودہ نصاب تعلیم کے ساتھ علوم عصریہ (انگریزی، حساب، سائنس، وغیرہ) کا ایسا نصاب جن کے مضامین کے متعلق اسلامی حیثیت سے اطمینان حاصل نہ کیا گیا ہو، منظور نہیں کیا جا سکتا، مجلس شوری کا یہ اجلاس مجلس عاملہ کی مقررہ سب کمیٹی کو اختیار دیتا ہے، کہ وہ سرکاری نصاب کمیٹی کے مجوزہ نصاب کے منظر عام پر آنے کے بعد اس پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کرے۔ (اجلاس شوری ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۸۱ھ ۲۳ اکتوبر ۱۹۶۱ء)

☆......☆......☆

محکمہ اوقاف کا نصاب اور امداد نا قابل قبول

ایجنڈا کے مطابق محکمہ اوقاف کی چٹھی اور نصاب پیش کیا گیا جس کے لیے حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ نے اجلاس طلب فرمایا تھا۔ نمبر ۴ آمدہ خطوط صدر محترم نے پڑھ کر سنائے۔ محکمہ اوقاف کے جواب کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل فیصلہ اور قرارداد منظور ہوئی۔

ایچ اے قریشی صاحب کی چٹھی اور محکمہ اوقاف کے مجوزہ نصاب تعلیم کی کاپی مدارس عربیہ میں تقسیم ہونے کے بعد خصوصاً مدرسہ خیر المدارس اور دار العلوم اکوڑہ خٹک کو موصول ہونے پر اس نصاب کی تفصیلات کا مطالعہ کرنے اور ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ اس طرح کے نصاب کو مدارس عربیہ میں ہرگز جاری نہ کیا جائے اور نہ اوقاف کے محکمہ کی امداد قبول کی جائے۔ بلکہ توکل علی اللہ حسب سابق اپنی دینی خدمت جاری رکھی جائے۔

محکمہ اوقاف کے نصاب کا جواب

مجلس عاملہ نے محکمہ اوقاف کی پیشکش کے جواب میں ایک خط کا مضمون مرتب کیا ہے جو جملہ ملحقہ مدارس کو مطبوعہ شکل میں ارسال کیا گیا خط کا مضمون درج ذیل ہے:

قرارداد: بعالی خدمت جناب محترم چیف ایڈمنسٹریٹر صاحب

سلام مسنون۔ والا نامہ مورخہ...... پہنچا چونکہ ہمارا مدرسہ.......... وفاق المدارس سے ملحق ہے اس لیے وفاق المدارس نے جو فیصلہ کیا ہے ارسال خدمت ہے۔

وفاق المدارس نے اپنی مجلس عاملہ (ورکنگ کمیٹی) کی میٹنگ مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۶۲ء میں جو فیصلہ کیا ہے آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ ہم ارباب وفاق المدارس آپ کی اس توجہ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے اپنے خیال میں ہمارے مدارس دینیہ کے معیار کو بلند کرنے کے لیے اور فارغ التحصیل طلبہ کو عصری تقاضوں سے واقف کرنے کے لیے اوقاف کی طرف سے ایک نصاب تعلیم مرتب کرا کر پیشکش فرمائی اور اس کو قبول کرنے پر امداد کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ جس کے لیے ہم شکر گزار ہیں لیکن پوری صورت حال کا جائزہ جب لیا گیا اور آپ کے مکتوب پر اور جناب مسعود کے مکتوب پر اور اس نصاب تعلیم پر جب غور کیا گیا جن نتائج پر ہم پہنچے ہیں ذیل میں عرض کرنے کی جرات کر رہے ہیں:

(۱)...... ہمارے مدارس کے ذرائع آمدنی بہت محدود ہیں اور چندہ دینے والے حضرات کی اکثریت ایسی ہے جو محض دین کے لیے ہماری امداد کرتی ہے اور اوقاف کی امداد سے ان آمدنیوں پر اثر پڑے گا۔

(۲)...... اوقاف کے نصاب تعلیم کو جاری کرنے سے ہمارے موجودہ وسائل قاصر ہیں اور موجودہ حالات میں ہمارے لیے مشکلات کا سامنا ہوگا نہ تو ہمارے پاس اتنی عمارت ہے نہ اتنی قدرت۔

(۳)...... بنیادی طور پر ان دونوں جدید و قدیم علوم کو جمع کرنے سے محسوس ہوا کہ پختہ عالم دین پیدا نہ ہو سکے گا اور خطرہ ہے کہ نہ جدید علوم کے ماہر پیدا ہوں گے نہ قدیم علوم کے ماہر۔

(۴)...... اس کا متبادل نظام یہ ہے کہ عربی درس گاہوں سے فارغ التحصیل طلبہ کے لیے جدید علوم کی درسگاہ اوقاف کی طرف سے قائم کی جائے تاکہ اس طرح وہ جدید تقاضوں سے واقف ہوں اور معلومات عامہ سے مطلع ہوں اور جو خطرات دونوں نظاموں کو جمع کرنے میں ہیں اس طرح وہ ختم ہو جائیں۔

(۵)...... نیز اس طرح جدید علوم کے فارغ التحصیل گریجویٹوں کے لیے ایک مستقل دینی علوم کی درسگاہ قائم کی جائے چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر وفاق المدارس کے سامنے ایک خاص چار سالہ نصاب مرتب کرنا زیر تجویز، زیر غور ہے آپ بھی اس طرح اگر مستند و معتمد علماء و ماہرین تعلیم دین کو جمع کرا کر ایک نصاب چار سالہ مرتب کرائیں تو بہت اچھا ہوگا۔ اگر اوقاف اس سلسلہ میں کوئی اقدام کرنا چاہے تو وفاق المدارس حتی المقدور تعاون سے دریغ نہ کرے گا۔

یہ چند گزارشات پیش کی گئیں آخر میں ہم پھر آپ کی مخلصانہ پیشکش پر شکر گزاری کا اظہار کرتے ہیں لیکن اس کو قبول

کرنے سے معذرت خواہ ہیں اور اپنے وسائل کے پیشِ نظر معذور و مجبور ہیں۔

(اجلاس عاملہ ۳ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ، ۱۵ اگست ۱۹۶۲ء)

دینی وعصری نصاب تعلیم کو یکجا کرنے سے متعلق پالیسی ساز موقف

مجلس عاملہ وشوریٰ وفاق المدارس العربیہ، جامعہ اسلامیہ بہاولپور، کے مجوزہ نصاب کے بارے میں اس قطعی رائے کا اظہار ضروری سمجھتی ہے کہ علوم عربیہ دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ اور انگریزی زبان کو بیک وقت جمع کر کے پڑھانا ایک طالب علم کیلئے قطعاً غیر مفید ہے۔ عربی علوم دینیہ اور عصری علوم کے نصاب ہائے تعلیم میں سے ہر ایک نصاب بجائے خود ایک مستقل نصاب تعلیم ہے۔ ہر ایک نصاب کو اس نظریہ کو پیشِ نظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے کہ طالب علم اپنی عمر کا وہ عزیز حصہ جو تحصیل علم کے لیے عموماً مختص ہوتا ہے پورے کا پورا انتہائی یکسوئی کے ساتھ اس میں صرف کر دے تا کہ اس نصاب کی تکمیل کے بعد فاضل علوم دینیہ (عالم دین) یا فاضل علوم عصریہ (گریجویٹ) بننے کا اہل کما حقہ ثابت ہو سکے۔ اگر ان دونوں نصابوں میں قطع برید سے کام لے کر کوئی متوسط نصاب مرتب کیا گیا تو نہ وہ ضرورت کی حد تک عربی علوم ضروریہ کا حامل ہوگا اور نہ عصری علوم ضروریہ کا اور اس نصاب کی تکمیل کے بعد اس کا فارغ التحصیل طالب علم فی الحقیقۃ نہ تو عالم دین کہلانے کا اہل ہوگا اور نہ اچھا گریجویٹ بن سکے گا۔ گذشتہ نصف صدی میں اس قسم کے کئی تجربے ناکام ہو چکے ہیں۔

سب سے پہلے (۱) علامہ شبلی مرحوم نے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں اس تجربہ کا آغاز کیا۔ (۲) اس کے بعد علامہ عبدالحمید فراہی نے کانپور میں اس راہ کو اختیار کیا (۳) جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں نظام دکن کی سرپرستی میں اس مقصد کے حصول کی سعی کی گئی۔ (۴) علاوہ ازیں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی جس کا سنگ بنیاد حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے مقدس ہاتھوں سے رکھا گیا تھا اسی مقصد کیلئے قائم ہوا۔ (۵) خود جامعہ عباسیہ میں یہی تجربہ کیا گیا۔ لیکن یہ تمام تجربے ناکام ثابت ہوئے اور ان درسگاہوں میں اسی مخلوط نصاب تعلیم سے عموماً کسی ایک جانب کے بھی ''رجال کار'' پیدا نہ ہو سکے۔ بنابریں وفاق المدارس العربیہ کا یہ اجلاس کسی ایسے نصاب تعلیم کو مفید نہیں سمجھتا اور نہ اس کی تائید کر سکتا ہے جو دونوں نصابوں کو مخلوط کر کے مرتب کیا گیا ہو۔

مخلوط نصاب کے متبادل تجویز

وفاق المدارس محکمہ اوقاف اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور کو یہ ضروری مشورہ دینا اپنا فرض سمجھتا ہے کہ وہ وفاق المدارس کے زیر سرپرستی مذکورہ ذیل دو قسم کی درسگاہیں قائم کریں: (۱) وہ شعبہ جس میں علوم عصریہ اور انگریزی زبان کا سہ سالہ نصاب پڑھایا جائے۔ (۲) وہ شعبہ جس میں علوم دینیہ کا سہ سالہ مختصر نصاب پڑھایا جائے۔

آزاد عربی درسگاہوں کے فارغ التحصیل طلبہ پہلی قسم کی درس گاہوں میں داخل ہو کر بقدر ضرورت عصری علوم حاصل کریں اور کالجوں کے فضلاء (گریجویٹ) دوسری قسم کی درسگاہوں میں داخل ہو کر بقدر ضرورت عربی اور دینی علوم سے بہرہ ور ہوں۔

وفاق المدارس کے اس اجلاس کی نظر میں اس طرح دونوں نصابوں کے فضلاء ملک وملت کی حقیقی ضرورت کی تکمیل اور بقاء واستحکام کا باعث بن سکیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔ امتحان سالانہ سے متعلق امتحانی کمیٹی کی درج ذیل قرارداد مجلس عاملہ نے اجلاس

شوریٰ میں پیش کرنے کی غرض سے منظور کی۔ (عاملہ اجلاس ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ مطابق ۵/ اکتوبر ۱۹۶۴ء)

☆......☆......☆

عصری نصاب کے متعلق موقف

صدر وفاق حضرت مولانا مفتی محمودؒ صاحب نے عاملہ کے ایک اجلاس میں فرمایا کہ فی نفسہ مضامین جدید کے اضافہ سے اختلاف نہیں مگر ہمارے تمام مدارس سے نکلنے والے علم، اخلاص اور للّٰہیت میں نمونے ہوتے ہیں۔ ہمارے فضلاء ہر سال زیادہ سے زیادہ پانچ سو ہوتے ہیں۔ جدید طبقہ اور حکومت کو فکر ہے کہ ۵۰۰ آدمی ضائع ہوتے ہیں۔ اس کا علاج پچھلی حکومتوں نے یہ سوچا کہ انہیں قومی تحویل میں لے لیا جائے۔ ضیاء الحق صاحب نیشنلائز کا ایک اور راستہ تجربوں کے بعد اختیار کرے گا جو موجودہ شکل میں ہمارے سامنے ہے کہ نصاب میں ایسی تبدیلی ہو کہ (ظاہر میں) ہمارے ہوں حالانکہ ان پانچ سو فضلاء کی ملک میں کھپت ہے۔ ان ہی سے مدرس مبلغ امام خطیب بنتے ہیں اور ہم ان شعبوں کو یہ لوگ دیتے ہیں جن میں انگریزی کی کوئی ضرورت نہیں۔ انگریزی سائنس اچھی چیز ہے۔ مگر علماء کے شعبہ کار میں اس کی کوئی ضرورت نہیں اور وہ جو پانچ لاکھ افراد کالجوں کے گریجویٹ ہر سال نکلتے ہیں درحقیقت ضائع ہو رہے ہیں، ان کی فکر کرو، وہ جو دین سے بالکل بے بہرہ کلمہ نہیں پڑھ سکتا۔

اگر دینی مدارس فوقانی کم از کم ایک مدرس رکھ کر ان گریجویٹوں کو پڑھائے۔ شبینہ کلاس خصوصی نصاب دوسالہ جس میں عربی کا بھی خلاصہ ہو، جبکہ بہت سوں کو عربی سمجھنے پڑھنے کا شوق ہے۔ (عاملہ اجلاس ۱۳ شوال ۱۳۹۸ھ مطابق ۳/ اپریل ۱۹۷۹ء)

☆......☆......☆

مسودہ قانونی برائے مدارس عربیہ

قاسم العلوم ملتان میں ۲۱ محرم ۱۴۰۱ھ کو عاملہ کا اجلاس مولانا ادریس میرٹھیؒ کی زیر صدارت منعقد ہوا، اجلاس میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کا ترتیب دیا ہوا مجوزہ ''مسودہ قانونی برائے مدارس عربیہ'' پر غور کیا گیا۔ اجلاس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا ہے کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے اس مسودہ قانون کو مسترد کیا جاتا ہے۔ جس کی وجوہات حسب ذیل ہیں:

(۱) صدر مملکت کی قائم کردہ ''قومی کمیٹی برائے دینی مدارس'' نے ایک رپورٹ مرتب کی تھی، جسے وفاق کی مجلس شوریٰ اور مجلس عمومی نے متفقہ قرارداد کے ذریعے مسترد کر دیا گیا۔ زیر بحث حالیہ مسودہ بھی قومی کمیٹی کے مسودہ قانونی کا چربہ ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔ لہٰذا اس کے قبول کیے جانے کا سوال ہی خارج از بحث ہے۔

(۲) اس مسودہ قانون کے ذریعہ مدارس دینیہ کی ہیئت کو بدلنے، ان کی آزادی کو سلب کرنے اور انہیں حکومتی اداروں کے تابع بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس سے مدارس عربیہ کا مقصد وجود فوت ہو جاتا ہے۔

(۳) پاکستان میں دینی مدارس کی روح کچلنے اور انہیں حکمرانوں کے منشاء کے مطابق ڈھالنے کی کوششیں قریباً ہر دور میں ہوتی رہی ہیں۔ وفاق المدارس کی تنظیم بجا طور پر محسوس کرتی ہے کہ حالیہ مسودہ قانون بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جس کے ذریعہ مدارس عربیہ کو ایک سرکاری بورڈ کے حوالے کرنا پیش نظر ہے۔ جبکہ اس بورڈ کے بیشتر ارکان سرکاری افسروں پر مشتمل ہیں۔

جوظاہر ہے کہ دینی تعلیم اور مدارس عربیہ کے مزاج و مقاصد ہی سے نا آشنا ہیں۔اس لئے وفاق المدارس العربیہ اس مسودہ کو یکسر مسترد کرنے پر مجبور ہے۔ (اجلاس عاملہ ۲۱محرم ۱۴۰۱ھ مطابق ۳۰نومبر ۱۹۸۰ء)

☆......☆......☆

وزارت تعلیم کے مجوزہ منصوبے پر غور

وزارت تعلیم کے مجوزہ منصوبہ پر غور کرنے کے لیے ۱۵ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۱فروری ۱۹۸۱ء کو راولپنڈی میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کا ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی صدر وفاق منعقد ہوا۔

فہرست شرکاء اجلاس

اجلاس کی اہمیت کے پیش نظر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب (اکوڑہ خٹک) سرپرست وفاق نے بھی شرکت فرمائی۔صدر و سرپرست وفاق کے علاوہ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد سے جن حضرات نے اس اجلاس میں شرکت فرمائی ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱)حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک...... (سرپرست وفاق المدارس)(۲)حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی...... (صدر وفاق المدارس، ورکن مجوزہ قومی بورڈ)(۳)مولانا عبیداللہ صاحب...... مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور (رکن مجوزہ قومی بورڈ)(۴)مولانا سمیع الحق صاحب...... اکوڑہ خٹک (۵)مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب...... جامعہ دارالعلوم کراچی (۶)مولانا محمد ایوب جان بنوری صاحب...... پشاور (۷)مولانا عبدالکریم صاحب...... کلاچی (۸)مولانا سلیم اللہ خان صاحب ...... جامعہ فاروقیہ کراچی (۹)مولانا قاری عبدالسمیع صاحب...... سرگودھا (۱۰)مولانا عبدالواحد صاحب...... کوئٹہ (۱۱)مولانا محمد اسعد تھانوی صاحب...... سکھر (۱۲)مولانا عبداللہ رائے پوری صاحب...... جامعہ رشیدیہ ساہیوال (۱۳)مولانا محمد شریف صاحب...... مدرسہ خیر المدارس ملتان (۱۴)مولانا غلام قادر صاحب...... خیرپور (بہاولپور) (۱۵)مولانا فیض احمد صاحب...... ملتان (۱۶)مولانا نور محمد صاحب...... سجاول ضلع ٹھٹھہ (۱۷)مولانا قاری سعید الرحمان صاحب...... راولپنڈی (۱۸)مولانا قاری محمد امین صاحب...... راولپنڈی (۱۹)مولانا مفتی انور شاہ صاحب...... ملتان۔

اجلاس میں قومی کمیٹی کی رپورٹ اور وزارت تعلیم کا مجوزہ منصوبہ پیش کیا گیا جو کہ درج ذیل ہے۔

مجوزہ منصوبہ برائے نفاذ

قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کی سفارشات

(۱)...... پہلا اہم ترین اقدام یہ ہے کہ حکومت کے ایکٹ یا ریزولیشن کے تحت ایک مقتدرہ (اتھارٹی) تشکیل کی جائے جو قومی کمیٹی کی سفارشات کا تفصیلی جائزہ لے، ان کے نفاذ و اجراء کے لئے سکیمیں مرتب کرے، دینی اداروں کی سرگرمیوں کی نگرانی،

جائزے اوران میں ہم آہنگی قائم کرنے کا اہتمام کرے۔اس سلسلے میں رابطہ وانتظام کے لئے ضروری ڈھانچہ وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان میں قائم کیا جائے۔

(۲)......امتحانات کا اہتمام کرنے اوردوسرے متعلقہ ضروری امورانجام دینے کے لئے مقتدرہ کے تحت ایک بورڈ قائم کیا جائے۔جس کی ذمہ داریاں درج ذیل ہے:

(i) منظور شدہ اداروں کا معائنہ کرنا یا معائنے کا اہتمام کرنا اور معائنے کی روئیداد طلب کرنا۔

(ii) نصابات وتدریسی مواد مقرر کرنا اور متعلقہ قواعد وضوابط مرتب کرنا۔

(iii) امتحانوں کی شرائط ،شرح فیس، اُمیدواروں کی اہلیت کا تعین کرنا، امتحان میں داخلے کی اجازت دینا اور مقررہ فیس وصول کرنا۔

(iv) امتحان میں کامیاب ہونے والے امیدواروں کو سندات جاری کرنا یا سندات منسوخ کرنا۔

(v) منظور شدہ مدارس کے طلبہ کی فلاح وبہبود، رہائش، صحت اورنظم وضبط کی نگرانی کرنا۔

(vi) وظائف،تمغہ جات،انعامات کا تعین کرنا اور مقررہ قواعد کے تحت عطا کرنا۔

(vii) منظور شدہ اداروں میں زائدازنصاب سرگرمیوں کی تنظیم وترویج۔

(viii) بورڈ اوراس کی ذیلی کمیٹیوں کے افسران اور اساتذہ اور ملازمین کے فرائض سے متعلقہ قواعد وضوابط وضع کرنا۔

(۳)......مقتدرہ کے تحت ماہرین کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو عام نظام تعلیم کے تدریسی مواد کو پیش نظر رکھتے ہوئے دینی مدارس کے نصابات پر نظر ثانی کرے اور دینی مدارس میں پیشہ وارانہ مہارتی نصابات کو رائج کرنے کی موزونیت اور امکانات کا جائزہ لے۔

(۴)......عام نظام تعلیم میں اعلیٰ درجات تک دینی تعلیم کو شامل نصاب کرلیا گیا ہے۔اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ دینی مدارس کے نظام میں ثانوی اور اعلیٰ ثانوی درجات پر مندرجہ ذیل انتخابی مضامین نصاب کا جز قرار دیے جائیں:

(الف)......زرعی تکنیکی مضامین۔ (ب)......صنعتی مضامین (ج)......سائنسی مضامین

(د)......تجارتی مضامین۔ (ہ)......گھریلو معاشیات (طالبات کے لیے)

ان مضامین کے لیے وفاقی وزارت تعلیم کے منظور شدہ نصابات کو اختیار کیا جائے۔

(۵)......دونوں طرز کے نظامہائے تعلیم کو قریب تر لانے اوران کے درمیان حائل فاصلے کو کم کرنے کے لئے جامع نصابات (INTIGRATED COURSES) مرتب کئے جائیں۔یہ نصابات پہلے مرحلے میں انہی منتخب اداروں میں رائج کئے جائیں جو تدریس کے لیے ضروری سہولتیں مہیا کرسکیں اوران نصابات کو جاری کرنے پر رضامند ہوں۔

(۶)......اداروں کی موجودہ سہولتوں، مثلاً :اساتذہ (تربیت یافتہ ، غیر تربیت یافتہ) کتب خانے ، ورکشاپیں ، معمل (لبارٹری)،طلبہ وغیرہ کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اوران اداروں کو پوری طرح آراستہ کرنے کے لئے مرحلہ وار پروگرام بنایا

جائے۔

(۷)......اساتذہ کی پیشہ وارانہ تربیت کا مرحلہ وار منصوبہ تیار کیا جائے، مختلف درجات کے اساتذہ کے لئے، حسب ضرورت ترمیم کے ساتھ، قومی نصابات کو اختیار کیا جائے، دوران ملازمت اساتذہ کی تربیت/تجدید تربیت کے تعلیمی توسیعی مراکز اور ابتدائی اساتذہ کے تربیتی اداروں کی خدمات سے استفادہ کیا جائے۔

(۸)......دینی اداروں میں کھیلوں اور جسمانی تعلیم کی سہولتیں بھی بہم پہنچائی جائیں۔

(۹)......مذکورہ بالا تجاویز کے مطابق تمام امور کا مکمل جائزہ لینے کے بعد حکومت کی منظوری کے لئے جامع منصوبہ مرتب کیا جائے۔

(۱۰)......عملی اسکیموں کی ترقی اور کامیابی کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیا جائے اور ضروری اصلاحی اقدامات کئے جائیں۔

(۱۱)......دینی مدارس کی منظوری، الحاق، اساتذہ کی اہلیت کی تعیین اور حکومت کی طرف سے دی جانے والی مالی امداد کے لئے ایک واضح پالیسی مرتب کی جائے جس کی ذمہ داری مقتدرہ پر ہو۔

(۱۲)......ذیل میں اس سکیم کے مطابق، پہلے مرحلے کے نفاذ کا ایک منصوبہ تجویز کیا گیا ہے۔

مجوزہ تفصیلی منصوبہ

۱......نئی سکیم کا اجراء مرحلے وار ہونا چاہئے۔

۲......پہلے مرحلے میں ایک سو مدارس کا انتخاب کیا جائے جو نئے جامع نصابات کو اپنانے کے خواہاں ہوں۔ جہاں تک ممکن ہو مختلف مکاتب فکر کی متناسب نمائندگی کا خیال رکھا جائے۔

۳......جو ادارے نئی سکیم کو رائج کرنے پر رضامند ہوں ان کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اور جماعت وار طلبہ کی تعداد دینی اور عمومی مضامین کی تدریس کے لیے پہلے سے موجود اساتذہ کا تعین کیا جائے۔

۴......انہی اداروں کو ترجیح دی جائے جن میں ذیل کی سہولتیں موجود ہوں:

(۱)......جن کے پاس اپنی عمارات اور اقامت خانے موجود ہوں۔ قومی کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق ۸۳۹ میں سے ۶۵۸ اداروں میں یہ سہولت موجود ہے۔

(۲)......جماعت بندی کے لئے طلبہ کی کافی تعداد موجود ہو۔

(۳)......ایسے اساتذہ ہوں جن کے پاس عام بورڈوں/یونیورسٹیوں کی سندات ہوں اور جو عمومی مضامین پڑھانے کے اہل ہوں۔

(۴)......کتب خانے۔ (رپورٹ کے مطابق ۶۱۲ اداروں کے اپنے کتب خانے ہیں)۔

(۵)......مقرر کردہ کمیٹی ان اداروں کا معائنہ کر کے اور تدریسی عملہ، سامانِ تدریس، درسی کتب، فرنیچر اور طلبہ برائے جماعت بندی کا جائزہ لے۔

(۶)......جدید تدریسی منصوبے کا آغاز ابتدائی درجے جماعت اول تا پنجم سے کیا جائے اور آئندہ سال ایک مزید اگلی جماعت کا اضافہ کیا جائے۔

(۷)......جماعت بندی کرتے وقت طلبہ کے علمی پس منظر، معیار اور ان کی مناسبت کو پوری طرح ملحوظ رکھا جائے۔

(۸)......دینی اداروں میں پہلے سے موجود ایسے اساتذہ جو عمومی تعلیم کی سندات رکھتے ہوں اور تربیت یافتہ نہ ہوں انہیں عام مضامین پڑھانے کے لئے دوران ملازمت تربیتی تجدیدی کورسوں میں شرکت کا موقع بہم پہنچایا جائے۔

(۹)......دینی مضامین کی تدریس کے لئے پہلے سے موجود قابل اساتذہ کی خدمات سے استفادہ جاری رکھا جائے۔

(۱۰)......عام مضامین کے اساتذہ کی کمی پوری کرنے کے لئے تعلیمی محکموں سے موزوں اساتذہ کی خدمات مستعار لی جائیں یا براہ راست اساتذہ بھرتی کئے جائیں۔

(۱۱)......تربیت اساتذہ۔

یہ بات یقینی ہے کہ دینی اور عمومی مضامین کی جامع اسکیم کے مطابق، تدریسی عملہ میں موجود اساتذہ تربیت یافتہ نہ ہوں گے اور ان اداروں سے فارغ ہونے والے طلبہ بھی مستقبل قریب تک اس قابل نہ ہوں گے کہ انہیں بطور استاد ملازم رکھا جا سکے اس وقت تک ضروری ہے کہ موجود اساتذہ کے لئے دوران ملازمت تربیتی تجدیدی کورسوں کا انتظام کیا جائے۔ اس کام میں وزارت مذہبی امور محکمہ اوقاف، صوبائی تعلیمی توسیعی مراکز اور تربیتی اداروں کا تعاون حاصل کیا جائے۔

(۱۲)......دینی اداروں کے موجودہ تدریسی عملہ کی تنخواہوں اور الاؤنسوں کی ادائیگی متعلقہ تنظیموں کے ذمہ ہوگی تاہم حکومت کی طرف سے موجودہ عملے کو جو جدید سکیم میں شامل ہوگا، اعزازی الاؤنس پیش کیا جائے گا۔

(۱۳)......تمام طلبہ کے لئے پڑھنے لکھنے کا سامان زکوۃ فنڈ سے مہیا کیا جائے۔

(۱۴)......عمومی مضامین کی تدریس کے اخراجات حکومت (وزارت مذہبی امور) برداشت کرے۔

(۱۵)......عمارات اور اقامتی سہولتیں ادارے کی انتظامیہ کی طرف سے مہیا کی جائیں ان کی مرمت اور دیکھ بھال بھی انہی کے ذمے ہو۔

(۱۶)......جدید اسکیم کی کامیابی کے لئے مقامی کمیٹیوں اور زکوۃ کمیٹیوں کا تعاون حاصل کیا جائے۔

(۱۷)......ثانوی اور اعلیٰ درجات کے لئے تدریسی سامان، سائنسی معمل (لیبارٹریز) اور پیشہ وارانہ تربیتی مواد اور پرائمری درجے کے لئے تدریسی معاونات حکومت فراہم کرے اس غرض کے لئے عالمی تنظیموں یو این ڈی پی (اقوام متحدہ کا ترقیاتی ادارہ) یونیسف اور یونیسکو کا تعاون بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ترقیاتی منصوبے اور غیر ملکی امداد کیلئے اسکیمیں مرتب کی جائیں۔

(۱۸)......قومی مراکز برائے آلات تعلیم لاہور، یونیسف کے تعاون سے پرائمری مدارس کو قومی تدریسی کٹ تقسیم کرتا رہا ہے اس ادارے سے رابطہ قائم کر کے ان دینی مدارس کو تدریسی کٹ مہیا کی جائے جن میں عمومی مضامین کی تدریس جاری کی جائے۔

(۱۹)......تعلیمی سال کے اختتام پر اس اسکیم کی ترقی اور کامیابی کا ناقدانہ جائزہ لیا جائے اس غرض کے لئے ماہرین کی کمیٹی

مقرر کی جائے۔

(۲۰)......نئی سکیم بتدریج اعلیٰ جماعتوں میں سال بہ سال پڑھائی جائے۔

(۲۱)......ہر سال مزید پچاس ادارے اس سکیم میں شامل کئے جائیں۔

اس منصوبے پر طویل غور و خوض کے بعد حسب ذیل قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی گئی، اور طے پایا کہ یہ قرارداد قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کے چیئرمین اور وزارت مذہبی امور کے سیکرٹری کی خدمت میں بھیج دی جائے قرارداد کا متن حسب ذیل ہے:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قرارداد

مدارس عربیہ کے نصاب و نظام تعلیم کی فلاح و اصلاح کے سلسلہ میں جن مقاصد کے تحت قومی کمیٹی برائے دینی مدارس قائم ہوئی، اس کمیٹی میں شامل مسلک دیوبند کی ترجمانی اور وفاق المدارس العربیہ کی نمائندگی کرنے والے فاضل ارکان نے کمیٹی کے آغاز سے سفارشات کی تکمیل تک کمیٹی کے ساتھ بھرپور اور موثر تعاون کیا۔ مگر اس پورے عرصہ میں ارکان نے یہ جدوجہد کی کہ ایک طرف مدارس عربیہ کے نصاب کی نہایت فاضلانہ اور جامع حیثیت بھی مجروح نہ ہونے پائے جو آگے چل کر فارغ التحصیل ہونے والے علماء کے رسوخ فی الدین، تعمق اور علمی صلاحیتوں پر اثر انداز ہو، دوسری طرف موجودہ دور کے تعلیمی سندات اور ڈگریوں سے معادلہ کے ضمن میں عصری علوم و مضامین میں سے جو نہایت لازمی اور ضروری ہوں ان کو شامل نصاب کرنے پر اکتفا کیا جائے۔

اس کے ساتھ ان ارکان کا یہ غیر متزلزل موقف بھی رہا کہ مجوزہ اصلاحی اقدامات سے کوئی بھی ایسی صورت ان مدارس کے لئے ناقابل برداشت ہوگی جس سے ان مدارس کی خود مختار حیثیت اور آزادی مجروح ہو اور صدیوں سے آزمودہ طریقہ کار میں رخنہ پڑے کیونکہ ایسی کوئی بھی مداخلت آگے چل کر مدارس کے اصل دینی مقاصد، روحانی اور اخلاقی تربیت، تعلیمی روح اور ڈھانچہ کو درہم برہم کر کے رکھ دے گی۔ کمیٹی کے سامنے جب مدارس کے اصلاحی و تنظیمی اور نصابی امور کے بارے میں ایک خود مختار ادارے کی تشکیل کا مسئلہ آیا تو ہمارے ان فاضل ارکان میں حکومتوں کے عمل دخل سے آزاد رکھنے کے خاطر اس بورڈ کے تشکیل کے بارے میں اپنا متبادل خاکہ پیش کیا جو ہمارے لیے نہایت ناگزیر تھا۔ مگر اسے نظر انداز کیا گیا اور اسے بہت سے معمولی اور خفیف ثابت کرنے کے لیے ہمارے ارکان کے متفقہ اختلافی نوٹ کی بجائے ایک رکن کے وضاحتی نوٹ کی صورت میں رپورٹ کے آخر میں شامل کیا گیا۔ ان ارکان کا موقف کسی علمی تنگ نظری یا جمود اور عصر حاضر کے ضروری مضامین اور علوم کو شامل کرنے سے گریز کرنے کی وجہ سے نہ تھا جب کہ انہیں خود بھی اسے بہتر سے بہتر بنانے کا احساس ہے۔ لیکن ان مقاصد کے لیے اگر ان مدارس کی آزادی اور خود مختاری داؤ پر لگا دی جاتی تو ان مدارس سے امت کو دنیا کی بھلائی تو کیا ملتی دین اور دینی مقاصد سے بھی ہاتھ دھونا پڑ جاتا۔ چنانچہ رپورٹ کے سامنے آ جانے سے وفاق المدارس اور دیوبند کے اکابر علماء موجودہ اور مستقبل کے خدشات کے پیش نظر مورخہ ۳۰ رجب ۱۳۹۹ھ ۲۶ جون ۱۹۷۹ء کو اپنی مجلس عاملہ میں اس پروگرام کو مسترد کر کے قرارداد پاس کی جس کی بعد میں مجلس شوری نے

۳۰ نومبر ۱۹۸۰ء کے اجلاس میں توثیق بھی کردی۔

قومی کمیٹی کی رپورٹ جب صدر پاکستان کو پیش کردی گئی تو اس کے نفاذ کے طریقہ کار وضع کرنے کے لئے صدر محترم نے ایک ذیلی کمیٹی اور پھر تنفیذی کمیٹی کے سپرد کردیا۔ ان کمیٹیوں کے سرکاری ارکان نے مجوزہ رپورٹ کی رہی سہی حیثیت بھی ختم کرنے کی پوری سعی کی اور مدارس کے نصاب اور نظام کی شکل کو بے دست و پا کرنے کے مشورے اور تجاویز پیش کئے۔ میٹنگوں کا یہ سلسلہ جاری رہا اور پچھلے اجلاس میں وزارت تعلیم کے فاضل سیکرٹری کے سامنے آیا انہوں نے اجلاس میں اس کے نفاذ کے لئے ایک مجوزہ خاکہ پیش کرنے کی مہلت مانگی جو انہیں دے دی گئی۔ اب جو ان کا مجوزہ منصوبہ برائے نفاذ ہمارے سامنے آیا جو ۲۲ فروری کو مجوزہ قومی بورڈ کے اجلاس میں زیر غور ہے اس میں ایک طرف تو ہمارے تمام خدشات اور اندیشوں کو قطعی ثابت کردیا اور دوسرے طرف اس نئے منصوبہ کی تجاویز قومی کمیٹی کے اب تک کیے ہوئے سارے کام پر بھی یک لخت پانی پھیر دیا۔ یہ منصوبہ قومی کمیٹی کے مجوزہ قومی بورڈ برائے دینی مدارس کے دائرہ اختیار کو یہ کہہ کر ختم کردیتا ہے کہ حکومت ایک مقتدرہ (اتھارٹی) کی تشکیل دے جو قومی کمیٹی کی سفارشات کا تفصیلی جائزہ لے۔ دوسری طرف یہ مجوزہ منصوبہ مذکورہ قومی بورڈ کو امتحانات و سندات وغیرہ کے معاملہ میں بھی بے بس کردیتا ہے۔ جس کے بالآخر مدارس عربیہ حکومت کی بیوروکریسی اور وزارتوں کے باتنخواہ سرکاری افسروں کے ہاتھ کا کھلونا بن جائیں گے۔

قومی کمیٹی کی رپورٹ میں مدارس کے مروجہ بھاری نصاب ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت ضروری اور کم سے کم مروجہ مضامین شامل کرنے کی کفایت کی گئی تھی۔ مجوزہ منصوبہ نے ان مضامین میں زرعی، تکنیکی، صنعتی اور تجارتی مضامین کا اضافہ بھی ضروری سمجھا پھر جامع نصابات کی از سر نو ترتیب اور وفاقی حکومت کے منظور شدہ نصابات کا بھی مدارس عربیہ کو پابند بنانا چاہا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر ہمارے اس یقین میں اور پختگی آگئی کہ حکومت کے ایسے آئے دن بدلتے ہوئے تجاویز اضافوں اور ترمیمات سے مدارس عربیہ کا اصل مقصد فروغ اشاعت دین، تحفظ قرآن وسنت اور اشاعت علوم دینیہ، مخلص اہل حق علماء کی تیاری باقی نہ رہ سکے گا۔ نہ مدارس عربیہ آئے دن کے بدلتے ہوئے حکومت اور افسروں کے بدلتے ہوئے رجحانات اور مختلف نظریات کے ساتھ اپنی خودمختاری باقی رکھ سکیں گے اس لئے نہ صرف یہ کہ آج کے اس اہم اجلاس میں وفاق المدارس اور مسلک دیوبند کے اکابر اپنی پچھلی قرارداد کی توثیق کرتے ہوئے وزارت تعلیم کے اس مجوزہ خاکہ کو مسترد کرتے ہیں بلکہ دینی تعلیم کی اشاعت میں سرگرم دیگر مکاتب فکر (بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ) کے ارباب مدارس عربیہ سے بھی توقع کرتے ہیں کہ وہ بھی اس مجوزہ اصلاحات سے قطعی لاتعلقی کا اعلان کر کے دینی تعلیم کی حفاظت کا آزمودہ مروج طریقہ کار برقرار رکھیں گے۔ ان شاء اللہ اسی میں دین علماء مدارس دینیہ اور ملک وملت کی فلاح ہوگی۔

(اجلاس عاملہ منعقدہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۸۱ء)

☆......☆......☆

وفاق کی سند کو ایم اے مساوی قرار دلوانے کے لئے جدو جہد

وفاق المدارس کی سند ایم۔اے کے برابر قرار دینے کے بارے میں غور وفکر ہوا۔ اجلاس کو بتایا گیا کہ کراچی میں مولانا محمد

جمیل صاحب اور مولانا خالد محمود صاحب نے بہت کوششوں کے بعد پی-ایچ-ڈی کے فارم جمع کرائے مگر اس کو یونیورسٹی نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ یہ تعلیمی استعداد اس داخلہ کے مطابق پوری نہیں ہے۔

دو تجاویز پیش کی گئیں: (۱) عدالت میں مقدمہ کیا جائے۔ (۲) پریس کا سہارا لیا جائے۔

اس پر مفتی غلام قادر صاحب نے کہا کہ یہ تو داخلہ کی بات ہے، ملازمتوں کی بات یہ ہے کہ وہاں چونکہ ہمارے مدارس کی صرف ایک سند ہے اور اس کے پاس میٹرک' ایف اے' بی اے وغیرہ کی سند نہیں ہوتی اور اس کے پاس ان سندات کی عدم موجودگی کی بناء پر وہ نمبر حاصل نہیں کر سکتے جو کہ انٹرویو کی کامیابی کیلئے ضروری ہیں۔ اس لئے ہمارا طالب علم ناکام ہو جاتا ہے اس لئے وفاق کی بھی میٹرک اور ایف اے کے برابر اسناد جاری کی جائیں۔

دوسری زبان کے طور پر بھی اگر مدارس میں کچھ رکھ دیا جائے تو بہتر ہے اس پر غور ہونا چاہیے۔

طے پایا گیا کہ پریس کانفرنس پیر کے دن کر دی جائے' مولانا محمد اسعد تھانوی صاحب' مولانا سمیع الحق صاحب اور قاری سعید الرحمان صاحب اس کے ذمہ دار ہوں گے۔

(اجلاس عاملہ یکم جمادی الثانیہ ۱۴۰۲ھ، ۲۷ مارچ ۱۹۸۲ء)

☆......☆......☆

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن سے وفاق کی سند کی منظوری اور لائحہ عمل

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۳۰ صفر ۱۴۰۳ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۸۲ء بمقام قاسم العلوم ملتان میں، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن اسلام آباد کے اجلاس منعقدہ ۱۲، ۱۳ ستمبر ۱۹۸۲ء کی کارروائی تفصیل کے ساتھ پڑھ کر سنائی اور اس کے جواب میں تحریر کردہ خط بھی پڑھ کر سنایا۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے مسودات پر کافی غور و خوض کے بعد طے پایا کہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کو خط لکھا جائے جو کہ منسلک ہے اور اسی لائحہ عمل کی روشنی میں ناظم اعلیٰ کو کمیشن سے بات چیت کرنے کا اختیار دیا گیا۔
(اس وقت مولانا ادریس میرٹھیؒ صدر اور مولانا سلیم اللہ خانؒ صاحب ناظم اعلیٰ وفاق تھے۔)

سند کا مسودہ

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن لاہور کے اجلاس میں ایم اے کے مساوی سند کا مسودہ تیار کرنے کیلئے وفاق کے نمائندے نے مہلت طلب کی تھی۔ اس سلسلے میں مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب مندوب وفاق کراچی کا ترتیب دیا ہوا مسودہ منظور کر لیا گیا۔

سند کا نام ''شہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ''

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی طرف سے ایم اے کے مساوی سند کا تجویز کردہ نام ''الشہادۃ العالمیہ فی العلوم الاسلامیہ'' میں ''العربیہ'' کا اضافہ کر کے ''الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ'' نام رکھنے کی تجویز منظور ہوئی۔

مدتِ تعلیم و نصابِ تعلیم

مختلف جامعات سے سندات کے معادلہ کے سلسلہ میں مدت تعلیم کے بارے میں درپیش رکاوٹ دور کرنے کیلئے مدت

تعلیم سولہ سال کرنے کے بارے میں نصابی کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۵ دسمبر کراچی کے فیصلے درج ذیل کی منظوری دی گئی۔

مدت کے مسئلے کا حل یہ ہے کہ تمام مدارس عربیہ درجہ اولی میں داخلہ کیلئے مڈل (جماعت ہشتم) یا اس کے مساوی تعلیم کو لازمی شرط قرار دیں۔ اس کے بعد درجہ اولی وثانیہ مساوی ایس ایس سی (میٹرک)......الثانویۃ العامہ۔ درجہ ثالثہ ورابعہ مساوی ایچ ایس سی (انٹر میڈیٹ)......الثانویۃ الخاصہ۔ درجہ خامسہ وسادسہ مساوی (ایم اے اسلامیات عربی)......الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ۔ درجہ تخصص دو سالہ مساوی ایم فل۔ درجہ تخصص چار سالہ مساوی پی ایچ ڈی (P.H.D)۔ البتہ اس غرض کیلئے وفاق کے پنج سالہ نصاب تعلیم کا از سر نو جائزہ لے کر آٹھ سال پر تقسیم کیا جائے اور وہ نصاب مڈل کے مساوی تعلیم کی بنیاد سمجھی جائے، نصاب کمیٹی اس کام کو مکمل کر کے آئندہ مجلس عاملہ کے اجلاس میں پیش کرے۔

☆......☆......☆

''وفاق'' کی سند کی منظوری کے لئے قومی اسمبلی میں جدوجہد

حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب، حضرت مولانا شیخ الحدیث عبدالحق صاحب، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا صدر الشہید صاحب اور حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب نے وفاق المدارس کی سند کو منظور کرانے کیلئے قومی اسمبلی میں بھرپور کردار ادا کیا لیکن بعض قانونی مجبوریوں کی وجہ سے یہ کام تکمیل کو نہ پہنچ سکا اور سند کی منظوری انگریزی کے ساتھ مشروط کر دی گئی۔ الحمدللہ موجودہ قیادت نے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے بھرپور جدوجہد کی اور الحمدللہ اب وفاق المدارس کی سند ملک کی تمام جامعات میں ایم اے عربی اسلامیات کی مساوی تسلیم کر لی گئی۔

(اجلاس عاملہ ۸ جمادی الاخری ۱۴۰۴ھ۔ ۱۲ مارچ ۱۹۸۴ء)

☆......☆......☆

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی سفارشات پر غور

ناظم اعلیٰ وفاق مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے اجلاس کے معزز شرکاء کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے سلسلہ میں ہونے والے گزشتہ اجلاسات کی کارروائی تفصیل سے بتائی اور اس سلسلے میں حکومت کی جانب سے ہونے والی کوششوں، اس کے مضمرات اور اس کے عواقب پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا۔ آپ نے خصوصیت سے ڈاکٹر افضل صاحب کے عزائم کو مخدوش قرار دیا۔ آپ نے اس کے ضمن میں کچھ شواہد بھی پیش کئے، بہر حال گزشتہ واقعات اور اس سے پیدا شدہ صورتحال کی روشنی میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ حکومت کے حالیہ آرڈیننس کو متفقہ طور پر مسترد کیا جائے۔

اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ دوسرے وفاقوں کے حضرات کو بھی اس سلسلہ میں رابطہ رکھا جائے اور انہیں بھی آرڈیننس کے مضمرات سے آگاہ کر کے اپنے فیصلہ سے اتفاق کرنے پر آمادہ کیا جائے، یہ بھی طے ہوا کہ اس فیصلہ سے فوری طور پر صدر مملکت، وزیر تعلیم، وزیر قانون اور وزارت مذہبی امور کو مطلع کر دیا جائے یہ بھی کہا گیا کہ پریس کانفرنس کے ذریعے اس فیصلہ کو اخبارات میں

مشتہر کیا جائے۔

یونیورسٹی سے مذاکرات کے لیے وفد کی تشکیل

وفاق کی جانب سے ایک وفد باقاعدہ تشکیل دیا گیا جو اس معاملہ میں صدر مملکت سے بالمشافہ گفتگو کرے اور انہیں وفاق کے دینی، مذہبی اور علمی موقف سے آگاہ کرے گا۔ وفد درج ذیل حضرات پر مشتمل ہوگا:

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب جامعہ فاروقیہ کراچی (ناظم اعلی وفاق)، حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب جامعہ دارالعلوم کراچی، حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب نجم المدارس کلاچی، حضرت مولانا عبداللہ صاحب اسلام آباد، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اکوڑہ خٹک۔

اجلاس میں شریک حضرات کے دستخطوں سے صدر مملکت، وزیر تعلیم ڈاکٹر افضل، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن اور وزارت قانون کو اس فیصلہ سے ٹیلیگرام کے ذریعہ سے مطلع کیا گیا۔ (اجلاس عاملہ ۲۴ جمادی الاخری ۱۴۰۵ھ، ۱۷ مارچ ۱۹۸۵ء)

☆......☆......☆

دینی مدارس میں عصری مضامین کی تدریس

حضرت ناظم اعلیٰ قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہ نے مجلس عاملہ کے اجلاس میں دینی مدارس میں عصری مضامین کی تدریس کے حوالہ سے وزارت تعلیم حکومت پاکستان کی طرف سے طلب کردہ اجلاس منعقدہ ۲۷، ۲۸ مارچ ۲۰۰۲ء کی تفصیلی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ دوروزہ اجلاس جناب طارق فاروق صاحب وفاقی سیکرٹری تعلیم کی صدارت میں منعقد ہوا اور اس میں تمام وفاقوں کے نمائندوں کے علاوہ بعض جامعات کے نمائندگان نے بھی شرکت کی۔ اجلاس کا مقصد دینی مدارس میں عصری علوم کی تدریس کے لئے قابل عمل تجاویز وسفارشات کی تیاری تھا۔ وفاقی سیکرٹری تعلیم اور حکومت کے نمائندوں نے برصغیر میں علماء و مدارس کی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور یہ اعتراف کیا کہ قیام پاکستان کے لئے علماء و دینی مدارس کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت ملک میں مروجہ دو نظام ہائے تعلیم کے مابین موجود فاصلے کو امکانی حد تک کم کرنا چاہتی ہے اور اس بات کی متمنی ہے کہ دینی مدارس کو قومی دھارے میں لاکر ان طلبہ کو دینی و دنیوی تعلیم دے کر ان کے علوم و تجربات سے استفادہ کرے اور ثانویہ عامہ اور ثانویہ خاصہ (میٹرک اور ایف اے) کی سطح پر انگریزی، ریاضی، مطالعہ پاکستان اور جنرل سائنس کے مضامین تمام دینی مدارس میں بطور لازمی مضمون شامل نصاب کر کے ان کی تدریس کا اہتمام کیا جائے اور سرکاری بورڈز کے تحت ان کے امتحانات دلوائے جائیں۔

حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے کہا کہ اجلاس میں شریک باقی وفاقوں کے نمائندگان نے ایف اے تک عصری مضامین کی تعلیم دینے سے اتفاق کیا۔ لیکن احقر نے کہا کہ میٹرک تک بنیادی تعلیم حاصل ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد عصری تعلیم کے اداروں میں بھی اسپیشلائزیشن (تخصصات) کا طریق کار رائج ہے۔ ایک تخصص علوم دینیہ کا ہے جو مدارس میں کرایا جاتا ہے۔ حکومت کو

اس تخصص کو تسلیم کرنا چاہیے۔ نیز ایف اے تک ان مضامین کو لازمی قرار دینے کی صورت میں طلبہ پر اسباق کا بار بہت بڑھ جائے گا اور عصری و دینی تعلیم کے دونوں شعبہ متاثر ہوں گے۔

چنانچہ بحث و تمحیص کے بعد شرکاء اجلاس نے اس سے اتفاق کیا اور طے کیا کہ میٹرک کی سطح تک وفاق ہائے مدارس میں ان مضامین کو شامل کیا جائے گا۔ یہ ان شاء اللہ ہمارے لئے مفید ہوگا اور طلبہ درس نظامی کی تعلیم زیادہ بہتر حاصل کرسکیں گے۔ حکومت کا موقف یہ بھی تھا کہ درسی مواد ملک میں رائج نصاب اور حکومت کا مطبوعہ ہونا چاہیے۔ اس طرح دینی مدارس کے طلبہ بھی قومی دھارے میں شامل ہو جائیں گے۔ وفاق ہائے مدارس کو الگ سے مواد کی تیاری اور طباعت کے اخراجات نہیں کرنے پڑیں گے۔ نیز جنرل سائنس، انگلش اور ریاضی وغیرہ میں کوئی بات خلاف شریعت بھی نہیں ہوتی۔ اس پر بھی بعض نمائندگان مدارس نے اتفاق کیا مگر احقر نے کہا کہ موجودہ نصاب میں غیر شرعی امور مثلاً جانداروں کی تصاویر وغیرہ موجود ہیں۔ جبکہ ہمارا مرتب کردہ نصاب اس قباحت سے پاک ہونے کے علاوہ ایسا ہونا ضروری ہے کہ جس میں عصری مضامین کی تدریس کے باوجود دینی رنگ غالب ہو۔ اس لئے زیادہ مناسب یہ ہے کہ ''وفاق'' اپنا نصاب خود مرتب کریں اور حکومت اسکی منظوری دے۔ دوسرے درجے میں ان مضامین کی نصابی کتب کی تدوین کے لئے حکومت دینی مدارس کے علماء اور عصری تعلیم کے ماہرین پر مشتمل ایک کمیشن مقرر کرے جو پورے ملک کے دینی مدارس کے لئے ایسا نصاب مرتب کرے جو اسلامی تعلیمات اور دینی مزاج کے مطابق ہو۔ چنانچہ طے ہوا کہ اس کے لئے علماء کرام اور ماہرین تعلیم پر مشتمل ''قومی ریویو کمیٹی'' بنائی جائے جو عصری مضامین سے متعلق درسی کتب پر نظر ثانی کرے اور انہیں اسلامی روایات کے مطابق بنائے۔ امتحانات کے سلسلہ میں حکومت کا موقف یہ تھا کہ دینی مدارس کے طلبہ ثانویہ عامہ (میٹرک) کا امتحان سرکاری بورڈ کے تحت دیں، لیکن ہمارا موقف یہ تھا کہ ان وفاقوں کو ''یونیورسٹی گرانٹس کمیشن'' نے تعلیمی بورڈوں کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔ نیز جب انہیں شہادۃ العالمیہ (ایم اے) کا امتحان لینے اور سند جاری کرنے کا اختیار ہے تو تحتانی درجات کا امتحان لینے اور سند جاری کرنے پر اعتماد کیوں نہیں کیا جارہا؟ جبکہ ہمارا نظام امتحان سرکاری نظام امتحان سے بدرجہا بہتر ہے۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ دینی مدارس کے وفاق خود امتحان لیں گے اور اسناد جاری کریں گے اور حکومت اسے تسلیم کرے گی۔

حضرت ناظم اعلیٰ صاحب کی اس تفصیلی رپورٹ پر معزز اراکین عاملہ نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے تحسین فرمائی اور اس کی منظوری دی۔ بعدازاں ناظم اعلیٰ صاحب نے بتایا کہ حضرت صدر الوفاق دامت برکاتہم کی زیر نگرانی ''نصاب تعلیم'' زیر غور ہے۔ مذکورہ بالا مضامین کی تدریس وغیرہ کے امور ''نصاب'' کے مسودہ میں شامل کر کے تفصیلی طریقہ کار مجلس عاملہ کے آئندہ اجلاس میں پیش کردیا جائے گا۔ فی الحال اصولی طور پر اس کی منظوری دے دی جائے۔ چنانچہ اجلاس نے اس کی منظوری دے دی۔ البتہ بلوچستان سے رکن عاملہ قاری عبدالرحمٰن صاحب (کرخ) نے دینی مدارس میں عصری تعلیم کی تدریس سے اختلاف کیا۔ حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے جواباً کہا کہ محترم قاری صاحب وسائل کی کمی اور اساتذہ کی عدم فراہمی کے باعث اختلاف فرمارہے ہیں۔ جبکہ اس کا حل نکالا جاسکتا ہے۔ نیز ''وفاق'' ایسے مدارس کے لئے کوئی استثنائی یا رعائتی صورت پر بھی غور کرسکتا ہے۔ شرکاء نے اس سے اتفاق کیا۔ (اجلاس عاملہ ۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ مطابق ۹ جون ۲۰۰۲ء)

موجودہ نصاب تعلیم

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

نصاب تعلیم درجہ ابتدائیہ (پرائمری)

نمبر شمار	جماعت	تفصیل مضامین
01	اوّل	نورانی قاعدہ/یسرنا القرآن، کلمہ طیبہ وکلمہ شہادت، ثناء، کتاب اردو جماعت اوّل، مفردات نویسی، سو تک گنتی، دو کا پہاڑہ، کتاب انگریزی جماعت اوّل
02	دوم	آخری پارہ (ناظرہ) قرآن کریم کی آخری دس سورتیں (حفظ) نماز، کتاب اردو جماعت دوم، مرکبات نویسی، کتاب ریاضی جماعت دوم، کتاب انگریزی جماعت دوم
03	سوم	پانچ پارے اوّل (ناظرہ) نماز حنفی علاوہ خطبات واشعار، کتاب اردو جماعت سوم، عبارت نویسی، سائنس سوم، کتاب ریاضی جماعت سوم، کتاب انگریزی جماعت سوم، کتاب معاشرتی علوم جماعت سوم
04	چہارم	از پارہ ۶ تا پارہ ۱۵ (ناظرہ) تعلیم الاسلام حصہ اوّل، کتاب اردو جماعت چہارم، املاء زبانی، کتاب ریاضی جماعت چہارم، کتاب انگریزی جماعت چہارم، کتاب معاشرتی علوم جماعت چہارم، سائنس چہارم
05	پنجم	از پارہ ۱۶ تا آخر (ناظرہ) تعلیم الاسلام حصہ دوم، نماز مسنون کی چالیس احادیث (اربعین مؤلفہ مولانا محمد الیاس فیصل) کتاب اردو جماعت پنجم، لکھائی از کتاب اردو بطور املاء، کتاب ریاضی جماعت پنجم، کتاب انگریزی جماعت پنجم، کتاب سائنس جماعت پنجم

نوٹ:......درجہ متوسطہ سال سوم کے علاوہ عصری مضامین صوبائی ٹیکسٹ بورڈ کے مطابق پڑھائے جائیں گے۔

نصاب تعلیم درجہ متوسطہ (مڈل)

نمبر شمار	سال اوّل	سال دوم	سال سوم
01	''حدر'' ابتدائی دس پارے (ناظرہ) ازسورۃ الضحیٰ تا سورۃ الناس (حفظ)	''حدر'' از پارہ گیارہ تا بیس (ناظرہ) ازسورۃ انشقاق تا والّیل (حفظ)	''حدر'' از پارہ اکیس تا آخر (ناظرہ) خلاصۃ التجوید مؤلفہ قاری اظہار احمد تھانوی ازسورۃ النبا تا سورۃ المطففین (حفظ)

02	تعلیم الاسلام حصہ سوم، چہارم معاشرتی علوم جماعت ششم	سیرت خاتم الانبیا ﷺ از مفتی محمد شفیعؒ معاشرتی علوم جماعت ہفتم	بہشتی گوہر (مولانا اشرف علی تھانوی) سیرت الرسول (مرتبہ وفاق المدارس)
03	کتاب اردو جماعت ششم املاء از کتاب اردو	کتاب اردو جماعت ہفتم املاء از کتاب اردو	کتاب اردو جماعت ہشتم و معاشرتی علوم (مرتبہ وفاق المدارس)
04	ریاضی جماعت ششم	ریاضی جماعت ہفتم	ریاضی جماعت ہشتم (مرتبہ وفاق المدارس)
05	سائنس جماعت ششم	سائنس جماعت ہفتم	گلستان باب ۱ تا ۴
06	تسہیل المبتدی، فارسی کا آسان قاعدہ، کریما	نام حق، پند نامہ، گلستان باب نمبر ۸	انگریزی جماعت ہشتم (مرتبہ وفاق المدارس)
07	انگریزی جماعت ششم	انگریزی جماعت ہفتم	سائنس (مرتبہ وفاق المدارس)

نصاب تعلیم (بنین)

ثانویہ عامہ ...... ’’میٹرک‘‘ ...... (سال اول)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	انگلش	گورنمنٹ کا منظور کردہ نصاب
02	سائنس	....
03	ریاضی	....
04	اردو	....
05	اسلامیات	....
06	مطالعہ پاکستان	....

ثانویہ عامہ ...... ’’میٹرک‘‘ ...... (سال دوم)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	نحو	علم النحو، نحو میر فارسی/عربی، شرح مائۃ عامل مع الترکیب
02	صرف	میزان الصرف و منشعب اور پنج گنج/ارشاد الصرف/اردو یا علم الصرف تین حصص
03	تمرین الصرف	صفوۃ المصادر، تیسیر الابواب

04	تمرین نحو	المنہاج فی القواعد والاعراب، النحو المیسر، تسہیل النحو
05	اللغۃ العربیہ	الطریقۃ العصریہ اول ودوم
06	تجوید	جمال القرآن، حفظ ومشق قراءۃ از پارہ عم ربع آخر

ثانویہ عامہ ...... ''میٹرک'' ...... (سال سوم)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	تفسیر وحدیث وتجوید	ترجمہ پارہ عم؛ زادالطالبین کامل؛ فوائد مکیہ حفظ ومشق پارہ عم نصف آخر
02	اللغۃ العربیہ والانشاء	القراءۃ الراشدہ جلد اول ومعلم الانشاء جلد اول
03	الفقہ	مختصر القدوری کامل
04	الصرف	علم الصیغہ فارسی مع خاصیات از فصول اکبری، علم الصرف یا علم الصیغہ عربی مع خاصیات ابواب
05	النحو	ھدایۃ النحو کامل مع تمرینات از تسہیل الادب (مولانا سلیم اللہ خان صاحب)
06	المنطق	تیسیر المنطق، ایساغوجی، مرقاۃ

ثانویہ خاصہ ...... ''ایف اے'' ...... (سال اول)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	تفسیر وحدیث	ترجمہ وتفسیر از سورہ عنکبوت تا پارہ عم وریاض الصالحین کتاب الادب فقط
02	الفقہ	کنز الدقائق ماسوا کتاب الفرائض
03	اصول الفقہ واخلاق	آسان اصول فقہ، اصول الشاشی بعدہ تعلیم المتعلم
04	النحو	کافیہ
05	المنطق	شرح تہذیب
06	اللغۃ العربیہ والادب	نفحۃ العرب حصہ نثر ومعلم الانشاء جز ثانی

ثانویہ خاصہ ...... ''ایف اے'' ...... (سال دوم)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	تفسیر وحدیث	ترجمہ وتفسیر از سورہ یونس تا سورہ عنکبوت۔ ریاض الصالحین از کتاب الجہاد تا آخر کتاب الدعوات

02	الفقہ	شرح وقایہ اخیرین
03	اصول الفقہ	نورالانوار تا قیاس
04	النحو	شرح جامی ازمرفوعات تامبنیات
05	علم بلاغت	دروس البلاغہ و تلخیص المفتاح
06	المنطق	قطبی تاعکس نقیض
07	اللغۃ العربیہ والانشاء	مقامات حریری دس مقامے و معلم الانشاء جلد ثالث

عالیہ ...... ''بی اے'' ...... (سال اول)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	ترجمہ و تفسیر	سورہ فاتحہ تا سورہ یونس
02	الفقہ	ہدایہ جلد اول
03	اصول الفقہ والتاریخ	حسامی تا قیاس و بحث قیاس از نورالانوار، تاریخ اسلام مولفہ مولانا معین الدین احمد ندوی (زیرغور)
04	بلاغۃ	مختصر المعانی الفن الاول والثالث
05	فلسفہ وعقائد	الانتباہات المفیدہ اردو، آثار السنن از ابتداء تا کتاب الوتر، معین الفلسفہ (مولفہ مولانا سعید احمد پالنپوری)
06	اللغۃ العربیہ	دیوان متنبّی تا قافیۃ الدال، سبعہ معلقات پہلے تین معلقے

عالیہ ...... ''بی اے'' ...... (سال دوم)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	تفسیر، اصول تفسیر	الفوز الکبیر جلالین شریف مکمل
02	حدیث و فرائض	خیر الاصول، مسند امام اعظم، سراجی
03	الفقہ	ہدایہ جلد ثانی
04	اصول الفقہ	توضیح تا مقدمات اربعہ و تلویح تا بحث الخاص
05	عقائد و فلکیات	عقیدہ طحاویہ، شرح عقائد، فہم فلکیات
06	اللغۃ والعروض	دیوان الحماسہ (باب الحماسہ) متن الکافی برائے مطالعہ اردو بحرین

عالمیہ ...... ''ایم اے'' ...... (سال اول)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	اصول تفسیر اصول حدیث	التبیان فی علوم القرآن، شرح نخبۃ الفکر، آئینہ قادیانیت برائے مطالعہ
02	تفسیر	بیضاوی ربع پارہ اول
03	حدیث	مشکوٰۃ المصابیح جلد اول
04	حدیث	مشکوٰۃ المصابیح جلد دوم
05	فقہ	ہدایہ جلد ثالث
06	فقہ	ہدایہ جلد رابع

عالمیہ ...... ''ایم اے'' ...... (سال دوم)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	کتب حدیث	صحیح بخاری
02		صحیح مسلم
03		جامع الترمذی
04		سنن ابوداؤد
05		سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، شمائل ترمذی
06		موطا امام مالک، موطا امام محمد، طحاوی

نصاب تعلیم بنات

ثانویہ عامہ بنات ...... ''میٹرک'' ...... (سال اول)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	ریاضی	........دو گھنٹے
02	انگلش	........دو گھنٹے
03	اردو	.... ایک گھنٹہ
04	جنرل سائنس	.... ایک گھنٹہ
05	تصحیح قرآن کریم	آخری پاؤ عم وسورہ بقرہ
06	سیرت رسول ﷺ	سیرت رسول ﷺ (مولفہ شاہ ولی اللہؒ)

ثانویہ عامہ بنات ...... ''میٹرک'' ...... (سال دوم)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	ریاضی	........دو گھنٹے
02	انگلش	........دو گھنٹے
03	اردو	.... ایک گھنٹہ
04	جنرل سائنس	.... ایک گھنٹہ
05	مطالعہ پاکستان	.... ایک گھنٹہ
06	تعلیم الاسلام مکمل	.... ایک گھنٹہ

ثانویہ خاصہ بنات ...... ''ایف اے'' ...... (سال اول)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	ترجمہ وتفسیر حفظ وحدر	ترجمہ ومختصر تفسیر پارہ عم۔ خلاصۃ التجوید۔ حفظ ربع آخر پارہ عم۔ حدر آخری پانچ پارے۔
02	حدیث	جوامع الکلم (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ) زاد الطالبین مکمل۔ ترکیب باب اول تا ذکر مغیبات۔
03	فقہ	تعلیم الاسلام مکمل، تاریخ اسلام حصہ سوم (مولفہ مولانا محمد میاں)

04	صرف	علم الصرف (ج ۔۱۔۲۔۳) مع اجراء از تمرین الصرف۔
05	نحو	علم النحو مع اجراء از تمرین النحو / تسہیل النحو ۔عوامل النحو باترکیب۔
06	ادب	الطریقۃ العصریہ (ج ۔۱) عربی کا معلم (حصہ اوّل، دوم) مولفہ مولانا عبدالستار خان صاحب۔

ثانویہ خاصہ بنات ...... ''ایف اے'' ...... (سال دوم)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	ترجمہ وتفسیر	از سورۂ یونس تا اختتام سورۂ عنکبوت، حفظ سورۂ یٰسین
02	فقہ	مختصر القدوری از ابتداء تا اختتام کتاب الحج' واز کتاب النکاح تا آخر کتاب النفقات
03	اصول فقہ	اصول الشاشی (بحث کتاب اللہ)، آسان اصول فقہ مکمل مولفہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب
04	صرف	علم الصیغہ ماسوائے باب چہارم مع خاصیاتِ ابواب از علم الصرف حصہ چہارم
05	نحو	ہدایۃ النحو
06	ادب ومنطق	شرح مائۃ عامل نوع اول باترکیب، تیسیر المنطق

عالیہ بنات...... ''بی اے'' ...... (سال اول)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	ترجمہ وتفسیر	از سورۂ روم تا ختم سورۂ مرسلات، حفظ سورۂ واقعہ، سورۂ ملک
02	حدیث	ریاض الصالحین از ابتداء تا کتاب الفضائل
03	فقہ	مختصر القدوری (مابقیہ) ماسوائے کتاب العتاق، کتاب المکاتب، کتاب الولاء و کتاب الفرائض
04	اصول فقہ ومیراث	نورالانوار (بحث سنت واجماع) سراجی تا ختم باب الرّد
05	بلاغت	دروس البلاغۃ (مکمل)
06	ادب عربی وعقائد	مختارات حصہ اول (مولانا ابوالحسن علی ندوی)، العقیدۃ الطحاویۃ (متن)

عالیہ بنات ...... ''بی اے'' ...... (سال دوم)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	ترجمہ وتفسیر	از ابتداء تا ختم سورہ توبہ، حفظ سورۂ رحمٰن
02	حدیث	مشکوٰۃ جلد اول (مقدمہ شامل نہیں ہے)
03	حدیث و اصول حدیث	مشکوٰۃ جلد ثانی، خیر الاصول
04	فقہ	ہدایہ جلد اول
05	اصول الفقہ	مختصر، اسلام اور تربیت اولاد (ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ)
06	عقائد واصول تفسیر	شرح عقائد از عذاب قبر تا آخر' علوم القرآن حصہ اول باب اول۔ حصہ دوم باب اول ودوم (مولفہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی)

عالمیہ بنات ...... '' ایم اے'' ...... (سال اول)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	تفسیر	منتخبات جلالین شریف جلد اول، سورۃ البقرہ وسورۃ النساء جلد ثانی سورۃ النور والطلاق والتحریم وسورۃ الفاتحہ۔
02	اصول حدیث	تیسیر مصطلح الحدیث دکتور محمود الطحان۔
03	فقہ	ہدایہ جلد ثانی کتاب النکاح، کتاب الطلاق تا آخر کتاب الایمان
04	حدیث	طحاوی کتاب الصلوٰۃ تا کتاب الجنائز
05	حدیث	جامع ترمذی (ج۔۲) باستثناء کتاب العلل
06	حدیث	سنن ابوداؤد جلد اول ماسوائے کتاب الصلوٰۃ

عالمیہ بنات ...... '' ایم اے'' ...... (سال دوم)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	کتب حدیث	صحیح بخاری جلد دوم۔ کتاب المغازی، کتاب الاطعمہ تا آخر کتاب الرقاق و کتاب الرد علی الجہمیہ تا آخر کتاب۔
02		صحیح مسلم جلد اول۔ کتاب الایمان واز کتاب النکاح تا آخر کتاب۔
03		جامع ترمذی جلد اول (مکمل)

04		صحیح بخاری جلد اول۔ بدء الوحی، کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الجہاد تا آخر کتاب۔
05		صحیح مسلم جلد دوم۔از کتاب الفضائل تا باب الامر بحسن الظن باللہ تعالیٰ و کتاب الزہد
06		ابوداؤد شریف جلد دوم۔کتاب الضحایا والوصایا واز کتاب الایمان والنذور،از کتاب الاشربۃ تا آخر کتاب الملاحم، کتاب الآداب تا آخر کتاب وشمائل ترمذی۔

نصاب تعلیم تجوید

تجوید للعلماء والعالمات ......(یک سالہ)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	تجوید	معلم التجوید حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب
02	تجوید	تفہیم الوقوف مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب
03	تجوید	المقدمہ الجزریہ مع تشریحات وحفظ ابیات۔
04	حدر	حدر مکمل قرآن مجید
05	ترتیل	ترتیل پارہ ۲۹، ۳۰ مع حفظ واجراء قواعد
06	قراءات	علوم القراءات میں درج ذیل مضامین کا امتحان ہوگا: تعریف القراءات وتاریخہا، ارکان قراءات صحیحہ متواترہ، قراءات شاذہ اوران کی حجیت، بحث سبعہ احرف، رسم المصحف کتب برائے رہنمائی واستفادہ: علوم القرآن (حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی)، صفحات فی علوم القراءات (دکتور عبدالقیوم بن عبدالغفور السندی)، دفاع قراءات (مولانا قاری محمد طاہر رحیمیؒ)

نوٹ:......(الف) مقدمہ جزریہ کی تشریح کے لئے (۱) مولانا قاری اظہار احمد تھانوی کی شرح جزری (۲) قاری شریف احمد کی شرح جزری (۳) قاری رحیم بخش صاحب کی العطایا الوھبیہ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔(ب) تجوید للعلماء کے امتحان میں داخلہ کے لئے ''وفاق'' کی شہادۃ العالمیہ شرط ہے۔مقدمہ جزریہ، حدر یا ترتیل وحفظ کے امتحان میں ناکام طالب علم کوناکام سمجھا جائے گا۔ان کو وفاق المدارس کا امتحان تجوید پاس کرنے پر ''شہادۃ التجوید للعلماء'' جاری کی جائے گی۔

برائے مطالعہ: دفاع قرأت مولانا قاری محمد طاہر رحیمیؒ

تجوید للحفاظ والحافظات ......(سال اول)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	تجوید	خلاصۃ التجوید
02	تجوید	جمال القرآن
03	حدر	حدر ابتدائی دس پارے
04	ترتیل	ترتیل پارہ ۲۹ و ۳۰ مع عملی اجراء وقواعد تجوید
05	صرف	علم الصرف حصہ اول
06	فقہ	تعلیم الاسلام دو حصے مع سیرۃ الرسول (مرتبہ وفاق)

تجوید للحفاظ والحافظات ......(سال دوم)

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	تجوید	فوائد مکیہ۔ برائے مطالعہ جامع الوقف معرفۃ الوقوف (قاری محبّ الدین احمد لکھنویؒ)
02	تجوید	المقدمۃ الجزریہ مع ترجمہ وحفظ ابیات
03	حدر	حدر آخری بیس پارے
04	ترتیل	ترتیل پارہ ۲۸ مع عملی اجراء قواعد تجوید
05	صرف	علم الصرف حصہ دوم
06	فقہ	تعلیم الاسلام آخری دو حصے

نوٹ:...... تجوید للحفاظ کے امتحان میں داخلہ کے لیے ''وفاق'' کی سند حفظ شرط ہے۔حفاظ طلبہ کو وفاق المدارس کا امتحان تجوید پاس کرنے پر ''شہادۃ التجوید (للحفاظ)'' جاری کی جائے گی۔

نصاب تعلیم دراسات دینیہ

دراسات دینیہ سال اول

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	ترجمہ وتفسیر	ترجمہ قرآن کریم مع مختصر تفسیر (سورہ یونس تا عنکبوت)۔
02	حدیث	معارف الحدیث (ج ۲۔۳۔۴)۔
03	فقہ	تعلیم الاسلام (مکمل)۔بہشتی زیور (ج ۲۔۳۔۴)
04	صرف ونحو	علم الصرف (ج ۱۔۲)۔علم النحو

05	لغۃ عربیہ	طریقۃ عصریہ (ج۔۱)۔ قصص النبیین (ج۔۱۔۲)
06	سیرت، حدر	سیرت خاتم الانبیا ﷺ (مفتی محمد شفیعؒ)۔ حدر آخری پارہ عم مع حفظ ربع آخر۔

دراساتِ دینیہ سال دوم

نمبر شمار	مضامین	کتب
01	ترجمہ وتفسیر	سورہ بقرہ تا سورہ یونس وسورہ عنکبوت تا ختم قرآن
02	حدیث	معارف الحدیث (ج۔۱۔۵۔۶۔۷)۔
03	فقہ	بہشتی زیور (ج۔۵۔۶۔۷)
04	لغہ عربیہ	طریقۃ عصریہ (ج۔۲)۔ قصص النبیین (ج۔۳۔۴)
05	صرف ونحو	علم الصرف (ج۔۳۔۴)، عوامل النحو
06	عقائد	حیات المسلمین (اردو)

☆۔ کتب برائے مطالعہ دراسات سال اول: اسوہ رسول ﷺ اور نماز مدلل

☆۔ کتب برائے مطالعہ دراسات سال دوم: سیر الصحابیات اور اسلام کیا ہے؟

نوٹ:...... ترجمہ قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے صرف ونحو سے ضروری مناسبت پیدا کی جائے۔

سال دوم میں ترجمہ قرآن کے دو گھنٹے ہوں گے۔ البتہ پرچہ ایک ہوگا۔

معارف الحدیث میں اصل نصاب احادیث ہوں گی۔ اساتذہ ان کی تشریح معارف الحدیث کی روشنی میں خود بھی کرسکتے ہیں۔ جہاں مناسب سمجھیں کتاب کی تشریح کو پڑھا دیں۔

ادب واحترام

بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک طالب علم زمانہ طالب علمی میں انتہائی ذہین وفطین ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ فارغ ہونے کے بعد آگے چل کر وہ بڑی دینی خدمات انجام دے گا اور ناموری حاصل کرے گا، لیکن احترام اساتذہ کا وصف نہ ہونے کی وجہ سے وہ بالکل گم ہو جاتا ہے اور دینی خدمات کے مواقع سے یکسر محروم رہتا ہے...... اس کے برعکس بہت سارے طلبہ کند ذہن اور غبی ہوتے ہیں لیکن ادب اور احترام کا وصف ان میں بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے، اس لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں بڑی دینی خدمات کے لئے قبول کر دیتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا نصاب و نظام تعلیم

مولانا ندیم الواجدی

[مولانا ندیم الواجدی صاحب ہندوستان کی مشہور علمی شخصیت ہیں، وہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل، ماہنامہ ترجمانِ دیوبند کے مدیر اور کئی مقبول کتابوں کے مصنف ہیں، انہوں نے امام غزالیؒ کی شہرۂ آفاق کتاب ''احیاء علوم الدین'' کا ترجمہ چار جلدوں میں تحریر فرمایا جو مقبول عام ہے...... دارالعلوم دیوبند چونکہ ام المدارس ہے اس لیے اس ناکارہ نے ان سے دارالعلوم دیوبند کے نصاب و نظام تعلیم کے موضوع پر ''وفاق المدارس...... تاریخ و خدمات'' کے اس مجموعے کے لیے مضمون لکھنے کی درخواست کی تھی، انہوں نے کمالِ مہربانی سے درج ذیل انتہائی جامع مضمون تحریر فرمایا، جس میں دارالعلوم دیوبند کے نصاب تعلیم کا تعارف، اس کے تدریجی مراحل اور موجودہ نصاب کی مکمل تفصیل قلم بند کی گئی ہے اور تعلیم و تربیت سے متعلق دارالعلوم دیوبند کے چند اصول وضوابط بھی تحریر کیے گئے ہیں، ہم ان کے شکریہ کے ساتھ، ان کا یہ مضمون اس مجموعہ میں شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ مرتب]

دارالعلوم دیوبند کے نصاب تعلیم پر گفتگو کرنے سے پہلے ہمیں ان حالات کا جائزہ لینا ہوگا جن حالات میں دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا اور ان مقاصد پر روشنی ڈالنی ہوگی جن مقاصد کی تکمیل کے لیے یہ عظیم ادارہ قائم ہوا۔

ہندوستان میں انگریزی استعمار کی آمد کے ساتھ ہی مسلمانوں کے ہزار سالہ اقتدار کا زوال شروع ہوگیا، انگریز یہاں صرف حکومت کرنے کے لیے ہی نہیں آئے تھے بلکہ وہ یہاں کے مسلمانوں کی متاعِ دین وایمان پر بھی شب خون مارنے کا ارادہ رکھتے تھے، چناں چہ انھوں نے سب سے پہلے تعلیم پر حملہ کیا جو کسی بھی قوم کی شہہ رگ ہوتی ہے، انگریز چاہتا تھا کہ اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کا نام ونشان مٹ جائے اور عیسائیت کو فروغ حاصل ہو، برطانوی دارالعوام کے ایک ممبر مسٹر مینگلس نے اپنی تقریر میں کہا تھا:

> ''خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے زیر نگیں ہے تاکہ عیسیٰ مسیح کا جھنڈا ہندوستان میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے، ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت، تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیے اور اس میں کسی طرح کا تساہل نہ کرنا چاہئے''۔

(حکومت خود اختیاری بہ حوالہ علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے: ۱/۲۰)

۷/ مارچ ۱۸۳۵ء کو انگریزی حکومت کے نظریہ سازوں کی ایک میٹنگ مشہور ماہر تعلیم لارڈ میکالے کی صدارت میں

منعقد ہوئی، زیر بحث مسئلہ یہ تھا کہ ہندوستان کے مدرسوں اور اسکولوں میں تعلیم مشرقی زبانوں میں دی جائے یا انگریزی زبان میں، اجلاس کے بعض شرکاء چاہتے تھے کہ ذریعۂ تعلیم کے طور پر یہاں کی زبانوں کو اختیار کیا جائے، جب کہ دوسرا فریق یہ رائے رکھتا تھا کہ انگریزی زبان کے ذریعے تعلیم کو فروغ دیا جائے، ووٹنگ ہوئی تو دونوں طرف کے ووٹ برابر تھے، تب لارڈ میکالے نے انگریزی زبان کے حق میں ووٹ ڈال کر اس میٹنگ کو اس کے انجام تک پہنچا دیا، اس طرح یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ اب اس ملک میں انگریزی زبان کے ذریعے تعلیم دی جائے گی، لارڈ میکالے نے اپنے نظریہ کو مدلل کرنے کے لیے واضح طور پر کہا:

’’ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہئے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہو مگر مذاق، رائے، الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو‘‘۔

(تاریخ التعلیم از میجر باسوب، حوالہ مسلمانوں کا روشن مستقبل ص:۱۷۱)

چناں چہ مسلمانوں کے مدارس ختم کیے گئے اور ان کی جگہ مشنری اسکول قائم کیے گئے، جن کے مقاصد یہ تھے:

(الف)...... برطانوی شہنشاہیت کے لیے وفادار کاسہ لیس پیدا کیے جائیں۔

(ب)...... کیوں کہ احکام قرآن کی موجودگی میں برطانوی شہنشاہیت سے وفاداری ممکن نہیں لہٰذا مسلمانوں کو مذہب سے ناآشنا بنایا جائے۔

(ج)...... نصاب تعلیم ایسا ہو کہ پڑھنے والے برطانوی شہنشاہیت کے لیے ایمان دار غلام بن جائیں، یعنی احترام مذہب، احساس وطن، احترام علماء اور باہمی رواداری سے محروم کر دیے جائیں، آپس میں تفریق بڑھے، ہندو مسلم منازعت پیدا ہو اور ’’تفرقہ ڈالو حکومت کرو‘‘ کی پالیسی کامیاب ہو۔

(علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے:۱/۲۹)۔

خدا کا شکر ہے ہمارے بزرگوں نے انگریزوں کی سازشوں کا بھرپور مقابلہ کیا، مسلح جدوجہد بھی کی، کتابیں بھی لکھیں، مناظرے بھی کیے، انھوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے دین وایمان کی حفاظت کی بل کہ اپنی زبانوں اور اپنے علوم وفنون کو بھی تباہ وبرباد ہونے سے بچایا، ۱۸۵۷ء کی شکست وریخت کے بعد اکابرین دار العلوم نے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کے لیے دینی تعلیم کی اشاعت کا راستہ اختیار کیا، ان اکابرین میں سرفہرست حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (متوفی ۱۲۹۷ھ) ہیں، جنھوں نے اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر ۱۵/محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰/مئی ۱۸۶۶ء کو دیوبند کی ایک چھوٹی سی مسجد میں دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ اس درسگاہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

’’بادیٔ النظر میں یہ ایک حقیر درس گاہ تھی لیکن فی الحقیقت یہ علومِ معرفت کا عظیم سرچشمہ تھا، اس میں بڑی جامعیت تھی، بڑی ہمہ گیریت تھی، یہ ایک دانش کدہ تھا، علم وعرفان کا مرکز عظیم

اورامن وتقویٰ کا مظہر جلیل تھا، فکروعمل کی بہترین جلوہ گاہ تھی'' (ہمارا تعلیمی نظام:۱۳۶)

یہ حقیقت ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا قیام اچانک رونما ہونے والا واقعہ نہ تھا؛ بلکہ اس کے قیام کے پیچھے بزرگوں کی آہ سحرگہی بھی تھی، منامی اشارات اور الہامی تائیدات بھی تھیں، اور سب سے بڑھ کر ان بزرگوں کی فراست ایمانی بھی کارفرما تھی جنھوں نے بے سروسامانی کے باوجود اس الہامی مدرسے کے قیام میں حصہ لیا تھا، بہ قول مولانا تقی عثمانی ''ان کے باطنی شعور اور فکری بلوغ سے ظلمت کدۂ ہند میں وحی الٰہی کی روشنی پھیلانے کا انتظام ہورہا تھا، یہ وہ بندگان خدا تھے جن کی اصابت فکر، جن کی جلالت علم اور جن کی فراست وفہم پر ماہ وپروین گواہ تھے (حوالۂ سابق)

دارالعلوم دیوبند......مقاصد

دارالعلوم دیوبند کے قدیم دستور اساسی میں اس ادارے کے مقاصد کی ان الفاظ میں وضاحت کی گئی ہے۔

(۱)......قرآن مجید، تفسیر، حدیث، عقائد وکلام اور ان علوم سے متعلقہ ضروری اور مفید فنون آلیہ کی تعلیم دینا اور مسلمانوں کو مکمل طور پر اسلامی معلومات بہم پہنچانا، رشدوہدایت اور تبلیغ کے ذریعے اسلام کی خدمت انجام دینا۔

(۲)......اعمال واخلاق اسلامیہ کی تربیت اور طلبہ کی زندگی میں اسلامی روح پیدا کرنا۔

(۳)......اسلام کی تبلیغ واشاعت اور دین کا تحفظ اور دفاع اور اشاعت اسلام کی خدمت بذریعہ تحریر وتقریر بجالانا اور مسلمانوں میں تعلیم وتبلیغ کے ذریعے سے خیرالقرون اور سلف صالحین جیسے اخلاق واعمال اور جذبات پیدا کرنا۔

(۴)......حکومت کے اثرات سے اجتناب واحتراز اور علم وفکر کی آزادی کو برقرار رکھنا۔

(۵)......علوم دینیہ کی اشاعت کے لیے مختلف مقامات پر مدارس عربیہ قائم کرنا اور ان کا دارالعلوم سے الحاق کرنا۔

دس سالہ نصاب تعلیم

ان مقاصد کو سامنے رکھ کر اس نومولود مدرسے کے لیے ایک دس سالہ نصاب تعلیم مرتب کیا گیا، جو فارسی اور عربی کی منتخب کتابوں پر مشتمل تھا۔

قیام دارالعلوم سے کچھ عرصے پہلے تک ہندوستان میں اسلامی علوم وفنون کے تین اہم مراکز موجود تھے، دہلی، لکھنؤ اور خیرآباد، ان تینوں مراکز میں جو نصاب تعلیم پڑھایا جاتا تھا اگرچہ اس میں یک گونہ مماثلت تھی، لیکن بنیادی طور پر وہ الگ الگ نقطۂ نظر کی نمائندگی کرتے تھے، دہلی میں تفسیر وحدیث پر زیادہ توجہ دی جاتی تھی، اس مرکز میں معقولات کی حیثیت ثانوی درجے کی تھی، لکھنؤ میں فقہ اور اصول فقہ کا غلبہ تھا، خیرآباد میں منطق وفلسفہ کی تعلیم کو خاص اہمیت دی جاتی تھی، باقی علوم کی چمک دمک منطق وفلسفہ کی چکاچوند کے سامنے ماند پڑ گئے تھے۔

دارالعلوم دیوبند نے اپنے نصاب تعلیم میں ان تینوں قدیم علمی مراکز کی خصوصیات کو جمع کیا اور ان کے امتزاج سے ایک ایسا نصاب مرتب کر کے رائج کیا جو اس وقت کے تقاضوں کے عین مطابق تھا، اگرچہ دارالعلوم دیوبند کے نصاب کو درس نظامی کہا جاتا ہے، اور آج تک یہ نصاب اسی نام سے معروف ومتعارف ہے، اگرچہ اب اس میں اتنی تبدیلیاں ہوچکی ہیں کہ خود ملّا نظام

الدین سہالویؒ (م۱۱۶۱ھ) کو اسے اپنا مرتب کردہ نصاب کہنے میں تامل ہوگا۔

ملا نظام الدین سہالویؒ کے مرتب کردہ درس نظامی میں مختلف علوم وفنون کی مندرجہ ذیل کتابیں تھیں۔

(۱)......تفسیر: جلالین: جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء) وجلال الدین محلی (م۸۶۴ھ ۱۴۵۹ء) بیضاوی: ناصر الدین بیضاوی (م۶۸۵ھ ۱۲۸۶ء)۔

(۲)......حدیث: مشکوۃ المصابیح (مکمل) ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ (م۷۶۰ھ)۔

(۳)......فقہ: ہدایہ، علامہ برہان الدین مرغینانی (م۵۹۳ھ ۱۱۹۷ء) شرح وقایہ (ثانی) عبید اللہ بن مسعود صدر الشریعہ (م ۷۴۷ھ۱۳۴۶ء)۔

(۴)......اصول فقہ: توضیح وتلویح، سعد الدین تفتازانی (م۷۹۲ھ ۱۳۸۹ء)، نور الانوار، شیخ احمد بن ابی سعید ملاجیون (م ۱۱۳۰ھ۱۷۱۸ء)، مسلم الثبوت، قاضی محبّ اللہ بہاری (م۱۱۱۹ھ۱۷۰۷ء)۔

(۵)......نحو: نحو میر، سید شریف جرجانی (م۸۱۶ھ۱۴۱۳ء) شرح مائۃ عامل، حسین بن عبداللہ نوقانی (م۹۲۶ھ۱۵۲۰ء) ہدایۃ النحو، ابوحیان، محمد بن یوسف بن علی (م۷۴۵ھ۱۳۴۴ء) کافیہ، ابن حاجب (م۶۴۶ھ۱۲۴۹ء) شرح جامی، نور الدین عبدالرحمٰن جامی (م۸۹۸ھ۱۴۹۲ء)۔

(۶)......صرف: میزان، ملاحمزہ بدایونی، منشعب، ملاحمید الدین کاکوری (م۱۲۱۵ھ۱۸۰۱ء) صرف میر، سید شریف جرجانی (م ۸۱۶ھ۱۴۱۳ء)، پنج گنج، سراج الدین اودھی (م۷۵۸ھ) زبدہ، ظہیر بن محمود بن مسعود علوی، فصول اکبری، قاضی علی اکبر حسینی الہ آبادی (م۱۰۹۰ھ۱۶۷۸ء) شافیہ، ابن حاجب (۶۴۶ھ۱۲۴۹ء)۔

(۷)......بلاغت: مختصر المعانی، سعد الدین تفتازانی (۷۹۶ھ ۱۳۸۹ء) مطول: سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی (م۷۹۲ھ ۱۳۸۹ء)۔

(۸)......کلام: شرح عقائد نسفی، سعد الدین تفتازانی، شرح عقائد جلالی، جلال الدین دوانی (م۹۰۸ھ۱۵۰۲ء) شرح مواقف، سید شریف جرجانی (م۸۱۶ھ۱۴۱۳ء) رسالہ میر زاہد، میر محمد زاہد ہروی (م۱۱۰۱ھ۱۶۹۰ء)۔

(۹)......منطق: قطبی، قطب الدین رازی، سلم العلوم، قاضی محبّ اللہ بہاری، میر قطبی، میر سید شریف جرجانی، صغری، میر سید شریف جرجانی (م۸۱۶ھ ۱۴۱۳ء) کبری، میر سید شریف جرجانی (م۸۱۶ھ ۱۴۳۱ء) ایساغوجی، اثیر الدین ابہری (م۷۴۵ھ۱۳۴۴ء) تہذیب، سعد الدین تفتازانی (م۷۹۲ھ۱۳۸۹ء) شرح تہذیب، عبداللہ یزدی (م۹۸۱ھ۱۵۷۵ء)۔

(۱۰)......فلسفہ/حکمت، شرح ہدایۃ الحکمت (میبذی) میر حسین میبذی) م۱۰۹۶ھ۱۶۸۵ء) صدرا، صدر الدین محمد بن ابراہیم (م۱۰۵۱ھ۱۶۴۰ء) شمس بازغہ، ملامحمود بن شیخ محمد بن شاہ محمد فاروق جون پوری (م۱۰۶۲ھ۱۶۵۲ء)۔

(۱۱)......ریاضی: خلاصۃ الحساب، بہاء الدین عاملی (م۱۰۳۱ھ۱۶۲۲ء)، تحریر اقلیدس، خواجہ نصیر الدین طوسی (م۶۷۲ھ ۱۲۷۵ء) تشریح الافلاک، بہاء الدین عاملی (م۱۰۳۱ھ۱۶۲۲ء) سالہ قوشجیہ، علاء الدین قوشجی (م۸۷۹ھ۱۴۷۴ء) شرح

چغمینی، علامہ موسیٰ پاشاروی (م۸۲۳ھ ۱۴۲۳ء)۔

درس نظامی اپنے دور کا بہترین نصاب کہا جاتا ہے، کیوں کہ اس میں معقولات ومنقولات، علوم عالیہ اور علوم آلیہ میں گہرائی، گیرائی، فضل وکمال اور رسوخ پیدا کرنے کے لیے نامور مؤلفین کی مشہور اور جامع کتابیں داخل کی گئی تھیں، یہی وجہ ہے کہ اسے ملک کے زیادہ تر مدارس میں قبول عام حاصل ہوا، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے اس نصاب کی خوبیوں پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''کہ شمالی ہندوستان کا نظام تعلیم اس زمانہ میں انگریزی تعلیم سے یا آکسفورڈ کے موجودہ کلاسیکل کورس کے مقبول عام نصاب سے کسی طرح پست نہ تھا''۔ (ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت: ۱/۴۱۱)

حضرت مولانا عبدالحئی لکھنویؒ نے لکھا ہے کہ

> ''اس نصاب کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ طالب علموں میں امعان نظر اور قوتِ مطالعہ پیدا کرنے کا اس میں بہت لحاظ رکھا گیا ہے، اور جس کسی نے تحقیق سے پڑھا ہو تو اس کو پڑھنے کے ساتھ ہی اگرچہ کسی مخصوص فن میں کمال حاصل نہیں ہوجاتا لیکن یہ صلاحیت ضرور پیدا ہوجاتی ہے کہ آئندہ اپنی محنت سے جس فن میں چاہے اچھی طرح کمال پیدا کرلے''۔

(ہندوستان میں اسلامی علوم وفنون ص: ۳۱)

ہمارے سامنے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی مثال ہے جنھوں نے اپنے والد محترم سے ان میں سے کچھ کتابیں پڑھیں جو ملا نظام الدین کے مرتب کردہ نصاب میں موجود ہیں حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی خودنوشت سوانح ''الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف'' میں ان کتابوں کے نام لکھے ہیں جو انھوں نے اپنے والد ماجدؒ سے درساً درساً پڑھیں پھر حجاز تشریف لے گئے اور وہاں جاکر شیخ ابوطاہر کردیؒ سے حدیث کی متعدد کتابیں پڑھیں، اللہ تعالیٰ نے اسی نصاب تعلیم کے ذریعے انہیں اپنے وقت کا غزالیؒ، رازی اور ابن رشد بنادیا، بہ قول علامہ شبلی نعمانیؒ ''ابن تیمیہؒ اور ابن رشدؒ کے بعد مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہ رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل ودماغ پیدا ہو، لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا کہ اخیر زمانے میں شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جن کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالیؒ، رازی اور ابن رشدؒ کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے''۔ (علم الکلام: ۱/۱۰۹)

دارالعلوم دیوبند......ابتدائی نصاب کے تجرباتی دورانیے

دارالعلوم کا آغاز ہوا تو اس وقت کے اہل علم نے جن کی قیادت حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرمارہے تھے اس ادارے کے لیے فارسی اور عربی کا ایک دس سالہ مشترک نصاب تیار کیا، اور یہ طے کیا کہ کسی طالب علم کو ایک وقت میں دو سے کم اور تین سے زیادہ اسباق نہیں دیے جائیں گے، دو سال تک اس نصاب کا تجربہ کیا گیا، اور دو سال بعد ۱۲۸۵ھ میں

اس پر نظر ثانی کی گئی، اس وقت طے کیا گیا کہ فارسی نصاب عربی نصاب سے الگ ہو، چناں چہ فارسی کا نصاب چار سال کا اور عربی کا نصاب چھ سال کا رکھا گیا، فارسی زبان صدیوں سے ملک کی سرکاری زبان رہی ہے، خود عربی نصاب کی بہت سی ابتدائی کتابیں اس زبان میں لکھی گئی ہیں، اس لیے فارسی نصاب میں زبان وادب کے حصول پر کافی زور دیا گیا، اس کے علاوہ حساب، تاریخ، جغرافیہ، اقلیدس اور اخلاق وتصوف کی بھی بعض کتابیں اس نصاب میں شامل کی گئیں تاکہ اگر کسی وجہ سے کوئی طالب علم عربی تعلیم حاصل نہ کرسکے تو اسے ملکی زبان سمیت بعض بنیادی علوم وفنون میں اتنی دسترس حاصل ہوجائے کہ وہ کار گہ حیات میں خود اعتمادی کے ساتھ آگے بڑھ سکے، پانچ سال بعد ۱۲۹۰ھ میں دوبارہ غور وفکر ہوا اور عربی نصاب کو چھ سال سے بڑھا کر آٹھ سال کا کردیا گیا، ۱۳۰۲ھ میں پھر جزوی تبدیلیاں کی گئیں۔

دارالعلوم دیوبند......نصاب کی خصوصیات

دارالعلوم دیوبند کی رودادوں سے پتہ چلتا ہے کہ دارالعلوم کے ارباب انتظام نے ہر دور میں نصاب تعلیم میں غور وخوض کا سلسلہ جاری رکھا اور ضرورت پڑنے پر اس میں جزوی تبدیلیاں کرنے سے کوئی گریز نہیں کیا، البتہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے اس دور کے مراکز علم بالخصوص درس نظامی کی خصوصیات کو نہ صرف باقی رکھا بل کہ کوشش کی کہ اس کو اور جامع اور ہمہ گیر بنایا جائے، اور اس میں تینوں مراکز علم کی خصوصیات منطق وفلسفہ، فقہ اور اصول فقہ اور تفسیر وحدیث کو اس طرح جمع کردیا جائے کہ یہ نصاب ہر طرح جامع اور مکمل بن جائے، درس نظامی میں اور خود دہلی کے نصاب میں حدیث کی تعلیم مشکوۃ مکمل اور بخاری کے چند ابواب سے آگے نہیں بڑھتی تھی، دارالعلوم دیوبند نے اپنے نصاب کے آخری تعلیمی سال کو حدیث کی مشہور ومتداول کتابوں کے لیے مخصوص کرنے کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کی تعلیم کو فقیہانہ بصیرت کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کا طریقہ جاری کیا، جو آج تک اسی طرح برقرار ہے۔

الحمدللہ دارالعلوم دیوبند کا نصاب تعلیم جو اب درس نظامی سے کافی حد تک مختلف ہے، ہندوپاک اور بنگلہ دیش کے لاکھوں مدارس ہی میں نہیں بل کہ افریقہ، برطانیہ، امریکہ، ترکی اور آزاد روسی ریاستوں کے مدرسوں میں بھی پڑھایا جارہا ہے۔

فارسی نصاب میں فارسی زبان وادب کے ساتھ بعض عصری علوم رکھے گئے، لیکن عربی نصاب کو عصری علوم وفنون سے الگ ہی رکھنے کی کوشش کی گئی، اس سلسلے میں دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داروں کا موقف یہ رہا:

> ”علوم جدیدہ کو کیوں نہ شامل کیا گیا من جملہ دیگر اسباب بڑا سبب یہ ہے کہ تربیت عام ہو یا خاص ہو اس پہلو کا لحاظ رکھنا چاہیے جس طرف سے ان کے کمال میں رخنہ پڑا ہو، سو اہل عقل پر روشن ہے کہ آج کل تعلیم علوم جدیدہ تو بوجہ کثرت مدارس سرکاری اس ترقی پر ہے کہ علوم قدیمہ کی سلاطین زمانہ سابق میں بھی یہ ترقی نہ ہوئی ہوگی، ہاں علوم نقلیہ کا یہ تنزل ہوا کہ ایسا تنزل بھی کسی کارخانہ میں نہ ہوا ہوگا ایسے وقت میں رعایا کو مدارس علوم جدیدہ کا بنانا تحصیل لاحاصل نظر آیا، اور صرف بجانب علوم نقلی اور نیز ان علوم کی طرف سے جن سے استعداد علوم

مروّجہ اور استعداد علوم جدیدہ یقیناً حاصل ہوتی ہے ضروری سمجھا گیا، دوسرے یہ کہ زمانۂ واحد میں علوم کثیرہ کی تحصیل سب علوم کے حق میں باعث نقصان استعداد رہتی ہے''۔

(تقریر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، روداد دارالعلوم دیو بند، ۱۲۹۰ھ ص:۱۱۲)

ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

''اگر یہ خیال سدّ راہ ہے کہ یہاں علوم دنیویہ کی تعلیم کا چنداں اہتمام نہیں تو اس کا جواب اوّل تو یہ ہے کہ مرض کا علاج چاہیے، جو مرض نہ ہو اس کی دوا کھانا فضول ہے، دیوار کے رخنے کو بند کرنا چاہیے، جو اینٹ ابھی گری نہیں اس کی فکر بہ جز نادانی کیا ہے، مدارس سرکاری اور کس لیے ہیں ان میں علوم دنیوی نہیں پڑھائے جاتے تو کیا ہوتا ہے یہ مدارس اگر قدر ضرورت سے کم ہوتے تو مضائقہ بھی تھا، مگر سب جانتے ہیں کہ سرکار کی توجہ سے شہر تو شہر گاؤں گاؤں میں مدرسے جاری ہو گئے، ان کے ہوتے اور مدارس علوم دنیوی کا اہتمام کرنا اور علوم دینی سے غفلت کارِ عقل دور اندیش نہیں ہے؟ (تقریر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، روداد دارالعلوم دیو بند ۱۲۹۲ھ ص:۱۳)۔

بانیٔ دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ان تقریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم کے نصاب میں عصری علوم وفنون کو عمداً جگہ نہیں دی گئی ہے، دارالعلوم دیو بند آج تک اسی موقف پر قائم ہے، اگر چہ کبھی کبھی اس موقف میں تبدیلی بھی کی گئی ہے، مثال کے طور پر ۷۰ء کی دہائی میں ابتدائی انگریزی، اور جنرل سائنس کے اسباق نصاب میں شامل کیے گئے، مگر دو چار سال کے بعد بعض نقصانات کو دیکھتے ہوئے یہ اسباق نصاب سے خارج بھی کر دیئے گئے۔

دارالعلوم دیو بند کی رودادوں سے پتہ چلتا ہے کہ دارالعلوم کے نصاب تعلیم میں وقتاً فوقتاً ضرورت کے بہ قدر تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں، آغاز دارالعلوم کے وقت فلسفہ ومنطق کی کئی کتابیں نصاب کا حصہ بنی رہیں، آہستہ آہستہ ان میں کمی آتی چلی گئی، شروع میں علم ہیئت کی کتابیں بھی نصاب میں داخل رہیں، بعد میں ان کو ہٹا دیا گیا، طب یونانی کی کتابیں بھی پڑھائی جاتی تھیں، وہ بھی باہر ہو گئیں۔

پہلی مرتبہ نصاب میں سب سے بڑی تبدیلی ۱۳۹۰ھ میں ہوئی، نصاب تعلیم پر نظر ثانی کی ضرورت عرصے سے محسوس کی جارہی تھی اور یہ مسئلہ مجلس شوریٰ کے زیر غور تھا، جس کے نتیجے میں حسب ذیل تبدیلیاں کی گئیں:

(۱)......نصابِ تعلیم میں درجہ بندی کو لازم قرار دیا گیا، اس سے قبل جماعت بندی کے بجائے کتب وار طریقِ تعلیم جاری تھا۔

(۲)......نصابِ تعلیم میں کچھ کتابوں کا اضافہ کیا گیا۔

(۳)......درجات تکمیل کے سلسلے میں تکمیلِ تفسیر، تکمیلِ دینیات، تکمیلِ معقولات اور تکمیلِ ادب کا اجراء کیا گیا۔

(تاریخ دارالعلوم دیو بند:۱/۴۰۰)

بہتر ہوگا کہ ہم ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء کے نصاب تعلیم کا نقشہ یہاں پیش کردیں، اس سے اندازہ ہوگا کہ اس وقت کے اکابرین نے نصاب تعلیم میں کس نوعیت کی تبدیلیاں کی ہیں۔

درجات عربیہ کا آٹھ سالہ نصابِ تعلیم

سال اول:

صرف:...... عربی کا قاعدہ، میزان الصرف ومنشعب تمام، پنج گنج تمام۔ نحو:...... نحو میر تمام حفظ، شرح مائۃ عامل تمام۔ عربی ادب:...... روضۃ الادب باستثناء باب المکاتیب، انشاء، عربی (نثر) عربی کا معلم اول ودوم۔ منطق:...... تیسیر المنطق۔ خوشنویسی:...... تصحیح خط واملانویسی۔ تجوید:...... مشق تجوید۔ پارہ عم ربع اول وادعیۂ ماثورہ۔

سال دوم:

فقہ:...... نور الایضاح تمام، قدوری تا کتاب الحج۔ نحو:...... ہدایۃ النحو تمام، النحو الواضح ابتدائی حصہ اول۔ صرف:...... علم الصیغہ تا خاصیات، فصول اکبری (از خاصیات)۔ عربی ادب:...... نفحۃ الادب تمام، تمرین عربی۔ منطق:...... مرقات وتہذیب۔ تجوید:...... مشق تجوید، پارہ عم ثلث آخر حفظ، جمال القرآن تمام۔ خوشنویسی:...... تصحیح خط واملا۔

سال سوم:

تفسیر:...... ترجمۃ القرآن سورۂ بقرہ۔ فقہ:...... قدوری از کتاب البیوع تا ختم۔ نحو:...... شرح ابن عقیل تا صفحہ ۳۰۰، شرح جامی (فعل وحرف)۔ عربی ادب:...... نفحۃ العرب (نثر)۔ منطق:...... شرح تہذیب تا ضابطہ، قطبی تصدیقات۔ حدیث:...... مشکوۃ الآثار۔ فنون عصریہ:...... الف (۱) تاریخ ہند از عہد سلطان محمود غزنوی تا ۱۹۴۷ء (۲) تاریخ اسلام خلفائے راشدین بنی امیہ، بنی عباس، تاریخ سلطنت ترکی، (۳) بلدیات (مبادی علم مدنیت) (ب) (۱) جغرافیہ جزیرۃ العرب ودیگر بلادِ اسلامیہ (۲) جغرافیہ عالم (خطّہ وار)۔

سال چہارم:

تفسیر:...... ترجمۃ القرآن از سورۂ آل عمران تا سورۂ مریم۔ فقہ:...... کنز الدقائق تا کتاب النکاح، شرح وقایہ جلد ثانی تا کتاب العتاق۔ اصول فقہ:...... اصول الشاشی تمام۔ معانی:...... مختصر المعانی تا ختم فن ثانی، تلخیص المفتاح صرف فن ثالث۔ منطق:...... سلم العلوم تا ختم تصورات۔ فلسفہ:...... ہدیہ سعیدیہ (نصف اول)۔ حدیث:...... الفیۃ الحدیث۔ فنون عصریہ:...... (۱) جنرل سائنس (مبادی کیمیا وطبعیات حیوانات ونباتات (نظری) (۲) اصول حفظان صحت (ب) دستور ہند کے بعض ضروری ابواب (۲) مبادئ معاشیات (۳) چند جدید فلسفیوں کے نظریات وسوانح۔

سال پنجم:

فقہ:...... ہدایہ ربع اول، ہدایہ ربع ثانی۔ عربی ادب:...... مقاماتِ حریری ۱۰ مقامے۔ منطق:...... ملاحسن تا جنس۔ اصول فقہ:...... نور الانوار تا قیاس۔ عقائد:...... عقیدۃ الطحاوی (تمام) معانی وبیان:...... البلاغۃ الواضحہ۔

سال ششم:

تفسیر:...... جلالین شریف تمام۔ اصول تفسیر: ......الفوز الکبیر تمام (دو گھنٹے روزانہ)۔اصول فقہ:...... حسامی تمام۔فلسفہ: ......میبذی تمام۔عربی ادب:......دیوان متنبیؔ تاختم قافیہ دال،تمرین عربی،انشائے محادثہ،تجوید یا خوشنویسی۔

سال ہفتم:

فقہ:...... ہدایہ آخرین تمام (دو گھنٹے روزانہ) عقائد وکلام:...... شرح عقائد نسفی تمام۔تفسیر: ......بیضاوی سورۂ بقرہ سوا پارہ۔حدیث: ......مشکوۃ شریف تمام (دو گھنٹے روزانہ)۔اصول حدیث: ......شرح نخبۃ الفکر تمام۔فرائض:...... سراجی تمام۔**اختیاری مضامین**:......اصول تفسیر: تلخیص الاتقان۔اصول حدیث: مقدمہ ابن صلاح۔کلام: مسامرہ۔منطق: حمد اللہ۔ادب: دیوان حماسہ (باب الادب والحماسہ) النثر الجدید۔

سال ہشتم: (دورۂ حدیث)

حدیث:...... بخاری شریف تمام،مسلم شریف تمام،ترمذی شریف تمام،ابوداؤد شریف تمام،نسائی شریف،ابن ماجہ شریف، طحاوی شریف،شمائل ترمذی شریف،مؤطائین۔

درجاتِ تکمیل

تکمیل تفسیر:

تفسیر:......تفسیر مدارک پارہ ۱تا۵،تفسیر مدارک پارہ: ۶تا۱۰،تفسیر مظہری پارہ: ۱۱تا۱۵،تفسیر مظہری پارہ: ۱۶تا۲۰،تفسیر بیضاوی شریف پارہ: ۲۱تا۲۵،تفسیر بیضاوی شریف پارہ: ۲۶تا۳۰،تلخیص الاتقان۔

تکمیل دینیات:

تفسیر:......تفسیر ابن کثیر سورہ بقرہ وآل عمران۔حکمت شرعیہ:...... حجۃ اللہ البالغہ۔مناظرہ:...... رشیدیہ۔فقہ: ......الاشباہ والنظائر، تا فن اول۔اصول فقہ:...... توضیح وتلویح۔اصول حدیث: ......مقدمہ ابن صلاح۔حدیث وفقہ: ......مقدمہ فتح الباری،بدایۃ المجتہد،تدریب الراوی۔

تکمیل ادب:

نظم:......دیوان حسان بن ثابتؓ،سبعہ معلقہ تا۳،(نثر) اسالیب الانشاء،جرائد ورسائل،(تاریخ) تاریخ الادب العربی۔

معانی وبیان:......البلاغۃ الواضحہ (انشاء) مقالاتِ عربی (مطالعہ) حیاتی احمد امین،الایام ڈاکٹر طہٰ حسین،عبرات،منفلوطی،عبقریات، محمود عقاد۔

تکمیل معقولات:

قاضی مبارک تا (امہات المطالب) حمد اللہ تا شرطیات،صدرا تا بحث صورتِ جسمیہ،شمس بازغہ تا بحث مکان ص ۴۰،شرح عقائد جلالی تا بحث اصلح ص: ۷۲،مسلم الثبوت ۴ باب،مطالعہ،مقدمہ ابن خلدون،رسالہ حمیدیہ۔

دارالعلوم دیوبند میں یہ نصاب ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء سے ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۵ء تک مسلسل پچیس برس تک جاری رہا، اس دوران کچھ جزوی تبدیلیاں ضرور کی گئیں، جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ علوم عصریہ سے جنرل سائنس اور ابتدائی انگریزی کو نصاب سے خارج کیا گیا، باقی کتابیں وہی رہیں، تا آنکہ دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داروں نے احساس کیا کہ اب نصاب میں تبدیلی ناگزیر ہے، اس سلسلے میں دارالعلوم دیوبند نے اولاً ہندوستان کے بڑے عربی مدارس کا ایک نمائندہ اجتماع محرم الحرام ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۵ء میں منعقد کیا، اس موقع پر مجلس تعلیمی دارالعلوم دیوبند کا جزوی ترمیم کے بعد مرتب کردہ آٹھ سالہ نصاب تعلیم درجات عربیہ، شرکاء میں تقسیم کیا گیا، نصاب پر غور وخوض کے لیے ایک کمیٹی بھی بنائی گئی جس نے موصول شدہ تجاویز کی روشنی میں مجوزہ نصاب پر نظر ثانی کی اور شعبۂ دینیات اور شعبہ فارسی کو ایک کر کے اس کا پانچ سالہ نصاب بھی مرتب کیا، اس کے بعد پھر ایک نمائندہ اجتماع ہوا جس نے نصاب پر تیسری اور آخری بار نظر ڈالی اور اس کو حتمی شکل دی، پھر کل ہند اجتماع مدارس عربیہ منعقدہ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۵ء میں اس نصاب کو اتفاق رائے سے منظور کیا گیا، اور اسے تمام مدارس میں نافذ کرنے کی سفارش کی گئی، اس اجتماع میں اس وقت کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب بجنوریؒ نے اپنے خطبۂ صدارت میں نصاب کی تبدیلی کی وکالت کرتے ہوئے اسے وقت کی اہم ضرورت بتلایا، انھوں نے فرمایا:

> ”اس مشینی دور میں عام طور پر طبیعتیں محنت ومشقت کے بجائے سہولت پسند ہوگئی ہیں، جس سے مدارس کے طلبہ مستثنیٰ نہیں ہیں، علاوہ ازیں نہ اب پہلے جیسے دل ودماغ ہیں، نہ پرسکون ماحول، اس لیے عرصہ سے یہ مطالبہ تھا کہ فن کی بعض وہ کتابیں جو ذہنی ورزش وریاضت کو چاہتی ہیں ان کی متبادل آسان کتاب تلاش کی جائے، فن تاریخ وسیرت جو خالص اسلامی فن ہے اس سے ہمارا نصاب خالی تھا کسی طرح نصاب میں اس کو سمونے کی کوشش کی گئی ہے، اسی طرح کی بعض جزوی اصطلاحات کی گئی ہیں، نصاب تعلیم ہمارے نظام کا اہم ترین جزء ہے، لہٰذا اس میں مستعدی کے ساتھ غور وفکر کی ضرورت ہے، اگر اس کل ہند اجتماع میں نصاب کی یکسانیت پر ہم متفق ہو جائیں تو یہ ہماری بڑی کامیابی ہوگی“۔
>
> (خطبات صدارت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ ص: ۱۲۰)

☆......☆......☆

آٹھ سالہ نصاب تعلیم درجات عربیہ

سال اول

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	سیرت	سیرت خاتم الانبیاء (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مع املاء وتحسین خط)
۲	صرف	میزان منشعب (فارسی یا اردو) بعدہٗ پنج گنج

۳	نحو	نحومیر (فارسی یا اردو) بعدہ شرح مائۃ عامل، (ہر جملہ کی ترکیب الگ الگ کی جائے)
۵-۴	تمرین عربی	مفتاح العربیہ ۱-۲، اس کے بعد القرأۃ الواضحہ اول (تحریری مشق بھی کرائی جائے)
۶	تجوید	پارۂ عم حفظ، تصحیح مخارج کے ساتھ مشق ربع اول

ہدایات:

(۱) تحسین خط اور تجوید کے لیے درس گاہ ہی میں نظم کیا جائے۔
(۲) تحسین خط کے گھنٹہ میں طلبہ ۸ سے زائد نہ ہوں، طلبہ زائد ہوں تو جماعتیں متعدد بنائی جائیں۔
(۳) القراءۃ الواضحہ شرح کی روشنی میں پڑھائی جائے سال اول میں بھی اور سال دوم وسوم میں بھی۔
(۴) عربی سال اول میں صرف ان بچوں کو داخل کیا جائے جو درجہ پنجم دینیات کی استعداد کے حامل ہوں۔

سال دوم

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	نحو	ہدایۃ النحو مکمل، بعدۂ کافیہ بحث فعل وحرف (کافیہ میں صرف حل عبارت پر اکتفا کیا جائے طویل تقریروں سے احتراز کیا جائے)
۲	صرف	علم الصیغہ (اردو یا فارسی) فصول اکبری (خاصیات)
۳	تمرین عربی	القراءۃ الواضحہ دوم (مع تمرینات) تا ختم محرم بعدۂ نفحۃ الادب
۴	فقہ	نور الایضاح تمام بعدۂ قدوری تا کتاب الحج
۵	منطق	آسان منطق بعدۂ مرقات
۶	تجوید	جمال القرآن مع مشق بقیہ پارہ عم
خ	خوشنویسی	خوش نویسی

سال سوم

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	ترجمۂ قرآن	ترجمۂ قرآن (سورہ ق سے آخر تک پہلے پارہ عم پڑھائیں پھر سورۂ ق سے شروع کریں اور حل لغات نحو وصرف کی ضروری چیزوں اور ترجمہ پر اکتفاء کریں)
۲	فقہ	قدوری از کتاب البیوع تا ختم

۳	نحو	شرح شذور الذہب مکمل
۴	عربی ادب وحدیث	نفحۃ العرب تاختم عنوان نبذۃ من ذکاوۃ العرب اس کے بعد مشکوۃ الآثار تمام
۵	تمرین عربی واسلامی اخلاق	القراءۃ الواضحہ سوم مکمل مع تمرین اس کے بعد تعلیم المتعلم مکمل، القراءۃ الواضحہ سوم ہفتہ میں ۴ دن اور تعلیم المتعلم ۲ دن، دونوں ایک ہی استاذ سے متعلق کی جائیں۔
۶	منطق	شرح تہذیب مکمل
خ	تجوید	پانچ پاروں کا اجراء کرایا جائے اور ان کا امتحان بھی لیا جائے۔
خ	مطالعہ	تاریخ ملت (خلافت راشدہ اس کا امتحان بھی لیا جائے)

سال چہارم

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	ترجمہ قرآن	ترجمۃ القرآن (سورۂ یوسف سے سورۂ ق تک)
۲	فقہ	شرح وقایہ (جلد اول مکمل بعدہٗ جلد ثانی تا کتاب العتاق)
۳	البلاغہ والحدیث	دروس البلاغہ مکمل بعدہٗ الفیۃ الحدیث از ابتداء تا کتاب العلم پھر ابواب النکاح تا ختم کتاب
۴	اصول فقہ	عربی رسالہ تسہیل الاصول، اس کے بعد اصول الشاشی مکمل
۵	منطق	قطبی مکمل
۶	تاریخ وفنون عصریہ	سال کے نصف اول میں خلافت بنی امیہ، خلافت عباسیہ، خلافت ترکیہ (انتظام اللہ شہابی) سال کے نصف دوم میں مبادی علم مدنیت، جغرافیہ عالم، جغرافیہ جزیرۃ العرب
خ	تجوید	پانچ پاروں کا اجراء کرایا جائے اور ان کا امتحان بھی لیا جائے۔

ہدایات: الفیۃ الحدیث کی تعلیم میں مشکل الفاظ کی تشریح اور مشکل ترکیب کے حل پر اکتفاء کریں مضامین میں بسط سے کام نہ لیں۔

سال پنجم

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	فقہ	ہدایہ جلد اول مکمل
۲	ترجمۂ قرآن	ترجمۃ القرآن از ابتداء تاختم سورۂ ہود

۳	معانی	مختصر المعانی فن اول مکمل، اس کے بعد تلخیص فن ثانی وثالث
۴	اصول فقہ	نور الانوار تا ختم کتاب اللہ بعدہٗ متن المنار از مباحث السنۃ تا ختم کتاب
۵	عربی ادب	مقامات (۱۵ مقامے)
۶	منطق وعقائد	سلم العلوم تا شرطیات، اس کے بعد عقیدۃ الطحاوی مکمل
خ	تجوید	پانچ پاروں کا اجراء کرایا جائے اور ان کا امتحان بھی لیا جائے
خ	مطالعہ	تاریخ سلاطین ہند، سلطان محمود غزنوی سے ۱۸۵۷ء تک (انتظام اللہ شہابی) اس کا امتحان بھی لیا جائے، ہفتہ میں کوئی ایک گھنٹہ اس کے لیے مختص کیا جائے جس میں کوئی استاذ طلبہ کی رہنمائی کریں

سال ششم

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱-۲	تفسیر	تفسیر جلالین مکمل
۳	فقہ	ہدایہ جلد ثانی مکمل (بشمول کتاب العتاق)
۴	اصول تفسیر واصول فقہ	الفوز الکبیر، بعدہٗ حسامی مکمل
۵	عربی ادب	قصائد منتخبہ من دیوان المتنبی اس کے بعد دیوان الحماسہ کا باب الادب مکمل
۶	فلسفہ	مبادی الفلسفہ، بعدہٗ میبذی
خ	تجوید	پانچ پاروں کا اجراء کرایا جائے اور ان کا امتحان بھی لیا جائے
خ	مطالعۂ سیرت	اصح السیر (اس کا امتحان بھی لیا جائے اور ہفتہ میں ایک گھنٹہ اس کے لیے رکھا جائے جس میں کوئی استاذ طلبہ کی رہنمائی کریں)

سال ہفتم

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱-۲	حدیث شریف	مشکوۃ المصابیح مع شرح نخبہ ومقدمہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
۳		مشکوۃ شریف کے تین حصے ہوں حصہ اول تا ختم کتاب الصلوۃ اسی کے ساتھ پہلے مقدمہ شیخ عبدالحقؒ پھر اس کے بعد شرح نخبہ مکمل۔ حصہ دوم از کتاب الزکوۃ تا ختم کتاب الاشربہ، حصہ سوم از کتاب اللباس تا ختم کتاب
۴-۵	فقہ	ہدایہ اخیرین

٦	عقائدوفرائض	شرح عقائد مکمل بعدہٗ سراجی تا باب ذوی الارحام (شرح عقائد کو ۱۵/ جمادی الاولیٰ تک ختم کردیں اس کے بعد سراجی پڑھائیں)
خ	تجوید	پانچ پاروں کا اجراء کرایا جائے اور ان کا امتحان بھی لیا جائے
خ	مطالعہ	المذاہب الاسلامیہ (اردو) شیخ ابو زہرہ مصری) اس کا امتحان بھی لیا جائے اور ہفتہ میں ایک گھنٹہ اس کے لیے خاص کیا جائے جس میں کوئی استاذ طلبہ کی رہنمائی کریں

سال ہشتم (دورۂ حدیث شریف)

ساعت	فن	اسمائے کتب
		بخاری شریف مکمل
		مسلم شریف مکمل
		ترمذی شریف مکمل
		ابوداؤد شریف مکمل
		نسائی شریف
		ابن ماجہ شریف
		طحاوی شریف
		شمائل ترمذی شریف
		مؤطا امام مالکؒ
		مؤطا امام محمدؒ
خ	مشق	تجوید ومشق

ہدایات:

(۱)......دورۂ حدیث شریف کی کتابوں میں تکرار مضامین ومباحث سے احتراز کیا جائے۔

(۲)......تمام کتابیں مکمل کرانے کا اہتمام کیا جائے۔

تکمیلات

تکمیل تفسیر

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	تفسیر	تفسیر ابن کثیر سورۂ صفّت سے سورۂ نجم کے ختم تک
۲	تفسیر	تفسیر ابن کثیر سورۂ اقتربت الساعۃ سے آخر قرآن تک
۳	تفسیر	بیضاوی آل عمران سے سورۂ اعراف تک
۴	تفسیر	بیضاوی شریف سورۂ بقرہ
۵	اصول تفسیر	مناہل العرفان (مباحث منتخبہ) (مبحث نزول القرآن، مبحث نزول القرآن علی سبعۃ احرف، مبحث جمع القرآن، مبحث ترتیب آیات القرآن وسورہ مبحث التفسیر والمفسرین وما یتعلق بہما، مبحث اسلوب القرآن مبحث اعجاز القرآن) سبیل الرشاد

تکمیل علوم

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	حکمت شرعیہ	حجۃ اللہ البالغہ
۲	علم کلام	مسامرہ (باضافہ فرق ضالہ، معتزلہ، خوارج، شیعہ اوران کی خصوصیات اور فرق کافرہ میں یہودیت، نصرانیت اور ہندومت کا تعارف اور ان کی خصوصیات)
۳	اصول حدیث	مقدمہ ابن الصلاح
۴	فقہ	الاشباہ والنظائر (کلیات فقہیہ)
۵	اصول فقہ	مسلم الثبوت (باضافۃ البیان عند الاصولیین، ماہیۃ تفسیر النصوص، نظرۃ عامۃ فی التفسیر ومدارسہ فی القانون فی ضوء تفسیر النصوص الدکتور محمد ادیب الصالح)
۶		سبیل الرشاد

تکمیل فقہ

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	فرائض	سراجی (تمرین کے ساتھ)

۲	افتاء	عقود رسم المفتی
۳	قواعد	الاشباہ والنظائر (الفن الاول والثانی)
۴	قواعد	قواعد الفقہ (۵۳۹ فقہی اصول سبقاً سبقاً تمرین کے ساتھ)
۵	فقہ	درمختار (وہ ابواب جو کثیر الوقوع والمنفعت ہیں جیسے طلاق، نکاح، وقف، قضاء دین پڑھائے جاتے ہیں)
۶	افتاء	تمرین فتویٰ (فتوی نویسی اور اس کے طریقوں کی عملاً مشق کرائی جاتی ہے)

تکمیل ادب

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	نثر	اسالیب الانشاء
۲	نثر	النثر الجدید
۳	نظم	دیوان الحماسہ (باب الحماسہ والادب) سبعہ معلقہ ۳/ معلقات
۴	تاریخ	تاریخ الادب العربی (زیات)
۵	بلاغت	البلاغۃ الواضحہ
۶	انشاء	انشاء عربی
۷	مطالعہ	حیاتی (احمد امین) الایام (طہ حسین) عبرات (منفلوطی) عبقریات (محمود عقاد)

تخصص فی الأدب العربی

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	النثر الجدید	(۱) رجال من التاریخ (علی الطنطاوی) ص ۱ تا ص ۴۰ (۲) من نفحات الحرم (علی الطنطاوی) ص ۱ تا ص ۵۰ (۳) حیاتی (احمد امین) ص ۱ تا ص ۶۰ (امتحان سالانہ میں ان تینوں کتابوں کا ایک پرچہ ہوا کرے گا)

۲		النثر القدیم	(۱) وفیات الأعیان (ابن خلکان) منتخب تراجم، تراجم الامام احمد بن حنبلؒ، ابن القطان، الطحاوی، ابو حامد الأسفرائنی، ابو الحسن الحاملی، ابوبکر البیہقی، النسائی، القدوری، الحافظ ابونعیم، اخو الغزالی، ابن برہان، ثعلب النحوی، بدیع الزمان الہمدانی وجعفر الصادق۔ (۲) کتاب البخلاء، (الجاحظ) الجزء الاول، قصۃ الکندی۔ (۳) کلیلۃ ودمنۃ (ابن المقفع) باب الاسد والثور (ان تینوں کتابوں کا سالانہ امتحان میں ایک پرچہ ہوا کرے گا)
۳		الانشاء العربی	الانشاء العربی، تعریب وترجمہ اور عربی مضمون نگاری کی مشق کرائی جاتی ہے
۴		التعبیرات المختارۃ	۲۰۰ منتخب عربی تعبیرات، جو عربی اخبارات ورسائل سے حروف تہجی کی ترتیب پر داخل طلبہ منتخب کرتے ہیں اور ان کی ایک کاپی سال کے آخر میں دفتر تعلیمات میں جمع کی جاتی ہے اس کی جانچ کے بعد نمبر دئے جاتے ہیں۔
۵		مقالہ نویسی	۱۰۰ صفحات کا ایک عربی مقالہ کسی شخصیت پر یا علمی موضوع پر ۱۵/شعبان تک دفتر تعلیمات دار العلوم میں جمع کرنا ضروری ہوگا اور اس کی جانچ کے بعد نمبر دئے جاتے ہیں۔

التدریب علی الافتاء

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	اصول فتاویٰ نویسی	مقدمہ درمختار، رسم المفتی، واوائل رسم المفتی (کی روشنی میں)
۲-۳	ابحاث کا خلاصہ	ردالمحتار، البحر الرائق، فتح القدیر، بدائع الصنائع، الفن الثالث من الاشباہ والنظائر سے کتاب الصلوۃ، کتاب الزکوۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الوقف، کتاب الاجارہ، کتاب الاضحیہ، کتاب الحظر والاباحۃ اور مسائل شتی للشامی کا مطالعہ کرایا جاتا ہے۔
۴	کتب فتاویٰ اور ان کی خصوصیات	کتب فتاویٰ کا تعارف، متداول کتب فتاوی کی خصوصیات مثلاً انداز بیان، دلائل کی ترجیح، قول مختار کی تقدیم وتاخیر اور دوسری کتب سے امتیاز وغیرہ کوذہن نشین کرایا جاتا ہے۔
۵-۶	تمرین فتاوی	فتاویٰ نویسی کی مشق کرائی جاتی ہے

۱۳۹۰ھ اور ۱۴۱۵ھ کے نصاب تعلیم کو سامنے رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ۱۳۹۰ھ کے نصاب میں درجہ بندی کو لازمی قرار دینے کے علاوہ کچھ کتابوں کا اضافہ کیا گیا ہے جیسے سال اول میں عربی کا معلم اول دوم، سال دوم میں النحو الواضح، سال سوم میں شرح ابن عقیل، مشکوۃ الآثار، اور فنون عصریہ کے عنوان سے تاریخ اور جغرافیہ وغیرہ کی کچھ کتابیں، سال چہارم میں الفیۃ الحدیث اور فنون عصریہ کی کچھ کتابیں، سال پنجم میں عقیدۃ الطحاوی اور البلاغۃ الواضحہ، سال ششم میں تمرین عربی اور انشاء محادثہ کے عنوان سے کچھ کتابوں کا اضافہ کیا گیا ہے، اس کے برعکس ۱۴۱۵ء میں بڑی تبدیلیاں ہوئی ہیں، مثال کے طور پر مندرجہ ذیل کتابیں نصاب سے خارج کردی گئی ہیں:

(۱) روضۃ الادب (۲) شرح جامی (۳) شرح ابن عقیل (۴) کنز الدقائق (۵) ہدیہ سعیدیہ (۶) البلاغۃ الواضحہ (۷) دیوان متنبیؔ مکمل (۸) تلخیص المفتاح (۹) تفسیر بیضاوی، ان کے بجائے درج ذیل کتب کا اضافہ کیا گیا ہے:

(۱)......سیرت خاتم الانبیاء، مفتاح العربیہ اول، دوم، القراءۃ الواضحہ اول، سال اول میں۔

(۲)......شرح شذور الذہب، سال سوم میں۔

(۳)......دروس البلاغہ، تسہیل الاصول، سال چہارم میں۔

(۴)......متن المنار، سال پنجم میں۔

(۵)......قصائد منتخبہ من دیوان المتنبی اور مبادی الفلسفہ، سال ششم میں۔

(۶)......مقدمہ شیخ عبد الحق، سال ہفتم میں۔

بعد میں شرح شذور الذہب اور متن المنار کو نصاب سے نکال دیا گیا، سابقہ نصاب میں علوم عصریہ کی جو کتابیں سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی تھیں ان کو ان ہی درجات کے طلبہ کے لیے مطالعہ میں کردیا گیا ہے، اصح السیر اور تاریخ المذاہب الاسلامیہ نامی کتابوں کو بھی مطالعہ میں رکھا گیا ہے، بعد میں تاریخ المذاہب الاسلامیہ کو بھی نکال دیا گیا ہے، غرض یہ کہ دار العلوم نے ہر دور میں نصاب پر نظر ثانی کی ہے اور اگر کسی جزوی تبدیلی کی ضرورت محسوس کی تو اس سے گریز نہیں کیا ہے۔

دار العلوم دیوبند کا موجودہ نصاب ہندوستان کے اکثر مدارس میں داخل ہے، اگرچہ اب بھی بعض مدارس نے دار العلوم کا نصاب اپنے یہاں پورے طور پر نافذ نہیں کیا ہے، اس کی ایک مثال مظاہر العلوم سہارن پور ہے جہاں آج بھی شرح جامی، کنز الدقائق اور تفسیر بیضاوی جیسی کتابیں پڑھائی جارہی ہیں، دیوبند کے آس پاس اور بھی متعدد مدارس ایسے ہیں جہاں دار العلوم کا نصاب پورے طور پر نافذ نہیں ہے حالاں کہ وہ مدارس رابطۂ مدارس عربیہ دار العلوم دیوبند کے رکن ہیں۔

دار العلوم دیوبند......طریقہ تدریس

دار العلوم دیوبند کے نظام تعلیم یا طریق درس کو تین مرحلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) ابتدائی (۲) متوسط (۳) اعلا

ابتدائی درجات میں اساتذہ کے پیش نظر یہ بات رہتی ہے کہ طلبہ میں کتاب کے مضامین سمجھنے کی صلاحیت پیدا

ہو جائے، ان درجات کی تعلیم میں کتاب فہمی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔

درجات متوسطہ میں کتاب فہمی کے ساتھ ساتھ زیر درس کتاب کے علاوہ اس فن کے ایسے مباحث بھی زیر درس لائے جاتے ہیں جو طلبہ کے ذہن میں وسعت پیدا کرنے اور ان کے ذہنی معیار کو بلند کرنے کے لیے ضروری ہوں۔

اعلا درجات میں زیر درس فن کی تعلیم و تفہیم پر مکمل زور دیا جاتا ہے، مگر اسی کے ساتھ کتاب فہمی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا۔

تدریس کا طریقہ ہے کہ پہلے طالب علم کتاب پڑھتا ہے، استاذ بہ غور سنتا ہے، ضرورت پڑنے پر عبارت کی تصحیح بھی کراتا ہے، اس کے بعد پڑھی ہوئی عبارت پر جامع تقریر کرتا ہے تاکہ متعلقہ عبارت کے ہر پہلو اور ہر مسئلے پر روشنی پڑ جائے، استاذ کی یہ بھی کوشش ہوتی ہے کہ اس کی تقریر میں زیر درس موضوع سے متعلق تمام ضروری معلومات آجائیں، اور وہ اپنی تقریر کو پڑھی ہوئی عبارت پر منطبق کر کے طالب علم کو مطمئن کر دے، طلبہ کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ اس وقت تک استاذ کو سبق میں آگے نہ بڑھنے دیں جب تک آج کا سبق پوری طرح ان کی سمجھ میں نہ آجائے، سوال و جواب کی مکمل آزادی ہوتی ہے، چناں چہ دار العلوم کی درس گاہوں میں استاذ تو پوری تیاری کے ساتھ آتے ہی ہیں طلبہ بھی پوری محنت اور شوق کے ساتھ سبق میں شریک ہوتے ہیں۔

کتب حدیث میں مشکوۃ، بخاری شریف، مسلم شریف اور ترمذی شریف بالاستیعاب ختم کرائی جاتی ہیں، اور ان کے مضامین پر پوری بحثیں ہوتی ہیں، بقیہ کتابوں کا استیعاب بہ طریق بحث ضروری نہیں ہے، حدیث کے درس میں روایات حدیث پر جرح و تعدیل بھی ہوتی ہے لیکن بہ قدر ضرورت، فن حدیث پر توجہ زیادہ دی جاتی ہے تاکہ طلبہ کے اندر استنباط مسائل اور استخراج دلائل کی صلاحیت پیدا ہو جائے، اور وہ ائمہ فقہ کے طریق استنباط کو پوری طرح سمجھ سکیں۔

احناف کے مسلک کی ترجیح دار العلوم دیوبند کی امتیازی خصوصیت ہے لیکن اس ضمن میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات مکمل علم و تحقیق کے ساتھ دئے جاتے ہیں اور ائمہ کرام کا پورا احترام ملحوظ رکھا جاتا ہے، استاذ کی تقریر اُردو میں ہوتی ہے جو پورے ہندوستان میں بولی اور سمجھی جاتی ہے، دار العلوم میں استاذ کی تقریر لکھنے کا مزاج ہے، اور یہ قدیم زمانے سے آج تک برقرار ہے۔ (تاریخ دار العلوم ملخصاً ۳/ ۲۷۹، ۲۸۱)

دروس لکھنے کا رواج

دار العلوم دیوبند کے ابتدائی سالوں میں درسی تقریریں کچھ بہت زیادہ مفصل نہیں ہوتی تھیں بل کہ استاذ اختصار اور جامعیت کے ساتھ تقریر کرتا تھا، بعد میں طولانی تقریروں کا رواج ہوا، اساتذہ لمبی لمبی تقریریں کرنے لگے اور طلبہ بھی ان ہی اساتذہ کو پسند کرنے لگے جو ایک ایک مسئلے پر گھنٹوں بولتے تھے، ایک وقت وہ آیا کہ دار العلوم دیوبند کے ذمہ داروں کو اس بات کا احساس ہونے لگا کہ طولانی تقریریں کتاب فہمی میں کچھ زیادہ مفید نہیں ہیں، چناں چہ مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ مہتمم دار العلوم دیوبند نے مدارس عربیہ کے کل ہند اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”کیا ایسا ممکن ہے کہ نصاب تعلیم کے پہلے مرحلے میں عبارت فہمی، تحلیل و تجزیہ اور نقد و تنقید

کی صلاحیت کو اجاگر کرنے پر زور دیا جائے اور دوسرے مرحلے میں مباحث ومسائل کے احاطے کے سلیقے کو طاقت ور بنانے کی کوشش کی جائے اگر یہ طریقہ مفید ہے تو ہمیں اس طریق تعلیم کی طرف لوٹنا ہوگا جو آج سے پچاس سال پہلے ہمارے اساتذہ کے تجربے میں کامیاب تھا اور اس میں طولانی تقریروں کے بجائے عبارت فہمی اور استعداد سازی پر تمام صلاحیتوں کو مرکوز کیا جاتا تھا''۔

(خطبات صدارت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب بجنوریؒ ص:۸۴)

تعلیم وتربیت سے متعلق ۱۳ اصول وضوابط

مہتمم صاحبؒ کی درخواست پر نمائندہ اجتماع میں شریک حضرات اساتذہ اور ارباب اہتمام نے غور وخوض کے بعد ایک ۱۳/ نکاتی نظام تعلیم وضع کیا، موجودہ دارالعلوم اور اکثر ملحقہ مدارس میں اسی نظام کی پابندی کی جارہی ہے۔

(۱)......دورانِ تدریس اختصار کے ساتھ کتاب حل کرنے کی کوشش کی جائے، کتاب کے مشکل مقامات حل کرنے میں پوری توجہ سے کام لیا جائے، مشکل مقام کی تحقیق میں حل پیش کرنے والے مصنفین اور اسلاف کا حوالہ دیا جائے، طلبہ کو مآخذ سے روشناس کرانے کا اہتمام کیا جائے اور غیر ضروری بحثوں سے احتراز کیا جائے۔

(۲)......نصاب کی تکمیل کرائی جائے، تدریس میں یکسانیت ہو، ماہانہ، سہ ماہی اور ششماہی مقدار خواندگی مقرر کی جائے۔

(۳)......جس استاذ کو جس فن سے زیادہ مناسبت ہو تدریس کے لیے اسی فن کی کتاب اس کے حوالہ کی جائے۔

(۴)......امتحانات پوری احتیاط سے لئے جائیں درجۂ چہارم تک کے امتحانات میں بالخصوص پوری احتیاط برتی جائے اور ان جماعتوں میں طلبہ کا اوسط حاضری دوسرے درجات سے بڑھا دیا جائے۔

(۵)......ابتدائی تعلیم اچھے اور تجربہ کار اساتذہ کے سپرد کی جائے۔

(۶)......اول، دوم اور سوم عربی کے طلبہ کا ماہانہ امتحان لیا جائے۔

(۷)......سال چہارم عربی تک عربی تمرین وانشاء پر زیادہ سے زیادہ زور دیا جائے۔

(۸)......مدرسین کو اسباق اتنے دئے جائیں کہ وہ تدریس کی ذمہ داریوں سے صحیح طریقہ سے عہدہ برآ ہوسکیں۔

(۹)......مدرسین کے انتخاب میں صلاح وتقویٰ، علمی استعداد، بلند اخلاقی معیار، سلامتیٔ طبع، تدریس اور طلبہ کی تربیت سے دل چسپی کو ملحوظ رکھا جائے۔

(۱۰)......اساتذہ اعلیٰ کتابوں کی طرف مراجعت کرکے طلبہ میں اعلیٰ علمی معیار پیدا کرنے کی جدوجہد کریں۔

(۱۱)......سالِ ششم عربی سے دورۂ حدیث شریف تک امتحانات کے دو پرچوں کا حل عربی میں کرنا لازم قرار دیا جائے۔

(۱۲) ......طلبہ میں عربی ذوق پیدا کرنے کے لیے عربی مجلات وصحف منگائے جائیں، اور دار المطالعہ قائم کیا جائے۔

(۱۳)......طلبہ میں تقریر وخطابت کا ذوق پیدا کرنے کے لیے جمعہ کی رات میں خطابت کی مجلسیں منعقد کرنے کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جائے۔

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ دار العلوم دیو بند نے اپنے قیام کے روز اول سے اب تک نصاب تعلیم اور نظام تعلیم پر اپنی خاص توجہ مبذول رکھی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نصاب کو پڑھ کر دار العلوم دیو بند سے اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے مدارس سے ایسی ایسی شخصیتیں پیدا ہوئیں جو اپنے رسوخ فی العلم اور تفقہ فی الدین کی بنا پر قرون اولیٰ کی عبقری شخصیتوں سے بڑھ کر نہیں تو ان سے کسی طرح کم بھی نہیں ہیں۔

۱۳۳۰ھ میں مصر کے مشہور عالم ''تفسیر المنار'' کے مصنف اور رسالہ ''المنار'' کے مدیر علامہ سید رشید رضا مصریؒ ہندوستان تشریف لائے، تو اس موقع پر آپ دیو بند بھی پہنچے۔ دار العلوم نے آپ کے اعزاز میں ایک جلسۂ عام کا انعقاد بھی کیا، طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کو استقبالیہ تقریر کرنی تھی مگر بر وقت یہ موضوع تبدیل کر دیا گیا اور آپ کی تقریر دار العلوم دیو بند کے علمی مسلک پر ہوئی، یہ تقریر فصیح وبلیغ عربی میں تھی، تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہی، اپنے بلند پایہ مضامین کے لحاظ سے یہ تقریر ایسی سحر آفریں اور معلومات سے لبریز تھی کہ سننے والے حیرت زدہ تھے اور خود معزز مہمان بہت زیادہ متاثر دکھائی دے رہے تھے۔

(ماہ نامہ القاسم دیو بند شمارہ ۲/ جلد ۳، رمضان ۱۳۳۰ھ)

معزز مہمان پر تقریر کا اس قدر تأثر تھا کہ بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا: **واللہ ما رأیت مثل ھذا الاستاذ.** (بہ خدا میں نے ان استاذ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا) (مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت: ۱/ ۳۵۷) جوابی تقریر میں مہمان محترم نے دیو بند کے طریقۂ تدریس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: **لو لم أرَ ھذہ الجماعۃ العلمیۃ و مثل ھو لاء الاعلام الاحبار لرجعت من الھند حزیناً.** ''اگر میں اس علمی جماعت کو اور ان عظیم علماء کو نہ دیکھتا تو ہندوستان سے غمگین واپس جاتا''۔ (نفحۃ العنبر فی ہدي الشیخ الانور، ص: ۷۳)۔

آخر میں مشہور محقق عالم علامہ زاہد الکوثریؒ کے تأثرات پیش کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی مشہور کتاب ''فتح الملہم شرح مسلم'' علامہ کوثری کی خدمت میں روانہ کی تو انھوں نے کتاب کی جلالت شان کا اعتراف کرتے ہوئے مصنف کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا: ''**انتم یا مو لانا فخر الحنفیۃ في ھذا العصر حقاً**'' ''مولانا! بلاشبہ آپ اس دور میں فخر احناف ہیں''۔ (فتح الملہم طبع قدیم: ۳/ ۵۱۹)

☆......☆......☆

باب سوم

نظامِ تعلیم

[پڑھنے اور علم حاصل کرنے کا طریقہ اور نظام کیسا ہونا چاہیے، طلب علم اور تعلیم کے آداب کیا ہیں، علم سیکھنے اور سکھانے کے اصول وضوابط کیا ہوتے ہیں، ایک طالب علم مدرسہ کی زندگی کس نظم کے تحت گزارتا ہے اور مدارس میں اس کے لیے کیا لائحہ عمل طے کیا گیا ہے، تدریس کے کیا اصول ہیں اور مثالی استاذ کے اوصاف کیا ہیں؟......اس باب کے تحت اکابرین وفاق المدارس اور دیگر علماء کی تحریروں کی روشنی میں ان سوالات کے جوابات پر مشتمل مضامین مرتب کیے گئے ہیں جن میں اکثر وفاق المدارس العربیہ کے ریکارڈ کا حصہ ہیں۔مرتب]

مدرسہ کا نظم تعلیم — چند گزارشات

ابن الحسن عباسی

دینی مدارس میں تعلیمی سال کا آغاز ہے، نئے داخلے نئے عزم کے ساتھ شروع ہیں جہاں شوال کے آخر آخر تک اسباق کی باقاعدہ ابتدا ہو جاتی ہے، دینی مدارس کے خلاف جس قدر پروپیگنڈہ کیا گیا اور کیا جارہا ہے، بحمد اللہ ان کی طرف قوم کے نونہالوں کا اسی قدر رجحان بڑھ رہا ہے، جہاں فی درجہ دس طلبہ بمشکل ہوا کرتے تھے اب وہاں یہ تعداد سو تک پہنچ رہی ہے۔ مشہور اور معیاری اداروں میں طلبہ کا اس قدر ہجوم ہے کہ آنے والوں کی اکثریت گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے واپس ہو جاتی ہے۔ نئے تعلیمی سال کے آغاز کی اس مناسبت سے نصاب اور نظام کے حوالے سے چند گذارشات پیش خدمت ہیں، امید ہے مدارس کے ارباب حل وعقد ان پر غور فرمائیں گے:

مدارس کے نصاب کا بنیادی ڈھانچہ تو وہی درس نظامی والا ہے جو برصغیر کی تعلیمی درس گاہوں میں گذشتہ تین صدیوں سے رائج ہے، البتہ وقتاً فوقتاً اس میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں، پاکستان میں دینی مدارس کے سب سے بڑے بورڈ ''وفاق المدارس'' کی مجلس عاملہ نے بھی گذشتہ سال چند تبدیلیاں کی ہیں، وفاق المدارس کے تحت چونکہ ہر تعلیمی مرحلے کے صرف دوسرے سال کا امتحان ہوتا ہے، اس لیے اس بات کی گنجائش مدارس کے لیے رہ جاتی ہے کہ وہ غیر وفاقی سال میں وفاق کے نصاب سے ہٹ کر کچھ کتابیں اپنے ہاں رکھنا چاہیں تو رکھ سکیں، چنانچہ کئی مدارس میں اس طرح کی کتابیں داخل درس ہیں، جو وفاق المدارس کے مرتب کردہ نصاب میں نہیں، پاکستان کے دیہی علاقوں کے مدارس میں منطق وفلسفہ اور فلسفیانہ موشگافیوں کی حامل دوسری فنون کی کتابوں کے لیے بڑا اشدید اعتقاد پایا جاتا ہے۔ اس اعتقاد کی وجہ ان کتابوں کے پڑھنے سے حاصل ہونے والی پختہ صلاحیت بتلائی جاتی ہے، مثلاً وفاق المدارس نے منطق کی مشہور کتاب ''سلم العلوم'' نصاب سے خارج کردی ہے، لیکن یہ کتاب چونکہ مرحلہ عالیہ کے غیر وفاقی سال میں ہے اس لیے کئی مدارس میں داخل درس ہے، یہ ایک الگ بحث ہے کہ یونانی منطق وفلسفہ ہی کی کتابوں کو استعداد حاصل کرنے کا ذریعہ کیوں سمجھا جاتا ہے، یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ اگر کوئی اپنے علم وتجربے کی بنیاد پر بعض کتابوں کو داخل نصاب کرنا چاہے تو وفاق المدارس کے ساتھ ملحق ہونے کے باوجود اپنے مدرسہ کے نصاب میں ان کے لیے گنجائش نکال سکتا ہے۔

مدرسہ میں نظم تعلیم کو قائم رکھنے کے لیے اسباق کی حاضری اور تکرار ومطالعہ کی پابندی بہت ضروری ہے۔ برصغیر کے دینی مدارس کے نظام تعلیم کے یہ تین بنیادی اجزاء ہیں ان میں کسی بھی جزء کی طرف توجہ کم ہوگی اسی قدر نظام تعلیم کمزور ہوگا...درس کی

حاضری کے سلسلے میں استاذ اور طلبہ کا اہتمام پہلا عنصر ہے جو بہتر نظام تعلیم کے قیام کے لیے ضروری ہے، اگر اس عنصر پر مدرسہ کی انتظامیہ کی گرفت ڈھیلی ہو تو وہاں کا نظام تعلیم اسی قدر کمزور ہوگا، جہاں اس کا اہتمام نہیں ہوتا، ان مدارس میں کتابیں آدھی آدھی رہ جاتی ہیں اور نصاب کا درس مکمل ہونے نہیں پاتا، بہتر نظام تعلیم کے لیے ضروری ہے کہ کتاب کا کچھ حصہ پڑھانے اور کچھ چھوڑ دینے کا معمول یا درس میں حاضری سے متعلق لاابالی پن کے تصور کی بیخ کنی کی جائے...مدرسہ کے نظمِ تعلیم کا دوسرا بنیادی جز مذاکرہ و تکرار ہے ''تکرار'' کا لفظ دینی مدارس کے نظام تعلیم میں بطور اصطلاح استعمال ہوتا ہے، دن کے پڑھے ہوئے اسباق کو مغرب یا عشاء کے بعد اپنے ہم جماعت ساتھیوں کے ساتھ مل بیٹھ کر دہرانے کو ''تکرار'' کہا جاتا ہے، مذاکرہ اور تکرار سے جہاں پڑھا ہوا سبق اچھی طرح یاد اور سمجھ میں آجاتا ہے، وہاں اس سے تدریس اور پڑھانے کی ازخود مشق وتمرین بھی ہو جاتی ہے۔

بعض حضرات کو یہ شکایت رہتی ہے کہ دینی مدارس کے اساتذہ کو طریقہ تعلیم کی تربیت نہیں دی جاتی اور وہ اس تربیت کے بغیر ہی ''استاذ کے منصب'' پر فائز ہو جاتے ہیں، جب کہ اسکولوں اور کالجوں میں باقاعدہ ٹیچنگ کورس ہوتا ہے۔ لیکن یہ شکایت ان لوگوں کو تو بجا طور پر ہو سکتی ہے جن کا مشاہدہ ایسے مدارس تک محدود ہے، جہاں مذاکرہ اور تکرارِ اسباق کا اہتمام نہ ہو اور جہاں سبق اور حاضری لگانے کے بعد طلبہ سائیکلوں پر سوار ہو کر اپنی خارجی سرگرمیوں میں مشغول ہو جاتے ہوں، ورنہ جس طالب علم نے کئی سال تک دن میں پانچ چھ مختلف اساتذہ کے پڑھائے ہوئے سبق کو روزانہ رات کو اسی انداز میں دہرانے، بیان کرنے یا سننے کی پریکٹس کی ہو، اسے فارغ التحصیل ہونے کے بعد مزید ٹیچنگ کورس کی آخر کیا ضرورت رہ جاتی ہے، اس لیے مذاکرہ اور تکرارِ اسباق کا نظم جس قدر مضبوط ہوگا، اسی قدر نظام تعلیم کے اچھے نتائج سامنے آئیں گے۔

نظم تعلیم وتربیت کا معیار بہتر بنانے کے لیے یہ بات بھی انتہائی اہمیت رکھتی ہے کہ طلبہ کے اندر مطالعہ کا شعور اور جذبہ پیدا اور بیدار کیا جائے، داخلِ درس کتابوں کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ خارجی مطالعہ کا ذوق ورواج تعلیم وتربیت کی فضاء کو سازگار بنانے میں بہت معاون ہے، کہا جاتا ہے کہ مدارس سے خطیب وامام، مدرس ومحقق تو پیدا ہو رہے ہیں لیکن ایسے ''مفکرین'' یہاں سے نہیں نکل رہے ہیں جو اسلام کی ابدی صداقتوں کو عصر حاضر کے مزاج واسلوب میں جدید مفکرانہ انداز سے پیش کر سکیں، ہمارے خیال میں خارجی مطالعہ کا ذوق پیدا کرنے سے اس کا ازالہ ہو سکتا ہے کہ مطالعہ ہی سے فکر ونظر کی راہیں کھلتی اور تجربے ومشاہدے کو وسعت ملتی ہے، تاہم مطالعہ دو دھاری تلوار ہے اور بے لگام ہو کر مطالعہ کے میدان میں دوڑ لگانے سے نقصان بھی ہو سکتا ہے، اس لیے خارجی مطالعہ کا سفر ایسے صاحب بصیرت اساتذہ کی نگرانی اور رہنمائی میں ہونا چاہیے جو عمر اور تعلیم کے مختلف مراحل میں مناسب کتابوں اور موضوعات کا انتخاب کر سکیں، انسان کی عمر وشعور کے تدریجی مراحل ہوتے ہیں، خارجی مطالعہ کا ارتقائی سفر بھی ان ہی مراحل کی مناسبت سے تدریجاً ہو تو مفید رہتا ہے، ورنہ بسا اوقات نقصان دہ بھی ثابت ہو جاتا ہے۔

تقویٰ، ادب، محنت ان تین چیزوں کو دینی مدارس کے نظام تعلیم وتربیت کا ''ماٹو'' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، یہ تینوں چیزیں یہاں کا حاصلِ نظم ہیں اور ان ہی کے گرد، ان مدارس کی تعلیم وتربیت کی ایمان پرور تاریخ گھومتی ہے، اوپر بیان کردہ اُمور درس، مطالعہ، مذاکرہ وتکرار محنت کے زمرے میں آتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ تقویٰ وادب بھی یہاں کے نظام تعلیم وتربیت کا وہ

حاصل ہیں جو ان مدارس کو دوسرے تعلیمی اداروں سے ممتاز کرتا ہے، جہاں دل کے اندر اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے، گناہوں اور معاصی سے بچنے کا اہتمام ہوتا ہے، عمل کا جذبہ بیدار ہوتا ہے، اساتذہ، ساتھیوں اور آلاتِ علم کے، ادب واحترام کی اسلامی تہذیب کا عملی نمونہ پیش کیا جاتا ہے...اب عصری اداروں کی کھڑکیوں سے کچھ ناموافق ہوائیں آنے لگی ہیں اور تربیت کا یہ نظام متاثر ہونے لگا ہے۔

دینی مدارس میں استاذ وشاگرد کے مقدس رشتے کا ادب واحترام، اب بھی عصری تعلیمی اداروں کے مقابلے میں بہت نمایاں ہے، گذشتہ دنوں چند صحافی اور دانشوروں نے مدارس کی اس خوبی کو بھی ہدف تنقید بنایا اور اعتراض کیا کہ مدارس میں طلبہ اپنے اساتذہ کے خادم وغلام ہوتے ہیں اور طلبہ سے خدمت لی جاتی ہے...یہ سوچ اسی طبقے کی ہوسکتی ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے نظام تعلیم کی تربیتی روح سے ناواقف ہے، اسلام کے نظام تعلیم میں اپنے اساتذہ کی خدمت باعث عار نہیں، بلکہ باعث فخر وامتیاز ہے اور طالب علم کے لیے یہ ذلت نہیں بلکہ ایک ایسا رُتبہ اعزاز ہے جس کی ترجمانی حضرت علیؓ کی طرف منسوب ایک مشہور قول میں کی گئی ہے کہ ''میں نے جس سے ایک حرف بھی سیکھا میں اس کا غلام ہوں''۔

عجیب بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے پسماندہ اور مرعوب ذہن کے ان صحافیوں اور دانشوروں کو فرنگ کے اس طبقاتی نظام میں کوئی برائی نظر نہیں آتی جس میں ایک کلرک اپنے باس کے آنے پر منجمد کھڑا ہوکر سلیوٹ کرتا ہے اور اسے ناک پر بیٹھی مکھی اڑانے کی بھی اجازت نہیں ہوتی، اس کے دل میں صاحب کے لیے ہزاروں نفرتیں کیوں نہ ہوں، لیکن وہ بندۂ آزاد، زرخرید غلام بن کر یہ ادائے بندگی بجالاتا رہتا ہے...اسے طبقاتی نظام کے ڈسپلن کا حصہ سمجھ کر ہضم کرنے والوں کو معلوم نہیں، استاذ کے ادب واحترام کو غلامی کیوں سجھائی دے رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ادب واحترام کے بغیر دین کا کوئی طالب علم کبھی فیضیاب نہیں ہوسکتا، دنیوی اور مادی علوم کی بات دوسری ہے، وہاں محنت سے مہارت کا ایک مقام حاصل کیا جاسکتا ہے اور ترقی کی منزلیں طے کی جاسکتی ہیں لیکن علوم نبویہ کا طالب علم اگر بے ادب ہو تو سدا بے فیض ومحروم رہے گا کہ:

بلبلوں کا صبا! یہ مشہد مقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو، یہ تیرا باغ نہیں ہے

☆......☆......☆

قواعد وضوابط وہدایات برائے مدارس

[وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ریکارڈ میں محفوظ دینی مدارس کے نظامِ زندگی، نظامِ تعلیم وتربیت، اساتذہ وطلبہ کے فرائض سے متعلق اکابر علماء کے مرتب کردہ قواعد وضوابط کی یہ گراں قدر سوغات پیش خدمت ہے، یہ قواعد مجلس شوریٰ وعاملہ نے وفاق المدارس سے ملحقہ مدارس کے لیے مرتب کیے تھے، ان قواعد کی ضرورت و اہمیت اور افادیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے مرتب کرنے والوں میں استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحب، شیخ التفسیر حضرت مولانا شمس الحق افغانی صاحب، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، متکلم اسلام حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحب، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اساطین علم شامل تھے، ان بزرگوں نے اپنے وسیع علم، عمیق مطالعہ اور طویل تجربات کی روشنی میں باہمی بحث ومباحثے اور صلاح ومشورے کے بعد ان قواعد کو مرتب کیا...... ہر ضابطہ کو اولاً متن کی صورت میں لکھا گیا ہے، پھر ''توضیح'' کے عنوان سے اس ضابطے کی ضرورت واہمیت اور خوبیوں کی وضاحت کی گئی ہے، یہ قواعد اگرچہ ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۲ء میں مرتب کیے گئے اور اب ان میں سے بہت سے قواعد نافذ العمل اور بعض متروک العمل ہیں، تاہم اُمید ہے کہ ملک میں پھیلے ہوئے ہزاروں مدارس کے اربابِ نظم واہتمام ان کا بغور مطالعہ فرما کر فائدہ اٹھائیں گے۔ مرتب]

(۱) تصدیق نامہ

تمام مدارس ملحقہ وفاق میں داخلہ اور اخراج بذریعہ تصدیق نامہ (سرٹیفکیٹ) ہوگا

توضیح:......یعنی اگر کوئی طالب علم ایک ملحقہ مدرسہ کو چھوڑ کر دوسرے ملحقہ مدرسہ میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے مدرسہ کو درخواست دے کہ میں فلاں وجوہ کی بنا پر مدرسہ چھوڑنا چاہتا ہوں، مجھے تصدیق نامہ (سرٹیفکیٹ) اور مدرسہ چھوڑنے کی اجازت دے دی جائے، مہتمم کو چاہیے کہ اختتام سال پر یعنی سالانہ امتحان کے بعد تصدیق نامہ دے دیں، لیکن اگر وسط سال میں یعنی تعلیم شروع ہونے کے بعد مدرسہ چھوڑنا چاہے تو اس سے مدرسہ چھوڑنے کی وجوہ دریافت کریں اور اس کا تحریری بیان لے کر تصدیق نامہ کے ساتھ منسلک کردیں، نیز دیانت داری کے ساتھ اپنی رائے بھی ثبت کردیں، دوسرے مدرسہ والے (جس میں طالب علم داخل ہونا چاہتا ہے)، اگر آغاز سال میں داخل ہوتا ہے تو جس درجہ کا وہ امتحان پاس کرکے آیا ہے بغیر امتحان

داخلہ لیے اگلے درجہ میں داخل کرسکتے ہیں، بشرطیکہ طالب علم کی استعداد پر ناظم امتحان داخلہ کو اطمینان ہو، ورنہ داخلہ کا امتحان لے سکتے ہیں اور اگر طالب علم وسط سال میں آتا ہے اور سابق مدرسہ چھوڑنے کے وجوہ معقول ہیں اور تعلیم کے تسلسل میں انقطاع نہیں واقع ہوا تو بغیر امتحان داخلہ اسی درجہ میں داخل کرسکتے ہیں جس میں وہ پہلے پڑھ رہا تھا، لیکن اگر وجوہ کچھ معقول نہیں یا تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے تو داخلہ امتحان لے، جس درجہ کا وہ اہل ہو، اس میں داخل کریں، بشرطیکہ اس کی اخلاقی حالت پر مطمئن ہو۔

غرض نہ کتابیں ناقص اور سال کی تعلیم ادھوری رہنی چاہیے اور نہ کسی بداخلاق اور بدکردار طالب علم کو داخل کرنا چاہیے۔

اگر کسی ایسے مدرسہ سے آتا ہے جو وفاق سے ملحق نہیں اور تصدیق نامہ کا اس میں رواج نہیں تو بہر صورت امتحان داخلہ لے کر اور حتی الامکان عملی اور اخلاقی حالت سے مطمئن ہو کر داخل کریں۔

تنبیہ:......(۱) تصدیق نامہ کی پابندی مدارس عربیہ میں بالکل نئی چیز ہے لیکن غایت درجہ مفید ہے، اس لیے اس کو رواج دینے کے لیے ابتداء میں مدارس کو ہر ممکن سہولت بہم پہنچانی چاہیے، اور بخندہ پیشانی تصدیق نامہ دے دینا چاہیے اور دوسرے مدرسہ والوں کو بسہولت اسے قبول کرنا چاہیے تاکہ طلبہ متوحش نہ ہوں۔

(۲) اگر کوئی مدرسہ تصدیق نامہ دینے سے اجتناب کرے تو طلبہ صدر وفاق سے اپیل کریں۔

(۲) ایام داخلہ

ملحقہ مدارس میں ۶ تا ۲۰ شوال داخلہ ہوتا رہے گا مگر ۱۵ شوال سے تعلیم شروع ہوجائے گی

توضیح:......مدارس عربیہ میں ایک مضرت رساں رسم یہ جاری ہوگئی ہے کہ داخلہ سارا سال کھلا رہتا ہے اور طلبہ وسط سال میں بھی آتے اور داخل ہوتے رہتے ہیں، ظاہر ہے ایسے طلبہ کی کتابیں ناقص اور تعلیم ادھوری رہتی ہیں اگرچہ سالانہ امتحان میں پاس بھی ہوجائیں۔ وفاق نے اسی رسم بد کو مٹانے کے لیے عربی مدارس میں داخلہ کا زمانہ محدود و معین کیا ہے، مگر یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ مدارس ملحقہ تکثیر سواد اور تعداد طلبہ کی پروا کئے بغیر سختی کے ساتھ اس کی پابندی نہ کریں۔ طلبہ چونکہ اسی رسم بد کے عادی ہیں، سال دو سال یقیناً حسب عادت بعد میں آتے رہیں گے اور منتظمین کا دل ان کو واپس کرتے ہوئے ٹوٹے گا، لیکن آزمائش کا مرحلہ ہے، اگر مدارس ملحقہ سختی کے ساتھ اس پابندی پر قائم رہے تو انشاء اللہ بہت جلد طلبہ عادی ہوجائیں گے اور مطلوبہ کثرت سواد ہر مدرسہ کو حسب حیثیت حاصل ہوجائے گی۔ بالفعل طلبہ کو متنبہ کرنے کے لیے مذکورہ ذیل تدابیر اختیار کی جائیں:

(الف)......وفاق خود اوائل شوال میں زیادہ سے زیادہ اخبارات ورسائل میں اس کی اشاعت مختلف عنوانات سے کرے گا۔

(ب)......ہر مدرسہ کے منتظمین مدرسہ کھلنے سے پہلے جلی قلم سے لکھے ہوئے اعلانات مدرسہ میں چسپاں کرادیں۔

(ج)......اپنے علاقہ کے اخبارات ورسائل میں اپنے مدرسہ کے نام سے داخلہ کی تاریخوں کا اعلان کریں، نیز یہ کہ ان تاریخوں کے بعد داخلہ نہ ہوگا۔

تنبیہ:......بعض ناگزیر حالات واسباب ایسے پیش آجاتے ہیں کہ طالب علم کوشش کے باوجود وقت پر نہیں پہنچ پاتا یا

اس کے کانوں تک یہ نیا قاعدہ نہیں پہنچتا اور وہ بعد میں آتا ہے، ایسی صورت میں مناسب تنبیہ کے بعد تسامح سے کام لیں، غرض اس رسم بد کو مٹانا جس تدبیر سے بھی ممکن ہو ہم سب کا فرض ہے۔

(۳) امتحانِ داخلہ

درس نظامی کے ہر درجہ میں داخلہ بذریعہ امتحان ہوگا اور اسی طالب علم کو داخل کیا جائے گا جو اردو، فارسی یا عربی میں سے کسی ایک زبان میں امتحان دے سکتا اور خود لکھ سکتا ہو اور جو طالب علم پڑھنے کی استطاعت رکھتا ہو مگر لکھنا نہ جانتا ہو تو مدرسہ کو اگر اطمینان ہو جائے کہ وہ سال پورا ہونے تک اس قابل ہو جائے گا کہ عربی، اردو یا فارسی میں کما حقہ اظہار مافی الضمیر (بصورت تحریر) کر سکے تو نصاب کے مقرر کردہ درجات میں (وہ جس درجہ کے قابل ہو) اس کو داخلہ مل جائے گا۔

توضیح:......(الف) بدقسمتی سے مدارس عربیہ کے موجودہ طلبہ عموماً صرف پڑھنے ہی سے سروکار رکھتے ہیں، لکھنے سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا اور اس کی وجہ صرف یہ کہ ''میزان'' سے لے کر ''بخاری شریف'' تک مدرسہ ان سے پڑھنے ہی پڑھنے کے لیے کہتا ہے، لکھنے کو کبھی کہتا ہی نہیں۔ بہت تیر مارا تو سال میں تین مرتبہ ان سے تحریری امتحان لے لیا۔ اس لیے وفاق نے روز اول سے ہی اس عیب کے ازالہ کی یہ تدبیر کی ہے کہ امتحان داخلہ میں ہی قدرت تحریر کی شرط لگا دی۔ مدارس کے ناظمین امتحان داخلہ کا فرض ہے کہ وہ تمام درجوں کے امتحان داخلہ میں تقریر کے ساتھ تحریر کا بھی امتحان ضرور لیں، اس کے بغیر ہرگز کسی طالب علم کو داخل نہ کریں، نہ ہی اس بارے میں ذرہ برابر تسامح یا تغافل سے کام لیں، اور جو طلبہ عجز تحریر یا بدخطی کے مرض میں مبتلا ہوں ان کے لیے اسباق تجویز کرنے سے پہلے مشق تحریر اور خوشخطی سکھانے کے لیے بھی ٹائم ٹیبل میں مستقل وقت اور مستقل انتظام کریں اور اعلان کر دیں کہ سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ امتحانات تحریری ہوں گے اور جو طالب علم بصورت تحریر اظہار مافی الضمیر پر قادر نہ ہوگا یا اس قدر بدخط ہو کہ اس کی تحریر کو پڑھنے کے لیے اسی کو بلانا پڑے تو اس کی امداد اس وقت تک کے لیے بند کر دی جائے گی جب تک وہ اس عیب کا ازالہ نہ کرے گا۔

(ب)......عام طور پر طلبہ مختلف مدارس میں یا اساتذہ کے پاس بے ترتیب کتابیں پڑھ کر آتے ہیں، مثلاً صرف ونحو میں شرح جامی، شافیہ اور عبدالغفور تک پڑھا ہوتا ہے اور ادب یا منطق میں بالکل کورے ہوتے ہیں۔ نفحۃ العرب یا مرقات تک بھی نہیں پڑھی ہوتی، ایسے ناقص الاستعداد طلبہ درجہ بندی کی راہ میں سخت مصیبت بن جاتے ہیں، اس لیے امتحان داخلہ کے ممتحن کو چاہیے کہ وہ جدید طلبہ کا امتحان داخلہ درجہ بندی کے اعتبار سے لے لیں، جس درجہ کی کتابیں اس نے پوری پڑھی ہوں اسی میں امتحان لیں اور بصورت کامیابی واہلیت اگلے درجہ میں داخل کریں، ورنہ اسی درجہ میں یا جس درجہ کے وہ قابل ہو اس میں لوٹا دیں، اگرچہ اس صورت میں اس کو بعض کتابیں دوبارہ بھی پڑھنی پڑیں۔ مجوزہ نصاب اور اس کی درجہ بندی کو کسی قیمت پر بھی نہ ٹوٹنے دیں۔ اس سلسلہ میں ہرگز کسی سفارش کو نہ سنیں اور مطلق مراعات یا تساہل نہ برتیں، اور یاد رکھیں کہ اگر کسی درجہ میں ایک بھی ناقص الاستعداد طالب علم داخل ہو گیا تو وہ ہمیشہ دردسری کا باعث بنے گا۔

(ج)......ناظم امتحان داخلہ جدید طلبہ کے داخلہ کے وقت صرف ان کی علمی استعداد اور اہلیت درجہ ہی کو نہ دیکھیں بلکہ

سابقہ زندگی سے متعلق مختلف سوالات اور گفتگو کے ذریعے اس بات کا بھی پتہ چلائیں کہ اس کا مقصد تحصیل علم ہے یا وقت گزاری اور ذریعہ معاش پیدا کرنا، اس لیے کہ بدقسمتی سے اس زمانہ میں بعض لوگوں نے طالب علمی کو بھی ایک پیشہ بنالیا ہے، خصوصاً بڑے شہروں اور ایسے مدرسوں میں جہاں گراں قدر وظائف ملتے ہیں یا قیام وطعام کے انتظامات بہتر اور آسائش طلبہ کا انتظام زیادہ ہے یا طالب علمی کے نام سے شہر میں مختلف مالی وسائل آسانی سے میسر آتے ہیں۔ بسا اوقات طالب علم گھر سے بھاگ کر یا کوئی جرم کر کے دور دراز شہروں کے مدارس میں داخل ہو کر طالب علمی کے پردہ میں روپوشی اختیار کرنا چاہتا ہے، اسی طرح بعض فاسد العقیدہ گمراہ فرقہ کے افراد اپنے مسلک اور عقائد کو چھپا کر کسی مشہور مستند مدرسہ سے سند فراغ حاصل کرنے کی غرض سے داخل ہوتے اور پڑھتے ہیں۔ طالب علم کی صورت وشکل، اوضاع واطوار اور لباس وغیرہ بھی اس کے اخلاق واعمال اور نیت وارادہ کی غمازی کرتے ہیں، لہٰذا ناظم امتحان داخلہ کو ان تمام امور کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے، اس لیے کہ کسی بدعقیدہ، بداطوار، بدکردار اور پیشہ ور طالب علم کا وجود مدرسہ اور اساتذہ کے لیے یقیناً باعثِ ننگ وعار ہے اور داخل کر لینے کے بعد نکالنا بہت دشوار ہوتا ہے۔

(۴) فارم داخلہ

ملحقہ مدارس میں داخلہ بذریعہ فارم داخلہ ہوگا جس میں مقامی حالات کے مطابق مہتمم مدرسہ کی جانب سے عائد کردہ شرائط شامل ہوں گے۔

(۵) آغازِ تعلیم

ملحقہ مدارس میں ۱۵ شوال سے تعلیم کا آغاز ہوگا۔

توضیح:......مدارس میں عموماً شوال کا پورا مہینہ داخلہ اور تجویز وتقسیم اسباق میں گزر جاتا ہے، بیرونی مدرسین بھی اسی تساہل پسندی کی وجہ سے دیر سے آتے ہیں۔ اسی طرح ماہ ذی الحجہ میں تعطیلات عید الاضحیٰ کے بارے میں سہل گیری کی بنا پر عموماً دو ہفتے ضرور ضائع ہو جاتے ہیں اسی کا نتیجہ ہے کہ پہلی سہ ماہی تین ماہ کی بجائے ڈیڑھ ماہ کی رہ جاتی ہے اور کتابیں مقررہ مقدار سے بہت کم ہوتی ہیں، اس کا نقصان آخر سال میں محسوس ہوتا ہے کہ درجہ کی کتابیں پوری نہیں ہوتی اور تعلیم ناقص رہ جاتی ہے۔ اس نقص کے ازالہ کے لیے وفاق نے یہ پابندی عائد کی ہے کہ ۱۵ شوال سے ہر مدرسہ میں تعلیم ضرور شروع ہو جائے اس پر عمل کرنے کے لیے لازمی ہے کہ مدرسین اور طلبہ ۱۰ شوال تک ضرور واپس آجائیں اور ۱۲ شوال کو اسباق تقسیم کر دیئے جائیں اور ۱۳، ۱۴ شوال کو مدرسین وطلبہ کو کتابیں دے دی جائیں۔ جدید طلبہ کا داخلہ ۲۰ شوال تک جاری رہے جو مدرسین امتحان داخلہ میں مصروف ہوں وہ بھی ایک دو سبق شروع کرا دیں اور داخلہ کا کام بھی کرتے رہیں۔

(۶) اخراج

شرائط داخلہ اور قواعد وضوابط مدرسہ کی خلاف ورزی کی آخری سزا تا حد اخراج ہو سکتی ہے۔

توضیح:......وفاق اور اس سے ملحقہ مدارس کے تمام تر قواعد وضوابط کی پابندی کو لازمی قرار دینے کا مقصد طلبہ کے عیوب اور

نقائص کا ازالہ اور بے راہ روی کی اصلاح ہے، اور یہ مدرسہ میں رکھ کر ہی ممکن ہے نہ کہ نکال کر، ایسی صورت میں اخراج صرف اس طالب علم کا کیا جائے جس کا ضرر متعدی ہو اور اس کی صحبت سے دوسرے طلبہ کے بگڑنے کا اندیشہ ہو۔ اگر یہ صورت نہ ہو تو نقائص وعیوب کے ازالہ اور اصلاح کے لیے اخراج کے علاوہ دوسرے طریقوں سے کام لینا چاہیے، مثلاً جماعت میں کھڑا کر دینا، کان پکڑوانا، مدرسہ کے بورڈ پر جرم اور مجرم کا نام لکھ کر تشہیر و تفضیح کرنا، امداد مدرسہ کلاً یا بعضاً بند کر دینا، امتحان یا درجہ سے مؤقت طور پر نکال دینا، سند نہ دینا وغیرہ، مگر جملہ عقوبات محدود اور مؤقت ہونی چاہئیں اور مصلحانہ انداز میں نہ کہ معاندانہ اور منتقمانہ انداز میں کہ یہ مصلحین کی شان سے بعید ہے۔ مخرج طلبہ عموماً سرٹیفکیٹ نہیں لیتے، ایسی صورت میں وفاق کو اطلاع دینا ضروری ہے، تاکہ کوئی بھی ملحقہ مدرسہ ایسے طلبہ کو داخل نہ کرے۔ اس سے اخراج کی اہمیت اور خوف واندیشہ بھی بہت بڑھ جاتا ہے، اس لیے اس معاملہ میں تساہل وتغافل ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیے اور ایسے طلبہ کے نام، ولدیت، سکونت اور ضروری تفصیلات سے کم از کم دفتر وفاق کو ضرور آگاہ کر دینا چاہیے۔ مگر اس میں جرم اور اخراج کی ضرور تصریح کر دینی چاہیے تاکہ دوسرے مدرسہ والے واقف ہو جائیں۔

(نوٹ) اگر وجوہِ اخراج کی صحت، طالب علم کو تسلیم نہ ہو تو وہ صدر وفاق سے اپیل کر سکتا ہے۔

(۷) نظامِ تعلیم

وفاق سے ملحقہ ہر مدرسہ میں درجہ بندی لازمی ہوگی۔ جو کتب جس درجہ میں وفاق کی مجلس عاملہ کی طرف سے مقرر کر دی جائیں گی وہ اس درجہ کے طالب علم کو لازماً پڑھنی ہوں گی۔ اس میں کسی قسم کی رعایت نہ ہو سکے گی۔ تعلیمی سال کے اختتام پر سب کتابوں کا امتحان دینا ہوگا۔

(۸) اساتذہ و تقسیم اسباق

وفاق سے ملحقہ ہر مدرسہ میں مدرسین قابل رکھے جائیں، نیز آغاز سال میں تقسیم کتب کے وقت اساتذہ کی قابلیت اور ان کتب کے ساتھ خصوصی مناسبت کا خیال رکھا جائے جو ان کو برائے درس دی جائیں۔

توضیح:...... یہ قاعدہ وضابطہ نہ صرف طلبہ کے حق میں مفید ہے، بلکہ لائق وآزمودہ کار اساتذہ کا اجتماع مدرسہ کی شہرت کو چار چاند لگا دیتا ہے اور طلبہ اطراف واکناف سے شد رحال کر کے پروانوں کی طرح جوق در جوق آتے اور مدرسہ میں داخل ہوتے ہیں۔ خاص کر جب کہ لکل فن رجال کے مصداق ہر صاحب فن استاذ کو اس کے فن کی کتاب پڑھانے کے لیے دی جائے۔ اس ضابطہ کی پابندی میں تو ارباب مدارس کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔

(۹) تعلیم کی نگرانی

حضرات مدرسین کی تعلیم کی کماً وکیفاً نگرانی کی جائے تاکہ سال تعلیمی کے اختتام پر نصاب کے مطابق تعلیم پوری ہو سکے اور طلبہ کو ہر لحاظ سے فائدہ پہنچ سکے۔

توضیح:...... (الف) عام طور پر مدرسین ابتداء سال میں لمبی لمبی تقریریں کیا کرتے ہیں اور نفس کتاب کی عبارت حل کرنے

اور اصل مسائل فن طلبہ کو ذہن نشین کرانے کے بجائے نہ صرف حواشی وشروح کے مفید مضامین، بلکہ لایعنی قیل وقال کی الجھنوں میں طلبہ کے ذہنوں کو ماؤف کردیتے ہیں، اگر کوئی طالب علم کچھ بولتا ہے تو الزامی جوابات دے کر خاموش کر دیتے ہیں اور اسی کو اپنا کمال سمجھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ابتدائی مہینوں میں کتاب کے چند ورق سے زیادہ نہیں ہوتے اور آخر میں جب سال ختم ہونے لگتا ہے تو ایسی تیز رفتاری اختیار کرتے ہیں کہ کتاب کی بس تلاوت ہی باقی رہ جاتی ہے، اس لیے کہ اگر ایسا نہ کریں تو کتاب ختم نہ ہو، اور اگر شہرۂ آفاق صاحب فن استاد ہوتے ہیں تو وہ داد تحقیق دینے اور فن کا حق ادا کرنے کے سامنے کتاب ختم کرانے کی پرواہ ہی نہیں کرتے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کتاب کے اہم ترین مسائل ومباحث اس بے اعتدالی کی بناء پر بے پڑھے رہ جاتے ہیں جو بسا اوقات فن کی دوسری کتابوں میں آتے ہی نہیں یا اس تفصیل کے ساتھ نہیں آتے جیسے زیر درس کتاب میں ہوتے ہیں۔

یہ ایک ایسا نقص ہے کہ اگر اس کا ازالہ نہ کیا جائے تو تعلیم کا ادھورا اور طلبہ کی استعداد کا ناقص رہ جانا یقینی ہے اس کے ازالہ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر مدرسہ میں مقدار خواندگی کی ماہانہ درج کرنے کا رجسٹر رکھا جائے۔

(ا) (نمونہ رجسٹر خواندگی) رجسٹر اندراج خواندگی ماہانہ مدرسہ

ملحقہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

نام کتاب مع مطبع	نام درجہ	نام معلم	ذیقعدہ	ذی الحجہ	محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی	جمادی الاولی	جمادی الثانی	رجب
......	......	......	تا صفحہ	تا صفحہ	تا صفحہ	تا صفحہ	تا صفحہ	تا صفحہ	تا صفحہ	تا صفحہ	تا صفحہ

مہتمم یا صدر مدرس ہر ماہ کی آخری تاریخ کو پابندی کے ساتھ وہ رجسٹر ہر استاد کے پاس بھیجیں اور ہر کتاب کی اس ماہ کی مقدار خواندگی بقید صفحات خود ان سے درج کرائیں، اس تدبیر سے خود مدرس کو بھی اپنی کوتاہی کا احساس ہوگا اور ناظم تعلیمات کو بھی رفتار درس کا پتہ چلتا رہے گا اور سست رفتاری کا تدارک کر سکے گا اور دونوں کی توجہ اور کوشش سے کتاب ختم یا بقدر نصاب ضرور پوری ہو جائے گی۔

یہ تو مقدار تعلیم کی نگرانی کی صورت ہے۔ کیفیت تعلیم کا حال معلوم کرنے اور کوتاہی کا ازالہ کرنے کی تدبیر اس کے سوا نہیں کہ مہتمم یا صدر مدرس وقتاً فوقتاً بلا استثنٰی ہر مدرس کے درس میں بدوں اطلاع جا کر بیٹھیں یا اس کی بے خبری میں غیر محسوس طریقہ پر سبق سنیں اور اس کے بعد تنہائی میں مدرس کو بلا کر اس کی کوتاہیوں پر اس کو اس طرح متنبہ فرمائیں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

بہر صورت محض حسن ظن یا حسن اعتقاد کی بنا پر کسی بھی مدرس کو مطلق العنان اور آزاد چھوڑ دینا اور احتساب ونگرانی کے اندیشہ سے آزاد کر دینا اگر چہ کتنا ہی متدین مدرس ہو، سخت مضر ہے۔ انسان کو خود اپنی کوتاہیوں کا احساس نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو احتساب ونگرانی نہ ہونے کی صورت میں ان کے ازالہ کی فکر نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر مشہور ومعروف استاذ ہوتے ہیں تو

رعب علمی کی وجہ سے، اور اگر ارباب اختیار کے مقرب اور منہ چڑھے مدرس ہوتے ہیں تو عقوبت کے خوف سے طلبہ خون کا سا گھونٹ پی کر خاموش تو رہتے ہیں، مگر ان کا وقت ضائع اور تعلیم تباہ ضرور ہوتی ہے۔ ورنہ مدرس کے خلاف شکایتیں ہوتی ہیں، اسٹرائیک وغیرہ تک نوبت پہنچتی ہے، دونوں صورتیں تباہ کن اور موجب رسوائی ہیں۔

اس لیے ہر مہتمم اور ناظم تعلیمات کا فرض ہے کہ وہ ہر استاذ کی تعلیم کی کیفاً وکماً نگرانی کرے۔

(ب) طریق تعلیم

اصولاً مدرس کا اصلی مطمح نظر ہر کتاب پڑھاتے وقت، نہایت سادہ اور سہل انداز میں جلی عبارت اور تفہیم معانی ومطالب ہونا چاہیے۔ اگر فن کی ابتدائی کتاب ہے تو صرف مبادی ومسائل فن کو ذہن نشین کرانے پر اکتفا کرنا چاہیے اور اگر اوسط درجہ کی کتاب ہے، تو بقدر ضرورت دلائل وبراہین سے مسائل فن کا اثبات وتفہیم پیش نظر ہونا چاہیے، اور اگر فن کی آخری درسی کتاب ہے، تو نہ صرف دلائل وبراہین کے بیان پر اکتفا کیا جائے بلکہ نہایت سلجھے ہوئے انداز میں مسئلہ زیر درس سے متعلق ضروری مباحث وتحقیقات کو بھی ضرور بیان کرنا چاہیے۔ ہر کتاب کی خصوصیات پر متنبہ کرنا بھی ازبس ضروری ہے۔ بہر صورت طول لاطائل اور خارج از کتاب مباحث سے اجتناب ضروری ہے۔ تدریجی طور پر فن اور مسائل فن سے آگاہ کرنا مفید ہوتا ہے۔

نیز ہر شریک درس طالب علم کی حالت سے واقف ہونا بھی مدرس کے لیے ازبس ضروری ہے کہ وہ کس حد تک سبق کو سمجھ رہا ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً ہر طالب علم سے ایسے سوالات کرے جن سے سبق کے سمجھنے کا حال معلوم ہو سکے۔ اسی طرح بلا تعیین نوبت ہر طالب علم سے عبارت پڑھوائے، ترجمہ کرائے، مطلب بیان کرائے، گذشتہ سبق کے متعلق بلا تعیین مختلف طلبہ سے سوالات کرے تاکہ ہر ہر طالب علم کتاب کو سمجھنے اور سبق کو یاد کرنے اور مطالعہ کرنے پر مجبور ہو۔ عموماً مدرسین جماعت کے ذہین طلبہ کو پیش نظر رکھ کر درس دیتے ہیں۔ انہی سے سوالات کرتے ہیں یہ طریقہ سخت مضر ہے، اس سے کمزور طلبہ احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور استفادہ سے محروم رہ جاتے ہیں، بلکہ وہ خود کو بالکل ہی مرفوع القلم سمجھ لیتے ہیں اور پھر سننے اور سمجھنے کی جانب توجہ ہی نہیں کرتے اور کورے کے کورے رہ جاتے ہیں، اس لیے مدرس کا فرض ہے کہ وہ اپنے معیار علم کے مطابق درس نہ دے بلکہ طلبہ کے ذہنوں کی سطح پر اُتر کر درس دے اور "اقتد بأضعفهم" کے اُصول پر عمل کرے تاکہ تعلیم کا فرض ادا کر سکے۔

(۱۰) ذریعہ تعلیم

وفاق سے ملحقہ ہر مدرسہ میں زبان تدریس عام طور پر اُردو ہونی چاہیے، اور چھٹے درجے سے آخری درجہ تک کسی ایک کتاب کی تدریس کے لیے ذریعہ تعلیم عربی ہونی چاہیے اور امتحان دورہ حدیث شریف کے پرچے عربی میں حل ہونے چاہئیں۔

توضیح:...... ہمارے ملک کی وہ زبان جو ہر خطہ اور ہر علاقہ میں سمجھی جا سکے وہ صرف "اُردو" ہے۔ بجز دُور افتادہ سرحدی علاقوں یا آزاد قبائل کے رہنے والوں کے ہر شخص اُردو کو آسانی کے ساتھ سمجھتا اور بول سکتا ہے۔ اُردو کے علاوہ باقی زبانیں مخصوص علاقوں اور خطوں کے علاوہ نہ بولی جاتی ہیں نہ سمجھی، اور اساتذہ وطلبہ تعلیم وتعلم کی غرض سے مُلک کے ہر خطہ اور علاقہ سے دوسرے خطوں اور علاقوں میں آتے جاتے ہیں اس لیے ہر خطہ اور علاقہ کے مدرسوں میں زبان تدریس اُردو ہی ہو سکتی ہے۔ تبلیغ واشاعت

دین کیلئے بھی اُردو زبان جاننا اور اُردو میں تحریر وتقریر کی قدرت حاصل کرنا ہر عالم دین کے لیے از بس ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے اُردو نوشت وخواندگی کو ابتدائی درجوں میں مستقل طور پر نصاب میں داخل کیا گیا ہے، بہر حال زبان تدریس لازماً اُردو ہونی چاہیے تاکہ مدارس عربیہ کا ہر طالب علم اُردو میں لکھنے پڑھنے اور تقریر کرنے پر قادر ہو سکے۔

عربی ہماری دینی اور علمی زبان ہے، بجز صرف ونحو کی چند ابتدائی کتابوں کے نہ صرف قرآن وحدیث بلکہ جملہ علوم وفنون کی کتابیں عربی میں ہیں، اس لیے عربی تحریر وتقریر پر قدرت حاصل کرنا ہمارا اولین فریضہ ہے۔ مدارس عربیہ کے طلبہ واساتذہ اور علماء دین پر آج سب سے زیادہ شرمناک اعتراض یہی ہے کہ آٹھ دس سال تک عربی پڑھنے اور ساری عمر عربی کتابوں کا درس دینے کے باوجود ہمارے طلبہ اور اساتذہ چند عربی فقرے برجستہ بولنے اور لکھنے پر قادر نہیں ہوتے، حالانکہ عربی لکھنے اور بولنے کا مدار صرف مشق ومزاولت پر ہے۔ ادنی توجہ سے یہ شرمناک عیب دُور ہو سکتا ہے، اسی مقصد کے پیش نظر وفاق نے یہ پابندی عائد کی ہے کہ فوقانی درجوں میں کم از کم کسی ایک کتاب کے لیے ذریعہ تعلیم عربی کو بنایا جائے، یعنی اُستاد بھی عربی میں سبق کی تقریر کرے اور کتاب کے مطالب سمجھائے، طلبہ بھی عربی میں ہی سوالات کریں۔ غرض اس ایک گھنٹہ میں اُستاد اور شاگرد کی زبان پر عربی کے علاوہ کسی بھی زبان کا کوئی کلمہ نہ آنا چاہیے۔ اسی مقصد کے پیش نظر وفاق کی مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۵-۱۶ شعبان ۸۲ھ ملتان میں بالاتفاق رائے یہ تجویز پاس کی ہے کہ آئندہ سے امتحان دورۂ حدیث کے تمام پرچے بھی عربی میں ہوا کریں گے اور ان کے جوابات بھی ہر طالب علم کو لازماً عربی میں دینے ہوں گے اور اسی لیے مجوزہ نصاب میں بھی ابتدائی درجوں میں ترجمہ اور انشاء عربی کو روزانہ ایک سبق کے طور پر لازم قرار دیا ہے۔

(۱۱) مطالعہ وتکرار کی نگرانی

وفاق سے ملحقہ مدرسہ میں مطالعہ کتب وتکرارِ اسباق کا باضابطہ اہتمام اور نگرانی ہونی چاہیے، طلبہ کے مطالعہ وتکرار کے اوقات معین ہوں اور ان اوقات میں سختی کے ساتھ مطالعہ وتکرار کی پابندی کرائی جائے، اساتذہ ومدرسین مدرسہ پورے اہتمام سے اس کام کی تکمیل کریں۔

توضیح:...... عام طور پر مدارس عربیہ کے دیانتدار اساتذہ بھی صرف مفوضہ اسباق کو محنت کے ساتھ پڑھا دینے کو ہی اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں اور اسباق کے گھنٹوں کے بعد طلبہ اور ان کے مشاغل سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ طلبہ نے اسباق کا تکرار کیا یا نہیں؟ سبق یاد کیا یا نہیں؟ مطالعہ کیا یا نہیں؟ امتحانات سے پہلے امتحان کی تیاری کرتے ہیں یا نہیں؟ ان امور کی نگرانی اور دیکھ بھال کو اپنا فرض تو کیا لائق اعتناء بھی نہیں سمجھتے اور اگر اس طرف توجہ بھی دلائی جاتی ہے تو انتہائی بے پروائی سے فرما دیتے ہیں کہ یہ ہمارا کام نہیں مہتمم یا نگران کا فرض ہے، حالانکہ حقیقی معنی میں مطالعہ وتکرار کرنے نہ کرنے کا پتہ سبق پڑھانے والے استاد کو ہی چل سکتا ہے اور وہی تنبیہ وسرزنش یا زجر وعقوبت کے ذریعے اس کا تدارک کر سکتے ہیں، مہتمم یا نگران تو زیادہ سے زیادہ اوقات مطالعہ وتکرار میں ان کی حاضری اور موجودگی ہی کی نگرانی کر سکتے ہیں لیکن یہ کہ وہ تکرار کر رہے ہیں یا گپ بازی، سبق کا مطالعہ کر رہے ہیں یا کسی اور دلچسپ کتاب میں منہمک ہیں، اس کی نگرانی مہتمم یا نگران نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہر مدرسہ کے مہتمم کو چاہیے کہ وہ ابتداء سال میں

ہی تمام مدرسین مدرسہ کو جمع کر کے نہایت واضح الفاظ میں ان کو آگاہ کر دیں کہ محنت کے ساتھ اسباق پڑھا دینا ہی آپ کا فرض نہیں ہے، بلکہ اوقات درس کے بعد اپنے درجہ کے طلبہ کے مطالعہ وتکرار کی نگرانی اور ان کے عام مشاغل کی دیکھ بھال بھی آپ کا فرض ہے، مدرسہ جو حق الخدمت پیش کرتا ہے اس میں یہ کام بھی داخل اور شامل ہیں اگر آپ اس میں کوتاہی یا تساہل فرمائیں گے تو عنداللہ مسئول و ماخوذ ہوں گے۔

اس نگرانی اور مؤاخذہ کے نہ ہونے کی وجہ سے آج کل عموماً مدارس عربیہ کے طلبہ کی حالت یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سبق میں حاضر ہو جاتے ہیں، باقی تمام وقت بجائے مطالعہ وتکرار کے سیر وتفریح، گپ بازی، دوستوں اور مہمانوں کی مہمان نوازی اور اسی طرح کے لایعنی مشاغل میں ضائع کرتے ہیں۔ بہت سے طلبہ تو استاذ کے سامنے کتاب بند کر کے پھر اگلے دن استاد کے سامنے ہی بیٹھ کر کتاب کھولتے ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آج سبق کہاں سے شروع ہوگا؟ فی زمانہ مدارس عربیہ کے طلبہ میں علمی استعداد کے فقدان کا ایک بہت بڑا سبب اساتذہ ومدرسین کی یہ بے توجہی اور بے پرواہی ہے اور طلبہ کی یہ آزادی و بے راہ روی ہے۔اس کا سد باب اشد ضروری ہے۔اس لیے وفاق سے ملحقہ مدارس کے مہتممین کو اس قاعدہ کی پابندی میں انتہائی اہتمام وسخت گیری سے کام لینا چاہیے اور وفاق بھی اس کی نگرانی کرے گا۔

اس ضابطہ پر عملی پابندی کی صورت یہ ہے کہ ہر درجہ کے اساتذہ اپنے اپنے درجہ کے طلبہ کے لیے مطالعہ وتکرار کا مکمل نظام الاوقات بنا دیں اور ہر درجہ کے اساتذہ باری باری اس نظام الاوقات پر طلبہ کے عمل درآمد کرنے یا نہ کرنے کی نگرانی کریں، مثلاً: کسی درجہ کے چار استاد ہیں تو ایک ایک ہفتہ ہر استاذ کی ڈیوٹی لگا دی جائے، اس طرح ہر استاد کو اوقاتِ درس کے علاوہ مہینہ میں صرف ایک ہفتہ اوقات مطالعہ وتکرار میں موجود رہنا پڑے گا اور کام ہلکا ہو جائے گا۔ ہر استاد کے پاس ایک یادداشت بھی ہونی چاہیے جس میں متعلقہ درجہ کے طلبہ کے نام لکھے ہوں اور وہ نگرانی کے دوران ہر مقصر طالب علم کی کوتاہی کو نوٹ کرتا رہے پھر یا خود درس کے وقت اس کا تدارک کرے یا متعلقہ اساتذہ کو آگاہ کر دے۔

یہ پابندی شروع میں سب کو ناگوار معلوم ہوگی، خصوصاً اساتذہ کو کہ زائد وقت بھی دینا پڑے گا اور ایک نئی سر دردی بھی مول لینا پڑے گی، لیکن یاد رکھیے! مصلحین نے تو اصلاح عباداللہ کے لیے بڑی بڑی مشکلات برداشت کی ہیں، قربانیاں دی ہیں، نیک نیتی سے محض اللہ کے لیے کام کیجیے، بہت بڑی عبادت ہے، علاوہ ازیں ان شاءاللہ چند ماہ میں ہی خود طلبہ اس کے عادی ہو جائیں گے اور اساتذہ کی ہلکی سی نگرانی بلکہ صرف نگرانی اور مؤاخذہ کا خوف بھی ان شاءاللہ کافی ہوگا۔ان اللہ مع الصابرین۔

(۱۲) حاضری طلبہ

وفاق سے ملحقہ مدارس میں طلبہ کی حاضری کا خصوصی طور پر خیال رکھا جائے، اسباق میں طلبہ کی غیر حاضری پر مناسب تنبیہ کی جائے۔

توضیح:......مدارس عربیہ کی تعلیم کو مختلف قسم کے روگ لگے ہوئے ہیں جنھوں نے اس کو تباہ کر رکھا ہے، انہیں میں سے ایک بہت بڑا داخلی روگ یہ بھی ہے کہ حضرات مہتممین واساتذہ کی سہل گیری اور بے اعتنائی کی وجہ سے مدارس عربیہ کے طلبہ مسئولیت و

مؤاخذہ کے خوف اور عقوبت کے ڈر سے بالکل آزاد ہو گئے۔ حتی کہ اسباق میں حاضری بھی اکثر مدارس میں غنڈے دار رہ گئی ہے۔ جس دن جی چاہا سبق میں آ گئے جس دن چاہا غائب، درس گاہ میں استاذ پڑھا رہا ہے اور شاگرد حجروں میں مصروف استراحت ہیں، گپ بازی ہو رہی ہے، بازاروں میں دوست احباب کے ساتھ سیر گشت میں مصروف ہیں، مقامی اور بیرونی مہمانوں کی مہمان نوازی میں مصروف ہیں یا درجہ کی اہم اور مشکل کتابوں میں آ گئے باقی میں مسلسل غائب۔ دورہ حدیث شریف کے طلبہ خاص طور پر بخاری، ترمذی میں حاضر باقی کتب حدیث کے درس میں مستقل طور پر غائب، وقس علی ھذا۔

یہ صرف مہتممین و مدرسین کے تساہل کا نتیجہ ہے کہ اسباق میں پابندی سے حاضری نہیں لی جاتی اور غیر حاضری پر کوئی باز پرس نہیں ہوتی، سزا نہیں دی جاتی، بہت سے مدرسوں میں تو رجسٹر حاضری ہوتا ہی نہیں اور بہت سے جلیل القدر اساتذہ حاضری لینا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، بہت سے حریص درس مدرسین حاضری میں وقت صرف کرنے کو اضاعت وقت قرار دیتے ہیں اور بہت سے ضابطہ پسند اور پابندی سے حاضری لینے والے مدرسین کی ہمت یہ دیکھ کر ٹوٹ جاتی ہے کہ مدرسہ غیر حاضر طلبہ کی غیر حاضری پر کوئی مؤاخذہ نہیں کرتا۔ چنانچہ وہ بھی حاضری لینے کا اہتمام ترک کر دیتے ہیں۔ طلبہ بھی اس صورت حال سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور اطمینان سے سبق سے غیر حاضر ہونے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ حتی کہ اس کو کوئی جرم ہی نہیں سمجھتے۔ واضح رہے کہ وہ زمانہ گیا جب طلبہ واقعی طالب بلکہ حریص علم ہوتے تھے اور کسی بھی وجہ سے سبق نہ ہونے کی وجہ سے ان کو شدید اذیت اور دکھ ہوتا تھا، اب تو فرار عن العلم کا زمانہ ہے، اگر کسی دن سبق نہیں ہوتا تو طلبہ خوشیاں مناتے ہیں، ہفتوں سبق نہ ہو تو ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، اب تو صرف زجر و عقوبت کے خوف سے ہی کچھ پڑھ پڑھا لیتے ہیں۔ یہ عموماً طلبہ کا حال ہے الا ماشاء اللہ۔ ایسی صورت میں آپ اندازہ کیجیے طلبہ کی یہ آزادی اور بے راہ روی کس قدر مہلک مرض ہے۔ مدرسہ نے ماہر فن اور آزمودہ کار مشہور و معروف اساتذہ کو جمع کرنے میں جو کچھ اہتمام کیا اور مالی نقصان اٹھایا، اساتذہ نے محنت اور توجہ کے ساتھ لائق فخر درس دیئے اور علمی مباحث و تحقیقات بیان کیں، سب ضائع ہوئے، بلکہ ایسے طالب علم چوٹی کے مدرسوں اور شہرآفاق اساتذہ کے لیے الٹے بدنامی کا سبب بنتے ہیں۔ اس لیے کہ مدرسہ سے فارغ ہو کر یہ نالائق و نااہل طلبہ خود کو بڑی شان سے ان مدارس و اساتذہ کی جانب منسوب کرتے ہیں اور ہوتے ہیں جاہل محض، ناواقف لوگ ان نالائقوں کو دیکھ کر ان مدرسوں اور بزرگوں سے بھی بدظن ہوتے ہیں۔

اس تمام تر نقصان اور بدنامی کا اصلی اور بنیادی سبب مہتممین و مدرسین کی حاضری طلبہ کی بابت سے بے اعتنائی اور سہل انگاری ہے۔ لہٰذا وفاق سے ملحقہ مدارس کا اولین فرض ہے کہ آغاز سال سے ہی حاضری طلبہ کا سختی سے اہتمام کریں اور غیر حاضری پر اخراج کے علاوہ باقی تمام مناسب اور ضروری سزائیں درجہ بدرجہ اور حسب حال طلبہ ضرور دیں اور مطلق تسامح سے کام نہ لیں۔

(ب) یہ تو ہوئی اسباق کی حاضری اور اس کی پابندی۔ جن مدارس میں دارالاقامہ ہے ان میں دارالاقامہ کی حاضری بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ اسباق کی حاضری۔ دارالاقامہ سے غیر حاضری کی مضرتیں اس سے بھی زیادہ دوررس مفاسد کا موجب ہیں جتنی اسباق سے غیر حاضری کی۔ اگر دارالاقامہ میں موجود رہنے اور ضروریات کے لیے باہر جانے اور آنے کے اوقات متعین نہیں ہوتے یا نگرانی نہیں کی جاتی اور حاضری نہیں لی جاتی تو طلبہ راتوں کو بھی غائب رہنے لگتے ہیں یا رات کو گیارہ اور بارہ بجے تک شہر یا

قصبہ سے لوٹ کر آتے ہیں، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عصر کے بعد کسی کام سے دارالاقامہ سے باہر نکلتے ہی راستہ میں کوئی دوست مل گیا، باتیں کرتے کرتے اس کی مسجد یا قیام گاہ تک پہنچ گئے، مغرب کا وقت ہوگیا، نماز وہی پڑھ لی، اس کے بعد چائے تیار ہونی شروع ہوئی، چائے پیتے پیتے عشاء کا وقت ہوگیا، عشاء بھی وہیں پڑھ لی، اس کے بعد مدرسہ واپسی کا خیال آیا، باتیں کرتے کراتے کچھ اور وقت گزر گیا، آخر رات کو دس یا گیارہ بجے حجرہ میں پہنچے، کتاب ہاتھ میں لے کر بیٹھے تو نیند آ گئی اور سو گئے، لیجئے! مطالعہ وتکرار سب ختم ہوا، یہ بلا قصد وارادہ اضاعت وقت اور نقصانِ مطالعہ وتکرار صرف اس لیے ہوا کہ مدرسہ کی جانب سے دارالاقامہ سے باہر آنے جانے پر کوئی پابندی نہ تھی، تاخیر سے واپسی پر باز پرس کا کوئی خوف نہ تھا، اسی طرح مغرب کے بعد کتاب دیکھنے بیٹھے کہ اتنے میں کوئی مہمان آ گئے، ان سے نہ ملنا اور خاطر مدارت نہ کرنا آداب مہمان نوازی اور مروت کے خلاف ہے۔ کتاب بند کر کے علیک سلیک اور مزاج پرسی ہوئی، چائے تیار ہونے لگی کہ اتنے میں عشاء کی اذان ہوئی، نماز پڑھی، اس کے بعد چائے پی گئی، کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوئیں، چلتے وقت ان کو رخصت کرنے کے لیے دارالاقامہ سے باہر آئے، غرض ان کو رخصت کرتے کرتے دس بج گئے۔ اب کتاب لے کر بیٹھے، ایک کتاب کا مطالعہ بھی نہ کر پائے تھے کہ نیند آ گئی اور سو گئے اور صبح کو بدون مطالعہ سبق پڑھے۔ یہ نقصانِ وقت وتعلیم کیوں ہوا؟ صرف اس لیے کہ دارالاقامہ میں آنے جانے کا کوئی وقت متعین نہ تھا۔ اس طرح کے صدہا مختلف اور متنوع صورتیں اور واقعات پیش آتے ہیں اور محض دارالاقامہ سے باہر جانے آنے، یا دوست احباب اور مہمانوں کی ملاقات اور ملنے جلنے پر کسی قسم کی پابندی اور نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے اضاعت وقت اور نقصان تعلیم کا سبب بنتے ہیں اور بڑے شہروں میں تو طلبہ کی یہ آزادی بہت سی شدید مضرتوں اور بری صحبتوں میں گرفتاری اور منکرات ومناہی کے ارتکاب کا سبب بھی بنتی ہے۔

لہٰذا وفاق کی جانب سے ان تمام ملحقہ مدارس پر جن کے ساتھ دارالاقامہ ہیں۔ یہ پابندی عائد کی جاتی ہے کہ ایک بااختیار بلکہ ہو سکے تو باتنخواہ ناظم دارالاقامہ ضرور مقرر کریں جو دارالاقامہ میں ہی رہے اور طلبہ اور ان سے ملنے جلنے والوں کی آمد ورفت اور نقل وحرکت کی نگرانی کو اپنا فرض منصبی سمجھے۔ روزانہ غیر معین اور متبادل وقت پر دارالاقامہ میں مقیم طلبہ کی باقاعدہ حاضری لیا کرے اور مہتمم وناظم مدرسہ اس کی رپورٹ پر قواعد دارالاقامہ کی خلاف ورزی کرنے والے طلبہ کو مناسب سزائیں ضرور دیا کریں یا اسی ناظم دارالاقامہ کو مقررہ سزائیں دینے کا اختیار دے دیں، نیز حسب حال مدرسہ وطلبہ ”قواعد وضوابط دارالاقامہ“ الگ تجویز کر کے مدرسہ میں اعلان کرا دیں اور ان کی پابندی کرانے کا پورا اہتمام کریں (قواعد وضوابط دارالاقامۃ کے لیے ضمیمہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو، یہی یا اس میں ضروری تغیر وتبدل کر کے ان قواعد کو نافذ کر دیں)۔

(۱۳) عقائد صحیحہ اور اعمالِ صالحہ کی نگرانی

تمام اساتذہ تعلیم وتدریس کے اثناء میں اس امر کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ شرکاءِ درس طلبہ میں اہل حق کی مخصوص ذہنیت پیدا ہو۔ وضع شرعی اور نماز وغیرہ شعائر دین کی پابندی کا خاص طور پر اہتمام کیا جائے۔

توضیح:...... علم محض مطلوب نہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: اللھم انی اعوذ بك من علم لا ینفع۔ قرآن کریم نے بھی تزکیہ کو تعلیم پر مقدم رکھا ہے: ﴿ویز کیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ﴾ اس لیے مہتممین ومدرسین کا فرض ہے کہ

وہ طلبہ کے عقائد واعمال اور ذہنی نشو ونما کی اصلاح میں ذرہ برابر کوتاہی یا چشم پوشی اختیار نہ کریں۔مختلف طریقوں اور تدبیروں سے اپنے طلبہ اور تلامذہ کے رجحانات،عقائد وافکار اور ذہنیت سے واقف ہوں اور غیر محسوس طریقے پر ان کی اصلاح کریں۔اسی طرح ان کے اخلاق وعادات اور اعمال وافعال کی سختی کے ساتھ نگرانی کریں اور اخلاقِ حسنہ،اعمالِ صالحہ اور صورت وسیرت کے لحاظ سے صلحاء امت اور اپنے اکابر کے اسوۂ حسنہ کا پابند کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ ہر مدرسہ میں جس کے استاذ یا مہتمم کے ساتھ طلبہ کو سب زیادہ عقیدت ہو وہ ہر ہفتہ یا ہر مہینہ کسی نہ کسی وقت تمام طلبہ کو جمع کر کے صلاح وتقوی، اتباع سنت اور اخلاق حسنہ،اعمال صالحہ اور پابندی شعائر دین کی تلقین کریں۔اس لیے کے تکرار وموعظت تزکیہ اخلاق واعمال میں بے حد مؤثر اور مفید ہے۔اسی طرح دیگر اساتذہ بھی موقعہ بموقعہ اثناء درس طلبہ پر واضح کرتے رہیں کہ تحصیل علم اور خدمت دین کا فریضہ صرف اس سے ادا نہیں ہو جاتا کہ محنت کے ساتھ کتابیں پڑھ لیں اور امتحان میں کامیاب ہو گئے، بلکہ علم وعمل اور صورت کے اعتبار سے خود کو متبع سنت بنانا اور اس کے بعد اپنے تقویٰ اور پرہیز گاری سے عوام الناس کی اصلاح کرنا اور ان کو دیندار بنانا اصل خدمت دین اور حاصل تحصیل علم ہے۔اسی مقصد کے پیش نظر وفاق نے اساتذہ اور ارباب اختیار پر مذکورہ بالا پابندی عائد کی ہے۔

(۱۴) امتحانات

(ہر مدرسہ میں) امتحان سہ ماہی،ششماہی، سالانہ کا باقاعدہ انتظام ہو۔امتحان سہ ماہی ماہ صفر کی ابتداء (پہلے ہفتہ) میں، ششماہی جمادی الاولی کی ابتداء (پہلے ہفتہ) میں،اور امتحان سالانہ ماہ شعبان کی ابتداء (پہلے ہفتہ) میں لیے جائیں۔

توضیح :......(الف) وفاق کے اساسی مقصد ”تنظیم وترقی مدارس عربیہ“ کے پیش نظر ضروری ہے کہ نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کی طرح امتحانات میں بھی تمام مدارس عربیہ میں وحدت اور ہم آہنگی پیدا کی جائے۔اس لیے ملحقہ مدارس میں تمام امتحانات ایک ہی وقت میں اور ایک ہی معیار پر لیے جائیں اور ہر امتحان کے نتائج کی ایک ایک کاپی (نقل) دفتر کو بھیجی جائے،تاکہ مجلس عاملہ مطلوبہ وحدت اور اصلاح وترقی تعلیم کی نگرانی کر سکے اور حسب ضرورت مفید ہدایات اور مشورے دیئے جا سکیں۔

(ب) پہلے اور دوسرے درجہ کی بیشتر کتابوں کا امتحان تقریری لیا جائے،تاکہ مسائل کے یاد ہونے اور عبارات کے صحیح پڑھنے اور اظہار مافی الضمیر کی قدرت کا حال معلوم ہو سکے کہ ان درجوں میں یہی سب سے اہم ہے اور ایک دو کتاب کا تحریری ہو،تاکہ لکھنے کی عادت اور مشق بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہے اور تیسرے چوتھے درجہ کی بیشتر کتابوں کا امتحان تحریری لیا جائے اور کسی ایک دو کتاب کا تقریری، باقی تمام درجوں کا ہر سہ ماہی امتحان تحریری لیا جائے اور بالکل امتحان وفاق کے معیار پر لیے جائیں اور سوالات کے حل کرنے میں بھی ان تمام قواعد وضوابط کی پابندی کرائی جائے جو امتحان وفاق میں معتبر اور رائج ہیں۔ان تمام درجوں میں ناموں کے بجائے رول نمبر مقرر کیے جائیں اور وہی پرچوں پر لکھوائے جائیں تاکہ طلبہ امتحان وفاق دینے سے قبل ان تمام قواعد اور طریقوں کے عادی ہو جائیں جن کی امتحان وفاق میں ان کو پابندی کرنی پڑے گی۔

اساتذہ پرچے دیکھتے وقت صرف جوابات کی صحت ہی کو نہ دیکھیں بلکہ طرز تحریر، اندازِ بیان کی خامیوں اور کوتاہیوں نیز خوش خطی اور بدخطی کو بھی پیش نظر رکھیں اور ان کی نشاندہی کریں،اور سہ ماہی نیز ششماہی کے پرچے طلبہ کو ضرور واپس کریں تاکہ طلبہ ان

غلطیوں، خامیوں اور نقائص وعیوب سے واقف ہوسکیں جن کی وجہ سے ان کو نمبر کم وبیش ملے یا ناکام ہوئے بلکہ درس کے وقت بالمشافہ طلبہ کو ان پر متنبہ کریں تاکہ ان کا ازالہ ہوسکے کہ یہی ان امتحانوں کا اصلی مقصد ہے۔

(ج) ابتدائی درجہ کے جوابات اردو میں اور وسطانی درجوں میں کسی ایک یا دو کتابوں کے جوابات عربی میں لکھوائے جائیں۔ جن کتابوں کے جوابات عربی میں لکھانے ہوں ان کے سوالات بھی عربی میں لکھے جائیں تاکہ طلبہ اردو اور عربی دونوں زبانوں میں لکھنے پڑھنے اور سمجھنے سمجھانے کے عادی ہوسکیں۔

(د) اساتذہ اور ممتحنین نمبر لگانے میں ہرگز ہرگز کسی رعایت یا سفارش کو دخل نہ دیں اور بے کم وکاست طالب علم کی استعداد اور تعلیمی حالت کو ظاہر کردیں، خصوصاً ابتدائی درجوں میں تقریری امتحان میں ہر طالب علم کو صرف نمبر دینے پر اکتفا نہ کریں بلکہ خانہ کیفیت میں اس کی تعلیمی حالت اور عیوب ونقائص کو بے رو رعایت ظاہر کردیں، یاد رکھیے! کسی طالب کے ساتھ اس سے بڑھ کر اور کوئی دشمنی نہیں ہوسکتی کہ اس کی تعلیمی حالت اور نقائص وعیوب کی امتحان کے موقعہ پر پردہ پوشی کی جائے۔ جو طالب علم کسی وجہ سے معذور یا قابل رعایت ہوگا مجلس اساتذہ نتائج پر غور کرنے کے وقت اس کے ساتھ مراعات برتے گی۔ ممتحن کو ہر طالب علم کی موجودہ کتابی استعداد اور تعلیمی حالت کو ضرور ظاہر کردینا چاہیے۔

(ہ) ہر امتحان کے موقع پر اساتذہ ہم روزہ پرچے دیکھتے اور واپس کرتے رہیں تاکہ امتحان ختم ہوتے ہی نتائج کا اعلان کیا جاسکے اور ان پر مرتب شدہ احکامات فوراً نافذ کئے جاسکیں۔ اس میں تاخیر سخت مضر ہے، امتحان کا مقصد فوت ہوجاتا ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ تمام مدرسین اور اساتذہ کے گروپ بنائے جائیں، جس دن جن اساتذہ کے پرچے ہوں وہی اس دن امتحان کے وقت موجود رہیں اور نگرانی کریں، دوسرے دن وہ اساتذہ نگرانی کی بجائے پرچے دیکھیں اور دوسرا گروپ جس کے اس دن پرچے ہوں وہی امتحان کی نگرانی کرے علی ھذا القیاس۔ اس صورت میں ہمروزہ پرچے واپس ہوتے رہیں گے اور نتیجہ ساتھ ساتھ مرتب ہوتا رہے گا اور امتحان ختم ہوتے ہی مجلس اساتذہ نتائج پر غور وبحث اور ان پر احکامات مرتب کرکے فوراً نتیجہ شائع کرسکے گی۔ یہ پابندی مدرسین کو بخندہ پیشانی قبول کرنی چاہیے کہ اس میں مدرسہ اور طلبہ کے بے حد مفادات مضمر ہیں۔ وفاق بھی ان شاء اللہ اس کی نگرانی کرے گا۔

(و) سہ ماہی، ششماہی امتحانات میں بہتر یہی ہے کہ ہر کتاب کا استاذ ہی اس کا ممتحن ہوتا کہ وہ جائزہ لے سکے کہ طلبہ نے اس کی محنتوں اور کاوشوں سے کس حد تک فائدہ اٹھایا اور کتنا ضائع کیا اور اس کے شاگردوں کی استعداد اور تعلیمی حالت کا کیا حال ہے، الا یہ کہ مہتمم یا صدر مدرس وناظم تعلیمات ضرورت محسوس کریں تو ممتحن بجائے استاذ کے جس کو مناسب سمجھیں مقرر کردیں، مگر سالانہ امتحان میں ہر کتاب کا ممتحن استاذ کے علاوہ کوئی اور مدرس ہونا چاہیے، اس کا فیصلہ مجلس اساتذہ کرے گی۔

(۱۵) امتحان وفاق

ملحقہ مدارس کا سالانہ امتحان وفاق کی طرف سے لیا جائے گا۔ وفاق کی جانب سے سوالات مرتب ہوں گے اور پرچہ جوابات کی پڑتال بھی وفاق کی جانب سے ہوگی۔ نیز وقتاً فوقتاً وفاق کی طرف سے دی جانے والی ہدایات کی پابندی لازمی ہوگی۔

(۱۶) اوقاتِ درس

وفاق سے ملحقہ مدرسہ میں اوقات درس روزانہ چھ گھنٹے ہوں گے۔

توضیح:......(الف) عموماً مدارس عربیہ میں جلیل القدر مدرسین خود کو وقت کی پابندی سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے مدرسین بھی وقت کی پابندی میں تساہل برتنے لگتے ہیں، خصوصاً وہ مدرس یا مدرسین جو مہتمم یا صدر مدرس کے مقربین میں سے ہوتے ہیں اور جب مدرسین ہی وقت کے پابند نہ ہوں گے تو طلبہ سے پابندی وقت کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے مدرسوں میں پہلا گھنٹہ تو ۶۰ منٹ کی بجائے ۴۰ یا ۴۵ منٹ کا رہ ہی جاتا ہے۔ دوسرے گھنٹوں میں بھی دس پانچ منٹ کی تاخیر معمولی بات بن جاتی ہے اور روزانہ سبق کی جتنی مقدار ہونی چاہیے نہیں ہو پاتی ہے اور اس عدم پابندیٔ وقت کی بدولت علاوہ اور مفاسد کے سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ کتابیں ختم یا بقدر نصاب نہیں ہو پاتیں، اس لیے ہر مدرسہ کے صدر مدرس اور طبقہ علیا کے مدرسین کو سختی کے ساتھ وقت کی پابندی کرنی چاہیے تاکہ دیگر مدرسین اور طلبہ خود بخود وقت کے پابند بن جائیں اور اسباق پورے گھنٹہ ہونے لگیں اور متساہلین پر مؤاخذہ کیا جاسکے۔ کسی کسی دن خود مہتمم صاحب یا صدر مدرس صاحب مدرسہ کھلنے سے دو چار منٹ پہلے مدرسہ میں تشریف لا کر ایسی جگہ بیٹھ جائیں جہاں سے تمام آنے والے مدرسین وطلبہ ان کے سامنے سے گزرنے پر مجبور ہوں اور جائزہ لیں، جن مدرسین یا طلبہ کو تاخیر سے آنے کا عادی پائیں ان کو مناسب طریق پر تنبیہ کریں اور وقت کا پابند بنائیں۔

اس مقصد کے لیے مذکورہ ذیل نمونہ کا ایک رجسٹر حاضری مدرسین ہونا چاہیے۔ یہ رجسٹر حاضری مدرسہ کا چپڑاسی مدرسہ شروع ہونے کے دس منٹ بعد ہر مدرس کے پاس لے جا کر صرف وقت آمد لکھالے اور وقت مدرسہ ختم ہونے کے دس منٹ قبل وقت روانگی لکھائے اور دستخط کرائے، اسی طرح دوسرے وقت میں۔

درج ذیل نمونے کے مطابق رجسٹر بنایا جائے:

رجسٹر یومیہ حاضری مدرسین مدرسہ / جامعہ

نمبر شمار	تاریخ	نام............ عہدہ............				نام............ عہدہ............			
		آمد	دستخط	روانگی	دستخط	آمد	دستخط	روانگی	دستخط

یہ رجسٹر مدرسہ کے دفتر میں رکھا رہنا چاہیے تاکہ دفتر کو بھی ہر مدرس کے آنے اور جانے کا علم ہو، یہ پابندی حضرات مدرسین کو گراں گزرے گی مگر اس میں نظم مدرسہ سے متعلق بے شمار فوائد مضمر ہیں، اس لیے دواءِ تلخ کو بخندہ پیشانی گوارا فرمائیں۔ جناب

مہتمم صاحب یا ناظم تعلیمات کا فرض ہے کہ وہ ہر ہفتہ آکر اس رجسٹر کا معائنہ فرمائیں تاکہ وہ مدرسین کی آمد و رفت اور پابندی وقت سے باخبر رہیں اور مقصرین کی کوتاہی کا تدارک کر سکیں۔

(ب)......واضح رہے کہ مذکورہ بالا چھ گھنٹے مدرسہ کا وقت حاضری ہے۔ ہر مدرس کو اس وقت میں مدرسہ کے اندر موجود رہنا ضروری ہے، اگرچہ ان میں کوئی بھی گھنٹہ مستقل طور پر خالی ہو یا کسی وجہ سے اس گھنٹے میں سبق نہ ہو۔ اس خالی وقت میں طلبہ کا تحریری کام، یا مدرسہ کی جانب سے سپرد شدہ مستقل یا وقتی کام انجام دینا چاہیے، ورنہ اساتذہ کے کمرے میں یا دار المطالعہ یا کتب خانہ میں استراحت یا مطالعہ میں مصروف رہنا چاہیے، بہرحال خالی گھنٹہ یا گھنٹوں میں مدرسہ کے اندر موجود نہ رہنا یا حجرہ میں جاکر بیٹھ جانا جیسا کہ عام طور پر معمول ہے، اصولاً غلط اور مصالح مدرسہ کے لیے سخت مضر ہے، تجربہ اس کا شاہد ہے۔

(ج)......عموماً علاوہ درس کے مدرسہ کے اور بھی انتظامی کام، خصوصاً شروع سال یا ایام امتحانات میں مدرسین سے لینے ناگریز ہوتے ہیں، ایسی صورت میں منتظمین کا فرض ہے کہ مدرس سے کام لینے میں حتی الامکان اس کے اسباق کا حرج نہ ہونے دیں۔ اسی طرح مہتمم یا منتظم کسی مشورہ وغیرہ کے لیے اگر اساتذہ کو جمع کریں تو اسباق کے نقصان کا خاص طور پر خیال رکھیں، اس لیے کہ اسباق کے نقصان کی تلافی درحقیقت نہیں ہوتی اور یہ تکمیل تعلیم کے لیے سخت مضر ہے، طلبہ پر بھی اس کا برا اثر پڑتا ہے۔

(د)......بعض مدارس میں رسم ہے کہ جمعرات کے دن آخری گھنٹہ میں یا دوسرے وقت میں سبق نہیں ہوتے، حتی کہ طلبہ بھی پہلے سے ہی سمجھ لیتے ہیں کہ آج تو جمعرات ہے، بعض طلبہ تو صرف ان گھنٹوں میں بلکہ تمام اسباق میں ہی درسگاہ یا مدرسہ سے بغیر چھٹی لیے غائب ہو جاتے ہیں، گویا ہر ہفتہ ایک دن کے بجائے دو دن کی چھٹی ہو جاتی ہے۔ اس رسم بد کو سختی کے ساتھ مٹانا از بس ضروری ہے۔ ہفتہ میں پورے چھ دن اور ہر دن میں پورے چھ گھنٹے پابندی کے ساتھ اسباق ہونے چاہئیں، تب ہی کتابیں نصاب کے مطابق پوری ہو سکتی ہیں۔

(۱۷) تعطیلاتِ مدرسہ

(وفاق سے ملحقہ ہر مدرسہ میں) درجہ ہائے عربی میں از ۱۶ شعبان تا ۱۰ شوال تعطیل (کلاں) ہوگی اور (ماہ ذی الحجہ میں) ایک ہفتہ از ۷ ذی الحجہ تا ۱۳ ذی الحجہ تعطیل عید الاضحیٰ ہوگی، البتہ موسمی حالات کے مطابق بعض مدارس کو خصوصی اجازت ہوگی (کہ وہ تعطیل کلاں ان مہینوں کے علاوہ دوسرے مہینوں میں کر لیں)۔

توضیح:......(الف) تعطیلات کی اس تحدید کا مقصد بھی مدارس عربیہ کی تعطیلات کے باب میں سہل انگاری کا سد باب کرنا ہے۔ اصولاً اور مذہباً سال میں صرف دو رخصتیں ہونی چاہئیں، ان کے علاوہ یوم عاشورہ یا ۱۲ ربیع الاول یا ۲۷ رجب کی تعطیلات، اسی طرح دوسرے عنوانات سے مختلف قسم کے مقامی یا سرکاری تعطیلات مدارس دینیہ میں نہ ہونی چاہئیں، یہی ہمارے اکابر واسلاف کا مسلک ہے، ہمیں دوسرے امور کی طرح تعطیلات کے باب میں غیروں کا مقلد نہ ہونا چاہیے۔

(ب) یہ تعطیلات مدرسین وطلبہ کے لیے ہیں، مدرسہ کا دفتر ان ایام میں بھی کھلنا چاہیے، دفتر میں کام کرنے والوں کو متبادل طریق پر دوسرے دنوں میں سال میں ایک ماہ کی چھٹی یا اس کی تنخواہ ضرور دینی چاہیے۔

(۱۸) رخصت برائے مدرسین

رخصت اتفاقیہ (سال میں) ۲۰ دن اور (رخصت) بیماری ایک ماہ اور فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے ڈیڑھ ماہ با تنخواہ دی جاسکے گی، اس کے علاوہ رخصت بوضع تنخواہ دی جاسکتی ہے۔

توضیح:...... (الف) مدارس دینیہ کے مدرسین کو بجز بیماری کے حتی الامکان رخصت اتفاقیہ یا بوضع تنخواہ نہ لینی چاہیے کہ یہ دینی تعلیم (اللہ تعالی قبول فرمائیں) ایک عبادت ہے، اس کو عبادت ہی سمجھ کر انجام دیں، مجبوری کے وقت بہ عذر ضرورت چھٹی لیں بھی تو نقصانِ تعلیم کا احساس اور اس کی تلافی کا عزم دل میں رہنا چاہیے۔ اس اتفاقی رخصت کو دوسرے تعلیمی یا غیر تعلیمی اداروں کی طرح اپنا حق سمجھ کر بلاضرورت ہرگز نہ لیں کہ یہی احساسِ فرض کا دینی تقاضا ہے۔

(ب) منتظمین مدارس کا فرض ہے کہ اگر کوئی مدرس ایک ہفتے سے زیادہ کی رخصت اتفاقیہ یا بیماری لے تو اس کے اسباق کا انتظام ضرور کریں، اور اس کی صورت یہ ہے کہ دوسرے مدرسین کے خالی گھنٹوں میں اس کے اسباق تقسیم کر دیں، اگر چہ اس کے لیے عارضی طور پر نظام الاوقات میں تبدیلی کرنی پڑے، نیز ایک وقت میں چند استاذوں کو رخصت اتفاقیہ نہ دیں کہ ان کے اسباق کا انتظام ناممکن ہو جائے۔

غرض ہفتہ سے زیادہ کسی استاذ کے اسباق کا بند رہنا علاوہ نقصانِ تعلیم کے طلبہ کے حق میں گونا گوں مفاسد کا باعث ہے، تجربہ اس کا شاہد ہے، اس لیے رخصت دینے سے پہلے اسباق کا انتظام ازبس ضروری ہے۔

قبل از رمضان مدرسہ چھوڑنے پر تنخواہ کا استحقاق

کسی مدرس یا مدرسہ کے درمیان اگر یہ صورت ہوئی کہ مدرسہ نے یا مدرس نے قبل از رمضان اطلاع چھوڑنے کی دے دی تو وہ تنخواہ کا مستحق ہوگا۔

آمد و خرچ کے حسابات کا سرکاری آڈٹ کرانا

ہر ملحق مدرسہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ آئندہ خطرات کے پیش نظر اور تحفظ کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ اربابِ اہتمام جلد از جلد اپنے آمد و خرچ کے حسابات کو با قاعدہ مرتب کر کے سرکاری آڈٹ کرا کر اور اس کی ایک نقل دفتر مرکز میں بھیج دیں، حسابات کے رکھنے اور با قاعدہ مرتب کرنے میں انہیں اگر دقت پیش آئے تو کسی ماہر حسابات سے تعاون حاصل کر لیں۔

قواعد و ضوابط برائے مدارس ابتدائیہ

(۱) اوقاتِ تعلیم

مدارس ابتدائیہ کے لیے تعلیم کا وقت ۴ گھنٹے صبح اور ۲ گھنٹے بعد نماز ظہر تا نماز عصر، کل ۶ چھ گھنٹے یومیہ ہوگا۔

توضیح:...... بچوں کو طہارت، وضو اور نماز (اذان، اقامت اور جماعت وغیرہ) کے مسائل کو عملاً سکھانا ازبس ضروری ہے، اس لیے دوسرا وقت ضرور رکھا جائے تا کہ اساتذہ بچوں کو دو نمازیں اپنی نگرانی میں پڑھوا سکیں۔ اگر مخصوص حالات یا کسی مجبوری کی

وجہ سے ایک ہی وقت رکھنا پڑے تو چھٹی نماز ظہر کے بعد کی جائے اور ظہر کی نماز اپنے سامنے ضرور پڑھوائی جائے۔

تعطیل کلاں

مدارس ابتدائیہ کی تعطیل کلاں ۲۱ رمضان المبارک سے ۵ شوال تک ہوا کرے گی۔ ۶ شوال سے ہر مدرسہ کھل جائے گا۔

توضیح:......کم سن اور ناسمجھ بچوں کے لیے سب سے زیادہ مضرت رساں تعطل اور بے کاری ہوتی ہے، ان کو تعلیمی مشاغل میں مصروف رکھنا تعلیم اور درسگاہ سے مانوس رکھنے کے لیے بے حد ضروری ہے، اسی لیے مدارس ابتدائیہ اور مکاتب میں تعطیل کلاں صرف دس یوم آخر عشرہ رمضان اور پانچ یوم تعطیل عید الفطر، کل پندرہ یوم رکھی گئی ہے۔ یہی تمام مکاتب میں ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔

تعطیلات ہر جمعہ کے علاوہ ۷ ذی الحجہ سے ۱۳ ذی الحجہ تک (ایک ہفتہ) تعطیل عید الاضحیٰ ہوا کرے گی۔

توضیح:......اسلامی تہوار درحقیقت صرف دو ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ، اسی لیے تمام مدارس عربیہ میں ہمیشہ سے جمعہ کے علاوہ صرف ان ۲ دو تہواروں کی چھٹی ہوا کرتی ہے، اسی کو وفاق نے برقرار رکھا ہے۔

رخصت

درجات ابتدائیہ کے مدرسین ایک ماہ تک کی رخصت بلا وضع تنخواہ لے سکتے ہیں، اس سے زائد کی تنخواہ وضع ہوگی۔

تنبیہ:......مدرسین وطلبہ مدارس ابتدائیہ کے لیے حاضری وامتحانات وغیرہ کے قواعد وضوابط وہی ہیں جو مدارس فوقانیہ و وسطانیہ کے لیے بیان کئے جا چکے ہیں، صرف داخلہ طلبہ کے لیے کوئی وقت اور زمانہ محدود ومعین نہیں ہے۔

(۲) فرائض......(۱) صدرِ مدرس کے فرائض

(الف)......مدرسہ میں حتی الامکان اور حسب استطاعت ہر علم وفن کے ممتاز اور ماہر فن اساتذہ جمع کر کے مدرسہ کو ہر حیثیت سے کامل اور جامع بنانا نیز مدرسین کی علمی اہلیت، فطری ذوق، خصوصی مناسبت اور تجربہ ومزاولت کو سامنے رکھ کر ان کے لیے اسباق تجویز کرنا اور ان کی رفتارِ درس کی کیفاً وکماً نگرانی کرنا۔

(ب)......جملہ تعلیمی وانتظامی امور میں مشاورت کے لیے مجلس اساتذہ قائم کرنا اور باہمی مشورہ سے ان تمام امور کو طے کرنا۔ وفاق نے مدارس، مدرسین اور طلبہ کے جن تعلیمی نقائص وعیوب کی نشاندہی کی ہے مختلف تدابیر کے ذریعہ ان کا ازالہ کرنا اور بے ضابطگیوں کا سد باب کرنا، ناظم تعلیمات کی رپورٹ پر مناسب اور ضروری احکامات نافذ کرنا۔

(ج)......طلبہ کی عملی اور اخلاقی اصلاح کا فرض بطریق احسن انجام دینا۔

(۲) ناظم تعلیمات کے فرائض

(۱)......آغاز سال میں جدید طلبہ کے داخلے اور امتحان داخلہ وغیرہ کے تمام تر انتظامات اور ان کی نگرانی کرنا۔

(۲)......مجلس اساتذہ میں جدید وقدیم طلبہ کے نتائج امتحان پیش کر کے اسباق کی تجویز وتقسیم اور درجہ بندی کا انتظام کرنا۔

(۳)......اسباق صحیح وقت پر شروع کرا کے جملہ مدرسین اور طلبہ کی روزانہ حاضری اور نظم تعلیم کی نگرانی کرنا، کوتاہیوں کو نوٹ کر کے صدر مدرس یا مجلس اساتذہ کے سامنے بغرض تدارک پیش کرنا اور ان کی تجاویز واحکامات کو اہتمام کے ساتھ نافذ کرنا۔

(۴)......اساتذہ سے طلبہ کے اوقاتِ تکرار و مطالعہ مقرر کرا کے ان کی نگرانی کا انتظام کرنا اور اس سلسلہ میں طلبہ کی کوتاہیوں کے تدارک کی تدابیر کرنا۔

(۵)......ہر مہینہ کے ختم پر ہر استاذ سے مقدار خواندگی درج کرانا اور جس مدرس یا کتاب کی رفتار سست ہو ارباب اختیار کو اس سے آگاہ کر کے اس کا تدارک کرانا۔

(۶)......تمام طلبہ و مدرسین کے تحریری کام کی نگرانی کرنا، طلبہ کی تحریری و تقریری کی انجمنیں بنا کر رسائل وغیرہ کا انتظام کر کے دار المطالعہ قائم کرنا۔ اوقات مطالعہ مقرر کرنا اور ان اوقات میں مطالعہ کی نگرانی کرنا۔

(۷)......اگر کوئی مدرس بیمار ہو یا طویل رخصت پر جائے تو حسب تجویز صدر مدرس مجلس اساتذہ سے اس کے اسباق کا انتظام کرنا۔

(۸)......وفاق کے مقرر کردہ جملہ قواعد کی پابندی کا اہتمام و نگرانی کرنا اور مدرسین و طلبہ کی بے ضابطگیوں کے تدارک کے لیے ارباب اختیار کو متوجہ کرنا۔

(۹)......مجلس اساتذہ کی منظوری سے امتحانات سہ ماہی، شش ماہی اور سالانہ کے انعقاد کا انتظام کرنا اور وقت پر نتائج شائع کرنا۔

(۳) ناظم دار الاقامہ کے فرائض

(۱)......دار الاقامہ کی گنجائش کے مطابق طلبہ کے لیے حجروں میں جگہ تجویز کرنا اور اس سلسلہ میں ان کی معقول اور جائز شکایات و تکالیف کا بقدر امکان تدارک کرنا۔

(۲)......دار الاقامہ میں مقیم طلبہ کی صحیح تعداد کا باضابطہ اندارج کرنا اور روزانہ غیر معین وقت میں حاضری لینا۔

(۳)......طلبہ کے دار الاقامہ سے باہر آنے جانے اور ان سے ملنے کے لیے آنے والے دوست احباب یا مہمانوں کی آمد و رفت اور پابندیٔ وقت کی نگرانی کرنا۔

(۴)......قواعد دار الاقامہ کی سختی سے پابندی کرانا اور خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف تادیبی کارروائی خود کرنا یا ارباب اختیار سے کرانا۔

(۵)......طلبہ کے اخلاق و اعمال، نشست و برخاست، وضع قطع، لباس و شکل و صورت غرض جملہ رفتار و گفتار کی سختی سے نگرانی کرنا، کسی بھی بے ہودگی، بدتمیزی یا فحش حرکات کا ارتکاب کرنے والے طلبہ کو اول تذکیر و تنبیہ اور اس کے بعد زجر و عقوبت کرنا، شعائر دین اور صلاح و تقویٰ کے خلاف زندگی بسر کرنے والے طلبہ سے دار الاقامہ کو پاک رکھنا۔

(۶)......خصوصاً نماز باجماعت کی پابندی کی سختی کے ساتھ نگرانی کرنا اور بدوں عذر شرعی ترک جماعت یا تساہل پر زجر و عقوبت کرنا اور سزا دینا۔

(۷)......طلبہ کو صفائی ستھرائی اور نظافت و طہارت کا پابند اور عادی بنانا، حجروں اور برآمدے وغیرہ کو پاک و صاف اور حجروں میں

سامان کو قرینہ سے رکھنے کی ترغیب دلانا۔ رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے، بول چال وغیرہ میں اسلامی آداب اور تہذیب و شائستگی کا پابند بنانا۔

قواعد وضوابط برائے طلبہ

(۱)......اساتذہ اور مہتمم مدرسہ کو ہر طالب علم کی تعلیم و تربیت کی نگرانی اور ضروری احکام و ہدایات کی خلاف ورزی پر مؤاخذہ کا پورا حق حاصل ہوگا اور ان کے ہر لائق اطاعت حکم کی تعمیل ہر طالب علم کا فرض ہوگا۔

(۲)......جن کم سن طلبہ کی سکونت مدرسہ کے دارالاقامہ میں نہ ہو ان کے سرپرست داخلہ کے وقت ان کے ہمراہ ضرور آئیں اور مدرسہ کے قواعد وضوابط اور اساتذہ کی ہدایات کو سمجھیں اور بچوں سے ان پر عمل کرائیں، خلاف ورزی پر سخت باز پرس کریں اور وقتاً فوقتاً مدرسہ میں آکر اساتذہ سے ان کے تعلیمی حالات ضرور معلوم کرتے رہیں۔

(۳)......تعطیلات کے ایام میں خاص طور پر بچوں کے اعمال و اخلاق کی پوری نگرانی رکھیں اور بری صحبت سے بچائیں۔

(۴)......نماز باجماعت کی پابندی ہر طالب کے لیے ضروری ہے۔ ترک جماعت کے لیے کوئی غیر شرعی عذر مسموع نہ ہوگا۔

(۵)...... ہر طالب علم کے لیے اخلاق و اعمال، صورت و سیرت، وضع قطع اور لباس میں صلحاء امت کا اتباع ضروری ہے۔ سگریٹ پینا، انگریزی بال رکھنا، داڑھی منڈانا، یا خلافِ شرع کٹانا قطعاً ممنوع ہے۔ اپنے ساتھیوں یا ملازمین مدرسہ سے لڑنا جھگڑنا، بدکلامی یا بداخلاقی سے پیش آنا، ایک دوسرے کی چغلی، عیب جوئی، غیبت کرنا، مذاق اڑانا، بیہودہ مذاق کرنا بدترین عیوب ہیں، ان سے اجتناب کرنا ہر طالب علم کا فرض ہے۔

(۶)......اساتذۂ مدرسہ سے عقیدت و محبت، ان کی دل سے عزت و احترام، تحصیل علم اور استفادہ کی اولین شرط ہے، لہٰذا ہر طالب علم کا فرض ہے کہ وہ اساتذہ کا انتہائی احترام اور اس سے قلبی وابستگی پیدا کرے، اگرچہ براہ راست اس کے استاذ نہ ہوں۔

(۷)...... ہر طالب علم کو اپنی شکایات اور ضروریات اساتذہ کے سامنے پیش کرنی چاہئیں۔ اگر کوئی ساتھی زیادتی کرے تو خود جواب نہ دے اور بدلہ نہ لے، بلکہ اساتذہ کے سامنے پیش کر کے چارہ جوئی کرے۔

(۸)......سبق سے غیر حاضری نا قابل معافی جرم ہے، ایسی شدید ضرورت میں جو سبق قضاء کئے بغیر نہ پوری کی جاسکے، خود چھٹی کی درخواست مدرس اور دفتر کو دینا ضروری ہے، کسی کے ہاتھ درخواست بھیجنا ہرگز کافی نہ ہوگا، اسی طرح بیماری کی درخواست اس وقت منظور ہوگی جب سبق میں شرکت ناممکن یا زیادتیٔ مرض کا موجب ہو۔

(۹)......دارالاقامہ میں مقیم طلبہ کے لیے مابین عصر و مغرب کے علاوہ کسی بھی وقت دارالاقامہ سے باہر جانے کے لیے ناظم دارالاقامہ سے اجازت لینا ضروری ہے۔

(۱۰)......جو طلبہ سیر و تفریح میں، احباب کی ملاقاتوں میں، غیر ضروری مہمان نوازی میں اپنا وقت ضائع کریں گے، تنبیہ کے بعد بھی اگر باز نہ آئے تو خارج کردیئے جائیں گے۔

(۱۱)......جس طالب علم کا کوئی مہمان آئے اسے فوراً ناظم دارالاقامہ کو اطلاع دینی چاہیے، نیز اپنے احباب اور ملنے والوں کو بتلا دینا

چاہیے کہ وہ صرف عصر اور مغرب کے مابین یا جمعہ کے دن ملاقات کے لیے آیا کریں۔

(۱۲)...... جو طالب علم مطالعہ و تکرار اور مشق تحریر و تقریر میں کوتاہی کرے گا، تنبیہ کے بعد بھی اگر باز نہ آئے تو اسکو سزا دی جائے گی۔

(۱۳)...... جو طالب علم تعلیم کے ساتھ ساتھ کوئی دوسرا مشغلہ، مثلاً: امامت، موذنی وغیرہ کوئی بھی آمدنی کا ذریعہ اختیار کریں گے، وہ مدرسہ کی امداد اور دارالاقامہ کی سکونت کے مستحق نہ ہوں گے، اسباق میں شرکت کی اجازت دی جائے گی، لیکن اگر وہ اسباق میں غیر حاضری کریں گے یا امتحانات میں شرکت نہ کریں گے تو مدرسہ کے طالب علم شمار نہ ہوں گے۔

(۱۴)...... ہر طالب علم کو چاہیے کہ جمعہ کے دن غسل کرنے اور کپڑے بدلنے سے پہلے اپنے حجرہ اور برآمدہ کو صاف کرے۔ کوڑا یا بچا ہوا کھانا مقررہ جگہ کے علاوہ اور کہیں نہ پھینکے، درس گاہ، حجرہ اور برآمدہ کو خراب اور گندہ نہ کرے۔ ان کی دیواروں پر کچھ نہ لکھے۔ برتن یا کپڑے دھو کر جگہ کو صاف کر دے۔ اپنے حجرہ کی تمام چیزوں کو سلیقہ اور قرینہ کے ساتھ رکھے۔ غرض صفائی، شائستگی، تہذیب و اخلاق اور دین داری کا مثالی نمونہ پیش کرے۔

(۱۵)...... چونکہ مدرسہ طلبہ کی تمام تر ضروریات کی کفالت کرتا ہے، اس لیے طلبہ کا فرض ہے کہ وہ اپنا تمام تر وقت یکسوئی کے ساتھ تحصیل علم میں صرف کریں اور اپنی حوائج و ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اور ذرائع کی جستجو نہ کریں۔ مدرسہ کی اجازت کے بغیر کسی بھی دعوت میں نہ جائیں۔

(۱۶)...... مابین عصر و مغرب کے علاوہ بقیہ تمام اوقات میں خصوصاً شب میں دارالاقامہ یا درس گاہوں میں موجود ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی وقت بھی دارالاقامہ کی حاضری لی گئی اور کوئی طالب علم موجود نہ ہوا تو وہ سخت سزا کا مستحق ہوگا۔

ہدایات برائے مدرسین مدارس ابتدائیہ و تحفیظ

جماعت بندی:...... اگرچہ مدارس ابتدائیہ داخلہ ہمہ وقت جاری رکھنے کی وجہ سے اسباق کی مکمل جماعت بندی نہیں کر سکتے۔ تاہم آغازِ سال یعنی ماہ شوال میں جس قدر بچے ہوں، ان کے اسباق کی جماعت بندی ضرور کی جائے۔ درجہ قرآن کریم میں منزلوں اور پاروں کے اعتبار سے اور قاعدہ میں تختیوں کے اعتبار سے، علیٰ ہذا دینیات و اُردو نوشت و خواند میں ان کتابوں کے اعتبار سے جو پڑھائی جاتی ہیں، اور لکھائی میں مفرد یا مرکب حروف کی لکھائی کے اور املا میں آسان اور مشکل املاء کے اعتبار سے۔ اور جو بچے آغاز سال کے بعد آئیں ان کی استعداد اور پڑھائی کا جائزہ لے کر جس جماعت کے وہ لائق ہوں اس میں داخل کر دیا جائے۔ بہر حال جماعت بندی اسباق بے حد ضروری چیز ہے اور یہ صورت کہ ہر بچہ کا سبق الگ ہو اور مدرسہ میں جتنے بچے ہوں اتنے اسباق...... انتہائی مضر ہے۔ مدرس کے لیے بھی اور مدرسہ کی تعلیم کے لیے بھی۔ اسے ہر قیمت پر ختم کر دینا ضروری ہے۔

نگرانی:...... (الف) ابتدائی مدرسہ کے مدرس کو صرف بچوں کا سبق سننے اور پڑھانے میں منہمک نہ ہو جانا چاہیے بلکہ جن بچوں کو سبق پڑھا دیا ہے یا سن لیا ہے۔ ان پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ اس لیے کہ بچہ کی فطرت ہے کھیلنا اور شوخی کرنا۔ اس میں تو کچھ حرج نہیں مگر شرارت، ہاتھا پائی، بدکلامی وغیرہ سخت معیوب چیزیں ہیں اور بچوں کو آزاد چھوڑ دینے سے وہ فطری کھیل کود اور شوخی

بہت جلدان عیوب کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔لہٰذا مدرس کو ہر وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ میں ناسمجھ بچوں کو پڑھا رہا ہوں۔

(ب) بچوں کو درسگاہ میں اکیلا ہرگز نہ چھوڑنا چاہیے۔ اول وقت میں درسگاہ میں پہنچ جانا اور وقت ختم ہونے پر بچوں کو رخصت کرکے درس گاہ سے باہر جانا چاہیے۔ اگر کسی لابدی ضرورت سے درسگاہ سے باہر جانا پڑے تو اپنے رفیق دوسرے مدرس یا کسی معمر آدمی کو چھوڑ جانا چاہیے۔

تربیت:......(الف) تربیت، تعلیم سے زیادہ ضروری چیز ہے۔خصوصاً بچوں کے لیے تعلیم تو مقررہ نصاب کے تحت دی جاتی ہے اور اس کی حدود معین ہیں۔لیکن تربیت کا نہ تو کوئی نصاب ہے نہ حدود جن کی تعین کی جاسکے۔ یہ صرف معلم کے حسن سلیقہ، سلامتیٔ ذوق اور اہتمام و توجہ پر موقوف ہے۔ اجمالاً و اصولاً اتنا کہا جاسکتا ہے کہ بچوں کی گفتار و کردار، نشست و برخاست، شکل و صورت، لباس، وضع قطع اور نقل و حرکت میں اسلامی اور مشرقی تہذیب کا رنگ اتنا غالب اور نمایاں ہونا چاہیے کہ ہر دیکھنے والا پہلی نظر میں پہچان لے کہ یہ مسلمان اور مہذب بچے ہیں۔ مغربی تہذیب اور لادینی کے نہ صرف مسموم اثرات سے بلکہ ان کی ہوا سے بھی بچانا چاہیے۔ درس گاہ کو کوڑے کرکٹ سے پاک و صاف رکھنے، کتابوں، کاپیوں اور قلم دوات تختی کو سلیقہ کے ساتھ رکھنے، ہاتھ منہ اور کپڑوں نیز فرش وغیرہ کو سیاہی کے داغ دھبوں سے بچانے، صاف ستھرے کپڑے پہن کر مدرسہ آنے، دانت صاف اور ناخن تراشیدہ رکھنے کی ہمہ وقت ترغیب و تاکید فرمائیں اور ہدایات پر عمل نہ کرنے کی صورت میں زجر و توبیخ بلکہ ہلکی پھلکی سزائیں بھی دینی چاہئیں۔

(ب) ناسمجھ اور کم سن و نو آموز بچے غیر شعوری طور پر اپنے معلم اور استاد کے اخلاق، اعمال اور گفتار و کردار کے نقال و عکاس ہوتے ہیں، اس لیے ایسے بچوں کے استاد کو ہمیشہ اور ہر وقت اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ یہ بچے میرے اخلاق و اعمال کا آئینہ دار ہیں۔ یہ جو کچھ میری زبان سے سنیں گے وہی بولیں گے اور جو کچھ مجھے کرتا ہوا دیکھیں گے وہی کریں گے اور ان کی نکوکاری، خوش اخلاقی، سلیقہ مندی کو میری طرف منسوب کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں تجربہ شاہد ہے کہ متقی و پرہیزگار دیندار نکوکار استاد کے شاگرد بھی دیندار اور نکوکار ہوتے ہیں۔ اور ایسے استاد کی شاگردی بچوں کی پوری زندگی کو سنوار دیتی ہے۔ اسی لیے لوگ اپنے ناسمجھ اور کم عمر بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے دیندار و نکوکار استاد کو تلاش کرتے ہیں۔ اس لیے درجات ابتدائیہ کے استادوں کو خود بھی حسن اخلاق و اعمال اور دینداری و نکوکاری کا نمونہ بن کر رہنا ازبس ضروری ہے۔

زدوکوب:......نہ صرف یہ کہ زدوکوب والدین اور سرپرستوں سے مستقل لڑائی جھگڑا مول لینے کے مترادف ہے بلکہ بچوں کو کند ذہن، غبی اور تعلیم سے متنفر و گریزاں بنا دیتی ہے اور دینی اعتبار سے سخت مضر ہوتی ہے۔ اس لیے تعلیم و تربیت دونوں میں ترغیب و تشویق اور حسن تدبیر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ یہ بات کہنے کو تو نہایت آسان اور ذرا سی ہے مگر استاذ کے لیے عملاً نہایت دشوار اور صبر آزما ہے۔ اس لیے کہ بچہ اپنے فطری تقاضے کے تحت پڑھنے لکھنے کے بجائے کھیل کود اور شوخی کا رسیا ہوتا ہے۔ اور استاد تعلیم و تربیت کے فرائض سرانجام دینا چاہتا ہے۔ بچہ اس سے فرار و گریز اور بالکل برعکس کام کرنا چاہتا ہے۔ استاد کو بظاہر آسان ترین نسخہ زدوکوب اور زجر و عقوبت نظر آتا ہے کہ یہ ترغیب و تشوق میں سر کھپانے اور بچہ کے ساتھ بچہ بننے کی بنسبت آسان محسوس ہوتا ہے۔ بچہ کے کہنا نہ ماننے اور کام نہ کرنے پر غصہ آتا ہے، وہ اور جلتی پر تیل کا کام کرتا ہے اور استاد بچہ کو مار پیٹ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتا ہے، اس سے بچے کو کسی قسم کا فائدہ پہنچنے کا خیال کرنا غلط فہمی ہے۔ درحقیقت استاد نے اپنے سینے کی

جلن کو ٹھنڈک پہنچا کر اپنے ضیق صدر کا علاج تو کر لیا مگر اس ہر وقت کی پٹائی نے بچہ کو اور بھی ڈھیٹ اور پٹنے کا عادی بنا دیا۔ اس طرح حقیقی مقصد یعنی تعلیم و تربیت فوت ہو جاتا ہے۔ مکتب سے بھاگے ہوئے بچوں کی کہانیاں اور واقعات کس قدر مشہور و معروف ہیں۔ بہر حال بچوں کے استاد کو بہت زیادہ ضابط نفس، متحمل المزاج اور ٹھنڈے دل و دماغ کا مالک ہونے کی ضرورت ہے۔ بدقسمتی سے جتنا یہ کام مشکل ہے اتنا ہی اسے آسان سمجھ لیا گیا اور ہر کس و ناکس کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ ارباب مدارس کو اس بارے میں بہت زیادہ احتیاط برتنی چاہیے۔

خدمت لینا اور کام کرانا: بچہ عموماً استاد کی سختیوں اور زدوکوب سے بچنے اور اس کو خوش رکھنے کے لیے لاشعوری طور پر بطور رشوت استاد کی حد سے زیادہ خدمت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور خود کو زرخرید غلام سے بھی بڑھ کر خدمت گزار بنا دیتا ہے۔ استاد اپنی سہولت اور آسائش پسندی کی وجہ سے بچہ کی اس نفسیات کو سمجھے بغیر دھوکہ میں آ جاتا ہے اور ایسے شاگرد کو خانہ زاد غلام سمجھ لیتا ہے اور بے دھڑک کام لیتا ہے اور ایسے ایسے کام لیتا ہے جو وہ اپنی اولاد سے بھی نہیں لے سکتا۔ مکتبوں کے استاذوں اور شاگردوں کی خدمت گیری اور خدمت گزاری کی داستانیں عجیب عجیب واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ یہ حرکتیں علاوہ استاد کی رسوائی و بدنامی کے بچہ کی عزت کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتی ہے اور وہ اس طریق کار کا بچپن سے ہی عادی ہو جاتا ہے۔ بعض حضرات ہر دو مذکورہ بالا امور کے جواز میں ملک کے بعض مسلم اساتذہ کا طرز عمل بطور سند پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ محض فریب نفس ہے۔ برائی بہر حال برائی ہے، کسی سے بھی سرزد ہو۔ اساتذہ محض اپنے کمال اور مہارت فن کی وجہ سے طریق کار کے اس نقص بالفاظ دیگر ''برائی'' کے باوجود کامیاب و معروف ہیں۔ لوگ ان کی عظمت فن اور کمال کی وجہ سے اس نقص کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس لیے کم عمر اور ناسمجھ بچوں کے استاذ کا لازمی طور پر فرض یہ ہے کہ وہ بچوں سے اپنے ذاتی کام یا خدمت لینے کا عادی نہ ہو۔

واضح ہو کہ یہ بحث اس خدمت گیری اور خدمت گزاری سے متعلق ہے جو عموماً مکتبوں کے ناسمجھ بچے محض استاد کی مار پیٹ یا غصہ و ناراضگی کے خوف سے اور اس کو اپنے سے خوش رکھنے کے لیے کرتے ہیں اور استاد محض راحت پسندی اور منفعت گیری کے جذبہ کے تحت لیتے ہیں جیسا کہ عموماً مکاتب میں ہوتا ہے۔ باقی وہ سمجھدار اور ہوشمند شاگرد جو استاد کے مرتبہ اور عظمت کو سمجھ کر از راہ عقیدت و محبت اپنے استاد کی خدمت کرتے ہیں وہ تو غایت درجہ محمود اور ان کی سعادت مندی اور روشن مستقبل کے آثار و علائم میں سے ہے۔ استاد چاہے یا نہ چاہے وہ کسی نہ کسی عنوان سے اس کی خدمت کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے مسابقت کرتے ہیں اور اسی میں اپنی سعادت مضمر سمجھتے ہیں۔

اسی طرح یہ بحث اس خدمت گیری سے بھی متعلق نہیں جو استاد ناسمجھ بچوں میں بڑوں کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے بغرض تربیت بچوں سے کام لیتا ہے کہ یہ تو عین آداب آموزی اور استاد کا فریضہ ہے۔ مگر اس نظر شفقت و تربیت کو دو چار بچوں کے ساتھ مخصوص نہ رکھنا چاہیے بلکہ بلا تخصیص نوبت بہ نوبت تمام بچوں سے اپنے اور دوسرے اساتذہ کے کام کرانے چاہئیں تاکہ بچے بزرگوں کی خدمت کرنے کے عادی ہو جائیں۔

شاگردوں سے مالی منفعت حاصل کرنا:...... عموماً مدارس و مکاتب ابتداً یہ اپنی استطاعت اور مقامی حالات کے مطابق مدرسین کی ضروریات کی کفالت کرتے ہیں اور کم و بیش تنخواہیں دیتے ہیں۔ اگر اساتذہ کی ضرورتیں اس سے پوری نہ ہوں تو امامت و

خطابت وغیرہ دوسرے ذرائع اختیار کرتے ہیں۔لیکن اپنے شاگردوں اوران کے سرپرستوں سے کسی بھی چھوٹی بڑی مالی منفعت کی طمع وتوقع ہرگز ہرگز نہ رکھیں اور متعین یا غیر متعین معاوضہ ہرگز قبول نہ کریں کہ یہ اُستادی، شاگردی کے روحانی تعلق وتربیت کے لیے سم قاتل ہے۔ادھر شاگردوں اوران کے سرپرستوں کے دل سے احترام واحسان مندی قطعاً ختم ہوجاتی ہے۔استاد کے دل سے خدمت دین اور تعلیم وتربیت کا حقیقی جذبہ ختم ہوجاتا ہے۔دونوں طرف کاروباری ذہنیت پیدا ہوجاتی ہےاور علم وبرکت علم اٹھ جاتی ہے۔یادرکھیے! مدارس ومکاتب دینیہ کے اساتذہ ومدرسین کے لیے دنیوی سکولوں کے ماسٹروں کی سطح پرآجانا اوران کی روش اختیار کرلینا خودان کے لیے بھی باعث عار ہےاور دینی تعلیم وتربیت کی بھی توہین ہے۔خصوصاً معلمین قرآن کریم کہ ان کے لیے تو مدرسہ کی تنخواہ کے علاوہ کوئی بھی مالی منفعت اپنے شاگردوں سے حاصل کرنا شرعاً بھی درست نہیں کہ یہ مدرسہ کے ساتھ بھی خیانت ہےاوراپنے نفس کے ساتھ بھی خیانت ہے کہ خودکوآخرت کے اجروثواب سے محروم کرلیتے ہیں۔فی زمانہ علم کی برکت اور تعلیم کے روحانی اثرات کے ختم ہوجانے کے جہاں اور اسباب ہیں وہاں ایک بڑا سبب یہ بھی ہے۔شاگردوں سے کسی چیز کی فرمائش کرنا یا تحفہ قبول کرنا بھی اسی مالی منفعت حاصل کرنے کے زمرہ میں شامل ہے۔

کم عمر و ناسمجھ بچے اور بالغ بچے:......اگر کم سن اور ناسمجھ بچوں کے ساتھ بالغ اور نوجوان لڑکے بھی شریک ہوں تو چھوٹے بچوں کو بڑے بچوں کے پاس بیٹھنے اٹھنے، میل جول اور ارتباط واختلاط باہمی سے بچانا بے حد ضروری ہے۔نیز بڑے لڑکوں کی شکایت پر جب غیر محسوس طریق پر تحقیق نہ کرلیں، چھوٹے بچوں کو زجروتوبیخ نہ کریں۔اگر تحقیق کے بعد شکایت صحیح ثابت ہوتو تب بھی اس کا تدارک اس طرح کریں کہ نہ شکایت کرنے والے محسوس کریں کہ استاد نے ہماری شکایت پر سزادی ہےاور نہ قصوروار بچے یہ محسوس کریں کہ کسی بڑے نے شکایت کی ہےاوراس پر استاد نے ہمیں سزادی ہے۔تاکہ نہ چھوٹے بچے بڑوں سے خائف ہوں اور نہ بڑوں کو اپنا رعب اور دباؤ ڈال کر چھوٹوں سے ناجائز برتاؤ یا کام لینے کی جرأت ہو۔ہاں اگر بالغ اور نوجوان لڑکے قابل اعتماد اور دیندار و نیک کردار ہوں تو ان سے چھوٹے بچوں کا آموختہ سننے یا دہرانے' گردان کرانے کا کام لیا جاسکتا ہے، وہ بھی بلا تخصیص اور بدون تعین'غرض اس اختلاط کی صورت میں ہر دو قسم کے طلبہ کے اخلاق وکردار کی نگرانی بہت زیادہ اہم اور ضروری ہوجاتی ہے۔

عبادت:......تمام شاگردوں اور بچوں کو اپنی اولاد سمجھیں اوران کی تعلیم وتربیت کو اپنا مقدس دینی فریضہ اور عبادت الٰہیہ خیال فرمائیں۔اپنے تمام ذاتی مشاغل اور کاموں پر ان کی تعلیم وتربیت کو ترجیح دیں اور محض آخرت کی مسئولیت کے خوف سے پورے خلوص اور جانفشانی سے کام کریں۔اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گےاور دین ودنیا میں ان شاءاللہ اس کا ثمرہ ضرور ملے گا۔

السعی منا والتوفیق من اللہ

طریقۂ تعلیم وتدریس

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ
سابق صدر وفاق المدارس العربیہ

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم وعلی آله وصحبه أجمعين أمابعد!

میرا ناقص تجربہ شاہد ہے کہ نصاب تعلیم میں زیادہ تغیر وتبدل کرنا اس درجہ مفید نہیں جس درجہ طریقۂ تعلیم تبدیل کرنا مفید ہے اور اساتذہ کو خود عملی نمونہ بننا اور طلبہ کے اخلاق واعمال کی تربیت واصلاح کی جانب توجہ فرمانی تو مفید تر ہے۔ لہٰذا اساتذۂ کرام کی خدمت میں چند معروضات اور بعض امور متعلقۂ طریقِ تعلیم، عرض کئے جاتے ہیں۔ اگر ان پر عملاً التزام کیا گیا تو ان شاء اللہ قوی امید ہے کہ طلبہ کو علوم وفنون اور کتابوں سے بہت جلد مناسبت اور استعداد پیدا ہوجائے گی، نیز ان کی عملی اور اخلاقی حالت بھی سُدھر جائے گی۔ یہی تعلیم کا اصلی مقصد ہے۔

(۱)......دینی تعلیم مع اپنے مبادی کے عبادات وطاعت ہے اور اس کا ثمرہ آخرت میں اجرعظیم ہے۔ لہٰذا تمام اساتذہ عبادت واطاعت اور اجروثواب ہی کی نیت سے دینی تعلیم کو اپنا فریضہ سمجھیں اور معاشی ضروریات، تنخواہ وغیرہ کو اس کے حصول کا وسیلہ وذریعۂ معاش خیال نہ فرمائیں۔

(۲)......اساتذہ تعلیم وتدریس کے علاوہ طلبہ کی دین داری اور اعمال واخلاق کی نگرانی کو بھی اپنا فرض سمجھیں اور حسب ضرورت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض بھی ادا کریں اور بوقتِ ضرورت زجر وتوبیخ سے بھی کام لیا کریں، خصوصاً زی صلحاء (نیک لوگوں کا سا لباس اور ہیئت)، نماز باجماعت، ابتداء بالسلام اور جوابِ سلام کی خود بھی پابندی کریں اور طلبا سے بھی پابندی کرائیں۔ داڑھی منڈانا یا کتروانا، انگریزی وضع کے بال رکھنا اور لباس پہننا، سگریٹ نوشی وغیرہ منکرات کو قطعاً روانہ رکھیں، جو طلبہ اس سے باز نہ آئیں، ان کو فوراً مدرسہ سے خارج کردیں، اسی طرح فاسد العقیدہ طالب علم کا وجود بھی مدرسہ کے لئے سخت مضر ہے، اگر افہام وتفہیم کے باوجود باز نہ آئے تو اس کو بھی مدرسہ سے نکال دیں۔

(۳)......اساتذہ اپنے مطالعہ کے وقت اپنے ذہن میں ہر ہر سبق کی ایسی ترتیب قائم کرلیا کریں جسے طلبہ کے ذہن بآسانی قبول وضبط کرسکیں اور پڑھاتے وقت وضاحت اور سہولت کا خاص طور پر لحاظ رکھا کریں۔ الزامی جواب کے بعد تحقیقی جواب بھی ضرور دیا کریں۔

(۴)......اگر طالب علم کوئی معقول بات کہے تو اس کو مان لیں، اگرچہ اپنی تحقیق یا تقریر کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ مخواہ اپنی بات کی پچ نہ کیا کریں۔

(۵)......کم محنت اور بد محنت طلبہ سے محنت کرانے اور یاد کرانے کا بھی ایسا احسن طریقہ اختیار کریں کہ طالب علم محنت کا عادی اور تحصیل علم وہنر کا شائق بن جائے۔

(۶)......ہر کتاب کے شروع میں اس فن کے مبادئ ثلاثہ (حد، موضوع، غایت) اور ترجمۂ مصنف اور کتاب کی خصوصیات اور طرزِ تعلیم بھی طلبہ کو ذہن نشین کرادیا جائے۔

تعلیمی حیثیت سے کتبِ درسیہ کے تین طریقے قرار دیئے گئے ہیں: اولیٰ، وسطیٰ، علیا۔

طریقۂ تعلیم طبقۂ اُولیٰ

(۱)......اس طبقہ میں حتی الوسع ترجمہ لفظی اور مطلب خیز، تقریر مختصر اور ذہن نشین، اندازِ بیان سادہ اور سہل، تفہیمِ مضمون آسان الفاظ میں ہونی چاہیے۔ نفسِ مسئلہ طالب علم کے ذہن نشین کرانے کے بعد اس کی زبان سے اعادہ بھی کرانا چاہیے۔ سبق سے فارغ ہونے کے بعد طلبہ کو اپنی نظروں کے سامنے بٹھلا کر اس سبق کو یاد کرایا جائے۔ دوسرے دن پچھلا (سبق) سن کر اگلا سبق پڑھایا جائے اور روزانہ حسبِ حال زبانی اور تحریری سوالات کر کے جوابات دینے کی بکثرت سے مشق کرائی جائے، تاکہ ٹھوس استعداد پیدا ہو سکے۔

(۲)......میزان الصرف کو خوب اچھی طرح سمجھا کر تھوڑا تھوڑا باترجمہ پڑھایا جائے اور اس کے ساتھ علم الصرف حصہ اول، مصنفہ مولانا مشتاق احمد چرتھاولیؒ سبقاً یاد کرایا جائے، اس طرح کہ میزان الصرف کی ترتیب کے موافق صیغوں اور گردانوں کے نام خوب یاد ہو جائیں۔ اسم ظرف، اسم تفضیل مذکر و مؤنث میں تصغیر کے صیغے پڑھادیئے جائیں اور بحث اسم آلہ صغریٰ، وسطیٰ، کبریٰ کے ۱۲ صیغے، ابواب الصرف کی ترتیب کے موافق یاد کرائے جائیں اور صحیح ابواب کے صیغے نکالنے اور بتلانے کی خوب مشق کرائی جائے۔ اس مشق کے لئے تختۂ سیاہ (بلیک بورڈ) سے مدد لی جائے۔

(۳)......منشعب میں سے صرف ۲۴ باب (۶) ثلاثی مجرد (۱۴) ثلاثی مزید (۴) رباعی مجرد ومزید فیہ کی صرفِ صغیر جدید مع نام وعلامتِ باب خوب یاد کرائی جائے یا بجائے منشعب کے "تیسیر الابواب" ہی کو خوب یاد کرا کے مشق کرادی جائے، یہ بھی کافی ہے۔ بعد ازاں میزان الصرف کی ترتیب پر صرف کبیر مع ترجمہ یاد کرائی جائے اور عربی صفوۃ المصادر کی مدد سے صحیح ابواب کی صرفِ صغیر وکبیر گردانوں کی خوب مشق کرائی جائے۔ اسی لئے سہ ماہی اول میں صرف ایک کتاب میزان ومنشعب نصاب میں رکھی گئی ہے۔

(۴)......علم الصرف، حصۂ سوم میں ہفت اقسام کی صرف صغیر وکبیر باترجمہ عربی "صفوۃ المصادر" کی مدد سے نیز تعلیلات کی خوب اچھی طرح مشق کرائی جائے، صرف میر اور علم الصیغہ میں بھی اس مشق کو جاری رکھا جائے۔

تنبیہ:......صرف کے تمام اسباق ایک ہی استاد کے پاس ہونے چاہئیں جو کہنہ مشق اور آزمودہ کار ہو، نوآموز مدرس کے یہ کام ہرگز نہ سپرد کرنا چاہیے۔

(۵)......نحو میر میں مسائل زبانی یاد کرانے کے ساتھ ساتھ ہر ہر جملہ کی ترکیب بھی کرائی جائے، نیز کتاب کی مثالوں پر

اکتفا ہرگز نہ کیا جائے بلکہ قرآن وحدیث، نیز دیگر کتبِ ادب سے بکثرت مثالیں دی جائیں اور ترکیبیں کرائی جائیں کہ تکثیر امثلہ اس باب میں بے حد مفید ہے۔ انواعِ اعراب کو خصوصاً خوب ہی یاد کرایا جائے اور ''عوامل النحو'' منظوم فارسی حفظ کرائی جائے۔

(۶)......شرح مائۃ عامل میں ایک دن صرف عبارت مع ترجمہ ومطلب پڑھائی جائے۔ دوسرے دن ترکیب کرائی جائے، اس طرح کہ نوعِ اول تک اولاً چھوٹی ترکیب ہو، ثانیاً اسی کی بڑی ترکیب ہو۔ نوعِ اول سے نوعِ ثانی تک صرف بڑی ترکیب ہو اور نوعِ ثانی سے آخر تک صرف چھوٹی ترکیب، ہاں اثناء میں گاہے گاہے بڑی ترکیب کا بھی امتحان لیتے رہیں۔

(۷)......روضۃ الادب میں یا کسی بھی آسان ادبی کتاب میں ترجمہ اور صیغوں کی مشق کے ساتھ ساتھ ترکیبِ نحوی بھی کراتے رہیں اور عربی تحریر و بول چال کی بھی مشق کرائی جائے۔

(۸)......ہدایۃ النحو اور مرقات میں اصطلاحی الفاظ کی تعریفات اصل عربی میں یاد کرائی جائیں اور مسائل اردو زبان میں خوب حفظ کرائے جائیں اور شب وروز کی گفتگو میں مسائلِ منطق کا اس طرح اجراء کرایا جائے کہ طلبہ محسوس کریں کہ ہم سب منطقی ہیں اور رات دن منطق سے کام لیتے ہیں تاکہ منطق ان کے لئے اجنبی چیز نہ رہے۔

(۹)......نور الایضاح اور قدوری میں مسائل جزئیہ آسان الفاظ میں طلبہ کے ذہن نشین کرا کے سوال وجواب کے طرز پر ان سے اعادہ کرایا جائے اور سبقاً سبقاً سنا جائے۔

(۱۰)......تہذیب کو اس طرح وضاحت اور سادگی سے پڑھایا جائے کہ بغیر کسی پیچیدگی اور دشواری کے شرح تہذیب کے تمام مباحث آجائیں اور اس کے پڑھنے کی ضرورت نہ رہے۔

طریقۂ تعلیم طبقۂ وسطیٰ

(۱)......عبارت بقدرِ ضرورت ایک ایک مسئلہ کی پڑھوائی جائے، لفظی اور اعرابی غلطیوں پر متنبہ کیا جائے، لفظاً یا اعراباً غلط پڑھنے کی وجہ سے مطلب اور معنی میں جو نقص یا اہمال پیدا ہوتا ہے اس کو خوب واضح کیا جائے تاکہ طلباء کو عبارت غلط پڑھنے کی قباحت وشناعت کا احساس ہو، حتی الامکان طالب علم سے خود لفظ یا اعراب صحیح پڑھوایا جائے، جب طالب علم تصحیح سے عاجز ہو جائے تو استاذ غلطی اور اس کی وجہ سمجھائے اور عبارت صحیح کرائے جو طالب علم عبارت پڑھ رہا ہے دوسرے طلبہ سے کہا جائے کہ جہاں یہ لفظ یا اعراب غلط پڑھے تو ٹوکو اور عبارت کی تصحیح کرو، روزانہ ایک ہی طالب علم سے عبارت نہ پڑھوائی جائے اور نہ باری مقرر کی جائے بلکہ خود استاذ جس طالب کو مناسب سمجھے، عبارت پڑھنے کے لئے کہے۔ کمزور طلبہ سے زیادہ عبارت پڑھوائی جائے۔ اسی طرح جو طلبہ عبارت پڑھنے سے بچتے ہیں، ان سے ضرور عبارت پڑھوائی جائے۔ یہ اور اس کے علاوہ جو بھی مناسب تدبیریں طلبہ کو مطالعہ دیکھنے اور عبارت صحیح پڑھنے کا عادی بنانے کی ہو سکتی ہیں، اختیار کی جائیں۔ عبارت میں صرف ونحو سے متعلق جو لفظی اشکالات ہوں، ان کو سمجھا کر ان کا حل پوری وضاحت کے ساتھ بتلایا جائے۔ ''دفع دخل مقدر'' کی تقریر کر کے کتاب کے جواب کو واضح الفاظ میں منطبق کیا جائے۔ اس طرح مسئلہ کی تقریر کر کے عبارت با ترجمہ اور مسئلہ کا انطباق خود طالب علم سے کرایا جائے اور ایسے طرز پر مطالعہ دیکھنے کی تاکید کی جائے کہ طلبہ خود مطالعہ میں ان امور کے حل کرنے کے عادی ہو جائیں۔ اگرچہ اس طریق پر پڑھانے سے

سبق کی مقدار کچھ کم ہوگی، مگر یہ چند روز کی بات ہے، اس کے بعد خود طلبہ عادی ہو جائیں گے اور علمی استعداد پختہ ہو جائے گی اور تلافی مافات ہو سکے گی۔ آغاز سال میں تو کم از کم یہ طریق ضرور اختیار کیا جائے۔ کبھی کبھی گزشتہ سبق کے متعلق بھی اچانک سوال کرلیا کریں۔ تاکہ طلبہ پڑھے ہوئے سبق کے اعادہ اور تکرار پر مجبور ہوں۔

اس طبقہ میں طلبہ کو مطالعہ کی طرح تکرار کا عادی بنانا بھی نہایت ضروری ہے اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ استاذ طلبہ کو بتلائے کہ ہمارے بزرگوں نے سبق کے اعادہ کے لئے تکرار کا طریقہ اس لئے جاری کیا ہے کہ طالب علم میں علمی استعداد کے ساتھ ساتھ تفہیم و تدریس کی صلاحیت بھی آہستہ آہستہ نشو و نما پاتی رہے۔ بالفاظِ دیگر یہ تکرار در حقیقت، مدرسی کی تربیت ہے، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ جو طلبہ طالب علمی کے زمانے میں تکرار کرانے کے عادی ہوتے ہیں، وہ فارغ ہونے کے بعد نہایت آسانی سے نہ صرف مدرس بلکہ کامیاب مدرس بن کر نکلتے ہیں۔ تکرار کی اس افادیت کو سن کر ان شاء اللہ تعالیٰ طلبہ میں تکرار کرنے کرانے کا شوق ضرور پیدا ہوگا۔

ہر استاذ اپنے سبق کے طلبہ کو دو دو یا تین تین جماعتوں پر تقسیم کر دے اور باری باری طالب علم کو تکرار کرانے کی تاکید کرے تاکہ تکرار کا فائدہ تمام طلبہ کو یکساں طور پر پہنچے۔ نیز استاد خود تکرار کے اوقات مقرر کرے اور گاہ گاہ ان اوقات میں خود جا کر نگرانی بھی کرے تاکہ طلبہ تکرار کے بجائے گپ بازی میں وقت ضائع نہ کریں۔

(۲)...... کنز الدقائق، اصول الشاشی وغیرہ فنی کتابوں میں فن کی اصطلاحات اور الفاظِ اصطلاحیہ کی تعریفات تو اصل عربی الفاظ میں یاد کرائی جائیں اور مسائل کو اس طرح ذہن نشین اور یاد کرایا جائے کہ اصل فن سے مناسبت پیدا ہو جائے۔

(۳)...... ترجمۂ قرآن عظیم میں علوم و معارفِ قرآن کی بجائے عربیت پر زیادہ توجہ کی جائے، صرفی و نحوی امور کا لحاظ رکھتے ہوئے پہلے مفردات کے لغوی اور مرادی معنی اور محل اعراب کو بتلایا جائے، پھر سادہ اور مطلب خیز لفظی ترجمہ کرایا جائے۔ شانِ نزول اور بیان واقعات و قصص میں قدر ضروری پر اکتفا کیا جائے۔ ربطِ آیات پر ضرور توجہ کرنی چاہیے اور سادہ مطلب خیز ترجمہ تو خوب ہی رٹایا جائے۔

(۴)...... ہدایہ اولین کامل تحقیق و تدقیق و عرق ریزی کے ساتھ اس طرح پڑھایا جائے کہ اول ہر مسئلہ اور اس کی دلیل عقلی کا ماخذ جو اصول کلیہ میں سے ہو، طالب علم کے ذہن نشین کرایا جائے پھر اس مسئلہ کو متفرع کیا جائے تاکہ طالب علم کے اندر اصل کلی معلوم کرنے اور اس پر مسئلہ کو متفرع کرنے کا ملکہ پیدا ہو۔

(۵)...... علوم و فنون عقلیہ میں ہر علم و فن کی اصطلاحات کو بعبارتہا یاد کرایا جائے اور اس کے مبادیٔ اصول موضوعہ سے آگاہ کر کے مسائل کو اس طرح ذہن نشین کرایا جائے کہ اس علم و فن سے مناسبت اور استخراجِ مسائل کا ملکہ پیدا ہو جائے۔

طریقۂ تعلیم طبقۂ علیا

(۱)...... اس طبقہ کی بیشتر کتابیں علوم و فنون کی آخری اور منتہی کتابیں ہیں۔ بسا اوقات طلبہ کو اس کے بعد کی کتابیں پڑھنے کا موقعہ بھی نہیں ملتا۔ اس لئے اساتذہ کو پوری محنت و کاوش کے ساتھ نہ صرف کتاب کا بلکہ اس کے مستند حواشی شروح نیز اس علم و فن کی دیگر محققانہ معاون کتابوں کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے اور پڑھاتے وقت صرف کتاب کے حل پر اکتفاء نہ کرنا چاہیے بلکہ اپنے طویل و

عریض مطالعہ میں سے فن کی ضروری اور اہم تحقیقات ومسائل پر بھی نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں روشنی ڈالنی چاہیے تاکہ ایک طرف کتاب بھی پوری ہوجائے اور دوسری طرف طالب علم کے کان، فن کی اہم اور ضروری تحقیقات سے آشنا ہوجائیں اور مستند کتابوں کے نام بھی اسے معلوم ہوجائیں، تاکہ فارغ ہونے کے بعد جب وہ خود اس فن یا اس کے مسائل کو پڑھانے بیٹھیں یا کوئی مقالہ یا مضمون لکھنے کا قصد کریں تو ان ماخذ کی مراجعت کرسکیں۔ نیز عہد حاضر کے دینی مسائل پر بھی ضرور تبصرہ فرمائیں تاکہ طلبہ کو فارغ ہونے کے بعد جب ان مسائل سے سابقہ پڑے تو وہ خالی الذہن اور بے خبر نہ ہوں اور اساتذہ کے بتلائے ہوئے ماخذ کی مراجعت کرکے ان کی جواب دہی کرسکیں۔ مثلاً:

(۲)......تفسیر جلالین پڑھانے کے وقت کتاب کے حل کرنے کے لئے تو ''حاشیہ جمل'' یا کم از کم ''صاوی'' کا اور ربطِ آیات و دیگر علوم و معارف قرآن کے لئے تفسیر ''بیان القرآن'' اور ''سبق الغایات'' کا اور اصولِ تفسیر سے آگاہ کرنے کے لیے ''الفوز الکبیر'' اور ''الاتقان'' کا اور تفسیر قرآن کے سلسلہ میں احادیث و مسائل فقہیہ کی تحقیق کے لئے تفسیر مظہری کا حسبِ ضرورت مطالعہ کرتے رہا کریں۔

(۳)......علم اصول حدیث، حدیث کا اہم ترین موقوف علیہ ہے اور نصاب میں صرف مقدمہ مشکوٰۃ اور شرح نخبہ یا خیر الاصول کو رکھا گیا ہے۔ حضرات اساتذہ کو چاہیے کہ وہ ان کتابوں میں سے تو مصطلحاتِ حدیث کو خوب حفظ کرائیں، مگر خود مقدمہ ابن صلاح یا تدریب الراوی کا مطالعہ کریں اور حسب ضرورت وموقعہ، فن کے اہم مسائل پر ان کتابوں کی مدد سے سیر حاصل تبصرہ کریں۔

(۴)......مشکوٰۃ شریف پڑھاتے وقت سادہ اور مطلب خیز حدیث کا ترجمہ کرانے کے بعد ہر حدیث سے مستنبط فقہی مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کے اقوال و مذاہب مع ادلہ تو نہایت اختصار کے ساتھ اور حنفی مذہب اور اس کے دلائل ذرا تفصیل و تحقیق کے ساتھ بیان کریں اور اگر حدیث بظاہر مذہب حنفی کے خلاف ہو تو اس کا آخری اور تحقیقی جواب بصورتِ ترجیح یا تطبیق یا توجیہ و تاویل ضرور بیان کریں۔ اس سلسلے میں ابن رشد کی ''بدایۃ المجتہد'' سے مدد لیں اور ''لمعات'' شرح مشکوٰۃ یا ''التعلیق الصبیح'' کا بالالتزام مطالعہ کریں۔

(۵)......دورۂ حدیث کی کتب عشرہ بالخصوص بخاری شریف پڑھانے کے وقت فتح الباری، عینی ورنہ حواشی حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوریؒ اور فیض الباری کا اور تراجم بخاری کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے تراجم بخاری کا ورنہ کم از کم حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے الابواب والتراجم کا بالتزام مطالعہ کریں اور جامع ترمذی پڑھانے کے وقت معارف السنن یا الکوکب الدری کا اور سنن ابی داوٗد پڑھانے کے وقت بذل المجہود کا علی ہٰذا القیاس باقی کتب عشرہ پڑھانے کے وقت ان کے حواشی و شروح کا ضرور مطالعہ کریں مگر ان طویل و عریض شروح میں سے اہم ترین مباحث نہایت اختصار کے ساتھ بیان کریں تاکہ کتاب بھی ختم ہوسکے اور جس کتابِ حدیث کو بھی شروع کرائیں اول بطور مقدمہ تاریخ تدوین حدیث، حجیتِ حدیث، اصحاب صحاح و سنن کے تراجم اور ان کے شرائط و مراتب اور خصوصیاتِ کتب عشرہ پر اجمالاً اور زیر درس کتاب اور مصنف سے متعلق امور مذکورہ پر تفصیلاً

محققانہ تبصرہ کریں، اس کے بعد کتاب شروع کرائیں اور نہایت متانت ووقار اور ادب واحترام کے ساتھ ایک ایک باب وحدیث کے لفظی ومعنوی حل طلب امور اور اس سے مستنبط احکام ومسائل پر سیر حاصل تقریر کریں اور مختلف فیہ مسائل میں ائمہ مجتہدین کے اقوال ومذاہب اور ان کے متدلات نہایت عزت واحترام کے ساتھ بیان کرکے مذہب حنفی اور اس کے دلائل پر انتہائی محققانہ مگر منصفانہ بحث کریں اور وجوہِ ترجیح بیان کریں۔ مناظرانہ اور مجادلانہ طرز ہرگز نہ اختیار کریں اور اختلاف کو بھی حتی الامکان ختم یا کم کرنے کی کوشش کریں، نہ کہ حدیث کو مذہب کے مطابق کرنے کی، کہ اصل حدیث ہے اور مذہب اس سے ماخوذ ومستنبط، حدیث میں تاویل اور صرف عن الظاہر کرنے کے بجائے رجال وسند پر محققانہ کلام کرنا زیادہ مفید اور بہتر ہے، اس لحاظ سے امام طحاویؒ کی شرح معانی الآثار حنفیہ کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے، اختلافی مسائل پر کلام کرتے وقت اس کو اور موطا امام محمدؒ کو پیش نظر رکھنا حنفیہ کے لئے ازبس ضروری ہے۔

قدیم فرقِ زائغہ اور زمانۂ حال کے فرقِ باطلہ کی محققانہ تردید کریں اور اعلاءِ کلمۃ الحق کا فرض ادا کریں۔ اسی کے ساتھ ساتھ طلبہ کو تصحیح عقائد ونیات اور تزکیۂ اخلاق واعمال کی بھی ترغیب دلائیں تاکہ تعلیم کے ساتھ تربیت کا فرض بھی ادا ہو۔ اس باب میں خود استاذ کو ورع وتقویٰ اور خوف وخشیتِ الٰہی کا عملی نمونہ بننا ازبس ضروری ہے اور محدث کے شایانِ شان بھی یہی ہے۔ وفقنا اللّٰہ تعالیٰ أجمعین۔

نیز اپنی بحث وتحقیق کو متعارف اختلافی مسائل ومباحث تک محدود نہ رکھیں بلکہ علوم ومعارفِ حدیث علیٰ صاحبہا التحیۃ والتسلیم کو ایسی تحقیق ووضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں کہ طلبہ کے ذہنوں میں حدیث کی شایانِ شان اہمیت اور دین میں اس کا حقیقی مرتبہ ومقام راسخ ہوجائے تاکہ وہ عہد حاضر کے عظیم ترلادینی فتنہ "انکارِ حدیث" کی جواب دہی اور بیخ کنی پر پورے طور پر قادر ہوجائیں۔

عام طور پر حدیث پڑھانے والے اساتذہ سال کا بیشتر حصہ صرف ارکان اربعہ کے مسائل اختلافیہ کی بحث وتحقیق پر صرف کردیتے ہیں اور آخر میں صرف کتاب کی تلاوت رہ جاتی ہے اور اس کے باوجود بھی بیشتر کتابیں ختم نہیں ہوتیں۔ یہ طریقہ سخت مضر اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنے کے باب میں تقصیر کے مترادف ہے۔ اعاذنا اللّٰہ منہ، اس لیے استاد کو روزِ اول سے کتاب کے ختم کرانے کو پیش نظر رکھنا چاہیے، خود بہت کچھ دیکھنا اور مطالعہ کرنا چاہیے اور طلبہ کے سامنے کم سے کم مگر بے حد ضروری اور اہم باتیں علیٰ وجہ البصیرۃ بیان کرنی چاہئیں۔

(۶)......حدیث کی طرح اس طبقہ کے بقیہ علوم وفنون کے اساتذہ کو بھی اسی طریق کار کے مطابق اپنا مطالعہ زیر درس کتاب تک محدود نہ رکھنا چاہیے، مثلاً ہدایہ اخیرین پڑھاتے وقت "فتح القدیر" اور "حاشیہ مولانا احمد حسن سنبھلیؒ"، ورنہ کم از کم "عنایہ" کا اور شرح عقائد پڑھاتے وقت "اشارات المرام للبیاضی" ورنہ کم از کم مسامرہ اور المرام فی عقائد الاسلام مصنفہ مولانا عبدالعزیز فرہارویؒ کا اور حماسہ پڑھاتے وقت اس کی شرح فیضی وتبریزی، ورنہ کم از کم حاشیہ مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ اور متنبّی پڑھاتے وقت شرح برقوقی ورنہ حاشیہ مولانا اعزاز علیؒ ضرور زیر مطالعہ رہنا چاہیے۔

(۷)......سیرت و تاریخ وہ جدید علوم ہیں جو اسی سال وفاق نے نصابِ تعلیم میں اضافہ کئے ہیں۔ ان کے اساتذہ کو درسی کتابیں شروع کرانے سے پہلے ہر دو علموں کی وسیع معلومات کا ذخیرہ مہیا کر لینا چاہیے تاکہ پڑھاتے وقت ہر دو علموں کے اہم ترین مباحث کی طلبہ کو نشان دہی کر سکیں اور یاد کرا سکیں۔ ہر دو علموں پر عربی اور اردو دونوں زبانوں میں مستند محققین کی تصانیف موجود اور دستیاب ہیں، مثلاً سیرت مغلطائیؒ کے ساتھ سیرت ابن ہشام، النور الیقین، اتمام الوفاء کا اور تاریخ ابوالفداء کے ساتھ محاضرات خضری (عہد بنوامیہ و بنوعباس) کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اردو میں اوجز السیر، تاریخ خلافتِ راشدہ مصنفہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ اور خضری کے محاضرات کا اردو ترجمہ اور اس کے علاوہ جو بھی کتابیں تاریخ و سیرت کی میسر آئیں ان کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

تاریخ و سیرت کے استاذ کے لئے عہد رسالت، عہد خلافتِ راشدہ، عہد بنوامیہ، عہد بنوعباس اور عہد حاضر کے اسلامی ممالک کے جغرافیے خواہ عربی میں ہوں، خواہ اردو میں، جس طرح ممکن ہو، حاصل کر کے اس میں بصیرت حاصل کر لینی چاہیے، اس لئے کہ وفاق کے مجوزہ نصاب میں تاریخ کے ساتھ جغرافیہ بھی لازمی مضمون ہے۔ مدرسہ کو اس سلسلے میں مدرس کی پوری امداد کرنی چاہیے کہ اس کے بغیر مدرس ان نئے علموں کو نہ کماحقہ پڑھا سکتا ہے اور نہ امتحان کی تیاری کرا سکتا ہے۔

(۸)......علم کلام جدید اور علم اخلاق بھی جدید علوم ہیں، ان کے پڑھانے والے استاذ کے لئے متعلقہ کتاب شروع کرانے سے قبل علم اخلاق میں امام غزالیؒ کی احیاء العلوم کا ورنہ کم از کم کیمیائے سعادت کا، اور علم کلام جدید میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی حجۃ الاسلام، انتصار الاسلام، قبلہ نما کا اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی رحمہ اللہ کی تصانیف کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

اس طبقہ کے استاذ کو چار سے زیادہ اسباق ہرگز نہ دیئے جائیں، ورنہ وہ کتاب اور فن کا حق ہرگز نہ ادا کر سکے گا اور طلبہ تشنہ کام اور ادھورے رہ جائیں گے اور مدرس کا اس میں کچھ قصور نہ ہوگا۔ خصوصاً علوم جدیدہ کہ ان سے تو عموماً مدارس عربیہ کے اساتذہ خود نا آشنا ہیں۔ درحقیقت استاذ کو پہلے خود پڑھنا پڑھے گا پھر پڑھا سکے گا اور اس پر طرہ یہ ہے کہ ان کتابوں کے حواشی اور شروح بھی نہیں، معرا کتابیں ہوتی ہیں، مدرسہ کو اس کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆......☆......☆

تدریس کو بہتر بنانے کے طریقے

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ

(۱)......ہر سبق کے لیے متعلقہ استاذ پہلے سے مضبوط مطالعہ کرے اور ہر کتاب کے روزمرہ سبق کے لیے ابتدا ہی سے اندازہ لگا کر ایک مناسب مقدار مقرر کی جائے پھر اس ہر روز کے سبق کو درس گاہ میں جانے سے پہلے استاذ خود پوری طرح سمجھ کر اسے اپنے دماغ میں محفوظ کرے اور پھر ایک آدھ دفعہ طلبہ کو اپنے سامنے بیٹھا متصور کر کے اسے بہ آواز دہرائے اس عمل کے بعد استاذ کی ایک تو اپنے سبق پر گرفت انتہائی مضبوط ہو جاتی ہے اور وہ بلا جھجک اپنے تلامذہ کو سمجھانے کی قدرت حاصل کر لیتا ہے اور ساتھ ہی اپنے سبق کی صحت وسقم کا بھی اسے کافی اندازہ ہو جاتا ہے۔ جس کے بعد وہ اسے مزید مہذب اور مفید بنا سکتا ہے۔

(۲)......استاذ اپنے سبق کی تقطیع کرے یعنی اسے قطعات اور اجزا میں تقسیم کرے مثلاً یہ کہ آج کے سبق میں چار باتیں بتائی جارہی ہیں پھر پہلی دوسری تیسری اور چوتھی بالترتیب سمجھائے۔

(۳)......تقریر کو عبارت پر منطبق کیا جائے یعنی استاذ جو باتیں طلبہ کو اوپر اوپر بتاتا ہے نیچے کتاب کی عبارت پر بھی وہ اسے منطبق کرے اور طلبہ کو بتائے کہ صاحب کتاب نے یہاں سے لے کر یہاں تک یہ بات یوں بتائی ہے اور یہاں سے لے یہاں تک یہ بتایا ہے، اس طریقے کی ایک تو اس واسطے ضرورت ہے کہ بعض لوگ جو تدریس اور تفہیم کی فطری صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں خواہ مخواہ کی باتیں رٹ کر طلبہ کو سناتے ہیں جن کی کتاب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہوتی یا پھر وہ حل عبارت کے لیے ناکافی ہوتی ہیں اس سے طلبہ کو حق تلفی ہوتی ہے اور ان کا وقت ضائع ہوتا ہے لہٰذا مذکورہ عمل اس وبا کی روک تھام میں معاون ثابت ہوگا اور پھر اگر خارجی تقریر کی داخل (اندرون) کتاب سے مطابقت بھی ہو تو بھی اس کی تطبیق کے بغیر طلبہ میں فہم کتاب اور حل عبارت کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی جو مقصود ہے۔

(۴)......تمام فنون کی ابتدائی کتب (جو تقریباً درجہ رابعہ اور اس سے نچلے درجات میں پڑھائی جاتی ہیں) میں بالخصوص اور دیگر کتب میں بالعموم کتاب کی عبارت سے باہر جانے کی بالکل کوشش نہ کی جائے بلکہ صرف حل عبارت پر توجہ دی جائے بہ طور خاص نحو میر، میزان (یا درجہ اولی میں نحو وصرف کی جو بھی کتاب پڑھائی جائے) ہدایۃ النحو اور علم الصیغہ، قدوری، کافیہ اور اصول الشاشی وغیرہ میں لمبے چوڑے خارجی مباحث سے طلبہ کے ذہنوں کو مشوش کرنے سے لازمی طور پر اجتناب کیا جائے۔

(۵)......درج بالا ابتدائی کتابوں میں مذکورہ قواعد اور مسائل سہل اور بے غبار انداز میں طلبہ کو پڑھائے جائیں اور پھر

عام فہم داخلی وخارجی امثلہ (خارجی مثالوں اور خارجی مباحث میں فرق ملحوظ رکھا جائے) سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

(۶)......ترجمہ اور تفسیر قرآن پڑھانے والے اساتذہ، طلبہ کو لفظی ترجمہ سمجھانے کا اہتمام کریں اور ساتھ ہی مقصود قرآن اور حق تعالیٰ شانہ کی مراد کو بیان کرنے کا التزام ہو یعنی یہ بتایا جائے کہ قرآن کس جگہ کیا کہنا چاہ رہا ہے اور اس کا مقصود و مدعیٰ کیا ہے۔

(۷)......طلبہ سے عبارت پڑھوائیں اور ان کی عبارت صحیح کرانے کی طرف توجہ دیں کیوں کہ عبارت سمجھے بغیر تقریریں یاد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

(۸)......قدوری میں طلبہ کو صرف صورتِ مسئلہ، اس کا حکم اور مختصر دلیل بتایا کریں اور کنز میں ذرا آگے بڑھ کر اس کی علت بیان کریں اور تعارض ادلہ، تطبیق اقوال، اسباب ترجیح اور اس طرح کی دیگر تفصیل طلب گتھیاں سلجھانے سے انہیں بالکل پریشان نہ کریں کہ ابھی اس کی فہم وضبط کی حد تک نہیں پہنچے ہیں۔

(۹)......استاذ اپنے مقررہ وقت پر درس گاہ جایا کرے اور مقررہ وقت پر ہی درس گاہ سے اٹھے۔ وقت کی پابندی نہ کرنا دیانت داری کے خلاف اور موجب گناہ بھی ہے، اس سے استاذ کا وقار بھی متاثر ہوتا ہے، طلبہ کے ذہنی انتشار، تکاسل اور بے توجہی کا بھی باعث ہے اور عموماً وقت کم رہ جانے کے سبب سبق بھی شایان شان نہیں ہو پاتا۔ لہٰذا پورا پیریڈ درس گاہ میں گزارا جائے اور فاضل ٹائم میں طلبہ سے آموختہ سنا جائے یا انہیں کوئی مفید نصیحت کی جائے۔

منصفانہ جائزہ

دینی مدارس نے ہنگاموں، بحرانوں اور روشنی سے محروم دنوں میں بھی اپنے وجود کے ذریعے اس امت کی نمود کا فریضہ انجام دیا ہے، ان دینی مدارس کے معیار اور کارکردگی کا موازنہ اگر سرکاری سرپرستی میں چلنے والی پاکستانی جامعات کے شعبہ عربی و شعبہ اسلامیات سے کیا جائے تو حقیقت حال خود روشن ہو جاتی ہے۔ گزشتہ پچاس سالوں میں پاکستان کی جامعات سے وابستہ عربی و اسلامیات کے پروفیسر صاحبان کی کل تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہیں، ان میں سے ستر فی صد سے زیادہ تصانیف اردو میں ہیں اور علمی طور پر ان کی کوئی وقعت نہیں ہے، اس کے برعکس دینی مدارس جو بغیر کسی سرکاری سرپرستی و امداد کے چل رہے ہیں، ان سے وابستہ بوریا نشین علماء نے پچاس سال کے عرصے میں پچاس ہزار سے زیادہ کتابیں عربی، فارسی، انگریزی اور اردو میں تحریر کی ہیں، یہ علماء جو نہایت سادہ زندگی بسر کرتے رہے اور جن کی ضروریاتِ زندگی بھی بمشکل پوری ہوتی تھیں، ان کا علمی کام سرکاری جامعات میں دنیا کی تمام سہولتیں سمیٹ لینے والے اساتذہ سے ہزاروں گنا بہتر رہا۔

(صحافی محمد طاہر، دینی مدارس، ص:۸)

طریقۂ تعلیم درجہ قرآن کریم برائے ملحقہ مدارس

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ
سابق صدر وفاق المدارس العربیہ

(۱)......بچوں کو قاعدہ ہی میں ادائیگی اور شناخت کے لحاظ سے خوب مشق کرائی جائے۔

(۲)......پارہ شروع ہونے کے بعد حرفوں کے جوڑ کی طرف توجہ ضرور باقی رہنی چاہیے۔اکثر اساتذہ تکاسل کی بنا پر اس کی طرف توجہ نہیں دیتے ہیں۔یہ عموماً نقصان دہ ثابت ہوتا ہے اور باعث مشکلات بنتا ہے۔

(۳)......شروع سے ہی اخفاء، اظہار، تفہیم وتدقیق، نرمی اور سختی، حروف مدہ کے بڑھاؤ اور باقی حروف کے گھٹاؤ کا بہت زیادہ اہتمام کیا جائے۔خصوصاً ایسے حروف میں جن کی آواز آپس میں ملتی جلتی ہیں، جیسے: طاء تا، ثا سین، حاہا، ذال زاء، سین صاد، ضاد ظاء، ق ک، ہمزہ عین وغیرہ۔

(۴)......سنتے وقت ایک ایک بچہ کا الگ الگ سنا جائے۔اس سے تلفظ اور حرکات کی غلطی سے حفاظت رہتی ہے۔

(۵)......جو آموختہ زیادہ ہو جائے تو اس میں سے روزانہ کم از آدھا پارہ ضرور یاد کرایا اور سنا جائے اور چار پارے منزل اپنی نگرانی میں پڑھوائی جائیں۔

(۶)......مطالعہ اگر ہو سکے تو حفظ سنا جائے اور کہلاتے وقت قواعد وتجوید کی رعایت رکھ کر پارہ ختم ہونے کے بعد جب دوسرا پارہ شروع کرایا جائے تو ختم شدہ پارے کا آخری نصف بھی سنا جائے اور مطالعہ کے برابر اس آخری نصف میں کمی ہوتی رہے حتیٰ کہ وہ بھی نصف ہو جائے۔

(۷)......جب قرآن مجید ختم ہو جائے یا کوئی بچہ کسی دوسری جگہ سے کچھ پارے پڑھا ہوا آئے اور وہ کچے ہوں تو یاد کرانے کی صورت یہ ہے کہ روزانہ ربع پارہ یا کم وبیش سننا شروع کریں۔جب تک یہ سنا ہوا دو پارے ہوں اس وقت آگے والا ربع اور یہ پچھلا ساتھ سنا جائے اور چار یا پانچ پارے ہونے کے بعد دو پارے پیچھے سے اور جتنا آسانی کے ساتھ ممکن ہو آگے اور انہی پاروں کے ۴،۴ یا ۵،۵ پارے کر کے سنا جائے۔جب یہ خوب یاد ہو جائیں تو پھر بدستور سابق آگے اور پیچھے سے سنا جائے۔بیس پارے ہونے کے بعد پھر ہفتہ عشرہ کے لیے آگے سے بند کرا کے پچھلے کو زیادہ زیادہ سن کر خوب پکا کرا کے پھر آگے شروع کیا جائے۔اسی طرح آخر تک اس سلسلہ کو باقی رکھا جائے۔

(۸)......متشابہ والی آیتوں پر خوب تنبیہ کی جائے تاکہ ساتھ ساتھ متشابہ بھی یاد ہوتے جائیں۔

(۹)......ان تمام تدابیر پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے کامیابی کی دعا بھی برابر کرتے رہیں اور اسی پر توکل

کریں اور اپنی کارکردگی پر غرور نہ کریں۔ ان شاء اللہ خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوگا۔

نوٹ:......طریقۂ تعلیم قرآن کریم سے متعلق یہ چند ضروری امور مختصر بیان کر دیئے گئے ہیں لیکن درجہ قرآن کریم کے ہر استاذ کو حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحب پانی پتی (استاذ قراءت وتجوید مدرسہ خیر المدارس ملتان) کا تصنیف کردہ مطبوعہ رسالہ ''آداب تلاوت مع طریقۂ تعلیم'' ضرور پڑھنا چاہیے اور اس کی پابندی کرنی چاہیے۔

درجہ حفظ قرآن عظیم

تجربہ شاہد ہے کہ عموماً حفظ قرآن کریم پر چھ سال صرف کئے بغیر کلام مجید پختہ اور قابل اعتماد نہیں ہوتا۔ اس لیے بترتیب ذیل درجہ حفظ کے ہر بچہ کو کلام اللہ حفظ کرایا جائے۔

سال اول	قاعدہ نورانی' ربع پارہ عم	سال چہارم	دس پارے
سال دوم	پارہ عم' دو پارے از اول	سال پنجم	بارہ پارے
سال سوم	چھ پارے	سال ششم	اعادہ تمام کلام اللہ

پہلے چار سال میں مذکورۃ الصدر نقشہ کے مطابق اول پانچ گھنٹے صرف قرآن کریم پر اور چھٹا گھنٹہ دینیات کی عملی تعلیم پر صرف کیا جائے۔ پانچویں سال میں چار گھنٹے قرآن کریم پر پانچواں دینیات کی کتابی وعملی تعلیم پر اور چھٹا گھنٹہ اردو نوشت وخواند اور مشق خوش خطی واملاء پر صرف کیا جائے گا اور چھٹے سال میں پہلے تین گھنٹے اعادہ قرآن کریم پر چوتھا دینیات وسیرت کی کتابوں پر اور پانچواں چھٹا گھنٹہ ابتدائی حساب یا فارسی پر صرف کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ حفظ قرآن کریم کی شش سالہ مدت میں اردو نوشت وخواند دینیات وسیرت کا مکمل نصاب ہر طالب علم کو ضرور پڑھا دیا جائے اور اس کے ساتھ ہی بقدر ضرورت حساب یا فارسی کا نصاب بھی ضرور پڑھا دیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ جو طلبہ آئندہ عربی پڑھنا چاہتے ہیں ان کو فارسی کا نصاب پورا پڑھا دیا جائے اور جو عربی پڑھنے کا ارادہ نہیں رکھتے ان کو زیادہ سے زیادہ حساب کی مقدار سکھا دی جائے۔

☆......☆......☆

تعلیم کو کامیاب بنانے کے چند زریں اصول

شیخ الحدیث مولانا نذیر احمدؒ صاحب
بانی جامعہ امدادیہ فیصل آباد

نقطہ نظر تبدیل فرمائیں

معلم تعلیمی ڈھانچے کا ایک اہم عنصر ہے۔ معلم ہی وہ ہستی ہے جس کے ذریعے سے تمام تعلیمی مواد متعلم تک پہنچایا جاتا ہے۔ معلّمی پیشہ پیغمبری ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے سب سے بڑے معلم ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے **انما بعثت معلما** اس لیے ضروری ہے کہ ایک معلم استاد اعلیٰ اخلاق و کردار کا مالک ہو۔ اب آپ کی زندگی کا ایک نیا مرحلہ شروع ہو رہا ہے۔ استاد ہونے کا لیبل آپ پر لگ رہا ہے، لہٰذا آپ اپنے تصورات کو تبدیل کریں نقطہ نظر کو درست فرمائیں کیونکہ اس کا کردار پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ اب تک آپ طالب علم تھے۔ طالب علمی کے فضائل اپنی جگہ بہت ہیں۔ لیکن اس میں لا ابالی پن، طبیعت میں لاپرواہی کے اثرات ہوتے ہیں۔ جب آپ کا نقطہ نظر یہ ہوگا کہ اب ہماری زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم معلم ہیں۔ استاد ہونے کا لیبل ہم پر لگ رہا ہے۔ ان شاء اللہ اس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ آپ اپنی عادت، معاشرت، معاملات، معیارِ تعلیم، معیارِ تربیت، کردار اور گفتار ایسا رکھنے کی کوشش کریں گے جو کہ ایک معلم اور استاد کے شایان شان ہے۔

تعلیمی ترقی کے لیے معاون کتب

اس نقطہ نظر اور اس کے اثرات کو باقی رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اکابر اسلافؒ کی ایسی کتب جو اس سلسلہ میں آپ کی رہنمائی کر سکیں ہمیشہ اپنے پاس رکھیں اور وقتاً فوقتاً ان کا مطالعہ کرتے رہیں تا کہ معلمانہ صات و اطوار میں مداومت و پختگی حاصل ہو جائے۔ اکابرؒ کی بہت سی کتب اس موضوع پر دستیاب ہیں۔ ان میں سے چند ایک کی نشان دہی کی جاتی ہے:

(۱)......"آداب المعلمین" (۲)......"آداب المتعلمین"، یہ دونوں کتابیں انڈیا کی ایک معمر بزرگ شخصیت حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب قدس سرہ کی تصنیف ہیں حضرت موصوف حضرت شیخ الحدیث سہارنپوریؒ کے متوسلین میں سے تھے۔ آپؒ نے یہ دونوں کتابیں معلمین و متعلمین کے لیے بڑے سوز سے لکھی ہیں۔ ان میں تعلیمی زندگی کے رہنماء اصول ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

(۳)......"رحمة المتعلمین" (مولفہ: مولانا عبدالرحمٰن صاحب بکھراوی): یہ کتاب تقسیم ہندوستان سے پہلے کی لکھی ہوئی ہے۔ حضرت تھانویؒ نے اسے بہت پسند فرمایا تھا۔ مدرس اور طالب علم اگر اس کا مطالعہ کرتے رہیں اور اپنا عمل اس کے مطابق

کرلیں تو عزت بھی ملے اور توقعات سے زیادہ تعلیمی کامیابیاں بھی حاصل ہوں گی۔ اس کتاب کے کل چار باب ہیں۔ پہلے باب میں معلمین کے لیے، دوسرے میں متعلمین کے لیے، تیسرے باب میں کاتبین کے لیے اور چوتھے باب میں عامۃ المسلمین کے لیے کچھ نصیحتیں مذکور ہیں۔ اس کتاب کے سب کے سب مضامین حرز جان بنانے کے قابل ہیں۔ مگر اول کے دو باب کے مضامین کی اہمیت کی بنا پر معلمین و متعلمین کے افادہ کے پیش نظر حضرت حکیم الامتؒ کے آخری خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق دامت برکاتہم نے ان کو مبوب و مرتب فرما کر رسالہ کی صورت میں شائع کرادیا ہے، جس کا نام "اشرف التفهيم لتكميل التعليم" یعنی اصول زریں رکھا ہے۔

(۴)...... "حقوق العلم" یہ کتاب حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تصنیف ہے اس کے دو باب ہیں، پہلے باب میں علم دین کے ان حقوق کو بیان کیا ہے جو عوام کے ذمہ ہیں۔ دوسرے باب میں ان حقوق کا بیان ہے جو خود اہل علم کے ذمہ ہیں۔ پہلے باب کا مطالعہ عوامی تقریروں کے لیے بہت مفید اور نافع ہے اور دوسرے باب کا مطالعہ مدرسین کے لیے بہت مفید اور نافع ہے۔ اس کتاب کے آخر میں "ناصح الطلبہ" کے نام سے ایک چھوٹا سا رسالہ بھی لگا ہوا ہے۔ یہ صاحب تیسیر المنطق حضرت مولانا عبداللہ گنگوہی کا ایک مضمون ہے۔ جس میں بتایا ہے کہ ابتدائی کتب کے طلبہ میں قابلیت کیسے پیدا کی جاسکتی ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ کی ایک کتاب "اصلاحِ انقلابِ امت" ہے۔ اس میں امت کے تمام طبقات کی خامیوں کی نشان دہی کی گئی ہے اور ان کی اصلاحات احادیث صریحہ کی روشنی میں فرمائی گئی ہے۔ اس کتاب کے استدلال اور استنباط فرحت بخش ہیں۔ اس میں معلمین اور متعلمین کی کوتاہیوں کی اصلاح کے لیے بھی ایک مستقل حصہ ہے۔ اس حصہ کا مطالعہ ضرور کرلیا جائے۔ ان کتب کے علاوہ اکابر اسلافؒ کی دیگر کتب یا ان کے متفرق ملفوظات مل جائیں تو انہیں اپنے پاس محفوظ کرلیں اور اپنے ماحول میں ان کے سننے سنانے کا رواج ڈالیں۔ یہ ارتقائے علمی کا توشہ ہے۔ اس کو استعمال کرنا آپ کا کام ہے۔

ذوقِ مطالعہ

ہر انسان کے لیے بالخصوص معلم کے لیے ایک بہت بڑی خوبی ہے بلکہ تمام خوبیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ معلم کی اصل ذمہ داری معلومات اور انوارِ علم، احسن اسلوب سے شاگردوں میں تقسیم کرنا ہے۔ جو مواد تلامذہ کو دینا ہے، جو موتی ان میں تقسیم کرنے ہیں، جو پھولوں کے ہار ان کے گلے میں ڈالنے ہیں، ان سب کی تحصیل کا ذریعہ مطالعہ ہے۔ مطالعہ ناقص ہو اور پھر یہ توقع رکھنا اور دعویٰ کرنا کہ میری تعلیم کامل ہے۔ دھوکہ دہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ تکمیل مطالعہ، تکمیل علم کے لیے اور معیار کو بلند کرنے کے لئے سب سے بڑا موقوف علیہ ہے۔

جب مطالعہ کا ذوق ہوگا تو یہ معلم کے اطوار میں نمایاں امتیاز پیدا کرے گا۔ پہلی امتیازی شان تو یہ ہوگی کہ تکمیل مطالعہ کے لیے غیر ضروری اشغال اور تمام فضولیات کو ذوق مطالعہ ایک ہی ضرب سے اڑا کر رکھ دے گا۔ مطالعہ کے بغیر اس کی تسکین نہیں ہوگی۔ اس لیے غیر تعلیمی مشاغل میں وقت کٹی سے اسے بہت زیادہ تنفر پیدا ہوجائے گا۔ آپ کے اندر ذوقِ مطالعہ ہے تو یقین کیجیے کہ حق تعالیٰ آپ کو محروم نہیں رکھیں گے۔ آپ کے فیوض نمایاں نظر آئیں گے۔ اگر آپ کے اندر یہ وصف نہیں ہے تو پھر مدرسے

کی ملازمت ایک دنیاوی تجارت ہے۔ جب تک چاہیں کرتے رہیں۔ معلم کے لیے ذوقِ مطالعہ کا پہلا ثمر تفریغ الاوقات للمطالعہ ہے اور یہی آپ کے ذوق کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔

(۱)......**جمع معلومات:** جس کتاب کا جتنا سبق پڑھنا ہے اس حصہ کی عبارت ٹھیک کی جائے، ترجمہ ٹھیک کیا جائے، اس کا مطلب سمجھا جائے، کوئی اشکال ہے تو اس کا حل نکالا جائے۔ اگر کسی دخل مقدر کا جواب ہے تو اس دخل مقدر اور سوال کو سمجھا جائے کہ وہ کیا ہے؟ یہ عبارت اس کا جواب کیسے بنتی ہے؟ غرض یہ کہ اس حصہ کی صرفی، نحوی تحقیق، صحت ترجمہ، متعلقاتِ ترجمہ، اس عبارت کا نفس مطلب یہ ساری باتیں حل کر لینا، یہ مطالعہ کا پہلا مرحلہ ہے اولاً آپ اتنے حصہ متن میں غور کریں ان سب امور کو سمجھنے کے لیے اپنا دماغ استعمال کریں۔ مدرسہ نے بارہ سال میں آپ کو عالم نہیں بنایا، البتہ علمی مہم کے لیے آپ کا دماغ تیار کیا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے دماغ استعمال کریں۔ اپنے دماغ سے بالکل کام نہ لینا اور سارا بوجھ کسی شرح یا حاشیہ پر ڈال دینا، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ آپ اپنا دماغ استعمال کریں۔ آخر آپ کا دماغ کب کام آئے گا۔ ان معلومات میں درک فہم وہی ہے جو آپ کے دماغ نے غور کرنے کے بعد لے لیا ہے۔ محض حواشی اور شروح پر قناعت کرنا یہ تو مستعار لباس پہننے کی طرح ہے۔ آپ کا اپنا کیا ہے؟ وہ وہی ہے جہاں آپ کا دماغ پہنچا ہے۔ وہی آپ کا علم ہے۔

البتہ مذکورہ باتوں پر زورِ دماغ استعمال کرنے کے بعد کمی کا تدارک کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی کا تعاون حاصل کر لیا جائے، چاہے وہ تعاون حاشیہ اور بین السطور سے ہو، چاہے شرح یا کسی ماہرِ فن استاد کی کاپی سے ہو۔ لیکن اس کا درجہ اپنے دماغ کا زور لگانے کے بعد ہے۔ اب ان حواشی و شروح کی طرف مراجعت کرنے سے آپ کے فہم کی غلطیاں نکلیں گی کہ میں نے جو سمجھا تھا، وہ ٹھیک نہیں تھا، بات تو کچھ اور نکلی، فہم کی خامیاں دور ہوں گی۔ اس مضمون کے کئی شعبوں کی طرف دماغ پہنچا نہیں تھا۔ ان معاونین نے پہنچا دیا۔ اس میدان میں کئی شیر سوئے ہوئے تھے۔ جھاڑیوں میں چھپے رہ گئے، ان معاونین نے توجہ دلا دی۔ اس ساری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ نہ شروح وحواشی پر اکتفاء کیا جائے اور نہ صرف اپنے زورِ دماغ پر، بلکہ ان دونوں کی آمیزش سے صحتِ عبارت، صحتِ ترجمہ، صحتِ فہم مطلب اور صحتِ متعلقات سب چیزوں کو منقح کر کے جمع کر لیا جائے۔

(۲)......**ترتیب معلومات اور ضبط معلومات:** پہلے مرحلہ میں جو آپ نے اکٹھا کیا ہے اس کو حسن ترتیب سے اپنے ذہن میں محفوظ کریں۔ جیسے مسافر پر جانے سے پہلے اپنا سامان ترتیب سے بریف کیس میں رکھتا ہے اور ہر چیز اپنے مقام پر رکھتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ذہن میں ان معلومات کو ترتیب دیں اور ان معلومات مرتبہ کو بار بار دماغ میں تازہ کریں۔ اگر اشارات مرتب کر کے کسی کاغذ پر نوٹ کر لیں تو اس ترتیب کو ذہن میں پختہ کرنے اور جمانے میں مدد مل جائے گی۔ ایسے نوٹس کے لیے ایک کاپی مستقل طور پر بنا لی جائے تو بہتر ہے۔

(۳)......**تلاشِ تعبیرات حسنہ:** آپ نے معلومات جمع کر کے ان کو مرتب کر لیا ہے اور ذہن میں ان کا بار بار اعادہ بھی کر لیا ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لیے اتنی بات کافی نہیں ہے۔ ابھی ایک اہم مرحلہ باقی ہے۔ اس مرحلہ میں آپ نے موازنہ کرنا ہے کہ آج کے سبق کی معلومات، کس وزن کی ہیں؟ اور جو جماعت صبح میری مخاطب ہوگی اس کی ذہنی سطح کیا

ہے،اس کی ذہنی پرواز کہاں تک ہے؟اس کے مطابق اپنی آسان اور سہل تعبیرات تلاش کریں اورایسی چسپاں تمثیلات تیار کریں کہ آپ کی زبان سے بات نکلتی جائے اور بڑی جلدی اور سرعت سے طالب علموں کے ذہنوں پر نقش ہوتی جائے،طلبہ سبق کو سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں۔

استاد کی تعبیرات کئی قسم کی ہوسکتی ہیں،ایسی تعبیرات بھی ہوسکتی ہیں جو بدیہی مسئلہ کو نظری بنادیں اورایسی تعبیر بھی ہوسکتی ہے جو نظری مسئلہ کو بدیہی میں تبدیل کردے۔پہلی تعبیر خامی والی ہے اور دوسری تعبیر خوبی والی ہے۔معلم اور مدرس کا کمال یہ ہے کہ تعبیر اتنی آسان لائے کہ کند ذہن بھی سمجھ جائے اور جامع اتنی ہو کہ کوئی متعلقہ گوشہ آپ کی تقریر سے باہر نہ رہے۔

تکمیل مطالعہ

تکمیل مطالعہ کے لیے مذکورہ بالا مراحل بہت ضروری ہیں۔اگر آپ واقعی نیک نیتی سے علم اور طلبہ علم کی خدمات کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو ان مراحل سے گذرنا پڑے گا ورنہ علم اور طلبہ علم کو حق شکنی ہوگی۔کوئی بھی صحیح الدماغ ان کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کرسکتا۔لیکن افسوس یہ ہے کہ ان مراحل کی تکمیل کے لیے جو تفریغ الاوقات چاہیے اس کے لیے واضح اکثریت عملاً تیار نہیں ہے۔ذاتی مشاغل،غیر تعلیمی مصروفیات،تعلقات اور میل جول میں اتنا تنوع اور تکثیر ہوتا ہے کہ عزم مصمم کے باوجود بھی تکمیل مطالعہ کے لیے وقت فارغ نہیں کیا جاسکتا۔اس کے نتائج یہ نکل رہے ہیں کہ علم اور طلبہ علم کی حق شکنیاں کرتے کرتے حق تعالیٰ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔کوئی ضروری نہیں کہ غلط مشاغل ہی مطالعہ میں حائل ہوں بلکہ وہ مشاغل جو سراپا رحمت و برکت ہیں مثلاً اورادِ کثیرہ، وظائف وغیرہ،اگر یہ بھی تکمیل مطالعہ والی رحمت عظمیٰ کے لیے رکاوٹ بن رہے ہوں تو ان کو قربان کردینا چاہیے۔ ہمارے اسلاف واکابر نے ایسا کیا ہے وہ طلبہ اور معلمین کو ایسے اورادِ کثیرہ تعلیم نہیں فرماتے تھے۔اللہ کرے کہ مدارس کی فضاؤں میں یہ ذوق ابھر جائے۔(آمین)

مطالعہ میں احتیاط کا پہلو

بعض اوقات غیر اختیاری طور پر کوئی ایسا کام پیش آجاتا ہے جو مطالعہ کرنے سے مانع بن جاتا ہے۔سبق کے ناغہ سے بچنے کے لیے قبل از وقت یہ حکمت عملی اختیار کریں کہ اپنا مطالعہ سبق سے کافی آگے رکھیں۔کم از کم تین چار دن کا مطالعہ آگے چلے۔ورنہ یا سبق کا ناغہ ہوگا یا اپنی کمی چھپانے کے لیے طلبہ کو کوئی خامی پکڑ کر ان پر برس پڑیں گے اور یہ کہہ دیں گے کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں پڑھایا جائے۔اس طرح سبق کے ناغے کے ساتھ نفاق اور تلبیس بھی جمع ہوجائیں گے یا پھر تکمیل مطالعہ کے بغیر پڑھائیں گے۔جس پر یقیناً آپ خود بھی مطمئن نہیں ہوں گے۔ایسے موقع پر دو احتیاطیں کریں: (۱) عوارض مطالعے سے بچنے کی پوری کوشش کریں۔(۲) مطالعہ آگے رکھیں مزید احتیاط یہ کریں کہ دو تین دن پہلے کہ پرانے مطالعہ پر تدریس نہ کریں بلکہ پہلے اس کی تجدید کریں۔اگر دوران مطالعہ اس احتیاطی پہلو کا لحاظ رکھا جائے تو کتاب کی اہمیت اور کیفیت میں بڑا فرق پڑے گا۔

سبق میں حاضری

مدرس کا فریضہ ہے کہ درس گاہ میں وقت پر حاضر ہو اور تمام وقت طلبہ پر لگائے۔ جس جماعت کا یہ گھنٹہ ہے۔ وہ اس جماعت اور سبق کا حق ہے۔ اس میں کوتاہی کرنا حق شکنی ہے۔ تنخواہ پورے گھنٹے کی ملے گی اور اگر پورا گھنٹہ نہ دیا تو خیانت متصور ہوگی اور اتنے حصہ کی تنخواہ بھی حلال نہ رہے گی۔ ناشتہ، وضو یا غسل کریں، کپڑے تبدیل کریں۔ سب شرعی و طبعی ضروریات بہر کیف پوری کریں لیکن اوقاتِ مدرسہ میں درس گاہ میں پہنچنے کو یقینی بنائے رکھیں۔ تاخیر کو زندگی کا حادثہ سمجھیں معمول نہ بنائیں۔ کسی حادثہ مسرت یا حادثہ غم کا ایسا اثر اپنی طبیعت پر ظاہر نہ ہونے دیں جو تقریر و تدریس کے نشاط میں مانع ہو۔ صاف ستھرے کپڑے اور جسم، توجہ کامل، انتہائی کیف و سرور کے ساتھ علم کے منظم موتیوں کے ہار اپنے ذہن کے بریف کیس میں مرتب کر کے درس گاہ میں پہنچیں۔ سبق اور طلبہ پر حاوی رہیں۔ اپنی دھن میں مست اور منہمک رہیں اور طلبہ کو بھی اس دھن میں مشغول رکھنے کا اہتمام کریں۔

سبق سے قبل اگر اشراق کا وقت ہو چکا تو دو رکعت نفل پڑھ لیں جس میں تداخل نیات ہو تو یہ نفل صلوۃ التوبہ بھی ہوں کہ اے اللہ میرے مطالعہ کی خامیاں دور کر دے۔ گناہوں کی ظلمات کے اثرات دور کر دے کہ وہ تقریر پر چھا نہ جائیں اور صلوۃ الحاجۃ کی بھی نیت ہو کہ میں نے جو مطالعہ کیا ہے اس کو سہل انداز سے منتقل کرنے کی توفیق عطاء فرمادے۔ انشاء اللہ یہ سونے پر سہاگہ کا کام دے گا۔ ورنہ کم از کم استاد باوضو ہو۔ وضو سے نور قلب حاصل ہوتا ہے۔ باوضو اور بے وضو پڑھانے میں زندہ اور مردہ کا فرق ہے۔ غذا وغیرہ کی ترتیب ایسی رکھیں جس سے وضو باقی رکھنے میں مدد ملے۔ جب مطالعہ کامل ہوگا اور طلبہ کو فیض پہنچانا استاد کی زندگی کا مقصد ہوگا اور طبیعت بھی مشوش نہ ہوگی۔ مجلس علم بھی نشاط سے بھرپور ہوگی۔ تو سبق کا یہ کیف و سرور استاد کو کتنا چڑھائے گا اور طلبہ کے شوق میں کیا تلاطم پیدا کرے گا؟ اور ان میں علم کی کیسی مستی پیدا کرے گا؟ چکھنے کی چیز چکھ کر ہی معلوم ہوگی۔

☆......☆......☆

آپ کتابیں کیسے پڑھائیں؟

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی
شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم، کراچی

درجہ اولیٰ

میزان الصرف یا علم الصرف:(ا) صرف کے آغاز میں گردانیں یاد کرانا ناگزیر ہے، گردانیں اس طرح یاد ہونی چاہئیں کہ وہ خود بخود زبان پر چڑھ جائیں اور کسی جگہ اٹکاؤ یا جھجک باقی نہ رہے (۲) لیکن عموماً اساتذہ صرف گردانوں کے رٹوانے پر اکتفاء کر لیتے ہیں اور جب طالب علم کو کوئی گردان اچھی طرح حفظ ہو جائے تو آگے منتقل ہو جاتے ہیں اور صیغوں کی شناخت کی طرف توجہ نہیں دیتے، حالانکہ طالب علم کو گردان کا یاد ہونا جس قدر ضروری ہے اتنا ہی ضروری یہ ہے کہ وہ ہر صیغے کو فوراً پہچان کر اس کا صحیح مطلب اور اس کا محل استعمال اچھی طرح سمجھ لے لہٰذا استاذ کے ذمے ضروری ہے کہ وہ گردان یاد کرانے کے بعد مندرجہ ذیل کام کرے اور جب تک ان کاموں کی تکمیل اطمینان بخش طریقے پر نہ ہو اگلے درس کی طرف منتقل نہ ہو:

(الف) ہر صیغے کے بارے میں یہ پہچان کہ وہ کون سا صیغہ ہے؟ مذکر ہے یا مؤنث، واحد ہے یا تثنیہ یا جمع، اس کے لیے دوطرفہ مشقیں زبانی طور پر کرانی ضروری ہیں، یعنی طالب علم سے مختلف صیغوں کے بارے میں یہ پوچھا جائے کہ وہ کون سا صیغہ ہے؟ مثلاً فعلت یا ضربت کونسا صیغہ ہے؟ دوسرے مختلف صیغوں کے نام لے کر وہ صیغے بنوائے جائیں، مثلاً ضرب سے ماضی کا واحد مؤنث حاضر، وغیرہ۔ دونوں قسم کی مشقیں اتنی کثرت سے کرائی جائیں کہ صیغوں کی یہ دوطرفہ پہچان طالب علم کے ذہن نشین ہو جائے اور ہر طالب علم سے اوسطاً ہر صیغے کے بارے میں متعدد بار سوالات ہو جائیں۔ اس کام میں اگر ایک دو سبق پورے بھی خرچ ہو جائیں تو اس کی پرواہ نہ کی جائے۔

(ب) اسی طرح یہ بھی انتہائی ضروری ہے کہ ہر صیغے کے صحیح معنی طالب علم کے ذہن نشین ہوں اور صیغہ سنتے ہی اس کے معنی اس کی سمجھ میں آجائیں۔ اس کے لیے دوطرفہ مشقوں کی ضرورت ہے۔ ایک طرف عربی صیغہ بول کر طالب علم سے معنی دریافت کیے جائیں اور دوسری طرف اردو بول کر اس کا ترجمہ طالب علم سے کرایا جائے۔ یہ دوطرفہ مشقیں بھی اتنی کثرت سے ہونی چاہییں کہ صیغوں کے صحیح معنی اور اس کا صحیح محل استعمال ذہن میں پیوست ہو جائے۔

(ج) میزان میں تمام گردانیں ''فعل'' کے مادے پر مبنی ہیں اور وہی یاد کرائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ دوسرے مادوں سے وہی گردانیں طالب علم سے نکلوائی جائیں، مثلاً: اکل، قراء، فتح، سجد، وغیرہ اور ان کے معانی بھی ذہن نشین

کرائے جائیں۔(د) جن مشقوں کا ذکر اوپر (ب) اور (ج) میں کیا گیا ہے۔ وہ زبانی طور پر کرانے کے علاوہ تحریری طور پر کرانا بھی لازمی ہے یعنی اردو میں ایسے جملے دیئے جائیں جن کا ذکر ترجمہ طلبہ اپنے پڑھے ہوئے افعال کے مختلف صیغے بنا کر کرسکیں، مثلاً: مندرجہ ذیل جملوں کا ترجمہ کرایا جائے۔ ان عورتوں نے سجدہ کیا۔ تم دو مردوں نے کھانا کھایا، ان دو عورتوں نے پڑھا، ھکذا۔ ان مشقوں میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ تمام صیغے استعمال ہو جائیں۔ یہ تمام کام ماضی، مضارع، امر و نہی کی تمام گردانوں میں کرائے جائیں۔(۳) تحریری مشقوں میں شروع ہی سے طالب علم کو اس بات کی عادت ڈالی جائے کہ وہ صاف ستھرے انداز میں سلیقے سے لکھے، جہاں حاشیہ چھوڑنا ضروری ہو وہاں حاشیہ چھوڑے، سطریں سیدھی رکھے تحریر اور ترتیب میں توازن ہو۔(۴) جو طالب علم تحریری کام کر کے نہ لائے اور اس کے پاس معقول عذر نہ ہو، اس کو مناسب تنبیہ کی جائے (۵) جو طالب علم حافظے یا ذہن کے اعتبار سے کمزور ہوں، انہیں ہر روز کا سبق یاد کرانے کی ذمہ داری جماعت کے ذہین اور اچھے طلبہ پر لگائی جائے اور جن طلبہ سے تمام اس کوشش کے باوجود مایوسی ہو جائے، ان کی رپورٹ ناظم تعلیمات کو کی جائے اور اگر مایوسی حق بجانب ہو تو اس کو تعلیم کے بجائے کسی اور مشغلے میں لگانے کے لیے فارغ کر دیا جائے،(۶) صرف صغیر میں اگرچہ ہر گردان کا صرف ایک صیغہ طالب علم کو یاد کرایا جاتا ہے، لیکن استاذ کو چاہیے کہ وہ اس سے کبھی کبھی اس بحث کی پوری گردان سنے، مثلاً باب استفعال کی صرف صغیر میں مضارع کا وہ صیغہ یستنصر یاد کرے گا، لیکن اس سے یستنصر کی پوری گردان نکلوائی جائے اور پھر اس میں بھی مندرجہ بالا مشقیں جاری رکھی جائیں۔(۷) تعلیلات کے بیان میں بھی صرف تعلیلات کے قواعد یاد کرانے کو کافی نہ سمجھا جائے، بلکہ قاعدے کو بہت سی مثالوں سے سمجھایا جائے اور طالب علم سے مختلف مثالوں میں ان قواعد کا اجراء کرایا جائے۔

نحو میر یا علم النحو: اساتذہ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ علوم اسلام کی تحصیل کے لیے علم نحو کی ٹھیک ٹھیک فہم، اس کا مکمل اجراء اور اس کے قواعد کا صحیح استعمال ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا نحو کی تعلیم پر آنے والے ہر علم و فن کی تحصیل موقوف ہے۔ اگر بنیاد کمزور رہ جائے تو دورہ حدیث تک کی پوری تعلیم کمزور بے اثر اور بے ثبات ہو جاتی ہے۔ اس لیے نحو کے استاذ کی ذمہ داری بہت بڑی ذمہ داری ہے اور اس سے کما حقہ عہدہ برآ ہونے کے لیے مندرجہ ذیل امور کی رعایت ناگزیر اور لازمی ہے:

(۱) نحو کی تعلیم میں اصل مقصد کتاب کی عبارت یاد کرنا نہیں، بلکہ اس میں بیان کردہ قواعد و مسائل کو طالب علم کے اس طرح ذہن نشین کرانا ہے کہ متعلقہ موقع پر طالب علم کو وہ قاعدہ یا مسئلہ یاد آ جائے۔(۲) زیر درس کتاب میں عموماً کسی اصطلاح یا قاعدے کی تشریح کے لیے صرف ایک مثال پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ لیکن استاذ کے لیے یہ لازمی ہے کہ وہ ہر اصطلاح اور قاعدے کی تشریح کے لیے صرف طلبہ کے سامنے از خود بہت سی مثالیں بیان کرے اور بہتر یہ ہے کہ یہ مثالیں عام گفتگو کے علاوہ قرآن کریم سے بھی اخذ کی جائیں تاکہ قرآن کریم سے بھی مناسبت پیدا ہوتی جائے۔ اس غرض کے لیے استاذ کو چاہیے کہ ''مفتاح القرآن'' کو مستقل اپنے مطالعہ میں رکھے۔(۳) خود بہت سی مثالیں دینے کے بعد طلبہ سے بھی مثالیں بنوانا اور مختلف مثالیں بول کر طلبہ سے ان کے بارے میں سوال کرنا ضروری ہے۔ یہ کام زبانی بھی ہونا چاہیئے اور تحریری بھی۔(۴) اصطلاح یا قاعدے کی محض نظریاتی تفہیم کو ہرگز کافی نہ سمجھا جائے، بلکہ اس کے عملی اجراء پر زیادہ زور دیا جائے، چنانچہ جب پچھلا سبق طلبہ سے سنا جائے تو اس میں

صرف قاعدہ ہی نا پوچھا جائے بلکہ مختلف مثالوں کے ذریعے سوال کر کے اس بات کا اطمینان کیا جائے کہ طالب علم میں اس قاعدے کے عملی طور پر جاری کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی ہے یا نہیں؟ مثلاً قاعدہ یہ ہے کہ غیر منصرف کا اعراب حالت جری میں فتح سے ہوتا ہے۔اب صرف اس سوال پر اکتفاء نہ کیا جائے کہ غیر منصرف کا اعراب کیا ہوتا ہے بلکہ ایسے جملے اردو میں بول کر عربی میں ان کا ترجمہ کرایا جائے جن میں کوئی غیر منصرف لفظ حالت جری میں آیا ہو۔یا ایسے عربی جملے بغیر حرکات کے تختہ سیاہ پر لکھے جائیں جن میں غیر منصرف لفظ حالت جری میں ہو اور ان پر حرکات لگوائی جائیں۔یا ایسے غلط جملے طالب علم کو دیئے جائیں جن میں غیر منصرف کا اعراب صحیح نہ ہو اور پھر اس سے کہا جائے کہ وہ اسے صحیح کرے۔(۵) طالب علم جب بھی کوئی غلط جملہ بولے یا غلط پڑھے یا اس کو فوراً ٹوک کر جملہ درست کرایا جائے،عام طور سے طلبہ میں مضاف پر الف لام داخل کرنے،موصوف صفت اور مبتداء خبر میں مطابقت نہ کرنے وغیرہ کی غلطیاں شروع سے جڑ پکڑ جاتی ہیں،ان غلطیوں کو کسی بھی قیمت پر گوارہ نہ کیا جائے،بلکہ طالب علم سے اصلاح کرائی جائے تاکہ شروع ہی سے ان غلطیوں سے احتراز کی عادت پڑ جائے۔(۶) جو قواعد کثیر الاستعمال ہیں ان پر قلیل الاستعمال قواعد کے مقابلے میں زیادہ زور دیا جائے،سبق سننے کے وقت بھی اور امتحانات میں بھی کثیر الاستعمال قواعد کے بارے میں زیادہ سوالات کیے جائیں۔بلکہ قلیل الاستعمال قواعد کے بارے میں بتایا جائے کہ ان کا استعمال کم ہوتا ہے۔مثلا ”لاحول ولاقوۃ الا باللہ“ کی پانچ ممکنہ وجوہ اعراب میں طالب علم کو بتادیا جائے کہ راجح اور کثیر الاستعمال کون سی ہیں۔(۷) اسم متمکن کی جو سولہ اقسام کتاب میں مذکور ہیں،ان کو ذہن نشین اور یاد کرانے اور ان کے عملی اجراء پر بہت زور دیا جائے۔مختلف الفاظ کے بارے میں طلبہ سے پوچھا جاتا رہے کہ یہ اسم متمکن کی کون سی قسم ہے؟ اور اس کا اعراب کیا ہے۔(۸) طلبہ کو ہر روز یا کم از کم تیسرے دن کوئی نہ کوئی تحریری مشق ضرور دی جائے اور مشقوں کا طریقہ وضع کرنے کے لیے استاذ کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی کا معلم،معلم الانشاء اور النحو الواضح للابتدائیہ کو اپنے مطالعے میں رکھے اور جو بحث پڑھائی گئی ہے اس کے متعلق ان کتابوں میں دی ہوئی مشقوں میں سے طلبہ کی ذہنی سطح کا لحاظ رکھتے ہوئے،مشقیں منتخب کر کے طلبہ کو ان کے تحریری جواب کا پابند بنائے،(۹) مائۃ عامل کی تعلیم میں ہر عامل کے عمل کو ذہن نشین اور مستحضر کرانے کے لیے مثالوں سے کام لیا جائے اور ان کی بھی زبانی اور تحریری مشقیں کرائی جائیں۔

عربی کا معلم اور طریقہ جدیدہ: (۱) عربی کا معلم پڑھانے کا مقصد بیک وقت نحو وصرف کا اجراء طالب علم کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کرنا ہے اور عربی تحریر کی بتدریج صلاحیت پیدا کرانا ہے۔لہٰذا اس کی تعلیم میں ان تین امور کو مدنظر رکھا جائے۔(۲) عربی کا معلم کی تمرینات میں عربی سے اردو والا حصہ زبانی کرانے پر اکتفاء کیا جا سکتا ہے۔لیکن اردو سے عربی والا حصہ لازماً تحریری ہونا ضروری ہے طلبہ کو ان مشقوں کے لکھنے کا پابند کیا جائے۔(۳) طریقہ جدیدہ اور الطریقۃ العصریۃ کا اصل مقصد بطریق مباشر عربی سکھانا ہے لہٰذا اسے حتی الامکان عربی میں ہی پڑھایا جائے،(۴) تمام الفاظ طلبہ سے کہلائے جائیں اور ان میں تلفظ کی صحت کا اہتمام کیا جائے،تلفظ یا لہجے میں بھی اگر کوئی غلطی ہو تو طالب علم کو ٹوک کر اس کی اصلاح کرائی جائے،(۵) تمام تمرینات پہلے زبانی یاد کرائی جائیں پھر تحریری،الطریقہ جدیدہ کی تمام تمرینات کا مقصد یہ ہے کہ عربی الفاظ صحیح تلفظ کے ساتھ طالب علم کی زبان پر

چڑھیں اور رفتہ رفتہ اس کے عربی بولنے میں روانی پیدا ہو جائے ،بعض اوقات اساتذہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان تمرینات میں سوال ہی کے الفاظ کو طالب علم سے دہرانے کی مشق کرائی گئی ہے جس سے طالب علم کے ذہن پر کوئی خاص زور نہیں پڑتا،اس لیے وہ تمرینات کو بیکار سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں ،لیکن یہ طرز عمل درست نہیں ،ان تمرینات سے طالب علم کو عربی جملے بولنے کی رفتہ رفتہ عادت پڑ جاتی ہے۔لہٰذا وہ بہت ضروری ہے۔(۶) چونکہ طریقۃ جدیدہ اور الطریقۃ العصریۃ کا اصل مقصد طالب علم کو عربی بولنے کا عادی بنانا ہے۔اس لیے ان کتابوں کے درس میں حتی الامکان عربی بولنے کا التزام ضروری ہے۔اگر طالب علم شروع میں پورے جملے نہ سمجھ پائے تب بھی کچھ حرج نہیں ،اس کی وجہ سے عربی میں گفتگو ترک نہ کی جائے ان شاء اللہ رفتہ رفتہ وہ عربی الفاظ کے عادی بنتے جائیں گے اور یہ رکاوٹ دور ہو جانی شروع ہوگی۔لیکن اگر نہ سمجھنے کے ڈر سے شروع ہی میں عربی بولنا ترک کر دیا گیا تو اس درس کا مقصد ہو فوت ہو جائے گا اور عربی بولنے کی مشق صحیح نہیں ہو سکے گی۔

درجہ ثانیہ

ہدایۃ النحو: ہدایۃ النحو ،درس نظامی کے طلبہ کے لیے انتہائی ناگریز ،بے حد اور نہایت اہم کتاب ہے اسے نحو کی ریڑھ کی ہڈی سمجھنا چاہیے ،علم نحو سے جو کچھ مناسبت پیدا ہوتی ہے ،وہ اسی کتاب میں ہوگی ،لہٰذا اس کو پڑھاتے وقت مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے:(۱) اس کتاب کا اصل مقصد یہ ہے کہ نحو کے بنیادی قواعد اور اس کے علم کا مرکزی ڈھانچہ آسان اور عام فہم انداز میں طالب علم کے ذہن نشین ہو جائے اور ساتھ ہی اس میں عربی زبان میں نحو کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو۔(۲) اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ استاذ صرف کتاب کے بیان کردہ مسائل کی تفہیم پر اکتفاء کرے اور اس کتاب کی شروح مثلاً درایۃ النحو ،وغیرہ میں جو غیر متعلق مباحث مذکور ہیں ان کو اصل کتاب سے رجوع کریں ان کو نہ خود نہ چھیڑیں نہ طلبہ کو چھیڑنے کی اجازت دے ،یہ نحو کی بنیاد رکھنے کا وقت ہے اور طالب علم کی پوری توجہ کتاب کے مسائل کو سمجھنے اور ان کے اجراء پر مرکوز ہونی ضروری ہے اور اگر اس کا ذہن خارجی مباحث میں الجھا دیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کتاب کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے ،اور کتاب کے مسائل اور ان کے اجراء پر طالب علم کی گرفت کمزور ہو جاتی ہے اور پھر یہ کمی آگے کہیں پوری نہیں ہوتی ۔(۳) کتاب کے مسائل کو سمجھانے ،یاد کرانے اور ان کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لیے ان تمام ہدایات کو یہاں بھی مدنظر رکھا جائے جو نحو میر اور علم الصرف کی تدریس کے بیان کی گئی ہیں چنانچہ ہر اصطلاح اور ہر قاعدے کی تشریح میں اس بات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ صرف کتاب کی دی ہوئی مثال پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ ہر اصطلاح اور ہر قاعدے کی بہت سی مثالیں اپنی طرف سے سوچ کر طلبہ کو بتائی جائیں پھر ان سے نئی مثالیں بنوائی جائیں اور کوشش کی جائے کہ مثالیں زیادہ سے زیادہ قرآن کریم سے ماخوذ ہوں۔ مثلاً کتاب میں ما اضمر عامله على شريطة التفسير کی صرف ایک مثال دی گئی ہے۔استاذ کو چاہیے کہ وہ قرآن کریم سے اس کی آسان مثالیں تلاش کر کے طالب علم کے سامنے بیان کرے اور اس میں متعلقہ قواعد کا اجراء کرائے۔مثلاً والسماء بنيناها ، والارض فرشنٰها، انا كل شيء خلقناه بقدر ،والقمر قدرناه منازل ،والجان خلقناه من قبل ۔(۴) اس کتاب میں بھی زبانی اور تحریری تمرینات کا اسی طرح اہتمام کیا جائے جیسے نحو میر اور علم الصرف کے سلسلے میں بیان کیا گیا ہے۔(۵) ان مشقوں کے

لیے النحو الواضح کے مختلف حصوں کو استاذ بالالتزام مطالعہ میں رکھے اور جو سبق پڑھائے اس کو کتاب میں پڑھ کر اس کی تمرینات اور اس میں دی ہوئی مثالوں سے استفادہ کرے۔

ترجمہ عم پارہ: ترجمہ کے اس حصے کو اس درجہ میں رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ (۱) روزمرہ پڑھی جانے والی سورتوں کا بنیادی مفہوم طالب علم کے ذہن نشین ہو جائے۔ (۲) قرآن کریم کی لغات کا ایک مقصد یہ ہے کہ یہ ذخیرہ طالب علم کو یاد ہو جائے کیونکہ اس عمر میں یاد کرنا آسان ہوتا ہے۔ (۳) قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کا سلیقہ پیدا ہو۔ (۴) نحو، صرف کے قواعد کا اجراء ہو۔ لہٰذا اس حصے کی تدریس میں طویل تفسیری مباحث بیان کرنے کی بجائے لغات کی مختصر تحقیق راجح ترین تفسیر مع شان نزول اور جملوں کی نحوی ترکیب پر اکتفاء کیا جائے۔

استاذ کو چاہیے کہ بیان القرآن کو مستقل مطالعہ میں رکھ کر اس کو اپنا ماخذ بنائے اور تحقیق لغات اور ترکیب کے لیے روح المعانی کو ماخذ قرار دے چونکہ ان درجات میں نحوی اور صرفی قواعد کے اجراء کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، اس لیے تدریس کے دوران اس پہلو کو بطور خاص ملحوظ رکھے اور جس آیت میں کسی نحوی قاعدے کا اجراء ممکن ہو وہ خود طالب علم سے سوالات کے ذریعے نکلوائے۔

مختصر القدوری: جس طرح، ہدایۃ النحو علم نحو کی بنیاد ہے اسی طرح مختصر القدوری فقہ حنفی کی بنیاد ہے۔ یہ ایک سلیس، آسان، مختصر مگر جامع کتاب ہے۔ جس کی تدریس بڑے اہتمام سے ہونی ضروری ہے اور اس میں مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھنا چاہیے: (۱) عبارت ہر طالب علم سے باری باری پڑھوائی جائے اور طلبہ کو پابند کیا جائے کہ وہ مطالعہ کر کے آئیں، عبارت کی کسی ادنیٰ غلطی، یہاں تک کہ تلفظ سے بھی چشم پوشی نہ کی جائے اور عبارت کی درستی کو درس کا اہم حصہ قرار دے کر اس پر وقت صرف ہونے کی پرواہ نہ کی جائے۔ (۲) کتاب میں جو مسئلہ بیان ہوا ہے صرف اسی کو سمجھانے اور ذہن نشین کرانے پر زور دیا جائے، خارجی مباحث نہ چھیڑے جائیں البتہ اسی مسئلہ کو سمجھانے کے لیے کچھ تفصیل کی ضرورت ہو یا مفتیٰ بہ قول بیان کرنا درست ہو تو الگ بات ہے۔ (۳) مسئلے کے دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں البتہ جہاں مسئلے کا سمجھنا دلیل پر موقوف ہو یا دو مسئلوں میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہو صرف وہاں دلائل ذکر کیے جائیں۔ (۴) استاذ قدوری کی شروح میں سے ''جوہر'' اور ''لباب'' کو بطور خاص مطالعہ میں رکھے اور ضرورت کے وقت ہدایہ، اور اس کی شروح سے بھی مدد لے۔ لیکن طالب علم کو اتنی بات بتائے جو اس کی ذہنی سطح کے مطابق ہو۔ (۵) شروح کے علاوہ استاذ کو چاہیے کہ وہ بہشتی زیور اور امداد الفتاویٰ بھی اپنے مطالعہ میں رکھے اور ہر سبق میں دیکھ لیا کرے کہ کتاب کا کوئی مسئلہ مفتیٰ بہ قول کے خلاف تو نہیں ہے، اگر خلاف ہو تو مفتیٰ بہ قول بھی بیان کرے، (۶) تمام فقہی اصطلاحات اور ان کا مفہوم و مصداق طالب علم کو زبانی یاد کرایا جائے۔ اسی طرح ہر باب سے متعلق بنیادی مسائل اور کثیر الوقوع جزئیات بھی زبانی یاد ہونی چاہئیں۔ البتہ تفصیلات اور تعریفات وغیرہ میں اس بات پر اکتفاء کیا جا سکتا ہے کہ طالب علم کتاب میں دیکھ کر اس کا مطلب بتا سکے۔ (۷) نماز کے سنن، آداب نہ صرف زبانی یاد کرائے جائیں، بلکہ ان کی عملی مشق کرائی جائے اور طلبہ کو ان کی عملی غلطیوں اور کوتاہیوں پر متنبہ کیا جائے اور خارج درس بھی ان کے طرز عمل کی نگرانی کی جائے، (۸) طالب علم کے ذہن میں

شروع ہی سے یہ بات پیدا کی جائے کہ وہ جو کچھ پڑھ رہا ہے وہ محض ایک نظریاتی علم یا فن نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد اس کے عمل کی اصلاح ہے۔

زاد الطالبین، القراۃ الراشدہ، معلم الانشاء: ان کتابوں کا مقصد عربیت کا ذوق اور ادبی جملوں کی فہم پیدا کرنا، نیز ان میں نحو صرف کے قواعد کا اجراء اور بالآخر خود صحیح عربی جملے بولنے اور لکھنے کی مشق کرنا ہے۔ لہٰذا ان کتابوں کا صرف ترجمہ کرانے پر اکتفاء نہ کیا جائے۔ (۱) ترکیب اور نحوی قواعد کے اجراء پر زور دیا جائے۔ (۲) نئے الفاظ کے لغوی معنی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا محل استعمال بتایا جائے اور ان الفاظ کے محل استعمال کو بیان کرنے کے لیے از خود مثالیں دی جائیں اور پھر طلبہ سے ان الفاظ کو جملوں میں استعمال کرایا جائے۔ (۳) تمام تمرینات زبانی اور تحریری دونوں طریقے سے اہتمام کے ساتھ طلبہ سے کرائی جائیں اور تحریری کام کر کے نہ لانے والے طالب علم کو تنبیہ کی جائے اور سب اہم بات یہ ہے کہ عربیت کا ذوق پیدا کرنے میں کتاب سے زیادہ استاذ کو دخل ہوتا ہے، اگر استاذ میں خود ذوق نہیں تو کتاب خواہ کتنی اچھی ہو، طالب علم کے اندر یہ ذوق پیدا ہونا مشکل ہوتا ہے لہٰذا استاذ کو چاہیے کہ وہ خود اپنے ذوقِ عربیت کو ترقی دینے کی فکر کرے۔ ادبی کتابیں اپنے مطالعے میں رکھے اور خود اپنی تحریری و تقریری مشق کو خارج اوقات میں بڑھاتا رہے۔

علم الصیغہ: علم الصیغہ ہمارے میں نصاب صرف کی آخری کتاب ہے۔ اس میں اہم ترین حصہ قواعد تعلیلات کا ہے۔ یہ قواعد اس کے بعد کہیں طالب علم کے سامنے نہیں آئیں گے۔ لہٰذا ان کو خوب یاد کرا کے، ازبر کرا دینا اور ان کا اجراء استاذ کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔

اس طرح ''خاصیات'' کا بیان پہلی اور آخری مرتبہ صرف ''فصول اکبری'' ہی میں طالب علم کے سامنے آئے گا۔ ان خاصیات کو بھی نہ صرف ذہن نشین بلکہ اچھی طرح یاد کرنا لازمی ہے۔

تیسیر المنطق، مرقات: ان کتابوں کا مقصد منطق کی اصطلاحات یاد کرانا ہے اسی نقطہ نظر سے ان کو پڑھانا چاہیے۔ ہمارے دور میں طلبہ منطق کو ایک خشک اور مشکل مضمون سمجھتے ہیں اور اس سے دلچسپی پیدا نہیں کرتے۔ اس عدم دلچسپی کی بناء پر وہ پہلے ہی قدم پر منطق سے برگشتہ ہو جاتے ہیں اور آگے کی کتابوں میں بھی ان کی استعداد کمزور ہوتی چلی جاتی ہے۔

لہٰذا تیسیر المنطق اور مرقات کے استاذ کی ذمہ داری ہے کہ وہ طلبہ کی اس غلط فہمی کو دور کر کے ان کے ذہنوں میں اس علم کو دلچسپ بنا کر پیش کرے، منطق کی اصلاحات کو روزمرہ کی زندگی کی مثالوں سے سمجھا کر انہیں یہ بتائے کہ یہ کوئی مافوق الفطرت علم نہیں ہے بلکہ زندگی کے حقائق کا صحیح ادراک کرنے کے لیے اس کی کتنی ضرورت ہے اس غرض کے لیے ضروری ہے کہ استاذ صرف کتاب میں بیان کی ہوئی مثالوں پر اکتفاء نہ کرے، بلکہ اپنی طرف سے آسان مثالیں سوچ کر جائے اور طلبہ سے بھی مثالیں نکلوائے۔

درجہ ثالثہ

کافیہ: کافیہ علم نحو کی وہ اہم کتاب ہے کہ جس میں نحو کے اعلیٰ درجے کے مسائل بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں اس کتاب کا مقصد نحو کے مبادی سے کماحقہ واقفیت کے بعد اس علم کے تفصیلی مسائل کے ذریعے طالب علم

میں فن کے ساتھ مناسبت پیدا کرنا اور اس کے ساتھ شواہد کی مدد سے مسائل نحو کے استنباط کا سلیقہ سکھانا ہے۔

لیکن ہمارے دور میں ان مقاصد کے حصول میں بہت بڑی رکاوٹ اس کتاب کا وہ طریق تدریس ہے جس میں سارا زور غیر متعلق چوں وچرا پر صرف کر دیا جاتا ہے اور اس چوں وچرا کی کثرت میں کتاب کے اصل مسائل گم ہو کر رہ جاتے ہیں اور طالب علم کی توجہ ٹھیٹھ نحوی مسائل ومباحث کے بجائے اعتراض وجواب کی طرف لگ جاتی ہے۔ لہٰذا: (۱) کافیہ سے صحیح فائدہ حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ استاذ نفس کتاب کی تفہیم پر اکتفاء نہ کرے بلکہ اس تفہیم کا معیار، ہدایۃ النحو سے اتنا بلند ہونا چاہیے کہ عبارت کے فوائدِ قیود اور ایک ایک لفظ کا پورا پس منظر طالب علم کے سامنے بیان کیا جائے اور مصنف نے مختصر الفاظ میں جو مباحث سموئے ہیں وہ پوری تفصیل کے ساتھ طالب علم کے سامنے آجائیں لیکن اس کے علاوہ ان فضول عقلی موشگافیوں اور لفظی مناقشات سے مکمل پرہیز کیا جائے جن سے براہ راست نحو کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ (۲) کافیہ کی سب سے بہتر شرح رضی، شرح جامی اور عصام کو استاذ اپنے مطالعے میں رکھے لیکن طالب علم کے سامنے ان میں سے صرف وہ منتخب کر کے پیش کرے جو کتاب میں سمجھنے کے لیے ضروری ہوں یا جن کا براہ راست نحو سے تعلق ہو، تحریر سنبٹ، اور اس قسم کی دوسری شروح جو محض چوں وچرا پر مشتمل ہیں، استاذ چاہے تو اپنی ذاتی دلچسپی کے لیے مطالعے میں رکھے، لیکن اس قسم کے مباحث نہ طلبہ کے سامنے بیان کرے اور نہ طلبہ کو ایسی شروح دیکھنے کی اجازت دے، مثلاً الکلمة لفظ وضع لمنعی پر جس طرح عموماً کئی کئی دن خرچ کیے جاتے ہیں اس کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس جملے کے مطلب کے علاوہ الف لام کی قسمیں، مفرد کا مطلب اور مفرد کی مختلف وجوہ اعراب اور ان سے حاصل ہونے والے معانی پر اکتفاء کیا جائے، لیکن الف لام کی قسموں کو اتنی مثالوں سے سمجھایا جائے کہ ہر قسم کی پوری شناخت طالب علم کے ذہن نشین ہو جائے اور پھر طالب علم سے بھی ان مختلف قسموں کی مثالیں نکلوائیں جائیں۔ (۳) اس قسم کے مباحث ترک کرنے سے جو وقت بچے گا، اس کو حقیقی نحوی استعداد پیدا کرنے میں صرف کیا جائے۔ چنانچہ کتاب کے مسائل کی خارجی مثالیں اور قرآن وسنت اور کلام عرب سے ان کے شواہد پیش کیے جائیں اور طلبہ سے ایسے فقرے بنوائے جائیں کہ جن میں وہ مسائل جاری ہوں۔

اس غرض کے لیے ضروری ہے کہ کافیه اور النحو الوافی کو بالالتزام اپنے مطالعے میں رکھے، اس کتاب میں کافیہ کے معیار کے مسائل کو قرآن وسنت اور کلام عرب کے شواہد سے سمجھایا گیا ہے اسی کتاب میں تمرینات بھی موجود ہیں، ان تمرینات سے مدد لے کر استاذ اپنے طلبہ کے سامنے تمرینات خود مرتب کرے، جن کا مقصد ایک طرف یہ ہو کہ کافیہ کے مسائل کا اجراء ہو سکے اور دوسری طرف اس طرح عربیت کا ادبی ذوق بھی ساتھ ساتھ ہوتا چلا جائے اور اصل بات یہاں بھی وہی ہے کہ کافیہ سے طالب علم کو صحیح فائدہ پہنچنے کا مدار استاذ کے اپنے نحوی اور ادبی ذوق بھی پر ہے جسے ترقی دینے کی ہر استاذ کو کوشش کرنی چاہیے اور نحو اور ادب کی معیاری کتابیں اپنے عام مطالعے میں رکھنی چاہیے۔

نفحة العرب: اس کتاب کا مقصد ہلکی پھلکی ادب نثر کے ذریعہ رفتہ رفتہ عربی ادب تک طالب علم کی رسائی پیدا کرنا ہے۔ لہٰذا اس کتاب کا صرف ترجمہ کرانے پر اکتفاء نہ کیا جائے، بلکہ مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کیا جائے: (۱) نئے الفاظ کے لغوی اور مستعمل معنی اور افعال کے باب اور اسماء کے جمع ومفرد کا بیان اور ان کا محل استعمال (۲) نئے انداز کے جملوں کی نحوی ترکیب

(۳) قواعد نحو وصرف کا اجراء (۴) نئے الفاظ کو جملوں میں استعمال کرنے کی مشق (۵) ادب کی ہر کتاب سے یہ مقصد بھی ضرور حاصل کرنا چاہیے کہ عربی الفاظ اور عربی جملے طلبہ کی زبانوں پر چڑھیں اور عربی بولنے کی جھجک دور ہو۔ اس غرض کے لیے ہر درس کے آخر میں استاذ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس درس کی حکایت کے بارے میں طلبہ سے عربی میں سوالات کرے اور عربی ہی میں طالب علم ان کا جواب دیں۔

کنز الدقائق: مختصر القدوری کے بعد کنز الدقائق کی فقہ میں وہی حیثیت ہے جو نحو میں ہدایۃ النحو کے بعد کافیہ کی ہے قدوری سے فقہ کے مبادی کا تعارف حاصل ہوتا ہے لیکن کنز میں فقہی معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ دریا بکوزہ کے مصداق جمع ہے۔ لہٰذا استاذ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ یہ ذخیرہ طالب علم کے اس طرح ذہن نشین کرادے کہ کتاب سے استفادے کی صلاحیت طالب علم میں پیدا ہو جائے، ہر باب کے بنیادی مسائل اور اصطلاحات اسے اچھی طرح یاد ہو جائیں اور باقی تفصیلات وہ کتاب کی مدد سے سمجھ سکے۔

کتاب کے حل کے لیے استاذ کو ''عینی شرح کنز'' اور ''کشف الحقائق'' کو سامنے رکھنا چاہیے اور فقہی تفصیلات جاننے کے لیے زیلعی اور بوقت ضرورت البحر الرائق کی مراجعت کی جائے۔

اس کتاب میں بھی دلائل طلبہ کے سامنے بیان کرنے کی حاجت نہیں، البتہ جہاں مسئلے کی صحیح فہم دلیل پر موقوف ہو وہاں دلیل ضرور بیان کی جائے یا جہاں ایک جیسے مسئلوں کا حکم مختلف ہو، وہاں وجہ فرق ضرور واضح کی جائے۔

اصول الشاشی: یہ اصول فقہ کی پہلی کتاب ہے، لیکن بعض دقیق مباحث پر مشتمل ہے نیز اس میں قواعد و مسائل سے زیادہ تفریعات پر زور دیا گیا ہے، اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ اس کتاب کو شروع کرانے سے پہلے اصول فقہ کی بنیادی اصطلاحات پر مشتمل کوئی چھوٹا سا رسالہ پڑھا دیا جائے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو ہر سبق کے شروع میں متعلقہ اصطلاح یا قاعدے کی تشریح اہتمام سے کرائی جائے، کتاب میں جو تفریعات بیان کی گئی ہیں قاعدے پر ان کا انطباق بعض اوقات بہت دقیق ہوتا ہے اور بعض اوقات پُر تکلف بھی۔ لہٰذا شروع میں اس قاعدے کو آسان اور بے تکلف مثالوں پر منطبق کر کے سمجھایا جائے اور طالب علم سے مختلف سوالات کے ذریعہ انطباق کرایا جائے اس کے بعد کتاب کی دقیق تفریعات شروع کی جائیں۔

کتاب کی بعض تفریعات ایسی بھی ہیں کہ وہ درحقیقت قواعد پر منطبق نہیں ہوتیں اور انطباق کے لیے بہت غیر ضروری تعسف سے کام لینا پڑتا ہے، ایسے مقامات پر پُر تکلف تاویلات کرنے کے بجائے حقیقت حال طالب علم کو بتا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے ورنہ وہ نفس قاعدہ کے بارے میں ذہنی الجھن کا شکار رہے گا۔

اصول الشاشی کی تدریس کے دوران اس کی شرح فصول الحواشی کے علاوہ نور الانوار بھی مطالعے میں رکھنی چاہیے۔

تفسیر درجہ ثالثہ یا خامسہ: اس تفسیر کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم اس کی تفسیر اور ترجمہ سے طالب علم کو ایسی مناسبت پیدا ہو کہ وہ رفتہ رفتہ تفسیر سے براہ راست استفادہ کر سکے، لہٰذا ان درجات میں قرآن کریم کے ترجمہ کے علاوہ راجح قول کی بناء پر آیات کا شان نزول اور ان کی راجح تفسیر آیات کی وجوہ اعراب اور آیات سے مستنبط ہونے والے احکام و آداب کو اختصار کے

ساتھ بیان کیا جائے۔

اساتذہ کو ان درجات میں تفسیر روح المعانی، تفسیر عثمانی، تفسیر قرطبی اور معارف القرآن سے بطور خاص استفادہ کرنا چاہیے، درجہ خامسہ میں تفسیر کبیر کے منتخب مباحث بھی بیان ہوسکیں تو بہتر ہے۔

درجہ رابعہ

شرح جامی: اس کتاب کی تدریس شروع کرنے سے پہلے علامہ سیوطیؒ کے رسالے ''الاقراح فی اصول النحو'' کا خلاصہ تقریروں کی شکل میں بیان کیا جائے۔

شرح وقایہ: اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ فقہ کے سادہ مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد طالب علم فقہا کرام کے اختلافات اور دلائل سے تعارف حاصل کرے، چنانچہ کتاب میں جو مباحث بیان ہوئے ہیں ان کی اس طرح تشریح کی جائے کہ طالب علم ان دلائل ومباحث کو نہ صرف سمجھ سکے بلکہ ان مباحث میں قوت مطالعہ اس کے اندر پیدا ہو۔

اس کے لیے مناسب ہے کہ استاذ وقتاً فوقتاً طلبہ سے پڑھے ہوئے سبقوں کے بارے میں سوالات کرتا رہے، یہ سوالات نفس مسائل کے علاوہ اختلافات اور دلائل کے بارے میں بھی ہونے چاہییں۔ طلبہ کی عبارت کی تصحیح اور نحوی وصرفی قواعد کے اجراء کا سلسلہ بھی جاری رہنا چاہیے۔

نورالانوار: یہ اصول فقہ کی پہلی مفصل کتاب ہے جو طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے کتاب بذات خود نہایت آسان ہے۔ اس لیے اس کے حل میں کسی خاص جدوجہد کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن استاذ کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیے کہ اس کتاب کے ذریعہ اصول فقہ کی اصطلاحات اور اس کے مسائل ومباحث انضباط کے ساتھ طالب علم کے ذہن نشین کرانے ہیں۔ اس کتاب میں بھی تفریعات بہت ہیں لیکن ہر جگہ تفریع کو اصل پر منطبق کر کے اصل کو یاد دلایا جاتا رہے تا کہ تفریعات کی تفصیل میں محو ہو کر طالب علم اصل کو فراموش نہ کرے۔

جو اصطلاحات ملتی جلتی ہیں ان کے درمیان وجوہ فرق کو اچھی طرح بیان کر کے ذہن نشین کرایا جائے، مثلاً یہ بات کہ ''ظاہر'' اور ''اشارۃ النص'' میں فرق کیا ہے؟ ''نص'' اور ''عبارۃ النص'' اور ''قیاس'' میں کیا فرق ہے؟ ''خاص'' اور ''معرفہ'' میں نیز ''عام'' اور ''نکرہ'' میں کیا فرق ہے؟ ''عموم مجاز'' اور ''جمع بین الحقیقت والمجاز'' میں کیا فرق ہے؟ ''عام'' اور ''مطلق'' میں اور ''خاص'' اور ''مقید'' میں کیا فرق ہے؟

اس قسم کی باتوں کو ذہن نشین کرانے کے لیے صرف کتابوں کی مثالوں پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ استاذ خود اپنی طرف سے مثالیں سوچ کر جائے بلکہ قرآن وسنت کی مثالوں کے علاوہ روزمرہ کی زندگی میں ہونے والی عام گفتگو سے بھی مثالیں دی جائیں طلبہ سے وہ مثالیں نکلوائیں جائیں اور مثالیں دے کر طلبہ سے سوال کیا جائے کہ دلالت کی کون سی قسم بنی؟

مقامات حریری: یہ کتاب ایک خاص دور کی ادبی ونثر کی نمائندگی کرتی ہے۔ جس میں قافیہ بندی اور سجع کے اہتمام، استعارات، وتشبیہات کی کثرت اور محسنات بدیع کے پُر تکلف استعمال کو پسند کیا جاتا تھا۔ لیکن یہ ذوق ایک خاص دور کا تھا، نہ اس

دور سے پہلے اس کا رواج تھا، نہ اس کے بعد باقی رہا۔ البتہ اس کتاب کی تدریس کا منشاء یہ نہیں ہے کہ طلبہ اپنی تحریر وتقریر میں اس اسلوب کی پیروی کریں بلکہ اس کا منشاء ایک تو اس دور کی نثر سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے دوسرے طالب علم کے ذخیرہ الفاظ کو اتنا بڑھانا ہے کہ اس میں ہر دور کی ادبی نثر کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ مقامات حریری کا مسجع اسلوب اگرچہ اب متروک ہو چکا ہے لیکن اس کا ذخیرہ الفاظ تمام متروک نہیں ہوا۔ چنانچہ مقامات کے بیشتر الفاظ اب بھی اعلیٰ ادبی تحریروں میں مستعمل ہیں۔ انہی جیسے الفاظ سے جدید مفاہیم کی تعبیریں اور جدید اسالیب کلام وجود میں آئے ہیں، اس میں استعمال ہونے والی کہاوتیں آج بھی ادبی تحریروں کی جان ہیں۔ لہٰذا استاذ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان تمام امور سے واقف ہو کر یہ کتاب اس طرح پڑھائے کہ اس سے:...... (۱) طالب علم کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہو۔ (۲) اگر وہ لفظ قرآن کریم یا کسی مشہور حدیث میں آیا ہے تو اس کا قرآنی مفہوم معلوم ہو۔ (۳) اس کو الفاظ کا صحیح محل استعمال معلوم ہو۔ (۴) ان الفاظ کو اگر کسی جدید مفہوم کی تعبیر کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے تو اس کا علم حاصل ہو۔ (۵) کتاب کی ضرب الامثال کی حقیقت اور ان کا موقع ومحل سمجھ میں آجائے۔ (۶) ایک جیسے الفاظ کے درمیان معانی کا اگر کوئی فرق ہے تو وہ واضح ہو۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے استاذ کو مندرجہ ذیل امور کا اہتمام لازماً کرنا چاہیے: (۱) الفاظ کی لغوی تحقیق میں بہت زیادہ پھیلاؤ سے اجتناب کرے، بعض جگہ معمول یہ ہے کہ لفظ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے اس کے تمام مشتقات اور تمام ابواب کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالب علم اس اصل لفظ کے معنی ہی بھول جاتا ہے۔ لہٰذا لغوی تحقیق میں اس توسع کے بجائے ہر لفظ کے صرف وہ معنی بتائے جائیں جو اس جگہ مراد ہیں۔ اگر وہ فعل یا شبہ فعل ہے تو اس کا باب اور اسی مادے میں مجرد کے ابواب کے اختلاف سے یا صلے کے استعمال سے کوئی فرق آتا ہے تو وہ فرق بیان کیا جائے اور اسم ہے تو مفرد کی جمع اور جمع کا مفرد بیان کرنے پر اکتفاء جائے۔ (۲) لغوی تحقیق میں مذکورہ بالا توسع کے بجائے اس لفظ کا محل استعمال ذہن نشین کرانے پر زور دیا جائے۔ یعنی یہ بتایا جائے کہ یہ لفظ آج کل مستعمل ہے یا کہ نہیں۔ اگر مستعمل ہے تو کن معانی میں؟ اس کا حقیقی استعمال کس طرح ہوتا ہے اور مجازی استعمال کس طرح۔ اگر کوئی اسم ہے تو اس کی صفت مبالغہ کیا استعمال ہوتی ہے؟ اور پھر ان تمام کے استعمالات کو خود بھی مثالوں سے سمجھایا جائے اور طلبہ سے بھی اس کی مثالیں بنوائیں جائیں (۳) کتاب کی اردو شرحوں کے استعمال پر پابندی لگائی جائے۔

ہدایہ اولین وآخرین: اس کتاب کو اگر درس نظامی کا حاصل علوم دینیہ کی بنیاد کہا جائے تو بے جانہ ہوگا لہٰذا استاذ کو اسی اہمیت کے ساتھ اسے پڑھانا چاہیے، کتاب کا مقصد یہ ہے کہ طالب علم کو مسائل کے ساتھ ان کے نقلی اور عقلی دلائل اور فقہاء کے مدارک استنباط سے واقفیت ہو۔ اس کتاب کی تدریس میں مندرجہ ذیل امور کا اہتمام لازمی ہے: (۱) عبارت کتاب کی تصحیح لازمی ہے۔ (۲) مسئلے کی صورت کا واضح بیان، جو خارجی مثالوں سے مصور کر کے ہو تو بہتر ہے اور مسئلے کے حکم کی تفصیل مع اختلاف فقہاء (۳) مسئلے کے دلائل کی توضیح اور مخالف فقہاء کے دلائل کا جواب۔ (۴) مذکورہ دونوں امور پہلے کتاب سے ہٹ کر طلباء کو سمجھا دیئے جائیں، پھر کتاب سے ترجمہ کر کے اس بحث کی پوری مطابقت کرائی جائے۔ (۵) دلائل کے بیان کے وقت جس قدر ممکن ہو، اصول فقہ کے قواعد کا اجراء کرایا جائے۔ (۶) حل کتاب کے لیے ''عنایہ'' اور ''کفایہ'' کو بنیاد بنایا جائے اور دلائل کی تفصیل کے لیے فتح القدیر اور بنایہ للعینی سے مدد لی جائے۔ (۷) اس بات کا اطمینان کیا جائے طالب علم کو باب سے متعلق اہم اور بنیادی

مسائل یاد ہیں اور وقتاً فوقتاً ان کا امتحان لیا جاتا رہے۔(۸) کبھی کبھی طلبہ سے دلائل کی تقریر بھی کرائی جائے تاکہ علمی باتوں کو واضح انداز میں سمجھانے کی عادت پڑے۔(۹) اس بات کی بطور خاص نگرانی کی جائے کہ ہدایہ جیسی کتاب کے مطالعے اور اس کو سمجھنے کی صلاحیت طالب علم میں پیدا ہو رہی ہے یا نہیں۔

حسامی وقیاس نورالانوار: حسامی کی تدریس کے دوران شروح حسامی کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں استاذ مطالعے میں رکھے اور ان کی مدد سے مباحث کی تشریح کرے:(۱) توضیح تلویح۔(۲) تسہیل الوصول (۳) ارشاد الفحول۔ نیز اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ بات صرف حل کتاب پر ختم نہ ہو بلکہ طالب علم کو اصول فقہ سے مناسبت پیدا ہو اور اس کے دقیق مباحث کو نہ صرف سمجھنے بلکہ انہیں بیان کرنے کا بھی سلیقہ آئے۔

دروس البلاغۃ ومختصر المعانی: علم بلاغت پر پورے درس نظامی میں صرف یہی دو کتابیں داخل نصاب ہیں۔اس لیے استاذ کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ طالب علم اس فن کی جو کچھ معلوم حاصل کرے گا، وہ صرف اس گھنٹے میں کرے گا۔ دروس البلاغۃ، نہایت سلیس مختصر اور جامع درسی کتاب ہے جس کے ذریعے علم بلاغت کی تینوں شاخوں (معانی، بیان اور بدیع) کا اچھا تعارف طالب علم کو حاصل ہوتا ہے۔ کتاب اتنی آسان ہے کہ اس کے حل پر استاذ یا طالب علم کو زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔ لہٰذا استاذ کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام تر توجہ علم بلاغت سے نظری اور عملی مناسبت پیدا کرنے پر صرف کرے اور اس کا واحد راستہ بھی وہی ہے کہ صرف کتاب اللہ میں دی ہوئی مثالوں پر اکتفاء کرنے کی بجائے اپنی طرف سے بہت سی مثالیں سوچ کر جائے۔ طلبہ کے سامنے انہیں بیان کرے اور پھر طلبہ سے نئی نئی مثالیں بنوائے اور بلاغت کی اصطلاحات کی زبانی اور تحریری تمرین کرائے۔

اس غرض کے لیے ''البلاغۃ الواضحہ'' نامی کتاب استاذ کے لیے بہترین رہنما ثابت ہوسکتی ہے۔ اس میں معانی، بیان اور بدیع تینوں علوم کی اصطلاحات سے متعلق بے شمار ادبی مثالیں بھی موجود ہیں اور متنوع تمرینات بھی دی گئی ہیں۔ استاذ ان میں سے انتخاب کرکے تمرینات طلبہ سے کراسکتا ہے۔

واضح رہے کہ علم بلاغت میں مختصر المعانی سے طالب علم کو کوئی عملی فائدہ حاصل ہونا مشکل ہے اس لیے بلاغت کے ساتھ عملی مناسبت ''دروس البلاغۃ'' ہی میں کرانے کا اہتمام کیا جائے۔

دیوان المتنبی: یہ کتاب شعراء مولدین کے زمانے کی شاعری کا نمونہ پیش کرنے کے لیے نصاب میں رکھی گئی ہے اس کی تدریس میں ان تمام امور کا اہتمام کیا جائے جو مقامات حریری کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں:(۱) اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ طلبہ کو شعر پڑھنے کا صحیح طریقہ آئے، جو طلبہ شعر کو پڑھتے وقت اسے وزن سے خارج کر دیتے ہیں انہیں اس غلطی پر ہمیشہ ٹوک کر اصلاح کی جائے۔(۲) حکمت پر مبنی اشعار زبانی یاد کرائیں جائیں۔(۳) ترکیب کے اختلاف سے معانی میں تبدیلی کی نشان دہی کی جائے۔(۴) اشعار میں جو محسنات بدیع آتے ہیں ان کی نشان دہی کی جائے،(۵) بلاغت کے دوسرے نکات بھی واضح کیے جائیں۔(۶) کتاب کے اردو ترجموں اور شرحوں کے استعمال پر پابندی لگائی جائے۔

☆......☆......☆

آپ تدریس کیسے کریں؟

ابن الحسن عباسی

نظام تعلیم میں تدریس اور طریقۂ تعلیم کی جو اہمیت وافادیت ہے، وہ محتاج وضاحت نہیں، دینی مدارس میں تدریس کا اسلوب اور طریقۂ کار کیا ہے؟ ذیل میں اولاً اس کا ذکر کیا جاتا ہے، اس کے بعد تدریس کے لئے بنیادی اصول ومبادی کی وضاحت کی جائے گی۔

تدریس کے مروّجہ طریقے

تدریس اور کتب پڑھانے کے مختلف طریقے رائج ہیں اور ہر استاذ اپنے اپنے ذوق اور مزاج کے مطابق ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرتا ہے، چند اسلوب یہ ہیں:

(۱)......استاذ شاگرد کو کتاب کا ایک خاص حصہ مطالعہ کرنے اور سمجھنے کے لئے دیتا ہے، طالب علم اس حصے اور بحث کا مطالعہ اور اسے حل کرنے کی اپنی سی کوشش کرتا ہے اور اگلے دن آکر استاذ کو وہ سبق سناتا ہے، استاذ کا کام صرف اس کے سبق کی تصحیح یا تصدیق کرنا ہوتا ہے یعنی اگر اس سے حل سبق میں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے تو اس کی اصلاح کر دیتا ہے اور اگر وہ صحیح سمجھا ہے تو اس کی صحت کی تصدیق کر لیتا ہے۔

تعلیم کا یہ طریقہ بڑا مفید ہے، اس میں چوں کہ زیادہ بوجھ اور حل سبق کا زیادہ کام طالب علم کے ذمہ ہوتا ہے اس لئے بہت جلد کتاب سمجھنے کی صلاحیت اور فن سے مناسبت اس میں پیدا ہو جاتی ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے اکثر کتابیں اسی انداز سے پڑھی ہیں، اس میں یہ بھی ضروری نہیں کہ ساری کتاب ختم کی جائے بلکہ جب دیکھا جائے کہ طالب علم میں کتاب حل کرنے کی پوری پوری استعداد پیدا ہوگئی ہے تو فن کی دوسری کتاب اسے شروع کرادی جائے، البتہ تعلیم کا یہ طریقہ بالکل ابتدائی طلبہ کے لئے مفید نہیں، درمیانے درجے کی کتابوں میں یہ طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ان مدارس میں جہاں طلبہ کی تعداد زیادہ ہو، ظاہر ہے کہ وہاں یہ طریقہ نہیں چل سکتا، یہ صرف وہاں جاری ہو سکتا ہے جہاں طلبہ کی تعداد بہت کم ہو، آج دیہات وغیرہ کے جن مدارس میں فی درجہ تین چار طلبہ ہوتے ہیں، وہاں یہ طریقۂ تعلیم اختیار کیا جا سکتا ہے۔

(۲)......تدریس کا ایک عمومی طریقہ یہ ہے کہ استاذ کے سامنے طالب علم کتاب میں متعلقہ سبق کی پوری عبارت پڑھتا ہے، استاذ اولاً، اس عبارت میں بیان کردہ مضمون کی تشریح اور اس پر زبانی تقریر کرتا ہے، اس تشریح میں بسا اوقات وہ سبق کا تجزیہ بھی کرتا ہے مثلاً وہ کہتا ہے، آج کے سبق میں چار بحثیں ہیں: پہلی بحث، دوسری بحث، تیسری بحث، چوتھی بحث...... پھر متعلقہ عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے اپنی تشریح اور تقریر کو اس پر منطبق کر لیتا ہے۔ یہ ایک کامیاب طریقۂ تدریس ہے لیکن اس شرط کے

ساتھ کہ استاذ کی تشریحی تقریر اور زبانی تجزیہ یا بیان کردہ خلاصہ متعلقہ عبارت کے مطابق ہو اور ترجمہ کرتے ہوئے استاذ اپنی تشریحی تقریر کا عبارت کے ساتھ انطباق اس انداز سے کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہو کہ طالب علم کے سامنے عبارت اور نفس مسئلہ دونوں اچھی طرح واضح ہو کر آجائیں، اگر استاذ کی ہوائی تقریر کا کتاب کی عبارت کے ساتھ جوڑ نہ ہو تو ایسی صورت میں طلبہ کا ذہن الجھ جاتا ہے اور تدریس کے حوالے سے ایسے استاذ کا کوئی اچھا اثر اور فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔

(۳)......ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ طالب علم سارے سبق کی عبارت نہیں پڑھتا، بلکہ ایک بحث یا ایک مسئلہ کی عبارت پڑھتا ہے، استاذ اس کی تشریح کرنے کے بعد عبارت کا ترجمہ کرتا ہے، پھر وہ اگلی بحث سے متعلق عبارت پڑھتا ہے، استاذ اس کی تشریح اور ترجمہ کرتا ہے، اس طرح سبق پورا ہونے کے بعد استاذ ساری عبارت کا عربی پڑھے بغیر صرف ترجمہ دہرا دیتا ہے، اس طریقے میں طالب علم کی عبارت ہی سے سبق کا تجزیہ ہو جاتا ہے، یہ طریقہ بھی تقریباً پہلے طریقے سے ملتا جلتا ہے، سوائے اس کے کہ اس میں طالب علم ساری عبارت ایک ساتھ اور استاذ سارے سبق کی تشریح اور خلاصہ ابتدا میں ایک ساتھ بیان نہیں کرتا، بلکہ عبارت اور تشریح حصہ وار چلتی ہیں۔ یہ بھی ایک عمدہ طریقہ تدریس ہے اور خاص کر فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں کی تعلیم میں بہت مفید ہے۔

(۴)......ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ طالب علم کے عبارت پڑھنے کے بعد استاذ زبانی تشریح یا خلاصہ بیان نہیں کرتا، بلکہ وہ عبارت کا ترجمہ اور تشریح ساتھ ساتھ کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور پورا درس اسی انداز میں انتہاء تک پہنچ جاتا ہے، ادب کی کتابوں کی تدریس میں عموماً یہی طریقہ رائج ہے لیکن ادب کے علاوہ دوسرے فنون کی کتابوں میں یہ طریقہ تدریس کوئی زیادہ مقبول نہیں۔

درس کی کیفیت کے اعتبار سے بعض اساتذہ کا مزاج اور طریقہ، ابتدائے سال میں لمبی تقریر اور خوب سے خوب تر تشریح اور تفصیل کرنے کا ہوتا ہے، اِدھر جوں جوں سال گزرنے لگتا ہے، اُدھر ان کی تقریر میں بھی اختصار آنے لگتا ہے، ابتدا میں اطناب اور آخر میں ایجاز کے اس طریقہ تدریس کے پس منظر میں یہ تعلیمی فلسفہ کارفرما ہے کہ شروع میں کتاب اور فن سے مناسبت پیدا ہونے اور مصنف کا اسلوب اور مزاج سمجھنے میں کچھ وقت لگتا ہے، استاذ کے تفصیلی دروس سے رفتہ رفتہ طالب علم میں فن اور کتاب سے مناسبت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے، اس لئے آخر میں وقت کی تنگی کی وجہ سے اختصار اختیار کرنا کوئی ایسا مضر نہیں۔ لیکن اس کے برعکس بعض اساتذہ کا طریقہ تدریس شروع سے آخر تک یکساں رہتا ہے، ان کے ہاں نہ ابتدا میں لمبی چوڑی تفصیلات ہوتی ہیں اور نہ ہی آخر میں اغلاق وایجاز ہوتا ہے، بلکہ کتاب میں موجود ضروری اور اہم مباحث کی بقدر ضرورت تشریح وتفصیل سال کی ابتدا اور آخر میں یکساں جاری رہتی ہے اور یہی دوسرا طریقہ زیادہ مفید اور مقبول سمجھا جاتا ہے۔

دورۂ حدیث کی کتابوں کی تدریس میں عموماً ذکر کردہ پہلا طریقہ رائج ہے کہ ابتدا میں تفصیلی مباحث اور طویل تقریریں ہوتی ہیں اور آخر میں یہ تشریح یا بالکل ختم ہو جاتی ہے، صرف عبارت کا ''سرد'' ہوتا ہے اور یا بہت مختصر ہو جاتی ہے، صحاح ستہ میں مکرر احادیث کی وجہ سے آخر سال میں تشریح کو مختصر کر دینا یا صرف احادیث کی تلاوت پر اکتفا کر دینا کوئی نقصان دہ نہیں، البتہ دورۂ حدیث کے اسباق میں اگر فنی مباحث کو اساتذہ حدیث کے درمیان تقسیم کر دیا جائے تو زیادہ مفید رہے گا، چنانچہ بعض مدارس میں تقسیم مباحث کے فارمولے پر عمل کیا جاتا ہے، مثلاً کتاب الایمان اور کتاب البیوع کی تفصیلی فقہی اور حدیثی بحثوں کو صحیح مسلم شریف کے حصہ تدریس میں رکھ دیا جائے اور صرف مسلم شریف پڑھانے والا استاذ ان پر تفصیلی کلام کرے، کتاب الطہارۃ، صلاۃ،

زکاۃ کو ترمذی شریف کے درس کے لئے مختص کیا جائے اور ترمذی کا استاذ ہی ان پر تفصیلی بحث کرے، اس طرح تمام اہم مباحث کی اس تقسیم کا یہ فائدہ ہوگا کہ طلبہ اس تکرار اور یکساں مباحث کے اعادے سے بچ سکیں گے جو دورۂ حدیث کے اسباق میں عموماً ہوتا ہے، صحاح ستہ کی ابتدا میں چوں کہ اکثر کتاب الایمان، طھارۃ، صلاۃ، زکاۃ وغیرہ ہیں، اس لئے ہر استاذ ان پر تفصیلی محدثانہ کلام کرتا ہے، جس کی وجہ سے ابتدا میں تو یکساں مباحث کا تکرار ہو جاتا ہے اور ان کتب کے آخری حصوں میں ابواب میں سال آخر ہونے کی وجہ سے صرف سردِ عبارت پر قناعت کرنی پڑتی ہے۔ اساتذہ حدیث کے درمیان تقسیم مباحث سے اس تکرار کا ازالہ کر کے احادیث پر تشریحی کلام میں یکسانیت قائم کی جاسکتی ہے۔

تدریس کے چار بنیادی اصول

یہ تو ان طریقوں اور اسالیب کا ذکر تھا جو درس نظامی کی کتابوں کی تدریس میں عام طور سے رائج ہیں، اب ذیل میں ان چار بنیادی اصول کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے بغیر اچھی تدریس اور عمدہ طریقۂ تعلیم کا تصور نہیں کیا جاسکتا، ذکر کردہ طریقہ ہائے تدریس میں جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے جب تک ان چار بنیادی اصول کے ستون فراہم نہیں ہوں گے، عمدہ تدریس کی عمارت کھڑی نہیں ہوسکے گی، وہ چار اصول یہ ہیں:

(۱)......مضمونِ درس اور نفس سبق پر قدرت

جو سبق آپ نے پڑھانا ہے، ضروری ہے کہ پہلے آپ خود اسے اچھی طرح سمجھے ہوں، اس کے لئے ضروری معلومات آپ کے پاس ہوں، اس کے متعلق جو شبہات اور سوالات ایک طالب علم کے ذہن میں آسکتے ہیں، ان کی اور ان کے حل اور جوابات کی تفصیل آپ کے ذہن میں ہو اور ظاہر ہے یہ چیز اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب آدمی نے متعلقہ سبق کے لئے بھرپور مطالعہ اور تیاری کی ہو، مطالعہ کو مختلف تدریجی مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اور ہر آدمی اپنے ذوق اور وقت کے اعتبار سے ان میں طوالت اور اختصار سے کام لے سکتا ہے لیکن اس قدر تیاری ہر استاذ کے لئے لازمی ہے کہ اولاً نفس عبارت کا حل ہو، درس نظامی کی کتابیں اکثر مغلق اور پیچیدہ ہیں، ان کی عبارتوں کو حل کرنے اور سمجھنے میں کافی محنت کی ضرورت ہوتی ہے، نفس سبق کے حل میں عبارت کا درست تلفظ، اعرابی حالت کی درستگی، مشکل الفاظ کے معانی، عبارت کا مفہوم اور مقصد کو سمجھنا داخل ہے، بسا اوقات کوئی لفظ محذوف ہوتا ہے، یا عبارت کسی شبہے کا جواب ہوتی ہے، کسی خاص بات سے احتراز کے لئے کوئی قید بڑھا دی جاتی ہے، حل عبارت میں ان تمام متعلقہ چیزوں سے واقف ہونا ضروری ہے، عموماً بین السطور اور حواشی نے حل عبارت سے متعلق ان تمام یا اکثر باتوں کی وضاحت کی ہوتی ہے، ثانیاً حل عبارت کے ساتھ مضمون درس سے بھی واقفیت اور اُس فن میں ضروری مطالعہ ہونا چاہیے۔

(۲)......تعبیر

اچھی تدریس کی دوسری بنیاد ''تعبیر اور اظہار مافی الضمیر'' پر قدرت ہے، یعنی جس سبق کا آپ نے مطالعہ کیا ہے، تیاری کی ہے، آپ خوبصورت اسلوب اور دلنشین انداز میں وہ طلبہ کے سامنے بیان کر سکیں، صحیح، واضح اور دلنشین تعبیر اور اندازِ بیان کے بغیر عمدہ تدریس کا تصور نہیں کیا جاسکتا، ایک مدرس اور استاذ وسیع مطالعہ رکھتا ہے، سبق کے مضمون اور متعلقہ بحثوں پر عبور اور گہری

نظر رکھتا ہے، لیکن اپنے مافی الضمیر کے اظہار اور طلبہ کے سامنے اپنے مطالعہ کا نچوڑ پیش کرنے کے لیے اس کے پاس لفظوں کی مناسب زبان نہیں، ایسے استاذ کے سبق اور علم سے طلبہ زیادہ استفادہ نہیں کر سکتے اور وہ ایک اچھا مدرس نہیں کہلا سکتا۔

وہ فضلاء جو نئے نئے فارغ ہو کر میدان تدریس میں آتے ہیں، ماشاء اللہ ان کے جذبات تازہ، خون گرم اور شوق جوان ہوتا ہے، زیر تدریس کتاب کے لئے اکثر وہ خوب مطالعہ کرتے ہیں، لیکن عموماً تعبیر اور اسلوب بیان کی طرف توجہ نہیں دیتے، ایسے حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر وہ تعبیر میں کمزور ہیں تو بجائے اس کے کہ ایک کتاب کے لئے پانچ چھ شروح کا مطالعہ کرنے اور غیر متعلقہ مباحث کو ذہن میں محفوظ کرنے کی مشقت برداشت کریں، وہ تدریس کے لئے اپنی تعبیر کی درستگی اور اظہار مافی الضمیر کی عمدہ صلاحیت حاصل کرنے کی طرف توجہ مبذول فرمائیں۔ "اظہار مافی الضمیر کی صلاحیت" سے مراد، وہ خطیبانہ صلاحیت نہیں ہے جو وعظ وارشاد، جلسوں اور جمعہ کے خطبوں میں کام آتی ہے، وہ ایک مختلف چیز ہے اور اس کے اصول اور تقاضے بھی الگ ہیں، بلکہ اس سے مراد وہ مدرسانہ صلاحیت ہے جس کا اظہار مسند درس پر بیٹھ کر ہوتا ہے یعنی جس سبق کی آپ نے رات کو تیاری کی ہے، اس کو عام فہم اسلوب، آسان الفاظ اور دلنشین انداز میں طلبہ کے سامنے آپ میں بیان کرنے کی ایسی صلاحیت ہو کہ درس میں وہ سبق بھی طلبہ کی سمجھ میں آجائے اور اسلوب کی شیرینی اور کلام کی مٹھاس سے بھی سامعین محفوظ ہوں، تعبیر کی حلاوت و شیرینی مشکل اور طویل سبق میں بھی انہیں اکتانے اور بور ہونے نہ دے۔

اس طرح کی عمدہ تعبیر پر قدرت پانا کوئی ایسا آسان نہیں کہ وہ مشق وریاض کے بغیر حاصل ہو جائے گی بلکہ اگر کہا جائے کہ سبق سمجھنے اور اس کے لئے متعلقہ امور کی تیاری سے یہ کام زیادہ مشکل ہے تو مبالغہ نہیں ہوگا، چنانچہ اس کے لئے ٹھیک طرح کی ریاض اور محنت کی ضرورت ہے، اس مشق اور محنت کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو سبق آپ نے اگلے دن پڑھانا ہے، آپ پہلے تنہائی میں اسے اس تصور کے ساتھ دہرائیں کہ آپ درس گاہ میں طلبہ کے سامنے بیٹھ کر پڑھا رہے ہیں، تنہائی کے اس تجرباتی عمل میں آپ ایک مفہوم کی مختلف تعبیرات میں ترجمانی کی مشق کریں، اس مشق میں آپ کے سامنے ایک مفہوم کے لئے مختلف تعبیرات آئیں گی، آپ کا ذہن متنوع اسالیب اور اظہار کی متعدد شکلیں بنائے گا جس سے رفتہ رفتہ سبق پڑھانے کی عمدہ تعبیر کی صلاحیت اور مشکل سے مشکل مسئلہ چٹکیوں میں سمجھانے کا ملکہ آپ میں ان شاء اللہ پیدا ہو جائے گا اور کچھ عرصہ کے بعد پھر تنہائی کی اس تجرباتی تدریس کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔

اس اصول کی طرف اہتمام کے ساتھ توجہ اس لئے مبذول کرائی گئی ہے کہ بعض نو واردان بساط تدریس، علمی دھاک بٹھانے یا آتش شوق بجھانے کے لئے رات رات بھر مطالعہ کرتے ہیں، نوادرات حفظ کرتے ہیں، نکات یاد کرتے ہیں، لیکن اگلے دن درس میں اس مطالعہ، ان نوادرات اور ان نکات کو طلبہ کے سامنے بیان کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی مناسب ترجمان نہیں ہوتا، ٹوٹی پھوٹی تعبیر میں اگر رات بھر کی محنت کو لفظوں کی زبان مل بھی گئی تو طلبہ پر اس کا اثر اس مہمان کے تاثر سے زیادہ مختلف نہیں ہوتا جس کی خدمت میں عسل مصفی ٹوٹے جام یا میلے پیالے میں پیش کیا گیا ہو۔

(۳)......نظم وترتیب

عمدہ تدریس کے لئے تیسرا بنیادی اصول "نظم وترتیب" ہے، یعنی آپ نے درس کے لئے جو مطالعہ کیا ہے اور سبق کے

متعلق جو کچھ آپ طلبہ کے سامنے کہنا چاہتے ہیں، ضروری ہے کہ اس میں آپ نے ذہنی خاکہ بنا کر ایک ترتیب اور نظم قائم کر لیا ہو کہ کون سی بات کہاں کہنی ہے اور کون سی بحث کس بحث سے پہلے یا بعد میں کرنی ہے، اگر آپ کو نفس درس اور اس کے اظہار دونوں پر تو عبور ہے لیکن اس میں بے ترتیبی کا نقص موجود ہے تو آپ کا سبق طلبہ کو ذہن نشین نہیں ہو سکے گا، پہلے سے ذہن میں نظم و ترتیب قائم نہ کرنے کی وجہ سے اکثر ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ درس میں مطالعہ کی ہوئی مختلف باتوں کا ذہن پر یکدم ہجوم ہونے سے آدمی تشویش کا شکار ہو جاتا ہے، جو بات آخر میں کہنے کی ہوتی ہے، وہ اول میں کہہ دی جاتی ہے اور جو اول میں کہنے کی تھی، وہ سرے سے یاد ہی نہیں رہتی، یا وہاں کہنا پڑتی ہے جہاں اس کا موقع نہیں ہوتا، بدنظمی اور بے ترتیبی کا شاخسانہ اسی طرح ہوتا ہے، اس لئے عمدہ تدریس کے لئے ذہن میں عمدہ نظم اور ترتیب بہر حال ضروری ہے۔

(۴)......طلبہ کے معیار و مستویٰ کی رعایت

تدریس میں طلبہ کے معیار اور مستوی کا خیال رکھنا بھی ایک ضروری امر ہے، ابتدائی طلبہ کے لئے سبق میں آسان اسلوب، عام فہم الفاظ اور علمی اصطلاحات کی بجائے عمومی زبان اختیار کرنی چاہیے، ایک بات کو بار بار دہرانا بھی ان کے لئے مفید ہوتا ہے، جب کہ اگلے درجوں میں علمی زبان اور فنی اصطلاحات کو بے تکلف استعمال کیا جا سکتا ہے، اگر کوئی مدرس نحو میر کے طلبہ کے سامنے شرح جامی کی تحقیقات بیان کرنا شروع کر دے یا شرح جامی کے طلبہ کی خدمت میں اسم کی تعریف بار بار دہرانے اور سمجھانے پر زور صرف کرنے لگ جائے، ظاہر ہے کہ اس کی یہ محنت نہ صرف یہ کہ بے فائدہ ہے بلکہ مضر ہے، اس کے لئے بھی اور طلبہ کے لئے بھی، اسی طرح درجہ سابعہ اور دورۂ حدیث کے منتہی طلبہ کے سامنے اگر آپ ''قال'' اور ''حدثنا'' کا ترجمہ بار بار دہرائیں گے، یقیناً یہ آپ ایک ایسے عمل کا ارتکاب کریں گے جس کا نہ کوئی فائدہ مرتب ہوگا، نہ کوئی خوشگوار اثر، یہاں ایک لطیفہ یاد آ گیا جو علامہ دینوری رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''عیون الاخبار'' میں لکھا ہے کہ مشہور عالم ابن سماک تقریر کر رہے تھے، ان کی باندی گھر بیٹھی سن رہی تھی، وہ تقریر سے فارغ ہو کر گھر آئے اور باندی سے پوچھا ''میری تقریر کیسی رہی؟'' اس نے جواب دیا ''تقریر تو بہت اچھی تھی مگر ایک بات کو بار بار دہرانا پسند نہیں آیا'' ابن سماک نے کہا ''میں بار بار اس لئے دہرا رہا تھا، تا کہ جو نہیں سمجھا وہ سمجھ جائے'' باندی نے کہا ''جب تک نہ سمجھنے والوں کو آپ سمجھاتے رہے، اس وقت تک سمجھنے والے اکتاتے رہے''۔ بہر حال طلبہ کی علمی صلاحیت، ان کے درجے کے معیار اور مستوی کو درس میں پیش نظر رکھنا عمدہ تدریس کا ایک بنیادی اصول ہے اور اس اصول کی رعایت ایک مدرس کو ضرور رکھنی چاہیے۔

آخر میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ریکارڈ میں محفوظ اکابر علما کے مرتکب کردہ ضوابط میں سے وہ ضابطہ نقل کیا جاتا ہے جو طریقۂ تدریس و تعلیم سے متعلق ہے، اس میں ہے:

> ''عام طور پر مدرسین ابتداء سال میں لمبی لمبی تقریریں کیا کرتے ہیں اور نفسِ کتاب کی عبارت حل کرنے اور اصل مسائلِ فن طلبہ کو ذہن نشین کرانے کے بجائے نہ صرف حواشی و شروح کے مفید مضامین، بلکہ لایعنی قیل و قال کی الجھنوں میں طلبہ کے ذہنوں کو ماؤف کر دیتے ہیں، اگر کوئی طالب علم کچھ بولتا ہے تو الزامی جوابات دے کر اسے خاموش کر دیتے

ہیں اور اسی کو اپنا کمال سمجھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ابتدائی مہینوں میں کتاب کے چند ورق سے زیادہ نہیں ہوتے اور آخر میں جب سال ختم ہونے لگتا ہے تو ایسی تیز رفتاری اختیار کرتے ہیں کہ کتاب کی بس تلاوت ہی باقی رہ جاتی ہے، اس لئے کہ اگر ایسا نہ کریں تو کتاب ختم نہ ہو، اگر شہرۂ آفاق صاحب فن استاد ہوتے ہیں تو وہ داد تحقیق دینے اور فن کا حق ادا کرنے کے سامنے کتاب ختم کرانے کی پرواہ ہی نہیں کرتے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کتاب کے اہم ترین مسائل ومباحث اس بے اعتدالی کی بنا پر بے پڑھے رہ جاتے ہیں جو بسا اوقات فن کی دوسری کتابوں میں یا آتے ہی نہیں یا اس تفصیل کے ساتھ نہیں آتے جیسے زیر درس کتاب میں ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسا نقص ہے کہ اگر اس کا ازالہ نہ کیا جائے تو تعلیم کا ادھورا اور طلبہ کی استعداد کا ناقص رہ جانا یقینی ہے۔ اصولاً مدرس کا اصلی مطمح نظر ہر کتاب کو پڑھاتے وقت، نہایت سادہ اور سہل انداز میں حل عبارت اور تفہیم معانی ومطالب ہونا چاہیے، اگر فن کی ابتدائی کتاب ہے تو صرف مبادی ومسائل فن کو ذہن نشین کرانے پر اکتفا کرنا چاہیے، اور اگر اوسط درجے کی کتاب ہے تو بقدر ضرورت دلائل و براہین سے مسائلِ فن کا اثبات و تفہیم پیشِ نظر ہونا چاہیے، اور اگر فن کی آخری درسی کتاب ہے تو نہ صرف دلائل و براہین کے بیان پر اکتفا کیا جائے بلکہ نہایت سلجھے ہوئے انداز میں مسئلۂ زیر درس سے متعلق ضروری مباحث وتحقیقات کو بھی ضرور بیان کرنا چاہیے۔ ہر کتاب کی خصوصیات پر متنبہ کرنا بھی از بس ضروری ہے۔ بہر صورت طول لاطائل اور خارج از کتاب مباحث سے اجتناب ضروری ہے۔ تدریجی طور پر فن اور مسائل فن سے آگاہ کرنا مفید ہوتا ہے۔ نیز ہر شریک درس طالب علم کی حالت سے واقف ہونا بھی مدرس کے لئے از بس ضروری ہے کہ وہ کس حد تک سبق کو سمجھ رہا ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً ہر طالب علم سے ایسے سوالات کرے جن سے سبق کے سمجھنے کا حال معلوم ہو سکے۔ اسی طرح بلا تعیین مختلف طلبہ سے سوالات کرے تاکہ ہر ہر طالب علم کتاب کو سمجھنے، سبق کو یاد کرنے اور مطالعہ کرنے پر مجبور ہو۔ عموماً مدرسین، جماعت کے ذہین طلبہ کو پیش نظر رکھ کر درس دیتے ہیں۔ ان ہی سے سوالات کرتے ہیں، یہ طریقہ سخت مضر ہے، اس سے کمزور طلبہ احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور استفادہ سے محروم رہ جاتے ہیں، بلکہ وہ خود کو بالکل ہی مرفوع القلم سمجھ لیتے ہیں اور پھر سننے اور سمجھنے کی جانب توجہ ہی نہیں کرتے اور کورے کے کورے رہ جاتے ہیں، اس لئے مدرس کا فرض ہے کہ وہ اپنے معیار علم کے مطابق درس نہ دے بلکہ طلبہ کے ذہنوں کی سطح پر اتر کر درس دے اور ''اقتدبأضعفهم'' کے اصول پر عمل کرے تاکہ تعلیم کا فرض ادا کر سکے۔

روحانی اور معنوی تاثیر

تدریس میں معنوی اور روحانی تاثیر کے لئے یہاں دو چھوٹے چھوٹے اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) سے ایک مرتبہ کسی نے نصاب تعلیم میں تبدیلی کے متعلق سوال کیا، انہوں نے جواب میں فرمایا:

''جہاں تک نصاب کا تعلق ہے وہ تو بالکل قابل اطمینان ہے، یہ وہی نصاب ہے جس سے بڑے بڑے اکابر علماء تیار ہوئے، البتہ طریقہ تعلیم تھوڑا سا بدل گیا......وہ یہ کہ قدیم زمانے کے حضراتِ اساتذہ ایجاز و اختصار کے ساتھ نفس مطلب عبارت پر منطبق کر کے دلوں میں ایسا ڈال دیتے تھے کہ کتاب ذہن نشین ہو جاتی تھی، اب لوگ اس کو حیلہ بنا کے اپنی معلومات پیش کرتے ہیں، جو کچھ رات کو دیکھا، صبح کو بیان کر دیا، وہ نقل اور سر درِ روایت ہوتا ہے اور وہ جو قلبی کیفیت ہے، وہ شامل نہیں ہوتی''

عالم عرب کے مشہور مفکر علامہ یوسف قرضاوی اس موضوع پر اپنے ایک حالیہ مضمون میں لکھتے ہیں:

''کئی مدارس و جامعات میں آپ بہتر نصاب تو ضرور پائیں گے لیکن اچھا استاذ آپ کو نہیں ملے گا، اگر کوئی علمی نقطۂ نظر سے بہتر بھی ہو، تاہم ایمانی قوت کے لحاظ سے وہ مردہ دل ہوگا، یہاں قطر میں ہمارا اپنا مشاہدہ ہے کہ ہم نے اسلامی علوم میں موضوع کے لحاظ سے بڑی عمدہ کتابیں لکھیں لیکن ان کتابوں کو ایسا استاذ میسر نہیں آیا جو انہیں تر و تازگی کے ساتھ زندہ جاوید طلبہ تک منتقل کر سکے، بلکہ مردہ دل اساتذہ نے زندہ موضوعات کو مردہ بنا دیا اور جمود سے اس کی حرارت پر افسردگی طاری کر دی'' (قیمۃ الأمۃ الاسلامیۃ، ص: 47)

اس لیے یہ بات ملحوظ رہے کہ تدریس کے ذکر کردہ یہ طریقے، یہ اصول اور یہ مبادی ایک طرف، ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن ان طریقوں سے آپ صرف خشک بحث، نرا مضمون اور صرف فنی موضوع طلبہ تک منتقل کر سکتے ہیں جو ایک مدرس کا بہرحال فرض منصبی ہے لیکن علم کی اصل روح، علم کی نورانیت اور علم کی وجد آفرین تاثیر منتقل کرنے کے لئے صرف ان اصولوں کی رعایت کافی نہیں، بلکہ اس کے لئے دل کے اس درد، جگر کے اس سوز اور ایمان کی اس کیفیت سے متصف ہونا ضروری ہے جو ایمانی زندگی اختیار کرنے کے بعد اللہ جل شانہ کی توفیق سے انسان کو حاصل ہوتی ہے، عمل صالح کی خوش بو سے معطر ایمان والی زندگی، جس میں دعا و ابتہال ہو، رجوع الی اللہ ہو، ندامت کے اشکوں سے روح و قلب کی کثافتوں کی تطہیر کا اہتمام ہو، جس کے اپنانے کے بعد دل کی مردگی و افسردگی، نشاط و تازگی میں بدلے گی، اور دل کی سردانگیٹھی میں حرارت آئے گی......ایمان کی حرارت، اخلاص کی حرارت، شوق و جذبے کی حرارت، جگر کے سوز و گداز اور روح کی سیمابی کی حرارت، پھر جو بات زبان سے نکلے گی، وہ جا کے دل پر لگے گی اور طلبہ کی زندگیوں میں خوش گوار دینی انقلاب کا ذریعہ بنے گی، اللہ جل شانہ ہمیں اس طرح کی ایمانی زندگی نصیب فرمائیں، ہمارا مرنا اور جینا، پڑھنا اور پڑھانا صرف اسی کی رضا کے لئے ہو، صرف اسی کے لئے ہو۔ (آمین) وصلى الله على النبي الأمي وعلى آله وصحبه أجمعين۔

بہترین استاد کی خوبیاں اور ذمہ داریاں

مولانا انوار الحق صاحب
نائب صدر وفاق المدارس العربیہ

[وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی عاملہ وشوریٰ کے فیصلہ کے مطابق جامعہ عثمانیہ نوتھیہ پشاور میں تدریب المعلمین کے سلسلہ میں ۱۲ فروری ۲۰۰۸ء سے ۱۵ فروری ۲۰۰۸ء تک صوبہ خیبر پختونخوا کے مدارس کی سطح پر وفاق سے ملحقہ اداروں کے اساتذہ کا اجتماع ہوا۔ جس میں بنین کے جامعات اور درجہ عالیہ کے اداروں کے دو دو نمائندے کثیر تعداد میں شریک تھے۔ ۱۳ فروری کی مجلس سے جو خطاب مقالہ کی صورت مولانا حضرت محمد انوار الحق صاحب نے فرمایا، افادۂ عام کے لیے اس کی تلخیص شائع کی جارہی ہے۔ مرتب]

ایک کامیاب مدرس اور معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر خیر خواہی کا جذبہ پیدا کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت تمیم داریؓ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ " الدین النصیحة للّٰہ ولکتابہ ورسولہ ولأمة المسلمین وعامتھم " (مشکوۃ) یعنی " دین اسلام خیر خواہی ہے، ہم نے دریافت کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کن کے لئے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے اور ائمہ مسلمین کے لئے اور عام مسلمانوں کے لیے"۔

للّٰہ : کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے احکام کو مانا جائے اور اس کو وحدہ لاشریک تسلیم کیا جائے اس کے ساتھ ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

لکتابہ : کا مطلب یہ ہے کہ اس کی بھیجی ہوئی کتاب پر عمل کیا جائے، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام مانا جائے، اس کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنایا جائے، اپنے خاندانی، معاشرتی، ملکی اور علاقائی مسائل اور تنازعات اللہ تعالیٰ کی اس نازل کردہ کتاب کے مطابق حل کئے جائیں، یعنی اپنا پورا نظام اس عظیم الشان کتاب کے زریں اصول اور قانون کے مطابق چلایا جائے۔

ولرسولہ : کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ محسن کائنات رحمة للعالمین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی، فعلی اور تقریری سنتوں کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بنا کر اس کے مطابق اپنی چوبیس گھنٹہ زندگی بسر کی جائے۔

ولائمة المسلمین : کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے مسلمان سربراہ اور حکام کی اطاعت کی جائے، اسلامی مملکت کے وضع کردہ قوانین کا احترام کیا جائے تاکہ لاقانونیت سے بچا جائے۔

اگر چہ بعض اہل علم نے ائمۃ المسلمین سے مراد مجتہدین لیا ہے۔یعنی اسلامی تعلیمات کی پیروی ائمہ مجتہدین کی روشنی اور اتباع میں کی جائے اور اسی کا نام تقلید ہے۔امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تقلید کی تعریف "اتباع الروایات دلالۃ" سے کی ہے اور یہ تعریف سب سے عمدہ اور بہترین ہے۔

اور عامتھم :کا مطلب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آئیں اور وہ کام کیے جائیں جو تمام مسلمانوں کے لئے فائدہ مند ہوں،اس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو۔

ا......لہٰذا ایک مدرس کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمان بچوں کو دینی تعلیم دینے اور ان کی صحیح تربیت کرنے اور ان کی اصلاح کرنے میں بھی خیر خواہی سے کام لے،اس لئے ہر مدرس اور استاد اپنے شاگردوں کی صحیح تربیت کرے،ان کی تعلیم اور اصلاح پر پوری توجہ دے۔ان کے اسباق کا پورا پورا خیال رکھے۔

۲......خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ ساتھ ایک استاد میں رحمت کی صفت بھی ہونی چاہیے کہ اس کے دل میں اپنے شاگردوں کے لئے رحمت اور شفقت کا جذبہ ہو،قرآن پاک کی آیت:﴿الرحمٰن . علم القرآن﴾ میں اسی کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے،اس لئے استاد کو اپنے طلباء کی بے وقعتی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ان کی تحقیر کرنا مناسب ہے اور نہ خواہ مخواہ ان پر سختی کرنا درست ہے۔معلم کا کام اپنے طلباء اور شاگردوں کو نفع پہنچانا ہے اور بے جا سختی،بے پروائی اور بے وقعتی میں نفع ختم ہو جاتا ہے،یا کم از کم ناقص رہ جاتا ہے اور تشدد سے بچہ میں بری عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر ہمیں عمل کرنا چاہیے کہ اس طرح شفیق ہونا چاہیے جیسے ایک باپ اپنے بیٹے پر اور استاذ اپنے روحانی بیٹوں کے اخلاق وسیرت کے نگہبان اور ان کی اصلاح پر مامور ہوتے ہیں۔

احیاء العلوم فصل پنجم،ص:۷۷،میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شاگرد کے سامنے بیان کرنے میں اس کی سمجھ پر کفایت کرتے ہوئے ایسی بات اس سے نہ کہے جس تک اس کی عقل کی رسائی نہ ہو۔ورنہ وہ اس سے متنفر ہو جائے گا۔انہی امور کو مغربی مفکرین نے تدریس کی کامیابی کے لئے لازمی شرط قرار دیا ہے۔

امام غزالیؒ اور مسلمان مفکرین اخلاقی علم پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں،مذہبی تعلیم فرد کو اصولوں اور احکامات سے شناسا کرتی ہے جب کہ اخلاقی تعلیم انسان کو معاشرہ کے اندر رہ کر دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا اور اپنے فرائض سکھاتی ہے۔ اسلام میں مذہبیات اور اخلاقیات دونوں کی بنیاد قرآن ہے،لیکن ان معاشروں میں جہاں مذہب انسان کی اپنی ذات تک محدود ہے اس کا مقصد صرف مرنے کے بعد جنت کا حصول ہے،اخلاقی تعلیم اگر نہ ہو تو انسان کا انسان بننا تو دور کی بات،وہ جانوروں سے بھی نیچے گر جاتا ہے،جس کی مثالیں روزانہ آپ جرائم کی دنیا میں دیکھتے ہیں۔

۳......تعلیم المتعلم میں علامہ برہان الدین زرنوجیؒ طالب علم کو استاد کے انتخاب کے وقت چند امور کا پابند بناتے ہوئے فرماتے ہیں:طالب علم کو ایسے شخص کی شاگردی کرنی چاہیے جو اچھا عالم،پرہیزگار اور سن رسیدہ ہو۔استاد کے تعین سے پہلے ماہرین سے مشورہ کرنا چاہیے،جب انتخاب ہو جائے پھر صبر و استقامت سے اس کے حلقہ تلمذ میں شامل رہے۔کلاس میں شریکِ سبق کا انتخاب بھی سوچ سمجھ سے کرے،سبق کا ساتھی ایسا ہو جو محنتی،پرہیزگار،سمجھ دار ہو،لاابالی،مہمل اور آوارہ جیسی مذموم صفات کا

حاصل نہ ہو۔

۴......خیر خواہی یہ بھی ہے کہ اپنے طلباء کے لئے دعائیں بھی کی جائیں، اس لئے کہ دعاء سے طالب علموں کے علوم میں برکت آتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد تھے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا، "اللھم علّمه الكتاب" یعنی: "اے اللہ! اس کو قرآن کا علم عطا فرما دے"۔ (صحیح بخاری)

۵......اسی طرح ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ طالب علموں کے اچھے اسباق اور اچھے اخلاق پر دل جوئی کرے، اس سے طالب علم کے شوق اور جذبہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب میں مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا تو میں نے خوب سیر ہو کر پیا، پھر بچا ہوا دودھ عمرؓ کو دے دیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ، حضور اس کی تعبیر کیا ہوئی؟ فرمایا، دودھ سے مراد علم ہے (صحیح بخاری)۔ اس روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بچا ہوا دودھ حضرت عمر کو دینا اس کی دل جوئی کی واضح دلیل ہے۔

۶......اسی طرح ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ طلباء کو اسباق میں ناغہ نہ کرنے دے اور اگر کسی مجبوری کے تحت ناغہ ہو بھی جائے تو پھر دوسرے اوقات میں اس کی تلافی کا انتظام کرے اور جتنی ان میں صلاحیت اور استعداد ہے، اس کے اعتبار سے اسباق کی مقدار مقرر کرنی چاہیے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں "حدثوا الناس بمايعرفون أتحبون ان يكذّب الله ورسوله"، یعنی: "لوگوں سے ایسی بات کرو، جو وہ سمجھیں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے"۔ ان کے فہم اور استعداد کے مطابق عبارات کی تشریح کریں اور اسلاف کا طریقہ تدریس ہمارے سامنے ہونا چاہیے، امام شافعیؒ کے شاگرد ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں کہ مجھے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں تجھے علم گھول کر پلا سکتا تو ضرور پلا دیتا۔

۷......اور جب تک ان کو گزشتہ سبق یاد نہ ہو تو محض "آگے دوڑ اور پیچھے چھوڑ" پر عمل نہ کیا جائے، بلکہ ان کو سبق یاد کرانے کی کوشش کی جائے اور جو سبق آج پڑھایا تو دوسرے دن وہ سبق ان سے سنا جائے یا گزشتہ سبق کے متعلق چند سوالات کی صورت میں جوابات طلباء سے پوچھے جائیں۔

۸...... ہفتہ میں ایک دن ضرور مقرر کیا جائے جس میں طلباء سے ہفتہ بھر کے گزشتہ اسباق کے متعلق سوالات کئے جائیں، تا کہ ان کو اسباق یاد رہیں۔

۹......اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے شاگردوں کو پیار اور محبت سے سمجھائیں لیکن اگر حسبِ موقع مثلاً اگر کسی طالب علم سے کوئی نامناسب امر سرزد ہوا تو اس کو مناسب سزا دی جائے، جس میں اس کی تربیت اور اصلاح کا زیادہ فائدہ ہو۔ غیر مناسب سزا سے نہ صرف شاگرد کی تربیت و تعلیم متاثر ہوتی ہے بلکہ اس کی شخصیت کے متاثر ہونے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ بعض اوقات آپ حضرات نے محسوس کیا ہوگا کہ بدترین سزائیں دینے کی صورت میں بعض متعلمین مستقل طور پر ناکارہ بن کر ان کی جسمانی، ذہنی، جذباتی قوتیں معطل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جدید دور کے ماہرین تعلیم ونفسیات علامہ ابن عبدالبرؒ اور امام غزالیؒ کے اصولوں پر چل کر سزا کی مخالفت کرتے ہیں۔ آج جدید دور کے اصلاحی تصورات پر عمل کرتے ہوئے اکثر ترقی یافتہ

ممالک کے تعلیمی اداروں میں سزا پر قانونی پابندی لگوادی گئی ہے، امام غزالیؒ نے بداخلاقی، بے راہ روی، کجی کی عادتوں سے منع کرنے کے لئے سزا تجویز کی ہے لیکن یہ تب جب ترغیب کے سارے راستے نتیجہ خیز ثابت نہ ہوں۔

۱۰......اگر کوئی طالب علم سبق سمجھنے کے لئے کوئی سوال کرے تو اس پر استاد کو ناراض نہیں ہونا چاہیے، بلکہ خندہ پیشانی اور وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دے تاکہ طالب علم اپنا سبق سمجھ سکے۔ تدریس میں شاگرد کے سوالات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ تعلیم کا بنیادی مقصد شاگرد کی ذہنی نشوونما کرنا ہے، اور اس کا مؤثر ذریعہ سوالات ہیں۔ طلباء میں اس کے ذریعے مزید معلومات کی خواہش پیدا ہوتی ہے، اس سے طلباء واستاد کا اشتراک پیدا ہونا، طلباء کے تعلیمی مشاکل کو حل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ سوالات اگر اساتذہ کی طرف سے ہوں یا تلامذہ کی جانب سے، ان سے غور وفکر و تجسس کا مادہ طلباء میں بڑھ جاتا ہے۔

صحیح بخاری شریف کی ایک روایت میں ہمیں یہ اصول ملتا ہے، ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا معمول یہ تھا کہ جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات فرماتے جو ان کو معلوم نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق برابر پوچھتیں اور سوال کرتی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین کو جواب دیتے یہاں تک کہ آپؓ وہ بات سمجھ جاتیں۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حساب میں گرفتار ہوا وہ عذاب میں مبتلا ہوا، تو ام المؤمنین حضرت صدیقہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا: ﴿فسوف يحاسب حساباً يسيراً﴾ کہ حساب آسان کیا جائے گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں پیشی ہے، ورنہ جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا تو وہ ہلاک ہوگیا۔

یہ روایت ہمیں صاف اور واضح تعلیم دیتی ہے کہ اگر استاد کی تقریر میں کوئی بات ایسی ہو جو طالب علم کی سمجھ میں نہ آئے یا تقریر میں کوئی شبہ ہو تو طالب علم کا یہ حق ہے کہ وہ اس نکتہ کے بارے میں استاد سے سوال کرے اور استاد خندہ پیشانی اور پیار ومحبت سے اس کا جواب دے۔ ہمیں وہی انداز جس کا مظاہرہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت کامل اور عظیم معلم کے فرمایا، جیسے ایک مرتبہ ایک صحابی نے مسجد آتے ہوئے دور سے دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے، اور جماعت کے شرکاء رکوع میں مصروف ہیں، تو جس جگہ پہنچا اسی جگہ نیت کر کے رکوع میں شامل ہوا۔ پھر آہستہ آہستہ چل کر رکوع میں شامل ہوا۔ نماز کے اختتام پر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرمایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوکنے اور ڈانٹنے کے بجائے پہلے صحابی کی حوصلہ افزائی فرمائی اور پھر فرمایا، ”زادك الله حرصا“ ”یعنی اللہ تیری نماز و جماعت کے ذوق وشوق کو مزید بڑھائے، پھر فرمایا ”لا تعد“ اس ایک ارشاد گرامی سے معلوم ہوا کہ طالب علم کی غلطی پر بھی اس کے اسی پورے عمل میں جو جائز پہلو حوصلہ افزائی اور تعریف کا ہو، اسے تلاش کر کے اس کی حوصلہ افزائی کی جائے، پھر استاد کی طرف سے جو بات بطور نصیحت واصلاح ہو، وہ اس کے دل میں جاگزیں ہو کہ آئندہ محتاط رہے گا (ہمارا معاملہ شاگرد کے ساتھ اس کے برعکس ہوتا ہے) جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں کہ تعلیم دینے والے استاد کی حیثیت بھی ایک باپ اور مربی کی طرح ہے اس پر لازم ہے کہ شاگردوں کے اخلاق حسنہ اور تربیت کی طرف خصوصی توجہ دے، یہ تب ہوگا کہ استاد خود ان اوصاف حمیدہ کا حامل ہو ورنہ پھر ”لم تقولون مالا تفعلون“ اور ”أتامرون الناس بالبر وتنسون

انفسکم" کا مصداق بن کر استاد کی نصیحت بے اثر رہے گی۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے سوال کرنے پر حضرت عائشہ کا فرمانا "کان خلقه القرآن" یعنی قرآن میں نازل کردہ اخلاق حسنہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین پر چلنے والے مجسم قرآن تھے، پھر نتیجہ آپ کے سامنے ظاہر ہے عرب کے اس وقت کے بدو، جاہل، آسمانِ رشد و ہدایت کے آفتاب و ماہتاب بن گئے۔

۱۱......ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ طالب علم کے کسی اشکال پر ناراض نہیں ہونا چاہیے، ہاں اگر کوئی فضول سوال ہو تو اس پر ناراض ہونا بھی جائز ہے۔

۱۲......اسی طرح ایک کامیاب مدرس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اول تا آخر تعلیم میں یکسانیت پیدا کرے اور کتاب کو اس طرح پڑھائے کہ کتاب میں کوئی اہم بحث رہ نہ جائے۔ یہ بہت ہی غلط طریقہ ہے کہ ابتداء میں ماہ، دو ماہ بڑی بڑی تقریریں ہوں اور بعد میں صرف عبارت پر اکتفاء ہو، کتاب کے پڑھانے کے لئے عمدہ اور دل نشین طریقہ اختیار کریں اور کتاب کے حل کرنے میں قطعاً تسامح سے کام نہ لیا جائے اور حل کتاب میں فن کی مہمات کی طرف طلباء کی توجہ دلائیں۔

۱۳......اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ طلباء میں علمی ذوق پیدا کریں، ان کو مطالعہ تکرار کی طرف توجہ دلائیں اور ان پر مطالعہ کی اہمیت اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو انہماک کے ساتھ مطالعہ کرنے کی تلقین کریں، محمد بن سماحہؒ، امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کے خاص شاگرد ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ کے مطالعہ میں انہماک کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی آپ کو سلام کرتا تو انہماک کی وجہ سے جواب میں اس کو دعا کرنے لگتے۔ امام محمدؒ کے نواسے فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ کی وفات کے بعد میں نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ نانا جی جب گھر میں رہتے تو کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کوٹھڑی میں قیام فرماتے تھے اور ارد گرد کتابوں کا انبار لگا رہتا تھا، میں نے مطالعہ کو وقت ان کو بولتے ہوئے نہیں دیکھا، رات کا اکثر حصہ مطالعہ میں گزارتے تھے، کسی نے ان کی کم خوابی کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے "كيف أنام قد نامت عيون المسلمين توكلاً علينا يقولون إذا وقع لنا امر رفعنا إليه فيكشفه لنا فاذا نمت ففيه تضييع الدين".

امام محمدؒ کا یہ مقولہ ہر استاد کو یاد رکھنا چاہیے اس لئے کہ طلباء ہمارے پاس امانت ہیں، لوگوں نے انہیں ہمارے مدارس میں داخل کیا ہے اس لئے ہمیں ان کی بہت اچھی تربیت کرنی چاہیے۔

ان کے لئے ان کی استعداد کے مطابق کتابوں کا انتخاب کیا جائے اور پھر وقتاً فوقتاً ان سے ان کتابوں کے حوالے سے پوچھا جائے، ذوقِ مطالعہ کے لئے اپنے اکابرین کے سوانح کے انتخاب سے طلباء میں علمی ذوق بڑھے گا۔

۱۴......طلباء میں استعداد پیدا کرنے کے لئے ان چند باتوں کا التزام کیا جائے تو طالب علم کو سبق یاد ہو یا نہ ہو، استعداد ضرور پیدا ہوگی:

(۱)......طالب علم سے آئندہ پڑھنے والے سبق کا مطالعہ کرایا جائے۔ (۲)......اس کے سامنے یہ بات رکھی جائے کہ وہ حاضر دماغ ہو کر استاد کے درس کو سنے۔ (۳)......سبق پڑھنے کے بعد اس سبق کو ایک مرتبہ زبان سے دوبارہ پڑھنے کی عادت طالب علم میں ڈالنے

کی کوشش کی جائے۔

۱۵......مدرس کی ذمہ داری ہے کہ وہ کلاس میں جانے سے پہلے سبق کی تیاری کرے۔امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بغیر تیاری کے معلم (مدرس) اپنے طلباء کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتا۔علامہ کے اصول پر آج مغربی دنیا میں ماہرین تعلیم سو فیصد عمل کرتے ہیں اور تمام تربیتی اداروں میں ان اصولوں پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید کی جاتی ہے۔

۱۶......ایک مدرس میں یہ صفت انتہائی ضروری ہے کہ وہ بے غرض انسان ہو،تعلیم دینے میں اس کے مدنظر صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی ہو،دل میں شہرت،دولت وغیرہ کی خواہش نہ ہو،اور خوب دل جمعی کے ساتھ طلباء کو تعلیم دے،طلباء کو ٹرخانے کی کوشش نہ کرے۔

۱۷......استاد میں یہ خوبی بھی ضروری ہے کہ اگر درس میں کوئی غلطی ہوجائے تو فوراً اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرے اور اپنی غلط بات سے رجوع کرے،اس طرح کرنے سے طلباء کو اپنے استاد پر اعتماد رہتا ہے۔وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے ستاد سے جو کچھ سنتا ہوں صحیح اور درست سنتا ہوں اور اگر اپنی غلط بات سے باوجود مطلع ہونے کے رجوع نہ کیا گیا تو ایک تو گناہ کا ارتکاب ہوگا اور دوسرا جب طالب علم کو استاد کی غلطی کا پتہ چل جائے گا تو اس کے دل میں استاد کے خلاف نفرت پیدا ہوگی۔تیسرا چونکہ استاد کا اپنے شاگرد پر اثر ہوتا ہے تو اس ہٹ دھرمی کا اثر اس کے شاگرد پر ہوگا اور استاد "سن سنة سيئة فعليه وزرها ووزر من عمل بها" (الحدیث) کا مصداق ہوگا۔چہارم اس طرح کرنے سے شاگردوں کے حقوق کی بھی حق تلفی ہوگی۔

لہٰذا جب کوئی استاد ان ذمہ داریوں کے ساتھ طلباء کو سبق پڑھائے گا تو اس کے شاگرد مایہ ناز طالب علم ہوں گے اور ان میں یقینی طور پر استعداد پیدا ہوگی۔

مدارس کا فیض واثر

اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی تشخص کی بقاء کی خاموش جنگ بھی دینی مدارس لڑ رہے ہیں،اس وقت پاکستانی معاشرے میں اگر اسلامی تشخص کی کچھ جھلک دکھائی دیتی ہے تو یہ دینی مدارس ہی کا فیض واثر ہے،اسلامی تشخص اور اسلامی تہذیب پر فرنگیوں کا حملہ اس وقت ایک بڑا فتنہ ہے اور اس حملے میں شکست کھا کر کئی اسلامی ممالک اپنا اسلامی تشخص کھو بیٹھے ہیں لیکن الحمدللہ برصغیر میں دینی مدارس اس حملے کا خاموش مقابلہ کررہے ہیں،یہاں پڑھنے والوں اور یہاں سے تعلیمی تعلق رکھنے والوں کی وضع قطع،رہن سہن،بودوباش اور طرز زندگی اسلامی تعلیم کے مزاج کے مطابق ہوتا ہے اور اس میں اسلامی تہذیب وتشخص نمایاں نظر آتا ہے اور اسی کے مطابق ان کی تربیت پر توجہ دی جاتی ہے۔

دینی مدارس میں قواعد فقہ کی تعلیم

مولانا اشتیاق احمد قاسمی
استاذ دارالعلوم دیوبند

"فقہی اصول وقواعد" دین فہمی کی اساس اور احکام شرعیہ کی کسوٹی ہیں، عصر حاضر کی علمی زبان میں "قواعد تفسیرِ النصوص" کی تعبیر اصولِ فقہ کے لئے مستعمل ہے۔ یہ قرآن وسنت کی تشریح وتفہیم کا مقررہ منہاج ہیں، ان کی بنیادیں گہری اور ستون مضبوط ہیں، شریعت کو باطل کی آمیزش سے پاک رکھنے کے لئے مدارکِ اجتہاد اور مقاصد شریعت پر گہری بصیرت رکھنے والے علمائے راسخین اور فقہائے عاملین نے ان کو فن کی حیثیت سے مرتب فرمایا ہے، انہیں اصول وقواعد کے مطابق احکام کی تشریح وتوضیح صحت وحقیت کی ضامن ہے۔

فقہی اصول وقواعد کی تدوین

جب اسلام عرب سے عجم میں سرعت کے ساتھ پھیل رہا تھا، اسی وقت اس کی تدوین عمل میں آئی، اس وقت کی صورت حال کچھ اس طرح تھی:

(۱)......نئی قوم اپنے ماضی کے رجحانات کے ساتھ اسلام میں داخل ہو رہی تھی، دین میں ان رجحانات کی آمیزش کا خدشہ تھا۔ (۲)......نئے نئے لوگوں کے ساتھ نئے نئے مسائل بھی اسلام سے اپنا حل طلب کر رہے تھے، گویا اسلام کو ایک چیلنج در پیش تھا کہ جو مسائل قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ بیان نہیں ہوئے ہیں، ان کا حکم دریافت کرنا، یہ بڑا اہم مطالبہ تھا۔ (۳)......بعض منافقانہ ذہن رکھنے والے لوگوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر نصوص کی غلط تشریح کا آغاز کر دیا تھا، ان کا اسلوب مناظرانہ اور مقصد اسلام کی شبیہ بگاڑنا تھا اور بس، لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے، مگر اتنا ضرور ہوا کہ چند افراد کا گروہ ان کے موافق ہو گیا۔

انہیں حالات میں فقہائے امت کی باتوفیق جماعت نے چاہا کہ اسلام کے جزوی احکام کے لئے ایسے اصول وضع کئے جائیں، جن سے اسلام کی شبیہ بگڑنے سے بچ جائے، اور فروعی مسائل کو ایسے ستون سے باندھ دیا جائے، جو ہلائے نہ ہلے، انہیں اصول وقواعد کے مطابق تشریح، اسلام کی صحیح ترجمانی کی ضامن کہلائے اور جو ترجمانی ان سے ہٹ کر ہو، وہ جادۂ استقامت سے ہٹی ہوئی کہلائے۔ فقہاء کی وہ جماعت جہاں فطری استقامت، سلامت روی، انقیاد واطاعت اور خلوص وللّٰہیت کے زیور سے آراستہ تھی، وہیں ان کے اندر نصوص فہمی، استنباطِ مسائل اور عربی زبان وادب کا ذوقِ سلیم اعلیٰ درجے کا موجود تھا، وہ قواعد وضوابط

کے محتاج نہ تھے، وہ اپنے ذوق سلیم سے استفادہ کر کے احکام شریعہ سمجھتے اور سمجھاتے تھے۔ انہوں نے قرآن وسنت کے معانی تک پہنچنے کے لئے لفظی اور معنوی قواعد وضوابط مرتب کیے۔ اس طرح اسلام غیروں کے دست برد اور باطل کی آمیزش سے محفوظ رہا، جب ''فقہی اصول وقواعد'' کی تدوین عمل میں آ گئی، تو سارے اہل علم کے لئے آسانیاں پیدا ہو گئیں، اسلام کے خلاف نئے چیلنج کا سامنا کرنا آسان ہو گیا، نئے مسائل کے حل میں جو دشواریاں پیش آ رہی تھیں، سب ختم ہو گئیں، اس فن سے جہاں ائمہ متبوعین کا منہج اور استنباطِ مسائل کا طریقۂ کار معلوم ہوتا ہے، وہیں اس فن سے اسلامی قوانین اور احکام فرعیہ کے صحیح طور پر سمجھنے کا ذوق اور ملکہ پیدا ہوتا ہے۔

اصول اور قواعد میں فرق

''اصول فقہ'' اور ''قواعد فقہ'' میں فرق ہے، ''اصول فقہ'' میں نصوص کے الفاظ ومعانی کی اقسام، الفاظ کے ظہور وخفاء، اجمال وتفصیل، اسی طرح الفاظ کے معانی پر دلالت کی جہتوں اور شکلوں سے بحث ہوتی ہے، اسی طرح نصوص سے تحقیق مناط اور تعیین علت کے بعد علت مشترکہ کی بنیاد پر احکام کی تخریج کا طریقہ بھی بتایا جاتا ہے، اور ''قواعد فقہ'' فقہائے کرام نے قرآن و سنت، عرف وعادت، مصالح ومقاصد شریعت وغیرہ کو سامنے رکھ کر ترتیب دیئے ہیں، فروعی احکام کی صحت وسقم کو ان پر جانچا اور پرکھا جاتا ہے، بعض احکام اُن قواعد سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جو بظاہر منطبق ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ کسی قاعدے پر متفرع ہوتے ہیں، مستثنیٰ احکام کو ان کے متعلقہ قواعد پر منطبق کرنا، آسان کام نہیں، اس کے لئے ایک طرف فقہی بصیرت اور ذوقِ سلیم کی ضرورت ہے تو دوسری طرف فقہ کا وسیع مطالعہ اور قواعد سے احکام کی تفریع، اسی طرح عملی زندگی میں احکام اسلامی کی تطبیق کا ملکہ بھی ضروری ہے، ان اوصاف کے بغیر قواعد سے احکام کی تفریع میں لگنا ہی جائز نہیں، اس سے بڑی بڑی خرابیاں در آنے کا شدید اندیشہ ہے، ایسے لوگ اگر اس میدان میں آئیں گے تو ''فقہ اسلامی'' کے ساتھ ''نادان دوست'' والا معاملہ ہوگا، یہ لوگ اسے ''بڑھیا کا طوطا'' بنا ڈالیں گے، یہ خطرہ اس وجہ سے بھی زیادہ ہوگا کہ فقہی قواعد، منطق، نحو، صرف اور اشتقاق کے قواعد کی طرح کلی نہیں ہوتے، بلکہ اکثری ہوتے ہیں۔ اکثر جزئیات واحکام ضرور اس پر منطبق ہو جاتے ہیں لیکن مستثنیات کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد ہوتی ہے، جیسا کہ علامہ حمویؒ نے حاشیہ الاشباہ والنظائر میں اس کی صراحت فرمائی ہے: اذهي عند الفقهاء حكم اكثري لا كلي ينطبق على اكثر جزئياته (حاشیہ الاشباہ، ص:۶۶، الفن الاول، ط: فقیہ الامت دیوبند)۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن نجیمؒ کی کتاب ''الاشباہ والنظائر'' اس بات کی شاہد عدل ہے، جن لوگوں نے بھی گہرائی سے اس کا مطالعہ کیا ہے، ان پر یہ باتیں بالکل عیاں اور واضح ہیں، مزید تشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔

مدارس میں اصول وقواعد کی تدریس کا جائزہ

ہندو پاک کے مدارس میں عموماً، چار یا پانچ کتابیں اصولِ فقہ کی پڑھائی جاتی ہیں، اصول الشاشی سے پہلے تسہیل الاصول، معین الاصول اور آسان اصول فقہ جیسی کتابیں داخل درس ہوتی ہیں، پھر نور الانوار اور حسامی پڑھائی جاتی ہے اور دار العلوم

دیو بند جیسے ادارے، جہاں فنون کی تکمیل کا رواج ہے، وہاں مسلم الثبوت آخری کتاب مانی جاتی ہے، افتاء میں ''اصولِ بزدوی'' بعض جگہ داخل نصاب ہے، ممکن ہے کہ ''اصول سرخسی'' بھی کہیں پڑھائی جاتی ہو، اس لئے کہ اب وہ چھپ چکی ہے، طلبہ فارغ ہوجاتے ہیں، دورۂ حدیث شریف تک ''فقہی قواعد'' کی ہوا تک نہیں لگتی، جن طلبہ کا انتخاب ''افتاء'' کے لئے ہوتا ہے، بس انہیں کو ''فقہی قواعد'' کی تعلیم دی جاتی ہے، اس کے لئے عموماً درج ذیل کتابیں پڑھائی جاتی ہیں: (۱)...... الاشباہ و النظائر...... (۲)......قواعد الفقہ ......(۳)......درر الحکام۔

''الاشباہ والنظائر''......اگرچہ مطالعہ کی کتاب ہے، لیکن اسے درساً درساً پڑھایا جاتا ہے، چونکہ پورا پڑھایا جانا ممکن نہیں ہے، اس لئے پہلی جلد ہی پوری ہو پاتی ہے، اس میں صرف دو نوعیں ہیں، النوع الاول کے قواعد کلیہ چھ ہیں اور النوع الثانی کے انیس، اور ان قواعد کے تحت اکتیس ضابطے (ذیلی قواعد) ہیں، اس طرح قواعد کی جملہ تعداد چھپن ہوجاتی ہے۔

''قواعد الفقہ''......(مؤلفہ: مفتی عمیم الاحسانؒ) جہاں داخل نصاب ہے اور پوری پڑھائی جاتی ہے، وہاں امام کرخیؒ کے چالیس اصول اور فقہائے اربعہ کے درمیان آپسی اختلافی تہتر اصول، اسی طرح عام قواعد فقہ چار سو چھبیس پڑھائے جاتے ہیں، سب کی تعداد کل پانچ سو انتالیس (۵۳۹) ہوجاتی ہے۔

اسی طرح بعض مدارس میں ''درر الحکام'' سے چند قواعد کا انتخاب پڑھایا جاتا ہے، یہ ہے مدارسِ اسلامیہ میں فقہی قواعد کا پڑھایا جانے والا نصاب اور اس کا سرسری جائزہ۔

لمحۂ فکریہ

آج کی اس علمی اور فکری مجلس میں یہ غور کرنا ہے کہ ہمارے مدارسِ اسلامیہ میں فقہ اور قواعد فقہ پڑھنے والے طلبہ آخر اتنے فائق کیوں نہیں ہوتے، جتنے ہمارے اکابر و اسلاف کے دور میں ہوا کرتے تھے؟ حالاں کہ ہم بھی وہی نصاب پڑھتے اور پڑھاتے ہیں جو ہمارے اکابر و بزرگان کے دور میں تھا، مزید یہ کہ آج علمی وسائل پہلے سے کہیں زیادہ مہیا ہیں، کتابت و طباعت کی مشکلیں ختم ہوگئی ہیں۔ بہت سی علمی کتابیں جن کو دیکھنے کے لئے اکابر کی آنکھیں ترس گئی تھیں، آج وہ بہت آسانی سے ہر طالب علم کو مل جاتی ہیں، جن کتابوں کے لئے بڑی بڑی رقمیں خرچ ہوتی تھیں، آج سستی سے سستی قیمت پر مل جارہی ہیں، سی ڈیز اور انٹرنیٹ سے اور بھی آسانیاں پیدا ہوگئی ہیں، ان سب کے باوجود نتائج حوصلہ افزا نہیں، آخر اس کی کیا وجوہات ہیں؟

فقہی بصیرت میں کمی کی وجوہات

مقالہ نگار کے نزدیک اس کی متعدد وجوہات ہیں، بعض ان میں اہم اور بعض بہت ہی اہم ہیں:

(۱)......سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مدارس میں فقہی کتابیں پوری نہیں پڑھائی جاتیں، اکابر کے دور میں کتابیں پوری ہوتی تھیں۔

ایک سرسری جائزہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے مدارس میں سب سے پہلے ''نور الایضاح'' پڑھائی جاتی ہے، وہ صرف

عبادات کے مسائل پر مشتمل ہے، یہ بھی بعض مدارس میں پوری نہیں ہوتی۔ ''قدوری'' دو سال میں پڑھائی جاتی ہے، اس وقت طالب علم کا شعور کامل اور بیدار نہیں ہوتا، بس کسی طرح کتاب پوری ہوجاتی ہے، بعض مدارس میں یہ دونوں کتابیں بھی پوری نہیں ہوتیں۔ ان کے بعد ''شرح وقایہ'' کا نمبر آتا ہے، اس کی چار جلدیں ہیں، بہت سے طلبہ جانتے بھی نہیں کہ اس کی چار جلدیں ہیں یا صرف دو؟ ان میں سے بھی پہلی جلد مکمل ہوتی ہے، اس میں صرف عبادات کے ابواب ہیں اور دوسری جلد کا کچھ ہی حصہ پڑھایا جاتا ہے، بقیہ دو جلدیں طباعت سے بھی محروم ہیں۔ (وفاق المدارس کے نصاب میں آخری دو جلدیں داخل ہیں) پھر ''ہدایہ'' شروع ہوجاتی ہے، اس کی پہلی اور دوسری جلدیں بمشکل تمام اکثر مدارس میں پوری ہوتی ہیں، تیسری اور چوتھی جلد تو کہیں بھی پوری نہیں ہوتی، اسی پر فقہ کی تعلیم پوری ہوجاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ مدارسِ اسلامیہ میں طلبہ عبادات کے ابواب تو اچھی طرح پڑھتے ہیں، لیکن معاملات وغیرہ کے ابواب تشنہ رہ جاتے ہیں، اس کے بعد ''افتاء'' میں داخل ہوجاتے ہیں، اس وقت جب وہ ''فقہی قواعد'' پڑھتے ہیں تو ان کو دو دشواریاں پیش آتی ہیں:

(الف)...... قواعد کے تحت جو مثالیں بے پڑھے ابواب کی ہوتی ہیں، وہ ان کو اجنبی لگتی ہیں، یا تو وہ بالکل سمجھ میں نہیں آتیں یا بمشکل ذہن نشین ہوتی ہیں۔

(ب)...... دوسری دشواری، بلکہ مجبوری یہ ہوتی ہے کہ قواعد کے تحت مثالوں کی تخریج میں وہ بے پڑھے ابواب کی مثالیں پیش نہیں کرسکتے۔

(۲)...... ''علم فقہ'' یکسوئی کا طالب ہے، لیکن آج طلبہ اور اساتذہ کی مشغولیت اور مصروفیت کی کثرت نے یکسوئی کا بیڑا غرق کردیا ہے۔ (۳)...... عربی زبان وادب کا ذوق پہلے کی طرح نہیں رہا، پہلے ہر عالم اور ہر فقیہ کو زبان وادب کا قابل لحاظ ذوق ہوتا تھا، آج وہ بات نہیں رہی۔ (۴)...... استنباطِ مسائل کا تعلق بڑی حد تک علوم عقلیہ سے مناسبت پر ہے، اس فن سے فکروتدبر کا ملکہ پیدا ہوتا ہے، حضرت اکابر کا ذہن علوم عقلیہ کو پڑھ کر روشن اور تیز ہوجاتا تھا، آج اس طرف توجہ نہ ہونے کے برابر ہے، اس لئے بھی گہرائی وگیرائی کا فقدان ہے، خصوصاً علوم ولی اللّٰہی کے دعویٰ کرنے والے حضرات اور مدارس کو اس کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ (۵)...... چند سالوں سے فقہ وافتاء کے طلبہ بھی علم سے زیادہ محض سند کے حصول کی طرف متوجہ ہورہے ہیں، بعض طلبہ سوم یا چہارم عربی کے بعد دورۂ حدیث میں داخلہ لے لیتے ہیں، بعض مختصر مدتی عالم کورس کرکے سند حاصل کرتے ہیں، پھر انہیں افتاء میں داخلہ کی خواہش ہوتی ہے، جبکہ مختصر مدتی کورس سے فقہ تو دور کی بات ہے، کسی بھی فن سے مناسبت نہیں ہوپاتی۔ (۶)...... تنخواہوں کی قلت اور مہنگائی کی کثرت کی وجہ سے اساتذہ بھی غیر علمی مشاغل میں مصروف نظر آتے ہیں، اساتذۂ کرام محض واجبی ڈیوٹی کرکے امامت، خطابت اور دکان داری میں لگ جاتے ہیں، یہ ان کی مجبوری ہے، اس لئے جیسے تیسے عبارت حل کرکے طلبہ کو پڑھادیتے ہیں، ان کو خود فن سے مناسبت نہیں ہوتی، تو طلبہ کو کیا آئے گا؟

حضراتِ اکابر کے دور میں ''قواعد فقہ'' کو باضابطہ نہیں پڑھایا جاتا تھا، افتاء میں فتویٰ نویسی کی تمرین کے ساتھ صرف

''رسم المفتی'' پڑھائی جاتی تھی، جس سے ان کو''اصول افتاء'' معلوم ہوجاتے تھے، وہ''فقہ اسلامی'' کا محیط مطالعہ رکھتے تھے اور اساتذہ کی رہنمائی اوران کے مشورے سے کسی ایک کتاب کا تفصیلی مطالعہ بھی کر لیتے تھے، علوم عقلیہ میں مہارت کی وجہ سے کسی بھی مسئلہ کے ہر چہار پہلو پر غوروفکر کرنا، ان کے لئے آسان تھا، عربی زبان وادب کا ذوق ہونے کی وجہ سے ہر کتاب ان کے لئے آسان تھی، آج محض اردو کے فتاویٰ سے فتویٰ دے کر فقیہ اور مفتی کے مبارک لقب سے ملقب ہوجاتے ہیں اور محض اردو شرح سے کتاب حل کر کے اکابر اساتذہ کی صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں۔

چند تجاویز

ان سب وجوہات کی بناء پر ضروری ہے کہ درج ذیل گزارشات پر توجہ دی جائے:

(۱)......فقہ اسلامی کے موجودہ نصاب کو نہ بدلا جائے، بلکہ طریقۂ تعلیم میں بہتری پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔
(۲)......اساتذہ کو اتنی کم تنخواہ نہ دی جائے کہ وہ دوسری حرفت وتجارت کرنے پر مجبور ہوجائیں اور یکسوئی سے خدمت نہ کرسکیں، نیز اتنی زیادہ کتابیں نہ دی جائیں کہ ان کو مطالعہ وتحقیق کا وقت نہ مل سکے۔(۳)......شروع سے ہی نحو وصرف کے ساتھ عربی زبان و ادب کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے۔(۴)......فقہی کتابوں کی تدریس بڑے اور تجربہ کار اساتذہ کے سپرد کی جائے، جو ایک طرف تو رخصتوں کو کم کر کے نصاب کی تکمیل کی طرف توجہ دیں اور دوسری طرف طلبہ میں فقہی ذوق پیدا کرنے کے لئے''فقہی قواعد'' کی وضاحت کے ساتھ ان پر مسائل کی تطبیق کریں، نیز عرف وعادت کے بدلنے اور زمان ومکان وغیرہ کی تبدیلی سے جو مسائل جزوی یا کلی طور پر بدل گئے ہیں، ان کی نشاندہی کریں، عملی زندگی میں ان مسائل پر کس طرح عمل ممکن ہے؟ اس کی بھی وضاحت کریں، یہ طریقہ طلبہ کی استعداد کو دیکھتے ہوئے شرح وقایہ یا ہدایہ میں ضرور اپنائیں، نورالایضاح اور قدوری میں بیان کو مفصل کرنے کے بجائے اختصار سے کام لیا جائے، البتہ عملی زندگی میں تطبیق مسائل کی تفہیم کو نہ چھوڑا جائے، اس طریقہ سے استعداد پختہ ہوگی اور طلبہ میں فقہ کا ذوق پیدا ہوگا اوران کے دل میں''قواعد فقہ'' کی اہمیت بیٹھے گی، پھر جب وہ''افتاء'' میں''قواعد فقہ'' کا مطالعہ کریں گے تو ان کو اجنبیت نہ ہوگی۔(۵)......''افتاء'' میں بالالتزام ایک متن کا محیط مطالعہ ضرور کرایا جائے، اس کے لئے''ملتقی الابحر'' بڑی اچھی کتاب معلوم ہوتی ہے، اس کا فائدہ بہت ہوگا، اس لئے بھی یہ ضروری ہے کہ قواعد پر جزئیات کی تطبیق کے لئے مطالعہ کا وسیع محیط اور گہرا ہونا بڑی اہمیت کا حامل ہے۔(۶)......''افتاء'' میں فتاوی نویسی کی مشق صریح جزئیہ کی روشنی میں کرائی جائے، اگر صریح جزئیہ نہ ہوتو''نظائر'' کی روشنی میں تمرین ہو، آج تک اکابر کا طریقہ یہی چلا آرہا ہے، نظیر کے تلاش کرنے میں خوب خوب اپنے کو تھکنا اور تھکانا بڑا ہی کارآمد ثابت ہوتا ہے۔(۷)......''قواعد فقہ'' دراصل مطالعہ کا فن ہے، لیکن اب اسے باضابطہ درساً میں پڑھایا جاتا ہے اور پڑھانے کا طریقہ اکثر دارالافتاء میں وہی پرانا ہے کہ استاذ صاحب نے ہر قاعدہ کی مثالوں کے ساتھ تشریح کردی اور طلبہ نے سمجھ کر یا بلا سمجھے سن لیا اور چلے گئے۔

قواعد فقہ کی تدریس کا طریقہ

ناچیز کے نزدیک یہ طریقہ زیادہ مفید نہیں، اس میں کچھ ضروری تبدیلی لانی چاہئے، تاکہ مزید بہتری پیدا ہوجائے، چوں

کہ پہلے کی طرح طلبہ مطالعہ نہیں کرتے، اس لئے ایسا طریقہ جوان کو مطالعہ کی طرف متوجہ کرے، وہی زیادہ مفید ہوگا، ناچیز نے دارالعلوم حیدرآباد میں ''الاشباہ والنظائر'' کی تدریس کا پانچ سال تجربہ کیا ہے، اس سے یہ اندازہ ہوا کہ تخریج وتمرین کا طریقہ اچھا اور بہتر ہے، مثلاً ''الاشباہ والنظائر'' کی پہلی جلد میں چھپن قواعد پڑھائے جاتے ہیں، پہلے ان سب کو یکجا کر کے زبانی یاد کرایا جائے، پھر تدریس کے ساتھ اولاً یہ تمرین کرائی جائے کہ سارے قواعد کن نصوص کی روشنی میں بنائے گئے ہیں، ان معانی کے نصوص کی تخریج، پھر ان سے قواعد کے استخراج کی تفصیل لکھوائی جائے، اس کے لئے خود علامہ ابن نجیم کی تشریح اور حموی کا حاشیہ، اولین معاون ثابت ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ ''الفوائد الجنیئة '' جو شوافع کی ''الاشباہ والنظائر'' کہلاتی ہے، اس سے بھی طلبہ تعاون لیں، اس لئے کہ اکثر قواعد اوران کے مآخذ ملتے جلتے ہیں، اس کے بعد ان معانی کی نصوص مزید تلاش کرائی جائے، اس کے لئے کتابوں کی سی ڈیز کا استعمال بھی معاون ثابت ہوتا ہے، اس طرح طلبہ کو''قواعد'' کی صحت کا اطمینان حاصل ہوجائے گا، اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ وہ غیر مقلدین کے اس اعتراض سے متاثر نہ ہوں گے، جو یہ کہتے ہیں کہ فقہی قواعد کی کوئی اصل نصوصِ شرعیہ میں موجود نہیں، یہ محض فقہاء کی بنائی ہوئی عبارتیں ہیں۔

جب سارے قواعد پر یہ کام ہوجائے، تب ''الاشباہ'' میں ذکر کردہ جزئیات کی تطبیق کی تقریر استاذ صاحب کریں اور زیادہ بہتر ہے کہ باری مقرر کر کے طلبہ سے ہی تقریر کرائی جائے، اس لئے کہ افتاء میں طلبہ بااستعداد ہوتے ہیں، البتہ مشکل مقامات کی تقریر لازماً استاذ صاحب ہی کریں، جب ایک قاعدہ پورا ہوجائے تو اس قاعدہ پر منطبق جزئیات کی تخریج فقہی کتابوں سے کرائی جائے، اگر طلبہ ایک دو مثال بھی صحیح تخریج کر کے لائیں تو ان کی حوصلہ افزائی کی جائے، تاکہ ہمت پیدا ہو اور رسوخ فی العلم کی دولت سے بہرہ ور ہوں۔

''قواعد الفقہ'' (مؤلفہ مفتی عمیم الاحسانؒ) اگر پڑھائی جاتی ہو تو اس میں بھی قواعد کے ''حفظ'' کے ساتھ تخریج کی مشق کرائی جائے۔ قواعد کے حفظ کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ جب بھی کوئی مسئلہ ان کے سامنے آئے گا، فوراً ان کا ذہن قواعد کی طرف منعطف اور متوجہ ہوگا، کبھی نیا مسئلہ اگر سامنے آئے گا تو اس کے سمجھنے میں بھی مدد ملے گی۔

(۸)......تدریس کی حد تک فقہی قواعد پر مسائل کی تطبیق مشق وتمرین مفید ہے، فتویٰ نویسی میں محض قواعد سے فتویٰ لکھنے سے احتراز کیا جانا ضروری ہے، جیسا کہ ''رسم المفتی'' وغیرہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ اس سے ایک تو فتویٰ نویسی کا رائج طریقہ ٹوٹے گا، دوسرے فتویٰ نویس مسئلہ کو کچھ سے کچھ سمجھ لے گا، جس سے زحمتیں پیدا ہوں گی، رہے ماہر اور مشاق فتویٰ نویس مفتیان کرام تو ان کے فتویٰ میں قواعد کا ذکر ہونا چنداں مضر نہیں۔ واللہ الموفق......

منصب معلمین کے تقاضے

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ

قال النبي ﷺ : "إنما بُعثت معلّمًا ، وقال : " العلماء ورثة الأنبياء، وإنما الأنبياء لم يورّثوا دينارًا ولا درهمًا ، إنما ورّثوا العلم ، فمن أخذه أخذ بحظ وافر ".

حضراتِ علمائے کرام! آپ مختلف علماء کے بیانات سے مستفید ہوتے رہے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اس استفادہ کو آپ کے لیے خیر اور فلاح کا ذریعہ بنائے۔ مجھے مکلّف کیا گیا ہے کہ میں آپ کے سامنے کچھ گزارشات پیش کروں، تو بحیثیت معلم اور مدرس میں اپنے تجربات کی روشنی میں بعض امور آپ کے سامنے پیش کروں گا، اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اچھی نیت کے ساتھ ان باتوں کو کہنے کی توفیق عطا فرمائیں اور پھر اس کا فائدہ مجھے اور آپ کو عطا ہو۔ آمین

معلم کے فرائض

جہاں تک تعلق ہے معلم کے فرائض کا اور اس کی ذمہ داریوں کا، تو اس سلسلے میں ایک بات اپنے تجربہ کی بنا پر آپ سے عرض کروں گا کہ طلبہ جو مدارس کے اندر علم حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں، ان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا اہتمام بے حد ضروری ہے اور میں نے یہ دیکھا ہے کہ آنے والے طالب علم اپنے ماضی کے اعتبار سے خواہ کیسے بھی رہے ہوں، لیکن مدرسے میں آنے کے بعد جب ان کو اچھا ماحول نصیب ہوتا ہے اور اچھی تربیت ان کے لیے فراہم کی جاتی ہے تو ان کی زندگی ہمیشہ کے لیے قابلِ رشک نہیں، انتہائی قابلِ رشک بن جاتی ہے۔ میں نے اس کا کئی مرتبہ مشاہدہ کیا ہے، اس لیے مدارس میں جہاں تعلیم کا اہتمام ہے وہاں تربیت کا اہتمام بھی ہونا چاہیے۔ تربیت کا یہ مطلب نہیں کہا آپ ڈنڈا لیے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے پھرتے رہیں، ان کو مرعوب کرنے کے لیے خوف زدہ اور دہشت زدہ نہ بنائیں، بل کہ شفقت غالب ہونی چاہیے، کہیں ضرورتِ شدیدہ کے پیشِ نظر اگر تادیب کی ضرورت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن عمومی احوال میں اور اکثر اوقات میں تربیت کے لیے شفقت کے پہلو کو غالب رکھنا چاہیے۔

اچھے معلّم کی علامت اور کامیاب معلّم

دوسری ایک بات میں یہ سمجھتا ہوں کہ اچھے معلّم اور مدرس کی پہچان یہ ہے کہ طلبہ اس کے سبق کو اتنی اہمیت دیں کہ وہ کسی قیمت پر اس کے سبق کا ناغہ کرنے کے لیے تیار نہ ہوں اور اس استاذ کے سبق کو یاد کرنے میں وہ مبالغہ کی حد تک کام لیں۔

اگر کوئی استاذ اس طرح ہے کہ طالب علم اس کے سبق میں کبھی آتا ہے، کبھی نہیں آتا، اس کے سبق کو یاد کرنے کا اہتمام

نہیں کرتا تو وہ استاذ ناکام ہے، وہ کامیاب استاذ نہیں کہلائے گا۔ کامیاب استاذ وہی کہلائے گا جس کے سبق کے ساتھ طلبہ کو شغف ہو اور وہ اس کو ناغہ کرنے لیے تیار نہ ہوں اور اس کو یاد کرنے کا پورا اہتمام کریں، یہ کب ہوگا؟...... یہ جب ہوگا جب کہ استاذ سبق کی ایسی تیاری کر کے آئے کہ وہ سبق اس کو زبانی یاد ہو، مختلف عنوانات سے وہ طلبہ کو سمجھانے پر قادر ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کتاب کے تابع ہو کر وہ بات کر رہا ہے، کتاب ہٹا دی جائے تو وہ سبق کے بیان کرنے سے قاصر ہو، نہیں نہیں! پورا سبق استاذ خود اپنے ذہن میں پورے طریقے سے محفوظ کرے اور پھر درس گاہ میں آئے اور سبق کی تقطیع کر کے اس کو سمجھائے، یہاں سے لے کر یہاں تک یہ مسئلہ بیان کیا گیا اور یہاں سے لے کر یہاں تک یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد اس جزء اول کا خلاصہ بھی نہایت آسان عنوان سے بیان کرے اور دوسرے جزء کا خلاصہ بھی نہایت آسان عنوان سے بیان کرے، پھر اس کے بعد کتاب پر منطبق کرے، اگر یہ طریقہ اختیار کیا جائے تو طالب علم کو بہت سہولت اور آسانی ہوتی ہے۔

ہم نے اپنے بعض اساتذہ کو دیکھا کہ ان کو سبق پڑھانے کے لیے کتاب کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، میں نحو میر اور ہدایۃ النحو کی بات نہیں کر رہا، بلکہ بیضاوی اور اسی طریقے سے توضیح تلویح اور اسی طریقے سے خیالی جیسی مشکل کتابیں استاذ کتابیں سامنے رکھے بغیر پڑھاتے تھے اور طالب علموں کو نماز میں وسوسے آسکتے ہیں، دعا کے وقت وسوسے آسکتے ہیں لیکن ان کے سبق میں وسوسہ بالکل نہیں آتا تھا، ایسی وہ طالب علموں پر گرفت قائم کر لیتے تھے، تو اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کا سبق خوب یاد کرتے تھے اور ان کے سبق میں حاضری کا بڑا اہتمام ہوتا تھا۔

کمزور طلبہ کی رعایت

اس کے ساتھ ساتھ استاذ کو اس بات کی بہت رعایت کرنی چاہیے کہ وہ طلبہ جو جماعت میں کمزور ہیں، ان کو پیشِ نظر رکھ کر سبق پڑھائے۔ مختلف استعداد کے لڑکے ہوتے ہیں، بعض وہ ہوتے ہیں جو خود ہی مطالعہ میں کتاب حل کر کے لاتے ہیں، بعض وہ ہوتے ہیں جو استاذ کی بات سن کر کتاب کو بہت آسانی سے سمجھ جاتے ہیں، بعض بے چارے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو ایک مرتبہ بیان سے سبق سمجھ میں نہیں آتا تو ان کے لیے عنوان بدل کر آسان طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی جائے، اس سے بے نیاز ہو کر کہ سمجھ میں آرہا ہے یا نہیں آرہا ہے (ایسے ہی) پڑھانا، یہ کام درست اور صحیح نہیں۔ طلبہ کو سبق میں سوال کی اجازت بھی ہونی چاہیے، بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے سبق میں طالب علم نے سوال کر لیا تو اس پر ناراض ہو جاتے ہیں، یہ طریقہ غلط ہے، یا الزامی جواب دے کر اس کو خاموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ بھی غلط ہے، بلکہ طالب علم کے سوال کا منشاء سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کو حل کرنے کے لیے اور طالب علم کو مطمئن کرنے لیے اطمینان بخش جواب دینا چاہیے۔

طالب علم اور استاذ میں فرق مراتب

اسی طریقے سے یہ بھی ضروری ہے کہ طالب اور استاذ کے درمیان مرتبے کا فرق برقرار رہے، بعض استاذ طلبہ سے اتنے بے تکلف اور فری ہو جاتے ہیں کہ استاذ اور شاگرد کے مرتبے کی رعایت برقرار نہیں رہتی، یہ بھی بالکل غلط ہے۔ بعض ایسے عبوساً قمطریرا بن کر رہتے ہیں کہ طالب علم کو استاذ سے دریافت کرنے کی جرأت اور ہمت نہیں ہوتی، یہ باتیں غلط ہیں۔ آپ کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ فرق مراتب بھی برقرار رہے اور طلبہ کو اپنا سوال پیش کرنے میں کسی طرح کی الجھن اور تکلف نہ ہو۔

طلبہ کی ذہن سازی

اس کے علاوہ عام طور پر ہمارے مدارس کے اندر جو طلبہ پڑھنے کے لیے آتے ہیں، ان کی ذہن سازی اس نکتۂ نظر سے بے حد ضروری ہے کہ وہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیں۔ میرے کہنے کا منشا یہ ہے کہ بہت سے لوگ تعلیم تو حاصل کر لیتے ہیں اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد پھر تجارت کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں یا صنعت کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں یا اسی طریقے سے کوئی اور ذمہ داری اختیار کر لیتے ہیں اور دس پندرہ سال میں جو علم انہوں نے حاصل کیا ہے، اس سے نہ خود مستفید ہوتے ہیں اور نہ خلقِ خدا کو مستفید کرنے کے لیے کوئی منصوبہ بناتے ہیں تو اس بنا پر یہ بات بے حد ضروری ہے۔

اشاعت دین کے لیے خود کو مختص کر دیں

میں نے بہت سے مولویوں کو دیکھا کہ انہوں نے پڑھا ہے، پڑھنے کے بعد عالم فاضل ہو گئے اور کئی میری نظر میں ایسے ہیں جن کی استعداد بہت اعلیٰ اور بہت عمدہ اور بہت بہترین تھی لیکن یہ کہ وہاں سے آنے کے بعد پیشہ اختیار کیا تو تعلیم و تدریس کا پیشہ اختیار نہیں کیا، کسی نے کہیں گاڑی چلانا شروع کر دی، کسی نے فوج کے اندر نوکری شروع کر دی، کسی نے کارخانہ لگا لیا تو اس طرح کے کام (یعنی) کارخانہ لگانے والے یا فوج کی نوکری کرنے والے کم نہیں ہیں، یہ لوگ لاکھوں کروڑوں میں سے سینکڑوں کی تعداد میں نہایت کم مقدار میں علم دین حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں، یہ اگر دین کی اشاعت کے لیے اپنے آپ کو مختص نہ کریں تو یہ نہایت افسوس کی بات ہے۔

میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ ان مولویوں نے علم حاصل کرنے کے بعد اپنی اولاد کو جو دوسرے شعبے کے ساتھ متعلق کر دیا اور علم دین کے لیے انہوں نے اپنی اولاد کا انتخاب نہیں کیا، وہ اپنے عمل سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ہم تو بدقسمت تھے جو ہم نے علمِ دین حاصل کیا، ہم اپنی اولاد کو بدقسمت نہیں بنائیں گے۔ تو کئی لوگ ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو عالم نہیں بناتے، خود عالم بنے، علم کو رواج دینے کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو مختص نہیں کیا اور اپنی اولاد کو بھی علم دین کے لیے مدارس میں داخل نہیں کیا، ایسے لوگ معاف فرمائیں ہماری نظر میں دین کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں...... اللہ تعالیٰ کے اس دین کی حفاظت کے لیے فراستِ نبوت کو نظر انداز کر کے دوسرے طریقوں کو خود اپنے لیے اختیار کرنا اور اپنی اولاد کے لیے اختیار کرنا انتہائی ناشکری کی بات ہے۔

بہر حال آپ حضرات، حضراتِ علمائے کرام کے بیانات سنتے رہتے ہیں، میری دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو علم دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے اور آپ کی تمام توانائیاں اور آپ کی تمام صلاحیتیں وہ علم دین اور علمِ شریعت کی اشاعت اور اس کو عام کرنے لیے قبول فرمائے، اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں اور آپ کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

مثالی استاذ کے اوصاف

مفتی غلام الرحمٰن
مہتمم جامعہ عثمانیہ، پشاور

ماہرین تعلیم کا کہنا ہے کہ اچھے تعلیمی ادارے کا قیام تکونی شکل پر موقوف ہے۔ جب تک یہ چیزیں کسی ادارے کو میسر نہ ہوں تو اس کو معیاری ادارہ کہنا مشکل ہے اور نہ اس کے بغیر ادارہ اپنا وجود منواسکتا ہے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں: (۱)......بامقصد نصاب تعلیم (۲)......تعلیمی ماحول (۳)......بہتر استاد کا ہونا ہے۔ پھر بھی اول الذکر دونوں چیزوں کی موجودگی میں کامیابی سے ہمکنار ہونا مشکل ہے۔ اچھا نصاب ہی کیوں نہ ہو، مصنوعی طور پر ماحول بھی بن جائے لیکن جب تک اچھا استاد میسر نہ ہو تو یہ دونوں چیزیں افادیت کھو بیٹھتی ہیں۔ ہاں اگر اچھا استاد ہو تو وہ درخت کے نیچے بیٹھ کر بھی تعلیمی ماحول بنا سکتا ہے اور مقررہ نصاب کا جوڑ معاشرے سے پیدا کر کے بچوں کو معاشرتی ضرورت کے مطابق تیار کر سکتا ہے۔ چنانچہ برطانیہ کے نظام تعلیم کے مطالعہ کے دوران ہمیں بتایا گیا کہ بعض اساتذہ ایسے ہوتے ہیں جو حکومت کے مقررہ کردہ نصاب کی کتابیں ایک طرف رکھ کر طلبہ وطالبات کو مختصر وقت میں اتنا کچھ پڑھا دیتے ہیں کہ جس کی وجہ سے بچوں کو مقررہ نصاب کی کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

اچھا استاد کون ہوتا ہے؟

ممکن ہے کسی دوسرے میدان میں اچھائی اور بہتری میں تفاوت ہو، کوئی معیشت کی نظر سے دیکھے، کسی کو وفاداری میں بہتری محسوس ہو اور کسی کو چاپلوسی میں اچھائی نظر آئے لیکن تعلیمی ماحول کے حوالہ سے بہتری کا معیار طلبہ وطالبات کے مفادات کے تحفظ کے اردگرد گھومتا ہے۔ اچھا استاد وہ ہے جس سے بچے اور بچیاں زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔ بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ کرہ ارض پر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کے کوئی اچھا استاد نہیں آیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھے معلم بنا کر بھیجا“۔ اس لیے بحیثیت مسلمان بطور آئیڈیل اچھا استاد ہمارے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تعلیمی ماہرین کے نزدیک ایک اچھے استاد میں چند خوبیوں کا نمایاں ہونا ضروری ہے۔ ان خوبیوں سے لیس ہو کر وہ معاشرے میں بہتر کردار ادا کر سکتا ہے۔

متعلقہ فن پر عبور

یہ استاد کی بنیادی خوبی ہے کہ جو کچھ پڑھائے اس کے بارے اسے گہرائی تک آگاہی ہو، سرسری معلومات سے استاد طلبہ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اس کے علاوہ بھی موضوع کے بارے میں استاد کی آگاہی ضروری ہے۔ تب

جا کے ایک موضوع پر سیر حاصل بحث کر کے موضوع کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ موضوع کے بارے میں آگاہی حاصل کرنے کے لیے کسی دوسرے کے نوٹس پر اکتفا کرنا، یا آئے دن بازاروں میں ترجمے، خلاصے اور گائیڈ حاصل کر کے طلبہ کو وہی پڑھانے سے موضوع کا حق ادا کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ ایسے مواد غیر معیاری ہوتے ہیں۔ ہاں کسی کے تجربے سے فائدہ اٹھانا کوئی بری بات نہیں۔ لیکن یہ ایک غیر سنجیدہ حرکت ہے کہ کوئی استاد کسی دوسرے استاد کی کاپی یا تقریر کا فوٹو اسٹیٹ سامنے رکھ کر بچوں کا اس کا املا کرائے۔ استاد کی شخصیت اس سے بنے گی کہ اس کے سبق کا انداز طلبہ کی استعداد اور ظرف کو دیکھ کر نرالا ہو۔ استاد کے انداز بیان سے، انفرادیت کے انتزاع سے اس کی علمی شخصیت میں اضافہ ہوگا۔ بعض اوقات استاد کوئی غیر معیاری بات کلاس میں کہہ دیتا ہے جو شاید بچوں کی دسترس میں نہ ہو، بچے اس وقت اس کا مواخذہ نہ کر سکیں لیکن اگر غلط بات بچے کاپی میں لکھ دیں تو کل جس کے پاس یہ کاپی جائے گی استاد کی کمزوری اس پر عیاں ہوگی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت یہ راز فاش نہ ہو لیکن کل یہ بچے بڑے ہو کر کسی غلط لفظ کو لاشعوری طور پر دہرائیں اور کوئی ان کا مواخذہ کرے یا خود پڑھانے کے دوران ان کو غلطی کا احساس ہو جائے تو اس وقت استاد کی کمزوری طالب یا طالبہ پر عیاں ہونے کی وجہ سے وہ عظمت باقی نہ رہے گی جو شاگرد کے ذہن میں استاد کے بارے میں ہونی چاہیے۔

آپ یوں سمجھیں کہ آپ کے تلامذہ اور شاگرد آپ کے ترجمان اور آئینہ ہیں۔ آپ کو موضوع کے بارے میں جو معلومات ہیں اور آپ طلبہ کو جو بتاتے ہیں بچے یہ معلومات ایک دوسرے کو منتقل کرتے ہیں، یہ بھی ممکن ہے آپ جب کلاس میں موضوع کے بارے میں کوئی غیر معیاری بات کہہ دیں تو آپ کی کلاس کے بچے جدید ذرائع معلومات کی وجہ سے بہت چالاک ہیں، ممکن ہے ٹی وی، انٹرنیٹ کی وجہ سے بچے کے پاس معیاری معلومات ہوں، اس وقت شاگردوں کے ذہن میں استاد کی اہمیت گر جاتی ہے۔ بلکہ آپ ایک لفظ کے غلط تلفظ یا معنی بتلانے سے اپنی حیثیت کھو بیٹھتے ہیں۔ اسی لیے کلاس میں جانے سے پہلے خوب تیاری کریں۔ اس کے لیے آپ اسکول کے وقت کے علاوہ کوئی وقت نکالیں جس میں آپ کل پڑھائے جانے والے سبق کا مطالعہ کریں۔ اسکول ٹیچرز میں یہ عادت کم ہے۔ البتہ دینی مدارس اساتذہ کے ہاں اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں بلکہ بعض اساتذہ ایسے ہوتے ہیں جو چھوٹی سی چھوٹی کتاب بغیر مطالعہ کے نہیں پڑھاتے۔ پیشگی مطالعہ کی عادت بننے سے آپ کے پاس معلومات کا ایک وسیع ذخیرہ جمع ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آپ ایک سال اگر کسی سبق کے بارے میں کسی نکتہ سے آگاہی حاصل کریں تو یہ اپنی ذاتی کتاب کے حاشیہ میں نوٹ کر کے محفوظ کر لیں۔ آئندہ سال اس پر طائرانہ نظر ڈالیں لیکن صرف اس پر اکتفا نہ کریں بلکہ مزید تلاش میں رہیں۔ رفتہ رفتہ یوں تلاش کے جذبہ سے آپ کو اس کتاب کے بارے میں یا اس کے موضوع کے بارے میں زیادہ مواد میسر ہوگا، لیکن زیادہ معلومات میسر ہونے پر آپ کا بحیثیت استاد ایک دوسرا امتحان شروع ہو جاتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ طلبہ کو معلومات کی ڈکشنری مہیا کریں۔ آپ زیادہ معلومات کی وجہ سے طلبہ پر ناقابل تحمل بوجھ نہ ڈالیں۔ آپ ان معلومات میں سے طلبہ و طالبات کے ظرف، ذہن اور استعداد و صلاحیت کو مدنظر رکھتے ہوئے انتخاب کریں۔ یوں آپ کا لیکچر اور پڑھائی موضوع کے بارے میں آپ کی معلومات کا خلاصہ ہوگا۔ یہ خلاصہ جتنا معیاری ہوگا اس سے آپ کی شخصیت ابھرے گی۔ آپ کے خلاصہ سبق میں معلومات کے انتخاب کے ساتھ ساتھ الفاظ کا چناؤ اور جملوں کا انتخاب بھی ضروری ہے تاکہ آپ سبق آسان اور سلیس الفاظ میں پیش کر سکیں۔ آپ کا سبق جتنا جاذب ہوگا اتنا شاگردوں کو اخذ کرنے میں آسانی رہے گی۔

معلومات کو منتقل کرنے کی صلاحیت

یہ استاد کی دوسری اہم خوبی ہے کہ اس کے ذہن میں جو کچھ ہے وہ بچوں کو کیسے منتقل ہو۔ بعض اساتذہ ذاتی طور پر ذہین ہوتے ہیں، ان کے پاس سبق کے بارے میں بہت سی معلومات ہوتی ہیں لیکن استاد کے سینہ سے علم شاگردوں کی طرف کیسے منتقل ہوگا، اس کے لیے استاد میں مزید صلاحیت کی ضرورت ہے۔ بعض لوگوں میں خداداد صلاحیتیں ہوتی ہیں کہ وہ ان کی زبان کھلتے ہی تلامذہ اور شاگردوں کی طرف منتقل ہونا شروع ہوجاتی ہے۔ ایسے لوگ فطری طور پر استاد ہوتے ہیں اور فطری صلاحیتوں کی وجہ سے رب کائنات کی صفتِ علم کا مظہر اور عوام وخواص کے لیے مرجع ہوتے ہیں اور بعض لوگ خود اپنے تجربے یا دوسروں کے تجربات سے استفادہ کر کے انتقال علم کی خصوصیت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔

آپ یہ نہ بھولیں کہ آپ کے انداز بیان، الفاظ کے چناؤ اور جملوں کے انتخاب پر انتقال علم موقوف ہے، بلکہ آپ کی وضع قطع کا بھی اس پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ بعض استاد یا استانی معصوم بچوں پر رعب جمانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ بچے مرعوب رہیں۔ یاد رکھیں، اس میں اگر آپ کا ذخیرہ معلومات بچوں کی طرف منتقل ہو تو وہ ادھورا ہوگا۔ کلاس میں داخل ہوتے ہی آپ کی شخصیت جاذب ہونی چاہیے، آپ کی وضع قطع، نشست و برخاست اور گفتگو میں بچوں کو مانوس بنانے کی کیفیت پائی جاتی ہو، کلاس میں داخل ہوتے ہی بچے اور بچیاں آپ کی موجودگی کو نعمت خداوندی متصور کریں، نہ کہ عذاب الٰہی کا نزول سمجھیں۔ ایسا ہی کلاس سے نکلتے وقت آپ بچوں کا دل ساتھ لے کر نکلیں کہ بچے آپ کے کلاس سے نکلنے پر ایک قسم کا بوجھ محسوس کریں اور یہ کہیں، کاش! یہ استاد یا استانی مزید کچھ وقت دے، یہ نہ سمجھیں کہ شکر ہے جان چھوٹ گئی۔

تعلیمی ماہرین کا کہنا ہے کہ آپ بچوں کو مانوس بنانے کے لیے سبق کے بارے میں کوئی اسٹوری، قصہ یا دلچسپی کا مواد پیش کریں۔ آپ بچوں سے یوں پیش آئیں جیسا کہ یہ آپ کے بچے ہیں۔ اس لیے بچوں کو مارنا، پیٹنا، ذہنی ٹارچر دینا یا بچوں کی شخصیت کو گرانا، تعلیمی اصولوں کے منافی ہے۔ اخلاق، قانون اور شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ استاد بچوں کو تعذیب دے۔ تادیب الگ چیز ہے جس کی اجازت شریعت میں پائی جاتی ہے۔ برطانیہ کے تعلیمی ماحول میں ''آؤٹ ڈور روم'' اس کی مثال ہے کہ جہاں کہیں بچے یا بچی کلاس میں تعلیمی ماحول پر اثر انداز ہوں اور دوسرے بچوں کا وقت ضائع کرنے کا ذریعہ ہوں تو اس بچے کو کلاس سے باہر نکال کر پرنسپل کے دفتر میں بھیجیں جو اس کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی اصلاح کی کوشش کرے جو ایک الگ موضوع ہے، لیکن یہ استاد کے فرائض منصبی کے مخالف ہے کہ وہ ڈنڈا لے کے بچوں کو مارے یا کسی جسمانی سزا کو ذریعہ اصلاح بنائے۔ آپ یاد رکھیں کہ مارنے پیٹنے سے بچے بنتے نہیں بلکہ بگڑتے ہیں، بچوں کو سزا دینے سے آپ اور بچوں کے درمیان خلیج بن سکتا ہے جس کے ہوتے ہوئے آپ کا ذخیرہ معلومات بچوں کو منتقل نہیں ہوگا، بلکہ بچوں کی سزا کا علم جب والدین کو ہوجائے تو اس سے یہ خلیج وسیع سے وسیع تر ہوجاتی ہے۔ پھر آپ کے رویہ سے اس خلیج کو پار کرنا آپ کے اختیار میں نہیں رہے گا۔

بچوں کے تقاضوں سے آگاہی

استاد کی اہم تیسری خوبی، اس کا بنیادی تعلق تعلیمی نفسیات سے ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے دینی مدارس میں اسکی

اہمیت سے ذمہ دار لوگ غفلت کا شکار ہیں۔ البتہ عصری اداروں میں کچھ درجہ تک اس کی رعایت رکھی جاتی ہے۔ بعض اوقات اساتذہ بچوں سے جو توقعات رکھتے ہیں وہ ان کی عمر اور طبیعت سے ہم آہنگ نہیں ہوتیں، جس کے نتیجے میں بچوں میں نافرمانی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ نفسیات انسان کی ضرورت ہے، ان کو مسدود کرنا کئی بیماریوں اور کمزوریوں کو جنم دیتا ہے۔ اس لیے بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے لیے لائحہ عمل بنائیں۔ بچوں کی نفسیات کو مسدود رکھنے کی بجائے ان کی اصلاح پر توجہ دیں۔ کہتے ہیں نفسیات پانی کی مانند ہے اگر پانی زمین سے نکلے تو اس کو متبادل راستہ دیں ورنہ وہ خود اپنے لیے راستہ بنا دیتا ہے، اس لیے جہاں کہیں بچوں کی نفسیات کی اصلاح کا پہلو نہ ہو تو وہاں بچے جھوٹ بولنا، دھوکہ دہی، استاد کی نافرمانی اور بغاوت جیسی حرکت پر آمادہ ہوتے ہیں۔ استاد کا یہ کمال ہے کہ وہ بچوں اور بچیوں کو پڑھاتے وقت فاصلے ختم کرے۔ ذہنی طور پر جتنا قرب ہوگا، اتنے ہی بچے زیادہ استفادہ کریں گے۔ چنانچہ جبرائیل امین علیہ السلام نے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کے جہاں طلب علم کے اصول بتلائے اس میں شاگرد اور استاد کے درمیان قرب کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ استاد اور شاگرد کے درمیان فاصلے مٹنے کے لیے یہ چیزیں ضروری ہیں کہ سب کے درمیان کے ہم آہنگی رہے۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ بچے اور بچیاں اس اسٹیج پر پہنچیں جس مقام پر استاد فائز ہو، وہاں یہ ممکن ہے کہ استاد نیچے اتر کر بچوں کے معیار پر آئے، گویا آپ کلاس میں جا کے بات کرو گے تو اس میں آپ کو کلاس کا ایک بچہ یا بچی بن کے پڑھانا ہوگا۔ آپ کو اندازہ ہوگا کہ ماں جب چھوٹے بچے کو باتیں سکھاتی ہے تو وہ بچے کے زبان میں ادھوری باتیں کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ بچہ سیکھ جائے، اسی طرح اگر آپ اپنے معیار سے بچوں کے معیار پر آجائیں تو اس سے بچوں کے تقاضوں کو سمجھنے میں آسانی رہے گی۔ جب بھی آپ کلاس کے بچوں کے تقاضوں کے ادراک میں کامیاب ہوں تو پھر آپ بچوں کو گیم کا وقت بھی دیں گے، ان کی قوتِ فہم کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے اس کے مطابق تقاضے کریں گے۔ استاد یا استانی کے لیے کلاس کے ایک فرد کی حیثیت اختیار کرنے سے فاصلے مٹ جائیں گے۔ یہی وجہ ہے ابن خلدون کا کہنا ہے کہ چھوٹے بچوں کو پڑھانے سے استاد میں بچوں کی عادتیں پیدا ہو جاتیں ہیں۔

وفاداری کا ثبوت

میرے خیال میں یہ تمام خوبیاں ایک استاد میں تب پیدا ہوسکتی ہیں جب استاد اپنے فن اور پیشہ سے وفادار ہو۔ عملی میدان میں زندگی کے کسی بھی شعبہ میں وفاداری کا ثبوت دیے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔ ڈاکٹر، انجینئر، زمیندار جو بھی جس فن میں نام پیدا کرنے کی خواہش رکھے اور کام کرے تو اس کے لیے اس فن سے وفاداری کا ثبوت پیش کرنا ضروری ہے۔ ایک استاد یا استانی جب تدریس کے شعبہ سے مخلص ہو تب جا کر یہ اچھا استاد ثابت ہوسکتا ہے۔ کیوں نہ ہو جب کہ تدریس صرف حصول رزق کا ذریعہ نہیں اور نہ ایک پیشہ ہے بلکہ یہ عبادت کا اہم ذریعہ ہے۔ جب نیت خالص ہو تو ایک پیشہ اختیار کرنے سے خلافت نبوی ﷺ کی عظیم سعادت سے انسان بہرہ ور ہوسکتا ہے۔ وفاداری کی صورت خود استاد ماحول بن کر سامنے آتا ہے، اسے تنخواہ سے غرض نہیں، وسائل بٹورنا کام نہیں، بلکہ فن سے والہانہ جذبہ رکھتے ہوئے ہر وقت تعلیمی میدان میں منہمک رہے۔ ایسے شخص کے لیے کام بوجھ نہیں بلکہ غذا بن جاتا جس سے اس کی طبعی خواہش کی آبیاری ہوتی ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ استاد اپنے پیشے سے وفاداری کی صورت

میں مفادات کے خول میں نہیں پھنستا اور نہ وہ اپنے شعبہ کو چھوڑ کے دوسرے میدان جانے کی کوشش کرتا ہے۔ استادی ہی اس کا اوڑھنا، بچھوڑنا رہتا ہے، یہی اس کی زندگی ہوتی اور یہی اس کا جینا اور مرنا رہتا ہے۔

ہمارے نظام تعلیم کی خامی ہے کہ سیاسی دخل اندازی کی وجہ سے اچھے اچھے اساتذہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے۔ کبھی کسی استاد کو اسکول سے اٹھا کر دفتر میں بٹھاتے اور کبھی ماہر دفتر کو اسکول بھیج کر طلبہ کی زندگیوں سے کھیلا جاتا ہے۔ گزشتہ حکومت کے دور میں جب ایجوکیشن کے حوالہ سے میں نے یہ مشورہ دیا کہ دفتر اور تعلیمی اداروں کو الگ رکھ کر اساتذہ اور منتظمین کی الگ الگ کٹگریاں رکھیں۔ اگرچہ اس وقت اساتذہ کی تنظیمیں اس کے خلاف شور مچاتی رہیں لیکن آخر کاران کو سر جھکانا پڑا۔ چنانچہ موجودہ حکومت نے اس پر عمل شروع کیا ہے۔ اس سے اچھے اساتذہ کی کارکردگی کو تحفظ ملے گا۔ نیز کسی انتظامی افسر پر کی ہوئی محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔ میرے دل میں اس شخص کی عزت بڑھ جاتی ہے جو کسی بڑے منصب پر فائز ہونے کے باوجود اپنے آپ کو استاد کہنے پر فخر محسوس کرے۔ آپ استاد رہیں اور استاد ہونے پر معاشرہ میں فخر کریں۔

درخشاں مطلع

۱۸۶۶ء میں ضلع سہارنپور کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں قائم ہونے والا دارالعلوم دیوبند اس سلسلے کا درخشاں مطلع ہے جس نے مسلمانوں میں احیائے دین کا ایک تازہ جذبہ پیدا کیا، اتباعِ سنت، اسلاف کے ساتھ محبت اور ان پر اعتماد کا بیج سینوں میں بویا اور اسلام کے تہذیبی ورثے کی حفاظت کا شعور زندہ کیا۔ دارالعلوم دیوبند اور اس کے نہج پر کام کرنے والے تعلیمی ادارے صرف علم ہی نہیں عمل کی بھی درسگاہیں تھیں، یہاں سے نکلنے والے کے ایک ہاتھ میں شمع علم اور دوسرے ہاتھ میں عمل کا پروانہ ہوتا، اس طرح ان مدارس نے مسلم معاشرے میں نہ صرف لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کے سموئے ہوئے زہر کا تریاق کیا بلکہ دلوں کو اسلام کا ایک ولولہ تازہ دیا۔ ہند سے تا خاکِ بخارا اور سمرقند، ان ہی مدارس سے دین کے زمزمے بلند ہوئے، نور کے جلوے اٹھے، اسلامی تعلیمات کے چشمے ہر سو پھوٹے اور برصغیر ہی کی نہیں، عالم اسلام کی بعض عہد ساز شخصیات یہاں پیدا ہوئیں اور اقبال کا یہ شعر پوری طرح ان اداروں پر صادق آیا:

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موجِ تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

(ابن الحسن عباسی، دینی مدارس، ص:۱۰)

طلباء کی تعلیم وتربیت اور معلمین کی ذمہ داریاں

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

[۳۰/دسمبر ۲۰۱۳ء کو جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں اساتذہ مدارس دینیہ کے لیے ایک ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا، اس موقع پر ناظم اعلیٰ وفاق المدارس نے مذکورہ عنوان کے تحت چند گذارشات پیش کیں، افادہ عام کی غرض سے پیش ہے۔مرتب]

الحمد لله كفى وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ قال النبى صلى الله عليه وسلم: إنما بُعِثتُ معلّما .(الحديث)

مسجد نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست علم وعمل سیکھنے والے افراد دو مختلف حلقوں میں تشریف فرما تھے، ایک جماعت ذکر واوراد میں مصروف تھی اور دوسری جماعت تعلیم وتعلم میں مشغول تھی اس اثناء میں رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جماعتوں کو دیکھ کر مسرت کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا: ”کلاهما على الخير“ کہ یہ دونوں جماعتیں کارِ خیر میں مصروف ہیں، یہ ارشاد فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم والوں کے حلقے میں تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: ”إنما بعثت معلما“ کہ مجھے معلم بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل اور ارشاد اسلام میں تعلیم وتعلم کی افادیت واہمیت پر قولِ فیصل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دنیا میں تشریف لائے، یہ دنیا ہر طرح کی برائیوں کی آماجگاہ تھی۔کوئی برائی نہ تھی جو عرب کے سماج میں نہ پائی جاتی ہو۔لوگوں کی جان محفوظ تھی نہ مال اور نہ عزت وآبرو، بے حیائی کا یہ حال تھا کہ اور مواقع تو کجا، کعبہ کا طواف بھی بے لباس کرتے تھے۔ظلم وجور کی کوئی حد نہ تھی تمام فیصلے ”جس کی لاٹھی اُس کی بھینس“ کے اصول کے تحت ہوا کرتے تھے۔مذہبی پہلو سے دیکھئے تو بدترین شرک تھا جس میں عرب گرفتار تھے، عرب سے لے کر چین تک پوری مشرقی دنیا علانیہ شرک میں مبتلا تھی، سلطنت روم کا مذہب گو عیسائیت تھا لیکن یہاں بھی توحید کے پردے میں شرک کی حکمرانی تھی اور ایک خدا کی بجائے تین افراد پر مشتمل خدا کے کنبے کی پوجا کی جاتی تھی۔

اِن حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور جب عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو نبوت کا تاج گہربار سر مبارک پر رکھا گیا۔بہ ظاہر یہ خیال قرینِ قیاس ہے کہ ان حالات میں جو پہلی وحی نازل ہوتی وہ اصلاحِ عقیدہ کے پہلو سے توحید

کے اثبات اور شرک کے رد میں ہوتی، یا انسانی نقطۂ نظر سے ایسی آیت ہوتی جس میں ظلم و جور سے منع کیا گیا ہو اور انسانی اخوت و مساوات کا سبق دیا گیا ہو یا سماجی اصلاح کے متعلق کوئی آیت ہوتی جس میں بے شرمی و بے حیائی سے روکا گیا ہو...... لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی جو وحی نازل ہوئی اس میں ان میں سے کسی بات کا تذکرہ نہیں بلکہ ارشاد فرمایا گیا: ﴿ اقرأ باسم ربك الذی خلق ۝ خلق الانسان من علق ۝ اقرأ و ربك الاکرم ۝ الذی علم بالقلم ۝ علم الانسان ما لم یعلم ۝ ﴾ ''اپنے رب کے نام سے پڑھ جو سب کا خالق ہے جس نے آدمی کو جمے ہوئے خون سے بنایا، پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا، آدمی کو وہ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا''۔ یعنی سب سے پہلے اسلام نے تعلیم اور پڑھنے کی طرف متوجہ فرمایا اس لئے کہ علم کی مثال روشنی کی سی ہے اگر کسی تاریک کمرے میں سانپ بھی ہوں، بچھو بھی ہوں اور دوسرے تکلیف دہ کیڑے مکوڑے بھی، آپ ان سب کو مارنے اور بھگانے کے لئے الگ الگ محنت کریں تو وقت بھی زیادہ لگے گا اور شاید کامیابی بھی نہ ہو، لیکن اگر آپ ایک چراغ جلا کر رکھ دیں تو خود بخود یہ کیڑے مکوڑے اپنا بسیرا اٹھالیں گے۔

تعلیم کا عمل استاذ، شاگرد اور کتاب کے مجموعہ سے تشکیل پاتا ہے۔ اساتذہ قوم کے اصل معمار ہیں، تعلیم گاہوں کے ارتقاء واستحکام اور نافعیت وافادیت کا پورا انحصار انہی اساتذہ پر ہے۔ استاذ کی ذمہ داری معمولی نہیں وہ اپنی آنکھیں جلاتا ہے، دماغ ودل کو سلگاتا ہے اور اپنے مطالعہ کا حاصل اُن کو سمجھاتا ہے جو سمجھنے کے لئے تیار نہیں، اُن لوگوں کو دکھاتا ہے جو دیکھنا نہیں چاہتے اور اُن لوگوں کو سناتا ہے جو سننے پر آمادہ نہیں۔ یہ ایسے فقیر کے کشکول کو بھرنا ہے جسے اپنے فقر واحتیاج کا شعور تک نہیں۔ اِس لئے اساتذہ و معلمین کی ذمہ داریاں بہت اہمیت کی حامل ہیں، علم اور طالب علم کی محبت اور افادہ و نفع رسائی کے جذبۂ صادق کے بغیر کوئی شخص کامیاب استاذ یا معلم نہیں ہوسکتا۔ استاذ کے دل کو اپنے طلبہ کی محبت سے اسی طرح لبریز ہونا چاہیے جیسے پھول خوشبو سے ہوتا ہے تب ہی اس کے علم کی خوشبو پھیلے گی اور اس کا فیضِ علم عام و تام ہوگا۔

مشہور محدث امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں آدابِ علم سے متعلق ایک باب ''کتاب العلم'' کا قائم کیا ہے اور بڑے نفیس انداز میں علم سے متعلق اساتذہ اور طلبہ کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً یہ کہ جب استاذ درس دینے میں مشغول ہو اور بیچ میں طالب علم سوال کرے تو اس استاذ کو کیا کرنا چاہیے؟ اونچی آواز خلافِ ادب سمجھی گئی ہے، لیکن استاذ اپنے شاگرد سے اونچی آواز میں بات کرسکتا ہے، مجلس علم کا ادب یہ ہے کہ طالب علم کو جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے، استاذ تعلیم اور نصیحت و موعظت میں اپنے غصے کا اظہار کرسکتا ہے، استاذ کا کردار و اخلاق مثالی ہونا چاہیے، اسی طرح امام بخاریؒ نے اس بات پر بھی متنبہ فرمایا ہے کہ محض ذہانت اور محنت کسی طالب علم کے کامیاب ہونے کے لئے کافی نہیں بلکہ استاذ کی دعا بھی نہایت ضروری چیز ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کم سن صحابی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شرف صحبت حاصل نہ تھا، اِس کے باوجود قرآن و حدیث اور فقہ واجتہاد میں بلند پایہ تسلیم کئے گئے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے تفقہ کی دعا فرمائی تھی اور ظاہر ہے کہ دل سے دعا اس وقت نکلتی ہے جب طلبہ سے استاذ خوش ہو دل گرفتہ نہ ہو۔

جو شخص جتنے بلند مقام و مرتبہ کا حامل ہو اسی نسبت سے اس کی ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں۔ استاذ باپ کا درجہ رکھتا ہے اس

کے لئے ضروری ہے کہ اپنے شاگردوں کو وہی محبت اور پیار دے جو ایک باپ اپنی اولاد کو دیتا ہے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اپنے طلبہ کی نسبت فرماتے تھے کہ اگر ان پر ایک مکھی بھی بیٹھ جاتی ہے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ (تذکرۃ السامع: ص ۴۹)

سلفِ صالحین کو اپنے شاگردوں سے ایسی محبت ہوتی تھی کہ اُن کی نجی دشواریوں کو بھی حل کرتے تھے، امام شافعیؒ بڑے اعلیٰ درجے کے فقیہ و محدث ہیں یہ حصولِ علم کے لئے مدینہ منورہ پہنچے، غریب آدمی تھے، امام مالکؒ نے اپنے اس ہونہار شاگرد کو خود اپنا مہمان بنایا اور جب تک مدینہ منورہ میں رہے ان کی کفالت کرتے رہے، پھر جب امام شافعیؒ نے مزید کسب علم کے لئے کوفہ کا سفر کرنا چاہا تو سواری کا نظم بھی کیا اور اخراجاتِ سفر کا بھی اور شہر سے باہر آ کر نہایت محبت سے آپؒ کو رخصت کیا۔ امام شافعیؒ کوفہ آئے اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی درسگاہ میں بحیثیت طالبعلم شریک ہوئے، یہاں بھی امام محمدؒ نے ذاتی طور پر امام شافعیؒ کی کفالت فرمائی۔ امام شافعیؒ اس حال میں کوفہ پہنچے تھے کہ آپؒ کے جسم پر معمولی لباس تھا امام محمدؒ نے اسی وقت قیمتی جوڑے کا انتظام فرمایا جو ایک ہزار درہم کا تھا، پھر جب امام شافعیؒ کو رخصت کیا تو اپنی پوری نقدی جمع کر کے تین ہزار درہم اُن کے حوالے کئے۔ (جامع بیان العلم لابن عبدالبر: ص ۲۶۸)

امام ابو یوسفؒ کے والد دھوبی کا کام کرتے تھے، بڑی عُسرت کے ساتھ گزر اوقات ہوتی تھی بلکہ اس افلاس و مجبوری کی وجہ سے ان کے والدین کو امام ابو یوسفؒ کا پڑھنا پسند نہیں تھا، وہ چاہتے تھے کہ آپ کسبِ معاش میں مصروف ہوں اور گھر کے اخراجات میں ہاتھ بٹائیں۔ امام ابوحنیفہؒ ان کی ذہانت اور طلبِ علم کے شوق سے بہت متأثر تھے اِس لئے امام صاحبؒ نے نہ صرف امام ابو یوسفؒ کی کفالت کی بلکہ اُن کے گھرانے کے لئے بھی ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔

آج کل صورتِ حال یہ ہے کہ تدریس ایک فریضہ کی ادائیگی نہیں کہ آدمی بقدرِ ضرورت کچھ تنخواہ لے لے اور بے غرضی کے ساتھ اپنے شاگردوں کو پڑھائے بلکہ تدریس ایک ایسی تجارت بن گئی ہے جس کے لئے کسی سرمایہ اور دکان کی ضرورت نہیں، اساتذہ تاجر ہیں اور طلبہ گاہک، اساتذہ اسکولوں اور کالجوں میں قصداً اسباق کو تشنہ رکھتے ہیں تاکہ طلبہ ان سے ٹیوشن پڑھیں اور کم وقت کی زیادہ قیمت ادا کرنے پر آمادہ ہوں، بعض دانش گاہوں میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے لئے بھی ''شایانِ شان نذرانہ'' پیش کیا جاتا ہے، یہ ایسی شرمناک بات ہے کہ اس کا تذکرہ بھی گراں خاطر ہے، ایک ایسا مقدس رشتہ جو مکمل طور پر بے غرضی پر مبنی ہے، جو ایک دوسرے سے بےلوث محبت اور بے پناہ شفقت کا متقاضی ہے اور جو تعلیم گاہیں انسانیت، محبت اور فرض شناسی کا احساس پیدا کرنے کے لئے ہیں، وہیں سے ایسی بداخلاقی اور حرص و طمع کا سبق ملے تو پھر کون سی جگہ ہوگی جہاں انسان کو انسانیت کا سبق مل سکے گا۔ حماد بن مسلمہؒ ایک مشہور محدث گزرے ہیں ان کے ایک شاگرد نے چین کا تجارتی سفر کیا اور کچھ قیمتی تحائف استاذ کی خدمت میں پیش کئے، استاذ نے فرمایا کہ ''اگر یہ تحفے قبول کروں گا تو آئندہ پڑھاؤں گا نہیں اور پڑھاؤں گا تو یہ تحفے قبول نہیں کر سکتا۔'' (الکفایہ للخطیب ص ۱۵۳)

اس سلسلہ میں ایک اہم بات یہ ہے کہ تدریس کے لئے کسی شخص کا انتخاب اہلیت اور لیاقت کی بناء پر ہونا چاہئے، اہلیت کا مطلب یہ ہے کہ جس مضمون کی تدریس اس کے حوالہ کی جارہی ہے وہ واقعی اس مضمون میں عبور رکھتا ہو اور اپنے اخلاق و عادات

کے اعتبار سے بھی انگشت نمائی سے محفوظ ہو۔ یہ بھی ضروری ہے کہ استاذ اپنے مضمون پر محنت کرتا ہو اس کے مطالعہ و تحقیق میں ارتقاء اور تسلسل ہو، وہ اوقاتِ درس کا پابند ہو اور اپنے وقت کو طلبہ کی امانت تصور کرتا ہو، اس لئے کہ ملازمت کے اوقات میں اپنا ذاتی کام کرنا ایک طرح کی چوری ہے۔ طلبہ کے ساتھ اہانت آمیز سلوک یا اُن کی تذلیل بھی استاذ کے شایانِ شان نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ اگر کسی کو غلطی پر ٹوکنا ہوتا تو تنہائی میں سمجھاتے اور مجمعِ عام میں کسی کا نام لئے بغیر مبہم انداز میں توجہ دلاتے اس لئے کہ مقصود اصلاح ہے نہ کہ توہین، بعض ذہین طلبہ شرارتی ہوتے ہیں اگر تنہائی میں بُلا کر ان کی تفہیم کی جائے تو ان کی ذہانت کو تخریبی کاموں کی بجائے تعمیری کاموں کی طرف موڑا جا سکتا ہے۔

استاذ کے لئے علمی لیاقت کے ساتھ سنجیدہ اور باوقار ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر استاذ خود اخلاقی پستی میں مبتلا ہو، طلبہ سے سطحی گفتگو کرتا ہو یا اُن کے سامنے فحش مذاق کرتا ہو یا اس کی زبان و بیان سے وقتاً فوقتاً سوقیانہ پن کا اظہار ہوتا ہو تو طلبہ بجا طور پر اُسے استاذ کی بجائے بے تکلف دوست سمجھیں گے، استاذ کا درجہ نہیں دیں گے اس لئے کہ یہ ایک فطری بات ہے کہ انسان خود کتنا بھی برا ہو اپنے بزرگوں کو اس سے ماوراء دیکھنا چاہتا ہے، ایک فرض شناس استاذ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ طلبہ کے ذاتی معاملات و واقعات پر بھی ایک گونہ نظر رکھے، مثلاً کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کر لی جائے۔ کسی کے ہاں کوئی حادثہ پیش آیا ہو تو اس سے کلماتِ تعزیت کہے، بیماری کے بعد مدرسہ آئے تو اس کی مزاج پرسی کر لی جائے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو بظاہر چند الفاظ ہیں لیکن درحقیقت انسان کے ذہن پر گہرے نقوش واثرات چھوڑتی ہیں۔

آخر میں یہ گزارش بھی ضروری ہے کہ ہماری عصری درسگاہیں اخلاقی و مذہبی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے اخلاقی انحطاط و زوال کا شکار ہیں ان میں پڑھنے پڑھانے والے الا ماشاءاللہ اخلاق و انسانیت سے تہی دامن ہوتے ہیں، ان کی اخلاقی تربیت پر بھرپور توجہ کی ضرورت ہے اس لئے کہ ایک قابل ڈاکٹر، انجینئر، قانون دان، صحافی اور ادیب بننا آسان ہے لیکن ایک ''اچھا انسان'' بننا مشکل ہے۔ بقول مولانا حالی مرحوم:

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

☆......☆......☆

مدارس کو فتنوں سے کیسے بچایا جائے

حضرت مولانا محمد عزیز الرحمٰن ہزاروی

رکن مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدارس دین کے مراکز ہیں، یہاں دین کی بنیادی تعلیم بھی دی جاتی ہے اوراعلیٰ اسلامی علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں۔درحقیقت یہاں سے رجالِ دین، رجالِ علم وفقہ تیار ہوتے ہیں اور یہیں سے علماء بنتے ہیں، حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان کے لئے بھاری ہے، تو جہاں سے فقہاء پیدا ہوتے ہوں، وہ ادارے کس طرح شیاطین جن وانس کی نظروں میں کھٹکتے ہوں گے، اس کا اندازہ ہر صاحبِ بصیرت بخوبی کر سکتا ہے……اس لئے کسی دینی ادارے کے اندر دین کا کام جتنا زیادہ ہوگا، اِسی قدر اس کی طرف فتنے بھی متوجہ ہوں گے، یہ فتنے مختلف صورتوں میں ہوتے ہیں، غیرِ مرئی بھی ہوتے ہیں اور جسمانی بھی ہوتے ہیں، جادو وسحر کی صورت میں، حاسدین کے حسد کی شکل میں اور خواہ مخواہ کی اندرونی وبیرونی مخالفت اور کبھی پروپیگنڈوں کے بھیس میں مدرسہ کے خلاف ان فتنوں کا ظہور ہوتا ہے……مدارس کو ان شرور اور فتنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے جہاں شریعت کی پاسداری، سنت رسول اللہ ﷺ کا اہتمام اور فرائض وواجبات کی ادائیگی کی فکر ضروری ہے، وہاں ایک اہم کام اللہ کا ذکر بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر تو ویسے ہر مدرسہ میں ہوتا ہے، قرآن کریم کی تعلیم جہاں ہوگی، وہاں یقیناً اللہ کا ذکر ہوگا، کلام اللہ خود ذکر اللہ ہے، لیکن ہماری مُراد یہاں ذکر سے یہ ہے کہ چند حضرات مستقل اسی نیت سے کچھ دیر کے لئے ذکر کریں کہ اللہ تعالیٰ اِس کی برکت سے مدرسہ کے دینی کام کو شرور وفتن سے محفوظ فرمائیں۔

ہمارے شیخ برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجرِ مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں اِس حوالے سے بہت ہی فکرمند رہتے تھے، اُنہوں نے مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب اور حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب ودیگر اکابر رحمھم اللہ کو اس اہم موضوع پر مستقل خطوط لکھے اور ان سے مدارسِ دینیہ میں مستقل اِسی مقصدِ بالا کے لئے ذکر اللہ کے حلقے مقرر کرنے کی تاکید فرماتے رہے……حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے ایک خط میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

> ”مدارس کے روز افزوں فتن، طلباء کی دین سے بے رغبتی، بے توجہی اور لغویات میں اشتغال کے متعلق کئی سال سے میرے ذہن میں آرہا ہے کہ مدارس میں ذکر اللہ کی بہت کمی ہوتی جارہی ہے۔میرا خیال یہ ہے کہ فتنوں سے بچاؤ کی صورت صرف ذکر اللہ کی کثرت ہے۔اکابر کے زمانے میں ہمارے ان جملہ مدارس میں اصحاب نسبت وذاکرین کی کثرت جتنی رہی ہے، وہ آپ سے بھی مخفی نہیں ہے اور اب اس میں جتنی کمی ہوگئی ہے وہ بھی ظاہر ہے۔میری تمنا ہے کہ ہر مدرسہ میں دو چار ذاکرین مسلسل ضرور رہیں کہ داخلی اور خارجی فتنوں سے بہت امن کی اُمید ہے، ورنہ مدارس میں جو داخلی اور خارجی فتنے بڑھتے جارہے ہیں، اکابر کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا جائے گا، اس میں اضافہ ہی ہوگا۔(ماہنامہ البلاغ، مفتی اعظم نمبر:۲۲)

چنانچہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے اس درد اور کڑھن کو دیکھتے ہوئے اُس زمانے میں دارالعلوم کراچی اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن دونوں اداروں میں وہاں کے بزرگوں نے اس غرض سے مستقل ذاکرین کی مجالس قائم فرمائیں، یہ سلسلہ آج بھی دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم جیسے دینی وروحانی مراکز میں قائم ہے۔ہمارے آج کا دور اُس وقت کے مقابلہ میں زیادہ پُرفتن اور پُرآشوب ہے، چاروں طرف فتنوں کی یلغار ہے، اس لئے آج ہمیں اِس کی زیادہ ضرورت ہے کہ ہم دینی اداروں میں ذاکرین کے حلقے بنائیں اور اُن کا مقصد یہ ہو کہ ذکر اللہ کی برکت سے اللہ جل شانہٗ ان مدارس اور اداروں کا خیر پھیلائے اور بڑھائے اور انہیں بیرونی وداخلی شرور اور فتنوں سے محفوظ فرمائے کہ ہمارے پاس فتنوں سے بچاؤ کے لئے اِس سے زیادہ مؤثر کوئی نسخہ نہیں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس درد کو آج ہم سب کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔اللہ کریم ہم سب کو ذکر اللہ، درود شریف کی کثرت اور اتباع سنت کا اہتمام نصیب فرمائے۔آمین بجاہِ النبی الکریم صلی اللّٰہ وآلہٖ وصحبہ اجمعین

باب چہارم

نظامِ امتحانات

[اس باب میں وفاق المدارس کے امتحانات کے طریقہ کار اور نظام کا مکمل تعارف کیا گیا ہے، سوالیہ پرچہ جات بنانے سے لے کر اس کی ترسیل، چیکنگ، مارکنگ اور نتیجہ کے اعلان تک ادارتی نظام کی تفصیل اس میں آگئی ہے، اس کے ساتھ ساتھ افادیت کی غرض سے امتحان دینے کا طریقہ کار اور طالب علم کے لیے پرچہ لکھنے کے رہنما اصول پر مشتمل تحریروں کو بھی شامل کیا گیا ہے، یہ تحریریں وفاق المدارس اور اس کے ماہنامے کے ریکارڈ سے لی گئی ہے۔ مرتب]

وفاق المدارس کا امتحانی نظام

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان دینی مدارس کا سب سے بڑا، قدیمی اور منظم نیٹ ورک ہے جس کے تحت ملک بھر کے تقریباً ساڑھے بارہ ہزار دینی مدارس رجسٹرڈ ہیں۔ وفاق المدارس ان تمام مدارس کی نمائندہ تنظیم ہونے کے ساتھ ساتھ امتحانی بورڈ بھی ہے۔ یہ وہ واحد امتحانی بورڈ ہے جو کسی قسم کی حکومتی امداد کے بغیر اپنی مدد آپ کے تحت آزاد کشمیر سمیت پورے ملک میں بیک وقت امتحانات کا انعقاد یقینی بناتا ہے۔ حکومت کی طرف سے اپنے تمام تر وسائل اور اختیارات کے باوجود صرف ڈویژن کی سطح پر امتحانات لیے جاتے ہیں جبکہ وفاق المدارس کی طرف سے کراچی سے گلگت تک ایک ہی وقت میں ایک ہی پرچہ لیا جاتا ہے۔

وفاق المدارس کے امتحانی نظام میں دیانت کا عنصر خصوصی طور پر کارفرما ہوتا ہے۔ ملک کے ممتاز علماء کرام اور نامور شیوخ الحدیث پرچہ بناتے ہیں اور اس میں دیانت اور راز داری کا اس قدر اہتمام کیا جاتا ہے کہ آج تک کبھی بھی کوئی پرچہ یا کسی پرچے کا کوئی حصہ آؤٹ ہونے کا کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ ہر کتاب کا پرچہ ایک سے زائد حضرات سے بنوایا جاتا ہے، پرچہ بنانے والے استاد کو قطعاً یہ یقین نہیں ہوتا کہ انہی کا بنایا ہوا پرچہ بعینہ منظور ہو جائے گا اور ہوتا بھی ایسا ہی ہے کہ ان مختلف پرچہ جات سے انتخاب یا بعض اوقات بالکل نیا سوالیہ پرچہ تیار کیا جاتا ہے نیز ہر سوالیہ پرچے کا بغور جائزہ لیا جاتا ہے اور اس کے معیار کو بہتر بنا کر اس کے بعد اس کی منظوری دی جاتی ہے۔ پرچے تیار ہونے، ان کی کمپوزنگ اور کاپیاں کروانے سے لے کر متعلقہ امتحانی مراکز تک پہنچانے کے تمام مراحل انتہائی راز داری سے سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ پورے ملک کے امتحانی مراکز میں سب طلباء کے سامنے پرچوں کی سیل کھولی جاتی ہے۔ پرچہ کے دوران بھی مکمل نگرانی ہوتی ہے اور نگرانی کے عمل میں بھی اس بات کا خصوصی طور پر خیال رکھا جاتا ہے کہ متعلقہ مدرسہ کے اساتذہ کی اپنے ہی ادارے میں ڈیوٹی نہ لگائی جائے بلکہ دوسرے اداروں میں ڈیوٹی لگائی جاتی ہے۔

وفاق المدارس کے سالانہ امتحان میں ملک بھر سے 2,01,135 طلباء نے شرکت کی۔ ان طلباء کیلئے 1105 امتحانی مراکز قائم کئے گئے تھے اور ان مراکز میں 1105 نگران اعلیٰ اور 7000 سے زائد دیگر معاون نگران عملہ نے خدمات سرانجام دیں۔ پورے ملک میں امتحانات انتہائی منظم اور پُر امن انداز سے انعقاد پذیر ہوئے اور کہیں سے کسی قسم کے ناخوشگوار واقعہ کی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ عین امتحانی دنوں میں کراچی میں طوفانی بارشیں شروع ہو گئیں، یاد رہے کہ کراچی میں سب سے زیادہ دینی مدارس ہیں لیکن بارش کے باوجود کسی بھی امتحانی مرکز میں پرچوں میں تعطل تو کجا تاخیر تک نہیں ہوئی۔ اس

طرح ایسے علاقے جہاں امن وامان کے حوالے سے صورت حال انتہائی سنگین ہے اور جہاں حکومت اپنے تمام وسائل، اختیارات اور افرادی قوت کے باوجود بھی امتحانات نہ لے سکی، وفاق المدارس کے زیر اہتمام ان قبائلی علاقوں کے دینی مدارس میں بھی باقاعدگی سے پرچے ہوتے رہے۔ صرف سوات اور مالاکنڈ ڈویژن کے مدارس میں امتحان نہیں ہوالیکن ان علاقوں کے طلباء کا سال بھی ضائع نہیں ہونے دیا اور ان کے لیے خصوصی انتظامات کیے گئے۔ ان طلباء کو یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ ہجرت کرکے ملک کے جس حصہ میں بھی آباد ہوئے ہیں وہاں کے قریبی امتحانی مرکز میں امتحان دے سکتے ہیں چنانچہ ان علاقوں کے تمام طلباء وطالبات امتحان میں شریک ہوئے۔

وفاق المدارس کے امتحانات کے دوران ہم نے حکومتی اداروں بالخصوص وزارت تعلیم، وزارت داخلہ اور وزارت مذہبی امور کے ذمہ داران، اراکین اسمبلی وسینٹ، ذرائع ابلاغ کے نمائندوں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو پیش کش کی کہ وہ خود آکر وفاق المدارس کے صاف وشفاف، منظّم اور معیاری نظام امتحان کا جائزہ لیں۔ وہ وفاق المدارس کے کسی بھی امتحانی مراکز کا اچانک دورہ کریں انہیں کہیں بدنظمی نظر آئیگی نہ بدمزگی، کہیں بوٹی مافیا کا وجود ہوگا نہ موبائل مافیا کا، کسی امتحانی مرکز کے باہر پولیس اور رینجرز کا پہرہ نظر آئے گا اور نہ ہی کسی قسم کی گڑبڑ دکھائی دے گی۔ الحمدللہ میڈیا، سول سوسائٹی اور معاشرے کے مختلف طبقات اور شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے امتحانی مراکز کا دورہ کیا اور وفاق المدارس کے امتحانی نظام پر نہ صرف یہ کہ تسلی اور اطمینان کا اظہار کیا بلکہ حیرت ومسرت کا بھی اظہار کیا۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے امتحانات بحسن وخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچ چکے ہیں، اس کے بعد دارالعلوم کراچی میں صدر وفاق حضرت مولانا سلیم اللہ خان کی صدارت میں وفاق المدارس کا ایک اعلیٰ سطحی اجلاس ہوا جس میں وفاق المدارس کی امتحانی کمیٹی کے علاوہ ملک بھر سے 700 سے زائد جید علماء کرام، ماہرین تعلیم اور مدارس کے مہتممین نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں پرچوں کی چیکنگ اور مارکنگ کے حوالے سے پالیسی وضع کی گئی اور پرچے چیک کرنے والوں کے لیے خصوصی ہدایات جاری کی گئیں۔ وفاق المدارس کے امتحانی سسٹم کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ پرچوں کی چیکنگ کا عمل انتہائی صاف وشفاف ہوتا ہے، پرچے چیک کرنے والے حضرات کو مختلف گروپوں میں تقسیم کرکے ان پر نگران اور نگران اعلیٰ مقرر کیے جاتے ہیں اور پرچے چیک ہوجانے کے بعد امتحانی کمیٹی یا وفاق کے مرکزی قائدین ان پرچوں پر نظر ثانی بھی کرتے ہیں۔

یہ امر قارئین کے لیے یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگا کہ پرچہ چیک کرنے والے کسی بھی ممتحن کو قطعاً یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس طالب علم کا پرچہ چیک کررہا ہے بلکہ یہ اندازہ بھی نہیں ہوتا کہ وہ کس ادارے اور کس علاقے کے طلباء کے پرچے چیک کررہا ہے اس لیے کہ پرچوں کی چیکنگ سے قبل تمام پرچوں پر فرضی رول نمبر لگائے جاتے ہیں اور اصل امتحانی رول نمبر صیغہ راز میں رکھا جاتا ہے۔ اس تمام تر احتیاط کے باوجود بھی اگر کسی طالب علم کی طرف سے پرچے پر نظر ثانی کی درخواست دی جائے اس پر فوری کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں وفاق المدارس کی طرف سے نتائج کی تیاری میں بھی غیر معمولی مستعدی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور صرف تین ہفتوں میں تقریباً پندرہ لاکھ پرچے چیک کرنے کے بعد نتائج تیار کرلیے جاتے ہیں۔

وفاق المدارس کے امتحانات، پرچوں کی چیکنگ اور نتائج کی تیاری کے تمام مراحل کی سخت مانیٹرنگ کی جاتی ہے اور ہر ممکن حد تک اس امتحانی سسٹم کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہم اللہ کے فضل وکرم سے اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب ہیں اور تحدیث بالنعمت کے طور پر یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتے ہیں کہ اس وقت وفاق المدارس کی طرز اور معیار کا پرائیویٹ امتحانی سسٹم کم از کم پاکستان کی سطح پر موجود نہیں۔

ہم آخر میں یہ مطالبہ کرنے میں بھی حق بجانب ہیں کہ وفاق المدارس کے امتحانی سسٹم کے حوالے سے گزشتہ پچاس سالہ ریکارڈ ملاحظہ کر لیا جائے، ہر قسم کی تحقیق وتفتیش اور تسلی کر لی جائے اور اس کے بعد وفاق المدارس کو باقاعدہ سرکاری طور پر خودمختار امتحانی بورڈ کا درجہ دے دیا جائے اور اس کی اسناد کو باقاعدہ طور پر تسلیم کیا جائے۔ (۱۸ اگست ۲۰۰۹ء)

مدرسہ کیا ہے؟

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے مدرسہ کا جو تعارف اپنے مخصوص جاذب مفکرانہ اسلوب میں کیا ہے، مدرسہ کا شاید اس سے خوبصورت تعارف نہیں کیا جا سکتا، وہ فرماتے ہیں:

”میں مدرسہ کو ہر ادارہ سے بڑھ کر مستحکم، طاقت ور، زندگی کی صلاحیت رکھنے والا اور حرکت ونمو سے لبریز سمجھتا ہوں۔ اس کا ایک سرا نبوت محمدی سے ملا ہوا ہے دوسرا اس زندگی سے، وہ نبوت محمدی کے چشمہ حیواں سے پانی لیتا ہے اور زندگی کی ان کشت زاروں میں ڈالتا ہے، وہ اپنا کام چھوڑ دے تو زندگی کے کھیت سوکھ جائیں اور انسانیت مرجھانے لگے۔ نہ نبوت محمدی کا دریا پایاب ہونے والا ہے، نہ انسانیت کی پیاس بجھنے والی ہے، نہ نبوت محمدی کے چشمہ فیض سے بخل اور انکار ہے نہ انسانیت کے کاسہ گدائی کی طرف سے استغناء کا اظہار، اُدھر سے انما انا قاسم واللہ یعطی کی صدائے مکرر ہے تو اِدھر سے ھل من مزید کی فغانِ مسلسل۔

مدرسے سے بڑھ کر دنیا میں کون سا زندہ متحرک اور مصروف ادارہ ہو سکتا ہے، زندگی کے مسائل بے شمار، زندگی کے تغیرات بے شمار، زندگی کی ضرورتیں بے شمار، زندگی کی لغزشیں بے شمار، زندگی کے فریب بے شمار، زندگی کے رہزن بے شمار، زندگی کی تمنائیں بے شمار، زندگی کے حوصلے بے شمار...... مدرسہ نے جب زندگی کی رہنمائی اور دستگیری کا ذمہ لیا تو اسے اب فرصت کہاں؟ دنیا میں ہر ادارہ ہر مرکز ہر فرد کو راحت اور فراغت کا حق ہے، اس کو اپنے کام سے چھٹی مل سکتی ہے، مگر مدرسہ کو چھٹی نہیں، دنیا میں ہر مسافر کے لئے آرام ہے لیکن اس مسافر کے لئے راحت حرام ہے۔“

ہمارا نظامِ امتحان دیکھیں، سب کو دعوت ہے

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت سالانہ امتحانات ۱۹، اگست بروز ہفتہ کو شروع ہو رہے ہیں۔ ان امتحانات کے لیے ہم نے آزاد کشمیر سمیت چاروں صوبوں میں ۹۰۹ سینٹرز بنائے ہیں، جن میں سے ۳۵۹ سینٹرز طلباء کے لیے اور ۵۵۰ سینٹرز طالبات کے لیے ہیں۔ ان ۹۰۹ سینٹرز میں امتحان لینے کے لیے ۴ ہزار ۸ سو ۶۶ نگران مقرر کیے گئے ہیں۔ اس سال وفاق کے تحت امتحان دینے والے طلباء اور طالبات کی مجموعی تعداد ایک لاکھ ۶۴ ہزار ۶ سو ۸۴ ہے۔ وفاق کا امتحان ایک ہفتہ مسلسل جاری رہے گا اور اس طرح ۲۴، اگست کو یہ امتحان مکمل ہو جائے گا۔

امتحان کی چند اہم باتیں یہ ہیں: وفاق المدارس العربیہ پاکستان، جو دنیا کے دینی مدرسوں کا سب سے بڑا وفاق ہے، کا امتحان پورے ملک میں ایک ہی وقت میں ہوتا ہے۔ کراچی سے پشاور اور کوئٹہ سے مظفر آباد تک قائم کیے گئے ۹۰۹ سینٹرز میں انعقاد کوئی معمولی بات نہیں۔ جو لوگ شعبہ تعلیم سے وابستہ ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ بغیر حکومتی امداد کے پرائیویٹ سیکٹر کا ایک بورڈ وسائل کی کمی کے باوجود بیک وقت اتنی بڑی تعداد میں نگران عملے کا بندوبست کرنے کے ساتھ ساتھ ملک کے دور دراز علاقوں میں امتحان سے کچھ وقت قبل سوالیہ پرچے بھی پہنچاتا ہے اور پورے ملک میں ہر سینٹر پر ہر پرچہ ایک ہی وقت پر شروع ہوتا ہے۔ یہ مشکل کام ہے، اسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں، جو امتحانی نظام سے وابستہ رہے ہیں۔ تاہم الحمد للہ وفاق المدار برس ہا برس سے اسی طرح امتحان منعقد کروا رہا ہے اور ہر جگہ، چاہے وہ چاغی ہو یا چترال، اسکردو ہو یا قلات، گلگت ہو یا میر پور خاص، وقت مقررہ پر سوالیہ پرچے پہنچانے کا انتظام کرتا ہے۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ جس وقت کوئٹہ میں سوالیہ پرچہ کا بنڈل کھولا جا رہا ہو، عین اسی وقت لاہور، پشاور، مظفر آباد اور کراچی میں بھی یہی عمل ہو رہا ہو۔ اس سارے عمل کے دوران ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اتنے دور دراز علاقوں میں پرچوں کی ترسیل اور تقسیم کے باوجود کہیں بھی سوالیہ پرچے لیک آؤٹ نہیں ہوتے۔

اس امتحان کی دوسری اہم بات یہ ہے کہ امتحان کے دوران کسی سینٹر پر بھی پولیس تعینات نہیں کی جاتی اس لیے کہ آج تک اس کی ضرورت ہی نہیں پڑی، طلباء اطمینان اور سکون سے امتحان دیتے ہیں۔ امتحان کے دوران کسی قسم کا شور شرابا، یا ہلڑ بازی نہیں ہوتی اور نہ ہی نقل کا چکر ہوتا ہے۔ نگران عملہ طلباء کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آتا ہے اور طلباء بھی اپنی ذمہ داری

کا احساس کرتے ہوئے، نگران عملے کو تنگ نہیں کرتے۔ سوالیہ پرچہ جات کی تیاری ایک اہم کام ہوتا ہے، ہم نے اس کام کے لیے ایک کمیٹی بنائی ہوئی ہے، وہ یہ کام بڑے احسن طریقے سے کرتی ہے۔ الحمد للہ ہم بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ سوالیہ پرچوں کی تیاری کے تمام مراحل میں کہیں بھی سوالیہ پرچہ آؤٹ ہونے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوالیہ پرچے بنانے والے، ان کی فوٹو کاپیاں کرنے والے اور ان کی تقسیم کرنے والے وفاق کی طرف سے وضع کردہ نظام کا پورا خیال رکھنے کے علاوہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کے ہر عمل کو اللہ دیکھ رہا ہے اور کل اس کے سامنے جواب دہ ہونا ہے۔

وفاق کے امتحان کی تیسری خاص بات یہ ہے کہ ان کی مارکنگ ''وفاق المدارس'' کے صدر دفتر ملتان میں ہوتی ہے۔ سینٹرل مارکنگ کا سلسلہ پاکستان میں سب سے پہلے وفاق المدارس نے شروع کیا۔ مارکنگ کے دوران کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جو پرچہ وہ چیک کر رہا ہے، وہ کس کا ہے۔ اس کی ری چیکنگ بھی ہوتی ہے اور ہیڈ ایگزامینر (Head Examiner) کسی بھی وقت کسی کے چیک شدہ پرچے منگوا کر ان میں سے خود چیک کرتا ہے، تاکہ معلوم ہو سکے، آیا مارکنگ درست ہو رہی ہے یا نہیں۔ الحمد للہ ملک بھر میں منعقدہ اس امتحان کے نتائج کا اعلان ۴۵ دن کے اندر اندر کر دیتے ہیں۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ ہمارے اس نظام میں پورے ملک کے اندر ہر جگہ ایک ہی نصاب پڑھایا جاتا ہے اور پھر ایک ہی طرح کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اس طرح شہروں اور دیہات کے طلباء کا براہ راست آپس میں مقابلہ ہوتا ہے۔ ملک کے پسماندہ علاقوں میں قائم مدارس کے طلباء بعض اوقات شہری مدارس کے طلباء کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمارے ہاں پوزیشن کا تعین ملک کی سطح پر ہوتا ہے۔ کیا سرکاری اور پرائیویٹ عصری تعلیمی اداروں میں آج اس طرح کے نظام کا تصور کیا جا سکتا ہے؟

وفاق المدارس میں شعبہ کتب کا امتحان دینے والوں میں بچیوں کی تعداد بچوں سے زیادہ ہے۔ اس سال شعبہ کتب میں امتحان دینے والے طلباء کی تعداد ۵۲ ہزار ۹ سو ۶۵ جبکہ طالبات کی تعداد ۵۶ ہزار ۹ سو ۱۹ ہے۔ اسی وجہ سے طلباء کے سینٹروں کی تعداد ۳۵۹، جبکہ طالبات کے لیے قائم کیے گئے امتحانی سینٹروں کی تعداد ۵۵۰ ہے۔ ان اعداد و شمار سے آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مدارس والے لڑکوں کی تعلیم کا خیال تو کرتے ہیں، مگر لڑکیوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دیتے ان کا یہ کہنا کس حد تک درست ہے۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ وفاق سے منسلک مدارس میں لڑکیوں کے مدارس کی تعداد لڑکوں کے مدارس کی تعداد سے زیادہ ہے اور اسی طرح تعداد کے لحاظ سے اس وقت بچیوں کی تعداد بچوں سے زیادہ ہے۔ ہاں شعبہ حفظ میں بچوں کی تعداد بچیوں سے زیادہ ہے، اسی وجہ سے امتحان میں شریک طلباء کی تعداد طالبات سے بڑھ جاتی ہے۔ اگر حفظ والوں کو الگ کر لیا جائے تو پھر طالبات کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس سال وفاق میں حفظ کا امتحان دینے والے طلباء کی تعداد ۴۲ ہزار ۸ سو اور طالبات کی تعداد ۱۲ ہزار ا سو ۲۸ ہے۔ اس طرح مجموعی طور پر اس سال ۵۴ ہزار ۹ سو ۲۸ بچے بچیوں نے حفظ مکمل کر لیا ہے۔

میں اپنے ملک کے دانشوروں، صحافیوں، کالم نگاروں، افسروں، ممبران اسمبلی، وزیروں، محکمہ تعلیم کے افسروں، بورڈز کے ذمہ داروں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ تھوڑا سا وقت نکال کر اپنے شہروں میں ہمارے کسی بھی سینٹر کا وزٹ کریں اور جو کچھ میں نے کہا ہے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ ہم آٹھویں تک جو عصری علوم پڑھاتے ہیں، ان کے سوالیہ پرچوں کا معیار دیکھیں،

ہمارے انگلش، ریاضی، سائنس اور مطالعہ پاکستان کے پرچوں کا معیار الحمدللہ اسکولوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ اچھا ہے۔اسی طرح دینی علوم کے پرچوں کے معیار بھی دیگر اداروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ بہتر ہیں۔عصری اداروں میں طبقاتی نظامِ تعلیم، بڑی بڑی فیسیں، امیر، غریب اور شہری، دیہاتی میں فرق، یہ سب کچھ دیکھ کر ہمارا دل کڑھتا ہے۔اے کاش! ہمارے حکمران اپنے ملک کے بچے بچیوں کے لیے ایک جیسا نظام تعلیم وضع کریں، جہاں دھوبی اور جنرل کا بیٹا ایک جیسی تعلیم حاصل کر سکے۔آخر میں ایک دفعہ پھر میں ملک کے تمام لوگوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ۱۹ اگست سے ۲۴ اگست تک کسی بھی دن ہمارے کسی امتحانی سینٹر کا دورہ کریں اور ہمارے امتحانی نظام کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

ہماری منزل ہے پڑھا لکھا، ایماندار، دیانتدار، حق گو، سچا، کھرا اور متحرک مسلمان۔

بچہ بچہ جانتا ہے……

اس خطے کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ جیلوں میں سڑنے والے، زندانوں کو آباد کرنے والے، جیل سے جنازہ اٹھوانے والے، جنرل ڈائر کی گولیاں کھانے والے اور گرم استری پھروانے والے یہی ''ملا'' تھے اور فرنگی کے چرنوں میں بیٹھنے والے، انگریزی دسترخواں کی ہڈیاں چچوڑنے والے، انگریز کے جوتوں کو سر کا تاج سمجھنے والے، انگریزوں کے کتے نہلانے والے اور انگریز سے پیمانِ وفا باندھنے والے جاگیردار تھے جو آج ملک کے وارث، ملکی خزانے پر قابض اور ''ملاؤں'' کو بے نقط سنانے والے بنے ہوئے ہیں۔بلاشبہ آپ ملا کو ''بھک منگا'' کہہ سکتے ہیں، تاہم اس نے خدا اور رسول کے نام پر بھیک مانگی ہے، انگریز کے دربار عالی میں جھولی نہیں پھیلائی، بے دریغ آپ ملا کو غریب اور نادار کہیں مگر اس نے غربت میں غیرت نیلام نہیں کی اور ناداری میں اپنی وفاداری نہیں بدلی۔بے شک آپ ملا کو مفلسی کا طعنہ دیں مگر اس نے وائسرائے کے دربار میں کرسی حاصل کرنے کی کبھی درخواست نہیں دی۔بیچارے ملا فضل حق خیر آبادیؒ تو کالے پانی کی سزا کاٹتے کاٹتے دنیا سے چل بسے، ملا احمد شاہ مدراسیؒ کو تو سور کی کھال میں سی کر آگ لگادی گئی، ملا کفایت اللہؒ کا تو بدن لوہے کی گرم استری سے کباب بن گیا، ملا شیخ الہند محمود الحسنؒ تو مالٹا میں سڑتے رہے، ملا عبیداللہ سندھیؒ تو ایک تاریک سرنگ میں دو سال تک قید رہے اور کمر سیدھی نہ کر سکے، ملا محمد علی جوہرؒ تو ہندوستان کی آزادی یا پھر مدفن مانگتے رہے اور مولانا حسرت موہانیؒ تو چکی پیس پیس کر زندگی کا دورانیہ پورا کرتے رہے۔

(صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی، قلم برداشتہ، ص:۲۰۲ تا ۲۰۴)

وفاق المدارس کے پہلے امتحان کی سرگزشت

حضرت مولانا مفتی محمودؒ صاحب
سابق ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

[وفاق المدارس کا پہلا امتحان ۱۳ر جمادی الاولی ۱۳۸۰ھ (۱۹۶۰ء) کو لیا گیا، اس موقع پر ملک بھر میں ۱۴ امتحانی مراکز قائم کیے گئے، نگرانی کرنے والے عملہ و ممتحنین نے ساری خدمت رضا کارانہ طور پر بلا معاوضہ انجام دی...... اس امتحان کی ایمان افروز روداد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی جو اس وقت وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ تھے۔ وفاق المدارس کے ریکارڈ میں محفوظ یہ روداد نذرِ قارئین ہے۔ مرتب]

۱۳ر جمادی الاولی ۱۳۸۰ھ (۱۹۶۰ء) کو وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ نے وفاق کے زیر اہتمام ملحقہ مدارس فوقانیہ کے طلبۂ دورۂ حدیث شریف کا سالانہ امتحان ۸۰ھ لینے کا فیصلہ کیا، اور اس انتظام و انصرام کے لیے سات اراکین مجلس عاملہ پر ایک امتحان کمیٹی بنادی۔

اس امتحان کمیٹی نے اپنی ایک مجلس میں امتحان کی تاریخیں اور چند ضروری بنیادی اصول طے کر دیئے اور احقر کو ناظم امتحان (رجسٹرار) مقرر کر کے اس امتحان کا تمام تر بار اس خادم کے ناتواں کاندھوں پر ڈال دیا۔

اول تو اس طرح کے ملک گیر اور وسیع امتحانات کا مجھے کوئی تجربہ نہ تھا، علاوہ ازیں اتنے عظیم کام کے لیے دو ڈھائی ماہ کی مدت یقیناً ناکافی تھی۔ مزید برآں یہ کہ سفرِ حجازِ مقدس اور والدہ ماجدہ کی علالت و وفات کی وجہ سے میں تقریباً نصف سال متواتر مدرسہ سے غیر حاضر رہا تھا۔ لہٰذا مجھے اسی مختصر عرصے میں تدارک مافات کے طور پر دن رات مشغول رہ کر کتابوں کو ختم کرانا تھا۔ ادھر میرے محترم بزرگ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ العالی نائب صدر وفاق جن کی رہنمائی کے سہارے پر ہی میں نے اس خدمت کو انجام دینے کی ذمے داری اُٹھانے کی جرأت کی تھی اس زمانہ میں وہ بھی تدریسی فرائض اور مدرسہ کے دوسرے اہم مشاغل میں بے حد مصروف تھے۔ درحقیقت یہ زمانہ عموماً جملہ مدرسین بالخصوص دورۂ حدیث شریف کے مدرسین کے لیے بے انتہا مصروفیت کا زمانہ ہوتا ہے۔

بہرصورت اُس وقت کام کی اتنی وسعت کا اندازہ نہ تھا اس لیے اِن نامساعد حالات کے باوجود خادم نے اس کو اپنے ذمے لے لیا۔ لیکن جوں جوں وقت قریب آتا گیا، کام کی وسعت اور پھیلاؤ کا اور وقت کی کمی اور تنگی کا احساس شدت سے بڑھتا گیا۔ آخرکار اللہ تعالیٰ نے غیب سے رہنمائی فرمائی اور قلب میں القا ہوا کہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی، مدرس مدرسہ

عربیہ اسلامیہ کراچی کو مستقل طور پر اس مہم کی تکمیل وانصرام پر لگا دیا جائے تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ شب وروز منہمک ہوکر اپنی خداداد قابلیت، ذوق اور تجربے سے اس عظیم کام کو سرانجام دے سکیں اور مدارس عربیہ کا یہ پہلا امتحان پورے نظم وضبط اور باضابطگی سے تکمیل تک پہنچے، مدارس عربیہ کا وقار قائم ہو، علما اور دین دار طبقے کے حوصلے بلند ہوں اور مخالفین کو شماتت کا موقعہ ہاتھ نہ آئے۔

مولانا موصوف پر نظر انتخاب اس لیے بھی پڑی کہ گزشتہ سال مولانا موصوف نے بغیر کسی دعوت کے محض وفاق المدارس سے ذاتی شغف اور دلچسپی کی بنا پر کراچی سے ملتان تک کے طویل سفر کی زحمت گوارا فرمائی تھی اور مجلس عاملہ کی تمام کارروائی میں بڑے شغف اور انہماک سے حصہ لیا تھا، اُس وقت بھی احقر مولانا کے جذبات اور عزائم سے بہت متاثر ہوا تھا۔ علاوہ ازیں شوری کے اس اجلاس کے موقع پر جس میں اس سال سے امتحان لینے کا فیصلہ ہوا حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ نائب صدر وفاق نے جو شوری کے اس فیصلے کے سرگرم حامی تھے، عارضی طور پر مولانا کی خدمات ضرورت کے وقت وفاق کے لیے سپرد کردینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ مزید برآں یہ کہ اس حیرانی وسرگردانی کے عالم میں جب کہ خادم تشکیل امتحان کے بارِ عظیم سے سخت پریشان تھا مولانا موصوف نے ازخود تشکیل امتحان سے متعلق چند مفید مشورے اور اہم تجاویز نیز فارم داخلہ وغیرہ کے نمونے ارسال فرمائے تھے۔ یہ آزمودہ کارانہ تجاویز اور مشورے آپ کے انتخاب کے لیے اور بھی زیادہ موید ہوئے اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کے مشورے سے مولانا موصوف کو دو ماہ رجب وشعبان کے لیے ملتان بلا لینے کا فیصلہ ہوگیا اور احقر نے حضرت صدر وفاق سے منظوری حاصل کرکے موصوف کو جمادی الثانیہ میں اس کام کے لیے ملتان تشریف لانے کی دعوت دے دی۔ مولانا نے بطیب خاطر قبول فرمالیا اور حضرت مولانا بنوری نے بھی آخر سال ہونے کے باوجود دو ماہ کے لیے اپنی خدمات بخوشی وفاق کے سپرد کردیں۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں حضرت مولانا بنوری مدظلہ اور مولانا محمد ادریس صاحب کا شکریہ اور اُن کی مساعی جلیلہ کا اعتراف کیے بغیر گزر جاؤں گا۔ درحقیقت تشکیل امتحان کا تمام تر کام اور اس کا یہ معیاری نظم وضبط مولانا محمد ادریس صاحب ہی کے ذوق اور سلیقہ کا مرہون منت ہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ عنا وعن جمیع العلماء خیرا۔

سرگزشت

(۱)...... جمادی الثانیہ کے اواخر میں خادم نے بہ مشورہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ ممتحنین کے نام کتب عشرہ کے پرچہ ہائے سوالات بنانے کے لیے خطوط روانہ کردیئے۔ از روئے احتیاط انتخاب ممتحنین کے سلسلہ میں اصول یہ طے کیا کہ کسی ایسے عالم حدیث سے پرچے نہ بنوائے جائیں جو امتحان میں شرکت کرنے والے مدارس میں مدرس ہوں اور اُن کے تلامذہ امتحان میں شریک ہورہے ہوں۔ حضرات ممتحنین کو یہ لکھ دیا گیا تھا کہ امتحان کے پرچے اس طرح مرتب فرمائیں کہ ہر پرچہ کے تین سوال ہوں اور ہر سوال دو اجزا پر مشتمل ہو۔ الف اور ب جو ایک ہی وزن اور معیار کے ہوں اور دونوں کے نمبر مساوی ہوں اور طالب کو اختیار ہو کہ وہ ہر سوال کے جس حصہ کو چاہے حل کردے۔ نیز یہ بھی درخواست کی گئی تھی کہ یہ ابتدائی مرحلہ ہے۔ امتحان کی سختی سے مہتممین مدارس، اساتذہ اور طلبہ کے حوصلے پست نہ ہوجائیں بلکہ اصول وضوابط کے مضبوط دائرہ کے اندر رہتے ہوئے جتنی سہولت ممکن ہو

اختیار کی جائے لیکن ایسا بھی نہ ہو کہ امتحان بے معنی اور بچوں کا کھیل بن کر رہ جائے اور مخالفینِ وفاق اس امتحان کو ہدفِ طعن و تشنیع اور سامانِ تضحیک بنائیں۔

بہرحال کتب عشرہ کے پرچہ ہائے سوالات تقریباً ۲۰ رجب تک موصول ہو گئے اور محفوظ کر دیئے گئے۔

(۲)......مولانا محمد ادریس صاحب نے یکم رجب سے ہی مدرسہ کا کام چھوڑ دیا اور تشکیل امتحان کا مکمل خاکہ کراچی میں بیٹھ کر ہی تیار کر لیا۔ فارم داخلہ، کاپی جوابات کا سرورق، رجسٹریشن کارڈ وغیرہ کے جو نمونے ملتان بھیجے تھے اور کراچی ہی میں طبع کرانے کی غرض سے واپس منگالیے تھے اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کے مشورہ سے وہ منظور کر کے کراچی بھیج دیئے گئے تھے اُن کو عرب پریس کراچی میں چھپوالیا۔ نیز ممتحنین مدارس اور ناظمین امتحان کے نام ہدایات وطریق کار پر مشتمل خطوط سائیکلو اسٹائل کرالیے اور قواعد وضوابط امتحان کا مسودہ تیار کر لیا۔

(۳)......مولانا موصوف یہ سب سامان لے کر ۵ رجب کو ملتان پہنچ گئے اور اسی دن بعد مغرب ہم حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی خدمت میں خیر المدارس حاضر ہوئے اور قواعد وضوابط کے مسودہ کو پورے غور وخوض اور بحث ونظر کے بعد بعض اہم ترمیموں کے ساتھ پاس کر دیا گیا اور آخر میں فوائد امتحان اور اغراض ومقاصد وفاق کا اضافہ کر کے کتابت وطباعت کے لیے دے دیا گیا اور ۱۰ رجب کو فارم داخلہ اور قواعد وضوابط امتحان تمام مدارس کو شرکاء امتحان کی تعداد کے مطابق بھیج دیئے گئے۔

(۴)......**نظماء امتحان:**......چودہ مراکز کے لیے چودہ ناظمینِ امتحان کے انتخاب اور تقرر کا مسئلہ توقع سے زیادہ دشوار اور مشکل ثابت ہوا۔ ظاہر ہے کہ بغیر کسی سابقہ اطلاع کے دس دن کے لیے اپنے تمام مشاغل کو یک دم چھوڑ کر گھر سے باہر جانا اور ایک اجنبی ماحول میں اول سے آخر تک انعقاد امتحان کا انتظام اور نگرانی کرنا اور وہ بھی محض فی سبیل اللہ ہر شخص کے لیے کافی مشکل اور دشوار کام ہے۔ بہرحال کافی غور وخوض کے بعد ۵ رجب کو ہی چودہ حضرات کے نام انتخاب کر کے اُن سے منظوری طلب کرنے کے لیے خطوط لکھے گئے۔ اُن کے جوابات میں توقع سے زیادہ تاخیر ہوئی بلکہ اکثر وبیشتر حضرات نے اپنی معذوری کا اظہار فرما کر پہلو تہی بھی فرمائی تو اُن کی جگہ فوراً دوسرے حضرات کے نام انتخاب کر کے اُن کو خط لکھے گئے۔ مختصر یہ کہ آخری ناظم کی منظوری ۲۸ رجب کو بذریعہ ٹیلی گرام موصول ہوئی اور اسی وقت اُن کو تشکیل امتحان سے متعلق مطبوعہ طریق کار روانہ کیا گیا۔ بعض حضرات کے تقرر کے لیے محض ان کے مخلصانہ تعلقات کی بناپر نامناسب دباؤ اور بے جا اصرار و تشدد سے کام لے کر خطوط لکھے گئے اور انھوں نے بھی اپنے کرم اخلاق سے میرے اس طفلانہ اصرار کو برداشت کر کے اپنی منظوری سے اطلاع دی۔ جس کا مجھے بہت افسوس ہے اور میں معذرت خواہ ہوں۔ بہرحال یہ مسئلہ بے حد اضطراب اور پریشانی کا باعث ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس مشکل کو آسان فرمایا، اگر نظماء امتحان کا یہ اہم مسئلہ خدانخواستہ طے نہ ہوتا تو ہم سارا امتحان کا سامان لیے بیٹھے رہتے اور آخر میں مجبور ہو کر امتحان کے نظم کو ممتحنین مدارس کے رحم وکرم پر چھوڑنا پڑتا اور وفاق کا مقصد بالکل فوت ہو جاتا۔

(۵)......فارم داخلہ کی واپسی کے لیے ۲۰ رجب آخری تاریخ مقرر کی گئی تھی لیکن طلبہ اور اساتذہ اور ممتحنین مدارس کی ناواقفیت کی بناپر بہ مشکل ۲۵ رجب تک فارم داخلہ موصول ہوئے اور ہم نے رات دن مصروف ہو کر بمشکل دو دن میں رول نمبر اور

رجسٹریشن کارڈ طلبا کے نام بنام مہتممین مدارس کی معرفت روانہ کیے اور پروگرام کے اعتبار سے ۵ دن کی تاخیر واقع ہوئی اور یہ تاخیر بے حد پریشان کن ثابت ہوئی۔

(۶)......اب تک امتحان کا تمام کام صرف مولانا محمد ادریس صاحب انجام دے رہے تھے اور میں رات دن پڑھانے میں مصروف تھا۔ تھوڑی بہت دیر کے لیے مولانا موصوف مدرسہ آ کر پکڑ لیتے اور کام لے لیتے تھے۔ ۲۲؍رجب کو بعد بمشکل اسباق ختم کرائے اور اب خادم بھی ہمہ تن امتحان کے کام میں لگ گیا۔

(۷)......پرچہ جات امتحان کی کتابت وطباعت کا کام بھی خاصا پریشان کن اور اضطراب انگیز ثابت ہوا۔ اس لیے کہ خیال یہ ہوا کہ یہ کام بالکل آخر میں انجام دیا جائے تو زیادہ احتیاط کا موجب ہوگا۔ مگر یہ احتیاط کوشی ہی بلائے جان بن گئی۔ ۲۵؍رجب کو پرچے کاتب کے حوالے کیے۔ کاتب ان طول طویل پرچوں کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ بہر حال مولانا ادریس صاحب کا پہرہ لگا کر کامل تین دن میں پرچے لکھے گئے اور ۲۸ کی شام کو انھوں نے پریس میں کھڑے ہو کر اپنے سامنے چھپوائے اور نو بجے شب کو کٹوا کر دفتر وفاق میں لے کر آئے جب کہ امتحان میں صرف پانچ روز رہ گئے تھے۔

اب آپ تصور فرمائیے کہ چودہ مرکزوں کے لیے دس کتابوں کے پرچے طلبہ کی تعداد کے مطابق ۱۴۰ لفافوں میں علاحدہ علاحدہ رکھ کر سربمہر کرنا اور ہر لفافہ پر پرچہ اور کتاب کا نام، تاریخ، دن اور کھولنے کا وقت وغیرہ ہدایات کا لکھنا اور صرف ایک رات میں کتنا دشوار کام تھا۔ سب سے زیادہ اندیشہ اس امر کا تھا کہ کہیں اس جلدی میں پرچہ جات میں تبدیلی یا غلطی نہ ہو جائے اور ایک کتاب کا پرچہ دوسرے کے لفافے میں نہ ڈال دیا جائے۔ چنانچہ دو دو تین تین دفعہ پرچوں اور لفافوں کو جانچا جاتا پھر مہر لگا کر بند کیا جاتا تھا۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ اس رازداری کے کام میں میرے اور مولوی ادریس صاحب کے سوا تیسرا آدمی شریک نہیں ہو سکتا تھا۔ غرض آدھی رات تک بصد مشکل اس ہمت شکن کام کو خدا خدا کر کے پورا کیا۔

(۸)......۲۹؍رجب کو صبح سویرے جوابات کی کاپیاں ہر مدرسہ کے طلبہ کی تعداد کے مطابق الگ الگ شمار کر کے بنڈل بنائے اور ہر کاپی کے ساتھ دو دو ورق فی کاپی کے حساب سے زائد کاغذ شمار کر کے الگ رکھے۔ غرض ہر مرکز کے لیے پرچہ جات، کاپی جوابات، زائد کاغذ اور کاپیوں کی واپسی کے لیے بڑے لفافے، طلبہ کی نشستوں کے لیے رول نمبر ٹکٹ وغیرہ سامان الگ الگ کر کے رکھ دیا گیا۔

(۹)......اب سب سے کٹھن اور ناقابلِ حل مسئلہ یہ پیش آیا کہ امتحان میں صرف پانچ یوم باقی ہیں اور ڈاک کا انتظام قطعاً ناقابلِ اعتماد ہے۔ بعض مقامات پر تو ڈاک خانہ ہی ندارد ہے۔ اب ان تمام مقامات پر سامان کس طرح پہنچایا جائے۔ اس بے بسی کے عالم میں تائیدِ غیبی شاملِ حال ہوئی اور فوراً ایک تدبیر ذہن میں آئی۔ چنانچہ پشاور کے علاقہ کے پانچ سینٹروں کا تمام سامان پیک کر کے حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہٗ کی وساطت سے (کہ موصوف اسی دن لائل پور مدرسہ کے امتحان کے لیے تشریف لے جا رہے تھے) مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل کے پاس لائل پور پہنچایا کہ وہ اس سامان کو اپنے ہمراہ لے جائیں اور بذاتِ خود یا اپنے اعتماد کے ذرائع سے ہر مرکز پر اُس کا سامان پہنچا دیں۔ چنانچہ موصوف کی اولوالعزمی اور جفاکشی نے ہماری بگڑی بنا دی

اور اُنھوں نے یہ تمام سامان جس کا وزن بھی من ڈیڑھ من سے کم نہ ہوگا پہنچانے کا ذمہ لے لیا اور ۳؍شعبان کو زیارت کا کا خیل جاتے ہوئے یہ تمام سامان ہر سینٹر میں پہنچادیا۔ اگر اللہ پاک اُن کا وسیلہ میسر نہ فرمادیتے اور ان کی مساعی جمیلہ ہماری معاون نہ بنتیں تو یہ سامان ڈاک اور ریلوے کے ذریعے ان دور دراز مقامات پر کبھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

ان پانچ سینٹروں کے علاوہ باقی تمام سینٹروں کا سامان بذریعہ ڈاک و ریلوے روانہ کردیا اور انتہائی تضرع کے ساتھ اللہ پاک سے دعائیں مانگنے میں مصروف ہوگئے کہ خدایا تو آبرو رکھ لے اور اہلِ علم و اربابِ مدارس کو مخالفین اور دنیاداروں کے سامنے ذلیل و رسوا ہونے سے بچالے اور اس تمام سامان اور ناظمین امتحان کو وقت سے پہلے پہنچادے اور اعلان کے مطابق امتحان کو بطریقِ احسن شروع کرادے۔ چوں کہ انتہائی اضطراب اور بے بسی کے عالم میں دل کی گہرائیوں سے دعا نکلی تھی اس لیے بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی اور بحمد اللہ ہر امتحان گاہ میں ناظمِ امتحان جملہ لوازمات کے ساتھ وقت پر پہنچ گئے اور کراچی سے پشاور تک مجوزہ پروگرام کے مطابق بیک وقت امتحان شروع ہوگیا۔

(۱۰)......روزانہ ناظمین امتحان اور ممتحنین مدارس کے خطوط ڈاک کے ذریعے ہر مدرسہ اور ہر سینٹر سے آتے رہے اور کوائف امتحان سے مکمل واقفیت اور نگرانی کا کام بطریق احسن انجام پاتا رہا۔ یہ امتحان اور اس کا طریق کار ناظمین امتحان، مہتممین مدارس اور اساتذہ وطلبہ سب کے لیے بالکل نیا تجربہ تھا۔ اس لیے بعض مقامات پر ناظمین سے اور بعض مقامات پر طلبہ سے معمولی غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئیں جن کا تدارک کردیا گیا اور ڈاک اور تار کے ذریعے فوراً متنبہ کردیا گیا اور بحمد اللہ دو تین دن کے بعد امتحان کے طریق کار کو مکمل طور پر سب نے سمجھ لیا اور پوری باضابطگی کے ساتھ کام ہونے لگا۔ غرض ملتان بیٹھ کر، کراچی سے پشاور تک کے امتحان کو کنٹرول کرنا بروقت اطلاعات حاصل کرنا اور ہدایات روانہ کرنا بھی ہمارے لیے ایک بالکل نیا کام اور مشکل مرحلہ تھا۔ مگر اللہ پاک کی توفیق شامل حال ہوئی اور بطریق احسن انجام پاگیا اور بحمد اللہ ہمارا کنٹرول اور نگرانی کسی بھی یونی ورسٹی یا بورڈ کے معیار سے کسی اعتبار سے کمتر نہ تھی۔ ڈاک، تار، ٹیلی فون تینوں کام کر رہے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ملتان میں وفاق کی ڈاک کی تقسیم میں بدنظمی اور ابتری بے حد مضرت رساں اور تکلیف دہ تھی۔ عالم یہ تھا کہ کچھ ڈاک خیر المدارس جارہی ہے تو کچھ قاسم العلوم اور کچھ دفتر وفاق میں پڑی ہوئی ہے۔ بمشکل ڈاک کو جمع کیا جاتا۔ پھر ڈاک کبھی بھی دو بجے سے پہلے نہیں پہنچ پاتی تھی اسی لیے کبھی کبھی ضروری خطوط دوسرے دن ملتے ان کا فوری جواب دیا جاتا تھا۔ بہرحال حتی المقدور ضروری ہدایات اور نگرانی کے باب میں کوتاہی نہیں ہونے دی اور بخیر وخوبی امتحان ختم ہوگیا۔

یہ دس قابل ذکر امور ہیں تلك عشرة كاملة آنے والے منتظمین امید ہے ان سب آئندہ انتظام کے لیے کافی بصیرت حاصل کریں گے۔

اس امتحان کی قابلِ ذکر خصوصیات

(۱)......کسی بھی ایسے عالم حدیث شریف کو اس امتحان کا ممتحن نہیں بنایا گیا جن کے تلامذہ امتحان میں شریک ہوں اور وہ مظنہ تہمت بن سکیں۔

(۲)...... ممتحنین کے ناموں اور پتوں کو اس قدر صیغۂ راز میں رکھا گیا کہ میرے رفیق مولانا محمد ادریس صاحب بھی تشکیل امتحان کا تمام تر کام انجام دینے کے باوجود ابھی تک تفصیلی طور پر ان سے ناواقف ہیں۔

(۳)......سوالات کے پرچے اس قدر محفوظ رکھے گئے ہیں کہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہٗ بھی کسی پرچہ کے سوالات سے پرچہ کھلنے کے وقت سے پہلے واقف نہیں ہو سکے ہیں اور مولانا محمد ادریس صاحب بھی کاتب کے حوالے کرنے کے دن سے پہلے اُن سے بالکل بے خبر تھے اور اس کے بعد بھی پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ کاتب (جو عربی سے ناواقف ہے) اور مولانا محمد ادریس صاحب کے سوا کسی بھی متنفس کو پرچوں کی ہوا تک نہیں لگنے دی گئی۔

(۴)......مدارس متعلقہ کے ممتحنین یا مدرسین کو نظم امتحان میں دخل دینے کی کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی گئی۔ البتہ ناظمین امتحان کے ساتھ ان کے اعتماد پر ممتحنین و مدرسین نے کامل تعاون کیا ہے۔

(۵)......امتحان کا طریق کار اس طرح مرتب کیا گیا کہ اس پر عمل کرنے کے بعد طالب علم کو کوئی امداد باہر سے یا اندر سے ہرگز نہیں پہنچ سکی اور نہ ہی ممکن تھا۔

(۶)......طریق کار ایسا رکھا گیا کہ ناظم امتحان بھی اول سے آخر تک امتحان کی نگرانی کرنے کے باوجود سوالات سے اس وقت واقف ہو سکے جب پرچہ کھلا اور تقسیم ہوا۔ اسی طرح جوابات کی کاپیاں وہ روزانہ امتحان کا وقت ختم ہوتے ہی سر بمہر کر کے دفتر وفاق کو بذریعہ رجسٹری روانہ کرتے رہے۔ اس نظم کی وجہ سے ناظم امتحان کے لیے بھی مداخلت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی نہ امتحان سے پہلے اور نہ بعد میں۔

(۷)...... ممتحنین کے پاس سفارش رسانی کی بیخ کنی کرنے کی غرض سے اصلی نمبر فرضی رول نمبروں سے اس طرح تبدیل کیے گئے ہیں کہ اب کسی خاص طالب علم کی کاپی کو نہ ممتحن شناخت کر سکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا شخص۔ نیز ممتحنین کے لیے بھی سفارش کرنے والوں سے حقیقی اور واقعی معذرت کا راستہ پیدا کر دیا گیا۔

(۸)......اس کراچی سے پشاور تک بیک وقت چودہ مرکزوں میں منعقد ہونے والے امتحان کے کنٹرول اور نگرانی کا اندازہ آپ اس سے کیجیے کہ ایک طالب علم سُرخ روشنائی سے پرچے لکھتا ہے جو اس کی مخصوص نشانی کا کام دے سکتی ہے تو چوتھے پرچے کے دوران میں بذریعہ تار امتحان گاہ میں ہی اس کو سرخ روشنائی استعمال کرنے سے روک دیا جاتا ہے۔ بعض مرکزوں کے طالب علم ناواقفیت کی بنا پر رجسٹریشن نمبر کو رول نمبر کی جگہ لکھتے ہیں تو دورانِ امتحان میں ہی ایک خط کے ذریعے تمام مرکزوں کو اس غلطی سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ کسی مرکز کا کوئی طالب علم کاپی جوابات کی سلپ کی بجائے کاپی جوابات پر اپنا رول نمبر یا نام غلطی سے یا قصداً لکھ دیتا ہے تو اس کو فوراً روکا جاتا ہے اور جتنی کاپیوں پر ایسا ہو چکا ہوتا ہے اُن پر کالی یا نیلی روشنائی اس طرح لگا دی جاتی ہے کہ اسے پڑھنا یا پہچاننا ناممکن ہو جاتا ہے۔ راتوں کو بیٹھ کر کاپیوں کو چیک کیا ہے اور ہر اس چیز کو جو نشانی سمجھی جا سکے مٹا دیا گیا ہے۔

(۹)......امتحان گاہ میں ناظمین امتحان نے دفتر سے بھیجی ہوئی رول نمبر چٹیں امتحان شروع ہونے سے پہلے ہی ہر

طالب علم کی نشست پر چسپاں کردی ہیں اور کسی طالب علم کو پورے امتحان میں اپنی سیٹ (جگہ) بدلنے کی اجازت نہیں دی گئی اور نظمائے امتحان کے کمروں اور سیٹوں کے نقشے بنا کر پہلے ہی دن دفتر کو بھیج دیئے ہیں اور وہ محفوظ رکھے گئے ہیں تا کہ اگر ممتحن کو پرچہ دیکھتے وقت کسی طالب علم سے نقل کا شبہ ہو تو نشست گاہ کے نقشہ سے فیصلہ کیا جا سکے کہ اس طالب علم کے لیے دوسرے سے نقل کرنا ممکن ہے یا نہیں۔

(۱۰)......امتحان کی تشکیل وانصرام اور قواعد وضوابط امتحان نیز اوّل سے آخر تک طریق کار ملک کی کسی بھی یونی ورسٹی یا بورڈ کے نظم امتحان سے مقابلہ کر کے دیکھ لیجیے آپ وفاق کے امتحان کو کسی اعتبار سے کم تر نہ پائیں گے۔کسی نہ کسی یونی ورسٹی کے پرچے ہر سال کسی نہ کسی ذریعے سے آؤٹ ہوتے رہتے ہیں،کالجوں کے پرنسپلوں اور پروفیسروں کی مداخلت اور سفارشوں سے تو کوئی امتحان محفوظ رہ ہی نہیں سکتا۔لیکن الحمدللہ پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے امتحان میں کسی بھی طالب علم یا مہتمم و مدرس کو کسی بھی پرچہ کا مطلق پتہ نہیں چل سکا اور نہ ان شاءاللہ کوئی سفارش یا اثر کارگر ہو سکے گا اور پورے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ نتیجہ بالکل صحیح اور منصفانہ ہوگا۔

جو لوگ اول سے آخر تک امتحان کی کیفیت قریب سے دیکھتے رہے ہیں وہ ہی نظم امتحان اور امتحان کی نگرانی کی خوبی کو سمجھ سکتے ہیں یا جن حضرات کا ایسے طویل وعریض امتحانات سے سابقہ پڑا ہے وہ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔مختصر یہ ہے کہ پورے امتحان میں اور اس کے بعد بھی اب تک نظم امتحان سے متعلق کسی کو شکایت کا موقع نہ ملا ہے اور نہ ان شاءاللہ آئندہ مل سکے گا۔

مستقبل کے لیے تجاویز اور اُن پر غور وفکر

امتحان کے اس پہلے تجربے کے بعد امتحان کے طریق کار سے متعلق جو امور منقح ہو کر سامنے آئے اُن کے پیش نظر مندرجہ ذیل تجاویز امتحان کمیٹی کی منظوری کے لیے پیش کرتا ہوں:

(۱)...... ہر نئے سال کے آغاز کے ساتھ ہی اس سال کے امتحان کا کام بھی شروع کر دینا چاہیے۔پہلی سہ ماہی میں ممتحنین سے پرچے منگوا کر باطمینان تمام کتابت وطباعت کرا کے ان کو بینک یا کسی اور جگہ محفوظ کر دینا چاہیے۔دوسری سہ ماہی میں نظما سے خط وکتابت کر کے اُن کا تقرر اور تعین کر دینا چاہیے۔تیسری سہ ماہی میں ملحقہ مدارس سے شرکاء امتحان کی فہرستیں منگوالی جائیں اور ان کی تعداد کے مطابق فارم داخلہ،جوابات کی کاپیاں،رجسٹریشن کارڈ اور کاپیوں کے حساب سے نمبر لگے ہوئے زائد اوراق،نشستوں کے لیے رول نمبر چٹیں،قواعد وضوابط اور اس کے علاوہ دیگر لوازماتِ امتحان تیار کرا کے ہر مرکز کا سامان علاحدہ علاحدہ رکھ دینا چاہیے۔فارم داخلہ اور قواعد امتحان جمادی الثانیہ کے پہلے ہفتے میں ہر مدرسہ کو بھیج دیئے جائیں اور کامل ایک ماہ کی مہلت واپسی کے لیے دی جائے اور ۱۰/رجب سے پہلے لازمی طور پر ان کو واپس منگا لیا جائے اور ۲۰/رجب کو رول نمبر اور رجسٹریشن کارڈ اور ۲۵/رجب کو سوالات کے پرچے حسبِ قاعدہ علاحدہ علاحدہ لفافوں میں سیل کر کے اور دسوں لفافوں کو ایک بڑے لفافہ میں بند کر کے ناظم امتحان کے نام رجسٹری کر دیئے جائیں اور بقیہ تمام سامان سینٹر کے نگران کے نام روانہ کر دیا جائے تا کہ ۳۰/رجب تک لازمی طور پر تمام سامان پہنچ جائے اور نظماء امتحان ۳ یا ۴/شعبان کو اپنے اپنے مرکز پر پہنچ کر ۵/شعبان سے

باطمینان امتحان شروع کراسکیں۔

(۲)......دفتر وفاق کی ڈاک کا ایسا معقول انتظام ہونا چاہیے کہ وہ دفتر کے علاوہ اور کسی جگہ نہ پہنچے اور زمانہ امتحان میں مبلغ پندرہ روپے فیس ڈاک خانہ داخل کر کے پوسٹ بکس نمبر لے لیا جائے اور اپنا مقفل پوسٹ بکس سینٹرل پوسٹ آفس میں رکھ دیا جائے تاکہ دفتر کا ملازم روزانہ علی الصباح جاکر وفاق کی ڈاک لے آئے۔ نیز ڈاک خانہ کو اطلاع دے دی جائے کہ رجسٹرڈ ڈاک بھی اسی ملازم کو دے دی جائے اور اس کو ناظم وفاق اور رجسٹرار امتحان کی جانب سے دستخط کرنے کا مجاز بنادیا جائے تاکہ ہمروزہ جواب دیا جاسکے۔

(۳)......اصولی طور پر کوئی بھی فوقانی مدرسہ جس کے طلبہ امتحان شریک ہورہے ہوں، امتحان کا سینٹر نہ بنایا جائے بلکہ اُسی مقام پر وفاق سے ملحق کسی وسطانی یا ابتدائی مدرسہ کو امتحان گاہ بنادیا جائے یا کسی بڑی مسجد میں منتظمین کی اجازت حاصل کر کے یا کوئی مکان کرایہ پر لے کر امتحان گاہ بنادیا جائے۔ البتہ اگر اہلِ مدارس باہمی رضامندی سے کسی ایک مدرسہ میں اکٹھے ہو کر امتحان دینے کو پسند کریں تو اس کو بھی امتحان گاہ بنایا جاسکتا ہے۔

(۴)......مرکز صرف اس مقام پر قائم کیا جائے جہاں ڈاک خانہ اور تار گھر موجود ہو۔

(۵)......کوشش کی جائے کہ امتحان کے مراکز کم سے کم ہوں اور ہر مرکز میں شرکاء امتحان کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو۔ چنانچہ بحالتِ موجودہ صرف مذکورہ ذیل آٹھ سینٹر ہونے چاہئیں: (۱) کراچی (۲) ملتان (۳) سرگودھا (۴) سرائے نورنگ (۵) ٹل یا کوہاٹ (۶) اکوڑہ (۷) چارسدہ (۸) پشاور۔

(۶)......مجلس عاملہ سے سفارش کی جائے کہ وہ نظماء امتحان کو علاوہ سفرخرچ کے دس یوم کا کچھ الاونس بھی دینے کی اجازت دے اور اُس کی مناسب شرح مقرر کردے۔

(۷)......ممتحنین سے درخواست کی جائے کہ ان کا کام صرف یہی نہیں ہے کہ وہ دیانت داری سے پوری کاپی پڑھ کر بے رورعایت نمبر لگادیں بلکہ ان کو جوابات کی کاپیوں کو جانچنے کے وقت نظامِ تعلیم کی خامیوں اور طریق تعلیم کے نقائص اور طلبا یا اساتذہ کی کوتاہیوں پر بھی نظر رکھنی چاہیے اور تمام کاپیاں جانچنے کے بعد وہ ایک رپورٹ مرتب فرمائیں جس میں مذکورہ بالا قابلِ اصلاح امور کی نشان دہی کی جائے۔ بالفاظ دیگر یہ ممتحنین دراصل مدارس ملحقہ کے درس حدیث شریف کے نگران ہیں اسی لیے ممتحن ہمیشہ کہنہ مشق، تجربہ کار، اساتذہ وطلبہ کے حلقہ سے قریب تر اور درس حدیث شریف کی مزاولت رکھنے والے عالم ہونے چاہئیں اور انھیں بتلا دینا چاہیے کہ وفاق کا اصلی مقصد آپ کو ممتحن بنانے سے یہی ہے۔ اسی لیے میری یہ تجویز ہے کہ ہر ممتحن کم از کم تین سال تک ضرور ممتحن رہنا چاہیے۔ مگر کتاب ہر سال تبدیل ہوتی رہنی چاہیے تاکہ وہ تعلیم کی رفتار اور ترقی یا تنزل کا صحیح طور پر جائزہ لے سکیں اور وفاق اور مدارس ملحقہ کی پوری طور پر صحیح رہنمائی ہوسکے۔

(۸)......کوئی بھی ممتحن جوابات کی ایک سو سے زیادہ کاپیوں کو غور سے نہیں جانچ سکتا اس لیے ممتحن کو اس بات کی اجازت ہونی چاہیے کہ وہ اپنے اعتماد اور تجربہ کی روشنی میں کسی تجربہ کار عالم کو اپنا معاون مقرر کرلیں بشرطیکہ وہ امتحان میں شریک

ہونے والے کسی مدرسہ کا استاذِ حدیث نہ ہو اور دفتر کو اس کی اطلاع دے دیں لیکن معاون کی دیکھی ہوئی کاپیوں میں سے کیف ما اتفق دس فی صد کاپیوں کو دیکھ کر یہ جائزہ لینا ممتحن کے لیے ضروری ہوگا کہ معاون نے اس کے معیار کے مطابق کاپیاں دیکھی ہیں یا نہیں اور ان کاپیوں کے سرورق پر "نظر ثانی کی گئی" کے الفاظ لکھ دیئے جائیں۔ نیز معاون کی دیکھی ہوئی کاپیوں پر معاون کے ساتھ ممتحن کے دستخط بھی ضروری ہوں گے۔

(۹)...... جوابات کی کاپیاں دیکھنے اور جانچنے والے ہر ممتحن یا معاون ممتحن کو اس کی محنت کا معاوضہ ضرور ملنا چاہیے۔ ذمے داری کے ساتھ سو کاپیوں کو جانچنے اور نمبر لگانے کے لیے کم از کم پچاس گھنٹے ضرور صرف ہوں گے۔ اتنا وقت کسی بھی ممتحن کے لیے بلا معاوضہ صرف کرنا دشوار ہے۔ میری ناقص رائے میں کم از کم ۴/آنہ فی کاپی معاوضہ ضرور دینا چاہیے اور امتحان کمیٹی ہی بامید منظوری عاملہ اس کا فیصلہ کر کے ہر ممتحن کو اطلاع دے دے، ورنہ خطرہ ہے کہ کاپیاں وقت پر نہ آئیں گی یا اندھا دھند دیکھی جائیں گی الا ماشاء اللہ۔

(۱۱)...... اس سال کے تجربہ سے معلوم ہوا کہ وفاق سے ملحق مدارس ایسے طلبہ کو بھی دورہ حدیث شریف میں شامل کر لیتے ہیں جنھیں ضروری فنون کی ابتدائی کتابوں پر بھی عبور حاصل نہیں ہوتا۔ اس سال کے فارم داخلہ ہمارے سامنے ہیں۔ عقائد، کلام، منطق اور ادبِ عربی سے کورے طالب علم بھی دورۂ حدیث شریف کے امتحان میں بٹھا دیئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے طلبہ ہرگز اس کے اہل نہیں کہ انھیں سند الفراغ من العلوم الدينية العربيه دی جائے۔ اس رجحان کے ختم کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ سختی کے ساتھ درجہ بندی پر عمل کرایا جائے اور مدارس ملحقہ کو اس کا پابند کیا جائے اور اس کی مؤثر تدبیر میری رائے میں یہ ہے کہ وفاق آئندہ سال دورۂ حدیث شریف کے علاوہ موقوف علیہ دورہ کا بھی ایک اور وسطانی امتحان اپنے ذمے لے جو صرف درجہ سابعہ یا سابعہ اور سادسہ کی کتابوں کو ضم کر کے ترتیب دیا جائے اور جو طالب علم اس امتحان میں پاس ہوں انہی کو دورۂ حدیث شریف کے امتحان میں شرکت کی اجازت ہو، دورۂ حدیث شریف میں داخل ہونے والے جدید طلبہ جنھوں نے وفاق کا یہ وسطانی امتحان کسی بھی مدرسہ میں پاس نہ کیا ہو اُن سے داخلہ کے وقت اس امتحان کی تمام کتابوں کا وفاق کے معیار پر باقاعدہ تحریری امتحان لیا جائے اور ان کے پرچوں پر نمبر لگا کر کامیاب طلبہ کے پرچے ناظم وفاق کے پاس بھیج دیئے جائیں اور داخلہ کی منظوری اُن سے حاصل کی جائے۔

اس میں شک نہیں کہ وفاق کے لیے دورۂ حدیث شریف کا امتحان ہی بے حد مشکلات اور دشواریوں کا باعث ہے چہ جائیکہ یہ دوسرا امتحان بھی اس کے ذمے ڈال دیا جائے۔ مگر مدارس عربیہ کے نظام تعلیم اور نصابِ تعلیم کی اصلاح اس قسم کی مشکلات کو اپنے ذمے لیے بغیر ممکن نہیں اور مدارس اور طلبہ کو نصاب اور درجہ بندی کا مؤثر طریقہ پر کاربند بنانے کا طریقہ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

(۱۲)...... امتحان کی تمام اصطلاحات عربی میں استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ پرچہ جات سوالات بھی تدریجی طور پر عربی میں مرتب کیے جائیں۔ اس سال صرف ایک پرچہ عربی میں تھا، آئندہ سال کم از کم تین پرچے عربی میں ہونے چاہئیں۔ نیز

عربی میں پرچے حل کرنے کی ترغیب کے وسائل زیادہ سے زیادہ اختیار کرنے چاہئیں۔

(۱۳)......اس امتحان سے وفاق کا اصلی مقصد نظام تعلیم کی اصلاح اور مدارس عربیہ کا استحکام وترقی ہے۔ اس لیے ایسے طلبہ کو اس امتحان میں شرکت کی اجازت نہ دینی چاہیے جنھوں نے کسی مدرسہ کا باضابطہ طالب علم بن کر تعلیم نہ حاصل کی ہو۔ بلکہ بطور خود اِدھر اُدھر کتابیں پڑھ پڑھالی ہوں اور وفاق سے سند فراغ حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ ایسے طلبہ کو ہدایت کی جائے کہ وہ وفاق کے کسی ملحقہ مدارس میں داخل ہو کر باضابطہ تعلیم حاصل کریں اور امتحان دیں۔

نوٹ:......مذکورۂ بالا تمام تجاویز کو امتحان کمیٹی نے کافی بحث وتمحیص اور غور وفکر کے بعد مناسب ترمیموں کے ساتھ متفقہ طور پر منظور کیا۔ صرف تجویز نمبر (۱۱) کے نفاذ کو مدارس فوقانی ووسطانی سے استصواب اور مجلس عاملہ کی منظوری پر موقوف رکھا ہے۔ چنانچہ ممتحنین سے متعلق تجاویز پر عمل درآمد شروع ہو گیا ہے اور ان کو اطلاعی خطوط لکھ دیئے گئے۔

نظماء امتحان کے اسمائے گرامی اور اُن کی خدمت میں خراجِ تحسین

آخر میں احقر نظماء امتحان کی فہرست اور از راہ سپاس گزاری ان کی خدمت میں خراجِ تحسین پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے:

(۱)......حضرت مولانا مفتی سیاح الدین صاحب کاکاخیل صدر مدرس مدرسہ اشاعت العلوم لائل پور کو دار العلوم الاسلامیہ چارسدہ ضلع پشاور کے لیے ناظم امتحان مقرر کیا گیا۔ یہ وہ سینٹر ہے جہاں ۶۵ طلبہ دورۂ حدیث نے امتحان میں شرکت کی ہے۔ اتنے اہم مرکز میں موصوف نے جس حسن تدبیر سے نظم امتحان کی تشکیل فرمائی اور قواعد وضوابط کی نگرانی کو سرانجام دیا، وہ قابل رشک اور لائق صد تحسین ہے۔ اللہ پاک ان کو اس دینی خدمت جلیلہ کے عوض میں جزاء خیر اور سعادتِ دارین سے سرفراز فرمائیں۔ موصوف سب سے پہلے ناظمِ امتحان ہیں جنھوں نے اس بارگراں کو اُٹھانے کے لیے احقر کی دعوت پر فوراً لبیک فرمایا اور اس دوائے تلخ کو بخندہ پیشانی نوش فرمانے کے لیے سب سے پہلے آمادگی کا اظہار کیا اور اس فراخ حوصلگی کے ساتھ کہ لائل پور سے زیارت تک کے سفر خرچ کے بار سے بھی وفاق کو سبکدوش کر دیا اور ریل کا کرایہ تک نہیں لیا۔

(۲)......حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب صدر مدرس جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک ناظم امتحان برائے دار العلوم سرحد پشاور۔ موصوف نے بڑی محبت اور خوشی کے ساتھ وفاق کی اس خدمت کو قبول فرمایا اور اول سے آخر تک تمام کام کو انتہائی باقاعدگی اور سلیقہ سے تکمیل تک پہنچایا۔ بارك الله في علمه وعمله۔

(۳)......حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدر مدرس دار العلوم حقانیہ ناظم امتحان برائے جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک۔ جامعہ اسلامیہ کے لیے ابتداءً مولانا لطف اللہ صاحب مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کو ناظم امتحان مقرر کیا گیا تھا لیکن موصوف بعض اعذار واقعیہ کی وجہ سے تشریف نہ لے جاسکتے تھے۔ اس لیے معذرت فرمادی تو حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب سے درخواست کی گئی۔ موصوف نے اس آڑے وقت میں اپنی خدماتِ جلیلہ اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے پیش فرما کر وفاق کی ایک بہت بڑی مشکل کو حل فرمادیا۔ فجزاه الله خير الجزاء۔

(۴)......حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب شیخ الحدیث دار العلوم چارسدہ ناظم امتحان برائے دار العلوم حقانیہ اکوڑہ

خٹک۔ حضرت مولانا موصوف نے سب سے آخر میں بذریعہ تار منظوری کی اطلاع سے مسرور فرمایا۔ لیکن منظور فرمانے کے بعد بڑے تیقظ اور تثبت کے ساتھ کام انجام دیا۔ اس خدمت کے مہتم بالشان اور لائق اعتنا ہونے کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا موصوف اپنے مدرسہ کے مدرس مولانا مطلع الانوار صاحب کو بحیثیت معاون ناظم اپنے ہمراہ لے گئے۔ ایک مدرسہ سے دو مدرسین کا ایامِ امتحان میں بکارِ وفاق غیر حاضر رہنا مدرسہ کے لیے کس قدر دشوار اور ناقابل برداشت ہے۔ لیکن حضرت مہتمم صاحب دار العلوم الاسلامیہ نے بخوشی اس کو برداشت کیا۔ وفاق حضرت مہتمم صاحب دار العلوم، حضرت ناظم امتحان و معاونِ ناظم سب حضرات کا بے حد ممنون اور سپاس گزار ہے۔ زادھم اللہ مجداً وسیادةً۔

(۵)......حضرت مولانا محمد عمر صاحب مدرس دار العلوم سرحد پشاور ناظم برائے دار العلوم حمایت الاسلام غلجی کنڈر خیل۔ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب بنوری مدظلہٗ نے وفاق کی خدمت کے لیے مولانا محمد عمر کی خدمات پیش فرما کر وفاق سے شغف و ہمدردی کا بین ثبوت پیش فرمایا ہے اور مولانا محمد عمر صاحب نے بوجہ احسن اس خدمت شاقہ کو انجام دے کر اپنی وفاق دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ اس لیے کہ غلجی میں ڈاک خانہ نہیں ہے۔ روزانہ جوابات کی کاپیاں رجسٹری کرانے کے لیے مولانا پشاور شہر آتے اور رجسٹری کر کے اس سرد موسم اور بادو باراں کی فضا میں وقت مقررہ پر بلاناغہ غلجی پہنچتے۔ اللہ پاک دنیا و آخرت میں موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

(۶)......حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب مدرس مدرسہ تعلیم القرآن کوہاٹ ناظم امتحان برائے دار العلوم العربیہ ٹل۔ موصوف شدید علالت کے باوجود اس خدمتِ شاقہ کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ یہ ان کی غایت کرم فرمائی کا ثبوت ہے۔ وفاق کے کام کی اہمیت کے علاوہ موصوف نے میرے ذاتی تعلقات کا احترام فرما کر مجھ پر مخصوص احسان فرمایا ہے۔ اللہ پاک ان کو صحت کاملہ سے نوازے اور خدمتِ دین کے لیے ان کے قویٰ میں برکت و توانائی عطا فرمائے۔

(۷)......حضرت مولانا صدر الشہید صاحب ناظم مدرسہ معراج العلوم بنوں۔ ناظم امتحان برائے دار العلوم صدیقیہ ظفر ممہ خیل۔ مولانا صدر الشہید مدرسہ معراج العلوم کے مرکز کار ہیں۔ نو دس دن کے لیے اُن کا مدرسہ سے باہر رہنا مدرسہ والوں کے لیے یقیناً ناقابلِ برداشت تھا۔ چنانچہ مخدوم و مکرم استاذ محترم حضرت مولانا عجب نور صاحب مدظلہم مہتمم مدرسہ معراج العلوم نے میرے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا کہ مولوی صدر الشہید صاحب کا نو دس دن مدرسہ سے غیر حاضر رہنا اگرچہ ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہے لیکن آپ کی تکلیف بھی ہم سے نہیں دیکھی جا سکتی۔ اس لیے ہم انھیں اجازت دیتے ہیں وہ مدرسہ صدیقیہ کی خدمت انجام دیں گے۔ اللہ پاک ایسے شفیق کے بابرکت سایہ کو تادیر قائم رکھے۔

(۸)......مولانا محمد صدیق صاحب صدر مدرس مدرسہ صدیقیہ ظفر ممہ خیل ناظم امتحان برائے معراج العلوم بنوں۔ مولانا موصوف نے بھی بخندہ پیشانی اس زحمت کو وفاق کی خاطر قبول فرمایا اور بڑے اچھے پیمانہ پر اس کام کو تکمیل تک پہنچایا۔ اللہ پاک ان کے علوم اور اعمال حسنہ میں برکت عطا فرمائیں۔

(۹)......مولانا عبد القادر صاحب قاسمی مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ناظم امتحان برائے مدرسہ سراج العلوم سرگودھا۔

مولانا قاسمی نے ایسے وقت میں اس بارگراں کو اُٹھایا جب کہ دو بزرگ یکے بعد دیگرے سرگودھا کی نظامت امتحان کے قبول کرنے معذرت کر چکے تھے اور میں سرگودھا کے ناظم امتحان کی جستجو میں سرگرداں تھا اور مولانا قاسمی لاہور میں ایک عظیم مقصد کے لیے مقیم تھے، موصوف اپنے اس عظیم کام کو جس کے لیے گھر بار چھوڑ کر لاہور پڑے ہوئے تھے، درمیان میں چھوڑ کر سرگودھا تشریف لے جانے اور اس نازک وقت میں وفاق کی خدمت انجام دینے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ درحقیقت وفاق کے ساتھ ان کا یہ عظیم تعاون لائق صد شکریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں دنیاوی اور دینی مقاصد میں کامیاب فرمائیں۔

(۱۰)......حضرات مولانا محمد ابراہیم صاحب مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان ناظم امتحان برائے مدرسہ خیر المدارس ملتان و دار العلوم کبیر والا (۱)۔ مولانا موصوف نے خیر المدارس جانے اور آنے میں روزانہ دو میل کی مسافت پیدل طے فرما کر آٹھ دن مسلسل اس تگ و دو میں گزارے اور مجاہدین کرام کی یاد تازہ کر دی، صرف اس لیے کہ وفاق ان کے آمد و خرچ کا زیر بار نہ ہو۔ اللہ اللہ!! اور پھر اس چستی اور نظم وضبط سے تمام کام انجام دیا کہ باید وشاید جس سینٹر کا کام سب سے زیادہ باضابطہ اور اول سے آخر تک کوتاہیوں اور ناواقفیت کی غلطیوں سے محفوظ رہا ہے، وہ آپ ہی کا سینٹر ہے اور جس ناظم نے وفاق سے ایک پیسہ نہیں لیا وہ پیر کہن سال جواں ہمت مولانا محمد ابراہیم صاحب ہیں۔ ادركه الله بألطافه الخاصة۔

(۱۱)......حضرت مولانا جمال الدین صاحب مدرس مدرسہ خیر المدارس ملتان۔ ناظم امتحان برائے مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔ حضرت مولانا جمال الدین صاحب نے بڑی حوصلہ مندی اور خندہ پیشانی کے ساتھ وفاق کی اس خدمت کو سرانجام دیا۔ احقر خود بھی موصوف کے ساتھ نظم امتحان اور نگرانی وغیرہ میں موصوف کا معاون رہا اور بخیر وخوبی امتحان ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائیں۔

(۱۲)......مولانا مفتی محمد عثمان صاحب بلوچ مہتمم مدرسہ احرار العلوم کراچی۔ ناظم برائے مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی۔

مولانا موصوف نے پیرانہ سالی میں جس خلوص ومحبت کے ساتھ اس خدمت کو قبول فرمایا اور موسم سرما میں روزانہ علی الصباح کراچی کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ میں بلاناغہ پہنچنے اور امتحان لینے کی زحمت گوارا فرمائی۔ اس کے لیے احقر ان کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو وفاق کی سرپرستی کے لیے تادیر سلامت رکھے۔

(۱۳)......حضرت مولانا محمد حامد صاحب مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی ناظم برائے مدرسہ مظہر العلوم کھدہ محلّہ، کراچی۔ خادم، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہٗ کے حسن انتخاب کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انھوں نے ایسے تجربہ کار جواں ہمت ناظمِ امتحان کی وفاق کی خدمت کے لیے رہنمائی فرمائی۔ موصوف نے انتہائی مستعدی، بڑی ہوشیاری اور باضابطگی کے ساتھ اس طرح نظم ونگرانی امتحان کو تکمیل تک پہنچایا کہ ذرہ برابر کسی کے لیے حرف گیری کا موقع نہ چھوڑا۔ روزانہ طلبہ کے دستخط، کوائف امتحان، مہتمم یا صدر مدرس کی تصدیق اور تمام ضابطہ کی چیزیں دفتر کو بھیجتے رہے۔ وفاق اُن کی اس تندہی اور حسن تدبیر کا شکریہ نہیں ادا کر سکتا۔ اللہ پاک موصوف کو اس خدمت کا بے حساب اجر عطا فرمائیں۔

---

(۱) دار العلوم کبیر والا کے طلبہ کو حضرت مولانا عبد الخالق صاحب زید لطفہٗ نے از خود خیر المدارس کے مرکز میں بھیج کر وفاق کو ایک مستقل مرکز کے اہتمام وانتظام کی ذمے داری سے سبکدوش فرمایا اور کبیر والا کے طلبہ نے خیر المدارس کے مرکز میں امتحان دیا۔ جزاهم الله خير الجزاء

سب سے آخر میں احقر حضرت مولانا خیر محمد صاحب کا شکروسپاس اپنا اہم ترین فرض اور موصوف کی رہنمائی کے اعتراف کو اپنے لیے سرمایۂ فخر سمجھتا ہے، جنھوں نے ہر موقع پر اپنی شدید مصروفیتوں کے باوجود احقر سے تعاون فرمایا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر موصوف کی رہنمائی اور مفید مشوروں کا سہارا نہ ہوتا تو احقر کسی طرح بھی اس بارِ گراں سے سبکدوش نہ ہوسکتا تھا۔ حضرت والا کی ذات اقدس اور آپ کا وجود باسعود، وفاق کے لیے سایۂ رحمت ہے۔ حق تعالیٰ ان کے سایۂ شفقت کو اشاعت واستحکام علوم دینیہ کے لیے مدت دراز تک قائم رکھے۔ آمین

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب دام مجدہم کا شکریہ ادا کرنا تو میری قدرت سے باہر ہے۔ وفاق کے اور میرے لیے موصوف بلامبالغہ فرشتۂ غیبی ثابت ہوئے ہیں۔ آپ کے شب وروز انتھک کام نے ہی امتحانِ وفاق کو مثمر اور علماء مدارس عربیہ کو ملک میں سرخرو بنایا ہے۔ وفاق اور اس کے امتحان سے موصوف کے والہانہ عشق کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ موصوف کی ملتان تشریف آوری کے صرف دو یوم بعد کراچی سے بذریعہ ٹیلی فون ان کی والدہ ماجدہ غفرلہا کی وفات حسرت آیات کے جانکاہ حادثہ کی اطلاع ملتی ہے لیکن مولانا موصوف اس عظیم تر صدمہ کو برداشت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''جس عظیم دینی مقصد کے لیے میں یہاں آیا ہوں میرے نزدیک وہ اس سے زیادہ اہم ہے۔'' ہر چند احقر نے اور دوسرے حضرات نے مولانا سے درخواست کی کہ آپ اہل خانہ اور اعزا کی تسلی اور اپنے قلب مضطر کی تسکین کی غرض سے دو چار یوم کے لیے کراچی ہو آیئے لیکن نہ مانے اور تمام متعلقین کی محبتوں اور طبعی تقاضوں کو وفاق پر قربان کردیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ مرحومہ کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علّیین میں ان کو جگہ دے اور موصوف کو اس صبر جمیل پر اجرِ جزیل عطا فرمائے اور ان کی اس دینی خدمت کو مرحومہ کے لیے ترقی درجات کا وسیلہ بنائے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں دفتر وفاق کے محرر مولوی محمد شریف صاحب کا شکریہ ادا کیے بغیر اس رپورٹ کو ختم کردوں گا۔ انھوں نے وفاق کے دفتری کام اور شعبہ امتحان سے متعلق جملہ امور کے لیے شب وروز ایک کرکے جو دوڑ دھوپ کی اُسے خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ ان کو بھی ان کے نیک مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

وأنا العبد الأحقر الأفقر الی اللہ الغنی محمود عفا عنہ اللہ۔

مسجل امتحان وفاق المدارس العربیۃ و خادم العلم والعلماء بمدرسۃ قاسم العلوم فی ملتان۔

۱۹ من شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ۔ ۵ من فبرائر ۱۹۶۱ء یوم الاحد۔

[یہ رپورٹ وفاق المدارس العربیہ کی امتحان کمیٹی کے اراکین اور مہتممین مدارس فوقانیہ کے سامنے ۱۸ شعبان ۱۳۸۰ھ بروز یکشنبہ بعد ظہر تین نشستوں میں پڑھی گئی اور مناسب حک وفک اور ترمیم کے بعد اتفاق رائے سے منظور ہوئی اور اس کی اشاعت کی اجازت دی گئی۔]

امتحانات سے متعلق رہنما اصول

شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمدؒ
بانی جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

[شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب قدس سرہ (بانی جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد) کی شخصیت دینی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں، بالخصوص تدریس، دینی مدارس کے نظام اور عوام الناس میں دینی کام کے سلسلے میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے وسیع تجربہ اور بصیرت سے نوازا تھا، آپ کی زندگی میں بے شمار مدرسین، مہتممین اور ائمہ وخطباء آپ کے تجربات سے مستفید ہوکر کامیابیاں حاصل کرتے رہے۔ حضرتؒ کے زمانے سے جامعہ امدادیہ کے امتحانات کے موقع پر اساتذہ کرام کو ہدایات دی جاتی تھیں، درحقیقت یہ تحریر محض ایک ادارے کے مدرسین کے لئے وقتی انتظامی ہدایات ہی نہیں، بلکہ دینی مدارس کے تمام اساتذہ کرام کے لئے راہ نما اصولوں پر مشتمل ہے، اس لئے افادۂ عام کے لئے انہیں ہدیۂ ناظرین کیا جارہا ہے۔ ذیل میں دو تحریروں کو یکجا کردیا گیا ہے، ایک وہ جو تحریری امتحان کے سلسلے میں اساتذہ کی خدمت میں پیش کی جاتی تھی اور دوسری وہ جو تقریری امتحان کے سلسلے میں۔ مرتب]

امتحانات انسانی استعداد اور قابلیت کو اجاگر کرنے کا ایک بڑا سبب اور ہر مدرسہ کی تعلیمی کارکردگی کے ثمرات ہوتے ہیں، اس لئے نظام تعلیم کی طرح امتحانات میں نظم اور اعتدال کو محفوظ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، اس میں افراط یا تفریط بہت سے مفاسد اور حق تلفیوں کا باعث بن سکتی ہے، اس سلسلے میں حضرات اساتذہ کرام وممتحنین اور ارباب مدارس کی خدمت میں کچھ ہدایات پیش کی جارہی ہیں، امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے امتحانات کا نظم مضبوط سے مضبوط تر ہوگا، ان شاء اللہ۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ امتحانات کو ہرگز مقصود نہ بنایا جائے، بلکہ ان مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے، جن کے لئے منعقد ہوتے ہیں، امتحان میں طالب علم کی تعلیمی قابلیت کے ساتھ ساتھ اس کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے۔ امتحان سے طالب علموں کو خوف زدہ کرنے کے بجائے، تعمیری انداز میں مقابلے کی فضا قائم کی جائے تاکہ ان میں ایک دوسرے سے مسابقت کا جذبہ پیدا ہو۔

سوالیہ پرچہ تیار کرنے کے رہنما اصول

(۱)...... پرچہ بنانے میں رازداری کا مکمل اہتمام کیا جائے، اسے صیغۂ راز ہی میں رکھا جائے اور نہ ہی کسی کو قرائن سے پتہ

چلنے دیا جائے کہ پرچہ کس نے بنایا ہے، رازداری کے لئے درج ذیل امور کا اہتمام کیا جائے:

☆......متعلقہ کتاب اگر اپنے پاس موجود نہ ہو تو طلبہ سے حاصل کرنے کی بجائے دفتر تعلیمات یا ناظم امتحانات سے منگوائی جائے۔

☆......کتاب پر کسی قسم کا نشان نہ لگائیں اور نہ ہی کوئی اشارہ لکھیں، بعض اوقات رف کاغذ پر کچھ اشارات لکھنے پڑتے ہیں، اس صورت میں پرچہ تیار کرتے ہی اس کاغذ کو بالکل ریزہ ریزہ کر دیں۔

☆......اگر کتاب کسی مجبوری کی وجہ سے طلبہ سے ہی منگوانی پڑے، تو کتاب نئی ہونے کی صورت میں کھول کر جلد کے قریب والی جگہ سے کتاب کو نہ دبائیں، جیسا کہ عموماً ورق کو سیدھا رکھنے کے لئے کیا جاتا ہے، اس لئے کہ اس صورت میں بعد میں دیکھنے والا باسہولت اندازہ لگا سکتا ہے کہ کتاب کہاں سے کھولی گئی ہے۔

☆......پرچہ بنانے کے دوران کسی ضرورت کی وجہ سے اگر اٹھنا پڑ جائے تو پرچے کو محفوظ جگہ پر رکھ کر جائیں، اگرچہ مختصر وقت کے لئے ہی جانا ہو، بعض اوقات ایک دفعہ اٹھنے کے بعد دوسرے کاموں میں امتداد ہو جاتا ہے۔

☆......سوالیہ پرچہ لکھتے ہوئے قلم کے دباؤ کی وجہ سے اگر نچلے کاغذ پر لکھنے کا نشان آجائے تو اس کاغذ کو بھی ریزہ ریزہ کر دیں۔

☆......سوالیہ پرچے بنا کر براہِ راست مدرسہ کی طرف سے متعین شخصیت کے حوالے کیے جائیں، درمیان میں وسائط اختیار نہ کئے جائیں۔

(۲)......لکھائی واضح اور خوش خط بنانے کی حتی الامکان کوشش کی جائے، کالی روشنائی استعمال کریں، کاغذ کی دونوں جانب مناسب حاشیہ چھوڑ کر کاغذ کی ایک جانب لکھا جائے۔

(۳)......دوسرا کاغذ استعمال کرنے کی صورت میں پہلے صفحے پر ایسا اشارہ ضرور دیا جائے جس سے معلوم ہو کہ سوالات کا سلسلہ دوسرے صفحہ پر جاری ہے، مثلاً ''جاری ہے'' لکھ دیں یا ''ورق پلٹئے'' وغیرہ۔

(۴)......سوالیہ پرچے کے شروع میں کتاب کا نام، امتحان اور سال نمایاں طور پر تحریر کیا جائے۔

(۵)......کتنے سوال حل کرنے ہیں اور کتنے اور کون سے لازمی یا اختیاری ہیں، اس کی وضاحت اچھی طرح کی جائے۔

(۶)......سوالات کی عبارت نہایت واضح اور سلیس ہو محتاج تشریح نہ ہو، سوال کا تعلق کتاب سے واضح ہو، کتاب اور مصنف کے مقاصد پوچھنے پر اکتفا کیا جائے، اپنے مخصوص تفردات جن کا کتاب سے واضح نظر تعلق نہ آئے، نہ پوچھے جائیں، البتہ اپنی پڑھائی ہوئی کتاب سے بطورِ تفکہ کے ایسی بات پوچھ لینے کی گنجائش ہے لیکن اس پر پاس فیل ہونے کا مدار نہ رکھا جائے۔

(۷)......سوال کے مطلب سمجھنے میں ابہام واغلاق نہ ہو، ایسی باتیں پوچھی جائیں جو نفس کتاب یا اس کے لوازم بینہ سے متعلق ہوں، نادر معلومات نہ پوچھی جائیں۔

(۸)......جس مقدار خواندگی سے امتحان لینا ہے، ایک سوال اس کے ابتدائی حصہ سے دیا جائے، ایک درمیانی جگہ سے،

ایک آخری حصہ سے، مطلب یہ ہے کہ ایک ہی جگہ سے یا قریب قریب جگہ سے سوالات اکٹھے نہ ہوں۔

(۹)......اس بات کا ضرور یقین کرلیا جائے کہ جو سوال بنایا جارہا ہے وہ مقدار خواندگی سے باہر نہیں ہے۔

(۱۰)......ہر سوال کے سامنے اس کے کل نمبر لکھے جائیں، اگر ایک سوال کے مختلف اجزاء ہوں تو ہر جزو کے نمبر مثلاً ۵، ۱۰ یا ۸ لکھے جائیں وغیرہ۔

(۱۱)......مدرسہ کی طرف سے سوالات میں تخییر یا عدم تخییر کے متعلق اگر کوئی تصریح کردی گئی ہو، تو اس کے مطابق عمل کیا جائے، ورنہ پرچہ بنانے والے کی صواب دید پر موقوف ہے، حل کے لئے تین سوال دے یا تخییر کرلے۔ تخییر کی ایک صورت یہ ہے جو وفاق کے پرچوں میں ہوتی ہے کہ ہر سوال کے دو جز ہوں، الف اور ب، کسی ایک جزو کے حل کا مطالبہ کیا جائے یا مثلاً چار یا پانچ سوالات دے دیئے جائیں، ان میں سے کوئی سے تین سوالوں کے حل کا مطالبہ کیا جائے۔

(۱۲)......اگر سوالیہ پرچہ دو کتابوں کا ہو تو پہلی اور بڑی کتاب کے دو سوال اور دوسری کتاب کا ایک سوال حل کے لئے دیا جائے یا دونوں کتابوں کے سوالوں میں تخییر دے دی جائے۔

(۱۳)......اگر کوئی بات پوچھنا ممتحن کو مقصود ہو، لیکن کسی وجہ سے سوال کی عبارت ایسی بن جائے، جس سے اس کا مطلوب ہونا واضح نہ ہو رہا ہو، تو نمبر لگانے میں ممتحن کی نیت کے بجائے سوال کی عبارت کو پیش نظر رکھا جائے۔

(۱۴)......ہر سوال میں جتنی باتیں آپ پوچھنا چاہتے ہیں، سوال کی عبارت ایسی بنائیں جس سے یہ مقصودی چیزیں ایک دوسرے سے ممتاز ہوں اور سوالیہ پرچے میں ہی ہر ایک کے نمبر سامنے لکھ دیئے جائیں، مثلاً ایک سوال کے مجموعی نمبر ۳۳ ہیں تو مجموعی نمبر اور ہر ہر جزو کے نمبر علیحدہ علیحدہ لکھ دیئے جائیں اور پرچوں کی جانچ پڑتال کے وقت ان ملحوظات کا خیال رکھا جائے۔

(۱۵)......ہر پرچے میں چند معروضی نوعیت کے سوالات ضرور ہونے چاہئیں، جن کے جوابات طلبہ سے محدود وقت میں مطلوب ہوں، تاکہ طلبہ کی حاضر دماغی، علمی صلاحیت، حافظے اور یادداشت کا علم ہوسکے۔

(۱۶)......سوالیہ پرچہ بنانے کو سرسری اور معمولی کام سمجھ کر نہیں کرنا چاہئے، درحقیقت یہ کام پرچے چیک کرنے سے بھی زیادہ نازک اور اہم ہے، طلبہ کی محنت اور کسی کی حق تلفی، بلکہ بعض طلبہ کے نفسیاتی تعقید میں مبتلا ہونے اور ان کے ضیاع یا کم از کم ترقی میں رکاوٹ کا باعث بن جاتی ہے، اس کے برعکس بعض اوقات سوالات کی حد سے زیادہ آسانی یا ابتذال امتحان کے رعب کو ختم کردیتی ہے، اس لئے سوالیہ پرچہ کی تیاری پوری محنت کے ساتھ معتد بہ وقت لگا کر کرنی چاہئے، اس کے لئے کتاب کے پڑھے ہوئے حصے پر ایک سرسری نظر پھیر کر ہی سوالیہ مقام کی تعیین کرنی چاہئے، کیف ما اتفق جو مقام ذہن میں آجائے، اسے سوال کے لئے منتخب کرنے کا رجحان کتاب کے تمام سوالیہ پرچوں کے چند مقامات میں دائر ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔

(۱۷)......پرچے میں توازن برقرار رکھنے کے لئے ایک آدھ سوال ایسا ہونا چاہئے جس کی بنیاد پر کمزور لیکن محنتی طالب علم کے لئے پاس ہونا آسان ہوجائے اور کچھ باتیں ایسی بھی پوچھی جائیں جن کی وجہ سے اچھی استعداد کے طلبہ ہی اعلیٰ نمبر حاصل کرسکیں۔

(۱۸)......سوالات نہ تو اتنے مختصر ہوں کہ طلبہ بہت ہی جلدی فارغ ہوجائیں اور نہ اتنے طویل ہوں کہ نفس مضمون کی بجائے اصل امتحان کتابت کی رفتار کا ہوجائے، پرچے کا وقت شروع ہونے کے بعد کچھ وقت تو پرچے کی تقسیم اس کے مطالعے وغیرہ پر لگ جاتا ہے، آخر میں پرچے پر نظر ثانی بھی کرنی ہوتی ہے، درمیان میں بھی بہت سے طلبہ کو ضعف قویٰ کی وجہ سے ہاتھ روکنا، سانس لینا پڑتا ہے، قلم میں روشنائی بھی بھرنی پڑ جاتی ہے، ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے سوال بنانا چاہئے، اندازہ ہے کہ اگر کل وقت چار گھنٹے ہے تو زیادہ سے زیادہ اتنا سوال ہونا چاہئے کہ اوسط رفتار کے ساتھ مسلسل لکھا جائے تو تین گھنٹے میں پورا ہوجائے۔

(۱۹)......سوالات میں کتاب کے بنیادی مقاصد کو اہمیت دی جائے، ثانوی نوعیت کی مفید بات پوچھنی ہو تو اسے سوال کا چند نمبروں والا جز بنادیا جائے، پورے سوال کا محور نہ بنایا جائے۔

(۲۰)......اگر پرچہ اپنی زیر تدریس کتاب کا ہو تو صرف وہ باتیں پوچھی جائیں جن کا طلبہ کو بتانا اچھی طرح یاد ہو اور اگر دوسری کتاب ہو تو صرف وہ باتیں پوچھی جائیں جن کا عبارت کتاب کے ساتھ گہرا تعلق ہو، وہ غیر متعلق یا قلیل التعلق باتیں جن کا بتایا جانا اور نہ بتایا جانا دونوں محتمل ہوں، پوچھنے سے احتراز کیا جائے۔ بعض باتیں ایک جگہ قصداً ہوتی ہیں اور دوسری جگہ ضمناً، مثلاً ثمن الکلب سے نہی کی حدیث کتاب البیوع میں، یہاں اگرچہ بعض شارحین نے اقتناء الکلب کا بھی حکم بھی لکھ دیا ہے، لیکن اگر دوسرا مقام جہاں اس مسئلے کو بالقصد بیان کرنا مقصود ہو، مقدارِ خواندگی میں داخل نہ ہو تو اس کے بارے میں سوال نہ کیا جائے، ہوسکتا ہے کہ استاذ نے یہاں یہ مسئلہ بیان نہ کیا ہو، دوسرے مقام کے لئے ملتوی کر دیا ہو۔

(۲۱)......سارے سوالات ایسے نہ ہوں جن سے صرف رٹے کا اندازہ ہو فہم کا اندازہ لگایا ہی نہ جاسکے، نچلے درجات میں خاص طور پر صرف، نحو، فقہ اور منطق میں تطبیقی و تمرینی نوعیت کے سوال ضرور پوچھے جائیں، اس مقصد کے لئے معروضی سوالات مفید بھی ہوتے ہیں اور جواب دینے اور پرچے کی تصحیح میں سہولت بھی۔

(۲۲)......اگر ایک سوال میں کئی باتیں پوچھی جائیں تو انہیں چھوٹے چھوٹے اجزاء میں تقسیم کر دیا جائے، تمام اجزاء کے نمبر بھی الگ الگ لگا دینے چاہئیں، کم از کم پرچوں کی تصحیح شروع کرتے وقت ایسا ضرور کرلینا چاہئے۔

(۲۳)......تمام سوالات قریب قریب جگہ سے نہیں ہونے چاہئیں، بلکہ پوری مقدار خواندگی پر پھیلے ہوئے ہوں۔

(۲۴)......ہر سوال کے آخر میں مقام سوال کا حوالہ بقید صفحہ مع تعیین مطبع معروف چھاپے کے مطابق دے دیا جائے تاکہ طلبہ کے لئے سوال تلاش کرنا آسان ہو۔

(۲۵)......''لکھو''، ''ترجمہ کرو'' یا ''بیان کرو'' جیسی تعبیرات کی بجائے ''ترجمہ کیجئے''، ''لکھئے'' اور ''بیان کیجئے'' جیسی تعبیرات اختیار کی جائیں، البتہ عربی میں واحد کا صیغہ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۲۶)......سوالیہ پرچہ تیار کرکے اس پر بغور نظر ثانی ضرور کرلی جائے۔

(۲۷)......تحریری امتحانات کی نگرانی نہایت اہمیت تیقظ اور دیانت سے کی جائے، اس میں تمام نگران حضرات وقت پر

تشریف لاکر ناظم امتحانات کی ہدایت کے مطابق دلچسپی سے کام کریں، اگر کسی وجہ سے ناظم امتحانات ڈیوٹی تبدیل فرمادیں تو ان کی اتباع کی جائے۔

(۲۸)......امتحانات کے بعد مدارس میں تعطیلات کا بڑا مقصد طلبہ کی ذہنی تھکاوٹ اتارنا اور تکمیل ضروریات کا موقع دینے کے علاوہ ممتحن اساتذہ کرام کو پرچوں کی جانچ پڑتال کرنے کا موقع دینا ہے، اسی لئے اپنی صحت کی رعایت فرماتے ہوئے اولین فرصت میں پرچے دیکھنے کی طرف توجہ فرمائی جائے، ایسا مناسب نہیں کہ کئی دن پرچے پڑے رہیں، تقاضا کرنے پر جلدی جلدی دیکھے جائیں، ایسا کرنے سے طلبہ کے ساتھ ظلم مظنون ہے۔

(۲۹)......دیانت اور اعتدال سے پرچے چیک کئے جائیں، ایک ہی نظر سے دیکھیں اور مخلی بالطبع ہوکر دیکھیں، بیرونی اثرات کا دباؤ نہیں ہونا چاہئے، مثلاً یہ کہ کس کی پڑھائی ہوئی کتاب ہے وغیرہ۔

(۳۰)......مذکورہ اصولوں پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ طلبہ کی کامیابی کے لئے دل سے حق تعالیٰ سے دعا بھی کی جائے۔

تقریری امتحان سے متعلق رہنما اصول

امتحان لے کر نمبر لگانا حقیقت میں طالب علم کی علمی استعداد کا عدالتی فیصلہ ہے جس میں حتی الامکان اعتدال واحتیاط کی ضرورت ہے، تقریری امتحان اس لحاظ سے کہ تحریری امتحان کی طرح اس پر نظر ثانی کا موقع نہیں ہوتا، ممتحن کا پہلا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہوتا ہے۔ اساتذہ کرام سے گزارش ہے کہ اس سلسلے میں اپنے وسیع تجربات کے ساتھ ساتھ امور ذیل کو بھی ملحوظ رکھیں:

(۱)......تقریری امتحان کے لیے جو وقت طے کیا جائے اس وقت امتحان ضرور شروع فرمادیں، طلباء کو انتظار میں نہ رکھیں، انتظار کی زحمت سے تکلیف ہوتی ہے، جس کا اثر امتحان پر بھی ہوتا ہے۔

(۲)......امتحان باوقار اور خوشگوار ماحول میں ہونا چاہئے۔ بے جا مزاح سے اجتناب کیا جائے۔ امتحان لیتے وقت نہ واقعتاً غصہ نہ ہو، نہ ہی غضب اور رعب کا ایسا اظہار ہو جس سے طالب علم مرعوب ہوکر صحیح طور پر امتحان نہ دے سکے۔

(۳)......اپنی پڑھائی ہوئی کتاب کا اگر امتحان لے رہے ہوں تو امتحان میں یومیہ سبق سننے کا انداز اختیار کرتے ہوئے ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے۔

(۴)......کتاب پڑھانے والے استاد پر صراحۃً یا دلالۃً طلباء کے سامنے تنقید وتنقیص سے پرہیز کیا جائے، حتیٰ کہ اگر طالب علم کی طرف سے ایسی بات ہو، جس سے استاد کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو، مثلاً طالب علم یہ کہے کہ استاد صاحب نے یہ بات نہیں بتائی تو اس کی اصلاح کی جائے کہ استاد کے بارے میں ایسی بات نہیں کہا کرتے۔

(۵)......استاد کی طرف سے کوتاہی یا ناتجربہ کاری محسوس ہو تو اگر متعلقہ استاد صاحب سے بے تکلفی ہو تو انہیں مشورہ دیا جاسکتا ہے اور مشورہ طلباء کے ناموں والی فہرست کی پشت پر بھی لکھا جاسکتا ہے۔

(۶)......امتحان اتنی تیز رفتاری سے نہ لیا جائے کہ امتحان کی وقعت ہی نہ رہے۔ نہ ہی اتنی تاخیر کی جائے کہ طلباء تنگ دل ہوں اور اگلے دن کے امتحان کی تیاری متاثر ہو۔

(۷)......امتحان کتاب فہمی کا لیا جائے، بہتر ہے کہ طالب علم کے سامنے ایک مقام کی تعیین کر کے مطالعہ کا موقع دیا جائے۔ کتاب کے نفس مطلب سے زائد متعلقہ باتیں بطور دلچسپی کے پوچھی جاسکتی ہیں۔لیکن دو باتوں کا خیال رہے۔ایک تو ایسی باتیں نہ بتلا سکنے کی صورت میں نمبر نہ کاٹے جائیں۔دوسرے یہ کہ طلباء اپنے استاد کی طرف سے بدگمان اور مایوس نہ ہوں۔بعض دفعہ ایسی بات میں ممتحن کی نفسانیت کا بھی دخل ہوسکتا ہے کہ اگر میں پڑھاتا تو یہ بات ضرور بتاتا۔

(۸)......طلباء سے ایسے سہل سوالات بھی کرنے چاہئیں جن سے اندازہ ہو کہ طالب علم نے قواعد اچھی طرح سمجھے ہوئے ہیں یا محض رٹے ہوئے ہیں۔

(۹)......محض ایک مقام نہ سنا سکنے پر ناکام کرنے کی بجائے اسے مختلف مقامات سے سنانے کا موقع دیا جائے، اگر پھر بھی وہ راسب ہونے کا مستحق ہے تو استحقاق کے مطابق اس سے برتاؤ کیا جائے۔

(۱۰)......طالب علم کے بارے میں سابقہ تاثرات سے قطع نظر کر کے موجودہ کیفیت کے مطابق نمبر لگائے جائیں۔

(۱۱)...... ہر ہر طالب علم کے نمبر اس سے امتحان لے کر ساتھ ساتھ لگاتے رہیں، نمبر لگانے میں تاخیر سے غلطی اور حق تلفی کا امکان ہے۔

(۱۲)......نمبر لگا کر راز داری اور حفاظت کا خاص خیال رکھا جائے اور اول فرصت میں فائل دفتر تعلیمات میں پہنچا دی جائے۔

(۱۳)...... کسی طالب علم کے بارے میں معلوم ہو کہ بیمار ہے تو اس کے نمبروں والا خانہ خالی چھوڑ دیا جائے اور اس کی تکلیف کی بنا پر دوسرے وقت اس سے امتحان لے لیا جائے، طالب علم بیماری کی وجہ سے رخصت پر ہو اور تحریری امتحان کے ایام میں آجائے تو اس سے ان دنوں بھی تقریری امتحان لیا جاسکتا ہے۔

(۱۴)......طالب علم کو تقریر شروع کرتے ہی نہیں ٹوکنا چاہئے، اس لئے کہ استاد کے ذہن میں بسا اوقات تقریر کی ایک ترتیب ہوتی ہے جبکہ طالب علم کی یاد کی ہوئی ترتیب اس سے مختلف ہوتی ہے، اول وہلہ میں وہ غلط محسوس ہوتی ہے، لیکن مجموعی لحاظ سے وہ بات بھی درست ہوتی ہے۔اس لئے طالب علم کو اپنی بات پوری کرنے یا اس کا معتد بہ حصہ سنانے کا موقع ملنا چاہئے۔

(۱۵)......تقریری امتحان کے سلسلے میں کوئی مفید ہدایات ممتحن صاحب کے ذہن میں ہوں تو لکھ کر ناظم امتحانات صاحب کے حوالے کر دیں تا کہ آئندہ تقریری امتحان کے راہنما اصول مرتب کرنے میں مدد مل سکے۔

(۱۶)......امتحانی پرچہ کی پشت میں یا کیفیت کے خانہ میں اپنے تاثرات، مشورے لکھ دیا کریں۔

☆......☆......☆

امتحان کیسے دیا جاتا ہے؟

مفتی ابولبابہ شاہ منصور
استاذ: جامعۃ الرشید، کراچی

عربی کامشہور مقولہ ہے:"عندالامتحان یکرم الرجل أویھان "(کسی چیز کے امتحان کے وقت آدمی عزت پاتا ہے یا خوار ہوتا ہے) امتحان کے موقع پر انسان کامیاب ہوجائے تو عزت پاتا ہے اور ناکام ہوتو شرمندہ ہوتا ہے، تاہم یاد رہے کہ ہر امتحان انسان کوعزت بخشنے کا ذریعہ ہوتا ہے، شرمندگی تب ہوتی ہے جب آدمی امتحان کی تیاری نہ کرے اوراس سے نظریں چرائے۔ علمی سرگرمیوں کے امتحانات کا بھی یہی حال ہے، کچھ طلبہ محنت کر کے اس موقع پر اعزاز پاتے ہیں اور کچھ اس کی تیاری نہ کر کے شرمندگی اٹھاتے ہیں۔ بہت سے طلبہ تو امتحان کو سرے سے وبال، دردِ سر اور مصیبت گردانتے ہیں حالانکہ یہ ان کی ناسمجھی ہے۔ آئیے! ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ امتحان کیوں لیا جاتا ہے؟ اس کی تیاری کا کیا طریقہ ہے؟ اور اس میں کامیابی کس طرح حاصل کی جاتی ہے؟ اور اسے کس طرح اعزاز وافتخار کا ذریعہ بنایا جاتا ہے؟

کیا امتحانی محنت اخلاص کے منافی ہے؟

بعض طلبہ امتحان کی محنت کو حسن نیت اور اخلاص کے منافی یا اس سے خالی سمجھتے ہیں۔ انہیں یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ امتحانات کے وقت کی گہما گہمی اور توجہ وسرگرمی امتحان کے بعد نہیں رہتی، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ محنت امتحانات میں نمایاں حیثیت حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے، خالص اللہ کے رضا کے لئے نہیں ہوتی......لیکن یہ خطرناک شیطانی وسوسہ ہے، اس کو قریب نہ آنے دیا جائے۔ بات یہ ہے کہ امتحانات اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہی ہوتے ہیں کیونکہ یہ علمی مشاغل کا اہم حصہ ہیں اور علمی پختگی ورسوخ میں معاون اور مفید ہیں۔ ان سے طالب علم میں ایک بیداری اور چستی پیدا ہوتی ہے جو علم کے حصول اور ضبط میں معاون ہے۔ کسی وقتی محرک کی وجہ سے محنت کا بڑھنا گھٹنا ایک قدرتی اور از حد ضروری ہے۔ اسے اس بات کا انتظار نہ رہے کہ امتحان کب آئے گا؟ بلکہ وہ اسباق کا آغاز ہوتے ہی امتحان کی تیاری شروع کرے اور ایک امتحان ختم ہوتے ہی اس سے اگلے مرحلے کے لئے اسی دن سے ہی محنت شروع کردے۔ یاد رکھئے! امتحان کے دن یاد کرنے کے لئے نہیں، یاد کئے ہوئے کو دُہرا کر پختہ کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔

امتحان گاہ جانے سے پہلے

امتحان گاہ میں جانے سے پہلے لکھائی کے لئے درکار تمام اشیا قلم، گتہ، مسطر اور روشنائی وغیرہ کی موجودگی کا اطمینان کرلیں تاکہ دورانِ امتحان پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ قلم میں روشنائی ڈالنے سے پہلے اسے اچھی طرح دھولیں، بسا اوقات سیاہی خشک

ہونے کی وجہ سے قلم بند ہوجاتا ہے جس سے پریشانی ہوتی ہے، نیز ایک قلم کی بجائے احتیاطاً دو قلم ساتھ رکھیں۔ پرچے میں زیادہ لکیریں لگانا، نقش ونگار بنانا اور کئی رنگوں کا استعمال پرچے کو عامیانہ اور غیر سنجیدہ بنادیتا ہے، اس سے اجتناب کریں۔ پرچے کے دائیں بائیں دونوں طرف مناسب حاشیہ چھوڑیں تاکہ جب کسی بات کا اضافہ کرنے کی ضرورت پڑے تو حاشیہ بآسانی لکھا جاسکے۔

بعض طلبہ شروع والے صفحے کے بالائی حصے پر ترچھی لکیریں لگاتے ہیں جس سے خواہ مخواہ پرچہ بدنما ہوجاتا ہے، نیز اس میں وقت اور کاغذوں کا بلاضرورت ضیاع ہے، اس سے بچنا چاہئے۔ اسی طرح بعض طلبہ پرچے پر محرابیں، مینار اور دیگر نقشے بناتے ہیں جس سے دیکھنے والے کو یہ خیال ہوتا ہے کہ ان کو وقت کی کوئی پروانہیں، نیز انہیں پرچے میں لکھنے کے لئے کچھ نہیں آتا اس لئے مختلف اشکال بنابنا کر پرچہ بھر رہے ہیں، ایسا تاثر دینے سے احتراز کرنا چاہئے۔

جب امتحان گاہ میں داخل ہوں

(۱)...... جب امتحان گاہ میں داخل ہوں تو سب سے پہلے یہ اطمینان کرلیں کہ آپ کے گتے، مسطر وغیرہ پر کوئی تحریر، کوئی اشارہ یا کوئی مشتبہ چیز لکھی ہوئی نہ ہو اور نہ کوئی پرچی وغیرہ جیب میں ہو تاکہ نگران حضرات کو آپ کے بارے میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہ ہو۔

(۲)...... پرچے پر اپنا نام یا کوئی ایسا اشارہ نہ لکھیں جس سے آپ کا تعارف ہوتا ہو۔

(۳)...... پرچے کو کسی جگہ سے نہ پھاڑیں اور نہ ہی اس میں شکن ڈالیں۔

(۴)...... سوال میں عبارت پر اعراب لگانے کا نہ کہا گیا ہو تو سوال کی عبارت جوابی پرچے پر نقل نہ کریں۔ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھنے کے بعد جواب لکھنا شروع کردیں۔ اگر پہلے سوال کا جواب لکھنا ہو تو ''جوابِ سوال اول'' اور اگر دوسرے یا تیسرے سوال کا جواب لکھنا ہو تو ''جوابِ سوال دوم''، ''سوم'' لکھ کر جواب شروع کریں۔

(۵)...... کسی عبارت کو مٹانا ہو تو خطِ تنسیخ (X) لگا کر چھوڑ دیں۔ اس کو مٹانے کے لئے صفحہ کو سیاہی سے بھر دینا صحیح نہیں ہے۔

(۶)...... کسی سے کوئی مدد یا کسی طرح کا تعاون حاصل نہ کریں، شرعاً یہ بدترین خیانت اور امتحانی قواعد کی رُو سے ایک خطرناک جرم ہے۔

(۷)...... بہتر یہ ہے کہ لکھائی میں سیاہ روشنائی استعمال کی جائے، نیلی بھی استعمال کرسکتے ہیں البتہ لال رنگ کے استعمال سے احتراز کریں۔

(۸)...... جوابی پرچے پر (خصوصاً وفاق المدارس کے امتحانات میں) کچھ ہدایات لکھی ہوتی ہیں انہیں غور سے پڑھیں اور کچھ خالی جگہیں ہوتی ہیں جنہیں پُر کرنا ہوتا ہے، ان کا طریقہ پہلے سے اچھی طرح معلوم کرکے جائیں اور انہیں شروع میں ہی پُر کرلیں، اس میں بے احتیاطی سے پرچے کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔

جب آپ سوالیہ پرچہ وصول کریں

سوالیہ پرچہ تقسیم ہونے تک آپ جوابی کاپی کے اندراجات پُر کریں اور حاشیہ کی لکیر لگائیں، فارغ بیٹھ کر وقت ضائع نہ

کریں، جب آپ سوالیہ پرچہ وصول کرلیں تو پوری توجہ سے سوالات کو اول سے آخر تک بغور دیکھیں اور یہ عمل مکرّر سہ کرّر کریں۔ پہلے ہی سوال کو آسان دیکھ کر فوراً لکھنا شروع نہ کریں، نیز جب تک سوال کے ہر جُز کو اچھی طرح نہ سمجھ لیں جواب کا آغاز نہ کریں۔ بسا اوقات غلط فہمی میں جواب لکھا جاتا ہے، بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ سوال کا مطلب وہ نہیں تھا جس کے مطابق جواب لکھا گیا ہے۔ اس لئے سوالات کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد سب سے پہلے لکھنے کے لئے اس سوال کا انتخاب کریں جسے آپ تمام تفاصیل کے ساتھ اچھی طرح لکھ سکتے ہیں۔ چاہے وہ پہلا سوال ہو یا دوسرا یا تیسرا۔ البتہ عنوان میں اس بات کو واضح کریں کہ آپ کس سوال کا جواب پہلے لکھ رہے ہیں، مثلاً: اگر تیسرے سوال کا جواب سب سے پہلے لکھنا چاہتے ہیں تو عنوان یوں لکھیں: ''جوابِ سوالِ سوم'' یا عربی میں ''الجواب عن السوال الثالث'' اگر دوسرے سوال کا جواب لکھنا چاہتے ہیں تو ''جوابِ سوالِ دوم'' یا ''الجواب عن السوال الثانی'' لکھیں۔ پہلے سوال کا جواب لکھنا ہو تو ''جوابِ سوالِ اول'' یا ''الجواب عن السوال الاول'' لکھیں۔

آپ عنوان کیسے لکھیں؟

بعض طلبہ جواب کا عنوان لکھتے ہیں: ''الجواب الاول'' یا ''الجواب الاول عن السوال الاول'' یہ درست نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب علم ایک سوال کے کئی جوابات لکھ رہا ہے حالانکہ اس کا مقصد اس سوال کی تعیین ہے جس کا جواب لکھ رہا ہے۔ جواب کا عنوان دو طرح سے لکھا جاتا ہے: اگر آپ پرچہ اُردو میں حل کررہے ہیں تو فارسی ترکیب: ''جوابِ سوالِ اول''، ''جوابِ سوالِ دوم''، ''جوابِ سوالِ سوم'' لکھیں۔ عربی میں لکھ رہے ہیں تو الجواب عن السوال الاول / الثانی / الثالث لکھیں۔

بعض طلبہ عنوانات اور بیانات میں فرق اور امتیاز نہیں کرتے بلکہ عنوان کے ساتھ ساتھ اسی سطر سے جواب لکھنا شروع کردیتے ہیں اور مسلسل بلا کسی فاصلے کے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ اس سے پرچہ بے رونق ہوجاتا ہے اور دیکھنے والے کے لئے اس کا سمجھنا دشوار ہوجاتا ہے۔ عنوانات، بند سازی (پیراگرافنگ) اور جملہ آدابِ تحریر کی رعایت کے ساتھ پرچہ لکھا جائے۔

سوال میں موجود شقوں کی تشریح کرتے ہوئے ہر ایک شق کے لئے ذیلی عنوان لگائیں، شقوں کی ترتیب وہی رکھیں جو سوال میں ہے۔ جواب کی تفصیل سے پہلے جواب کے اہم اور چیدہ چیدہ نکات کو ترتیب دے کر پورے جواب کو اپنے ذہن میں مکمل مرتب کریں، اس کے بعد لکھنا شروع کریں۔ کسی مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے بند سازی اور ذیلی عنوانات کا خیال رکھیں۔

جواب لکھتے وقت اپنے ذہن کو صرف اسی ایک سوال تک منحصر رکھیں جس کا جواب لکھ رہے ہیں، دیگر سوالات کے جوابات اس دوران ہرگز نہ سوچیں، اس سے لکھا جانے والا جواب متاثر ہوگا۔ کوئی بات اگر اچھی طرح ذہن میں نہیں آرہی تو جگہ چھوڑ کر اس سے اگلی شق لکھنا شروع کریں اور یاد آنے پر چھوڑی گئی جگہ میں تحریر کردیں، اگر خالی جگہ چھوڑنا بھول گئے ہیں تو حاشیہ میں لکھ دیں۔

وقتِ مقرر کا خیال رکھیں

مدارس کے امتحانات میں عام طور پر پرچے کے لئے تین گھنٹے اور وفاق المدارس کے امتحانات میں چار گھنٹے دیئے جاتے ہیں۔ اس مقررہ وقت کے بعد کسی کو لکھنے کی اجازت نہیں ہوتی اور نگران حضرات پرچہ وصول کرلیتے ہیں۔ اس بات کا شروع سے خیال رکھا جائے کہ وقت ختم ہونے تک تینوں سوالات کے جوابات عمدگی سے لکھے جاسکیں۔ ابتدائی جوابات میں غیر ضروری

طوالت اور بلاوجہ تاخیر سے پرچے کے ادھورے رہنے اور بعض ضروری باتیں رہ جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

کوشش کریں کہ سوال کے بنیادی نکات کا جواب دے دیں، اضافی نہ لکھیں، ہاں اگر کوئی ایسی اضافی بات یاد ہو جو موضوع کی توضیح سے تعلق رکھتی ہو تو اس کو درج کر سکتے ہیں۔ موضوع سے ہٹ کر کوئی بات پرچے میں نہ لکھیں، ایک چیز کوئی بار دہرا کر نہ لکھیں۔ سوال کی کوئی شق نہ چھوڑیں، ہر شق کے لئے باقاعدہ عنوان لگا کر اس کا جواب تحریر کریں۔ تینوں سوالات کا جواب ضرور لکھیں، کچھ سوال بہت زیادہ تفصیل سے لکھنا اور کسی سوال کو بالکل چھوڑ دینا صحیح نہیں ہے۔

نظر ثانی

پرچہ ختم کرنے کے بعد اس پر نظر ثانی ضرور کریں، اس سے پرچے میں رہ جانے والے نقص کو دور کیا جا سکتا ہے۔ بسا اوقات بعض انتہائی اہم باتیں رہ جاتی ہیں اور بسا اوقات لفظی یا معنوی غلطی ہوتی ہے، اس کی تصحیح کے لئے پرچے پر نظر ثانی ضروری ہے۔ پرچے کے صفحات پر صفحہ نمبر لگائیں، پرچہ ختم کرنے کے بعد اضافی صفحات اگر ہوں تو ان کو اصل پرچے کے ساتھ مضبوطی سے جوڑ کر جمع کرائیں اور نگران حضرات کے پاس موجود کشف الحضور (حاضری رجسٹر) پر دستخط کریں، دستخط کئے بغیر امتحان گاہ سے نکلنے پر آپ غیر حاضر شمار ہوں گے۔

مدارس ہی کے دم سے ہے......

یہ مدارس مثالی نظام امتحان رکھتے ہیں، جسے مرکزی سطح پر کنٹرول کیا جاتا ہے اور جس میں بوٹی مافیا کا نام و نشان تک نہیں۔ عصری ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق اپنے نصاب میں تبدیلیاں لانا معمول کی ایک شق ہے۔ ستر فیصد کے لگ بھگ دینی مدارس مروجہ علوم بھی پڑھا رہے ہیں اور اکثر میں تو کمپیوٹر کی تعلیم کا انتظام بھی ہے۔ یہ ادارے لاکھوں نادار بچوں کے کفیل بھی ہیں اور ناخواندگی کے سیلاب کو روکنے کا ذریعہ بھی۔ میں ان مدارس کے منفی اور مثبت پہلو کی تفصیل میں جائے بغیر اتنا جانتا ہوں کہ وطن عزیز کی لاکھوں مساجد ان کے دم سے آباد ہیں، معاشرے میں دینی اقدار کی کارفرمائی ان کی مساعی سے ہے، پانچوں وقت ملک کی فضاؤں میں بکھرنے والی اذانوں کی مشکبو گونج انہی مدارس کی عطا ہے اور دلوں کو دائمی راحتیں بخشنے والے کلام الٰہی کی پرسوز قراءات ان ہی مدارس کا فیضان ہے۔ کچے گھروندوں میں فروکش ان بوریا نشینوں کو نہ چھیڑیے جو آپ سے کچھ نہیں مانگتے، صرف دین حق کی اشاعت کا حق چاہتے ہیں۔ برقی قمقموں کی چکا چوند سے متاثر ہو کر مٹی کے ان دیوں کو نہ بجھائیے، جن کی ٹمٹماتی لو میں ہماری صدیوں کی روایات دمک رہی ہیں۔

(کالم نگار و صحافی عرفان صدیقی، روزنامہ نوائے وقت کراچی، ۲۵ جولائی ۲۰۰۲ء)

قواعد وضوابط برائے داخلہ امتحان وفاق المدارس

وفاق المدارس کے نظام امتحان کو مضبوط بنانے کے لئے مختلف اقدامات کیے جاتے رہے۔اس سلسلہ میں مختلف درجات کے داخلہ جات وامتحان سے متعلق درج ذیل قواعد وضوابط طے کیے گئے:

ابتدائیہ:......مرحلہ ابتدائیہ کے داخلہ کے وقت فارم "ب" کی نقل منسلک کی جائے۔☆......مرحلہ ابتدائیہ کا دورانیہ تعلیم پانچ سال ہوگا۔......مرحلہ ابتدائیہ کا مکمل امتحان مدرسہ لے گا۔......مرحلہ ابتدائیہ کے عصری مضامین صوبائی ٹیکسٹ بورڈ کے مطابق پڑھائے جائیں گے۔

متوسطہ:......متوسطہ سال اول میں داخلے کے لئے امیدوار کو پرائمری پاس یا اس کے مساوی استعداد کا حامل ہونا ضروری ہے۔......متوسطہ سال سوم کے داخلہ کے وقت عمر کم از کم 12 سال ہونی چاہئے۔......متوسطہ کا دورانیہ تعلیم تین سال ہے۔اس کے ابتدائی دو سالوں کا امتحان مدرسہ خود لے گا جبکہ وفاق متوسطہ سال سوم کا امتحان لے گا۔

ثانویہ عامہ:......ثانویہ عامہ سال اول میں داخلہ کے لئے امیدوار کو متوسطہ، مڈل (سیکنڈری بورڈ) پاس ہونا ضروری ہے۔......ناظرہ قرآن کریم صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے کی استعداد رکھتا ہو۔......ثانویہ عامہ سال اول و دوم کا امتحان مدرسہ لے گا۔"وفاق" ثانویہ عامہ سال سوم کا امتحان لے گا۔......ثانویہ عامہ سال سوم میں داخلہ کے لئے متوسطہ/مڈل سرٹیفکیٹ کی (متعلقہ ہیڈ ماسٹر سے) تصدیق شدہ نقل اور وفاق کے جاری کردہ کارڈ کی کاپی لف کریں۔

ثانویہ خاصہ:......ثانویہ خاصہ سال اول میں داخلہ کے لئے امیدوار کو ثانویہ عامہ کے امتحان میں کامیاب ہونا ضروری ہے۔......ثانویہ خاصہ کے داخلے کے وقت ثانویہ عامہ کی سند کی کاپی لف کریں۔......مرحلہ ثانویہ خاصہ کا دورانیہ دو سال ہے۔پہلے سال کا امتحان مدرسہ لے گا اور وفاق ثانویہ خاصہ سال دوم کا امتحان لے گا۔

عالیہ:......عالیہ سال اول میں داخلہ کے لئے امیدوار کو ثانویہ خاصہ پاس ہونا ضروری ہے۔☆......مرحلہ عالیہ کا دورانیہ تعلیم دو سال ہے۔......عالیہ میں داخلہ کے لئے ثانویہ خاصہ کی سند کی کاپی لف کی جائے۔

عالیہ سال اول (موقوف علیہ):......عالیہ سال اول میں داخلہ کے لئے امیدوار کو "وفاق" سے عالیہ پاس ہونا ضروری ہے۔......اس کے داخلہ کے لئے مرحلہ عالیہ کی سند کی نقل منسلک کریں۔......عالیہ سال اول کا امتحان وفاق المدارس لے گا۔ دورانیہ تعلیم ایک سال ہے۔

عالیہ سال دوم (دورہ حدیث):......عالیہ سال دوم میں داخلہ کے لئے امیدوار کو وفاق المدارس سے عالیہ سال اول پاس ہونا ضروری ہے۔......اس کے داخلے کے وقت عالیہ سال اول کے کشف الدرجات کی نقل منسلک کریں۔......عالیہ سال دوم کا دورانیہ ایک سال ہے۔اس کا امتحان وفاق لے گا۔

دراساتِ دینیہ:......دراسات دینیہ سال اول کے لئے ناظرہ قران مجید تلفظ کے ساتھ پڑھنے کی استعداد ہونا ضروری ہے۔......مڈل کا باقاعدہ سرٹیفکیٹ یا مطلوبہ استعداد ہو۔......دورانیہ تعلیم دو سال ہے۔ہر سال کا امتحان وفاق لے گا۔......دراسات سال دوم میں داخلہ کے لئے دراسات سال اول میں کامیابی ضروری ہے۔

نوٹ:......بنین و بنات کے لئے دراسات کا نصاب یکساں ہے۔

تجوید:......تجوید للحفاظ کے لئے وفاق سے حفظ کا امتحان پاس ہونا اور تجوید للعلماء کے لئے وفاق سے عالیہ پاس ہونا ضروری ہے۔......داخلہ کے وقت تجوید للحفاظ کے لئے سند حفظ اور تجوید للعلماء کے لئے سند عالیہ کی کاپی لف کریں۔

تحفیظ القرآن الکریم:......درجہ تحفیظ کے امتحان کے لئے ضروری ہے کہ طالب علم نے قرآن مجید مکمل حفظ کیا ہو۔......مدرسہ کا باقاعدہ طالب علم ہو، پرائیوٹ نہ ہو۔......وضع قطع اور لباس شریعت کے مطابق ہو۔

نوٹ:......تحفیظ کے کل نمبر سو ہوں گے۔60 نمبر صفات اور مخارج کے ، 20 لہجہ کے اور 10 نمبر مسائل کے ہوں گے۔کامیابی کے لئے حفظ وضبط میں 40 فیصد یعنی 60 میں سے کم سے کم 24 نمبر لینا ضروری ہے۔

متفرق قواعد وہدایات

تحتانی درجات کے داخلہ فارموں کے ساتھ رجسٹریشن کارڈ، فارم ب، مدرسہ کا باتصویر شناخت نامہ اور فوقانی درجات کے ساتھ شناختی کارڈ کی کاپی لف کریں۔

بوقت امتحان رجسٹریشن کارڈ، فارم ب یا شناختی کارڈ ہمراہ لائیں۔

داخلہ فارم خوشخط پر کریں۔فارم ب کے مطابق نام، ولدیت اور تاریخ پیدائش کا صحیح اندراج کریں۔تمام اندراجات بالکل صحیح اور واقعیت پر مبنی ہونے چاہئیں۔غلط ثابت ہونے پر طالب علم کو شرکت امتحان یا سند سے محروم کیا جاسکتا ہے۔

فیس امتحان فارم کے ساتھ بھیجنا لازمی ہے۔ جو آن لائن / بینک ڈرافٹ / منی آرڈر بنام وفاق المدارس کی صورت میں ہی قبول کی جائے گی اور رسید کٹ جانے کے بعد چاہے امتحان دے یا نہ دے فیس واپس نہیں ہوگی۔

وفاق کے امتحان میں وہ طالب علم شریک ہوسکتا ہے جو وفاق سے ملحق مدرسہ کا باقاعدہ طالب علم ہو اور اسی مدرسہ سے ششماہی امتحان دیا ہو۔ وفاق کے امتحان میں پرائیویٹ یا غیر شرعی وضع قطع والے طالب علم / طالبہ کو شرکت کی اجازت نہیں۔اگر خلاف ضابطہ کسی طالب علم نے وفاق کے امتحان میں شرکت کی تو علم ہوجانے پر اس کا نتیجہ کالعدم قرار دیا جائے گا۔

بنین کے درجات میں دو سال وقفہ لازم ہے جو کہ پاس ہونے سے شمار کیا جائے گا جبکہ نئے نصاب کے مطابق بنات کے ہر سال کا امتحان وفاق لے گا۔طلبہ کے لئے تصاویر لازم جبکہ طالبات کے لئے تصاویر ممنوع ہیں۔

رقم الجلوس سے مراد وہ نمبر ہے جو طالب علم کو ہر امتحان کے لئے اجازت نامہ کے طور پر جاری کیا جاتا ہے۔

رقم التسجیل سے مراد طالب علم کا رجسٹریشن نمبر ہے جو ہر طالب علم کو "وفاق" کے تحت رجسٹریشن کے وقت جاری کیا جاتا ہے اور طلبہ کو باقاعدہ رجسٹریشن کارڈ بھی جاری کیا جاتا ہے۔رقم التسجیل آخری درجہ تک ایک ہی ہوتا ہے۔

وفاق کے تحت سالانہ امتحان کا دورانیہ چھ دن کا ہوتا ہے، ہر روز ایک پرچہ ہوتا ہے۔
بنین کے درجات میں دو سال کا وقفہ پاس ہونے سے شمار کیا جائے گا۔
درجہ کتب کے دوبارہ امتحان کی صورت میں زائد نمبروں کا اعتبار ہوگا۔
رفع درجات کے امتحان کے داخلہ فارم کے ساتھ سابقہ سند جمع کروانا لازم ہے۔
امتحان کے بعد سند جمع کرانے کی صورت میں ثنی سند کی فیس ادا کرنی ہوگی۔
نمبروں میں اضافہ کیلئے درجہ حفظ کے دوبارہ امتحان کی وفاق سے پیشگی اجازت لینا اور پہلی سند جمع کروانا لازمی ہوگا۔
امتحان سے متعلق امور میں نگران اعلیٰ سنٹر کی رپورٹ کو معتبر سمجھا جائے گا اور امتحان کے متعلق جملہ امور میں امتحانی کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا۔
فوقانی درجہ کے امتحان کے بعد تحتانی درجات کے امتحان کی اجازت نہیں ہوگی

کامیابی کا معیار

عالمیہ بنین میں بخاری و ترمذی، عالمیہ بنات میں بخاری اول و ترمذی اول، متوسطہ میں اردو، ریاضی، قرآن مجید اور درجہ تجوید میں مقدمہ جزریہ اور حدر و ترتیل لازمی مضامین ہیں جبکہ بقیہ درجات میں کوئی سے چار مضامین میں پاس ہونا لازم ہے۔ نیز تمام درجات میں کامیابی کیلئے مجموعی طور پر 40 فیصد نمبر حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

عالمیہ کے دونوں لازمی مضامین میں چالیس فیصد سے کم نمبر حاصل کرنے والا طالب علم راسب شمار ہوگا۔ اگرچہ اس نے مجموعی طور چالیس فیصد سے زائد نمبر بھی کیوں نہ حاصل کر لئے ہوں۔ جبکہ کسی ایک مضمون میں چالیس فیصد سے کم نمبر ہوں اور مجموعہ میں چالیس فیصد نمبر ہوں تو ضمنی شمار ہوگا البتہ جس نے دونوں لازمی پاس کئے ہوں اور مجموعی نمبر 200 یا اس سے زائد ہوں تو وہ راسب شمار ہوگا۔ لیکن آئندہ امتحان میں صرف فیل شدہ مضامین کا امتحان دے سکتا ہے۔ اس خاص صورت کے علاوہ باقی تمام صورتوں میں راسب طالب علم کو مکمل امتحان دینا ہوگا۔
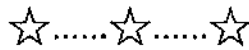
پرچۂ امتحانات تیار کرنے کے رہنما اُصول

امتحانی کمیٹی وفاق المدارس العربیہ

وفاق کا پرچہ سوال تین سوالات پر مشتمل ہوگا، ہر سوال میں ''الف'' اور ''ب'' ہونگے، طالب علم یا طالبہ کو ان میں سے ایک کو حل کرنا ہوگا، ''الف'' اور ''ب'' دونوں کو حل کرنے کی اجازت نہ ہوگی، اسی طرح دونوں کو چھوڑنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔ چونکہ ''الف'' اور ''ب'' مستقل سوال ہونگے اس اعتبار سے وفاق کے پرچہ سوال میں چھ سوالات ہونگے جن میں سے طالب علم تین کے جوابات دے گا۔

مواد سے متعلق

(۱)......جس مضمون یا کتاب کا پرچہ بنانا ہو فن میں اس کے مقام اور درجہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے پرچہ بنایا جائے مثلاً قدوری، شرح وقایہ اور ہدایہ میں فرقِ مراتب کو ملحوظ رکھا جائے۔

(۲)......جس کتاب کا پرچہ بنایا جا رہا ہو اگر وہ کتاب مکمل داخلِ نصاب نہ ہو تو اس کے نصاب کا یقینی علم کر لیا جائے تا کہ خارج از نصاب سوال آنے سے تحفظ ہو سکے۔

(۳)......پرچہ سوال مکمل نصاب پر حاوی ہونا چاہئے لہٰذا اگر کوئی کتاب مکمل داخل نصاب ہو تو شروع کتاب، وسطِ کتاب، آخر کتاب ہر حصّے سے سوالات آنے چاہئیں۔ اسی طرح کتاب کو تین حصوں پر تقسیم کریں اور ہر سوال کا الف اور ب کتاب کے ایک حصے سے ہونا چاہیے۔

(۴)......اگر کسی پرچہ سوال میں دو کتابوں کی شرکت ہو تو سوالات کی اہمیت کی بنیاد پر تقسیم ہو سکتے ہیں کہ دو سوال مکمل (الف و ب کے ساتھ) زیادہ اہم سے متعلق ہوں اور ایک سوال کم اہمیت والے مضمون یا کتاب کا ہو۔

ایسی صورت میں اگر مساوی اہمیت والے مضامین ہوں تو یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ پہلا سوال ایک مضمون سے متعلق ہو اور آخری سوال دوسرے مضمون سے جبکہ دوسرے درمیانی سوال کا الف پہلے مضمون سے متعلق ہو اور ب دوسرے مضمون سے۔

(۵)......اگر پرچہ سوالِ وفاق کا تعلق تین کتابوں سے ہو تو ہر کتاب سے متعلق ایک سوال ہوگا۔

(٦)......پرچہ سوالات نہ بہت مشکل ہوں نہ بالکل آسان یعنی یا تو تمام سوالات معتدل ہوں یا ایک مشکل ایک معتدل اور

ایک آسان۔

(۷)......جوابات کے اعتبار سے بھی پرچہ معتدل ہونا چاہئے یعنی جوابات کے لحاظ سے پرچہ سوال نہ بہت زیادہ طویل ہو نہ نہایت مختصر۔

(۸)......سوالات میں جو کچھ پوچھنا مقصود ہو اس کی تعبیر نہایت سہل اور آسان ہونا چاہئے، مبہم اور ذو جہات تعبیر سے احتراز کرنا چاہئے تاکہ طالب علم کو سوال کے سمجھنے میں دشواری نہ ہو اور امتحان کے نگران حضرات کا کام بھی آسان ہو جائے۔

(۹)......ہر پرچہ میں اعراب لگانا کسی نہ کسی سوال کا حصہ ہونا چاہئے بالخصوص ابتدائی اور وسطانی درجات میں، البتہ اعراب والے سوالات زیادہ نہ ہونے چاہئیں تاکہ جوابات چیک کرنے میں ممتحن کو دشواری نہ ہو۔

(۱۰)......پرچہ سوال مرتب کرتے وقت اس کا خیال رکھا جائے کہ سوالات صرف حافظہ سے متعلق نہ ہوں بلکہ ان سوالات سے طالب علم کی کتاب فہمی اور علمی صلاحیت اور استعداد کا جائزہ لینا مقصود ہو۔

(۱۱)......درسِ نظامی کی عربی کتاب میں حلِ عبارتِ کتاب کا سوال ہونا بھی مناسب ہے خواہ کلاً یا بعضاً۔

(۱۲)......کبھی اعراب کے بجائے یا اس کے ساتھ وجہِ اعراب کو بھی پوچھا جائے مثلاً منصوب ہے تو کیوں؟ عاملِ ناصب کیا ہے؟ وغیرہ۔

(۱۳)......گاہ بگاہ حسبِ ضرورت و موقع اہم الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے، نیز اہم جملہ کی ترکیب نحوی پوچھی جا سکتی ہے۔

(۱۴)......متعلقہ فن یا فنون کی اصطلاحات بھی پوچھی جانی چاہئیں۔

(۱۵)......مشہور مباحث سے ہٹ کر بھی سوالات دیئے جائیں، ایسا نہ ہو کہ پورا کا پورا پرچہ مشہور سوالات پر ہی مشتمل ہو۔

(۱۶)......عالمیہ، عالیہ اور خاصہ کے پرچہ سوالات عربی میں ہونے چاہئیں جبکہ عامہ، متوسطہ اور دراسات کے پرچے اردو میں ہونے مناسب ہیں۔

(۱۷)......کوشش کی جائے کہ پرچہ سوال مستقلاً بنایا جائے سالہائے گذشتہ کے پرچہائے وفاق سے حتی الامکان سوال نہ لیا جائے۔

(۱۸)......متعلقہ کتاب کے جس نسخہ کو سامنے رکھ کر پرچہ سوال تیار کیا جا رہا ہو پینسل سے ایک طرف اس کا مطبع اور سوال کا صفحہ نمبر تحریر کر دیں تاکہ وقتِ ضرورت مراجعت کی جا سکے اور بعد از مراجعت ربڑ سے مٹایا جا سکے۔

(۱۹)......جس کاغذ پر سوالات لکھیں اس کے صرف ایک طرف کالی سیاہی سے لکھیں۔

(۲۰)......پرچہ سوال مکمل ہونے پر اول تا آخر کم از کم دو مرتبہ پڑھ کر اہتمام سے تصحیح کر لیں اور کتابی عبارات کو کتاب میں دیکھ کر بغور ملا لیا جائے۔

(۲۱)......احیاناً مؤلف یا مصنف اور اس کی تالیف سے متعلق بھی ایک سوال دیا جا سکتا ہے۔

(۲۲)......معروضی سوالات بھی دیئے جاسکتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ ایک پرچہ سوال میں معروضی سوال ایک سے زائد نہ ہو، اس ایک سوال میں چھوٹے چھوٹے متعدد سوالات ہوسکتے ہیں۔

(۲۳)......فن سے متعلق سوال دیئے جانے کی بھی گنجائش ہے۔

(۲۴)......پرچہ سوالات کی تعبیرات صحیح اور باوقار ہونی چاہئیں۔

(۲۵)......حتی الامکان کوشش کی جائے کہ طالبات کے پرچوں میں ایسے سوالات نہ دیئے جائیں جن کے ذکر سے حیا آتی ہو۔

(۲۶)......خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق مطلوب ہوتو کلمات وغیرہ پر خط کھینچنا نہ بھولیں۔

لغوی وصرفی تحقیق

سوالیہ پرچے میں لغوی اور صرفی تحقیق کا مراد متعین ہونا چاہئے۔ اگر صرف لغوی تحقیق پوچھی جائے تو اس سے مراد جمع، مفرد اور معنیٰ ہونا چاہیے اور اگر دونوں پوچھے جائیں تو جمع، مفرد، معنیٰ، صیغہ اور باب مراد ہو۔

نمبرات سے متعلق ہدایات

(۱)......ہر سوال کے سامنے اس کے نمبر درج کیے جائیں، اس طرح کہ اس کا مجموعہ ۱۰۰ ہو جائے۔

(۲)......کسی سوال میں اگر اجزاء ہوں تو کوشش کی جائے کہ اجزاء تین چار سے زائد نہ ہوں۔ نمبروں کی تقسیم میں حتی الامکان کسور سے احتراز کریں۔

(۳)......عربی میں پرچہ حل کرنے والے طالب علم یا طالبہ کو وفاق کے مقرر کردہ انعامی نمبر دیئے جائیں گے۔

(۴)......سوالیہ پرچے کی باقاعدہ تقطیع ہو، سوالات کے اجزاء میں توازن اور نمبروں کی تقسیم برابر ہو۔ البتہ اگر کوئی جز مشکل یا طویل ہو تو اس کے نمبر زیادہ اور اگر مختصر اور آسان ہو تو اس کے نمبر کم رکھے جائیں۔

حفاظت کے متعلق ہدایات

(۱)......امتحان وفاق کا پرچہ تیار کرتے وقت مکمل رازداری اور احتیاط سے کام لیں اور اپنے خدام، اہل خانہ اور قرابت داروں کی نسبت سے بھی اس کا تحفظ یقینی بنائیں۔

(۲)......پرچہ سوال تیار کرتے وقت اگر آپ نے متفرق رف کاغذ استعمال کئے ہیں تو ایسے مستعمل کاغذوں کو احتیاط کے ساتھ جلادیں تاکہ پرچہ سوال پر کسی قسم کی دلالت باقی نہ رہے۔

قواعد وضوابط امتحان برائے مسئولین

[ملک بھر میں پھیلے ہوئے وفاق المدارس کے مسئولین کو امتحانی ہدایات پر مشتمل حضرت ناظم اعلیٰ وفاق کی طرف سے درج ذیل خط ارسال کیا جاتا ہے۔مرتب]

محترم ومکرم حضرت مولانا..............زید مجدکم، مسئول..........السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

السلام علیکم ورحمته الله وبرکاته!

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہونگے۔

''وفاق المدارس'' کے تحت درجہ کتب کے سالانہ امتحانات 25 تا30 رجب المرجب 1438ھ مطابق 22 تا 27 اپریل 2017ء بروز ہفتہ تا جمعرات ہونگے۔ جبکہ درجہ حفظ کے امتحانات 13 تا22 رجب المرجب 1438ھ مطابق 10 تا19 اپریل 2017ء ہونگے۔ ان شاءاللہ۔

مسئولین اپنے متعلقہ ناظمین کی مشاورت اور رہنمائی میں امتحانی نظم کو سرانجام دیں گے، ناظمین اس کی نگرانی کریں گے۔آپ نگران عملہ وممتحنین حفظ کا تقرر، ان کی تربیت، مراکز امتحان کا تقرر اور دورانِ امتحان مراکز کا معائنہ اور نگران عملہ کو ,,وفاق،، کے قواعد وضوابط وہدایات سے آگاہ فرمائیں گے، تاکہ وہ ان پر عملدرآمد کراسکیں۔

امتحانی مراکز کا قیام

☆......امتحانی مرکز کے قیام یا تبدیلی کے بارے میں درخواست 30 محرم الحرام تک دفتر وفاق کو موصول ہونی چاہیئے۔اس کے بعد ملنے والی درخواستوں پر غور نہیں کیا جائے گا۔

☆......امتحانی ہال کشادہ، روشن اور صاف ہونا چاہیے۔اس میں اتنی گنجائش ہو کہ ہر دو طلبہ کے درمیان اتنا فاصلہ رکھا جائے کہ ایک دوسرے کو کاپی دیکھنے، دکھانے، دریافت کرنے اور بتانے کا امکان نہ رہے۔

☆......شہر میں بنین کے مرکز کے لئے کم سے کم تعداد 150، بنات کے مرکز کے لئے 100 اور دیہات میں کم سے کم 50 تعداد لازمی ہے۔شہر سے تین کلومیٹر کی مسافت پر دیہات تصور کیا جائے گا۔امتحانی مرکز اس ادارے کو بنایا جائے جس کے پاس کشادہ ہال ہو یا اس کا انتظام کرسکے۔

☆......جس ادارے کی تعداد زیادہ ہو اپنے طلبہ کی تعداد کے مطابق ہال مہیا کرنا اس کے ذمہ ہوگا۔ اور اگر کئی مدارس کے طلبہ / طالبات ہوں تو وفاق امتحانی ہال کا انتظام کرے گا اور اس کا خرچ بذمہ شریک مدارس ہوگا۔ سنٹر میں جنریٹر اور انٹرنیٹ کی سہولت ہونی چاہیے۔

☆......دیہی علاقوں میں 100 سے کم تعداد والے مرکز کی درجہ کتب کی داخلہ فیس کی مد میں کل آمدنی کا 50 فیصد وفاق اس مرکز کے امتحانی عملہ کے حق الخدمت کی مد میں خرچ کرے گا اور امتحان کے بقیہ اخراجات بذمہ سنٹر ہونگے۔

☆......دور دراز مراکز پر نگران عملے کا ''وفاق'' کی مقررہ حد سے زائد سفر خرچ بذمہ سینٹر ہوگا، البتہ جہاں وفاق ضرورت سمجھے تو مکمل خرچ وفاق ادا کرے گا۔

☆......نگران عملے کا قیام وطعام اور سٹیشنری وڈاک خرچ حسب سابق بذمہ سینٹر ہوگا۔

☆......جو پرانے مراکز امتحان مذکورہ بالا ضوابط پر پورا نہیں اترتے انہیں کالعدم تصور کیا جائے اور اپنی درخواست مقررہ تاریخ تک بھجوائیں۔

نگران عملہ کا تقرر

☆......نگران عملہ کے تقرر میں وفاق کے مفاد اور معیار کو ترجیح دی جائے۔ افراط وتفریط سے کام نہ لیا جائے۔ حسب ضابطہ امتحانی مراکز میں ملحقہ مدارس کے درجہ کتب کے اساتذہ کو نگران مقرر کیا جائے۔ استحقاق کے مطابق ملحقہ مدارس سے با اعتماد، دیانتدار، سنجیدہ اور امتحانی امور سرانجام دینے کی صلاحیت رکھنے والا نگران عملہ لیا جائے۔ جس مدرسہ کے طلبہ جس سنٹر میں ہوں وہاں اس مدرسہ کے اساتذہ کو نگران مقرر نہ کیا جائے۔ غیر ملحق مدرسہ کے مدرس اور غیر مدرس کو نگران ہرگز مقرر نہ کیا جائے۔ نگران عملہ کے ساتھ مدرسہ کا الحاق نمبر اور موبائل نمبر درج فرمائیں۔

☆......نیز عالمیہ کے امتحانی مرکز میں عالمیہ تک پڑھانے والے استاد مقرر کئے جائیں۔ مسلسل سالہا سال تک ایک سنٹر میں ایک ہی نگران عملہ مقرر نہ کیا جائے۔ اگر کوئی نگران خدمت سے معذرت کرے تو اس کے متبادل کا تقرر کر کے دفتر وفاق کو اطلاع دی جائے۔

حفظ القرآن الکریم کے ممتحن کا تقرر

☆......حفظ القرآن الکریم کے لئے ملحق مدارس سے ایسے ممتحنین کا تقرر کریں جو تمام وابستگیوں سے بالاتر ہو کر، کسی دباؤ میں آئے بغیر ضوابط کے مطابق امتحان لیں۔ ممتحن کے لئے تحفیظ وتجوید کا مدرس، تجربہ کار اور دیانتدار ہونا ضروری ہے۔ نیز متعلقہ مدارس اگر پانی پتی طرز کے ہوں تو پانی پتی ممتحن مقرر کریں۔ اور اگر مصری طرز کے ہوں تو ویسا ہی ممتحن مقرر کریں۔

حافظات کے لئے ممتحنہ قاریہ کا تقرر

☆......بنات کے امتحان کیلئے قاریہ معلّمہ کا تقرر کیا جائے۔ اگر مستعد، دیانتدار خاتون میسر نہ ہو تو عمر رسیدہ مرد ممتحن اس طرح امتحان لے کہ بچیوں کے ساتھ پردہ میں ایک خاتون موجود رہے، تاکہ کوئی بچی قرآن کریم دیکھ کر یا کسی دوسری کی جگہ

نہ سنائے۔

☆......امتحان کے دنوں میں عذر شرعی کی وجہ سے معذور طالبات کا امتحان ایام مخصوصہ کے بعد دوبارہ لیا جائے۔

امتحان درجہ حفظ

☆......تحفیظ کے مراکز بناتے وقت مدارس کی سہولت کو مدنظر رکھا جائے، تاہم پچاس سے کم تعداد پر مرکز نہ بنایا جائے۔ ہر مرکز میں ایک ممتحن اعلیٰ مقرر کیا جائے۔ ممتحنین حفظ یومیہ 25 سے 40 طلباء کا امتحان لیں۔ حفظ کے داخلہ فارم پر دی گئی ہدایات کے مطابق امتحان لیا جائے اور انہیں ضوابط کے مطابق نمبر دیے جائیں۔ دوران امتحان طلبہ کا شناخت نامہ چیک کر کے تسلی کرے کہ کوئی پرائیویٹ یا متبادل یا دوبارہ امتحان تو نہیں دے رہا۔ اگر کوئی بے ضابطگی کی شکایت ہو تو ممتحن اعلیٰ حسب ضابطہ مکمل تحقیق کے بعد رپورٹ تحریر کریں۔

نتائج حفظ وامتحانی فائل (کتب) کی دفتر کو ترسیل

☆......امتحان کے بعد ممتحن اعلیٰ نتائج حفظ آپ کے حوالے کرے۔ جس پر آپ تصدیقی دستخط کر کے ایک کاپی اپنے پاس محفوظ رکھیں اور اصل نتائج دفتر وفاق کو ارسال فرمائیں۔ نیز درجہ کتب کے امتحان کے اختتام پر نگران اعلیٰ سنٹر کی فائل آپ کے حوالے کریں اور آنجناب "دفتر وفاق" کو ارسال فرمائیں۔

سوالیہ پرچہ جات کی تقسیم

☆......سوالیہ پرچوں کی حفاظت اور انہیں محفوظ ہاتھوں تک پہنچانے میں ,,اکابرین وفاق،، کی شبانہ روز کاوشوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ جس سے مقصود یہ ہے کہ قبل از وقت کسی سوال کا افشاء نہ ہو۔ آنجناب سے بھی دست بستہ گزارش ہے کہ ان پرچوں کی حفاظت قیمتی سے قیمتی متاع سے بھی بڑھ کر کی جائے۔

☆......(1) سوالیہ پرچہ جات اصالتاً مسئولین کو سپرد کیے جائیں گے۔ (2) مسئول اپنے ہاں سوالیہ پرچہ جات کو خفیہ مقام پر محفوظ رکھے۔ (3) (2) تمام پرچے ایک ہی وقت میں معتمد کے حوالے ہرگز نہ کیے جائیں۔ (3) معتمدین کے ذریعے سوالیہ پرچے مراکز تک یومیہ بنیاد پر پہنچانا لازم ہے۔ (4) پرچے کا وقت شروع ہونے سے آدھا گھنٹہ پہلے پرچہ پہنچایا جائے۔ نیز آدھا گھنٹہ سے قبل یا مقررہ وقت سے تاخیر بھی نہ ہو۔ ضابطہ کی خلاف ورزی پر سخت تادیبی کارروائی ہوگی۔

معتمد کا تقرر

☆......مراکز تک سوالیہ پرچہ پہنچانے کے لئے مسئول اپنی صوابدید پر معتمد کا تقرر کرے گا۔

☆......نگران اعلی کو اصولی طور پر معتمد نہیں بنایا جائے گا۔ البتہ نگران اعلیٰ اپنے سنٹر کا پرچہ مسئول سے روزانہ وصول کر سکتا ہے، لیکن اضافی حق الخدمت کا مستحق نہیں ہوگا۔ معاون نگران کو بھی صرف ناگزیر صورت میں اپنے سنٹر کے علاوہ معتمد

بنایا جاسکتا ہے اوراس صورت میں وہ اضافی حق الخدمت کا مستحق ہوگا۔

☆......بنین کی حل شدہ جوابی کاپیاں دفتر وفاق کوارسال کرنے کا ذمہ دارنگران اعلیٰ ہے جبکہ بنات کی حل شدہ جوابی کاپیوں کی ترسیل اس مرکز کے معتمد کے ذریعے کی جائے گی۔

معتمد کا حق الخدمت

☆......ایک یا دومراکز تک پرچے پہنچانے والے معتمد کو 1800 روپے ادا کئے جائیں گے اوراگر جوابی کاپیاں بھی وصول کرے تو معاون نگران کے مساوی یعنی 2700 روپے کا مستحق ہوگا۔ایسا معتمد جوصرف بنین کے مرکز کو جوابی کاپیاں پہنچائے،اسے حل شدہ جوابی کاپیوں کی وصولی کا حق الخدمت ادانہ کیا جائے۔بنین کے مراکز کی جوابی کاپیوں کی ترسیل بذمہ نگران اعلیٰ جبکہ بنات کے مراکز کی جوابی کاپیوں کی ترسیل بذمہ معتمد ہے۔

☆......3 سے 5 مراکز تک پرچے پہنچانے والے معتمد کو معاون نگران کے مساوی حق الخدمت (2700 روپے) دیا جائے گا۔جبکہ 5 سے زائد مراکز کی صورت میں فی مرکز 300 روپے اضافی حق الخدمت کا حق دار ہوگا۔3 سے 5 مراکز تک سوالیہ پرچہ پہنچانے اور جوابی کاپیاں بھی وصول کرنے کی صورت میں 3600 روپے حق الخدمت ادا کیا جائے۔جبکہ 5 سے زائد مراکز کی صورت میں فی مرکز 400 روپے اضافی حق الخدمت کا حقدار ہوگا۔

☆......دور دراز دیہی علاقوں میں معتمد کا حق الخدمت نگران اعلیٰ کے مساوی ہوگا۔شہری علاقوں میں قریبی مراکز کے لئے الگ الگ معتمد مقرر نہ کیا جائے۔

مراکز کے معائنہ کار کا حق الخدمت

☆......مرکز کا معائنہ کرنے والے مردوخواتین کا حق الخدمت 800 روپے یومیہ ہوگا۔"وفاق" کے عہدیداران، اراکین مجلس عاملہ وامتحانی کمیٹی کے اراکین اگر مراکز کا معائنہ کریں گے توان کا یومیہ حق الخدمت 1000 روپے ہوگا۔

نگران عملہ کا حق الخدمت

☆......درجہ کتب کے نگران اعلیٰ کا حق الخدمت مبلغ 3600 روپے اور زیادہ سے زیادہ سفرخرچ 1300 روپے ہے، جبکہ معاون نگران کا حق الخدمت 2700 روپے اور زیادہ سے زیادہ سفرخرچ 1200 روپے ہے۔تاہم اس سے زیادہ کرایہ خرچ ہونے کی صورت میں مسئول کی سفارش پر ادا کیا جائے گا۔نگران خواتین کے ساتھ آنے والے محرم مرد کو صرف دومرتبہ آمدو رفت کا کرایہ ادا کیا جائے گا۔

حفظ القرآن الکریم کے ممتحنین کا حق الخدمت

☆......حفظ القرآن الکریم کے ممتحنین کا حق الخدمت 650 روپے اور ممتحن اعلیٰ کا حق الخدمت 780 روپے یومیہ ہوگا۔

مسئولین کا حق الخدمت

☆......درجہ کتب کے مسئولین کا حق الخدمت ایک تا دس مراکز 16800 روپے اور بیس مراکز تک 24000 روپے ہے۔مزید اضافی مراکز پر 500 روپے فی مرکز ہے۔جبکہ مسئولین حفظ کا حق الخدمت 16800 روپے ہے۔

☆...... جو مسئولین دونوں شعبہ جات (حفظ و کتب) کے امتحانات کے ذمہ دار ہیں ان کو درجہ کتب کا مکمل حق الخدمت اور درجہ حفظ کا نصف حق الخدمت ادا کیا جائے گا۔اسی طرح ضمنی امتحان میں مسئولین کو ایک تا دو مراکز پر 4200 روپے جبکہ 3 یا اس سے زائد مراکز پر 8400 روپے ادا کئے جائیں گے۔

امتحانی اخراجات کی ادائیگی

☆......نگران عملہ اور ممتحنین حفظ کے اخراجات کی مکمل پڑتال کے بعد ادائیگی کریں۔ادائیگی کے بل اور دیگر حسابات کی تفصیل محفوظ ذریعہ ڈاک (T.C.S.) سے بنام محاسب دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان گارڈن ٹاؤن ملتان ارسال فرمائیں۔(جملہ اخراجات کے بلوں کی کاپی اپنے پاس بھی محفوظ رکھیں)۔

مزید کسی قسم کی وضاحت کیلئے احقر یا ناظم مرکزی دفتر ''وفاق'' ملتان سے مراجعت فرمائیں۔آپکا تعاون ہی ہمارے لئے حسن انتظام کا ضامن ہے۔

نوٹ: جن مدارس کی تجدید الحاق اب تک نہیں ہوئی ان کی فہرست آپ کو ارسال کی جاچکی ہے۔جب تک یہ تجدید الحاق نہ کروالیں ان کا درجہ حفظ کا امتحان نہ لیا جائے۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

والسلام

طلبائے دینی مدارس کے نقوش

مدارس دینیہ کا انتظامی نظام وقار و سنجیدگی اور عدل و مساوات کا بہترین نمونہ ہے اگر یہ نقوش ہماری ہم عصری، عصری یونیورسٹیاں اپنالیں تو طلباء کی جانب سے ہونے والے احتجاجات اور اس کے نقصان میں ہونے والے ہرجوں سے محفوظ رہنا آسان ہوجائے گا۔

مدارس اسلامیہ کا اخلاقی نظام، اخلاق و مروت کے مظاہرہ کی دعوت دیتا ہے، سچ یہ ہے کہ طلباء علوم دینیہ کا حسن سلوک اور طرز معاشرت اتنا بلند اور ارفع ہے کہ اسے ہم ساوی رفعتوں سے تعبیر کر سکتے ہیں، آج ضرورت ہے کہ دینی مدارس کے ان نقوش کو اپنایا جائے اور ریگنگ کی انتہاء پسندی جو کہ اخلاقی دہشت گردی کی ہی ایک نوع ہے، اسکا سد باب کیا جاسکے۔

اطلاع نامہ برائے تقرر نگرانِ اعلیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت درجہ کتب کے سالانہ امتحانات..........منعقد ہو رہے ہیں۔ امتحان میں نگرانی کے فرائض سرانجام دینے کے لئے آپ کو امتحانی مرکز..............میں نگران اعلیٰ مقرر کیا گیا ہے۔ پرچہ روزانہ صبح ساڑھے سات بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک ہوگا۔ آپ امتحان سے ایک روز قبل اپنے رفقاء کے ساتھ امتحانی مرکز کے تمام تر انتظامات کو حتمی شکل دے لیں۔ اگر کوئی معاون نگران وقت امتحان تک نہ پہنچے تو مسئول وفاق کے علم میں لا کر متبادل کا انتظام فرمالیں۔ جوابی کاپیوں کا بنڈل سنٹر کے مہتمم صاحب سے وصول کریں اور فائل میں موجود طلبہ / طالبات کی تعداد کے اعتبار سے جوابی کاپیوں اور اضافی شیٹ کی تعداد پوری کرلیں۔ اگر کم ہو جائے تو پہلے ہی دن دفتر وفاق / مسئول وفاق سے رابطہ کریں۔ درج ذیل امور ملحوظ خاطر رکھیں:

(۱)......ہال میں داخلے کے وقت طلبہ کا شناخت نامہ / شناختی کارڈ چیک کیا جائے۔

(۲)......متبادل، پرائیویٹ طلبہ اور غیر شرعی وضع قطع والے طلبہ وطالبات کے بارے میں مکمل تحقیق کی جائے۔

(۳)......ہر درجہ کی جوابی کاپیوں کو ''رقم الجلوس'' کی ترتیب سے رکھنے کا اہتمام فرمائیں اور جوابی کاپیوں کے بنڈل پر سنٹر کا نمبر ضرور تحریر فرمائیں۔

(۴)......ثانویہ عامہ بنین کے تفسیر کے پرچہ کے تجوید کے نمبر جوابی کاپی کے سوال ثالث کے خانہ میں درج کریں۔

(۵)......دراسات دینیہ اور متوسطہ کے قرآن کے نتائج کے اصل کاغذات فائل میں لگائیں اور اس کی ایک کاپی آپ اپنے پاس محفوظ رکھیں۔

(۶)......روزانہ استعمال ہونے والی جوابی کاپیوں کا سیریل نمبر اور زائد اوراق کی تعداد فائل میں موجود گوشوارہ میں درج کریں۔ باقی ماندہ کاپیاں دفتر کو بھجوادیں۔

(۷)......سوالیہ پرچہ صحیح تقسیم کریں۔ ہر طالب علم کو اس کے متعلقہ درجہ کا سوالیہ پرچہ دیا جائے۔ طلبہ کو جوابی کاپی پر کتاب اور درجہ کا نام تحریر کرنے کا پابند بنائیں۔ بطاقۃ الکراسہ کے علاوہ جوابی کاپی یا اضافہ شیٹ پر کسی جگہ سنٹر کا نام لکھنا یا سنٹر کے نام کی مہر لگانا ممنوع ہے۔

وقت امتحان سے پندرہ منٹ قبل جوابی کاپیاں امیدواروں میں تقسیم کی جائیں اور طالب علم کو ایک کاپی سے زائد ہرگز نہ

دی جائے۔ جوابی کاپی کے بطاقۃ الکراسۃ پر توقیع المراقب کے سامنے چھ خانے بنائے گئے ہیں۔ دوران امتحان نگران اعلیٰ یا نگران اعلیٰ کے مجاز معاون نگران جوابی کاپی پر بنائے گئے متعلقہ پرچہ کے خانے میں دستخط کریں۔ اس دوران اس بات کا بھی اطمینان کیا جائے کہ طالب علم نے جوابی کاپی کا بطاقۃ الکراسۃ مکمل پُر کرلیا ہے۔ نیز یہ کہ کسی طالب علم کی جگہ کوئی اور تو امتحان نہیں دے رہا۔

بحیثیت نگران اعلیٰ اپنے معاون نگران عملہ کو اس بات کی تاکید کریں کہ وہ اہل مدرسہ سے غیر ضروری مطالبات نہ کریں۔ امتحانی مرکز میں نہایت ادب واحترام، سنجیدگی ومتانت کا ماحول پیدا کریں اور کسی کو کوئی بھی شکایت کا موقع نہ دیں۔ ہمیں امید ہے کہ مندرجہ بالا امور کا خاص خیال رکھیں گے اور وفاق المدارس کے حقیقی معاون کا کردار ادا فرمائیں گے۔

انضباطی کارروائی میں دی گئی ہدایات اور ہدایات برائے طلبہ وطالبات پر عملدرآمد کرایا جائے۔ قواعد وضوابط برائے امتحانات لف ہیں۔

والسلام

(مولانا) محمد حنیف جالندھری

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

اگر یہ مدرسے نہ ہوتے......

پاکستان کی مسلمان حکومت امریکا کی عالمی خواہشات کے سامنے سپر انداز ہوجانے کے بعد ان مدرسوں کو ان کے اصل مزاج، مقصد اور روح سے خالی کرنے پر تل گئی ہے۔ اس مقصد کے لئے وہ ان مدرسوں کے نصاب کی تبدیلی کے نام پر ان کے حقیقی تعلیمی مقاصد کو ختم کرنا چاہتی ہے کیونکہ یہ تعلیمی نصاب ونظام دہشت گرد پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ کوئی قسم کھا سکتا ہے کہ ان مدرسوں میں اسلحہ تو دور کی بات شاید کوئی عام سا غیر آتشیں اسلحہ بھی موجود نہ ہو۔ برصغیر پاک وہند میں جب مسلمانوں کی حکومت ختم ہوئی اور ایک کافر قوم کی حکومت قائم ہوئی تو مسلمانوں کے دین کو بچانے کے لیے "مولوی" نے جہاد بھی کیا اور مدرسوں پر بھی توجہ دی، یہی وہ مولوی اور ان کے دینی مدرسے تھے جن کی وجہ سے آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور اسلام کو ایک دین اور زندگی کا نظام سمجھتے ہیں۔ اگر یہ مدرسے نہ ہوتے، اگر مولوی نہ ہوتے تو ہم اور تو کچھ ہوتے یا نہ ہوتے، مسلمان نہ ہوتے اور ایک طرف ہندو، دوسری طرف انگریز، ہمیں ختم کرچکے ہوتے اور ہم نہ جانے کیا ہوتے۔ ہمارا کوئی الگ تشخص نہ ہوتا۔ یہ مدرسے ایک خاص علم کی تعلیم کے لیے ہیں جیسے کوئی میڈیکل کالج ہوتا ہے یا انجینئرنگ کالج۔ ان میں قرآنی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے اور اس سے ہرگز منع نہیں کیا جاتا کہ کوئی طالب علم کچھ اور نہ پڑھے۔ لاتعداد بڑے مدرسوں میں آپ کمپیوٹر دیکھتے ہیں لیکن ان کا اصل موضوع قرآن وسنت کے علوم ہیں۔ کیا آپ کسی فنی تعلیم کے کالج اور یونی ورسٹی میں قرآنی علوم کی تعلیم رائج کرتے ہیں؟..... تو پھر ان مدرسوں کے مزاج کو بدلنے کی کیا مجبوری ہے۔

(کالم نگار وصحافی عبدالقادر حسن، روزنامہ جنگ کراچی، جولائی ۲۰۱۲ء)

انضباطی کارروائی

امتحانات وفاق المدارس العربیہ پاکستان

نام نگران اعلیٰ ....

نام سنٹر ....

سنٹر نمبر.......................... سن امتحان..........................

ضروری ہدایات

☆......یومیہ رپورٹ میں امتحان کی عمومی کیفیت روزانہ تاریخ وار مختصراً ضرور تحریر کریں۔

☆......اگر کسی طالب علم سے متعلق کوئی رپورٹ ہو تو طالب علم کا رول نمبر، نام، ولدیت، درجہ اور پرچہ کا نام لکھ کر رپورٹ لکھیں۔رپورٹ نہایت واضح اور حقیقت پر مبنی ہو، شبہات سے احتراز کریں۔

☆......کشف الحضور پر متعلقہ پرچہ کے خانے میں روزانہ طلبہ سے دستخط لیا کریں اور جوابی کاپی کا نمبر درست درج کریں۔نیز جو طالب علم غیر حاضر ہو اس کی غیر حاضری سرخ روشنائی سے لگائیں۔

☆......نگران اعلیٰ اور معاون نگران بھی مقرر کردہ فارم پر اپنا نام و پتہ تحریر کریں اور روزانہ حاضری کے دستخط کیا کریں۔

☆......امتحان سے فارغ ہوجانے کے بعد آخری دن انضباطی کارروائی کی مکمل فائل اپنے علاقہ کے مسئول کے حوالے کریں۔

☆......امتحان ہال میں موبائل فون کا استعمال نگران عملہ کے لئے ممنوع ہے، نگران اس پر عملدرآمد کے پابند ہیں۔البتہ نگران اعلیٰ کو امتحانی مقاصد کے لئے اس کی اجازت ہے۔

☆......مقطوع اللحیہ طلبہ اور غیر شرعی وضع قطع والی طالبات نیز متبادل یا پرائیویٹ طلبہ / طالبات کے بارے میں نگران اعلیٰ ایک معاون اور مرکز کے ذمہ دار (مرکز کا ذمہ دار موجود نہ ہونے کی صورت میں دو معاونین) کے دستخطوں سے رپورٹ تیار کریں۔نیز جو متبادل پکڑا جائے اس کے بھی مکمل کوائف درج کیے جائیں۔

☆......نقل کا ثبوت جوابی کاپی کے ساتھ لف کریں۔

☆......خلاف ضابطہ رپورٹ پر کارروائی نہیں ہوگی۔

☆......یومیہ رپورٹ کے کاغذات فائل سے نہ نکالیں۔

☆......جوابی کاپیوں کے پارسل پر سنٹر نمبر ضرور لکھیں۔

☆......دراساتِ دینیہ اور متوسطہ کے قرآن کے نتائج کے اصل کاغذات فائل میں لگائیں اور اسکی ایک کاپی نگران اعلیٰ اپنے پاس محفوظ رکھیں۔

یومیہ رپورٹ امتحانی مرکز

نام امتحانی مرکز------------------------مرکز نمبر------------------------

نام نگران اعلیٰ مع پتہ--

تاریخ ہجری ----------- تاریخ عیسوی ----------- بروز -----------

رقم الجلوس	مرحلہ	نام طالب علم	ولدیت	پرچہ	رپورٹ

دستخط مہتمم / ناظم تعلیمات امتحانی مرکز--------------- دستخط معاون نگران--------------- دستخط معاون نگران---------------

دستخط نگران اعلیٰ------------------------------------

نوٹ: امتحانی مرکز کے مہتمم / ناظم تعلیمات کے دستخط صرف مقطوع اللحیہ، متبادل یا پرائیویٹ کی رپورٹ میں لیے جائیں۔

کیفیت امتحان

(گوشوارہ یومیہ اندراجات)

تاریخ ____________ پرچہ ____________

شرکاءِ امتحان کی جوابی کاپیوں کی درجہ وار یومیہ تعداد کا اندراج

عالمیہ سال دوم	عالمیہ سال اول	عالیہ	ثانویہ خاصہ	ثانویہ عامہ	متوسطہ	دراسات اول	دراسات دوم	تجوید للحفاظ	تجوید للعلماء	میزان

غیر حاضر طلبہ / طالبات کے رقم الجلوس کا درجہ وار اندراج

عالمیہ سال دوم	عالمیہ سال اول	عالیہ	ثانویہ خاصہ	ثانویہ عامہ	متوسطہ	دراسات اول	دراسات دوم	تجوید للحفاظ	تجوید للعلماء

دستخط نگران اعلیٰ: ____________

یومیہ حاضری نگران عملہ

نام بمعہ پتہ	توقیعات					
	ورقہ اولیٰ	ورقہ ثانیہ	ورقہ ثالثہ	ورقہ رابعہ	ورقہ خامسہ	ورقہ سادسہ

نام بمعہ پتہ میں نگران عملہ اپنا نام اور مدرسہ کا پتہ لکھیں جبکہ توقیعات کے خانوں میں روزانہ دستخط کریں۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

زائد اوراق لینے والے طلبہ / طالبات کے لئے کوائف

درجہ	رقم الجلوس	تعداد زائد اوراق	دستخط طالب علم	درجہ	رقم الجلوس	تعداد زائد اوراق	دستخط طالب علم

دستخط نگرانِ اعلیٰ: ____________________

جوابی کاپیوں کی تفصیل

نام امتحانی مرکز ------------------------------مرکز نمبر-----------------------

جوابی کاپیوں کا سیریل نمبر: از ----------------------- تا -----------------------

کل تعداد جوابی کاپیاں ------------------ تعداد اضافی شیٹ --------------------

تعداد بنڈل --

استعمال شدہ کاپیوں کی تفصیل روزانہ درج کریں

تاریخ	دن	از سیریل نمبر	تا	تعداد جوابی کاپی	تعداد اضافی شیٹ
	ہفتہ				
	اتوار				
	پیر				
	منگل				
	بدھ				
	جمعرات				

دفتر وفاق کی طرف سے کل جوابی کاپیاں ---------------- اور اضافی شیٹ ------------- وصول ہوئی۔ جن میں سے جوابی کاپیاں ------------------ اور ------------------ اضافی شیٹ استعمال ہوئیں۔ باقی ماندہ کاپیاں ---------------------- اور -------------- اضافی شیٹ مورخہ ---------------------------- کو دفتر وفاق کو واپس کر دی گئیں۔

دستخط نگران اعلیٰ ----------------------------------

قواعد وضوابط برائے امتحانات

(برائے امتحان کتب)

(۱)......امتحان کا نظم وضبط قائم کرنے کے اصل ذمہ دار نگران اعلیٰ ہوں گے۔ جبکہ معاون نگران طریق کار امتحان کے مطابق نگران اعلیٰ کی طرف سے مفوضہ امور سر انجام دیں گے۔ نگران اعلیٰ کی ہدایات کے مطابق معاون نگران بھی انعقاد امتحان کے ذمہ دار ہوں گے۔

(۲)......نگران اعلیٰ اور ان کے معاونین کو امتحان سے ایک دن پہلے سنٹر امتحان کا معائنہ کرنا ضروری ہے۔

(۳)......سنٹر کے مہتمم اور صدر مدرس کے مشورے سے امتحانی ہال کا انتخاب کیا جائے گا۔ امتحانی ہال کشادہ روشن اور صاف ہونا چاہیئے۔ اس میں اتنی گنجائش ہو کہ ہر دو طالب علموں کے درمیان اتنا فاصلہ رکھا جائے کہ ایک دوسرے کو کاپی دیکھنے دکھانے، دریافت کرنے اور بتلانے کا امکان نہ رہے۔ امتحانی ہال ایسا محفوظ ہونا چاہیئے کہ باہر سے کوئی کتاب یا کاغذ نہ پہنچ سکے نہ بتلایا جاسکے۔ ہال کا دروازہ ایک ہو تو بہتر ہے۔ اگر زیادہ ہوں تو کسی ایک دروازہ کو آمد ورفت کے لئے رکھا جائے اور باقی دروازوں کو بند کر کے ان سے آمد ورفت ممنوع قرار دی جائے۔ نگران اعلیٰ کی نشست ایسی جگہ ہونی چاہئے جہاں سے ہر طالب علم پر نگاہ رکھی جاسکے۔ نیز امتحانی ہال میں تپائیاں رکھنا ممنوع ہے۔

(۴)......نگران اعلیٰ کاغذ پر نشستوں کا نقشہ بنائیں۔ اس کی ایک نقل کمرہ امتحان سے باہر آویزاں کی جائے تاکہ طلبہ باہر سے اپنی نشستوں کا اندازہ لگاسکیں۔ نقشہ میں صرف درجہ اور رول نمبر ہو۔ طلبہ کے نام نہ لکھے جائیں۔ نقشہ کی ترتیب کو کسی صورت میں بدلنے نہ دیا جائے۔ اگر کوئی طالب علم غیر حاضر ہو تو اس کی جگہ دوسرے طالب علم کو ہرگز بیٹھنے نہ دیا جائے۔ بلکہ اس کی جگہ خالی رہنے دی جائے۔

(۵)......طلبہ کی نشستیں ایسی ہونی چاہئیں کہ ہر ایک درجہ کے طالب علم کے بعد اسی درجہ کے طالب علم کی نشست نہ ہو۔ بلکہ کسی اور درجہ کے طالب علم کی نشست بنائی جائے۔ مثلاً عالمیہ کے طالب علم کے بعد عالمیہ کا نہیں بلکہ خاصہ کے طالب علم کی نشست ہو۔ اسی طرح خاصہ کے بعد عالیہ کے طالب علم کی نشست ہو۔ نشست کی پہچان کے لئے تمام طلبہ کے رقم الجلوس کے نشست کارڈ ان کی جگہ پر رکھ دیے جائیں۔

(۶)......پہلے دن امتحان شروع ہونے سے نصف گھنٹہ قبل تمام طلبہ کو امتحان سے متعلق ہدایات دی جائیں اور یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ ''بطاقة الکراسة'' کے سوا کاپی کے اندر باہر رول نمبر یا اور کوئی اشارہ جس سے طالب علم کی شخصیت واضح ہوسکے

ہرگز نہ لکھا جائے۔

(۷)......وقت امتحان سے پندرہ منٹ قبل جوابی کاپیاں امیدواروں میں تقسیم کی جائیں اور طالب علم کو ایک کاپی سے زائد ہرگز نہ دی جائے۔جوابی کاپی کے بطاقۃ الکراسۃ پر توقیع المراقب کے سامنے چھ خانے بنائے گئے ہیں۔دوران امتحان نگران اعلیٰ یا نگران اعلیٰ کے مجاز معاون نگران جوابی کاپی پر بنائے گئے متعلقہ پرچہ کے خانے میں دستخط کریں۔اس دوران اس بات کا بھی اطمینان کیا جائے کہ طالب علم نے جوابی کاپی کا بطاقۃ الکراسۃ مکمل پُر کرلیا ہے۔نیز یہ کہ کسی طالب علم کی جگہ کوئی اور تو امتحان نہیں دے رہا۔

(۸)......معاون نگران عملہ طالب علم سے کشف الحضور پر روزانہ متعلقہ پرچے کے خانہ میں دستخط لیا کرے اور جوابی کاپی کا نمبر متعلقہ پرچہ کے خانے میں درج کیا کرے اور غیر حاضر طالب علم کی غیر حاضری لگائی جائے۔

(۹)......سوالیہ پرچہ جات کے تھیلے وصول کرتے ہوئے سیل چیک کرلیں اور نگران اعلیٰ اور دو معاونین کے دستخط کے ساتھ یومیہ ایک تحریر مرتب کی جائے کہ ہم نے سوالیہ پرچے کے تھیلے سیل بند وصول کیے۔چھ یوم کے چھ تھیلے مسئول کے حوالے کریں اور تحریر فائل میں لگادیں۔

نگران اعلیٰ عین وقت امتحان پر روزانہ معاونین کی موجودگی میں تمام طلبہ کو سوالیہ پرچہ کے تھیلہ کا سیل دکھائیں اور سیل سے دوسری طرف تھیلہ کھول کر سوالیہ پرچہ جات نکال لیں۔تھیلہ کا سیل نہ توڑیں۔نگران اعلیٰ کی انتہائی اہم ذمہ داری ہے کہ پرچہ کھولتے ہی پہلے اسے خوب چیک کرلیں کہ واقعی پرچہ آج ہی کی تاریخ کا ہے۔ایسا نہ ہو کہ غلطی سے کسی اور کتاب کا پرچہ ان میں خلط ہوا ہو۔خدانخواستہ اگر لفافہ میں ایک پرچہ کے ساتھ دوسرا پرچہ پایا جائے تو کسی طالب علم کو دکھائے بغیر فوراً دوسرے پرچہ کو الگ لفافہ میں بند کرکے محفوظ کرلیا جائے۔پرچہ سوالات میں اگر کتابت یا طباعت کی کوئی غلطی ہو تو نگران اعلیٰ اس کی تصحیح کرکے تمام طلبہ کو بتلادیں۔

(۱۰)......عملہ امتحان کے سوا کوئی اور شخص کمرہ امتحان میں موجود نہ ہو۔اگر کوئی غیر قانونی مداخلت یا دنگا فساد کرنے پر اتر آئے اور نگران اعلیٰ اکیلے معاملہ نہ سلجھا سکیں تو صدر مدرس اور مہتمم صاحب کا تعاون حاصل کریں۔پھر بھی اگر کنٹرول نہ کرسکیں تو مسئول امتحانات سے رابطہ قائم کریں۔

(۱۱)......وفاق کی طرف سے مہیا کردہ کاپی اور مہر شدہ کاغذ کے علاوہ کسی اور کاغذ پر لکھا ہوا جواب قابل قبول نہ ہوگا۔نیز طلبہ کو ہدایت کی جائے کہ زائد اوراق کو جوابی کاپی کے ساتھ نتھی کردیں۔

(۱۲)......اگر دوران امتحان کسی خاص ضرورت کی خاطر نگران اعلیٰ کو باہر جانا پڑے تو کسی کو اپنا قائم مقام بنا کر جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کریں۔

(۱۳)......نصف وقت گذرنے سے قبل کسی سے جوابی کاپی وصول نہ کی جائے اور نہ کسی کو باہر جانے کی اجازت دی جائے۔خواہ پرچہ حل ہی کیوں نہ کیا ہو۔تاہم ایمرجنسی کی صورت میں اس سے جوابی کاپی اور پرچہ سوالات لے کر باہر جانے کی اجازت

دے دی جائے اور دوبارہ اس کو جوابی کاپی نہ دی جائے۔

(۱۴)......اگر کسی امیدوار کو دوران امتحان پیشاب کا تقاضا ہو جائے تو کسی معاون کی نگرانی میں قریبی بیت الخلاء میں جانے کی اجازت دی جائے تاہم ڈیڑھ گھنٹہ سے قبل اس کی اجازت نہ ہوگی۔ پانی طلب کرنے پر معاونین کے ذریعے ان تک پانی پہنچانا ضروری ہے کسی اور سے تعاون حاصل نہ کیا جائے۔ خود پانی پینے کے لئے اٹھنے یا باہر جانے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۱۵)......وقت ختم ہونے سے پندرہ منٹ پہلے اعلان کیا جائے کہ وقت ختم ہو رہا ہے اور پانچ منٹ باقی ہوں تو اعلان کیا جائے کہ وقت ختم ہو گیا اب جوابی کاپیاں زبردستی وصول کی جائیں گی۔ پھر بھی اگر وقت گذرنے پر کوئی طالب علم لکھنا بند نہ کرے تو اس کی جوابی کاپی پر جہاں پر وہ لکھ رہا ہو۔ سرخ پنسل سے دستخط کر کے کاپی کے اوپر اطلاعی نوٹ ضرور لکھا جائے۔ لاؤڈ سپیکر کا استعمال صرف بنابر ضرورت شدیدہ کے کیا جائے۔ وہ بھی صرف نگران اعلیٰ کو اجازت ہے۔ بار بار لاؤڈ سپیکر کے استعمال سے امتحانی ہال کا سکون خراب ہوتا ہے اور طلبہ کو پرچہ حل کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔

(۱۶)......حل شدہ جوابی کاپیوں کو رول نمبر کی ترتیب سے درجہ وار علیحدہ علیحدہ رکھا جائے۔ ہر درجہ کی کاپیوں کو الگ الگ لفافوں میں ڈال کر ایک ہی پارسل میں (لاک مہر لگا کر) بھیجا جائے۔ رول نمبر کی ترتیب کے مطابق کاپیوں کی ترتیب رکھنا لازم ہے۔ اس سے تسامح نہ کیا جائے۔ ہر لفافہ پر سنٹر کا نمبر اور نام' کتاب کا نام' درجہ اور کاپیوں کی تعداد لکھنا ضروری ہے۔

(۱۷)......پارسل کے لئے موٹے کپڑے کے تھیلے' لاک موم بتی' سوئی' مضبوط دھاگہ وغیرہ سب ضروریات سنٹر مہیا کرے گا۔ ڈاک کے مصارف سنٹر ادا کرے گا۔ روزانہ کے پرچے اسی دن دفتر وفاق ملتان کے پتہ پر بھیجے جائیں۔ اگر درمیان میں ڈاک خانہ کی چھٹی کا دن آ جائے تو جوابی کاپیوں کا بنڈل نگران اعلیٰ اپنے پاس محفوظ رکھے کسی اور کے حوالے نہ کریں اور دوسرے دن دونوں پارسل علیحدہ علیحدہ بھجوائے جائیں۔ نیز پارسل پر سنٹر کا نمبر لکھنا ضروری ہے۔

(۱۸)......اگر سنٹر میں درجہ متوسطہ یا دراسات دینیہ کے طلبہ/ طالبات بھی امتحان دے رہے ہوں تو پہلے چار دن کے اندر کوئی وقت نکال کر ان سے قرآن مجید و تجوید کا امتحان تقریری لے لیا جائے۔ نگران اعلیٰ اس کی ایک کاپی اپنے پاس محفوظ رکھیں۔ تاکہ بوقت ضرورت استفادہ کیا جا سکے اور اصل نتیجہ فائل میں لگا کر دفتر وفاق کو ارسال کیا جائے۔ نیز درجہ ثانویہ عامہ بنین کے تفسیر کے پرچہ میں تجوید کے نمبر جوابی کاپی پر درج کیے جائیں۔

(۱۹)......قواعد وضوابط کی رو سے اگرچہ نگران اعلیٰ ایسے امیدوار کو جو نقل دینے' لینے یا ان جیسی غیر قانونی حرکات کے مرتکب ہوں' مختلف سزائیں دینے کے مجاز ہیں۔ تاہم ایسی حکمت اور حسن تدبیر سے کام لیا جائے کہ ان جرائم اور سزاؤں کی نوبت ہی نہ آئے۔

(۲۰)......جو طالب علم تاخیر سے آئے گا اس کو اگلے روز صحیح وقت پر آنے کی تنبیہ کے بعد پرچہ دے دیا جائے۔ جو طالب علم بیس منٹ کی تاخیر سے آئے گا' اگر تاخیر کی وجہ معقول اور سنٹر کے نگران اعلیٰ اس سے مطمئن ہو تو پرچہ دے دیا جائے۔ لیکن اس کی کاپی پر نوٹ لکھ دیا جائے کہ یہ اتنا تاخیر سے آیا ہے۔ آدھا گھنٹہ گزرنے کے بعد آنے والے طالب علم کو امتحانی ہال میں داخل

نہ ہونے دیا جائے۔ خواہ کوئی بھی عذر کیوں نہ ہو۔

(۲۱)......امتحانی ہال میں موبائل فون لانا منع ہے۔ دوران امتحان موبائل پکڑا گیا تو پرچہ کالعدم ہوگا اور موبائل ضبط کیا جائے گا جو کہ ناقابل واپسی ہوگا۔ نگران عملہ کے لئے بھی موبائل فون کا استعمال ممنوع ہے سوائے نگران اعلیٰ کے۔

(۲۲)......دوران امتحان استفادہ کے لئے قرآن مجید نہیں دیا جائے گا۔

(۲۳)......سراجی اور ریاضی کے پرچے میں کیلکولیٹر کے استعمال کی اجازت نہ ہوگی۔

(۲۴)......ہر طالب علم/ طالبہ کو پرچہ خود حل کرنا ہوگا۔ کاتب کی اجازت نہ ہوگی۔ البتہ نابینا اور ساقط الید کو کاتب رکھنے کی اجازت ہوگی۔ اس صورت میں نگران اعلیٰ کو یقین ہو جائے کہ کاتب ایسے درجہ کا ہے کہ پرچہ حل کرنے میں بجز لکھنے کے اور کوئی مدد اس سے نہیں لی جاسکتی۔

(۲۵)......(الف) امتحان ہال میں طلبہ سے شناختی کارڈ یا مدرسہ کا شناخت نامہ چیک کر کے اطمینان کیا جائے کہ واقعی اصل امیدوار امتحان دے رہے ہیں۔ اگر اصل امیدوار کی جگہ دوسرا طالب علم امتحان دے رہا ہو تو اس کو امتحانی ہال سے باہر نکال دیا جائے نیز دونوں (اصل اور متبادل) طالب علموں کا نام ولدیت درجہ اور سن امتحان بھی تحریر کیا جائے۔ اگر اس جعل سازی میں متعلقہ مدرسہ کے ملوث ہونے کے شواہد ملیں تو رپورٹ میں اس کی بھی تصریح کی جائے۔

(ب) اگر کوئی طالب علم پرائیویٹ، متبادل، مقطوع اللحیہ ہو یا طالبہ کی وضع قطع غیر شرعی ہو نیز کوئی طالب علم/ طالبہ نگران عملہ سے گستاخی کرے تو نگران اعلیٰ رپورٹ مرتب کر کے ایک معاون نگران اور مرکز امتحان کے ذمہ داران میں سے کسی ایک کے دستخط کروائیں۔ مرکز کے ذمہ داران موجود نہ ہونے کی صورت میں دو معاونین کے دستخط ضرور کروائیں۔

کسی بھی طالب علم کے بارے میں رپورٹ مرتب کرنے سے پہلے مکمل تحقیق کی جائے اور شک کی صورت میں مسئول کے نوٹس میں لایا جائے نیز رپورٹ مرتب کرتے وقت طالب علم کا نام، ولدیت، رول نمبر اور درجہ وغیرہ تفصیل سے لکھیں۔ فائل سے کوئی ورقہ نہ نکالیں اور یہ مکمل فائل آخری دن اپنے علاقہ کے مسئول کے حوالے کریں۔

برائے امتحان حفظ

(۱)......کل نمبر سو (۱۰۰) ہوں گے۔ اس میں سے پختگی کے ساٹھ (۶۰)، صحت کے بیس (۲۰)، لہجہ کے دس (۱۰) اور مسائل کے دس (۱۰) نمبر ہوں گے۔ کامیابی کے لئے حفظ وضبط میں چالیس فیصد نمبر یعنی ۶۰ میں سے ۲۴ نمبر لینا ضروری ہے۔ اگر کسی طالب علم/ طالبہ نے اس سے کم نمبر لئے تو وہ کامیاب شمار نہیں ہوگا۔ اگر چہ صحت، لہجہ اور مسائل کے پورے نمبر بھی لے لے۔

(۲)......ممتحن/ ممتحنہ کو دس پارہ سے ایک ایک رکوع سننا ہوگا۔ ہر رکوع کے بیس نمبر ہیں۔

(۳)...... جو طالب علم/ طالبہ اٹکے بغیر پورا سنا دے اسے پورے نمبر دیے جائیں۔

(۴)...... اٹکنے کے بعد نہ نکال سکے تو فی اٹک چار نمبر کم کیے جائیں۔ پانچ اٹک پر اس کے بیس نمبر کاٹ دیے جائیں۔

(۵)...... پوری صحت پر پورے بیس (۲۰) نمبر دیے جائیں۔

(۶)......اخفاء اظہار اور مدات کی غلطیوں پر فی غلطی ایک ایک نمبر کم کئے جائیں۔ مخارج کی غلطی پر فی غلطی دو نمبر کم کئے جائیں۔

(۷)......مصری یا پانی پتی لہجہ اور حسن اداء پر طالب علم/ طالبہ پورے دس (۱۰) نمبر کے مستحق ہوں گے۔ اس میں جس قدر کمی ہوتی جائے اسی مناسبت سے نمبروں میں کمی ہوتی جائے گی۔

(۸)......مسائل میں وضو اور نماز کے مسائل پوچھنے ہوں گے۔ نماز ادعیہ اور اس کے طریقہ پر زیادہ زور دیا جائے۔

(۹)......طالب علم/ طالبہ کی وضع قطع شرعی ہو۔ اگر کسی کی وضع قطع درست نہ ہو تو اس کا امتحان نہ لیا جائے۔

(۱۰)......مدرسہ میں باقاعدہ زیر تعلیم ہو۔ پرائیویٹ طلبہ/ طالبات کا امتحان نہ لیا جائے۔

(۱۱)...... کامل الحفظ طلبہ کا امتحان لیا جائے۔ ایسے طلبہ جنہوں نے مکمل قرآن مجید حفظ نہ کیا ہو ان کا امتحان نہ لیا جائے۔

(۱۲)......رسید جاری ہونے کے بعد (چاہے طالب علم/ طالبہ امتحان میں شرکت کریں یا نہ کریں) وصول شدہ فیس واپس نہیں کی جائے گی۔

(۱۳)......حتی الوسع کوشش کی جائے کہ بنات کے امتحان کے لئے قاریہ معلّمہ کا تقرر ہو۔ اگر کوئی مستعد دیانت دار خاتون میسر نہ آسکے تو مرد ممتحن اس طرح امتحان لے کہ بچیوں کے ساتھ پردہ میں ایک خاتون موجود رہے۔ تاکہ کوئی بچی قرآن کریم دیکھ کر یا کسی دوسری کی جگہ نہ سنائے۔

(۱۴)......حفظ کے لئے الگ امتحانی مراکز قائم کریں۔ ہر مرکز میں ایک ممتحن اعلیٰ مقرر کیا جائے جو اچھی طرح طلبہ کی چھان بین کرے۔

(۱۵)......حفظ کے مراکز بناتے وقت مدارس کی سہولت کو مدنظر رکھا جائے۔ امتحان کے لئے دور دراز سے مدارس کو نہ بلایا جائے۔ نیز بڑے شہروں میں ایسے اداروں کو مرکز بنایا جائے جن کی اپنی تعداد حفظ بنین 30/ حفظ بنات 15 تک ہو۔ جبکہ چھوٹے شہروں میں حفظ بنین 20 اور بنات 10 کے حامل اداروں کو مرکز بنایا جائے۔ تاہم اس سے کم تعداد پر ضرورت ہو تو مسئول اپنی صوابدید پر مرکز بنا سکتے ہیں۔

(۱۶)......حفظ کے ممتحن کے لئے بھی وہی ضابطہ ہے جو حفظ کے امتحانی مرکز کے لئے ہے کہ بڑے شہروں میں تیس اور چھوٹے شہروں میں بیس تعداد پر حفظ کا ایک ممتحن لیا جائے۔ نیز ایک ادارہ سے ایک سے زائد ممتحن نہ لیا جائے۔

(۱۷)......درجہ تحفیظ کے ممتحن ایک دن میں تیس سے پچاس طلبہ/ طالبات کا امتحان لیں گے۔

(۱۸)......دفتر وفاق کی طرف سے مہیا کردہ فارم پر پہلے سے درج شدہ طلبہ کا امتحان لیا جائے۔ بعد میں مدرسہ کی طرف سے فارم پر مزید ناموں کا اندراج خلاف ضابطہ ہوگا۔

(۱۹)......تحفیظ کے امتحان کے لئے تاریخ اور ممتحن کا تقرر مسئول کرے گا اور مدارس کو تاریخ امتحان کی اطلاع ممتحن کرے گا۔ نیز مقررہ تاریخ کے بعد امتحان نہیں ہوگا۔

(۲۰)......وفاق سے ملحقہ مدارس کے سابقہ سالوں کے حفاظ جو وفاق کا امتحان نہ دے سکے وہ بھی درجہ حفظ کے امتحان میں شریک ہو سکتے ہیں۔

(۲۱)......اگر کسی ملحقہ مدرسہ کے درجہ کتب کا طالب علم/طالبہ وفاق کے تحت حفظ کا امتحان دینا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس مدرسہ کے استاذ تحفیظ کو ایک گردان سنائے اور مہتمم مدرسہ اس کی تصدیق کرے۔

(۲۲)......اگر کوئی طالب علم/طالبہ رفع درجات کے لئے حفظ کا امتحان دینا چاہے تو پہلے دفتر وفاق کو تحریری اطلاع دینا اور پہلی سند جمع کرانا ضروری ہے۔ بصورت دیگر نتیجہ کالعدم قرار دیا جائے گا۔

مولوی

ایک مولوی جو صبح منہ اندھیرے سے لے کر رات کے اندھیروں کی آمد تک پانچ بار لا الٰہ الا اللہ کا اعلان کرتا ہے اس لیے گردن زنی ہے کہ وہ کسی ایمان فروش کی اولاد نہیں ہے اور جسے بدنام بے توقیر کرنے کے لیے برطانوی سامراج نے ڈیڑھ سو برس تک ایک منصوبہ بندی کے ساتھ محنت کی ہے۔ آج بھی نہری آب پاش علاقوں میں کسی نمبردار کو جو رقبہ اس کے ملازمین اور خدمت گزاروں کے لیے ملتا ہے اس میں مولوی بھی شامل ہے۔ اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک میں مولوی کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا ہے جو انگریز کیا کرتا تھا کیونکہ ہمارے حکمران انگریز کے جانشین تھے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان سے منافقت کرتے تھے، اس طبقہ نے نہ تو عام پاکستانی کو آزادی کی ہوا لگنے دی اور نہ ہی اسلام کا نام لینے والے کو قبول کیا۔ اس نے وہی کچھ کیا جو انگریز کیا کرتا تھا بلکہ انگریز میں جو خوبی تھی وہ بھی اس نے فوراً ترک کر دی اور اس کی تمام خرابیوں کو اپنا لیا۔

مولوی کی بے عزتی تو اس وقت شروع ہوگئی جب اس نے انگریز کی حکومت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا جسے غدار کہا گیا۔ لیکن آزادی کے بعد بھی اس کی بے عزتی کا سلسلہ جاری رہا اور اب جب سے مولوی نے سے سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تو پھر تو اس کے ساتھ دشمنی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا ہے۔ خصوصاً اس صورت میں جب اس نے ایک ڈیڑھ صوبے کی حکومت بھی بنالی جو ہمارے پرانے روایتی بڑوں کے حقوق کی خلاف ورزی اور ان پر ڈاکہ تھا۔ یہ حکومتیں بنانا تو ان کو ورثے میں ملا تھا، یہ مولوی کہاں سے آ گیا جس نے صاف ستھری سیاست میں گند ڈال دیا اور اقتدار کے ایوانوں کو مضطرب کر دیا۔ (صحافی و کالم نگار عبدالقادر حسن)

ہدایات برائے ممتحن اعلیٰ سالانہ امتحان

امتحانی کمیٹی وفاق المدارس العربیہ

(۱)......ممتحن اعلیٰ اپنے متعلقہ پرچے حل کرکے لائیں اور نمبروں کی تقطیع کریں کہ کسی جز کے مکمل یا کچھ حصہ صحیح اور کچھ حصہ غلط ہونے کی صورت میں کتنے نمبر دیے جائیں گے۔ مذاکرہ کے بعد سوال کا جو حل متعین ہو جائے، ممتحنین کو اسی کی روشنی میں پرچہ چیک کرنے کی ہدایت فرمائیں۔

(۲)......اپنے متعلقہ پرچوں کے حل کی کاپی اجلاس سے پہلے ناظم دفتر کے پاس جمع کروائیں۔

(۳)......ممتحنین سے ان کے شناختی کارڈ کی کاپی اور متعلقہ پرچے کا حل وصول کریں اور کارڈ کے بغیر جوابی کاپیوں کا بنڈل جاری نہ کیا جائے۔

(۴)......متعین حل کی حرفاً حرفاً پابندی لازم نہ سمجھی جائے بلکہ مطلقاً صحیح جواب پر امیدوار کو نمبر دیے جائیں۔ مزید اگر ابہام ہو تو امتحانی کمیٹی سے رجوع کریں۔

(۵)......ایک کاپی تین ممتحن چیک کریں گے۔ گروپ بناتے وقت سریع اور بطی کا خیال رکھا جائے۔ ممتحنین کے روزانہ معیار، مقدار اور رفتار پر نظر رکھیں اور رفتار کی وجہ سے معیار گرنے نہ پائے۔ نیز اگر کوئی سستی کا شکار ہو تو اس کا دوسرے گروپ میں تبادلہ کیا جائے۔

(۶)......جس ممتحن کے نام جو بنڈل جاری ہوگا، وہی اس کا میزان کرنے اور کشف الدرجات تیار کرنے کا ذمہ دار ہوگا اور سرورق پر توقیع المفتش کے خانے میں اپنا نام تحریر کرکے دستخط ثبت کرے گا نیز جس جوابی کاپی کا مجموعہ 34، 35، 36 ہو رہا ہو تو اس پر نظر ثانی کرنے کا بھی پابند ہوگا۔ البتہ ہر ممتحن اپنے اپنے سوال کے خانے میں نمبر درج کرکے اس کے سامنے دستخط کرے گا۔

(۷)......عربی میں پانچ نمبر کا مستحق وہ طالب علم ہوگا جس نے مکمل پرچہ عربی میں حل کیا ہو۔ نمبرات کا فیصلہ ممتحنین کی کثرت آراء سے ہوگا۔ ہر ممتحن اپنے متعلقہ سوال کا جواب عربی میں ہونے کی صورت میں اس کے صحیح یا غلط ہونے کی تصریح کرے۔ دو ممتحنین کی رائے کے مطابق عربی درست ہونے کی صورت میں مکمل نمبر دیے جائیں جبکہ عربی صحیح نہ ہو تو عربی کے نمبر بالکل نہ دیے جائیں۔

(۸)......ممتحنین کو پابند کریں، تفتیش اوراق میں افراط و تفریط سے اجتناب کریں تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ صحیح پر درست کا

نشان اور غلط پر کراس کا نشان لگائیں۔

(۹)......دفتر کی اجازت کے بغیر ممتحن اعلیٰ کوئی ممتحن مقرر نہ کرے۔

(۱۰)......اپنے ممتحنین کا مکمل ریکارڈ اوران کے موبائل نمبر اپنے پاس محفوظ کریں۔آپ کی تصدیق پر ممتحنین کو حق الخدمت کی ادائیگی ہوگی۔

(۱۱)......آپ جن پرچوں پر نظر ثانی کریں،ان میں سے ہر ممتحن کے دو دو پرچے صدر وفاق/رئیس الممتحنین/امتحانی کمیٹی کے پاس ملاحظہ کے لئے بھی بھیجیں۔

(۱۲)......ممتحنین و ممتحنین اعلیٰ کے لئے جو ہدایات مرتب کی گئی ہیں،ہر شق کی پابندی لازم ہوگی۔قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کی صورت میں معذرت کی جائے گی۔اس سلسلہ میں اپنے متعلقہ ممتحنین کی کڑی نگرانی کریں۔

(۱۳)......ممتحنین اعلیٰ لازمی مضامین میں سے دو مضامین اپنے پاس اکٹھے نہ کریں۔بلکہ ایک لازمی مضمون ایک ممتحن اعلیٰ کے پاس تو دوسرا دوسرے کے پاس ہو۔مثلاً عالیہ میں بخاری ایک کے پاس ہو تو ترمذی دوسرے کے پاس ہو۔

(۱۴)......معیار اور نمبروں کی تصحیح کے لئے جب کسی ممتحن کو بلایا جائے تو اس کے ساتھ تحمل سے پیش آئیں۔حضرات علمائے کرام کا باہمی احترام واعتماد ضروری ہے۔

(۱۵)......ممتحنین اعلیٰ اپنے معاونین کی مکمل نگرانی فرمائیں تاکہ وہ کام میں سستی نہ کریں۔گذشتہ سالوں میں مختلف اقسام کی غلطیاں سامنے آئی ہیں۔مثلاً 90 نمبر ہوتے ہیں اور 9 لکھے جاتے ہیں۔بعض اوقات کشف الدرجات میں پورے بنڈل کے نمبر غلط درج ہوتے ہیں۔یا بعض دفعہ کسی رول نمبر کے سامنے لکھا ہوتا ہے کہ ''پرچہ موجود نہیں''۔ حالانکہ چیک کرنے پر اسی جگہ پرچہ موجود ہوتا ہے۔اس طرح کی غلطیوں کی تصحیح معاونین کی ذمہ داری ہے۔کشف الدرجات میں کٹنگ کی صورت میں کٹنگ والے ہندسے کے سامنے ممتحن سے دوبارہ دستخط کروائیں۔

(۱۶)......معاونین پہلے مرحلے میں کشف الدرجات اور پرچے پر درج نمبروں کو ملائیں اور دوسرے مرحلے میں کاپی کے اجزاء کے نمبروں کا میزان کریں۔

پرچہ چیک کرنے والے اساتذہ کے لیے ہدایات

امتحانی کمیٹی وفاق المدارس العربیہ

(۱)......قواعد وضوابط کی پابندی لازم ہوگی اور اس کی کڑی نگرانی کی جائے گی۔

(۲)......متعلقہ پرچہ کو مکمل حل کر کے لائیں۔ شناختی کارڈ اور دعوت نامہ ہمراہ لانا ضروری ہے۔

(۳)......سوالیہ پرچے کا حل، شناختی کارڈ کی کاپی ممتحن اعلیٰ کے پاس جمع کروائیں۔اس کے بغیر جوابی کاپیوں کا بنڈل جاری نہ ہوگا۔

(۴)......مقررہ وقت پر پہنچنا لازم ہے، تاخیر کی صورت میں معذرت کی جائے گی۔

(۵)......ممتحنین اور ممتحن اعلیٰ کے درمیان مذاکرہ کے بعد سوال کا جو حل متعین ہو جائے اسی کی روشنی میں پرچہ چیک کیا جائے۔

(۶)......مذاکرہ میں یہ بھی طے ہوگا کہ کسی جز کے مکمل یا کچھ حصہ صحیح اور غلط ہونے کی صورت میں کتنے نمبر دیے جائیں گے۔

(۷)......متعین حل کی حرفاً حرفاً پابندی لازم نہ سمجھی جائے بلکہ مطلقاً صحیح جواب پر امیدوار کو نمبر دیے جائیں۔مزید اگر ابہام ہو تو ممتحن اعلیٰ سے رجوع کریں۔

(۸)......ایک کاپی تین ممتحن چیک کریں گے۔ ممتحن اعلیٰ کی طرف سے جو بنڈل جس ممتحن کے نام جاری ہوگا، وہی اس کا میزان کرنے اور کشف الدرجات تیار کرنے کا ذمہ دار ہوگا اور سرورق پر توقیع المفتش کے خانے میں اپنا نام تحریر کر کے دستخط ثبت کرے گا نیز جس جوابی کاپی کا مجموعہ 34، 35، 36 ہو رہا ہو تو اس پر نظر ثانی کرنے کا بھی پابند ہو گا۔البتہ ہر ممتحن اپنے اپنے سوال کے خانے میں نمبر درج کر کے اس کے سامنے دستخط کرے گا۔

(۹)......توقیع الممتحن کے خانہ میں ہر کاپی پر اپنا نام صاف لکھنا، دستخط کرنا اور ہر بنڈل کی پہلی کاپی پر تاریخ اور سن لکھنا ضروری ہے۔

(۱۰)......گروپ کے درمیان ہم آہنگی ضروری ہے۔ اتفاق اور تحمل سے کام لیں، مسابقت کی کوشش نہ کی جائے۔البتہ سستی کا شکار ہونے پر تبادلہ کیا جائے گا۔

(۱۱)......اگر گروپ میں کسی ممتحن کی کوتاہی دوسرے کے سامنے آئے تو ممتحن اعلیٰ کے علم لائے۔یہ آپ کی دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔

(۱۲)......عربی میں پانچ نمبر کا مستحق وہ طالب علم ہوگا جس نے مکمل پرچہ عربی میں حل کیا ہو۔ نمبرات کا فیصلہ ممتحنین کی کثرت آراء سے کیا جائے گا۔ ہر ممتحن اپنے متعلقہ سوال کا جواب عربی میں ہونے کی صورت میں اس کے صحیح یا غلط ہونے کی تصریح کرے۔اگر دو ممتحنین نے عربی تحریر کو صحیح قرار دیا تو عربی کے مکمل نمبر دیے جائیں گے۔واضح رہے کہ عربی صحیح

ہونے کی صورت میں مکمل نمبر دیے جائیں گے اور اگر عربی صحیح نہ ہو تو عربی کے نمبر بالکل نہ دیے جائیں۔

(۱۳)......اگر کوئی طالب علم اردو میں مکمل پرچہ صحیح حل کرے تو وہ بھی پورے 100 نمبروں کا مستحق ہوگا۔

(۱۴)......تفتیش اوراق میں افراط وتفریط سے اجتناب کریں تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔صحیح پر درست کا نشان اور غلط پر کراس کا نشان لگائیں۔

(۱۵)......سوال کے ہر جز کے نمبر جوابی کاپی کے اندر لگانا ضروری ہے اور جوابی کاپی کے سرورق پر سوال کے ہر جز کے خانے میں الگ الگ نمبر درج کریں۔

(۱۶)......جو پرچہ بوجہ نقل کالعدم ہو اس کو بھی چیک کیا جائے۔کشف الدرجات پر نمبروں کا اندراج نہ کریں بلکہ کالعدم بوجہ نقل تحریر کریں۔

(۱۷)......جوابی کاپیوں کو مرتب رکھنے کا اہتمام فرمائیں۔مثلاً سو کاپیوں کے بنڈل میں ایک نمبر والی کاپی اوپر ہو اور سو نمبر والی نیچے۔

(۱۸)......کشف الدرجات پر سن ہجری ضرور لکھیں اور اسم المادہ کا خانہ ضرور پر کریں۔کشف الدرجات کو صاف لکھیں اور نمبروں میں کٹنگ سے اجتناب فرمائیں۔

(۱۹)......جواب کاپی یا کشف الدرجات میں اگر کسی نمبر کے اندراج میں کٹنگ ہو جائے تو اس کو بتکلف صحیح کر کے نہ لکھیں بلکہ غلط پر کراس کا نشان لگا کر اس کے مقابل واضح لکھ کر اس کے سامنے دستخط ضرور کریں تاکہ کسی کی حق تلفی کا شبہ نہ ہو۔

(۲۰)......اگر کوئی کاپی ڈبل آجائے یعنی دو کاپیوں پر ایک ہی فرضی نمبر لکھا ہوا ہو تو آپ پہلی کاپی پر ”الف“ اور دوسری کاپی پر ”ب“ ضرور لکھیں۔

(۲۱)......اگر کوئی کاپی بغیر فرضی نمبر کے آجائے تو آپ اس پر اس سے پہلی کاپی کا نمبر تحریر کریں۔پہلی کاپی کے نمبر کے ساتھ ”الف“ اور دوسری کاپی کے نمبر کے ساتھ ”ب“ تحریر کریں اور ایک ہی خانہ میں دونوں کاپیوں کے نمبر کشف الدرجات میں درج کریں۔

(۲۲)......بنڈل میں اگر کسی دوسرے پرچے کی جوابی کاپیاں خلط ہو جائیں تو ان کی تفصیل (فرضی رول نمبر، پرچے کا نام، درجے کا نام) لکھ کر ممتحن اعلیٰ کو واپس کر دیں۔

(۲۳)......کشف الدرجات پر فرضی رول نمبر درج کر دیے گئے ہیں۔جوابی کاپیوں سے کشف الدرجات پر نمبر درج کرتے وقت احتیاط سے کام لیں۔

(۲۴)......متشابہ نمبروں کا اندراج پورے تیقظ سے کریں۔مثلاً 90 کی جگہ 9، 91 کی جگہ 19، 100 کی جگہ 10 درج نہ ہو۔

(۲۵)......کشف الدرجات میں الارقام المحصّلہ کے خانے میں ایک سے دس تک کے نمبروں کے ساتھ لفظ ”صرف“ بھی تحریر فرمائیں۔

(۲۶)......حاصل کردہ نمبر کشف الدرجات پر انگریزی ہندسوں میں درج فرمائیں۔ مثلا10 ،88 ،79 ،74 ، 86،75وغیرہ

(۲۷)......جو طالب علم پرچے میں کوئی نمبر حاصل نہ کر سکے تو ہندسے میں (0) نہ لکھیں بلکہ لفظ ''صفر'' تحریر کریں۔

(۲۸)......جوابی کاپیوں کے ہر بنڈل کے ساتھ اس کا کشف الدرجات جمع کرانا لازم ہے۔ ورنہ وہ بنڈل حساب میں شامل نہ کیا جائے گا۔

(۲۹)......چیکنگ کے بعد کاپیوں کا بنڈل مضبوط اور صحیح طریقے سے باندھیں۔

(۳۰)......ایک درجہ کے تمام ممتحنین ایک ساتھ بیٹھیں، اپنے مقررہ کمرے میں پرچے چیک کریں، مقررہ جگہ سے باہر پرچے چیک کرنے کی اجازت نہیں۔

(۳۱)......مارکنگ کے دوران کسی اضافی آدمی کو بطور معاون اپنے ساتھ رکھنے اور قیام گاہ میں کسی مہمان کو ٹھہرانے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۳۲)......پرچوں کی یومیہ مقررہ تعداد عالیہ سے خاصہ ایک سو۔ دراسات دینیہ، تجوید اور ثانویہ عامہ ایک سو پچیس۔ متوسطہ ایک سو پچاس ہے۔ مقررہ تعداد سے تجاوز کی صورت میں حق الخدمت ادا نہیں کیا جائے گا۔

(۳۳)......ممتحنین کو حق الخدمت کی ادائیگی ممتحن اعلیٰ کی تصدیق پر کی جائے گی۔

(۳۴)......جو ممتحن اپنے حصے کے سوال مکمل کرلے، ممتحن اعلیٰ مکمل تسلی کے بعد اگلا بنڈل جاری کرے گا۔

(۳۵)......تمام ممتحنین اپنا کمرہ نمبر، موبائل نمبر اور مکمل کوائف ممتحن اعلیٰ کے پاس درج کرادیں تاکہ رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔

(۳۶)......دوران مارکنگ پرچہ جات، موبائل فون کے استعمال سے حتی الامکان اجتناب فرمائیں۔ تاکہ آپ اور دیگر رفقائے کار کی یکسوئی اور انہماک میں خلل نہ ہو۔ ناگزیر ضرورت ہو تو باہر جاکر بات کرلیں تاکہ دیگر ساتھیوں کے کام یا آرام میں ایذاء کا باعث نہ ہو۔

(۳۷)......کوائف نامہ ممتحن اعلیٰ سے وصول فرماکر پُر کریں، دفتر میں جمع کروانا لازم ہے۔

(۳۸)......وفاق المدارس کا جاری کردہ کارڈ اپنے پاس رکھیں۔ انٹری گیٹ یا مطعم پر کارڈ چیک کیا جاسکتا ہے۔

(۳۹)......تمام ممتحنین، ممتحنین اعلیٰ، امتحانی کمیٹی کے اراکین نماز پنجگانہ تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کریں گے۔

(۴۰)......مارکنگ کے عمل کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے ممتحن اعلیٰ اور امتحانی کمیٹی کی ہدایات پر عمل کریں۔

(۴۱)......امتحانی کمیٹی مندرجہ بالا امور کو بطور خاص چیک کرے گی۔ مقررہ ضوابط میں غفلت ثابت ہونے پر متعلقہ ممتحن سے معذرت کی جائے گی۔

امتحان دینے والے طلبہ وطالبات کے لیے ہدایات

☆......ہر طالب علم وقتِ امتحان سے پندرہ منٹ قبل امتحان ہال میں پہنچے۔تاخیر سے پہنچنے پر ہال میں داخلے کی اجازت نہ ہوگی۔

☆......امتحان گاہ میں رول نمبر سلپ ہمراہ لائیں اورامتحان کے آخری دن تک اپنے پاس محفوظ رکھیں۔

☆......شناختی کارڈ/رجسٹریشن کارڈ یامدرسہ کا شناخت نامہ بھی ہمراہ لانا ضروری ہے۔اس کے بغیر امتحانی ہال میں داخلے کی اجازت نہ ہوگی۔

☆......ہر طالب علم/طالبہ امتحان گاہ میں اپنی مقررہ نشست پر بیٹھے' جہاں اس کا نشست کارڈ رکھا گیا ہو۔

☆......کشف الحضور میں دستخط حسب عادت (جو دستخط داخلہ فارم پر کیے ہوں) کریں۔نیز جوابی کاپی کا نمبر بھی واضح لکھیں۔

☆......بطاقۃ الکراسۃ کو صحیح پر کریں۔رقم الجلوس درست لکھیں۔رول نمبر غلط ہونے کی صورت میں نتیجہ سے محروم کیا جاسکتا ہے۔

☆......جوابی کاپی کا کوئی ورق یا اس کا کوئی حصہ ہرگز نہ پھاڑیں۔نیز زائد اوراق بھی جوابی کاپی کے ساتھ منسلک کیے جائیں۔

☆......سوال کی عبارت لکھنے کی ضرورت نہیں،سوال کا نمبر لکھ کر جواب لکھنا شروع کر دیں۔

☆......پرچے کے دوران نقل کا مواد پکڑا گیا تو پرچہ کالعدم ہوگا۔چاہے کتاب سے متعلق ہو یا نہ ہو۔نیز اس سے استفادہ کیا ہو یا نہ ہو۔

☆......جو طالب علم جوابی کاپی امتحانی ہال سے باہر لے گیا اس کا نتیجہ کالعدم قرار دیا جائے گا۔

☆......لکھائی کے لئے صرف نیلی یا کالی روشنائی کے استعمال کی اجازت ہے۔

☆......نگران عملہ کے اراکین آپ کے اساتذہ میں سے ہی ہیں۔ان کا تہ دل سے احترام کریں۔

☆......امتحانی ہال میں موبائل فون لانا منع ہے۔خلاف ورزی کی صورت میں موبائل ضبط کیا جائے گا۔دوران پرچہ موبائل پکڑا گیا تو پرچہ کالعدم ہوگا۔

☆......مقطوع اللحیہ/پرائیویٹ طلبہ اور غیر شرعی وضع قطع والی طالبات کو امتحان میں شرکت کی اجازت نہ ہوگی۔

☆......دوران امتحان قرآن مجید استفادہ کے لئے نہیں دیا جائے گا۔

☆......ریاضی اور سراجی کے پرچے میں کیلکولیٹر کی اجازت نہ ہوگی۔

جرائم اوران کی سزائیں

امتحانی امیدوار پر بدعنوانی کے الزام میں رائے کا اعتبار

اگرکسی طالب علم کے کسی بدعنوانی میں ملوث ہونے کی شکایت موصول ہوتو ضابطہ کے مطابق صرف امتحانی عملہ،نگران اعلیٰ اوراس علاقے کے مسئول کی رائے کا اعتبار کیا جائے گا۔ (منظور کردہ اجلاس امتحانی کمیٹی ۹ستمبر ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۷جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ)

دنگا فساد

اگرایک یا چند طالب علم امتحان میں گڑبڑ کریں،شوروغل مچائیں یا آپس میں باتیں کریں اوراگروہ تنبیہ کے بعد بھی باز نہ آئیں تو نگران اعلیٰ ان کو کمرۂ امتحان سے باہر نکال دینے کے مجاز ہیں۔نیز ان کا نتیجہ کالعدم ہوگا اوروفاق ان کو آئندہ امتحان دینے سے محروم کرسکتا ہے۔

نقل کی برآمدگی

جس طالب علم کے پاس کوئی کتاب،کاپی یالکھا ہوامواد/موبائل فون پایا گیا یا وہ دوسرے سے نقل کرتا ہوا پکڑا گیا تو نگران اعلیٰ اس کو کمرۂ امتحان سے باہر نکال سکتے ہیں۔اسی طرح دوسرا طالب علم جو بتلا رہا ہے یا قصداً نقل کرارہا ہے اس کو بھی کمرۂ امتحان سے باہر نکالا جاسکتا ہے۔نقل سوالات سے متعلق ہو یا نہ ہو ہرحال میں متعلقہ پرچہ کالعدم قرار دیا جائے گا۔نقل کے بارے میں امتحانی مرکز کے نگران اعلیٰ کی رپورٹ پر فیصلہ ہوگا اوراس کے بارے میں کسی بھی درخواست پر غور نہیں کیا جائے گا۔

گستاخی

(۱)......جو طالب علم حکم عدولی کرے گا یا نگران عملہ کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے گا،نگران اعلیٰ اس کو کمرۂ امتحان سے نکال دینے کے مجاز ہیں اورنگران اعلیٰ کی تحریری رپورٹ پر اس کا مکمل نتیجہ کالعدم قرار دیا جائے گا اوروفاق اس کو آئندہ امتحان دینے سے روک سکتا ہے۔

(۲)......اگر طالب علم نگران عملہ سے گستاخی کے ساتھ جوابی کاپی پھاڑ دیتا ہے یا جوابی کاپی کمرہ امتحان سے لے کر باہر چلا جاتا ہے اور پھر واپس آکر جمع کراتا ہے یا واپس نہیں آتا اِن تمام صورتوں میں اس کا مکمل نتیجہ کالعدم کردیا جائے گا۔

مقطوع اللحیہ

(۱)......وفاق کسی فاسق (مثلاً اگر داڑھی مسنون مقدار سے کم ہو وغیرہ) کا امتحان نہیں لے گا اور نہ اس قسم کے حافظِ قرآن کو سند دی جائے گی۔ (منظور کردہ اجلاس مجلسِ عاملہ ۲۲فروری ۱۹۸۳ء بمطابق ۸جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ)

(منظور کردہ اجلاس مجلسِ عاملہ ۱۹دسمبر ۱۹۹۱ء بمطابق ۱۲جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ)

(۲)......مقطوع اللحیہ کے متعلق نگران اعلیٰ کی رپورٹ اگر ضابطہ کے مطابق یعنی دو نگرانوں کی تصدیق کے ساتھ ہو تو حتمی تصور ہوگی اور اس کا نتیجہ کالعدم ہوگا۔ ایسا طالب علم صرف آئندہ سال ہی امتحان دے سکتا ہے بشرطیکہ اس کی اصلاح بھی ہو چکی ہو۔ (منظور کردہ اجلاس مجلسِ عاملہ ۲۲ جون ۲۰۰۳ء بمطابق ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ)

طالبات کی شرعی وضع قطع

طالبات کے لیے شرعی وضع قطع کا پابند ہونا ضروری ہے۔ شرعی حجاب کی پابندی نہ کرنے والی یا شرم وحیا کے منافی لباس پہننے والی اور ناخن پالش استعمال کرنے والی یا غیر شرعی طور پر بال کٹوانے والی طالبات کو امتحان دینے کی اجازت نہ ہوگی۔ ضابطہ کے مطابق امتحانی عملہ کی نشاندہی پر ایسی طالبات کا نتیجہ کالعدم قرار دے دیا جائے گا۔

(منظور کردہ اجلاس مجلسِ عاملہ ۲۲ جون ۲۰۰۳ء بمطابق ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ)

فاسد العقیدہ طالب علم

(۱)......وفاق کا جو فاضل/فاضلہ صحیح العقیدہ نہ ہو تو بعد از تحقیق صحت الزام کی صورت میں اس کو وفاق کی سند سے محروم کر دیا جائے گا۔

(۲)......ایسے فضلاء وفاق جو خدانخواستہ کسی گمراہ تحریک سے وابستہ ہو گئے ہوں اور تحقیق کے بعد اس تحریک کے نظریات اہل السنّت والجماعت سے واضح متصادم ثابت ہوں تو ضابطہ کے مطابق ان کی سندات منسوخ کر دی جائیں گی۔

(منظور کردہ اجلاس مجلسِ عاملہ ۱۵ اگست ۱۹۶۲ء بمطابق ۳ ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ)

(منظور کردہ اجلاس مجلسِ شوریٰ ۲۳ جون ۲۰۰۳ء بمطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ)

طالب علم کو اپیل کا حق

نگران اعلیٰ کی ایسی رپورٹ جو ضابطہ کے مطابق ہو اگر طالب علم کے بارے میں ہوگی وفاق اس پر فوری کارروائی کرے گا۔ البتہ طالب علم کو اپیل کا حق حاصل ہوگا اور اگر شکایت کا تعلق مدرسہ سے ہوگا تو کارروائی سے پہلے متعلقہ مدرسہ سے وضاحت طلب کی جائے گی۔ اگر وضاحت قابلِ اطمینان ہوگی تو اسے قبول کر لیا جائے گا ورنہ عاملہ کے دو ارکان کی رائے سے اس کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔

نگران اعلیٰ کی رپورٹ پر دوبارہ کارروائی کی اجازت

امتحانی کمیٹی مراکز کے نگرانوں کی رپورٹ پر طلبہ کے بارے میں جو فیصلہ کرتی ہے ان پر نظر ثانی کے لیے طلبہ متعلقہ مدارس کے مہتمم حضرات اور علاقائی مسئول کی سفارش کے ساتھ اگر درخواست پیش کر دیں تو امتحانی کمیٹی اس پر دوبارہ غور کر کے مناسب فیصلہ کر سکتی ہے لیکن ان درخواستوں پر اس وقت غور ہوگا جب اگلے سالانہ امتحان کے انعقاد سے پہلے دفتر میں وصول ہوں گی۔ سال کے بعد آنے والی کسی بھی درخواست پر غور نہ ہوگا۔ (منظور کردہ اجلاس مجلسِ عاملہ ۱۹ دسمبر ۱۹۹۱ء بمطابق ۱۲ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ)

جعلسازی کی تحقیق کے لیے تین رُکنی کمیٹی کی تشکیل

امتحان میں جعلسازی کے تدارک کے لیے امتحانی مراکز کے نگران اعلیٰ کی رپورٹ پر کسی بھی مدرسہ سے تفتیش کی جاسکتی ہے۔ جعلسازی میں مدرسہ کے ملوث ہونے کے معاملہ میں فیصلہ کرنے کے لیے کم ازکم تین رُکنی کمیٹی تشکیل دی جائے گی جو اس معاملہ کی تحقیق کرے گی۔ اگر وفاق کی مقرر کردہ کمیٹی بھی مدرسہ کے بارے میں جعلسازی میں ملوث ہونے کی تصدیق کردے تو اسے تین سال کے لیے وفاق کے امتحانات میں شرکت کے لیے نااہل قرار دیا جاسکتا ہے اور اس کارروائی میں جو کم ازکم دو طالب علموں کی ملی بھگت سے ہوگی جعلسازی میں ملوث دونوں طلبہ کو صرف نگران اعلیٰ کی رپورٹ پر تین سال کے لیے نااہل قرار دیا جاسکتا ہے۔ البتہ اس کے لیے دو شہادتوں کا ہونا ضروری ہے۔ (منظور کردہ اجلاس مجلسِ عاملہ ۲۳ جولائی ۱۹۹۲ء بمطابق ۲۱ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ)

داخلہ فارم کی گمشدگی

داخلہ فارم گُم ہونے کی صورت میں اگر امتحان شروع ہونے سے دس دن پہلے تک متعلقہ ادارے کا مہتمم رسید داخلہ یا دیگر دستاویز کے ہمراہ تصدیق کرے کہ فارم بھیجا گیا ہے تو اس کا اعتبار کرکے رول نمبر جاری کردیا جائے گا۔

(منظور کردہ اجلاس مجلسِ عاملہ یکم اگست ۱۹۹۶ء بمطابق ۱۵ ربیع الاوّل ۱۴۱۷ھ)

مدرسہ کا باقاعدہ طالب علم

وفاق المدارس کے امتحان میں وہ طالب علم شریک ہوسکتا ہے جو وفاق سے ملحقہ مدرسہ کا باقاعدہ طالب علم ہو اور اسی مدرسہ سے ششماہی امتحان بھی دیا ہو۔ وفاق سے ملحق مدرسہ میں عارضی طور پر داخلہ لینے والا طالب علم وفاق کے امتحان میں شرکت کا اہل نہیں۔ اگر خلافِ ضابطہ کسی طالب علم نے وفاق کے امتحان میں شرکت کی تو علم ہوجانے پر اُس کا نتیجہ کالعدم قرار دے دیا جائے گا اور مدرسہ کے خلاف بھی کارروائی کی جائے گی۔

معاون نگران

(۱)...... ہر مرکز میں ناظمِ امتحان (نگران اعلیٰ) کے ساتھ کم ازکم دو معاون ہونے چاہئیں۔ تعداد زائد ہونے کی صورت میں معاون نگرانوں کی تعداد میں حسب ضابطہ ۲۵ طلبہ پر ایک نگران کا اضافہ کیا جائے گا اور اہل مدرسہ کو نگرانی میں بالکل شریک نہ کیا جائے گا۔

(۲)......نگران وفاق کی طرف سے مقرر ہوگا (جو مسئول کی سفارش سے مامور کیا جائے گا)۔

(منظور کردہ اجلاس مجلسِ شوریٰ ۱۲ جنوری ۱۹۶۳ء بمطابق ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ)

(منظور کردہ اجلاس نصاب کمیٹی ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۰ء بمطابق ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ)

وفاق المدارس کا امتحانی نظام

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب کی خصوصی گفتگو

[ملک کے ایک ہفت روزہ "ضرب مومن" نے سال ۱۴۳۶ھ ،۲۰۱۵ء کے سالانہ امتحان سے متعلق ناظم اعلیٰ وفاق المدارس کا ایک تفصیلی انٹرویو لیا، جس میں وفاق المدارس کے امتحانی نظم ونسق سے متعلق گفتگو ہوئی، ناظم اعلیٰ صاحب کا یہ انٹرویو قارئین وفاق کی خدمت میں پیش ہے۔ مرتب]

سوال: وفاق المدارس العربیہ کے تحت ٹوٹل کتنے امتحانی مراکز ہیں؟

ناظم اعلیٰ وفاق: اس سال پورے پاکستان میں طلبہ وطالبات کے 17 سو امتحانی مراکز تھے۔

سوال: وفاق المدارس العربیہ کے تحت رجسٹرڈ مدارس کے طلبہ وطالبات کی کتنی تعداد ہے؟

ناظم اعلیٰ وفاق: اس سال 2 لاکھ 65 ہزار طلبہ نے امتحانات دیے ہیں جن میں سے 65 ہزار قرآن پاک کے حافظ ہیں، لیکن 2 لاکھ طلبہ میں سے کچھ درجہ کتب، کچھ مڈل، میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے پارٹ ون یا ایم اے پارٹ ٹو کے ہیں۔

سوال: طلبہ اور طالبات کی تعداد کا کیا تناسب ہے؟

ناظم اعلیٰ وفاق: طالبات کی تعداد بنسبت طلبہ سے زیادہ ہے۔ اس وقت میٹرک (عامہ)، خاصہ، عالیہ اور عالمیہ میں طالبات کی تعداد طلبہ سے زیادہ ہے۔

سوال: پورے پاکستان میں وفاق المدارس العربیہ کے تحت ہونے والے امتحانات کے پیچھے کون سا نظام کارگر ہے؟ اتنے بڑے وسیع پیمانے پر منعقد ہونے والے امتحانات کے نظام کی تفصیل بتائیے!

ناظم اعلیٰ وفاق: ہمارے امتحانی نظام کی تین ایسی امتیازی چیزیں ہیں جس کی مثال شاید ہی کہیں پائی جاتی ہو۔ نمبر ایک: ہمارے امتحان کا دائرہ چمن کے بارڈر سے لے کر طورخم کے بارڈر اور گلگت تک پھیلا ہوا ہے، پورے ملک میں ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں پرچے شروع ہوتے ہیں اور ایک ہی وقت میں ختم ہوتے ہیں۔

دوسرے نمبر پر اس پورے نظام میں سوالیہ پرچے کو محفوظ رکھنا کہ پرچہ آؤٹ نہ ہو جائے، ایک ہی وقت میں پورے ملک میں سوالیہ پرچے پہنچانا ہے، جس دن پرچے شروع ہو رہے ہیں اُس سے صرف ایک دن پہلے سوالیہ پرچے امتحانی مرکز کے علاقے پہنچانا ہے، زیادہ دن پہلے نہیں پہنچانا ہے اور یہ سوالیہ پرچہ خاص امتحانی مرکز میں صبح کے وقت امتحان شروع ہونے سے صرف آدھا گھنٹہ پہلے پہنچانا ہے۔ پھر اس سوالیہ پرچے کو صرف بڑے شہروں میں نہیں پہنچانا بلکہ خضدار، کرخ، مستونگ، باغ، پلندری، گلگت، بلتستان، گاؤں، دیہاتوں اور پاکستان کے چھوٹے بڑے تمام شہروں میں پہنچانا ہے۔ اب یہ سوالیے

پرچے مطلوبہ امتحانی مراکز پر پہنچیں اور وہاں محفوظ بھی رہیں۔ پھر پورے ملک میں امتحانی مراکز قائم کرنے ہیں، اس کے لیے نگران عملہ مقرر کرنا ہے اور ایک ہی وقت میں امتحانات کا آغاز اور اختتام ہو۔ ایسے ملک میں اتنے بڑے پیمانے پر اس طریقے پر امتحانات کا انعقاد شاید دنیا میں کہیں نہیں ہوگا۔

اگر آپ ہمارے کسی امتحانی مرکز کے نگرانِ اعلیٰ ہوں تو آپ دیکھیں گے کہ ہمارے پرچے کا ٹائم مثال کے طور پر ساڑھے سات بجے ہے، آپ کے پاس ہمارا سوالیہ پرچہ سوا سات یا سات بجے پہنچے گا، وہ بھی سیل بند پہنچے گا۔ پرچے کی سیل آپ کو سینٹر کے نگران عملے کے سامنے سب کو دکھا کر کھولنی ہوگی۔ جس وقت پرچہ نگرانِ اعلیٰ کے حوالے کیا جائے گا تو اُس سے اس بات پر سائن لیے جائیں گے کہ وہ پرچے کو مکمل اچھی طرح چیک کرے کہ وہ سیل بند ہے یا نہیں ہے۔ اس پر مزید یہ کہ امتحانی مرکز کے نگرانِ اعلیٰ کو اس بات کا بھی پابند کیا جاتا ہے کہ وہ سوالیہ پرچوں کے لفافوں کی سیل یا سلائی کو نہ اُدھیڑے، بلکہ بلیڈ یا قینچی کے ذریعے سے لفافہ کاٹ کر کھولے۔ پھر بعد میں وہ لفافے واپس وفاق المدارس کے دفتر پہنچتے ہیں تاکہ یہاں ان لفافوں کی جانچ پڑتال کر کے اطمینان کیا جاسکے کہ سوالیہ پرچوں کے لفافوں کی سیل کہیں نہیں کھولی گئی۔ ہمارا پرچے پہنچانے کا یہ سارا نظام سکریٹ ہوتا ہے۔

ملک بھر کے بڑے بڑے امتحانی مراکز میں ہزار سے ڈیڑھ ہزار طلبہ امتحان دے رہے ہوتے ہیں۔ اگر آپ وہاں جا کر دیکھیں تو آپ کو صرف قلم چلتا ہوا ملے گا، کسی کی زبان چلتی ہوئی نہیں ملے گی۔ امتحانی مراکز میں بالکل خاموشی ہوگی، کہیں پر بھی کوئی بوٹی مافیا نہیں ہوگی۔ وفاق المدارس العربیہ کے تحت کئی سالوں سے امتحانات کا انعقاد کیا جا رہا ہے، لیکن آپ نے کبھی ایسا نہیں سنا ہوگا کہ کسی گڑبڑ کی وجہ سے رینجرز یا پولیس کو بلانا پڑا۔

تیسرے نمبر پر ہمارا اسینٹر مارکنگ کا نظام ہے۔ اس نظام کے تحت ہم دو سے تین ہفتے میں مکمل نتائج تیار کر لیتے ہیں۔ اس سال 2 لاکھ 65 ہزار طلبہ نے امتحانات دیے۔ ہر طالب علم کے 6 پرچے ہوتے ہیں۔ یہ ٹوٹل 12 لاکھ پرچے بنتے ہیں۔ 12 لاکھ پرچے 11 سو ممتحنین نے چیک کرنے ہوتے ہیں، اس پر دو سے تین ہفتے کا وقت لگتا ہوتا ہے۔ یہاں پر ہمارا اسٹاف بھی موجود ہے۔ اگر آپ ہمارا اسٹاف دیکھیں تو آپ یہی کہیں گے کہ یہ کوئی فرشتے اور جن ہی ہیں۔ اتنے کم ممتحنین اتنی کم مدت میں اتنی بڑی تعداد میں پرچے چیک کرتے ہیں، جبکہ حقیقت میں اتنی بڑی تعداد میں پرچوں کی چیکنگ کے لیے 4 سے 5 ہزار اساتذہ ہونے چاہیے۔ جو حضرات پرچے چیک کرتے ہیں، ان کے اوپر بھی چیک کرنے والے چیف چیکر ہوتے ہیں۔ پھر اس چیف چیکر کے اوپر بھی چیک کرنے والے موجود ہوتے ہیں۔ چیکنگ کے یہ تین مراحل ہوتے ہیں۔

سوال: امتحانی پرچے چیک کرنے کا طریقہ کار کیا ہوتا ہے؟

ناظم اعلیٰ وفاق: پرچے چیک کرنے والے ممتحنین حل شدہ پرچے کا ایک ایک فقرہ پڑھتے ہیں، پھر غلط پر غلط کا نشان لگاتے ہیں، صحیح پر صحیح کا نشان لگاتے ہیں، انڈر لائن کرتے ہیں اور پھر اس سے اوپر ممتحن اعلیٰ ان نشان زدہ مقامات کو چیک کرتا ہے۔ بعض اوقات اس سے مباحثہ اور مذاکرہ کرتا ہے کہ فلاں جگہ پر غلط کا نشان کیوں لگایا؟ یا صحیح کا نشان کیوں لگایا؟ آپ نے اس کو انڈر

لائن کیوں کیا؟ آپ نے یہ نمبر اس کو کیوں دیے؟

پرچے چیکنگ اینڈ مارکنگ کے بعد نتیجے کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ پوزیشن حاصل کرنے والے 30 ٹاپ طلبہ کے پرچے دوبارہ چیک کیے جاتے ہیں۔ کہیں ان کو نمبر دینے میں غلطی تو نہیں ہوگئی۔ ان کے لیے دوبارہ ممتحنین بلائے جاتے ہیں۔ ان ممتحنین کو بھی یہ پتا نہیں ہوتا کہ وہ کس مدرسے کے کس نام کے طالب علم کے پرچے چیک کر رہے ہیں۔ اس سارے نظام سے گزر کر تین ہفتے میں نتائج سامنے آجاتے ہیں۔ آپ یونیورسٹی، انٹرمیڈیٹ بورڈ اور میٹرک بورڈ کے نتائج دیکھ لیجیے جنہیں آنے میں تین مہینے لگ جاتے ہیں۔

سوال: ممتحنین کو جو پرچے چیک کرنے کے لیے دیے جاتے ہیں، کیا ان کی تعداد مقرر ہے؟ یا ممتحن کو اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ ایک دن میں زیادہ سے زیادہ پرچے دیکھ لوں؟

ناظم اعلیٰ وفاق: ممتحنین کے ذہن میں یہ نہیں ہوتا کہ میں زیادہ سے زیادہ پرچے دیکھ لوں، بلکہ ہماری طرف سے پرچے چیک کرنے کی مقدار مقرر ہے۔ میٹرک کے پرچے چیک کرنے والے ممتحنین کو یومیہ مقررہ تعداد دی جاتی ہے، اس سے زیادہ پرچے نہیں دیے جاتے۔ یہ مقررہ مقدار ہر درجے کے لیے متعین ہے۔ بی اے اور ایم اے کے مطابق یومیہ پرچوں کی چیکنگ کے لیے مقدار مقرر ہے، ہم اس سے زیادہ چیک کرنے کے لیے نہیں دیتے۔ ایک دن میں ممتحن اطمینان سے جتنے پرچے چیک کر سکتا ہے، اتنی ہی تعداد مقرر ہے۔

سوال: اتنی بڑی تعداد میں پرچوں کی چیکنگ اور مارکنگ کرنے والے ممتحنین میں کیا احساس پایا جاتا ہے؟ کس جذبے کے تحت وہ اتنے عظیم الشان کام کو بڑی جانفشانی اور محنت کے ساتھ محدود وقت میں انجام پاتے ہیں؟

ناظم اعلیٰ وفاق: پرچے چیکنگ اور مارکنگ کرنے والے ممتحنین میں یہ احساس پایا جاتا ہے کہ ان طلبہ نے سال بھر محنت کی ہے۔ ان کے ساتھ ان کے اساتذہ نے بھی محنت کی۔ مدارس کے سالانہ لاکھوں کروڑوں روپے خرچ ہوئے ہیں۔ ہم جو مدارس کے نتائج تیار کر رہے ہیں، اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو ان کے پیچھے کروڑوں نہیں، بلکہ اربوں کے اخراجات پائے جاتے ہیں، کیونکہ ہزاروں مدارس ہیں۔ ان ہزاروں مدارس میں سے کسی کا بجٹ لاکھوں میں ہے، کسی کا بجٹ کروڑوں میں ہے، بعض مدارس ایسے بھی ہیں جن کا بجٹ کروڑوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ اتنی بڑی محنت اور اتنے زیادہ اخراجات ہوئے ہیں، چیکرز کو اس بات کا احساس ہوتا ہے، بلکہ اعادہ کے طور پر ان کو احساس دلوا بھی دیا جاتا ہے کہ آپ کے پاس جن طلبہ کے پرچے آئے ہیں، ان پرچوں کے پشت پر بہت بڑی محنت ہوئی ہے، آپ کو منصف یا جج بنا دیا گیا ہے، اب آپ کا امتحان ہے کہ آپ کس طرح کا انصاف کرتے ہیں۔ الحمدللہ! ممتحنین علمائے کرام ہیں، انہیں یہ احساس رہتا ہے، اس لیے وہ بہت ہی زیادہ دیانتداری کے ساتھ چیکنگ اور مارکنگ کرتے ہیں۔

سوال: پاکستان کے شہروں اور دور دراز دیہاتوں کے طلبہ تک امتحانی نتائج کس طرح پہنچائے جاتے ہیں؟

ناظم اعلیٰ وفاق: پورے پاکستان کے شہر اور دیہات کے ہر طالب علم کی اپنے نتائج تک آسانی سے رسائی حاصل کرنے کے لیے

نتائج ہماری ویب سائٹ پر موجود ہوتے ہیں۔ جن علاقوں میں نیٹ موجود نہیں ہے، ان کے لیے ایس ایم ایس کی بھی سہولت مہیا کی گئی ہے۔ آپ پاکستان کے کسی بھی شہر، گاؤں، دیہات یا علاقے سے مخصوص طریقے کے ذریعے مطلوبہ نمبر پر اپنا نتیجہ معلوم کرنے کے لیے ایس ایم ایس کیجیے، آپ کو گھر بیٹھے موبائل پر نتیجہ ایس ایم ایس کر دیا جائے گا کہ فلاں پرچے کے اتنے نمبر ہیں، فلاں پرچے کے اتنے نمبر ہیں۔ اس ایس ایم ایس پر فقط تین روپے خرچہ آتا ہے، تین روپے خرچ کرنے پر پاکستان کے کسی بھی علاقے کے طالب علم کا نتیجہ اس کے ہاتھ میں موجود ہوتا ہے۔ اس کے بعد تین سے چار مہینے یا زیادہ سے زیادہ پانچ مہینے میں رزلٹ کارڈ اور سندیں تیار کر کے متعلقہ ادارے کو بھیج دیتے ہیں، جبکہ بورڈوں اور یونیورسٹیوں میں کئی کئی سال تک سندیں نہیں ملتی۔

سوال: اتنے بڑے نظام کو چلانے کے لیے آپ کے پاس کیا کیا وسائل موجود ہیں؟

ناظم اعلیٰ وفاق: ہمارے پاس بہت محدود وسائل ہیں۔ ان محدود وسائل میں رہتے ہوئے جو کچھ بھی وفاق المدارس کا یہ نظام چل رہا ہے یہ بھی بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ اگر یہی کام گورنمنٹ آف پاکستان کرے تو میرا خیال ہے کہ اربوں میں اس کا بجٹ ٹھہرے۔ پاکستان میں تین ماڈل مدرسے بنے۔ ان میں سے ایک مدرسے کا سالانہ بجٹ 8 سے 10 کروڑ ہے۔ ہم ان وسائل میں 100 مدرسے چلا سکتے ہیں۔

سوال: وفاق المدارس العربیہ کے تحت اس سارے مدارس کے نظام کا مقصد کیا ہے؟

ناظم اعلیٰ وفاق: اس معاشرے کو رجال الدین فراہم کرنا ہے۔ جس طرح اس معاشرے کو ڈاکٹرز کی ضرورت ہے، انجینئرز کی ضرورت ہے، آئی ٹی اور ایگریکلچر کے ماہرین کی ضرورت ہے، یہ ایک مسلمان ملک ہے جو ''لا الٰہ الا اللہ'' کی بنیاد پر وجود میں آیا ہے، یہاں پر موجود مسلمانوں کی دینی رہنمائی کے لیے بہترین علماء کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کی اس ضرورت کو ہمارے تعلیمی ادارے، کالجز اور ہماری یونیورسٹیاں پوری نہیں کر رہی ہیں۔ مسلمانوں کی دینی رہنمائی کا بیڑا انہی دینی مدارس نے اُٹھایا ہوا ہے۔ الحمدللہ! یہ بات سب کے سامنے عیاں ہے کہ اس معاشرے میں دین کا احیاء، دینی کلچر اور دینی ماحول انہی مدارس کی برکات ہیں۔

سوال: آپ لوگ اتنے پاکیزہ اور خدا رسیدہ افراد تیار کر رہے ہیں، کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ ایسے ڈاکٹرز، ایسے انجینئرز اور ایسے مینیجرز اور ایڈمنسٹریٹر بھی پیدا کریں؟ کیونکہ آپ لوگوں کا نظام اتنا صاف وشفاف ہے کہ اس نظام کے تحت آپ عصری میدان کے ماہرین بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ کیا اس پر بھی غور ہو سکتا ہے؟

ناظم اعلیٰ وفاق: جی! بالکل ہو سکتا ہے۔ اللہ کرے! اس ملک کا نظامِ حکومت ہمارے اختیار میں آئے تو پھر یہ پورا نظام پورے ملک پر نافذ کر کے ایسے رجالِ کار پیدا کیے جا سکتے ہیں، مگر ان محدود وسائل میں رہتے ہوئے مدارس جو خدمات پیش کر رہے ہیں وہ بھی بہت عظیم الشان خدمات ہیں۔

سوال: تمام مدارس میں عصری علوم کا اضافہ ہو رہا ہے، علماء کا عصری علوم کی طرف رجحان زیادہ ہو رہا ہے، لیکن ضرورت اس بات کی

ہے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دینیات کا اضافہ کیا جائے۔

ناظم اعلیٰ وفاق: آپ نے درست کہا۔ مدارس کے طلبہ میں جدید تعلیم کا رجحان بڑھ رہا ہے اور عصری تعلیمی اداروں میں دینی تعلیم کا رجحان بہت کم ہے۔ قائداعظم یونیورسٹی میں مستقل اسلامیات کا استاذ ہی نہیں ہے، دوسرے کو ہائر کیا جاتا ہے، بلکہ بعض کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مطالعہ پاکستان کے ٹیچر ہی کو دینیات کا سبجیکٹ دے دیا جاتا ہے۔ اس سے ہمارے عصری تعلیمی اداروں میں دینی تعلیم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سوال: آپ کو دنیا کے مختلف طبقات کے لوگوں کو اس نظام کو ایڈاپٹ (Adopt) کرنے کی دعوت دینی چاہیے۔ کیا اس امتحانی نظام کو متعارف کروانے کے لیے کبھی کوئی پیش رفت کی؟

ناظم اعلیٰ وفاق: ہم نے دنیا کو دعوت دی ہے کہ آئیں! ہمارا امتحانی نظام دیکھیں، ہمارا مارکنگ کا نظام دیکھیں۔ اس کے بعد آپ کہیں گے کہ واقعتاً ہمارے نظام سے لاکھ درجے یہ نظام بہتر ہے۔ بالکل صاف، شفاف، محفوظ اور مستحکم امتحانی نظام ہے۔ بس یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل سے چل رہا ہے۔ اگر اس کے بارے میں اسباب کی دنیا میں سوچا جائے تو دماغ فیل ہو جاتا ہے۔ یہ مافوق الاسباب چیزیں ہیں۔

سوال: مدارس پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مدارس سے ڈاکٹرز، انجینئرز پیدا نہیں ہو رہے ہیں۔ اس بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

ناظم اعلیٰ وفاق: یونیورسٹیوں میں بیک وقت کوئی شخص ڈاکٹر، انجینئر، آئی ٹی کا ماہر نہیں ہوسکتا، ان یونیورسٹیوں میں بھی کوئی پڑھے گا تو وہ کسی ایک فیلڈ میں آگے جائے گا یا وہ ڈاکٹر بنے گا یا وہ انجینئر بنے گا۔ انجینئرنگ میں بھی وہ میکینکل انجینئر یا الیکٹرک انجینئر بنے گا۔ پھر ڈاکٹری میں بھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ بیک وقت کوئی آئی اسپیشلسٹ بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ Skin اسپیشلسٹ بھی ہے۔ اسپیشلائزیشن ایک ہی فیلڈ میں ہوتی ہے۔ اس طرح اگر مدارس صرف علماء پیدا کر رہے ہیں تو مدارس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ مدارس صرف علماء کیوں پیدا کر رہے ہیں؟ میڈیکل کالج کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ میڈیکل کالج انجینئر پیدا کیوں نہیں کر رہا؟ انجینئرنگ یونیورسٹی کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انجینئرنگ یونیورسٹی میڈیکل ڈاکٹر کیوں پیدا نہیں کر رہی؟ بالکل یہی حال مدارس کا ہے۔ الحمدللہ! مدارس اپنے وجود کے مقصد میں کامیاب ہیں اور وہ رجالِ دین اور رجالِ کار پیدا کر رہے ہیں۔ البتہ بنیادی عصری علوم انگریزی، حساب، مطالعہ پاکستان یہ تمام مضامین مدارس میں پڑھائے جا رہے ہیں۔ اس میں مزید ترقی بھی ہو رہی ہے۔ اگر یہی مطالبہ عصری تعلیمی اداروں سے کیا جائے کہ یونیورسٹی کے طلبہ کو اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ نماز کے فرائض وواجبات کا علم ہونا چاہیے۔

سوال: عصری نظامِ تعلیم اور دینوی نظامِ تعلیم میں یہ فرق کیوں ہے؟

ناظم اعلیٰ وفاق: اگر ہم اپنی تاریخ پر نظر ڈالیں تو اس میں ایک ہی نظامِ تعلیم ہوتا تھا۔ صرف مدارس ہی ہوتے تھے۔ ان کا نام بھی ''مدرسہ'' تھا۔ اسی مدرسے میں مختلف علوم اور فنون کے ماہرین تیار ہوتے تھے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے تھے جو ایک فن میں

مہارت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے فن میں بھی مہارت حاصل کر لیتے تھے، اس لیے کہا جاتا تھا کہ اس ادارے سے فلاں علوم اور فنون کے ماہرین پیدا ہوئے۔ اگر آپ 100 سال پہلے دیکھیں تو مدارس اور یونیورسٹیاں ایک ہی تھیں۔ ان کے وسائل حکومت کے ہاتھ میں تھے۔ اگر آج بھی حکومت صحیح سرپرستی شروع کر دے، وسائل فراہم کرنے لگ جائے تو انہی مدارس سے ڈاکٹر بھی پیدا ہوں گے اور انجینئرز بھی پیدا ہوں گے۔ جب برصغیر میں انگریز آیا، اُس نے نظامِ تعلیم کو تقسیم کر دیا۔ تعلیم کی تقسیم کا ذمہ دار مولوی نہیں ہے، موجودہ تعلیم کی تقسیم کا اصل ذمہ دار انگریز ہے۔ پاکستان بننے کے بعد ہمیں یہ کرنا چاہیے تھا کہ ہم پھر دوبارہ اپنی تاریخ کی طرف لوٹتے۔ یہاں تو سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ مدارس کی تعلیم کو تعلیم ہی تصور نہیں کیا جا رہا تھا۔ جن علماء کے پاس مدارس کی سندیں تھیں، انہیں ناخواندہ (اَن پڑھ) لکھا اور کہا جا رہا تھا۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ وہی انگریز والا ذہن آج بھی کارفرما ہے۔

سوال: شاید اس میں کچھ قصور مدارس کا بھی ہے۔ مدارس نے اپنے نظام کو چھپا کر رکھا ہے، جبکہ ایسے شفاف نظام کو بالکل اوپن کرنا چاہیے تھا۔

ناظم اعلیٰ وفاق: ہم نے اس نظام کو چھپا کر تو نہیں رکھا، البتہ ہمارا میڈیا کے ساتھ میں وہ ربط اور تعلق نہیں ہے، یہ ہماری کمزوری ہے۔ ہمارا میڈیا کے ساتھ میں ربط اور تعلق ہونا چاہیے، کیونکہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ آج میڈیا پر جو کچھ بھی ہمارے خلاف زہر اُگلا جا رہا ہے اور پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے، عوام کے سامنے مدارس کی ایک غلط اور بھیانک تصویر پیش کی جا رہی ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ جاننے کے باوجود اپنے ایک خاص ایجنڈے کے ساتھ یہ سب کچھ کر رہے ہیں، لیکن عوام کا ایک بہت بڑا طبقہ ایسا بھی ہے جو مدارس کے خلاف غلط تصور کو اپنے ذہن میں بٹھائے ہوئے ہے، اس سلسلے میں وہ معذور ہے، کیونکہ وہ کسی مدرسے میں نہیں گیا، اس کو کسی مدرسے کے نظام کے بارے معلوم نہیں ہے، ظاہر ہے ایسا طبقہ مدارس کے خلاف وہی غلط تصور لے گا جو میڈیا پر دیکھے گا اور اخبارات میں پڑھے گا۔

سوال: وفاق المدارس کے امتحانی نظام کا کوئی خاص امتیازی پہلو بیان کیجیے جو مدارس اور عصری تعلیمی ادارے میں خاص فرق کرتا ہو؟

ناظم اعلیٰ وفاق: پورے پاکستان میں کہیں بھی ہمارے امتحانی نظام کے تحت جو کوئی بھی طالب علم امتحان دیتا ہے، وہ پاکستان کے تمام طلبہ سے مقابلہ کرتا ہے۔ اس کا علمی مقابلہ اور ذہنی مقابلہ اس سطح سے بھی ہے جس کو تعلیم کے وسائل زیادہ حاصل ہیں۔ جیسے لاہور ڈویژن میں امتحان ہو تو مقابلہ صرف لاہور ڈویژن کی سطح پر ہو گا یا ملتان ڈویژن میں امتحان ہو تو مقابلہ صرف ملتان ڈویژن کی سطح پر ہو گا، لیکن جب وفاق کے تحت امتحان ہوتا ہے تو وسائل سے محروم دور دراز کسی ایک گاؤں کا طالب علم لاہور اور اسلام آباد جیسے جدید شہر کے طالب علم کا بھی مقابلہ کرتا ہے جہاں اُسے رہائش کی سہولتیں ہیں، لائبریری کی سہولتیں ہیں، ماہر اساتذہ دستیاب ہیں۔ پوزیشنوں میں کئی دفعہ پاکستان کے دور دراز دیہات اور گاؤں کے طلبہ پوزیشنیں لے جاتے ہیں۔ آل پاکستان بیسز پر یہ امتحانی مقابلہ ہوتا ہے، اس میں کوئی کوٹہ مقرر نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس سی ایس ایس کے امتحانات میں دیہات، گلگت اسکردو کا کوٹہ الگ ہوتا ہے، کئی لوگ کہتے ہیں کہ یہ میرٹ کے خلاف ہے، جبکہ وفاق المدارس میرٹ پر سمجھوتہ نہیں کرتا۔

سوال: اتنا بڑا کام ایسے منظّم نظام کے تحت ہو رہا ہے، آپ لوگ واقعی گولڈ میڈل کے مستحق ہیں۔ محدود وسائل کے ذریعے یہ سب کیسے ممکن ہے؟

ناظم اعلیٰ وفاق: گولڈ میڈل تو اللہ تعالیٰ ہی دیں گے۔ ہمارا اصل ماٹو "اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ" ہے۔ یہ سب ایک جذبے کے تحت کام ہوتا ہے۔ الحمدللہ! صرف پاکستان میں نہیں، بلکہ پوری دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

سوال: وفاق المدارس العربیہ کے ماتحت مدارس کے اس سارے نظام کا حتمی نصب العین کیا ہے؟

ناظم اعلیٰ وفاق: اصل حتمی نصب العین رضائے خداوندی ہے۔ جتنے لوگ بھی یہ کام کرتے ہیں وہ اسے تجارت یا روزگار سمجھ کر نہیں کرتے، بلکہ عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ایک جذبے کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہ سب جذبے کی صداقت ہے۔

نمائندہ: بہت بہت شکریہ!

لا الہ الا اللہ کی صدا بلند کرنے والے

مختلف مسالک اور مکاتب فکر کے دینی مدارس ایک عمدہ انتظامی ڈھانچہ اور مثالی نظم رکھتے ہیں۔ وفاق المدارس العربیہ (دیوبندی) تنظیم المدارس پاکستان (بریلوی) رابطہ المدارس الاسلامیہ (جماعت اسلامی) وفاق المدارس السّلفیہ (اہلحدیث) اور وفاق المدارس الشیعہ (اہل تشیع) ملک بھر میں قائم اپنے مدارس کو کنٹرول کرتے ہیں۔ ان پانچوں مسالک و مکاتب پر مشتمل ایک مرکزی تنظیم "اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان" کے نام سے قائم ہے۔ یہ مدارس مثالی نظام امتحانات رکھتے ہیں جسے مرکزی سطح پر کنٹرول کیا جاتا ہے اور جس میں بوٹی مافیا کا نام ونشان تک نہیں۔ عصری ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق اپنے نصاب میں تبدیلیاں لانا معمول کی ایک مشق ہے۔ ستر فیصد کے لگ بھگ دینی مدارس، مروجہ علوم بھی پڑھا رہے ہیں اور اکثر میں تو کمپیوٹر کی تعلیم کا انتظام بھی ہے۔ یہ ادارے لاکھوں نادار بچوں کے کفیل بھی ہیں اور ناخواندگی کے سیلاب کو روکنے کا بڑا ذریعہ بھی، انہیں ناروا پابندیوں میں جکڑنا کسی طور مناسب نہیں۔ ملک میں بھانت بھانت کے تعلیمی اداروں اور لادین بیرونی یونیورسٹیوں سے الحاق کردہ برانچوں کا جال بچھا ہے جن کے نظم ونسق کے لیے کوئی سرکاری اتھارٹی موجود نہیں۔ ان اداروں کا نصاب، اسلام کی نظریاتی تہذیبی اور اخلاقی اقدار سے متصادم ہے اور وہاں پروان چڑھنے والی نسل ایک ایسے سانچے میں ڈھل رہی ہے جس کا کوئی زاویہ ہمارے نظریاتی تشخص سے ہم آہنگ نہیں۔ اس کے برعکس دینی مدارس ایک مؤثر انتظامی ڈھانچہ رکھتے ہیں۔ سرکار کی حقیر سی امداد اور ادنیٰ سے تعاون کے بغیر چلنے والے ان اداروں کی مشکیں کسنے کا تصور کسی سچے پاکستانی ذہن کی اختراع نہیں ہوسکتا۔ یہ کلی طور پر گیارہ ستمبر کو جنم لینے والے نیو ورلڈ آرڈر کا ایک پہلو ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کی صدا بلند کرنے والے گلے گھونٹ دیئے جائیں۔

(صحافی و کالم نگار عرفان صدیقی)

وفاق المدارس کے امتحانات ـــ اعداد وشمار

ادارہ

مدارس عربیہ کو ایک نصاب تعلیم، ایک نظام تعلیم اور ایک نظام ایک امتحان کے تحت لانا ''وفاق'' کے قیام کے اہم مقاصد میں سے ہے۔ الحمدللہ وفاق اپنے ان مقاصد کے حصول میں کامیاب رہا ہے۔ مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 15 جمادی الاخریٰ 1379ھ مطابق 16 دسمبر 1959ء بمقام جامعہ خیر المدارس ''وفاق'' سے ملحق تمام فوقانی مدارس کے دورہ حدیث کا امتحان ''وفاق المدارس'' کے تحت لینے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس طرح 1960ھ میں وفاق کے تحت دورہ حدیث بنین کا پہلا امتحان منعقد ہوا۔ جس میں ملک بھر سے 231 طلبہ نے شرکت کی۔ اس کے بعد تدریجاً باقی درجات کے امتحانات بھی ''وفاق'' کے تحت ہونے لگے۔ ثانویہ خاصہ بنین کا پہلا امتحان 1983ء میں ہوا جس میں 448 طلبہ شریک ہوئے، ثانویہ عامہ بنین کا امتحان 1984ء میں ہوا جس میں 701 طلبہ نے شرکت کی اور درجہ عالیہ بنین کا پہلا امتحان 1985ء میں ہوا، جس میں 160 طلبہ شریک ہوئے، درجہ عالیہ بنین سال اول کا پہلا امتحان 2009ء میں ہوا جس میں 7381 طلبہ نے شرکت کی، درجہ عالیہ سال اول کا پہلا امتحان 2016ء میں ہوا جس میں 10108 طلبہ شریک ہوئے۔ اسی طرح 1990ء میں عامہ بنات کے پہلے امتحان میں 403 طالبات، 1993ء کو خاصہ بنات میں 127، 1994ء میں درجہ عالیہ بنات میں 193 اور عالمیہ بنات 197 طالبات نے شرکت کی۔

رفتہ رفتہ ''وفاق'' کی اہمیت وضرورت آشکار ہوئی اور ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے موجودہ قیادت کے دور میں ''وفاق'' ایک مثالی ادارہ بن کر ابھرا ہے۔ الحمدللہ اب وفاق کے تحت تمام درجات (ماسوائے اولیٰ وثالثہ) کے امتحانات ہوتے ہیں۔ تخصصات کا نصاب بھی زیر غور ہے۔ وفاق کے امتحانات کا تفصیلی نقشہ درج ذیل ہے:

درجات بنین: (درجہ وار تعداد شرکاء امتحانات 1960ء تا 2016ء)

شمار	سال	عالمیہ دوم	عالمیہ اول	عالیہ دوم	عالیہ اول	خاصہ	عامہ	متوسطہ	دراسات	تجوید للحفاظ	تجوید للعلماء	میزان
1	1380 1960	231	....									231
2	1381 1961	216										216

3	1382 1962	282										282
4	1383 1963	314										314
5	1384 1964	218										218
6	1385 1965	194										194
7	1386 1966											
8	1387 1967	267										267
9	1388 1968	292										292
10	1389 1969	342										342
11	1390 1970											
12	1391 1971	307										307
13	1392 1972	401										401
14	1393 1973	366										366

396										396	1394 1974	15
297										297	1395 1975	16
360										360	1396 1976	17
											1397 1977	18
412										412	1398 1978	19
410										410	1399 1979	20
386										386	1400 1980	21
396										396	1401 1981	22
727										727	1402 1982	23
1262						448				814	1403 1983	24
2176					701	475				1000	1404 1984	25
2774					831	460		160		1323	1405 1985	26

27	1406 1986	1876		288		605	1007					3776
28	1407 1987	1642		444		836	1394					4316
29	1408 1988	1626		496		900	1732					4754
30	1409 1989	1772		709		1071	2233	588				6373
31	1410 1990	2237		678		1359	2607	1079				7960
32	1411 1491	2270		863		1658	2977	1528				9296
33	1412 1992	2410		1116		2021	3207	2017				10771
34	1413 1993	1786		1374		2306	3761	2617				11844
35	1414 1994	1781		1564		2325	3178	3523				12371
36	1415 1995	2128		1813		2499	3630	4138				14208
37	1416 1995	1780		1486		2207	3693	4143				13309
38	1417 1996	1885		2072		2638	4365	4695				15655

16568				5152	4988	2843		1978		1607	1418 1997	39
18682				5616	5615	3511		2287		1653	1419 1998	40
22179				6755	7278	4216		2279		1651	1420 1999	41
25984				7896	8735	4654		2723		1976	1421 2000	42
29963				9398	9966	5312		3194		2093	1422 2001	43
33679				9678	11795	6288		3346		2572	1423 2002	44
39894				11164	14776	6935		4160		2859	1424 2003	45
44257			118	11900	15349	8581		5196		3113	1425 2004	46
51063			276	12485	17118	11434		5780		3970	1426 2005	47
53062			476	12307	17435	11246		6877		4721	1427 2006	48
58781			764	12670	18655	12557		9028		5107	1428 2007	49
61180			862	13557	18538	12411		9581		6231	1429 2008	50

51	1430 2009	8216	7381	10603		12095	16506	12645	1223			68669
52	1431 2010	7935	8334	10651		12942	17309	11996	1177			70344
53	1432 2011	8223	8784	8818		12783	18108	11653	1348			69717
54	1433 2012	8841	7526	9422		14742	18820	12431	1678			73460
55	1434 2013	7770	7903	7607		15197	19194	12833	1789	1150	295	73738
56	1435 2014	8210	6855	10304		14144	20738	13282	1794	2004	449	77780
57	1436 2015	7110	9083	11130		13957	22730	13801	1922	2585	439	82757
58	1437 2016	9061	8902	11675	10108	15008	23459	14272	1841	2842	366	97534
میزان		136063	64768	149702	10108	222664	342428	245819	15268	8581	1549	1196950

درجات بنات: (درجہ وار تعداد شرکاء امتحانات 1990ء تا 2016ء)

شمار	سال	عالمیہ	عالیہ دوم	عالیہ اول	خاصہ دوم	خاصہ اول	عامہ	دراسات	تجوید للحفاظ	تجوید للعلماء	میزان
1	1410 1990						403				403
2	1411 1991						358				358

909				819		90				1412 1992	3
1182				1055		127				1413 1993	4
2687				1936		361		193	197	1414 1994	5
3223				2004		396		244	579	1415 1995	6
3954				2216		776		449	513	1416 1995	7
5531				3426		1133		488	484	1417 1996	8
7183				4087		1959		733	404	1418 1997	9
9519				4834		2565		1408	712	1419 1998	10
12596				6303		3222		1749	1322	1420 1999	11
16689				8245		4255		2603	1586	1421 2000	12
21500				10381		5221		3315	2583	1422 2001	13
28064				13142		7317		4220	3385	1423 2002	14

15	1424 2003	4687	5712		9165		16365				35929
16	1425 2004	5623	7279		11508		17544	235			42189
17	1426 2005	7238	8710		13212		20611	556			50327
18	1427 2006	8615	10976		14483		22179	646			56899
19	1428 2007	10499	12517		14760		26096	1199			65071
20	1429 2008	11200	13146		17442		24575	1492			67855
21	1430 2009	11911	15071		15433		31355	1681			75451
22	1431 2010	14267	13661		18499		29521	1700			77648
23	1432 2011	13289	15993		19717		32353	1610			82962
24	1433 2012	14707	16970		23824		36294	1668			93463
25	1434 2013	16272	20589		27254		35682	4319	27	398	104541
26	1435 2014	19955	24415		21581		35804	7960	47	762	110524

27	1436 2015	22922	18968		24484		39343	11728	93	1033	118571
28	1437 2016	2462	15005	20279	28025	42971	......	14586	95	1551	124974
میزان		175412	214414	20279	286809	42971	426931	49380	262	3744	1220202

درجہ تحفیظ القرآن الکریم: (تعداد شرکاء امتحانات 1982ء تا 2016ء)

نمبر شمار	سن ہجری	سن عیسوی	تعداد شرکاء
1	1402	1982	709
2	1403	1983	1732
3	1404	1984	1950
4	1405	1985	2008
5	1406	1986	3085
6	1407	1987	3471
7	1408	1988	4027
8	1409	1989	4360
9	1410	1990	5402
10	1411	1991	6177
11	1412	1992	7267
12	1413	1993	7855
13	1414	1994	9821
14	1415	1995	11861
15	1416	1995	10979
16	1417	1996	13035

17	1418	1997	15577
18	1419	1998	18461
19	1420	1999	23855
20	1421	2000	28595
21	1422	2001	32046
22	1423	2002	40992
23	1424	2003	45633
24	1425	2004	50786
25	1426	2005	55795
26	1427	2006	55050
27	1428	2007	54851
28	1429	2008	56804
29	1430	2009	57046
30	1431	2010	57316
31	1432	2011	59443
32	1433	2012	56070
33	1434	2013	59632
34	1435	2014	63556
35	1436	2015	64467
36	1437	2016	64837
میزان			**1054551**

اہل مدارس تین امور کا اہتمام کریں

برصغیر کے دینی مدارس صرف اس خطے کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے بہت بڑی نعمت ہیں، اسلامی علوم کی حفاظت کے لیے ان مدارس کا جو کردار ہے، وہ کسی صاحب شعور پر مخفی نہیں، یہ مدارس علوم نبوت کے امین ہیں اور ان کا فیض الحمدللہ پوری دنیا میں پھیل رہا ہے، دوسری طرف یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جہاں دین کا کام مؤثر طریقہ سے ہو رہا ہو، وہاں انس وجن کے بہت سارے فتنے بھی متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس کام کو غیر مؤثر بنانے یا اس کے راستے میں مشکلات ورکاوٹیں پیدا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں، ان مشکلات اور فتنوں کا مقابلہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق اور نصرت کے بغیر ممکن نہیں ہوتا اور یہ نصرت اسلامی احکام پر عمل اور تعلق مع اللہ کے بغیر حاصل نہیں کی جاسکتی! ظاہری اسباب اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ، قدم قدم پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع، اسی سے مانگنے، اسی کے سامنے گڑگڑانے اور اسی کی پناہ میں آنے والے فتن وشرور سے حفاظت حاصل کی جاسکتی ہے۔

دینی مدارس اس وقت چونکہ اسلامی تعلیم وتربیت اور خیر کے عظیم الشان مراکز ہیں اس لئے شیطانی قوتوں کی نظر میں کانٹے کی طرح کھٹک رہے ہیں، اس لیے مدارس کے منتظمین، اساتذہ اور طلبہ کو مندرجہ ذیل چند امور کا بطور خاص اہتمام کرنا چاہئے:

(۱) نماز کا اہتمام......نماز ایمان کے بعد، دین اسلام کا سب سے اہم فریضہ ہے، مدارس میں الحمدللہ اس فریضے کی ادائیگی کا عموماً اہتمام ہوتا ہے لیکن اس اہتمام کی طرف مزید توجہ کی ضرورت ہے، ترغیب وترہیب، وعدو وعید اور دعوت وابلاغ کے ذریعے مدرسہ کے اندر ایسا ماحول اور ایسی فضا بنانے کی کوشش کی جائے کہ انتظامیہ، اساتذہ اور طلبہ کے اندر از خود فرض نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نفلی نمازوں کا بھی ذوق پیدا ہو کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے لو لگانے کا مؤثر ذریعہ ہے! تہجد کی نماز، اشراق کی نماز، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، اوابین اور صلوٰۃ الحاجت......ان سب نمازوں کا اہتمام ہونا چاہئے کہ مدرسہ کی روحانی فضا اسی سے بنتی ہے۔

(۲) دعا کا اہتمام......اسی طرح مدارس کی انتظامیہ، اساتذہ اور طلبہ میں ذوقِ دعا کا ہونا بھی بہت ضروری ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماثور دعائیں، اس امت کے لیے عظیم تحفہ ہیں، کوئی بھلائی اور خیر ایسی نہیں جو آپ نے طلب نہ کی ہو اور کوئی شر اور فتنہ ایسا نہیں جس سے آپ نے پناہ نہ مانگی ہو، یہ مؤمن کے لئے شرور وفتن سے بچنے کا ایک موثر ہتھیار اور روحانی حصار ہے، اس لئے، ان مبارک دعاؤں کو معمول میں لانا چاہیے، ہمارے ابتدائی مدارس اور مکاتب میں بچوں کو یہ مسنون دعائیں یاد کرائی جاتی ہیں اور مدارس ومکاتب میں پڑھنے والے اور ان سے فارغ ہونے والے اکثر بچوں کو مسنون دعاؤں کا اچھا خاصا ذخیرہ یاد ہوتا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ان دعاؤں کے یاد کرانے کے ساتھ ساتھ ان کے پڑھنے اور مستقل معمولات کا حصہ بنانے کی تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ اوقات ومعمولات کی ماثور دعاؤں اور دوسری عام دعاؤں کو اسلاف واکابر نے مستقل کتابوں میں محفوظ کیا ہے، اس موضوع پر علامہ جزریؒ کی ''حصن حصین'' اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی ''مناجاتِ مقبول'' بطور خاص قابل ذکر ہیں، ان ماثور مسنون دعاؤں کے اہتمام کی برکت سے اللہ جل شانہ، بہت ساری مشکلات اور فتنوں سے حفاظت فرمائیں گے۔

(۳) ذکر اللہ کا اہتمام......اسی طرح مدارس کے منتظمین سے ایک گزارش یہ ہے کہ وہ مدرسہ کے ماحول میں ذکر کا اہتمام وانتظام کریں، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ اس کی بڑی تاکید فرماتے تھے، کچھ لوگ مستقل ایسے ہونے چاہئیں جو ذکر واذکار میں مصروف ہوں، طلبہ یا طلبہ سے ہٹ کر مدرسہ میں ذاکرین کی ایک جماعت ہونی چاہیے جو کچھ وقت، شرور وفتن سے حفاظت کی غرض سے ذکر میں مشغول رہے، مدارس میں تقریبات ہوتی ہیں، مختلف جلسے بھی ہوتے ہیں، بعض دوسرے اہم معاملات کے سلسلے میں مذاکراتی نشستیں ہوتی ہیں، ان کی کامیابی اور بارآور ہونے کے لئے چند حضرات کو ذکر کے لئے بٹھا دینا چاہیے، تبلیغی جماعت کے مراکز واجتماعات میں الحمدللہ اس کا اہتمام ہوتا ہے، مدارس میں بھی اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ ان تین امور کے اہتمام سے ان شاء اللہ بہت سارے فتنوں سے حفاظت رہے گی، مشکلات دور ہوں گی اور بند راستے کھلتے محسوس ہوں گے۔

(شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ، ماہنامہ وفاق المدارس جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ)

باب پنجم

دینی مدارس کا مقدمہ

[وفاق المدارس کے بنیادی اہداف ومقاصد میں سے ایک اہم ہدف مدارس دینیہ کا تحفظ اور اس کا دفاع ہے، دینی مدارس کی آزادی وحریت ہی میں ان کی فعالیت اور مؤثر کارکردگی کا راز مضمر ہے، مدارس کی خودمختاری کا تحفظ کرتے ہوئے ملکی اور غیر ملکی مخالف عناصر کے پروپیگنڈے کا جواب دینا، مدارس کے نصاب ونظام کو بے اثر بنانے کے لیے اندرونی و بیرونی منصوبوں اور سازشوں سے انہیں محفوظ رکھنا، حکومتی اور بیوروکریسی کے ہتھکنڈوں سے انہیں بچانا وفاق المدارس العربیہ کی ایک منصبی ذمہ داری ہے۔ اس باب کے اندر اسی ذمہ داری نبھانے کے لیے وفاق کی قیادت کی مساعی کا ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے...... لال مسجد سانحہ کے حوالے سے وفاق المدارس کے موقف اور اس کی کارکردگی کی تفصیلات بھی اس باب میں آ گئی ہیں اور حکومتوں کے ساتھ مختلف موضوعات پر مذاکرات کی جھلکیوں کو بھی اس باب کا حصہ بنایا گیا ہے...... یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا ہے اور ان شاء اللہ اسی طرح چلتا رہے گا...... مرتب]

وفاق المدارس کے مذاکرات کی تفصیلی رپورٹ

مورخہ 26 ربیع الثانی سنہ 1421ھ مطابق 29 جولائی سنہ 2000ء کو چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کی دعوت پر صدر الوفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم اور راقم (قاری حنیف جالندھری) اسلام آباد پہنچے۔ اس ملاقات کا مقصود چیف ایگزیکٹو کو دینی مدارس کے مسائل، مدارس کے خلاف جاری پروپیگنڈہ کی حقیقت، فرقہ واریت اور دہشت گردی کے واقعات سے مدارس کی لاتعلقی اور مدارس کے نصاب میں حکومتی مداخلت ناقابل قبول ہونے سے آگاہ کرنا تھا۔ مگر چیف ایگزیکٹو ایک ہنگامی مصروفیت کی بنا پر ملاقات نہ کر سکے۔ تاہم اس کے لیے انہوں نے اپنے خصوصی معاون لیفٹیننٹ جنرل غلام احمد ملک، وفاقی مذہبی امور جناب عبدالمالک کاسی اور رکن نیشنل سیکوریٹی کونسل ڈاکٹر محمود احمد غازی کو ''وفاق'' کے وفد سے ملاقات کا حکم فرمایا۔ یہ ملاقات تقریباً تین گھنٹے جاری رہی اور ہم نے تفصیل سے متعلقہ حکام کو مدارس کے تمام مسائل اور تازہ صورت حال سے باخبر کیا۔ اس سلسلے میں شھادۃ العالمیہ کی سند کو مؤثر بنانے، تحتانی سندات کو میٹرک، ایف۔ اے اور بی۔ اے کے برابر قرار دینے، مدارس کی رجسٹریشن کے طریقِ کار کو سہل کرنے، غیر ملکی طلباء کے لیے دینی مدارس میں داخلہ کے حصول کو سہل بنانے اور مساجد و مدارس کو سوئی گیس اور بجلی کے بلوں میں رعایت دینے جیسے مسائل پر بھی بات ہوئی۔ بحمد اللہ یہ ملاقات نہایت مفید رہی اور حکام بالا کی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔ نیز جنرل غلام احمد ملک صاحب نے بتایا کہ تمام رجسٹرڈ دینی مدارس کے لیے ہر سال تجدید پر پابندی ختم کر دی گئی ہے اور حکومت دینی مدارس کے نصاب میں مداخلت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ اس ملاقات کے بعد جو ''پریس ریلیز'' وفاق کی طرف سے جاری کیا گیا اور خط کی صورت میں جو مطالبات پیش کیے گئے ان کی تفصیل آئندہ صفحات میں پیش کی جا رہی ہے۔ اگر اخبارات میں اس کے علاوہ کوئی حکومتی بیان آئے تو اسے ''وفاق'' کی طرف سے نہ سمجھا جائے۔

(مولانا) محمد حنیف جالندھری

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

بخدمت گرامی قدر عزت مآب جناب جنرل پرویز مشرف صاحب، چیف ایگزیکٹو اسلامی جمہوریہ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

مملکت خداداد پاکستان کی ''اسلامی فوج کے سربراہ'' کی حیثیت سے آنجناب پاکستان میں قائم دینی مدارس کی اہمیت و خدمات سے بخوبی باخبر ہیں۔ان مدارس نے کفروالحاد کی عالمی یلغار اور دیگر حوصلہ شکن مسائل اور حوادث کے باوجود کتاب وسنت کی ترویج واشاعت، شعائر اسلام کے تحفظ و بقا اور اسلامی علوم وفنون کی تعلیم وتدریس کا فریضہ نہایت جانفشانی سے ادا کیا ہے۔ان مدارس دینیہ سے نہ صرف پاکستان اور عالم اسلام مستفید ہورہا ہے بلکہ مغربی دنیا میں بھی ان دینی مدارس کے فارغ التحصیل علماء کی ایک بڑی تعداد دین حق کی درس وتدریس اور اشاعت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے رہی ہے۔

محترم چیف ایگزیکٹو صاحب!

دینی مدارس کے تعلیمی نظام کو نظم وضبط کے ساتھ مربوط انداز میں چلانے کے لیے ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے نام سے ایک مرکزی تنظیم عرصہ چالیس سال سے قائم ہے۔جس کے رکن مدارس کی تعداد سات ہزار تک ہے، اور ان میں زیر تعلیم طلباء وطالبات کی تعداد چار پانچ لاکھ کے قریب ہے۔ملک میں دینی رجحانات میں فروغ کے باعث مدارس وطلباء کی اس تعداد میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔''وفاق'' سے ملحقہ تمام مدارس میں ''وفاق'' کے منظور شدہ نصاب کی تعلیم دی جاتی ہے، اور ''وفاق'' ہی کے تحت سالانہ امتحانات کا انعقاد ہوتا ہے۔ہر مرحلۂ تعلیم کا آخری امتحان ''وفاق'' لیتا ہے جس میں ہر سال شریک طلباء وطالبات کی تعداد ستر ہزار سے زائد ہوتی ہے۔

''وفاق المدارس'' کے تحت قائم ان دینی اداروں کو سرکاری طور پر بعض مشکلات کا سامنا ہے، جن کا آپ کے علم میں آنا ضروری ہے، تاکہ ان کے حل ہونے کے بعد مدارس دینیہ اطمینان خاطر اور یکسوئی کے ساتھ دینی خدمات انجام دے سکیں اور تعلیم و تدریس کے مقدس فرض کی بہ احسن وجوہ تکمیل کرسکیں۔

(ا)......شھادۃ العالمیہ کو مؤثر بنانے کی استدعا

1982ء میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے اپنے نوٹیفکیشن نمبر 8-918acad/128 مورخہ 17-11-82ء کے تحت وفاق المدارس کی سند ''شھادۃ العالمیہ'' کو ایم-اے عربی اور ایم-اے اسلامیات کے برابر تسلیم کرلیا۔اس نوٹیفکیشن کا عملی اطلاق تمام ملک کے کے لیے ضروری تھا، لیکن بعض مقامات پر اس پر عمل درآمد ہوا جب کہ اکثر مقامات پر اسے عملاً غیر مؤثر بنادیا گیا۔واضح رہے کہ گزشتہ ادوار میں بعض تعلیمی اداروں میں ''وفاق'' کی سند کی بنیاد پر عربی اور اسلامیات کی تعلیم کے لیے اساتذہ کی تقرری کردی جاتی تھی۔لیکن اب سرکاری اداروں کو سند کی شرط عائد کردی گئی ہے جو نہ صرف دینی اداروں کے فضلاء کے ساتھ ناانصافی ہے بلکہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے نوٹیفکیشن کی بھی توہین ہے۔براہِ کرم ''وفاق'' کی سند پر ایم-اے عربی، ایم-اے اسلامیات کی حیثیت سے کسی شرط کے بغیر تقرریاں کی جائیں اور اس سند کو نوٹیفکیشن مجریہ 17-11-1982 کے مطابق

مؤثر قرار دیا جائے اس پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔

(۲)......تحتانی اسناد کا مسئلہ

جس طرح ”وفاق المدارس العربیہ“ کی آخری سند ”شہادۃ العالمیہ“ کو ایم-اے عربی، ایم-اے اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا گیا ہے، اسی طرح ”وفاق المدارس“ کے نچلے درجے کی اسناد کو بالترتیب مڈل، میٹرک، ایف-اے اور بی-اے کے برابر تسلیم کیا جانا اس کا منطقی تقاضا ہے۔ واضح رہے کہ اس سلسلے میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے ارباب مدارس سے وعدہ بھی کیا تھا مگر وہ وعدہ تا ہنوز تشنۂ تکمیل ہے۔ براہِ کرم وفاقی وصوبائی حکومتوں اور متعلقہ اداروں کو اس سلسلے میں واضح ہدایات جاری فرمائی جائیں۔

(۳)......مدارس کی رجسٹریشن

(۱) نئے دینی مدارس کی رجسٹریشن کے سابقہ طریقِ کار کو بدل کر اسے خاصا پیچیدہ اور دشوار بنا دیا گیا ہے، جس سے اربابِ مدارس کو مختلف مسائل کا سامنا ہے۔ ہماری گزارش ہے کہ غیر ضروری شرائط کی بجائے ”وفاق المدارس العربیہ“ سے الحاق کی بنیاد پر تمام دینی مدارس کی رجسٹریشن کی جانی چاہیے۔

(۲) تمام دینی مدارس جو پہلے سے رجسٹرڈ ہیں انہیں بھی ہر سال رجسٹریشن کی تجدید کرانا پڑتی ہے جو مداس اور متعلقہ اداروں کے لیے ایک ناروا بوجھ ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ ہر سال تجدید کے فیصلے کو ختم کر کے سابقہ طریقہ بحال کیا جائے۔

(۴)......پاکستان کے دینی مدارس میں غیر ملکی طلبا کے داخلے کا مسئلہ

پاکستان کے دینی مدارس میں حصولِ علم کے خواہش مند غیر ملکی طلبا کو ویزہ جاری کرنے اور زیرِ تعلیم غیر ملکی طلباء کے ویزا میں توسیع کے سلسلے میں سرکاری سطح پر پالیسی نہایت سخت کر دی گئی ہے۔ جس کے باعث غیر ملکی طلبا کے لیے پاکستان میں دینی تعلیم کا حصول انتہائی دشوار ہو گیا ہے۔ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور دنیا بھر کے مسلمان اپنے مسائل کے حل اور رہنمائی کے لیے پاکستان کی جانب دیکھتے ہیں۔ یہ امر پاکستان کے عوام اور حکمرانوں کے لیے باعثِ فخر ہے۔ اسی طرح دنیا بھر سے، خالص دینی ماحول میں رہتے ہوئے ”کتاب وسنت“ کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے نوجوان مسلمان، پاکستان کا رُخ کرتے ہیں۔ ان کی راہ میں مشکلات پیدا کرنا حکومت پاکستان کی نیک نامی کے لیے نہایت درجہ نقصان دہ ہے۔ لہٰذا وزارت داخلہ، وزارت خارجہ اور وزارت تعلیم کو ہدایت کی جائے کہ وہ غیر ملکی طلبا کے تعلیمی ویزوں کے اجراء، ان کی توسیع اور این-او-سی کے اجراء کے لیے نرم اور آسان پالیسی اختیار کرے، تا کہ یہ طلباء دینی تعلیم کے حصول سے محروم نہ رہیں۔ ان شاء اللہ ان طلباء کے پاکستان میں دینی تعلیم کے حصول سے عالم اسلام میں پاکستان کا وقار بلند ہو گا۔

(۵)......مساجد و مدارس کے ساتھ تعاون

اربابِ اختیار کی جانب سے اکثر اس طرح کے اعلانات جلی سرخیوں کے ساتھ اخبارات میں شائع ہوتے ہیں کہ حکومت دینی تعلیم کے فروغ کے لیے مدارس و مساجد کے ساتھ مکمل تعاون کے لیے تیار ہے۔ اگر یہ اعلانات مبنی بر اخلاص اور محض سیاسی نہیں

ہیں تو ہماری درخواست ہے کہ مدارس ومساجد کو ان کی دینی، ملی اور رفاہی خدمات کی بنا پر بعض ضروری شرائط کے ساتھ بجلی، پانی اور گیس کے بلوں کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ اگر اس کے لیے ''وفاق المداس'' کی تصدیق وسفارش کی شرط عائد کر دی جائے تو صرف مستحق مدارس ہی اس رعایت سے مستفید ہوں گے اور کوئی غیر مستحق اس سے ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔

(۶)......مدارسِ دینیہ کے خلاف منفی پروپیگنڈہ

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ مدارس دینیہ نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود تعلیم کے میدان میں ملک وملت کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ مدارس کا تابناک ماضی اس کی کھلی ہوئی شہادت ہے۔ مگر یہ امر انتہائی افسوسناک ہے کہ کچھ عرصہ سے مدارس دینیہ کو بدنام کرنے کی مہم چل رہی ہے اور شاید غلط فہمی کی وجہ سے بعض وزرائے حکومت تک اس میں شریک ہیں۔ قومی ذرائع ابلاغ پر مدارس دینیہ کی یہ کردار کشی ازالہ حیثیت عرفی کے مترادف ہے جو مدارس کے ساتھ اہل علم ودانش کی بھی توہین ہے۔ مدارس پر تنگ نظری، دہشت گردی وغیرہ کے الزامات آج تک ثابت نہیں ہو سکے۔ کسی ثبوت کے بغیر تواتر کے ساتھ ان الزامات کو دہرانا دینی مدارس اور دینی شخصیات کے لیے تکلیف دہ امر ہے۔

ہم تمام دینی اداروں اور ''وفاق المدارس'' کی طرف سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ مدارس کے خلاف بے جا پروپیگنڈہ کی اس منفی مہم کو فوری طور پر بند کرنے کا حکم صادر فرمایا جائے، اور اب تک کیے گئے منفی پروپیگنڈہ کے ازالہ وتدارک کے لیے ذرائع ابلاغ پر مدارس دینیہ کی قومی وملی خدمات اور زندۂ جاوید کردار کو اجاگر کیا جائے۔ اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا جانا چاہیے کہ مدارسِ دینیہ نے نامساعد حالات اور محدود وسائل کے باوجود اندھیروں میں بھی علم کا چراغ روشن رکھا۔

محترم منتظم اعلیٰ صاحب!

یہ چند حقائق ومطالبات جو آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے ہیں قبل ازیں سبکدوش ہونے والی حکومتوں کے سربراہوں اور سربراہانِ مملکت کی خدمت میں بھی عرض کیے گئے۔ مگر یہ مبنی برحقائق اور جائز مطالبات بھی سابقہ حکومتوں کی مصلحتوں کی بھینٹ چڑھ گئے اور ان پر کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ اب آنجناب کی خدمت میں یہ اس امید کے ساتھ پیش کیے جا رہے ہیں کہ ان پر ہمدردی سے غور فرمائیں گے اور افواجِ اسلام کے سپہ سالار ہونے کی بناء پر ''وفاق المدارس'' اور دیگر دینی بورڈز اور مدارس کے مذکورہ مسائل کے حل کے لیے متعلقہ وزارتوں اور محکموں کو فوری ہدایات جاری کریں گے۔ آپ کے اس تعاون سے دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت اور درس وتدریس میں بہت بڑی مدد ملے گی۔ جزاکم اللّٰہ احسن الجزاء۔

☆......☆......☆

معزز اراکین پارلیمنٹ کے نام اربابِ وفاق کا کھلا خط

بخدمت گرامی محترم ومکرم رکن قومی اسمبلی/سینیٹ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

دینی مدارس کے مسائل سے متعلق چند ضروری گزارشات کے لئے آنجناب کو زحمتِ التفات دی جارہی ہے، آپ جیسے مخلص ومنصف مزاج حضرات سے اُمید ہے کہ وہ پروپیگنڈہ کی اس مسموم فضا میں دینی مدارس کا موقف جاننے اور اس پر ہمدردانہ غور کی زحمت ضرور گوارا فرمائیں گے۔

جیسا کہ آنجناب کے علم میں ہے کہ دینی مدارس کا نظام صدیوں سے قائم ہے، قیام پاکستان سے آج تک کی تاریخ ہم سب کے سامنے ہے، دینی مدارس عصری سیاست سے کنارہ کش رہ کر خاموشی سے اشاعت دین کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، مدارس کی دینی خدمات کا اعتراف دوست دشمن سب کرتے ہیں، مگر کچھ عرصہ سے بین الاقوامی استعماری قوتوں نے مدارس کے خلاف الزامات کا طوفان اٹھا رکھا ہے، مدارس پر عسکریت پسندی، فرقہ واریت اور مذہبی منافرت پھیلانے جیسے بے سروپا اور من گھڑت الزامات عائد کرکے ان کی حیثیت عرفی کو مجروح کیا جارہا ہے۔

حکومتِ پاکستان بھی بعض نامعلوم وجوہ کی بناء پر دینی مدارس کو رجسٹریشن کے نام پر مختلف پابندیوں میں جکڑنا چاہتی ہے، اس صورتِ حال پر غور وخوض کے لئے ۱۱ستمبر ۲۰۰۵ء کو وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ اور ملک کی اہم دینی شخصیات کا ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں مدارس کو درپیش مسائل پر غور وفکر کے بعد بالاتفاق طے کئے جانے والے امور سے قومی نمائندوں کو آگاہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا، امید ہے کہ آنجناب اسے ملاحظہ فرمانے کے بعد قومی اسمبلی، سینیٹ میں مدارس کے مسائل کو اجاگر اور حل کرنے میں اہل مدارس سے تعاون فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں گے۔

رجسٹریشن

حکومت نے حال ہی میں ۱۸۶۰ء کے سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ میں سیکشن ۲۱ کا اضافہ کرکے مدارس کو اس کے تحت رجسٹریشن کرانے کا پابند کیا ہے، اس ترمیمی آرڈی نینس کے تحت رجسٹریشن کرانے کی صورت میں نئے مدارس کے قیام پر پابندی قبول کرنا ہوگی، مدارس کے آمد وخرچ کو آڈٹ کرانے کے علاوہ رجسٹرار کے سامنے پیش کرنا ہوگا، علاوہ ازیں حکومت کے اس اختیار کو تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ کسی بھی وقت کسی مدرسہ پر عسکریت پسندی، فرقہ واریت یا مذہبی منافرت پھیلانے کا الزام عائد کرکے اسے بند کرسکتی ہے، ان مفاسد کی بناء پر ''وفاق المدارس'' کی مجلس عاملہ اور ملک کی اہم دینی شخصیات نے یہ متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ دینی

مدارس ۱۸۶۰ء کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کے لئے تیار ہیں، مگر وہ سیکشن ۲۱ کے تحت امتیازی پابندیوں کے قانون کو قبول نہیں کریں گے۔

یہ اَمر بھی ملحوظ رہے کہ اگر اس سیکشن کا مقصد تعلیمی اداروں کو مربوط کرنا ہوتا تو پرائیویٹ اسکولوں کو بھی اسی ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کا پابند کیا جاتا، جب کہ رجسٹریشن کی لازمی پابندی کی یہ تلوار صرف مدارس کی گردن پر رکھی گئی ہے، نیز تمام مکاتبِ فکر کے دینی مدارس و جامعات کی تنظیمات اور وفاقوں پر مشتمل ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان'' نے بھی ۱۲ ستمبر ۲۰۰۵ء کو اسلام آباد میں منعقدہ اپنے اجلاس میں درج ذیل قرارداد، اتفاق رائے سے منظور کی ہے:

> ''سوسائٹیز ایکٹ ۱۸۶۰ء اور ٹرسٹ ایکٹ ۱۸۸۲ء کے تحت ہمیں رجسٹریشن غیر مشروط طور پر منظور ہے، بلکہ ہمارا یہ مطالبہ رہا ہے، البتہ جو نیا ترمیمی رجسٹریشن آرڈی نینس جاری کیا گیا ہے، یہ امتیازی ہے اور اس کے بارے میں ہمارے تحفظات ہیں، اگر ہمارے تحفظات کا قانونی طور پر ازالہ کر دیا جائے تو ہم از سرِ نو اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں، تاہم موجودہ شکل میں یہ قابل قبول نہیں ہے، نیز ہم صدر مملکت اور وزیر اعظم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے تمام درجات کی اسناد کی منظوری اور غیر ملکی طلباء کا مسئلہ ترجیحی طور پر حل کریں، تاکہ اہل مدارس کا اعتماد بحال ہو۔''

دینی اسناد

وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور دیگر مسالک کے تعلیمی وفاقوں کی آخری سند کو حکومت نے ۱۹۸۲ء میں ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات کے برابر تسلیم کیا تھا۔ ۲۰۰۲ء کے عام انتخابات میں ان اسناد کی حیثیت زیر بحث لائی گئی تو چیف الیکشن کمشنر نے صوبائی الیکشن کمشنرز کی مشاورت کے بعد ۹ جولائی ۲۰۰۲ء کو دینی مدارس کے فضلاء کے لئے ۱۱۴۲ دی گزٹ آف پاکستان دینی ایکٹ کے تحت مدارس کی سند کی بنیاد پر الیکشن میں حصہ لینے کا نوٹیفکیشن جاری کیا، چیف الیکشن کمشنر سابق چیف جسٹس آف پاکستان ہیں، گویا یہ عدلیہ سے تعلق رکھنے والی اعلیٰ ترین شخصیت کا فیصلہ تھا، اسی فیصلے کی بنیاد پر ستر سے زائد افراد پارلیمنٹ کے ممبر بنے، جو اب تک اپنے مناصب پر فائز ہیں۔

وفاق المدارس العربیہ کی نظر میں دینی اسناد کی اہمیت، حیثیت اور عظمت مسلّمہ ہے اور ان کا حامل فرد کسی بھی لحاظ سے یونی ورسٹی کے ایم، اے عربی یا اسلامیات سے کمتر نہیں ہوتا، جس نوٹیفکیشن میں ان کی سند کو ''صرف تدریسی مقاصد کے لئے'' ایم اے کے برابر قرار دیا گیا ہے، وہ اس وقت کی بات ہے جب الیکشن میں حصہ لینے کے لئے تعلیم یا سند کی شرط نہیں تھی، اس لئے ہمارا مطالبہ ہے کہ ''وفاق'' کی سند کو بلا امتیاز ایم اے کے مساوی قرار دیا جائے اور مذکورہ نوٹیفکیشن سے ''صرف تدریسی مقاصد کے لئے'' کے الفاظ حذف کئے جائیں۔ یہ اَمر قابل تعجب ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے ''وفاق المدارس'' کی اعلیٰ ترین سند کے بارے میں فیصلہ دیتے وقت خود ''وفاق'' کا موقف سننے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

غیر ملکی طلبہ کا اخراج

جناب صدرِ مملکت نے ۲۹ جولائی ۲۰۰۵ء کو ایک پریس کانفرنس کے ذریعے دینی مدارس میں زیرِ تعلیم غیر ملکی طلباء کی ملک بدری کا حکم جاری فرمایا ہے، حالانکہ وہ دسمبر ۲۰۰۱ء میں "وفاق" کی قیادت کو یہ یقین دہانی کرا چکے تھے کہ مکمل سفری دستاویزات اور وزارتِ داخلہ کا این او سی رکھنے والے طلباء کو ڈی پورٹ نہیں کیا جائے گا، لیکن اب انہوں نے اپنے ہی وضع کردہ اصول اور طریقہ کار کے خلاف ملک میں ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ غیر ملکی طلباء کو فوری طور پر ملک سے نکل جانے کا حکم دیا ہے، حالانکہ ان میں سے کسی کا نام کسی بھی جرم میں کسی بھی تھانے میں کسی بھی ایف آئی آر میں درج نہیں، دوسری طرف بھارت نے ایسے تمام طلباء کو کھلی پیشکش کی ہے اور ایئرپورٹ پر ویزا فراہم کرنے کی سہولت دی، غیر ملکی طلباء پاکستان کے غیر سرکاری سفیر ہیں، جو اپنے اپنے ممالک میں پاکستان کے لئے ہمدردی اور محبت کے جذبات کو فروغ دیتے ہیں، ان طلباء پر پابندی غیر شرعی، غیر اخلاقی اور غیر انسانی ہے۔

انٹر مدرسہ بورڈ

حکومت مختلف "وفاقوں" پر مشتمل ایک "انٹر مدرسہ بورڈ" بنانے کی خواہاں ہے، جس کا مقصد مدارس کو کنٹرول میں لانا اور ان کے تعلیمی نظام میں مداخلت کرنا ہے، اس سلسلے میں ہمارا مطالبہ ہے کہ اگر حکومت اس مسئلے میں مخلص ہے تو وہ تمام وفاقوں کو الگ الگ بورڈ کا درجہ دے کر اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کرے، تمام "وفاق" امتحان لیں اور اسناد کا اجراء خود کریں، گورنمنٹ ان اسناد کی قانونی حیثیت کو تسلیم کرے۔

گزارش ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے آنجناب کو جو منصب عطا فرمایا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ آپ ملک کے دینی حلقوں کی آواز کو اپنی تائید کے ساتھ حکومتی ایوانوں میں جماعتی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر بلند فرمائیں، مندرجہ بالا تمام مسائل غیر سیاسی ہیں، مگر ان کا پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت سے گہرا تعلق ہے، آنجناب سے التماس ہے کہ ان مسائل میں دینی مدارس کی بھرپور تائید فرمائیں۔

دینی مدارس رجسٹریشن اور ریگولیشن (آرڈیننس 2002ء)

کے بارے میں اتحادِ تنظیمات مدارس پاکستان کا مؤقف

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

۱۸ جولائی ۲۰۰۲ء کو لاہور میں اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان کا ہنگامی اجتماع ''دینی مدارس (رجسٹریشن اینڈ ریگولیشن) آرڈیننس ۲۰۰۲ء'' کے حوالے سے منعقد ہوا، پانچوں تنظیمات کی مجالس عاملہ کی قراردادیں پڑھ کر سنائی گئیں، جن میں تمام تنظیمات کی مجالس عاملہ نے مجوزہ دینی مدارس رجسٹریشن کو کلی طور پر مسترد کر دیا ہے، تاہم حکومت کے ساتھ مذاکرات، گفت وشنید اور افہام وتفہیم کے ساتھ اس مسئلے کا ایسا حل وضع کرنے کی کوشش جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا، جو تنظیمات مدارس دینیہ کے لیے قابل قبول اور قابل عمل ہوں۔

تین وفاقی وزراء کے ساتھ چھ جولائی ۲۰۰۲ کو اسلام آباد میں منعقدہ اجلاس کی متابعت میں متفقہ مؤقف مرتب کیا گیا تھا اس مؤقف کے ساتھ ایک مکتوب بصورت جواب اجلاس منعقدہ ۲۹ جولائی ۲۰۰۲ء کے موقع پر حکومت کو پیش کیا گیا، اس مکتوب میں مجوزہ آرڈیننس پر شق وار جامع تبصرہ ہے جس میں ان خطرناک عواقب کی نشاندہی کی گئی ہے جن کا اس آرڈیننس کے ممکنہ نفاذ کی صورت میں دینی مدارس کو سامنا کرنا پڑے گا۔ تمام دینی مدارس کے منتظمین، وابستہ علماء، معاونین اور پاکستان میں دینی علوم اور دینی اقدار کے تحفظ کا درد رکھنے والے اہل فکر ونظر کے مطالعے اور معلومات کے لیے آئندہ سطور میں پہلے حکومتی آرڈیننس کا متن اس کے بعد مدارس کا متفقہ مؤقف پیش کیا جا رہا ہے۔

حکومت کے جاری کردہ مدرسہ آرڈیننس کا متن

جس کے ذریعے دینی مدارس کی رجسٹریشن اور ان کے معاملات میں باقاعدگی پیدا ہو۔ ہرگاہ کہ یہ قرین مصلحت ہے کہ دینی مدارس کی رجسٹریشن اور ان میں باقاعدگی پیدا ہو اور ان سے متعلق معاملات اور ان سے منسلک دیگر امور کو باقاعدہ بنایا جا سکے اور ہر گاہ کہ صدر پاکستان مطمئن ہیں کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کے بموجب یہ ضروری ہے کہ اس کے لیے فوری اقدام کیا جائے۔

لہٰذا 14 اکتوبر کے فرمان ہنگامی حالات اور 1999ء کے عبوری دستوری حکم نمبر 1 مع 1999ء کے عبوری دستوری (ترمیمی) حکم نمبر 9 کی تعمیل میں ان تمام اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے جو اس باب میں صدر پاکستان کو حاصل ہیں، صدر پاکستان مندرجہ ذیل آرڈیننس مرتب کرتے اور نافذ کرتے ہیں۔

(۱)......مختصر نام، وسعت اور آغاز

1......اس آرڈیننس کو دینی مدارس (رجسٹریشن ریگولیشن) آرڈیننس 2002ء کہا جائے گا۔ 2......یہ پورے پاکستان میں نافذ العمل ہوگا۔ 3......یہ اس تاریخ سے نافذ العمل ہوگا جس کا اعلان وفاقی حکومت سرکاری جریدے میں اعلان کے ذریعے کرے گی۔

(۲)......تعریفات

اس آرڈیننس میں جب تک مضمون یا سیاق وسباق میں کوئی چیز مخالف نہ ہو۔

(الف)......''بورڈ'' سے مراد ''مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' ہے جو صوبائی سطح پر زیر دفعہ 4 قائم کیا جائے گا اور پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ......جو پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ (ماڈل دینی مدارس کا قیام والحاق) آرڈیننس 2001ء کے تحت قائم کیا جائے گا۔

(ب)......دینی مدرسہ سے مراد وہ مذہبی تعلیمی ادارے ہیں بشمول جامعہ، دارالعلوم، اسکول، کالج یا یونیورسٹی یا کسی بھی نام سے قائم ادارے، جو اساسی طرز پر اسلامی تعلیم دینے کے لیے قائم ہوئے ہیں۔ چاہے وہ طعام وقیام کی سہولیات فراہم کریں یا نہ کریں۔

(ج) وفاقی حکومت سے مراد وزارت مذہبی امور ہے۔

(د) مدرسہ سے مراد دینی مدرسہ ہے۔

(ھ) ''مکتب'' سے مراد ہے غیر رسمی دینی تعلیمی ادارہ یا مرکز، جہاں طلباء کی تعداد پچاس سے کم ہو اور جز وقتی بنیاد پر جہاں دینی تعلیم کا انتظام ہو، چاہے یہ کسی مسجد سے وابستہ ہو یا نہ ہو، اور جہاں قیام وطعام کی سہولت ہو یا نہ ہو۔

(و)......''رکن'' سے مراد بورڈ کا رکن ہے۔

(ز)......''مجوزہ'' سے مراد ہے جو اس آرڈیننس کے تحت رولز یا ریگولیشن کے ذریعے تجویز کیا گیا ہو۔

(ح)......''صوبائی حکومت'' سے مراد شعبہ اوقاف یا کوئی دیگر شعبہ جس کا تعین صوبائی حکومت کرے۔

(ط)......''رجسٹر'' سے مراد ہے ایک رجسٹر جو اس آرڈیننس کے تحت کھولا گیا ہو۔

(ی)......''رجسٹریشن اتھارٹی'' سے مراد پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ ہے جن کا تعلق وفاقی حکومت کے براہ راست زیر کنٹرول علاقوں سے متعلقہ امور سے ہوگا اور متعلقہ ''صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' جن کا تعلق صوبوں سے متعلق امور سے ہوگا۔

(۳)......دینی مدارس کی رجسٹریشن

تمام دینی مدارس، چاہے وہ کسی بھی نام سے موسوم ہوں، جو اس آرڈیننس کے نفاذ کے وقت قائم ہو چکے ہوں، مندرجہ ذیل طریق کار کے بموجب رجسٹر کرائے جاسکیں گے۔

☆ ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' جو پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ (ماڈل دینی مدارس کا قیام والحاق) آرڈیننس 2001ء کے تحت قائم کیا گیا ہے، اسلام آباد وفاقی دارالخلافہ یا ان تمام علاقوں کے مدارس جو وفاقی حکومت کے براہ راست زیر انتظام ہوں، کی رجسٹریشن کرے گا۔

☆......''صوبائی مدرسہ بورڈ'' یا اس کا کوئی علاقائی دفتر، جو دفعہ 4 کے ذیلی دفعہ (1) کے تحت طریق کار کے مطابق قائم ہو چکا ہو، صوبوں میں قائم دینی مدارس کی رجسٹریشن کرے گا۔

☆......تمام مدارس جو اس آرڈیننس کے تحت خود کو رجسٹرڈ کرائیں گے، اس عرصہ کے دوران خود کو رجسٹرڈ کروانے کے پابند ہوں گے، جن کا اعلان وفاقی حکومت ایک سرکاری جریدے میں کرے گا۔

☆......تمام ایسے دینی مدارس جو طلباء کو قیام و طعام کی سہولیات فراہم نہ کرتے ہوں اور ایسے تمام مکتب جو کسی مسجد میں قائم ہوں یا نہ ہوں، اپنے قیام، مطالعاتی پروگرام، تعداد طلبہ، ذرائع آمدن یا دوسرے معاملات اطریق کار کے مطابق جس کا تعین ضلعی ناظم کرے گا کے بارے میں ضلعی حکومت کو باخبر رکھیں گے۔

(۴)......بورڈز اور رجسٹریشن دفاتر کا قیام

☆......ہر صوبائی حکومت صوبائی سطح پر ایک صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ قائم کرے گا جو مندرجہ ذیل ارکان پر مشتمل ہوگا:

(1)......چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف، سیکرٹری مذہبی امور (چیئرمین)۔

(2)......شعبہ تعلیم کا نمائندہ جو کہ ایڈیشنل سیکرٹری کے عہدے سے کم نہیں ہوگا۔

(3)......صوبائی ہوم ڈیپارٹمنٹ کا نمائندہ جو ایڈیشنل سیکرٹری کے عہدے سے کم نہیں ہوگا۔ (رکن)

(4)......چار مشہور شخصیات جو دینی تعلیم دینے میں مشغول رہے ہوں۔ (اراکین)

(5)......ڈائریکٹر اوقاف یا شعبہ اوقاف، مذہبی امور میں مساوی گریڈ کا حامل افسر (ممبر، سیکرٹری)

☆......وفاقی حکومت یا متعلقہ صوبائی حکومت کی پیشگی منظوری سے، جیسی بھی صورت ہو، بورڈ، جب اور جہاں چاہے، اپنے ماتحت علاقوں میں قائم دینی مدارس کی رجسٹریشن کے لیے یا دوسرے ایسے معاملات کے لیے جو انہیں اس آرڈیننس کے تحت تفویض کیے گئے ہوں، اپنے علاقائی دفاتر قائم کر سکے گا۔

☆......بورڈ کی اجتماعی متحدہ حیثیت (Incorporation of Board) بورڈ جو ذیلی دفعہ (1) کے تحت قائم کیا گیا ہو، ایک کارپوریٹ ادارہ ہوگا، اس کی الگ مہر ہوگی اور اس کو اختیار ہوگا کہ کوئی جائیداد حاصل کر سکے، رکھ سکے، اس کا معاہدہ کر سکے اور اس نام سے عدالت ہائے قانون میں پیش ہو سکے گا اور اس نام سے اس کے خلاف مقدمہ قائم ہو سکے گا۔

(۵)......بورڈ کے افسران اور ملازمین......(الف) اس آرڈیننس کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے بورڈ رجسٹرار اور اتنے افسران اور عملہ مقرر کرے گا جتنے وہ ضروری سمجھے۔ (ب) تمام افسران جن کی تقرری اس آرڈیننس کے تحت کی گئی ہو، مجموعہ تعزیراتِ پاکستان (ایکٹ ایکس ایل وی۔ 1960ء) کے مطابق پبلک سرونٹس متصور ہوں گے۔

(۶)......بورڈ کی ذمہ داریاں......(1) پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ دینی مدارس کی رجسٹریشن اور کارگزاری کے لیے پالیسی مرتب کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ (2) پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، یا صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ وہ تمام فرائض سرانجام دے گا بشمول دینی مدارس کی رجسٹریشن، نگرانی اور ریگولیشن کے، جن کا تعین اس آرڈیننس میں کر دیا گیا ہے، یا وہ اس آرڈیننس کے مقاصد کے

حصول کے لیے ضروری اور لابدی ہیں۔(3) اس آرڈیننس کے مقاصد کے حصول کے لیے وفاقی اور صوبائی سطح پر حکام مجاز بورڈ کی مدد کے ذمہ دار ہوں گے۔

(۷)......بغیر رجسٹریشن دینی مدرسے کا قیام یا جاری رہنے کی ممانعت......اس آرڈیننس کی دفعات کی متابعت کے بغیر کوئی مدرسہ نہ تو قائم ہو سکے گا اور نہ جاری وفعال رہ سکے گا۔

(۸)......بشرط رجسٹریشن مدرسے کا جاری وفعال رہنا......(الف) اس آرڈیننس کے نفاذ کے بعد سے کسی بھی غیر قائم مدرسے کا قیام عمل میں نہیں لایا جاسکے گا۔ جب تک اس آرڈیننس کے دفعہ 12 کے تحت اسے رجسٹریشن سرٹیفکیٹ نہ دیا گیا ہو۔(ب) وہ مدرسہ جو پہلے سے قائم ہو اس آرڈیننس کے نفاذ کی تاریخ کے بعد چھ ماہ سے زیادہ عرصہ کے لیے جاری وفعال نہیں رہ سکے گا، جب تک اس تاریخ نفاذ کے 30 دن کے اندر دفعہ 9 کے تحت اس کی رجسٹریشن کے لیے درخواست نہ دی گئی ہو۔(ج) جہاں موجودہ قائم مدرسہ کے بارے میں درخواست دائر کی گئی ہو، اور ایسی درخواست مسترد کی جا چکی ہو، جو چھ ماہ کی مدت کے علی الرغم جو ذیلی دفعہ 2 کے تحت فراہم کی گئی ہے۔ مدرسہ تیس دنوں تک جاری وفعال رہ سکے گا۔ اس تاریخ کے بعد جب اس کی درخواست رد کی گئی ہو، یا دفعہ 14 کے تحت کوئی اپیل دائر کی گئی ہو، حتیٰ کہ ایسی اپیل خارج کردی گئی ہو۔

(۹)......رجسٹریشن کے لیے درخواست......کوئی شخص جو یہ چاہے کہ پہلے سے قائم شدہ مدرسہ جاری رہ سکے یا وہ کوئی نیا مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، ایک مجوزہ طے کردہ طریق کار کے مطابق، مقرر کردہ فیس کی ادائیگی پر، متعلقہ بورڈ کو درخواست پیش کرے گا جس کے ساتھ ایک بیان منسلک ہوگا۔ جس میں مندرجہ ذیل معلومات درج ہوں گی:

(الف)......مدرسہ کی تفصیل جو اس کی شناخت کے لیے ضروری ہو۔

(ب)......مدرسہ میں رجسٹرڈ طلباء کی تعداد کل وقتی یا جز وقتی بنیاد پر۔

(ج)......اساتذہ کے کوائف بشمول تعلیمی کوائف اور تنخواہ جو ان کو دی جارہی ہو۔

(د)...... سلیبس کی تفصیل جو مدرسہ میں رائج ہے۔

(ہ)......کوئی ٹریننگ، جسمانی یا ٹیکنیکی جو مدرسہ میں دی جاتی ہو۔

(و)......مدرسہ سے جاری کردہ آخری سند یا ڈگری۔

(ر)......مدرسہ کے ذرائع آمدن۔

(ح)......سالانہ اخراجات کا تخمینہ۔

(ط)......مدرسہ سے ملحقہ جائیداد کی تفصیل۔

(ی)......مدرسہ کے بڑے بڑے اسپانسرز۔

(ک)......کسی بھی یونیورسٹی یا بورڈ سے الحاق۔

(ل)......آیا مدرسہ میں غیر ملکی طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ان کے مکمل کوائف بشمول اپنے متعلقہ حکومت سے سند

عدم اعتراض (این او سی) اور ویزہ جو پاکستان سفارت خانے سے جاری ہوا ہو۔

(م)......آیا مدرسہ میں کسی غیر ملکی اساتذہ کی تقرری کی گئی ہے، اگر ایسا ہے تو ان کے مکمل کوائف بشمول انہیں جاری کردہ ویزہ کی نقول۔

(ن)......دیگر ایسے امور جن کی نشاندہی ضروری ہے۔

(۱۰)......نئے مدرسے کے اجراء وقیام کے لیے سند عدم اعتراض (این او سی) کی بنیادی شرائط اور معیار و اُصول......کسی نئے مدرسہ کے اجراء وقیام کے لیے دفعہ 9 کے تحت رجسٹریشن کے لیے درخواست دینے سے پہلے ضروری ہوگا کہ متعلقہ ضلعی ناظم سے ایک سند عدم اعتراض (این او سی) حاصل کیا جائے۔ جس کے لیے وہ مندرجہ ذیل اُمور کو مدنظر رکھے گا:

1......مدرسہ کے قیام کے لیے مناسب وموزوں جگہ کی دستیابی۔

2......ایک ہیئت حاکمہ (گورننگ باڈی) کی تشکیل، مناسب قوانین اور اصول وضوابط کے ساتھ جو مدرسہ کے قیام کی ذمہ داری لے سکے۔

3......جس زمین یا رقبہ پر مدرسہ بنانا مقصود ہو وہ گورننگ باڈی کے نام منتقل ہو۔

4......مدرسہ کسی فرد خاندان یا قریبی رشتہ داروں کے گروپ کی ملکیت نہ ہو۔

5......بیان حلفی کہ مدرسہ (الف) یہ یقین دہانی کرائے گا کہ وہ پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ یا صوبائی مدرسہ بورڈ کے مقرر کردہ مضامین ایسے زائد مضامین جو وہ مقرر کریں، کی تدریس کا انتظام کرے گا۔ (ب) اپنے متوقع ذرائع آمدن، عطیات یا غیر ملکی مالی امداد کی تفصیل پیش کریگا۔ (ج) یہ حلفیہ بیان دے گا کہ وہ مدرسہ میں ایسے غیر ملکی طلباء کو داخلہ نہیں دے گا جن کی عمر 18 سال سے کم ہو اپنی متعلقہ حکومت سے جاری کردہ سند عدم اعتراض کا حامل نہ ہو، اور اس کے پاس اپنے ملک میں پاکستانی سفارت خانے سے جاری کردہ اسٹوڈنٹ ویزہ نہ ہو۔

6......ادارہ، تنظیم کے عہدیداران جو مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہوں ایک بیان حلفی دینے کے پابند ہوں گے کہ مدرسہ یا کوئی فرد جو کسی بھی حیثیت سے مدرسہ سے وابستہ ہو، دہشت گردی، جنگجویانہ عزائم، انتہا پسندی یا فرقہ وارانہ نفرت کی کسی بھی کارروائی میں ملوث نہ ہوگا اور یہ کہ مدرسہ اسلامی تعلیم، اسلامی اقدار، بردباری اور معاشرے میں بھائی چارے اور اخوت کو فروغ دے گا۔

7......درخواست دہندہ جو مدرسہ قائم کرنا چاہتا ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ متعلقہ وفاق، تنظیم یا رابطہ وغیرہ سے تائیدی سفارش حاصل کرے اور اگر مدرسہ کسی بھی ایسے وفاق، تنظیم یا رابطہ سے منسلک نہ ہو تو وہ پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے سفارش حاصل کرے۔

وضاحت......(الف) ''وفاق'' سے مراد ہے۔ (۱) وفاق المدارس العربیہ پاکستان (دیو بند)۔ (۲) وفاق المدارس السّلفیہ (اہل حدیث)۔ (۳) وفاق المدارس الشیعیہ (اہل تشیع)۔ (ب) تنظیم سے مراد ہے: تنظیم المدارس پاکستان (بریلوی)۔

(ج) رابطہ سے مراد ہے: رابطۃ المدارس (جماعت اسلامی)

8......ڈسٹرکٹ رابطہ آفیسر سے رپورٹ کہ جگہ جو مدرسہ کے قیام کے لیے مختص کی گئی ہے وہ ایک تعلیمی ادارے کے قیام کے لیے موزوں ہے اور یہ کہ اس مدرسہ کے قیام سے علاقے میں کسی قسم کے بھی فرقہ وارانہ جذبات یا علاقے کے لوگوں کے لیے مسائل اور تکالیف پیدا نہ ہوں گے۔

(۱۱)......تصدیق کے لیے بنیادی شرائط......بورڈ آرڈیننس کی دفعہ (الف) کے تحت درخواست وصول کرنے کے بعد ایسی تحقیقات کرے گا جو وہ خود کو مطمئن کرنے کے لیے ضروری سمجھے کہ: (ب) وہاں مدرسہ میں عملہ موجود ہے یا وہ پورے طور پر تعلیم یافتہ ہوگا اور اس کو معقول تنخواہ دی جائے گی۔ (ج) مدرسہ کی عمارت اور احاطہ لازماً صحت کے لحاظ سے مناسب سہولیات فراہم کرتی ہے یا فراہم کرے گی۔ (د) مدرسہ مذہبی مخاصمہ جوئی، فرقہ واریت یا بعض بغض ونفرت کے جذبات کی حوصلہ افزائی نہیں کرے گا۔ (ہ) مدرسہ نہ تو کوئی فوجی یا نیم فوجی تربیت فراہم کرے گا اور نہ آلات حرب زیر استعمال میں لائے گا۔ (و) مدرسہ کی انتظامیہ کی نہ تو بچوں کو بھیک یا خیرات مانگنے کی اجازت دے گی اور نہ عطیات جمع کرنے یا کسی بھی صورت میں چندہ وصول کرنے کی اجازت دے گی۔ (ر) انتظامیہ اس بات کو یقینی بنائے گی کہ دینی مدرسہ میں اسلام کے اخلاقی اقدار کو فروغ دیا جائے گا اور ان کی پاسداری کی جائے گی۔

(۱۲)......رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کی عطائیگی......(1) اگر بورڈ ان تمام معاملات کے بارے میں مطمئن ہے جن کا احاطہ دفعہ 10 اور 11 میں کر دیا گیا ہے، تو وہ مقرر کردہ طریق کار کے مطابق سرٹیفکیٹ جاری کرے گا اور ایک مقرر کردہ طریق سے مدرسے کو رجسٹر کرے گا جس کے بارے میں درخواست دی گئی ہے۔ (2) سرٹیفکیٹ میں خاص طور پر مدرسہ کا رجسٹریشن نمبر درج ہوگا اور ہر مدرسے کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اپنے نام کے ساتھ رجسٹریشن نمبر نمایاں طور پر آویزاں کرے۔ (3) جس شخص کے نام بھی سرٹیفکیٹ جاری کیا جائے اس پر اس آرڈیننس کی دفعات پر عمل درآمد کرنے کی پابندی ہوگی یا اس بارے میں بنائے گئے تمام قوانین، اصول وضوابط، قواعد، احکامات، شرائط اور ہدایات کی پابندی لازم ہوگی۔ (4) سرٹیفکیٹ میں مدرسہ کے بارے میں پوری تفصیل درج ہوگی اور کسی بھی شہری کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ سرٹیفکیٹ یا اس کے محتویات کا معائنہ کر سکے۔

(۱۳)......رجسٹریشن دینے سے انکار......بورڈ وہ تمام وجوہات درج کرے گا جن کی بناء پر سرٹیفکیٹ کے اجراء سے انکار کیا گیا ہو۔

(۱۴)......اپیل......اگر بورڈ رجسٹریشن کی درخواست کو رد کر دے تو درخواست دہندہ متعلقہ رجسٹریشن کے حکم کے اجراء کی تاریخ سے 30 دن کے اندر اندر وفاقی یا صوبائی حکومت کے سامنے اپیل کرے گا، جیسی بھی صورت ہو اور حکومت کی طرف سے جاری کردہ احکامات حتمی تصور ہوں گے اور متعلقہ بورڈ ان پر عمل درآمد کرنے کا پابند ہوگا۔

(۱۵)......حسابات کا مناسب اور درست ریکارڈ محفوظ رکھنا......

(1) ہر رجسٹرڈ مدرسہ (الف) اپنے حسابات کا مکمل اور درست دستاویزات اس طریق کار کے مطابق محفوظ رکھے گا جیسے متعلقہ بورڈ طے کرے گا اور جس کا آڈٹ، آڈیٹرز یا اکاؤنٹنٹ کے پینل سے کرایا جائے گا جن کی منظوری وفاقی یا صوبائی حکومت دے گی۔

(ب) اپنی سالانہ رپورٹ اور آڈٹ شدہ حسابات متعلقہ بورڈ کو کسی وقت یا طریق کار کے مطابق جن کا تعین کیا جاچکا ہو، پیش کرے گا اور اسے عوام الناس کی اطلاع کے لیے مشتہر کرے گا۔

(ج) وہ تمام رقوم جو اسے حاصل ہوئی ہوں اپنے نام سے ایک علیحدہ اکاؤنٹ کے تحت کسی بھی بینک یا بینکوں میں جسے متعلقہ بورڈ منظور کرے، جمع کرائے گا۔

(د) متعلقہ بورڈ کو حسابات یا دیگر مالی ریکارڈ کے بارے میں ہر قسم کی معلومات فراہم کرے جو بورڈ کو وقتاً فوقتاً ضرورت ہوں۔

(2) بورڈ یا کوئی دیگر آفیسر جسے اختیار دیا گیا ہو، مناسب وقت پر دینی مدارس کے حسابات یا دیگر نقدی، سیکورٹی یا جائیداد اور ان کے بارے میں محفوظ کردہ دستاویزات کا معائنہ کرے گا۔

(۱۶)......گورننگ باڈی کی معطلی یا اس کی تحلیل و تنسیخ

☆ اگر بورڈ ایسی تحقیقات کے بعد جسے وہ مناسب سمجھے، مطمئن ہو کہ کوئی مدرسہ اپنے فنڈ زمیں کسی قسم کی بھی خورد برد یا بے قاعدگی کا ذمہ دار ہے یا اپنے معاملات میں بدانتظامی کا مرتکب ہے یا اس آرڈیننس کی دفعات یا اس کے تحت بنائے گئے قوانین اور اصول وضوابط پر عمل درآمد میں ناکام ہو چکا ہے تو تحریراً حکم کے تحت وہ ہیئت حاکمہ (گورننگ باڈی) کو معطل کرسکتا ہے جبکہ اسے سماعت کا موقع بھی فراہم کیا جاچکا ہو۔

☆ جہاں ایک گورننگ باڈی کو ذیلی دفعہ (1) کے تحت معطل کیا گیا ہو، بورڈ ایک ایڈمنسٹریٹر یا محافظ ادارے کا تقرر کرے گا جس کے اراکین کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہوگی جس کو گورننگ باڈی کے اختیارات حاصل ہوں گے، مدرسہ کے قانون کے تحت۔

☆ معطلی کا ہر حکم ذیلی دفعہ (1) کے تحت مرکزی یا متعلقہ صوبائی حکومت کے سامنے تیس دن کے اندر قابل اپیل ہوگا جسے یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ کس گورننگ باڈی کو جیسے وہ مناسب سمجھے یا تو حکماً دوبارہ بحال کرے یا منسوخ کردے یا از سر نو تشکیل کرے۔

(۱۷)......سرٹیفکیٹ کی معطلی یا تنسیخ

1......بورڈ ایسے سرٹیفکیٹ کو جسے دفعہ ۱۲ کے تحت جاری کیا گیا ہو، یا تو معطل کردے یا منسوخ کردے، اگر اس آرڈیننس کی کسی بھی دفعہ یا اس کے تحت بننے والے قوانین اور قواعد وضوابط یا شرائط کی خلاف ورزی پائی گئی ہو۔

2......ذیلی دفعہ (۱) کے تحت کوئی شخص جو کسی حکم سے متاثر ہو چکا ہو، یا شاکی ہو، ایسے حکم کے اجراء سے ایک ماہ کے اندر مرکزی یا صوبائی حکومت کے سامنے اپیل پیش کرسکتا ہے۔ مرکزی یا صوبائی متعلقہ حکومت جیسی بھی صورت ہو، سرٹیفکیٹ کو یا تو بعض مجوزہ شرائط کے تحت بحال کرسکتی ہے یا اسے منسوخ کرسکتی ہے۔

3......ذیلی دفعہ (۲) کے تحت اپیل کے رد کی صورت میں بورڈ کی ہدایات کے تحت مدرسہ کی جائیداد کسی دوسرے مدرسہ یا مدارس کو منتقل کردی جائے گی۔

(۱۸)......نصابات اور امتحانات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے اختیارات...... ہر وہ مدرسہ جو ایک تعلیمی قابلیت، علمیت واہلیت کے حصول کے لیے تربیت دے یا اسے عطا کرے۔ یعنی ڈپلوما، ڈگری، لائسنس، سند یا کوئی دیگر سرٹیفکیٹ بورڈ کو

ایسی معلومات فراہم کرے گا جو بورڈ کو وقتاً فوقتاً درکار ہوں۔ یعنی (الف) ایسی علمیت واہلیت حاصل کرنے کے لیے مجوزہ نصابات اور امتحانات کا انعقاد کم ازکم عمر کا تعین جس کے تحت ان نصابات اور امتحانات کے لیے مدرسہ میں داخلہ لینا ہو۔ (ب) ایسی علمیت واہلیت سے قبل امتحانات کا انعقاد اور (ج) عمومی طور پر بنیادی شرائط ایسی علمیت واہلیت کے حصول کے لیے۔

(۱۹)......امتحانات کا معائنہ

(1)......بورڈ کسی بھی یا تمام امتحانات میں جو پاکستان میں مدرسہ کے زیرانتظام منعقد ہوئے ہوں اور ان کا مقصد مسلمہ علمی اہلیت دینا ہو، ان کا جائزہ لینے کے لیے انسپکٹر مقرر کرے گا۔

(2)......اس دفعہ کے تحت مقرر ہونے والے انسپکٹرز امتحانات کے انعقاد کے سلسلہ میں کوئی دخل اندازی نہیں کریں گے، بلکہ وہ بورڈ کو امتحانات، نصابات مدرسہ کی طرف سے تدریس کے لیے سہولیات، امتحانات میں پوچھے گئے سوالات یا کسی بھی دیگر معاملات پر جس میں بورڈ کو معولمات درکار ہوں، کے بارے میں رپورٹ پیش کریں گے۔

(3)......بورڈ اس رپورٹ کی ایک نقل متعلقہ مدرسہ کو ارسال کرے گا اور ساتھ ہی اس کی نقل مدرسہ کے تبصرہ اور اپنی رائے کے ساتھ وفاقی حکومت کو بھی ارسال کرے گا۔

(۲۰)......رجسٹرز کا اہتمام

☆ بورڈ ان رجسٹرڈ مدارس کا ایک رجسٹر محفوظ رکھے گا جو اس آرڈیننس کے مقاصد کے حصول کے لیے دینی تعلیم دیتے ہوں اور ضروری معلومات کا تعین کرے گا جن کا ان رجسٹروں میں اندراج کیا جائے گا۔

☆ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی مشاورت سے بورڈ کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ کسی بھی غیر ملکی تعلیمی قابلیت کو تسلیم کرے اور ان کا معاملہ ان مناسب تعلیمی قابلیتوں یعنی اسناد سے کرے جنہیں ملک کے اندر تسلیم یا عطا کیا جاتا ہو۔

☆ بورڈ ایک ایسا علیحدہ رجسٹر بھی رکھے گا جس میں مدارس کی طرف سے مقرر کردہ نصابات کی تفصیل ہوگی جو خاص اسناد کے حصول کے لیے مقرر ہوں اور ان میں کتابوں، مصنفین، ذریعہ تعلیم اور عرصہ تدریس نصاب درج ہوگا۔

(۲۱)......رجسٹرز بحیثیت پبلک دستاویزات......تمام رجسٹر جو اس آرڈیننس کے تحت کھولے گئے ہوں انہیں قانونِ شہادت 1948ء (پی او نمبر 10 آف 1948) کے معنوں کے تحت ایک عوامی دستاویز تصور کیا جائے گا۔

(۲۲)......غیر ملکی طلباء کا داخلہ......(ا) کسی غیر ملکی طالب علم کو کسی بھی مدرسہ میں داخلہ نہیں دیا جائے گا تا آں کہ:

(الف)......وہ 18 سال کی عمر کا ہوں۔

(ب)......پاکستان میں کسی بھی مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے اپنے ملک سے این او سی لے چکا ہو۔

(ج)......اس کے پاس اپنے ملک میں واقع پاکستانی سفارت خانے سے جاری کردہ قانونی ویزہ ہو۔

(د)......یہ بیان حلفی دے کہ اپنی تعلیم کی تکمیل یا ویزہ کی مدت معیاد ختم ہونے پر یا اس کی حکومت کے اسے واپس بلانے پر فوراً اپنے ملک واپس ہوگا، بشرطیکہ ایک غیر ملکی طالب علم جو کسی مدرسے میں باقاعدہ طالب علم ہو، ان شرائط پر پورا اترنے کے

لیے 3 مہینوں کے اندر اپنا معاملہ درست کر دے بصورت دیگر اسے ملک بدر کیا جائے گا۔

(۲) مدرسہ کی انتظامیہ کو شریک جرم سمجھا جائے گا، اگر کوئی غیر ملکی طالب علم کو اپنے مدرسہ میں داخلہ دے گا یا ذیلی دفعہ (الف) کی خلاف ورزی کی صورت میں اس کا داخلہ برقرار رکھے گا۔

(۲۳)......غیر ملکی اساتذہ کی تقرری اور ملازمت......کسی بھی غیر ملکی کو کسی بھی حیثیت میں کسی مدرسہ میں ملازمت نہیں دی جائے گی جب تک وزارت داخلہ سے اس نے این او سی اور کام کا ویزہ حاصل نہ کیا ہو۔

(۲۴)......بین الاقوامی امداد......کوئی مدرسہ کسی بھی غیر ملکی ادارے فرد یا بین الاقوامی عطیہ دینے والے سے وفاقی حکومت کی اجازت کے بغیر کوئی عطیہ، گرانٹ یا مالی امداد حاصل نہیں کرے گا۔

(۲۵)......سزا

(۱) کوئی بھی جو اس آرڈیننس کی دفعات کی عمداً خلاف ورزی کا مرتکب ہو قید کی سزا کا مستوجب ہوگا جو زیادہ سے زیادہ دو سال تک کے عرصے پر محیط ہوگی یا جرمانہ کی سزا کا جو ۵۰ ہزار روپے ہوگی یا دونوں کا۔

(۲) اس آرڈیننس کے تحت کوئی قابل سزا جرم صرف اس شکایت کی بنا پر قابل دست اندازی تصور ہوگا جو ایک ایسا آفیسر کرے جسے وفاقی حکومت یا متعلقہ صوبائی حکومت نے مجاز قرار دیا ہو۔

(۲۶)......رولز بنانے کا اختیار......وفاقی حکومت، صوبائی حکومت کے مشورہ سے سرکاری جریدے میں اعلان کے ذریعے ایسے رولز بنائے گی جو اس آرڈیننس کے مقاصد کے حصول کے لیے مدھوں۔

(۲۷)......قواعد بنانے کا اختیار......بورڈ آرڈیننس کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے قواعد وضع کرے گا اور اختیارات کو متاثر کیے بغیر ایسے قواعد مندرجہ ذیل امور کے لیے ہوں گے:

(الف)......بورڈ کی جائیداد کا انتظام وانصرام اور اس کے حسابات کا آڈٹ۔

(ب)......بورڈ کے اجلاس کا انعقاد، وقت اور جگہ جہاں اجلاس کا انعقاد مقصود ہو اور اس کی کارگزاری وغیرہ۔

(ج)......بورڈ کے چیئرمین کے اختیارات اور فرائض۔

(د)......بورڈ کے ملازمین کی ملازمت کے شرائط وضوابط۔

(ھ)......مسلمہ اداروں سے مختلف تعلیمی قابلیت حاصل کرنے کے لیے تربیتی کورسز کے لیے کم از کم معیار کا تعین۔

(و)......تربیتی کورسوں کے لیے داخلہ کی شرائط کا تعین۔

(ز)......مدارس میں تقرری کے لیے اساتذہ کے لیے کم از کم تعلیمی شرائط اور تجربہ کا تعین۔

(ح)......امتحانات کا معیار مقرر کرنا، امتحانات لینے کا طریق کار اور دیگر لوازمات جو اس آرڈیننس کے تحت تعلیمی اہلیت تسلیم کرنے کے لیے ضروری ہیں۔

(ط)......مدرسہ کو تسلیم کرنے اور ملکی وغیر ملکی اداروں میں دیئے جانے والے تعلیمی اسناد کے معادلہ کے لیے معیار واصول

مقرر کرنا۔

(۲۸)...... یہ آرڈیننس دوسرے تمام قوانین پر غالب ہوگا......

(۲۹)......مشکلات کا تدارک......اس آرڈیننس کی شقوں کے نفاذ کے راستے میں اگر کوئی مشکل پیش آئے تو وفاقی حکومت ایسا حکم جو اس آرڈیننس کی شقوں کے خلاف نہ ہو، جاری کرسکے گی جو وہ اس مشکل کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے۔

☆......☆......☆

اتحاد تنظیماتِ مدارس کا موقف

دینی مدارس کے قیام کا بنیادی مقصد صرف یہ ہے کہ قرآن وسنت کے علوم کی تعلیم ایک ایسی فضاء میں دی جائے جو ہر قسم کی بیرونی مداخلت اور دباؤ سے آزاد ہو، اور جہاں صرف قرآن وسنت کی تعلیم کسی قسم کی آمیزش کے بغیر ٹھیٹھ دینی نقطۂ نظر سے دی جاسکے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اخلاص، للّٰہیت اور اتباع سنت کی عملی تربیت بھی دی جائے۔ الحمدللہ برصغیر میں ''دینی مدارس'' صدیوں سے یہ خدمت کسی نام ونمود کے بغیر انجام دے رہے ہیں، انہوں نے انگریزی استعمار کے دور میں بھی خاموشی کے ساتھ علوم اسلامی کی شمع جلائے رکھی اور دنیا کی ہر چمک دمک کو خیرباد کہہ کر اسلامی علوم کی خدمت انجام دیتے رہے جس کے نتیجے میں ہماری تاریخ کی وہ عظیم جگمگاتی ہوئی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کی خدمات پورے عالم اسلام میں سراہی گئیں۔

ان مدارس کا حقیقی فائدہ اسی صورت میں ظاہر ہوسکتا ہے جب یہ اپنے تعلیمی نظام اور اپنے ماحول کی صورت گری میں مکمل طور پر آزاد اور خودمختار ہوں، اور ان پر کسی قسم کا دباؤ نہ ہو، یہ آزادی اور خودمختاری مدرسے کے ارباب حل وعقد کو اپنے کسی ذاتی مفاد کی خاطر مطلوب نہیں، بلکہ اس کا مقصد اسلامی علوم اور ان کے تحت پیدا ہونے والے مزاج ومذاق کا تحفظ ہے، اور یہ تحفظ اصحابِ مدارس کو اتنا عزیز ہے کہ اس کی خاطر انہوں نے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ آج تک کبھی کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ ان مدارس نے حکومتوں سے کوئی مالی امداد طلب کی ہو، آج تک کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ ان مدارس کے اساتذہ یا منتظمین نے اپنی تنخواہوں کے اضافے یا اپنے مالی مفادات کے لیے کوئی مطالبہ یا کوئی احتجاج کیا ہو، بلکہ انگریزی استعمار کے دور میں، کبھی ان مدارس نے یہ مطالبہ بھی نہیں کیا کہ ان کی جاری کی ہوئی اسناد کو سرکاری طور پر منظور کیا جائے، اور باوجودیکہ انگریز نے معیشت کے دروازے ان لوگوں پر مکمل طور پر بند کردیئے تھے، ان اصحاب مدارس نے روکھی سوکھی کھا کر اور موٹا جھوٹا پہن کر گزارا کیا، لیکن کبھی حکومت سے کوئی مدد مانگی نہ عہدے اور منصب طلب کیے۔ ان قربانیوں کی وجہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے اپنی زندگیاں قرآن وسنت کے تحفظ کے لیے وقف کی تھیں، اور اس کے ٹھیٹھ مزاج ومذاق کو محفوظ رکھنے کی خاطر وہ اپنا ہر مفاد قربان کرسکتے تھے۔

پاکستان کے دینی مدارس بھی بفضلہ تعالیٰ اسی راہ پر گامزن ہیں، البتہ انہوں نے حکومت کے ساتھ تعاون اور اس کے کسی معقول مطالبے سے کبھی انکار نہیں کیا، چنانچہ پچھلے دنوں حکومت کے مختلف نمائندوں کے ساتھ بار بار کے مذاکرات میں یہ بات طے ہوگئی تھی کہ مدارس کو رجسٹریشن پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ چنانچہ بیشتر دینی مدارس پہلے سے سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں اور جو مدارس ابھی تک رجسٹرڈ نہیں ہیں ان کو بھی سوسائٹیز ایکٹ کے تحت ''رجسٹرڈ'' کرانے سے مدارس کو کوئی انکار نہیں۔ بشرطیکہ

اس کے طریق کار میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے جو ان کی آزادی، خودمختاری اور ان کے متوارث طریق کار کے منافی ہو، حکومت کی طرف سے بھی بار بار اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی تھی، لیکن زیر نظر مجوزہ آرڈیننس کے بنظر غائر مطالعے کے بعد ہمیں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اس آرڈیننس میں ان یقین دہانیوں کا کوئی عکس موجود نہیں ہے، اور اس میں رجسٹریشن کے نام پر دینی مدارس کی آزادی اور خودمختاری کو بالکلیہ سلب کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔ آرڈیننس کی خاص خاص باتیں مندرجہ ذیل ہیں:

مدرسہ ایجوکیشن بورڈ...... اس مجوزہ آرڈیننس کا ناقابل قبول پہلو یہ ہے کہ اس میں ملک کے تمام دینی مدارس کو ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' اور ''صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' کے ماتحت بنا کر ان کی آزادی اور خودمختاری کا بالکلیہ خاتمہ کر دیا ہے۔

جہاں تک ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' کا تعلق ہے خود اسی مجوزہ آرڈیننس کی رو سے اس سے مراد وہ ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' ہے جو ماڈل دینی مدارس بورڈ آرڈیننس 2001ء کے تحت قائم ہو۔

ماڈل دینی مدارس کے آرڈیننس کے اجراء کے وقت حکومت کی طرف سے بار بار یہ یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ اس بورڈ کا مقصد مجوزہ ماڈل دینی مدارس کا انتظام ہوگا، اور اس کا ان مدارس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا جو اس بورڈ سے الحاق کرنا نہ چاہیں، چنانچہ وزارت مذہبی امور کی طرف سے ''ماڈل دینی مدارس: ضرورت، آرڈیننس، نصاب'' کے نام سے جو کتابچہ شائع کیا گیا ہے، اس کے مقدمے میں وفاقی وزیر مذہبی امور جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب نے صراحۃً لکھا ہے کہ: ''اس آرڈیننس کا مقصد نہ تو دینی مدارس کی خودمختاری اور آزادی کو ختم کرنا ہے، نہ ہی کسی مدرسہ یا دارالعلوم پر مجوزہ نصاب مسلط کرنا ہے، اور نہ کسی ادارے کو مدرسہ بورڈ کے ساتھ الحاق کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے''۔ (ماڈل دینی مدارس، صفحہ ح)

لیکن اب ان واضح یقین دہانیوں کے برعکس اسلام آباد کے وفاقی علاقے کے دینی مدارس کو بورڈ سے رجسٹریشن کا پابند بنایا جا رہا ہے، بلکہ دفعہ 6 کے تحت، اسے تمام دینی مدارس کے رجسٹریشن اور ان کی کارگزاری (Operation) کے لیے اصل پالیسی ساز ادارہ قرار دے دیا گیا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ دینی مدارس اپنے فرائض کی انجام دہی (Operation) کے لیے خود پالیسی وضع کرنے کے بجائے اس ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' کی بنائی ہوئی پالیسیوں کے تابع ہوں گے۔

''صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' ایک نیا بورڈ ہوگا جو ہر صوبے میں الگ الگ قائم کیا جائے گا۔ مجوزہ آرڈیننس کی دفعہ 4 کی رو سے اس کا چیئرمین چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف یا سیکرٹری وزارت مذہبی امور ہوگا، نیز وزارت تعلیم اور وزارت داخلہ کا ایک ایک افسر جو ایڈیشنل سیکرٹری کے رتبے سے کم نہ ہو، اس کے ممبر ہونگے، اور ڈائریکٹر اوقاف اس کا ممبر سیکرٹری ہوگا اور چار ایسے نمایاں اشخاص اس کے ارکان ہوں گے جو مذہبی تعلیم دینے سے متعلق رہے ہوں، اس ہیئت ترکیبی سے صاف واضح ہے کہ اس بورڈ کا سربراہ اور تین ارکان سرکاری افسران ہونگے، اور چار افراد ایسے لیے جائیں گے جو مذہبی تعلیم دینے سے متعلق (Involve) رہے ہوں، یعنی ان کا باقاعدہ عالم دین ہونا بھی ضروری نہیں، اتنا کافی ہے کہ وہ کسی حیثیت سے مذہبی تعلیم سے متعلق رہے ہوں۔ یہ ''صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' صوبے کے تمام دینی مدارس کی نہ صرف رجسٹریشن کرے گا بلکہ ان کی نگرانی اور ان کے لیے قواعد وضوابط بھی وضع کرے گا۔ چنانچہ دفعہ 6 کی شق 2 میں کہا گیا ہے کہ: ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' اور ''صوبائی مدرسہ

ایجوکیشن بورڈ'' تمام کام انجام دیں گے جن میں دینی مدارس کی رجسٹریشن، ان کی نگرانی اور ان کے قواعد وضوابط بنانا بھی شامل ہیں ،اوراس کے علاوہ وہ تمام کام جو اس آرڈیننس کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے ضروری ہوں''۔

دفعہ 10 ......کی شق 5(A) میں کہا گیا ہے کہ دینی مدرسے کو رجسٹریشن کی درخواست کا این او سی لینے کے لیے یہ ضمانت لینی ہوگی کہ پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ یا صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ انہیں جو اضافی مضامین پڑھانے کے لیے کہے، وہ دینی مدرسہ انہیں پڑھانے کو یقینی بنائے گا۔

نیز دفعہ 16 ......میں کہا گیا ہے کہ پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اگر وہ کسی دینی مدرسے کے بارے میں اس بات پر مطمئن ہوں کہ اس میں کوئی بدنظمی، مالی معاملات میں بے قاعدگی یا آرڈیننس کے احکام یا اس کے تحت بنے ہوئے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی پائی جارہی ہے تو وہ اس مدرسے کی انتظامیہ کو معطل کر کے مدرسہ پر کوئی ایڈمنسٹریٹر یا نگران انتظامیہ مقرر کردے۔

دفعہ 17 ......میں پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ اگر ان کی رائے میں کسی مدرسے میں اس آرڈیننس کے احکام یا اس کے تحت بنائے ہوئے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی پائی جائے تو وہ اس دینی مدرسے کا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ معطل یا منسوخ کردیں۔

دفعہ 27 ......میں دونوں قسم کے بورڈز کو یہ ضوابط بنانے کے بھی اختیارات دیے گئے ہیں کہ وہ مختلف سندات کے لیے کم سے کم کورس کا معیار متعین کریں، مختلف کورسز کے دورانیہ کا تعین کریں، تربیتی کورسز میں داخلے کی شرائط طے کریں، مدارس میں اساتذہ کے تقرر کے لیے کم سے کم تعلیمی معیار اور تجربہ کی مقدار مقرر کریں، امتحانات کا معیار اور امتحان کا طریق کار وغیرہ متعین کریں۔

مجوزہ آرڈیننس کے ان تمام احکام کو مدنظر رکھتے ہوئے جو صورت واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ کہ دینی مدارس کلی طور پر ان سرکاری بورڈز کے تابع ہونگے دینی مدارس کی پالیسیاں وضع کرنے سے لے کر نصاب کا تعین، امتحانات کے طریق کار، اساتذہ کا تقرر اور مدارس کا نظم ونسق چلانے تک ہر چیز ان بورڈز کے ماتحت ہوگی، اور دینی مدارس کی انتظامیہ کا کام صرف یہ ہوگا کہ وہ مدارس چلانے کے لیے مالی وسائل صرف اپنے بل بوتے پر اکٹھے کرے، (کیونکہ یہی ایک شعبہ ہے جس میں بورڈز نے اپنے سر کوئی ذمہ داری لینی مناسب نہیں سمجھی) اور ہر وقت اس کے سر پر یہ تلوار لٹکتی رہے کہ کسی بھی وقت بورڈز کے اہلکار اس پر بدعنوانی یا بے قاعدگی کا الزام عائد کر کے چاہیں تو انتظامیہ کو معطل کریں اور چاہیں تو مدرسے کا رجسٹریشن منسوخ کر کے اس کے تمام اثاثے دفعہ 17 شق 3 کے تحت کسی اور من پسند مدرسے کو دے دیں۔'' صدر جنرل پرویز مشرف صاحب نے اپنے 21 جنوری 2002ء کے خطاب میں کہا تھا کہ:

اس مدرسہ Stragety کا کوئی مقصد نہیں ہے کہ مدرسوں کو خواہ مخواہ گورنمنٹ کے کنٹرول میں لیں، اور جو ان کی اتنی بہترین اچھائیاں ہیں ان کو ہم حکومت کے کنٹرول میں لے کر خراب کریں''۔(نوائے وقت لاہور 13 جنوری 2002ء صفحہ 8)

نیز وفاقی وزیر مذہبی امور نے ''ماڈل دینی مدارس آرڈیننس کے بارے میں کہا تھا کہ ''مقصد نہ تو دینی مدارس کی خود مختاری اور آزادی کو ختم کرنا ہے نہ ہی کسی مدرسہ یا دارالعلوم پر مجوزہ نصاب مسلط کرنا ہے، اور نہ ہی کسی ادارہ کو مدرسہ بورڈ کے ساتھ الحاق کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے'' (ماڈل دینی مدارس صفحہ ح) صدر پاکستان سے لے کر وزیر مذہبی امور تک جس بات کی یقین دہانی کراتے رہے ہیں، مجوزہ آرڈیننس نے اس کے بالکل برعکس دینی مدارس کی خود مختاری اور آزادی کو مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے ذریعے بالکلیہ ختم کر کے تمام دینی مدارس کو بیوروکریسی کے رحم وکرم پر چھوڑ دینے کا پروگرام بنایا ہے۔ ان وجوہ سے مجوزہ آرڈیننس میں صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا قیام اور دینی مدارس کی رجسٹریشن اور نگرانی کا کام اس کے اور پاکستان مدرسہ ایجوکیشن کے سپرد کرنا دینی مدارس کے لیے قطعی نا قابل قبول ہے۔ سرکاری سطح پر اس قسم کا بورڈ قائم کرنے کی نہ کوئی ضرورت ہے، نہ دینی مدارس کی رجسٹریشن سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ چونکہ آرڈیننس کا سارا ڈھانچہ بورڈز پر قائم ہے جو اصولاً قابل قبول نہیں، اس لیے جزوی ترمیمات سے آرڈیننس کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ تاہم بورڈز کے قیام کے علاوہ مجوزہ آرڈیننس میں جو باتیں مزید قابل اعتراض اور نا قابل قبول ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

دفعہ 3 شق 4......جن دینی مدارس میں طلبہ کی رہائش کا انتظام نہیں ہے، ان کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ ضلع ناظم کے وضع کردہ طریق کار کے مطابق ضلعی حکومت کو مدرسے کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کریں جن میں ان کے ذرائع آمدنی بھی داخل ہیں۔ ایسے مدارس جن میں طلبہ کی رہائش کا انتظام نہیں ہوتا عموماً چھوٹے مدارس اور مکتب ہوتے ہیں جو نہایت قلیل وسائل سے آبادی کی تعلیمی خدمت انجام دیتے ہیں۔ ضلعی انتظامیہ کو معلومات فراہم کرتے رہنا ان چھوٹے مدارس کو انتظامیہ کی طرف سے ہراساں کرتے رہنے کا سبب بنے گا۔

دفعہ 7......اس دفعہ میں نئے مجوزہ طریق کار کے مطابق ہر دینی مدرسے کو رجسٹریشن کا پابند بنایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو مدارس پہلے سے رجسٹرڈ ہیں ان کی رجسٹریشن کالعدم قرار دے دی گئی ہے جس کا کوئی جواز نہیں۔

دفعہ 9......اس دفعہ میں رجسٹریشن کی درخواست کے ساتھ مدرسہ کے ذرائع آمدنی (g) اور مدرسہ کے اہم معاونین (k) کی تفصیلات داخل کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ دینی مدارس کے اکثر معاونین وہ ہوتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کے لیے مدارس کو چندے دیتے ہیں، ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو اپنے نام کا اعلان نہیں چاہتے یہ پابندی ان کے لیے نا قابل قبول ہوگی، نیز بہت سے چندہ دینے والے اس اعلان کے نتیجے میں سرکاری اہلکاروں کی طرف سے ہراساں کیے جانے کا خطرہ محسوس کریں گے، اور نتیجتاً مدارس کے چندے میں کمی واقع ہوگی، عجیب بات ہے کہ آج تک کسی انجمن، کسی جماعت یا کسی این جی اوز کو اس بات کا پابند نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے چندہ دینے والوں کی فہرست حکومت کو مہیا کرے لیکن سارے معاشرے میں اس کام کے لیے صرف دینی مدارس کو منتخب کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے معاونین کی فہرست حکومت کو فراہم کریں۔

دفعہ 10......اس دفعہ میں بورڈ کو رجسٹریشن کی درخواست دینے سے پہلے ہر دینی مدارس کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ پہلے ضلعی ناظم سے این او سی حاصل کرے۔ ضلع ناظم کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ این او سی جاری کرنے سے پہلے بہت سی باتوں کا اطمینان

کرے، اور مدرسہ کے ذمہ داران سے متعدد ضمانتیں لے جن میں بورڈ کے تجویز کردہ اضافی نصاب کو اختیار کرنے کا عہد، متوقع ذرائع آمدنی اور چندوں کا اندازہ اور 18 سال سے کم عمر غیر ملکی طلبہ کو داخلہ نہ دینے کا عہد بھی شامل ہے۔ اسی دفعہ کی شق 3,4 میں یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ مدرسہ کی زمین مدرسے کی گورننگ باڈی کے نام منتقل ہو، کسی فرد یا خاندان کے نام نہ ہو۔ اس کا بظاہر تقاضا یہ ہے کہ کوئی مدرسہ کسی کرایہ کی جگہ پر قائم نہ ہو سکے۔ نیز دینی مدارس میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی فرد یا خاندان اپنی مملوکہ زمین میں دینی تعلیم کے لیے کوئی ادارہ قائم کر دیتا ہے۔ بالخصوص مدارس کے آغاز قیام میں اس طرح کی صورتیں بکثرت پیش آتی رہتی ہیں اور انہیں روکنے کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں ہے۔

نیز اس دفعہ کی شق (vi) میں مدرسے کے عہدیداروں یا انتظامیہ سے یہ بیان حلفی لینے کو کہا گیا ہے کہ مدرسہ یا مدرسہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص کسی بھی حیثیت میں کسی دہشت گردی، جنگجوئی، انتہا پسندی یا فرقہ وارانہ منافرت میں ملوث نہیں ہوگا۔ ملک کے تمام دوسرے اداروں، جماعتوں اور انجمنوں کو چھوڑ کر صرف دینی مدارس کے ذمہ داروں سے یہ بیان حلفی لینے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ ملک بھر میں دہشت گردی کے سب سے بڑے مجرم، نہ نسلی اور لسانی منافرت پھیلانے والے گروہ اور جماعتیں ہیں، نہ دوسرے تخریب پسند، بلکہ اس جرم کے سب سے بڑے مرتکب دینی مدارس ہیں، پھر نہ دہشت گردی کی کوئی تعریف قانون میں دی گئی ہے، نہ جنگجوئی، انتہا پسندی یا فرقہ وارانہ منافرت کی، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو سرکاری اہل کار جس مدرسے پر چاہے من مانی تعریف کی بنیاد پر ان جرائم کا الزام لگا دے، اور اسے حلف نامے کی خلاف ورزی کے جرم میں بند کر دیا جائے۔ اسی دفعہ کی شق (viii) میں ضلع ناظم کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ ڈسٹرکٹ کوآرڈی نیشن آفیسر سے رپورٹ حاصل کرے کہ مجوزہ جگہ پر مدرسے کے قیام سے فرقہ وارانہ جذبات پیدا نہیں ہونگے۔ نہ آبادی کو بے آرامی کا خطرہ ہوگا۔ یہ ساری مجمل باتیں بھی سرکاری اہل کاروں کے ہاتھ میں ایک ہتھیار ہوگا کہ وہ جس مدرسے کا قیام مرضی کے خلاف پائیں، اسے یہ کہہ کر روک دیں کہ فرقہ وارانہ جذبات پیدا ہونے کا یا آبادی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

دفعہ 11 ...... ضلع ناظم سے این او سی حاصل ہونے کے بعد درخواست بورڈ کو پیش کی جائے گی، اور وہ رجسٹریشن سے پہلے یہ اطمینان کرے گا کہ اسٹاف تعلیمی قابلیت کا حامل ہے۔ یہ معاملہ بھی بورڈ کی صوابدید پر چھوڑا گیا ہے۔ نیز بورڈ اس بات کا بھی اطمینان کرے گا کہ مدرسے کا قیام مذہبی تنازعات، فرقہ واریت، تفرقہ بازی یا منافرت کی فضا پیدا نہیں کرے گا۔ یہ سب باتیں چونکہ مستقبل کے خدشات سے متعلق ہیں، لہٰذا کسی بھی مدرسے کا رجسٹریشن ان میں سے کوئی بھی خدشہ ظاہر کر کے روکا جا سکتا ہے۔ اگر واقعۃً فرقہ وارانہ منافرت کا دروازہ بند کرنا ہے تو اس کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ سرکاری اہل کاروں کو یہ اختیار دیدیا جائے کہ وہ جس مدرسے کو چاہیں، اس بنیاد پر بند کر دیں۔ بلکہ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ فرقہ وارانہ منافرت کے اسباب مثلاً ایک دوسرے کے اکابر اور قابل احترام شخصیتوں کی توہین وغیرہ کا واضح تعین کر کے ہر اس شخص کو بذریعہ عدالت مستوجب سزا قرار دیا جائے جو ان اسباب کا مرتکب ہو۔

دفعہ 12 ...... اس دفعہ کی شق 3 میں رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کے حامل کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے کہ وہ نہ صرف

مجوزہ آرڈیننس، بلکہ اس کے تحت جاری ہونے والے تمام قواعد، ضوابط، احکام، شرائط اور ہدایات کی پابندی کرے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بات صرف رجسٹریشن کرانے کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ بورڈ کی لگائی ہوئی تمام شرائط، اس کے جاری کیے ہوئے تمام احکام اور ہدایات ہر مدرسے کے لیے واجب التعمیل ہیں جن کی خلاف ورزی پر مدرسہ بند کیا جاسکتا ہے۔ دینی مدارس کو ان احکام وہدایات میں اس طرح سے جکڑنے کے باوجود کیا یہ کہنے کا کوئی جواز ہے کہ دینی مدارس کو حکومت اپنے کنٹرول میں لے کر خراب کرنا نہیں چاہتی؟

دفعہ 15......اس دفعہ (شق سی) کے تحت دینی مدرسہ کے اکاؤنٹ صرف بورڈ کے منظور کردہ بینک میں کھولے جاسکتے ہیں، اور حسابات کا آڈٹ صرف وفاقی وزارت مذہبی امور یا صوبائی محکمۂ اوقاف کے منظور کردہ آڈیٹرز سے کرایا جاسکتا ہے۔ (اصل دفعہ میں وفاقی یا صوبائی حکومت لکھا ہے، مگر تعریفات میں ''وفاقی حکومت'' سے مراد وفاقی وزارت مذہبی امور اور ''صوبائی حکومت'' سے مراد محکمۂ اوقاف یا صوبائی حکومت کا متعین کردہ کوئی اور ادارہ ہے۔) دینی مدارس کو اس حد تک پابند کرنا کہ وہ اپنی پسند کے بینک میں خود نہ اکاؤنٹ کھول سکیں اور نہ آڈیٹر کا تعین کرسکیں، ایک ایسی پابندی ہے جس کی نظیر دوسرے اداروں میں ملنی مشکل ہے۔

دفعہ 22......اٹھارہ سال سے کم عمر کے کسی غیر ملکی طالب علم کے داخلے پر پابندی لگادی گئی ہے دینی مدارس میں چونکہ حفظ وناظرہ اور ابتدائی دینی تعلیم چھوٹے بچوں کو دی جاتی ہے جس کا بہت سے دوسرے ملکوں میں انتظام نہیں ہے، اس لیے بہت سے غیر ملکی بچوں کو ان کے والدین کسی سرپرست کے ہمراہ تعلیم کے لیے پاکستان بھیجتے ہیں یہ سرپرست بعض اوقات ان کا بڑا بھائی یا کوئی اور رشتہ دار ہی ہوتا ہے جو اوپر کے درجات میں زیر تعلیم ہوتا ہے، اور بعض اوقات والدین خود پڑھائی کی غرض سے اپنے بچے کے ساتھ پاکستان آجاتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایسے بچوں کو تعلیم سے محروم رکھا جائے۔

دفعہ 24......اس دفعہ میں وفاقی حکومت کی اجازت کے بغیر ہر قسم کی غیر ملکی امداد لینے پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ اگر کوئی مدرسہ کسی بیرونی حکومت سے امداد لینا چاہے تو اس کے لیے یہ پابندی حق بجانب ہوسکتی ہے، لیکن اس دفعہ میں غیر ملکی پرائیویٹ اداروں بلکہ غیر ملکی افراد تک سے کوئی چندہ وصول کرنے پر پابندی عائد کردی گئی ہے۔ بہت سے اہل خیر دوسرے ملکوں سے چھوٹی چھوٹی رقمیں بذریعہ چیک مدرسوں میں چندے کے طور پر بھیجتے ہیں، ان سینکڑوں اشخاص کی چھوٹی چھوٹی رقمیں وصول کرنے کے لیے وفاقی وزارت مذہبی امور سے اجازت حاصل کرنے کی پابندی سراسر بے جواز، غیر منصفانہ اور مشکلات پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ ان تمام دفعات کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چونکہ مجوزہ آرڈیننس کا پورا ڈھانچہ غلط اور ناقابل عمل تصورات پر مبنی ہے اس لیے اس میں جزوی ترمیمات کرکے اس کی اصلاح نہیں ہوسکتی اور اسے کلی طور پر مسترد کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ہم ایک بار پھر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دینی مدارس نے حکومت کے کسی معقول مطالبے سے انکار نہیں کیا۔ چنانچہ رجسٹریشن کا جو طریقہ اب تک چلا آرہا ہے، اس کے تحت جو مدارس رجسٹرڈ نہیں ہیں ان کا رجسٹریشن کرالیا جائے۔ حکومت کو مدارس کے جو کوائف مطلوب ہوں مدارس نے کبھی انہیں دینے سے انکار نہیں کیا۔ نیز اگر کسی مدرسے میں کوئی خلاف قانون بات نظر آئے تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کا راستہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔ اس کے لیے کسی نئے قانون کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

مجوزہ دینی مدارس (رجسٹریشن اور ریگولیشن) آرڈیننس 2002ء

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

ملک میں دینی جماعتوں، دینی اداروں اور مدارس وجامعات کے بارے میں حکومتی اعلانات واقدامات سے اضطراب و بے چینی کی فضا اور پروپیگنڈے کے گردوغبار سے متاثر ہونا فطری ہے۔ اس کا ثبوت احقر کو موصول ہونے والے وہ بے شمار فون اور پیغامات ہیں جو ملک کے اطراف واکناف سے روزانہ ملتے ہیں اور جن کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ان تمام استفسارات میں قدرِ مشترک مدارس کے مستقبل کے بارے میں اظہار تشویش، حکومتی عزائم کے بارے میں فکرمندی اور اس سلسلہ میں "وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کے لائحہ عمل اور اقدام کا انتظار ہے۔ ان تمام حضرات کو انفرادی طور پر مطمئن کرنے کے علاوہ احقر نے اخبارات، ذاتی رابطوں اور فون کے ذریعے اہم امور اور تازہ صورت حال سے اہل مدارس کو باخبر رکھنے کی پوری کوشش کی۔ لیکن تفصیلی طور پر تمام حالات اور "وفاق" کی پالیسی سے، اسفار اور مشاغل کی وجہ سے آگاہ نہ کرسکا۔ اس لیے چند گزارشات قدرے تفصیل سے کے ساتھ عرض کی جارہی ہیں۔ امید ہے ان شاءاللہ شافی ہوں گی۔

اربابِ "وفاق" کی مساعی اور فرض شناسی

جب سے مدارس وجامعات کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈے کا آغاز ہوا بالخصوص ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۰۰۲ء سے اس میں شدت آجانے کے بعد "وفاق" کی قیادت نے مدارس دینیہ کے تحفظ میں کسی قسم کے تساہل اور غفلت سے کام نہیں لیا۔ ہمارے اکابر ضعف ونقاہت، علالت اور تدریسی وانتظامی مصروفیات کے باوجود اس فریضہ کو جس خوش اسلوبی سے نباہ رہے ہیں اس پر وہ تمام اہل علم کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ تمام حضرات اس وقت اپنے تمام مشاغل اور مصروفیات سے صرف نظر کرتے ہوئے شب وروز مدارس کے تحفظ وبقاء، خودمختاری وآزادی کے لیے کوشاں ہیں۔ آپ نے ان حضرات سے جو توقعات وابستہ کی ہیں اور جس اعتماد کا اظہار کیا ہے مجھے حق تعالیٰ شانہ کے فضل سے پوری امید ہے کہ وہ اس کے اہل بھی ہیں اور ان شاءاللہ آزمائش کی اس گھڑی میں ان توقعات اور اعتماد پر پورا بھی اُتریں گے۔

مشترکہ مقاصد کے لیے مشترکہ جدوجہد

موجودہ دور میں مشترکہ مقاصد کے لیے اجتماعی جدوجہد اور زیادہ سے زیادہ افرادی قوت کا اظہار ناگزیر ہے۔ چنانچہ "وفاق المدارس" نے تمام مکاتب فکر کے وفاقوں اور تنظیموں کو ایک متحدہ محاذ میں تبدیل کرنے کے لیے انتہائی مخلصانہ مساعی انجام

دیں، جن کی بدولت دو سال قبل ''اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان'' کا وجود عمل میں آیا، جو بحمد اللہ اب ایک مضبوط، فعال، متحرک اور مستحکم مگر غیر سیاسی تنظیم کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس اتحاد کے قیام واستحکام کے لیے تمام مکاتب فکر کی مساعی مشکور ہیں، مگر ''وفاق'' کا کردار اس سلسلہ میں نہایت قابل قدر، اساسی اور لائق تحسین ہے۔ اس اتحاد کو مزید مؤثر اور ہمہ جہت بنانے کے لیے اسے مرکز سے صوبوں، اضلاع اور تحصیل کی سطح تک وسعت دی جا رہی ہے۔

مدارس کی آزادی وتحفظ، بقاء اور خود مختاری کے سلسلہ میں تمام مکاتب فکر متحد ومتفق ہیں اور درپیش تمام مسائل کو باہمی مشاورت اور اتفاق سے حل کرنے کے اصول پر قائم ہیں۔ آپ حضرات بھی موجودہ حالات میں مقامی سطح پر اس اتحاد کو مضبوط ومؤثر اور مستحکم بنانے میں اپنا کردار ضرور ادا کریں اور تمام مکاتب فکر کے علماء کو اپنے ساتھ لے کر چلیں۔ دینی حلقوں کے اتحاد کو مزید مؤثر بنانے کے لیے ''وفاق'' نے ملک کی دینی جماعتوں اور ممتاز مذہبی وعلمی شخصیات سے بھی رابطہ کیا ہے، بحمد اللہ! ہمیں ان دینی جماعتوں اور شخصیات کی بھرپور حمایت حاصل ہے جس پر ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔

حکمت وتدبر اور استقامت

پورے ملک میں مدارس ومکاتب اور جامعات کا وسیع سلسلہ ایک غیر متزلزل قوت ہے، جس کے استعمال کے لیے انتہائی دور اندیشی، دانش مندی اور حکمت عملی کی ضرورت ہے۔ تصادم وتزاحم کی پالیسی نقصان دہ ہو سکتی ہے، اس لیے ''وفاق'' کی قیادت نے تمام معروضی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے افہام وتفہیم اور حکمت وتدبر کا راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس طرز عمل اور فیصلہ کی وجہ کسی قسم کی کمزوری یا خدانخواستہ مداہنت نہیں بلکہ ہمیں اپنے مؤقف کی صداقت وحقانیت پر یقین اور حق تعالیٰ کی امداد پر توکل واعتماد ہے۔ بحمد اللہ ہم اپنا مؤقف دلائل وبراہین سے ثابت کر سکتے ہیں اور مدارس پر لگائے جانے والے الزامات کا لغو وبے بنیاد ہونا ہر عدالت میں ثابت کر سکتے ہیں۔ اس لیے مستقبل میں بھی ''وفاق'' پُرامن جدوجہد کے ساتھ مدارس وجامعات کے تحفظ کا فریضہ انجام دینے کی پالیسی پر گامزن رہے گا، لیکن اگر حکومت نے ہمیں کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کیا تو ان شاء اللہ ان دینی مراکز کے وجود وبقاء اور تحفظ کے لیے ہماری جانیں بھی حاضر ہیں۔

یہ قلعے اِن شاء اللہ باقی رہیں گے

''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کو اس وقت جس چیلنج کا سامنا ہے اس کا بنیادی ہدف مدارس کی شکل میں موجود ان دینی قلعوں کی حفاظت اور ان کی آزادی وخود مختاری کا تحفظ ہے۔ اکابر امت سے ملنے والی یہ میراث ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے۔ مدارس کی تعلیمی، انتظامی اور مالیاتی خود مختاری پر کسی قسم کا سمجھوتہ ان قلعوں میں شگاف ڈالنے کے مترادف ہے، جسے کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جائے گا۔ مدارس دینیہ کی آزادی اور دینی تشخص کے تحفظ وبقاء کی قیمت پر کوئی بھی حکومتی پیشکش کسی صورت میں قبول نہیں کی جائے گی۔ یہ عزم بالجزم اپنی ذات، مفادات، حتیٰ کہ مدارس وجامعات کی عمارات کے تحفظ کے لیے بھی نہیں بلکہ صرف اور صرف دین کے تحفظ، اسلام کی اشاعت وبقاء اور آنے والی نسلوں تک اکابر کی امانت کو بحفاظت پہنچانے کے لیے ضروری ہے۔

یہ مؤقف صرف ''وفاق'' کا نہیں، بلکہ بحمداللہ ''وفاق'' کی مساعی اور کوششوں کی بدولت تمام مکاتب فکر کا مشترکہ و متفقہ اٹل، بے لچک اور غیر مبہم مؤقف ہے۔ ہم نے بحمداللہ اپنا یہ مؤقف ارباب حکومت پر دوٹوک الفاظ میں واضح کر دیا ہے اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ہم اپنی اسناد کا حکومتی اسناد کے ساتھ ''معادلہ'' تک قربان کر دیں گے، مگر مدارس دینیہ کے آزادانہ کردار اور خود مختاری پر کسی قسم کی سودے بازی نہیں کریں گے۔

آزمائش کی اس طرح کی گھڑیاں ہمارے اکابر پر بھی آئیں، مگر بحمداللہ اُن کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش اور مؤمنانہ جرات میں معمولی سی کمزوری بھی نہیں آئی۔ ان کا غیر متزلزل اور جرات مندانہ مؤقف ہم سب کے لیے اُسوہ اور مشعل راہ ہے۔ اسی طرح کے پُر آشوب حالات میں مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ: ''مدرسہ عمارت کا نام نہیں بلکہ استاذ، شاگرد اور کتاب کے تعلق اور رشتہ کا نام ہے۔ اگر حکومت نے گارے اور مٹی کی بنی ہوئی ان عمارتوں پر قبضہ کر لیا تو ہم درختوں کے سائے میں طلبہ کو قرآن وحدیث کی تعلیم دینا شروع کر دیں گے۔''

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی اس قلندرانہ جرات اور مؤمنانہ شجاعت نے فراعنۂ وقت کو اپنی پالیسی بدلنے پر مجبور کر دیا۔

محدث وقت حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ سے جب پوچھا گیا کہ اگر حکومت نے آپ سے مدارس چھین لیے تو آپ کیا کریں گے؟ تو انہوں نے بغیر کسی تامل کے فرمایا کہ ''میں کسی گاؤں میں جا کر کسی بند اور ویران مسجد کو کھولوں گا، جھاڑو دوں گا، اذان اور نماز باجماعت کا اہتمام کروں گا اور اہلِ علاقہ سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے بچوں کو پڑھنے کے لیے بھیجیں۔ اس طرح جو بچے آئیں گے ان تک دین کی اس امانت کو پہنچائیں گے۔''

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مجوز ومؤسس (بانی) اور اس احقر کے جد امجد عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ نے اپنی مجالس میں کئی مرتبہ یہ ایمان افروز حقیقت ذہن نشین کرائی کہ ''یہ مدارس اور ان کی عمارتیں مقصود نہیں، بلکہ مقصود کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اصل مقصود ومطلوب رضائے الٰہی اور مرادِ خداوندی کو معلوم کر کے اس پر عمل کرنا ہے۔ اس کی تعلیم وتدریس کچے مکان اور جھونپڑی میں بھی دی جا سکتی ہے۔''

ہم علم وعمل میں ہزار درجے کوتاہ سہی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم انہی اکابر کے اخلاف اور خوشہ چین ہیں، انہی کا نقش قدم ہمارے لیے جادۂ راہ ہے۔ ہم ان شاء اللہ مقدور بھر ان مدارس اور عمارات کا بھی تحفظ کریں گے کہ یہ بھی قوم کی امانت ہیں۔ قرآن وحدیث کے یہ بلند وبالا مراکز کسی حکومت کی عنایات کے رہین منّت نہیں بلکہ علماء اور مخلص مسلمانوں کے باہمی اعتماد وتعاون کا مظہر ہیں، لیکن اگر بالفرض حکومت ان عمارتوں کو اپنی تحویل میں لے کر بزعم خویش مدارس دینیہ کی آزادی وخود مختاری کو سلب کرنے کی کوشش کرتی ہے تو ہمیں علم دین کی اشاعت وتبلیغ اور درس وتدریس کے اس سلسلے کو قائم وجاری رکھنے کے لیے عزمِ محمود، استقامتِ یوسف اور تلقینِ خیر کا فیصلہ اور ارادہ ابھی سے کر لینا چاہیے۔

اس ضروری تمہید کے بعد موجودہ صورت حال اور مدارس کو درپیش مسائل اور اُن کے حل کے لیے کی گئی مساعی اور پیش رفت کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔ واضح رہے کہ اس ضمن میں تقریباً تین ماہ سے صدر پاکستان، وزیر داخلہ، وزیر مذہبی امور، صوبوں

کے گورنرز اور دیگر اعلیٰ فوجی وسول شخصیات سے ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے رہنماؤں کی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہے۔
اب تک زیر بحث آنے والے امور درج ذیل ہیں:

● ......فرقہ وارانہ دہشت گردی اور مدارس

حکومتی موقف......ملک میں ہونے والی دہشت گردی میں بعض دینی مدارس بھی ملوث ہیں۔

''وفاق'' کی جانب سے اظہار حقیقت......مدارس دینیہ کے ذمہ داران نے فرقہ وارانہ دہشت گردی کی ہمیشہ مذمت کی ہے، وہ دہشت گردی کو خواہ وہ مذہبی ہو یا لسانی اور علاقائی، ملک کی یک جہتی، امن وسکون اور معاشی ترقی اور خوش حالی کے لیے زہرِ قاتل سمجھتے ہیں۔ پاکستان میں فرقہ واریت کو ہوا دینے میں اہل مذہب سے زیادہ بیرونی تخریبی عناصر اور ایجنسیوں کا کردار رہا ہے۔ پاکستان میں عدم برداشت کی یہ فضا دس بارہ سال سے پیدا ہوئی ہے، مدارس دینیہ ڈیڑھ سو سال سے قائم ہیں، فرقہ واریت کو مدارس کی پیداوار کہنا سراسر خلاف واقع ہے۔ ''وفاق'' کی طرف سے بارہا یہ پیشکش دہرائی جا چکی ہے کہ اگر حکومت کسی مدرسہ کو دہشت گردی میں ملوث سمجھتی ہے تو ٹھوس ثبوت کے ساتھ اسے منظر عام پر لائے۔ ہم حکومتی کارروائی سے پہلے اس کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کریں گے۔ مگر ابھی تک حکومت کسی دینی ادارے کے خلاف کوئی ثبوت فراہم نہیں کر سکی، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مدارس دینیہ کا دامن ہر قسم کی دہشت گردی سے پاک ہے۔

بحمد اللہ! حکومت نے ہماری اس وضاحت کو تسلیم کیا اور ۲۷ دسمبر ۲۰۰۱ کو صدر پاکستان نے وفاقوں کے قائدین کو یقین دہانی کرائی کہ ہم کسی مدرسہ کے خلاف ٹھوس ثبوت اور اس کے متعلقہ وفاق کو اعتماد میں لیے بغیر کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ اگر صدر پاکستان اس وعدے کا پاس کرتے ہیں تو ہمیں کامل یقین ہے کہ انہیں دہشت گردی میں ملوث کوئی ایک دینی ادارہ بھی نہیں ملے گا۔

● ......رجسٹریشن

حکومتی موقف......مدارس کی رجسٹریشن نئے قانون یا پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے قواعد وضوابط کے مطابق کی جائے گی اور ۲۳ مارچ ۲۰۰۲ء تک تمام مدارس کے لیے رجسٹریشن لازمی ہوگی۔

''وفاق'' کا موقف......ہمیں مدارس کی رجسٹریشن اور یکسانیت پر کوئی اعتراض نہیں مگر عوامی عطیات سے چلنے والے تعلیمی ورفاہی اداروں کو پرائیویٹ اسکولز اور کمرشل اداروں کی صف اور قانون بندی میں جکڑنا نامناسب ہے۔ اسکولوں کے قواعد وضوابط کے اطلاق یا کسی نئے قانون کے تحت رجسٹریشن سے مدارس کی آزادی وخود مختاری کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ حکومت اور مدارس کے درمیان اعتماد ومفاہمت کی فضا بھی متاثر ہوگی، اس لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ حکومت رجسٹریشن کے سابقہ قانون ''سوسائٹی ایکٹ مجریہ ۱۸۶۰ء'' کے تحت مدارس کو رجسٹرڈ کرے۔ اس قانون کے تحت ۱۹۹۴ء سے حکومت نے رجسٹریشن پر پابندی عائد کر رکھی تھی، لیکن اکتوبر ۲۰۰۱ء سے مساجد کی رجسٹریشن اسی ایکٹ کے تحت ہو رہی ہے، مناسب ہوگا کہ مدارس کی رجسٹریشن بھی اسی قانون کے تحت کی جائے۔ اس طرح جو مدارس پہلے سے رجسٹرڈ ہیں ان کی نئی رجسٹریشن کی ضرورت نہ ہوگی، نیز ہر سال رجسٹریشن کی تجدید کی شرط غیر ضروری ہے۔ ۲۳ مارچ کی تاریخ میں بھی توسیع کی ضرورت ہے۔

تازہ صورت حال

۲۷ دسمبر ۲۰۰۱ء کو صدر پاکستان نے ہمارے اس مؤقف کو توجہ سے سنا اور غور کا وعدہ فرمایا۔ ۲۹ جنوری ۲۰۰۲ء کو وفاقی وزیر مذہبی اُمور ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب سے اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو ہوئی، الحمدللہ اُنہوں نے ہمارے مؤقف کو درست تسلیم کیا اور وعدہ کیا کہ وہ صدر پاکستان کو مدارس کا یہ مؤقف اپنی مکمل تائید وسفارش کے ساتھ پیش کریں گے۔ اس لیے اہل مدارس فی الحال رجسٹریشن کے قانون کا انتظار فرمائیں، حکومت کے ساتھ اس سلسلہ میں مسلسل رابطہ ہے، جونہی کوئی صورت حال واضح ہوئی، تمام مدارس کو بذریعہ خط اور اخبارات سے مطلع کر دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ جو کوائف محکمہ اوقاف مدارس سے طلب کر رہا ہے اُن کا رجسٹریشن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمیں اہل مدارس کی پریشانی کا پوری طرح احساس ہے اور ہم بحمداللہ اپنے فرائض اپنی بساط کے مطابق پوری تندہی سے انجام دے رہے ہیں۔

● ......نئی مساجد و مدارس کے لیے این او سی کی پابندی

حکومتی مؤقف...... بعض مساجد و مدارس سرکاری املاک یا نجی املاک پر بلا اجازت تعمیر کی گئی ہیں۔ انہدام کی صورت میں امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے، لہٰذا آئندہ کوئی مسجد یا مدرسہ این او سی کے بغیر تعمیر نہیں ہو سکے گا اور این او سی حکومت جاری کرے گی۔

''وفاق'' کا مؤقف......سرکاری یا نجی املاک پر قبضہ کرنا قانون شکنی ہے، خواہ وہ مسجد اور مدرسہ ہی کے لیے کیوں نہ ہو، ہم اس کی بالکل حمایت نہیں کرتے، لیکن یہ مساجد اور مدارس راتوں رات ہی تعمیر نہیں ہوئے۔ زمانہ تعمیر میں متعلقہ افراد کو کھلی چھٹی دینا انتظامیہ کی غفلت اور نااہلی ہے۔ نیز بے شمار سرکاری املاک پر پرائیویٹ اسکولز، پلازے، کوٹھیاں، دکانیں غیر قانونی طور پر موجود ہیں، لیکن اس کی بناء پر کسی شخص کو اپنی جائز قانونی ملکیت میں اسکول یا دکان بنانے کے لیے کسی این او سی کا پابند نہیں کیا گیا۔ یہ پابندی صرف مساجد و مدارس پر کیوں لگائی جا رہی ہے؟ کہیں اس کا اصل مقصد مساجد اور مدارس کی تعمیر کی حوصلہ شکنی تو نہیں؟

تاہم اصولی طور پر ہم اس بات سے متفق ہیں کہ کسی دوسرے کی مملوکہ جگہ پر مسجد یا مدرسہ تعمیر کرنا ناجائز ہے، آئندہ کے لیے اس کے تدارک کی بہتر صورت یہ ہے کہ سرکاری اداروں کی بجائے ''متعلقہ وفاق'' این او سی جاری کرے۔ متعلقہ وفاق سرکاری اداروں سے زیادہ بہتر تحقیق کر سکتا ہے کہ مسجد یا مدرسہ کی تعمیر کے لیے حاصل کردہ زمین قانونی ہے یا نہیں۔ مساجد عبادت گاہیں ہیں، سرکاری این او سی لازمی قرار دینے کی صورت میں ان میں نہ صرف حکومتی مداخلت کا امکان ہے، بلکہ سیاسی اور مسلکی اختلاف نئی مساجد و مدارس کے قیام میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔

پاکستان کے بہت سے علاقوں میں جاگیردار طبقہ نے اپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لیے اسکول تک نہیں بننے دیئے، اگر مدارس کے قیام کے لیے بھی سرکاری اجازت لازمی قرار دی گئی تو اندیشہ ہے کہ یہ جاگیردار اپنے علاقوں میں مدارس قائم کرنے کی اجازت بھی نہیں دیں گے۔

تازہ صورت حال

۲۹ جنوری ۲۰۰۲ء کو وفاقی وزیر مذہبی اُمور نے ہمارے مؤقف سے اتفاق کیا اور ارباب حکومت سے اس سلسلہ میں مزید بات چیت کا وعدہ کیا۔

● ......مدارس کے نصاب تعلیم میں عصری مضامین کا اضافہ

حکومتی مؤقف......دینی مدارس اپنے نصاب میں چار عصری مضامین انگلش، جنرل سائنس، ریاضی اور مطالعہ پاکستان شامل کریں تاکہ علماء دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی تعلیم سے بھی باخبر ہوں اور دوسرے شعبوں میں بھی ملازمت حاصل کر سکیں۔

وفاق کا مؤقف......دینی مدارس کا بنیادی مقصد روزگار کے مواقع حاصل کرنا اور ملازمتیں نہیں، بلکہ قرآن وحدیث اور علوم دینیہ کی تدریس واشاعت اور تحفظ ہے۔اسپیشلائزیشن کے اس دور میں ایک عالم دین کے لیے ایسے فنون کی تعلیم لازمی قرار دینا جن کا اس کے دائرۂ تخصص کے ساتھ کوئی تعلق نہیں غیر معقول ہے۔تاہم ابتدائی طور پر مدارس دینیہ میں انگریزی، اردو، جنرل سائنس، معاشرتی علوم اور مطالعہ پاکستان کی تعلیم دی جارہی ہے اور یہ مضامین ''وفاق'' کے نصاب میں پہلے سے شامل ہیں۔بعض مدارس میں ٹیکنالوجی اور کمپیوٹر کی تعلیم بھی ہورہی ہے۔دینی مدارس اپنی اور عصرِ حاضر کی ضروریات سے آگاہ ہیں اور اُن کے متعلقہ وفاق اپنے اپنے نصاب ہائے تعلیم میں وقتاً فوقتاً اضافہ وترمیم کرتے رہتے ہیں۔اگر پاکستان میں لاکھوں پرائیویٹ اسکولوں کو اپنا نصاب تعلیم خود طے کرنے کا حق حاصل ہے تو دینی مدارس سے یہ حق کس قانون اور ضابطے کے تحت چھینا جارہا ہے۔ہمارا یہ مؤقف دوٹوک ہے کہ اگر حکومت نے دینی مدارس کے وفاقوں کو اعتماد میں لیے بغیر اپنی طرف سے طے کردہ کوئی نصاب مدارس پر لازم کیا تو ''وفاق'' کے مدارس اسے قبول نہیں کریں گے۔

کسی حکومتی مداخلت کے بغیر ثانویہ عامہ (میٹرک) تک ہم عصری علوم کی تدریس مدارس دینیہ میں دینے کے لیے تیار ہیں، جبکہ حکومت کو یہ تعاون کرنا چاہیے کہ وہ ہماری جاری کردہ ''شہادۃ الثانویۃ العامہ'' کو میٹرک کے مساوی قرار دے اور ''شہادۃ الثانویہ الخاصہ'' (ایف۔اے) اور شہادۃ العالیہ کو (بی اے) کا معادلہ قرار دے۔

تازہ صورت حال

۲۹ جنوری ۲۰۰۲ء کو وفاقی مذہبی اُمور نے ہمارے اس مؤقف سے اتفاق کیا اور وعدہ کیا کہ میٹرک تک کے لازمی مضامین جن مدارس میں پڑھائے جائیں گے اُن کے متعلقہ ''وفاق'' کی سند کے معادلہ کی پوری کوشش کی جائے گی اور باقی اسناد کا معادلہ بھی منظور کرایا جائے گا۔

غیر ملکی طلبہ کے داخلہ کا مسئلہ

حکومتی مؤقف......غیر ملکی طلبہ کو تعلیمی ویزے کے بغیر داخلہ نہ دیا جائے، اس طرح کے زیر تعلیم طلبہ کو ویزے کے حصول

کے لئے واپس بھیجا جائے۔ متعدد ممالک نے ہم سے اس بناء پر احتجاج کیا ہے کہ آپ کے تعلیمی اداروں میں ہمارے باشندوں کو غیر قانونی طور پر داخلے کیوں دیئے جاتے ہیں۔

وفاق کا موقف

(الف)......ہم قانونی دستاویزات کے بغیر کسی بھی غیر ملکی طالب علم کے تعلیمی داخلے کے قائل نہیں ہیں، البتہ علوم دینیہ کے خواہشمند یہ حضرات پاکستان جیسی نظریاتی و اسلامی مملکت کی جانب سے اس سلسلہ میں ہر قسم کے تعاون و خیر خواہی کے مستحق ہیں۔ غیر ملکی طلبہ کے لیے ویزے اور این او سی کا موجودہ طریق کار پیچیدہ اور مشکل ہے، اسے سہل بنانے کی ضرورت ہے، ایسے طلبہ کو کئی وزارتوں سے اجازت لینے کے علاوہ بہت سا وقت بھی ضائع کرنا پڑتا ہے۔ ضرورت ہے کہ ون ونڈو آپریشن ہو، مدت کی تحدید کی جائے اور پاکستانی سفارت خانوں کو ہدایت کی جائے کہ وہ متعینہ مدت میں امیدوار کی درخواست پر فیصلہ کر کے اطلاع دیں۔

(ب)......جو طلبہ غیر تعلیمی ویزے پر پاکستان آئے، مگر پھر دینی ذوق کی بناء پر کسی مدرسہ میں پڑھنے لگے تو ایسے طلبہ کے ویزے متعلقہ ادارے یا ''وفاق'' کی تصدیق وسفارش پر تبدیل کر کے تعلیمی ویزوں میں بدل دیئے جائیں۔

تازہ صورت حال

صدر مملکت نے ۲۷ دسمبر کی ملاقات میں اس مطالبہ سے اتفاق کیا، چنانچہ ۱۲ جنوری کے خطاب میں انہوں نے اعلان کیا کہ متعلقہ ملک کے این او سی کے بعد غیر ملکی طلبہ کو تعلیمی ویزہ جاری کر دیا جائے گا، ایسے طلبہ کو واپس اپنے ملک جانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ویزے کے حصول کو آسان بنانے کا مطالبہ ہنوز تشنہ تکمیل ہے۔ واضح رہے کہ تمام وفاقوں نے اپنے ملحقہ مدارس کو ہدایات دی ہیں کہ کسی بھی غیر ملکی طالب علم کو قانونی دستاویزات کے بغیر ہرگز داخلہ نہ دیا جائے۔

● ......دینی مدارس آرڈیننس

چند ماہ قبل حکومت نے ایک ''دینی مدارس آرڈیننس'' جاری کیا تھا اور اعلان کیا تھا کہ اس کا تعلق صرف ان مدارس سے ہوگا جو ماڈل دینی مدارس اور دار العلوم، حکومت خود قائم کرے گی، یا جو مدارس رضا کارانہ طور پر اس بورڈ سے الحاق کریں گے، حکومتی حلقوں کی طرف سے یہ یقین دہانی کروائی گئی کہ اس آرڈیننس سے آزاد دینی مدارس کی خود مختاری پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔

صحیح صورت حال

اس آرڈیننس کے بغور مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں ایسے الفاظ شامل ہیں کہ اس آرڈیننس کے تحت قائم ہونے والے بورڈ کا دائرہ کار غیر ملحق دینی مدارس و جامعات تک وسیع ہو سکتا ہے، چنانچہ ۲۷ دسمبر کو صدر پاکستان سے ملاقات کے دوران ہم نے اس خدشہ کا اظہار کیا اور اُن پر واضح کیا کہ ہم دینی مدارس کے نظام تعلیم و تربیت، نصاب تعلیم، امتحانات اور اندرونی اُمور میں حکومتی مداخلت کو ضرر رساں سمجھتے ہیں۔ دنیا کے بیشتر ممالک میں ممتاز یونیورسٹیاں اپنے معاملات میں سرکاری مداخلت سے مکمل

طور پر آزاد ہوتی ہیں، لہٰذا دینی مدارس کو بھی حکومتی مداخلت سے آزاد رہنے دیا جائے اور اس آرڈیننس میں مناسب ضروری اصلاح کی جائے۔ نیز اس آرڈیننس کی اصلاح کے لیے ایک تین رکنی کمیٹی تشکیل دی جائے۔ اس کمیٹی کے لیے مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب (نائب صدر تنظیم المدارس پاکستان) راقم الحروف محمد حنیف جالندھری (ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان) اور جسٹس (ر) امجد علی (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل) کے نام پیش کیے گئے۔

صدر پاکستان نے اس مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے اس آرڈیننس کی اصلاح کے لیے مذکورہ بالا سہ رکنی کمیٹی کی منظوری دے دی ہے اور عنقریب وزارت مذہبی اُمور اس کا اجلاس طلب کر رہی ہے۔

● ......مختلف حکومتی اداروں کی طرف سے مدارس کو موصول ہونے والے فارم

کچھ عرصہ سے حکومت کے مختلف محکموں اور ایجنسیوں کی طرف سے دینی مدارس کے کوائف طلب کیے جا رہے ہیں۔ اگرچہ ان میں زیادہ تر وہی کوائف پوچھے گئے ہیں جن کی تشہیر عام طور پر اہل مدارس کرتے رہتے ہیں اور انہیں فراہم کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس کے لیے جو طریق کار اختیار کیا گیا ہے وہ خاصا پریشان کن اور تکلیف دہ ہے۔ یہ معلومات پہلے وزارت تعلیم، پھر وزارت مذہبی اُمور اور اب محکمہ اوقاف نے طلب کی ہیں جو دراصل ''وفاق'' کے فارم الحاق کی نقل ہیں۔

ہم اس سلسلہ میں حکومت کو متعدد بار کہہ چکے ہیں کہ آپ کو مدارس کے جو کوائف بھی مطلوب ہوں وہ متعلقہ وفاقوں کے مرکزی دفاتر سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اہل مدارس کو پریشان نہ کیا جائے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ بعض سرکاری اہل کار اہل مدارس سے توہین آمیز رویہ اختیار کرتے ہیں اور غیر متعلقہ سوالات کرتے ہیں۔ اس نامناسب طرز عمل کے باعث مدارس میں کافی اضطراب پایا جاتا ہے۔ مدارس میں بے پناہ مصروفیات اور ملازمین محدود ہوتے ہیں، ایک ہی نوعیت کے مختلف محکموں سے موصول ہونے والے یہ فارم ان کے لیے تضییع اوقات کا سبب بنتے ہیں، جب ایک محکمہ یہ کوائف حاصل کر چکا ہے تو باقی محکموں کو اُسی سے رجوع کرنا چاہیے۔ ارباب حکومت ہمارے اس مؤقف سے زبانی طور پر تو اتفاق کرتے ہیں، لیکن تا حال ان کا عمل اس کے خلاف ہے۔

بہر حال ان فارموں کو پُر کر دینے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر کوئی مدرسہ یہ سمجھتا ہے کہ کوئی سوال ایسا ہے جس کا جواب عام مصلحت کے خلاف ہے تو وہ اسے ''وفاق'' کی طرف محول کرے۔ خود مختار بورڈ، عصری علوم کی تعلیم اور اس سلسلہ میں مشکلات، مسائل اور تجاویز وغیرہ کے جواب میں یہ لکھا جائے کہ ہمارا الحاق ''وفاق المدارس'' سے ہے، اس سلسلہ میں ہم ''وفاق'' کے فیصلے اور پالیسی کے پابند ہیں۔

● ......مدارس اور علمائے کرام کے خلاف حالیہ حکومتی اقدامات

حکومت کے اعلان اور یقین دہانیوں کے برعکس بعض مقامات پر مدارس کے دفاتر کو سیل اور مہتمم حضرات، اساتذہ کرام اور طلبہ کو گرفتار کیا گیا ہے، یہ کارروائی بلا جواز اور غیر قانونی ہے، یہ تمام حضرات صرف درس و تدریس کا مقدس فریضہ انجام دینے والے ہیں۔ ہم اپنی بساط کے مطابق بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ گرفتار شدگان کی جلد از جلد رہائی عمل میں آسکے اور دفاتر کھل سکیں۔

ارباب مدارس سے بھی درخواست ہے کہ وہ اس طرح کی صورت حال میں مقامی سطح پر اہل مدارس اور علماء کے مشترکہ اجلاس بلوائیں، تمام مکاتبِ فکر سے رابطہ کریں، ضلعی ناظمین اور انتظامیہ سے مشترکہ وفود کی صورت میں ملیں۔ اگر ضرورت ہو تو احقر سے بھی رابطہ کریں۔ نیز گرفتار شدہ علماء اور مدارس کے خلاف ہونے والی کارروائی سے احقر کو بھی مطلع فرمادیں۔

آخری گزارش!

سہ ماہی ''وفاق'' کے شمارہ نمبر ''۵'' اور ''۶'' کا مکمل مطالعہ فرمالیا جائے، ان میں تمام ضروری تفاصیل موجود ہیں۔ آیندہ ہر شمارے کے مطالعہ کا اہتمام فرمائیں تو آپ کو تقریباً تمام سوالات کے جوابات حاصل ہوسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اپنے وسائل کے مطابق رائے عامہ کو مدارس کے حق میں ہموار کریں، تمام طبقات حکام، وکلاء، علماء، تاجر، صنعت کار، اخبار نویس، کالم نویس، دانشوروں، سیاست دانوں اور سول و فوجی افسران سے ملاقاتیں کر کے انہیں دینی مدارس کی خدمات سے آگاہ کریں اور مدارس کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کی حقیقت بیان کریں۔ ''وفاق المدارس'' اور ''اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان'' کو مضبوط بنائیں اور مرکز سے رابطہ رکھیں۔

بنظرِ حالات حاضرہ آپ کی آراء و تجاویز ہمارے لیے رہنما ہوں گی، مدارس کے تحفظ کے لیے ہمیں مزید کیا اقدام اُٹھانے چاہئیں؟ اپنی رائے گرامی سے ضرور مطلع فرمائیں۔

راقم الحروف نے اپنی یہ معروضات قدرے تفصیل کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کردی ہیں، تاکہ تمام دینی حلقوں اور وفاقوں کے مشترکہ مؤقف کے علاوہ تا حال کی جانے والی کارگزاری بھی آنجناب کے علم میں آسکے۔ تاہم یہ سب ظاہری اسباب و وسائل ہیں اور اپنی تاثیر میں مؤثر حقیقی اور مسبّب الاسباب کے محتاج ہیں، اس لیے مدارس دینیہ، مساجد اور دینی مکاتب کے تحفظ و بقاء اور آزادی و خود مختاری کے لیے خصوصی دعاؤں کی از حد ضرورت ہے، اسے فراموش نہ فرمایا جائے۔ بلکہ جو لوگ مساجد و مدارس کے بارے میں نیک عزائم نہیں رکھتے اُن سے نجات کے لیے بھی دعاؤں کا اہتمام کیا جائے۔ یہ مدارس جس طرح ماضی میں انتہائی کٹھن حالات کے باوجود اپنے مشن پر کاربند رہے ہیں، ان شاء اللہ! آیندہ بھی رہیں گے۔

واللّٰہ المستعان وعلیہ التکلان

مدارس وحکومت مذاکرات — ایک جائزہ

ابن الحسن عباسی

حکومت کے ساتھ دینی مدارس کی قیادت کی تازہ ملاقات جمعرات 22 ستمبر 2005ء کو وزارت مذہبی امور کے کمیٹی روم میں ہوئی اور اگلے دن حضرت صدر وفاق کی سرپرستی میں وزیر اعظم سے ملاقات ہوئی۔ 24 ستمبر 2005ء کو کراچی میں ناظم اعلیٰ وفاق المدارس مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے پریس کانفرنس میں ملاقات کی طے شدہ تفصیلات بتلائیں۔ انہوں نے کہا کہ

> ''وزیر اعظم پاکستان سے ملاقات انتہائی خوش گوار ماحول اور افہام وتفہیم کی فضا میں ہوئی۔ وزیر اعظم سے ہم نے گزارش کی کہ مدارس سے غیر ملکی طلبہ کی ملک بدری وطن عزیز کے مفاد میں نہیں اور مدارس کی اسناد کو سیاسی تنازعات کی بھینٹ نہ چڑھایا جائے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ یہ دونوں مسئلے گفت وشنید اور باہمی مشاورت سے حل کر لیے جائیں گے۔'' ناظم اعلیٰ نے کہا کہ ''مدارس کی رجسٹریشن کا معاملہ خوش اسلوبی سے طے پا گیا ہے اور حکومت نے رجسٹریشن کے متعلق ہمارے تحفظات وخدشات ختم کرانے کی یقین دہانی کرادی ہے۔''

مدارس کا مطالبہ ہے کہ رجسٹریشن سابقہ قانون 1860 کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت کی جائے۔ حکومت نے اس میں چار دفعات پر مشتمل ایک نئے سیکشن کا اضافہ کیا ہے جس پر ارباب مدارس کو کچھ تحفظات وخدشات تھے۔ تازہ ملاقات کے بعد طے یہ ہوا کہ حکومت ان تحفظات کے ازالے کے ساتھ اسے اسمبلیوں سے منظور کرائے گی۔

صدر پرویز مشرف اکتوبر 1999ء میں برسر اقتدار آئے، 19 اگست 2001ء کو انہوں نے بائیس دفعات پر مشتمل ''ماڈل دینی مدارس آرڈیننس'' جاری کیا، جسے اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ نے 27 اگست 2001ء کو اپنے اجلاس میں متفقہ طور پر مسترد کر دیا۔ اس کے تقریباً ایک سال بعد 19 جون 2002 کو وفاقی کابینہ نے 29 دفعات پر مشتمل ''مدرسہ رجسٹریشن اینڈ ریگولیشن آرڈیننس'' کی منظوری دی۔ اس آرڈیننس میں ملک کے تمام مدارس کو پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ یعنی ماڈل دینی مدارس بورڈ سے الحاق کا پابند بنایا گیا تھا۔ 18 جولائی 2002ء کو اتحاد تنظیمات مدارس کا اجلاس ہوا، جس میں اسے کلی طور پر مسترد کر دیا۔ چناں چہ ماڈل مدارس کے سوا اس نئے قانون کے تحت کسی مدرسہ نے رجسٹریشن نہیں کرائی۔ یکم جون 2004 کو وفاقی وزارت داخلہ نے اپنے نوٹیفیکیشن نمبر 2-40/30/99/Poll1 میں دینی مدارس کی رجسٹریشن پر عائد پابندی اٹھانے کا اعلان کیا اور تمام صوبوں کو ہدایت کی کہ وہ مدارس اور مساجد کی رجسٹریشن حسب سابق 1860ء کے سوسائٹی

ایکٹ کے تحت کریں، پہلے سے رجسٹرڈ مدارس کی نئی رجسٹریشن کی شرط بھی ختم کر دی گئی تھی۔ وفاق المدارس نے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا اور اسے مدارس کے متحدہ موقف کی فتح قرار دیا۔ چناں چہ ناظم اعلیٰ وفاق نے اس وقت اپنے جاری کردہ پریس ریلیز میں کہا "مدارس کی رجسٹریشن پر عائد پابندی اٹھانے کا حکومتی فیصلہ اتحاد تنظیمات مدارس کی فتح ہے اور ایک عرصے سے اس موضوع پر مسلسل حکومت سے مذاکرات ہو رہے تھے۔" انہوں نے دینی مدارس کے ذمے داروں سے اپیل کی کہ وہ فوری طور پر متعلقہ دفاتر سے رابطہ کر کے اپنے مدارس کی رجسٹریشن کرائیں، وفاقی وزارت داخلہ و وزارت تعلیم اور وزارت مذہبی امور نے تمام صوبوں کو ہدایات جاری کر دی ہیں۔

لیکن ان ہدایات کا کوئی عملی نتیجہ سامنے نہیں آیا، یہاں تک گزشتہ ماہ مدارس رجسٹریشن کا ایک نیا آرڈیننس جاری ہوا اور آج کل مدارس کی قیادت اس کے مضر پہلو کی صفائی میں لگی ہوئی ہے۔

صدر پرویز مشرف کے اقتدار میں آنے کے بعد ان سے دینی مدارس کی قیادت کی مدارس کے معاملات کے بارے میں دو تفصیلی ملاقاتیں ہوئیں۔ پہلی ملاقات 27 دسمبر 2001ء کو ہوئی، تین گھنٹے کی اس ملاقات میں صدر صاحب نے بحیثیت مجموعی دینی مدارس کی کفالت عامہ اور شرح خواندگی بڑھانے کی تعریف کی۔ مدارس کی قیادت نے اس اجلاس میں رجسٹریشن، غیر ملکی طلبہ اور اسناد کا معاملہ ان کے سامنے کر رکھا۔ صدر صاحب نے ان معاملات کو نمٹانے کا عندیہ دیا اور موقع پر ہی وزیر مذہبی امور ڈاکٹر محمود احمد غازی کو عملی اقدامات تجویز کرنے کی ہدایت دی۔ ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ سرکاری حکام آئندہ عموم کے ساتھ دینی مدارس پر دہشت گردی اور منفی سرگرمی کا الزام نہ لگائیں۔ اگر کوئی مدرسہ اس میں ملوث ہے تو ٹھوس شہادتوں کے ساتھ صرف اس کا نام لیا جائے، صدر صاحب نے اس کا بھی وعدہ کیا۔

صدر مملکت کی واضح یقین دہانیوں کے بعد "اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ" نے 6 جنوری 2002ء کو جامعہ نعیمیہ لاہور میں طلب کردہ مدارس کنونشن یہ کہہ کر ملتوی کر دیا کہ ہم صدر مملکت کی یقین دہانیوں پر حکومت کے ذمے داران کے عمل در آمد کی رفتار، نیک نیتی، عملی پیش رفت کا باریک بینی سے جائزہ لیتے رہیں گے اور اس کے بعد مستقبل کے لائحہ عمل کا فیصلہ کریں گے۔

لیکن "وفائے عہد کا وعدہ فقط نوک زبان تک ہے" صدر پرویز مشرف صاحب نے مدارس کی طرف سے اٹھائے گئے مسائل و مطالبات میں سے کوئی بھی حل نہیں کیا، یہاں تک کہ گذشتہ سال سات ستمبر 2004 کو وفاق المدارس کے صدر مولانا سلیم اللہ خان کی قیادت میں اتحاد تنظیمات کے وفد نے صدر مملکت سے دوسری بار ملاقات کی۔ ساڑھے تین گھنٹے سے بھی زیادہ دیر تک جاری رہنے والی اس ملاقات میں دینی مدارس سے متعلق تمام امور پر تفصیلی گفتگو کی گئی اور تقریباً وہی مطالبات دوبارہ سامنے لائے گئے جو 2001ء کی ملاقات میں پیش کیے گئے تھے۔ صدر نے دینی مدارس کی اسناد کو سرکاری طور پر تسلیم کرنے کا راستہ نکالنے کے لیے متعلقہ حکام کو ہدایت کر دی تھی اور مدارس کے پانچوں وفاقوں کو یونی ورسٹیوں کا درجہ دینے کی تجویز بھی قبول کر لی تھی۔ مدارس کے نمائندہ وفد نے اس بات پر گہری تشویش ظاہر کی کہ حکومت کی طرف سے کسی تفریق کے بغیر مدارس کے خلاف عمومی طور پر دہشت گردی کا الزام عائد کیا جاتا رہا، اس سے مدارس کی ساکھ متاثر ہوتی ہے۔

صدر صاحب نے یقین دلایا کہ ''آئندہ اگر کسی مدرسے کے خلاف شکایت ہوئی تو متعلقہ وفاق سے مشاورت کے بعد اگلا قدم اٹھایا جائے گا۔''

لیکن ان میں سے کسی بھی یقین دہانی کا کوئی مثبت نتیجہ سامنے نہیں آیا۔ فروری 2005ء میں ''انٹر مدرسہ بورڈ'' کا شوشہ چھوڑا گیا، اس کے بعد وزیر اعظم کے قائم کردہ ''مدارس اصلاح بورڈ'' کا نوٹیفکیشن جاری ہوا، اسلام آباد میں طالبات کے مدرسہ جامعہ حفصہ پر پولیس حملہ آور ہوئی، لندن دھماکوں کے بعد ملک بھر کے مختلف مدارس پر چھاپوں کا اذیت ناک سلسلہ شروع ہوا اور مدارس میں پڑھنے والے غیر ملکی طلبہ کی ہنگامی طور پر ملک بدری کا فیصلہ کیا گیا۔ تب اتحاد تنظیمات مدارس نے 27 جولائی 2005ء کو ایک اعلامیہ جاری کیا جس میں لکھا تھا ''7 ستمبر 2004ء کے ایک اجلاس میں صدر پاکستان نے واضح ہدایت دی تھی کہ اگر حکومت کو کسی مدرسے کے خلاف کوئی کارروائی کرنی ہو تو جس وفاق کے ساتھ اس کا الحاق ہے، اس کے سربراہ کو اعتماد میں لے کر کارروائی کی جائے۔ اسلام آباد میں طالبات کے مدرسے پر کارروائی کرتے وقت صدر کے اس بیان کو توڑا گیا ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ صدر پاکستان کی 7 ستمبر 2004 کے اجلاس میں دی گئی ہدایت کے مطابق وفاقی وزارت مذہبی امور میں ہماری تمام درجات کی اسناد کی منظوری اور ہمارے امتحانی بورڈز کو قانونی حیثیت دینے سے متعلق مذاکرات جہاں تک پہنچے تھے، وہیں سے انہیں آگے بڑھایا جائے اور تمام معاملات کو حتمی شکل دینے کے لیے تین ماہ کا ٹائم فریم مقرر کیا جائے''۔

لیکن اس طرح کے مطالبات کی کوئی شنوائی نہیں ہوئی...... یوں گزشتہ چار پانچ سال سے جاری مذاکرات میں دینی مدارس کے سلگتے ہوئے مسائل میں سے اب تک ایک بھی مسئلہ حل کرنے کی طرف سنجیدہ پیش رفت نہیں ہو سکی۔

اس تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مقصد دراصل دینی مدارس کی آزادی، خود مختاری اور معاشرے میں ان کے اثر و رسوخ کو ختم کرنا ہے، اس کے لیے وقتاً فوقتاً مختلف عنوانات سے آرڈیننس جاری کیے جاتے ہیں اور جب مدارس کی طرف سے احتجاج کی راہ اختیار کی جاتی ہے تو اس کے تحریکی شکل اختیار کرنے کے خوف سے وقتی طور پر مفاہمانہ مؤقف اپنا لیا جاتا ہے۔

رجسٹریشن، سندات کی آئینی حیثیت، غیر ملکی طلبہ کی ملک بدری اور مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ مہم...... یہ چار ''حکومت مدارس مذاکرات'' کے بنیادی ایشوز ہیں۔ رفاہی اداروں کے لیے رجسٹریشن کا ایک قانون موجود ہے، حکومتی اہل کاروں کا کہنا ہے کہ وہ فرسودہ ہو چکا ہے اور اب نئے قانون کی ضرورت ہے۔ سوال یہ ہے کہ این جی اوز اور دوسرے رفاہی ادارے اسی قانون کے تحت رجسٹرڈ ہو رہے ہیں، صرف مدارس کے لیے اسے ناکافی سمجھنا مدارس کے ساتھ امتیازی سلوک کے زمرے میں آتا ہے...... یہی معاملہ غیر ملکی طلبہ کا ہے۔ مدارس مخالف ذہنوں کی پالیسی کا اصل مقصد یہ ہے کہ غیر ملکی طلبہ اپنے اپنے ملکوں میں جاتے ہیں تو وہ اپنی مادر علمی کے ساتھ مالی تعاون کا بھی ذریعہ بنتے ہیں۔ ان کی تعلیم پر پابندی لگانے سے مدارس کو ملنے والی بیرونی امداد رک جائے گی اور اس طرح مدارس کے قیام و بقا میں خلل واقع ہو گا ورنہ ملک و ملت کی افادیت

کے نقطۂ نظر سے اس میں دو رائے نہیں ہوسکتیں کہ یہ طلبہ یہاں سے جا کر اپنے ملکوں میں پاکستان کے لیے مخلص سفیروں کا کردار ادا کرتے ہیں۔

اسناد کے سلسلے میں مدارس کا موقف ہے کہ ان کے وفاقوں کو بورڈ کا درجہ دیا جائے اور اس کی دو نظیریں پہلے سے موجود ہیں۔ ایک آغا خان بورڈ اور دوسرا مدرسہ ایجوکیشن بورڈ...... یا پھر انہیں امتحانی یونی ورسٹیوں کا رتبہ دیا جائے کیوں کہ ایک امتحانی یونی ورسٹی کی منظوری کے لیے جس قدر شرائط اور آئینی تقاضے ہیں، ان کو مدارس کے وفاق بدرجہ اتم پورا کرتے ہیں تاہم حکومت کو خدشہ ہے کہ مدارس کے وفاقوں کو بورڈ یا یونی ورسٹی کا درجہ دینے کے بعد وہ اور مستحکم اور مضبوط ہو جائیں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کے بعض ذمے دار افراد مدارس کے معاملے میں سنجیدہ اور مخلص ہیں، لیکن مدارس کے حق میں کوئی فیصلہ جانے سے پہلے کچھ نا گہانی ہاتھ یا اسے روک دیتے ہیں یا اس میں تبدیلی کر کے اس کی افادیت کو کم کر دیتے ہیں...... مذاکرات کی موجودہ روش برقرار رہی تو مدارس کے لیے سرکاری سطح پر کسی بڑی کام یابی کے انتظار کی مدت کافی لمبی معلوم ہوتی ہے۔

دینی مدارس کی اسناد کے معاملہ میں پیش رفت

دینی مدارس کے پانچوں وفاقوں کی مشترکہ تنظیم "اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ" کے حکومت کے ساتھ مدارس کے مختلف معاملات پر مذاکرات کا سلسلہ چلتا رہتا ہے "دینی مدارس" اس وقت چوں کہ بین الاقوامی ایجنڈے کے سرفہرست موضوعات میں جگہ پا چکے ہیں اور ان کے اثر و نفوذ کو ختم کرنے کے لئے بیرونی لابیاں گزشتہ تمام ادوار کے مقابلے میں کہیں زیادہ عزم و وسائل کے ساتھ اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے سرگرم ہیں جس کی وجہ سے حکومت پر کافی دباؤ ہے، دوسری طرف موجودہ حکومت بیرونی دباؤ کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے میں بھی بڑی مشہور ہو چکی ہے...... پرویز مشرف صاحب اور دوسرے سرکاری عمائدین کے ساتھ ۷ ستمبر ۲۰۰۴ء کی ملاقات میں دینی مدارس کا موقف بڑی تفصیل کے ساتھ صدر وفاق المدارس شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے پیش کیا تھا...... دینی مدارس کی اسناد سے متعلق اتحاد تنظیمات کی طرف سے ایک چارٹر بھی پیش کیا گیا تھا، جس میں لکھا تھا:

> "ہماری پانچ تنظیمات کو Examining University کا الگ الگ چارٹر دیا جائے، اس کے لئے سہل اور قابل عمل طریقۂ کار یہ ہے کہ جب اسمبلی کا اجلاس جاری نہ ہو تو صدر مملکت اس کا آرڈی ننس جاری کر دیں، بعد میں پارلیمنٹ ایکٹ کی صورت میں اس کی منظوری دے دے۔ گزشتہ ۱۵ سالوں میں ملک میں صدر اور مختلف صوبائی گورنرز کی طرف سے اسی نہج پر پرائیوٹ سیکٹر میں بیسیوں یونی ورسٹیوں کے چارٹر جاری کیے گئے ہیں، بعض کو بعد میں اسمبلیوں میں بل پیش کر کے باقاعدہ طور پر منظور کیا گیا اور بعض کو ایل۔ ایف۔ او کے Indemnity Bill میں تحفظ مل گیا"۔
>
> ہائر ایجوکیشن کمیشن نے باقاعدہ تدریسی یونی ورسٹیوں کے لئے جو معیار مقرر کیا ہے (مثلاً یہ

کہ اس کے پاس ۱۶۰ ایکڑ زمین ہو، بیس کروڑ روپے نقد وغیرہ) ان میں سے ایک یونی ورسٹی بھی اس معیار پر پورا نہیں اُترتی، بعض بنگلوں میں اور بعض فلیٹوں میں اپنے کیمپس چلا رہی ہیں، لہٰذا ہمارے ملک میں یہ صوابدیدی اختیارات (Discretionary Powers) صرف ناپسندیدہ اشخاص یا اداروں (Persona Non-Granta) کا راستہ روکنے کے لئے ہوتے ہیں۔ لیکن محض امتحانی یونی ورسٹی (Examinimg University) جو تدریس کا بار اپنے ذمے لئے بغیر قائم ہوتی ہے، اداروں کا الحاق کرتی ہے، مختلف درجات کا نصاب مقرر کرتی ہے، نیز امتحان لیتی ہے اور اسناد (Certificates) اور شہادات (Degrees) جاری کرتی ہے، اس پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ نیز یہ امر بھی واضح ہے کہ کسی بھی یونی ورسٹی کی جاری کردہ شہادہ (Degree) نہ تو حکومت پر حامل شہادت (Degress Holder) کے لئے روزگار فراہم کرنے کی لازمی پابندی عائد کرتی ہے اور نہ ہی ایسا ہوتا ہے، سب کو کھلے میدان (Open Market) میں مسابقت (Competition) کر کے اپنی اہلیت ثابت کرنی ہوتی ہے۔ اگر حکومت کو ہمارا یہ جائز مطالبہ کسی خاص وجہ سے منظور نہ ہو تو پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کی نہج پر ہماری پانچ تنظیمات کے پرائیوٹ سیکٹر میں خود مختار بورڈز کی منظوری دے دے۔ جن کا طریقہ کار وہی ہوگا، جو ''امتحانی یونی ورسٹی'' کا درجہ دینے کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔

حکومت جب بھی اصولی طور پر ہمارا مطالبہ تسلیم کرنے پر آمادہ ہو جائے، ہم ان شاء اللہ العزیز ایک ہفتے کے اندر مجوزہ آرڈی نَنس/ ایکٹ کا ماڈل ڈرافٹ تیار کر کے حکومت کو دیدیں گے اور اس میں یونی ورسٹی چارٹر یا بورڈ کے سارے اعمال (Functionaries)، عہدیداران، مجالسِ نصاب (Boards of Studies)، نظامِ امتحان (Examination Sysetm)، ہیئتِ مقتدرہ، شعبۂ مالیات (Finincial Management) الغرض تمام امور بالکل متعین اور واضح ہوں گے۔

مندرجہ بالا قطعی، محکم اور غیر مبہم اقدامات حتمی منظوری کے مراحل تک پہنچنے کے عبوری عرصے میں ہائر ایجوکیشن کمیشن اپنا ایک وضاحتی حکم نامہ وتصریح نامہ (Notification) ملک کی تمام یونی ورسٹیوں کو جاری کرے، جس میں اس امر کی قطعی صراحت ہو کہ ہماری ''شہادۃ العالمیۃ فی العلوم العربیۃ والاسلامیۃ'' کی ڈگری جو ''ایم۔ اے عربی و اسلامیات'' کے مساوی تسلیم کی جاچکی ہے، اس پر پاکستان کی یونی ورسٹیوں سے سندِ معادلہ

(Equivalence Certificate) لینے کی ایک قدغن بلا سبب عائد ہے، اسے فوری طور پر اٹھالیا جائے اور یہ کہ جس طرح ہر یونی ورسٹی کی شہادۃ (Degree) اپنا ثبوت خود ہے، ہماری شہادۃ کی بھی وہی حیثیت تسلیم کرلی جائے ''شہادۃ العالیۃ''، جو''بی۔اے'' کے مساوی ہے، اس کی مسلمہ حیثیت کو بھی واضح (Notify) کیا جائے۔اسی طرح انٹر بورڈ چیئرمین کمیٹی (Inter Boards Chairmen Comittee) کو ہدایت کی جائے کہ وہ اپنی ایک باقاعدہ میٹنگ میں، جس میں ہماری تنظیمات کے نمائندے بھی شریک ہوں، ہماری ''ثانویہ عامہ'' مساوی میٹرک اور''ثانویہ خاصہ'' مساوی انٹرمیڈیٹ کی اسناد کو تسلیم کرنے کا باقاعدہ فیصلہ کریں اور اسے باقاعدہ مشتہر (Notify) کریں۔''

۷ستمبر۲۰۰۴ء کی ملاقات میں اسناد کی آئینی حیثیت سے متعلق اتحاد کے مطالبے پر غور کرنے اور اسے حل کرنے کے لئے ،صدر پرویز مشرف نے وزارت تعلیم ،وزارت مذہبی امور اور دوسرے متعلقہ افراد کو حکم دیا تھا،لیکن کئی ماہ سرد خانے میں رہنے کے بعد اب گیارہ اور بارہ مارچ ۲۰۰۵ کو اتحاد کے دوبارہ حکومت سے مذاکرات ہونے اور اس میں دینی مدارس کو امتحانی یونی ورسٹی یا امتحانی بورڈ کا درجہ دینے کے ایک سات رکنی کمیٹی بنائی گئی ہے جس میں وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب کے علاوہ باقی وفاقوں کے نمائندے،مذہبی امور اور وزارت تعلیم کے وفاقی سیکریٹری بھی شامل ہیں، یہ کمیٹی مدارس کو بورڈ کا درجہ دینے کے لئے ۲۵ مارچ تک ایک مسودہ تیار کرے گی تاکہ اسے ایکٹ یا اسمبلی میں بل کے طور پر پیش کیا جاسکے۔

دینی مدارس کے وفاق اپنا مضبوط امتحانی نیٹ ورک رکھتے ہیں،وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت صرف اس سال تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار طلبہ وطالبات نے امتحان دیا جو بیک وقت ملک کے چاروں صوبوں بشمول گلگت وآزاد کشمیر میں منعقد ہوا اور اس کے لئے چھ سو ساٹھ امتحانی مراکز قائم کیے گئے تھے، یہ امتحان مثالی نظم وضبط کے ساتھ ملک بھر میں ہوتا ہے اور کسی بھی امتحانی یونی ورسٹی یا بورڈ کے اعلیٰ معیارات پر پورا اترتا ہے اس لئے مدارس کی یہ تنظیمیں بہرحال امتحانی یونی ورسٹیوں یا امتحانی بورڈ کا درجہ پانے کی مستحق ہیں، سرکاری حلقوں سے وقتاً فوقتاً مدارس کو قومی دھارے میں شامل کرنے کی بات کی جاتی ہے، امتحانی یونی ورسٹی یا بورڈ کا درجہ دیئے بغیر انہیں اس دھارے میں کیسے شامل کیا جاسکتا ہے،حکومت پیش رفت کے لئے یہ قدم تو اٹھائے۔

☆......☆......☆

علماء سے مشاورت کے بعد فیصلہ کریں

(روزنامہ جنگ کا ایک اداریہ، جس میں بعض تاریخی حقائق بیان کیے گئے ہیں)

صدر آصف علی زرداری نے اعلان کیا ہے کہ دینی مدارس سے متعلق اصلاحات کے تحت حکومت تمام مدارس کا کنٹرول سنبھالے گی اور طلبہ کو انتہا پسندوں سے علیحدہ کر کے انہیں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم سے بھی بہرہ مند کیا جائے گا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے مدرسہ سسٹم میں اصلاحات لانے کا عزم کر رکھا ہے جس کے تحت نصاب کو جدید بنایا جائے گا اور انہیں حکومتی نظام میں شامل کر لیا جائے گا۔ انہوں نے ان خیالات کا اظہار واشنگٹن میں پاکستانی کمیونٹی سے خطاب کرتے ہوئے کیا اور کہا کہ چونکہ پاکستان کو درپیش چیلنجز سے کوئی بھی اکیلے نہیں نمٹ سکتا لہٰذا اس مقصد کے لئے ہم نے تمام سیاسی جماعتوں کا تعاون حاصل کیا ہے تاکہ شدت پسندی کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جا سکے۔ بعض سیاسی حلقوں کا تاثر یہ ہے کہ دورۂ واشنگٹن کے دوران صدر آصف علی زرداری کے بعض بیانات خاص طور پر تمام دینی مدارس کو اصلاحات کے تحت حکومتی کنٹرول میں لینے کا اعلان براہ راست امریکی دباؤ کا نتیجہ ہے، کیونکہ امریکی تھنک ٹینکس، مغربی ذرائع ابلاغ اور بعض دانشوروں کی طرف سے ان مدارس کے متعلق بلا جواز طرح طرح کے خدشات اور تحفظات کا اظہار معمول بن کر رہ گیا ہے۔ سابق صدر پرویز مشرف کے دور میں بھی حکومت کی طرف سے دینی مدارس کو کنٹرول میں لینے کا خیال سامنے آیا تھا اور ان مدارس کو رجسٹریشن کرنے کی ہدایات بھی جاری کی گئی تھیں۔ حکومت اور وفاق المدارس کے عہدیداروں کے درمیان مذاکرات بھی ہوئے اور وفاق المدارس کی طرف سے کھل کر حکومتی اقدام کی نہ صرف مخالفت کی گئی بلکہ اس کے خلاف مزاحمت کا عندیہ بھی دیا گیا یہاں تک کہ مدارس کی رجسٹریشن میں بھی کوئی بڑی پیش رفت نہ ہو سکی۔ وفاق المدارس کے عہدیداران اور مدارس کے منتظمین کا کہنا تھا کہ وہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید علوم کی تدریس اور کمپیوٹر کی تعلیم بھی نصاب تعلیم میں شامل کر چکے ہیں۔ وسائل کی فراہمی کے ساتھ ساتھ اسے مزید آگے بڑھایا جائے گا۔ جہاں تک دینی مدارس کی تعلیمی خدمات کا تعلق ہے وہ ایک مسلمہ حقیقت کا درجہ رکھتا ہے۔ برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے خاتمے اور برطانوی حکومت کے قیام کے بعد 35 ہزار سے زائد دینی مدارس کی وقف املاک کو برطانوی حکومت نے سرکاری تحویل میں لے کر ان کی مالی وسائل اور خود کفالت پر ایک کاری ضرب لگائی ورنہ اس سے پہلے یہ مدارس ان وقف املاک سے حاصل ہونے والی آمدن سے اپنے اخراجات کی کفالت کرتے تھے لیکن اس کے بعد ان مدارس کو معاشرے کے صاحب ثروت اور مخیّر افراد کا تعاون حاصل کرنا پڑا۔ امر واقع یہ ہے کہ ہزاروں نہیں لاکھوں غریب اور بے سہارا طلبا و طالبات آج ان دینی مدارس میں دینی تعلیم کے علاوہ مروجہ اور کمپیوٹر کی تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں اور اب ان مدارس سے فارغ التحصیل طلبہ کو صرف تلاشِ روزگار کے لئے مساجد کی امامت کے لئے ہی تگ و دو نہیں کرنا پڑتی بلکہ وہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں۔ پاکستانی مدارس میں دوسرے ممالک کے طلبہ کی اچھی خاصی تعداد بھی زیر تعلیم ہے اور رہائش و خوراک اور نصابی

کتب کے علاوہ ان کے تمام اخراجات ان مدارس کے منتظمین برداشت کرتے ہیں البتہ معاشرے کے مخیّر اور صاحب ثروت افراد بھی دینی فریضہ سمجھ کر ان سے تعاون کرتے ہیں۔ یہ مدارس حکومتی خزانے پر قطعاً بوجھ نہیں ہیں۔

اس پس منظر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت عجلت میں یکطرفہ اقدام یا کارروائی کی بجائے وفاق المدارس کے عہدیداروں اور مدارس کے منتظمین کے ساتھ وسیع تر مشاورت کا اہتمام کرے اور اپنے اس کردار سے انہیں یقین دلائے کہ یہ اقدام کسی بیرونی دباؤ کا نتیجہ نہیں۔ جہاں تک مدارس کی رجسٹریشن کا تعلق ہے اسے بھی باہمی مشاورت سے طے کیا جا سکتا ہے اس حوالے سے حکومتی حلقوں کی طرف سے ماضی میں جن خدشات وخطرات کا اظہار کیا جاتا رہا وہ بھی بے نتیجہ ثابت ہوئے۔ ان مدارس کا ایک اپنا تاریخی پس منظر ہے۔ برطانوی استعمار نے جب مسلمانوں پر تعلیم کے دروازے بند کئے تو یہ دینی مدارس ہی تھے جنہوں نے علم کی شمع کو روشن رکھا اور تعلیم کے فروغ دینے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ آج بھی وہ لاکھوں طلبہ جو غربت وافلاس اور پسماندگی کی وجہ سے تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کے متحمل نہیں ہوسکتے ان مدارس کی بدولت دینی اور مروجہ علوم کی تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہیں اس طرح یہ مدارس جہالت اور ناخواندگی کا گراف کم کرنے اور خواندگی کے فروغ میں ایک تعمیری کردار ادا کر رہے ہیں۔ رہا جدید اور مروجہ علوم کی تدریس اور اصلاحات کی ترویج کا سوال تو ان مداس نے عصری تقاضوں کے حوالے سے نہ کبھی انکار کیا ہے نہ اس کی مخالفت کی البتہ اس کے لئے جن مالی وسائل کی ضرورت ہے اس کی فراہمی میں حکومت تعاون کر کے ان مدارس کو جدید اور ترقی یافتہ تعلیمی اداروں کی صف میں شامل کر سکتی ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام مکاتب فکر کے دینی مدارس کے ساتھ حکومت مشاورت کا عمل شروع کرے اور جو بھی اقدام کیا جائے اس میں کسی قسم کا بیرونی دباؤ شامل نہ ہو بلکہ یہ امر پوری طرح واضح ہو کر سامنے آنا چاہئے کہ اس اقدام کا مقصد دینی مدارس کے نصاب کو جدید اور عصری تقاضوں کے مطابق بنا کر ان کے منافع اور تشخص میں اضافہ کرنا اور مغربی حلقوں اور تھنک ٹینکس کی طرف سے ان کے خلاف مضحکہ خیز اور بے بنیاد الزام تراشی کا ازالہ کرتے ہوئے ان کا مسکت اور مدلل جواب دینا ہے۔ مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے مدارس کے منتظمین سے مشاورت اور ان کی رضامندی سے لائی جانے والی تبدیلی ہی نتیجہ خیز ثابت ہوسکتی ہے، اس طرح مدارس کے منتظمین، ممتاز علمائے کرام، دانشور اور دینی حلقے بھی معروضی حالات اور عصری تقاضوں کے ادراک کرتے ہوئے مثبت اور تعمیری اقدامات اور تبدیلیوں کا نہ صرف خیر مقدم کریں گے بلکہ حکومت کے ساتھ بھرپور تعاون کو بھی یقینی بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔ یوں بھی حکومت کا یہ تعلیمی اصلاحات کا پروگرام صرف دینی مدارس تک ہی محدود نہیں رہنا چاہئے بلکہ وسیع تر قومی اور ملکی مفادات کا تقاضا یہ ہے کہ پورے ملک میں لایا جائے جس سے مختلف مکاتب فکر کے درمیان فروعی اختلافات کو ختم کرنا ممکن ہوسکے۔ اس طرح قومی اتحاد ویکجہتی کو اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر فروغ دینا ممکن ہو سکے گا۔ خدانخواستہ اگر حکومت نے اپنی مرضی سے محض یکطرفہ اقدام کرتے ہوئے مدارس پر اپنا فیصلہ مسلط کرنے کی کوشش کی تو یہ دانشمندانہ اقدام نہیں ہوگا اس سے دینی حلقوں میں شدید غلط فہمیاں جنم لیں گی۔ قوم پہلے ہی سنگین مسائل اور چیلنجز سے نبرد آزما بدامنی اور لاقانونیت کی دلدل میں دھنستی جا رہی ہے اس لئے اب حکومت کو کسی یکطرفہ اقدام کے نتیجے میں کوئی نیا محاذ کھولنے سے بہر طور اجتناب کرنا چاہئے۔ (اداریہ روزنامہ جنگ پیر 15 جمادی الاول 1430ء 11 مئی 2009ء)

وفاق المدارس — ہم سب کی آبرو

ابن الحسن عباسی

[لال مسجد کے سانحہ کے بعد وفاق المدارس کی قیادت کے خلاف ملک کے اندر بعض حلقوں میں ایک جذباتی فضا بنی ہوئی تھی اور بعض عناصر اسے مزید ہوا دے کر انتشار کی طرف لے جا رہے تھے، سازشی منصوبوں کی نشان دہی پر مشتمل یہ مضمون احقر نے اس وقت لکھا اور ملک بھر کے حلقوں میں سنجیدگی کے ساتھ پڑھا گیا۔ مرتب]

وفاق المدارس، پاکستان میں ایک ایسا تعلیمی اور نظریاتی پلیٹ فارم ہے، جہاں اہل حق کے ایک ہی مکتب فکر کی وہ تمام جماعتیں اور شاخیں آ کر جمع ہو جاتی ہیں جن کا ہدف و مقصد تو ایک ہے لیکن اس کے حصول اور اس ہدف تک پہنچنے کے لیے طریقہ کار اور راستوں کا انتخاب مختلف ہے، یہی وجہ ہے کہ وفاق المدارس کو اہل حق کی مختلف شاخوں سے تعلق رکھنے والے کارکن، صرف ایک تعلیمی بورڈ ہی نہیں بلکہ وہ اسے اپنی نظریاتی تمناؤں کا مرکز اور اپنی تعلیمی و تربیتی راہوں کا محور و محافظ سمجھتے ہیں اور وفاق المدارس کی قیادت نے بھی ہمیشہ اسے تعلیمی اور تربیتی دائرے میں رکھا اور اہداف کے حصول کے لیے راہوں کے انتخاب میں جو اختلاف و نزاع کی شکلیں پیدا ہو جاتی ہیں، ان سے بالا ہو کر بنیادی سطح پر اپنا کام جاری رکھا۔

وفاق المدارس کے صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان نے جس مؤمنانہ بصیرت، جس درد و محنت اور جس سنجیدگی و عزم و جرأت کے ساتھ علمی ذوق سے بہرور اور مؤثر مدارس کے باوقار علماء کی ملک گیر مجلس عاملہ کے مشوروں اور تعاون سے گذشتہ بیس سالوں میں جس طرح سے اسے اٹھایا اور بڑھایا، اس کا ثمرہ آج ہم سب کے سامنے ہے کہ اس سال (شعبان ۱۴۲۸ھ) میں امتحان دینے والے طلبہ و طالبات کی تعداد میں اور ملحقہ مدارس کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔

''مدرسہ'' اس وقت طاغوتی قوتوں کی نگاہِ انتقام کا کھٹکتا کانٹا ہے، انہیں یہ حقیقت معلوم ہے کہ اسلام کے سرمدی نغموں کے ساز یہیں بنتے، سنورتے ہیں، اسلام کے لیے دھڑکنے والے دلوں کی پرورش یہیں ہوتی ہے، اللہ کی کبریائی کے صداکار یہیں تربیت پا کر ظلمت کدوں کو لرزاتے ہیں، اور دین رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاسبان یہاں سے اٹھ کر بتانِ آزری پر وار کرتے ہیں، اس پس منظر میں دنیا میں مدارس کی سب سے بڑی اور سب سے مؤثر اور فعال تنظیم کو وہ اپنے لیے بے تاب بجلی سے کم خطرناک نہیں سمجھتیں۔

لال مسجد اور جامعہ حفصہ کا جو دردناک واقعہ پیش آیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس نے مدارس، علماء، طلبہ اور عام مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا، جس درندگی، جس بربریت اور جس ظلم و بے دردی کے ساتھ یہ آپریشن کیا گیا اور جس وحشت ناک طریقے سے محصور

طلبہ وطالبات کو شہید کیا گیا، اس کی نظیر پاکستان کی ساٹھ سالہ تاریخ میں نہیں ملتی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پوری تاریخ اسلام میں اس طرح کی بربریت کی مثالیں بہت کم کم نظر آتی ہیں۔

پاکستان میں طاغوتی قوتوں کے ایجنٹوں نے اس آپریشن کا فیصلہ بہت پہلے کرلیا تھا، وہ اس کو آخری نہیں، بلکہ پہلا اور آخری حل سمجھتے تھے، حالانکہ یہ قضیہ کسی ایک انسان کے خون بہائے بغیر بہت آسانی کے ساتھ حل ہوسکتا تھا، لیکن اپنے غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے، بدنیت حکمرانوں نے ملکی، قومی اور ملی مفاد کو یکسر نظر انداز کر کے ان بے گناہ طلبہ وطالبات کے ظالمانہ طریقے سے خاتمہ کو ضروری سمجھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے، اس درگاہ میں دیر ہے، اندھیر نہیں، ان شاء اللہ ہمیں یقین ہے، جن لوگوں کے ہاتھ اس پاک اور مظلومانہ لہو سے رنگین ہیں، قدرت کی طرف سے ان کی گرفت ہوگی اور وہ عبرتناک انجام سے دوچار ہوں گے۔

جامعہ حفصہ کے مخلص اور جانباز منتظمین اور طلبہ وطالبات کے نفاذِ شریعت کا مطالبہ کافرانہ قوتوں اور ان کے پاکستانی مہروں کے لیے باعث تشویش نہیں تھا، اسلام آباد کے قلب میں واقع خود یہ عظیم ادارہ، اس کی تعلیم، اس کی تربیت اور اس کی طرف خلقِ خدا کا رجوع ان کے لیے باعث بے چینی تھا، جہاں سے ملت کی بیٹیاں، اسلام کی ابدی صداقتوں سے بہرور ہو رہی تھیں۔ لیکن اس پس منظر میں یہ بات ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے کہ اس طرح کے حساس اور جذباتی موقعوں پر دشمنوں کی سازشوں کے جال پھیل جاتے ہیں اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ اہل حق کا شیرازہ بکھر جائے اور ان کی وحدت کی دیواروں میں دراڑیں اور شگاف پڑ جائیں، دشمن کا سب سے مؤثر ہتھیار، ان جیسے موقعوں پر ''پروپیگنڈہ'' ہوتا ہے، منفی اور بے بنیاد پروپیگنڈہ کر کے وہ جذبات کو مشتعل اور اطاعت کو بغاوت میں بدلنے کی کوشش کرتے ہیں اور عموماً لوگ اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس موقع پر وفاق المدارس کے خلاف، اس کی ساکھ مجروح کرنے کے لیے مختلف قسم کی بے بنیاد باتیں عام کی جارہی ہیں، ہمیں پوری سنجیدگی اور احتیاط کے ساتھ، دشمن کی سازشوں سے بچنا اور آگے بڑھنا ہے۔

اس کی چند مثالوں کا مشاہدہ تو ابھی حال ہی میں ہو چکا ہے۔ حضرت صدر وفاق اور ناظم اعلیٰ وفاق کے مستعفی ہونے کی بے بنیاد خبر خوب عام کی گئی، ملک بھر میں مکمل امن وامان اور سکون کے ساتھ ایک لاکھ ستر ہزار کے قریب طلبہ وطالبات نے امتحانات دیئے، اسے مکمل نظر انداز کر کے ایک دو جگہ پچاس ساٹھ طلبہ کے احتجاجی بائیکاٹ کی خبر کو پھیلایا گیا، بلکہ ایک نجی ٹی وی چینل نے تو باقاعدہ ایک پروگرام تشکیل دیا جس کا عنوان تھا: وفاق المدارس کی تقسیم.....ذمہ دار کون؟ اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

اس سلسلے میں ہم ان علماء سے بھی دردمندانہ گذارش کرتے ہیں، جنہیں وفاق المدارس سے شکایت ہے اور وہ اس کی موجودہ پالیسی وکارکردگی سے مطمئن نہیں، کہ انہیں اپنا اختلاف اور شکایت نوٹ کرانے کے لیے دین دشمن میڈیا میں جانے کے بجائے، وفاق المدارس کی مجلس عاملہ اور اس کی قیادت کے سامنے اپنی شکایت، اپنی پالیسی اور اپنی تجاویز پیش کرنے کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

وفاق المدارس کی قیادت ومجلس عاملہ سے وابستہ بزرگ علماء ہم سب کے اساتذہ اور شیوخ کے درجے میں ہیں اور آج

پاکستان کے تقریباً تمام نوجوان علماء، واسطہ بالواسطہ ان سے اوران کے اداروں سے فیض یافتہ ہیں اوران بزرگ حضرات کے خلوص وللّٰہیت، اسلام اور علوم نبویہ کے لیے ان کی مخلصانہ جدوجہد پر انگشت نمائی نہیں کی جاسکتی، وفاق المدارس کی موجودہ پالیسی سے اختلاف ہوسکتا ہے اوراس عظیم سانحہ کے موقع پراس کی کارکردگی سے کسی کے لیے مطمئن نہ ہونے کی گنجائش بھی نکل سکتی ہے، اس کا اظہاراور مثبت تجاویز پیش کرنے کے لیے کئی سنجیدہ اور باوقار طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں اورحق بات، صحیح طریقے اوراخلاص کے ساتھ کہی جائے تو اس کا اثر بھی ہوتا ہے، لیکن سرکاری مراعات حاصل کرکے، مہنگے ترین ہوٹلوں میں قیام کرکے دین دشمن میڈیا اور چینلوں پر وفاق المدارس کے خلاف بیان بازی، خود اختلاف کرنے والوں کو مشکوک بنادیتی ہے اور سنجیدہ علمی حلقوں میں انہیں کبھی پذیرائی حاصل نہیں ہوسکتی۔ سیدھی سادی بات ہے، وفاق المدارس نے اگر سانحہ جامعہ حفصہ میں مؤثر کردار ادا نہیں کیا تو آپ بڑھ کر یہ کردار ادا کرسکتے ہیں:

''جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے''

جس مقتدر طبقہ کے ہاتھ پر جامعہ حفصہ کی معصوم طالبات کا مظلومانہ لہو ہے، جس نے فاسفورس جیسے خطرناک بم استعمال کرکے ان بچیوں کو زندہ جلایا، اس وقت ہم سب کی مساعی کا محور اس طبقے اوران بدبخت مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانا، اور ہم سب کا ہدف، جامعہ حفصہ کی بحالی اوراس سانحے کی تلافی کے اقدامات ہونا چاہئے۔

وفاق المدارس کی مجلس عاملہ اوراس کی قیادت نے گزشتہ چھ سات ماہ سے، اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے جو کوششیں کیں، وہ کسی سے مخفی نہیں، ان کی تفصیلات وقتاً فوقتاً میڈیا پر آتی رہی ہیں اور یہ کوششیں، اس لیے کی گئیں کہ دین دشمن حکمرانوں کو طلبہ وطالبات اور مدرسے کے خلاف جارحیت کا موقع نہ مل سکے، لیکن افسوس کہ وہ مساعی کامیاب نہیں ہوسکیں۔

وفاق المدارس کی مجلس عاملہ نے متفقہ طور پر، جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کے الحاق کو اسی لیے ختم کیا تھا کہ وہ سمجھتی تھی کہ اس طرح کے اقدامات سے، طاغوتی قوتوں کے آلہ کار دین دشمن حکمرانوں کو مدارس کے خلاف کارروائی کرنے کا جواز مل سکے گا اور وہ رائے عامہ کو مدارس کے خلاف ہموار کرکے درندگی کا مظاہرہ کریں گے، اسلام دشمن قوتوں کی یہی پالیسی اور ہدف ہے کہ پاکستان کے دینی مدارس کو کچلا جائے اورانہیں غیر مؤثر کرکے ختم کردیا جائے، بصیرت رکھنے والے علماء پر مشتمل، وفاق المدارس کی مجلس عاملہ، دشمن کی اس سازش اور منصوبے کو چونکہ اچھی طرح سمجھتی ہے، اس لیے وہ کسی بھی، ایسے اقدام کی حمایت پر آمادہ نہیں، جس سے، حکمرانوں اور مقتدر قوتوں کو مدارس کے خلاف جارحیت اور یلغار کا موقع مل سکے، اسی وجہ سے جامعہ حفصہ وفریدیہ کا الحاق، وفاق المدارس کی مجلس عاملہ نے ختم کیا تھا تاہم اس کے طلبہ وطالبات کو دوسرے مدارس میں داخلے اور وہاں سے امتحان دینے کی سہولت فراہم کی گئی، تاکہ طلبہ وطالبات کا سال ضائع نہ ہو۔

لیکن چونکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام آباد میں مسجدوں کو شہید کرنے کا ایک شرمناک سلسلہ حکومت نے شروع کر رکھا ہے، بے حیائی اور فحاشی کو مکمل سرکاری سرپرستی حاصل ہے، اس لیے جامعہ حفصہ کے جانباز علماء اور طلبہ وطالبات نے جو مطالبات حکومت کے سامنے رکھے، طریقہ کار سے اختلاف کے باوجود، وفاق المدارس نے ان مطالبات کی مکمل تائید کی، انہیں

برحق قرار دیا اور حکومتی ارکان سے سنجیدگی کے ساتھ ان پر غور کرنے کے لیے دباؤ ڈالتا رہا اور حکومت سے یہ پرزور مطالبہ کرتا رہا کہ وہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے طاقت کے استعمال سے گریز کرے۔ آپریشن شروع ہونے کے بعد، وفاق المدارس کے علماء ایک بار پھر بے چین ہو کر اسلام آباد پہنچے، لیکن ان آخری مذاکرات کے حوالے سے بعض کرم فرماؤں نے پروپیگنڈہ کی مہم شروع کر رکھی ہے:

☆ ......کہا گیا کہ مذاکرات کے دوران بعض علماء قہقہے لگاتے رہے......جنہوں نے چھ سات گھنٹے طویل مذاکرات کے نتیجے میں ایک فارمولا تیار کیا اور جنہیں اپنے کھانے کا ہوش تھا، نہ سونے کا، ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ قہقہے لگاتے رہے۔ کس قدر غلط بیانی ہے!!

☆ ......کہا گیا کہ ناظم اعلیٰ وفاق نے مذاکرات ختم ہونے کے بعد علماء پر اصرار کیا کہ وہاں سے چلے جائیں اور سب فون بند کر دیں۔

جب کہ صحیح صورت حال یہ تھی کہ ایوان صدر سے مذاکرت کا متفقہ فارمولا مسترد ہونے بعد، علماء کو آدھ گھنٹہ دیا گیا، علماء کا مذاکراتی وفد حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کی زیر قیادت تھا، باہمی مشورے سے طے پایا کہ یہاں سے چلا جائے، مذاکرات کی ایک آخری کوشش عبدالرشید غازی شہید کے نمائندے مولانا فضل الرحمٰن خلیل کر رہے تھے، اس لیے باہمی مشورے سے طے ہوا کہ میڈیا کو سر دست مذاکرات کی ناکامی کی اطلاع نہ دی جائے۔ چنانچہ وہاں سے علماء مشورے کے بعد اپنی اپنی قیام گاہ کی طرف گئے، نہ کسی نے وہاں سے جانے پر اصرار کیا اور نہ کسی رکن نے وہاں رہنے پر اصرار کیا، بلکہ حالات کو دیکھ کر باہمی مشاورت سے جانا طے ہوا۔ لیکن جیسے ہی آپریشن شروع ہوا تو حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے بھی مذاکرات کی ناکامی کی حقیقت میڈیا کو بتائی اور حضرت ناظم اعلیٰ وفاق نے بھی مشہور ٹی وی چینل اے، آر، وائی کو صبح پانچ بجے کے قریب تفصیل سے آگاہ کیا۔ اس لیے یہ کہنا کہ علماء جا کر سو گئے تھے اور انہوں نے میڈیا کو بے خبر رکھا، درست نہیں۔

☆ ......یہ بھی پروپیگنڈہ کیا گیا کہ مذاکرات کے دوران علماء نے بلیو ایریا سے کھانا منگوایا اور چوہدری شجاعت وغیرہ چائے پر گذارہ کرتے رہے، حقیقت یہ ہے کہ علماء مذاکرات ہی میں مصروف، بلکہ الجھے رہے اور کہیں سے بھی انہوں نے کھانا نہیں منگوایا، جن قلم کاروں نے یہ لکھا، انکی نیت کا علم نہیں لیکن حقیقت حال واضح کرنے کیلئے ضروری ہے کہ عوام کو بتایا جائے کہ یہ محض جھوٹ اور کذب بیانی ہے، مذاکرات میں شامل علماء میں حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور مولانا زاہد الراشدی صاحب اپنے مضامین میں اس کی تفصیلی تردید کر چکے ہیں....

آپریشن کے بعد حکومت کی طرف سے عبدالرشید غازی شہید کے بارے میں جھوٹ اور غلط بیانی کا جو سلسلہ شروع ہوا، وفاق المدارس کی طرف سے اس کی تردید اور وضاحت اخبارات میں شائع کی گئی۔

آپریشن کے بعد، وفاق المدارس نے سب سے اہم اور بڑا اقدم یہ اٹھایا کہ حکومت کے خلاف قانونی جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا اور ملک کے ایک بڑے اور ممتاز وکیل جناب افتخار گیلانی اور جناب شوکت عزیز صدیقی کی خدمات حاصل کر کے سپریم کورٹ میں آئینی درخواست دائر کر دی، وفاق المدارس یہ قانونی جنگ پورے عزم کے ساتھ لڑے گا اور ان شاء اللہ ملزموں کو انصاف کے کٹہرے میں لا کھڑے کرنے کے لیے بھرپور کوشش کرے گا۔

اور آخر میں اس بات کی طرف توجہ دلانا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس کا تحفظ وفاق المدارس کے بنیادی اہداف میں داخل ہے، جن حضرات کا خیال ہے کہ وفاق المدارس صرف ایک تعلیمی بورڈ ہے اور وہ اپنی سرگرمیوں کو، تعلیمی امور کے دائرے سے باہر نہ ہونے دے، یہ خیال اس حد تک تو صحیح ہے کہ وفاق المدارس کو ملک کی سیاسی اور اسلامی تحریکوں کا حصہ نہیں ہونا چاہئے لیکن جہاں تک مدارس کے نصاب و نظام کے تحفظ اور بقاء کے لیے جدوجہد کا تعلق ہے تو اس کے لیے وفاق المدارس سے زیادہ موزوں کوئی پلیٹ فارم نہیں ہوسکتا بلکہ کسی بھی دوسرے اسٹیج سے مدارس کے تحفظ کے لیے جدوجہد وفاق المدارس کو کمزور بنانے کے مترادف ہوگا، چنانچہ وفاق المدارس کے دستور کی دفعہ 3 جو وفاق کے اہداف و مقاصد کے متعلق ہے، اس کی شق نمبر 6 میں لکھا گیا ہے: ''مدارس دینیہ و جامعات کے تحفظ و ترقی اور معیارِ تعلیم کو بلند کرنے کے لیے صحیح اور مؤثر ذرائع اختیار کرنا''۔

اسی طرح آج سے تقریباً نصف صدی قبل، وفاق المدارس کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے غالباً مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا:

> ''ملک کے تمام مدارس عربیہ اور مکاتب دینیہ اس یک جہتی، ہم آہنگی اور نظم وضبط کے بعد کجسد واحد ایک ہوجائیں گے۔ اگر کوئی اندرونی یا بیرونی طاقت کسی بھی مدرسہ کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانا چاہے گی تو تمام مدارس ملحقہ اوران کا مرکز وفاق پوری قوت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرکے اسے نقصان سے بچالیں گے۔ نیز مدارس عربیہ اور مکاتب دینیہ کا یہ منظم و مستحکم وفاق اتنی بڑی طاقت ہوگا کہ اس کے ہوتے ہوئے ان مدارس و مکاتب کے بقاوارتقاء کی راہ میں مشکلات پیدا کرنے والی لادینی طاقتوں کو ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی بھی ہمت نہ ہوگی اور جو کوئی طاغوتی طاقت اس وفاق سے ٹکرائے گی وہ خود پاش پاش ہوکر رہ جائے گی۔ موجودہ حالات انتشار و تشتت میں جو مدرسہ وفاق سے ملحق نہیں ہے وہ اپنے کو یکہ وتنہا، بے یار مددگار اور یتیم و یسیر پاتا ہے۔ اگر کوئی ارضی یا سماوی آفت و مصیبت اس پر نازل ہوتی ہے تو اسے نہ صرف یہ کہ کوئی اپنا ہم جنس معاون و مددگار نظر نہیں آتا بلکہ وہ مدارس کی باہمی رقابت وہم چشمی کی وجہ سے ''شماتت ہمسایہ'' کے اندیشہ کی بناء پر اپنی مصیبت کو کسی پر ظاہر بھی کرنا نہیں چاہتا اور یکہ وتنہا مصیبت کا مقابلہ کرتا ہے۔ وفاق کی محکم تنظیم میں شامل ہونے کے بعد وہ تمام مدارس ملحقہ وفاق کو اپنا معاون و مددگار اور دست و بازو محسوس کرے گا اور وفاق کے آغوش کو ''آغوش مادر''۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی اور ناصر ہو۔

☆......☆......☆

جامعہ حفصہ اسلام آباد - وفاق المدارس العربیہ کا مؤقف

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ

اسلام آباد میں جامعہ حفصہ کے حوالے سے جو سنگین واقعات پیش آرہے ہیں، ان پر ہم سخت تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔ اسلام آباد کے واقعات ہوں، آزاد قبائل یا بلوچستان کے، ان میں کسی بھی قسم کی لاقانونیت کو ہم صحیح نہیں سمجھتے اور ان پر بھی ہم سخت تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم یہ واضح کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ان سنگین اور تشویش ناک واقعات کے مواقع خود ہماری حکومت کی غلط پالیسیوں اور عاقبت نااندیشانہ کارروائیوں کا نتیجہ ہیں۔ حکومت کے ان ہی غلط اقدامات نے لاقانونیت کو ہوا دی اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔

کشیدگی اور بے چینی کے اسباب

تازہ ترین واقعات میں اہم واقعہ یہ ہے کہ اسلام آباد میں بدکاری کا اڈا قائم تھا۔ اہل محلّہ سخت پریشان تھے، اس محلے کی فیڈریشن نے بارہا پولیس سے بدکاری کے اس ٹھکانے کو ختم کرنے کی درخواست کی، لیکن قانون نافذ کرنے والوں نے کوئی کارروائی نہ کی، تو لوگوں نے قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کا حال پورے پاکستان میں جس قدر افسوس ناک اور تشویش ناک ہے، اس سے پوری قوم نالاں اور غم زدہ ہے، جس کی بناء پر جرائم پیشہ افراد کی حوصلہ افزائی ہورہی ہے، پورا ملک لوٹ مار، قتل وغارت اور اغوا کی زد میں ہے، پولیس کے ان جرائم میں ملوث ہونے کی خبریں بھی عام ہیں۔ کوئی سرکاری محکمہ کرپشن سے محفوظ نہیں، آئے دن اس کی خبریں اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں، غربت کا گراف اس قدر بلند ہوگیا ہے کہ خلق خدا کا زندگی برقرار رکھنا بس سے باہر ہوتا جارہا ہے، خودکشیاں ہورہی ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ رہی ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو بیچنے پر مجبور ہیں، پولیس کی سہل انگاری سے مجبور ہوکر لوگوں نے اپنے محلوں کی حفاظت کے لئے چندہ کرکے گلیوں میں ناکے قائم کرکے سیکورٹی گارڈ بٹھائے ہوئے ہیں، سرکاری تعلیمی اداروں میں بچوں کی تعلیم سے مایوس ہوکر غریب اور مجبور والدین پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی بھاری فیسیں ادا کرنے پر مجبور ہیں۔

سرکاری اسپتالوں میں علاج سے مایوس ہوکر مالی وسائل رکھنے والے حضرات پرائیویٹ اسپتالوں میں بھاری فیس ادا کرکے اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں اور بے وسیلہ لوگ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں، قانون نافذ کرنے والے اداروں سے مایوس ہوکر قانون کو ہاتھ میں لینے کی وارداتوں میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے، بلکہ حکومت نے شرعی معاملات

میں تمام مکاتب فکر کے علماء کے متفقہ فیصلے کے خلاف تحفظ حقوقِ نسواں کے نام پر قانون نافذ کرنے کی اتھارٹی بھی اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس کے اصل ذمہ داروں کو، جو شریعت کو جانتے ہیں، نظر انداز کر دیا، اسی کا نتیجہ ہے کہ آزاد قبائل میں لوگوں نے شریعت کو ہاتھ میں لینے کی باتیں شروع کر دی ہیں، وہاں پاکستان کے خلاف جہاد کی تیاری کی خبریں آرہی ہیں، ٹانک اور کھاریاں میں جو المناک واقعات پیش آئے ہیں، وہ بھی اسی کی کڑی معلوم ہوتے ہیں، یہ اندرونِ ملک واقعات کی ایک ہلکی سی جھلک ہے، اگر بیرونِ ملک کے حالات پر نظر ڈالی جائے تو امریکا جس پر ساری کارروائیوں کا مدار و انحصار تھا، وہ اب برابر تنبیہ کر رہا ہے اور واشگاف انداز میں عدم اعتماد ظاہر کر رہا ہے۔ افغانستان میں کرزئی کا لب ولہجہ پاکستان اور اس کی حکومت کے خلاف زہر اگلنے سے کسی طرح باز نہیں آتا، رہی بات انڈیا کی تو ہم اس کے متعلق ہزار لچک دکھا کر بھی کوئی فائدہ حاصل کرنے سے قاصر رہے ہیں اور وہ برابر اپنے سابقہ مؤقف پر قائم ہے اور ہمیں بے وقوف بنا کر فوائد بھی سمیٹ رہا ہے۔

اسلام آباد میں مسجد حمزہ کو شہید کیا گیا اور مزید سات مساجد کو نوٹس جاری کیے گئے کہ ان کو بھی شہید کیا جائے گا۔ انتظامیہ کی یہ کارروائی اسلام آباد کے لئے ہی نہیں، پورے ملک کے لئے بے حد بے چینی کا سبب بنی۔ بڑے بڑے مظاہرے ہوئے اور حکومت کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ (چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی) اسی اثنا میں جامعہ حفصہ کی طالبات نے چلڈرن لائبریری پر قبضہ کر لیا۔

علمائے کرام کی کوششیں

وفاق المدارس کے صدر، ناظم اعلیٰ، نائب صدر، اسلام آباد، راولپنڈی کے علماء نے جامعہ حفصہ کی انتظامیہ سے بار بار مذاکرات کیے، وزارت داخلہ اور اسلام آباد انتظامیہ سے مسلسل مذاکرات کا سلسلہ جاری رکھا، جس کے نتیجے میں مسجد حمزہ کی تعمیر کا فیصلہ ہوا، وزارت مذہبی امور کے سربراہ جناب اعجاز الحق نے اس کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب میں خود شرکت کی، بقیہ مساجد کو شہید کرنے کے نوٹس واپس لے لئے اور وزیر داخلہ کے یہاں ایک کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی، جس میں علماء اور انتظامیہ کے افراد شامل کیے گئے کہ یہ حضرات باہمی مشاورت سے مساجد اور مدارس کے معاملات طے کریں گے، کمیٹی کی تشکیل اور اس کے دائرہ کار اور طریقہ کار پر علماء نے اطمینان کا اظہار کیا، یہ علماء وہی ہیں جو ہمیشہ اسلام آباد اور راولپنڈی میں پیش آمدہ واقعات میں اُمّت کی رہنمائی کرتے ہیں اور جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کی انتظامیہ کی حمایت ونصرت میں پیش پیش رہے ہیں، جامعہ حفصہ کی انتظامیہ لائبریری کا قبضہ چھوڑنے پر کسی طرح راضی نہ تھی، بلکہ طالبات نے اس ضمن میں کئی ایسے کام بھی کیے، جو ان کی شایان شان نہ تھے۔ وفاق المدارس کے لائبریری چھوڑنے کے فیصلے کو اخباری بیان میں مسترد کیا گیا، بی بی سی کو انٹرویو دیا گیا، وفاق کی انتظامیہ کو خط لکھ کر بھی مورد الزام ٹھہرایا گیا، بدکاری کا اڈا چلانے والی عورت کو گرفتار کر کے جامعہ حفصہ لایا گیا، اس کے ساتھ جامعہ حفصہ کی انتظامیہ نے پورے ملک میں وفود اور خطوط روانہ کیے اور اہل مدارس کو اسلام آباد آ کر حکومت سے مقابلہ کرنے کی دعوت دی۔ یہ سلسلہ تا حال جاری ہے اور انتشار کا سبب بن رہا ہے۔

ادھر وفاق المدارس نے اپنی عاملہ کا اجلاس اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اسلام آباد میں طلب کیا، عاملہ نے متفقہ طور پر

لائبریری چھوڑنے کی درخواست کی اور کہا کہ آپ کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے قوت کا ہونا انتہائی ضروری ہے، جو آپ کے پاس موجود نہیں اور حکومت ...... جس کا آپ مقابلہ کر رہے ہیں، قوت کے تمام وسائل پر قابض ہے۔ اس لئے نقصانِ عظیم کا سنگین خطرہ سروں پر منڈلا رہا ہے۔ جامعہ فریدیہ کے اساتذہ سے ملاقات کے ذریعے ان کا نقطہ نظر معلوم کیا گیا، تو ایک دو کے علاوہ تمام اساتذہ نے اپنی انتظامیہ کی رائے سے اختلاف ظاہر کیا اور کہا کہ ہم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح یہ حضرات اپنی ضد چھوڑ دیں، لیکن انہوں نے ہماری بات نہیں مانی، اس شورش سے طلبہ وطالبات کا تعلیمی سال بھی برباد ہوا۔

وفاق المدارس اور دوسرے اکابر علماء نے مولانا عبدالعزیز اور ان کے بھائی عبدالرشید غازی سے گزارش کی کہ دشمنانِ اسلام نے دینی مدارس کو دہشت گردی اور انتہا پسندی کا مرکز قرار دینے کا اتنا پروپیگنڈہ کیا ہے کہ ان مدارس سے ناواقف اور بے خبر لوگ دینی مدارس کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ ہمارے یہاں پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا پر یہ پروپیگنڈہ روزانہ ہو رہا ہے، پرویز مشرف صاحب سے کئی میٹنگوں میں جب یہ بات آئی، تو ہم نے اس کی سختی سے تردید کی اور کہا، آپ ثبوت کے ساتھ نشان دہی کریں، تو ایسے مدارس کے خلاف آپ سے پہلے ہم خود کارروائی کریں گے اور ان مدارس کو اپنے وفاق اور تنظیمات سے خارج کر دیں گے اور آپ کی کارروائی سے ہمیں اختلاف نہیں ہوگا، لیکن وہ کبھی بھی کسی مدرسہ کا نام پیش نہ کر سکے، ہر میٹنگ میں یہ بات بھی کھل کر سامنے آئی کہ پرویز مشرف مدارس کے خلاف نہیں ہیں، وہ ان کے ساتھ تعاون کے حامی ہیں، اخباری بیانات میں بھی اس حمایت کا ذکر ہوتا رہا ہے، جب کہ جامعہ حفصہ کی طالبات نے اپنے طرزِ عمل سے یہ ثبوت پیش کر دیا، تو ظاہر بات ہے کہ ان اسلام کے دشمنوں کو مدارس دینیہ کے خلاف اقدام کرنے کا جواز فراہم ہو گیا ہے اور جامعہ حفصہ کی انتظامیہ نے ضد کا راستہ اختیار کر کے اس اقدام کے لئے مزید تقویت فراہم کی ہے، تو تمام دینی مدارس، مساجد اور اداروں کے تحفظ کی ذمہ داری نبھانے والے حضرات کیوں بے چین نہ ہوں گے؟ اور آپ سے اپنی ضد چھوڑنے کے لئے بار ہا مذاکرات کیوں نہ کریں گے؟...... آپ ان گزارش کو سمجھیں اور ان سے تعاون کریں۔

جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کی انتظامیہ نے وفاق المدارس سے بھی تعلق ختم کر دیا اور وفاق نے بھی اس کے فیصلے کو مسترد کرنے کی بناء پر الحاق کو ختم کرنا ضروری قرار دیا، پنڈی اور اسلام آباد کے علماء پر برملا عدم اعتماد کا اظہار کیا اور اپنی طرح دوسرے جذباتی اور سطحی سوچ رکھنے والے لوگوں کو خود رائی اور خود فریبی کی دلدل میں لا کھڑا کیا، مخلص اور خیر خواہ اکابر علماء جو ان کے ہی نہیں، ان کے والد مرحوم کے بھی اساتذہ کے درجے ہیں، ان کی درخواست کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا گیا، بلکہ مفتی محمد تقی عثمانی جو جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کے مہتمم مولوی عبدالعزیز کے مرشد اور شیخ ہیں، ان کی بھی کسی بات کا اثر نہیں لیا گیا، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے مولوی عبدالعزیز سے کہا کہ آپ کو جو کچھ کہنا ہے وہ کہیں، چنانچہ انہوں نے تقریباً آدھا گھنٹہ اپنا نقطہ نظر بیان کیا، اس کے بعد مولانا عثمانی نے ایک ایک بات کا جواب دیا اور فیصلہ کیا کہ ''مولوی عبدالعزیز، تم جو کرنے جا رہے ہو، اس سے تمہارا مقصد حاصل نہیں ہوگا اور تمہارا یہ اقدام نہ شرعاً درست ہے، نہ عقلاً، نہ قانوناً، اس سلسلے میں جو نقصانات ہوں گے، ان کا خون تمہاری گردن پر ہوگا'' ...... لیکن مولوی عبدالعزیز پھر بھی نہ مانے۔

جامعہ حفصہ کی انتظامیہ نے نوجوانوں کو یہ سوچ دی ہے کہ اپنی رائے کے سامنے بڑوں اور بزرگوں کی رائے کو بلا دھڑک رد کیا جاسکتا ہے، جو ظاہر ہے کہ مہلک اور تباہ کن سوچ ہے، جس معاشرے میں یہ سوچ پنپتی اور پرورش پاتی ہے، وہ تباہ اور برباد ہوجاتا ہے، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہمارے یہاں یہی انداز ہے، اس لئے وہاں اساتذہ اور انتظامیہ کے ساتھ بدسلوکی کے واقعات روزمرہ میں شامل ہیں، ہمارے اسلاف اور اکابر کا یہ طرز نہیں ہے اور جس نے اس طرز کی مخالفت کی ہے، وہ نقصان میں رہا اور خفت اٹھائی ہے۔

جامعہ حفصہ کی انتظامیہ نے اپنی طالبات اور طلبہ پر یہ ظلم بھی کیا کہ ان کا تعلیمی سال برباد کر کے رکھ دیا، اس شورش میں تعلیم کا ضیاع یقینی ہے، تعلیم کے لئے یکسوئی لازمی شرط ہے، جو کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔

جامعہ حفصہ کی انتظامیہ کا دعویٰ ہے کہ ہماری تحریک اسلامی نظام کے لئے ہے اور ہم اس کے بغیر چین سے بیٹھنے والے نہیں ہیں، اے کاش...... ایسا ہوتا، لیکن ہماری نظر میں مسجد حمزہ کی شہادت کے بعد اپنا احتجاج ریکارڈ کرانا تو معقول بھی تھا اور ضروری بھی، چنانچہ علماء اور عوام نے زبردست احتجاج کیا، صدر وفاق واتحاد تنظیمات نے اس میں شرکت کی، مگر جب مسجد حمزہ کی تعمیر شروع ہوگئی اور مساجد کی شہادت کے نوٹس واپس ہوگئے، نوٹیفکیشن جاری ہوگیا، تو پھر مولوی عبدالعزیز صاحب کو لائبریری کا قبضہ چھوڑ دینا چاہئے تھا، مگر وہ اپنی ضد پر قائم ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ایک چھوٹی سی لائبریری پر قبضے سے اسلام نافذ ہوجائے گا۔ ہم بھی انتظار کررہے ہیں کہ کب یہ آرزو پوری ہوتی ہے، جس کا بہ ظاہر دور دور تک کوئی امکان نہیں ہے، حکومت نے بڑے تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کیا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حکومت کی مجبوری بھی اس برداشت کا سبب بنی ہوئی ہے، اگر حکومت ہمت سے کام لے کر اسلام نافذ کردے تو اہلیان پاکستان ہی نہیں، پوری اُمّہ کے لئے انتہائی خوشی اور بے حد مسرت کا اقدام ہوگا۔ کاش......! ایسا ہو، بصورت دیگر حکومت صبر وتحمل سے کام لے، جلد بازی نہ کرے، اول تو یہ سب کچھ اسی کے غلط اقدام کا نتیجہ ہے، مزید اس سے حکوت کے حق میں حالات مزید خراب ہوں گے، آخر میں خود بخود یہ معاملہ ٹھیک ہوگا، اشتعال انگیزی کی انتہا یوں ہوگئی کہ جامعہ حفصہ کی انتظامیہ نے اب خودکش حملوں کی دھمکی بھی دے ڈالی، وہ لوگ جو اس انتظامیہ کی حمایت اور تائید میں پیش پیش ہیں، وہ غور کریں کہ یہ تحریک کس بدانجامی کی طرف بڑھ رہی ہے، آخر میں ہم نے جامعہ حفصہ کو یہ پیغام دیا ہے کہ نظام اسلام نافذ کرنے کے لئے موجودہ طریقہ چھوڑ کر (چوں کہ اس میں کامیابی کی کوئی امید نہیں، بلکہ نقصان کا اندیشہ غالب ہے) آپ دینی، سیاسی جماعتوں اور غیر سیاسی جماعتوں سے رابطہ کریں، جیسا آپ اسلامی نظام کا نفاذ چاہتے ہیں اور اس کے لئے کوشش کررہے ہیں، یہ جماعتیں بھی یہی چاہتی ہیں اور اس کے لئے کوشش کررہی ہیں، یقیناً ان کے اور آپ کے کچھ تحفظات بھی ہوں گے، لیکن جب مقصد سب کا ایک ہے، تو مذاکرات کے ذریعے ان تحفظات کو دور کیا جاسکتا ہے اور اس عظیم مقصد کے لئے اجتماعی کوشش شروع کی جاسکتی ہے، اس میں عوام اور اہل اسلام کا تعاون بھی حاصل ہوگا اور زبردست قوت مہیا ہوگی، قربانیاں تو دینا ہی ہوں گی، لیکن مقصد کا حصول بھی ضرور ہوگا۔

(ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ)

سانحۂ لال مسجد اور وفاق المدارس

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ

اسلام آباد میں ۱۰ جولائی ۲۰۰۹ء کو لال مسجد اور جامعہ حفصہ کا جو المناک سانحہ پیش آیا ہے، اس نے ہر دردمند مسلمان کو ہلا کر رکھ دیا ہے، نہتے طلبا اور طالبات پر جس بے دردی کے ساتھ حملہ کیا گیا، لال مسجد پر جس جارحیت اور سفاکی کے ساتھ بارود کے گولے برسائے گئے، اس نے ٹھیٹھ دین دار ہی نہیں، سیکولر ذہن رکھنے والے پاکستانیوں کو بھی اس صدمے سے دوچار کیا، مسجد کا تقدس پامال کیا گیا اور کئی دن تک اس پر گولے برسائے گئے، قرآن کریم کے ہزاروں نسخوں کو شہید کیا گیا، حدیث اور علوم نبویہ کی کتابوں کی بے حرمتی کی گئی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن کریم پڑھنے، سیکھنے والی پاکیزہ فطرت بچیوں اور طالبات کو ایسے ظالمانہ طریقے سے شہید کیا گیا کہ آج تک ان کی لاشوں اور ان کی تعداد کا صحیح علم نہیں ہو سکا۔

محصورین سے پانی، بجلی اور گیس تینوں چیزیں کاٹ دی گئیں، کرفیو لگا کر پورا علاقہ سیل کر دیا گیا، باہر سے غذا اور خوراک کی رسائی اور ترسیل کی تمام راہیں بند کر دی گئیں، یہاں تک کہ محصور طلبہ و طالبات بارش کے پانی سے پیاس بجھانے اور پتے کھا کر بھوک مٹانے پر مجبور ہوئے اور کئی دنوں تک انہیں بارود کی فضا میں بھوکا پیاسا رکھ کر ۱۰ جولائی کی صبح کو سو فیصد کامیاب مذاکرات کو سبوتاژ کر کے بیسیوں ٹینکوں، توپوں اور اعصاب شکن زہریلی گیس کے مرغولوں سے انہیں شہید کیا گیا، حقیقت یہ ہے کہ پاکستانی فوج سے اپنے ہی مسلمان بھائیوں اور قرآن پڑھنے والی اپنی ہی مسلمان بچیوں کے خلاف اس قدر اندوہناک اور ظالمانہ حملوں اور آپریشن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اے کاش ایسا نہ ہوتا، اے کاش! ہماری زندگی میں یہ واقعہ پیش نہ آتا!!

ہم نے آج سے دو تین ماہ قبل ایک مضمون ''جامعہ حفصہ اسلام آباد...... وفاق المدارس کا موقف'' میں لکھا تھا:

> ''اسلام آباد میں جامعہ حفصہ کے حوالے سے جو سنگین واقعات پیش آرہے ہیں، ان پر ہم سخت تشویش کا اظہار کرتے ہیں، اسلام آباد کے واقعات ہوں یا آزاد قبائل کے یا بلوچستان کے، ان میں کسی بھی قسم کی لاقانونیت کو ہم صحیح نہیں سمجھتے اور ان پر بھی ہم سخت تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن یہ واضح کرنا بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان سنگین اور تشویش ناک واقعات کے مواقع خود ہماری حکومت کی غلط پالیسیوں اور ناعاقبت اندیشانہ کارروائیوں کا نتیجہ ہیں، حکومت کے انہی غلط اقدامات نے لاقانونیت کو ہوا دی اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔''

مذاکرات کیوں ناکام ہوتے رہے؟

جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے طریقہ کار سے ہمیں اور وفاق المدارس کی مجلس عاملہ کو اختلاف رہا اور اسی بناء پر وفاق سے ان کا الحاق بھی ختم کیا گیا لیکن دوسری طرف ہم نے حکومت سے بار بار کہا کہ طاقت کے استعمال سے گریز کیا جائے اور یہ کہ طاقت کا استعمال مسئلہ کا حل نہیں ہے، اس قضیے کو بات چیت اور مذاکرات ہی کے ذریعے حل کرانے کی کوشش سے مایوس ہونے کے بجائے انہیں بڑھایا جائے اور ان میں سنجیدگی لائی جائے۔

ہمیں افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ حکومت نے مسئلہ کو حل کرانے کے لئے مذاکرات اور بات چیت میں سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا، جب بھی مذاکرات کامیاب ہونے کے قریب ہوئے اور فریقین کا کسی معاہدے پر اتفاق ہونے لگا تو حکومت ہی کی جانب سے اسے ناکام بنانے کے لئے کوئی خفیہ ہاتھ حرکت میں آجاتا اور اسے ناکام بنا دیا جاتا۔

چناں چہ چوہدری شجاعت حسین نے لال مسجد انتظامیہ کے ساتھ جو مذاکرات کیے، کامیابی کے بالکل قریبی مرحلے میں خود حکومت کی طرف سے وہ ناکام بنا دیئے گئے، چوہدری صاحب نے اپنے مختلف بیانات میں مذاکرات کی ناکامی کا ذمہ دار حکومت کو ٹھہرایا ہے۔

ابھی حال ہی میں ایک معروف صحافی کا مضمون شائع ہوا ہے جو لال مسجد انتظامیہ کے ساتھ بات چیت والے وزیر مذہبی امور اعجاز الحق کے ساتھ گئے تھے، وہ لکھتے ہیں:

> ''ایک دن میں نے اعجاز الحق اور جاوید ابراہیم پراچہ کے ہمراہ دونوں بھائیوں سے آخری بات کرنے کا فیصلہ کیا، لال مسجد کے ایک کمرے میں دروازہ بند کر کے خاکسار نے مولانا عبدالعزیز سے کہا کہ جناب! نہ تو میں حکومت کا نمائندہ ہوں اور نہ آپ کا نمائندہ ہوں، بلکہ آپ کے اور حکومت کے درمیان پل بننے کی کوشش کر رہا ہوں، لیکن آپ دونوں ہی اس پل کو گرانا چاہتے ہیں تو میں یہاں سے چلا جاتا ہوں...... پھر عبدالرشید غازی نے بڑے بھائی سے درخواست کی کہ آپ کچھ دیر کے لئے یہاں سے چلے جائیں، بڑے بھائی کو بھیج کر عبدالرشید غازی نے اعجاز الحق سے کہا کہ آپ کل ایک تحریر لے آئیں کہ تمام تباہ شدہ مساجد کو دوبارہ تعمیر کیا جائے گا اور آئندہ کسی مسجد کو نوٹس جاری کرنے سے قبل علماء سے مشورہ کیا جائے گا، یہ طے کر کے ہم باہر نکلے تو لال مسجد کے ایک استاذ نے سی ڈی اے کا ایک تازہ نوٹس اعجاز الحق کے ہاتھ میں دے دیا، یہ نوٹس لال مسجد کو جاری کیا گیا تھا جو محکمہ اوقاف کے زیر انتظام تھی، نوٹس دیکھ کر اعجاز الحق کا رنگ فق ہو گیا اور انہوں نے میرے کان میں کہا کہ یہ کسی نے ہمارے مذاکرات کو ناکام بنانے کی کوشش کی ہے۔''
>
> (قلم کمان، روزنامہ جنگ کراچی ۹/ جولائی)

یہی صحافی اپنے 12 جولائی کے کالم میں لکھتے ہیں:

’’کم از کم دو مرتبہ عبدالرشید غازی لائبریری کا قبضہ ختم کرانے کے قریب پہنچ گئے، لیکن ہر مرتبہ حکومت نے ایک اور مسجد کو نوٹس جاری کر کے ان کی کوششوں پر پانی پھیر دیا...... چوہدری شجاعت حسین کے لال مسجد والوں کے ساتھ مذاکرات کامیاب ہو گئے، لیکن انہیں کہا گیا کہ آپ مذاکرات کو لمبا کریں، چوہدری صاحب سے رہا نہ گیا اور انہوں نے مذاکرات کی ناکامی کی ذمہ داری حکومت پر عائد کر دی۔‘‘

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپریشن شروع ہونے سے پہلے مذاکرات کے لئے جس قدر کوششیں کی گئیں، ان میں سنجیدگی نہیں تھی، ۳ جولائی کو آپریشن کا آغاز ہوا اور فریقین کی جانب سے فائرنگ کا سلسلہ شروع ہوا، ۴ جولائی کو مولوی عبدالعزیز گرفتار ہو گئے، ہم سمجھے کہ یہ آپریشن کسی بڑی خون ریزی کے بغیر ہی اب ختم ہو جائے گا، لیکن حکومت نے مولوی عبدالعزیز کو برقعہ پہنا کر اس کی تذلیل اور توہین کا ایک افسوس ناک ڈرامہ پاکستان ٹی وی اور دوسرے چینلوں پر شروع کرایا، ایک عالم دین کی اس طرح تحقیر و تضحیک سے نہ صرف یہ کہ عام مسلمانوں کے دل میں حکومت کی نفرت بڑھی بلکہ مولوی عبدالرشید غازی مرحوم اور ان کے ساتھیوں کے رویے میں لچک کو بھی اس نے یکسر ختم کر دیا اور وہ اب حکومت کے سامنے ہتھیار ڈالنے اور گرفتاری دینے کے لئے قطعاً تیار نہ تھے۔

وفاق کی طرف سے مذاکرات کی آخری کوشش

وفاق المدارس کی قیادت نے جب یہ صورت حال دیکھی تو آخری کوشش کے طور پر، اس آپریشن کو اس انجام سے بچانے کے لئے، حکومت کی دعوت کے بغیر از خود اسلام آباد جانے کا فیصلہ کیا، ہم آٹھ جولائی کو اسلام آباد پہنچے تو خیال یہ تھا کہ اس سلسلے میں براہ راست صدر سے ہماری ملاقات ہو، کیوں کہ اختیارات ان ہی کے پاس تھے، وزراء اور حکومت کے باقی ارکان کو ہم بے اختیار سمجھ رہے تھے، لیکن وزیر مذہبی امور اور دوسرے حضرات نے یقین دہانی کروائی کہ صدر نے وزیر اعظم کو اس بارے میں مکمل اختیارات دیئے ہیں اور ان سے کامیاب مذاکرات کئے جا سکتے ہیں، چناں چہ حکمران پارٹی کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین اور وزیر اعظم سے ملاقاتیں کیں اور نو جولائی کو وفاق المدارس کے چار علماء اور چار وزراء پر مشتمل ایک مذاکراتی وفد تشکیل دیا گیا، اس وفد نے عبدالرشید غازی مرحوم سے بذریعہ فون مذاکرات کئے، یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ علماء کے وفد کو اصرار اور اپنی ذمہ داری خود لینے کے باوجود لال مسجد جانے نہیں دیا گیا اور بہانا یہ بنایا گیا کہ انہیں یرغمال بنانے کا خدشہ ہے، حالانکہ علماء کو اس کا خدشہ قطعاً نہیں تھا...... مذاکرات میں غازی صاحب کی طرف سے بنیادی نکتہ اور اولین شرط یہ تھی کہ ان کو ’’محفوظ راستہ‘‘ دیا جائے، وہ مسجد و مدرسہ یہاں تک کہ اسلام آباد چھوڑنے کے لئے تیار تھے، وہ اپنے گاؤں ’’روجھان مزاری‘‘ اپنی بیمار والدہ کے ساتھ جانا چاہتے تھے، اس بنیادی نکتے پر مشتمل، ایک تین نکاتی فارمولا تیار ہوا، بقیہ دو نکات جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ اور محصور طلبہ اور طالبات سے متعلق تھے، جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کے بارے میں لکھا گیا کہ دونوں ادارے وفاق المدارس کی سرپرستی میں دیئے جائیں اور طلبہ

وطالبات کو چھوڑ دیا جائے، ہاں اگر جامعہ حفصہ کے واقعے سے پہلے کسی پر مقدمات ہیں تو اس کے ساتھ قانون کے مطابق کارروائی کی جائے، اس تین نکاتی فارمولے پر علماء، وزراء اور غازی عبدالرشید اور ان کے نمائندے مولانا فضل الرحمان خلیل سب متفق اور راضی ہو گئے۔

اس متفقہ فارمولا پر جب دستخط کرنے کا مرحلہ آیا تو چوہدری صاحب نے کہا، ذرا ایوان صدر سے اس کی حتمی منظوری ہم لے لیتے ہیں، یہاں آکر علماء کو معلوم ہوا کہ حکومتی ٹیم بے اختیار ہے، چناں چہ ایوان صدر سے یہ متفقہ فارمولا مسترد کر دیا گیا اور تین نکات میں سے کسی ایک نکتے کو بھی تسلیم نہیں کیا گیا، ایک نیا ڈرافٹ چوہدری شجاعت دو گھنٹے کے بعد وہاں سے لائے اور علماء سے کہا کہ یہی ڈرافٹ حتمی ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی، اس ڈرافٹ میں عبدالرشید غازی کو محفوظ راستے کا کوئی ذکر نہیں تھا، جو ان کی بنیادی شرط تھی! علماء سے کہا گیا کہ صرف آدھ گھنٹے کا وقت ہے، اس میں ''ہاں'' یا ''نہ'' میں جواب دیں، غازی صاحب کو نیا ڈرافٹ بھی سنایا گیا لیکن وہ ان کے لئے قابل قبول کیسے ہو سکتا تھا!!

اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ صدر پرویز نے ہر حال میں، محصور طلبہ اور طالبات کو ختم کرنے کا فیصلہ تھا، کیا علماء کے ساتھ مذاکرات صرف ایک ڈھونگ تھے۔

۱۰ جولائی کی صبح جب لال مسجد کے میناروں سے اللہ کی کبریائی کی صدائیں بلند ہونے کا وقت تھا، جنرل پرویز کے ''خاموش آپریشن'' کے خونیں مرحلے کا آغاز ہو چکا تھا، گولوں، توپوں، دھماکوں، زہریلی گیس اور آگ و بارود کا خاموش آپریشن!!...... چند گھنٹوں ہی میں چند مزاحمت کاروں کے ساتھ قرآن کریم پڑھنے والی وہ تمام بچیاں بھی خاموش ہو چکی تھیں، جنہیں بچانے کے لئے ہم بھاگ دوڑ کر رہے تھے!

وفاق کی طرف سے سرکاری الزامات اور پروپیگنڈہ کی تردید

فوجی آپریشن کے بعد حکومت کی جانب سے جھوٹ اور الزامات کا سلسلہ شروع ہوا تو وفاق المدارس کی طرف سے ''لال مسجد آپریشن سے متعلق چند حقائق'' کے عنوان سے مندرجہ ذیل وضاحتی بیان اخبارات میں شائع کرایا گیا:

> ''سرکاری ذرائع ابلاغ اور وزراء سے لے کر ایوان صدر تک سب یک زبان ہو کر مرحوم عبدالرشید غازی پر تین الزامات مسلسل لگا رہے ہیں، چوں کہ اب وہ ان الزامات کی تردید کے لئے اس دنیا میں موجود نہیں، لہٰذا ہم اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں کہ ان الزامات کے بارے میں جو باتیں ہمارے علم میں ہیں، بیان کر دی جائیں۔''

(۱)......سرکاری شخصیات کی طرف سے ایک الزام یہ لگایا جا رہا ہے کہ لال مسجد میں غیر ملکی جنگجو موجود تھے اور عبدالرشید غازی ان غیر ملکیوں کو محفوظ راستہ دینے کی آخری شرط لگاتے رہے اور اس شرط کی وجہ سے مصالحتی فارمولا ناکام ہوا، یہ الزام جنرل پرویز مشرف نے اپنی تقریر میں بھی لگایا ہے، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ عبدالرشید غازی مرحوم نے فون پر مصالحتی فارمولے کے سلسلے میں ہمارے وفد کے ذمہ دار حضرات سے جب بھی بات کی، ان میں کبھی بھی کسی غیر ملکی کا ذکر نہیں کیا، نہ کسی غیر ملکی کے لئے محفوظ

راستہ دینے کا مطالبہ کیا، لہٰذا ان پر یہ الزام سراسر غلط اور من گھڑت ہے اور حکومت کے ظالمانہ جرائم پر جھوٹ کا پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش ہے۔

(۲)......دوسرا الزام یہ لگایا جارہا ہے کہ عبدالرشید غازی مرحوم نے بہت سی طالبات اور بچوں کو یرغمال بنا رکھا تھا، ان کو باہر آنے سے زبردستی روک رکھا تھا، جب کہ عبدالرشید غازی مرحوم نے وفاق المدارس کی مذاکراتی ٹیم کے علماء کرام سے بار بار کہا کہ میں نے تمام طلبہ وطالبات کو باہر جانے کی کھلی اجازت دے رکھی ہے، چنانچہ جن طلبہ وطالبات کو باہر جانا تھا، وہ سب جا چکی ہیں، اب جو باقی ہیں، وہ صرف اپنی خوشی سے یہاں ہیں اور یہ بات انہوں نے مذاکرات کے بالکل آغاز میں مولانا مفتی محمد تقی عثمانی سے کہی تھی کہ اگر اس بارے میں کچھ شبہ ہے تو اپنے کسی بھی وفد کو یہاں بھیج دیں اور جو طلبہ وطالبات ان کے ساتھ جانا چاہیں، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور مولانا محمد تقی صاحب نے یہ بات وزیر مذہبی امور جناب اعجاز الحق صاحب کو پہنچا دی تھی، نیز حکومت کے ظالمانہ قاتلانہ و وحشت ناک دہشت گردی سے بچ جانے والی طالبات نے یرغمال بنائے جانے کی واشگاف الفاظ میں تردید کی ہے اور ٹی وی پر بھی بتایا ہے کہ ہم تو باہر آنے کے لئے تیار نہیں تھیں، ہم محترمہ ام حسان کے ساتھ شہید ہونا چاہتی تھیں، ہم کو خود ام حسان صاحبہ نے باہر نکلنے کی ہدایت دی، طالبات نے یہ بھی بتایا کہ لال مسجد یا جامعہ حفصہ میں کوئی بھی یرغمال نہیں تھا، وہاں کسی بچے یا بڑے کو یرغمال نہیں بنایا گیا۔

(۳)......تیسرا الزام مرحوم غازی پر یہ لگایا جارہا ہے کہ انہوں نے بھاری اسلحہ بہت بڑی تعداد میں جمع کر رکھا تھا، جبکہ حقیقی صورت حال......جس کے ہم گواہ ہیں...... یہ ہے کہ مرحوم غازی عبدالرشید نے علماء کرام کی مذاکراتی وفد کے مفتی محمد رفیع عثمانی و مولانا قاری محمد حنیف جالندھری سمیت اہم ارکان سے بار بار ٹیلی فون پر یہ بات کہی کہ میں آپ حضرات سے یہاں آنے کی درخواست بار بار اس لئے کر رہا ہوں کہ آپ وزراء اور میڈیا کو لے کر یہاں آئیں تا کہ میں تفصیل سے ان حضرات کو دکھا سکوں کہ میرے پاس کیا کیا اسلحہ موجود ہے۔ یہ میں اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ کل یہ مجھے شہید یا گرفتار کر کے اپنی طرف سے بھاری اسلحہ لا کر ڈھیر کریں گے اور میڈیا کو دکھا کر مجھ پر یہ الزام لگائیں گے کہ یہ اسلحہ میں نے جمع کر رکھا تھا۔ مگر افسوس کہ وفاق المدارس کے وفد کو اور میڈیا کو لال مسجد کے پاس تک نہ جانے دیا گیا، جب کہ عبدالرشید غازی مرحوم اپنے خلاف قانونی طریق کار کو چھوڑ کر حکومتی ارکان (چوہدری شجاعت حسین اور تین وفاقی وزراء) اور علماء پر مشتمل کمیٹی کی متفقہ تجاویز کو تسلیم کر چکے تھے، اچانک ایوانِ صدر کی جانب سے ان ساری کوششوں پر پانی پھیر دیا گیا اور مسجد، مدرسے اور ان کی طالبات پر پاکستانی تاریخ کا بدترین ظالمانہ حملہ اس طرح کر دیا گیا جیسے کسی دشمن ملک پر کیا جاتا ہے۔"

سانحۂ لال مسجد کے اثرات

صدر پرویز مشرف پاکستان سے انتہا پسندی کو ختم کر کے بزعم خود اعتدال پسندی اور روشن خیالی کو رواج دینا چاہتے ہیں، لیکن المیہ یہ ہے کہ وہ انتہا پسندی کو انتہا پسندی اور تشدد کو تشدد سے ختم کرنا چاہتے ہیں، وہ سامنے کی یہ حقیقت بھول جاتے ہیں کہ تشدد، تشدد کو جنم لیتا ہے اور ردِ عمل، عمل کا شاخسانہ ہوتا ہے، وہ امریکی مفادات پر قومی مفادات کو قربان کر رہے ہیں......کیا لال مسجد

آپریشن سے اعتدال پسندی کی راہیں کھلی ہیں؟ ہم یہاں دو سیکولر دانشوروں اور صحافیوں کی تحریروں سے اقتباس نقل کرتے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ اس اندوہناک تشدد کا اور معتدل لوگوں پر کیا اثر ہوا؟......اور وہ اس کو کس زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہیں؟......لال مسجد انتظامیہ سے شدید اختلاف رکھنے والے ایک سیکولر صحافی عطاء الحق قاسمی لکھتے ہیں:

> ''اگر کوئی سمجھتا ہے کہ پاکستانی قوم لال مسجد کا سانحہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بھول جائے گی تو وہ غلطی پر ہے، یہ سانحہ قوم کے سینے کا ناسور بن چکا ہے، اس کا دکھ صرف دین دار طبقے کو نہیں بلکہ روشن خیال سیکولر اور لبرل لوگ بھی اس کا دکھ اسی طرح محسوس کر رہے ہیں، جس طرح ہر درددل رکھنے والے انسان کو محسوس کرنا چاہئے، کیوں کہ ہر شخص سمجھتا ہے کہ یہ مسئلہ انسانی جانوں کے ضیاع کے بغیر بھی بآسانی حل کیا جاسکتا تھا، لیکن اسے سیاسی ضرورتوں کے تحت لٹکایا گیا اور آخر میں اس کا ڈراپ سین ایک بدصورت خون ریزی کی صورت میں کیا گیا۔'' (روزنامہ جنگ ۱۹ جولائی ۲۰۰۹ء)

ایک اور دانشور اشتیاق بیگ اپنے ۱۸ جولائی کے مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''میں سوچ رہا ہوں کہ میرا شمار کس طبقے میں ہوتا ہے، چوں کہ میری داڑھی نہیں اور ڈھیلا ڈھالا لباس زیب تن نہیں کرتا، اس واقعے سے قبل میں اپنے آپ کو ایک اعتدال پسند مسلمان سمجھتا تھا لیکن اسلام آباد کے واقعے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ وہاں جو ظلم ہوا اس پر میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے، میں اس زیادتی کو برا سمجھ رہا ہوں، دعا کے دوران میری بھی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، اگر سینکڑوں بے گناہ اور معصوم لوگوں (جن میں بچیاں بھی شامل ہیں) کی ہلاکت کو جائز قرار دینا اور طاقت کے اندھا دھند استعمال کی حمایت کرنا، صدر مشرف اور افواج پاکستان کو مبارک باد دینا اعتدال پسندی ہے تو میرا خیال ہے کہ میرا تعلق اس طرح کے اعتدال پسند طبقے سے نہیں ہے۔'' (روزنامہ جنگ ۱۸ جولائی ۲۰۰۹ء)

یہ تو سیکولر اور نسبتاً اعتدال پسند طبقے پر اس سانحے کے اثرات کی ایک جھلک ہے، جو لوگ ٹھیٹھ دین دار اور مساجد و مدارس سے گہری محبت اور قلبی تعلق رکھتے ہیں، ان کی ذہنی اور جذباتی حالت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں، لال مسجد آپریشن کے فوراً بعد خودکش حملوں اور دھماکوں کی جو لہر چلی ہے، اس میں اب تک سیکورٹی فورسز کے سینکڑوں افراد جاں بحق ہو چکے ہیں اور یہ حملے اس شدت کے ساتھ ہو رہے ہیں کہ پاکستان کی تاریخ میں اس سے پہلے ان کی نظیر نہیں ملتی۔

کیا آج سے چند سال قبل کوئی یہ سوچ سکتا تھا کہ پاکستانی فوج، اپنے ہی مسلمان بھائیوں اور بہنوں پر تشدد کرے گی اور ان کی لاشوں کو اس قدر بے دردی کے ساتھ مسخ کرے گی اور جلائے گی؟......کیا یہ تصور اس سے قبل ہو سکتا تھا کہ ایک پاکستانی مسلمان اپنے جسم کے ساتھ بارود باندھ کر پاکستانی فوج پر حملہ آور ہوگا؟......انتقام کی وہ آگ جو کسی مسلمان کے سینے میں امریکی

اور اتحادی کافر فوجیوں کے خلاف بھڑک اٹھتی تھی اور اس کے لئے وہ اپنی جان فدا کر دیتا تھا، آج وہی آگ پاکستانی فوج کے خلاف بھڑک اٹھی ہے، یہ انتقام کی آگ ہے، غلط پالیسیوں کی آگ ہے، پاکستانی مفادات اور قومی روایات کو پامال کرنے کی آگ ہے، دینی تشخص کو مٹانے اور علماء و مدارس کی توہین و تضحیک کی آگ ہے اور اس آگ کو لگانے میں جنرل پرویز مشرف کا سب سے زیادہ حصہ ہے، جنہوں نے فوج اور عوام کو ایک دوسرے سے لڑا کر دشمن کی دیرینہ خواہش اور سازش پوری کی۔

ہم پاکستان کے پالیسی ساز اداروں، افواج پاکستان کے پالیسی ساز ذہن و دماغ اور شخصیات سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ خانہ جنگی کی طرف لے جانے والی قومی مفادات کی یکسر خلاف پالیسیوں کو فوراً تبدیل کریں اور ایسے اقدامات کریں جن سے ان غلط پالیسیوں کے اثرات اور نتائج کو کم کیا جا سکے!

کیا آخر میں اس آپریشن کا جواز تھا؟

جن لوگوں کے خلاف آپریشن کیا گیا، کیا وہ پاکستانی نہیں تھے؟...... مساجد شہید کرنے پر ہی تو انہوں نے احتجاجی آواز اٹھائی تھی، عوام کے کہنے پر ہی انہوں نے فحاشی کے خلاف صدا بلند کی تھی، مانا کہ انہوں نے احتجاج کرتے ہوئے چند چیزوں میں قانون کی خلاف ورزی کی، سرکاری لائبریری پر قبضہ، بدکاری کا اڈا چلانے والی عورت، مساج سینٹر کے عملے اور دو تین پولیس کو لانا...... یہ چاروں کام، قانون کے دائرے سے انہوں نے ہٹ کر کئے، لیکن کیا ان چاروں میں سے کسی ایک کی سزا بھی، سزائے موت ہو سکتی ہے؟ پھر آپریشن شروع ہونے کے بعد ایک بھائی گرفتار اور دوسرے بھائی صرف محفوظ راستے کے طلب گار تھے، وہ سب کچھ چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے تھے، کیا اس کے بعد اس ظالمانہ آپریشن کی ذرہ بھر گنجائش رہ جاتی ہے؟

پھر اس پہلو پر نظر کی جائے تو انسان کے غم و غصے میں اور اضافہ ہو جاتا ہے کہ قانون اور آئین کی دہائی دینے والے، خود قانون و آئین کو پامال کر کے حکمران بنے ہیں، ان ہی کی شہ پر ۱۲ مئی کو کراچی میں جو قتل عام ہوا، قانون کو جس طرح اس کی اتحادی جماعت کے کارکنوں نے اپنے ہاتھ میں لیا اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو معطل کر کے سڑکوں پر جس طرح اسلحہ کا استعمال کیا گیا، اسے ساری دنیا نے دیکھا...... اس وقت اصول پسندی، قانون کی پاس داری کہاں چلی گئی تھی؟ اس بدترین دہشت گردی کی تو عدالتی تحقیقات بھی منع کر دی گئی۔

وفاق المدارس کی پالیسی

وفاق المدارس العربیہ کی پالیسی شروع سے یہ رہی ہے کہ تصادم اور تشدد کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے مذاکرات اور افہام و تفہیم سے مسائل حل کرنے کی راہ اپنائی جائے، اسلام اور پاکستان دشمن قوتوں کی یہ دیرینہ خواہش ہے کہ پاکستانی فوج اور مقتدر طبقہ پاکستان کے مدارس اور اسلام پسند عوام، خاص کر ٹھیٹھ دین دار طبقے سے ٹکرا جائے، اس کے لئے انہوں نے سازشوں کا ایک جال پھیلا رکھا ہے اور خود حکومت کے بڑے بڑے مضبوط عناصر، ان سازشوں کا حصہ بنے ہوئے ہیں...... وفاق المدارس عالمی حالات کے تناظر میں اس پالیسی پر گامزن ہے کہ ملک کے اندر موجود ہزاروں مدارس اور ان میں پڑھنے والے لاکھوں طلبہ و طالبات، صرف اور صرف اسلامی علوم کی تعلیم و تربیت میں مشغول اور منہمک رہیں اور تعلیم و تربیت کے جس نظام پر دشمن کی نظر لگی

ہے، جو خار کی طرح اس کی نگاہ میں کھٹک رہا ہے اور جسے ختم کرنے کے لئے وہ سرتوڑ کوششیں کر رہا ہے، اسے دشمن کی چالوں اور سازشوں سے بچاتے ہوئے، پورے آب و تاب کے ساتھ جاری رکھا جائے ...... کیوں کہ یہ نظام رہے گا تو عالم اسلام کو علومِ نبویہ کے ماہرین بھی ملیں گے، مبلغین بھی پیدا ہوں گے، دینی ادارے اور مدارس بنانے اور حکمرانوں کے ایوانوں میں حق کی صدا بلند کرنے والے بھی نکلیں گے اور معاشرے سے برائی ختم کرنے کے لئے دین کی محنت کرنے والے بھی فراہم ہوں گے...... اس لئے وفاق المدارس تصادم اور تشدد کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے، اس بارآور نظام تعلیم و تربیت کو بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے طے شدہ پالیسی کے مطابق مثبت مساعی پر یقین رکھتا ہے!!

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وفاق المدارس کی قیادت، باطل کے سامنے، حق پر ڈٹ جانے سے گھبراتی یا حق کے لئے قربانی کی راہ پر چلنے سے کتراتی ہے، ہم حکمرانوں اور مقتدر قوتوں کو صاف صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ وفاق المدارس نے کبھی بھی سطحی اور جذباتی موقف اختیار نہیں کیا، لیکن لال مسجد میں جس ظلم و جبر کو روا رکھا گیا، اگر اس کی تلافی نہ کی گئی اور ظالمانہ اقدامات کا یہ تسلسل جاری رہا تو یہ ملک اپنی بقا اور سالمیت کے حوالے سے ایسی صورت حال سے دوچار ہو جائے گا جسے کنٹرول کرنا پھر کسی کے بس میں نہ ہوگا۔

دینی مدارس کی عظیم خصوصیت

دینی مدارس کے استاذ اور شاگرد ایک دوسرے کے لئے عظمت و احترام اور محبت و یگانگت کے مہین جذبات سے سرشار ہوتے ہیں، اساتذہ اپنے شاگردوں کے ساتھ پدرانہ شفقت سے پیش آتے ہیں، ان کی تعلیم و تربیت پر دن رات اپنی توجہات مرکوز کئے رکھتے ہیں، طلباء اپنے اساتذہ کے سامنے جس قدر تواضع اور ادب و احترام کے ساتھ زانوئے تلمذ تہہ کرتے اور ان کی فرمانبرداری و تابعداری کے لئے جس طرح ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے در و دیوار کو ایسے بے لوث جذبات کی جھلکیاں دیکھنا نصیب نہیں ہوئی ہوں گی، یہ دینی مدارس کی عظیم خصوصیت ہے، کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے طلباء اپنے اساتذہ کے ساتھ جس ہتک آمیز سلوک سے پیش آتے ہیں، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، وہ اپنے اساتذہ پر ہاتھ اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے، وہاں احتجاجی جلسے جلوس اور ہڑتالیں ہوتی ہیں، کبھی حالات اس قدر ناگفتہ بہ بن جاتے ہیں کہ فوج اور رینجرز تک کو مداخلت کرنی پڑتی ہے، ہمارے دینی مدارس میں الحمدللہ اس طرح کے افسوس ناک واقعات کبھی پیش نہیں آتے، اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں اساتذہ اور طلباء کے درمیان محبت اور شفقت کا بے لوث رشتہ استوار ہے۔

(صدائے وفاق، ص ۸۷)

سانحۂ لال مسجد — اتحاد و اتفاق کی ضرورت

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

سانحۂ لال مسجد و جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا تاریخ کا المناک ترین سانحہ ہے جس میں حق کے طلب گاروں پر طاقت کا اندھا دھند استعمال کرتے ہوئے ظلم کی انتہاء کردی گئی۔ قرآن وحدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں پر قرآن وسنت پر مبنی نظام نافذ کرنے کے مطالبہ کی پاداش میں آتش و آہن کی بارش کردی گئی۔ بے گناہ طلبہ وطالبات، لاوارث اور یتیم بچیاں، بچے، بیوگان اور شیر خوار معصوموں کو بے دردی سے جلا کر بھسم کردیا گیا۔ قرآن مجید کے حفاظ و حافظات، علماء و عالمات کو خون میں نہلا دیا گیا اور ستم بالائے ستم کہ قرآن مجید و احادیث کی کتب اور مسجد کی بے حرمتی کی گئی۔ الغرض وحشت و بربریت کی حد کردی گئی اور پھر انسانیت دشمن اقدامات پر مبنی جرائم کو چھپانے کے لیے جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ہی منہدم کردیا گیا۔ علماء کرام کی مفاہمتی کوششوں کو سبوتاژ کرتے ہوئے مذاکرات کی بجائے طاقت کا اندھا دھند استعمال کرکے یہ سمجھ لیا گیا کہ کہانی ختم ہوگئی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ظلم روا رکھنے والوں پر یہ حقیقت عیاں ہوتی جارہی ہے کہ ؎

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

اب کی بار ایک نئی ریت سامنے آرہی ہے کہ لال مسجد آپریشن سے پہلے لال مسجد کے علماء کو الزامات دیئے جارہے تھے کہ وہ مفاہمت کی طرف نہیں آرہے لیکن جب وفاق المدارس کے زیر اہتمام علماء کرام نے مفاہمت کی کوششیں کیں (جو کہ پوری قوم جان چکی ہے کہ کس کے کہنے پر کس نے ناکام بنائیں) تو اب ان مفاہمتی کوششوں کی ناکامی کا الزام بھی علماء کرام کے سر تھوپ کر نہ جانے کیا مقاصد حاصل کرنا مقصود ہیں۔

لال مسجد اور جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خلاف وحشیانہ سرکاری آپریشن نے جہاں ملک بھر میں صف ماتم بچھادی اور ہر باشعور شہری کو غم واندوہ سے دوچار کردیا وہاں اس کے اسباب وعوامل، نتائج وعواقب اور مستقبل کے حوالہ سے بھی بہت سے سوالات کھڑے کردیئے ہیں اور چونکہ اس قضیہ کو اپنے طور پر بہتر طریقہ سے حل کرنے کے لیے زیادہ تر ''وفاق المدارس العربیہ'' نے ہی مختلف مراحل میں عملی کردار ادا کیا ہے اس لیے بیشتر سوالات کا ہدف بھی ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' ہے اور لوگ اس حوالہ سے بہت کچھ جاننے کے خواہش مند ہیں۔ ان میں سے کچھ سوالات ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کی عمومی پالیسی، جدوجہد، مصالحتی کوششوں اور مذاکرات کے حوالے سے ہیں جن کے بارے میں حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب اور حضرت مولانا

زاہد الراشدی صاحب اپنے تفصیلی مضامین میں وضاحت کر چکے ہیں۔

جبکہ کچھ سوالات کا تعلق میری ذات سے ہے۔ یہ سوالات میڈیا، خطوط اور دیگر ذرائع سے مجھ تک پہنچے ہیں اس حوالے سے خیر خواہوں کے شکوک وشبہات دور کرنے کی سعی کر رہا ہوں۔

اس حوالہ سے سب سے پہلا سوال جو اٹھایا گیا، یہ تھا کہ جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور جامعہ فریدیہ کا وفاق المدارس کے ساتھ الحاق کیوں ختم کیا گیا؟ تو وفاق کی مجلسِ عاملہ نے یہ فیصلہ بادلِ نخواستہ اس لیے کیا کہ تصادم کا خطرہ بہر حال محسوس کیا جا رہا تھا اور اکابرین اسے کسی طرح بھی مناسب نہ سمجھتے تھے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آخر وقت تک ''وفاق'' کے بزرگ علماء کرام نے تصادم کو روکنے کے لیے پوری ذمہ داری کے ساتھ کردار ادا کیا۔ وفاق سے الحاق ختم کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہ تھا کہ کسی کو مدرسہ کے طلبہ و طالبات پر حملے کی اجازت یا رضامندی ظاہر کی جائے۔ وفاق کی مجلسِ عاملہ کے اراکین نے نقصان کا خطرہ بھانپ کر الحاق ختم کر کے ایک کوشش کی کہ لال مسجد انتظامیہ کو مطالبات منوانے کے لیے تمام علماء کرام سے ساتھ مل کر متفقہ راہ اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے اور دینی مدارس کے تحفظ کو یقینی بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ وفاق نے جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے مطالبات کی بھرپور حمایت جاری رکھی۔ اخبارات اور الیکٹرانک میڈیا کا ریکارڈ اس بات کا گواہ ہے کہ وفاق کی جانب سے ہمیشہ حکومت سے یہ مطالبہ کیا جاتا رہا کہ ان حضرات کے مطالبات مبنی برحق ہیں اور ان پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور طاقت سے مسئلہ کو دبانے کی کوشش نہ کی جائے اور ہر حال میں حکومت طاقت کے استعمال سے بھی گریز کرے۔

یہ بھی واضح رہے کہ وفاق سے الحاق کی منسوخی کا فیصلہ شخصی نہیں بلکہ اجتماعی تھا اور مجلسِ عاملہ نے از خود جو بہتر سمجھا وہی فیصلہ کیا۔ اس بارے میں حکومتی دباؤ کے الزامات قطعاً غلط ہیں۔ وفاق کے فیصلہ سے اختلاف کا حق کسی سے نہیں چھینا جا سکتا تاہم وفاق کے اکابرین کے اخلاص پر شبہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی شہید رحمہ اللہ نے وفاق کے خلوص پر شبہ ظاہر کیا ہے بلکہ مولانا غازی شہید رحمہ اللہ نے تو از خود جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور جامعہ فریدیہ ''وفاق المدارس'' کے حوالے کرنے کی شرط عائد کی تھی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وفاق کا فیصلہ مفاہمت و مصالحت کے لیے تھا کسی مخاصمت یا مخالفت پر مبنی نہیں۔ اختلافِ رائے اور مخالفت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

نیز آپریشن کے دوران ''وفاق المدارس'' کا وفد جب مصالحتی کوشش کر رہا تھا تو مولانا عبدالرشید غازی شہید رحمہ اللہ نے حکومت کو اور اپنے نمائندہ مولانا فضل الرحمٰن خلیل صاحب کو حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب، حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب اور راقم الحروف محمد حنیف جالندھری کے نام لکھوائے اور فرمایا کہ ان حضرات پر مجھے اعتماد ہے، یہ مذاکرات کریں۔

وزیر اعظم کے ساتھ ہونے والی میٹنگ میں وفاقی وزیر مملکت طارق عظیم نے یہ نام (جو ان کے پاس لکھے ہوئے تھے) پڑھ کر سنائے اور پھر مولانا فضل الرحمٰن خلیل صاحب نے بھی احقر کو فون پر مولانا غازی شہید رحمہ اللہ کی طرف سے لکھوائے۔ اب جبکہ مولانا غازی شہید رحمہ اللہ نے اپنے قول و عمل سے وفاق کے خلوص کی گواہی دے دی ہے تو دیگر احباب سے بھی گزارش ہے کہ

اب اس موضوع کو زیرِ بحث نہ لایا جائے اور اس وقت یہ بحث مناسب بھی نہیں۔

احقر نے اس اعتراض کا جواب صرف اور صرف غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے دیا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اکابر کے فیصلوں پر سر تسلیم خم کرنے میں ہی خیر و برکت ہے۔

وفاق کے حوالے سے یہ اعتراض بھی بڑے زور و شور سے اٹھایا گیا کہ آپریشن کے دوران احتجاج کیوں نہ کیا، مذاکرات کیوں کیے گئے، اور مذاکرات کی ناکامی کے فوراً بعد احتجاج کی کال دے دی جاتی تو آپریشن رک جاتا۔

تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ آپریشن کے دوران مذاکرات کا راستہ اختیار کرنے کی ضرورت اس لیے بھی پیش آئی کہ حکومت کی طرف سے یہ اپیل کی جا رہی تھی کہ علماء کرام مداخلت کریں اور مسئلہ پُر امن طور پر حل کرائیں اور علماء کرام بھی یہ سمجھتے تھے کہ طاقت کے نشے میں مست لوگوں کو آپریشن کے نقصانات کا احساس دلا کر انہیں یہ سانحہ برپا کرنے سے روکا جائے اس لیے اکابرین وفاق اپنے ضعف و نقاہت، پیرانہ سالی اور بعض حضرات اپنی تمام تر مصروفیات ترک کر کے اسلام آباد پہنچے اور مکمل اخلاص، نیک نیتی اور انسان دوستی کے جذبے سے اس آتش فشاں بنے مسئلے کو پُر امن حل تک لے گئے لیکن تقدیر تدبیر پر غالب رہی اور فردِ واحد نے اپنی ہی بنائی ہوئی مذاکراتی ٹیم کی تسلیم کردہ تمام باتیں مسترد کر دیں اور مذاکرات ختم کرنے کا طریقہ اپنایا کہ صرف میرا حکم مان لو اور پندرہ منٹ میں جواب دو اور اس کے ساتھ ہی ساتھ آپریشن بھی شروع کر دیا جبکہ مولانا فضل الرحمٰن خلیل کی بات چیت کی کاوشیں ابھی جاری تھیں۔ پوری قوم کے ساتھ ساتھ وفاق کے اکابرین کو بھی آخری وقت تک دھوکہ میں رکھا گیا اور مذاکرات سے آپریشن کے درمیان وقت یا وقفہ ہی کیا تھا کہ احتجاج کی کال دی جاتی اور اسے موثر بناتے ہوئے آپریشن ملتوی کرایا جاتا جبکہ آپریشن کا حتمی فیصلہ اندرونِ خانہ کیا جا چکا تھا۔

آپریشن کے بعد تا حال احتجاجی تحریک نہ چلانے پر بھی دوستوں کا شکوہ سامنے آیا ہے جس کا مفصل جواب حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب نے اپنے ایک مضمون میں دے دیا ہے جو کہ اخبارات میں چھپ کر قارئین تک پہنچ چکا ہے، جس میں انہوں نے واضح کہا ہے کہ احتجاجی تحریک کے لیے "وفاق" موزوں فورم نہیں نہ ہی وفاق کا دستور ہی اس کی اجازت دیتا ہے۔ نیز تحریک چلانے کا فیصلہ وفاق کے صدر یا ناظم اعلیٰ کے دائرۂ اختیار میں نہیں اس کے لیے مجلسِ شوریٰ کا فیصلہ ضروری ہے۔ یہ انتہائی اہم، حساس اور قومی معاملہ ہے۔ مجلسِ شوریٰ اگر ایسا فیصلہ کرے گی تو قوم ہمیں اگلی صفوں میں پائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو ظلم کے پہاڑ توڑنے تھے توڑے جا چکے، اب تحریک کا مقصد اس مطالبے کو عملی شکل دلانا ہے جس مطالبے کو عملی شکل دلانے کے لیے قوم کی ہزاروں بیٹیوں، بیٹوں اور علماء کرام نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ احتجاجی تحریک کا مقصد توڑ پھوڑ کرنا یا خوف و ہراس پھیلانا ہرگز نہیں بلکہ وہ اعلیٰ و ارفع مقاصد حاصل کرنا ہے جس کے لیے پیشگی عظیم قربانیاں دی جا چکی ہیں اور اس کے لیے باقاعدہ تیاری اور لائحہ عمل مرتب کر کے ہی فیصلہ کیا جانا چاہیے تا کہ ایسا نہ ہو کہ قربانیاں ضائع چلی جائیں اور اسلامی نظریے پر حاصل کیا گیا وطن اسلامی نظام سے پھر محروم رہ جائے۔ اس بارے میں وفاق کی مجلسِ شوریٰ کے اجلاس میں اہم فیصلے متوقع ہیں جو قوم کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اور پھر پوری قوم کو ایک کردار ادا کرنے کے لیے تیار

ہونا ہوگا۔

بعض حضرات کی طرف سے یہ الزام بھی دیا گیا کہ علماء کرام مذاکرات چھوڑ کر چلے گئے لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علماء کرام کہاں چلے گئے؟ اور وہ اسلام آباد آئے ہی کس مقصد کے لیے تھے؟ جب علماء کرام کے اسلام آباد آنے کا مقصد ہی صرف اور صرف آپریشن رکوانا اور معاملہ بحث وتمحیص اور افہام وتفہیم سے، بغیر تصادم کے حل کرانا تھا تو پھر علماء کرام کے چلے جانے کا جملہ بہت ہی عجیب ہے۔ یہ بات کہنے والوں کو وقت کا بھی تعین ضرور کرنا چاہیے کہ علماء کرام کب گئے؟ اس وقت جبکہ فرد واحد نے مذاکرات کو یکسر ناکام بنا کر بات چیت کی بجائے حکم گرفتاری صادر کر دیا اور آپریشن کمانڈر نے علماء کرام کو ٹاکنگ پوائنٹ سے چلے جانے کے لیے سخت آرڈر جاری کیے لیکن اس کے باوجود بھی علماء کرام ہی کی مصالحانہ کوشش جاری رہی جو کہ مولانا فضل الرحمٰن خلیل کے ذریعے سے تھی۔

مفتی نعیم صاحب کے حوالے سے کہا گیا کہ انہوں نے وہاں رکنے پر اصرار کیا حالانکہ خود مفتی نعیم صاحب جیو ٹی وی کے پروگرام ''کامران خان کے ساتھ'' میں واضح کر چکے ہیں کہ ایک کمانڈر نے آکر ان سے کہا کہ آپ حضرات یہاں سے چلے جائیں۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ اربابِ اقتدار مذاکرات میں مخلص نہ تھے بلکہ پوری قوم اور مذاکرات کرنے والے علماء کرام کو دھوکہ دے رہے تھے اور مذاکرات کا ڈرامہ لال مسجد کے علماء کرام پر الزام تراشی کے لیے رچایا گیا کہ انہوں نے علماء کی بات نہیں مانی حالانکہ انہوں نے علماء کرام سے مکمل تعاون کیا تھا۔

مذاکرات کی ناکامی کے بعد میڈیا کو فوراً صحیح صورت حال سے آگاہ نہیں کیا گیا؟ یہ ایک ایسا سوال یا اعتراض ہے جس میں معترض کی سادگی یا شاید لاعلمی پنہاں ہے۔ بہر حال عرض ہے کہ لال مسجد و جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے باہر فوجی محاصرہ سے لے کر جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے انہدام تک شاید ہی کوئی لمحہ ہو جو میڈیا سے چھپایا ہو۔ ہاں جو ظلم کی شدت تھی جسے حکومت نے لاٹھی اور گولی کے زور پر میڈیا سے چھپا رکھا تھا وہ واقعی قبروں تک چھپی رہی، لیکن اس قتل عام کی عکاسی کے علاوہ تو تمام کا تمام منظر نامہ اور حقائق میڈیا کے سامنے رہے اور مذاکرات کی ناکامی بھی ایوان صدر سے مذاکرات کے ذریعے طے شدہ معاملات کے برعکس مسودہ آتے ہی پورے ملک کو معلوم ہو گئی۔ تاہم علماء کرام نے مذاکرات کی ناکامی کے بارے میں رائے اس لیے نہ دی کہ مولانا فضل الرحمٰن خلیل کے ذریعے بات چیت کا عمل جاری تھا۔

لال مسجد آپریشن مذہبی جماعتوں اور وفاق المدارس کو اعتماد میں لے کر کرنے جیسے الزامات بالکل لغو، بے بنیاد اور دروغ گوئی کے علاوہ کچھ نہیں۔ پوری قوم ہی اس ظالمانہ اقدام کی مخالف رہی۔ مذہبی افراد یا اداروں کے اس حوالے سے حکومت کا ساتھ دینے کا الزام انتہائی غیر سنجیدہ، تکلیف دہ اور سراسر بہتان ہے اور وفاق کے خلاف بدگمانی اور بداعتمادی پیدا کرنے کے لیے مخصوص اداروں اور افراد کی سازش ہے جو کہ ان شاء اللہ ناکام رہے گی۔

مذاکرات کے دوران علماء کے غیر سنجیدہ رویے کی بات بھی ایک تکلیف دہ الزام سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ایک ایسا معاملہ کہ جس پر پوری قوم ایک ہفتے سے ہنسنا بھول چکی تھی اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ کرب کے حصار میں مزید جکڑتی چلی جا رہی تھی اس

جانکاہ مسئلہ کے بارے میں علماء کرام پر غیر سنجیدگی کا اعتراض زخموں پر نمک پاشی ہے جبکہ مذاکرات میں غیر سنجیدگی کے ساتھ ساتھ مذاکرات کو سبوتاژ کرنے والوں کے حوالے سے معترضین بھی شاید کسی خوف کا شکار ہیں اس لیے حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دینے پر تلے بیٹھے ہیں۔

قارئین کرام! آپ ہی انصاف کیجئے گا کہ مذاکرات میں کون سنجیدہ ہوگا اور کون نہیں کہ ایک طرف جید اور بزرگ علماء کرام تھے جو کہ انسانی جانیں، قرآن وحدیث کے قاری اور کتابیں اور مدرسہ و مسجد کو بچانے کے لیے کوششیں کر رہے تھے۔ دوسری جانب طاقت کے نشے میں چور، عالمی قوتوں کے حمایت یافتہ حکمران جو کہ طلبہ و طالبات، علماء کرام، قرآن وحدیث کی کتب اور مدرسہ و مسجد کو ختم کرنے پر تلے بیٹھے تھے۔ پوری طاقت اور آلاتِ قتل کے ہمراہ مظلوم و بے بس بچوں اور بچیوں کو گھیر چکے تھے تو ایسی صورت میں غیر سنجیدگی کا ذمہ دار کون ہے؟ ملک بھر سے جمع ہو کر مذاکرات شروع کرنے والے یا کامیاب مذاکراتی مسودہ کو مسترد کر کے حکم کی تعمیل چاہنے والا۔ اگر سچ کا اظہار ناممکن ہو تو خاموش رہنا باطل کو حق کہنے سے بہتر ہوتا ہے۔

ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ وفاق کے اکابرین حکومت کی طرف سے جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور جامعہ فریدیہ سپرد نہ کرنے پر ناراض ہو کر مذاکرات چھوڑ کر چلے گئے؟

اس ضمن میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ دونوں مدارس وفاق کی تحویل میں دینے کی بات مولانا عبدالرشید غازی شہید رحمہ اللہ نے کی تھی۔ وفاق نے از خود تقاضا نہیں کیا اور مولانا غازی شہید رحمہ اللہ نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب سے اس کا اظہار کیا تھا اور مدارس حوالے کیے جانے کا مقصد بھی کسی ذاتی مفاد کا حصول نہ تھا بلکہ طلبہ و طالبات کا رکا ہوا تعلیمی سلسلہ شروع کرنا تھا تاکہ درس و تدریس شروع کر کے طلبہ کا تعلیمی سال ضائع ہونے سے بچایا جا سکے لیکن حکمران تو ان معصوموں کی جان ہی کے درپے تھے، انہیں تعلیم و تعلم سے کیا غرض۔

تاہم جب حکومتی مذاکراتی ٹیم نے یہ کہا کہ آپ حضرات دونوں مدارس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم نے وضاحت کر دی کہ ہمیں قبضے کی کوئی خواہش نہیں، ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ دونوں ادارے آئندہ بھی بطور دینی مدرسہ ہی کام کرتے رہیں۔ ان کا مصرف تبدیل نہ ہونے پائے اور ان اداروں کو بطور دینی مدرسہ چلانے کے لیے آپ یعنی اربابِ اقتدار راولپنڈی اسلام آباد کے علماء کرام کے حوالے کر دیں یا خود چوہدری شجاعت حسین ان اداروں کو آئندہ بطور دینی مدرسہ چلانے کی ذمہ داری قبول کر لیں۔ ہمارے حوالے بے شک نہ کریں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

کچھ احباب کہتے ہیں کہ لال مسجد آپریشن کے بعد جنرل مشرف نے اپنے نشری خطاب میں وفاق المدارس کا شکریہ کیوں ادا کیا ہے؟ یہ سوال اصولاً تو جنرل مشرف سے ہی کیا جانا چاہیے اور وہی اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ وفاق المدارس کے اکابرین نے مذاکرات کی ناکامی کے بعد آپریشن کے روز ہی اسلام آباد میں جو پریس کانفرنس کی اس میں اور اگلے روز وفاق کی مجلس عاملہ کے ہنگامی اجلاس میں بھی متفقہ طور پر واضح اعلان کیا تھا کہ مذاکرات کو ناکام بنانے والے، آپریشن کا حکم دینے والے اور اس سانحہ عظیم کے ذمہ دار جنرل پرویز مشرف ہیں جبکہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ جنرل پرویز مشرف نے اپنی نشری تقریر میں وفاق کا

شکریہ ادا نہیں کیا بلکہ یہ ذکر کیا ہے کہ اس مسئلہ کو حل کرانے کے لیے امام کعبہ بھی تشریف لائے ہیں اور وفاق المدارس کے لوگ بھی آئے ہیں مگر (ان کے بقول) غازی برادران نے کسی کی بات نہیں مانی۔ اگر پرویز مشرف کی طرف سے ''وفاق'' کے تذکرہ سے آپریشن میں وہ ذمہ دار قرار پاتا ہے تو امام کعبہ کے بارے میں کیا رائے ہے؟

الغرض علماء کرام اور اکابرین وفاق پر الزامات، علماء کرام کی کردار کشی کے جاری عمل کا کہیں تسلسل تو نہیں؟ اور علماء کنبے کے سینکڑوں بھائیوں، بیٹوں اور بیٹیوں کو قتل کر کے الزامات اس لیے تو نہیں لگائے جارہے کہ کہیں ہم اپنے مقتولین کے لہو کا حساب نہ مانگ لیں لیکن قاتلوں کو لہو کا حساب تو آخر دینا ہی ہوگا۔

بندہ کی ذات کے حوالے سے بھی چند اعتراضات سامنے آئے ہیں۔ ان کی وضاحت ضروری محسوس کرتا ہوں کیونکہ بعض حضرات لاعلمی یا غلط فہمی کی بناء پر مجھ سے خفا ہیں اور ان کی خفگی دور کرنا مجھ پر لازم ہے۔ مقصد کسی کی دل آزاری نہیں بلکہ غلط فہمیوں کا ازالہ اور صحیح صورت حال سے باخبر کرنا ہے۔

کہا گیا ہے کہ میں نے لال مسجد مذاکرات ختم کرنے پر اصرار کیا، علماء کرام کو مذاکرات ختم کر کے واپس لے گیا اور علماء کرام کو مذاکرات کی تفصیل میڈیا کے سامنے بیان کرنے سے روکا، موبائل فون بند کرا دیئے، آپریشن کے وقت سو رہا تھا، جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا و جامعہ فریدیہ کو وفاق سے نکالا، پنجاب قرآن بورڈ کا چیئرمین ہونے کی وجہ سے مراعات لینے اور لال مسجد آپریشن کے بعد خاموشی اختیار کرنے جیسے اعتراضات کے جواب میں عرض ہے کہ میری ذات کو نشانہ بنا کر بھی دراصل وفاق المدارس اور اس کے اکابرین کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے جس کا حقائق سے تعلق نہیں۔

اصل صورت حال یہ ہے کہ جب وزراء کی ٹیم نے چوہدری شجاعت حسین صاحب کی سربراہی میں ایوانِ صدر سے واپس آ کر یہ کہا کہ ایوانِ صدر سے جو مسودہ لایا گیا وہ حتمی ہے اس میں کوئی ردوبدل نہیں ہوسکتا اور اس کا ''ہاں'' یا ''نہ'' میں آدھے گھنٹے کے اندر جواب چاہیے۔ اس کے بعد یہ نیا مسودہ فون پر سن کر غازی عبدالرشید شہید رحمہ اللہ نے اسے قطعی طور پر مسترد کر دیا پھر وہاں کے فوجی آفیسر نے دوٹوک طور پر کہہ دیا کہ پندرہ منٹ کے اندر بات طے کریں کیونکہ ہمیں دیر ہو رہی ہے تو وفاق المدارس کی مذاکراتی ٹیم نے باہمی مشورہ سے طے کیا کہ اب مذاکرات کی کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی اس لیے ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ اس میں میرا کوئی اصرار نہیں تھا بلکہ اجتماعی مشورہ تھا جس پر میں نے بھی عمل کیا۔ اس کی تصدیق مذاکرات میں شریک دیگر علماء کرام سے کی جاسکتی ہے۔

علماء کرام کو مذاکرات کی ناکامی کی تفصیل میڈیا کے سامنے بیان کرنے سے روکنے اور موبائل بند کرانے کے الزامات انتہائی تکلیف دہ ہیں اور خلافِ واقعہ بھی۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حنیف جالندھری کوئی ڈکٹیٹر یا آمر نہیں اور نہ ہی بزرگ علماء کرام حکومتی ارکان۔ بندہ اپنے بزرگ اکابر کا خادم اور ترجمان ہے اور علماء کرام سے قربت رکھنے والے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس شعبہ میں بزرگوں کی قدر کو کتنی اہمیت حاصل ہے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ احقر نے بزرگوں کے فون بند کرا دیئے اور میڈیا سے بات نہ کرنے دی نہ صرف بندہ کے لیے تکلیف دہ بلکہ بزرگوں کی شان کے بھی خلاف ہے۔ میں اعتراض کرنے والوں

سے یہ عرض کرنا اپنا حق سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے اکابر کو کیا سمجھا کہ مجھ پر اپنے بزرگوں سے ایسا سلوک روا رکھنے کا الزام عائد کر دیا ہے۔

آپریشن کے وقت سوئے ہوئے ہونے کا جواب یہ ہے کہ کیا کسی ایسی جگہ جہاں موت کا رقص جاری ہو کسی کو نیند آ بھی سکتی ہے، جب گھن گرج سے پورا ''اسلام آباد'' میدانِ جنگ کی کیفیت سے دوچار تھا اور پوری آبادی نہیں سو سکی تھی۔

بندہ مذاکرات سے مولانا غازی شہید رحمہ اللہ کی شہادت تک تمام مناظر دیکھتا رہا اور روتا رہا۔ میڈیا سے غازی شہید رحمہ اللہ کی براہِ راست آخری گفتگو اور اپنی والدہ مرحومہ کے آخری لمحات کی روداد جو انہوں نے بیان کی احقر سب دیکھتا، سنتا اور تڑپتا رہا۔ نہ جانے معترضین نے کہاں مجھے سوتے ہوئے دیکھ لیا۔

جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور جامعہ فریدیہ کو وفاق سے علیحدہ کرنے یا وفاق کے حوالے سے کسی بھی معاملے پر میری ذات پر اعتراض اٹھائے جاتے ہیں تو اس سلسلے میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ حنیف جالندھری وفاق نہیں بلکہ وفاق کی ایک اکائی ہے اور وفاق المدارس کے اکابرین کا ترجمان، اس کی پالیسی اور فیصلوں کا پابند ہے اور وفاق کی سطح سے جس بھی معاملے پر جو بھی فیصلہ کیا جاتا ہے وہ کسی فردِ واحد کا نہیں بلکہ تمام اکابر اور ایک مجلس کا فیصلہ ہوتا ہے، اسے کسی ایک فرد کے خلاف برائے پروپیگنڈہ استعمال کرنا مناسب نہیں۔

پنجاب قرآن بورڈ کا قیام صوبے میں مختلف علاقوں سے موصول ہونے والی ان شکایات کی وجہ سے عمل میں لایا گیا ہے کہ قرآن کریم کے بوسیدہ نسخے اور اوراق کی بے حرمتی ہو رہی ہے اور انہیں سنبھالنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے اس پس منظر میں قرآن بورڈ قائم کیا جس میں مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام اور دیگر طبقات کے افراد شامل ہیں۔ مجھے اس کا چیئرمین بنایا گیا ہے جو ایک اعزازی منصب ہے جس کی کوئی تنخواہ نہیں ہے اور نہ ہی دیگر کوئی مراعات میں نے حاصل کی ہیں۔ صرف ایک سرکاری گاڑی چیئرمین کے طور پر وقتاً فوقتاً میرے استعمال میں رہی ہے جو میں نے لال مسجد کے آپریشن کے موقع پر احتجاجاً واپس بھجوادی تھی۔

دینی مقاصد کے لیے اس قسم کے اجتماعی کام سرکاری طور پر ہوں یا غیر سرکاری طور پر ان میں شمولیت ہمارے اکابر کی شروع سے ہی روایت چلی آرہی ہے اور وفاق المدارس کے دستور میں بھی اس کے لیے کوئی ممانعت نہیں۔ اس کے باوجود اگر ''وفاق'' کی قیادت مجھے کہتی ہے تو میں یہ منصب کسی بھی وقت چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔

آپریشن کے بعد خاموشی اختیار کر لینے کا اعتراض بھی بندہ کی ذات پر صادق نہیں آتا بلکہ ملک بھر کے علماء کے حوالے سے ایسی بات حقیقت کے منافی ہوگی کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی کا جسم چھلنی کر دیا جائے اور وہ چیخے چلائے بھی نہیں۔ اخبارات اور میڈیا میں مسلسل ہم اپنے مؤقف اور مطالبات کا اظہار کر رہے ہیں۔

لال مسجد و جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خلاف حکومت کی خاموش واردات کے بعد علماء کرام اور خصوصاً وفاق المدارس کے اکابرین اور ان کے وابستگان کے خلاف حکومت اور حکومتی اداروں کی جانب سے ایک نئی طرز کا حملہ جاری ہے جس میں اکابر علماء

کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے، بدگمانیاں اور بداعتادی کا زہر پھیلایا جارہا ہے، وفاق کو کمزور کرنے کے لیے طلبہ وعلماء، چھوٹوں اور بڑوں میں شکوک وشبہات کی خلیج حائل کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ ایجنسیاں اور مراعات یافتہ طبقے، مراعات قائم رکھنے کے لیے علماء ومذہبی حلقوں کے خلاف منظم منصوبہ بندی سے برسرِ پیکار ہیں۔ ان حالات میں مذہبی لوگوں کو مسالک وعقیدے کی زنجیروں سے نکل کر باہم مربوط ہوکر اسلامی اخلاقیات واقتدار کے تحفظ کے لیے کردار ادا کرنا ہوگا۔ تحریک کا فیصلہ کسی فرد نے نہیں کرنا بلکہ تبدیلی کے لیے پوری قوم کو متحد ہونا اور ایک قوم ہونے کا ثبوت دینا ہوگا۔

اس وقت مذہبی حوالے سے صورت حال انتہائی مخدوش ہے۔ اندرون وبیرون ملک سازشوں کے ایسے جال بنے جارہے ہیں جس کی مثال جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور لال مسجد کے خلاف آپریشن کی صورت میں قوم دیکھ چکی ہے۔ آپریشن سے پہلے قوم کے سامنے مسلسل یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا کہ جامعہ حفصہ رضی اللہ عنہا ایک دہشت گردی کا اڈا ہے، اس میں بھاری اسلحہ ہے، دہشت گرد ہیں، غیر ملکی ہیں، وغیرہ وغیرہ لیکن قوم نے دیکھا کہ سارا پروپیگنڈہ تھا اور آپریشن کے فوراً بعد مخصوص افراد نے علماء کرام اور وفاق المدارس کے خلاف بھرپور پروپیگنڈہ مہم شروع کر کے مذاکرات ناکام بنانے، دینی طلبہ وطالبات کا وحشیانہ قتل عام کرنے، کیمیکل بم مار کر لاشیں جلانے، قرآن وحدیث کی کتابوں کو گندے نالوں میں پھینکنے اور انسانیت کے خلاف گھناؤنے ترین جرائم میں ملوث طاقتور ظالموں کو بے گناہ ظاہر کرنے کی بھونڈی کوششیں شروع کردی ہیں۔ قوم کو قرآن وسنت کو رہنما اور معیار جان کر حق وباطل کی تمیز کرتے رہنا چاہیے۔ باطل نے مٹ ہی جانا ہے لیکن اے اہلِ حق! خیال رہے کہ کہیں باطل ہماری آخرت برباد نہ کر جائے۔ یاد رہے کہ باطل نے متفقہ وار کرنا شروع کردیا ہے اور اہل حق کو اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا ہوگا ظلم اور غلامی سے نجات کے لیے ایک قوم بننا ضروری ہے۔

مٹی کے دیے

میں ان مدارس کی منفی اور مثبت پہلوؤں کی تفصیل میں جائے بغیر اتنا جانتا ہوں کہ وطن عزیز کی لاکھوں مساجد، ان کے دم سے آباد ہیں۔ معاشرے میں دینی اقدار کی کارفرمائی ان کی مساعی سے ہے۔ پانچوں وقت ملک کی فضاؤں میں بکھرنے والی اذانوں کی مشکبو گونج انہی مدارس کی عطا ہے اور دلوں کو دائمی راحتیں بخشنے والے کلام الٰہی کی پرسوز قرأت، جس نے عمرؓ کی تقدیر کو دگرگوں کر دیا تھا، انہی مدارس کا فیضان ہے۔ آپ بے شک نئے ایچی سن، نئے ایڈورڈ اور نئے بیکن ہاؤس بنائیے اور انہیں کروڑوں کے فنڈ زدیجیے لیکن کچے گھروندوں میں فروکش ان بوریا نشینوں کو نہ چھیڑیئے جو آپ سے کچھ نہیں مانگتے، صرف دین حق کی اشاعت کا حق چاہتے ہیں۔ برقی قمقموں کی چکا چوند سے متاثر ہوکر مٹی کے ان دیوں کو نہ بجھایئے جن کی ٹمٹاتی لو میں ہماری صدیوں کی روایات دمک رہی ہیں۔

(عرفان صدیقی)

دینی مدارس اور حکومت کے مابین معاہدہ

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

گزشتہ دنوں اتحادِ تنظیماتِ مدارس اور حکومت کے مابین دینی مدارس کے حوالے سے کچھ امور پر اصولی اتفاق کیا گیا۔ اس اتفاق کے بارے میں بہت سے حلقوں میں مختلف قسم کا ابہام پایا جاتا ہے بالخصوص مذہبی طبقے اور مدارس کی دنیا میں ان مذاکرات کی تفصیل، پس منظر، متفقہ نکات اور ان کے نتائج کے حوالے سے مکمل اور درست معلومات نہ ہونے کی وجہ سے بعض احباب کی طرف سے تشویش کا اظہار بھی کیا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تشویش، سوالات اور مدارس کے حوالے سے بیداری اور حساسیت بہت غنیمت ہے۔ زیر نظر مضمون میں ان مذاکرات میں طے پانے والے امور کے حوالے سے حقیقی صورت حال واضح کرنا مقصود ہے تاکہ ابہام دور ہو اور اس معاملے کی حقیقی تصویر سب کے سامنے آسکے۔ 7 اکتوبر 2010ء کو حکومت اور مدارس دینیہ کی قیادت کے مابین جن امور پر اصولی اتفاق کیا گیا، وہ درج ذیل ہیں:

☆ ......حکومت دینی مدارس کے پانچوں نمائندہ وفاقوں کو خود مختار تعلیمی اور امتحانی بورڈ کا درجہ دے گی اور ایگزیکٹو آرڈر یا ایکٹ آف پارلیمنٹ کے ذریعے اس بورڈ کو قانونی اور آئینی حیثیت دی جائے گی۔

☆ ......دینی مدارس میں میٹرک اور انٹرمیڈیٹ تک عصری مضامین کو شامل کیا جائے گا۔

☆ ......دینی مدارس گورنمنٹ کی طرف سے شائع کردہ متعلقہ کلاس کی عصری مضامین کی کتب پڑھائیں گے، اپنے لیے کوئی الگ نصاب یا کتب تیار نہیں کریں گے۔

☆ ......درس نظامی اور دینی علوم کے حوالے سے حکومت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا، مدارس دینیہ اپنے نصاب کی تشکیل وتعیین اور تدریس وتعلیم کے سلسلے میں مکمل طور پر آزاد اور خود مختار ہوں گے۔

☆ ......ہر وفاق کی نصاب کمیٹی میں حکومت کے دو نمایندے ہوں گے جو بوقت ضرورت صرف عصری مضامین کی تعلیم وتدریس اور معیار کے حوالے سے ہونے والی مشاورت میں شریک ہوں گے۔ ان دونوں نمائندوں کا دینی نصاب ونظام سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

☆ ......عصری مضامین کے نصاب تعلیم، معیار تعلیم اور معیار امتحان میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے مدارس کے نمائندہ وفاقوں اور حکومت کے درمیان ایک مشترکہ ادارہ بنے گا، جس کا نام، دائرۂ اختیار، دائرۂ کار اور ہیئت کے حوالے

سے اگلے اجلاس میں مشاورت کی جائے گی۔

☆......رجسٹریشن ایکٹ جو 2006ء میں جاری ہو چکا اور نافذ العمل بھی ہے، دینی مدارس اس کی مکمل پاسداری کریں گے۔

☆......حکومت کسی بھی مدرسے کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرے گی تاوقتیکہ وہ ٹھوس ثبوت کے ساتھ متعلقہ وفاق کو اعتماد میں نہ لے۔

☆......ایکٹ آف پارلیمنٹ/ ایگزیکٹو آرڈر کا مسودہ حکومت اور اتحاد تنظیمات مدارس کی باہمی مشاورت سے تیار کیا جائے گا، حکومت یک طرفہ طور پر کوئی مسودہ پیش نہیں کرے گی۔

یاد رہے کہ یہ معاہدہ حادثاتی طور پر اور اچانک نہیں ہو گیا، بلکہ اس سلسلے میں گزشتہ دس سالوں سے حکومت کے ساتھ مذاکرات کا سلسلہ جاری ہے۔ اس عرصے میں ان مذاکرات میں مختلف نشیب و فراز آئے، بعض مواقع پر ڈیڈ لاک بھی پیدا ہوا اور بعض مواقع پر یوں محسوس ہوا جیسے حکومت اور مدارس کی قیادت کسی حتمی نتیجے اور منزل تک پہنچ جائے گی، مگر یہ سلسلہ جاری رہا اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔ ان مذاکرات کے دوران ہر مرحلے پر مدارس کی تمام نمائندہ تنظیموں نے اپنی اپنی مجالس عاملہ کے مختلف اجلاسوں میں تفصیل سے حکومت اور مدارس کے مابین زیر بحث آنے والے امور پر تبادلہ خیال اور غور و خوض کیا اور اس کے ممکنہ نتائج و اثرات اور فوائد و نقصانات پر تفصیلی بات چیت ہوئی، پھر اتحاد تنظیماتِ مدارس کے پلیٹ فارم پر بھی مشاورت ہوتی رہی حتیٰ کہ بعض قانونی، تعلیمی اور سیاسی ماہرین سے بھی رہنمائی طلب کی گئی اور آئندہ بھی کوئی فیصلہ مدارس کی نمائندہ تنظیموں کی مجالس عاملہ و مجالس شوریٰ اور دیگر ارباب مدارس کو اعتماد میں لیے بغیر نہیں کیا جائے گا۔

جہاں تک اس اتفاق کے نتیجے میں طے پانے والی عصری تعلیم کا معاملہ ہے، اس کے بارے میں اربابِ مدارس یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ عصری تعلیم جبراً مدارس پر مسلط نہیں کی جائے گی اور کوئی بھی مدرسہ عصری تعلیم دینے کا پابند نہیں ہو گا، کیونکہ پاکستان کے آئین کے مطابق تعلیم کی آزادی کا حق مسلم ہے اور اس سلسلے میں کسی قسم کی قدغن نہیں لگائی جاسکتی، تاہم جو مدارس اپنے ہاں عصری تعلیم نہیں دیں گے ان کی اسناد کی حیثیت بھی عصری تعلیم دینے والے اداروں کے مساوی نہیں ہو گی۔

یہ بھی یاد رہے کہ عصری تعلیم کو مدارس میں شامل کرنا کوئی بیرونی ایجنڈا نہیں، بلکہ وفاق المدارس کی قیادت اور ہمارے اکابر نے اس کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے آج سے دو دہائیاں قبل 1989ء میں مڈل تک عصری تعلیم کو شامل نصاب کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ اس دور کی بات ہے جب حکومت سے کسی قسم کے مذاکرات وغیرہ کا کوئی سلسلہ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود اس وقت مڈل تک نصاب میں انگریزی، ریاضی سمیت جملہ عصری مضامین کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا گیا اور متوسطات کے نام سے مڈل تک عصری تعلیم دی جانے لگی اور 1989ء سے لے کر اب تک متوسط باقاعدہ مدارس کے نظام کا حصہ ہے۔ اس کے بعد 03-2002ء میں نویں اور دسویں کلاس کی تعلیم کو از خود وفاق المدارس نے اپنے نصاب میں شامل کیا، جو آج تک اختیاری طور پر نصاب میں شامل ہے۔ اب صرف ایک قدم آگے بڑھ کر انٹرمیڈیٹ تک تعلیم دینے کا ارادہ

کیا گیا ہے، کیونکہ وفاق المدارس کی ہمیشہ یہ پالیسی رہی ہے ایسی عصری تعلیم جو ہمارے مقاصد میں مخل نہ ہو، بلکہ ممد ومعاون ہواسے نصاب میں شامل کرنے میں ہمیں کوئی تردد نہیں ہوگا۔

البتہ اس اتفاق کے تناظر میں بعض حلقوں کی طرف سے اس خدشے کا اظہار کیا جارہا ہے کہ اس فیصلے سے ہماری دینی تعلیم متاثر ہوگی۔اس بارے میں اکابر علمائے کرام اور ارباب علم ودانش کو سوچنا چاہیے اور اس کا کوئی بہتر حل تجویز کرنا چاہیے۔ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ درسِ نظامی کا حجم کم نہ کیا جائے، بلکہ تعلیم کا دورانیہ بڑھادیا جائے۔

دوسری بات جس پر ہمارے ہاں بہت حساسیت پائی جاتی ہے وہ حکومتی مداخلت ہے۔اس حوالے سے یاد رہے کہ حکومتی نمائندے مدارس کی تنظیموں کی مجالس عاملہ یا مجالس شوریٰ میں شامل نہیں ہوں گے، بلکہ محض نصابی کمیٹی میں شامل ہوں گے اور وہ بھی صرف اس اجلاس میں شریک ہوں گے جس کے ایجنڈے میں عصری تعلیم کے حوالے سے کوئی مشاورت یا غور وخوض کیا جائے گا۔اس کے علاوہ دینی معاملات اور دینی امور کے ساتھ ان کا کوئی سروکار نہیں ہوگا۔یوں تیس فراد پر مشتمل امتحانی کمیٹی میں ان دو افراد کی موجودگی معاونت کے لیے ہوگی، مداخلت کے لیے نہیں۔

بہر حال مدارس دینیہ کی قیادت نے پوری دیانت داری، ذمہ داری اور احتیاط کے ساتھ یہاں تک سفر کیا ہے اور ابھی بہت سفر اور کئی مراحل باقی ہیں۔اکابر کی رہنمائی، مجالس عاملہ ومجالس شوریٰ کی مشاورت اور اربابِ مدارس کی آراء وتجاویز کی روشنی میں آگے بڑھائی جائے گی۔

میں سمجھتا ہوں کہ اب تک کی پیش رفت ہماری کامیابی ہے، کیونکہ مدارس کے نمائندہ وفاقوں کو خود مختار امتحانی بورڈ کا درجہ دینے کا مطالبہ ہمارا دیرینہ مطالبہ تھا اور ہمارے ہر اجلاس، ہر قرارداد اور اعلامیے میں بار بار اس کا مطالبہ کیا جاتا رہا ہے۔ اسی طرح مدارس کی تحتانی اسناد کی عدم قبولیت بھی ہمارا ایک دیرینہ مسئلہ تھا۔اس سے قبل حکومت مدارس کے سسٹم اور حیثیت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھی، لیکن اس فیصلے سے ہم اپنا تشخص منوانے میں بھی کامیاب ہوئے، اپنی تعلیمی اور امتحانی حیثیت قبول کروانے میں بھی کامیاب رہے، اپنی تحتانی اسناد کی حیثیت بھی منوالی۔

باقی یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ مدارس کی قیادت مدارس کے معاملے میں کسی بھی شخص سے زیادہ محتاط اور حساس ہے اور تمام قائدین کو اس بات کا بخوبی احساس وادراک ہے کہ اس وقت دینی مدارس بیرونی قوتوں کے ایجنڈے پر ہیں۔یہی وجہ ہے کہ مدارس کی قیادت کو چومکھی لڑائی لڑنی پڑرہی ہے۔تمام احباب خاطر جمع رکھیں، ایسا کوئی فیصلہ قطعاً قبول نہیں کیا جائے گا، جس سے مدارس کی حیثیت، مقاصد یا حریت وآزادی پر کوئی حرف آئے۔وما توفیقی الا باللہ

گورنر سندھ کے نام اربابِ وفاق کا خط

[سن 2012 میں ایم کیو ایم کے قائد جناب الطاف حسین کی جانب سے کراچی کے دینی مدارس کے منتظمین اور مساجد کے ائمہ اور خطباء کے کوائف جمع کرنے کا حکم نامہ جاری کیا گیا، جس پر عمل درآمد کرتے ہوئے ایم کیو ایم کے کارکنان نے بعض مدارس میں جا کر کوائف حاصل کرنے کی کوشش کی، جس کی بناء پر دینی حلقوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی، اس نازک موقع پر اربابِ وفاق المدارس کی جانب سے گورنر سندھ کو ایک خط لکھا گیا، ذیل میں اس خط کا متن قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ مرتب]

محترم و مکرم عزت مآب جناب ڈاکٹر عشرت العباد صاحب گورنر سندھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......مزاجِ گرامی بخیر!!

گزارش ہے کہ آنجناب چونکہ وفاقِ پاکستان اور حکومتِ پاکستان کے بھی نمائندہ ہیں اور ایم کیو ایم کے بھی نمائندہ ہیں اس لیے دینی مدارس بلکہ وطنِ عزیز پاکستان کے ایک نہایت ہی اہم معاملے کی جانب آپ کی توجہ مبذول کروانی ہے۔ گزشتہ دنوں ایم کیو ایم کے قائد جناب الطاف حسین صاحب کی جانب سے دینی مدارس کے منتظمین اور مساجد کے خطباء کے کوائف جمع کرنے کا جو اعلان کیا گیا اس کی وجہ سے پورے ملک میں بلکہ دنیا بھر میں تشویش و اضطراب کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اگر چہ اس وقت اس اعلان کو محض ایک بیان کے طور پر لیا گیا لیکن اب باقاعدہ طور پر بعض مدارس اور مساجد میں ایم کیو ایم کے کارکنوں کی کوائف طلبی کے لیے آمد کی اطلاع ملی تو ملک بھر کے مدارس بالخصوص کراچی کے تمام اداروں میں اشتعال و اضطراب کی لہر دوڑ گئی اور تصادم اور محاذ آرائی کا سنگین خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس صورتحال میں وفاق المدارس کا یہ اعلیٰ سطحی نمائندہ وفد آپ سے ملاقات کر رہا ہے اور آپ کی توجہ اس اہم معاملے کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہے کہ اس معاملے کا آپ فوری نوٹس لے کے اس کی روک تھام کا بندوبست فرمائیں کیونکہ ہماری دانست میں دینی مدارس کے کوائف طلب کرنے کا اختیار حکومت کو ہے اگر کوئی جماعت یا کوئی فرد جماعتی یا انفرادی طور پر اس معاملے میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے گا تو اس کی وجہ سے انتشار اور فساد کا دروازہ کھلے گا۔ اس لیے گزارش ہے کہ براہ مہربانی ایم کیو ایم کے کارکنان اور عہدیداران کو اس مہم جوئی سے باز رکھنے کا اہتمام فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

والسلام مع الاکرام

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان	مولانا محمد حنیف جالندھری
(صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)	(ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

دینی مدارس ومساجد کی کوائف طلبی اور وفاق المدارس کا مؤقف

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

[ایم کیوایم کے قائد الطاف حسین کی جانب سے مدارس ومساجد کے طلبہ وائمہ کی کوائف طلبی کا اعلان کیا گیا، اس موقع پر وفاق المدارس کی قیادت کی جانب سے مدارس ومساجد کی انتظامیہ کو ایک خط ارسال کیا گیا، جس میں کوائف طلبی کے نام پر کسی بھی شخص کو کوائف دینے سے منع کیا گیا، اس خط کا متن گزشتہ صفحات میں شائع ہو چکا ہے...... وفاق المدارس کے اس خط کے جواب میں جامعہ احتشامیہ جیکب لائن کراچی کے مہتمم مولانا تنویر الحق تھانوی صاحب کی جانب سے حضرت ناظم اعلیٰ وفاق المدارس کو خط لکھا گیا، جس میں انہوں نے اس معاملے سے متعلق اپنے نقطۂ نظر اور مؤقف کو پیش کیا...... مولانا تنویر الحق صاحب کے اس خط کے جواب میں حضرت ناظم اعلیٰ وفاق نے انہیں جوابی خط لکھا اور وفاق المدارس کے مؤقف کی وضاحت کی...... ذیل میں مولانا تنویر الحق صاحب کا خط اور حضرت ناظم اعلیٰ وفاق کی جانب سے اس خط کا جواب پیش ہے۔ مرتب]

محترم المقام جناب ناظم اعلیٰ صاحب، وفاق المدارس العربیہ پاکستان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ! مورخہ 17-10-2012 کا ملتان سے بذریعہ ڈاک ارسال کردہ والا نامہ خادم جامعہ احتشام کو مہتمم کے عہدے کی حیثیت میں موصول ہوا۔ دونوں ورقے بغور پڑھے، آپ میں موجود مدارس دینیہ کا درد گہرائی تک محسوس ہوا، اس امر کی بھی خوشی ہوئی کہ تحفظ مدارس کے حوالے سے ماشاء اللہ مانند شہاب ثاقب بروقت اقدام اور حد درجہ کارروائی کے بھرپور جذبے کا مشاہدہ ہوا۔ اللھم زد فزد...... احقر کی جانب سے یہ کلماتِ تحسین اکابر علماء کی خدمت میں بھی پیش فرمادیں۔

جناب ناظم اعلیٰ صاحب! مسلک دیوبند کے درد کے حوالے سے میں بھی کچھ عرض کرنے کی غرض سے قلم اٹھانے کی جسارت کر رہا ہوں، ویسے بھی کراچی سے خیبر، گلگت بلتستان کل مہتممین کے نام جناب کا والا نامہ یقیناً پہنچا ہوگا، گوکہ اس میں رتی برابر بھی جواب طلبی کا واضح تو کیا مبہم اشارہ بھی نہیں ملتا لیکن میں چونکہ کچھ معروضات پیش کرنے کی پوزیشن میں دیانتدارانہ طور پر اپنے کو سمجھتا ہوں، اسی لئے عرض گزار ہوں۔

حضرت والا! الطاف بھائی کی تقریر میں مدارس کے حوالے سے بلکہ مساجد بھی شاید شامل تھیں، کوائف جمع کرنے کی ہدایات کے باعث جو انتشار پھیلا وہ بلاشبہ ایک فطری اور منطقی نتیجے پر پہنچا اور یہ صحیح ہے کہ بعض مدارس دیوبند ہی نہیں بلکہ بریلوی

مکتبۂ فکر کے بھی بعض مدارس میں متحدہ کے کارکنان الطاف بھائی کے کہنے کو پورا کرنے پہنچ گئے۔ جس کی سرکوبی کے لئے سب سے پہلے رابطہ کرنے والے متحدہ قومی موومنٹ کے قدیم منظور نظر دیوبندی عالم جامعہ بنوریہ سائٹ مدرسے کے مہتمم صاحب تھے، اس میں کوئی شک نہیں کہ بات بڑی سنگین نوعیت اور حد درجہ تشویش کی تھی، غرضیکہ مہتمم بنوریہ صاحب اور متحدہ کی رابطہ کمیٹی کے درمیان پہلی فرصت میں ملاقات طے ہوگئی، جس کی اطلاع احقر کو بھی بحیثیت صدر متحدہ بین المسلمین فورم کے دی گئی، ان دنوں یہ نوزائیدہ فورم مہینے بھر کا بھی نہیں تھا کہ پہلا کیس ہماری طرف بہ ایں معنیٰ بڑھا دیا گیا کہ آپ حضرات بھی ساتھ چلیں، الطاف بھائی کے جملے کی وضاحت اور صفائی تو رابطہ کمیٹی اور علماء ونگ کے حضرات کو کرنی تھی، جو کہ سننے کے بعد بڑی معقول لگی، حضرت مہتمم صاحب سمیت ہم متحدہ فورم کے تین حضرات بشمول احقر کے جناب علامہ عباس کمیلی صاحب (شیعہ سینئر نائب صدر) اور جناب قاری جمیل راٹھور صاحب (بریلوی سینئر نائب صدر) بھی مطمئن ہوگئے، میں چونکہ سماعت میں شریک تھا، اس لئے ذہن پر زور ڈال کر کچھ خلاصہ قلمبند کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ رابطہ کمیٹی کے رکن شاہد لطیف صاحب، عبدالحسیب صاحب اور جاوید احمد صاحب وغیرہ وغیرہ نے وضاحتاً بتلایا کہ الطاف بھائی نے شہر کراچی میں نئے آنے والے اور بسنے والے افراد کی چھان بین کی غرض سے یہ جملہ کہا ہے، کیونکہ متحدہ قومی موومنٹ اور الطاف بھائی کی پکی معلومات کے مطابق کراچی میں چھ لاکھ طالبان مختلف روپ اور بھیس بدل کر وزیرستان کے آپریشن کے باعث کراچی میں تشریف فرما ہو چکے ہیں، واضح ہو کہ میں تائید کے بجائے فقط آگاہی دے رہا ہوں، نیز استدلال کے طور پر یہ بھی فرمایا کہ جس طرح اہل مدارس سمیت تمام دینی و دنیاوی اداروں میں ضابطے اور قانون وضع کرنے کا مقصد ادارے میں امن وامان اور حفاظت وسلامتی کے سوا نہیں ہوتا، مثلاً کوئی طالب علم اپنے ساتھ غیر متعلق شخص کو مدرسے میں ٹھہرا ہی نہیں سکتا، الا یہ کہ مہتمم یا انتظامیہ کی خصوصی اجازت لینی ہی پڑتی ہے۔ مہتمم بنوریہ سائٹ سمیت مفتی منیب الرحمان صاحب اور ان کے بلائے ہوئے دیگر اصحاب کو بھی واضح طور پر دو باتیں سمجھا دی گئیں، وہ یہ کہ اگر کوائف لینے کی غرض سے آنے والے لڑکوں کو آپ پہچانتے ہیں تو ہمیں نام پتے دے دیں اور اگر آپ نہیں پہچانتے تو ان کو بٹھالیں یا پکڑ لیں اور ہمیں بلاتاخیر اطلاع کر دیں، وغیرہ وغیرہ۔

بہرحال، ناظم اعلیٰ صاحب! مجھے متحدہ بین المسلمین فورم کا صدر الطاف بھائی اور پوری رابطہ کمیٹی کے اتفاق رائے سے بلا معاوضہ بنایا گیا ہے، جس کا معروضی حالات کے پیش نظر اولین مقصد یہ ہے کہ مسلک کے نام پر شناختی کارڈ دیکھ دیکھ کر جو قتل کرنے تک نوبت پہنچ چکی ہے، اس کو خدارا اس لئے بھی روکنے میں اپنا کردار ادا کرنے کے لئے (بقول الطاف بھائی) علماء میدان میں آئیں، ورنہ نہ کوئی دیوبندی بچے گا، نہ بریلوی، نہ اہلحدیث، خانہ جنگی ہو جائے گی، ملک تباہ تو ہو ہی رہا ہے، مزید اور مکمل تباہ ہو جائے گا، اس تناظر میں میرے اوپر نظر انتخاب اس حوالے سے جم گئی کہ آپ کا گھرانہ آپ کے والد حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر اتحاد بین المسلمین کے لئے اپنی خدمات اور توانائیاں صرف کی تھیں، چنانچہ یہ امن وامان کا خواہشمند اور داعی شخص ہی الطاف حسین ہے، جس کے مرکز 90 کے ہر دفتر اور ملاقاتی کمروں میں پاکستان اور MQM کا جھنڈا برابر برابر رکھا ہوتا ہے، جس کے لاکھوں کے جلسوں میں بھی دونوں جھنڈے لہرائے جاتے ہیں، جس نے مہاجر جیسے کڑوے سے کڑوا اور لسانی قومیتوں میں بدہضمی پیدا کرنے والا لفظ چھوڑ کر سندھی، بلوچی، پنجابی، پشتو، سرائیکی، گلگتی، بلتستانی سمیت بنگالی، برمی زبانیں بولنے والوں کے لئے ''متحدہ'' کا نام لگا کر نہ صرف دل کے دروازے کھول دیئے،

بلکہ اس کی پاداش میں اپنی چٹانوں کی مانند جماعت کی تقسیم کے چیلنج کو بھی حوصلے سے قبول کرلیا، یہ وہ مضبوط سیاسی قائد اور لیڈر ہے کہ جو میدان سیاست کا بادشاہ بن کر بھی اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی مجلسیں، محفلیں، قرأت ونعت کی پُروقار تقاریب وقتاً فوقتاً منعقد کرتا رہتا ہے اور اس پر مزید یہ کہ ایک ایک وفاقی اور صوبائی وزیر MNA/MPA اور رابطہ کمیٹی سمیت چھوٹے سے چھوٹا کارکن تک فرشی نشستوں پر کھلے آسمان کے نیچے ساری ساری رات بلا تکان بیٹھتے ہیں، برقعے والی اور بے برقعہ، لیکن باحیاء وچادر پوش ہزاروں لاکھوں خواتین کا یہ وہ مہذب اور بلا اخلاق قائد ہے کہ ہر نوعیت کے جلسوں اور اجلاسوں میں لاکھوں خواتین کی شرکت کا مردوں سے الگ انتظام کرنے کے ساتھ ساتھ اختتام جلسہ پر خواتین کو پہلے اور باعزت طریقے پر رخصت کرنے کے خصوصی انتظامات کا ترجیحی بنیادوں پر پوری تنظیم کو پابند کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

کہاں تک سنو گے کہاں تک سناؤں؟

رضينا بالله رباً وبا لإسلام ديناً وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبياً أصبحنا علىٰ فطرة الإسلام وكلمة الإخلاص وعلىٰ دين نبينا محمد صلى الله عليه وسلم وعلىٰ ملة أبينا إبراهيم حنيفا مسلماً وما أنا من المشركين۔ اللهم بك أصبحنا وبك أمسينا وبك نحيا وبك نموت و إليك النشور۔

جناب ناظم اعلیٰ صاحب! مذکورہ بالا کلمات اصحاب شک وشبہات کو گواہ بنانے کے لئے صحت وکیفیت ایمان کا بتوفیقہ تعالیٰ اظہار کرنے کے لئے لکھ دیئے ہیں اور یہ اس لئے ضرورت پڑی کہ الطاف بھائی کے جن مشاہداتی اوصاف کا احقر نے ذکر کیا ہے، ان کے بعد بھی احقر کا ایمان اگر کامل نہیں تو بحمد اللہ سلامت ضرور ہے۔ اگرچہ ان باتوں کے ذکر سے خدانہ کرے آپ جیسے اصحاب فتویٰ وتقویٰ کو رام کرنے سے زیادہ اپنی پوزیشن عند الخلق صاف کرنا مقصود ہے۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

باقی یہ کہ اگر جلیل القدر نسبتوں کا لحاظ بلا مفادات کے ہم دونوں میں "بقدر اشک بلبل" بھی موجود ہو تو مسلک دیوبند کی حرمت وتحفظ کی خاطر میں بلا جھجک آپ کی سرپرستی میں ادنیٰ خادم اور رضا کار کے طور پر کام کرنے کو تیار ہوں، کیونکہ کراچی، حیدرآباد، میرپورخاص تک (وجود ہو یا نہ ہو) یہ آپ حضرات محققین کی تحقیق پر موقوف ہے، لیکن صرف اور صرف لفظ "طالبان" سے جو نقصان اور تباہی اور بدنامی ورسوائی مسلک دیوبند کی ہوتی ہوئی میں کھلے آنکھوں دیکھ رہا ہوں، اللہ کرے کہ وہ دیگر دردمندان مسلک کو بھی محسوس ہو جائے۔

MQM والوں سے بانگ دہل طالبان کی سخت سے سخت اور نفرت سنی اور دیکھی ہے، لیکن میں اگر قسم بھی کھالوں تو جھوٹی نہیں ہوگی کہ ان کی زبانوں اور تحریروں میں دیوبندیوں کی نفرت وحقارت نہیں نظر آتی ہے۔ ہاں! کراچی سے خیبر تک بریلویت اور شیعیت والے برملا طالبان کو دیوبندیوں کا طبقہ وحصہ بنا کر دیوبندیت کو نفرتوں کے گڑھوں میں جھونکنے کا اپنا تبلیغی فرض منصبی بھرپور انداز میں ادا کر رہے ہیں، ورنہ متحدہ مجلس عمل کے پلیٹ فارم سے حیدرآباد سندھ کے جید عالم دین صاحبزادہ ابوالخیر زبیر سے طالبان کی حمایت میں ایک بیان ہی دلوادیا جائے تو MMA کا یہ بڑا کارنامہ اور مسلک دیوبند پر احسان عظیم

ہوگا اور چونکہ ابوالخیر صاحب کی نجاتِ آخرت الطاف بھائی کی انتہائی نفرت اور ازلی دشمنی پر یقینی درجے میں ہے اور طالبان کی نفرت و مذمت میں الطاف بھائی اور مولانا ابوالخیر زبیر سو فیصد متفق ہیں، للہذا الطاف بھائی کی نفرت میں ہی طالبان کی تعریف کردیں، کیونکہ MMA کی تقریباً تین عدد جماعتیں جماعت اسلامی کو دھکا دینے کے بعد بھی طالبان کے حق میں فرقہ سکوتیہ بنی ہوئی ہیں تو مولانا ابوالخیر صاحب ہی بسم اللہ کریں۔

غرضیکہ (کیا سیاسی اور کیا مذہبی) آنکھوں میں دھول جھونکنے والے تو مشرف ومکرم ٹھہرے اور صاف گو گمراہ در گمراہ سمجھ لئے گئے۔ تعصب کی آنکھ اور عینک سے کبھی حق و باطل کی پہچان بقول شاعر نہیں ہوسکی ہے اور نہ آئندہ ہوسکے گی۔

فعين الرضا عن كل عيب كليلة　　　كما أن عين السخط تبدي المساويا

آپ کی پیشگی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اپنے علماء صلحاء اساتذہ وتلامذہ اور عام معصوم دیوبندیوں کو صحیح صورتحال سے آگاہ کرنے کے لئے تبلیغی نقطہ نظر سے اس خط کو جملہ لوازمات کے ساتھ ماہنامہ ''حق نوائے احتشام'' رسالے میں ضرور شائع کروں گا۔ اگر آپ کا بھرپور جواب بھی اشاعت سے قبل جلد از جلد مل جائے تو ان شاء اللہ بہتر راہیں کھلیں گی۔ آپ سے ملاقات کا بھی از خود دل سے خواہاں ہوں، کراچی ہو یا ملتان۔ (والله يعلم بأيّ أرض)

والسلام فقط

(مولانا) تنویر الحق تھانوی

حضرت ناظم اعلیٰ وفاق المدارس کا جواب

گرامی قدر حضرت مولانا تنویر الحق تھانوی صاحب زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی بخیر

آنجناب کا گرامی نامہ موصول ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ، مسلسل اسفار و مصروفیات کی بناء پر جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی، معذرت خواہ ہوں۔

آپ نے بہت اچھا کیا کہ اپنے جذبات وخیالات سے آگاہ فرمایا۔ آپس میں یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے، اس سے باہمی خیالات سے واقفیت اور ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

ایک سادہ سی بات تھی کہ ایم کیو ایم کے قائد محترم جناب الطاف حسین صاحب کی طرف سے ''مساجد و مدارس'' کے کوائف جمع کرنے کے اعلان پر ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' نے نوٹس لیا، جو کہ مسئلہ کی نوعیت کے لحاظ سے انتہائی ضروری تھا، اس لئے کہ دینی مدارس کی آزادی وخودمختاری کا تحفظ ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کی جدوجہد کا ہمیشہ سے ایک بنیادی ہدف رہا ہے، حتیٰ کہ ہم نے حکومتوں تک کا یہ حق کبھی تسلیم نہیں کیا کہ وہ مدارس کے معاملات میں اس طرح باقاعدہ مداخلت کریں اور اگر کبھی مداخلت کی کوئی صورت سامنے آئی ہے تو وفاق نے اس کو قبول نہیں کیا اور اسے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے، اس پس منظر میں کسی سیاسی جماعت کی طرف سے خواہ وہ کوئی بھی ہو، اس قسم کی مداخلت کو آخر کیسے قبول کیا جاسکتا ہے؟

ہمارے نزدیک دینی مدارس کی آزادی اور ان کی خودمختاری، باقی ہر چیز پر مقدم ہے اور دینی مدارس کے نصاب ونظام کے معاملے میں آئندہ بھی وفاق اپنی یہ پالیسی ان شاء اللہ تعالیٰ جاری رکھے گا۔

ایم کیو ایم نے بہت اچھا کیا کہ آنجناب کو اور دیگر محترم علمائے کرام کو دعوت دے کر اس سلسلے میں اعتماد میں لینے کا راستہ اختیار کیا اور کوائف جمع کرنے کا سلسلہ موقوف کر دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ''وفاق'' کی طرف سے احتجاج کی وجہ سے ہی ممکن ہوا، ورنہ اگر کوائف جمع کرنے کے لئے ایم کیو ایم کے کارکنوں کی ٹیموں کی مدارس میں آمد و رفت کا سلسلہ نہ رکتا تو شاید اس کی نوبت بہت بڑے خلفشار تک جا پہنچتی۔

اس لئے ہم مطمئن ہیں کہ وفاق کے لیٹر کی وجہ سے یہ سلسلہ رک گیا ہے اور سرکردہ علمائے کرام کو اعتماد میں لینے کی ضرورت بھی محسوس کی گئی ہے۔فالحمدلله علیٰ ذالك۔

محترم! آنجناب نے ایم کیو ایم کی رابطہ کمیٹی کی طرف سے دی گئی بریفنگ پر اطمینان کا اظہار کیا ہے جو آپ کا حق ہے لیکن میرے اس سلسلے میں کچھ تحفظات ہیں، جن سے آنجناب کو آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

☆......کراچی میں چھ لاکھ طالبان کی موجودگی کی بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، خصوصاً اس پس منظر میں عالمی میڈیا اور لابیوں کے ساتھ ساتھ پاکستانی میڈیا اور سیاسی حلقوں کے بعض عناصر نے بھی ہر اس شخص کو ''طالبان'' کہنا شروع کر رکھا ہے جو داڑھی اور پگڑی سے مزین ہے، پاکستان میں نفاذِ شریعت کی بات کرتا ہے، ملک کو سیکولر ریاست بنانے کی مخالفت کرتا ہے اور اس کے لئے کسی نہ کسی درجہ میں متحرک بھی ہے، کیونکہ یہ سیکولر عناصر کی طے شدہ پالیسی اور تکنیک ہے کہ نفاذِ اسلام کی عملی جدوجہد کرنے والے حلقوں اور افراد کو ''طالبان'' کا ٹائٹل دے کر بدنام کیا جائے اور رائے عامہ کو ان سے متنفر کرنے کی کوشش کی جائے اور اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے تو کراچی اور پاکستان میں ایسے طالبان کی تعداد شاید چھ کروڑ سے بھی متجاوز ہو، لیکن پروپیگنڈے اور لابنگ کے زور پر سیکولر عناصر نے دینی مدارس کے اساتذہ اور طلبہ کے خلاف جو مہم شروع کر رکھی ہے، اس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔

☆......دینی مدارس کے معاملات کو سیاسی جماعتوں کی باہمی ترجیہات کے حوالے سے دیکھنا ہماری سمجھ میں نہیں آرہا۔ ''وفاق المدارس'' سے وابستہ دینی مدارس میں کم وبیش ہر سیاسی جماعت کے لوگ منتظمین ومعاونین میں شامل ہیں۔ اگر ہر سیاسی جماعت کے لوگ اپنی اپنی جماعتی پالیسیوں کی ترجمانی اور دفاع مدارس کے حوالے سے شروع کر دیں تو ''وفاق'' کی اجتماعیت اور دینی مدارس کی مقصدیت دونوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ کسی بھی سیاسی جماعت سے وابستہ ہونا، اس کی پالیسیوں کو ترجیح دینا، اس کے لئے کام کرنا اور اس کا دفاع کرنا ہر شہری کا حق ہے، لیکن ان معاملات کو مدارس کے ماحول اور نظام سے الگ تھلگ رہنا چاہئے، مدارس کے معاملات کو ہر قسم کی سیاسی وابستگی سے بالاتر رکھنے کی ضرورت ہے اور ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' بحمد اللہ تعالیٰ اس توازن واعتدال کو ہمیشہ سے قائم رکھے ہوئے ہے۔

☆......جہاں تک مدارس کے ماحول میں مشکوک افراد کی موجودگی کا خدشہ ہے۔ ''وفاق'' اس صورت حال پر کڑی

نظر رکھے ہوئے ہے، مدارس کے مہتممین کو اس سلسلے میں واضح ہدایات دی گئی ہیں، جن پر عمل بھی ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہم نے حکومتی اداروں کو کھلی پیش کش کر رکھی ہے کہ ملک بھر کے کسی بھی مدرسے میں کوئی مشکوک شخص ان کے علم میں ہو تو وہ اس سلسلے میں ''وفاق'' سے رابطہ کریں اور اسے مطلع کریں، ایسے مشکوک افراد کو مدارس کے ماحول سے الگ کرنے اور ضرورت پڑنے پر قانون کے حوالے کرنے میں ''وفاق'' بھرپور تعاون کرے گا۔ ہم نے حکومتی حلقوں سے کہہ رکھا ہے کہ ''وفاق'' کو اعتماد میں لئے بغیر کسی مدرسہ میں براہ راست مداخلت اور کوائف کا طلب کرنا، مدارس کی آزادی کے منافی ہے، جو وفاق کے لئے قابل قبول نہیں ہے، ہماری یہی پالیسی غیر سرکاری حلقوں کیلئے بھی ہے، ملک کے کسی بھی حلقے، ادارے یا جماعت کو کسی بھی مدرسے کے بارے میں اس قسم کی کوئی شکایت ہے تو ''وفاق'' سے رابطہ کی صورت میں اس شک وشبہ کو دور کرنے کے لئے اس سے مکمل تعاون کیا جائے گا، لیکن کسی کو بھی مدارس کے معاملات میں براہ راست مداخلت کا حق کسی صورت میں نہیں دیا جاسکتا۔

☆......اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند مسلک کے وقار اور مفادات کے تحفظ کے لئے کچھ عرصہ قبل جامعہ اشرفیہ لاہور میں ملک بھر کے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند اکابر کے بھرپور اور نمائندہ اجتماع میں جو مشترکہ مؤقف طے کیا گیا تھا اور جس کا پورے اہتمام کے ساتھ قومی سطح پر اظہار ہو چکا ہے۔ اس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ متعلقہ معاملات میں اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کے مؤقف کے حوالے سے کسی مزید وضاحت کی ضرورت باقی رہ گئی ہے، وفاق اسی اجتماعی مؤقف کو دیوبندی مؤقف اور پالیسی سمجھتا ہے اور اپنے دائرہ کار کی حدود میں اسی مؤقف کی پاسداری اور فروغ کی کوشش کر رہا ہے جبکہ دیوبندی کہلانے والے تمام حلقوں سے بھی ہماری یہ گزارش ہے کہ وہ اسی اجتماعی مؤقف کا ضرورت کے ہر موقع پر اظہار کریں اور اس کی ترجمانی کریں۔

☆......جہاں تک ''اتحاد بین المسلمین'' اور ''ملی یکجہتی'' کا تعلق ہے۔ ''وفاق'' سے زیادہ کون اس کا علمبردار ہوگا، جس کی محنت سے تمام مکاتب فکر کے دینی مدارس کے وفاقوں کا متحدہ فورم ''اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان'' کے نام سے نہ صرف موجود ہے بلکہ مدارس وجامعات کے کردار اور وقار کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل بھی ہے۔

آنجناب ''اتحاد بین المسلمین'' کے عظیم مقصد کے لئے اگر سرگرم عمل ہیں تو ہمارے لئے خوشی اور افتخار کی بات ہے اور اس مقصد کے لئے آپ کو کسی بھی درجہ میں وفاق کے تعاون کی ضرورت محسوس ہو تو ہم حاضر ہیں، اس کام کو اپنا کام سمجھتے ہیں اور خوشی محسوس کرتے ہیں کہ خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کے جانشین اپنے عظیم والد کے مشن کو آگے بڑھانے کی خواہش رکھتے ہیں اور اس کے لئے کام کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آنجناب کو اس مشن میں کامیابی اور ترقی سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین۔

کسی وقت موقع ملا تو باہمی ملاقات میں بھی ان امور پر تبادلہ خیالات کی کوئی صورت نکالوں گا، ان شاءاللہ۔ احباب ورفقاء سے سلام مسنون۔ جزاکم اللہ أحسن الجزاء

والسلام

(مولانا قاری) محمد حنیف جالندھری

وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملاقات

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

گزشتہ دنوں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کے ساتھ علماء دیو بند کے ایک نمائندہ وفد کے ہمراہ ملاقات اور گفتگو کا موقع ملا، اس ملاقات کی روداد اور گفتگو کی تفصیلات قارئین کی اطلاع کے لئے پیش خدمت ہیں تا کہ ریکارڈ رہے۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت کے بعد پورے ملک میں بالعموم اور پنجاب میں اس بات کا خطرہ محسوس کیا جا رہا تھا (ابھی بھی ان خطرات کے بادل پوری طرح چھٹے نہیں ہیں) اور خدشہ تھا کہ اس حادثے کے نتیجے میں کہیں دیو بند بریلوی تنازع نہ شروع ہو جائے۔ اس لئے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے ہر دو مکاتب فکر کو قریب لانے، ان کے گلے شکوے دور کرنے اور دونوں مکاتب فکر کا نقطہ نظر سننے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ 20 جون کی شام کو وزیر اعلیٰ نے بریلوی علماءِ کرام کے ساتھ تفصیلی میٹنگ کی اور 21 جون کو علماءِ دیو بند کے نمائندہ وفد سے تقریباً تین گھنٹے کی تفصیلی ملاقات ہوئی۔ اس موقع پر حکومت پنجاب کی طرف سے سینئر مشیر سردار ذوالفقار کھوسہ، رانا ثناء اللہ وزیر قانون، راجہ اشفاق سرور، آئی جی، ہوم سیکریٹری اور دیگر اعلیٰ افسران موجود تھے جبکہ ہمارے وفد میں مولانا حافظ فضل الرحیم جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا الیاس چینوٹی (ایم پی اے)، قاری احمد میاں تھانوی، مولانا امجد خان اور دیگر علماءِ کرام شامل تھے۔

وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنی ابتدائی گفتگو میں اس ملاقات کی ضرورت اور مقاصد پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ میرا آپ حضرات سے پہلے بھی علیحدہ ملنے کا ارادہ تھا لیکن بوجوہ نہیں مل سکا، آپ اہل علم حضرات ہیں ہم آپ سے رہنمائی اور تعاون کے طلبگار رہیں اور آپ کے قیمتی مشوروں کے قدردان۔ اس لئے آپ حضرات کو زحمت دی ہے پھر انہوں نے اپنی گفتگو میں علماءِ دیو بند کی تحریک پاکستان میں خدمات کا بہت اچھے انداز سے تذکرہ کیا اور کہا کہ مسلمانان برصغیر کی اس کامیابی میں علماء کا بڑا حصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ پہلی پرچم کشائی علماءِ دیو بند نے کی۔ اس کے ساتھ ساتھ وزیر اعلیٰ پنجاب نے موجودہ ملکی حالات اور علماء پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کے حوالے سے بھی کھل کر گفتگو کی۔

جب ان کی گفتگو مکمل ہوئی تو انہوں نے ہمیں بات کرنے کی دعوت دی اس موقع پر تمام علماءِ کرام نے متفقہ طور پر مجھے نامزد کرتے ہوئے کہا کہ محمد حنیف جالندھری ہمارا موقف پیش کریں گے۔ علماءِ کرام کے اس اعتماد اور حسن ظن کے اظہار کے بعد میں نے اپنی گفتگو شروع کی۔ سب سے پہلے میں نے وزیر اعلیٰ اور ان کے رفقاء کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ہمیں یہ

موقع فراہم کیا کہ ہم کھل کر اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر سکیں۔ پھر میں نے مختصراً علماء دیوبند کے تحریک پاکستان میں کردار و خدمات اور تعارف پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس وقت آپ جن لوگوں کے درمیان موجود ہیں ان کے اکابر کا برصغیر کی آزادی میں بڑا کردار رہا ہے۔ ہمارے اسلاف اور بزرگوں نے برصغیر سے انگریز کا بوریا بستر گول کرنے کی خاطر بڑی قربانیاں دیں، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، برصغیر کی آزادی میں علماءِ دیوبند کا سب سے بڑا حصہ ہے اس کے بعد قیام پاکستان کی تحریک میں بھی علماءِ دیوبند نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حکیم الامت، مجدد الملۃ والدین حضرت مولانا شاہ محمد اشرف تھانویؒ نے نہ صرف یہ کہ تحریک پاکستان میں شرکت کا فتویٰ دیا بلکہ اپنے تمام متعلقین، متوسلین اور معتقدین کو تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا حکم بھی دیا۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح سے کسی نے کہا کہ آپ کے ساتھ کوئی عالم بھی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ''میرے ساتھ ایک عالم یعنی مولانا اشرف علی تھانویؒ ایسے ہیں کہ اگر ان کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں تمام علماء کا علم و فضل رکھ دیا جائے تو حضرت تھانویؒ والے پلڑے کا وزن بڑھ جائے گا''۔ صرف حضرت تھانوی ہی نہیں بلکہ دیگر علماءِ کرام مثلاً علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مفتی محمد حسن امرتسریؒ اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ سب علماءِ دیوبند ہی تھے جنہوں نے تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ سرحد اور سلہٹ کے ریفرنڈم کبھی کامیاب نہ ہوتے اگر مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی شہر شہر اور گاؤں گاؤں جا کر لوگوں کو قیام پاکستان اور الحاق پاکستان کے حق میں ووٹ دینے پر آمادہ نہ کرتے۔ قائداعظمؒ نے پہلی مرتبہ مغربی اور مشرقی پاکستان میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ہاتھوں پر پرچم کشائی کروا کر گویا یہ اعتراف اور اعلان کیا کہ اگر انہیں علماءِ دیوبند کا تعاون اور سرپرستی حاصل نہ ہوتی تو پاکستان کبھی معرض وجود میں نہ آتا۔

علماءِ دیوبند کی خدمات صرف قیام پاکستان تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ انہوں نے بعد میں بھی اس ملک و ملت کی خدمت کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ پاکستان کا کوئی آئین نہیں تھا، اس ملک کو ایک آئین اور دستاویز کی ضرورت تھی۔ علماءِ دیوبند نے کراچی میں اجلاس بلایا جس میں قرارداد مقاصد منظور ہوئی، اس اجلاس کا داعی یہی مکتب فکر تھا لیکن علماءِ دیوبند نے اپنے روایتی اعتدال سے کام لیتے ہوئے تمام مکاتب فکر کے چوٹی کے علماء کو بلایا۔ یوں ان حضرات نے پاکستان کو دستوری بنیاد مہیا کی، اس ملک کو شاہراہِ دستور پر بھی علماء دیوبند نے ڈالا، میرے دادا مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے قرارداد مقاصد پر دستخط موجود ہیں اور وہ تحریک پاکستان میں بھی شامل تھے۔ میرے ساتھ مولانا حافظ فضل الرحیم تشریف فرما ہیں ان کے والد مفتی محمد حسن امرتسریؒ تحریک پاکستان کے سرکردہ رہنماؤں میں سے تھے۔ الغرض قیام پاکستان سے لے کر استحکام پاکستان کے پورے سفر میں علماءِ دیوبند کا کلیدی اور قائدانہ کردار رہا ہے۔ ماضی قریب میں جب سوویت یونین افغانستان پر حملہ آور ہوا اور ہمیں یہ بتایا گیا کہ ان کا مقصد افغانستان کے پہاڑ نہیں بلکہ ان کی نظر ہمارے گرم پانیوں پر ہے اس لئے افغان جنگ دراصل دفاعِ پاکستان کی جنگ ہے اس وقت جن لوگوں نے وطن عزیز کے لئے جانیں دیں وہ بھی علماءِ دیوبند ہی کے خوشہ چین تھے۔ وہ کشمیر جسے قائداعظمؒ نے پاکستان کی شہ رگ کہا تھا اس میں جہاد بھی اسی مکاتب فکر کے لوگ کر رہے ہیں۔ آج اگر 8 ہزار فٹ کی

بلندی پر پاک فوج کا کوئی سپاہی کھڑا ہے تو علماءِ دیوبند سے وابستہ لوگ 10 ہزار فٹ کی بلندی پر اس ملک کے لئے پہرہ دے رہے ہیں۔

اس پوری تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ یہ ملک ہم نے بنایا ہے اور اس کی سلامتی، بقاء اور تحفظ ہمیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

جناب وزیر اعلیٰ! آیئے اب حالاتِ حاضرہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ حالیہ سوات آپریشن کے بارے میں دو موقف سامنے آئے ہیں ایک موقف تو یہ ہے کہ آپریشن بالکل درست ہے اور یہ آخری عسکریت پسند کے خاتمے تک جاری رہنا چاہئے جبکہ دوسرا موقف یہ ہے کہ آپریشن مسائل کا حل نہیں بلکہ یہ مزید مسائل کو جنم دے گا۔ اس لئے آپریشن کی جگہ مذاکرات ہونے چاہئیں اور ٹارگٹ کلنگ بند ہونی چاہئے۔ ہماری ایجنسیاں اتنی صلاحیت رکھتی ہیں کہ وہ جرائم پیشہ عناصر اور غیر ملکی ایجنٹوں کی نشاندہی کر سکیں اور انہیں عام عسکریت پسندوں سے ممتاز کر سکیں، شناخت کئے بغیر اندھا دھند آپریشن میں بے گناہ اور لاتعلق لوگ نشانہ بنتے ہیں۔ آپ دیکھ لیجئے تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت اس آپریشن کے نتیجے میں ہوئی ہے۔ ان کی واپسی ممکن نظر نہیں آتی اور اگر وہ واپس چلے بھی جائیں تو وہاں جا کر فوج کب تک ان کی حفاظت کرتی رہے گی؟ اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایک منصوبے اور ایک سازش کے تحت پاکستان کو گوریلا جنگ میں دھکیل دیا گیا ہے۔ عالمی قوتیں اپنے مفادات کی جنگ کو پاکستان میں لے آئی ہیں۔ اس لئے ہماری دیانتدارانہ اور سوچی سمجھی رائے ہے کہ جب تک نیٹو افواج واپس نہیں چلی جاتیں اس وقت تک امن قائم ہونا ممکن نہیں۔ ہم اس سے قبل آپریشن کے کئی تجربات کر چکے ہیں آپریشن ہی کے نتیجے میں ہم مشرقی پاکستان کھو بیٹھے، آپریشن کی وجہ سے آج بلوچستان کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ وہاں پاکستان کا پرچم لہرانا جرم بن گیا ہے اور اسکولوں میں قومی ترانہ تک پڑھنے کی اجازت نہیں، اسی طرح لال مسجد آپریشن کے نتائج بھی ہمارے سامنے ہیں، ہم نے اس وقت بھی اس آپریشن کو روکنے اور مفاہمت کروانے کی بھرپور کوشش کی لیکن ان کوششوں کو سبوتاژ کر دیا گیا اور آج ملک سنگین سانحات سے دوچار ہے یہ سب دراصل اسی آپریشن کے نتائج ہیں۔"

پھر میں نے سانحہ لال مسجد کے دوران ہونے والے مذاکرات اور مفاہمت کی کوششوں کا مختصراً تذکرہ کیا۔ یہ پہلا موقع تھا جب حکومت پنجاب کے ذمہ داران نے ان مذاکرات کی تفصیل کو سنا۔ ان مذاکرات میں حکومتی ٹیم میں چوہدری شجاعت حسین، اعجاز الحق، طارق عظیم، محمد علی درانی وغیرہ تھے جبکہ وفاق المدارس کی طرف سے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی کی سربراہی میں ملک کے جید علماءِ کرام اور وفاق المدارس کی اعلیٰ قیادت شریک تھی۔ اس موقع پر یہ طے ہوگیا تھا کہ مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ اور مولانا عبدالعزیز اپنے اہل خانہ، سازوسامان، لائسنسی اسلحہ سمیت اپنے آبائی گاؤں روجھان ضلع راجن پور چلے جائیں گے۔ جامعہ حفصہ و جامعہ فریدیہ عارضی طور پر "وفاق المدارس" کے حوالے کر دیئے جائیں گے اور لال مسجد کی خطابت کا فیصلہ اسلام آباد انتظامیہ مقامی علماء کرام اور وفاق المدارس کے مشورے سے کرے گی۔ تمام بچیوں کو حاجی کیمپ لے جا کر والدین کے حوالے کر دیا جائے گا۔ مسجد میں جو لوگ موجود ہیں انہیں اسپورٹس کمپلیکس لے کر جائیں گے جن پر

لال مسجد کے قضیے کے علاوہ کوئی مقدمہ ہوگا اس کے خلاف ملکی قانون کے مطابق کارروائی ہوگی اور باقی کو رہا کر دیا جائے گا۔
مذاکرات کے اس پورے سلسلے میں ''وفاق المدارس'' ثالث تھا، مولانا غازیؒ سے مشورہ ہوتا رہا۔ پہلے حکومتی ٹیم کا یہ کہنا تھا کہ ہم فل مینڈیٹ لے کر آئے ہیں لیکن جب سب کچھ طے ہوگیا تو انہوں نے کہا کہ ہم مشرف سے منظوری لینا چاہتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ آپ تو کہہ رہے تھے کہ ہم مکمل طور پر بااختیار ہیں۔ خیر وہ اجازت لینے چلے گئے جب واپس آئے تو سب پریشان تھے اور وہ ایک بالکل نئی تحریر لے کر آگئے اور کہنے لگے کہ صدر نے اس معاہدے کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ نئے معاہدے میں غازی صاحبؒ کی گرفتاری، سب لوگوں کے خلاف کارروائی کی بات کی گئی تھی جس سے سارا معاملہ بگڑ گیا۔ غازی صاحبؒ اور ان کے رفقاء لائبریری، جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ، لال مسجد حتیٰ کہ اسلام آباد بھی چھوڑ رہے تھے، قانون کے حوالے ہو رہے تھے لیکن پرویز مشرف اور ان کے ساتھیوں نے اس کے باوجود ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔

ہم نے غازی صاحبؒ کو جب قائل کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے کہا کہ یہ لوگ جھوٹ بولیں گے اور آپ کے ساتھ دھوکہ کریں گے، بعد میں یہی ہوا پھر غازی صاحب کہنے لگے چلیں یہ لوگ ہمیں کل سپریم کورٹ پیش کر دیں سپریم کورٹ جو فیصلہ کرے گی ہمیں تسلیم ہوگا۔ لیکن صدر نے اسے بھی ماننے سے انکار کر دیا پھر ہماری مذاکراتی ٹیم کے ایک معزز رکن نے مولانا غازیؒ کو حکومتی تحریر ماننے پر مجبور کیا تو انہوں نے اسے بھی قبول کر لیا لیکن جب اس تجویز کے سلسلے میں اوپر رابطہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر لال مسجد والے اس بات میں سچے ہیں تو دو تین عورتوں کو باہر بھیجیں، غازی صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس پر بھی تیار ہیں، پھر حکمرانوں نے کہا کہ نہیں دو تین نہیں تیس پینتیس عورتوں کو باہر بھیجیں اس پر غازی صاحبؒ نے آمادگی ظاہر کر دی۔ لیکن اس کے باوجود آپریشن کیا گیا اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ پرویز مشرف مجرم ہے یہی وجہ ہے کہ ہم نے سپریم کورٹ میں رٹ دائر کر رکھی ہے۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان اور احقر مدعی ہیں، یہ سب ماورائے عدالت و ماورائے قانون ظلم عظیم ہوا ہے، اس لئے ہماری کوشش ہے کہ اس کے ذمہ داروں کو کیفر کردار تک پہنچانا چاہئے۔

جناب وزیر اعلیٰ! میں نے سانحہ لال مسجد کی یہ تفصیل اس لئے آپ کے گوش گزار کی کہ وقت نے ثابت کر دیا کہ آپریشن ٹالنے اور معاملے کو مذاکرات اور بات چیت کے ذریعے حل کرنے کے حوالے سے ہمارا موقف اور کوششیں بالکل صائب تھیں اگر اس وقت طاقت کا استعمال نہ کیا جاتا تو آج اس ملک کے یہ حالات نہ ہوتے اور آج ایک مرتبہ پھر ہمارا یہی موقف ہے کہ طاقت کے استعمال کی بجائے مذاکرات اور بات چیت کا راستہ اختیار کیا جائے۔ آپریشن کے حوالے سے یہ دو نقطہ ہائے نظر صرف بریلوی اور دیوبندی طبقات کے درمیان ہی مختلف فیہ نہیں بلکہ خود بریلوی مکتب فکر کے کئی لوگ جن میں مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی جمعیت علمائے پاکستان بطور خاص قابل ذکر ہے، وہ بھی ہمارے موقف سے اتفاق کرتے ہیں۔ 14 مئی کی کانفرنس کا اعلامیہ جس کو مرتب کرنے والوں میں خود ڈاکٹر سرفراز نعیمی بھی شامل تھے اس میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ آپریشن کو فی الفور بند کیا جائے۔ بلکہ میں عرض کروں کہ یہ اختلاف سیاسی جماعتوں، وکلاء، دانشوروں میں بھی موجود ہے۔ خود مجید نظامی صاحب ''مدیر نوائے وقت'' جن کے ساتھ آپ کا قریبی تعلق ہے اور ان کے ادارے نوائے وقت کی بھی یہی

رائے ہے۔ جنگ جیسے بڑے اخبار کے اداریوں میں بھی آپریشن کی بجائے مذاکرات کی اہمیت پر زور دیا جاتا ہے۔اس لئے ایک ایسا معاملہ جس کے بارے میں تمام طبقات میں اختلاف رائے موجود ہے اسے فرقہ واریت کی بنیاد بنانا قطعاً درست نہیں۔

جناب وزیراعلیٰ! گزشتہ کئی ماہ سے ایک مکتب فکر کے بعض لوگ اپنے مخصوص مقاصد کی تکمیل کے لئے سوات آپریشن کی آڑ میں ایک مکتب فکر کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ ہمارے اکابر کے بارے میں نازیبا کلمات کہے گئے، ہمیں پاکستان دشمن ثابت کرنے کی کوشش کی گئی، حضرت مدنیؒ جو ہمارے سروں کے تاج اور ہمارے سرخیل ہیں انہیں گالیاں دی گئیں۔ بلاشبہ حضرت مدنیؒ نے قیام پاکستان تجویز سے اختلاف کیا تھا مگر ان کا اختلاف دیانت پر مبنی تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ملک تقسیم نہیں ہوگا بلکہ مسلمان تقسیم ہو جائیں گے اور ہماری طاقت کمزور ہو جائے گی۔لیکن قیام پاکستان کے بعد انہوں نے پاکستان کو مسجد سے تشبیہ دی اور اس کی حفاظت کو دینی فریضہ قرار دیا۔اس عظیم ہستی کو گالیاں دی جا رہی ہیں۔

جناب وزیراعلیٰ ہم جیسے لوگ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے صبر کر لیں گے لیکن ہمارا شاگرد اور ہمارا کارکن کبھی بھی اپنے بزرگوں کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کرے گا یہ ایسے ہی ہے جیسے آپ پر اگر کوئی تنقید کرے تو ممکن ہے آپ صبر وتحمل سے کام لیں لیکن آپ کا کارکن اسے برداشت نہیں کرے گا۔ آپ نوٹ کر رہے ہوں گے کہ ہم مسلسل صبر کا دامن تھامے ہوئے ہیں، ہم بھی لاکھوں کے اجتماعات منعقد کر سکتے تھے، ہمیں بھی اشتعال انگیز تقریریں آتی ہیں لیکن ہم نے ملک کے موجودہ نازک حالات کو مدنظر رکھا۔ ہمارے نوجوان تقاضا بلکہ اصرار کرتے رہے کہ اس مہم کا جواب دیا جائے ہم نے انہیں بھی صبر کی تلقین کی، ہم نے جواب تک نہیں دیا ہم نے میڈیا والوں کے سوالات کے جواب میں بھی یہی کہا کہ اگر ہمیں گالی بھی دی جائے گی تو ہم اس کا جواب نہیں دیں گے کیونکہ اگر ہم نے جواب دے دیا تو پھر ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

جناب وزیراعلیٰ! آپ ایوان اقبال لاہور، کنونشن سینٹر اسلام آباد، فیصل آباد، ملتان اور کراچی کے جلسوں کی رپورٹیں منگوا لیجئے، ایجنسیوں کی ڈائریاں پڑھ لیجئے اور آڈیو ویڈیو منگوا کر دیکھ اور سن لیجئے تمام حقائق آپ کے سامنے آجائیں گے۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ ایسے لوگ جو صوبائی حکومت کے مناصب پر فائز ہیں جب وہ اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، آپ کے پارٹی ٹکٹ پر جیتنے والے اس تحریک میں پیش پیش نظر آتے ہیں تو بجا طور پر یہ سوالات جنم لیتے ہیں کہ کہیں حکومت پنجاب تو اس مہم کی پشت پناہی نہیں کر رہی؟ کہیں حکومت کی طرف سے تو وسائل مہیا نہیں کئے جا رہے؟ آپ کی چھتری تلے کھڑے کچھ لوگوں کی سرگرمیوں سے ان شبہات کو تقویت ملتی ہے۔اس لئے ہم آپ سے درخواست کریں گے کہ آپ اپنے آپ پر کسی ایک مسلک کی چھاپ نہ لگوائیں بلکہ اپنی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے سب کے ساتھ برابری کا برتاؤ کریں۔ ہم صرف اس ملک کے ہی خیر خواہ نہیں بلکہ آپ کے بھی خیر خواہ ہیں۔

جہاں تک ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت کا تعلق ہے، اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ ہم نے ڈاکٹر صاحب کے قتل کی کھل کر

مذمت کی، اسے ملک کا نقصان قرار دیا۔ آج ہی یہاں آنے سے قبل ہم ایک بڑا وفد لے کران کے ادارے میں تعزیت کے لئے گئے، آج شام اتحاد تنظیمات مدارس کا اجلاس ہے۔ اس میں بھی اس سانحہ کی مشترکہ طور پر مذمت کی جائے گی بلکہ اس سے قبل مولانا حسن جان شہید ہوئے ان لوگوں نے ہمارے ساتھ نہ تعزیت کی نہ ہی اخباری بیان دیا۔

پھر میں نے محترم وزیر اعلیٰ سے چند مزید گلے شکوے کئے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے گزشتہ دنوں عربی ٹیچر کے لئے صرف بی۔ اے عربی کی ڈگری کے حاملین کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا بعدازاں آپ نے ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے مطالبے پر تنظیم المدارس کی سند کے حاملین کے حق میں بھی آرڈر جاری کیا۔ میں نے اس صورتحال پر آپ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی، دیوبندی، اہلحدیث، جماعت اسلامی وغیرہ اور لاکھوں طلباء کے حقوق کے لئے خطوط لکھے، فیکس کئے اور فون کئے لیکن جواب تک نہیں دیا گیا۔ اگرچہ بعد میں نوٹیفکیشن جاری ہو گیا لیکن ہمارے سینکڑوں فضلاء محروم رہ گئے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ آپ کو اطلاع دیئے بغیر ہوا۔ اس پر وزیر اعلیٰ نے سخت نوٹس لیا۔ خطوط اور فیکس کا جواب نہ دینے پر انکوائری کرانے کا وعدہ کیا اور کہا کہ از سر نو اسامیوں کو مشتہر کیا جائے گا اور تمام مکاتب فکر کے شہادۃ العالمیہ کے حاملین کو موقع دیا جائے گا۔

ہم نے محترم وزیر اعلیٰ سے یہ گزارش بھی کی کہ ہر مکتب فکر کے علماءِ کرام سے ملاقات اور مشاورت کے لئے اسی مکتب فکر سے ہی فہرست طلب کی جائے کیونکہ ہر مکتب فکر ہی زیادہ بہتر سمجھتا ہے کہ کونسی شخصیات ہماری نمائندگی کر سکتی ہے۔

آخر میں وزیر اعلیٰ نے میری گفتگو کو سراہا اور کہا کہ پہلی مرتبہ یہ سب باتیں میرے علم میں آئی ہیں اس لئے آئندہ ان شاء اللہ میں کوشش کروں گا کہ آپ کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ ملاقات کے اختتام پر مذاکرات اور ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھنے پر اتفاق کیا گیا تاکہ موجودہ تلخی کو کم کیا جاسکے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں انگریزی عام ہے، یورپ امریکہ میں تبلیغ کی ضرورت ہے، وہاں یہی زبان چل سکتی ہے، جو لوگ اخلاص کے ساتھ یہ بات کہتے ہیں، ان کا جذبہ تو صحیح ہے لیکن جب تک قرآن وحدیث کا ماہر نہ ہو جائے محض انگریزی جاننے سے تو اسلام کی تبلیغ نہیں کر سکتا اور جو لوگ اپنے عربی مدارس میں زمانہ طالب علمی میں انگریزی وغیرہ کی تحصیل میں مشغول ہوں گے وہ نیم ملا اور کچے مولوی ہوں گے، نیم ملا خطرہ ایمان تو پرانی مثل مشہور ہی ہے، یہ نیم ملا گھر کے نہ گھاٹ کے، قرآن وحدیث کی صحیح تبلیغ نہیں کر سکتے، دشمنان اسلام کا منہ توڑ جواب نہیں دے سکتے، فقہی مہارت کے بغیر مسئلہ صحیح نہیں بتا سکتے، اگر اٹکل سے بتائیں گے تو امت کو گمراہی پر ڈالیں گے ان پر ''**ان انتم الا تخرصون**'' صادق آئے گا۔

(حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ)

عرض داشت

بخدمت، صدرِ مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان

[مورخہ 25 ربیع الاول 1435ھ مطابق 27 جنوری 2014ء کو وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ایک وفد نے صدر وفاق المدارس شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ کی قیادت میں صدر پاکستان محترم جناب ممنون حسین صاحب سے ملاقات کی۔ اس موقع پر ارباب وفاق المدارس کی جانب سے صدر پاکستان کی خدمت میں ایک عرض پیش کی گئی، ذیل میں وہ عرض داشت قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔مرتب]

عالی مرتبت و عزت مآب جناب محترم المقام ممنون حسین صاحب زیدت معالیکم، حفظہ اللہ
(صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان)

موضوع:......بموقع ملاقات قائدین ''وفاق المدارس'' کی طرف سے صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی خدمت میں پیش کردہ معروضات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... جناب صدر محترم!

''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کا یہ وفد اولاً آنجناب کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے منصبِ صدارت پر فائز ہونے کی بصمیمِ قلب مبارکباد پیش کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ آپ کی قیادت میں مُلک صحیح معنوں میں ایک اسلامی جمہوری فلاحی ریاست کے طور پر ترقی کے مدارج طے کرے گا اور عالمی برادری میں ایک باوقار، پُر امن اور مستحکم مُلک کی حیثیت سے متعارف ہوگا۔

قائدین ''وفاق المدارس'' آنجناب کے شکر گزار و ممنون ہیں کہ آپ نے اپنی منصبی ذمہ داریوں اور بے پناہ مصروفیات کے باوجود باہمی ملاقات و بات چیت اور دینی مدارس کے مسائل و مطالبات اور مؤقف سے آگاہی کے لیے وقت عنایت فرمایا۔

''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' (قائم شدہ 1959ء) مُلک کے اٹھارہ ہزار مدارس و جامعات پر مشتمل سب سے بڑا قدیم، تعلیمی، انتظامی اور امتحانی بورڈ ہے۔ اس سے ملحق مدارس میں تقریباً بیس لاکھ طلبہ و طالبات زیرِ تعلیم ہیں، بیرونِ مُلک کے بعض مدارس بھی ''وفاق المدارس'' سے وابستہ ہیں۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے مُلک میں قائم دینی مدارس کو اتحاد کی لڑی میں پرونے، اُن کے تعلیمی، نصابی اور امتحانی نظام کو مستحکم کرنے اور دینی اقدار و روایات کے تحفظ کے لیے قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ جن کا سرکاری اور غیر سرکاری طور پر کئی مرتبہ اعتراف کیا گیا ہے۔

جنابِ صدر!

(1)......دینی مدارس کے اساتذہ وطلبہ کا ہدفی قتل (ٹارگٹ کلنگ)

دینی مدارس مُلک میں دینی اقدار اور روایات کے تحفظ وفروغ، شرح خواندگی کے بڑھانے نیز لاکھوں غریب ونادار طلبہ کی تعلیم وتربیت اور مالی کفالت کے لیے بیش بہا اور قابلِ قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دینی مدارس کا کسی نسلی، لسانی اور فرقہ وارانہ تنظیم سے کوئی تعلق نہیں لیکن انتہائی افسوس کہ گزشتہ چند ماہ میں دینی مدارس کے متعدد اساتذہ اور طلبہ شہید کردیئے گئے ہیں، دینی مدارس کے طلبہ واساتذہ کا قتل درحقیقت علم کا قتل ہے اور دہشت گردی کی ان وارداتوں کی بناء پر مدارس کے اساتذہ اور طلبہ عدمِ تحفظ کا شکار ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ حکومت اور انتظامیہ نے بے گناہ علماء وطلبہ کے قتل کے پے درپے واقعات کے باوجود قاتلوں کی گرفتاری اور انہیں کیفرِ کردار تک پہنچانے میں کوئی پیش رفت نہیں کی بلکہ اس سلسلہ میں سرد مہری کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ صورتحال مدارس کے اساتذہ وطلبہ کے لیے پریشان کن اور تشویشناک ہے، فوری طور پر ایسے اقدامات کی ضرورت ہے جن سے علماء وطلبہ میں پایا جانے والا احساسِ عدمِ تحفظ زائل ہو۔

اس سلسلہ میں قاتلوں کی گرفتاری اور قانون کے مطابق سزا دی جانی ضروری ہے، نیز مدارس ان کے اساتذہ اور طلبہ کی حفاظت کیلئے خصوصی انتظامات کیے جائیں اور شہداء کے ورثاء کی مالی اعانت کی جائے۔

(2)......دہشت گردی

دینی مدارس ملک میں دہشت گردی کی حالیہ لہر کی شدید مذمت کرتے ہیں، جس میں سیکورٹی فورسز کے جوان اور متعدد بے گناہ شہری شہید ہوئے ہیں، مدارس ہر طرح کی دہشت گردی اور فرقہ واریت سے الگ تھلگ ہیں، مدارس کا کام دینی تعلیم اور اسلامی تربیت کا انتظام کرنا ہے، حکومت، افواجِ پاکستان اور ملک کے دیگر محبِ وطن حلقوں کی طرح دینی مدارس کی بھی شدید خواہش ہے کہ ملک میں امن وامان کی فضا قائم ہو، شرپسندی اور دہشت گردی کا خاتمہ ہو لیکن اس کیلئے اُن اسباب وعوامل اور محرکات کا خاتمہ ضروری ہے جو دہشت گردی کا باعث بنتے ہیں، دہشت گردی کے عفریت کو ہمیشہ کیلئے ختم کرنے کیلئے مذاکرات اور گفت وشنید ہی بہترین حل ہے، اس لیے شورش زدہ علاقوں میں جنرل آپریشن کی بجائے مذاکرات کی راہ اختیار کی جائے اور اگر کسی جگہ فوجی کارروائی ناگزیر ہو تو اسے آخری آپشن کے طور پر محدود سطح پر بقدرِ ضرورت اختیار کیا جائے۔

(3)......فرقہ وارانہ مُنافرت

ملک میں اخوت اور ہم آہنگی کے فروغ کیلئے فرقہ وارانہ مُنافرت وتشدد کا خاتمہ بھی ضروری ہے۔ جامعہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی اور مستونگ جیسے سانحات، فوری اور مؤثر اقدام کے متقاضی ہیں، ہماری دانست میں تین اقدام فوری طور پر ضروری ہیں:

(الف)......فرقہ وارانہ منافرت کے خاتمہ کے لیے ملک کی تمام مذہبی تنظیموں اور نمائندہ شخصیات کی وزیرِاعظم پاکستان سے مشاورت کا اہتمام کیا جائے، وزیرِاعظم ان کا موقف سننے کے بعد طے شدہ نکات کی روشنی میں فرقہ واریت کو ختم کرنے کیلئے

ٹھوس اقدام اٹھائیں۔

(ب)......ماضی میں مختلف مواقع پر اہلسنت والجماعت اور اہل تشیع کی طرف سے فرقہ واریت کے خاتمہ کیلئے کئی متفق علیہ ضابطہ ہائے اخلاق مرتب کیے گئے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ان ضابطہ ہائے اخلاق کی روشنی میں قانون سازی کی جائے تاکہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی، تحمل وبرداشت، اور امن وامان برقرار رکھنے والے ضابطوں کی حیثیت محض اخلاقی نہ ہو، قانونی ہو اور کسی بھی فرقہ کو ان کی خلاف ورزی کی جرات نہ ہو۔

(ج)......ایسے تمام عوامل ومحرکات کو بھی محدود یا مسدود کرنے کیلئے قانون سازی کی جائے، جو ممکنہ تصادم کا سبب بنتے ہیں، اس سلسلہ میں مذہبی رسوم کو عبادت گاہوں تک محدود کرنے کے آپشن پر بھی ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے۔

(4)......غیر مُلکی طلبہ کے لیے تعلیمی سہولیات

ایسے غیر ملکی طلبہ جو دینی تعلیم کے لیے پاکستانی مدارس میں داخلہ کے خواہشمند ہیں اُن کے لیے تعلیمی ویزا اور ''این او سی'' کو سہل اور قابلِ عمل بنانے کی ضرورت ہے تاکہ یہ طلبہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں پاکستان آئیں اور تعلیم سے فراغت کے بعد پاکستان کیلئے نیک، خیر خواہانہ اور احسان مندی کے جذبات لے کر جائیں اور اپنے اپنے ملکوں میں پاکستان کے بہترین سفیر ثابت ہوں، اس وقت پاکستانی مدارس میں غیر ملکی طلبہ کے داخلہ کا طریقہ کار بہت پیچیدہ اور دشوار ہے۔ اس لیے پاکستان کی بجائے انڈیا کا رُخ کرتے ہیں جو ہمارے لیے باعثِ تأسف ہے اس سلسلہ میں تمام پاکستانی سفارتخانوں کو ہدایت کی جائے کہ وہ تعلیمی ویزا کے خواہش مند طلبہ سے ہر ممکن تعاون کریں اور ویزے کے حصول کو سہل تر اور تیز تر بنائیں۔

(5)......دینی مدارس کی رجسٹریشن

دینی مدارس 1860ء کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ کیے جاتے ہیں، بعض اوقات متعلقہ حُکام بلاوجہ اہلِ مدارس کو تنگ کرتے ہیں اور سوسائٹی ایکٹ اور حکومت کے ساتھ طے شدہ واضح، سہل اور شفاف طریقہ کار کو نظر انداز کرتے ہوئے رجسٹریشن میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں، اس سلسلہ میں صوبائی حکومتوں کو ہدایات جاری فرمائی جائیں کہ وہ رجسٹریشن کے عمل میں غیر ضروری طور پر پیچیدگیاں پیدا نہ کریں نیز ہر سال رجسٹریشن کی تجدید کی شرط ختم کی جائے۔

(6)......دینی مدارس کے کوائف

بعض اوقات مقامی انتظامیہ اور مختلف ایجنسیاں کوائف طلبی کے نام سے اہل مدارس کو ہراساں کرتی ہیں، جبکہ تمام رجسٹرڈ مدارس کے ضروری کوائف ہر ضلع کے رجسٹریشن آفس میں موجود ہوتے ہیں۔ مدارس کے مطلوبہ کوائف اور معلومات رجسٹریشن آفس سے بآسانی معلوم کی جاسکتی ہیں، اس کے باوجود اہلِ مدارس کو پریشان کرنا قابلِ اصلاح ہے۔

(7)......مدارس کے بینک اکاؤنٹس

قبل ازیں حکومت اور مدارس کے مابین یہ طے ہوا تھا کہ مدارس اپنے مالیاتی نظام کو صاف شفاف رکھنے کیلئے اپنی رقم بینکوں

میں جمع کرائیں گے، لیکن جب اہلِ مدارس اس سلسلہ میں بینکوں سے رابطہ کرتے ہیں تو انتظامیہ اکاؤنٹ کھولنے کیلئے لیت ولعل سے کام لیتی ہے اور ناروا شرائط عائد کرتی ہے، ہم ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں گورنر اسٹیٹ بینک آف پاکستان تمام بینکوں کو واضح ہدایت جاری کریں کہ وہ دیگر تعلیمی اداروں کی طرح مدارس کیلئے بھی اکاؤنٹ کھولنے کو سادہ اور سہل بنائیں، مناسب ہوگا کہ اس سلسلہ میں گورنر اسٹیٹ بینک اور مدارس کے نمائندگان کی ایک ملاقات کا اہتمام کردیا جائے۔

(8)......معادلۂ سندات

مختلف مسالک کے وفاقوں اور تنظیموں کی آخری سند "شہادۃ العالیہ" ایچ ای سی سے باقاعدہ طور پر 17/ نومبر 1982ء سے بحوالہ نمبر 8-418/Acad/82/120 کے تحت ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات کے مساوی منظور شدہ ہے لیکن تعلیمی ادارے، یونیورسٹیاں اور حکومتی ادارے "شہادۃ العالیہ" کی سند کی اس حیثیت کو عملی طور پر تسلیم نہیں کرتے اور مختلف رکاوٹیں ڈالتے رہتے ہیں۔ آنجناب سے التماس ہے کہ "شہادۃ العالیہ" کی قانونی حیثیت کو تسلیم کرنے اور اس پر عمل درآمد کے لیے مؤثر ہدایات جاری فرمائیں، نیز وفاقوں اور تنظیموں کی تحتانی اسناد، شہادۃ العالیہ، شہادۃ الثانویۃ الخاصہ، شہادۃ الثانویۃ العامہ کو بالترتیب بی اے، ایف اے، اور میٹرک کے مساوی تسلیم کرنے کی ہدایت فرمائیں۔

ہم ایک مرتبہ پھر صدرِ ذی وقار کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ دینی حلقوں اور دینی مدارس کے مسائل ومطالبات پر ہمدردانہ غور فرمائیں گے۔

والسلام مع الاکرام

دُعا گو و دُعا جو

(حضرت مولانا) سلیم اللہ خان (صاحب مدظلہم العالی)	(حضرت مولانا) محمد حنیف جالندھری
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان	سیکریٹری جنرل وفاق المدارس العربیہ پاکستان

27/ جنوری 2014ء

☆......☆......☆

مدارس سے متعلق اعلیٰ سطحی اجلاس کی روداد

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

7 ستمبر 2015ء بروز پیر وزیر اعظم ہاؤس اسلام آباد میں دینی مدارس کے بارے میں ایک اہم ،منفرد اور تاریخی اجلاس ہوا۔اس اجلاس اور اس میں ہونے والے فیصلوں کے بارے میں اندرون و بیرون ملک مقیم پاکستانیوں میں غیر معمولی دلچسپی دیکھنے میں آئی۔ مسلسل فون کالوں کا تانتا بندھا ہوا ہے اور ہر کوئی اس اجلاس کی تفصیلات جاننے کے لیے بے تاب ہے۔آج کے اخبارات اور ذرائع ابلاغ میں اس اجلاس کی جس انداز سے رپورٹنگ ہوئی اس میں بعض چیزیں حقائق کے منافی ہیں اور ان کی وجہ سے کچھ منفی تاثر سامنے آیا ہے جس نے پاکستان اور دینی مدارس سے محبت رکھنے والوں کی بے چینی اور سوالات میں اضافہ کر دیا ہے، اس لیے اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اجلاس کی مکمل تفصیلات من و عن پیش کر دی جائیں تا کہ ریکارڈ درست رہے اور لوگوں کے ابہام و تذبذب اور سوالات کا بھی خاتمہ ہو سکے۔

آج (8 ستمبر 2015ء) کے اخبارات کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اجلاس کے بارے میں کیا کچھ گھڑا اور چھاپا گیا اور کتنی ہی ایسی چیزیں رپورٹ ہوئیں جن کا اجلاس میں سرے سے تذکرہ تک نہیں ہوا۔مثال کے طور پر اس بات کی رپورٹنگ کی گئی کہ مدارس کا نصاب تبدیل کیا جائے گا اور مدارس میں اے لیول اور او لیول کی تعلیم لازمی طور پر دی جائے گی ،یاد رہے کہ مدارس عصری تعلیم کو نصاب میں شامل کرنے سے انکاری نہیں لیکن اس طرح کی کوئی بات اجلاس میں سرے سے ہوئی ہی نہیں۔اسی طرح کسی کو بلاوجہ کافر کہنے ،قتل پر اکسانے اور شر انگیز تقاریر وغیرہ سب قابل مذمت ہیں لیکن اجلاس میں ان کا اس طرح ذکر نہیں آیا جس طرح اخبارات اور میڈیا میں رپورٹ ہوا ہے۔اسی طرح یہ بھی کہا گیا کہ مدارس کے لین دین کے تمام معاملات آئندہ بینکوں کے ذریعے ہوں گے حالانکہ صرف یہ ذکر آیا کہ بعض علاقوں میں بینک جملہ ضروری دستاویزات جمع کروانے کے باوجود مدارس کے اکاؤنٹ کھولنے میں لیت ولعل سے کام لیتے ہیں، تنگ کرتے ہیں اور بلا جواز رکاوٹ ڈالتے ہیں۔اسی طرح یہ بات چھپی کہ بیرونی امداد کے لیے قانون سازی ہو گی اجلاس میں اس بات کا ذکر تک نہیں ہوا۔واضح رہے کہ مدارس کسی قسم کی بیرونی امداد لیتے ہی نہیں اس لیے اگر حکومت اس بارے میں قانون سازی کرے تو ہمیں اعتراض نہ ہو گا تاہم حکومت قانون سازی سب کے لیے یکساں طور پر کرے وہ قانون سازی مدارس کے بارے میں امتیازی نہ ہو۔ان چند مثالوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس طرح اپنی خواہش کو خبر بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور کس طرح "میز کہانیاں" تخلیق کر کے معاملات کو بگاڑا جاتا ہے۔ایسا پہلی دفعہ نہیں ہوا بلکہ

جب بھی معاملات صحیح رُخ پر چلنے لگتے ہیں، پاکستان کے بہتر مستقبل کے کسی سفر کا آغاز ہوتا ہے، کوئی کامیاب اجلاس ہوتا ہے تو کئی منفی قوتیں اور سازشی عناصر کامیاب اجلاس کو ناکام بنانے کی کوشش میں جُت جاتے ہیں اس لیے حکومت اور ارباب مدارس کو ایسے عناصر پر کڑی نظر رکھنی ہوگی۔

بہر حال یہ اجلاس پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم اور منفرد اجلاس تھا۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ حکومتی اور عسکری قیادت نے کھلے دل سے مدارس سے متعلق جملہ امور کو سنا، پانچوں وفاقوں اور تمام مکاتبِ فکر کے قائدین نے کھل کر دینی مدارس کے بارے میں جملہ امور پر اظہارِ خیال کیا۔ اجلاس انتہائی خوشگوار اور افہام وتفہیم کے ماحول میں ہوا۔ اجلاس کے بعد دونوں طرف کے ذمہ داران نے انتہائی تسلی اور اعتماد واطمینان کا اظہار کیا، بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔ اجلاس میں وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف، چیف آف آرمی اسٹاف جنرل راحیل شریف، ڈی جی آئی ایس آئی جنرل رضوان اختر، وفاقی وزیر داخلہ چودھری نثار علی خان، وفاقی وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف، وزیر تعلیم میاں بلیغ الرحمٰن شریک ہوئے جبکہ دینی مدارس کی طرف سے راقم الحروف کے علاوہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا مفتی منیب الرحمٰن، پروفیسر ساجد میر، مولانا عبدالمالک، علامہ ریاض حسین نقوی، مولانا ڈاکٹر یاسین ظفر، صاحبزادہ عبدالمصطفٰے ہزاروی، مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن اور علامہ محمد نجفی شریک ہوئے۔

اجلاس کی دو نشستیں ہوئیں، پہلی نشست وفاقی وزیر داخلہ کی صدارت میں ہوئی جس میں دینی مدارس کی قیادت کے علاوہ وزارت داخلہ، وزارت تعلیم اور وزارت مذہبی امور کے سیکرٹریز شریک ہوئے، یہ نشست دو گھنٹے جاری رہی پھر مختصر وقفے کے بعد دوسری نشست وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کی صدارت میں ہوئی، وہ بھی دو گھنٹے تک جاری رہی یوں مجموعی طور پر اجلاس چار گھنٹے جاری رہا۔ وزیر اعظم، چیف آف آرمی اسٹاف اور دیگر تمام ذمہ داران نے اجلاس کو خصوصی اہمیت دی جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک موقع پر جب یہ کہا گیا کہ اجلاس کو مختصر کیا جائے کیوں چیف آف آرمی اسٹاف کی کوئی اور مصروفیت ہے تو چیف آف آرمی اسٹاف نے کہا: ''اجلاس جب تک جاری رہے گا میں اس وقت تک موجود رہوں گا اجلاس کو ہرگز مختصر نہ کیا جائے''۔

اجلاس کے موقع پر اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ وطنِ عزیز پاکستان کے استحکام کے لیے، پاکستان میں امن وامان کے قیام کے لیے، پاکستان سے دہشت گردی، انتہاپسندی اور تشدد کے خاتمے کے لیے حکومتی، عسکری اور دینی قیادت مل کر کردار ادا کرے گی۔ اس موقع پر اس عزم کا اعادہ کیا گیا کہ ملک وملت کی تعمیر وترقی کے لیے کسی قسم کی سیاسی وابستگی، کسی قسم کی مفاد پرستی یا دباؤ کو آڑے نہیں آنے دیا جائے گا۔ اسی طرح یہ بھی طے پایا کہ مدارس کے بارے میں جملہ امور بات چیت اور افہام وتفہیم سے طے کیے جائیں گے اور مدارس دینیہ، حکومتی اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے مابین رابطوں کو مزید بڑھایا جائے گا۔ دینی مدارس سے متعلقہ جملہ طے شدہ معاہدوں پر عملدرآمد کے لیے چودھری نثار علی خان کی سربراہی میں رابطہ کمیٹی تشکیل دی گئی۔

اس اہم ترین اجلاس کے انعقاد کے لیے سب سے اہم اور فعال کردار وفاقی وزیر داخلہ چودھری نثار علی خان کی ذاتی دلچسپی اور سنجیدگی کا تھا جس پر وہ بجا طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ اجلاس کے آغاز میں وفاقی وزیر داخلہ نے اجلاس کے انعقاد کا پس

منظر، اس کے مقاصد اور ایجنڈے کا تفصیل سے تذکرہ کیا۔ اس کے بعد اجلاس میں درج ذیل امور زیر غور آئے۔

اجلاس کی ابتداء میں شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے کہا کہ دہشت گردی کے ساتھ مدرسہ کا تذکرہ کرنا، ہر دہشت گردی کے واقعہ کے بعد دینی مدارس کو ہدف بنا لینا انتہائی افسوسناک امر ہے۔ خاص طور پر نیشنل ایکشن پلان جو بنیادی طور پر دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ترتیب دیا گیا تھا اس میں مدارس کے تذکرے نے دینی مدارس کے بارے میں عمومی تاثر پر بہت منفی اثرات مرتب کیے۔ دہشت گردی کے ساتھ مدارس کے تذکرے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دہشت گردی کے واقعات کے ڈانڈے مدارس سے ملتے ہیں اور دینی مدارس دہشت گردی کا منبع ہیں حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ اس پر تمام حکومتی اور عسکری ذمہ داران نے فرداً فرداً کہا کہ ہم دینی مدارس کے کردار و خدمات کی دل سے قدر کرتے ہیں اور دینی مدارس کو اپنا ملی اثاثہ اور قومی سرمایہ تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ مدارس کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس موقع پر یہ بات بھی آئی کہ جس طرح نیشنل ایکشن پلان میں دینی مدارس کا تذکرہ بے محل ہوا، اس سے کہیں بڑھ کر اکیسویں آئینی ترمیم میں دہشت گردی کو مذہب کے ساتھ نتھی کر کے اس قانون کو امتیازی اور متنازعہ بنایا گیا۔ ہماری نظر میں دہشت گردی کو مذہب سے نتھی کرنا ناانصافی ہے، دہشت گردی دہشت گردی ہے وہ لسانی، علاقائی یا سیاسی کسی بھی بنیاد پر ہو اس کی روک تھام ہونی چاہیے، اس لیے اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے کہ اکیسویں ترمیم کے بعد بائیسویں ترمیم لا کر اس تاریخی غلطی کا ازالہ کیا جائے۔ اس پر اصولی اتفاق کیا گیا لیکن اس پر عملدرآمد کا جائزہ بعد میں لیا جائے گا۔

چونکہ راقم الحروف کو مدارس کا مقدمہ اور مسائل پیش کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی اس لیے میں نے دینی مدارس سے متعلقہ معاملات کو ترتیب وار پیش کیا اور اجلاس کو بتایا کہ

☆......دینی مدارس کے بارے میں اس وقت عمومی تاثر یہ ہے کہ مدارس رجسٹریشن سے انکاری ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ مدارس نے کبھی بھی رجسٹریشن سے انکار نہیں کیا لیکن رجسٹریشن کے عمل کی پیچیدگی اور حکومتی اہلکاروں کا طرز عمل رجسٹریشن کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور حال ہی میں جو پیچیدہ اور طویل رجسٹریشن فارم تیار کیا گیا وہ بھی رجسٹریشن کے عمل کو مزید پیچیدہ بنانے کا باعث ہے۔ اس لیے یہ بات طے کی گئی کہ مدارس کی رجسٹریشن کا عمل سہل اور آسان بنایا جائے گا ۔2005ء کے معاہدے اور طریقہ کار کی روشنی میں رجسٹریشن کا طریقہ کار اور رجسٹریشن فارم تیار کیا جائے گا۔

☆......"دینی مدارس کے کوائف کے بارے میں اجلاس کو بتایا کہ دینی مدارس حکومتی اداروں کو کوائف فراہم کرنے سے نہ تو انکاری ہیں اور نہ ہی کبھی بھی لیت و لعل سے کام لیتے ہیں لیکن کوائف طلبی کا طریقہ کار انتہائی افسوسناک اور توہین آمیز ہے۔ اس وقت ملک بھر میں بیسیوں قسم کے سروے فارم گردش کر رہے ہیں۔ ہر ایس ایچ او اور ڈی پی او نے اپنا الگ فارم تیار کر رکھا ہے، بعض جگہوں پر مدارس کے اساتذہ و طلباء کی بہنوں اور بیٹیوں کے نام اور فون نمبر تک طلب کیے گئے"......اس بات پر چیف آف آرمی اسٹاف نے برہمی کا اظہار کیا اور اپنے اسٹاف کو ہدایات جاری کیں کہ اس بات کا سراغ لگایا جائے کہ اس قسم کی نادانی کا مظاہرہ کس کی طرف سے اور کیوں کیا گیا؟......"اسی طرح کوائف کے معاملے میں سب سے ناقابل فہم عمل یہ ہے کہ ہر

دوسرے دن کسی الگ ادارے کے اہلکار کوائف کے حصول کے لیے دینی مدارس میں آتے ہیں اور مدارس کی انتظامیہ کے لیے پریشانی کا باعث بنتے ہیں‘ اس لیے اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ کوائف کے لیے ایک ہی ڈیٹا فارم تیار کیا جائے گا اور سال میں ایک یا دو دفعہ کوائف حاصل کر لیے جائیں گے اور بار بار مدارس کو پریشان نہیں کیا جائے گا بلکہ جس ادارے کو مدارس کے کوائف مطلوب ہوں گے وہ براہِ راست اہل مدارس کو پریشان کرنے کی بجائے متعلقہ ادارے سے رجوع کرے گا۔

☆......اس موقع پر دینی مدارس کے خلاف جاری کریک ڈاؤن، چھاپوں اور مدارس کے طلباء کو ہراساں کرنے کے حوالے سے صورت حال سے اجلاس کو تفصیل سے آگاہ کیا۔شرکاءِ اجلاس کو بتایا کہ کس طرح رات کی تاریکی میں مدارس پر لشکر کشی کی جاتی ہے، بیسیوں گاڑیوں اور سینکڑوں اہلکاروں کے ساتھ مدارس پر اس طرح یلغار ہوتی ہے جیسے شاید کشمیر میں انڈین آرمی کی طرف سے بھی نہ ہوتی ہو۔مدارس کے کمسن بچے سہم جاتے ہیں، اساتذہ کی اپنے طلباء کے سامنے بے توقیری کی جاتی ہے، مدارس کی اپنے علاقے میں جو ساکھ ہوتی ہے اسے لمحوں میں تہس نہس کر دیا جاتا ہے۔گزشتہ دس ماہ سے یہ سلسلہ جاری ہے اور شاید ہی کوئی چھوٹا بڑا مدرسہ ایسا ہو جس پر چھاپہ نہ مارا گیا ہو، ان مدارس سے نہ کوئی مشکوک شخص برآمد ہوا اور نہ ہی کسی قسم کا اسلحہ یا کوئی اور ممنوعہ چیز پکڑی گئی لیکن اس کے باوجود چھاپے مارے جا رہے ہیں اس بارے میں پہلے سے یہ بات طے چلی آرہی ہے کہ مدارس کے بارے میں اگر ٹھوس ثبوت ہوں گے تو متعلقہ وفاق کو اعتماد میں لے کر ان کے خلاف کاروائی کی جائے گی لیکن اب ثبوت تو کجا بلا جواز چھاپے مارے جا رہے ہیں، جھوٹے مقدمات بنائے جاتے ہیں، علماءِ کرام کے نام فورتھ شیڈول میں ڈال دیئے جاتے ہیں اس کی فوری تلافی ہونی چاہیے۔خاص طور پر بعض مقامی پولیس اہلکار مسلکی یا ذاتی تعصب یا شخصی مفاد کی بنیاد پر کارروائیاں کرتے ہیں ان کی روک تھام کی جانی چاہیے۔اس پر فیصلہ ہوا کہ آئندہ کسی مدرسہ پر بلا جواز چھاپہ نہیں مارا جائے گا اگر کسی ادارے کے خلاف ٹھوس ثبوت ہوئے تو متعلقہ وفاق کو اعتماد میں لے کر اس کے خلاف کارروائی ہو گی۔اسی طرح ایسے مدارس جن پر بلا جواز چھاپے مارے گئے یا جن علماء کرام کو بلاوجہ گرفتار کیا گیا۔جن کے نام کسی عناد کی وجہ سے فورتھ شیڈول میں ڈالے گئے ان معاملات کا کیس ٹو کیس جائزہ لیا جائے گا اور کسی قسم کی زیادتی کے مرتکب اہلکاروں اور افسران کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے گی۔

☆......یہ سوال بھی اٹھایا گیا کہ مدارس کے بارے میں امتیازی طور پر بار بار اصلاحات اور ریفارمز کی بات کی جاتی ہے حالانکہ ہمارے ہاں تو ہر شعبہ زندگی میں اصلاحات کی ضرورت ہے اس لیے صرف مدارس کو ہدف بنانا درست نہیں۔اس پر اجلاس میں شریک ایک اہم ذمہ دار کی تجویز پر یہ طے پایا کہ مدرسہ ریفارمز کے بجائے ایجوکیشن ریفارمز کی بات کی جائے گی اور عمومی طور پر ایجوکیشن ریفارمز پر کام کیا جائے گا۔

☆......اجلاس کے دوران دینی مدارس کے تعلیمی مسائل بھی زیر بحث آئے۔ہم نے شرکاء اجلاس کو بتایا کہ دینی مدارس کے بارے میں یہ جو تاثر کہ مدارس میں عصری تعلیم کی کوئی گنجائش نہیں اور مدارس عصری مضامین کی تعلیم وتدریس کی مخالفت کرتے ہیں یہ تاثر بالکل درست نہیں، مدارس نے از خود عصری تعلیم کو شامل نصاب کر رکھا ہے۔دینی مدارس اگرچہ بنیادی طور پر دینی تعلیم

کے ادارے ہیں لیکن اس کے باوجود ایک حد تک عصری مضامین کو ہم دینی ضرورت سمجھتے ہیں البتہ ہمیں مشکل یہ پیش آتی ہے کہ طلباء کا امتحان کیسے دلوایا جائے اور ہماری اسناد کی حیثیت کیا ہو؟ اس سے بھی زیادہ عجیب امر یہ ہے کہ ہماری عالیہ کی سند کو تو ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا گیا ہے لیکن تحتانی اسناد کو میٹرک، ایف اے اور بی اے کے برابر تسلیم نہیں کیا گیا، اس حوالے سے 2010ء میں اس وقت کی حکومت سے ہمارا یہ معاہدہ طے پا گیا تھا کہ دینی مدارس کی پانچوں نمائندہ تنظیمات کو خود مختار امتحانی بورڈ کا درجہ دیا جائے گا لیکن تا حال اس معاہدے پر عملدرآمد نہیں ہوا۔ ہم نے یہ بھی تجویز کیا کہ اگر پانچوں وفاقوں کو خود مختار امتحانی بورڈ کا درجہ دینا ممکن نہ ہو تو کم از کم اتنا تو کر لیا جائے کہ جس طرح مدارس کی عالیہ کی سند ایم اے کے مساوی ہے اسی طرح تحتانی اسناد کو میٹرک، ایف اے اور بی اے کے مساوی تسلیم کیا جائے۔ اس پر وزیر تعلیم میاں بلیغ الرحمٰن کی سربراہی میں کمیٹی تشکیل پائی جو مدارس کو خود مختار امتحانی بورڈ یا مدارس کی اسناد کی مساوی حیثیت اور اس سے متعلق دیگر امور اور جملہ تجاویز کا جائزہ لے کر اپنی تجاویز پیش کرے گی بعد ازاں اس حوالے سے مزید پیش رفت ہوگی۔

☆......اسی طرح غیر ملکی طلباء کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا کہ دینی مدارس میں اس وقت اگرچہ غیر ملکی طلبہ بہت تھوڑی تعداد میں ہیں لیکن انہیں بھی کافی مشکلات کا سامنا ہے، ان کے ویزوں میں توسیع نہیں کی جاتی، حالانکہ انہوں نے قانون کے مطابق درخواستیں جمع کروا رکھی ہیں لیکن انہیں بلا وجہ پریشان کیا جاتا ہے اور ان کے بارے میں ان کے اداروں کی انتظامیہ سے کہا جاتا ہے کہ انہیں ڈی پورٹ کر دیا جائے گا، ان کے بارے میں ہماری درخواست یہ ہے کہ ان کے ویزوں میں توسیع کی جائے اور انہیں اپنی تعلیم مکمل کرنے دی جائے۔ اسی طرح دنیا بھر کے ایسے طلباء جو پاکستان دینی تعلیم کے حصول کے لیے آنا چاہتے ہیں وہ پاکستان کے سفیر کا کردار ادا کرتے ہیں لیکن ہم نے ان کے لیے اپنے دروازے بند کر رکھے ہیں اور انہیں انڈیا سمیت دیگر ممالک اپنے ویزے دے کر پاکستان کی بدنامی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ہمیں تو اس بات کو اپنا اعزاز سمجھنا چاہیے کہ دنیا بھر سے محض دینی تعلیم کے لیے تشنگان علوم پاکستان کا رُخ کرتے ہیں ورنہ تو پاکستانی طلباء غیر ملکی یونیورسٹیز میں ڈگریوں اور عصری تعلیم کے حصول کے لیے جاتے ہیں لیکن کوئی غیر ملکی طالبعلم ہماری یونیورسٹیز کی طرف رخ بھی نہیں کرتا۔

☆......اسی طرح شرکاء اجلاس کی توجہ مدارس کے بینک اکاؤنٹس کی طرف بھی مبذول کروائی گئی کہ مدارس کے نئے اکاؤنٹ کھلوانے کے حوالے سے جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کا تدارک کیا جائے اور مدارس کی قیادت کی گورنر اسٹیٹ بینک سے ملاقات کروا کر مدارس کے اکاؤنٹس کھولنے کا طریقہ کار، مطلوبہ دستاویزات اور ٹائم فریم طے کیا جائے تاکہ مدارس کا بروقت آڈٹ بھی ہو سکے اور مدارس بارے پروپیگنڈہ بھی بند ہو۔

علامہ پروفیسر ساجد میر نے بطور خاص اس بات کا تذکرہ کیا کہ ہمارے ہاں جو لوگوں کو بلا جواز لاپتہ کر دیا جاتا ہے یہ پاکستان کی بدنامی اور ان کے خاندانوں کے لیے اذیت کا باعث ہے اس لیے تفتیش کو مہینوں اور سالوں تک نہ پھیلایا جائے بلکہ فی الفور تفتیش مکمل کر کے ان کے خلاف قانونی اور عدالتی کارروائی کی جائے۔ مولانا مفتی منیب الرحمٰن نے بڑی تاکید کے ساتھ یہ نکتہ

اٹھایا کہ دینی قیادت کی میڈیا مالکان سے جلد از جلد ایک ملاقات کروائی جائے۔جس میں یہ بات طے کی جائے کہ میڈیا پر مذہب کے بارے میں کیا بات زیر بحث لانی ہے اور کیا نہیں لانی؟ اور اسی طرح ہماری مذہبی اور اسلامی روایات کا کس قدر پاس رکھنے کی ضرورت ہے؟ مولانا مفتی منیب الرحمٰن نے وفد کی نمائندگی کرتے ہوئے وزیر اعظم سے گلہ کیا کہ وفاقی وزیر اطلاعات پرویز رشید کا مدارس بارے جو بیان سامنے آیا اس پر ہمیں دلی دکھ ہوا اور اس سے زیادہ اس بات کا افسوس ہوا کہ وزیر اعظم نے اس بیان اور اس پر آنے والے شدید ردعمل کا نوٹس نہیں لیا،اس پر وفاقی وزیر داخلہ نے کہا کہ اس بیان کا کوئی جواز نہیں تھا اور اس کا ہمارے پاس کوئی جواب بھی نہیں ہے اس لیے ہم اس پر معذرت کرتے ہیں۔

آخر میں ہم سب نے یہ بات زور دے کر کہی کہ حکومت آج کے اجلاس میں ہونے والے فیصلوں پر عملدر آمد کو یقینی بنائے کیوں کہ ہمارے ہاں سب سے بڑا مسئلہ عملدر آمد کا ہے۔اسی طرح دونوں طرف سے ان خواہشات کا بھی اعادہ کیا گیا کہ پاکستان کے مفاد کے لیے ہمیں مل جل کر کوشش کرنا ہوگی اور پاکستان کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو ناکام بنانا ہوگا خاص طور پر ان قوتوں کو ناکام بنانا ہوگا جو کبھی لسانیت،کبھی سیاست اور کبھی مذہب کی آڑ لے کر پاکستان کو عدم استحکام سے دوچار کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔

دینی مدارس کے بارے میں ہونے والا یہ اجلاس انتہائی مفید،موثر،مثبت اور نتیجہ خیز رہا۔اللہ کرے کہ اس سے وابستہ اُمیدیں حقیقت میں تبدیل ہوں اور فیصلوں پر خلوصِ نیت کے ساتھ فوری عمل ہو۔

مدارس کی طرف رجحان

امت محمدیہ پر فتنوں کا دورِ ابتلا،قرب قیامت تک جاری رہے گا،اسلام ان تمام سخت ادوار سے گزر کر قیامت تک باقی رہنے والا دین برحق ہے،اس کے گونجنے والے زمزمہ بار کلمے کو دنیا کی کوئی طاقت خاموش نہیں کرسکتی،اس کے مراکز سے سمت مخالف سے آنے والی آندھیاں ٹکرائیں گی ضرور لیکن خس و خاشاک کی طرح اڑا کر انہیں ہوا کبھی نہیں کرسکتیں......اس کی ایک تازہ مثال برصغیر کے دینی مدارس ہیں،مدارس کے خلاف جس زور و شور کے ساتھ گذشتہ چند سالوں سے پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے،اس کا تقاضہ تو تھا کہ یہ ادارے ویران ہو کر نابود ہوجاتے، عوام ان کی طرف کھنچنے کے بجائے ان سے کوسوں دور بھاگتے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اسی زمانے میں دینی مدارس کی تعداد اور لوگوں کے ان کی طرف رجحان میں غیر معمولی اضافہ ہوا،اس عرصہ میں ہزاروں نئے مدارس قائم ہوئے اور ان کی طرف ......الحمد للہ ثم الحمد للہ......قوم کے بطوں کے رجوع کا عالم یہ ہے کہ تمام معیاری مدارس اپنی گنجائش سے بھی زیادہ طلبہ رکھنے پر مجبور ہیں۔

حکمرانوں کے ساتھ مختلف موضوعات پر مذاکرات
اور وفاق المدارس کی منظور کردہ قراردادیں

[وفاق المدارس کا ایک مقصد مدارس دینیہ کا تحفظ ہے، اس سلسلے میں صاحبِ اقتدار طبقے کی طرف سے مدارس کی خودمختاری یا اس کے نصاب میں غیر مناسب تبدیلیوں کے لیے جو منصوبے بنتے رہے ہیں، وفاق المدارس کی ہر دور کی قیادت ان کی راہ میں رکاوٹ بنتی رہی ہے اور الحمدللہ وہ اپنی مساعی میں کامیاب رہی ہے۔ ذیل میں وفاق المدارس کے ریکارڈ میں محفوظ عاملہ اور شوریٰ کی کارروائیوں سے اس کی تلخیص پیش کی جارہی ہے۔ مرتب]

حقوقِ نسواں کمیٹی کی سفارشات

کنونشن میں مولانا مفتی محمود صاحب کی تحریک پر حقوق نسواں کمیٹی کی سفارشات بھی زیر بحث آئیں اور مفتی صاحب نے وزارت قانون کی طرف سے شائع کردہ رپورٹ میں سے وہ سفارشات پڑھ کر سنائیں۔ جن میں تجویز کیا گیا ہے کہ (۱) عورت کو بھی مرد کی طرح طلاق کا حق دیا جائے۔ (۲) جو عورت خاوند کے پاس پانچ سال سے زائد عرصہ گزار چکی ہو اسے طلاق کی صورت میں خاوند کی کل منقولہ غیر منقولہ جائیداد کا آٹھواں حصہ دلوایا جائے۔ (۳) طلاق کی صورت میں عوت کو خاوند کے پاس گزارے ہوئے تمام سالوں میں ہر سال کے ایک ماہ کا نفقہ دلوایا جائے۔ (۴) میڈیکل سٹوروں میں مانع حمل ادویہ کی ہمہ وقت موجودگی اور تقسیم لازمی قرار دی جائے وغیرہ ذالک۔ اس پر کنونشن نے مندرجہ ذیل قراردادوں کی صورت میں اپنی رائے کا اظہار کیا:

یہ اجلاس حقوقِ نسواں کمیٹی کی سفارشات اور حقوق نسواں کے نام سے حکومت کی مسلسل نشریاتی مہم پر شدید تشویش کا اظہار کرتا ہے اور کمیٹی کی بعض سفارشات کو قرآن وسنت کے قطعاً منافی قرار دیتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ان سفارشات کو منظور نہ کیا جائے اور دینی جماعتوں کے معتمد جید علماء کرام پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی جائے جو ان سفارشات کا بغور جائزہ لے کر ان کے خلاف اسلام پہلوؤں کی نشاندہی کرے۔

یہ اجلاس واضح کر دینا چاہتا ہے کہ غیر اسلامی پہلوؤں سمیت ان سفارشات کو اگر منظور کر لیا گیا تو اسے مداخلت فی الدین سمجھا جائے گا اور عامۃ المسلمین اسے کسی صورت میں برداشت نہیں کریں گے۔

(اجلاس شوریٰ ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ، ۱۰ نومبر ۱۹۷۶ء)

☆......☆......☆

مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کو اوقاف کی تحویل میں لینے پر غور

مجلس عاملہ کے اجلاس میں مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کو اوقاف کی تحویل میں لینے کے حکومتی فیصلے پر غور وخوض کیا گیا۔ اجلاس نے اس فیصلے کو سراسر سیاسی انتقام کی کارروائی قرار دیا۔ چونکہ وفاقی حکومت دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں نہ لینے کا واضح اعلان کر چکی ہے۔ قرارداد پاس کی گئی کہ اجلاس اس فیصلہ پر شدید احتجاج کرتے ہوئے مدارس ومساجد کو سرکاری تحویل میں لینے کی پالیسی کو مداخلت فی الدین قرار دیتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ مساجد ومدارس کے تقدس اور آزادی کا پوری قوت کے ساتھ تحفظ کیا جائے گا اور ملک کے مدارس متحد ہو کر حکومت کے اقدامات کی مزاحمت کریں گے۔ یہ اجلاس جامع مسجد نور و مدرسہ نصرت الاسلام گوجرانوالہ کی انتظامیہ کو یقین دلاتا ہے کہ مسجد ومدرسہ کے تحفظ کی جدوجہد میں وفاق المدارس العربیہ کا پورا تعاون اور ہمدردیاں اسے حاصل ہونگی اور وفاق میں شامل تمام مدارس اسے اپنا مشترکہ مسئلہ سمجھتے ہوئے ان کے شانہ بشانہ اس جدوجہد میں شریک ہونگے۔

(اجلاس عاملہ منعقدہ 23 جمادی الاولیٰ 1396ھ مطابق 23 مئی 1974ء)

اسی سلسلہ میں وفاق المدارس کی مجلس شوریٰ کا ایک اہم ترین اجلاس ہوا، جس میں دیگر مسالک کے نمائندگان کو بھی خصوصی شرکت کی دعوت دی گئی۔ اس اجلاس کی کارروائی کا خلاصہ پیش خدمت ہیں:

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ایم۔ این۔ اے کی دعوت پر آزادی مساجد ومدارس کے سوال پر غور وخوض کے لیے مختلف کاتب فکر کے علماء کرام کا ایک بھرپور کنونشن 10 نومبر 1976ء کو صبح دس بجے دارالعلوم حنفیہ عثمانیہ ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں وفاق المدارس کے نائب صدر حضرت مولانا عبدالحق ایم، این، اے اکوڑہ خٹک کے زیر صدارت منعقد ہوا جس میں ملک کے چاروں صوبوں سے دیوبندی، بریلوی، اور اہل حدیث مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے ایک سو کے قریب مندوبین نے شرکت کی۔ وفاق المدارس کے صدر علامہ سید محمد یوسف بنوری صاحب طیارہ میں سیٹ نہ ملنے کی وجہ سے راولپنڈی نہ پہنچ سکے اور انہیں ائرپورٹ سے واپس جانا پڑا اور اتحاد المدارس کے ناظم اعلیٰ علامہ سید محمود احمد رضوی لاہور ہائیکورٹ میں قادیانی عبادت کے سلسلہ میں ایک اہم مقدمہ کی تاریخ کے سلسلہ میں مصروف رہے اور اجلاس میں شریک نہ ہوسکے۔ تاہم ان کے مکتب فکر کی طرف سے جمعیت العلماء پاکستان راولپنڈی کے رہنما مولانا محمد یوسف چشتی نے خوب نمائندگی فرمائی۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کا خطاب:

کنونشن کے داعی مولانا مفتی محمود صاحب نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے دینی مدارس اور مساجد کی آزادانہ حیثیت کی اہمیت اور رضا کارانہ نظام کے پس منظر پر روشنی ڈالی۔ اور کہا کہ مدارس ومساجد کا یہ آزادانہ ورضا کارانہ نام اسی وقت قائم کیا گیا تھا۔ جب فرنگی کی مسلسل سازشوں کی وجہ سے یہ خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔ کہ شاید اسی خطہ زمین میں اسلامی علوم کی تحفظ اور ترویج کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔ چنانچہ بیدار مغز علماء نے دیندار مسلمانوں کے تعاون سے ایسی نظام کی داغ بیل ڈالی

جس کے تحت پورے برصغیر میں دینی مدارس کا جال پھیلا دیا گیا اور علماء کرام نے دینی علوم اور اسلامی اقدار وروایات کی اس قدر حفاظت کی۔ کہ جو خلا انگریز پیدا کرنا چاہتا تھا۔ علماء نے عوام کو وہ خلاء زیادہ محسوس نہیں ہونے دیا۔ اور دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ سیاسی اور مذہبی تسلسل قائم رکھا۔

مفتی صاحب نے کہا انگریز تو ہمارے دینی تشخص اور اسلامی علوم وروایات کو مٹانے کے درپے تھا اس لیے کہ اس کے دور میں رضا کارانہ نظام کی ضرورت محسوس ہوئی لیکن پاکستان کے قیام کے بعد یہ چاہیے تھا کہ حکومت خود پورے ملک میں دینی تعلیم کا انتظام کرتی مگر حکومتوں نے ایسا نہ کیا جس کی وجہ سے ضرورت پڑی کہ اس رضا کارانہ نظام کو پہلے کی طرح باقی رکھا جائے۔ چنانچہ علماء کرام نے فرنگی دور حکومت کی طرح پاکستان میں بھی دینی مدارس اور مساجد کی آزادانہ حیثیت کو برقرار رکھا اور آج تک اسی جذبہ کے ساتھ قرآن وحدیث کی اشاعت، تعلیم کا مقدس فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ نے کہا سابق حکومتوں سے ہمیں یہ گلہ تھا کہ انہوں نے اسلامی علوم کی ترویج وتعلیم کے لیے کچھ نہ کیا لیکن موجودہ حکومت سے ڈبل شکوہ ہے کہ وہ اسلامی علوم کی تعلیم وترویج میں دلچسپی لینا تو کجا اس مقصد کے لیے موجودہ نظام کو بھی سبوتاژ کرنا چاہتی ہے اور اسی نے مدارس ومساجد کی آزادی کو غصب کرنے کا بتدریج پروگرام اس لیے بنایا ہے کہ ان دینی مدارس سے جو لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں وہ اپنے ٹھوس دینی ذہن کی وجہ سے خلاف اسلام باتوں کو قبول نہیں کرتے بلکہ حکومت کے غیر اسلامی اقدامات پر تنقید کرتے ہیں۔ حکومت اس ذہن کو کنٹرول کرنا چاہتی ہے تاکہ اس کی من مانیوں اور غیر اسلامی حرکات کے خلاف بلند ہونے والی اس مضبوط آواز کا گلہ گھونٹ دیا جائے۔

مولانا مفتی محمود صاحب نے فرمایا حکومت اگر یہ سوچتی ہے کہ مدارس ومساجد پر قبضہ سے دینی تعلیم کو ختم کیا جا سکتا ہے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے کیونکہ مدارس عمارتوں کا نام نہیں بلکہ استاد اور شاگرد کے باہم مل بیٹھنے کا نام ہے اس لیے اگر حکومت مدارس کی عمارتوں پر قبضہ کر بھی لے تو کوئی بنیادی فرق نہیں پڑتا ہے۔ ہم درختوں کے نیچے پڑھائیں گے اپنے گھروں میں طلبہ کو پڑھائیں گے کھلے میدانوں میں پڑھائیں گے۔ جہاں بھی استاد اور شاگرد آپس میں مل بیٹھ کر تعلیم کا سلسلہ جاری رکھیں گے وہی ہمارا مدرسہ ہوگا۔ آخر ہماری زبانوں کو قال اللہ اور قال الرسول کی تعلیم دینے سے تو کوئی نہیں روک سکتا ہے قرآن وحدیث کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اور ان علوم مقدسہ کی تعلیم بہر حال جاری رہے گی۔

مفتی صاحب نے فرمایا مجھے اسلامی علوم کے مستقبل کے بارے میں کوئی خدشہ نہیں ہے اور میں ان لوگوں کے اس خیال کو احمقانہ سمجھتا ہوں۔ جو اپنے طور پر یہ طے کئے بیٹھے ہیں کہ مدارس ومساجد پر قبضہ کرنے کے بعد ہم اس ملک میں دینی ذہن کو اپنے کنٹرول میں کر سکیں گے۔ اور دینی علوم کی تعلیم وترویج کا سلسلہ بند ہو جائے گا البتہ صرف اس خیال سے کہ جن لوگوں نے علماء کرام پر اعتماد کر کے مساجد ومدارس کی تعمیر کے لیے رقوم صرف کی ہیں انہوں نے مساجد ومدارس کے نظام کے سلسلہ میں علماء کو چنا اور ان پر اعتماد کیا ہے اس لیے یہ مساجد ومدارس علماء کے پاس عوام کی امانت ہیں اور امانت کی حفاظت ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مساجد ومدارس کی حفاظت کریں گے اور انہیں ظالمانہ دسترس سے بچانے کی

ہر ممکن کوشش کریں گے۔

آپ نے کہا سرکاری تحویل میں آنے کے بعد صحیح معنوں میں دینی تعلیم کا سلسلہ جاری نہیں رہ سکتا محض خانہ پُری ہو گی اور خلوص اور للّٰہیت مفقود ہو جائے گی۔ اس کی عملی مثال ہمارے سامنے ہے کہ بہاولپور کے جامعہ اسلامیہ کو حکومت نے یونیورسٹی کا درجہ دیا ہے اس پر کرڑوں روپیہ صرف ہو رہے ہیں لیکن یہ یونیورسٹی آج تک ملک کو کوئی قابل ذکر فاضل نہیں دے سکی۔ خود یونیورسٹی کے ایک استاذ نے مجھ سے ذکر کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم نے طلبہ کو سہولتیں دی ہیں، قابل ترین اساتذہ فراہم کئے ہیں اور بے پناہ روپیہ صرف کر رہے ہیں، پھر بھی طلبہ پڑھتے نہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ دراصل سرکاری ملازمت اور دیگر مراعات کی وجہ سے طلبہ کے دلوں میں اساتذہ کی حقیقت باقی نہ رہی، جس کی وجہ سے آپ کے ہاں تعلیم کے مثبت نتائج آپ کے سامنے نہیں آ رہے۔ آپ نے کہا کہ گوجرانوالہ کی مسجد نور و مدرسہ نصرت العلوم۔

آپ نے کہا حکمران گروہ اپنی من مانیوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بجا طور پر علماء کرام کو سمجھتا ہے کیونکہ جب بھی حکومت نے غیر اسلامی قدم اٹھایا ہے علماء نے ڈٹ کر اس کی مخالفت کی ہے اور عوام کو اس کے غلط نتائج سے آگاہ کیا ہے۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت عائلہ قوانین کے خلاف علماء کی جدوجہد، خاندانی منصوبہ بندی کی تباہ کاریوں کے خلاف کلمہ حق، 1974ء کی تحریک ختم نبوت اور اب حقوق نسواں کمیٹی کی غیر اسلامی سفارشات کے خلاف ملک بھر میں علماء کا متفقہ احتجاج اس کا واضح ثبوت ہے حکومت اس آواز کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ لیکن یہ آواز نہیں دبے گی اور علماء کرام ہر حال میں اعلاء کلمۃ الحق کا مقدس فریضہ ادا کرتے رہیں گے۔

مفتی صاحب نے گوجرانوالہ میں مسجد نور کی واگزاری کے لیے تحریک چلانے والے اور گرفتاریاں پیش کرنے والے نوجوانوں کو خراج تحسین پیش کی۔ اور کہا کہ ان نوجوانوں نے جبر و تشدد کے اس دور میں دین حق کی خاطر قربانی پیش کرنے کی روشن مثال قائم کی ہے۔ ہمیں ان نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اور اس مقدس جدوجہد میں ان کا بھرپور ساتھ دینا چاہیے۔

آپ نے کہا کہ گوجرانوالہ کی مسجد نور و مدرسہ نصرت العلوم کے علاوہ بنوں کے مدرسہ معراج العلوم، راولپنڈی کی جامعہ رضویہ ضیاء العلوم اور دیگر مساعد و مدارس کو محکمہ اوقاف نے تحویل میں لینے کے نوٹس جاری کئے ہیں۔ اس لیے آپ حضرت کو تکلیف دی گئی ہے کہ باہم مل بیٹھ کر اور سر جوڑ کر اس صورت حال کا جائزہ لیں۔ اور کوئی ٹھوس لائحہ عمل اختیار کریں۔ تاکہ ہم اپنے عظیم اسلاف کی علمی اور دینی وراثت کا حق ادا کر سکیں۔

خطاب مولانا عبدالواحد صاحب:

گوجرانوالہ کے بزرگ عالم دین اور مدرسہ انوار العلوم کے مہتمم مولانا عبدالواحد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت معاشی مفادات کے عنوان سے علماء کے منہ بند کر دینا چاہتی ہے اور ہم نے اس سازش کو ناکام بنانا ہے لیکن اس سلسلہ میں ہمیں صرف قرارداد منظور کرنے سے آرام سے نہیں بیٹھ جانا چاہیے بلکہ قرارداد کو موثر اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے عوامی قوت فراہم کرنی

چاہیے۔آپ نے کہا قومی اسمبلی نے ایک بل منظور کر کے حکومت کو کسی بھی وقف املاک کو تحویل میں لینے اور اسے ضرورت کے مطابق صرف کرنے کا جو اختیار دیا ہے اس کے بعد حکومت کے عزائم کے بارے میں کسی کو غلط فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہیے کیونکہ اب حکومت کے مقاصد بالکل واضح ہو چکے ہیں۔

خطاب مولانا معین الدین لکھنوئی صاحب:

جمعیت اہل الحدیث پاکستان کے امیر اور جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کے مہتمم مولانا معین الدین لکھنوی نے کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے مساجد ومدارس پر سرکاری قبضہ کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ شرعی اصولوں کے مطابق کسی بھی وقف ادارہ کا نظام وقف کرنے والوں کی مرضی کے مطابق چلنا چاہیے جو لوگ مدارس میں چندے دیتے ہیں اور جن لوگوں کے چندوں کے مساجد تعمیر ہوئی ہیں۔ان کی مرضی کے خلاف شریعت کسی رود و بدل کو روا نہیں رکھتی اور ظاہر ہے کہ جو لوگ مدارس ومساجد کو چندے دیتے ہیں وہ ان کے مہتممین اور منتظمین پر اعتماد کی وجہ سے ہی دیتے ہیں اس لیے ان خطباء منتظمین اور مہتممین کو ان کی ذمہ داریوں سے جبراً الگ کرنا شرعاً ناجائز ہے اور ایسی صورت میں مساجد ومدارس پر حکومت کا قبضہ ازروئے شریعت غاصبانہ قبضہ شمار ہوگا۔

آپ نے کہا ہمیں حکومت پر یہ بات پوری طرح واضح کر دینا چاہیے کہ ہم اس کے اس غیر اسلامی اقدام کو کسی طرح گوارا کرنے لیے تیار نہیں ہیں۔

خطاب مولانا غلام اللہ خان صاحب:

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے ناظم اعلیٰ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے کنونشن کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا مساجد ومدارس پر حکومت کے قبضے کی شرعی حیثیت بالکل واضح ہے اور حکومت کے قبضے کو شرعی جواز فراہم کرنا ایسا ہی ہے جیسے ابوجہل کو اسلام کی سند دینا۔

آپ نے کہا کہ محکمہ اوقاف اور حکومت کے عزائم ڈھکے چھپے نہیں 1974ء کی تحریک ختم نبوت میں کیمل پور کی جامع مسجد کو صرف اس لیے سرکاری تحویل میں لیا گیا ہے کہ وہاں کے خطیب جرأت کے ساتھ قادیانی کا تعاقب کرتے تھے اور اب وزارت امور دینیہ کے محکمہ اوقاف کے خطباء کو تحریری ہدایت ارسال کہ ہے کہ حقوق نسواں کے سلسلہ میں بیگم نصرت بھٹو کے اعلان کو جمعہ کے خطابات میں پڑھ کر سنائیں۔اور عوام کو بتائیں کہ بیگم بھٹو کے ارشادات اسلام کے مطابق ہیں۔

آپ نے کہا حکومت اسی مقصد کے لیے ملک کے سارے مساجد پر قبضہ کرنا چاہتی ہے اس لیے اب ہمیں پوری طرح غور وخوض کر کے اس سلسلہ میں کوئی ٹھوس اقدام اٹھانا چاہیئے۔سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تمام مکاتب فکر کو ایک دوسرے کے درد و دکھ کا احساس کرتے ہوئے مکمل بھائی چارے کے ساتھ مشکلات ومصائب کا سامنا کرنا چاہیے۔

خطاب حکیم عبدالرحیم اشرف:

ہفت روزہ المنبر لائل پور کے مدیر مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس

مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور وخوض کرتے ہوئے اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کو بھی سامنے رکھنا چاہیے بات صرف مدارس و مساجد کی نہیں ہے بلکہ نشریاتی ذرائع سے علماء کرام کی کردارکشی کی منظم مہم چلائی جارہی ہے اور علماء کرام کو صرف اس لیے بدنام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ ان کے ساتھ عوام کا ربط کم ہو اور غیر اسلامی حرکات واقدامات کے خلاف علماء کی آواز غیر مؤثر ہو کر رہ جائے اس لیے ہمیں اس کا وہ کردارکش پروپیگنڈہ کا معقول جواب دینے کے ساتھ ساتھ اپنی حالت پر بھی نگاہ ڈالنی چاہیے تاکہ مخالفین کو کوئی ایسی بات نہ مل سکے جس سے وہ اپنے مکروہ پروپیگنڈہ کا جواز فراہم کرسکیں۔

آپ نے کہا ہمیں مساجد ومدارس کے بارے میں اپنا موقف صرف مخصوص حلقوں کے سامنے نہیں بلکہ ہر طبقہ کے عوام کے سامنے واضح کرنا چاہیے اور انہیں مساجد ومدارس پر حکومت کے قبضے کے نقصانات سے آگاہ کیا جائے اور ہر ضلع میں اجتماعات کرکے عوام کو اپنے موقف سے آگاہ کیا جائے۔

خطاب مولانا محمد یوسف چشتی:

جمعیۃ العلماء پاکستان کے راہنما مولانا محمد یوسف چشتی نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مقررین کے خیالات کی مکمل تائید کی اور بریلوی مکتب فکر کی طرف سے کنونشن کے فیصلوں کی حمایت وتعاون کا یقین دلایا۔

وفاقوں کے اتحاد کے تحت قائم کمیٹی برائے ''آزادی مساجد ومدارس''

کنونشن سے مولانا عبدالمجید ندیم، مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوری، اور مولانا منور حسین اوکاڑوی نے بھی خطاب کیا۔ کنونشن میں مندرجہ ذیل سات افراد پر مشتمل کمیٹی قائم کردی گئی۔ جو اتحاد المدارس کے صدر علامہ سید محمد یوسف بنوری اور ناظم اعلیٰ علامہ سید محمود رضوی سے رابطہ قائم کرکے رابطہ عوام اور لاہور میں آل پاکستان آزادی مساجد ومدارس کنونشن کی تفصیلات طے کرے گی:

(۱) مولانا عبدالواحد گوجرانوالہ کنوینر (۲) مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک

(۳) مولانا عبدالواحد کوئٹہ (۴) مولانا عبدالغفور صاحب رضوی راولپنڈی

(۵) حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب لائل پور (۶) مولانا معین الدین لکھنوی صاحب اوکاڑہ

(۷) صاحبزادہ عبدالرحمان صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور۔

کنونشن مندرجہ ذیل قرارداد کی بالاتفاق منظوری کے بعد بخیر وخوبی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

مساجد کی واگزاری کے لئے قرارداد

☆......خودمختار مسلم اوقاف بورڈ قائم کیا جائے۔

☆......وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر اہتمام مختلف مکاتب فکر کے نمائندہ علماء کرام کا اجتماع اپنی اس دو ٹوک رائے کا اظہار ضروری سمجھتا ہے کہ محکمہ اوقاف جن مقاصد کے لیے قائم کیا گیا تھا ان کے حصول میں کلیۃً ناکام ہوگیا ہے بلکہ اس کے برعکس محکمہ اوقاف نے زیر انتظام مساجد ومدارس کا نظم ونسق تباہ کرنے کے ساتھ ساتھ اعلاء کلمۃ الحق، امر

بالمعروف ونہی عن المنکر جیسے مقدس فریضہ کی ادائیگی کی راہ میں مسلسل رکاوٹیں پیدا کی ہیں اور عملاً محکمہ اوقاف کا مقصد صرف یہ رہ گیا ہے کہ علماء کرام کو حق بیان سے روکا جائے اور مساجد و مدارس کو سرکاری پر پیگنڈہ کے اڈے بنائے جائیں۔

☆...... نیز محکمہ اوقاف نے اوقاف کے انتظامات میں شرعی حدود و قیود کا ذرہ بھی لحاظ نہیں کیا۔ جبکہ تمام مکاتب فکر کے فقہاء کے نزدیک وقف کی آمدنی کو وقف کرنے والوں کی مرضی کے خلاف صرف کرنا اور متولی کو بلا شرعی عذر کے وقف کے انتظامات سے الگ کرنا شرعاً ناجائز ہے حتیٰ کہ وقف کرنے والا خود بھی شرائط کی خلاف ورزی کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ اور وہ حکومت بھی جس کا انتظام قرآن وسنت کے مطابق ہے۔ ایسا کرنے کا حق نہیں رکھتی ہے۔

☆...... اس لیے یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ محکمہ اوقاف کو فی الفور توڑ کر تمام زیر انتظام مساجد و مدارس کو سابق منتظمین کے حوالے کر دیا جائے اور اوقاف کی آمدنی کو شرعی مصارف پر خرچ کرنے کی نگرانی کے لیے تمام مکاتب فکر ایسے جید علماء کرام پر مشتمل خود مختار مسلم اوقاف بورڈ قائم کیا جائے۔ جن پر متعلقہ مکاتب فکر کو اعتماد ہو۔

☆...... یہ اجتماع مسجد نور اور مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کی واگزاری کے لیے عوامی مجلس تحفظ مساجد و مدارس کی کامیاب جدوجہد پر عوامی مجلس کے ارہ نماؤں اور کارکنوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ عوامی مجلس کے ساتھ مذاکرات میں کئے گئے وعدے کے مطابق مسجد نور کی واگزاری کا باضابطہ اعلان جلد کیا جائے اور عوامی مجلس کے کارکنوں کے خلاف درج شدہ مقدمات واپس لیے جائیں۔

☆...... نیز یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ اگر مسجد نور یا کسی بھی مسجد و مدرسہ کی واگزاری کے لیے دوبارہ تحریک چلانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس اجلاس میں شریک تمام مکاتب فکر کی مکمل حمایت اور پشت پناہی حاصل ہوگی۔

(اجلاس مجلس شوریٰ مورخہ 18 ذیقعدہ 1396ھ مطابق 10 نومبر 1976ء)

☆......☆......☆

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کا مجوزہ ''مسودہ قانونی برائے مدارس عربیہ''

اجلاس میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کا ترتیب دیا ہوا مجوزہ ''مسودہ قانونی برائے مدارس عربیہ'' پر غور کیا گیا۔ اجلاس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا ہے کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے اس مسودہ قانون کو مسترد کیا جاتا ہے۔ جس کی وجوہات حسب ذیل ہیں:

(۱)...... صدر مملکت کی قائم کردہ ''قومی کمیٹی برائے دینی مدارس'' نے ایک رپورٹ مرتب کی تھی، جسے وفاق کی مجلس شوریٰ اور مجلس عمومی نے متفقہ قرارداد کے ذریعے مسترد کر دیا گیا۔ زیر بحث حالیہ مسودہ بھی قومی کمیٹی کے مسودہ قانونی کا چربہ ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے لہٰذا اس کے قبول کیے جانے کا سوال ہی خارج از بحث ہے۔

(۲)...... اس مسودہ قانون کے ذریعہ مدارس دینیہ کی ہیئت کو بدلنے، ان کی آزادی کو سلب کرنے اور انہیں حکومتی اداروں کے تابع بنانے کی کوشش کی گئی ہے جس سے مدارس عربیہ کا مقصد وجود فوت ہو جاتا ہے۔

(۳)......پاکستان میں دینی مدارس کی روح کچلنے اورانہیں حکمرانوں کے منشاء کے مطابق ڈھالنے کی کوششیں قریباً ہر دور میں ہوتی رہی ہیں۔وفاق المدارس کی تنظیم بجاطور پر محسوس کرتی ہے کہ حالیہ مسودہ قانون بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔جس کے ذریعہ مدارس عربیہ کوایک سرکاری بورڈ کے حوالے کرنا پیش نظر ہے۔جبکہ اس بورڈ کے بیشتر ارکان سرکاری افسروں پر مشتمل ہیں۔جوظاہر ہے کہ دینی تعلیم اور مدارس عربیہ کے مزاج ومقاصد ہی سے ناآشنا ہیں۔اس لئے وفاق المدارس العربیہ اس مسودہ کو یکسر مسترد کرنے پر مجبور ہے۔ (اجلاس شوریٰ،۲۱محرم ۱۴۰۱ھ/۳۰نومبر ۱۹۸۰ء)

☆......☆......☆

مدرسہ بورڈ کے قیام سے متعلق یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے مسودہ پر غور

بعدازاں ناظم امتحانات مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب نے حکومت کی تجویز کردہ ''مدرسہ بورڈ'' کے قیام کے سلسلہ میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے مسودہ کے متعلق مولانا سلیم اللہ خان صاحب کودعوت دی کہ وہ اراکین عاملہ کواس کی تفصیل سے آگاہ کردیں۔

مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے ''مدرسہ بورڈ'' کے قیام کے سلسلہ میں تفصیل بیان فرمائی اور بتایا کہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے لاہور کے اجلاس منعقدہ ۲۸مارچ ۱۹۸۵ھ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی تمام شرائط کوتسلیم کرلیا گیا تھااور ایسانظام بنایا جوکہ وفاق کے نصب العین کے مطابق تھا۔اس سلسلہ میں، میں نے تمام اراکین عاملہ کوخط بھیج دیا تھا جس میں، میں نے واضح کیا تھا کہ ''مدرسہ بورڈ'' کامنصوبہ اراکین عاملہ کی منظوری اور توثیق کے بعد ہی قبول کیا جائے گا۔اجلاس مجلس عاملہ منعقدہ ۲۴جمادی الاخریٰ ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۷مارچ ۱۹۸۵ء بمقام جامعۃ الاسلامیہ کراچی میں ''مدرسہ بورڈ'' کا جومسودہ متفقہ طور پر مسترد کیا گیا تھااوراس پر جواعتراضات کیئے گئے تھے۔مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے اجلاس لاہور منعقدہ ۶ رجب ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۸مارچ ۱۹۸۵ء میں وہ اعتراضات پیش کیئے اور اجلاس میں اپنی نگرانی میں ترامیم کرائیں اس ترمیم شدہ مسودہ کومولانا نے آج کے اجلاس میں پڑھ کرسنایا اور مجلس عاملہ نے اس کی توثیق کی۔ناظم امتحانات مفتی محمد انورشاہ صاحب نے عاملہ کوامتحانات سالانہ کے نتائج سے آگاہ کیا۔چنانچہ عاملہ نے اس پر مکمل اعتماد کااظہار کیا۔

(۸ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ،۲۷جولائی ۱۹۸۵ء)

''آرڈی ننس برائے دینی مدارس''......مسترد

فیصلہ کیا گیا کہ ۸ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۷جولائی ۱۹۸۵ء میں آرڈی نینس برائے دینی مدارس کا ترمیم شدہ مسودہ جس کی مجلس عاملہ نے توثیق کی تھی اوراس کا جومسودہ حکومت کی طرف سے اب موصول ہوا ہے۔موجودہ حالات کی تبدیلی کے پیش نظر اس کومجلس عاملہ نے متفقہ طور پر مسترد کیا۔ (اجلاس عاملہ یکم صفر ۱۴۰۷ھ/۱۱۶کتوبر ۱۹۸۶ء)

مدارس میں حکومت کی مداخلت......مسترد

اجلاس میں وفاق کے نمائندہ وفد کی وزارت تعلیم کے ذمہ دار افسران سے جو میٹنگ ہوئی تھی اس کی تفصیلی رپورٹ مولانا محمد حنیف جالندھری نے پیش کی۔ علماء کے وفد نے وزارتِ تعلیم کے ذمہ داران افسران پر واضح کیا کہ علماء کوئی ایسا فیصلہ ہرگز قبول نہیں کریں گے جس میں مدارس عربیہ میں حکومت کی مداخلت ہو، مدارس عربیہ حسبِ سابق آزادی سے دینی خدمات انجام دیتے رہیں گے۔ عاملہ کے اجلاس میں اس جرات مندانہ اعلان پر مسرت کا اظہار کیا گیا۔ (اجلاس عاملہ ۸ ذی قعدہ ۱۴۱۶ھ، ۲۸ مارچ ۱۹۹۶ء)

☆......☆......☆

حکومت سے مذاکرات کی رپورٹ

حضرت ناظم اعلیٰ قاری محمد حنیف جالندھری صاحب نے حکومت کے ساتھ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے وفد کی ملاقات کی رپورٹ تفصیلاً پیش کی اور بتایا کہ ہم نے ''شہادۃ العالمیہ'' کی سند کو موثر بنانے، تحتانی سندات کو میٹرک، ایف اے، بی اے کے برابر قرار دینے، مدارس کی رجسٹریشن کے طریق کار کو سہل کرنے، غیر ملکی طلبہ کے لئے دینی مدارس میں داخلہ کے حصول کو سہل بنانے اور مساجد و مدارس کو سوئی گیس اور بجلی کے بلوں میں رعایت دینے جیسے مسائل پر بات چیت کی۔ اس سلسلہ میں بحمد اللہ یہ پیش رفت ہوئی کہ:

(۱)......آئندہ تمام رجسٹرڈ مدارس کے لئے ہر سال رجسٹریشن کی تجدید پر عائد پابندی ختم کر دی گئی۔

(۲)......غیر ملکی طلبہ کے ویزوں کے سلسلہ میں ناظم اعلیٰ نے تفصیلاً رپورٹ پیش کی۔ اس پر حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے فرمایا کہ چند روز قبل ان کی وزیر داخلہ صاحب سے ملاقات ہوئی جس میں یہ طے ہو گیا ہے کہ غیر ملکی طلبہ کے ویزوں میں توسیع کی درخواستیں ''وفاق'' کی بجائے متعلقہ مدارس کے توسط سے قبول کی جائیں گی۔

(۳)......اس وقت جو غیر ملکی طلبہ مدارس میں زیر تعلیم ہیں ان کے ویزوں میں توسیع کے لئے ان کے ملکوں کی طرف سے این او سی جاری کرنے کی شرط ختم کر دی گئی ہے۔ ارکان عاملہ نے اس پیش رفت کو خوش آئند قرار دیا۔

(اجلاس عاملہ ۳ جمادی الاخری ۱۴۲۱ھ، ۴ ستمبر ۲۰۰۰ء)

☆......☆......☆

مدارس سے متعلق سرکاری پالیسی کا جائزہ

۱۶ رجنوری ۲۰۰۱ء میں عاملہ کا اجلاس ہوا، اجلاس کا آغاز مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب (راولپنڈی) کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ بعد از ناظم اعلیٰ وفاق المدارس مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدھم نے شرکاء اجلاس سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کے اجلاس میں ارکان مجلس عاملہ کے علاوہ ملکی کی اہم دینی شخصیات تشریف فرما ہیں۔ میں مجلس عاملہ کے ارکان سمیت تمام شرکاء کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو مختصر وقت میں ہماری درخواست پر تشریف لائے۔ مولانا نے فرمایا کہ آج کا ایجنڈا مدارس

دینیہ کے بارے میں حکومت کی تازہ پالیسی کا جائزہ لینا اور مستقبل کے لئے لائحہ عمل کا تعین ہے۔ تاہم مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کے جائزہ کے لئے چند مبادی بطور اجمال آپ حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔

وزیر مذہبی امور سے ملاقات

چند ماہ قبل حکومت نے ماڈل دینی مدارس آرڈی نینس جاری کیا تھا اور ماڈل مدارس بنانے کا اعلان کیا تھا۔ چنانچہ یکم محرم الحرام ۱۴۲۳ھ تک وفاقی دارالحکومت کے علاوہ صوبائی دارالحکومتوں اور بعض دیگر شہروں میں ماڈل دینی مدارس بنانے کا باضابطہ اعلان بھی کر دیا گیا۔ جب یہ آرڈی نن‎س تیار ہوا تو وفاقی وزیر مذہبی امور ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب نے مدارس دینیہ کے نمائندہ حضرات کا اجلاس بلایا۔ جس میں پانچوں وفاقوں کی نمائندہ تنظیم ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ'' کے وفد نے شرکت کی۔ اس وفد نے متفقہ طور پر تحریراً یہ فیصلہ دیا کہ ہم ماڈل دینی مدارس کے منصوبہ میں فریق یا معاون نہیں بنیں گے۔ یہ منصوبہ مدارس دینیہ کی خودمختار اور آزاد حیثیت کو ختم کرنے اور انہیں سرکاری اداروں میں تبدیل کرنے کی کڑی ہے۔ لیکن حکومت نے آرڈیننس جاری کر دیا۔ اتحاد کا دوبارہ اجلاس ہوا اور پہلے ہی فیصلے کو برقرار رکھا گیا۔ ''وفاق'' کی مجلس عاملہ نے بھی ''اتحاد'' کے فیصلے کی توثیق کی۔ ''اتحاد'' نے یہ بھی طے کیا کہ آئندہ کسی حکومتی اجلاس میں مشاورت کے بغیر شرکت نہیں کریں گے۔ اس دوران اخبارات میں اور میڈیا پر مدارس دینیہ کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کی مہم چلائی گئی۔ ۶ دسمبر ۲۰۰۱ء مطابق ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ کو تمام وفاقوں کا مشترکہ اجلاس ہوا۔ جس میں تمام حکومتی الزامات کے مثبت جوابات دینے کے علاوہ یہ اعلان کیا گیا کہ مدارس دینیہ کی آزادی ہر صورت میں برقرار رکھی جائے گی۔ اس کے علاوہ مرکزی اور صوبائی دارالحکومتوں میں عظمت مدارس دینیہ کے اجتماعات کرنے کا بھی فیصلہ ہوا۔ اس کے بعد حکومت نے مذاکرات کی دعوت دی۔ ہم نے غور وخوض کے بعد ذہن سازی کی نیت سے دعوت قبول کی۔ ۲۶ دسمبر ۲۰۰۱ء کو محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب، وزیر مذہبی امور سے میٹنگ ہوئی۔ انہوں نے اجلاس میں دو مسئلوں پر بات کی:

(۱)...... مدارس کی رجسٹریشن۔ (۲)......فرقہ وارانہ دہشت گردی۔

وفاق کا موقف

ہم نے اس سلسلہ میں مدارس دینیہ کا موقف تفصیل کے ساتھ ان کے سامنے رکھا۔

۲۷ دسمبر ۲۰۰۱ء کو صدر پاکستان نے اجلاس بلایا، اس میں حضرت صدر الوفاق، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مولانا حسن جان صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب اور حضرت مولانا نذیر احمد فاروقی صاحب بھی شریک تھے۔ طے یہ ہوا کہ نمائندگی مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب (صدر تنظیم المدارس) اور احقر کریں گے۔

اس اجلاس میں صدر پاکستان نے کہا کہ میں نے عالمی سطح پر مدارس دینیہ کی خدمات کو ہمیشہ اجاگر کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے فرقہ وارانہ دہشت گردی اور رجسٹریشن کی بات کی۔

فرقہ وارانہ دہشت گردی کے متعلق ہم نے کہا کہ مدارس دینیہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں، نہ مدارس میں فرقہ واریت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ آپ دہشت گردی کرنے والے مدارس کا تعین فرمائیں ہم خود ان کا الحاق ختم کر دیں گے اور ان کے خلاف کارروائی

کریں گے۔ نصاب تعلیم کے بارے میں ہم نے کہا کہ یہ تمام نصاب حکومت کی طرف سے منظور شدہ ہیں۔ اگر یہ نامکمل تھے تو حکومت نے منظور کیوں کئے؟ ان کے خلاف بات کرنا خود حکومت کے خلاف بات کرنا ہے۔

فرقہ وارانہ تعلیم کے بارے میں مَیں نے کہا کہ سولہ سالہ نصاب میں ایک بھی کتاب فرقہ وارانہ نہیں۔ آپ اپنے اسکول کالجوں کی طرف توجہ فرمائیں، ہمارے اوپر کوئی مسلط نہ فرمائیں۔

رجسٹریشن کے بارے میں کہا کہ ہمیں رجسٹریشن سے انکار نہیں پہلے بھی ۱۹۹۴ء سے یہ پابندی ہے۔ البتہ مساجد سے یہ پابندی خود حکومت نے اٹھائی ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ مدارس سے بھی یہ پابندی اٹھائی جائے اور نئے قوانین کی بجائے سوسائٹی ایکٹ کے تحت تمام مدارس رجسٹرڈ کئے جائیں۔ اس ایکٹ کے تحت دستور، ارکان کے نام، اغراض و مقاصد اور آڈٹ کا ہونا ضروری ہے آپ اس قانون کو بحال کریں تو آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

چوتھا مسئلہ غیر ملکی طلبہ کا تھا۔ ہم نے کہا کہ ہم ان کے قانونی داخلہ کے قائل ہیں۔ البتہ آپ ان کے لئے ویزے میں سہولت پیدا کریں کیونکہ بیرونی حکومتیں تعلیمی ویزے نہیں دیتیں۔ ہم نے کہا آپ اس کے لئے نظام کو آسان بنائیں بہت سے افراد تبلیغی جماعت کے ساتھ آتے ہیں، پھر وہ دین کے شوق میں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ دوسرے ممالک بھی وزٹ ویزے پر تعلیمی ویزہ دیتے ہیں۔ اس پر صدر پاکستان نے کہا کہ اس سے مجھے اتفاق ہے، البتہ اس ملک کا سفارت خانہ NOC دے دے۔

ہم نے یہ بھی کہا کہ ماڈل مدارس میں آپ نے ان کا دائرہ کار آزاد مدارس کے لئے نہیں رکھا۔ مگر پھر مطلق مدارس کی بات کی اس سلسلہ میں مزید بات چیت کے لئے مولانا منیب الرحمٰن صاحب، جسٹس امجد علی صاحب اور احقر پر مشتمل ایک کمیٹی تجویز کی گئی۔

رات کو تمام وفاقوں کے مشترکہ اجلاس میں ہم نے کارگزاری پیش کی کہ صدر پاکستان نے یقین دہانی کرائی ہے کہ ہم مدارس کے نظام میں مداخلت نہیں کریں گے مدارس آزاد ہیں۔ عصری علوم کے لئے ہم جبر نہیں کریں گے۔ تحتانی اسناد کے بارے میں غور کا وعدہ کیا۔ جن مدارس کے بارے میں بعض منفی رپورٹیں تھیں، ان کی از سر نو تفتیش کا وعدہ کیا۔ اس اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا کہ ان یقین دہانیوں کے پیش نظر فی الحال ''عظمت مدارس دینیہ کنونشنز'' ملتوی کر دیے جائیں۔ لیکن سر دست لاہور کے کنونشن کے التوا کا اعلان کیا جائے۔ واپسی پر گورنر پنجاب کا پیغام پہنچا کہ میں ''اتحاد'' کے نمائندوں سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے بھی وہی باتیں کیں جو صدر پاکستان نے کی تھیں۔ ۳۰ دسمبر ۲۰۰۱ء کو ہم نے پریس کانفرنس میں تمام تفصیلات بیان کیں۔ خلاصہ یہ کہ ان تمام ملاقاتوں کے بعد فیصلہ یہ کیا گیا کہ موقف مضبوط رکھا جائے گا، لیکن حتی الامکان افہام و تفہیم سے کام لیا جائے۔

صدارتی تقریر میں دینی مدارس کے بارے میں صدر پاکستان کا مثبت لب ولہجہ انہیں ملاقاتوں کا نتیجہ ہے۔ البتہ ہمارے ساتھ ملاقات میں انہوں نے واضح طور پر یہ کہا تھا کہ ہم اپنا نصاب مسلط نہیں کریں گے۔ لیکن تقریر میں انہوں نے کہا کہ سال کے آخر تک تمام مدارس نئے مضامین کو شامل کریں۔ اسی طرح رجسٹریشن کے سلسلہ میں انہوں نے سوسائٹی ایکٹ کو بحال نہیں کیا۔ مدارس دینیہ پر سرکاری تعلیمی اداروں کے ضابطے لاگو کرنے کا اعلان کیا۔ ہماری معلومات کے مطابق حکومت ایک بورڈ بنانا چاہتی ہے۔ اس میں اکثریت علماء کی ہوگی اور اس بورڈ سے تمام مدارس کا الحاق ضروری ہوگا۔ ان تمام حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے آپ

حضرات اپنے مشوروں سے نوازیں اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے فرمائیں۔

تمام حضرات کے اظہار خیال کے بعد حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے فرمایا کہ تمام کارروائی کی ترتیب و تلخیص کے لئے دو کمیٹیاں تشکیل دے دی جائیں، جن میں سے ایک کمیٹی صدر پاکستان کی تقریر پر وفاق کا موقف اور ردعمل اس اجلاس کی روشنی میں مرتب کرے اور دوسری کمیٹی وفاق کے مقاصد و مطالبات اور اس اجلاس کے فیصلوں اور قراردادوں کو ترتیب دے۔

متفقہ اعلامیہ کے لئے بالاتفاق شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کا نام نامی تجویز کیا گیا، جبکہ قراردادیں اور فیصلے مرتب کرنے کا کام حضرت مولانا محمد اکرم کاشمیری، مدیر ماہنامہ ''الحسن'' لاہور اور مولانا محمد ازہر مدیر ماہنامہ ''الخیر'' ملتان کے سپرد کیا گیا۔ ان مرتبہ قراردادوں اور فیصلوں پر نظر ثانی کے لئے مولانا قاضی عبداللطیف صاحب، مولانا فضل الرحیم صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب کے نام تجویز فرمائے گئے۔

فیصلے

پہلی نشست میں پیش کی گئی تجاویز کی روشنی میں جو فیصلے ہوئے، ان کا اعلان مولانا محمد حنیف جالندھری ناظم اعلیٰ وفاق نے کیا، جو درج ذیل ہیں:

(۱)......فیصلہ کیا گیا صدر پاکستان سے اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے ذمہ داران کی ملاقات کے دوران تین افراد، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب اور جناب جسٹس (ر) امجد پر مشتمل جو کمیٹی تجویز کی گئی تھی۔ حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اس کو فوری طور پر تشکیل دے کر اسے موثر بنائے اور دینی مدارس سے متعلق تمام امور ان کی مدد اور مشاورت سے انجام دیے جائیں۔

(۲)......تمام دینی مدارس یکسوئی کے ساتھ اپنی خدمات کو تعلیم و تدریس تک محدود رکھیں۔

(۳)......حسب سابق کسی بھی غیر ملکی طالب علم کو قانونی دستاویزات کے بغیر کسی مدرسہ میں داخلہ نہ دیا جائے۔

(۴)......حکومت کے ساتھ جملہ معاملات طے کرنے میں جرات مندانہ حکمت عملی سے کام لیا جائے۔

(۵)......دینی مدارس کے خلاف ذرائع ابلاغ کے منفی پروپیگنڈے کا سدباب کرنے کے لئے اخبارات میں وفاق کی جانب سے تفصیلی اور مدلل اشتہارات دیے جائیں۔

(۶)......حکومت کی جانب سے جو ضروری معلومات طلب کی جائیں وہ مہیا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ وفاق کی پالیسی کی پابندی کی جائے۔

(۷)......وفاق المدارس سے ملحق مدارس اور مرکزی دفتر کو باہم موثر رابطہ رکھنا چاہیے۔

(۸)......دینی مدارس کے معاملے میں احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں۔ جذبات سے مغلوب ہو کر کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے جس سے مدارس کا مستقبل کسی خطرے کا شکار ہو جائے یا کوئی نقصان اٹھانا پڑے۔

(۹)......مدیران، کالم نویس حضرات اور ذمہ داران جرائد کو اصل حقیقت سے آگاہ کیا جائے اور ان کے ساتھ مسلسل رابطہ

رکھا جائے۔

(۱۰)......مدارس دینیہ کی قومی، ملی اور دینی خدمات کے حوالے سے رائے عامہ کو بیدار کرنے کے لئے "اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ" سے گزارش کی جاتی ہے کہ تحفظ وعظمت مدارس دینیہ کنونشنز کے انعقاد کا جو فیصلہ کیا گیا تھا، نئی تاریخوں کے ساتھ وہ کنونشنز منعقد کئے جائیں۔

(۱۱)......حکومت سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ مدارس کی نئی رجسٹریشن کی بجائے رجسٹریشن کے سابقہ طریق کار ۱۸۶۱ء سوسائٹی ایکٹ کے تحت بحال کرے۔

(۱۲)......وفاق المدارس، مدارس دینیہ میں رائج نصاب کی روح کے خلاف کسی بھی اضافے کو مسترد کرتا ہے، تاہم ضرورت کے مطابق عصری تعلیم کے مضامین وفاق کے نصاب میں پہلے سے شامل ہیں اور وقتی ضرورت کے مطابق مزید اضافہ بھی ہوسکتا ہے، بشرطیکہ وہ وفاق کے ذریعے ہو، بیرونی طور پر مسلط نہ کیا جائے۔

(۱۳)......کسی مدرسے کے خلاف مقامی انتظامیہ کوئی کارروائی کرے تو وفاق سے ملحق تمام علاقائی مدارس اس کا فوری نوٹس لیں اور متاثرہ مدرسہ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں، نیز مرکزی دفتر سے بھی رابطہ رکھیں۔

☆......☆......☆

مشترکہ اعلامیہ

بعد ازاں حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کا مرتبہ مشترکہ اعلامیہ پڑھ کر سنایا، جسے متفقہ طور پر منظور کیا گیا ہے۔ مشترکہ اعلامیہ درج ذیل ہے:

(۱) مداخلت نا قابل قبول ہے

مجلس عاملہ کا یہ اجلاس اس موقف پر اعتماد کا اظہار کرتا ہے جو دینی مدارس کے پانچوں وفاقوں کے ذمہ دار حضرات نے صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب کے بلائے ہوئے اجلاس میں اختیار کیا۔ نیز اس اجلاس میں صدر پاکستان نے پانچوں وفاقوں کے ذمہ دار حضرات کو جو یقین دہانیاں کرائیں۔ اگر حکومت کے اقدامات ان کے مطابق ہوں تو دینی مدارس ان اقدامات میں حکومت سے ساتھ تعاون پر تیار ہیں لیکن صدر پاکستان کی حالیہ تقریر میں ان امور سے متعلق باتیں مبہم ہیں۔ جن سے غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں، مثلاً: تقریر میں اس سال کے آخر تک مدارس پر نیا نصاب لازم کرنے کی جو بات کی گئی ہے، اس کے بارے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جن عصری علوم کا حوالہ صدر صاحب نے اپنی تقریر میں دیا ہے، وہ پہلے سے وفاق کے تمام مدارس میں داخل نصاب ہیں۔ اگر اس کے باوجود نصاب میں کوئی اضافہ پیش نظر ہے تو جیسا کہ صدر مملکت کے سامنے واضح کیا گیا تھا اور صدر مملکت نے اسے تسلیم بھی کیا تھا، اس اضافے کی تفصیلات اور اس کے نقطہ نظر سے مجموعی نصاب کی تیاری دینی مدارس کے وفاق خود کریں گے اور اس میں مدارس سے باہر کی کسی اتھارٹی کی مداخلت نہیں ہوگی۔ اگر ان مضامین کا اضافہ اس طے شدہ اصول کے تحت ہو تو دینی مدارس اس سلسلے میں تعاون کریں گے۔ لیکن اگر اس اصول کے برخلاف دینی مدارس کے وفاقوں کو اعتماد میں لئے

بغیر حکومت کی طرف سے طے کردہ کوئی نصاب مدارس پر لازم کیا گیا تو ''وفاق'' کے مدارس اسے قبول نہیں کریں گے۔

(۲) دینی ''وفاق'' تعاون کرنا چاہتے ہیں

دینی مدارس کے سلسلے میں جو آرڈی ننس جاری ہونے والا ہے اس کے خدوخال ابھی واضح نہیں۔ صدر مملکت کے ساتھ گفتگو میں یہ بات واضح کی گئی تھی کہ اس آرڈی ننس کی تیاری میں وفاقوں کے نمائندگان کو شریک کیا جائے گا۔ اس غرض کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل کی تجویز بھی پیش کی گئی تھی۔ اب اس آرڈی ننس کے اجراء سے پہلے یہ کمیٹی تشکیل دے کر اس کی مدد سے آرڈی ننس کا مسودہ تیار کرنا ضروری ہے۔ اگر وفاقوں کو اعتماد میں لئے بغیر کوئی آرڈی ننس نافذ کیا گیا اور وہ وفاقوں کے لئے قابل قبول نہ ہوا تو عدم تعاون کی ذمہ داری وفاقوں کے ملحقہ دینی مدارس پر نہیں ہوگی بلکہ حکومت پر ہوگی۔

(۳) مدارس کو ہراساں نہ کیا جائے

ملک کے مختلف حصوں سے یہ اطلاعات مل رہی ہیں کہ صدر مملکت کی اس تقریر کو بنیاد بنا کر چند مقامات پر مقامی انتظامیہ بعض چھوٹے مدارس کو مختلف طریقوں سے ہراساں کر رہی ہے۔ حالانکہ ابھی مدارس کے سلسلے میں نہ کوئی قانون نافذ ہوا ہے، نہ کوئی سرکاری حکم جاری ہوا ہے۔ وفاق کی مجلس عاملہ ان بے جواز کارروائیوں کی مذمت کرتی ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اس صورت حال کا فوری تدارک کرے۔

(۴) قومی یکجہتی کی ضرورت

ملک اس وقت جن اندرونی اور بیرونی خطرات سے گھرا ہوا ہے، اس میں قومی یکجہتی ہماری سب سے بڑی ضرورت ہے، جس کے لئے ضروری ہے کہ اس مفاہمت کی فضا کو برقرار رکھا جائے جو صدر مملکت کے ساتھ وفاق کے نمائندگان کی ملاقات میں قائم ہوئی تھی۔ دینی مدارس ہر اس معقول تجویز کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں جو ان مدارس کے دینی تشخص اور ان کی خودمختاری کو ہر قیمت پر برقرار رکھتے ہوئے باہمی مشاورت کے ساتھ روبہ عمل لائی جائے۔ لیکن حکومت کی طرف سے یکطرفہ طور پر کوئی بھی ایسا اقدام جو شعوری یا غیر شعوری طور پر ان اداروں کے دینی تشخص، ان کی حقیقی روح یا ان کی خودمختاری کو مجروح کرے، قومی یکجہتی کو سخت نقصان پہنچانے کے علاوہ کوئی اور خدمت انجام نہیں دے سکتا۔

(۵) دینی مدارس فرقہ وارانہ تشدد اور دہشت گردی کی ہمیشہ سے مذمت کرتے آئے ہیں اور ان کے خلاف ان الزامات پر مشتمل پروپیگنڈا سراسر من گھڑت اور ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ان کی کردارکشی پر مبنی ہے۔ ذرائع ابلاغ میں اس سلسلے کی جو مہم چلائی جارہی ہے، اسے بند کیا جائے اور ثبوت کے بغیر کسی فرد یا ادارے پر اس قسم کے الزامات عائد کرنے کو جرم قرار دیا جائے۔

(عاملہ اجلاس یکم ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ ۱۶ جنوری ۲۰۰۱ء)

☆......☆......☆

ماڈل دینی مدارس کا حکومتی منصوبہ

حضرت ناظم اعلیٰ قاری محمد حنیف جالندھری صاحب نے عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۱۱ر رجب ۱۴۲۲ھ ماڈل دینی مدارس کے حکومتی منصوبہ کی تفصیلات اراکین عاملہ کے سامنے پیش کیں اور فرمایا کہ وزارت مذہبی امور نے اس منصوبہ کے اعلان سے پہلے ملک کے دینی مدارس کے پانچوں ''وفاق'' اور بعض معروف دینی مدارس کے نمائندوں کا ایک اجلاس ۲۴ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو اسلام آباد میں بلایا تھا۔ جس میں وفاقی وزیر مذہبی امور ڈاکٹر محمود احمد غازی نے مجوزہ آرڈی ننس کی تفصیلات سے شرکاء کو آگاہ کیا۔ اس کی جو تفاصیل ہمارے سامنے آئیں، ان سے یہ بخوبی علم ہو گیا کہ اس حکومتی منصوبہ کا مقصد مدارس دینیہ کی حریت فکر وعمل، خود مختاری و آزادی، تدین وتصلب اور خالص دینی مزاج کے مطابق تعلیم وتدریس کو ختم کرنا ہے۔ اس لئے اس منصوبہ میں شرکت کا مطلب اپنے موقف، ہدف بلکہ وجود سے دستبردار ہونا ہے۔ بحمد اللہ دیگر مسالک کے تمام شرکاء نے ہمارے نقطہ نظر سے اتفاق فرمایا اور تمام ارکان نے متفقہ طور پر یہ واضح کر دیا کہ ہم ماڈل مدارس کی مجوزہ اسکیم میں قطعاً شرکت یا تعاون نہیں کریں گے۔ اس اجلاس میں علماء کرام کے اس متفقہ فیصلہ کے علی الرغم کچھ عرصہ بعد وزارت مذہبی امور نے ملک کے تین بڑے شہروں کراچی، سکھر اور اسلام آباد میں ماڈل دینی مدارس بنانے کا اعلان کر دیا اور ایک آرڈی ننس کے تحت ان تمام مدارس کے نظام تعلیم اور انتظامی امور میں مداخلت کا اختیار حاصل ہونے کا اعلان کیا خواہ وہ ماڈل دینی مدارس کے حکومتی بورڈ سے الحاق کریں یا نہ کریں۔ یہ اعلان دراصل مدارس دینیہ کے خلاف غیر مسلموں کی ایک سازش ہے۔ جس کا مقصد پاکستان کے مدارس دینیہ پر شب خون مارنا اور انہیں غیر موثر سرکاری اداروں میں بدلنا ہے۔

☆......☆......☆
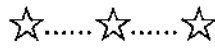
ماڈل دینی مدارس کے حکومتی منصوبہ کے بارے میں اتحاد تنظیمات مدارس کا لائحہ عمل

اس نازک صورت حال کے پیش نظر ہم نے فوری طور پر تنظیم المدارس العربیہ پاکستان، وفاق المدارس السلفیہ پاکستان، وفاق المدارس الشیعہ پاکستان اور رابطۃ المدارس پاکستان کے ذمہ داران حضرات سے رابطہ کیا اور ۲۷ اگست ۲۰۰۱ء بروز سوموار جامعہ اشرفیہ لاہور میں منعقدہ ایک مشترکہ اجلاس میں متفقہ طور پر یہ فیصلے کئے کہ:

(۱)......حکومت پاکستان کی جانب سے ''ماڈل دینی مدارس'' کے قیام اور دینی مدارس بورڈ یا کسی اور عنوان سے اس ضمن میں کئے گئے کسی اقدام کی ہم حمایت نہیں کریں گے اور اس سکیم میں نہ شرکت کریں گے اور نہ اس مجوزہ نظام میں کسی قسم کا تعاون کریں گے۔

(۲)......ہم دینی مدارس اور جامعات کی آزادی اور خود مختاری کا ہر قیمت پر تحفظ کریں گے۔ چاہے وہ مالی خود مختاری ہو یا نظام تعلیم کی، نصاب مدارس دینیہ ہو یا انتظامِ مدارس دینیہ، ان میں کسی بھی قسم کی دخل اندازی چاہے وہ براہ راست ہو یا بالواسطہ، اسے مسترد کرتے ہیں۔

(۳)......اگر کسی بھی اقدام، قانونی، انتظامی حکم نامے کے اجراء یا دستوری ترمیم کے ذریعہ ان اداروں کو بالواسطہ یا بلا

واسطہ نقصان پہنچنے کا احتمال ہوگا تو ہم نتائج کی پرواہ کیے بغیر متحد ومنظّم ہو کر پوری دینی حمیت اور استقامت کے ساتھ ان اداروں کا تحفظ کریں گے۔

(۴)......ہم حکومت پاکستان خصوصاً وزارت مذہبی امور پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ دینی ادارے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر اخلاص کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں۔ آغاز سے ترقی کی اعلیٰ منازل طے کرنے تک یہ مدارس اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے علماء کی شب وروز محنت اور ایمانی قوت کے ساتھ قائم ودائم ہیں۔ یہ دینی مدارس ہمارے پاس مسلمانوں کی امانت ہیں۔ اس امانت کی حفاظت ہم ہر قیمت پر کریں گے۔

(۵)......دینی مدارس کا اصل سرمایہ استغناء اور توکل علی اللہ ہے۔ ہم حکومت کی کسی بھی مالی پیشکش کی وجہ سے اپنے اصل سرمایہ کو ضائع نہیں ہونے دیں گے۔

(۶)......ہم حکومت پر یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ دینی مدارس وجامعات سے وابستہ علماء کا اور یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کا مقصد حصولِ روزگار نہیں ہے۔ لہٰذا حکومت ان دینی مدارس وجامعات پر دینی مدارس بورڈ سے وابستہ ہونے کے لئے حصولِ روزگار کا لالچ ہرگز نہ دے۔

کیا حکومت پاکستان جن اداروں میں تعلیم کے نام پر کروڑوں، اربوں روپے خرچ کر رہی ہے۔ ان کے فارغ التحصیل طلبہ کو ملازمت دینے کی گارنٹی دے رہی ہے۔ میڈیکل کالجز، انجینئرنگ یونیورسٹیز، کمپیوٹر سائنس اور کامرس کی اعلیٰ تعلیم کے حامل افراد کو حکومت روزگار دینے میں مکمل طور پر ناکام ہے۔ اب دینی مدارس کے فاضلین کو کہاں سے روزگار مہیا کرے گی۔

(۷)......ہم حکومت پر واضح کرتے ہیں کہ ''ماڈل دینی مدارس'' اور ''دینی مدارس بورڈ آرڈی نینس'' واضح طور پر دینی مدارس اور جامعات کے خلاف سازش ہے۔ لہٰذا ہم تمام مکاتب فکر کے پانچوں وفاق میں سے کوئی وفاق، مدارس بورڈ یا دینی مدارس کی اسکیم میں شریک نہیں ہوگا اور متحدہ وفاق پاکستان سے ملحق کسی بھی مدرسہ یا جامعہ کو بھی اس بورڈ یا اسکیم میں شرکت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

اس کے بعد ناظم اعلیٰ صاحب نے فرمایا کہ ۲۸ اگست ۲۰۰۱ء کو احقر نے تمام وفاقوں اور تنظیموں کے ذمہ داران کے ہمراہ لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ان تمام فیصلوں کا اعلان کیا جو پاکستان کے تمام قومی اخبارات میں شائع ہوئے۔ ناظم اعلیٰ نے فرمایا کہ اس پریس کانفرنس کے بعد ملک میں رائے عامہ کو ہمنوا بنانے کے لئے اقدام کیے گئے۔ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان ''عظمت مدارس دینیہ کانفرنس'' منعقد کی گئی۔ کراچی میں جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ کے زیر اہتمام جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں ''تحفظ مدارس دینیہ کنونشن'' منعقد ہوا۔ جس میں حضرت صدر الوفاق دامت برکاتہم نے بھی شرکت فرمائی۔ ضلع رحیم یار خان کے مدارس کا ایک اجلاس مکی مسجد رحیم یار خان میں ہوا۔ جس میں احقر نے مدارس کے نمائندہ حضرات کو دینی مدارس کے خلاف اس حکومتی منصوبہ سے آگاہ کیا۔ بحمد اللہ اس وقت تمام مسالک کے تمام دینی مدارس اور دیندار مسلمان اس مسئلہ میں ہمارے ساتھ ہیں کہ مدارس دینیہ کی حریت فکر وعمل برقرار رہنی چاہیے اور انہیں کسی

بھی سطح پر حکومتی ماڈل دینی مدارس کا حصہ نہیں بننا چاہئے۔

حضرت ناظم اعلیٰ صاحب کی گفتگو کے بعد ارکان عاملہ نے تفصیلاً اور فرداً فرداً حکومتی آرڈی نینس اور اس کے استرداد پر اظہار خیال فرمایا۔ تمام حضرات نے ''وفاق'' کے ذمہ دار حضرات کو ان کی مساعی پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ حضرات کے بروقت اقدام اور دانشمندانہ فیصلے کی بدولت مدارس دینیہ ایک بہت بڑے خطرے سے محفوظ ہو گئے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ ''وفاق'' حسب سابق مدارس دینیہ کے خلاف کی جانے والی سازشوں پر کڑی نظر رکھے اور قیادت کا فریضہ باحسن وجوہ انجام دے۔

حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے فرمایا کہ ہم ان شاء اللہ آپ سب کے تعاون و اتفاق کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔ اس کے بعد مجلس عاملہ کے ارکان نے ماڈل دینی مدارس کے منصوبہ کے سلسلہ میں درج ذیل فیصلے متفقہ طور پر کئے:

(۱)......وفاق المدارس العربیہ سے ملحق کوئی مدرسہ اگر سرکاری بورڈ کے ساتھ الحاق کرے گا یا الحاق کے لئے درخواست دے گا تو اس کا وفاق سے الحاق ختم کر دیا جائے گا۔

(۲)......وفاق سے ملحق مدارس کی کوئی ذمہ دار شخصیت اگر سرکاری بورڈ کی رکنیت قبول کرے تو اس کے مدرسہ کا الحاق بھی وفاق سے ختم کر دیا جائے گا۔ الا یہ کہ وہ مدرسہ اس شخصیت کو مدرسہ کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دے۔

(۳)......رائے عامہ کو ہم نوا بنانے اور صورت حال سے مطلع کرنے کے لئے ایک پمفلٹ مرتب کیا جائے۔ جس میں ماڈل دینی مدارس کے مجوزہ حکومتی منصوبہ کی تفصیل کے ساتھ ''وفاق'' کا موقف اور اس کی وجوہ بھی بیان کی جائیں۔ سرکاری منصوبہ کے دینی و ملی نقصان کی وضاحت کی جائے۔ نیز دینی مدارس کی ملی، قومی اور مذہبی خدمات کا جامع تعارف شامل کیا جائے اور بہتر ہوگا کہ یہ وفاق کے سہ ماہی ترجمان ''وفاق'' میں شائع کر دیا جائے۔

(۴)......تمام مدارس دینیہ سے استدعا کی گئی کہ وہ اپنے اجتماعات سے مدارس دینیہ کی خدمات اور سرکاری منصوبوں کی تفصیلات سے عامۃ الناس کو آگاہ فرمائیں اور ان کی ذہن سازی فرمائیں۔

(۵)......مدارس دینیہ کی خدمات کو اجاگر کرنے کے لئے مجلس عمومی کے تمام مدارس کا ملک گیر اجتماع ''عظمت مدارس دینیہ کنونشن'' کے نام سے ۲۸ شوال ۱۴۲۲ھ ۱۳ جنوری ۲۰۰۲ء کو اسلام آباد میں منعقد کیا جائے اور اسے کامیاب و بھرپور بنانے کے لئے تمام مدارس کو مکمل تعاون فرمائیں۔

(۶) مدارس دینیہ سے یہ استدعا بھی کی گئی ہے کہ سہ ماہی ''وفاق'' وفاق المدارس العربیہ کا ترجمان اور نمائندہ جریدہ ہے۔ اس کے مطالعہ کے علاوہ اس کے تمام شمارے ریکارڈ میں محفوظ رکھے جائیں۔ مجلس عاملہ نے تجویز کیا کہ اس اعلان کو پرچہ میں نمایاں طور پر شائع کیا جائے۔

ایجنسیوں کی طرف سے مدارس کی معلومات کے بارے میں پالیسی

بعض ارکان عاملہ کی طرف سے یہ بات سامنے آئی کہ بسا اوقات مختلف ایجنسیوں اور خفیہ پولیس کے آدمی معلومات کے

لئے مدارس میں آتے ہیں اور مختلف قسم کے سوالات کرتے ہیں، اس سلسلہ میں کیا پالیسی اختیار کی جائے؟

اس پر حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے فرمایا کہ مدارس کے وہ کوائف جو اہل مدارس عام طور پر شائع کرتے رہتے ہیں۔ ان کے بتانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر وہ ایسی باتیں پوچھیں جن کا افشاء عام طور پر مناسب نہیں تو انہیں کہا جائے کہ اس سلسلہ میں اربابِ ''وفاق'' سے رابطہ کریں۔ قبل ازیں یہ گزارش بذریعہ عریضہ بھی تمام مدارس سے کی جا چکی ہے۔

(اجلاس عاملہ ۱۱ رجب ۱۴۲۲ھ ۲۹ ستمبر ۲۰۰۱ء)

چار اہم موضوعات سے متعلق اجلاس

تلاوتِ قرآن کریم کے بعد وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری نے وفاق اور صدر الوفاق کی جانب سے شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آپ حضرات نے آج کے لائحہ عمل سے متعلقہ اوراق کے مطالعہ سے آج کے اجلاس کی اہمیت و ضرورت کا اندازہ فرما لیا ہوگا اس کے بعد انہوں نے لائحہ عمل کے چاروں نکات کا اجمالاً ذکر فرمایا جو درج ذیل تھے:

(۱)......دینی مدارس کی رجسٹریشن

(۲)......دینی مدارس کی اسناد کی بابت سپریم کورٹ کا فیصلہ

(۳)......غیر ملکی طلبہ کے انخلاء کا حکومتی فیصلہ

(۴)......انٹر مدرسہ بورڈ کی سرکاری تجویز

بعد ازاں انہوں نے حضرت صدر الوفاق کو افتتاحی خطاب کی دعوت دی۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب صدر الوفاق

صدر الوفاق حضرت مولانا سلیم اللہ خان زید مجدھم نے شرکاء کا شکریہ ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکستان کی شکل میں عظیم الشان نعمت عطاء فرمائی ہے۔ ہم اس نعمت کی عظمت واہمیت کو نہیں جانتے لیکن دشمن خوب واقف ہے اور وہ نعمت یہ ہے کہ اہل پاکستان جب چاہیں اس میں اسلام نافذ کر سکتے ہیں۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے، جس میں کسی بھی وقت اس کے نظریے کو نافذ کیا جا سکتا ہے۔ خط ارضی پر دو مملکتیں نظریاتی ہیں۔ ایک پاکستان، دوسری اسرائیل۔ دشمن پہلی کی حوصلہ شکنی اور دوسری کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ طالبان نے افغانستان میں اپنی دانست اور ہمت کے مطابق اسلامی نظام نافذ کیا تھا۔ چونکہ انہوں نے پاکستان میں تعلیم حاصل کی تھی اس لئے ''پاکستان'' اسلام دشمنوں کو بہت کھٹکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے امکانات موجود ہیں۔ دشمن اصل میں اسلام سے خوفزدہ ہے اور وہ اسے مٹانے کا خواہاں ہے۔ چونکہ اسلام کی تعلیم ان مدارس میں دی جاتی ہے، اس لئے امریکہ اور پورا عالم جو امریکہ کے زیر اثر ہے وہ سب مدارس کی مخالفت پر تل گئے ہیں۔

حضرت ناظم اعلیٰ وفاق، بابت رجسٹریشن مدارس

اس کے بعد ناظم اعلیٰ وفاق مولانا محمد حنیف جالندھری نے دعوت نامہ سے منسلک توضیحی نوٹس کی خواندگی فرمائی اور کہا دینی مدارس کے دفاع اور مشترکہ مسائل کے حل کے لئے گزشتہ پندرہ، بیس سال سے ہماری متحدہ قوت ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان'' کے نام سے کام کر رہی ہے۔ اس کا اجلاس بھی کل (۱۲ ستمبر ۲۰۰۵ء) کو اسلام آباد میں منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں رجسٹریشن اور دیگر امور کے بارے میں ''وفاق'' کا نقطہ نظر پیش کیا جائے گا۔

رجسٹریشن کی تفصیل سے آپ حضرات آگاہ ہیں۔ ہمارا مطالبہ رہا ہے کہ مدارس کی رجسٹریشن ہونی چاہئے۔ ۱۹۹۴ء میں جب مدارس کی رجسٹریشن پر پابندی عائد کی گئی تو حکومت نے اعلان کیا کہ ہم ۱۸۶۰ء کے سوسائٹی ایکٹ کی بجائے نیا قانون لائیں گے۔ پھر ۲۰۰۱ء میں ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' اور ۲۰۰۲ء میں ''رجسٹریشن اینڈ ریگولیشن'' کے نام سے قانون لائے گئے۔ جنہیں ہم نے قبول نہیں کیا، کیونکہ ان سے مدارس کی آزادی متاثر ہوتی تھی۔ جبکہ ہمارا اصل مقصد مدارس کی حریت وخودمختاری کا تحفظ ہے۔ ہمارا موقف ۱۸۶۰ء کے ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کا رہا کیونکہ مساجد بھی اس ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہوتی ہیں۔ پھر حکومت نے کہا کہ ہم سوسائٹی ایکٹ ۱۸۶۰ء میں ضروری ترمیم کریں گے۔ ہم نے مطالبہ کیا کہ وہ ترامیم پہلے ہمیں دکھائی جائیں۔ چنانچہ ہم نے حکومتی ترامیم کی اصلاح کے لئے اپنی تجاویز دیں۔ لیکن جب آرڈیننس آیا تو اس میں وہ وضاحتیں نہیں جو ہم چاہتے تھے۔ جب ہم نے حکومت کو اس طرف متوجہ کیا تو یہ جواب دیا گیا کہ ہم اسمبلی میں اس کی اصلاح کر دیں گے۔ چنانچہ ہم نے اس مسئلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے بھی مشاورت کی۔ ان حضرات کی رائے یہ تھی کہ اگرچہ اسمبلی کے فلور پر بھی اس کی اصلاح ہو سکتی ہے مگر بہتر صورت یہ ہے کہ آرڈیننس ہی اس صورت میں جاری کیا جائے کہ مدارس کے تحفظات دور ہو جائیں۔ تاہم عمومی طور پر اس ترمیمی آرڈیننس مجریہ ۲۰۰۵ء کے بارے میں آراء سامنے آئیں۔

اول یہ کہ اسے یکسر مسترد کر دیا جائے اور صرف ۱۸۶۰ء کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کے اصولی موقف پر قائم رہا جائے۔

دوم یہ کہ اس کے متعلق اشکالات، ابہامات اور تحفظات کے قابل قبول ازالہ کے بعد اس کے تحت رجسٹریشن قبول کر لی جائے۔ حکومت کے استفسار پر ہم نے یہی جواب دیا کہ اس کا فیصلہ ہماری مجلس عاملہ کرے گی۔ اہل مدارس سے بھی یہی عرض کیا کہ جب تک کوئی ایک موقف طے نہ کیا جائے، آپ رجسٹریشن سے لاتعلق رہیں۔

اب اگر یہ دیکھا جائے کہ اسکولوں کے مقابلہ میں ہمارے ساتھ امتیازی سلوک کیا گیا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ ہم اس قانون کے تحت رجسٹریشن نہ کرائیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حکومت ہماری تمام ترامیم کو منظور کر کے ترمیمی آرڈیننس از سر نو جاری کرے۔ ہماری تجاویز کی منظوری کی صورت میں:

(۱)...... نئے مدارس کے قیام پر کوئی قدغن نہیں ہوگی۔

(۲)...... ہر رجسٹرڈ مدرسہ صرف معمول کی سالانہ تعلیمی رپورٹ رجسٹرار کو ارسال کرنے کا پابند ہوگا۔

(۳)......سالانہ آڈٹ رپورٹ کا کاپی رجسٹرار کو جمع کرانا ضروری ہوگا۔

(۴)......جو مضامین قرآن وسنت میں مذکور ہیں ان کے پڑھانے پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔اسی طرح گھروں میں قائم مدارس و مکاتب پر بھی رجسٹریشن کی کوئی پابندی نہیں ہوگی۔

بہر حال یہ فیصلہ اب آپ حضرات نے کرنا ہے کہ رجسٹریشن کے ترمیمی آرڈیننس کو یکسر مسترد کر دیا جائے یا اس کی اصلاح کے بعد اسے قبول کر لیا جائے۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب

حضرت ناظم اعلیٰ ''وفاق'' کے خطاب کے بعد حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔مولانا نے اپنے خطاب میں شکریہ کے بعد فرمایا:اس میں کوئی شک نہیں کہ انگریز دور سے آج تک دینی مدارس اور کا نصاب و نظام تعلیم حکومت کے لئے نا قابل قبول رہا ہے۔بیوروکریسی نے اس سلسلہ میں اپنی ریشہ دوانیاں جاری رکھیں۔لیکن اب ہماری بیوروکریسی کو ایک عالمی تائید بھی حاصل ہوگئی ہے۔یہاں تک کہ سرکاری اداروں کے نصاب میں بھی ایسی تبدیلیاں کی جارہی ہیں جو عالمی استعمار کی مرضی کے مطابق ہیں۔اس عالمی انقلاب کے نتیجے میں مدارس پر بھی دباؤ ہے۔ان مدارس کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔

''وفاق المدارس'' کی قیادت سے اہم مسائل پر مشاورت ہوتی رہتی ہے۔رجسٹریشن کے مسئلہ پر بھی مشاورت ہوتی رہی۔جامعہ خیر المدارس میں میری حاضری کے موقع پر ۲۱واں سیکشن مجھے دکھایا گیا اور میں یہ سمجھا کہ شاید اسے حتمی شکل دے دی گئی ہے۔پھر اسلام آباد میں اہل السنۃ کا جو اجلاس ہوا اس میں میرا یہ ذہن بنا کہ ابھی مزید گنجائش ہے،ابھی حتمی شکل نہیں دی گئی۔اس لئے میری رائے کہ مطابق ۱۸۶۰ء کے سوسائٹی ایکٹ میں ۲۱واں سیکشن کا اضافہ امتیازی قانون ہے۔دیگر دنیوی تعلیمی اداروں کے لئے یہ پابندی کیوں نہیں؟

میں آپ حضرات کی نیک نیتی کو تسلیم کرتے ہوئے برملا کہتا ہوں کہ یہ سیکشن صرف ہماری آزادی کو سلب کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔اگر آپ خود اس کے لئے ترمیم تجویز کر رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ حکومت کے قدم آپ سے آگے ہیں۔اس لئے ہمیں اولاً اس سیکشن کو مکمل طور پر مسترد کرنے کی بات کرنی چاہیے۔اگر ہم مکمل نہ روک سکے تو پھر اصلاح کی بات کریں گے۔ اس سیکشن کا ایک مقصد مدارس کے مالیاتی نظام کو مفلوج کرنا بھی ہے۔اس لئے حضرت صدر الوفاق کو اعلان کرنا چاہیے کہ اگر ضرورت پڑی تو ہم درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھانے کے لئے تیار ہیں اور دین کے تحفظ کے لئے ایک ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹا کر امداد جمع کرنے کے لئے بھی حاضر ہیں۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے خطاب کے بعد حضرت صدر الوفاق نے مختصراً فرمایا:

حضرت صدر الوفاق مدظلہم

مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے جن خیالات کا اظہار فرمایا:ہمیں ان سے اتفاق ہے۔تاہم اس سلسلہ میں چند وضاحتیں ضروری ہیں:

اول:۱۹۸۱ء سے ہمارے بزرگوں نے جو امانت ہمارے سپرد کی تھی ہم نے اس کی پوری پوری حفاظت کی ہے۔
دوم:اس امانت کی حفاظت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی عطا فرمائی ہے۔
سوم:ہم نے رجسٹریشن کو قبول نہیں کیا صرف مشاورت کی بات ہوئی ہے۔
چہارم:مذاکرات میں نشیب و فراز آیا کرتے ہیں۔کسی بات پر گفت و شنید کا مطلب اسے قبول کرنا نہیں ہوتا۔
حضرت صدر الوفاق کے بیان کردہ ان اصولی نکات کے بعد حضرت مولانا سمیع الحق،حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن اور مولانا قاری خبیب احمد عمر صاحب نے بھی اظہار خیال فرمایا۔جس کا حاصل ترمیمی آرڈیننس کو مکمل طور پر مسترد کرنا یا ایسی مضبوط ترامیم لانا تھا جس سے اس آرڈیننس کی زہر ناکی ختم ہو جائے۔

ترمیمی آرڈیننس مکمل طور پر مسترد

ترمیمی آرڈیننس پر محاکمہ و مباحثہ کے بعد حضرت ناظم اعلیٰ ''وفاق'' نے اعلان فرمایا کہ شرکاء اجلاس کی متفقہ رائے کے مطابق وفاق المدارس العربیہ پاکستان ترمیمی آرڈیننس مجریہ ۲۰۰۵ء کو دینی مدارس کے ساتھ امتیازی سلوک پر مبنی ہونے کی وجہ سے یکسر مسترد کرتا ہے اور طے کرتا ہے کہ تا اعلان ثانی ,,وفاق،، سے ملحق کوئی مدرسہ مذکورہ آرڈیننس کے تحت رجسٹریشن نہیں کروائے گا۔
تمام شرکاء اجلاس نے اس فیصلے کی مکمل تائید و تحسین فرمائی اور حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری سے درخواست کی کہ وہ ۱۲ ستمبر ۲۰۰۵ء کو ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان'' کے اجلاس میں ''وفاق المدارس'' کے اس متفقہ موقف کو پوری قوت کے ساتھ پیش فرمائیں۔

دینی اسناد

اس کے بعد حضرت ناظم اعلیٰ وفاق نے دینی مدارس کی اسناد اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے تازہ فیصلے پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ ۱۹۸۲ء میں حکومت نے ہماری اسناد کو تدریسی مقاصد کے لئے ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم کرنے کا نوٹیفکیشن جاری کیا تھا اور تحتانی سندات کو نچلے درجات کے برابر قرار دینے کے نوٹیفکیشن کا وعدہ کیا تھا۔
۲۰۰۱ء میں الیکشن کمیشن نے آرڈر جاری کیا کہ ''دینی اسناد'' الیکشن میں حصہ لینے کے لئے بی اے کی لازمی شرط کو پورا کرتی ہیں۔لہٰذا ان کی بنیاد پر الیکشن میں حصہ لیا جا سکتا ہے۔لیکن اس الیکشن کے فوری بعد سپریم کورٹ میں ایک رٹ دائر کر دی گئی کہ یہ سند بی اے کی لازمی شرط کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی۔۲۰۰۵ء کے بلدیاتی انتخابات کے موقع پر بھی اس سند کو چیلنج کیا گیا جس کے نتیجے میں پہلے لاہور ہائی کورٹ نے اور پھر سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ یہ اسناد الیکشن کے لئے کافی نہیں۔جب تک ان کے ساتھ اردو،انگریزی اور مطالعہ پاکستان کا امتحان پاس نہ کیا جائے۔جب سپریم کورٹ نے انہیں اسناد کی بنیاد پر قومی و صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کے بارے میں پوچھا تو جواب دیا گیا کہ ان کا فیصلہ مناسب وقت پر کریں گے۔
ہماری رائے میں یہ فیصلہ سیاسی ہے اور سیاسی مخالفین کو دباؤ میں رکھنے کے لئے ہے۔اس سلسلہ میں ہم نے قانونی ماہرین سے مشاورت کی تو ان کی رائے یہ تھی کہ اس فیصلے کے خلاف نظر ثانی کی درخواست کی بجائے حکومت سے مذاکرات کئے جائیں اور

۱۹۸۲ء کے نوٹیفکیشن سے ''صرف تدریسی مقاصد کے لئے'' کے الفاظ حذف کرائے جائیں کیونکہ جس وقت یہ نوٹیفکیشن جاری ہوا تھا، اس وقت الیکشن کے لئے تعلیم کی شرط نہیں تھی۔ علاوہ ازیں سپریم کورٹ نے فیصلے دیتے ہوئے ''وفاق المدارس'' اور الیکشن کمیشن کا موقف بھی نہیں سنا۔ حکومت کی طرف سے ایسے اشارے دیے گئے ہیں کہ اگر ایم ایم اے ہمارے بعض مطالبات مان لے تو وہ ان اسناد کو تسلیم کر لے گی۔ مگر یہ مسئلہ صرف چند ارکان اسمبلی کا نہیں بلکہ دینی اسناد کی عظمت و حیثیت کا ہے، لہٰذا اسے مستقل بنیاد پر حل ہونا چاہیے۔

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب

حضرت ناظم اعلیٰ صاحب کے خطاب کے بعد مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اظہار خیال فرماتے ہوئے کہا کہ مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب نے تفصیلی بات آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔ بنیادی بات پھر وہی ہے کہ ملکی نظام پر قابض طاقتیں ایک خاص ذہنیت کی حامل ہیں اور ان کا ایجنڈا ہے کہ مذہب کو آگے نہ آنے دیا جائے۔ سود کے خلاف شریعت اپیلٹ بنچ کا فیصلہ اور سرحد اسمبلی کا حسبہ بل اس کی واضح مثالیں ہیں۔ ہمارا مقابلہ ان لوگوں سے ہے جو انگریزی اداروں میں پڑھنے والوں کو تعلیم یافتہ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسے حضرات کو ان پڑھ قرار دیتے ہیں۔ جب ہماری عالمیہ کی سند ایم اے کے برابر ہے تو تحتانی سند بی اے خود بخود اس میں آ گئی۔ مگر حکومت اسے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتی ہے۔ جہاں تک سیاسی دباؤ کا تعلق ہے ہم نے حکومت پر واضح کر دیا ہے کہ ہم مدارس اور ان کی اسناد کی عظمت کے لئے اپنی ممبریاں قربان کر دیں گے اور دباؤ کی صورت میں ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔

بہر حال میری رائے میں اب ہمارا مطالبہ یہ ہونا چاہیے کہ اس سلسلہ میں نیا نوٹیفکیشن جاری کیا جانا چاہیے۔ جس میں کسی اضافی مضمون پاس کرنے کی شرط کے بغیر عالمیہ کی سند کو الیکشن کے لئے قابل قبول قرار دیا جائے۔ اس کے لئے سیاسی میدان میں ہم لڑیں گے اس معاملہ کو ہم پر چھوڑ دیا جائے۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب کے ان خیالات سے تمام شرکاء اجلاس نے اتفاق کیا اور اسناد کے مسئلہ کے حل کے لئے ایک مشترکہ کمیٹی کے قیام کا فیصلہ کیا۔

دینی اسناد کے تحفظ کے لئے مشترکہ کمیٹی کے قیام کا فیصلہ

دینی اسناد کی غیر مشروط حیثیت کی بحالی اور نئے نوٹیفکیشن کے لئے قائم کردہ کمیٹی درج ذیل افراد پر مشتمل ہوگی:

(۱) مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب ...... ناظم اعلیٰ وفاق المدارس (۲) حافظ حسین احمد صاحب...... جمعیت علماء اسلام (۳) مولانا سمیع الحق صاحب...... دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ۔

غیر ملکی طلبہ کا اخراج

لائحہ عمل کا تیسرا نکتہ غیر ملکی طلبہ کو ایک صدارتی فرمان کے ذریعے ملک بدر کرنے سے متعلق تھا۔ حضرت ناظم اعلیٰ وفاق نے

کہا کہ دینی مدارس کے غیر ملکی طلبہ کے اخراج کا فیصلہ ظالمانہ اور غیر منصفانہ ہے۔ ۲۷ ستمبر ۲۰۰۵ء کو صدر پرویز مشرف نے ہمیں یقین دہانی کرائی تھی کہ اگر یہ طلبہ اپنے سفارت خانوں سے این او سی لے لیں تو مدارس میں ان کے پڑھنے پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ مگر اب وہ اپنے فیصلے سے منحرف ہو گئے ہیں۔ یہ فرد واحد کا فیصلہ ہے۔ اس مسئلہ پر تمام قومی اخبارات اور آل پارٹیز کانفرنس نے ہمارے موقف کی تائید کی ہے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ مکمل سفری دستاویزات رکھنے والے طلبہ کو نکالنا اور آنے والوں پر پابندی لگانا قطعاً ناانصافی ہے۔

اس سلسلہ میں ہمیں رائے عامہ کو بھی بیدار کرنا چاہیے اور عندالضرورت عدالت میں بھی جانا چاہیے۔ اس کے لئے حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے رمضان المبارک سے پہلے کراچی اور اسلام آباد میں اور رمضان المبارک کے بعد پشاور، کوئٹہ اور لاہور میں ”تحفظ و عظمت مدارس دینیہ کنونشنز“ کی تجویز پیش کی۔

غیر ملکی طلبہ سے متعلق مولانا فضل الرحمٰن کا موقف

مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اس مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ یہ انسانی حقوق کا مسئلہ ہے۔ افغانستان میں طالبان کے دور حکومت میں بعض تعلیمی ادارے نہیں کھل سکے تھے تو اس پر احتجاج کا طوفان بلند کیا گیا تھا۔ جبکہ ان طلبہ کا علم سے محروم کیا جا رہا ہے اور ہم بھرپور احتجاج بھی نہیں کر سکے۔ یہ طلبہ ہمارے بلا معاوضہ سفیر ہیں اور پھر پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ اس میں اسلامی علوم حاصل کرنے والے طلبہ پر پابندی نظریہ پاکستان کے منافی ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور حضرت ناظم اعلیٰ وفاق کے اظہار خیال کے بعد سینیٹر مولانا سمیع الحق، مولانا سید نصیب علی شاہ (ایم این اے) اور دیگر شرکاء نے غیر ملکی طلبہ کے اخراج کو ناانصافی قرار دیتے ہوئے ہر فورم پر اس مسئلہ کو اٹھانے کی ضرورت پر زور دیا۔ اس سلسلہ میں شرکاء اجلاس نے اتفاق رائے سے فیصلہ کیا کہ تمام پارٹیوں کی تائید حاصل کرنے کے لئے وفاق المدارس کا موقف تفصیل کے ساتھ ان کے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔

پارلیمانی لیڈروں سے ملاقات کے لئے وفد کی تشکیل کا فیصلہ

اس سلسلہ میں ایک وفد کی تشکیل کا فیصلہ کیا گیا جو درج ذیل حضرات پر مشتمل ہوگا:

(۱) حضرت مولانا سید نصیب علی شاہ صاحب ...... کنوینر (۲) حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب...... رکن (۳) حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب...... رکن (۴) حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب ...... رکن (۵) حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب...... رکن (۶) حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب (ایم این اے) ...... رکن۔

تحفظ و عظمت مدارس دینیہ کنونشن

شرکاء اجلاس نے تحفظ و عظمت مدارس دینیہ کنونشن کے انعقاد کا خیر مقدم کیا۔ البتہ یہ تجویز پیش کی گئی کہ رمضان المبارک سے پہلے دو کنونشن کراچی اور اسلام آباد کے بجائے کراچی اور لاہور میں منعقد کئے جائیں اور رمضان المبارک کے بعد دیگر صوبائی

دارالحکومتوں میں انعقاد کے بعد اسلام آباد میں ملک گیر کنونشن منعقد ہونا چاہیے۔ ناظم اعلیٰ صاحب نے اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ ''کنونشن'' اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے مشورے سے منعقد کئے جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ رمضان المبارک سے پہلے لاہور اور کراچی میں کنونشن کے انعقاد کی تجویز ''اتحاد تنظیمات'' کے آئندہ کل ہونے والے اجلاس میں پیش کی جائے۔

انٹر مدرسہ بورڈ کا مسئلہ

لائحہ عمل کا چوتھا اور آخری نکتہ ''انٹر مدرسہ بورڈ'' کے قیام کے حوالے سے تھا۔ حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے بتایا کہ حکومت اس سلسلہ میں ایک ایسا بورڈ قائم کرنا چاہتی ہے جو عصری تعلیم کا نصاب، نظام امتحان کی پڑتال اور سندات کا اجراء کرے گا۔ میٹرک اور ایف اے کی اسناد ''مہتمم وفاق المدارس'' (اختیاری) دستخط کرے گا۔ لیکن اصل دستخط کنٹرولر انٹر وفاق بورڈ کے ہوں گے۔ بورڈ میں حکومتی ارکان کی تعداد زیادہ اور ''وفاقوں'' کے نمائندوں کی تعداد کم ہوگی۔

بظاہر اس ''انٹر مدرسہ بورڈ'' کا مقصد مدارس کو کنٹرول میں لانا اور ان کے تعلیمی نظام میں مداخلت کرنا ہے۔ ہمارا اب تک مطالبہ یہ رہا ہے کہ تمام ''وفاقوں'' کو الگ الگ بورڈ کا درجہ دیا جائے اور عصری مضامین کا نصاب طے کرنے کے لئے حکومتی اور وفاقوں کے نمائندوں پر مشتمل کمیٹیاں تشکیل دی جائیں۔ تمام وفاق اسی نصاب کے تحت امتحان لیں اور اسناد کا اجراء خود کریں۔

انٹر مدرسہ بورڈ کی حکومتی تجویز مسترد

شرکاء اجلاس نے حضرت ناظم اعلیٰ کی توضیحات کے بعد اتفاق رائے سے ''انٹر مدرسہ بورڈ'' کی حکومتی تجویز کو مسترد کر دیا اور طے کیا کہ نصاب کا تعین، امتحانات کا انعقاد اور اسناد کے اجراء کے معاملات ''وفاق'' اپنے پاس رکھے گا۔ ان معاملات میں حکومتی مداخلت برداشت نہیں کی جائے گی۔

لائحہ عمل کے مطابق چاروں نکات پر مجلس عاملہ اور دیگر شرکاء اجلاس نے تمام فیصلے اتفاق رائے اور خوش اسلوبی سے کئے، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

خلاصہ

(۱)......دینی مدارس کی رجسٹریشن صرف ۱۸۶۰ء کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت ہی قابل قبول ہے۔ نیا امتیازی ترمیمی آرڈیننس مجریہ ۲۰۰۵ء ناقابل قبول ہے۔

(۲)......دینی مدارس کی اسناد کی عظمت و حیثیت مسلمہ ہے اور ۱۹۸۲ء کے نوٹیفکیشن کے مطابق عالیہ کی سند ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی کے برابر ہے۔ اس سلسلہ میں نوٹیفکیشن کے موجب ابہام الفاظ کو حذف کروانا ضروری ہے۔

(۳)......دینی مدارس کے غیر ملکی طلبہ کے اخراج کا فیصلہ انتہا پسندانہ، یک طرفہ اور ظالمانہ ہے۔ حکومت کو یہ فیصلہ واپس لینے پر مجبور کرنے کے لئے ملک گیر مہم چلائی جائے گی۔

(۴)......''انٹر مدرسہ بورڈ'' کی حکومتی تجویز قابل قبول نہیں۔

(۵)......طے پایا کہ مجلس عاملہ کے تمام فیصلوں کو ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان'' کے اجلاس میں پیش کیا جائے جو کل مورخہ ۱۲ستمبر ۲۰۰۵ء کو اسلام آباد میں ہو رہا ہے اور کوشش کی جائے کہ تمام فیصلے اتفاق رائے سے ہوں۔موجودہ حالات میں تمام مکاتب فکر کا اتحاد وقت کی ضرورت ہے۔مدارس کو درپیش مسائل کے حل کے لئے متفقہ اور مشترکہ موقف اور لائحہ عمل نہایت ضروری ہے۔

(اجلاس عاملہ ۶ شعبان ۱۴۲۶ھ ۱۱ستمبر ۲۰۰۵ء)

☆......☆......☆

صدر پرویز مشرف سے وفاق المدارس کیقائدین کی ملاقات

۲۵ فروری ۲۰۰۶ء کو اسلام آباد میں اکابرین وفاق کی صدر پاکستان سے ملاقات ہوئی۔وفد کی قیادت صدر الوفاق حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کر رہے تھے۔وفد میں حضرت مولانا حسن جان صاحب، ناظم اعلیٰ وفاق حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہم شامل تھے۔دوسری طرف صدر جنرل پرویز مشرف، وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی، وفاق وزیر مذہبی امور جناب اعجاز الحق، وفاقی وزیر شیخ رشید احمد اور دیگر حکام تھے۔وفد کی ترجمانی کے فرائض حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم سرانجام دے رہے تھے۔وفد نے درج ذیل امور پر صدر پاکستان سے گفتگو کی:

(۱)......سب سے پہلے توہین آمیز کارٹونوں کے متعلق گفتگو ہوئی کہ حکومت پاکستان کی طرف سے اقوام متحدہ میں اپنے سفیر کے ذریعے احتجاج نوٹ کروایا جائے اور اقوام متحدہ میں قانون سازی کے ذریعے توہین رسالت کو عالمی سطح پر قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے اور اس میں ملوث ممالک سے سفارتی تعلقات ختم کئے جائیں۔

(۲)......مدارس کے بارے میں صدر پاکستان سے استفسار کیا گیا کہ آپ مدارس اور ارباب مدارس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟ کیا یہ دہشت گرد اور انتہا پسند ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ارباب مدارس بڑے اچھے لوگ ہیں، قوم کی خدمت کر رہے ہیں۔ یہ انتہا پسند، دہشت گرد یا فرقہ پرست لوگ نہیں ہیں۔تاہم سرحد اور بلوچستان کے سرحدی علاقے میں کچھ مدارس کے بارے میں اطلاعات ہیں کہ وہاں اسلحہ ہے اور عسکری ٹریننگ ہوتی ہے۔ہم نے کہا کہ آپ اس کی تحقیق کریں۔ہمارے خیال میں یہ مدارس کو بدنام کرنے کی کوشش ہے۔آپ تک غلط اطلاعات پہنچائی جاتی ہیں۔صدر نے اجلاس میں موجود حکام کو ہدایت کی کہ وہ انٹیلی جنس ایجنسیوں کی رپورٹ کو ایک ماہ کے اندر یکجا کریں اور اکابرین وفاق کے ساتھ آئندہ ہونے والے اجلاس میں پیش کریں۔

(۳)......غیر ملکی طلبہ کا مسئلہ زیر بحث آیا۔جب ان سے کہا گیا کہ آپ بتائیں کبھی غیر ملکی طلبہ کی وجہ سے کوئی مسئلہ پیدا ہوا

ہو یا کسی قسم کی شکایت ہو۔ مدارس میں تعلیم حاصل کر کے اپنے اپنے ملک میں جانے والے طلبہ پاکستان کے رضا کار سفیر ہوتے ہیں۔ ان طلبہ کی وجہ سے آج تک امن و امان کا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی یہ طلبہ کسی غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ ان کی تعلیم پر پابندی غیر آئینی، غیر قانونی، غیر اخلاقی اور غیر شرعی ہے۔ صدر پاکستان نے کہا کہ مجھے آپ حضرات کی رائے سے اتفاق ہے۔ آپ وزارت مذہبی امور سے طریقہ کار ایک ماہ تک طے کر لیں، ہم اجازت دے دیں گے۔

(۴)......وفاق اور دیگر دینی مدارس کے بورڈز کو تعلیمی بورڈ کا درجہ دینے کے متعلق بات ہوئی۔ صدر پاکستان نے کہا کہ آپ وزارت تعلیم، وزارت داخلہ اور وزارت مذہبی امور سے مل کر معاملات طے کر لیں اور ایک ماہ کے اندر فیصلہ کر لیں۔ چنانچہ ان لوگوں سے بات چیت ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ مدارس میں میٹرک تک مضامین لازمی قرار دیے جائیں۔ سرکاری نصاب پڑھایا جائے اور یہ کہ اس کا امتحان ہم خود لیں گے، جس میں آپ کے لوگ بھی شریک ہوں گے۔ باقی درس نظامی کا امتحان آپ خود لیں۔ ہم نے کہا کہ عصری مضامین کا امتحان بھی ہم خود لیں گے۔ بہر حال ابھی تک یہ مسئلہ زیر غور ہے۔ دینی مدارس کی آزادی اور حریت کو برقرار رکھیں گے۔

دورہ برطانیہ

حال ہی میں اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان کے رہنماؤں نے ایک نمائندہ وفد کی حیثیت سے برطانوی وزارت خارجہ کی دعوت پر انگلینڈ کا دورہ کیا، جس میں مولانا سلیم اللہ خان صاحب، مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب، مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب، ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب کے علاوہ اہلحدیث اور شیعہ مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے مدارس کے ذمہ داران اور حکومتی عہدیدار بھی شامل تھے۔

برطانوی وزارت خارجہ نے پاکستانی وفد کے سامنے اپنے مقاصد اور اہداف کا کھل کر اظہار کیا اور واضح کیا کہ برطانیہ دینی مدارس سے نہ تو متنفر ہے اور نہ ہی وہ اس کے حق میں ہے کہ مدارس بند کر دیے جائیں۔ ۷ جولائی کے بعد اگر اس طرح کی کوئی سوچ اپنائی گئی ہے تو یہ پاکستان مدارس اور حکومت کی اپنی سوچ ہے۔ برطانوی حکومت کی خواہش صرف اتنی سی ہے کہ کوئی مدرسہ دہشت گردی کا مرکز نہ بنے۔ نیز دوسروں کے موقف کے حوالے سے تحمل اور رواداری کے منافی کوئی طرز عمل کسی مدرسے کی طرف سے سامنے نہ آئے۔

وفد کے رہنماؤں نے بھی واضح الفاظ میں اپنا موقف برطانیہ کی حکومتی اہلکاروں اور مختلف تعلیمی اداروں کے سامنے رکھا۔ ان کا کہنا ہے کہ اعلیٰ دینی تعلیم کے ذریعے مسلمانوں کو اسلام اور قرآن وسنت سے مضبوط وابستگی برقرار رکھنا اور انسانی سوسائٹی کو اچھے اور باکردار افراد فراہم کرتے رہنا دینی مدارس کا بنیادی اور اہم مقصد ہے۔ دور حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر حالیہ برسوں میں پاکستان کے تقریباً تمام ہی مکاتب فکر کے وفاقوں نے انگریزی کی تعلیم بحیثیت زبان شروع کی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ کمپیوٹر، جنرل سائنس، تاریخ و جغرافیہ اور مطالعہ پاکستان وغیرہ کو بھی اپنے نصاب میں شامل کر لیا ہے۔ اس لئے اب دینی مدارس میں اعلیٰ دینی تعلیم کے ساتھ بقدر ضرورت عصری علوم کا بھی لحاظ رکھا جا رہا ہے۔ لیکن چونکہ ہمارا اصل مقصد دینی واسلامی علوم کے عالی دماغ ماہرین پیدا کرنا ہے اس لئے عصری فن میں اور ٹیکنیکل علوم میں مکمل شعبے قائم کرنے اور ان علوم پر کامل دسترس رکھنے والے ماہرین

پیدا کرنے کی ہم سے توقع نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارے ماضی کے تجربات بتاتے ہیں کہ حکومتی مداخلت دینی تعلیم کے نصاب و نظام اوراہداف ومقاصد کے لئے تباہ کن ثابت ہوتی رہی ہے۔ (اجلاس عاملہ ۴ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ ۳ مئی ۲۰۰۶ء)

☆......☆......☆

سانحہ لال مسجد

اجلاس میں لال مسجد کے المناک سانحہ کے وحشیانہ آپریشن کی پرزور مذمت کی گئی۔ ناظم اعلیٰ وفاق حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم نے اس حوالہ سے آغاز سے اب تک وفاق کی کارکردگی کی مفصل رپورٹ پیش فرمائی جسے تمام ارکان عاملہ وشرکاء اجلاس نے سراہا۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے سانحہ لال مسجد کے تناظر میں موجودہ عالمی اور ملکی صورت حال کا جائزہ پیش فرمایا اور بتایا کہ عالمی استعماری قوتیں اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے کس انداز سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ وہ ہماری وحدت کے نشان ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کو سبوتاژ کرنے کے درپے ہیں، جسے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ دینی طبقہ کے اعتماد کو بحال رکھنے کے لئے بھرپور کوشش کی جائے۔

سانحہ لال مسجد کے حوالہ سے عدالتی چارہ جوئی انتہائی سنجیدگی سے کی جائے تاکہ سانحہ کے ذمہ داروں کو قرار واقعی سزا دلوائی جاسکے۔ ناظم اعلیٰ وفاق حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم نے حضرت صدر الوفاق دامت برکاتہم، ارکان عاملہ اور شرکاء اجلاس کی طرف سے اس سانحہ کے بارے میں وفاق کی متفقہ رائے منظور شدہ پالیسی اور مطالبات کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

(۱)......لال مسجد کے المناک سانحہ اور حکومت کے وحشیانہ آپریشن کے خلاف ملک بھر میں پرزور احتجاج جاری رہے گا۔

(۲)......دینی جماعتوں سے روابط کے ساتھ ساتھ احتجاجی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے رائے عامہ کو منظم کرنے کی جدوجہد جاری رہے گی۔

(۳)......حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ جامعہ حفصہ کی جگہ از سر نو تعمیر ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ اگر جامعہ حفصہ کی جگہ اتوار بازار اور پارکنگ یا کوئی اور سنٹر قائم کیا گیا تو حالات کی ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔

(۴)......حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کو ان کے اہل خانہ اور ساتھیوں سمیت رہا کر کے لال مسجد کی خطابت دوبارہ انہی کے سپرد کی جائے۔

(۵)......ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔

(۶)......فحاشی اور بے حیائی کے مراکز بند کئے جائیں۔

(۷)......حدود شرعیہ میں کی گئی ترامیم فی الفور واپس لی جائیں۔

(۸)......اسلام آباد میں گرائی جانے والی مساجد دوبارہ تعمیر کی جائیں۔

(۹)......جامعہ حفصہ کے خلاف آپریشن میں ہزاروں افراد کی ماورائے عدالت قتل کے ذمہ دار افراد کے خلاف کارروائی کی جائے۔

تحفظ دفاع مدارس، آئندہ حکمت عملی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی رائے کی روشنی میں اس پہلو پر طویل غور و فکر ہوا کہ سانحہ لال مسجد کے بعد دینی قوتوں کی جدوجہد کا رُخ کیسا ہو؟ مدارس دینیہ اور مراکز علمیہ کے خلاف پروپیگنڈے کے طوفان کو کیسے روکا جائے؟

حضرت صدر وفاق دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اولاً ہمارے لئے سب سے اہم وضروری شئے تعلق مع اللہ ہے۔ حالات حاضرہ میں اس کی ضرورت دوچند ہوگئی ہے۔ ماضی میں بھی ہمارے اکابر شدائد و مشکلات کے پُرکٹھن مراحل سے توکل، استقامت اور صبر و شکر جیسے اوصاف کے ذریعہ کامیاب ہو کر گزرے ہیں۔ لہٰذا ہمیں بھی اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مدارس کے دفاع کے لئے حتی المقدور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جائے گا۔ اسباب کی حد تک کسی کوشش سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔ باقی مقدرات اٹل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان حالات میں تمام دینی قوتوں اور مدارس میں باہمی اتفاق رائے، ذہنی ہم آہنگی اور متفقہ لائحہ عمل ضروری ہے جو جس جس ذریعہ سے تحفظ مدارس کے لئے سعی جمیلہ کرے گا ان شاء اللہ وہ عند اللہ ماجور ہوگا اس کی سعی مشکور ہوگی۔

وفاق المدارس العربیہ کا کام عوامی تحریک چلانا نہیں ہے۔ یہ دیگر دینی جماعتوں کی ذمہ داری ہے۔ البتہ جو جماعت مناسب تحریکی پروگرام تشکیل دے، وفاق اس کا تعاون ضرور کرے گا۔ عدالتی چارہ جوئی وفاق کے دائرہ کار میں ہے انتہائی سنجیدگی سے کام لیا جائے۔ میرے خیال میں سانحہ لال مسجد کے خلاف تحریکی پروگرام اور عدالتی چارہ جوئی یکساں اہمیت کے حامل اور لازم و ملزوم ہیں۔ حضرت صدر الوفاق دامت برکاتہم کی قیمتی ترین آراء و تجاویز کو تمام شرکاء نے سراہا اور پُر زور انداز میں تائید کرتے ہوئے تحفظ مدارس کے لئے اسے آئندہ کی حکمت عملی قرار دیا۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے لال مسجد آپریشن کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیے جانے کے بارے میں ناظم اعلیٰ وفاق حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم نے بتایا کہ اس سلسلے میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے وفاق کی جانب سے ممتاز قانون دانوں کے مشورہ سے رٹ پٹیشن تیار کر لی ہے اور وفاق اس رٹ کی پیروی میں پوری طرح سنجیدہ ہے۔ چنانچہ اس کے لئے باضابطہ کمیٹی بنائی گئی ہے جو اس رٹ کی پیروی کرے گی اور یہ طے پایا کہ 9 اگست 2007ء بروز جمعرات اس رٹ کی ابتدائی پیشی کے موقع پر صدر الوفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اور ناظم اعلیٰ وفاق حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب دامت برکاتہم سمیت وفاق کی اعلیٰ قیادت اور اسلام آباد و راولپنڈی کے سرکردہ علماء کرام عدالت عظمیٰ میں موجود رہیں گے۔ صدر الوفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم اور ناظم اعلیٰ وفاق حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب کی طرف سے عدالت عظمیٰ میں پیش کرنے کے لئے درخواست کا اردو متن درج ذیل ہے:

''جناب عالی! درخواست دہندہ وفاق المدارس کے صدر اور سیکرٹری جنرل ہیں جو پاکستان کے دینی مدارس کا ایک وفاق ہے۔ جو دینی مدارس کے نصاب اور ملک بھر میں منعقد کیے جانے والے امتحانات سے متعلق امور کی نگرانی کرتا ہے اور انہیں کنٹرول کرتا ہے اور تقریباً دس ہزار دینی مدارس وفاق المدارس کے ساتھ الحاق رکھتے ہیں۔

(۱)......لال مسجد و جامعہ حفصہ میں انتہائی غیر انسانی، افسوسناک، ظالمانہ اور دل دہلا دینے والا واقعہ پیش آیا ہے۔ انتظامیہ کے اس غیر قانونی ایکشن کے نتیجے میں جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ملتی سینکڑوں بے گناہوں کو جن میں نوعمر لڑکے لڑکیاں اور بڑی عمر کے افراد شامل ہیں، قتل کر دیا گیا ہے۔ جبکہ یہ ہر شہری کا بنیادی حق ہے کہ اس کے ساتھ قانون کے مطابق معاملہ کیا جائے اور کسی بھی حال میں اس کے بنیادی حق سے محروم نہ کیا جائے۔

(۲)......پاکستان کے قوانین یہ قرار دیتے ہیں کہ جو شخص بھی کسی کے قتل کا ذمہ دار ہو اس کے ساتھ ملک کے قانون کے مطابق معاملہ کیا جائے۔ چنانچہ مسٹر جسٹس محمد نواز عباسی کی طرف سے چیف جسٹس آف پاکستان کے نام لکھے گئے اور اس کے نتیجے میں (عدالت کے) سوموٹو ایکشن نمبر 9-2007 میں کہا گیا ہے کہ معصوم شہریوں کا قتل خواہ ان دہشت گردوں کے ہاتھوں ہو یا قانون نافذ کرنے والے اداروں سے تعلق رکھنے والے کسی فرد کے ہاتھ سے، صریح طور پر قتل عمد کے دائرہ میں آتا ہے اور اس طرح کے قتل کی انفرادی ذمہ داری کے علاوہ ان تمام لوگوں کو جو اس واقعہ کے ذمہ دار ہیں، قانونی نتائج کا سامنا کرنا ہوگا۔

(۳)......انتظامیہ کے کہنے پر (جامعہ حفصہ کے) طلبہ نے اپنے آپ کو انتظامیہ کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ اعلان کیا گیا تھا کہ جو شخص سرنڈر کرے گا اس کے خلاف کوئی فوج داری مقدمہ قائم نہ کیا جائے گا۔ لیکن انتظامیہ اپنے اس وعدہ سے منحرف ہوگئی۔ جس کے نتیجے میں چالیس سے زیادہ طلبہ ابھی تک سلاخوں کے پیچھے ہیں۔ انتظامیہ یہ بات چھپا رہی ہے کہ گمشدہ افراد کہاں ہیں۔

(۴)......قانون کی رو سے قرآن مجید کی بے حرمتی ایک جرم ہے جیسا کہ سیکشن 295 بی میں درج ہے۔ آپریشن سائلنس کرنے والے افراد کے ہاتھوں قرآن مجید کی بے حرمتی نے پوری قوم کے جذبات کو مجروح کیا ہے اور جس طریقہ سے لاشوں کو ٹھکانے لگایا اور مسخ کیا گیا، اس نے بھی ہر شہری کو مضطرب کر دیا ہے۔

(۵)......جامعہ حفصہ کو غیر قانونی طور پر مسمار کرنے کے بعد ارباب حل وعقد، قتل کیے

جانے والے افراد کی لاشوں کو چھپانے، موقع سے غائب کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں اور اس طرح منہدم عمارت کی جگہ پر ملبے کو وہاں سے ہٹانے اور موجود شواہد کو مسخ کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان امور کے ذمہ دار افراد کی یہ کارروائی قانونی عمل کو خراب اور انسانی حقوق میں مداخلت کے مترادف ہے۔ اس لئے مودبانہ درخواست کی جاتی کہ درج ذیل افراد کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے کا حکم دیا جائے:

(۱)......جنرل پرویز مشرف، چیف آف آرمی سٹاف (۲)......وزیر داخلہ

(۳)......کور کمانڈر ہیڈ کوارٹر ایکس کور زراولپنڈی (۴)......چیف کمشنر اسلام آباد

(۵)......ڈپٹی کمشنر اسلام آباد (۶)......آئی جی پولیس اسلام آباد

(٦) مسمار کی جانے والی عمارت کے ملبے کو جوں کا توں رہنے دیا جائے اور جب تک با قاعدہ تفتیش مکمل نہیں ہو جاتی نہ تو ملبے میں موجود شواہد کو مسخ کیا جائے اور نہ اسے وہاں سے ہٹایا جائے۔

(۷)......ذمہ داران کے خلاف سیکشن 295 بی کے تحت قرآن مجید کی دانستہ توہین اور لاشوں کی بے حرمتی کرنے کے فوج داری مقدمات درج کئے جائیں۔

(۸)......سرنڈر کرنے کے بعد گرفتار کیے جانے والے افراد کو فوری طور پر رہا کیا جائے۔

(۹)......انتظامیہ کو حکم دیا جائے کہ وہ تمام گمشدہ افراد سے متعلق معلومات مہیا کرے''۔

یہ لال مسجد آپریشن کے خلاف وفاق المدارس کی رٹ کا متن ہے۔

اجلاس میں مزید اسی عدالتی قانونی جدوجہد کو سنجیدگی اور ربط و نظم کے ساتھ آگے بڑھانے کی حکمت عملی کے بارے میں طے پایا گیا کیونکہ یہ عدالتی جنگ اگر صحیح طریقہ سے لڑی گئی تو اس کے انتہائی دور رس نتائج سامنے آئیں گے۔ نیز یہ بھی طے پایا کہ احتجاج کو مزید موثر بنانے کے لئے کل مورخہ 8 اگست 2007ء بروز منگل مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ارکان کی طرف سے پیش کی جانے والی تجاویز اور آراء کی روشنی میں مستقل حکمت عملی طے کی جائے گی۔

(اجلاس عاملہ ۲۱ رجب ۱۴۲۸، ۶ اگست ۲۰۰۷ء)

سانحہ لال مسجد اور وفاق کا کردار

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ناظم اعلیٰ وفاق نے فرمایا کہ سانحہ لال مسجد اسلام آباد کو رکوانے کے لئے بھی ہماری خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں۔ تاہم بیرونی حکمرانوں کو خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جنرل پرویز مشرف کے پہلے سے طے شدہ فیصلہ کے باوجود ہمارے اکابرین نے حکومت اور غازی عبدالرشید شہید کے درمیان معاملات طے کروا

دیے تھے۔لیکن جنرل پرویز مشرف کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہ سانحہ رونما ہوا۔

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری کے طویل اور تفصیلی خطاب کے بعد شرکاء کو کہا گیا کہ آپ حضرات علماء کرام صبر و تحمل اور وقار و سنجیدگی سے اجلاس میں تشریف رکھیں اور جن حضرات نے بھی اپنا نقطہ نظر پیش کرنا ہو وہ اپنا نام دیں۔انہیں مائیک پر باقاعدہ مدعو کیا جائے گا۔اس پر مولانا سیف اللہ خالد، مولانا محمد فیروز خان، مولانا خلیل احمد سراج، مولانا زاہد قاسمی نے اپنا اپنا اختلافی نقطہ نظر پیش کیا۔جن میں سے بعض حضرات نے وفاق کی طرف سے جامعہ حفصہ کے الحاق کی معطلی کو ہدف تنقید بنایا۔بعض حضرات نے مولانا عبدالعزیز صاحب کے طریقہ کار سے اختلاف کا اظہار بھی کیا۔جب اکثر حضرات اپنی اپنی آراء کا اظہار کر چکے تو حضرت صدر الوفاق مدظلہم العالیہ نے علماء کرام کے اتحاد اور وفاق المدارس کی قوت کو برقرار رکھنے کے لئے صدارت سے مستعفی ہونے کی پیش کش کی۔جسے مجلس شوریٰ نے قبول نہ کرتے ہوئے صدر الوفاق اور مجلس عاملہ پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔اس کے بعد اسٹیج سے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو خطاب کی دعوت دی گئی۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم نے اپنے خطاب میں عالمی استعمار اور امریکی سازشوں کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ موجودہ حالات میں علماء کرام کے اتحاد کی افادیت اور ضرورت پر زور دیا اور بعض خفیہ طاقتوں کی طرف سے وفاق المدارس کو متنازعہ اور بے وقار کرنے کے منصوبوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اتحاد و اتفاق اور اکابرین پر اعتماد کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں ان سازشوں پر نظر رکھنی چاہیے۔انہوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ہمارے اکابرین میں سے ہیں اور وفاق المدارس کے صدر کی حیثیت سے وہ ایک عرصہ سے خدمات سر انجام دے رہے ہیں، مدارس و جامعات کے ذمہ داران شیوخ الحدیث کی ایک کثیر تعداد آپ کی فیض یافتہ ہے۔ہمیں ان پر اعتماد ہے اور مجلس شوریٰ کو بھی ان پر مکمل اعتماد کا اظہار کرنا چاہیے۔انہوں نے فرمایا کہ ہم اختلاف رائے کا حق تسلیم کرتے ہیں۔ہمیں اپنی رائے کے اظہار کے ساتھ دوسروں کی رائے کو بھی توجہ سے سننا اور غور کرنا چاہیے۔انہوں نے فرمایا کہ ہم آئینی حدود میں رہتے ہوئے ہی اپنی جدوجہد میں آگے بڑھ سکتے ہیں۔مدارس کے تصادم اور ٹکراؤ کے راستہ پر لانا استعماری اور امریکی ایجنڈا ہے۔اس لئے ہمیں تصادم اور ٹکراؤ سے بچتے ہوئے مدارس دینیہ کا تحفظ کرنا ہوگا۔

اس موقع پر مجلس عاملہ اور شوریٰ کے مشترکہ اجلاس میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی قیادت/ مجلس عاملہ پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے درج ذیل قراردادیں بھی منظور کی گئیں۔

<u>قراردادیں:</u>

(1) پاکستان جو اسلام کے نام پر بنا ہے اس کی بقاء بھی اسی میں مضمر ہے۔اس لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلامی نظام کا فوری نفاذ کیا جائے اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں قانون سازی کی جائے۔

(2) جامعہ حفصہ کی معصوم طالبات کے خلاف آپریشن میں ہزاروں طلبہ و طالبات کو فاسفورس بم استعمال کر کے شہید کرنے کے عمل کی شدید مذمت کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف سمیت متعلقہ حکومتی ذمہ داریوں کو ان معصوم طلبہ و طالبات کا

قاتل قرار دیتے ہوئے ان کے خلاف قتل اور اقدام قتل کی ایف آئی آر درج کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

(3) ایک قرارداد میں حکومتی سرپرستی میں فحاشی وعریانی کی ترویج کی شدید مذمت کرتے ہوئے بے حیائی اور فحاشی کے تمام اسباب کا قلع قمع کرنے، انہیں بند کرنے اوران کی سرپرستی کرنے والوں کے خلاف موثر کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

(4) اجلاس میں شرعی قوانین اور حدود آرڈیننس میں کی گئی تمام ترامیم ک وواپس لینے کا بھی مطالبہ کیا گیا۔

(5) اجلاس میں اسلام آباد میں متعدد مساجد کو غیر قانونی قرار دے کر گرانے کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسلام آباد میں گرائی جانے والی مساجد کو فوری طور پر دوبارہ اسی جگہ تعمیر کرنے، زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں گری ہوئی مساجد و مدارس کو اسی جگہ دوبارہ تعمیر کا بھی مطالبہ کیا گیا۔

(6) اجلاس میں جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے آپریشن کو وحشیانہ قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف تمام دینی قوتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے، لال مسجد آپریشن کے خلاف سپریم کورٹ میں رجوع کرنے اور بحیثیت وفاق، جامعہ حفصہ، لال مسجد اور جامعہ فریدیہ کی بندش کی شدید مذمت کرتے ہوئے فوری طور پر واگذار کرنے اور ملک بھر میں دینی جماعتوں کے اشتراک سے پرامن احتجاجی پروگرام بھی منظم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اجلاس میں جامعہ حفصہ کی جگہ اتوار بازار بنانے، پارکنگ بنانے یا کسی دیگر مقصد کے لئے جگہ دینے کی خبروں پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے واضح کیا گیا کہ اگر لال مسجد کو بحال اور جامع حفصہ کی تعمیر نو کا عمل شروع نہ کیا گیا تو شدید احتجاج کیا جائے گا۔

(اجلاس مجلس شوری منعقدہ 22 رجب المرجب 1428ھ مطابق 7 اگست 2007ء)

☆......☆......☆

غیر ملکی طلبہ کا مسئلہ

اجلاس میں اس امر پر تشویش کا اظہار کیا گیا کہ غیر ملکی طلبہ کے معاملہ میں حکومت سے یہ طے ہو گیا تھا کہ بیرونی ممالک کے جو طلبہ پاکستان کے دینی مدارس میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ انہیں اپنی باقی تعلیم مکمل کرنے کے لئے ان کے اپنے ملکوں کے سفارت خانوں کی طرف سے این او سی جاری کئے جانے کی صورت میں ان کے ویزوں میں توسیع کی جائے گی تا کہ ان کی تعلیم ضائع نہ ہو اور وہ اپنی تعلیم مکمل کر سکیں۔ لیکن موجودہ حکومت نے ایسے طلبہ کے ویزوں میں توسیع سے انکار کر دیا ہے۔ جس وجہ سے انہیں اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر واپس جانا پڑ رہا ہے۔ اس لئے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ان طلبہ کے ویزوں میں توسیع کی جائے۔ بلکہ پاکستان کے دینی مدارس میں بیرون ممالک سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے آنے والے نئے طلبہ کو ویزے جاری کرنے کی بھی سفارت خانوں کو ہدایات جاری کی جائیں۔ اسی طرح اجلاس میں اس امر پر بھی تشویش کا اظہار کیا گیا کہ پاکستان میں اپنی مذہبی تقریبات اور پروگراموں کے لئے آنے والے غیر مسلموں بالخصوص سکھوں کو بڑی فراخدلی کے ساتھ ویزے دیے جا رہے ہیں لیکن دینی تعلیم، تبلیغ و دعوت اور دیگر دینی پروگراموں کے لئے پاکستان میں باہر سے آنے والے مسلمانوں کو ویزے نہیں دیے جا رہے۔ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ اس پالیسی پر نظر ثانی کی جائے اور دینی

مقاصد کے لئے پاکستان آنے والے مسلمانوں کو فراخدلی کے ساتھ ویزے دیے جائیں۔

پالیسی طے کرنا ضروری ہے

اجلاس میں دینی مدارس کے بارے میں عمومی صورت حال اور نئی حکومت کے مبینہ عزائم کا بھی جائزہ لیا گیا، کیونکہ امریکی ایجنڈے میں ختم نبوت کے متعلقہ آئین کا خاتمہ، اقلیتوں، خواتین اور مغربی تہذیب کے حوالے سے اسلامی شعائر کا خاتمہ، دینی مدارس کو مختلف حربوں اور حیلوں کے ذریعے کنٹرول کر کے آہستہ آہستہ ختم کرنا وغیرہ امور شامل ہیں۔ عدلیہ بحالی کے معاملے کے بعد مذکورہ بالا ایجنڈے پر انہوں عملدرآمد کرنا ہے۔

شرکائے اجلاس کو بتایا گیا کہ وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی نے اپنی افتتاحی تقریر میں دینی مدارس کے حوالے سے وزارت داخلہ کے تحت ویلفیئر اتھارٹی قائم کرنے اور دینی مدارس میں اصلاحات نافذ کرنے کے ارادے کا اظہار کیا تھا جبکہ اس کے بعد دینی مدارس کے معاملات کو وزارت مذہبی امور اور وزارت تعلیم کی بجائے وزارت داخلہ کے سپرد کرنے کی خبریں سامنے آرہی ہیں۔ ان تمام امور پر غور وخوض کے بعد مجلس عاملہ نے مندرجہ ذیل فیصلے کئے:

۱......دینی مدارس کے تعلیمی اہداف، خود مختاری، آزادی اور جداگانہ تعلیمی تشخص کے خلاف حسب سابق کوئی حکومتی فیصلہ قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسے ہر اقدام کی پوری قوت کے ساتھ مزاحمت کی جائے گی جس کا مقصد دینی مدارس کو خود مختاری، جداگانہ تشخص اور ان کے اصل تعلیمی اہداف سے محروم کرنا ہو۔

۲......دینی مدارس کے وفاقوں کو اعتماد میں لئے بغیر مدارس کے بارے میں کیا جانے والا کوئی بھی فیصلہ یک طرفہ تصور ہوگا اور اسے قبول نہیں کیا جائے گا

۳......دینی مدارس کے مختلف وفاقوں کے درمیان رابطہ و مفاہمت کے ماحول کو مضبوط کیا جائے گا اور حسب سابق دینی مدارس کے معاملات میں سرکاری مداخلت کی ہر ممکن حوصلہ شکنی کی جائے گی۔

۴......حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ دینی مدارس کے ساتھ مذاکرات کے ذریعہ اب تک حکومتی سطح پر جو فیصلے ہو چکے ہیں انہیں دوبارہ نہ چھیڑا جائے اور ان سے آگے باقی معاملات کو طے کرنے کے لئے مذاکرات کا آغاز کیا جائے۔

۵......وزارت داخلہ پر ہمیں تحفظات ہیں دینی مدارس کا معاملہ وزارت تعلیم یا وزارت مذہبی امور سے متعلقہ ہے، لہٰذا ہمارے معاملات وزارت داخلہ کی بجائے وزارت تعلیم یا وزارت مذہبی امور کے سپرد کئے جائیں۔

(اجلاس عاملہ ۱۴ جمادی الاخری ۱۴۲۸ھ ۱۸ اگست ۲۰۰۷ء)

☆......☆......☆

موجودہ ملکی صورت حال اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی پالیسی

حضرت ناظمِ اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے موجودہ حکومت سے اب تک ہونے والے مذاکرات کی

تفصیلات سے آگاہ کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

وزیراعظم یوسف رضا گیلانی صاحب نے اپنی پہلی تقریر میں اعلان کیا کہ ہم ایک مدرسہ ویلفیئر اتھارٹی بنائیں گے اور اس کے تحت مدارس دینیہ کے معاملات حل کریں گے، میں اس وقت عمرہ پر تھا وہیں سے انہیں وزارت عظمیٰ کا منصب سنبھالنے پر مبارکبادی کا فیکس بھجوایا اور شکوہ کیا کہ مدارس کے حوالے سے ہماری رائے پوچھے بغیر یہ اعلان مناسب نہیں تھا۔ انہوں نے جوابی فون کے ذریعہ مجھ سے رابطہ کیا اور کہا کہ آپ کی وطن واپسی پر آپ سے ملاقات کر کے تمام مسائل کو حل کیا جائے گا۔

ان سے ملاقات میں ہم نے واضح کیا کہ جو معاملات گذشتہ حکومت سے طے ہو گئے تھے انہیں مت چھیڑیں جو باقی ماندہ ہیں ان کے حل کے لئے مذاکرات کریں۔ صدرِ پاکستان جناب آصف علی زرداری صاحب سے بھی ملاقات کے لئے کوشش کی گئی لیکن وہ طے نہ ہو سکی ایک دو بار وزارت داخلہ سے میٹنگ ہوئی جس میں ہم نے بڑے واضح انداز میں کہا کہ دینی مدارس کے معاملات کو وزارت داخلہ کے سپرد نہیں کرنا چاہیے۔

تین چار دنوں سے حکومتی مشینری کے بیانات انتہائی تشویش ناک ہیں موجودہ حکومت کا مدارس کے خلاف سابقہ حکومت سے کوئی مختلف ایجنڈا نہیں اس لئے ان حالات میں ہمیں جرات مندانہ اور بصیرت افروز حکمت عملی اور پالیسی طے کرنا ہو گی۔

اعلامیہ

آج کے اجلاس کے اعلامیہ کے طور پر ہم مطالبہ کرتے ہیں:

(۱)......صدر پاکستان فوراً اتحادِ تنظیمات مدارس کا اجلاس بلائیں جس میں وزیراعظم چاروں وزراءاعلیٰ وزارت تعلیم اور وزارت مذہبی امور کے ذمہ دار ہوں اور ہمارے موقف کو سنا جائے اور مدارس کے مسائل حل کئے جائیں۔

(۲)......ہم اپنے معاملات کسی قیمت پر بھی وزارت داخلہ کے سپرد کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

(۳)......ہم سوات والے واقعہ کی مذمت کرتے ہیں لیکن اس کی آڑ میں حدود اللہ کا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، ایسے لوگ خدا کا خوف کریں اس واقعہ کی آزادانہ تحقیقات ہوں، غالب گمان یہ ہے کہ یہ واقعہ جعلی ہے۔

اس واقعہ کو اچھالنے والے ڈرون حملوں میں بے گناہ عورتوں کی شہادت اور ڈاکٹر عافیہ کے ظلم وستم پر کیوں خاموش رہے۔

(اجلاس عاملہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ، ۸ اپریل ۲۰۰۹ء)

☆......☆......☆

حکومت کی طرف سے مشترکہ بورڈ کی تجاویز کے مسودہ پر غور

ان دونوں لائحہ عمل کے بارے میں ناظم اعلیٰ وفاق حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم نے اس سلسلہ میں کی گئی پیش رفت سے آگاہ فرمایا اور تمام اراکین عاملہ سے فرداً فرداً رائے طلب فرمائی۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم نے اپنی رائے دیتے ہوئے فرمایا کہ عصری علوم کو دورِ حاضر کی ضروریات میں سے ایک ضرورت سمجھتے ہوئے

اختیار کیا جائے اور اس کیلئے جو بھی عملی اقدام اٹھایا جائے وہ مستحسن ہوگا۔ حکومتی دباؤ کے تحت ایسا کرنا ہمارے حق میں مفید نہیں ہوگا۔ تمام اراکین عاملہ کی آراء کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ حکومت کے ساتھ ''دینی مدارس بورڈ'' کے حوالے سے جاری حالیہ مذاکرات کو فی الحال موقوف کیا جائے اور آئندہ اجلاس عاملہ کے ایجنڈے میں اس موضوع کو شامل کر کے غور وخوض کے بعد کوئی حتمی فیصلہ کیا جائے۔

توہین رسالت قانون کو ختم کرنے کی حکومتی پالیسی کی مذمت

بیرونی ہدایات پر توہین رسالت ﷺ کے قانون کو ختم کرنے کی حکومتی پالیسی کی شدید مذمت کرتے ہوئے تحریک تحفظ ختم نبوت وناموس رسالت ﷺ کے ساتھ بھرپور تعاون کا فیصلہ کیا گیا۔

(اجلاس عاملہ ۳ صفر ۱۴۳۲ھ/۸ جنوری ۲۰۱۱ء)

سانحہ پشاور کے بعد کی صورت حال

سانحہ پشاور کے پیش نظر پیدا ہونیوالی صورت حال اور لائحہ عمل پر غور وخوض ہوا۔

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم ناظم اعلیٰ وفاق نے حالیہ اجلاس کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آپ حضرات کے علم میں ہے کہ 16 دسمبر کو آرمی پبلک سکول پشاور میں سینکڑوں بچوں کی شہادت کا المناک سانحہ ہوا۔ سانحہ کے موقع پر میں عمرہ کے سفر پر تھا۔ وہاں 19 دسمبر کو جدہ میں ''امام اعظمؒ '' منعقد ہوئی۔ سعودی عرب میں امام اعظمؒ کی شخصیت پر منعقد ہونے والی یہ پہلی کانفرنس تھی جس میں پورے سعودی عرب کے علماء اور دارالعلوم دیوبند کے علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ سعودی میڈیا نے موضوع کے اعتبار سے بھرپور کوریج دی۔ اس کانفرنس کے تمام شرکاء ومندوبین نے پشاور کے المناک، کربناک، دردناک اور افسوسناک سانحہ کی شدید مذمت کی اور کہا کہ دہشت گردوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

سانحہ پشاور کے پیش نظر میں اپنا سفر عمرہ مختصر کر کے وطن پہنچا تو داڑھی، پردہ، مسجد، مدرسہ، مولوی، عالم سب کو غضب آلود اور خونخوار نگاہوں کا سامنا تھا۔ حکومت کے اندر اور باہر تمام سیکولر طبقوں کی توپوں کا رخ مدارس کی طرف تھا۔ حالانکہ ہر مکتب فکر کے اہل دین نے پشاور کے متاثرہ خاندانوں سے غمگساری اور ہمدردی کا حق ادا کیا اور واقعے کی بھرپور مذمت کی۔ جدہ سے وفاق المدارس کے ذمہ دار حضرات اور ملک کے دین دار حلقوں سے اپیل کی کہ وہ سانحہ پشاور کے بعد آنے والا جمعہ یوم دعاء اور دہشت گردوں کے خلاف یوم مذمت کے طور پر منائیں۔ چنانچہ جمعہ کو خطباء حضرات نے واشگاف الفاظ میں اس سانحہ کو ظلم وبہیمت سے تعبیر کیا۔ وطن پہنچتے ہی 24 دسمبر کو مجلس علماء اسلام کے اجلاس میں شرکت کی۔

30 دسمبر کو حکومت نے اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کا اجلاس بلایا اور اعلان کیا کہ وزیر داخلہ چودھری نثار علی خان اتحاد تنظیمات کے قائدین سے مذاکرات کریں گے۔ لیکن اس اجلاس میں وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف اور داخلہ امور کے وزیر مملکت بلیغ الرحمٰن تشریف لائے۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ دہشت گردی کے سلگتے ہوئے موضوع پر بات چیت کریں گے، لیکن

معلوم ہوا کہ ان کا ایجنڈا مکتب اسکیم تھی۔ میں نے اس اجلاس میں دہشت گردی کے مسئلہ پر حکومت کی غیر سنجیدگی پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ آپ وزیر اعظم اور وزیر داخلہ تک ,,وفاق المدارس،، کا یہ موقف پہنچادیں کہ جس طرح نائن الیون کی آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنایا گیا، اسی طرح سانحہ پشاور کو مدارس کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے۔

وزیر داخلہ نے کہا کہ نوے فیصد مدارس دہشت گردی میں ملوث نہیں۔ جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ 10 فیصد مدارس دہشت گردی میں ملوث ہیں۔ ملک میں اٹھارہ ہزار مدارس دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، دس فیصد کا مطلب یہ ہے کہ اٹھارہ سو مدارس دہشت گرد ہیں۔ یہ مدارس اور اہل مدارس کی کھلی توہین وتضحیک ہے۔ اس طرح کا الزام تو پرویزی دور حکومت میں بھی نہیں لگایا گیا۔ پرویز مشرف بھی ایک فیصد مدارس کا نام لیتا تھا۔ اس طرح کی ایک میٹنگ میں، میں نے پرویز مشرف کے دور میں ایک اہم ریاستی ادارہ کے سربراہ سے کہا جنرل صاحب! آج اسی اجلاس میں آپ ہمیں ان ایک فیصد مدارس کی فہرست مہیا کریں جو دہشت گردی میں ملوث ہیں تاکہ ہم خود انہیں اپنی صفوں سے نکال کر قانون کے سپرد کردیں، تو اس کے جواب میں جنرل صاحب نے کہا کہ ,,یہ تو ہمیں بھی معلوم نہیں ہیں،،۔

حضرت ناظم اعلیٰ نے فرمایا کہ ہمارے مسلک کے ممتاز اور جلیل القدر علماء کرام کو دہشت گردی کا نشانہ بنا کر شہید کیا گیا۔ جن میں مولانا حبیب اللہ مختار شہید ناظم اعلیٰ وفاق المدارس، مولانا حسن جان شہیدؒ سینئر نائب صدر وفاق المدارس، مولانا مفتی نظام الدین شامزئیؒ شہید اور مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا نور محمد سابق ایم این اے سمیت سینکڑوں ممتاز علماء کرام اور ہزاروں طلباء اور بے گناہ شہری شامل ہیں۔ اگر ہمارے دہشت گردوں سے تعلقات ہوتے تو ہمارے ہی علماء اور طلباء کو نشانہ کیوں بنایا جاتا؟

حکومت نے مذہبی سیاسی جماعتوں کو اعتماد میں لیے بغیر عجلت میں پارلیمنٹ سے اکیسویں ترمیم کو پاس کروایا ہے۔ جو کہ ایک جانبدارانہ اور امتیازی قانون ہے۔ وفاقی وزیر داخلہ نے ہم سے رابطہ کر کے یقین دہانی کرائی ہے کہ اکیسویں آئینی ترمیم کو مدارس کے خلاف استعمال نہیں کیا جائے گا۔ میں نے ان کو جواب میں کہا کہ ہمیں آپ پر اعتماد ہے، مگر مقدمات تو اکیسویں آئینی ترمیم کے مطابق چلیں گے۔ جس میں دہشت گردی کو مذہبی اور غیر مذہبی خانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ گویا اب مذہبی ومسلکی عصبیت سنگین جرم اور لسانی وعلاقائی عصبیت کم تر جرم ہوگی۔ حالانکہ جرم جرم ہے، خواہ وہ مذہب کی بنیاد پر ہو یا قومیت ولسانیت کے بنیاد پر۔ ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھانا جرم ہونا چاہیے۔

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم نے سانحہ پشاور سے لے کر اب تک کی صورت حال، دہشت گردی اور اس بارے میں ہونے والے اقدامات سے متعلق مفصل خطاب فرمایا۔ انہوں نے فرمایا کہ دہشت گردی کے خلاف پوری قومی قیادت نے جس وحدت کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔ ریاست کے خلاف، آئین کے خلاف اور پارلیمنٹ کے خلاف اگر کوئی اسلحہ اٹھاتا ہے یا کہیں پس پردہ اس کے خلاف سازش کرتا ہے، ہم نے پارلیمنٹ کے اندر بھی ایک بار بھرپور یکجہتی کا مظاہرہ کیا ہے اور سانحہ پشاور کے بعد بھی ہم نے قومی یکجہتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پوری قوم متحد ہو کر اس

چیلنج کا مقابلہ کرے۔اس نظریے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس حوالے سے ہماری پوزیشن ہمیشہ واضح رہی ہے۔ہم پاکستان کے شہری ہیں،ہم نے بارہا اس آئین کا حلف اٹھایا ہے۔ہم قرآن وسنت کی تعلیمات پر مبنی قومی زندگی کے داعی ہیں۔ پرامن بقائے باہمی کے علمبردار اور ہم کبھی بھی کسی فرد، کسی پارٹی یا کسی ادارے سے اس کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے محتاج نہیں ہیں۔

ہماری پارلیمانی زندگی میں انٹی ٹیریسٹ ایکٹ پاس ہوا، پروٹکشن آف پاکستان ایکٹ، موجودہ حکومت نے اسے پاس کیا۔ہم اس قانون سازی کا حصہ رہے۔ہم نے ہمیشہ زور دیا ہے کہ قانون بناتے وقت اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ قانون کے اندر جامعیت ہونی چاہیے،قانون ہمہ گیر ہونا چاہیے۔دوسرا یہ کہ وہ قانون امتیازی طور پر استعمال نہ ہو۔ملک کا کوئی طبقہ یہ محسوس نہ کرے کہ یہ قانون میرے خلاف امتیازی طور پر استعمال ہو رہا ہے۔یہ دو چیزیں ہر قانون کی بنیاد اور اساس ہوتی ہے۔اس وقت ہم دہشت گردی کا سامنا کر رہے ہیں، ملک کے اندر افراتفری ہے۔ایسے ماحول میں جتنے قوانین پاس ہوئے ،ہم نے ساتھ دیا اور یہ بات ضرور سامنے رکھی کہ قانون کے اندر جامعیت ہونی چاہیے۔

سانحہ پشاور کے بعد سب سے پہلی تجویز جو آئی وہ یہی تھی کہ ملٹری کورٹس قائم کی جائیں، جو دہشت گردی کے مقدمات کو سنے اور سزائیں دے۔ایک جمہوریت پسند حیثیت سے اصولی طور پر ہمارے لیے ایسی تجویز کی حمایت کرنا مشکل تھا۔ہمارے سامنے دو قسم کی دستاویزات ہیں۔ایک نیشنل ایکشن پلان ہے۔جس میں دینی مدارس کو نظم میں لانے کی بات کی گئی ہے۔گویا دنیا کو یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کا ایک عنصر مدرسہ ہے۔وزیر داخلہ نے اپنی ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ 90 فیصد سے زیادہ مدارس ٹھیک ہیں۔وزیر داخلہ سے ہم نے کہا کہ جن دس فیصد مدارس کو آپ ٹھیک نہیں سمجھتے، جب تک آپ ان کی فہرست ہمیں مہیا نہیں کریں گے تو یہ 90 فیصد مدارس کے خلاف نامعلوم ایف آئی آر ہے۔

اب مدارس کے خلاف جو قانون سازی کی گئی ہے ہم نے اس دستاویز پر اعتراض کیا تھا کہ یہ چیز ایک نئے مفہوم کو متعارف کرا رہی ہے۔اس میں مذہب اور فرقہ کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے یہ خطرناک ہے۔دہشت گردی کے خلاف بلاامتیاز کارروائی کرنی چاہیے۔ہم تو ریاستی اداروں کے خلاف بندوق اٹھانے کو بھی شرعی طور پر جائز نہیں سمجھتے۔آیئے ہم یکجہتی کا مظاہرہ کریں۔دینی قوتیں آپ کے ساتھ ہیں۔تمام مکاتب فکر،تمام مدارس آپ کے ساتھ ہیں۔ہم یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم کسی فرقے کی نہیں، بلکہ اسلام، امت مسلمہ اور پاکستان کے تمام مکاتب فکر کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ہم سب کو ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔اگر آپ نے مذہبی انتہا پسندی اور مذہبی فرقہ واریت سے نکلنا ہے تو اس کے لئے سنجیدہ ہو جائیں۔

جیسا کہ نائن الیون کے بعد عالمی سطح پر اسلام کو ہدف بنایا گیا، بالکل اسی طرح سانحہ پشاور کے بعد پاکستان میں مذہبی طبقہ اور مدارس کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔موجودہ قانون سازی سے تو فرقہ واریت کو ہوا ملے گی۔سیکولر طبقہ اور مذہبی طبقہ کی تقسیم کی جا رہی ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ فرقہ واریت سے بچنے اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے حدود کا تعین کیا جائے اور اس

کے لئے قانون سازی کی جائے۔ لیکن یہ قانون سازی اس لیے نہیں کی جارہی کہ اگر فرقوں میں مفاہمت ہوگئی تو پھر قانون سازی پر اکٹھے ہوں گے، چلو ملا آپس میں لڑتے رہیں اور مذہب کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرتے رہیں تاکہ ہمارے اوپر کوئی پریشر نہ آئے اور اگر پریشر آئے گا تو کہیں گے کہ یہ دہشت گرد ہیں۔

اس صورت حال میں اکیسویں آئینی ترمیم پارلیمنٹ سے عجلت میں پاس کروائی گئی ہے۔ جس کے جانبدارانہ، غیر منصفانہ اور ممکنہ طور پر امتیازی استعمال کی روک تھام کے لئے ہم نے اپنا موقف پیش کیا ہے۔ اس کارِ خیر کے لئے آپ حضرات کی تائید اور تعاون ضروری ہے۔

حضرت ناظم اعلیٰ وفاق اور قائد جمعیت کے مفصل خطاب کے بعد تمام شرکاء نے متفقہ طور پر اعلان کیا کہ ہم قائد جمعیت کے جراتمندانہ موقف کی تائید کرتے ہیں اور تمام مدارس ان کی پشت پر کھڑے ہیں۔

اس موقع پر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی عثمانی صاحب مدظلہم نے فرمایا کہ تمام شرکاء نے بہت اہم تجاویز پیش کی ہیں۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم نے بہت جراتمندانہ موقف اختیار کیا ہے۔ ہم ان کی مکمل حمایت اور بھرپور اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ دہشت گردی بین الاقوامی ایجنڈا ہے، بیرونی دباؤ کا مقابلہ کرنے کے لئے اتحاد کے ساتھ ساتھ اندرونی طور پر بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ آئینی ماہرین کی مشاورت اور اتحاد تنظیمات کے اشتراک سے سپریم کورٹ میں رٹ کی تجویز اہم ہے۔ تعلق مع اللہ کو مضبوط بنایا جائے۔

کراچی یونیورسٹی میں آئے روز فسادات ہوتے رہتے ہیں، طلبہ کے آپس میں جھگڑے اور اتنی دہشت گردی ہے کہ وہاں رینجرز کا ایک مستقل کیمپ ہے۔ ہمیں بتایا جائے کہ ہمارے دارالعلوم میں رینجر کا کوئی کیمپ ہے؟ الحمد للہ! ہمارے مدارس میں ایک کمرے میں کئی صوبوں کے طلبہ اکٹھے رہتے ہیں اور کبھی جھگڑا فساد نہیں ہوتا۔ لیکن افسوس کہ مدارس کو بدنام کیا جاتا ہے اور حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔

وفاق کی مجلس عاملہ اور اہم شخصیات کے اس اجلاس کے اختتام پر ایک جامع مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا، جو کہ حسب ذیل ہے۔

ملک کے غیر معمولی حالات کے پیشِ نظر ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کی مجلس عاملہ اور ملک کی ممتاز دینی شخصیات کا ایک مشترکہ اجلاس 16/ربیع الاول 1436ھ مطابق 8/جنوری 2015ء بروز جمعرات اسلام آباد میں ''وفاق المدارس'' کے قائم مقام صدر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہم العالی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں سانحہ پشاور کے بعد پیدا ہونے والی صورت حال، ملک میں امن و امان کے مخدوش حالات، اکیسویں دستوری ترمیم، مدارس کو ''قومی ایکشن پلان'' کا حصہ بنانے اور دہشت گردی کے مسئلہ پر غور و خوض کے بعد مجلس عاملہ اور علماء و مشائخ عظام نے مشترکہ و متفقہ اعلامیہ جاری کیا۔

☆......16/دسمبر 2014ء کو پشاور میں آرمی پبلک سکول پر ہونے والے دہشت گردی کے حملے کی شدید مذمت کی اور کہا کہ تمام دینی مدارس کے اساتذہ و طلبہ اور دینی حلقے، پوری قوم کے ساتھ غم و اندوہ اور شدید صدمے اور سکتے کی کیفیت میں

ہیں، جن افراد نے اس سفاکیت وظلم کا مظاہرہ کیا ہے وہ کسی رعایت کے مستحق نہیں ہیں۔

☆......... آئی۔ایس۔پی۔آر کے ترجمان نے کہا ہے کہ وہ اس سانحہ کے پیچھے نادیدہ قوتوں کا سراغ لگا چکے ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ مکروہ عزائم کے حامل ان افراد کو قوم کے سامنے پیش کیا جائے اور انہیں عبرتناک سزائیں دے کر مظلوم و مغموم خاندانوں کے زخموں پر مرہم رکھا جائے۔ ہم معصوم شہداء کے لئے دعائے مغفرت و رفع درجات کے ساتھ ساتھ اُن کے والدین، لواحقین اور اہل وطن سے اس دردناک سانحہ پر دلی تعزیت کرتے ہوئے اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ جب تک ان معصوم بچوں کے سفاک قاتل اپنے انجام کو نہیں پہنچتے ہماری دعائیں، تعاون اور ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں۔

☆......... وفاق المدارس العربیہ کے قائدین اور ملک کے ممتاز علماء مشائخ عظام نے ملک میں دو عشروں سے جاری دہشت گردی کی پر زور مذمت کرتے ہوئے کہا کہ ہم لسانی، نسلی، علاقائی اور مذہبی منافرت و دہشت گردی سے ملک کو پاک کرنے کی تمام کوششوں میں قوم اور حکومت کے ساتھ ہیں۔ دینی مدارس ملک کے حقیقی خیر خواہ اور استحکامِ پاکستان کے لئے حکومت کے حلیف ہیں حریف نہیں۔ دینی مدارس دہشت گردی کی تمام صورتوں اور طریقوں کو اسلام اور مفادِ پاکستان کے منافی سمجھتے ہیں۔ بے گناہوں کا خون مسجد و مدرسہ میں بہے یا کسی سکول میں، دلِ مُسلم گریاں اور قوم کا جگر لہو لہو ہوتا ہے۔

☆......... وفاق المدارس کے قائدین اور ممتاز علماء کرام نے مدارسِ دینیہ کو قوم و ملت کا قیمتی سرمایہ قرار دیتے ہوئے اس دیرینہ عزم و مؤقف کا اعادہ کیا کہ مدارس دینیہ کی حرمت و خودمختاری کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے گی۔ کیونکہ قرآن و سنت ، دینِ حق اور شریعت اسلامیہ کی حفاظت ہمارا اور ہر مسلمان کی ایمانی زندگی کا عظیم مقصد ہے۔ اور یہ مدارس اس ''مقصدِ عظیم '' کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ مدارس کی حیثیت عُرفی کو مجروح کرنے اور کوائف طلبی کے نام پر مدارس کو ہراساں کرنے کی اجازت کسی صورت میں نہیں دی جاسکتی۔ مدارس کی عزت و حرمت و تقدس و احترام کا تحفظ ہر مصلحت سے بالاتر ہے حکومت کو اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہئے کہ ملک کے بیس ہزار دینی مدارس لاکھوں طلباء و طالبات کو دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ کر رہے ہیں اور ملک کے کروڑوں دیندار مسلمان ان مدارس سے محبت و احترام کا رشتہ رکھتے ہیں مدارس کے خلاف کسی بھی قسم کا اقدام ملک میں انتشار و اضطراب کا طوفان کھڑا کرسکتا ہے۔

☆......... ملک کے ممتاز علماء کرام نے ''قومی ایکشن پلان'' میں مدرسہ کے تذکرہ کو بدنیتی پر مبنی قرار دیتے ہوئے کہا کہ جس طرح ''نائن الیون'' کے بعد عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کو ہدف بنایا گیا اسی طرح ''سانحۂ پشاور'' کے بعد پاکستان کے دینی مدارس کو ہدف بنانے کی کوشش کی جارہی ہے جس کی ہم پُر زور الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔

☆......... اکیسویں ترمیم کو صرف مذہب اور فرقہ کے ساتھ خاص کرنے کے الفاظ غیر حقیقت پسندانہ اور غیر منصفانہ ہیں جس سے ان دہشت گردوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جو لسانی، نسلی اور علاقائی بنیادوں پر ریاست کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ ہم ''آئینِ پاکستان'' کی حدود میں رہتے ہوئے ایسی فوجی عدالتوں کے قیام کے حامی ہیں جس میں بلاتفریق ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے ہر عام و خاص کا احتساب بھی ہو اور شفاف انصاف بھی ہو۔ فوری سماعت کی فوجی عدالتوں میں لسانی، قومی، علاقائی اور مذہبی بنیادوں پر دہشت گردی کرنے والے تمام مجرموں کو پیش کیا جائے۔

☆......... جمعیت علماء اسلام کے امیر حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے اکیسویں آئینی ترمیم پر جو مؤقف اختیار کیا ہے وہ تمام مذہبی جماعتوں اور محبّ وطن سنجیدہ حلقوں کی ترجمانی ہے۔ وفاق المدارس کی قیادت، دینی مدارس اور مذہبی حلقوں کی بروقت نمائندگی اور ترجمانی پر جمعیت علماء اسلام اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا شکریہ ادا کرتی ہے۔

(اجلاس مجلس عاملہ منعقدہ 16 ربیع الاول 1436ھ مطابق 8 جنوری 2015ء)

مدارس دینیہ اور شعائر اسلام کا مذاق

وفاقی وزیر اطلاعات پرویز رشید نے ایک یونیورسٹی کے کانووکیشن کے موقع پر مدارس دینیہ، طالبان علوم نبوت اور شعائر اسلام کا مذاق اڑایا۔ اس موقع پر حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم نے فرمایا کہ اتحاد تنظیمات کے اجلاس میں یہ مسئلہ میں نے اٹھایا کہ پرویز رشید کا بیان آپ حضرات کے سامنے ہے۔ اس نے شعائر اسلام اور مدارس پر شدید تنقید کی ہے اس لئے آئندہ روز کے مذاکرات کا بائیکاٹ کیا جائے۔ شرکاء نے رائے دی کہ اجلاس میں جا کر پہلے اس حوالے سے تنقید کی جائے اور پھر مذاکرات میں شامل ہو جائیں۔ میں نے پھر رائے دی کہ ہمیں اپنا دباؤ بڑھانا چاہیے۔ اجلاس میں جا کر اپنی بات کریں اور واک آؤٹ کر کے آجائیں۔ چنانچہ اس سے اتفاق ہوا اور یہ بھی طے ہوا کہ حکومت سے پرویز رشید کی برطرفی کا مطالبہ کیا جائے اور 15 مئی کو یوم مذمت منایا جائے۔ اس حوالے سے پریس کانفرنس بھی کی گئی۔

مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب ہمارے ترجمان تھے۔ اجلاس کے آغاز میں انہوں نے کہا کہ ہم ہمیشہ حکومت کے ساتھ مثبت انداز میں گفتگو کرتے رہے ہیں، لیکن اب ہمارے لئے مشکل ہو گیا ہے۔ شعائر اسلام اور مدارس کے بارے میں جو ہرزہ سرائی کی گئی ہے اس کی بناء پر ہم مذاکرات کا بائیکاٹ کر رہے ہیں۔ ہم سب لوگ اجلاس سے کھڑے ہو گئے۔ سیکرٹری وغیرہ نے ہمیں روکنے کی کوشش کی لیکن ہم بائیکاٹ کر کے آ گئے۔

ہم نے اپنی پریس کانفرنس میں پرویز رشید کے وضاحتی بیان کو مسترد کر دیا۔ اب آئندہ کے لائحہ عمل کے بارے میں آپ حضرات رہنمائی فرمائیں۔ شرکاء نے کہا کہ آپ نے بالکل صحیح موقف اختیار کیا ہے۔ پرویز رشید کو ہٹانے کے مطالبہ پر بھی دباؤ بڑھانا چاہئے۔

حضرت ناظم اعلیٰ نے فرمایا کہ اس بارے میں ایک قرارداد مجلس عاملہ کی طرف سے آنی چاہیے کہ اسکا بیان آئین کے خلاف ہے، اس کو برطرف کیا جائے۔ 15 مئی کے فیصلے کی تائید کریں۔ عاملہ کی طرف سے وزیر اعظم کو خط جانا چاہیے۔ ہم مسلک جماعتوں کو شامل کیا جائے، ان کی موثر آواز بھی آنی چاہیے۔ اصل ذمہ داری ''وفاق المدارس'' اور اتحاد تنظیمات مدارس کی ہے۔ اگر حکومت کچھ اثر نہیں لیتی تو اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔ تنظیمات کے اجلاس میں بھی یہ نکتہ زیر غور آیا کہ آل پارٹیز کانفرنس بلائی جائے۔ پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے مظاہرے یا دھرنے کا اعلان کیا جائے۔ طے ہوا کہ یوم مذمت کے بعد حکومت کے ردعمل کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے۔ جمعہ کے اجتماعات میں اس بارے میں کاپیاں تقسیم کی جائیں اور پورے

ملک میں ایک تحریک کی شکل میں کام کیا جائے۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے رائے پیش کی کہ مذکورہ خط کی کاپیاں مختلف حکومتی عہدیداران کو بھجوائی جائیں۔ نیز جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے اراکین ایوانوں میں تحریک استحقاق پیش کریں اور اسمبلی سے واک آؤٹ کر کے احتجاج ریکارڈ کروائیں۔ چونکہ ہفتہ سے سالانہ امتحانات شروع ہو رہے ہیں اسوقت مظاہرہ اور دھرنا کامیاب کرنا ہمارے لئے مشکل ہوگا۔ چنانچہ کل جماعتی کانفرنس کی تجویز سے اتفاق کیا گیا۔

(اجلاس مجلس عاملہ منعقدہ 24 رجب المرجب 1436ھ مطابق 13 مئی 2015ء)

☆......☆......☆

کوائف طلبی، رجسٹریشن اور فورتھ شیڈول

حضرت ناظم اعلیٰ مدظلہم نے شرکاء کو بتلایا کہ مدارس سے کوائف طلبی اور رجسٹریشن کے بارے میں بھی مدارس کو پریشان کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ اس صورت حال میں مدارس کو خوف کی کیفیت سے نکالنا، تجدید الحاق سے متعلق آگاہی دینا ان اجتماعات کے اہم مقاصد تھے۔ الحمد للہ! ان اجتماعات سے مدارس کا حوصلہ بڑھا اور خوف کی کیفیت ختم ہوئی۔ فورتھ شیڈول کے حوالے سے بھی ہم کوششیں کر رہے ہیں، اس بارے میں متعدد بار حکام سے ملاقاتیں کی ہیں۔ بفصلہ تعالیٰ بعض حضرات کے نام ''فورتھ شیڈول'' سے خارج ہو چکے ہیں۔ باقی ماندہ ناموں کے اخراج کی بھی کوشش جاری ہے۔

حضرت ناظم اعلیٰ مدظلہم نے فرمایا کہ حکومت سے تین امور کے بارے میں ہمارے مذاکرات ہو رہے ہیں۔ (1) مدارس کی رجسٹریشن (2) مدارس کے کوائف (3) تحتانی اسناد کا معادلہ۔ مذاکرات میں ہم نے کہا کہ آئے روز مختلف ایجنسیوں کے لوگ آتے ہیں، ان کے الگ الگ فارم ہوتے ہیں۔ ایک جیسا فارم ہونا چاہیے۔ ایک ہی وقت میں کوائف لیے جائیں، مدارس کو بار بار تنگ نہ کیا جائے۔ چنانچہ وفاقی حکومت کے ساتھ رجسٹریشن فارم اور مدارس کے کوائف کے معاملات طے ہو چکے ہیں۔ حکومت کی طرف سے نفاذ اور عملدرآمد کا انتظار ہے۔

حال ہی میں حکومت سندھ نے مدارس کی رجسٹریشن کی رجسٹریشن میں ترمیم کا بل تجویز کیا ہے۔ جس میں بعض نئی شرائط عائد کی جا رہی ہیں (1) سابقہ مدارس جو پہلے کسی بھی قانون کے تحت رجسٹرڈ ہیں وہ اس قانون کے نافذ ہونے کے چھ ماہ کے اندر از سر نو ضلع رجسٹرار سے رجسٹریشن حاصل کریں (2) رجسٹریشن فارم کے ساتھ ایس پی کی طرف سے جاری کردہ این او سی جمع کروانا ہوگا۔ (3) سندھ بلڈنگ اتھارٹی کی طرف سے منظور شدہ نقشہ لازمی ہے (4) محکمہ مذہبی امور کی طرف سے جاری کردہ سرٹیفکیٹ کہ مدرسہ دینی تعلیم معیاری طور پر فراہم کر رہا ہے۔ (5) ڈویژنل رجسٹرار اس بات سے مطمئن ہو کہ تمام مہیا کردہ کوائف اور معلومات درست ہیں، 30 دن کے اندر سرٹیفکیٹ جاری کرے گا۔ اگر ڈویژنل رجسٹرار سمجھے کہ کوائف درست نہیں تو مسترد کر دے گا اور درخواست گزار کو اپیل کا حق حاصل ہوگا۔

اس وقت میں سفر حج پر تھا۔ سفر سے واپسی پر دیگر تنظیمات سے رابطہ کیا اور فوری طور پر کراچی میں اتحاد تنظیمات

مدارس پاکستان کی سپریم کونسل کا اجلاس طلب کیا گیا۔ جس کی صدارت صدر وفاق حضرت اقدس مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم العالی نے فرمائی۔

کانفرنس کے بعد قائدین اتحاد تنظیمات مدارس نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ اس موقعہ پر احقر نے کہا کہ یہ حکومت سندھ کا مدارس پر خودکش حملہ ہے، مدارس پر شب خون مارا جارہا ہے، مراد علی شاہ قومی ایکشن پلان کی مراد نہیں سمجھے۔ الحمدللہ یہ اجتماعی اور بروقت کوششیں مفید ثابت ہوئیں اور بل کی منظوری ملتوی ہوگئی۔ اس حوالے سے حضرت مولانا امداد اللہ صاحب ناظم وفاق سندھ نے حکام سے متعدد ملاقاتیں کی ہیں اور مزید بات چیت جاری ہے۔

حضرت ناظم اعلیٰ مدظلہم نے فرمایا کہ اسلام دشمن قوتوں کی طرف سے میڈیا اینکرز کو کروڑوں روپے ملتے ہیں، اس لئے یہ اسلام کے خلاف ذہن سازی کرتے ہیں۔ مدارس کے مسائل اب مصائب بن چکے ہیں۔ مدارس کے مسائل کے حل کے لئے صرف وفاق المدارس جدوجہد کر رہا ہے۔ ہمیں ایسے تنخواہ دار لوگوں کو رکھنا پڑے گا جو میڈیا پر ہمارے موقف کو مدلل انداز میں پیش کرسکیں۔

انہوں نے فرمایا کہ نائن الیون کے بعد بہت بڑا دباؤ ''وفاق'' پر اور مدارس پر آیا۔ الحمدللہ! یہ ''وفاق'' کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ ہمارے نصاب میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جاسکی۔ ایک میٹنگ میں وزیر تعلیم نے کہا کہ آپ کو دینی تعلیم سے ہم نہیں روک سکتے لیکن آئین پاکستان میں ہمیں اختیار ہے کہ آپ پر چند مضامین لازم قرار دیں۔ ہم نے عرض کیا کہ دینی تعلیم کو متاثر کرنے والا جبر قبول نہیں کریں گے۔ بفضلہ تعالیٰ اکابرین وفاق نے ہر موقع پر اور ہر معاملے میں ''وفاق'' اور مدارس کا موقف بھرپور طریقے سے پیش کیا ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ جو حالات مدارس پر آئے ہیں، اس میں ہماری بھی کوتاہی ہے۔ ہمیں اپنے طلبہ کی ذہن سازی کے لئے سخت محنت کی ضرورت ہے۔ یاد رکھیں عالمی ایجنڈے پر پاکستان کا مدرسہ ہے۔ آج یہ کہا جارہا ہے کہ ''وفاق'' نے کچھ نہیں کیا۔ حالانکہ ''وفاق'' کی بدولت آج ہم سب متحد ہیں، وفاق ہم سب کا ہے۔ تمام ارکان کی کارکردگی ''وفاق'' کی کارکردگی ہے۔

اس اجلاس میں طے ہوا کہ ''وفاق'' اے پی سی بلائے۔ اس کے لئے کمیٹی تشکیل دی گئی۔

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ (سربراہ)، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم، حضرت مولانا امداد اللہ صاحب مدظلہم، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہم، حضرت مولانا سعید یوسف صاحب مدظلہم۔ کمیٹی اپنی صوابدید پر مزید اراکین کا اضافہ کرسکتی ہے۔ اسی طرح صوبائی سطح پر کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔

(اجلاس مجلس عاملہ منعقدہ یکم و دو صفر المظفر 1438ھ مطابق 2،3 نومبر 2016ء)

☆......☆......☆

اکابر وفاق کی طرف سے اہل مدارس کو چند ہدایات

(بموقع سانحہ پشاور، دسمبر ۲۰۱۵ء)

موجودہ ملکی حالات کے تناظر میں تمام ملحق مدارس کو اکابرین وفاق کی جانب سے خصوصی ہدایات جاری کی گئی تھیں جو کہ حسب ذیل ہے:

(۱)...... مدارس و جامعات میں ختمِ قرآنِ کریم، ختمِ بخاری شریف، کثرت سے آیتِ کریمہ کا ورد، قرآنی و مسنون دعاؤں اور بزرگوں کے مجرب وظائف و عملیات، رجوع الی اللہ اور توبہ و استغفار کا اہتمام کیا جائے۔ ملک کے استحکام، ملت کی وحدت، امن و سلامتی اور مدارسِ دینیہ کی حفاظت و ترقی اور علما و طلبہ کی حفاظت کے لیے دعائیں کی جائیں۔

(۲)...... ہمارے مدارس کا واحد اور بنیادی مقصد قرآن و حدیث کے علوم کی ترویج و اشاعت، طلبہ و طالبات کی تعلیم اور دینی و اصلاحی تربیت ہے، ان مقاصد کے حصول کے لیے آپ مدارس کے داخلی نظام کو اتنا مستحکم اور مضبوط بنائیں کہ تمام پروپیگنڈے اپنی موت آپ مر جائیں اور معاشرے میں مدارس پر اعتماد میں مزید اضافہ ہو۔

(۳)...... اپنے ہاں زیرِ تعلیم طلبہ و طالبات کے مکمل کوائف (نام، ولدیت، پتہ، شناختی کارڈ نمبر/ فارم ب/ ڈومیسائل سرٹیفکیٹ کی نقول وغیرہ) نیز سرپرستوں کے مکمل کوائف اور موبائل نمبر اپنے ریکارڈ میں محفوظ رکھیں۔

(۴)...... اساتذہ و معلمات اور ملازمین کے مکمل ضروری کوائف (نام، ولدیت، عارضی پتہ، مستقل پتہ، شناختی کارڈ نمبر وغیرہ) بھی آپ کے ریکارڈ میں محفوظ ہوں۔

(۵)...... کسی بھی غیر ملکی طالب علم یا استاد کو قانونی دستاویزات کے بغیر نہ رکھیں۔ ان کی قانونی دستاویزات (پاسپورٹ، ویزہ، نادرا کارڈ) کی نقول مدرسے کے ریکارڈ میں محفوظ رکھیں۔ خصوصاً افغانی طلبہ و اساتذہ (جو پاکستان میں مقیم ہیں) کو حکومت پاکستان کے جاری کردہ مہاجر کارڈ کے بغیر داخلہ نہ دیں۔ قانونی دستاویزات کی مدت ختم ہو رہی ہو تو فوری طور پر تجدید کروانے کی ہدایت فرمائیں۔

(۶)...... مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ اپنی پوری توجہ تعلیم و تعلم پر مرکوز رکھیں اور صرف نصابی سرگرمیوں تک محدود رہیں۔

(۷)...... طلبہ پر موبائل فون کے استعمال پر پابندی عائد کی جائے، اگر مکمل پابندی ممکن نہ ہو تو کم از کم اوقات تعلیم میں انہیں سختی سے منع کیا جائے نیز اساتذہ بھی اوقات تعلیم میں موبائل فون استعمال نہ کریں۔

(۸)...... مدرسہ میں طلبہ اور متعلقین پر فرقہ وارانہ لٹریچر رکھنے پر سختی سے پابندی عائد کریں۔ اس طرح اشتہارات/ اسٹیکر وغیرہ لگانے کی بھی قطعاً اجازت نہ دیں۔

(۹)......جن مدارس نے سرکاری رجسٹریشن نہیں کروائی وہ فوری طور پر رجسٹریشن کے لیے کاغذات مکمل کر کے متعلقہ محکمہ کے دفاتر میں جمع کروائیں اور رسید حاصل کریں تا کہ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کے حصول تک آپ کے پاس بطورِ ثبوت رہے۔ یاد رہے کہ رجسٹریشن کی ہر سال تجدید کروانا ضروری ہے۔(آپ کے ضلع میں وفاق کی طرف سے رجسٹریشن کے لئے مقرر کوآرڈینیٹر کا نام، پتہ اور موبائل نمبر آپ کو بذریعہ SMS بھجوا دیا جائے گا، رجسٹریشن کے سلسلے میں ان سے رابطہ فرمائیں)۔

(۱۰)......اپنے حسابات کا سالانہ آڈٹ کسی چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ سے کروائیں کیونکہ آڈٹ رپورٹ کے بغیر رجسٹریشن کی تجدید نہیں ہوتی۔

(۱۱)......حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر امن ہیں اور مدارس کا پیغام بھی امن ہے۔''مدارس کا پیغام امن'' تمام لوگوں تک پہنچائیں۔ معاشرے کے مختلف طبقات کے نمائندوں کو مدارس و جامعات میں بلا کر نظام و نصاب سے آگاہ کریں اور ان کو یہ باور کروائیں کہ مدارس صرف دین کی اشاعت و ترویج کا کام کر رہے ہیں، ملک وملت کی خدمت کر رہے ہیں، شرح خواندگی میں اضافہ کر رہے ہیں، دینی شعور عام کر رہے ہیں، اسلامی تہذیب وثقافت کی حفاظت کر رہے ہیں، اِن کا کسی بھی ناپسندیدہ سرگرمی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تحصیل وضلع کی سطح پر مختلف پروگراموں اور رسائل ومیڈیا کے ذریعے مدارس کی خدمات کو اجاگر کریں۔ نیز اس سلسلہ میں اپنے علاقائی مسئول اور رکن مجلس عاملہ سے بھی مسلسل رابطہ میں رہیں۔

(۱۲)......اپنے مدرسہ کے سکیورٹی کے نظم کو بھی مضبوط بنائیں۔ آنے والے مہمانوں کی مکمل چھان بین کی جائے اور ان کا مکمل ریکارڈ رکھا جائے، طلبہ وعملہ کو پابند کیا جائے کہ مدرسہ انتظامیہ کی اجازت کے بغیر کسی مہمان کو مدرسہ میں نہ ٹھہرائیں۔

(اجلاس مجلس عاملہ منعقدہ 8 جنوری 2015ء)

دینی مدارس کا کردار

(۱)......ملک کے لاکھوں نادار افراد کو نہ صرف تعلیم سے بہرہ ور کرتے ہیں بلکہ ان کی ضروریات مثلاً خوراک، رہائش، علاج اور کتابوں وغیرہ کی کفالت بھی کرتے ہیں۔

(۲)......معاشرہ میں بنیادی تعلیم اور خواندگی کے تناسب میں معقول اضافہ کا باعث ہیں۔

(۳)......قرآن وسنت کی تعلیم اور دینی علوم کی اشاعت وفروغ کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔

(۴)......عام مسلمانوں کو عبادات، اخلاق اور مذہبی کردار کا تحفظ کرتے ہیں اور دین کے ساتھ ان کا عملی رشتہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔

(۵)......عام مسلمانوں کے عقائد، عبادات، اخلاق اور مذہبی کردار کا تحفظ کرتے ہیں اور دین کے ساتھ ان کا عملی رشتہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔

(۶)......اسلام کے خاندانی نظام اور کلچر وثقافت کی حفاظت کر رہے ہیں اور غیر اسلامی ثقافت وکلچر کی یلغار کے مقابلے میں مسلمانوں کے لیے مضبوط حصار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۷)......اسلامی عقائد واحکام کی اشاعت کرتے ہیں اور ان کے خلاف غیر مسلم حلقوں کی طرف سے کیے جانے والے اعتراضات وشبہات کا جواب دیتے ہیں۔

(۸)......اسلام کی بنیادی تعلیمات اور عقائد واحکام سے انحراف اور بغاوت کا مقابلہ کرتے ہیں اور مسلمانوں کی "راسخ العقیدگی" کا تحفظ کرتے ہیں۔

(۹)......مادہ پرستی، مفادات، خودغرضی اور نفسانفسی کے اس دور میں قناعت، ایثار، سادگی کی روحانی اقدار کو مسلمانوں کے ایک بہت بڑے حصے میں باقی رکھے ہوئے ہیں۔

(۱۰)......وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات کے مکمل اور محفوظ ذخیرہ کی نہ صرف حفاظت کر رہے ہیں بلکہ سوسائٹی میں اس کی عملی تصدیق کا نمونہ بھی باقی رکھے ہوئے ہیں تاکہ نسل انسانی کے وہ سلیم الفطرت لوگ جو "عقل وخواہش" کی مطلق العنانی کے تلخ اور تباہ کن معاشرتی نتائج کو محسوس کرتے ہوئے فطرت کی طرف واپسی کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں اور جن کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے، انھیں وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات کے حقیقی سرچشمہ تک رسائی میں کوئی دِقت نہ ہو اور اس طرح یہ مدارس صرف مسلمانوں کی نہیں بلکہ پوری نسل انسانی کی خدمت کر رہے ہیں اور اس کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کر رہے ہیں۔

(مولانا محمد حنیف جالندھری، دینی مدارس کے کردار کا منصفانہ اور غیر جانبدارانہ جائزہ)

باب ششم

مربوط و مستحکم مشاورتی نظام

ہر مضبوط اور کامیاب ادارے کے لیے اس کا مستحکم مشاورتی نظام کا ہونا بہت ضروری ہے، کئی صائب الرائے حضرات جب مشورہ دیتے ہیں تو اس کی روشنی میں بننے والی پالیسی خیر و برکت اور حکمت و صحت کی حامل ہوتی ہے، قرآن کریم نے بھی مؤمنین کے اوصاف میں ''وامرھم شوریٰ بینھم '' کا وصف ذکر فرمایا۔ وفاق المدارس چوں کہ دینی مدارس کا مشترکہ تعلیمی بورڈ یا تنظیم ہے، اس لیے اس میں شورائی نظام کا ہونا بہت ضروری ہے، چنانچہ روزِ اول ہی سے وفاق المدارس میں شورائی سلسلے کی بنیاد پر پالیسیاں بن رہی ہیں اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ جید علمائے کرام پر مشتمل شروع ہی سے اس کی مجلس عاملہ ہے، اس سے اوپر مجلس شوریٰ ہے جو خاص ارباب مدارس پر مشتمل ہے، اس کے بعد مجلس عمومی ہے جو عام اور تمام مدارس کے منتظمین پر مشتمل ہے۔ اسی طرح صوبائی ناظمین اور علاقائی مسئولین کا ایک مربوط سلسلہ ہے، یہ باب اسی سلسلے کا ایک تعارف نامہ ہے۔ مرتب]

اراکین مجلس عاملہ ابتدا سے ۲۰۱۵ء تک

وفاق المدارس کی تاسیس سے لے کر اب تک ۱۵ مجلس عاملہ منتخب ہوئی ہیں۔ عاملہ کے ارکان کا انتخاب دستور کے مطابق حضرت صدر صاحب اور حضرت ناظم اعلیٰ صاحب کی صوابدید پر ہوتا ہے۔ وہ باہمی اتفاق سے کسی بھی عالم دین کو مجلس عاملہ کے رکن بنانے کا اختیار رکھتے ہیں، ابتدا میں یعنی ۱۹۵۹ء سے لے کر تادم تحریر مجلس عاملہ کا انتخاب تقریباً پندرہ بار ہوا ہے اور ملک کے ممتاز علمائے کرام، اکابر ملت اور ممتاز بڑے دینی مدارس کے سربراہان مجلس عاملہ کے رکن رہے ہیں۔ بعض ممتاز شخصیات کا انتخاب مسلسل رہا ہے اور وہ کئی سالوں تک عاملہ کے رکن رہے، خاص کر ملک کے مسلّم بڑے مدارس کی نمائندگی ہمیشہ رہی ہے۔ ذیل میں ان پندرہ مجلس عاملہ کے اراکین کے نام پیش خدمت ہیں:

......(۱)......

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ، ۱۶ نومبر ۱۹۵۹ء

صدر محترم نے بمشورہ دیگر حاضر عہدیداران اور مکتوب مولانا بنوری صاحب، مندرجہ ذیل حضرات کو وفاق المدارس العربیہ کی مجلس عاملہ کا رکن بروئے دفعہ نمبر (۷) جزو (۱) نامزد فرمایا:

(۱) مولانا شمس الحق افغانی صاحب ......صدر وفاق......(۲) مولانا خیر محمد صاحب...... نائب صدر وفاق مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان...... (۳) مولانا محمد یوسف بنوری صاحب...... نائب صدر وفاق، بانی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی......(۴) مولانا مفتی محمود صاحب......ناظم وفاق۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان......(۵) مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب خازن وفاق مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان......(۶) مولانا احتشام الحق صاحب...... مہتمم دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار ضلع حیدر آباد...... (۷) مولانا مفتی محمد شفیع صاحب...... بانی دار العلوم کراچی......(۸) مولانا حافظ فضل احمد صاحب...... مہتمم مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کراچی......(۹) مولانا عرض محمد صاحب...... مہتمم مدرسہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ......(۱۰) مولانا مفتی محمد صادق صاحب سابق ناظم امور مذہبیہ محلّہ موری دروازہ بہاولپور......(۱۱) مولانا قاری عبید اللہ صاحب...... نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور......(۱۲) مولانا احمد علی صاحب...... مہتمم مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور......(۱۳) مولانا عبداللہ صاحب رائپوری ......صدر مدرس جامعہ رشیدیہ غلہ منڈی منٹگمری...... (۱۴) مولانا پروفیسر یوسف علی سلیم چشتی صاحب ......مدیر ندائے حق ادارہ اصلاحِ نفس لاہور......(۱۵) مولانا مفتی محمد شفیع صاحب...... مہتمم مدرسہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا......(۱۶) مولانا عبدالحنان صاحب...... مہتمم مدرسہ دار العلوم حنفیہ عثمانیہ محلّہ ورکشاپی راولپنڈی......(۱۷) مولانا سید گل بادشاہ صاحب......امیر نظام العلماء

سرحد طورو مردان......(۱۸) مولانا عبدالحق صاحب...... مہتمم مدرسہ حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور......(۱۹) مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب...... مہتمم مدرسہ تجوید القرآن بفہ ضلع ہزارہ......(۲۰) مولانا محمد علی صاحب جالندھری...... مہتمم مدرسہ منورالاسلام چک نمبر ۶۶۹ ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور......(۲۱) مولانا قاضی عبدالکریم صاحب...... مہتمم مدرسہ نجم المدارس کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان۔

......(۲)......

۱۵ شعبان ۱۳۸۲ھ ۱۲ جنوری ۱۹۶۳ء

جناب صدر محترم نے حسب ضابطہ وفاق مذکورہ بالا عہدہ داران کے مشورہ سے ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ کو اپنے علاوہ مذکورہ ذیل ۲۱ حضرات کو مجلس عاملہ وفاق کی رکنیت کے لیے نامزد فرمایا:

(۱) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری...... مہتمم مدرسہ عربیہ کراچی (نائب صدر)......(۲) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب...... مہتمم مدرسہ سراج العلوم سرگودھا......(۳) حضرت مولانا مفتی محمود صاحب...... شیخ الحدیث قاسم العلوم ملتان (ناظم اعلیٰ)......(۴) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب ...... مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی (ناظم)......(۵) حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب...... مفتی قاسم العلوم مدرس خیر المدارس ملتان (خازن)......(۶) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب...... بانی دارالعلوم کراچی ......(۷) حضرت مولانا احتشام الحق صاحب...... مہتمم دارالعلوم ٹنڈو الہ یار......(۸) حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب...... صدر مدرس دارالعلوم اشرف آباد ٹنڈو الہ یار......(۹) حضرت مولانا عبدالحق صاحب...... مہتمم دارالعلوم اکوڑہ خٹک......(۱۰) حضرت مولانا محمد ایوب صاحب بنوری...... مہتمم دارالعلوم سرحد پشاور......(۱۱) حضرت مولانا بادشاہ گل صاحب بخاری...... مہتمم جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک......(۱۲) حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب...... طورو ضلع مردان......(۱۳) حضرت مولانا شمس الحق صاحب...... افغانی ترنگزئی......(۱۴) حضرت مولانا مفتی محمد صادق صاحب ...... بہاولپور......(۱۵) حضرت مولانا عبدالحنان صاحب...... مہتمم دارالعلوم حنفیہ عثمانیہ راولپنڈی......(۱۶) حضرت مولانا عبدالکریم صاحب...... مہتمم مدرسہ نجم المدارس کلاچی......(۱۷) حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب ...... مہتمم مدرسہ قاسم العلوم انجمن خدام الاسلام لاہور...... (۱۸) حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحب ...... مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور......(۱۹) حضرت مولانا عبداللہ صاحب...... صدر مدرس جامعہ رشیدیہ منٹگمری......(۲۰) حضرت مولانا عبدالخالق صاحب...... مہتمم دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع ملتان......(۲۱) حضرت مولانا مبرک شاہ صاحب...... صدر مدرس جامعہ مدنیہ لاہور۔

......(۳)......

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ، ۳۰ مئی ۱۹۷۳ء

طے پایا کہ مجلس عاملہ کی تشکیل حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ خود بالمشورہ انجام دیں گے:

(۱) مولانا محمد یوسف بنوری...... صدر......(۲) مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک...... نائب صدر اول......(۳) مولانا عبداللہ

صاحب ساہیوال...... نائب صدر دوم......(۴)مولانا مفتی محمود صاحب......ناظم اعلیٰ......(۵)مولانا محمد ادریس میرٹھی صاحب......نائب ناظم اول......(۶)مولانا عبداللہ صاحب ملتان......نائب ناظم دوم۔

......(۴)......

۷ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ ۱۵ مئی ۱۹۷۸ء

(۱) حضرت مولانا مفتی محمود صاحب...... صدر وفاق، جامعہ قاسم العلوم ملتان......(۲)حضرت مولانا محمد ادریس صاحب...... ناظم اعلیٰ وفاق، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی ......(۳)حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحب......مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، نائب صدر......(۴) حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب......مہتمم جامعہ رشیدیہ ساہیوال نائب ناظم...... (۵)حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب ملتان......خازن......(۶)حضرت مولانا عبدالحق صاحب......جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ......(۷)حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب......صدر جامعہ دارالعلوم کراچی......(۸)حضرت مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب......مظہر العلوم کراچی......(۹)حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب......جامعہ فاروقیہ کراچی......(۱۰)حضرت مولانا محمد ایوب صاحب...... مہتمم دارالعلوم سرحد پشاور......(۱۱) حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب......نجم المدارس کلاچی......(۱۲)حضرت مولانا محمد شریف صاحب......مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان......(۱۳)حضرت مولانا قاری عبدالسمیع صاحب...... جامعہ سراج العلوم سرگودھا......(۱۴) حضرت مولانا قاری سعید الرحمان صاحب...... جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی......(۱۵)حضرت مولانا عبدالغنی صاحب......ریاض المسلمین جامعہ ربانیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ......(۱۶)حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب......جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی بہاولپور......(۱۷)حضرت مولانا علی محمد صاحب......دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا خانیوال......(۱۸)حضرت مولانا عبدالواحد صاحب......مطلع العلوم کوئٹہ......(۱۹)حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان صاحب...... مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

......(۵)......

۲۱ محرم ۱۴۰۱ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۸۰ء

(۱)حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی صاحب......صدر وفاق......(۲)حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب......نائب صدر......(۳)حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب......ناظم اعلیٰ وفاق......(۴)حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب...... ناظم وفاق......(۵)حضرت مولانا فیض احمد صاحب......خازن وفاق......(۶)حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب...... کراچی......(۷)حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب......کراچی......(۸)حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی صاحب...... ڈیرہ اسماعیل خان......(۹)حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوری صاحب......پشاور......(۱۰)حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب......فیصل آباد......(۱۱)حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب......ملتان......(۱۲)حضرت مولانا حمد اللہ

صاحب......ٹھیڑی......(۱۳)حضرت مولانا غلام محمد صاحب......کولاب جیل......(۱۴)حضرت مولانا سمیع الحق صاحب......اکوڑہ خٹک......(۱۵)حضرت مولانا عبداللہ صاحب......اسلام آباد......(۱۶)حضرت مولانا عبدالمجید صاحب......کہروڑپکا......(۱۷)حضرت مولانا محمد امین صاحب......کوہاٹ......(۱۸)حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب......خیر پور ٹامیوالی......(۱۹)حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب......پشاور......(۲۰)حضرت مولانا محمد یوسف صاحب......پلندری (آزاد کشمیر)۔

......(۶)......

۲،۳ ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ مطابق ۷،۸ جون ۱۹۸۹ء

(۱)حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب......صدر وفاق......(۲)حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب......نائب صدر وفاق......(۳)حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب......ناظم اعلیٰ وفاق......(۴)حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب......ناظم وفاق......(۵)حضرت مولانا فیض احمد صاحب......خازن وفاق......(۶)حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوری صاحب......مہتمم دارالعلوم سرحد پشاور......(۷)حضرت مولانا عبدالواحد صاحب......مہتمم مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ......(۸)حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب......صدر جامعہ دارالعلوم کراچی......(۹)حضرت مولانا حسن جان صاحب......شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم پشاور......(۱۰)حضرت مولانا انوار الحق صاحب......نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ......(۱۱)حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب......مہتمم دارالعلوم پیپلز کالونی فیصل آباد......(۱۲)حضرت مولانا غلام محمد صاحب......مہتمم مدرسہ شمس الہدیٰ کولاب جیل خیر پور میرس......(۱۳)حضرت مولانا محمد محسن شاہ صاحب......مہتمم جامعہ حلیمیہ درہ پیزو لکی مروت......(۱۴)حضرت مولانا عبدالمجید صاحب......شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا......(۱۵)حضرت مولانا محمد قاسم صاحب......مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان......(۱۶)حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب......جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی بہاولپور......(۱۷)حضرت مولانا مفتی نذیر احمد صاحب......مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد......(۱۸)حضرت مولانا ارشد عبید صاحب......جامعہ اشرفیہ لاہور......(۱۹)حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی صاحب......مہتمم جامعہ اشرفیہ سکھر......(۲۰)حضرت مولانا عبدالحق کوثر صاحب......جامعہ شمس العلوم کھرڑاہ خیر پور میرس......(۲۱)حضرت مولانا محمد انور صاحب......مہتمم دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا خانیوال......(۲۲)حضرت مولانا عبدالقدوس قارن صاحب......ناظم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ۔

......(۷)......

۱۴ شوال ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۹ اپریل ۱۹۹۱ء

(۱)حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب......صدر وفاق......(۲)حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب......نائب صدر وفاق......(۳)حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب......ناظم اعلیٰ وفاق......(۴)حضرت مولانا مفتی محمد انور

شاہ صاحب ......ناظم وفاق......(۵) حضرت مولانا فیض احمد صاحب......خازن وفاق......(۶) حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوری صاحب...... مہتمم دار العلوم سرحد پشاور......(۷) حضرت مولانا عبد الواحد صاحب...... مہتمم مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ...... (۸) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب...... صدر جامعہ دار العلوم کراچی......(۹) حضرت مولانا حسن جان صاحب...... شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم پشاور......(۱۰) حضرت مولانا انوار الحق صاحب......نائب مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ......(۱۱) حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب...... مہتمم دار العلوم پیپلز کالونی فیصل آباد......(۱۲) حضرت مولانا غلام محمد صاحب...... مہتمم مدرسہ شمس الہدیٰ کولاب جیل خیر پور میرس......(۱۳) حضرت مولانا محمد محسن شاہ صاحب...... مہتمم جامعہ حلیمیہ درہ پیزو لکی مروت......(۱۴) حضرت مولانا عبد المجید صاحب......شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا...... (۱۵) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب...... مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان......(۱۶) حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب......جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی بہاولپور......(۱۷) حضرت مولانا مفتی نذیر احمد صاحب...... مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد...... (۱۸) حضرت مولانا ارشد عبید صاحب......جامعہ اشرفیہ لاہور......(۱۹) حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی صاحب...... مہتمم جامعہ اشرفیہ سکھر......(۲۰) حضرت مولانا عبد الحق کوثر صاحب......جامعہ شمس العلوم کھر ڑاہ خیر پور میرس......(۲۱) حضرت مولانا محمد انور صاحب...... مہتمم دار العلوم عیدگاہ کبیر والا خانیوال......(۲۲) حضرت مولانا عبد القدوس قارن صاحب......ناظم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ۔

......(۸)......

۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۴ نومبر ۱۹۹۴ء

(۱) حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب......صدر وفاق......(۲) حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب...... نائب صدر وفاق......(۳) حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب......ناظم اعلیٰ وفاق......(۴) حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب......ناظم وفاق......(۵) حضرت مولانا فیض احمد صاحب......خازن وفاق......(۶) حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوری صاحب...... مہتمم دار العلوم سرحد پشاور......(۷) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب......صدر جامعہ دار العلوم کراچی......(۸) حضرت مولانا حسن جان صاحب...... شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم پشاور......(۹) حضرت مولانا انوار الحق صاحب......نائب مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ......(۱۰) حضرت مولانا غلام محمد صاحب...... مہتمم مدرسہ شمس الہدیٰ کولاب جیل خیر پور میرس......(۱۱) حضرت مولانا سید نصیب علی شاہ صاحب...... مہتمم جامعہ المرکز الاسلامی بنوں...... (۱۲) حضرت مولانا عبد المجید صاحب......شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا......(۱۳) حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب......جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی بہاولپور......(۱۴) حضرت مولانا مفتی نذیر احمد صاحب...... مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد......(۱۵) حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب......جامعہ اشرفیہ لاہور......(۱۶) حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب......دار العلوم الاسلامیہ لاہور......(۱۷) حضرت مولانا عبد الحق کوثر صاحب......جامعہ شمس العلوم کھر ڑاہ خیر پور

میرس......(۱۸) حضرت مولانا محمد انور صاحب...... مہتمم دار العلوم عید گاہ کبیر والا خانیوال.........(۱۹) حضرت مولانا عبد الغفور قاسمی صاحب......دار الفیوض الہاشمیہ سجاول ٹھٹھہ......(۲۰) حضرت مولانا قاری مہر اللہ صاحب......جامعہ مرکزیہ تجوید القرآن کوئٹہ......(۲۱) حضرت مولانا فضل الرحمٰن درخواستی صاحب......جامعہ مخزن العلوم خانپور رحیم یار خان.........(۲۲) حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب...... مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ اسلام آباد۔

......(۹)......

۲ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۹۸ء

(۱) حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب......صدر وفاق (۲) حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب......نائب صدر (۳) حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب......ناظم اعلیٰ (۴) حضرت مولانا انوار الحق صاحب......ناظم وفاق...... (۵) حضرت مولانا فیض احمد صاحب......خازن وفاق (۶) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب......صدر جامعہ دار العلوم کراچی (۷) حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب......جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی (۸) حضرت مولانا غلام محمد صاحب...... مہتمم جامعہ شمس الہدیٰ کولاب جیل خیر پور میرس (۹) حضرت مولانا سید نصیب علی شاہ صاحب...... مہتمم جامعہ المرکز الاسلامی بنوں (۱۰) حضرت مولانا عبد المجید صاحب...... شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا (۱۱) حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب......جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی بہاولپور (۱۲) حضرت مولانا نذیر احمد شاہ صاحب...... مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد (۱۳) حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب......جامعہ اشرفیہ لاہور (۱۴) حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب......دار العلوم الاسلامیہ لاہور (۱۵) حضرت مولانا عبد الحق کوثر صاحب......جامعہ شمس العلوم کھر ڑاہ خیر پور میرس (۱۶) حضرت مولانا محمد انور صاحب...... مہتمم دار العلوم عید گاہ کبیر والا خانیوال (۱۷) حضرت مولانا عبد الغفور قاسمی صاحب...... دار الفیوض الہاشمیہ سجاول ٹھٹھہ (۱۸) حضرت مولانا قاری مہر اللہ صاحب......جامعہ مرکزیہ تجوید القرآن کوئٹہ (۱۹) حضرت مولانا فضل الرحمٰن درخواستی صاحب......جامعہ مخزن العلوم خانپور رحیم یار خان (۲۰) حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب...... مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ اسلام آباد (۲۱) حضرت مولانا امین الحق صاحب...... مہتمم دار العلوم تعلیم القرآن باغ (۲۲) حضرت مولانا حافظ حسین احمد صاحب...... مہتمم مدرسہ تحفیظ القرآن پارہوتی مردان (۲۳) حضرت مولانا خلیل بندھانی صاحب......ناظم جامعہ اشرفیہ سکھر (۲۴) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب......جامعہ انوار العلوم کنڈیارو نوشہرو فیروز (۲۵) حضرت مولانا مفتی محمد خالد صاحب...... مہتمم دار العلوم الاسلامیہ ہالا (۲۶) حضرت مولانا مفتی احتشام الحق صاحب...... مہتمم جامعہ رشیدیہ آسیا آباد تربت (۲۷) حضرت مولانا عبد اللہ جان صاحب...... مہتمم جامعہ مخزن العلوم خان پور رحیم یار خان (۲۸) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ مانسہرہ...... مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن ترنگڑی مانسہرہ۔

نوٹ:......اس سے قبل مجلس عاملہ کے اراکین کی کل تعداد صدر کے علاوہ اکیس تھی جبکہ ۲ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۹۸ء کی ترمیم میں مجلس عاملہ کی تعداد عہدیداران سمیت ۳۰ مقرر کی گئی۔

......(۱۰)......

۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۹۹ء

(۱) حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب......صدر وفاق (۲) حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب......نائب صدر (۳) حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب......ناظم اعلیٰ (۴) حضرت مولانا انوارالحق صاحب......ناظم وفاق (۵) حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب......خازن وفاق (۶) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب......صدر جامعہ دارالعلوم کراچی (۷) حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب......جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی (۸) حضرت مولانا سید نصیب علی شاہ صاحب ......مہتمم جامعہ المرکز الاسلامی بنوں (۹) حضرت مولانا عبدالمجید صاحب......شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا (۱۰) حضرت مولانا مفتی نذیر احمد صاحب......مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد (۱۱) حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب......جامعہ اشرفیہ لاہور (۱۲) حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب......دارالعلوم الاسلامیہ لاہور (۱۳) حضرت مولانا عبدالمجید صاحب......جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام مظفر گڑھ (۱۴) حضرت مولانا محمد انور صاحب......مہتمم دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا خانیوال (۱۵) حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی صاحب......دارالفیوض الہاشمیہ سجاول ٹھٹھہ (۱۶) حضرت مولانا قاری مہر اللہ صاحب......جامعہ مرکزیہ تجوید القرآن کوئٹہ (۱۷) حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب......دارالعلوم فاروقیہ راولپنڈی (۱۸) حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب......جامعہ دارالقرآن کرخ خضدار (۱۹) حضرت مولانا حافظ حسین احمد صاحب......مہتمم مدرسہ تحفیظ القرآن پارہوتی مردان (۲۰) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب......جامعہ انوارالعلوم کنڈیارو نوشہرو فیروز (۲۱) حضرت مولانا مفتی محمد خالد صاحب......مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ ہالا (۲۲) حضرت مولانا عبداللہ جان صاحب......مہتمم جامعہ مخزن العلوم لورالائی (۲۳) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ مانسہرہ......مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن ترنگڑی مانسہرہ (۲۴) حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن صاحب......ناظم تعلیمات جامعہ مفتاح العلوم حیدرآباد (۲۵) حضرت مولانا محمد اکمل جتوئی صاحب......مہتمم جامعہ محمدیہ عربیہ لطیف آباد نواب شاہ (۲۶) حضرت مولانا میر حسن صاحب......مہتمم مدرسہ مصباح العلوم وارہ لاڑکانہ (۲۷) حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب......مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ چھتر دومیل مظفر آباد

نوٹ:...... 2001ء میں دستور میں ترمیم ہوئی کہ نائب صدور دو ہوں گے۔ اس ترمیم کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہم نائب صدر بنے۔

......(۱۱)......

۲۴ ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۶ جنوری ۲۰۰۵ء

(۱) حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب......صدر وفاق (۲) حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب......نائب صدر (۳) حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب......نائب صدر (۴) حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب......ناظم

اعلیٰ (۵) حضرت مولانا انوارالحق صاحب......ناظم وفاق (۶) حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب ......خازن وفاق (۷) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب......صدر جامعہ دارالعلوم کراچی (۸) حضرت مولانا سید نصیب علی شاہ صاحب ......مہتمم جامعہ المرکز الاسلامی بنوں (۹) حضرت مولانا عبدالمجید صاحب ......شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا (۱۰) حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب......جامعہ اشرفیہ لاہور (۱۱) حضرت مولانا عبدالمجید صاحب ......جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام مظفر گڑھ (۱۲) حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب......مہتمم دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا خانیوال (۱۳) حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی صاحب......دارالفیوض الہاشمیہ سجاول ٹھٹھہ (۱۴) حضرت مولانا قاری مہر اللہ صاحب......جامعہ مرکزیہ تجوید القرآن کوئٹہ (۱۵) حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب......دارالعلوم فاروقیہ راولپنڈی (۱۶) حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب...... جامعہ دارالقرآن کرخ خضدار (۱۷) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب ......جامعہ انوارالعلوم کنڈیارو نوشہرو فیروز (۱۸) حضرت مولانا عبداللہ جان صاحب......مہتمم جامعہ مخزن العلوم لورالائی (۱۹) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ مانسہرہ......مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن ترنگڑی مانسہرہ (۲۰) حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن صاحب......ناظم تعلیمات جامعہ مفتاح العلوم حیدر آباد (۲۱) حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب ......مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ چھتر دومیل مظفر آباد (۲۲) حضرت مولانا سعید یوسف صاحب......مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن پلندری سدھنوتی (۲۳) حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب......مہتمم جامعہ احسن العلوم کراچی (۲۴) حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمٰن صاحب......مہتمم جامعہ دارالعلوم مدنیہ بہاولپور (۲۵) حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب......مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد (۲۶) حضرت مولانا عطاء اللہ شہاب صاحب......جامعہ اسلامیہ نصرت الاسلام گلگت (۲۷) حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب......مہتمم جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا۔

......(۱۲)......

۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء

(۱) حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب......صدر وفاق (۲) حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب......نائب صدر (۳) حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب ......نائب صدر (۴) حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب......ناظم اعلیٰ (۵) حضرت مولانا انوارالحق صاحب......ناظم وفاق (۶) حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب......خازن وفاق (۷) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب...... صدر جامعہ دارالعلوم کراچی (۸) حضرت مولانا سید نصیب علی شاہ صاحب......مہتمم جامعہ المرکز الاسلامی بنوں (۹) حضرت مولانا عبدالمجید صاحب......شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا (۱۰) حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب ......جامعہ اشرفیہ لاہور (۱۱) حضرت مولانا عبدالمجید صاحب ......جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام مظفر گڑھ (۱۲) حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب......مہتمم دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا خانیوال (۱۳) حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی صاحب......دارالفیوض الہاشمیہ سجاول ٹھٹھہ (۱۴) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ......دارالعلوم الاسلامیہ عربیہ شیر گڑھ

مردان (۱۵) حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب ......دارالعلوم فاروقیہ راولپنڈی (۱۶) حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب......جامعہ دارالقرآن کرخ خضدار (۱۷) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب......جامعہ انوارالعلوم کنڈیارو نوشہرو فیروز (۱۸) حضرت مولانا عبداللہ جان صاحب...... مہتمم جامعہ مخزن العلوم لورالائی (۱۹) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ مانسہرہ...... مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن ترنگڑی مانسہرہ (۲۰) حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن صاحب ......ناظم تعلیمات جامعہ مفتاح العلوم حیدرآباد (۲۱) حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب...... مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ چھتر دومیل مظفر آباد (۲۲) حضرت مولانا سعید یوسف صاحب...... مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن پلندری سدھنوتی (۲۳) حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب...... مہتمم جامعہ احسن العلوم کراچی (۲۴) حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمٰن صاحب...... مہتمم جامعہ دارالعلوم مدنیہ بہاولپور (۲۵) حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب...... مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد (۲۶) حضرت مولانا عطاء اللہ شہاب صاحب......جامعہ اسلامیہ نصرت الاسلام گلگت (۲۷) حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب...... مہتمم جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا (۲۸) حضرت مولانا مفتی صلاح الدین صاحب......جامعہ دارالعلوم چمن قلعہ عبداللہ (۲۹) حضرت مولانا ابوعمار زاہد الراشدی صاحب......جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ۔

نوٹ:......حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب کی شہادت کے بعد 8 اپریل 2009ء سے حضرت مولانا انوار الحق صاحب نائب صدر بنے۔

......(۱۳)......

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۲ اپریل ۲۰۱۰ء

(۱) حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ......صدر وفاق (۲) حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب......نائب صدر (۳) حضرت مولانا انوارالحق صاحب......نائب صدر (۴) حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب......ناظم اعلیٰ (۵) حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب ......خازن وفاق (۶) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب......صدر جامعہ دارالعلوم کراچی (۷) حضرت مولانا عبدالمجید صاحب......شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا (۸) حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب......جامعہ اشرفیہ لاہور (۹) حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب...... مہتمم دارالعلوم عید گاہ کبیر والا خانیوال (۱۰) حضرت مولانا قاری مہر اللہ صاحب......جامعہ مرکزیہ تجوید القرآن کوئٹہ (۱۱) حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب......دارالعلوم فاروقیہ راولپنڈی (۱۲) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب ......جامعہ انوارالعلوم کنڈیارو نوشہرو فیروز (۱۳) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ مانسہرہ...... مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن ترنگڑی مانسہرہ (۱۴) حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن صاحب ......ناظم تعلیمات جامعہ مفتاح العلوم حیدرآباد (۱۵) حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب...... مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ چھتر دومیل مظفر آباد (۱۶) حضرت مولانا سعید یوسف صاحب...... مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن پلندری سدھنوتی (۱۷) حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب...... مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد (۱۸) حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب...... مہتمم جامعہ مفتاح

العلوم سرگودھا (۱۹) حضرت مولانا مفتی صلاح الدین صاحب...... مہتمم جامعہ دارالعلوم چمن قلعہ عبداللہ (۲۰) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب...... مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ عربیہ شیر گڑھ مردان (۲۱) حضرت مولانا حسین احمد صاحب...... ناظم تعلیمات جامعہ عثمانیہ پشاور (۲۲) حضرت مولانا فیض محمد صاحب...... مہتمم جامعۃ العلوم الشرعیہ کوشک خضدار (۲۳) حضرت مولانا اصلاح الدین حقانی صاحب...... شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لکی مروت (۲۴) حضرت مولانا ذاکر اللہ صاحب...... مہتمم جامعہ مدینۃ العلوم نویکلے باجوڑ ایجنسی (۲۵) حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب...... مہتمم جامعہ بنوریہ کراچی (۲۶) حضرت مولانا مفتی محمد مظہر شاہ صاحب...... مہتمم جامعہ اسعد بن زرارہ بہاولپور (۲۷) حضرت مولانا حق نواز صاحب...... مہتمم جامعہ دارالعلوم الصفہ سعید آباد کراچی (۲۸) حضرت مولانا قاضی نثار احمد صاحب...... مہتمم جامعہ اسلامیہ نصرت الاسلام گلگت (۲۹) حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب...... مہتمم جامعہ فاروقیہ شجاع آباد ملتان (رکنیت 2014ء)

......(۱۴)......

(۱۴۳۶ھ / ۲۰۱۵ء)

نمبر شمار	اسماء گرامی	الحاق نمبر	نام جامعہ بمع پتہ
1	حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (صدر)	01978	مہتمم جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
2	حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب (نائب صدر)	03401	مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی
3	حضرت مولانا انوار الحق صاحب (نائب صدر)	01573	نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ
4	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب (ناظم اعلیٰ)	01070	مہتمم جامعہ خیر المدارس اورنگ زیب روڈ ملتان
5	حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب	01877	صدر جامعہ دارالعلوم کراچی
6	حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب (ناظم پنجاب)	00541	مہتمم دارالعلوم فاروقیہ ڈھمیال روڈ راولپنڈی
7	حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن صاحب (ناظم سندھ)	03998	ناظم جامعہ عربیہ مفتاح العلوم سائیٹ ایریا حیدرآباد
8	حضرت مولانا حسین احمد صاحب (ناظم خیبر پختونخوا)	01214	ناظم تعلیمات جامعہ عثمانیہ نوتھیہ روڈ پشاور
9	حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب	00870	نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
10	حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب (خازن)	00850	مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ کامران بلاک لاہور
11	حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب (ناظم جنوبی پنجاب)	01027	مہتمم جامعہ فاروقیہ شجاع آباد ملتان
12	حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب	00453	مہتمم دارالعلوم عیدگاہ کبیروالہ خانیوال
13	حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب	00733	مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
14	حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب	00644	مہتمم جامعہ مفتاح العلوم چوک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

15	حضرت مولانا مفتی محمد مظہر شاہ صاحب		02728	مدرسہ اسعد بن زرارہ گلشن اقبال حاصل پور روڈ بہاولپور
16	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب		01545	دار العلوم اسلامیہ عربیہ شیر گڑھ، مردان
17	حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب		01523	جامعہ تعلیم القرآن ترنگڑی مانسہرہ
18	حضرت مولانا اصلاح الدین حقانی صاحب		01485	جامعہ دار العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن لکی مروت
19	حضرت مولانا محمد ادریس صاحب		02170	شیخ الحدیث جامعہ عربیہ انوار العلوم کنڈیاور نوشہرو فیروز
20	حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب		02721	جامعہ بنوریہ سائٹ ایریا کراچی
21	حضرت مولانا حق نواز صاحب		02076	جامعہ دار العلوم الصفہ سعید آباد بلدیہ ٹاؤن کراچی
22	حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب		02246	مہتمم دار العلوم الاسلامیہ چھتر دومیل مظفر آباد
23	حضرت مولانا سعید یوسف صاحب		02243	جامعہ اسلامیہ تعلیم القرآن پلندری ضلع سدھنوتی
24	حضرت مولانا مفتی صلاح الدین صاحب		03044	دار العلوم چمن صفہ ٹاؤن چمن، قلعہ عبداللہ
25	حضرت مولانا قاری مہر اللہ صاحب		00175	الجامعہ المرکزیہ تجوید القرآن سرکی روڈ اختر محمد روڈ کوئٹہ
26	حضرت مولانا فیض محمد صاحب		00098	جامعۃ العلوم الشرعیہ کوشک خضدار
27	حضرت مولانا قاضی نثار احمد صاحب		02261	جامعہ اسلامیہ نصرت الاسلام عیدگاہ روڈ گلگت
28	حضرت مولانا ذاکر اللہ صاحب		03445	جامعہ مدینۃ العلوم نویکلے، عنایت کلے خار باجوڑ ایجنسی

......(۱۵)......

(1437ھ/2016ء)

نمبر شمار	اسماء گرامی	الحاق نمبر	نام جامعہ بمع پتہ	ای میل ایڈریس
1	حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب (قائم مقام صدر)	03401	مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی	info@anuri.edu.pk
2	حضرت مولانا انوار الحق صاحب (نائب صدر)	01573	نائب مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ	haqqania@psh.infolink.net.pk
3	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب (ناظم اعلیٰ)	01070	مہتمم جامعہ خیر المدارس اورنگ زیب رڈ ملتان	info@khairulmadaris.com.pk

4	حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب	01877	صدر جامعہ دار العلوم کراچی	jamiadaruloomkhi@hotmail.com
5	حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب (ناظم پنجاب)	00541	مہتمم دارالعلوم فاروقیہ دھمیال روڈ راولپنڈی	junaidrasheed57@yahoo.com
6	حضرت مولانا حسین احمد صاحب (ناظم خیبر پختونخوا)	01214	ناظم تعلیمات جامعہ عثمانیہ نوتھیہ روڈ پشاور	hussainahmad559@gmail.com
7	حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب	00870	نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور	hfrahim@gmail.com
8	حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب (خازن)	00850	مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ کامران بلاک لاہور	darululoomislamia@yahoo.com
9	حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب (ناظم جنوبی پنجاب)	01027	مہتمم جامعہ فاروقیہ شجاع آباد ملتان	alfarooqia@gmail.com
10	حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب	00453	مہتمم دارالعلوم عید گاہ کبیر والہ خانیوال	owaisirshadahmad@gmail.com
11	حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب	00733	مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد	muhammadtayyabimdadia811@gmail.com
12	حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب	00644	مہتمم جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا	mufti.tahir@gmail.com mufti.tahir@yahoo.com
13	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب	01545	دارالعلوم اسلامیہ عربیہ شیر گڑھ، مردان	darululoomshergarh1952@gmail.com
14	حضرت مولانا اصلاح الدین حقانی صاحب	01485	جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن لکی مروت	islahuddinh@gmail.com
15	حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب	02721	جامعہ بنوریہ سائٹ ایریا کراچی	binoria@hotmail.com
16	حضرت مولانا سعید یوسف صاحب	02243	جامعہ اسلامیہ تعلیم القرآن پلندری ضلع سدھنوتی	arshadyousaf101@gmail.com
17	حضرت مولانا مفتی صلاح الدین صاحب	03044	دارالعلوم چمن صفہ ٹاؤن چمن، قلعہ عبداللہ	darululoomchaman@yahoo.com

18	حضرت مولانا فیض محمد صاحب	00098	جامعة العلوم الشرعیہ کوشک خضدار	
19	حضرت مولانا قاضی نثار احمد صاحب	02261	جامعہ اسلامیہ نصرت الاسلام عید گاہ روڈ گلگت	qazinisar21@gmail.com
20	حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب	06423	جامعہ دارالعلوم زکریا بستی انوار مدینہ ترنول اسلام آباد	aalim.news@gmail.com
21	حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب	01725	جامعہ دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور سانگھڑ	mohammadmoavia367 @yahoo.com
22	حضرت مولانا ظفر احمد قاسم صاحب	01137	جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی کالونی وہاڑی	irfankhanvr@gmail.com
23	حضرت مولانا مفتی مطیع اللہ صاحب	03923	ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ معرفت نیو طیب میڈیکل سٹور منان چوک کوئٹہ	ahuzaifa742@gmail.com
24	حضرت مولانا محمد انور صاحب	01491	جامعہ حلیمیہ درہ پیزو لکی مروت	jamiahalimia@gmail.com
25	حضرت مولانا ضیاء اللہ اخونزادہ صاحب	01423	جامعہ دارالعلوم سراج الاسلام کاہی ہنگو	akhonzadaziaullah@yahoo.com
26	حضرت مولانا قاری محبّ اللہ صاحب	05701	مدرسہ تعلیم القرآن کلاتھ مارکیٹ باغ محلّہ مینگورہ سوات	talimulquranswat@gmail.com
27	حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب	01516	جامعہ اشاعت الاسلام نزد کالج دوراہا مانسہرہ	nisarahmad33152@gmail.com
28	حضرت مولانا مفتی محمد خالد صاحب	01650	دارالعلوم اسلامیہ ہالا نیو مٹیاری	darululoomhala@hotmail.com
29	حضرت مولانا عبدالمنان صاحب	00194	جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم، شاہ کاریز معرفت جان بیوٹی سنٹر اڈا بازار ژوب روڈ لورالائی	

فہرست مدتِ اراکین مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

از1379ھ تا1437ھ، 1959ء تا/2016ء

نمبر شمار	اسماء گرامی	جامعہ	رکنیت از	تا	عرصہ رکنیت
1	حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ	شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور	14-05-1379 16-11-1959	07-06-1398 15-05-1978	19 سال
2	حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ	مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان	14-05-1379 16-11-1959	20-08-1390ھ 22-10-1970ء	11 سال
3	حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ	مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی	14-05-1379 16-11-1959	07-06-1398 15-05-1978	19 سال
4	حضرت مولانا مفتی محمودؒ	شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان	14-05-1379 16-11-1959	21-01-1401 30-11-1980	21 سال
5	حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہؒ	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	14-05-1379 16-11-1959	21-01-1401 30-11-1980	21 سال
6	حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ	مہتمم دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار	14-05-1379 16-11-1959	03-03-1393 07-05-1973	14 سال
7	حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ	مہتمم جامعہ دار العلوم کراچی	14-05-1379 16-11-1959	03-03-1393 07-05-1973	14 سال
8	حضرت مولانا فضل احمدؒ	مہتمم مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی	14-05-1379 16-11-1959	16-08-1382 13-01-1963	4 سال
9	حضرت مولانا مفتی محمد صادقؒ	جامعہ اسلامیہ بہاولپور	14-05-1379 16-11-1959	03-03-1393 07-05-1973	14 سال

10	حضرت مولانا قاری عبید اللہؒ	نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور	14-05-1379 16-11-1959	03-03-1393 07-05-1973	14 سال
11	حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ	مہتمم مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور	14-05-1379 16-11-1959	16-08-1382 13-01-1963	4 سال
12	حضرت مولانا عبد اللہؒ	صدر مدرس جامعہ رشیدیہ ساہیوال	14-05-1379 16-11-1959	03-03-1393 07-05-1973	14 سال
13	حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ	مہتمم مدرسہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا	14-05-1379 16-11-1959	03-03-1393 07-05-1973	14 سال
14	حضرت مولانا عبد الحنانؒ	مہتمم دار العلوم حنفیہ عثمانیہ راولپنڈی	14-05-1379 16-11-1959	03-03-1393 07-05-1973	14 سال
15	حضرت مولانا سید گل بادشاہؒ	مہتمم جامعہ اسلامیہ پاکستان اکوڑہ خٹک نوشہرہ	14-05-1379 16-11-1959	03-03-1393 07-05-1973	14 سال
16	حضرت مولانا عبد الحقؒ	مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ	14-05-1379 16-11-1959	21-01-1401 30-11-1980	21 سال
17	حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ	مہتمم مدرسہ تجوید القرآن بفہ مانسہرہ	14-05-1379 16-11-1959	16-08-1382 13-01-1963	4 سال
18	حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ	مہتمم مدرسہ منور الاسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ	14-05-1379 16-11-1959	16-08-1382 13-01-1963	4 سال
19	حضرت مولانا قاضی عبد الکریمؒ	مہتمم مدرسہ نجم المدارس کلاچی ڈی آئی خان	14-05-1379 16-11-1959	02-11-1409 07-06-1989	30 سال
20	حضرت مولانا عبد الرحمٰنؒ	شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ چارسدہ	14-05-1379 16-11-1959	16-08-1382 13-01-1963	4 سال
21	حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ	مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی	16-08-1382 13-01-1963	02-11-1409 07-06-1989	26 سال
22	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	صدر مدرس دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار	16-08-1382 13-01-1963	03-03-1393 07-05-1973	10 سال

23	حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوریؒ	مہتمم دار العلوم سرحد پشاور	16-08-1382 13-01-1963	02-11-1418 02-03-1998	35سال
24	حضرت مولانا عبد الخالقؒ	مہتمم دار العلوم عیدگاہ کبیر والا خانیوال	16-08-1382 13-01-1963	03-03-1393 07-05-1973	10سال
25	حضرت مولانا فضل محمدؒ	مہتمم جامعہ قاسم العلوم فقیر والی	16-08-1382 13-01-1963	07-06-1398 15-05-1978	15سال
26	حضرت مولانا محمد شفیعؒ	مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان	16-08-1382 13-01-1963	07-06-1398 15-05-1978	15سال
27	حضرت مولانا قاری عبد السمیعؒ	مہتمم جامعہ سراج العلوم سرگودھا	03-03-1393 07-05-1973	21-01-1401 30-11-1980	7سال
28	حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰنؒ	مہتمم جامعہ اسلامیہ راولپنڈی	03-03-1393 07-05-1973	21-01-1401 30-11-1980	7سال
29	حضرت مولانا منظور الحقؒ	مہتمم دار العلوم عیدگاہ کبیر والا خانیوال	03-03-1393 07-05-1973	07-06-1398 15-05-1978	5سال
30	حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ	مہتمم جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی بہاولپور	03-03-1393 07-05-1973	24-11-1425 06-01-2005	32سال
31	حضرت مولانا عبد الغنیؒ	مہتمم جامعہ ربانیہ بستی ریاض المسلمین ٹوبہ ٹیک سنگھ	03-03-1393 07-05-1973	21-01-1401 30-11-1980	7سال
32	حضرت مولانا عبد الرؤفؒ	پشاور	03-03-1393 07-05-1973	07-06-1398 15-05-1978	5سال
33	حضرت مولانا محمد شریفؒ	مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان	26-04-1393 30-05-1973	21-01-1401 30-11-1980	5سال
34	حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ	مفتی جامعہ قاسم العلوم ملتان	26-04-1393 30-05-1973	15-03-1417 01-08-1998	25سال
35	حضرت مولانا علی محمدؒ	مہتمم دار العلوم عیدگاہ کبیر والا خانیوال	07-06-1398 15-05-1978	21-01-1401 30-11-1980	2سال

36	حضرت مولانا عبدالواحدؒ	شیخ الحدیث جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ	07-06-1398 15-05-1978	21-01-1401 30-11-1980	2 سال
37	حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ	مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی	07-06-1398 15-05-1978	14-10-1411 29-04-1991	13 سال
38	حضرت مولانا سلیم اللہ خان	مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی	21-01-1401 30-11-1980	2015ء جاری	35 سال
39	حضرت مولانا فیض احمدؒ	مفتی جامعہ قاسم العلوم ملتان	21-01-1401 30-11-1980	25-06-1420 06-10-1999	19 سال
40	حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی	مہتمم جامعہ دارالعلوم کراچی	21-01-1401 30-11-1980	2015ء جاری	35 سال
41	حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ	مہتمم دارالعلوم فیصل آباد	21-01-1401 30-11-1980	09-06-1415 14-11-1994	14 سال
42	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری	مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان	21-01-1401 30-11-1980	2015ء جاری	35 سال
43	حضرت مولانا حمد اللہؒ	مہتمم جامعہ دینیہ دارالھدیٰ ٹھیڑی خیر پور	21-01-1401 30-11-1980	02-11-1409 07-06-1989	9 سال
44	حضرت مولانا غلام محمدؒ	جامعہ اسلامیہ شمس الھدیٰ کولاب جیل خیر پور	21-01-1401 30-11-1980	25-06-1420 06-10-1999	19 سال
45	حضرت مولانا سمیع الحق	مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ	21-01-1401 30-11-1980	02-11-1409 07-06-1989	9 سال
46	حضرت مولانا عبداللہؒ	مہتمم جامعہ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ اسلام آباد	21-01-1401 30-11-1980	02-11-1409 07-06-1989	9 سال
47	حضرت مولانا عبدالمجیدؒ	شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا لودھراں	21-01-1401 30-11-1980	01-02-2015	35 سال
48	حضرت مولانا محمد امینؒ	مہتمم جامعہ یوسفیہ شاہو وام ہنگو	21-01-1401 30-11-1980	02-11-1409 07-06-1989	9 سال

49	حضرت مولانا محمد حسن جانؒ	شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ پشاور	21-01-1401 30-11-1980	02-09-1428 13-09-2007	27 سال
50	حضرت مولانا محمد یوسفؒ	مہتمم دار العلوم تعلیم القرآن پلندری سدھنوتی	21-01-1401 30-11-1980	02-11-1409 07-06-1989	9 سال
51	حضرت مولانا انوار الحق	نائب مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ	02-11-1409 07-06-1989	2015ء جاری	26 سال
52	حضرت مولانا محمد حسن شاہؒ	مہتمم جامعہ حلیمیہ درہ پیزو لکی مروت	02-11-1409 07-06-1989	09-06-1415 14-11-1994	5 سال
53	حضرت مولانا عبد البر محمد قاسم	مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان	02-11-1409 07-06-1989	09-06-1415 14-11-1994	5 سال
54	حضرت مولانا مفتی نذیر احمد	مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد	02-11-1409 07-06-1989	24-11-1425 06-01-2005	16 سال
55	حضرت مولانا ارشد عبید صاحب	مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور	02-11-1409 07-06-1989	09-06-1415 14-11-1994	5 سال
56	حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی	مہتمم جامعہ اشرفیہ سکھر	07-06-1398 15-05-1978	09-06-1415 14-11-1994	16 سال
57	حضرت مولانا عبد الحق کوثرؒ	مدرس جامعہ شمس العلوم کھر ڑاہ خیر پور میرس	02-11-1409 07-06-1989	25-06-1420 06-10-1999	10 سال
58	حضرت مولانا محمد انورؒ	مہتمم دار العلوم عیدگاہ کبیر والا خانیوال	02-11-1409 07-06-1989	24-11-1425 06-01-2005	16 سال
59	حضرت مولانا عبد القدوس قارن	ناظم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ	02-11-1409 07-06-1989	09-06-1415 14-11-1994	5 سال
60	حضرت مولانا حبیب اللہ مختارؒ	مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی	14-10-1411 29-04-1991	01-07-1418 01-11-1997	6 سال
61	حضرت مولانا سید نصیب علی شاہؒ	مہتمم جامعہ المرکز الاسلامی بنوں	09-06-1415 14-11-1994	26-04-1431 12-04-2010	16 سال

62	حضرت مولانا فضل الرحیم	نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور	09-06-1415 14-11-1994	2015ء جاری	21 سال
63	حضرت مولانا مشرف علی تھانوی	مہتمم دار العلوم الاسلامیہ کامران بلاک لاہور	09-06-1415 14-11-1994	2015ء جاری	21 سال
64	حضرت مولانا عبد الغفور قاسمیؒ	مہتمم دار الفیوض الہاشمیہ سجاول ٹھٹھہ	09-06-1415 14-11-1994	26-04-1431 12-04-2010	16 سال
65	حضرت مولانا قاری مہر اللہ	مہتمم جامعہ مرکزیہ تجوید القرآن کوئٹہ	09-06-1415 14-11-1994	2015ء جاری	21 سال
66	حضرت مولانا عبد الحیٔ	ناظم تعلیمات جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ	09-06-1415 14-11-1994	02-11-1418 02-03-1998	4 سال
67	حضرت مولانا فضل الرحمٰن درخواستی	مہتمم جامعہ مخزن العلوم خان پور رحیم یار خان	09-06-1415 14-11-1994	25-06-1420 06-10-1999	5 سال
68	حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر	مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی	02-11-1418 02-03-1998	2015ء جاری	17 سال
69	حضرت مولانا امین الحق	مہتمم دار العلوم تعلیم القرآن باغ	02-11-1418 02-03-1998	25-06-1420 06-10-1999	1 سال
70	حضرت مولانا حافظ حسین احمد	مہتمم مدرسہ تحفیظ القرآن پارہوتی مردان	02-11-1418 02-03-1998	24-11-1425 06-01-2005	7 سال
71	حضرت مولانا محمد ادریس	شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم کنڈیارو نوشہرو فیروز	02-11-1418 02-03-1998	2015ء جاری	17 سال
72	حضرت مولانا مفتی محمد خالد	مہتمم دار العلوم الاسلامیہ ہالا	02-11-1418 02-03-1998	24-11-1425 06-01-2005	7 سال
73	حضرت مولانا مفتی احتشام الحق	مہتمم جامعہ رشیدیہ آسیا آباد تربت	02-11-1418 02-03-1998	25-06-1420 06-10-1999	1 سال
74	حضرت مولانا عبد اللہ جان	مہتمم جامعہ مخزن العلوم لورالائی	02-11-1418 02-03-1998	24-11-1425 06-01-2005	7 سال

75	حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ	مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن ترنگڑی مانسہرہ	02-11-1418 02-03-1998	2015ء جاری	17 سال
76	حضرت مولانا عبدالمجید	مہتمم جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام مظفر گڑھ	25-06-1420 06-10-1999	26-04-1431 12-04-2010	11 سال
77	حضرت مولانا قاضی عبدالرشید	مہتمم دارالعلوم فاروقیہ راولپنڈی	25-06-1420 06-10-1999	2015ء جاری	16 سال
78	حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن	مہتمم جامعہ دارالقرآن کرخ خضدار	25-06-1420 06-10-1999	24-11-1425 06-01-2005	6 سال
79	حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن	ناظم تعلیمات جامعہ مفتاح العلوم حیدر آباد	25-06-1420 06-10-1999	2015ء جاری	16 سال
80	حضرت مولانا محمد اکمل جتوئی	مہتمم جامعہ محمدیہ عربیہ لطیف آباد نواب شاہ	25-06-1420 06-10-1999	24-11-1425 06-01-2005	6 سال
81	حضرت مولانا میر حسن	مہتمم مدرسہ مصباح العلوم وارہ لاڑکانہ	25-06-1420 06-10-1999	24-11-1425 06-01-2005	6 سال
82	حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف	مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ مظفر آباد	25-06-1420 06-10-1999	2015ء جاری	16 سال
83	حضرت مولانا ارشاد احمد	مہتمم دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا خانیوال	24-11-1425 06-01-2005	2015ء جاری	10 سال
84	حضرت مولانا سعید یوسف	مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن پلندری سدھنوتی	24-11-1425 06-01-2005	2015ء جاری	10 سال
85	حضرت مولانا مفتی زرولی خان	مہتمم جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی	24-11-1425 06-01-2005	26-04-1431 12-04-2010	5 سال
86	حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمٰن	مہتمم جامعہ دارالعلوم مدنیہ بہاولپور	24-11-1425 06-01-2005	26-04-1431 12-04-2010	5 سال
87	حضرت مولانا مفتی محمد طیب	مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد	24-11-1425 06-01-2005	2015ء جاری	10 سال

88	حضرت مولانا عطاء اللہ شہاب	مہتمم جامعہ اسلامیہ نصرت الاسلام گلگت	24-11-1425 06-01-2005	26-04-1431 12-04-2010	5 سال
89	حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود	مہتمم جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا	24-11-1425 06-01-2005	2015ء جاری	10 سال
90	حضرت مولانا محمد قاسم	مہتمم دار العلوم الاسلامیہ عربیہ شیر گڑھ مردان	1429 2008	2015ء جاری	7 سال
91	حضرت مولانا مفتی صلاح الدین	مہتمم جامعہ دار العلوم چمن قلعہ عبداللہ	1429 2008	2015ء جاری	7 سال
92	حضرت مولانا ابو عمار زاہد الراشدی	شیخ الحدیث جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ	1429 2008	26-04-1431 12-04-2010	2 سال
93	حضرت مولانا حسین احمد	ناظم تعلیمات جامعہ عثمانیہ پشاور	26-04-1431 12-04-2010	2015ء جاری	5 سال
94	حضرت مولانا فیض محمد	مہتمم جامعۃ العلوم الشرعیہ کوشک خضدار	26-04-1431 12-04-2010	2015ء جاری	5 سال
95	حضرت مولانا اصلاح الدین حقانی	شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لکی مروت	26-04-1431 12-04-2010	2015ء جاری	5 سال
96	حضرت مولانا ذاکر اللہ	مہتمم جامعہ مدینۃ العلوم نویکلے باجوڑ ایجنسی	26-04-1431 12-04-2010	2015ء جاری	5 سال
97	حضرت مولانا مفتی محمد نعیم	مہتمم جامعہ بنوریہ کراچی	26-04-1431 12-04-2010	2015ء	5 سال
98	حضرت مولانا مفتی محمد مظہر شاہ	مہتمم جامعہ اسعد بن زرارہ بہاولپور	26-04-1431 12-04-2010	2015ء جاری	5 سال
99	حضرت مولانا حق نواز	مہتمم جامعہ دار العلوم الصفہ سعید آباد کراچی	26-04-1431 12-04-2010	2015ء جاری	5 سال
100	حضرت مولانا قاضی نثار احمد	مہتمم جامعہ اسلامیہ نصرت الاسلام گلگت	26-04-1431 12-04-2010	2015ء جاری	5 سال

101	حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی	مہتمم جامعہ فاروقیہ شجاع آباد ملتان	1435 2014	2015ء جاری	1 سال
102	حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی	مہتمم جامعہ دار العلوم زکریا ترنول اسلام آباد	28-12-1436 13-10-2015	2016ء	جاری
103	حضرت مولانا قاری عبد الرشید	ناظم اعلیٰ جامعہ دار العلوم الحسینیہ شہداد پور سانگھڑ	28-12-1436 13-10-2015		2016ء جاری
104	حضرت مولانا ظفر احمد قاسم	مہتمم جامعہ خالد بن ولید وہاڑی	28-12-1436 13-10-2015		2016ء جاری
105	حضرت مولانا مفتی مطیع اللہ	مہتمم دار العلوم حرمزئی پشین	28-12-1436 13-10-2015		2016ء جاری
106	حضرت مولانا محمد انور	جامعہ حلیمیہ درہ پیزو لکی مروت	28-12-1436 13-10-2015		2016ء جاری
107	حضرت مولانا ضیاء اللہ اخونزادہ	جامعہ دار العلوم سراج الاسلام کاہی ہنگو	28-12-1436 13-10-2015		2016ء جاری
108	حضرت مولانا قاری محب اللہ	مدرسہ تعلیم القرآن کلاتھ مارکیٹ مینگورہ سوات	28-12-1436 13-10-2015		2016ء جاری
109	حضرت مولانا عبد القدوس	مہتمم جامعہ اشاعت الاسلام مانسہرہ	28-12-1436 13-10-2015		2016ء جاری
110	حضرت مولانا مفتی محمد خالد	مہتمم دار العلوم الاسلامیہ ہالا نیو ٹنڈو محمد خان	28-12-1436 13-10-2015		2016ء جاری
111	حضرت مولانا عبد المنان	ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم لورالائی	28-12-1436 13-10-2015		2016ء جاری

فہرست اجلاس ہائے مجلس عاملہ

از 1959ء تا 2016ء مطابق 1379ھ تا 1437ھ

اجلاس نمبر	بمقام	مورخہ
1	جامعہ خیر المدارس ملتان	14 جمادی الاولیٰ 1379ھ مطابق 16 نومبر 1959ء
2	جامعہ خیر المدارس ملتان	15، 16 جمادی الاخریٰ 1379ھ/16، 17 دسمبر 1959ء
3	جامعہ خیر المدارس ملتان	20 شعبان 1379ھ مطابق 18 فروری 1960ء
4	جامعہ خیر المدارس ملتان	2 جمادی الاولیٰ 1380ھ مطابق 23 اکتوبر 1960ء
5	جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی	4، 5 صفر المظفر 1381ھ مطابق 18، 19 جولائی 1961ء
6	جامعہ اشرفیہ لاہور	12 جمادی الاولیٰ 1381ھ مطابق 19 اکتوبر 1961ء
7	جامعہ قاسم العلوم ملتان	15 شوال المکرّم 1381ھ مطابق 22 مارچ 1962ء
8	جامعہ خیر المدارس ملتان	3 ربیع الاول 1382ھ مطابق 15 اگست 1962ء
9	جامعہ قاسم العلوم ملتان	15 شعبان المعظم 1382ء مطابق 12 جنوری 1963ء
10	جامعہ خیر المدارس ملتان	6 ذیقعدہ 1382ھ مطابق یکم اپریل 1963ء
11	جامعہ قاسم العلوم ملتان	3 جمادی الاولیٰ 1383ھ مطابق 22 ستمبر 1963ء
12	جامعہ قاسم العلوم ملتان	27، 28 ذوالحجہ 1383ھ مطابق 10، 11 مئی 1964ء
13	جامعہ خیر المدارس ملتان	28 جمادی الاولیٰ 1384ھ مطابق 5 اکتوبر 1964ھ
14	جامعہ قاسم العلوم ملتان	27 ربیع الثانی 1387ھ/1967ء
15	جامعہ خیر المدارس ملتان	24 جمادی الاخریٰ 1388ھ/1968ء
16	جامعہ قاسم العلوم ملتان	3 ربیع الاول 1393ھ/1973ء

17	جامعہ قاسم العلوم ملتان	7 شعبان المعظم 1395ھ مطابق 12 اگست 1975ء
18	جامعہ قاسم العلوم ملتان	23 جمادی الاولیٰ 1396ھ مطابق 23 مئی 1974ء
19	جامعہ قاسم العلوم ملتان	13 شوال المکرّم 1398ھ مطابق 7 ستمبر 1978ء
20	جامعہ قاسم العلوم ملتان	5 جمادی الاولیٰ 1399ھ مطابق 3 اپریل 1979ء
21	جامعہ قاسم العلوم ملتان	**21 محرم 1401ھ مطابق 30 نومبر 1980ء**
22	راولپنڈی	15 ربیع الثانی 1401ھ مطابق 21 فروری 1981ء
23	جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی	10 شعبان المعظم 1401ء مطابق 13 جون 1981ء
24	جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ	یکم جمادی الاخریٰ 1402ھ مطابق 12 مارچ 1982ء
25	جامعہ قاسم العلوم ملتان	19 ذیقعدہ 1402ھ مطابق 8 ستمبر 1982ء
26	جامعہ قاسم العلوم ملتان	30 صفر المظفر 1403ھ مطابق 7 دسمبر 1982ء
27	جامعہ اشرفیہ سکھر	8 جمادی الاولیٰ 1403ھ مطابق 22 فروری 1983ء
28	جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ	15 شعبان المعظم 1403ھ مطابق 29 مئی 1983ء
29	جامعہ قاسم العلوم ملتان	22 صفر المظفر 1403ھ مطابق 28 نومبر 1983ء
30	جامعہ قاسم العلوم ملتان	8 جمادی الاخریٰ 1404ھ مطابق 12 مارچ 1984ء
31	جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی	19 شوال المکرّم 1404ھ مطابق 18 جولائی 1984ء
32	جامعہ قاسم العلوم ملتان	7،8 جمادی الاخریٰ 1404ھ مطابق 11،12 مارچ 1984ء
33	جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی	24 جمادی الاخریٰ 1405ھ مطابق 17 مارچ 1985ء
34	جامعہ خیر المدارس ملتان	8 ذیقعدہ 1405ھ مطابق 27 جولائی 1985ء
35	جامعہ دارالعلوم فیصل آباد	6 صفر المظفر 1406ھ مطابق 21 اکتوبر 1985ء
36	جامعہ قاسم العلوم ملتان	21 جمادی الاخریٰ 1406ھ مطابق 3 مارچ 1986ء
37	جامعہ قاسم العلوم ملتان	یکم صفر المظفر 1407ھ مطابق 6 اکتوبر 1986ء
38	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	23 شوال المکرّم 1408ھ مطابق 9 دسمبر 1988ء

39	جامعہ خیر المدارس ملتان	14 ذیعقدہ 1408ھ مطابق 29 جون 1988ء
40	جامعہ دار العلوم فیصل آباد	2،3 ذیقعدہ 1409ھ مطابق 7،8 جون 1989ء
41	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	یکم جمادی الاخریٰ 1410ھ مطابق 30 دسمبر 1989ء
42	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	24 جمادی الاولیٰ 1411ھ مطابق 13 دسمبر 1990ء
43	جامعہ اشرفیہ لاہور	13 شوال المکرّم 1411ھ مطابق 28 اپریل 1991ء
44	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	12 جمادی الاخریٰ 1412ھ مطابق 19 دسمبر 1991ء
45	جامعہ دار العلوم کراچی	21 محرم الحرام 1413ھ مطابق 23 جولائی 1992ء
46	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	2 جمادی الاولیٰ 1413ھ مطابق 29 اکتوبر 1992ء
47	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	24 شوال المکرّم 1413ھ مطابق 17 اپریل 1993ء
48	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	30 محرم الحرام 1414ھ مطابق 21 جولائی 1993ء
49	جامعہ اشرفیہ لاہور	9 جمادی الاخریٰ 1415ھ مطابق 14 نومبر 1994ء
50	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	30 محرم الحرام 1416ھ مطابق 29 جون 1995ء
51	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	8 ذیقعدہ 1416ھ مطابق 28 مارچ 1996ء
52	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	15 ربیع الاول 1417ھ مطابق یکم اگست 1996ء
53	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	10 شعبان المعظم 1417ھ مطابق 21 دسمبر 1996ء
54	جامعہ مخزن العلوم خانپور رحیم یار خان	10 ذیقعدہ 1417ھ مطابق 20 مارچ 1997ء
55	سنی بینک مری راولپنڈی	3 صفر المظفر 1418ھ مطابق 11 جون 1997ء
56	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	5 جمادی الاخریٰ 1418ھ مطابق 18 اکتوبر 1997ء
57	دار العلوم الاسلامیہ کامران بلاک لاہور	9 رجب 1418ھ مطابق 10 اکتوبر 1997ء
58	جامعہ اشرفیہ لاہور	یکم ذیعقدہ 1418ھ مطابق یکم مارچ 1998ء
59	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	7 ربیع الاول 1419ھ مطابق 2 جولائی 1998ء
60	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	7 ذیقعدہ 1419ھ مطابق 24 فروری 1999ء

61	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	24 جمادی الاخریٰ 1420ھ مطابق 5 اکتوبر 1999ء
62	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	20 شعبان المعظم 1420ھ مطابق 28 نومبر 1999ء
63	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	27 محرم الحرام 1421ھ مطابق 3 مئی 2000ء
64	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	3 جمادی الاخریٰ 1421ھ مطابق 4 ستمبر 2000ء
65	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	17 شوال المکرّم 1422ھ مطابق 13 جنوری 2001ء
66	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	7 محرام الحرام 1422ھ مطابق 2 اپریل 2001ء
67	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	11 رجب المرجب 1422ھ مطابق 29 ستمبر 2001ء
68	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	یکم ذیقعدہ 1422ھ مطابق 16 جنوری 2002ء
69	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	27 ربیع الاول 1423ھ مطابق 9 جون 2002ء
70	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	6 جمادی الاولیٰ 1423ھ مطابق 17 جولائی 2002ء
71	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	21 ربیع الثانی 1424ھ مطابق 22 جون 2003ء
72	مری، راولپنڈی	19 جمادی الاولیٰ 1424ھ مطابق 20 جولائی 2003ء
73	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	22 شعبان المعظم 1424ھ مطابق 19 اکتوبر 2003ء
74	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	25 محرم الحرام 1425ھ مطابق 17 مارچ 2004ء
75	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	23 ذیقعدہ 1425ھ مطابق 5 جنوری 2005ء
76	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	22 جمادی الاولیٰ 1426ھ مطابق 30 جون 2005ء
77	جامع مسجد دار السلام نزد کیپٹل ہسپتال اسلام آباد	6 شعبان المعظم 1426ھ مطابق 11 ستمبر 2005ء
78	جامعہ دار العلوم الاسلامیہ چھتر دومیل مظفر آباد	21 شوال المکرّم 1426ھ مطابق 24 نومبر 2005ء
79	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	4 ربیع الثانی 1427ھ مطابق 3 مئی 2006ء
80	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	6 ذیقعدہ 1427ھ مطابق 28 نومبر 2006ء
81	جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی	14 محرم الحرام 1428ھ مطابق 3 فروری 2007ء
82	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	29 ربیع الاول ویکم ربیع الثانی 1428ھ/18،19 اپریل 2007ء

83	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	21 رجب المرجب 1428ھ مطابق 6 اگست 2007ء
84	جامعہ دار العلوم کراچی	4 شعبان المعظم 1428ھ 18 اگست 2007ء
85	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	14 جمادی الاخریٰ 1429ھ مطابق 19 جون 2008ء
86	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	13 ذیقعدہ 1429ھ مطابق 12 نومبر 2008ء
87	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	11 ربیع الثانی 1430ھ مطابق 8 اپریل 2009ء
88	جامعہ فاروقیہ فیز 2 کراچی	یکم صفر المظفر 1431ھ مطابق 17 جنوری 2010ء
89	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	25 ربیع الثانی 1431ھ مطابق 11 اپریل 2010ء
90	جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی	3 صفر المظفر 1432ھ مطابق 8 جنوری 2011ء
91	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	22 شوال المکرّم 1432ھ مطابق 21 ستمبر 2011ء
92	مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان	3 جمادی الاخریٰ 1433ھ مطابق 25 اپریل 2012ء
93	جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی	29 ذوالحجہ 1433ھ مطابق 15 نومبر 2012ء
94	جامعہ اشرفیہ لاہور	14، 15 ربیع الثانی 1434ھ/25، 26 فروری 2013ء
95	وفاق ہاؤس، گرین ایونیو اسلام آباد	29 محرم و یکم صفر 1435ھ مطابق 4، 5 دسمبر 2013ء
96	جامعہ دار العلوم کراچی	16 ربیع الثانی 1435ھ مطابق 17 فروری 2014ء
97	جامعہ فاروقیہ کراچی	13، 14 رجب 1435ھ 13، 14 مئی 2014ء
98	ریگالیہ ہوٹل اسلام آباد	16 ربیع الاول 1436ھ مطابق 8 جنوری 2015ء
99	جامعہ دار العلوم کراچی	21 ربیع الثانی 1436ھ مطابق 11 فروری 2015ء
100	مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان	24 رجب 1436ھ مطابق 13 مئی 2015ء
101	مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان	یکم ودو صفر 1437ھ مطابق 14، 15 نومبر 2015ء
102	جامعہ اشرفیہ لاہور	11 جمادی الاخریٰ 1437ھ مطابق 29 مارچ 2016ء

اجلاس ہائے مجلس شوریٰ/ابتدائی تنظیمی کمیٹی

از 1959ء تا 2015ء مطابق 1378 تا 1436ھ

اجلاس ہائے تنظیمی کمیٹی

اجلاس نمبر	بمقام	مورخہ
1	دارالعلوم اسلامیہ اشرف آباد ٹنڈو الہ یار	23 شوال 1378ھ مطابق 2 مئی 1959ء
2	جامعہ خیر المدارس ملتان	16، 17 ذیقعدہ 1378ھ مطابق 26 مئی 1959ء
3	جامعہ خیر المدارس ملتان	16، 17 ذوالحجہ 1378ھ مطابق 24، 25 جون 1959ء
4	جامعہ خیر المدارس ملتان	13 ربیع الثانی 1379ھ مطابق 17 اکتوبر 1959ء

اجلاس ہائے مجلس شوریٰ

اجلاس نمبر	بمقام	مورخہ
1	جامعہ خیر المدارس ملتان	14، 15 ربیع الثانی 1379ھ مطابق 18، 19 اکتوبر 1959ء
2	جامعہ خیر المدارس ملتان	3 جمادی الاولیٰ 1380ھ مطابق 24 اکتوبر 1960ء
3	جامعہ اشرفیہ لاہور	12 جمادی الاولیٰ 1381ھ مطابق 23 اکتوبر 1961ء
4	جامعہ قاسم العلوم ملتان	15 شعبان المعظم 1382ھ مطابق 12 جنوری 1963ء
5	جامعہ خیر المدارس ملتان	4، 5 جمادی الاولیٰ 1383ھ مطابق 23، 24 ستمبر 1963ء
6	جامعہ خیر المدارس ملتان	29 جمادی الاولیٰ 1384ھ مطابق 6 اکتوبر 1964ء
7	جامعہ خیر المدارس ملتان	25 جمادی الاخریٰ 1388ھ مطابق 1968ء
8	جامعہ قاسم العلوم ملتان	5 شوال المکرّم 1387ھ مطابق 28 دسمبر 1968ء
9	جامعہ خیر المدارس ملتان	4 جمادی الاولیٰ 1389ھ مطابق 20 جولائی 1969ء

10	جامعہ قاسم العلوم ملتان	26 ربیع الثانی 1393ھ مطابق 30 مئی 1973ء
11	جامعہ عثمانیہ محلّہ ورکشاپی راولپنڈی	18 ذیقعدہ 1396ھ مطابق 10 نومبر 1976ء
12	جامعہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور	7 جمادی الثانی 1398ھ مطابق 15 مئی 1978ء
13	جامعہ قاسم العلوم ملتان	21 محرم الحرام 1401ھ مطابق 30 نومبر 1980ء
14	جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی	13 شعبان المعظم 1401ھ مطابق 16 جون 1981ء
15	جامعہ دار العلوم فیصل آباد	7 صفر المظفر 1406ھ مطابق 22 اکتوبر 1985ء
16	جامعہ دار العلوم فیصل آباد	3 ذیقعدہ 1409ھ مطابق 8 جون 1989ء
17	جامعہ اشرفیہ لاہور	14 شوال المکرّم 1411ھ مطابق 19 اپریل 1991ء
18	جامعہ اشرفیہ لاہور	9 جمادی الاخریٰ 1415ھ مطابق 14 نومبر 1994ء
19	جامعہ اشرفیہ لاہور	2 ذیقعدہ 1418ھ مطابق 2 مارچ 1998ء
20	مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان	25 جمادی الاخریٰ 1420ھ مطابق 6 اکتوبر 1999ء
21	مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان	12 رجب المرجب 1422ھ مطابق 30 ستمبر 2001ء
22	مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان	22 ربیع الثانی 1424ھ مطابق 23 جون 2003ء
23	مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان	23 شعبان المعظم 1424ھ مطابق 20 اکتوبر 2003ء
24	مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان	24 ذیقعدہ 1425ھ مطابق 6 جنوری 2005ء
25	مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان	7 ذیقعدہ 1427ھ مطابق 29 نومبر 2006ء
26	مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان	22 رجب المرجب 1428ھ مطابق 7 اگست 2007ء
27	مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان	12 ربیع الثانی 1430ھ مطابق 9 اپریل 2009ء
28	مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان	26 ربیع الثانی 1431ھ مطابق 12 اپریل 2010ء
29	جامعہ خیر المدارس ملتان	4 جمادی الاخریٰ 1433ھ مطابق 26 اپریل 2012ء
30	جامعہ دار العلوم کراچی	22 ربیع الثانی 1436ھ مطابق 12 فروری 2015ء
31	مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان	24 رجب المرجب 1436ھ مطابق 13 مئی 2015ء

صوبائی ناظمین و مسئولین وفاق المدارس

مولانا عبدالمجید
ناظم مرکزی دفتر وفاق المدارس

وفاق المدارس، دینی مدارس کا ایک مشترکہ بورڈ اور تنظیم کا نام ہے، اس لیے ملک بھر کے مدارس کی نگرانی، نصاب و نظامِ تعلیم میں ہم آہنگی کے لیے ان ہی مدارس سے ان مقاصد کی تکمیل کے لیے افراد لینے کی ہمیشہ ضرورت رہی ہے، مجلس عاملہ، مجلس شوریٰ، مجلس عمومی، اس کا ایک حصہ ہیں، شروع میں مختلف علاقوں کے لیے وفاق کے نمائندوں کا تقرر ہوتا تھا اور اس کے لیے ''ناظر'' کا نام دیا جاتا تھا، درمیان میں وہ سلسلہ منقطع ہو گیا تھا، ۱۴۱۹ھ سے اسے دوبارہ بحال کیا گیا لیکن اب اس نمائندہ کو ''مسئول وفاق'' کا نام دے دیا گیا ہے، اسی طرح صوبائی سطح پر ناظمین کا سلسلہ بھی شروع میں نہیں تھا، دفتر کے دائرہ کار کی وسعت کے بعد اس کی بھی ضرورت محسوس کی گئی ذیل میں صوبائی ناظمین اور مسئولین سے متعلقہ بعض امور کی تفصیل دی جا رہی ہے۔

صوبائی دفاتر کے قیام کا فیصلہ

وفاق کے کام میں وسعت کے پیش نظر صوبائی دفاتر کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ یکم و دو صفر المظفر 1437ھ مطابق 14، 15 نومبر 2015ء میں اس کی اصولی منظوری دی گئی کہ چاروں صوبائی دارالحکومتوں میں دفاتر قائم کیے جائیں اور اسلام آباد کے دفتر کو بھی فعال کیا جائے۔ تاہم جب صوبائی ناظمین کا تقرر ہوا تو عارضی طور پر ان کے ہاں دفاتر قائم کیے گئے۔

بعد ازاں اجلاس مجلس عاملہ منعقدہ یکم و دو صفر المظفر 1438ھ مطابق 2، 3 نومبر 2016ء میں طے ہوا کہ صوبائی سطح پر باقاعدہ دفاتر قائم کیے جائیں گے، جب تک قائم نہ ہوں تو ناظمین کے دفاتر ان کے قائم مقام ہونگے اور وہیں پر کام ہوتا رہے گا۔

صوبائی ناظمین کا تقرر

1436ھ میں عہدیداران کے انتخاب کے بعد تمام کمیٹیوں کی تشکیل نو ہوئی اور حضرت صدر وفاق نے بمشورہ ناظم اعلیٰ صوبائی ناظمین کا تقرر بھی فرمایا۔ چونکہ وفاق کے کام میں دن بدن وسعت اور مدارس کے مسائل میں روز بروز اضافہ ہوتا

جارہا ہے۔اس لئے ہر صوبے میں دو دو ناظم مقرر کئے گئے۔چونکہ دستور میں کل چار ناظمین ہیں۔لہٰذا ہر صوبے میں ایک ناظم اور ایک معاون ناظم ہوگا۔صوبائی ناظمین و معاون ناظمین کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب، حضرت مولانا امداد اللہ صاحب، حضرت مولانا حسین احمد صاحب، حضرت مولانا مفتی صلاح الدین صاحب، حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب، حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب، حضرت مولانا اصلاح الدین حقانی صاحب اور حضرت مولانا مفتی مطیع اللہ صاحب۔

صوبائی ناظمین کے اختیارات

مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس منعقدہ یکم و دو صفر المظفر 1437ھ مطابق 14، 15 نومبر 2016ء میں ناظمین کو درج ذیل فرائض و اختیارات تفویض کیے۔

(1)......صدرِ وفاق اور ناظم اعلیٰ کی طرف سے مفوضہ امور کو بجالانا۔

(2)......مدارس و جامعات کے معیار تعلیم و تربیت کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا۔

(3)...... اپنے متعلقہ علاقہ میں وفاق کے جملہ امور کی نگرانی کرنا۔

(4)......وفاق کے نصاب تعلیم اور قواعد و ضوابط میں وقتاً فوقتاً ہونے والی تبدیلی سے مدارس کو آگاہ رکھنا۔

(5)......مدارس میں وفاق کے فیصلوں کی اہمیت کو اجاگر کرنا، منظور شدہ فیصلوں پر عملدرآمد کروانا اور تنفیذ کی نگرانی کرنا۔

(6)......مدارس میں باہمی ربط اور ان کی مشکلات کے حل کے لئے کوشش کرنا۔

(7)......صوبائی سطح پر وفاق کے اجتماعات و تقریبات کے لئے انتظام و انصرام کرنا۔

(8)......مدارس میں ہم نصابی سرگرمیوں (مثلاً مقابلہ حسن قراءت، تقریری مقابلے اور مقابلہ مضمون نویسی و مقالہ جات) کو فروغ دینا/ کی حوصلہ افزائی کرنا۔

(9)......صوبائی دفاتر کا نظم چلانا، مدارس کی بروقت اور صحیح راہنمائی کرنا۔

(10)......حسب ضرورت/ہدایت مدارس کے معائنے کرنا اور ان کی کارکردگی سے مرکزی قیادت کو آگاہ رکھنا۔

(11)......وفاق کے دستور کی خلاف ورزی/ جعلسازی میں ملوث افراد/ اداروں پر نظر رکھنا، مرکزی قیادت کو اس سے باخبر رکھنا اور جعلسازی کے سدباب کے لئے موثر لائحہ عمل تجویز کرنا۔

(12)......مدارس کے الحاق کے لئے حتمی سفارش کرنا۔

(13)......مسئولین کے ذریعے امتحانی نظم کی نگرانی کرنا، مسئولین اور کوآرڈی نیٹرز کی کارکردگی پر نظر رکھنا۔نیز مسئولین و کو

آرڈی نیٹرز کی تشکیل کے لئے حضرت صدر وفاق وحضرت ناظم اعلیٰ وفاق کو سفارشات پیش کرنا۔

(14)......مدارس کی کارکردگی اجاگر کرنے اور مدارس کے تحفظ و بقاء کے لئے میڈیا سے رابطہ استوار کرنا اور وفاق کی پالیسیوں کی تشہیر کرنا۔

(15)......صوبائی سطح پر انتظامیہ / حکومت سے رابطے میں رہنا اور مدارس کی مشکلات کے ازالے کی سعی کرنا۔

ناظرین کا تقرر......

وفاق کے نظام میں استحکام لانے کی خاطر غیر ملحقہ مدارس کو الحاق کی ترغیب دینے اور ملحقہ مدارس کے تعلیمی نظام کا وقتاً فوقتاً جائزہ لینے کو نہایت اہم اور ضروری خیال کیا گیا۔ چنانچہ مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ 3 جمادی الاولیٰ 1380ھ مطابق 24 اکتوبر 1960ء میں ''وفاق'' کے نظام کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے مغربی پاکستان کو بیس حلقوں میں تقسیم کیا گیا اور ہر حلقے میں ایک ناظر مقرر کر دیا گیا۔ ناظرین کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(1) حلقہ کراچی۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب ناظم مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی۔ (2) حلقہ حیدر آباد۔ حضرت مولانا محبوب الٰہی صاحب مدرس دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار۔ (3) حلقہ سکھر۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب تھانوی ناظم مدرسہ اشرفیہ سکھر۔ (4) حلقہ کوئٹہ۔ حضرت مولانا عرض محمد صاحب مہتمم مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ۔ (5) حلقہ بہاولپور۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب خطیب جامع مسجد بہاولپور۔ (6) حلقہ ملتان۔ حضرت مولانا محمد شریف صاحب کشمیری۔ صدر مدرس مدرسہ خیر المدارس ملتان۔ (7) حلقہ وہاڑی۔ حضرت مولانا علی محمد صاحب مدرس دار العلوم عید گاہ کبیر والہ۔ (8) حلقہ مظفر گڑھ۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔ (9) حلقہ منٹگمری۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ میاں چنوں۔ (10) حلقہ جھنگ۔ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب جالندھری صدر مدرس جامعہ رشیدیہ منٹگمری (11) حلقہ لائل پور فیصل آباد۔ حضرت مولانا سیاح الدین صاحب صدر مدرس اشاعت العلوم لائل پور۔ (12) حلقہ لاہور۔ حضرت مولانا حامد میاں صاحب مہتمم مدرسہ جامعہ مدنیہ لاہور۔ (13) حلقہ گوجرانوالہ۔ حضرت مولانا محمد خلیل صاحب مہتمم مدرسہ اشرف العلوم سرگودہا۔ (14) حلقہ سرگودہا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ سراج العلوم سرگودہا۔ (15) حلقہ جہلم۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مہتمم مدرسہ اظہار العلوم چکوال (16) حلقہ راولپنڈی۔ حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب ناظم مدرسہ دار العلوم حنفیہ عثمانیہ راولپنڈی (17) حلقہ اکوڑہ خٹک۔ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب بنوری مہتمم دار العلوم سرحد پشاور۔ (18) حلقہ پشاور۔ حضرت مولانا عبد الحق صاحب مہتمم مدرسہ حقانیہ اکوڑہ خٹک (19) حلقہ بنوں۔ حضرت مولانا محمد حلیم صاحب مدرس مدرسہ عربیہ سراج العلوم بنوں۔ (20) حلقہ ڈیرہ اسماعیل خان۔ حضرت مولانا قاضی عبد الکریم صاحب

مہتمم نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔

ناظرین کے مفوضہ امور:

طے ہوا کہ ناظرین مرکز کو مندرجہ ذیل امور کی رپورٹ دیں گے:

(1)......تعداد اساتذہ درجہ وار (عربی۔فارسی۔اردو۔قرآن)

(2)......تعداد طلبہ درجہ وار۔(عربی۔فارسی۔اردو۔قرآن)

(3)......نصاب تعلیم منظور شدہ کی پابندی کس حد تک ہو رہی ہے۔

(4)......نظام تعلیم کے قواعد کی پابندی کس حد تک ہو رہی ہے۔

(5)......صفائی و حسابات کے متعلق ہدایات۔

(6)......مدرسہ کے متعلق اپنے خصوصی تاثرات پیش کرے۔ دربارہ تعلیمی کیفیت و طریق تعلیم و اخلاق طلبہ اور انتظام مطالعہ و تکرار۔

ناظرین کو یہ خصوصی ہدایت کی گئی کہ جو مدارس ''وفاق'' کے ساتھ ملحق نہیں ہیں، اپنے اپنے حلقے کے ایسے مدارس کی فہرست تیار کر کے دفتر کو بھجوائیں اور ان مدارس کو الحاق کے لئے متوجہ کریں۔

ضلعی نمائندوں (مسئولین) کا تقرر

وفاق کے کام میں توسیع کے پیش نظر مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 7 ربیع الاول 1419ھ مطابق 2 جولائی 1998ء میں ہر ضلع کے اندر وفاق کے ایک نمائندہ کے تقرر کی منظوری دی گئی اور طے ہوا کہ نمائندہ وفاق کی حیثیت رکن عاملہ کے معاون کی ہوگی۔

چنانچہ اس فیصلہ کی روشنی میں بعض جگہ ضلع کی سطح پر اور بعض ڈویژن کی سطح پر مسئولین مقرر کئے گئے۔ ابتدائی طور پر ملک بھر میں 31 مسئولین مقرر ہوئے۔ حسب ضرورت ان میں اضافہ ہوتا رہا۔ اس وقت کل 90 مسئولین اپنے اپنے علاقوں میں وفاق کے امور کی نگرانی کرتے ہیں۔

مسئول کی اہلیت کی شرائط

وفاق کے امور کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ناظمین کے اجلاس منعقدہ 5، 6 جمادی الاخریٰ 1437ھ مطابق 14، 15 فروری 2016ء میں مسئولین وفاق کے لئے درج ذیل اہلیت، شرائط اور فرائض مقرر کئے گئے۔

(1)......وفاق کے ساتھ ملحق ایسے ادارے سے تعلق ہو جو علاقے کا معیاری ادارہ ہو۔

(2)......وفاق کے امور سے واقفیت اور دلچسپی ہو۔

(3)......وقیع اور پر وقار شخصیت کا مالک ہو۔

(4)......صاحب رائے اور صاحب تقویٰ ہو۔

(5)......غیر متنازع ہو اور علاقائی طور پر مدارس کے لئے قابل قبول ہو۔

(6)......متحرک، فعال اور انتظامی صلاحیت رکھتا ہو نیز وفاق کے امور کے لئے وقت دے سکتا ہو۔

(7)......وفاق کے اکابرین کا اعتماد حاصل ہو۔

(8)......مقامی انتظامیہ کے ساتھ بہتر تعلقات کا حامل ہو۔

(9)......مسئولین کا تقرر ناظمین کی مشاورت سے ہوگا۔

(10)......ابتدائی تقرر عارضی طور پر ایک سال کے لئے ہوگا اور استقلال کارکردگی سے مشروط ہوگا۔

(11)......مجاز اتھارٹی کوئی وجہ بتائے بغیر مسئولیت ختم کر سکے گی۔

ذمہ داریاں

(1)......مدارس کے جدید الحاق، تجدید الحاق اور ترقی الحاق کے لئے بذات خود معائنہ کرنا۔

(2)......سالانہ امتحانات کے لئے مراکز کے قیام اور نگران عملہ کی تقرری کی سفارشات دفتر وفاق کو ارسال کرنا۔

(3)......دوران امتحان مراکز کا معائنہ کرنا۔

(4)......گاہے بگاہے مدارس کے حالات سے آگاہی رکھنا اور دفتر وفاق کو اس سے مطلع کرنا۔

(5)......ہر قسم کی وابستگی سے بالاتر ہو کر اپنی ذمہ داری انجام دینا۔

(6)......مدارس کے مسائل کے حل کے لئے مقامی انتظامیہ سے رابطہ رکھنا اور حسب ضرورت مذاکرات کرنا۔

(7)......وفاق کی طرف سے مفوضہ امور کو بجالانا۔

(8)......وفاق کی پالیسی اور قواعد وضوابط سے مدارس کو آگاہ رکھنا اور تشہیر کرنا۔

(9)......مقامی سطح پر مدارس کے باہمی ربط کو مضبوط بنانے کے لئے کوشش کرنا۔

فہرست مسئولین (1437ھ/2016ء)

پنجاب

نمبر شمار	سلسلہ	نام مسئول	مدرسہ/جامعہ مع پتہ	متعلقہ علاقے	موبائل نمبر
1	1	حضرت مولانا مفتی محمد مظہر شاہ	جامعہ اسعد بن زرارہ گلشن اقبال بہاولپور	بہاولپور	0323-3686181 0300-9686181
2	2	حضرت مولانا معین الدین	جامعہ اسلامیہ صادقیہ عباسیہ منچن آباد بہاولنگر	بہاولنگر	0302-6983516
3	3	حضرت مولانا عامر فاروق عباسی	جامعہ رحیمیہ ترتیل القرآن مرکزی عیدگاہ رحیم یار خان	رحیم یار خان	0300-6727576
4	4	حضرت مولانا رشید احمد شاہجمالی	جامعہ فاطمۃ الزہراء بلاک ڈبلیو ڈیرہ غازیخان	ڈیرہ غازیخان، راجن پور حفظ وکتب بنات	0333-6474570
5	5	حضرت مولانا مفتی خالد محمود	جامعہ قاسمیہ ڈیرہ غازیخان	ڈیرہ غازیخان، راجن پور (بنین)	0300-7513351 0333-7513351
6	6	حضرت مولانا عبدالمجید	جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید مظفرگڑھ	مظفرگڑھ، لیہ کتب بنات	0301-4040649 0336-4040649
7	7	حضرت مولانا محمد عمر قریشی	جامعہ فرقانیہ دار المبلغین کوٹ ادو مظفرگڑھ	مظفرگڑھ، لیہ کتب بنین وحفظ	0300-7480162
8	8	حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن	جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی	راولپنڈی حفظ	0300\5392432
9	9	حضرت مولانا محمد قاسم	دارالعلوم فاروقیہ راولپنڈی	راولپنڈی کتب	0300-9176048 0321-5110162
10	10	حضرت مولانا محمد انس	جامعہ جابر بن عبداللہ نرتوپہ اٹک	اٹک	0307-5107106

11	11	حضرت مولانا قاری ابوبکر	جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم	جہلم کتب	0321-9511855
12	12	حضرت مولانا قاری خالقداد	جامعہ حسینیہ نزد اڈہ نکودر منگلا روڈ براستہ دینہ جہلم	جہلم حفظ	0321-9525717 0333-5825717
13	13	حضرت مولانا غلام مرتضیٰ	جامعہ دار العلوم حنفیہ چکوال	چکوال کتب	0300-5005808 0300-5476132
14	14	حضرت مولانا عبید الرحمٰن انور	خطیب مرکزی جامع مسجد عیدگاہ تلہ گنگ چکوال	چکوال حفظ	0313-5303364 0333-9000361
15	15	حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود	جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا	سرگودھا، خوشاب	0300-9600464 0321-9600464
16	16	حضرت مولانا صفی اللہ صاحب	جامعہ قادریہ بھکر	بھکر	0333-6840685
17	17	حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم	جامعہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ میانوالی	میانوالی	0333-6832554
18	18	حضرت مولانا نذیر احمد شاہ	جامعہ فاروق اعظم رشید آباد جھنگ روڈ فیصل آباد	فیصل آباد کتب بنین	0300-7250871
19	19	حضرت مولانا قاری محمد یاسین	جامعہ دار القرآن عقب کریسنٹ ملز فیصل آباد	فیصل آباد کتب بنات وحفظ	0322-2279999 0300-6606434
20	20	حضرت مولانا قاری محمد انور	جامعہ ربانیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ	ٹوبہ ٹیک سنگھ	0311-0300257 0301-7282257
21	21	حضرت مولانا عبد الرحیم	جامعہ محمودیہ گوجرہ روڈ جھنگ	جھنگ کتب	0300-6503351
22	22	حضرت مولانا قاری محمد شفیق	جامعہ رشیدیہ قاسمی شہید کالونی جھنگ	جھنگ حفظ	0301-4585891 0332-7506232
23	23	حضرت مولانا سیف اللہ خالد	جامعہ اسلامیہ امدادیہ نزد شمس ٹیکسٹائل ملز چنیوٹ	چنیوٹ کتب	0321-7701988

0321-7701733	چنیوٹ حفظ	جامعہ انوار القرآن محلّہ قادر آباد چنیوٹ	مولانا قاری عبدالحمید حامد	24	24
0321-6436036	گوجرانوالہ، حافظ آباد (کتب)	مدرسہ اشرف العلوم محلّہ باغبانپورہ گوجرانوالہ	حضرت مولانا محمد نعیم اللہ	25	25
0300-7793290 0300-8625100 0322-5604050	گوجرانوالہ، حافظ آباد (حفظ)	جامعہ قاسمیہ قاسم ٹاؤن، سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ	حضرت مولانا گلزار احمد قاسمی	26	26
0300-8626539	گجرات، منڈی بہاؤالدین (کتب)	مدرسۃ العلوم الفاروقیہ ساکہ، کھاریاں گجرات	حضرت مولانا الیاس احمد	27	27
0300-6024859	گجرات، منڈی بہاؤالدین (حفظ)	مدرسہ انوار مدینہ میانہ گوندل ملکوال ،منڈی بہاؤالدین	حضرت مولانا قاری عبدالواحد	28	28
0300-7426324 0333-8230812	سیالکوٹ	دارالعلوم مدنیہ نسبت روڈ ڈسکہ کلاں سیالکوٹ	حضرت مولانا محمد طیب	29	29
0321-4109755	لاہور کتب	جامعۃ المنظور الاسلامیہ عیدگاہ صدر لاہور کینٹ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن	30	30
0300-4779944	لاہور حفظ	جامعہ اشرفیہ لاہور	حضرت مولانا مفتی خرم یوسف	31	31
0333-4294107	شیخوپورہ، ننکانہ	جامعہ فاروقیہ شیخوپورہ	حضرت مولانا محمد طاہر عالم	32	32
0300-8090882 0320-8090882	قصور	جامعہ رحیمیہ ترتیل القرآن نظام پور روڈ بھسر پور قصور	حضرت مولانا قاری مشتاق احمد	33	33
0321-6929172	ساہیوال، اوکاڑہ	جامعہ رشیدیہ جی ٹی روڈ نزد غلہ منڈی ساہیوال	حضرت مولانا کلیم اللہ رشیدی	34	34
0300-6851059	لودھراں	جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا، لودھراں	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن	35	35

نمبر شمار	سلسلہ	نام مسئول	مدرسہ/جامعہ مع پتہ	متعلقہ علاقے	موبائل نمبر
36	36	حضرت مولانا ارشاد احمد	جامعہ دار العلوم عید گاہ کبیر والہ خانیوال	خانیوال	0300-7891475
37	37	حضرت مولانا محمد نواز	جامعہ قادریہ حنفیہ خانیوال روڈ ملتان	ملتان	0300-6335484
38	38	حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی	جامعہ فاروقیہ شجاع آباد ملتان	شجاع آباد، جلالپور	0300-7332265 0321-7324265

اسلام آباد/آزاد کشمیر

نمبر شمار	سلسلہ	نام مسئول	مدرسہ/جامعہ مع پتہ	متعلقہ علاقے	موبائل نمبر
1	39	حضرت مولانا ظہور احمد علوی	جامعہ محمدیہ سیکٹر ایف سکس فور اسلام آباد	اسلام آباد	0300-9723236
2	40	حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف	دار العلوم الاسلامیہ چھتر دو میل مظفر آباد	مظفر آباد دومیر پور ڈویژن	0300-2187329
3	41	حضرت مولانا عبد الصبور مدنی	جامعہ حسنین نعمان پورہ باغ	باغ، سدھنوتی، پونچھ	0346-5229198

بلوچستان

نمبر شمار	سلسلہ	نام مسئول	مدرسہ/جامعہ مع پتہ	متعلقہ علاقے	موبائل نمبر
1	42	حضرت مولانا عبد اللہ جان	جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم شاہ کاریز لورالائی	لورالائی، قلعہ سیف اللہ، موسیٰ خیل، کوہلو، ہرنائی، زیارت، ژوب بنین	0334-3020328 0315-3020328
2	43	حضرت مولانا منیب الرحمٰن	جامعہ تعلیم القرآن جیل روڈ ژوب	ژوب حفظ و کتب بنات	0300-2803604 0308-2848735
3	44	حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن	جامعہ عربیہ دار القرآن کرخ، خضدار	خضدار، آواران	0332-8087114

4	45	حضرت مولانا مولا بخش	مدرسہ عربیہ صدیقیہ جامع مسجد مستونگ	مستونگ، قلات، واشک، خاران	0301-3767977
5	46	حضرت مولانا مفتی احتشام الحق	جامعہ رشیدیہ آسیا آباد تربت	مکران ڈویژن	0300-2201204 03232070212
6	47	حضرت مولانا عطاء اللہ	جامعہ مفتاح العلوم فیض آباد پشین	پشین کتب بنین و حفظ	0300-3877838
7	48	حضرت مولانا عبد القہار	جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات مسجد روڈ پشین	پشین کتب بنات	0300-8352042
8	49	حضرت مولانا مفتی صلاح الدین	جامعہ دار العلوم چمن صفہ ٹاؤن چمن قلعہ عبد اللہ	قلعہ عبد اللہ	0333-7722222
9	50	حضرت مولانا مفتی مطیع اللہ	ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کوئٹہ	کوئٹہ	0301-3717490
10	51	حضرت مولانا مفتی حسین احمد	جامعہ جمالیہ جمالدینی نوشکی	چاغی، نوشکی	0321-2242313 0333-7951939
11	52	حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ	دار العلوم بھاگ، بھاگ ناڑی بولان	نصیر آباد ڈویژن	0331-3182192 0311-3182192

سندھ

نمبر شمار	سلسلہ	نام مسئول	مدرسہ / جامعہ مع پتہ	متعلقہ علاقے	موبائل نمبر
1	53	حضرت مولانا سلیم اللہ خان	جامعہ فاروقیہ کراچی	کراچی، لسبیلہ	0321-2545780
2	54	حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن	جامعہ عربیہ مفتاح العلوم سائٹ ایریا حیدر آباد	حیدر آباد ڈویژن	0301-3534970
3	55	حضرت مولانا محمد ادریس	جامعہ انوار العلوم کنڈیارو نوشہرو فیروز	نوشہرو فیروز، خیر پور	0300\3144668

نمبر شمار	سلسلہ	نام مسئول	مدرسہ / جامعہ مع پتہ	متعلقہ علاقے	موبائل نمبر
4	56	حضرت مولانا قاری جمیل احمد بندھانی	جامعہ اشرفیہ والس روڈ سکھر	سکھر، گھوٹکی	0300-8310931
5	57	حضرت مولانا مسعود احمد سومرو	جامعہ اسلامیہ اشاعت القرآن والحدیث لاڑکانہ	لاڑکانہ، شہداد کوٹ، دادو	0336-2732720
6	58	حضرت مولانا مفتی محمد اکمل	جامعہ دار العلوم نواب شاہ، غلام حیدر شاہ کالونی نوابشاہ	نواب شاہ	0300-3215175
7	59	حضرت مولانا محمد شفیع	جامعہ دار الفیوض الاسلامیہ کندھ کوٹ کشمور	کشمور، شکارپور، جیکب آباد	0300-3116302 0333-2732730
8	60	حضرت مولانا محمد ابراہیم	جامعہ اسلامیہ باب الاسلام متصل دیگیر مسجد ٹھٹھہ	ٹھٹھہ، سجاول، بدین	0320-3185177
9	61	حضرت مولانا محمد یعقوب	دار العلوم قاسمیہ کنبھر محلہ چھور اسٹیشن، عمرکوٹ	عمرکوٹ، مٹھی	0333-2568893
10	62	حضرت مولانا مفتی عبید اللہ انور	جامعہ علوم شرعیہ لالچند باغ میرپورخاص	میرپورخاص	0334-1112811 0300-3312811
11	63	مولانا محمد سلیم	جامعہ دار العلوم الحسینیہ شہداد پور سانگھڑ	سانگھڑ	0300-3352526 0333-2862162

خیبر پختونخوا

نمبر شمار	سلسلہ	نام مسئول	مدرسہ / جامعہ مع پتہ	متعلقہ علاقے	موبائل نمبر
1	64	حضرت مولانا انوار الحق	جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ	نوشہرہ	0333-9104192
2	65	حضرت مولانا حسین احمد صاحب	جامعہ عثمانیہ نوتھیہ روڈ پشاور	پشاور، خیبر ایجنسی	0333-9121026
3	66	حضرت مولانا مفتی عبد اللہ شاہ	جامعہ دار العلوم الاسلامیہ چارسدہ	چارسدہ	0301-8974601
4	67	حضرت مولانا نسیم علی شاہ	جامعہ المرکز الاسلامی سادات حافظ خیل بنوں	بنوں، شمالی وزیرستان حفظ	0300-8337041

5	68	حضرت مولانا مفتی عمر نیاز	جامعہ علوم شرعیہ نزد میلاد پارک بنوں	بنوں، شمالی وزیرستان کتب	0333-9727207
6	69	حضرت مولانا اصلاح الدین حقانی	جامعہ دار العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن لکی مروت	لکی مروت، ٹانک، جنوبی وزیرستان	0300/5763095 0346/9517196
7	70	حضرت مولانا سکندر حیات	جامعہ مدینۃ العلوم ورانہ شہید آباد کرک	کرک بنین	0333-9717445
8	71	حضرت مولانا قاری عمر صدیق	معہد القرآن الکریم نزد جامع مسجد پیراودین شاہ کرک	کرک بنات، حفظ	0334-8686466
9	72	حضرت مولانا محمد	جامعۃ المعارف الشرعیہ ڈیرہ اسماعیل خان	ڈیرہ اسماعیل خان	0322-9133717
10	73	حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ	مدرسہ تعلیم القرآن ترنگڑی مانسہرہ	مانسہرہ، تورغر	0300-9119299
11	74	حضرت مولانا قاری مشتاق احمد	جامعہ عائشہ صدیقہ شنگ، بشام شانگلہ	بشام، کوہستان	0346-9601977
12	75	حضرت مولانا فرید الدین	دار العلوم کوثر القرآن اندرون ویگن اڈہ بٹگرام	بٹگرام	0346-9602057
13	76	حضرت مولانا فیوض الرحمٰن	جامعہ مخزن العلوم الخلیلیہ ڈھیری روڈ سکندر پور ہری پور	ہری پور	0301-8148525
14	77	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن	مدرسۃ العلوم الصدیقیہ اپر میاندی سیری ایبٹ آباد	ایبٹ آباد	0312-9113111
15	78	حضرت مولانا مطہر شاہ	جامعہ قاسم العلوم کٹی گڑھی مردان	مردان بنین وحفظ	0302-5681113
16	79	حضرت مولانا محمد علی	مدرسہ عربیہ ابی بن کعب محلہ اڑخ پلو جمال گڑھی مردان	مردان بنات	0315-9818300

17	80	حضرت مولانا نصیر محمد	مدرسہ سیدنا سلمان فارسی بٹاکرہ روڈ ٹوپی صوابی	صوابی	0314-9873636
18	81	حضرت مولانا محمد مجاہدین	مدرسہ فاطمۃ الزہراء توغ بالا کوہاٹ	کوہاٹ	0333\9622607
19	82	حضرت مولانا محمد زاہد	دارالعلوم عربیہ ٹل ہنگو	ہنگو	0301\8152499
20	83	حضرت مولانا محمد فہیم	مدرسہ دارالقرآن الکریم درشخیلہ بالامٹہ سوات	اپرسوات، شانگلہ	0346-5951123 0313-9434433
21	84	حضرت مولانا صدیق احمد	مدرسہ درالقرآن رحیم آباد سوات	لوئرسوات، مالاکنڈ	0300-5742268
22	85	حضرت مولانا عبدالحکیم	مدرسہ عائشہ صدیقہ سول کالونی ڈگر بونیر	بونیر	0346-9418209 0312-9418209
23	86	حضرت مولانا شفیق احمد	جامعہ اسلامیہ طیبہ زرگراندہ چترال	چترال	0334-3743822
24	87	حضرت مولانا ذاکراللہ	جامعہ مدینۃ العلوم نو یکلے خار باجوڑ ایجنسی	باجوڑ ایجنسی	0300-9005466
25	88	حضرت مولانا شمس الامین	مدرسہ فاروقیہ حاجی آباد محلّہ شیخ محمدی بلامبٹ دیر	دیر	0301-8301671
26	89	حضرت مولانا حبیب اللہ	جامعہ اسلامیہ نصرت الاسلام عید گاہ روڈ گلگت	گلگت، غذر، سکردو	0346-9560158 0300-9007732
27	90	حضرت مولانا عبدالکریم	جامعہ دارالقرآن داریل گماری دیامر	دیامر، استور	0344-9115798 0355-5355303

وفاق المدارس العربیہ......کمیٹیوں کا سلسلہ

(دستور، نصاب اور امتحانی کمیٹیوں کا ایک جائزہ)

محمد سیف اللہ نوید

معاون ناظم مرکزی دفتر وفاق

یہ ایک حقیقت ہے کہ دینی مدارس ابتداء ہی سے ملت اسلامیہ کی دینی وفکری رہنمائی کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیتے آ رہے ہیں۔ پاکستان کے طول وعرض میں بھی کثیر تعداد میں دینی مدارس خدمات انجام دے رہے تھے۔ تاہم ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرونے اور ان کی تنظیم سازی کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ اکابر علماء دیوبند نے مدارس کی تنظیم سازی کے لئے ابتدائی طور پر ایک تنظیمی کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی میں یہ شخصیات شامل تھیں۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد صادقؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا فضل احمدؒ، حضرت مولانا عرض محمدؒ، حضرت مولانا مفتی محمد عثمانؒ، حضرت مولانا عبداللہ جالندھریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے نمائندہ کے طور پر شرکت فرمائی۔

مذکورہ کمیٹی نے اپنے چار اجلاسات میں انتھک محنت کے بعد مدارس کی تنظیم کا ابتدائی ڈھانچہ، اس کا دستوری خاکہ، نصاب تعلیم اور امتحانی نظم ترتیب دیا۔ اجلاسات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(1)...... 23 شوال المکرم 1378ھ مطابق 22 مئی 1959ء بمقام دار العلوم الاسلامیہ اشرف آباد ٹنڈو الہ یار

(2)...... 16، 17 ذیقعدہ 1378ھ مطابق 25، 26 مئی 1959ء بمقام جامعہ خیر المدارس ملتان

(3)...... 16، 17 ذوالحجہ 1378ھ مطابق 24، 25 جون 1959ء بمقام جامعہ خیر المدارس ملتان

(4)...... 13 ربیع الثانی 1379ھ مطابق 17 اکتوبر 1959ء بمقام جامعہ خیر المدارس ملتان

الحمد للہ تنظیمی کمیٹی نے چھ ماہ کے مختصر عرصے میں مفوضہ امور کو باحسن وجوہ پایہ تکمیل تک پہنچایا اور اپنے آخری اجلاس کے اختتام پر اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوگئی۔ اس طرح 14 ربیع الثانی 1379ھ مطابق 18 اکتوبر 1959ء کو ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کا قیام عمل میں آیا۔

وفاق المدارس کی پہلی مجلس شوریٰ نے اپنے دو روزہ اجلاس منعقدہ 14، 15 ربیع الثانی 1379ھ مطابق 18، 19 اکتوبر

1959ء میں تنظیمی کمیٹی کے مجوزہ دستور اور نصاب تعلیم پر غور خوض کیا اور بعض ترامیم کے ساتھ اس کی منظوری دی۔

دستور کمیٹی

کسی بھی ادارے، جماعت یا تنظیم کا دستور اساسی اس کے دائرہ عمل کی تعیین اور راہنمائی کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ وفاق کے قیام کے وقت اس کا دستور اساسی مرتب کیا گیا۔ البتہ اس میں وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے مختلف اوقات میں مناسب تبدیلیاں لائی جاتی رہیں۔ چنانچہ دستور میں ترامیم کی ضرورت شاذونادر ہی پیش آتی ہے۔ اس لئے وقتاً فوقتاً اس پر غور وخوض کے لئے دستور کمیٹی کی تشکیل نو ہوتی رہی جس کی مجوزہ ترامیم پر مجلس عاملہ و شوریٰ غور وخوض کرکے اس کی حتمی منظوری دیتی رہی۔ وفاق کے آغاز سے اب تک کی دستور کمیٹیوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پہلی دستور کمیٹی:......(1379ھ/1959ء)

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ ملتان (صدر)، حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ پشاور، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کراچی (کنوینر)، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لاہور، حضرت مولانا مفتی محمد صادق ؒ بہاولپور، حضرت مولانا فضل احمد ؒ کراچی، حضرت مولانا عرض محمدؒ کوئٹہ، حضرت مولانا مفتی محمد عثمان ؒ کراچی، حضرت مولانا عبد اللہ جالندھریؒ منٹگمری (ساہیوال) حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ؒ ملتان، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

دوسری دستور کمیٹی:......(1403ھ/1983ء)

حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ کراچی، حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا مفتی غلام قادر ؒ خیر پور ٹامیوالی، حضرت مولانا فیض احمدؒ ملتان، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا عبدالواحد ؒ کوئٹہ، حضرت مولانا حمد اللہ ؒ ہیٹری، حضرت مولانا غلام محمدؒ خیر پور میرس، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا قاری عبدالسمیع ؒ سرگودھا، حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی صاحب مدظلہم سکھر، حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوری ؒ پشاور۔

تیسری دستور کمیٹی:......(1406ھ/1985ء)

حضرت مولانا فیض احمد ؒ ملتان، حضرت مولانا مفتی غلام قادر ؒ خیر پور ٹامیوالی، حضرت مولانا عبدالمجید ؒ کہروڑ پکا، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب مدظلہم لکی مروت۔

چوتھی دستور کمیٹی:......(1418ھ/1997ء)

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ کراچی، حضرت مولانا نذیر احمد شاہ ؒ فیصل آباد، حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ خیر پور ٹامیوالی، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان۔

نوٹ: 2001ء تا 2003ء میں دستور وفاق کے اندر جو ترامیم ہوئیں، اس کے لئے الگ دستور کمیٹی قائم نہیں کی گئی تھی

بلکہ اس وقت کی مکمل مجلس عاملہ نے اس پر غور وخوض کیا۔ اراکین مجلس عاملہ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

حضرت مولانا سلیم اللہ خان ؒ کراچی، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا مفتی غلام قادر ؒ خیر پور ٹامیوالی، حضرت مولانا نذیر احمد ؒ فیصل آباد، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی ؒ کہروڑ پکا، حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہم نوشہرہ، حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب مدظلہم مظفر آباد، حضرت مولانا سید نصیب علی شاہ ؒ بنوں، حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب مدظلہم لاہور، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہم کنڈیارو، حضرت مولانا مفتی محمد خالد صاحب مدظلہم ہالا ، حضرت مولانا محمد اکمل جتوئی صاحب مدظلہم نواب شاہ، حضرت مولانا محمد انور ؒ کبیر والا، حضرت مولانا حافظ حسین احمد ؒ مردان، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مدظلہم مانسہرہ، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہم مظفر گڑھ، حضرت مولانا عبداللہ جان صاحب مدظلہم لورالائی، حضرت مولانا مفتی احتشام الحق آسیا آبادی صاحب مدظلہم تربت، حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن صاحب مدظلہم حیدر آباد۔

پانچویں دستور کمیٹی:......(1429ھ/2008ء)

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہم گوجرانوالہ، حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہم نوشہرہ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مدظلہم مانسہرہ، حضرت مولانا عطاء اللہ شہاب صاحب مدظلہم گلگت۔

چھٹی دستور کمیٹی:......(1432ھ/2011ء-2015ء)

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب مدظلہم مظفر آباد، حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب مدظلہم راولپنڈی، حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن صاحب مدظلہم حیدر آباد، حضرت مولانا قاری مہر اللہ صاحب مدظلہم کوئٹہ، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہم پشاور، حضرت مولانا امداد اللہ صاحب مدظلہم کراچی۔

نصاب کمیٹی

وفاق کے قیام کے وقت ابتداً تنظیمی کمیٹی نے تنظیمی ڈھانچے کے ساتھ ساتھ نصاب تعلیم بھی مرتب کیا تھا۔ ’’وفاق‘‘ کی مجلس عاملہ وشوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ 15، 16 جمادی الاخریٰ 1379ھ مطابق 16، 17 دسمبر 1959ء میں مجوزہ نصاب تعلیم پر غور وخوض کیا۔ اس کے بعد مزید غور وخوض کے ایک نصاب کمیٹی تشکیل دی گئی۔ نصاب کمیٹی کا مجوزہ نصاب تعلیم مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 20 شعبان المعظم 1379ھ مطابق 18 فروری 1960ء میں منظور ہوا۔

جیسا کہ موجودہ دور مدارس کے خلاف بے بنیاد اور منفی پروپیگنڈہ اپنے عروج پر ہے اور لادین عناصر کی طرف سے مدارس دینیہ کے نصاب تعلیم کو بھی ہدف تنقید بنایا جاتا ہے۔ لیکن الحمدللہ! وفاق کا نصاب تعلیم جامد نہیں ہے۔ بلکہ شروع سے لے کر اب تک وفاق کے نصاب تعلیم کو وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے لئے وقتاً فوقتاً نصاب کمیٹی اس پر غور وخوض کر کے اپنی سفارشات پیش کرتی رہی۔ جس کی روشنی میں مجلس عاملہ وشوریٰ نصاب تعلیم میں ترامیم منظور کیں۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی نصاب کمیٹی میں ابتدائے وفاق سے اب تک خدمات انجام دینے والے حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

پہلی نصاب کمیٹی:......(1379ھ/1959ء)

حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ پشاور، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ ملتان، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کراچی، حضرت مولانا مفتی محمودؒ ملتان، حضرت مولانا عبدالحقؒ نوشہرہ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

دوسری نصاب کمیٹی:......(1382ھ/1963ء)

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ ملتان، حضرت مولانا مفتی محمودؒ ملتان، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کراچی، حضرت مولانا عبدالحقؒ نوشہرہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کراچی، حضرت مولانا عبدالخالقؒ کبیر والہ، حضرت مولانا مفتی محمد صادقؒ بہاولپور، حضرت مولانا عبدالحق نافعؒ پشاور، حضرت مولانا ابوسعید غلام مصطفی سندھیؒ۔

تیسری نصاب کمیٹی:......(1402ھ/1982ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ خیر پور ٹامیوالی، حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ کراچی، حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچویؒ ڈیرہ اسماعیل خان، حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی صاحب مدظلہم سکھر، حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ فیصل آباد، حضرت مولانا محمد موسیٰ خانؒ لاہور، حضرت مولانا محمد صدیقؒ ملتان، حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ گوجرانوالہ، حضرت مولانا قاری عبدالسمیعؒ سرگودھا، حضرت مولانا محمد امینؒ ہنگو، حضرت مولانا محسن شاہؒ لکی مروت، حضرت مولانا محمد عبیداللہؒ لاہور۔ حضرت مولانا حبیب اللہ رشیدیؒ ساہیوال، حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوریؒ پشاور۔

برائے تعیین کتب دورہ حدیث (1404ھ/1984ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا مفتی ولی حسنؒ کراچی، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کراچی۔

برائے نصاب درجہ متوسطہ (1409ھ/1989ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ خیر پور ٹامیوالی، حضرت مولانا فیض احمدؒ ملتان، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کراچی۔

چوتھی نصاب کمیٹی:......(1411ھ/1990ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ کراچی، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کہروڑ پکا، حضرت مولانا فیض احمدؒ ملتان۔ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی صاحب مدظلہم سکھر، حضرت مولانا عبدالقدوس قارن صاحب مدظلہم

گوجرانوالہ، حضرت مولانا غلام محمدؒ خیر پور میرس، حضرت مولانا میر محمدؒ لاڑکانہ، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کراچی، حضرت مولانا مفتی محمد ولیؒ کراچی، حضرت مولانا مفتی عبدالستارؒ ملتان، حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب مدظلہم کراچی۔

اضافہ (1415ھ/1993ء) حضرت مولانا محمد انورؒ کبیر والہ، حضرت مولانا محمود اشرف صاحب کراچی، حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہم لاہور۔

پانچویں نصاب کمیٹی:......(1420ھ/1999ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا حسن جان شہیدؒ پشاور، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہم لاہور، حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ خیر پور ٹامیوالی، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کہروڑپکا، حضرت مولانا ظفر احمد قاسم صاحب مدظلہم وہاڑی، حضرت مولانا محمد انورؒ کبیر والہ، حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب مدظلہم لاہور، حضرت مولانا مفتی عبدالقادرؒ کبیر والا، حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہم پشاور، حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب مدظلہم مانسہرہ، حضرت مولانا منظور احمد مینگل صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا مفتی احتشام الحق آسیا آبادیؒ تربت، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہم اسلام آباد، حضرت مولانا جان محمد صاحب مدظلہم حیدر آباد، حضرت مولانا محمود میاں صاحب مدظلہم لاہور، حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہم اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئیؒ کراچی، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا اخونزادہ محمد صدیقؒ ہنگو، حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہم نوشہرہ، حضرت مولانا عبدالغفور قاسمیؒ ٹھٹھہ، حضرت مولانا عبدالستار صاحب کوئٹہ، حضرت مولانا نذیر احمدؒ فیصل آباد۔

چھٹی نصاب کمیٹی:......(1424ھ/2003ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کہروڑپکا، حضرت مولانا محمد انورؒ کبیر والا، حضرت مولانا سید نصیب علی شاہؒ بنوں، حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب مدظلہم راولپنڈی، حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہم لاہور، حضرت مولانا مفتی محمد خالد صاحب مدظلہم ہالا، حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب مدظلہم مظفر آباد، حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب مدظلہم لاہور، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہم اسلام آباد، حضرت مولانا مفتی مختار اللہ صاحب مدظلہم اکوڑہ خٹک۔

ساتویں نصاب کمیٹی (برائے نصاب تعلیم بنات):......(1425ھ/2004ء)

حضرت مولانا محمد انورؒ کبیر والا، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مدظلہم مانسہرہ، حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب مدظلہم مظفر آباد، حضرت مولانا رشید اشرف صاحب مدظلہم کراچی۔

آٹھویں نصاب کمیٹی (برائے میٹرک عصری نصاب تعلیم):......(1426ھ/2005ء)

حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب مدظلہم لاہور، حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب مدظلہم مظفر آباد،

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہم اسلام آباد، حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب مدظلہم راولپنڈی، حضرت مولانا سید نصیب علی شاہؒ بنوں، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مدظلہم مانسہرہ، حضرت مولانا مختار اللہ حقانی صاحب مدظلہم، حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن صاحب مدظلہم حیدر آباد، حضرت مولانا رشید اشرف صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہم کنڈیارو، حضرت مولانا عبداللہ جان صاحب مدظلہم لورالائی، حضرت مولانا عطاء اللہ شہاب صاحب مدظلہم گلگت۔

نویں نصاب کمیٹی:......(1429ھ/2008ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ کراچی، حضرت مولانا رشید اشرف صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا ظفر احمد قاسم صاحب مدظلہم وہاڑی، حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب مدظلہم لاہور، حضرت مولانا حامد حسن صاحب مدظلہم کبیر والا، حضرت مولانا منظور احمد مینگل صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب مدظلہم اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب مدظلہم مانسہرہ، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہم پشاور، حضرت مولانا اصلاح الدین حقانی صاحب مدظلہم لکی مروت، حضرت مولانا ولی خان المظفر صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہم کنڈیارو، حضرت مولانا محمد عابد صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا عبدالستار صاحب مدظلہم پلندری، حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہم چمن، حضرت مولانا غلام رسول شاہ صاحب مدظلہم کوئٹہ، حضرت مولانا مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا نور محمد صاحب مدظلہم شہداد پور، حضرت مولانا مفتی غلام رسول عباس صاحب مدظلہم لاڑکانہ، حضرت مولانا محمد زاہد صاحب مدظلہم فیصل آباد، حضرت مولانا لطیف الرحمٰن صاحب مدظلہم گلگت۔

دسویں نصاب کمیٹی:......(1430ھ/2009ء)

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کراچی (سربراہ)، حضرت مولانا رشید اشرف صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا عطاء الرحمٰنؒ کراچی، حضرت مولانا منظور احمد مینگل صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہم کنڈیارو، حضرت مولانا نور محمد صاحب مدظلہم شہداد پور، حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب مدظلہم لاہور، حضرت مولانا حامد حسن صاحب مدظلہم کبیر والا، حضرت مولانا محمد عابد صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا ظفر احمد قاسم صاحب مدظلہم وہاڑی، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدظلہم راولپنڈی، حضرت مولانا محمد امین صاحب مدظلہم اسلام آباد، حضرت مولانا سلیم اعجاز صاحب مدظلہم دھیر کوٹ، حضرت مولانا عبدالستار صاحب مدظلہم پلندری، حضرت مولانا مفتی غلام قادر حقانی صاحب مدظلہم اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہم پشاور، حضرت مولانا اصلاح الدین حقانی صاحب مدظلہم لکی مروت، حضرت مولانا مولا بخش صاحب مدظلہم مستونگ، حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہم چمن، حضرت مولانا رسول شاہ صاحب مدظلہم کوئٹہ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہم کراچی۔

گیارہویں نصاب کمیٹی:......(1432ھ/2011ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا رشید

اشرف صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا عطاء الرحمٰنؒ کراچی، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہم کنڈیارو، حضرت مولانا مفتی حامد حسن صاحب مدظلہم کبیروالا، حضرت مولانا محمد عابد صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا ظفر احمد قاسم صاحب مدظلہم وہاڑی، حضرت مولانا محمد امین صاحب مدظلہم اسلام آباد، حضرت مولانا سلیم اعجاز صاحب مدظلہم دھیر کوٹ، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہم پشاور، حضرت مولانا اصلاح الدین حقانی صاحب مدظلہم لکی مروت، حضرت مولانا رسول شاہ صاحب مدظلہم کوئٹہ۔

اضافہ (1434ھ/2013ء) حضرت مولانا مفتی غلام قادر حقانی صاحب مدظلہم اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب مدظلہم کہروڑ پکا۔ حضرت مولانا عطاء الرحمٰنؒ کی شہادت کے بعد حضرت مولانا امداد اللہ صاحب مدظلہم ان کی جگہ رکن مقرر ہوئے۔

بارہویں نصاب کمیٹی:......(1437ھ/2016ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا رشید اشرف صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا امداد اللہ صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا منظور احمد مینگل صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہم کنڈیارو، حضرت مولانا محمد صالح الحداد صاحب مدظلہم ٹھٹھہ، حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن صاحب مدظلہم حیدرآباد، حضرت مولانا مفتی محمد صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا مفتی حامد حسن صاحب مدظلہم کبیروالا، حضرت مولانا محمد عابد صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہم مظفر گڑھ، حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب مدظلہم سرگودھا، حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب مدظلہم راولپنڈی، حضرت مولانا سیف الرحمٰن مدظلہم ملتان، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہم پشاور، حضرت مولانا احسان الحق صاحب مدظلہم پشاور، حضرت مولانا اصلاح الدین حقانی صاحب مدظلہم لکی مروت، حضرت مولانا مفتی فیض الرحمٰن صاحب مدظلہم اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا رسول شاہ صاحب مدظلہم کوئٹہ، حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم حسینی صاحب مدظلہم چمن، حضرت مولانا مولا بخش صاحب مدظلہم مستونگ، حضرت مولانا عبدالغفار صاحب مدظلہم اسلام آباد، حضرت مولانا سلیم اعجاز صاحب مدظلہم دھیر کوٹ، حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب مدظلہم مظفر آباد۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہم کمیٹی کے سربراہ مقرر ہوئے۔

تخصصات کی نصاب کمیٹی

وفاق کے تحت ابتداء میں ہی تخصصات کا نصاب تعلیم مرتب کیا گیا تھا اور بعد میں بھی متعدد بار اس پر غور وخوص ہوا، لیکن وفاق کے تحت اس کا نفاذ تاہنوز باقی ہے۔ تخصصات کی نصاب کمیٹی میں شامل حضرات کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

تخصصات کی پہلی کمیٹی:......(1379ھ/1959ء)

حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ پشاور، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ ملتان، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کراچی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کراچی، حضرت مولانا مفتی محمد صادقؒ بہاولپور، حضرت مولانا مفتی محمودؒ ملتان۔

تخصصات کی دوسری کمیٹی:......(1425ھ/2004ء)

حضرت مولانا سید نصیب علی شاہؒ بنوں، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئیؒ کراچی، حضرت مولانا منظور احمد مینگل صاحب مدظلہم کراچی۔

تخصصات کی تیسری کمیٹی:......(1429ھ/2008ء)

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہم گوجرانوالہ، حضرت مولانا ولی خان المظفر صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا سعید یوسف صاحب مدظلہم پلندری۔

تجوید کی نصاب کمیٹی

وفاق کے تحت پہلی مرتبہ تجوید کا نصاب تعلیم مرتب کرنے کے لئے 1404ھ 1984ء میں تجوید کی نصاب کمیٹی قائم ہوئی۔لیکن اس وقت تجوید کی نصاب نافذ نہ ہوسکا۔1435ھ 2013ء میں ایک اور کمیٹی قائم ہوئی، جس نے علماء و عالمات کے لئے تجوید کا ایک سالہ نصاب اور حفاظ و حافظات کے لئے تجوید کا دوسالہ نصاب تجویز کیا، جو کہ مجلس عاملہ وشوریٰ کی منظوری کے بعد نافذ العمل ہوا۔تجوید کی نصاب کمیٹی میں شامل حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

تجوید کی پہلی کمیٹی:......(1404ھ/1984ء)

حضرت مولانا فیض احمدؒ ملتان، حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ خیر پور ٹامیوالی، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم۔اس کمیٹی میں 1405ھ/1985ء کو درج ذیل حضرات کے اضافہ کیا گیا۔حضرت مولانا قاری عبید اللہ رحیمی صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا قاری خلیل الرحمٰن صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب مدظلہم ملتان۔

تجوید کی دوسری کمیٹی:......(1435ھ/2013ء)

حضرت مولانا قاری احمد میاں تھانوی صاحب مدظلہم لاہور، حضرت مولانا قاری مہر اللہ صاحب مدظلہم کوئٹہ، حضرت مولانا قاری محمد یاسین صاحب مدظلہم فیصل آباد، حضرت مولانا قاری ضیاء الحق صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا عبد الغفور سواتی صاحب مدظلہم سوات، حضرت مولانا قاری عبد الرشید صاحب مدظلہم شہداد پور، حضرت مولانا قاری غلام فرید صاحب مدظلہم کرک۔

امتحانی کمیٹی

بحیثیت امتحانی بورڈ وفاق المدارس کے تمام شعبہ جات میں شعبہ امتحانات ایک کلیدی اور اہم ترین شعبہ ہے۔امتحانی نظم کی نگران امتحانی کمیٹی کے ذمہ داری ہے۔وقتاً فوقتاً وفاق کے امتحانی نظم کی نگرانی اکابرین وفاق اور ممتاز علماء کرام پر مشتمل کمیٹیوں نے سرانجام دی ہے۔ان کمیٹیوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلی امتحانی کمیٹی:......(1379ھ/1959ء)

حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ پشاور، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ ملتان، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کراچی،

حضرت مولانا مفتی محمودؒ ملتان، حضرت مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ۔

دوسری امتحانی کمیٹی:......(1382ھ/1963ء)

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ ملتان، حضرت مولانا مفتی محمودؒ ملتان، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ کراچی۔

تیسری امتحانی کمیٹی:......(1402ھ/1982ء)

حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ کراچی، حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب مدظلہم ملتان۔ حضرت مولانا محمد جمیل خانؒ کراچی۔ اس کمیٹی میں 1407ھ 1986ء کو درج ذیل اراکین کا اضافہ ہوا۔ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کہروڑپکا، حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ خیر پور ٹامیوالی۔

چوتھی امتحانی کمیٹی:......(1410ھ/1989ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کراچی، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کہروڑپکا، حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ خیر پور ٹامیوالی۔ اس کمیٹی میں 1412ھ 1991ء کو حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم کا نام شامل کیا گیا۔

پانچویں امتحانی کمیٹی:......(1419ھ/1998ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ کراچی، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ خیر پور ٹامیوالی، حضرت مولانا نذیر احمدؒ فیصل آباد، حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہم اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا محمد انورؒ کبیر والا، حضرت مولانا قاری مہر اللہ صاحب مدظلہم کوئٹہ، حضرت مولانا عبدالحئیؒ کوئٹہ۔

چھٹی امتحانی کمیٹی:......(1422ھ/2002ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ خیر پور ٹامیوالی، حضرت مولانا نذیر احمدؒ فیصل آباد، حضرت مولانا قاری مہر اللہ صاحب مدظلہم کوئٹہ، حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب مدظلہم راولپنڈی، حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب مدظلہم مظفر آباد۔

ساتویں امتحانی کمیٹی:......(1428ھ/2007ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کراچی، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب مدظلہم راولپنڈی، حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہم اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن صاحب مدظلہم حیدر آباد، حضرت مولانا عبداللہ جان صاحب مدظلہم لورالائی، حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب مدظلہم مظفر آباد، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہم کنڈیارو، حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہم کبیر والا، حضرت مولانا مفتی صلاح

الدین صاحب مدظلہم چمن، حضرت مولانا رشید اشرف صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا عطاء الرحمٰن کراچی۔ اس کمیٹی میں 1430ھ 2009ء میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مدظلہم کا نام شامل ہوا۔

سانویں امتحانی کمیٹی:......(1432ھ/2011ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خان کراچی، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن صاحب مدظلہم حیدر آباد، حضرت مولانا رشید اشرف صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہم کبیر والا، حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب مدظلہم مظفر آباد، حضرت مولانا عطاء الرحمٰن کراچی، حضرت مولانا قاری مہر اللہ صاحب مدظلہم کوئٹہ، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہم پشاور۔ حضرت مولانا عطاء الرحمٰن کی وفات کے بعد حضرت مولانا امداد اللہ صاحب مدظلہم کو شامل کیا گیا۔

آٹھویں امتحانی کمیٹی:......(1437ھ/2016ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خان کراچی، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم ملتان، حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہم کبیر والا، حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب مدظلہم سرگودھا، حضرت مولانا رشید اشرف صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا امداد اللہ صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا مفتی صلاح الدین صاحب مدظلہم چمن، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہم پشاور، حضرت مولانا مختار اللہ حقانی صاحب مدظلہم اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا عبد الرزاق صاحب مدظلہم کراچی، حضرت مولانا شمشاد احمد صاحب مدظلہم۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان کے وصال کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب مدظلہم کمیٹی کے سربراہ مقرر ہوئے۔

نویں امتحانی کمیٹی (درجہ حفظ القرآن الکریم):......(1437ھ/2016ء)

درجہ حفظ القرآن الکریم کی الگ امتحانی کمیٹی پہلی مرتبہ 1437ھ 2016ء میں بنائی گئی، اراکین کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔ حضرت مولانا قاری احمد میاں تھانوی صاحب مدظلہم، حضرت مولانا قاری محمد یاسین صاحب مدظلہم، حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب مدظلہم، حضرت مولانا محمد عمار خالد صاحب مدظلہم، حضرت مولانا مفتی خالد محمود صاحب مدظلہم، حضرت مولانا قاری عبد الغفور صاحب مدظلہم سوات۔

☆......☆......☆

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ

قائم مقام صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ولادت:......۱۹۳۵ء کو ضلع ایبٹ آباد کے ایک گاؤں کوکل کے ایک دینی گھرانے میں آپ کی ولادت ہوئی۔ والد محترم سکندر خان صوم وصلوٰۃ کے پابند نیک انسان تھے۔

تعلیم:......قرآن کریم اور میٹرک تک تعلیم گاؤں میں حاصل کی، اس کے بعد دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے، ہری پور میں چار سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم نانک واڑہ، کراچی تشریف لائے، درجہ رابعہ تا درجہ سادسہ یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۶ء میں دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ ۱۹۶۲ء میں تعلیم کی غرض سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ ۱۹۷۲ء میں جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے اور ''عبداللہ بن مسعود امام الفقہ العراقی'' کے عنوان سے ڈاکٹریٹ کا مقالہ تحریر فرمایا۔

نامور اساتذہ:......حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا عبدالحق نافع کاکا خیلؒ، حضرت مولانا لطف اللہؒ، حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، حضرت مولانا سحبان محمودؒ، حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ۔

مناصب جلیلہ:......(۱) قائم مقام صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔ (۲) مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن۔ (۳) امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ (۴) صدر اقرأ روضۃ الاطفال۔

تصانیف:......(۱) الطریقۃ العصریہ فی تعلیم اللغۃ العربیہ۔ وفاق المدارس کے نصاب میں گذشتہ کئی سالوں سے شامل ہے۔ (۲) کیف تعلم اللغۃ العربیہ لغیر الناطقین بھا۔ (۳) القاموس الصغیر، عربی، اردو اور انگلش ڈکشنری۔ (۴) موقف الامۃ الاسلامیہ من القادیانیہ۔ (۵) تدوین الحدیث۔ (۶) اختلاف الامۃ والصراط المستقیم۔ (۷) جماعۃ التبلیغ و منھجھا فی الدعوۃ۔ (۸) ھل الذکریۃ مسلمون (۹) الاسلام واعداد الشاب۔ (۱۰) محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆......☆......☆

شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

تاریخ پیدائش:......۱۸ ستمبر ۱۹۴۲ء کو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے گھر اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔

تعلیم:......ابتدائی عصری تعلیم اپنے والد کے قائم کردہ ادارہ تعلیم القرآن اسلامیہ پرائمری اسکول میں حاصل کی، اسکے ساتھ ساتھ حفظ قرآن کے عظیم سعادت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔ ۱۹۵۵ء میں مڈل اور پھر ۱۹۵۷ء میں میٹرک کیا۔ درس نظامی کا آغاز جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے کیا اور ۱۹۶۷ء میں سندِ فراغت حاصل کی.....اسلامی یونیورسٹی بہاولپور سے علامہ شمس الحق افغانیؒ کی زیر سرپرستی ۱۹۶۵ء میں ممتاز درجے میں شہادۃ العالیہ کی سند حاصل کی، اس کے علاوہ ۱۹۶۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات کیا۔

ممتاز اساتذہ کرام:......(۱) شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ (۲) حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ (۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم زروبویؒ (۴) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی سواتیؒ (۵) الشیخ ابوالفیض محمد یاسین بن محمد عیسیٰ، مکہ مکرمہ (۶) شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ۔

خدمات ومناصب:......(۱) جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے نائب مہتمم اور ناظم تعلیمات۔ (۲) مرکزی نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔

تصانیف:......شمائل ترمذی اور ابوداؤد شریف کے دروس پر مشتمل تقریرات کا مجموعہ اور خطبات جمعہ پر مشتمل ۳ جلدوں میں ''خطبات انوار حق'' کتابی شکل میں موجود ہے۔

باب ہفتم

دورِ سلیم وحنیف

[شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ کا دورِ قیادت وفاق المدارس کی ترقی وعروج کا دور ہے، اس باب کے اندر ان حضرات کے دورِ صدارت ونظامت میں بطورِ خاص وفاق المدارس کے ان چند امور کا ذکر کیا گیا ہے جن سے اس ادارے کو ترقی اور استحکام عطا ہوا، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب وفاق المدارس کے نو سال تک ناظم اعلیٰ اور تقریباً ستائیس سال صدر رہے، حضرت کی وفات ابھی جنوری ۱۶ جنوری ۲۰۱۷ء کو ہوئی۔ حضرت جالندھری صاحب مدظلہ بھی تقریباً آٹھ سال۔ نومبر ۱۹۸۰ء تا جون ۱۹۸۹ء۔ مجلس عاملہ کے رکن، آٹھ سال نو ماہ۔ جون ۱۹۸۹ء تا مارچ ۱۹۹۸ء۔ نائب صدر رہے اور ۱۹۹۸ء سے اب تک یعنی گذشتہ تقریباً بیس سال سے ناظم اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہیں، اس باب میں ان حضرات کی خدمات کی مساعی اور جہد پیہم کا ذکر ہے۔ مرتب]

ابن الحسن عباسی

ہم نے چند سال قبل اپنے ایک کالم میں لکھا تھا: ”وفاق المدارس اس وقت اہل حق کا ایک ایسا قابل رشک ادارہ ہے جس میں مخالفین اور حاسدین کی بڑی کوششوں کے باوجود اب تک کوئی دراڑ نہیں پڑ سکی، گیارہ ستمبر کے بعد ”پلٹا کلچر“ نے ہماری دیرینہ اور آبرومندانہ قومی پالیسی کی جو تعمیر ڈھائی اس کے ملبے میں بڑے مضبوط نظریات کے حامل ادارے اور جماعتیں دب کر رہ گئیں، بڑے بڑوں نے اپنی پالیسیاں بدلیں..... مجاہدین کے ساتھ چند لمحوں کی رفاقت کو زندگی کا سرمایہ سمجھنے والے ان کے نام سے بھی کترانے لگے، دیس غزنوی کے بدلتے تیور ہواؤں نے کالے عمامے اڑائے اور عزیمتوں کی تاریخ مرتب کرنے والے رخصتوں کے قصر میں نشیمن بنانے لگے۔ خوف وہیبت کی اس فضا میں ہر حساس مسلمان کو دینی مدارس کی فکر تھی اور کہا جا رہا تھا کہ سقوطِ طالبان کے بعد ”سقوطِ مدارس“ کا مرحلہ دشمنوں کی منزل ہے، مدارس کا نصاب، نظام، اثر و رسوخ ہر پہلو حملوں کی زد میں آیا..... لیکن الحمدللہ ”وفاق المدارس“ نے اس تندی بادِ مخالف میں چراغ جلائے رکھا۔ قیادت کے قحط الرجال کے اس دور میں یہ اسلامیان پاکستان کی خوش قسمتی ہے کہ یہاں کے دینی مدارس کو ایک مخلصانہ اور مدبرانہ قیادت میسر ہے۔ حضرت مفتی محمود صاحبؒ کی وفات کے بعد ۳۰ نومبر ۱۹۸۰ کو شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ ناظم اعلیٰ بنے، ۱۹۸۸ء میں وفاق کے صدر بنے اور تقریباً عرصہ ۲۷ سے تا حال وہ اسی عہدے پر ہیں، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ چونکہ سیاسی الجھنوں سے آزاد خالص میدانِ تعلیم کے آدمی ہیں اور تعلیم و تربیت اور نظم و نسق کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں، اس لیے اس تعلیمی بورڈ کی ترقی اور از سرِ نو اسے منظم کرنے میں انہوں نے زبردست محنت کی۔

دوسری جانب وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری ہیں، مولانا بڑی صلاحیتوں کے مالک ہیں، گفتگو کے فن پر انہیں عبور ہے اور دلائل کے زور سے وہ اپنی بات سامعین سے منوا لینے کا گر جانتے ہیں۔ میں نے کئی تقریبات میں دینی مدارس کا موثر دفاع کرتے ہوئے انہیں سنا، وہ دینی مدارس کا مقدمہ ایک ماہر اور کامیاب وکیل کی طرح سامنے لاتے ہیں اور فریق مخالف تک کو اپنی سوچ کے زاویے بدلنے پر مجبور کر دیتے ہیں..... آپ گذشتہ ۲۷ سال سے وفاق المدارس سے وابستہ ہیں، ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۸ء تک بحیثیت نائب صدر آپ نے خدمات انجام دیں اور ۱۹۹۸ء سے تا حال بطورِ ناظم اعلیٰ وفاق

المدارس کے لیے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ گذشتہ پندرہ سال سے بطورِ خاص انھوں نے ملکی سطح کے ہر محاذ پر مدارس کے دفاع، ان کی اہمیت اور افادیت کے لیے آواز بلند کی، وہ پورے ملک کے مدارس کے طوفانی دورے کرتے رہتے ہیں، صاحب اقتدار طبقے سے مذاکرات کے لیے پہنچتے ہیں اور مذاکراتی نشستوں کے تمام نشیب وفراز سے اپنے اکابر اور مجلس عاملہ کو آگاہ رکھتے ہیں، ان کو اعتماد میں لیتے ہیں اور مشاورت سے چلتے ہیں۔ اخبارات ورسائل میں مضامین لکھتے ہیں، انٹرویو دیتے ہیں اور برقی میڈیا پر مدارس کے خلاف پروپیگنڈوں کا اطمینان بخش جواب دیتے ہیں۔ ماہنامہ وفاق المدارس میں ان کے چھپنے والے مضامین کی چار کتابیں تیار ہو چکی ہیں: ''دینی مدارس کا مقدمہ''...... ''چراغِ راہ گذر''...... ''وہ دانائے سبل ختم الرسل'' اور ''بسلامت رفتم''۔

بہر حال وفاق المدارس کے صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان نے جس مؤمنانہ بصیرت، جس دردو محنت اور جس سنجیدگی وعزم وجرات کے ساتھ علمی ذوق سے بہرہ ور اور مؤثر مدارس کے باوقار علماء کی ملک گیر مجلس عاملہ کے مشوروں اور تعاون اور ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کی فعال رفاقت سے گزشتہ پینتیس سالوں میں جس طرح سے اسے اٹھایا اور بڑھایا، اس کا ثمرہ آج ہم سب کے سامنے ہے۔ یہ پینتیس سالہ دور، درحقیقت وفاق المدارس کا دورِ ترقی وعروج ہے، اس دورِ ترقی کے درج ذیل بڑے بڑے عنوانات ہیں:

(۱)......نظمِ امتحانات کی وسعت

مدارس عربیہ کو ایک نصابِ تعلیم، ایک نظامِ تعلیم اور ایک نظام امتحان کے تحت لانا ''وفاق'' کے قیام کے اہم مقاصد میں سے ہے۔ الحمد للہ وفاق اپنے ان مقاصد کے حصول میں کامیاب رہا ہے۔ مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 15 جمادی الاخریٰ 1379ھ مطابق 16 دسمبر 1959ء بمقام جامعہ خیر المدارس ''وفاق'' سے ملحق تمام فوقانی مدارس کے دورہ حدیث کا امتحان ''وفاق المدارس'' کے تحت لینے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس طرح 1960ھ میں وفاق کے تحت دورہ حدیث بنین کا پہلا امتحان منعقد ہوا۔ جس میں ملک بھر سے 231 طلبہ نے شرکت کی۔ 1982ء تک یہ سلسلہ چلتا رہا، ان دو حضرات نے وفاق کے طریقہ امتحانات کو بہتر شکل دی، بہت سی بے قاعدگیاں پہلے ان امتحانات میں ہوا کرتی تھیں انہیں ختم کیا اور امتحان سے متعلق سابقہ قواعد وضوابط میں مفید ترامیم اور اضافات کیے، پہلے امتحان کا نظام نہایت مختصر تھا اور نتائج تین چار ماہ کے بعد شائع کیے جاتے تھے، اس کمزوری کا بھی تدارک کیا، چنانچہ اب ڈھائی لاکھ سے زائد طلبہ امتحان دیتے ہیں، جن کے نتائج ایک ماہ کے اندر تیار کر لیے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ درجہ اولیٰ اور درجہ ثالثہ کے علاوہ درس نظامی کے تمام درجات، دراسات دینیہ، تجوید اور درجات تحفیظ القرآن الکریم کے امتحانات کو لازمی قرار دیا۔ جس کی سن وار ترتیب کچھ یوں ہے:

ثانویہ خاصہ بنین کا پہلا امتحان 1983ء میں ہوا جس میں 448 طلبہ شریک ہوئے۔ ثانویہ عامہ بنین کا امتحان 1984ء میں ہوا جس میں 701 طلبہ نے شرکت کی اور درجہ عالیہ بنین کا پہلا امتحان 1985ء میں ہوا، جس میں 160 طلبہ شریک ہوئے۔ 2008ء میں عالیہ سال اول (موقوف علیہ) کا امتحان وفاق کے ماتحت شروع ہوا۔ سال 1437ء 2016ء سے درجہ خامسہ کا امتحان بھی وفاق کے تحت لیا جانے لگا۔

اسی طرح 1990ء میں عامہ بنات کے پہلے امتحان میں 403 طالبات، 1993ء کو خاصہ بنات میں 127، 1994ء میں درجہ عالیہ بنات میں 193 اور عالمیہ بنات میں 197 طالبات نے شرکت کی۔ جب کہ اس سال 1436ھ بمطابق 2015ء میں 2 لاکھ 65 ہزار طلبہ نے امتحانات دیے۔ امتحانی نظام کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جائے کہ ہر طالب علم کے 6 پرچے ہوتے ہیں۔ یہ ٹوٹل 12 لاکھ پرچے بنتے ہیں۔ 12 لاکھ کی تعداد کو لکھنا پڑھنا تو آسان ہے لیکن اتنے بڑے نظام کو مکمل نظم و ضبط کے ساتھ اور پوری شفافیت کے ساتھ چلانا کس قدر مشکل کام ہے، یہ وہی حضرات جانتے ہیں جو اس جیسے نظام سے منسلک ہیں!!

(۲)......بنات کے تعلیمی مراحل کا امتحان

ابتدا میں وفاق کا یہ تعلیمی نظام صرف بنین کے ساتھ خاص تھا، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس امر کی ضرورت محسوس کی گئی کہ جہاں بچوں کا دینی علوم سے بہرہ ور ہونا ضروری ہے وہاں بچیوں کے لئے بھی دینی علوم کے مطابق تعلیم و تربیت حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ ملک و ملت کی بیٹیوں کی دینی رہنمائی کے لئے اولاً 14 ذیقعدہ 1408ھ مطابق 29 جون 1988ء کو بنات کا نصابِ تعلیم مرتب کیا گیا۔ جس کے مطابق پہلی مرتبہ 1990ء میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت طالبات کا ثانویہ عامہ کا امتحان منعقد ہوا، خاصہ کا پہلا امتحان 1993ء میں اور درجہ عالیہ و عالمیہ کا امتحان 1994ء میں ہوا۔ مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ 9 جمادی الاخریٰ 1415ھ مطابق 14 نومبر 1994ء بمقام جامعہ اشرفیہ لاہور میں بنات کے لئے بھی تحتانی درجات کی اسناد کو لازمی قرار دے دیا۔ اس طرح 1994ء سے بنات کے امتحانات میں تسلسل قائم ہوا اور بنات کے چاروں درجات کا امتحان ''وفاق'' کے تحت ہونے لگا......گذشتہ تین سال سے وفاق کے بنات کے تعلیمی نظام کا دورانیہ چار کے بجائے چھ سال کر دیا گیا، گویا اب چار کے بجائے بنات کے چھ امتحانات وفاق کے تحت ہوتے ہیں، امسال 2015ء میں سالانہ امتحان میں شریک طالبات کی کل تعداد 1,18,571 رہی۔ موجودہ دور میں جو لوگ دیندار طبقے پر قدامت پسندی کے عنوان سے تنقید کرتے ہوئے نہیں تھکتے، ان کے لئے یہ تعداد قابل غور ہے، اتنی بڑی دیکھ کر ہی یہ اندازہ لگا لینا چاہیے کہ ''وفاق'' نے خواتین کی تعلیم میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ 1990ء سے ''وفاق'' کے تحت درس نظامی کی طالبات کے امتحانات کے آغاز سے اب تک دو لاکھ سے زائد بچیاں حافظات بن چکی ہیں اور ڈیڑھ لاکھ سے زائد بچیاں درس نظامی مکمل کر چکی ہیں۔ چنانچہ اس تناظر میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مملکت خداداد پاکستان کی موجودہ شرح خواندگی اور بالخصوص خواتین کی تعلیم میں ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کا نمایاں حصہ ہے۔

(۳)......معیاری و دیدہ زیب سندات کا اجراء

امتحانی درجات میں اضافے کے علاوہ ان تمام مذکورہ درجات کے لئے موجودہ دور کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے نئی دیدہ زیب عالمی معیار کی سندیں جاری کروائیں۔

(۴)......سرکاری سندات سے معادلہ

برصغیر میں دینی مدارس کا قیام ''تحفظِ واشاعتِ دین'' کی تحریک کے طور پر کیا گیا تھا۔ چونکہ انگریزوں کو اسلام کے ساتھ دشمنی تھی اس لیے انہوں نے پرائمری تک اسکول کی تعلیم حاصل کرنے والوں کو تو ''خواندہ'' شمار کیا لیکن اعلیٰ سے اعلیٰ دینی تعلیمی اداروں کے فضلاء کو ''ناخواندہ'' کی صف میں رکھا اور اس طرح سے ان پر سرکاری ملازمتوں اور مراعات کے دروازے بند کر کے دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کی گئی۔ انگریزوں کا یہ رویہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے تھا، مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کی دشمنی ویسے بھی ڈھکی چھپی نہ تھی اور وہ مسلمانوں کے ساتھ ان کے دین کو بھی مٹانا چاہتے تھے لیکن قیام پاکستان کے بعد بھی دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کے ساتھ اس افسوسناک امتیازی سلوک کا سلسلہ جاری رہا اور سولہ سال تک دینی مدارس میں صرف ونحو، منطق، فلسفہ، ادب، فقہ، حدیث اور تفسیر کی درجنوں کتابیں پڑھنے پڑھانے والوں کو ''ناخواندہ'' ہی شمار کیا گیا جن میں بلاشبہ کئی کتابیں ایسی ہوں گی کہ کالج اور یونیورسٹیوں کے فضلاء صحیح تلفظ کے ساتھ ان کا نام پڑھنے کی صلاحیت سے بھی شاید عاری ہوں۔

یہ افسوس ناک صورتحال ۱۹۸۲ء تک جاری رہی۔ مرحوم صدر جنرل ضیاء الحق کے دور میں بعض علمائے کرام نے صدر محترم کی توجہ اس جانب مبذول کروائی کہ مدارس دینیہ کے فضلاء کے ساتھ یہ امتیازی سلوک سراسر زیادتی، علوم دینیہ کی توہین اور دینی علوم سے رغبت رکھنے والوں کی قطعی حوصلہ شکنی ہے، اس کا تدارک کیا جانا ضروری ہے۔ اگرچہ سرکاری تعلیمی اداروں سے ایم اے عربی یا اسلامیات بلکہ پی ایچ ڈی کرنے والوں کا دینی اداروں کے فضلاء سے موازنہ ہی سرے سے غلط ہے کیونکہ عصری تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل علوم دینیہ میں مہارت اور تبحر تو کجا قرآن کریم اور احادیث شریفہ کا سادہ ترجمہ اور مطلب بھی بیان کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، لیکن چونکہ یہ ان کی اعلیٰ اسناد شمار ہوتی ہیں اس لیے دینی مدارس کی سند کو کم از کم ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات کے مساوی قرار دیا جائے، جب کہ اس سے قبل وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ اسی سلسلے میں ''قومی اسمبلی'' میں ایک قرارداد پیش کر چکے تھے جو بعد کی کارروائی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی تھی۔

صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم نے اس اصولی اور جائز مطالبے کو فوری طور پر تسلیم کرنے اور شخصی آرڈر جاری کرنے کی بجائے یہ معاملہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن آف پاکستان کے سپرد کر دیا۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے اس مسئلے پر غور وخوض کے لیے ملک کی تمام اہم یونیورسٹیوں کے وائس چانسلرز اور وزارتِ تعلیم کے اعلیٰ حکام کے علاوہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان، تنظیم المدارس پاکستان، وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان، وفاق المدارس الشیعہ پاکستان اور رابطۃ المدارس العربیہ پاکستان کے عمائدین کو اسلام آباد میں دعوتِ مشاورت دی جس میں دینی مدارس کے نصاب تعلیم کا ناقدانہ جائزہ لینے کے بعد تمام ماہرین تعلیم نے متفقہ طور پر مدارس کی سند کو ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات کے مساوی قرار دینے کی سفارش کی۔ چنانچہ ۱۷ نومبر ۱۹۸۲ء کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے اپنے ایک نوٹیفکیشن نمبر 80918ACAD128 کے تحت وفاق المدارس العربیہ کی شہادۃ العالمیہ کو ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم کر لیا اور اس کا عملی اطلاق تمام تعلیمی اداروں کے لیے ضروری قرار دیا گیا۔ عالمیہ کے علاوہ عالیہ، ثانویہ خاصہ اور عامہ کی سندات بھی ایک دو پرچے کے امتحان کی شرط کے ساتھ بالترتیب بی اے، ایف اے اور

میٹرک کے مساوی قرار دی گئی۔

(۵)......قدیم فضلاء کی رعایت

فضلائے قدیم جو وفاق کی اسناد کے معادلے کے نتیجے میں حاصل ہونے والے فوائد سے محروم تھے، ان کے لئے خصوصی امتحانات کا اہتمام کرایا گیا تاکہ انہیں بھی وفاق کی سندیں فراہم کی جاسکیں، چنانچہ سینکڑوں قدیم علماء نے امتحان دیا اور وفاق نے انہیں سندیں جاری کیں۔

(۶)......ملحقہ مدارس کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ

وفاق سے ملحق مدارس میں (پہلے سے موجود قلیل تعداد جو چند سو پر مشتمل تھی اور جس میں ملک کے بہت سے قابل ذکر مدارس شامل نہیں تھے) گذشتہ دوعشروں میں غیر معمولی اضافہ ہوا، چنانچہ 2015ء میں یہ تعداد 19504 مدارس وجامعات پر مشتمل ہے جس کی بناپر اب وفاق المدارس العربیہ کو ملک کے مدارس کی سب سے بڑی نمائندہ تنظیم قرار دیا گیا ہے۔

(۷)......نصابِ تعلیم کی یکجہتی

نصابِ تعلیم انسانی تعلیم وتربیت کا وہ عنصر ہے کہ جس سے انسان کی تعلیم وثقافت، تہذیب وتمدن اور علم وعمل، حسن کردار اور حسن وعمل کی تشکیل ہوتی ہے۔ اگر نصاب تعلیم ناقص ہوتو انسان سازی، مردم گری اور صالح انسانی معاشرہ کی تعمیر میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ الغرض کسی بھی قوم کے نظریاتی تشخص کے ارتقاء وبقاء کے لئے اس کا نصابِ تعلیم وطرزِ تعلیم اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مسلمانانِ پاکستان کے اسلامی تشخص کی حفاظت اور دینی علوم کی ترویج کی خاطر ہی ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کا قیام عمل میں آیا تھا اور اسی مقصد کو مدنظر رکھ کر 1959ء میں ''وفاق'' کی نصاب کمیٹی نے دینی مدارس کے لئے خالصتاً اسلامی علوم پر مبنی نصاب تعلیم مرتب کیا۔ انسانی فکر جب زندگی کے مختلف میدانوں سے نبرد آزما ہوتی ہے اور مختلف مراحل سے گزرنا پڑتا ہے تو نت نئی تبدیلیوں، تغیرات اور انقلاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جس سے تعلیم وتعلم، کتاب وقلم اور نصاب ومعلم بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ جدید تقاضوں کے پیش نظر ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' نے بھی اپنے نصاب تعلیم میں گاہے بگاہے مناسب تبدیلیاں کی ہیں۔

مدارس عربیہ میں موجود نظام کو بہتر کرنے کے لئے موجودہ صدر اور ناظم اعلیٰ وفاق نے نصاب درس اور اصلاح کی مہم شروع کی، چنانچہ اب پورے پاکستان میں یکساں نصاب پورے اہتمام سے پڑھایا جارہا ہے۔ جبکہ پہلے صورت حال نہایت ابتر تھی اور تقریباً ہر مدرسہ کا اپنا الگ الگ نصاب ہوا کرتا تھا...... نیز ابتدا میں صرف بنین کا نصاب تعلیم تھا، جس میں آٹھ سال ابتدائیہ کے اور آٹھ سال درس نظامی کے شامل تھے، بعد میں بنات کا چھ سالہ نصاب مرتب کیا گیا، 2013 سے علماء اور حفاظ کے لیے تجوید للعلماء اور تجوید للحفاظ کا نصاب بھی مرتب کیا گیا، جب کہ 2004ء سے مصروف حضرات کے لیے مختصر دینی وتعلیمی کورس بنام ''دراسات دینیہ'' کا نصاب بھی مدون کیا گیا۔

(۸)...... مالیاتی نظام کی شفافیت

کسی بھی ادارے کے لئے اپنے اہداف کے حصول کی خاطر اس کا مالی طور مضبوط ہونا ضروری ہے۔ ادارے کی ترقی کے لئے دیگر حکمت عملی کے ساتھ ساتھ مالی حیثیت بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں اور یقیناً ابتدائی طور پر بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ روز اول سے ہی قائدین وفاق نے ''وفاق'' کو مالی طور مضبوط بنانے کے لئے کوششیں فرمائیں نیز انہوں نے قدم قدم پر ادارے کی مالیات کو شفاف رکھنے کا بھی اہتمام فرمایا۔ اس کے لئے باقاعدہ خازن کا تقرر کیا گیا۔ شروع سے ہی بینک میں اکاؤنٹ کھول کر تمام آمدنی اس میں جمع کرانے اور اخراجات کے لئے بذریعہ چیک رقوم نکلوانے کا ضابطہ طے کیا گیا اور آمد و خرچ کے حسابات کی باقاعدہ منظوری لی گئی۔ حتیٰ کہ ''وفاق'' کے قیام کے لئے بنائی گئی تنظیمی کمیٹی کے اخراجات کی منظوری بھی ''وفاق'' کی پہلی مجلس شوریٰ سے لی گئی اور اسی اجلاس میں مجلس عاملہ کو آئندہ سال کے بجٹ کی تیاری کی ہدایت کی گئی۔ مجلس شوریٰ کے دوسرے اجلاس میں ''وفاق'' کے پہلے میزانیہ کی منظوری دی گئی۔ ان دو حضرات نے وفاق کے مالیاتی نظام کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور اس کو مستحکم و مضبوط بنانے کے لیے اقدامات کیے...... پہلے کوئی مدرسہ اپنی فیس یا دیگر واجبات ادا کرنے کا کوئی اہتمام نہیں کرتا تھا۔ اب مسلسل توجہ کے نتیجے میں وفاق مالی طور پر ایک مستحکم ادارہ بن چکا ہے، وفاق کا سالانہ بجٹ جو ابتداء میں ہزاروں میں تھا اب وہ لاکھوں سے تجاوز کر چکا ہے۔ آمد و خرچ کے شفاف اندراجات اور اخراجات کو کنٹرول کرنے کی بدولت سال 1422ھ سے 1435ھ تک مجموعی شرح بچت 2.50% فیصد سے بڑھ کر 11.78% فیصد تک جا پہنچی ہے۔

(۹)...... مستقل دفاتر کا قیام

ان حضرات نے وفاق کے مرکزی دفاتر کی طرف بھی توجہ کی اور اس کے لئے بہتر و مستقل عمارت کا انتظام کرایا جب کہ اس معاملے میں پہلے عارضی بندوبست اختیار کیا جاتا تھا، چنانچہ ملتان کے اندر ۱۹۹۱ء میں وفاق کے لیے دفتر خریدا گیا جس کی خریداری میں دینی مدارس سے تعاون کی حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب صدر وفاق نے اپیل کی، ذیل میں حضرت کا خط ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب محترم و مکرم حضرت مہتمم صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

گزارش ہے کہ ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کی اہمیت و افادیت اور ضرورت و خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں، صرف مادر علمی دار العلوم دیوبند سے وابستہ ہزاروں مدارس کو ایک لڑی میں پرونے اور انہیں ایک ناقابل تسخیر قوت کا درجہ دینے کا کارنامہ ہی ایسا اقدام ہے جو تاریخ کے نقوش پر گہرے اثرات کا حامل ہے۔ ہمارے اکابر اسلاف نے سن ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں یہ خالص دینی و علمی تنظیم قائم کر کے مختلف دینی مدارس کو باطل قوتوں کے

مقابلے میں ایسے بحرِ بے کراں کی حیثیت دے دی جس نے بے دینی، الحاد، اسلام دشمنی اور دینی مدارس کو تباہ یا بے اثر کرنے کی سازشوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا دیا بلاشبہ اس میں آپ سب حضرات کا برابر کا حصہ اور انفرادی مساعی بھی شامل ہیں لیکن ''موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں'' کے مصداق ان مساعی کو نتیجہ خیز اور ثمر آور بنانے کا کام ''وفاق المدارس العربیہ'' نے انجام دیا، مزید برآں ایک ہزار سے زائد مدارس کو نصاب تعلیم، طریق امتحان اور سندات وغیرھا میں مربوط کرنا'' شهادة عالمیه ''کو ایم اے عربی و اسلامیات کے مساوی قرار دلوانا، حفظ قرآن کریم اور تحتانی سندات کا اجراء''وفاق'' کی سندات کا بین الاقوامی معیار کی یونیورسٹیوں کے ساتھ معادلہ، قدیم فضلاء کے لئے قومی سطح پر امتحانات کا انعقاد اور نصاب تعلیم کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے انقلابی اقدامات ایسے امور ہیں جنہوں نے ''وفاق المدارس العربیہ'' مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے کروڑوں افراد کی آواز بنا دیا۔

''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کا مرکزی دفتر تقریباً ۳۵ سال سے اپنی مستقل عمارت نہ ہونے کی وجہ سے کرائے کی عمارتوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا چلا آرہا ہے، اس دوران یہ ضرورت شدت سے محسوس ہوتی رہی کہ ''وفاق المدارس العربیہ'' کی مستقل ملکیتی عمارت ہونی چاہیے جس میں اس کے مختلف شعبوں کو مستقل دفاتر کی شکل دے دی جائے بالخصوص فی الوقت کام کے بہت بڑھ جانے اور دفتر کی مستقل عمارت نہ ہونے کی وجہ سے ''وفاق'' کے کارکنان اور متعلقین کو زیادہ دقت پیش آرہی تھی۔ چنانچہ توکلاً علی اللہ ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے مستقل مرکزی دفتر کے لئے ۴ کنال ۱۲ مرلے پر مشتمل ایک شاندار کوٹھی مشتمل بہ چھ ہزار کورڈ ایریا واقع الامان سٹریٹ گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان جس کے ساتھ ایک کنال رقبہ پر مشتمل شاندار جامع مسجد بھی وفاق کے تولیت میں دے دی ہے ۲۹ لاکھ روپے میں خرید لی گئی ہے جو بحمد اللہ دفتر کی تمام ضروریات کے لئے کافی ہے چونکہ ''وفاق'' اپنے لئے مستقل کوئی چندہ نہیں کرتا اور اس کا سرمایہ صرف رکن مدارس کا مخلصانہ تعاون ہی ہے اس لئے اس کا بار ہم سب نے مل کر اٹھانا ہے اس سلسلہ میں ''وفاق'' کی مجلس عاملہ نے ''وفاق'' سے ملحق جامعات سے کم از کم تین ہزار روپے، مدارس عالیہ و ثانویہ سے کم از کم دو ہزار روپے اور مدارس متوسطہ و تحفیظ القرآن الکریم سے کم از کم ایک ہزار روپے کی رقم بطور تعاون حاصل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ نے جس طرح اس پودے کو اپنے خون سے سینچ کر ایک تناور درخت میں بدلا ہے ہمیں امید ہے کہ اب بھی اسی جذبہ اخلاص و ایثار سے کام لیتے ہوئے اس دینی

ضرورت میں پورا تعاون فرمائیں گے اور عریضہ کی وصولیابی کے ساتھ ہی اس فوری ضرورت کا احساس فرماتے ہوئے زرتعاون ارسال فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ہماری مساعی کو اپنی مرضیات کا ذریعہ بنائے۔رقم بذریعہ بینک ڈرافٹ بنام"وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کرنٹ اکاؤنٹ نمبر۴۲۲ یو بی ایل یا بذریعہ منی آرڈر" مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب ناظم امتحانات وفاق المدارس العربیہ پاکستان ۳۷۱۱۔ریلوے روڈ ملتان" کے پتہ پر ارسال فرماویں۔

(مولانا) سلیم اللہ خان

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۲۰/۰۶/۱۴۱۲ھ......۲۷/ ۱۲/ ۱۹۹۱ء

چنانچہ اس وقت موجودہ مرکزی دفتر وفاق المدارس کی ملکیت ہے،اس کے علاوہ اسلام آباد میں ایک کنال رقبہ پر مشتمل ایک کوٹھی ذیلی دفتر کے طور پر بنام"وفاق ہاؤس" وفاق المدارس کے لیے خریدی گئی ہے اور ملتان کے مضافات میں 84 کنال اراضی کا وسیع رقبہ بھی وفاق نے کئی سال قبل خریدا ہے اور حال ہی میں موجودہ دفتر وفاق سے متصل 26 مرلہ پر مشتمل دو منزلہ کوٹھی کا مبلغ ایک کروڑ نوے لاکھ روپے میں سودا طے ہوا ہے۔الحمد للہ

(۱۰)......کمپیوٹرائزڈ دفتری نظام

1426ھ/2005ء سے"وفاق" کا مکمل دفتری نظام کمپوٹرائزڈ کر دیا گیا۔یہ اقدام وفاق کے دفتری نظام کو جدید خطوط پر استوار کرنے میں سنگ میل ثابت ہوا۔طلبہ وطالبات کی رجسٹریشن کا فیصلہ کیا گیا جس کے تحت ان کا مکمل ریکارڈ محفوظ رکھا جاتا ہے۔الحمد للہ اب وفاق کا دفتری نظم کسی بھی منظم ادارے سے کم نہیں ہے، بلکہ بہت سے ادارے"وفاق" کے نظام کو اپنے لیے مشعل راہ سمجھتے ہیں۔

(۱۱)......ماہنامہ وفاق المدارس کا اجراء

گزرتے وقت کے تقاضوں کے پیش نظر ملحق مدارس کو"وفاق" کی پالیسی،اکابرین وفاق کی طرف سے جاری کردہ ہدایات،اہم فیصلوں سے آگاہ کرنے اور تحقیقی مواد و مقالات کی اشاعت کے لئے"وفاق" کے اپنے مجلّہ کا اجراء کیا گیا۔ رجب المرجب **1421**ھ میں پہلی مرتبہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان سہ ماہی"وفاق المدارس" شائع کیا گیا۔ محرم الحرام **1425**ھ سے رسالہ کی اشاعت بطور ماہنامہ شروع ہوئی۔الحمد للہ اس کا شمار کثیر الاشاعت اور معیاری رسالوں میں ہوتا ہے۔گذشتہ سترہ سال سے یہ رسالہ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔

(۱۲)......اتحاد تنظیمات مدارس

دینی مدارس گذشتہ پندرہ،بیس برسوں میں بالعموم اور نائن الیون ولندن بم دھماکوں کے بعد بالخصوص عالمی ایجنڈے پر آ گئے،دہشت گردی،قتل و غارت اور فرقہ واریت کی ہر واردات کو دینی مدارس سے منتھی کرنے کی کوشش کی گئی۔مدارس کی

رجسٹریشن، غیر ملکی طلباء کا مسئلہ، دینی مدارس کی کردار کشی، مدارس کے نظام تعلیم و نصاب کو متنازعہ بنانا جیسے مسائل کھڑے کر دیئے گئے۔ان تمام معاملات کے حل کے لئے ان اکابرین نے سوچا کہ موجودہ دور تنہائی کا نہیں۔دوسرے مکاتب فکر کو بھی بعض مشترکہ اہداف و مقاصد کے حصول کے لیے ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت ہے، دینی مدارس کا تحفظ جیسے وسیع تر قومی مفاد کے مسئلے پر دیگر مکاتب فکر کے وفاقوں کا اتحاد ''اتحاد تنظیمات مدارس'' کے نام سے تشکیل دیا جس سے مدارس کا موقف مضبوط ہو کر مختلف عالمی وملکی فورموں پر پیش کیا گیا۔مدارس دشمن سازشوں سے بچنے کے لیے دوسرے مکاتب فکر کے وفاقوں کو ملا کر اتحاد تنظیمات مدارس بھی ان دو حضرات ہی کے حسن تدبیر کا نتیجہ ہے۔

(۱۳)......عالم عرب میں وفاق کا تعارف

عالم عرب کی ممتاز شخصیات خصوصاً امام کعبہ شیخ عبدالرحمٰن سدیس اور شیخ خالد الغامدی وغیرہ کی پاکستان آمد کے موقع پر استقبالیہ تقریبات کا اہتمام کیا گیا، جس میں ان حضرات کی خدمت میں دینی مدارس اور خصوصاً وفاق المدارس کا تعارف پیش کیا گیا جس کو دیکھ کر ان حضرات شیوخ نے بھی وفاق کی خدمات کا گراں قدر الفاظ میں اعتراف کیا اور یوں عالم عرب میں وفاق المدارس کے تعارف کا سلسلہ شروع ہوا۔

(۱۴)......خدمتِ قرآنِ کریم ایوارڈ

وفاق المدارس نے حفاظ کا امتحان 1982ء سے لینا شروع کیا اور 2016ء تک 34 سال کے اس عرصے میں وفاق المدارس نے جو حفاظ تیار کیے ان کی تعداد 10 لاکھ 54 ہزار 551 ہے۔مصر جو قراءت میں عالمی شہرت کا حامل ہے اس کے مقابلے میں بھی پاکستان آگے رہا۔یوں تو وفاق المدارس کے تحت ہر سال تقریباً ساٹھ ہزار طلبہ و طالبات حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل کرتے ہیں جبکہ سال 2014 میں یہ تعداد 63 ہزار پانچ سو چھپن تک جا پہنچی، جن میں 15 ہزار بچیاں شامل ہیں۔ وفاق المدارس کی اسی خدمت حفظ قران کریم کا اعتراف کرتے ہوئے رابطہ عالمی اسلامی نے دنیا بھر میں ایک سال میں سب سے زیادہ (ترسٹھ ہزار پانچ سو چھپن) حفاظ تیار کرنے پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو دنیا کے سب سے بڑے اعزاز ''خدمتِ قرآنِ کریم انٹرنیشنل ایوارڈ'' سے نوازا۔اس تقریب میں ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مہمان کی حیثیت سے شریک تھے، انھوں نے یہ ایوارڈ وصول کیا۔

(۱۵)......تعلیمی نیٹ ورک کی توسیع

وفاق المدارس کے تعلیمی نیٹ ورک کو پاکستان سے باہر کی دنیا تک وسیع کرنے کی کوشش کی گئی، بعض ملکوں کے مدارس کا الحاق کیا گیا۔

(۱۶)......وفاق المدارس- تاریخ، تعارف، خدمات

جس میں وفاق المدارس کی ساٹھ سالہ تاریخ کئی سو صفحات میں مرتب ہوگئی ہے۔اکابر کی تحریریں محفوظ ہو کر عام ہوگئی اور وفاق المدارس کی ساٹھ سالہ مساعی کی تلخیص اس میں آ گئی ہے! فللہ الحمد۔

اکابرین وفاق کا مدارس کا دس روزہ دورہ

حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ

[محرم الحرام 1403ھ میں حضرات اکابرین وفاق کے سہ رکنی وفد نے پنجاب کا دس روزہ دورہ کیا۔ وفد کے سربراہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ (اس وقت وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ) تھے۔ جبکہ وفد کے ارکان میں حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم العالی شامل تھے۔ اپنے اس دورے کے دوران حضرات نے پنجاب کے 16 اضلاع کے مدارس کا معائنہ فرمایا۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے معائنہ کے دوران اپنے مشاہدات کو قلمبند فرمایا ہے۔ جس میں انہوں نے بعض مدارس کی زبوں حالی، اس کے اسباب اور ان کا حل انتہائی جامع انداز میں پیش فرمادیا ہے جو کہ ان کے تجربات کا نچوڑ بھی ہے۔ انہوں نے اپنی تحریر میں کثرت تعداد کی بجائے معیاری تعلیم وتربیت کو ترقی کا نسخہ قرار دیا ہے۔ اہل مدارس کے رہنمائی کے لئے حضرت صدر وفاق کی یہ تحریر مولانا عبدالمجید صاحب (ناظم مرکزی دفتر وفاق) کی ترتیب کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ مرتب]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی امابعد

وفاق المدارس العربیہ پاکستان دینی مدارس کی ایک ہمہ گیر اور وسیع تنظیم ہے جس میں ملک کے تمام علاقوں کے چھوٹے بڑے ایک ہزار کے قریب دینی مدارس شامل ہیں۔ پچھلے کچھ عرصہ سے وفاق نے مشمولہ مدارس کی تعلیمی ترقی اور باہمی تعاون و اعتماد کی فضا کو بہتر بنانے کے لئے پورے ملک کے مدارس کا معائنہ کرنے کا ایک منصوبہ بنایا ہے گذشتہ سالوں میں سندھ اور بلوچستان کے اکثر و بیشتر مدارس کا دورہ کیا گیا اور بفضلہ تعالیٰ اس کے بہتر نتائج برآمد ہوئے جہاں چھوٹے مدارس کی حوصلہ افزائی ہوئی وہیں چھوٹے بڑے تمام مدارس نے اپنے اصل مقاصد کے حصول کے لئے دلچسپی کا بھی اظہار کیا اسی طرح بر موقعہ ارکان وفد نے اہل مدارس کو تعلیمی، انتظامی اور اخلاقی امور میں مفید مشورے بھی پیش کئے جن کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ وفاق المدارس کے ساتھ وابستگی میں بھی اضافہ ہوا اور کافی تعداد میں نئے مدارس وفاق کی تنظیم میں شامل ہوئے۔

اس سال محرم الحرام ۱۴۰۳ھ کے آخر اور صفر المظفر کے شروع میں حضرت مولانا عبدالمجید صاحب باب العلوم کہروڑ پکا اور جناب مولانا محمد حنیف جالندھری جامعہ خیر المدارس ملتان کی معیت میں خادم نے پنجاب کے ۱۶ اضلاع کا دورہ کیا

ارکانِ وفد میں جناب مولانا حبیب اللہ صاحب جامعہ رشیدیہ ساہیوال بھی شامل تھے لیکن وہ اپنی کسی مجبوری کی بناء پر شریک سفر نہ ہو سکے۔

اس وقت اس دورے کی تفصیلات، تاثرات اور بعض تجاویز پیش کی جارہی ہیں تفصیلات اور تاثرات کے ضمن میں بعض ایسے امور کی نشاندہی بھی ملے گی جو متعلقہ افراد کے لئے شکایت اور ناگواری کا سبب ہوگی اور بعض مدارس کا ذکر تعریف کے انداز میں ہوگا اکثر و بیشتر کا صراحت کے ساتھ ذکر نہیں آئے گا لیکن یہاں نہ کسی کی تنقیص مقصود ہے نہ مدح وستائش بلکہ اصلاحِ احوال کی کوشش کے ضمن میں سادہ واقعات بیان کئے گئے ہیں جو عینی مشاہدے میں آئے ہیں اسی طرح ترغیب کے لئے بعض خوش نما پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے تاکہ دوسرے حضرات بھی ان کو اپنائیں اور جہاں کوئی غیر معمولی بات نہ تھی بلکہ معمول کے مطابق کام تھا ان کو فرداً فرداً بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی بلکہ کچھ اصولی باتیں پیش کر دی گئی ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو عام قسم کے نقائص کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

ہمارے اس دورے کا آغاز ڈیرہ غازی خان سے ہوا پھر ملتان، مظفر گڑھ، کوٹ ادو، چوک منڈا، لیہ، بھکر، خانقاہ سراجیہ، میانوالی، شاہ پور صدر، خوشاب، سرگودھا، چنیوٹ، جھنگ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، فیصل آباد، شاہ کوٹ، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، لاہور، ساہیوال، وہاڑی، میلسی وغیرہ میں دس دن مسلسل شب و روز لگا کر تقریباً ۱۲۰ مدارس کا دورہ کیا اور رضا کارانہ طریقہ پر مدارس کے جملہ کوائف جمع کئے گئے نیا الحاق بھی کیا گیا اور قدیم مدارس کو سالانہ چندہ ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی۔

وفاق المدارس کے وفد نے ۱۰ دن میں ۱۶ اضلاع اور ان کے مضافات میں ۱۲۰ مدارس کا دورہ کیا کچھ مدارس ان میں وہ بھی شامل ہیں جن کا معائنہ وفد کی درخواست پر مظفر گڑھ کے اطراف میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب مہتمم مدرسہ احیاء العلوم اور حضرت مولانا محمد صابر صاحب نے کیا اور بعض مدارس کا معائنہ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم مظفر گڑھ کوٹ ادو نے کیا اور ان میں ۱۱ مدارس فوقانی ۳۲ وسطانی اور بقیہ ابتدائی مدارس یا مکاتب تھے۔

ان مدارس میں طلبہ کی تعداد (۱۶۰۰۰) سولہ ہزار سے زائد تھی، حفظ کے طلبہ و طالبات کی تعداد (۵۰۰۰) پانچ ہزار سے تجاوز تھی۔ ناظرہ قرآن مجید پڑھنے والے بچے اور بچیاں (۱۰۰۰۰) دس ہزار کے قریب تھیں۔ درس نظامی کے طلبہ پندرہ سو تھے جن میں ۱۱۵۰ عربی کے اور بقیہ ۳۵۰ فارسی کے طالب علم تھے مسافر طلبہ جن کا دارالاقامہ میں قیام ہوتا ہے تین ہزار سات سو کے قریب تھے۔

ان مدارس میں فتح العلوم چنیوٹ کا مدرسہ ماشاء اللہ انتہائی قابل تعریف نظر آیا جس میں طلبہ کی تعداد ۸۵۰ تھی اور حفظ کے طلبہ و طالبات کی تعداد ۵۰۰ سو تھی۔ ۱۰ اساتذہ اور ۹ استانیاں محترم جناب قاری دین محمد صاحب کے زیر انتظام و نگرانی خدمت میں مشغول تھے۔ ارکان وفد مغرب کے بعد مدرسہ میں حاضر ہوئے پیشگی کوئی اطلاع بھی نہیں کی تھی لیکن جب مدرسہ میں حاضری ہوئی تو دیکھا کہ تمام اساتذہ و طلبہ کامل یکسوئی کے ساتھ اپنے اپنے کام میں مشغول اور مگن ہیں یہ مدرسہ ابتدائی ہے اور صرف قرآن کریم کی تعلیم اس میں دی جاتی ہے طالبات کو حفظ قرآن کے علاوہ اردو، پرائمری اور دستکاری کی بھی تعلیم دی

جاتی ہے یہاں مسافر طلبہ کی تعداد بھی ۹۰ تھی اور اسی دورے میں اس مدرسہ کا الحاق بھی وفاق المدارس کے ساتھ کیا گیا۔

چنیوٹ اور جھنگ کے اکثر مدارس میں قرآنی تعلیم کے ساتھ دلچسپی اور انہاک مشاہدے میں آیا دفتری نظم وضبط کے اعتبار سے دارالعلوم مکی شاہ صدر دین ضلع ڈیرہ غازی خان اور مدرسہ اسلامیہ عربیہ بورے والا کو قابل تقلید اور ممتاز پایا۔ مدرسہ عطاء العلوم شاہ جمال ڈیرہ غازی خان کے معائنہ سے بھی ارکان وفد متاثر ہوئے۔ یہ مدرسہ جنگل میں منگل کی مثال پیش کرتا ہے۔ انتہائی سادگی کے باوجود آباد اور بارونق تھا۔ تعلیم وتربیت کے اچھے معیار کے سبب سے اس کے ماحول میں ہر ایک نے ایک خاص کشش کو محسوس کیا۔ وسطانی سطح پر یہ مدرسہ اگرچہ وسائل کے اعتبار سے خصوصی توجہ کا طالب ہے مگر اس کے منتظمین ماشاء اللہ اپنی مساعی جمیلہ کے اعتبار سے ہدیۂ تبریک کے مستحق ہیں۔ بڑے مدارس کو چھوڑ کر وہاں بالعموم کسی نہ کسی حد تک تعلیمی وتنظیمی امور کی رعایت کی جاتی ہے۔ اکثر وسطانی وتحتانی مدارس میں نظم وضبط اور تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ درجہ بندی کو سرے سے تمام ہی چھوٹے بڑے مدارس میں مفقود ہے وفاق کے نصاب کے مطابق درجہ وار کتابیں پڑھانے کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ امسال ثانویہ خاصہ (درجہ رابعہ) کا سالانہ امتحان وفاق لے رہا ہے اور آئندہ دوسرے درمیانی درجات کا امتحان بھی شروع ہونے والا ہے اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کا حل نکلنے کی قوی امید ہے۔

اس سفر میں ایسے مدارس بھی دیکھنے میں آئے کہ وہ وفاق المدارس کی فہرست میں فوقانی یا وسطانی لکھے ہوئے ہیں اور برسہا برس سے وہ اسی طرح لکھے ہوئے چلے آرہے ہیں لیکن ان کا معیار گر چکا ہے اور وہ فوقانی سے وسطانی اور وسطانی سے تحتانی کی سطح پر آگئے ہیں اور انحطاط کی یہ صورت تسلسل کے ساتھ چلی آرہی ہے۔ فوقانی ہونے کے باوجود کبھی ان کے طلبہ وفاق المدارس کے دورہ حدیث کے سالانہ امتحان میں شرکت نہیں کرتے یا اگر اتفاق سے کبھی شرکت ہوتی بھی ہے تو نا قابل ذکر تعداد ہوتی ہے۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ ان مدارس میں یا تو دورہ حدیث کے طلبہ ہوتے ہی نہیں یا پھر ان کا معیار اتنا پست ہوتا ہے کہ ان میں اس امتحان کی اہلیت نہیں ہوتی اس لئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مدارس کی نئے سرے سے درجہ بندی کرائی جائے۔ اگر ان کے یہاں وسطانی درجہ تک مستقل تعلیم ہوتی ہے تو وہ اپنے آپ کو وسطانی میں شامل کرائیں اور اگر مستقل طور پر ان کے یہاں تحتانی تک تعلیم کا اہتمام ہوتا ہے تو اپنا نام تحتانی میں درج کرائیں۔ محض ارادے اور عزم کی بنیاد پر یا کبھی کبھار فوقانی درجات یا وسطانی معیار کو حاصل کر لینے کی وجہ سے اوپر کا درجہ حاصل کرنے کی کوشش نہ فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ تاکہ وفاق المدارس کی جاری کردہ فہرست میں اور مدارس کی اصل حقیقت میں تضاد نہ محسوس ہو اور وفاق اور خود مدارس جس اعلیٰ معیار کی خواہش رکھتے ہیں اس پر کسی کو حرف گیری کا موقعہ نہ مل سکے۔

اس سے بھی اندازہ ہوا کہ ابتدائی درجات میں بالخصوص اور دوسرے درجات میں بالعموم جس طرح توجہ اور محنت کی ضرورت ہے اس کی ضرورت کماحقہ محسوس نہیں کی جاتی، اسی لئے وسطانی بلکہ فوقانی سطح کے مدارس بھی طلبہ کی کمی کی شکایت کرتے ہیں۔ اہل مدرسہ تو اس قلت کے کچھ دوسرے اسباب بیان فرماتے ہیں اور ممکن ہے ان کی کچھ اہمیت ہو مگر ارکان وفد کی رائے یہ ہے کہ اگر تعلیم وتربیت کا اعلیٰ معیار قائم کرنے کی طرف پوری پوری توجہ دی جائے جو بجائے خود اہل مدارس کا اپنا

فریضہ بھی ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ شکایت رفع ہو سکتی ہے۔ چونکہ کثرت تعداد کی خواہش کے پیش نظر تو تعلیم و تربیت کے ضروری اصول میں رعایت در رعایت کے پہلو کو اپنا کر اور (معاف فرمایئے) نامناسب نرمی اور غفلت اختیار کر کے ہم طلبہ کی کثرت کے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ارباب اہتمام اور حضرات اساتذہ اگر اس نسخہ کو بھی آزمالیں کہ تعلیم و تربیت کے بہترین معیار کو حاصل کرنے کی طرف توجہ مبذول فرمائیں تو کامل یقین ہے کہ بڑی آسانی سے مدارس کی ترقی اور طلبہ کی تعداد میں معقول اضافہ اور دینی خدمت کی وسعت جیسے مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں اور شغف اور انہماک کے ساتھ سلیقہ سے اس خدمت کو انجام دینا دوسری بے شمار برکات کا بھی ذریعہ ہو سکتا ہے۔

ارکان وفد بڑی دلسوزی اور ادب سے یہ گذارش کرتے ہیں کہ ہمارے ارباب مدارس کو خصوصیت کے ساتھ ان دینی مراکز کی آبیاری اور ان کی حفاظت و بقا اور ترقی کی خاطر پوری دلجمعی و دلچسپی اور گہرے شعور اور کامل فکرمندی کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات پاک پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے نوجوان نسل کو تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے خوب محنت کرنی چاہیے۔ ہمارے اسلاف و اکابر کا یہی طریقہ رہا ہے اور تمام مراحل میں فتح باب نصرت کے لئے گہرا علم اور کامل تقویٰ ہی اصل ذریعہ ہے۔

مدارس میں اساتذہ اور مہتممین کے درمیان اعتماد و الفت کی فضا قائم رہے حسب مراتب تمام حضرات ایک دوسرے کا احترام کریں لایعنی اور بے مقصد مشاغل سے اجتناب برتا جائے۔ تحقیق و جستجو اور مطالعے کے ساتھ دلچسپی ہو، منصبی فرائض کو پابندی وقت کے ساتھ ذمہ داری سے ادا کیا جائے۔ طلبہ کی تربیت و اصلاح کا خاص طور پر اہتمام ہو، اپنے اسلاف کے سوانح اور ملفوظات کا کوئی وقت مقرر کر کے ان کو سنائے جائیں۔ حلقہ ہائے ذکر کا قیام عمل میں لایا جائے۔ مطالعہ و تکرار اور اسباق کی پابندی طلبہ پر لازم کی جائے۔ ابتدائی درجات بالخصوص صرف و نحو اور ادب کے اسباق میں قواعد کے اجراء اور ترجمتین کی تمرین پر خوب زور دیا جائے۔ وضع قطع میں طلبہ کو آزادی نہ دی جائے سنت کی مطابقت کا تمام امور میں لحاظ رکھا جائے اور تعلیم و تربیت دونوں میں دلسوزی اور مشفقانہ طرز عمل کو جاری کیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہمہ جہت کامیابیاں ضرور حاصل ہونگی۔

اہل مدارس میں عام طور پر بہت سی دوسری قابل اصلاح باتوں کے ساتھ یہ کمی بھی نظر آئی کہ مدارس کا نام تجویز کرتے وقت حقائق پر نظر رکھنے کی بجائے غیر منطقی بنیادوں کے پیش نظر مضحکہ خیز حد تک کوتاہی برتی جاتی ہے مثلاً یہ دیکھا گیا کہ بعض مدارس میں ایک طالب علم بھی درس نظامی کا نہیں لیکن ان کا نام ''دارالعلوم یا جامعہ'' رکھا گیا ہے اس کی اصلاح کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔

بعض مقامات جن کو علاقائی اہمیت حاصل ہے اور وسطانی سطح کے مدارس وہاں موجود ہیں لیکن وہاں درس نظامی کی تعلیم کا فعلاً کوئی بندوبست نہیں ہے یا ہے تو برائے نام ہے اس سے دکھ ہوا۔ یہ صورت حال تشویش سے خالی نہیں ارباب مدارس کو ایسے مواقع میں اور زیادہ تندہی اور محنت سے کام کرنے کی ضرورت ہے اگر اس طرف توجہ کی گئی تو اصلاح احوال کی امید ہے۔

بعض مقامات پر اہل مدارس سے کچھ اسی قسم کی باتیں بھی سننے میں آئیں کہ آپس میں مدارس کے درمیان کچھ رقابتیں اور بُعد پایا جاتا ہے امید ہے کہ اہل علم وبصیرت اس کا تدارک فرمائیں گے بعض مقامات پر آپس میں محبت والفت کے مظاہرے بھی دیکھنے میں آئے اور اس سے خوشی ہوئی اور دل سے دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب میں اسی طرح الفت واتحاد کی فضاء پیدا فرمائیں۔ آمین

یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ اکابر واسلاف کے طرز کے مطابق وفاق المدارس نے جو اپنی پالیسی وضع کی تھی کہ حکومت سے زکوۃ نہیں لی جائے گی، اکثر چھوٹے بڑے مدارس اس میں کوتاہی کر رہے ہیں اور حکومت سے زکوۃ وصول کرتے ہیں اب عشر آرڈیننس بھی نافذ ہوگیا ہے اور زکوۃ کی طرح عشر میں بھی یہی صورت پیش آئے گی۔ اس پر مزید غور وفکر کا مطالبہ بھی بعض حلقوں کی طرف سے ہوا ہے لیکن ارکان وفد کے دائرہ اختیار سے چونکہ یہ بات خارج ہے اس لئے صرف اتنا عرض کرنے پر اکتفاء مناسب ہے کہ اس دور میں بھی ایسے حضرات کی کمی نہیں جنہوں نے زکوۃ کے حصول کی کوشش کی بجائے خود ہی انہوں نے حکومت کی پیش کش کو ٹھکرا دیا اور زکوۃ وصول کرنے سے انکار کر دیا۔ تقریباً ۴۰ سے زائد مدارس ۱۲۰ میں وہ ہیں جنہوں نے زکوۃ نہیں لی اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان میں وہ اولوالعزم حضرات بھی ہیں جنہوں نے حکومت کی پیش کش کے باوجود انکار کیا ہے۔ ورنہ بظاہر جو بھیڑ چال چل رہی ہے اس سے یہ احتیاط عام طور پر مشکل ہوا کرتی ہے جب کہ مسائل اور مشکلات میں پوری پوری یکسانیت بھی موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حوصلہ عطاء فرمائے اور شرور وفتن سے ہمارے دینی مراکز کی حفاظت فرمائے۔

اس دورے میں ۶ وسطانی اور ۱۹ ابتدائی مدارس وفاق المدارس کے ساتھ الحاق کیا گیا۔ تقریباً ۳۲۱۱۳/ روپے سالانہ چندہ جمع ہوا اور بعض مدارس نے جلد از جلد چندہ جمع کرانے کا وعدہ کیا جمع شدہ اور وعدہ شدہ رقم کا مجموعہ ۴۰۰۰۰/ روپے کے قریب ہوگیا۔

تیرہ مدارس ایسے ہے جن کی کوئی کارکردگی مشاہدے میں نہیں آئی یا تو سرے سے ان کا وجود ہی ختم ہو چکا ہے یا پھر اگر ہے تو برائے نام، کام کچھ نہیں ان کے متعلق فیصلہ کرنا ہوگا کہ ان کا الحاق باقی رکھا جائے یا ختم کر دیا جائے۔

ارکان وفد کی رائے میں ایسے مدارس کا الحاق باقی رکھنا کسی طرح مناسب نہیں یہ مدارس پوری تنظیم کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں اور ڈھیل دینے سے نفع کی بجائے نقصان ہوتا ہے۔

صدر وفاق المدارس اپنی گفتگو کی روشنی میں

[یہ فکر انگیز انٹرویو ۱۴۰۸ھ میں الفاروق انگریزی کی پہلی اشاعت کے موقع پر لیا گیا تھا، بیس سوالات اور ان کے جوابات پر مشتمل اس انٹرویو میں حضرت صدر وفاق نے اپنی زندگی کے مختلف ادوار و خدمات پر کچھ روشنی ڈالی ہے، دینی مدارس کے نصاب و نظام اور برصغیر میں مختلف تعلیمی نصابوں کے تجرباتی اداروں اور ان کے نتائج کی تاریخی تفصیل بیان فرمائی ہے، دینی مدارس کے موجودہ نصاب و نظام اور ان پر کیے جانے والے عام اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیئے ہیں اور آخر میں پاکستان کے دینی مدارس کے مشترکہ بورڈ ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کا تعارف اور اس کی کارکردگی بیان کی ہے، امید ہے قارئین یہ ولولہ انگیز انٹرویو بڑے ذوق وشوق سے پڑھیں گے۔ مرتب]

سوال۔ا: دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر انڈیا میں تدریس کا کام شروع کیا اور آٹھ سال تک اس سے منسلک رہے، اس کو چھوڑنے کی وجہ؟

جواب: مفتاح العلوم جلال آباد میں میری ابتدائی عربی کی تعلیم ہوئی تھی اس لیے دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد تدریس کے لیے اسی کا انتخاب کیا۔ یہاں کے مہتمم صاحب میرے استاد بھی تھے، ان کی بھی خواہش تھی۔ خود میرے لیے یہ جگہ مانوس تھی اور گھر سے قریب بھی۔ یہ اندازہ بھی تھا کہ یہاں خدمت بہتر طریقے پر کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ جب وہاں کام شروع کیا تو بالکل ابتدائی حالت تھی حالانکہ مدرسہ کافی پرانا تھا مگر نہ مدرسے میں کتب خانہ تھا، نہ مطبخ، نہ باقاعدہ دار الاقامہ تھا۔ زیادہ سے زیادہ آٹھ دس طالب علم تھے جو مدرسے میں رہتے تھے اور گھروں سے کھانا لایا کرتے تھے یا کوئی مسجد میں امام یا مؤذن ہوتا تھا۔ چند کتابیں مدرسے کی تھیں جو ایک الماری کے دو خانوں میں رکھی ہوتی تھیں اور پھر بھی ان میں جگہ خالی رہتی تھی۔ اسی لیے جب ہم لوگ وہاں پڑھتے تھے تو اپنی کتابیں خرید کر پڑھتے تھے اور کھانے کے لیے اپنا باورچی رکھا کرتے تھے۔

جب میں نے تدریس کا کام شروع کیا تو نوجوانی تھی، کام کرنے کا شوق تھا، بہت محنت کی اور رات دن ایک کردیا۔ اس کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ مہتمم صاحب کو مدرسے کی ترقی کا خاص خیال نہیں تھا۔ چنانچہ جب طلبہ بڑھنے لگے تو کتب خانہ قائم کیا گیا، مطبخ بنایا گیا، لوگوں کے گھروں سے طلبہ کے لیے کھانا لانے کا سلسلہ بند کیا گیا اور مدرسے کی عمارت کی توسیع کی طرف توجہ دی گئی۔ دار الاقامہ کے بارہ کمرے، ایک ہال اور درسگاہیں تعمیر کرائیں تو مہتمم صاحب کی طرف سے اس

پورے عمل میں کوئی خاص حوصلہ افزائی نہیں ہوتی تھی۔ وہ یہی کہا کرتے تھے کہ مدرسے کو بڑھانے اور عمارات کو وسیع کرنے کی ضرورت نہیں مختصر اور تھوڑا کام ہی مناسب ہے۔

لیکن بایں ہمہ وہ مزاحمت نہیں کرتے تھے بلکہ مالیات کا پورا بوجھ ان پر ہی تھا۔ طلبہ کی تعداد میں بہت اضافہ ہو گیا تھا۔ ۲۵۰ طلبہ دارالاقامہ اور درسگاہوں میں مقیم تھے۔ تعلیم کا معیار بلند ہو گیا تھا۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کے اساتذہ تعلیم کے لیے اپنے بچوں کو مفتاح العلوم بھیجنے لگے تھے۔ تعلیم دورہ حدیث تک پہنچ گئی تھی۔ کام خوب چل رہا تھا اور مدرسے کی شہرت دور دراز علاقوں تک پھیل رہی تھی، ماحول بہت پُرسکون تھا، تعلیم و تربیت کے لیے مفتاح العلوم جلال آباد کو نمونے کے طور پر شمار کیا جانے لگا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آمدنی کے ذرائع میں بھی برکت فرمائی تھی۔

اسی دوران مہتمم صاحب کی طرف سے ایک نئے مدرس کا اضافہ کیا گیا۔ جس کی وجہ سے ماحول میں کشمکش شروع ہوئی اور بعض پرانے مدرسین اور اس نئے مدرس میں باہمی آویزش رہنے لگی اور انھوں نے ماحول کو خاصا متاثر کر دیا۔ وہ ترقی جو شروع سے جاری تھی، رک گئی۔ میں نے بار بار مہتمم صاحب کو اس طرف متوجہ کیا لیکن انھوں نے تدارک کی کوئی فکر نہ کی۔ جب کہ اس نقصان کا وہ مشاہدہ بھی کر رہے تھے اور اقرار بھی کیا کرتے تھے۔ وہ مجھے تسلی دینے پر اکتفا کرتے تھے کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے دو سال تک انتظار کیا لیکن پھر مایوس ہو کر خاموشی کے ساتھ اس ماحول سے نکل آیا اور الحمدللہ میرے چلے آنے سے آپس کے تعلقات متاثر نہیں ہوئے۔ چونکہ میں نے خاموشی اور حسن تدبیر سے خود کو مدرسے سے جدا کیا تھا اور کسی قسم کی تلخی یا شکر رنجی کو بیچ میں آنے کا موقع نہیں دیا۔ حالانکہ مہتمم صاحب اور کئی اساتذہ بھی کسی قیمت پر میری علاحدگی پر راضی نہ تھے۔

سوال ۔۲: انڈیا سے آ کر آپ نے دارالعلوم ٹنڈو الٰہ یار سندھ میں جس کی بنیاد حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے رکھی تھی، تدریس کا کام شروع کیا اور تین سال تک وہاں رہے اس دارالعلوم کو چھوڑنے کی وجہ؟

جواب: اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ مہتمم صاحب کی توجہ مدرسے کی طرف نہ ہونے کے برابر تھی۔ مدرسہ ٹنڈو الٰہ یار میں تھا اور مہتمم صاحب کراچی میں مقیم تھے اور سال بھر میں مشکل ہی سے ایک آدھ مرتبہ دارالعلوم آتے تھے۔ مہتمم صاحب نے جن دوسرے آدمیوں کے سپرد کام کیا ہوا تھا وہ نہ اس کام کے اہل تھے اور نہ ہی انھیں ادارے کی ترقی سے دلچسپی تھی۔ اس لیے میں نے تین سالہ تجربہ کے بعد یہی مناسب سمجھا کہ علاحدگی اختیار کر لی جائے۔

سوال ۔۳: اس کے بعد آپ نے دارالعلوم کورنگی کراچی میں تدریس کا کام شروع کیا اور ساتھ ہی ساتھ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں بھی پڑھاتے رہے۔ ان دونوں مشہور درسگاہوں کو چھوڑنے کی وجہ؟

جواب: جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں تو مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش اور مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے جز وقتی طور پر صرف ظہر سے عصر تک ایک سال تدریسی خدمات انجام دیں پھر اگرچہ مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا آئندہ کے لیے بھی اصرار تھا لیکن مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جن کے دارالعلوم کا میں مستقل ملازم تھا اس سلسلے کو

جاری رکھنے کی اجازت نہیں دی اس لیے یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔

البتہ دارالعلوم کورنگی میں میں نے دس سال گزارے اور اس کو چھوڑنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ پاکستان ہجرت کرتے وقت میری نیت ایک مستقل ادارہ قائم کرنے کی تھی۔ اس کے لیے میں مناسب وقت کا منتظر تھا۔ اس عرصے میں حالات کا بھی جائزہ لیا جاتا رہا، ماحول سے مناسبت بھی پیدا ہوئی اور جب نئے ادارے کے قیام کے لیے کچھ محرکات سامنے آئے تو میں نے جامعہ فاروقیہ کراچی کے قیام کا فیصلہ کرلیا۔ چونکہ دارالعلوم کورنگی میں مجھے کوئی تکلیف نہ تھی میں وہاں مطمئن تھا اور مفتی صاحبؒ سے ایک موقع پر بشرط مشیت ایزدی تاحیات دارالعلوم کی خدمت کا وعدہ کرچکا تھا اس لیے نیا ادارہ قائم کرنے اور دارالعلوم چھوڑنے کے لیے مفتی صاحبؒ سے اجازت ضروری تھی۔ چنانچہ میں نے مفتی صاحبؒ کی طرف رجوع کیا اور اپنا ارادہ ظاہر کیا تو مفتی صاحبؒ اول تو اجازت دینے کے لیے تیار نہ تھے لیکن ایک ہفتے کے مذاکرات کے بعد میرے اصرار پر وہ راضی ہوگئے اور بجائے استعفاء منظور کرنے کے انھوں نے مجھے ایک سال کی طویل رخصت لینے کا مشورہ دیا۔ اس طرح دارالعلوم کو خیرباد کہا گیا۔

سوال۔۴: آپ نے مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور دوسرے علماء حضرات کے مشورے سے جامعہ فاروقیہ کی بنیاد ڈالی۔ آپ کے پیش نظر اس کا کیا مقصد تھا؟

جواب: میں نے جامعہ فاروقیہ کراچی کو مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور اپنے دوسرے مخلص احباب اور بزرگوں سب سے مشورہ کرکے ہی قائم کیا تھا۔ میرے پیش نظر یہ بات تھی کہ اس نوزائیدہ مملکت اسلامیہ میں زیادہ سے زیادہ دینی اداروں کے قیام کی ضرورت ہے۔ سرکاری اسکولوں کے نام پر مسلمان بچوں کے لیے ابنائے زمانہ اور سرکاری مشنری جو ادارے قائم کررہی ہے وہ لارڈ میکالے کی اسکیم کو فروغ دینے کے لیے ہیں کہ ہمارے بچے نسل ورنگ میں مسلمان ہوں لیکن ذہن وفکر کے اعتبار سے وہ انگریز بنیں۔ میرے خیال میں اس زہر کا تدارک انہی دینی اداروں کے ذریعہ ممکن ہے۔

انگریز کی برصغیر کی سوسالہ تاریخ کا جائزہ اس حقیقت کے پرکھنے کے لیے شاہد عدل کی حیثیت رکھتا ہے کہ برصغیر پاک وہند اور بنگلہ دیش میں اسلامی علوم، ایمانی حرارت، شرعی اعمال اور مسلمانوں کے قومی تشخص کی نگہبانی کا فریضہ انہی آزاد دینی مدارس نے انجام دیا ہے اور اگر یہ حقیقت ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اور اسلام کی شان وشوکت اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے اظہار کے لیے انسانیت کو امن وسلامتی اور دیانت وشرافت کا سبق یاد دلانے کے لیے یہ مملکت خداداد وجود میں آئی ہے تو اس کا کریڈٹ دراصل انہی علماء کو جاتا ہے جنھوں نے ہر طرح کی صلاحیت اور قابلیت کے باوجود دنیا کے مقابلے میں دین کو اور معاشی خوشحالی کے مقابلے میں اسلام اور ایمان کی دعوت وتبلیغ اور قرآن وسنت کی بقاو حفاظت کے لیے جدوجہد کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا اور انگریز کی ہر خلافِ اسلام تدبیر کا مردانہ وار کامیاب مقابلہ کیا۔ اسی کا اثر تھا کہ انگریز کی ترغیب وتحریص اور ظلم وستم کی ہر کارروائی جو اسلام کو برصغیر سے مٹانے کے لیے کی گئی تھی ناکام ہوئی اور مسلمانوں میں قرآن وسنت اور شعائر اسلام کی محبت اور قومی تشخص کا احساس نہ صرف یہ کہ فنا نہیں ہوا بلکہ اس نے شدت اختیار کرلی اور پھر وہ

مسلمانوں کے لیے جداگانہ وطن کے مطالبے کا سبب بنی۔ ورنہ انگریزی دور کی دوسری درسگاہوں سے معاشی خوشحالی کے سوا کوئی دوسرا فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکا۔ بلکہ ان سے نفع کے بجائے نقصان بہت ہوا۔ انگریزی تہذیب وثقافت، ملحدانہ خیالات ونظریات اپنے ماضی سے کٹ کر یہود ونصاریٰ اور بے دین کافروں کی روش پر چلنے اور قوم کو چلانے کا خبط، غیروں اور اسلام کے دشمنوں سے ذلت ناک مرعوبیت، یہ سب وبال انگریزی درسگاہوں ہی کا ثمر نامسعود ہے جس کا مزا اہلیانِ پاکستان اب تک چکھ رہے ہیں اور مملکت اسلامیہ میں آج بھی یہی عمل پہلے کی نسبت سے ہزاروں گنا زیادہ کروڑوں اور اربوں روپے کے بجٹ سے جاری وساری ہے۔

سوال۔۵: جامعہ فاروقیہ کراچی، دارالعلوم کورنگی اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں کوئی فرق ہے یا آپ آزاد طریقہ سے جامعہ چلانا چاہتے تھے؟

جواب: اغراض ومقاصد میں ان اداروں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ چونکہ دینی اداروں کی کثرت بذات خود میری نظر میں ضروری ہے اس لیے یہ ادارہ قائم کیا گیا تھا۔ یہ خواہش ضرور ہے کہ کچھ نئی ضروری اور ناگزیر تبدیلیوں کے لیے جامعہ فاروقیہ کراچی کو نمونے کے طور پر پیش کیا جائے۔ جس کے لیے کام جاری ہے اور ان شاء اللہ مستقبل قریب میں اس مقصد میں کامیابی کی توقع بھی ہے۔

سوال۔۶: ابتدا میں آپ کو کن کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اور آپ نے اس وقت کے اعتبار سے دور دراز علاقہ ڈرگ کالونی (شاہ فیصل کالونی) ہی کو کیوں منتخب کیا؟

جواب: ابتدا میں جیسے ہر ادارے کو مشکل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے ہم بھی گزرے ہیں۔ تفصیل کا موقع نہیں۔ بس اتنا عرض کرنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ ادارے کے لیے بھاری بھرکم شخصیت، تعاون کرنے والوں کی معقول تعداد اور محل وقوع کی موزونیت ان تمام ضروری امور کے نہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ہمت عطا فرمائی اور کارکنانِ جامعہ کی انتھک محنت اور لگن نے بفضل ایزدی اس نومولود ادارے کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی کی راہ پر گامزن کردیا اور بہت تھوڑی مدت میں جامعہ فاروقیہ نہ صرف کراچی بلکہ پاکستان کے دینی جامعات میں ممتاز مقام پر فائز ہوگیا۔ جس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ آج سے آٹھ سال قبل (جب کہ اس وقت جامعہ کی عمر ۲۱ سال ہے) مفتی محمود صاحب مرحوم کے انتقال پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی نظامت اعلیٰ کے لیے وفاق کی مجلس شوریٰ نے وفاق کی مجلس عاملہ کے تجویز کردہ تین ناموں کو مسترد کر کے جامعہ فاروقیہ کراچی کی کارکردگی سے متاثر ہو کر اس کے مہتمم کو اس منصب کے قبول کرنے پر مجبور کیا جو تا حال اس خدمت پر مامور ہے۔

جہاں تک اس علاقے کے انتخاب کا تعلق ہے تو واقعی جامعہ کی پیش آمدہ ضروریات کے اعتبار سے بھی اور اپنے ماحول کے اعتبار سے بھی یہ جگہ موزوں نہیں ہے۔ تنگ اور ناکافی بھی ہے اور جب سے کراچی کے حالات میں بگاڑ آیا ہے تو اس کی ناموزونیت میں بہت ہی اضافہ ہوگیا ہے لیکن ہمارے اس وقت کے وسائل نے ہمیں اس جگہ کو اختیار کرنے پر مجبور کردیا تھا۔ اب کوشش ہورہی ہے کہ کوئی کشادہ اور مناسب جگہ مناسب مقام پر جامعہ کے لیے مل جائے۔ (اب بحمد للہ جامعہ کے

لیے ایک وسیع وعریض زمین خرید لی گئی ہے، الحمد للہ علی ذالک۔)

سوال۔۷: آپ کے نصاب میں قرآن مجید، حدیث اور فقہ پر مشتمل مضامین ہیں۔ آپ نے اسلامی تاریخ کی طرف توجہ کیوں نہیں دی؟ حالانکہ موجودہ زمانے کو سمجھنے کے لیے اسلامی تاریخ اور تقابلی تاریخی مطالعہ ضروری ہے۔

جواب: ہمارے یہاں قرآن کی تفسیر، حدیث، فقہ، عربی زبان وادب وغیرہ بہت سے علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ تاریخ اسلام بھی ہمارے نصاب میں شامل ہے لیکن تقابلی تاریخی مطالعہ کا اہتمام نہیں ہے۔ نصاب کے سلسلے میں کئی چیزیں قابل توجہ ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ اجتماعی طور پر طے کرنے کا ہے۔ اس کے لیے وقت درکار ہے، کچھ پیش رفت ہوئی ہے اور ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں یہ ضرورتیں پوری کی جاسکیں گی۔

سوال۔۸: آپ دیوبند ہی کو نمونہ سمجھتے ہیں اور دار العلوم ندوۃ العلماء، جامعہ ملیہ نئی دہلی اور علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کو بالکل ہی فراموش کررہے ہیں۔ اس کی خاص وجہ؟

جواب: دراصل ہر ادارے کے قیام سے اس کے بانی کا خاص مقصد وابستہ ہوا کرتا ہے، جہاں تک مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کا تعلق ہے تو وہ سراسر دنیوی مفادات کو سامنے رکھ کر قائم کی گئی تھی اور اکثر وبیشتر وہاں سے تعلیم حاصل کرنے والے دنیوی مفادات کے علاوہ انگریزی افکار کا شکار ہوگئے۔ لادینیت سے قریب ہوکر وہ اسلام وایمان اور قرآن وسنت سے بیگانہ ہوتے چلے گئے۔ ان کا مادہ پرستانہ ذہن بنا۔ روحانیت سے ان کا تعلق کمزور ہوتا چلا گیا اور انگریزی تہذیب وتمدن سے وہ اس درجہ مرعوب ہوگئے کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد بھی وہ اس کی نمائندگی کررہے ہیں اور اس میں فخر بھی محسوس کرتے ہیں۔ بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس ترقی یافتہ دور میں چودہ سو سال پہلے کا اسلام قابل قبول نہیں۔ دراصل ان کے خیال میں اسلام کا نعم البدل وہی لادینی نظام ہے جو انگریز چھوڑ کر گیا ہے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ وہ یونی ورسٹی ہمارے لیے کیسے نمونہ ہوسکتی ہے؟ ہاں جہاں تک جامعہ ملیہ دہلی کا تعلق ہے اس کی بنیاد اس نظریہ پر رکھی گئی تھی کہ دین ودنیا کو یکجا کیا جائے تاکہ علی گڑھ نے جو دنیا کے پیچھے پڑ کر دین کو تباہ وبرباد کیا ہے اس سے بچا جاسکے لیکن وہ لوگ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔ آج کے جامعہ ملیہ کو دیکھ کر یہ یقین ہی نہیں آتا کہ اس ادارے کے بنیادی مقاصد میں دین کا تحفظ شامل ہے۔ اس میں اور دوسری معاصر جدید علوم کی درس گاہوں میں کوئی واضح فرق نہیں ہے۔ اس لیے جامعہ ملیہ کی مثال بھی ہمارے پیش نظر نہیں۔ رہی بات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تو ندوہ کے ارباب بست وکشاد کے پیش نظر یہ بات تھی کہ دار العلوم دیوبند اور علی گڑھ یونی ورسٹی کے درمیان کی کوئی چیز بنائی جائے۔ اس سے ایسا تعلیم یافتہ طبقہ تیار ہوگا کہ ایک طرف وہ دین کا حامل ہوگا اور اسلام کا محافظ بنے گا تو دوسری طرف اپنی دنیا کمانے کے لیے بھی موجودہ ماحول میں فٹ ہوسکے گا اور کسی کا دست نگر نہیں بنے گا۔ وہ خالص مولوی اور خالص مسٹر کے درمیان کی کسی مخلوق کے خواہاں تھے اس کے لیے انھوں نے کام کیا۔ ہمارا مقصد یہ بھی نہیں ہے۔

ان تینوں اداروں کی تاریخ خاصی طویل ہے، علی گڑھ اور ندوۃ العلماء کو تو سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ جامعہ ملیہ دہلی کی تاریخ بھی پون صدی کے لگ بھگ ہوگی۔ اسی طرح دیوبند کو بھی سو سال سے زائد ہوگئے ہیں تو تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ

برصغیر میں دینی علوم کی اشاعت وخدمت خواہ قرآن کریم کی حفاظت، تعلیم وتدریس یا شرح وحاشیہ کے انداز میں یا فتویٰ وفقہ کے اعتبار سے ہو یا باطل تحریکوں کی تردید وابطال کے لحاظ سے ہو۔ دیوبند کا ان میں کوئی مقابل نہیں۔ رجال الدین کی حیثیت سے، سیرت وصورت، اعمال وکردار کے اعتبار سے، شریعت کے داعی اور دین کے حامل اگر سو فی صد آپ کہیں دیکھنا چاہیں تو وہ دارالعلوم دیوبند کے زیر اثر علماء ہوں گے۔ علی گڑھ اور جامعہ ملیہ دہلی میں تو اس کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ندوۃ العلماء میں بھی یہ صفات مطلوبہ معیار کے مطابق نہیں۔

بلاشبہ ندوۃ العلماء کی طرف منسوب کئی حضرات دینی شہرت کے عروج پر پہنچے ہیں۔ لیکن جو ان میں رجال دین ہیں وہ تمام اکابرین دیوبند کے فیض یافتہ ہیں اور وہیں رجوع ہونے کے بعد انھیں عظمت ملی ہے۔ مثال کے طور پر مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا عبدالباری ندویؒ اور مولانا معین الدین ندویؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے متوسلین اور متعلقین میں سے ہیں اور مولانا ابوالحسن علی ندوی مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے مرید ہیں پھر بالواسطہ علماء دیوبند کا ہی فیض ان کے ندوی حلقوں تک آگے پہنچ رہا ہے۔ میرا مقصد کسی کی اہمیت کو کم کرنا ہرگز نہیں بلکہ میں صرف یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اداروں کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ انہی کے اعتبار سے نتائج سامنے آتے ہیں تو ہم دیوبند کے مقاصد سے اتفاق رکھتے ہیں اور انہی کے سے نتائج کے خواہش مند ہیں۔ دوسری درس گاہوں اور اداروں کے اپنے مقاصد ہیں، انہی مقاصد کے مطابق وہاں کام ہوتا ہے۔ جس طرح ان کا دیوبند کے نقطہ نظر سے اتفاق ضروری نہیں تو اسی طرح ہم پر بھی ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ ہم ان سے اتفاق کر کے ان کی پیروی کریں۔

سوال۔۹: ایک زمانہ تھا جب تعلیم صرف امیر لوگ حاصل کرتے تھے اور اس کا مقصد روزی کمانا نہیں تھا۔ لیکن موجودہ زمانے میں تعلیم حاصل کرنے کا مقصد روزی کمانا بھی ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جامعہ فاروقیہ کے طالب علم صرف مدارس ومساجد کے لیے ہوں گے یا اسکول وکالج اور یونی ورسٹی یا دوسرے سرکاری مناصب یا پرائیوٹ اداروں کے لیے بھی مفید ثابت ہوں گے۔

جواب: ہمارے پیش نظر رجال دین تیار کرنا ہے جو قرآن وسنت کی اشاعت وتعلیم کا فریضہ انجام دے سکیں اور اسلام کی تبلیغ ودعوت کی مہم سر کر سکیں۔ ہماری تعلیم کا مقصد آج بھی روزی کمانا نہیں ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ روزی کمانا جائز نہیں۔ وہ بھی ایک ضرورت ہے لیکن یہ اس تعلیم کا مقصد نہیں ہے۔

روزی حاصل کرنے کے بہت سے ذرائع ہیں۔ تجارت، ملازمت، زمینداری وغیرہ۔ ہمارے طلبہ دینی، تعلیمی، تبلیغی اور تصنیفی سرگرمیوں کے مراکز میں ملازمت تو کرتے ہی ہیں۔ اب سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں بھی ان کے لیے ملازمت کے راستے کھلنے لگے ہیں جن پر انگریزی زدہ ملحدین نے ناجائز پابندی عائد کر رکھی تھی۔ یہ ایک عجیب تماشا تھا اور اس کے اثرات اب بھی باقی ہیں کہ دینیات اور اسلامیات، عربی اور اسلامی تاریخ کی تدریس کے لیے علماء وفضلاء نااہل تھے اور ایم اے اسلامیات یا ایم اے عربک پاس کر لینے کے بعد ہر کوئی امیدوار اہل تھا، چاہے وہ مسلمان بھی نہ ہو، چاہے وہ قرآن کریم ناظرہ پڑھنے پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو یا چاہے وہ خدا کے وجود ہی کا منکر ہو۔ یہ حرکت صرف اس لیے کی جاتی رہی ہے کہ انگریز کی معنوی اولاد

انگریزی کروفر اور انگریزی تہذیب سے مرعوب ہے اور وہ غلامی کے جراثیم سے اب تک پاک نہیں ہوسکی ہے۔اسی لیے وہ اسلامی علوم سے نابلد اور ان کی اہمیت وعظمت سے بے خبر بھی ہے۔

سوال۔۱۰: انگریزی بین الاقوامی زبان ہے اور سائنس کی تعلیم تو اس کے بغیر ناممکن ہے۔آپ نے جامعہ فاروقیہ کے نصاب میں انگریزی کسی درجہ میں نہیں رکھی۔انگریزی کی اہمیت کے تحت آپ الفاروق انگریزی میں شائع کررہے ہیں تو کیا جامعہ فاروقیہ میں انگریزی کی تدریس کی طرف آپ توجہ دیں گے تاکہ طالب علموں کو انگریزی زبان پر اگر عبور نہ ہو تو کم از کم کام چلانے کے لیے انگریزی تو جان لیں۔

جواب: انگریزی بین الاقوامی زبان اور تبلیغ اسلام کے لیے اس کی ضرورت مسلّم اور واضح ہے، اسی لیے الفاروق انگریزی کا اجراء عمل میں لایا گیا ہے۔اپنے طلبہ کو انگریزی کی تعلیم دلانے کا ہم اہتمام کرتے رہے ہیں اور آئندہ اس کی طرف خصوصی توجہ دینے کا ارادہ ہے۔

سوال۔۱۱: جامعہ فاروقیہ کے آئندہ پروگرام کیا ہیں؟

جواب: ہم ہمیشہ جامعہ فاروقیہ کراچی کو زیادہ سے زیادہ فعال اور مفید بنانے کے لیے فکرمند رہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ موجودہ عصری ضروریات کے مطابق دین کی سربلندی کے لیے جامعہ اپنا کردار ادا کرتا رہے۔آپ بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس مقصد کے لیے ہمیں نیک پروگرام وضع کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔آمین

سوال۔۱۲: ادارہ الفاروق کے مقاصد کیا ہیں؟

جواب: مختصر لفظوں میں دین اسلام کی سربلندی کے لیے صحافت کے میدان میں مثبت، مؤثر، دلکش اور قابل پذیرائی خدمت انجام دینا ادارہ الفاروق کا مقصد ہے۔

سوال۔۱۳: الفاروق (عربی) عربی جاننے والوں کے لیے ہے۔الفاروق (اردو) اردو جاننے والوں کے لیے ہے اور اب آپ الفاروق (انگریزی) شائع کررہے ہیں۔کیا آپ کے پلان اور مقاصد میں ان رسالوں کو ٹائم اور نیوز ویک کی طرح شائع کرنا بھی ہے؟

جواب: وقت اور حالات کے مطابق کیا کیا نئی صورتیں پیدا ہوتی ہیں وہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔باقی ٹائم یا نیوز ویک بالکل دوسری قسم کی چیزیں ہیں۔ان کی مماثلت ہمارے لیے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔

سوال۔۱۴: آپ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سیکریٹری جنرل ہیں، کیا اس کی مختصر تاریخ اور مقاصد سے آگاہ کریں گے؟

جواب: ۲۰ شعبان ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۵۷ء کو خیر المدارس ملتان کی شوریٰ کے اجلاس میں مدارس عربیہ کے لیے ایک تنظیم کا تصور پیش کیا گیا تھا۔مولانا شمس الحق افغانیؒ کی تجویز پر ایک کمیٹی کی تشکیل ہوئی جس کے کنوینر مولانا احتشام الحق تھانویؒ مقرر ہوئے اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا شمس الحق افغانیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مفتی محمد عبداللہ ملتانیؒ اس کے ارکان نامزد کیے گئے۔اس کمیٹی کا ہدف مدارس عربیہ کی بقاء وتحفظ، تنظیم وترقی، نصابِ تعلیم کی ترتیب، معیارِ تعلیم کی بہتری اور ملت

کے اتحاد میں دینی مدارس کے کردار کو مؤثر اور فعال بنانا تھا۔ اس کمیٹی نے پھر ۲۲، ۲۳، ۲۴ شوال ۱۳۷۸ھ مطابق مئی ۱۹۵۹ء کو تقریباً دو سال کے بعد دارالعلوم ٹنڈو الہ یار سندھ میں ایک تعلیمی کانفرنس کے موقع پر اپنا اجلاس طلب کیا۔ جس میں جید علماء کرام نے شرکت کی اور مدارس سے متعلق جملہ امور پر تفصیلی غور کیا۔ مدارس عربیہ کی شیرازہ بندی، نظم و نسق، نصاب کی تدوین، معیار تعلیم کی ترقی اور ان آزاد دینی مدارس کے تحفظ جیسے جملہ امور کی انجام دہی کے لیے باتفاق آرا ایک دوسری کمیٹی مقرر کی گئی جس کے صدر مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور دیگر ارکان مولانا شمس الحق افغانیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا محمد صادق بہاولپوریؒ قرار پائے۔ بعد میں دوسرے حضرات کے اسماء گرامی بھی اس کمیٹی میں شامل کیے گئے جن میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کراچی اور مولانا فضل احمد صاحب کراچی وغیرہ کے نام تھے۔ پھر سولہ یا سترہ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ مطابق جون ۱۹۵۹ء کو مولانا خیر محمد جالندھری کی زیر صدارت اس کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں مولانا عبدالخالق ملتانیؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک اور علامہ خالد محمود وغیرہ نے بھی شرکت کی اور بالاتفاق وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے اغراض و مقاصد اور دستوری خاکہ مرتب کیا گیا اور ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ مطابق اٹھارہ، انیس اکتوبر ۱۹۵۹ء کو وفاق کا پہلا اجلاس بلایا گیا، جس کی صدارت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے کی۔ تنظیمی کمیٹی کا مرتب کردہ دستور بعض ترامیم کے ساتھ منظور کیا گیا اور آئندہ تین سال کے لیے صدر مولانا شمس الحق افغانیؒ، نائب صدر اول مولانا خیر محمد جالندھریؒ، نائب صدر دوم مولانا محمد یوسف بنوریؒ، ناظم اعلیٰ مفتی محمودؒ اور خازن مفتی محمد عبداللہ ملتانیؒ مقرر ہوئے۔ سولہ افراد پر مشتمل مجلس عاملہ بنائی گئی جن میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا عرض محمد کوئٹوی وغیرہ شامل تھے۔ پھر ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۹۶۲ء صدر مولانا خیر محمد جالندھریؒ، نائب صدر اول مولانا محمد یوسف بنوریؒ، نائب صدر دوم مفتی محمد شفیع سرگودھوی، ناظم اعلیٰ مفتی محمودؒ منتخب ہوئے۔ اس کے بعد ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۹۷۳ء کو مولانا محمد یوسف بنوریؒ صدر، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک نائب صدر اول، مولانا عبداللہ ساہیول نائب صدر دوم، مولانا مفتی محمود ناظم اعلیٰ، مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ نائب ناظم اول اور مفتی محمد عبداللہ ملتانی نائب ناظم دوم مقرر ہوئے۔

پھر ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء میں مفتی محمود صاحبؒ صدر اور مولانا محمد ادریس میرٹھی ناظم اعلیٰ چنے گئے۔ اس کے بعد پھر ۲۱ محرم ۱۴۰۱ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۸۰ء کے اجلاس سالانہ میں مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک سرپرست، مولانا محمد ادریس میرٹھی صدر، مولانا عبیداللہ جامعہ اشرفیہ لاہور نائب صدر اور میں (مولانا سلیم اللہ خان) ناظم اعلیٰ اور مفتی محمد انور شاہ ناظم منتخب ہوئے اور ۱۶ رافراد پر مشتمل مجلس عاملہ نامزد کی گئی۔ پھر ۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۲ مارچ ۱۹۸۴ء کو اجلاس سالانہ میں موجودہ قیادت پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے اس کو برقرار رکھا گیا اور ان کے عہدوں میں توسیع کردی گئی۔ نیز عہدوں کی میعاد تین سال کے بجائے پانچ سال مقرر کی گئی۔

جب وفاق المدارس کی ابتدا ہوئی تھی تو جنرل محمد ایوب خان کا دور تھا۔ اس دور کی بیوروکریسی نے جنرل صاحب کو اس بات پر

اُکسایا کہ یہ مولوی صاحب ہمیشہ حکومت کے لیے دردِ سر بنے رہتے ہیں۔حکومت کے ماڈرن اسلام نافذ کرنے میں یہی رکاوٹ پیدا کرتے ہیں اور معاذاللہ پرانے دقیانوسی چودہ سو سال پہلے والے اسلام کی رٹ لگاتے رہتے ہیں جو موجودہ زمانے کے تقاضوں کا ساتھ نہیں دے سکتا۔لہٰذا ان کے لیے کوئی بندوبست ہونا ضروری ہے۔چنانچہ جنرل صاحب نے نسخہ اکسیر حاصل کرنے کے لیے ایک وفد قاہرہ روانہ کیا۔ جسے یہ معلوم کرنا تھا کہ کس طرح مولوی صاحبوں کو قابو میں کیا جائے۔ وہاں سے اس کی تدبیر یہ بتلائی گئی کہ ان کے مدرسوں کو سرکاری تحویل میں لے لیا جائے تو سب علماء سرکاری ملازم ہو جائیں گے پھر بخوف ملازمت وہ حکومت کے کسی اقدام کے خلاف آواز اُٹھا سکیں گے نہ تحریک چلا سکیں گے۔اس طرح اسلام کے نام پر بنائی گئی اس مملکت میں اپنا منشاء کے مطابق آپ جیسا بھی جدید ایڈیشن اسلام نافذ کرنا چاہیں بآسانی نافذ کر سکیں گے۔ اس وقت مدارس کی تنظیم ترقی کے علاوہ جدیدیت کی تحریک کا مقابلہ کرنے کے لیے علماء کرام نے وفاق المدارس کی تنظیم قائم کی تھی۔چنانچہ اس تنظیم نے باقاعدہ حکومت کو خبردار کیا کہ وہ آزاد دینی مدارس پر قبضہ کرنے کا منصوبہ ترک کرے ورنہ تمام علماء اور اہل مدارس مل کر اس منصوبے کو ناکام بنا دیں گے۔حکومت کا یہ اقدام چونکہ سراسر بدنیتی پر مبنی تھا۔اس لیے وہ خوف زدہ ہوگئی اور وقتی طور پر دینی مدارس کو تحفظ حاصل ہوگیا۔بعد میں پھر بھٹو صاحب کا دور آیا اور انھوں نے بھی سابقہ اسکیم پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت تک دیکھا دیکھی بریلوی مکتبہ فکر اور اہل حدیث وغیرہ کا وفاق بھی بن گیا تھا۔یہ مفتی محمود صاحب کا دور تھا۔وہ وفاق کے صدر تھے۔انھوں نے تمام وفاقوں کے نمائندوں کا ایک مرکزی اجلاس ملتان میں طلب کیا اور قرارداد پاس کی۔حکومت کو خبردار کیا کہ وہ اپنے ارادے سے باز رہے۔علماء کسی قیمت پر حکومت کے اس اقدام کو نافذ نہ ہونے دیں گے۔مدارس عمارتوں اور لائبریریوں کا نام نہیں ہے۔تم نے اگر ہمارے مدارس کی عمارتوں پر قبضہ کیا اور ہمارے کتب خانے چھین لیے تو ہم میدانوں میں اور درختوں کے سائے میں طلبہ کو لے کر بیٹھیں گے اور اپنا مشن جاری رکھیں گے۔ اس قرارداد کا بھی خاطرخواہ اثر ہوا اور حکومت ناکام رہی۔اسی طرح وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے ان دینی مدارس کا دفاع کیا اور مدارس کے تحفظ کی ضرورت ہی دراصل اس تنظیم کے قیام کا اصل سبب تھی۔لیکن اس تنظیم سے اس کے علاوہ دوسرا کوئی قابل ذکر فائدہ جو اس کے اغراض ومقاصد کے ذیل میں آتا تھا حاصل نہیں کیا گیا تھا،اس لیے مولانا محمد یوسف بنوریؒ جب صدر تھے تو سالانہ اجلاس کے موقع پر فرماتے تھے کہ ''وفاق کا جنازہ تیار ہے،آپ آگئے اس کی نماز پڑھ کر اس کو دفن کر دیجیے''۔ یہ وفاق کی مجموعی کارکردگی سے بددلی کا اظہار ہوا کرتا تھا۔لوگ کہتے کہ حضرت ٹھیک ہے! کام نہیں ہو رہا لیکن حکومت کو مدارس پر قبضے سے باز رکھنے کے لیے تو اس کی بہرحال ضرورت ہے۔اگر کچھ اور نہیں ہوتا تو وفاق کے ذریعے حکومت کا راستہ تو روکا جا سکتا ہے اور اس لاش کا یہ فائدہ بھی بہت بڑا فائدہ ہے۔اس لیے اس کو دفن نہ کیا جائے۔یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا بنوریؒ صدر اور مولانا مفتی محمود ناظم اعلیٰ تھے۔مولانا بنوریؒ کے انتقال کے بعد مفتی محمود صاحب صدر بنے اور مولانا محمد ادریس میرٹھی مرحوم ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔مولانا محمد ادریس میرٹھی دراصل وفاق کا سرمایہ تھے۔وہی اس کے متعلق جملہ امور کی انجام دہی کیا کرتے تھے اور ان کے معاون مفتی محمد انور شاہ صاحب ہوتے تھے۔مجلس عاملہ ہر دور میں مؤقر علماء کرام

پر مشتمل ہوا کرتی تھی، عہدے دار بھی بڑے بڑے علماء فضلاء تھے۔لیکن وفاق سے کسی کو خاص دلچسپی نہ تھی، وفاق کی کارکردگی حوصلہ شکن تھی، مدارس کی اصلاح وتنظیم اور نصابی وتعلیمی سرگرمیوں کے اعتبار سے کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوتا تھا۔صرف ایک دورہ حدیث کا سالانہ امتحان تھا جو وفاق کے ماتحت ہوتا تھا اور اس امتحان سے بھی معدودے چند مدرسین کا تعلق تھا۔اسی لیے مفتی محمود صاحب بھی اپنے دورِ صدارت میں وہی مولانا بنوری کے کلمات سالانہ اجلاس کی افتتاحی تقریر کے موقع پر دہرایا کرتے تھے کہ یہ وفاق کی لاش حاضر ہے۔اس کی نماز پڑھیے اور دفن کر دیجیے۔حاضرین کہتے حضرت! وفاق کا یہ فائدہ بہت بڑا ہے کہ اس کے ذریعے ہم اپنے مدارس کا تحفظ کر سکتے ہیں۔اس لیے یہ جو کچھ ہے اس کو رہنے دیجیے، ختم نہ کیجیے۔وفاق کا سالانہ چندہ کوئی ادا نہیں کرتا تھا۔مفتی محمود صاحب صدر وفاق، اہل مدارس سے چندہ نہ دینے کی شکایت کرتے وقت فرماتے تھے کہ غضب تو یہ ہے کہ قاسم العلوم ملتان جس کا میں مہتمم ہوں اور جہاں وفاق کا مرکزی دفتر ہے وہ بھی وفاق کا سالانہ چندہ ادا نہیں کرتا۔لوگ سوچتے تھے کہ جب کوئی کام ہی نہیں تو چندہ کس لیے دیا جائے؟ ۲۵۰ کے قریب مدارس میں درجہ بندی تھی، بلا ترتیب تعلیم ہو رہی تھی، نصاب کے بارے میں دوسری تعلیمی وتنظیمی سرگرمیوں سے متعلق جو اصلاحات وفاق کی طرف سے نافذ کی جاتی تھیں وہ عموماً بے اثر ہوا کرتی تھیں۔نہ اہل مدارس توجہ دیتے تھے نہ وفاق عمل کرانے کی پوزیشن میں تھا۔وفاق کا سالانہ مقررہ خرچ بقول مفتی محمد انور شاہ جو جمادی الاخری ۱۴۰۹ھ کے سالانہ اجلاس منعقدہ ملتان میں انھوں نے ذکر کیا ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ تھا۔

اس کے بعد جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کا دور آیا۔۱۹۸۰ء میں مفتی محمود صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے اور ۲۱ محرم ۱۴۰۱ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۸۰ء میں نیا انتخاب ہوا۔مولانا محمد ادریس میرٹھی صدر اور احقر کو ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔اس زمانے میں حالات یہ تھے کہ جنرل ضیاء دینی مدارس پر قبضہ کرنے کے لیے اسکیم بنا رہے تھے اور ان کا طریقہ کار مختلف تھا۔جنرل ضیاء نے علماء اور دیگر ماہرین کی ایک کمیٹی بنائی جس میں وفاق کا ایک نمائندہ بھی شامل تھا۔یہ کمیٹی دو سال سے زائد عرصے تک کام کرتی رہی۔اس نے مدارس کا بڑی جان فشانی کے ساتھ سروے کیا اور مکمل کوائف جمع کیے پھر ایک رپورٹ مرتب کی اور اس کو کتابی شکل میں شائع کیا اور بتدریج مدارس پر قبضہ کرنے کے لیے ایک منصوبہ بنایا۔وزارتِ مذہبی امور اور وزارتِ تعلیم نے اس منصوبے کے پہلے مرحلے میں چھ سال کے اندر دو سو مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کے لیے خاص طریقہ کار تیار کیا جس سے وفاق کے نمائندے نے اختلاف کیا اور باقاعدہ اپنا اختلافی نوٹ لکھا۔اس کمیٹی کے تمام صوبوں میں مختلف اجلاس ہوتے رہے اور اخبارات کے ذریعے یہ خوش خبری شائع ہونے لگی کہ اب اور جب آزاد دینی مدارس سرکاری تحویل میں لے لیے جائیں گے۔مدارس میں زکوٰۃ کی تقسیم کے ذریعے لالچ دیا گیا اور حکومت کی ہمنوائی کے لیے ذہن سازی کی گئی۔ہر حکومت کا مقصد یہی رہا کہ علماء کو خرید لیا جائے اور پھر اپنی مرضی کی کارروائی کی جائے۔وفاق کی نئی انتظامیہ نے ۱۹۸۱ء مطابق ۱۴۰۱ھ میں کراچی میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں ایک بڑا اجلاس منعقد کیا۔یہ وفاق کی تاریخ کا سب سے بڑا اجلاس تھا جس میں تقریباً ایک ہزار نمائندوں نے دیوبندی مکتب فکر کے مدارس کی طرف سے شرکت کی۔اجلاس چار دن جاری رہا۔اس اجلاس

کی قراردادوں کی عظمت واہمیت نے حکومت کو متاثر کیا اور وہ اپنے عزم سے باز رہنے پر مجبور ہوئی۔ وہ کمیٹی جو اس مقصد کے لیے کئی سال سے کام کر رہی تھی، اس کو توڑ دیا گیا، اس کی رپورٹ اور تجاویز کو جنرل ضیاء صاحب نے کالعدم قرار دینے کا اعلان کیا۔ پھر اس کے بعد مدارس کو زیادہ نہیں چھیڑا گیا۔ البتہ ڈاکٹر محمد افضل جو یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کے چیئرمین تھے اور بڑے ماہر اور ہوشیار بیوروکریٹ بھی، وہ اس مقصد کے لیے مسلسل اپنی کوشش کرتے رہے۔ جس کی تفصیلات بہت وسیع ہیں اور خادم کو براہ راست ان سے سابقہ رہا لیکن الحمدللہ وہ بھی ناکام رہے۔ اس کے بعد یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن میں دوسرے حضرات آئے۔ کوشش تو وہ بھی کرتے رہے، ان کے ساتھ بھی ہماری میٹنگیں ہوئیں لیکن قومیانے کی سرکاری تحریک بظاہر کمزور پڑ گئی۔ ان مدارس کا مقصد واحد دینی علوم کی حفاظت واشاعت اور رجال دین تیار کرنا ہے اور بلاشبہ یہ کام مدارس کی عمارتوں پر موقوف نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو جب تک منظور ہے یہ خدمت ہوتی رہے گی۔ اگر عمارتیں بھی ہمارے پاس نہ ہوں گی تو دوسرے بہت سے طریقوں سے بھی یہ کام جاری رہ سکتا ہے اور مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ کام کرنے والوں کا انتظام فرمادیا کرتے ہیں۔

سوال۔۱۵: جب آپ نے سیکریٹری جنرل کا عہدہ قبول کیا تو وفاق کی پوزیشن کیا تھی اور اب کیا حال ہے؟

جواب: مختصر سا ایک موازنہ پیش خدمت ہے، اس سے اندازہ ہو جائے گا۔

۱۳۸۰ھ سے ۱۴۰۰ھ تک کا حال

۱......۲۱ سال میں دورہ حدیث کا ۵۵۷۹ طلبہ نے امتحان دیا اور دوسرے نیچے کے درجات کا کوئی امتحان وفاق کے معمولات میں شامل نہیں ہو سکا۔

۲......اس عرصے میں ملحقہ مدارس کی تعداد تقریباً ۲۵۰ تھی۔

۳......وفاق المدارس کے نصاب کی پابندی بالکل نہیں تھی۔

۴......مدارس میں درجہ بندی کا تصور ناممکن سمجھا جاتا تھا۔

۵......پہلے وفاق کا سالانہ مقررہ چندہ ادا نہیں کیا جاتا تھا۔ الا ماشاء اللہ۔

۶......پہلے وفاق کے اخراجات نہ ہونے کے برابر تھے۔

۷......پہلے صرف ایک دورہ حدیث کا امتحان ہوتا تھا جو ۲۱ سال تک چلتا رہا۔

۸......پہلے بہت سے بڑے اور مرکزی مدارس کا الحاق نہیں تھا۔

۹......پہلے وفاق المدارس کی سند بے اثر سمجھی جاتی تھی۔

۱۰......پہلے امتحان کا نظام نہایت مختصر تھا اور نتائج تین چار ماہ کے بعد شائع کیے جاتے تھے۔

۱۴۰۱ھ سے ۱۴۰۸ھ تک کے احوال

۱......اس آٹھ سالہ دور میں دورہ حدیث کا ۹۵۱۰ طلبہ نے امتحان دیا اور نیچے کے درجات میں عالیہ کے ۱۳۳۳

نے ، ثانویہ خاصہ کے ۳۷۷۵ طلبہ نے ، ثانویہ عامہ کے ۶۲۹۵ طلبہ نے ، کامل الحفظ ۱۹۴۴۵ طلبہ نے امتحان دیا۔ کل تعداد ۴۰۳۵۸ بنتی ہے۔

۲......۱۴۰۱ھ کے بعد اب ملحقہ مدارس کی تعداد ۱۴۷۳ تک پہنچ چکی ہے۔

۳......اب کوئی مدرسہ نصاب کی پابندی سے خالی نہیں۔

۴......اب ہر مدرسہ میں درجہ بندی کے ساتھ تعلیم جاری ہے۔

۵......اب باقاعدگی اور پابندی سے مدارس مقررہ چندہ ادا کرتے ہیں۔

۶......اب وفاق کا صرف ماہانہ بجٹ پچاس ہزار روپے سے متجاوز ہے۔

۷......اب آٹھ سالوں میں نیچے کے پانچ درجات کے لیے پانچ امتحانوں کا اضافہ کیا گیا ہے اور پورا نصاب امتحانی مراحل سے گزرنے لگا ہے۔ حفظ کے امتحان کے بعد پہلا امتحان تین سال کے بعد، پھر ہر دو سال کے بعد دوسرے امتحان ہوتے ہیں۔

۸......اس آٹھ سالہ دور میں کوئی بھی قابل ذکر مدرسہ وفاق المدارس سے علاحدہ نہیں رہا۔

۹......اب وفاق کی سند پر کشش ہے اور اس کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔

۱۰......اب امتحان کا نظام وسیع ہوگیا ہے۔ ۳۵، ۳۶ امتحانی مراکز ہوتے ہیں ور نتیجہ پندرہ دن بعد شائع کردیا جاتا ہے۔

اس موازنے سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ وفاق المدارس کے قیام میں جو نصابی و تعلیمی سرگرمیوں کو ہدف بنایا گیا تھا اور معیار تعلیم کی بہتری کا تصور تھا یا تمام مدارس میں یکجہتی اور اجتماعیت کی خواہش کی گئی تھی اور ان کے تحفظ و بقا کے لیے جو فکر جاری تھی اس سلسلے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں کس قدر کامیابی سے سرفراز فرمایا۔ یقیناً یہ سب اسی مولائے کریم کا فضل واحسان ہے اور کچھ نہیں۔ یہ اعداد وشمار مرکزی دفتر وفاق ملتان سے شائع کردہ پمفلٹ سے لیے گئے ہیں۔

سوال۔۱۶: آپ کی نظر میں آئندہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی ترقی کا کوئی پروگرام ہے؟ اور اس کے پیش نظر کیا مقاصد ہیں؟

جواب: وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا مقصد مدارس کی سرکاری دست برد سے حفاظت، ان کی آپس کی تنظیم کا استحکام، مدارس کی اصلاح، معیار تعلیم کی ترقی، نصابی سرگرمیوں کا باہم مربوط بنانا، وقتی دینی ضروریات کے مطابق نصاب میں باہمی مشاورت سے بہتر تبدیلی وترمیم کرنا ہے اور ان مقاصد کے لیے مسلسل کام ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ انہی خطوط پر یہ کام آئندہ بھی جاری رہے گا۔

سوال۔۱۷: مجوزہ فاروقیہ یونی ورسٹی کے مقاصد کیا ہیں؟ کیا آپ دیوبند اور علی گڑھ دونوں کے نصاب کو ملا کر کوئی جدت پیدا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

جواب: مدارس اور وفاق کے تذکرے میں جن مقاصد کا ذکر کیا گیا وہی اس یونی ورسٹی کے مقاصد ہیں۔ دیوبند اور علی گڑھ کو یکجا

کرنے کا تصور نہ ہمارے پیشِ نظر ہے نہ ہم اس کو مفید سمجھتے ہیں۔

سوال۔۱۸: فاروقیہ یونی ورسٹی کا کام کہاں تک پہنچا ہے اور آئندہ کیا کرنا ہے؟

جواب: ابھی پہلا مسئلہ زمین کی فراہمی کا ہے۔ اس میں مشکلات درپیش ہیں۔ مناسب مقام پر وسیع و کشادہ رقبہ زمین کا مل جانا دشوار کام ہے۔ اب دوسری کسی مناسب جگہ کی تلاش جاری ہے۔ جیسے ہی کوئی قطعہ زمین دستیاب ہوگا تو قدم آگے بڑھایا جائے گا۔ (اللہ پاک نے یہ مشکل حل فرمادی ہے اور بحمد اللہ حضرت کی خواہش کے مطابق حق تعالیٰ نے حب چوکی کے قریب اور ساکران میں ایک وسیع و عریض رقبہ مرحمت فرمادیا ہے)۔

سوال۔۱۹: کیا اس نصاب کی ترتیب موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق ہوگی؟

جواب: جی! موجودہ زمانے کی ضروریات کو پیشِ نظر رکھ کر دینی علوم کی تعلیم کے لیے نصاب تیار کیا جائے گا جس سے نکل کر طالب علم ان شاء اللہ ہر قسم کے ماحول میں دینی تقاضوں کے مطابق کام کرنے کے اہل ہوں گے۔ لیکن وہ آدھے تیتر، آدھے بٹیر یا آدھے مسٹر آدھے ملا نہیں ہوں گے بلکہ خالص دین اسلام کے علم بردار اور احساس کمتری سے پاک دین ہی کے داعی اور نمائندے ہوں گے۔

سوال۔۲۰: اس کے لیے رقم کی بڑی ضرورت ہوگی۔ آپ اس کو کس طرح پورا کریں گے؟ جامعہ ازہر کی بنیاد مصر کے بادشاہوں نے رکھی تھی اور رقم بھی فراہم کی تھی۔ آپ چندے کے ذریعے اس کو کس طرح پورا کریں گے اور مستقل خرچ کا کیا بندوبست ہوگا؟ کیا طالب علموں سے فیس لیں گے یا سرکاری گرانٹس بھی قبول کریں گے؟

جواب: ہمارے ہاں فیس وصول کرنے یا سرکاری گرانٹ لینے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ ہم صرف اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہی ہمارے مسلک کا امتیاز رہا ہے اور اسی طرح اب تک تقریباً سوا سو سال سے کام ہوتا چلا آرہا ہے۔ آج کل کچھ مدارس نے حکومت سے زکوٰۃ وصول کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے جو کسی طرح بھی مفید نہیں اور مسلک کے بھی خلاف ہے۔ وفاق المدارس شدت سے اس کو ناپسند کرتا ہے۔

(شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ)

☆......☆......☆

مدارس کے نام ایک پیغام

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ

[۱۹۸۶ء میں وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان کی طرف سے مدارس کے نام خطوط لکھے گئے جن میں مدارس کے اندر انگریزی، معاشیات اور دیگر مضامین پڑھانے کی ترغیب دی گئی۔ اس موقع پر عاملہ وفاق نے غور کیا۔ اس وقت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب ناظم اعلیٰ تھے انھوں نے مدارس کی انتظامیہ کو ایک ایمان افروز خط لکھا جو نذر قارئین ہے۔ مرتب]

محترمی جناب مہتمم صاحب زید مجدہم　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی!

حال ہی میں وفاقی وزارتِ تعلیم حکومت پاکستان کی طرف سے مدارسِ عربیہ کے اہل حل وعقد کو خطوط لکھے گئے ہیں اور اخبارات کے ذریعہ بھی اشتہارات شائع کرائے گئے ہیں جن میں مدارسِ عربیہ کے اندر انگریزی، معاشیات اور مطالعہ پاکستان کی تدریس کی ترغیب دی گئی ہے اور حکومت کے تعاون اور دو اساتذہ کیلئے محدود مدت تک تنخواہ ادا کرنے کی پیش کش بھی درج ہے جو ان مضامین کو پڑھائیں گے۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو مجلس عاملہ وفاق نے اس مسئلہ پر غور کیا۔ مجلسِ عاملہ کا فیصلہ جناب تک پہنچانے کے لئے یہ عریضہ ارسالِ خدمت ہے۔

جناب خوب واقف ہیں کہ حکومتیں...... موجودہ حکومت ہو یا اس سے پہلے کی دوسری کوئی حکومت...... پاکستان میں دینی علوم کے فروغ کیلئے مدارسِ عربیہ کی موجودہ شکل کو قبول کرنے کے لیے کسی طرح تیار نہیں، مدارسِ عربیہ کی موجودہ حالت کو ختم کرنے کیلئے مختلف طریقوں کو آزمایا جاتا رہا ہے لیکن ان کو اب تک کامیابی نہیں ہوئی۔ مدارس سے نکلنے کے بعد اہل علم کا یہ طبقہ ان کے اقتدار کیلئے بھی خطرہ بنا رہتا ہے اور اسلام کی من مانی تعبیر کی راہ میں بھی زبردست رکاوٹ ثابت ہوتا ہے اس لئے وہ برابر اسکیمیں تیار کرتے اور ان کو آزماتے رہتے ہیں۔ ان

آزاد دینی مدارس کی سواسو سالہ (۱۲۵) زریں تاریخ ہے جس کا اکثر حصہ فرنگی جیسی شاطر اور دشمن اسلام قوم کی شہنشاہی کی یادگار رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اسلاف کو اس تاریک دور میں سرخرو فرمایا اور علوم نبوت، اخلاقِ نبویؐ و اعمالِ شریعت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اُن کا ایثار و قربانی برصغیر میں اسلام کی حفاظت و صیانت کیلئے کامیاب ذریعہ ثابت ہوا۔ آزاد دینی درس گاہ کی ابتداء دارالعلوم دیوبند سے کی گئی۔ آج اس کے برگ و بار کا دنیا کے گوشے گوشے میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، اِس گلشن نکہت و بہار سے آج دنیائے علم و عمل میں فرحت افزاء رونقیں، مشامِ ایمان کو تازگی بخشتی ہیں۔ سالارِ قافلہ سے لے کر آج تک ان مجاہدین صف شکن نے حق و باطل کی کشمکش میں صرف علوم اعمالِ نبوت کی حفاظت ہی کا فریضہ انجام نہیں دیا بلکہ ہر باطل کا منہ توڑ جواب بھی دیا اور ضرورت کے مواقع میں باطل پر حملہ آور بھی ہوئے، یہ آپ کی سنہری تاریخ ہے جس سے آپ واقف ہیں۔

آج انگریزی اقتدار کے خاتمہ کو ۴۰ سال ہورہے ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ تمام اسکولوں اور کالجوں وغیرہ میں دینی تعلیم کو اتنی اہمیت دی جاتی کہ ہر بچہ عصری تعلیم کے ساتھ مبادیاتِ دین سے اچھی طرح واقف ہو کر وہاں سے نکلتا لیکن ادھر کوئی کامیابی حاصل کرنے کے بجائے بے چارے آزاد مدارس دینیہ کو کسی طرح انگریزی اور معاشیات کے چکر میں پھنسانے کی نئی نئی تدبیریں آزمائی جارہی ہیں اور انگریزی و معاشیات کا تو نام ہے ورنہ دراصل یہ ان کی آزادی و حریت کو ختم کر کے سرکاری تحویل میں لینے کا سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔ (تقسیم زکوٰۃ کے نام سے جو منصوبہ رائج کیا گیا ہے اس کا مقصد بھی یہی بلکہ صرف یہی ہے ورنہ ان کی دینی تعلیم کے ساتھ ہمدردی کوئی پیچیدہ یا پوشیدہ مسئلہ نہیں ہے) یہ ہماری بھول ہے کہ ہم فوری طور پر کسی ناپسندیدہ ردِ عمل کو نہ پا کر غافل ہو جائیں، جیسا کہ اکثر دیکھا جارہا ہے ان اقدامات کو بہت غور و فکر کے بعد تجویز کیا گیا ہے اور طویل المیعاد منصوبہ کے طور پر ان کا اجراء عمل میں لایا گیا ہے اس لیے ہم پر جو ذمہ داری عائد ہے اس کے پیش نظر ان تمام امور میں حزم و احتیاط کو ملحوظِ خاطر رکھنا ازبس ضروری ہے۔

معاذ اللہ! کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری کم فہمی و لاپرواہی یا طمع و لالچ کی وجہ سے ہماری تاریخ بھی مسخ ہو جائے اور اشاعت و تبلیغ دین کے یہ قلعے ہماری نسلوں کیلئے مقتل کا کام نہ دینے لگیں، اکبرالہ آبادی بڑی پتے کی بات کہہ گئے ہیں:

افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی   وہ قتل سے بچوں کے یوں بدنام نہ ہوتا

اس لئے وفاق کی مجلس عاملہ نے تمام ملحقہ مدارس سے اپیل کی ہے کہ وہ حکومت سے کسی قسم کی امداد واعانت کو ہرگز کسی بھی شکل میں قبول نہ کریں جہاں تک معادلہ اسناد کا تعلق ہے تو اول تو وہ مفتی محمود صاحبؒ اور مولانا عبدالحکیم صاحب نے اسمبلی میں منظور کرایا تھا اس کا وفاق سے براہِ راست تعلق نہیں ہے، دوسرے پھر پاکستان بننے کے بعد جب یہاں عظیم اکثریت مسلمانوں کی ہے اور سرکاری درس گاہوں میں برائے نام ہی سہی اسلامیات کا مضمون بھی رکھا ہوا ہے جس کیلئے بہر حال اساتذہ ہی کی ضرورت ہوتی ہے تو کوئی ذی ہوش کس طرح یہ گوارا کرسکتا ہے کہ قوم کے نونہالوں کی اسلامی تعلیم کی باگ ڈور پورے طریقہ پر ایسے لوگوں کے حوالے کر دی جائے جو دین کی نہ صحیح نمائندگی کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی تعبیر دین درست ہے، اس لئے آپ کے نمائندوں کا وہاں پہنچنا اور قرآن وسنت کی صحیح تعلیمات کو پیش کرنا ضروری ہے جو معادلہ کے بغیر مشکل ہے لیکن مدارسِ عربیہ کی آزادی کو معادلہ اسناد کی قیمت قرار نہیں دیا جاسکتا اگر اس معادلہ اسناد سے مدارس کی حریت و آزادی کو خطرہ لاحق ہوگا تو وفاق آزادی وحریت کا تحفظ کرے گا۔ معادلہ کے فوت ہونے کی پرواہ نہیں کرے گا جزوی وضمنی نفع کی خاطر خواہ اس کی اہمیت کتنی کیوں نہ ہو۔ فوت الکل اور فوات الاصل کو گوارہ کر لینا دانائی نہیں ہے۔

آپ حضرات سے یہ بات مخفی نہیں کہ آپ کا مشن تعلیم وتدریس اور اشاعت علم وفن ہی نہیں بلکہ طلبہ کو اخلاقِ نبویؐ سے آراستہ کرنا اور اعمالِ شریعت کا مضبوطی کے ساتھ ان کو عادی بنانا بھی ہے۔ وفاق کی مجلسِ عاملہ آپ سے پوری پوری اُمید رکھتی ہے کہ اس ضمن میں آپ اپنی ذمہ داری کا احساس فرماتے ہوئے اس سے عہدہ برآں ہونے کی مبارک سعی ضرور فرماتے ہوں گے۔

والسلام

(مولانا) سلیم اللہ خان

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۱۹۸۶/۱۰/۱۱ھ۱۹۸۷/۲/۶ء

☆......☆......☆

وفاق المدارس کی سند (شہادۃ العالمیہ) کی آئینی حیثیت

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ

دینی مدارس کے سب سے بڑے بورڈ وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور مدارس کے دوسرے وفاقوں کی سند فضیلت (شہادۃ العالیہ) کی حیثیت آج کل موضوع بحث بنی ہے۔ یہ بحث ابھی حال ہی میں شروع ہوئی ہے اور اس سند کی ایک مسلمہ قانونی حیثیت پاکستانی سیاست کے افسوس ناک اختلاف اور نشیب و فراز کی بھینٹ چڑھ رہی ہے۔ ۱۹۸۲ء میں یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کی جانب سے اس سند کو ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے مساوی قرار دیئے جانے کے بعد تقریباً گزشتہ بیس سال کے عرصے میں، اس سند کی ذکر کردہ آئینہ حیثیت پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ چنانچہ اس کی بنیاد پر دینی مدارس کے فضلاء بجا طور پر یونی ورسٹیوں میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے لیے داخلے لیتے ہیں، اور اس کی بنیاد پر عربی اور اسلامیات کے استاذ کے طور پر سرکاری اسامیوں میں انہیں استاذ بھی لگایا جاتا ہے۔ اسی نوٹیفکیشن کو بنیاد بنا کر الیکشن کمیشن آف پاکستان کی طرف سے ۲۹ جولائی ۲۰۰۲ء کو اس سند کے حاملین کو عام انتخابات میں حصہ لینے کے لیے ایک نوٹیفکیشن جاری ہوا، جس کے تحت علماء کی ایک بڑی تعداد نے انتخابات میں شرکت کی اور کامیاب ہو کر اسمبلیوں میں پہنچے۔ کثیر تعداد میں ان علماء کا اسمبلیوں تک پہنچنا چونکہ پرویز حکومت کی توقعات کے بالکل برعکس تھا، پھر اس کی کئی بنیادی پالیسیوں کے ساتھ علماء اور مذہبی جماعتوں کا اختلاف ایک طبعی امر تھا، اس لیے پارلیمنٹ کے ان مذہبی ارکان اور پرویز حکومت کے درمیان تناؤ کا سلسلہ نئی پارلیمنٹ کے وجود میں آنے کے وقت سے اب تک موجود ہے۔ مذہبی جماعتوں کے اتحاد مجلس عمل کو دباؤ میں رکھنے کے لیے مختلف حربے آزمائے جانے کا سلسلہ بھی جاری ہے، ان کی سندات کو موضوع بحث لا کر اور اس کی حیثیت مشکوک بنا کر، انہیں دباؤ میں رکھنے کا نیا حربہ کئی دنوں سے آزمایا جا رہا ہے، جب ۳۰ جون ۲۰۰۳ء کو پشاور ہائی کورٹ کے ایک الیکشن ٹریبونل نے مفتی ابرار سلطان کو نااہل قرار دے کر، کوہاٹ کے قومی حلقہ این اے ۱۴ میں نئے سرے سے انتخاب کرانے کا حکم دیا۔ ہمیں اس سلسلے میں ہر قسم کی سیاسی جانب داری سے بالاتر ہو کر ملک وملت کے مفاد کے نقطہ نظر سے چند باتیں عرض کرنی ہیں۔

یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن نے دینی مدارس کی سند فضیلت کو ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے مساوی قرار دینے کا فیصلہ طویل غور و خوض اور دینی مدارس کے نصاب کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد کیا تھا، دراصل ۱۹۷۳ء کے آئین کے موقع پر رکن قومی اسمبلی اور وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ اس کے متعلق قومی اسمبلی میں ایک قرارداد پیش

کر چکے تھے۔ پھر انیس سو بیاسی (۱۹۸۲ء) میں صدر ضیاء الحق مرحوم کی توجہ اس جانب مبذول کرائی گئی۔ ضیاء صاحب مرحوم نے یہ معاملہ یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کے سپرد کر دیا، یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن نے ملک کی تمام بڑی اور اہم یونی ورسٹیوں کے وائس چانسلرز، وزارت تعلیم کے اعلیٰ حکام اور دینی مدارس کے وفاقوں کے نمائندوں کو اسلام آباد میں اس موضوع پر بحث و مشاورت کے لیے مدعو کیا جس میں دینی مدارس کے نصاب تعلیم کا ناقدانہ جائزہ لینے کے بعد، تمام ماہرین تعلیم اور شرکائے مشاورت نے، متفقہ طور پر مدارس کی سند کو ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے مساوی قرار دینے کی سفارش کی۔ چنانچہ ۱۷ر نومبر ۱۹۸۲ء کو یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن نے اپنے ایک نوٹیفکیشن نمبر ACAD128809 کے تحت وفاق المدارس العربیہ اور دوسرے وفاقوں کی سند کو ایم اے کے مساوی تسلیم کر لیا اور اس کا عملی اطلاق تمام تعلیمی اداروں کے لیے ضروری قرار دیا گیا۔

دینی مدارس میں موجود اسلامی علوم کے رائج تعلیمی نظام میں طالب علم کو قرآن مجید حفظ یا ناظرہ پڑھنے اور پرائمری تک اسکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد داخلہ دیا جاتا ہے، اس کے بعد وہ گیارہ سال تک مسلسل پڑھ کر بورڈ کے تحت امتحان دیتا ہے اور کامیاب ہونے پر بورڈ اسے سند جاری کرتا ہے، ان گیارہ سالوں میں ابتدائی تین سال عصری تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ پہلا مرحلہ ''متوسطہ'' کہلاتا ہے، جس میں انگریزی، ریاضی، سائنس، معاشرتی علوم اور دوسرے عصری علوم پڑھائے جاتے ہیں، تین سالہ دورانیہ پر مشتمل اس پہلے مرحلہ کا امتحان بھی ''وفاق المدارس'' کے تحت ہوتا ہے اور اس میں کامیاب ہونے کے بعد اسے اگلے مرحلہ میں داخلہ دیا جاتا ہے۔

صدر پرویز مشرف صاحب کے ساتھ دینی مدارس کے نصاب و نظام کے موضوع پر ہماری کئی ملاقاتیں رہی ہیں، ایسی ہی ایک ملاقات کے موقع پر ہم اپنے ساتھ وفاق المدارس کے سوالیہ پیپر اور طلبہ کے جوابات کی کاپیاں لے کر گئے اور جب صدر صاحب نے اپنے مشیروں سے سنی سنائی وہی مشہور بات کہی کہ دینی مدارس کے نصاب میں عصری علوم (انگریزی، ریاضی، سائنس وغیرہ) کے مضامین ہونے چاہئیں تو ہم نے اپنے بورڈ کے ''مرحلہ متوسطہ'' کے سوالیہ پرچہ جات اور طلبہ کی جوابی کاپیاں ان کی خدمت میں پیش کیں اور کہا کہ جو مضامین آپ داخل کرانا چاہ رہے ہیں، وہ کئی سالوں سے ہمارے ہاں داخل نصاب ہیں، ہم نے پرچہ جات دکھا کر ان سے اور ان کی ٹیم سے کہا کہ ''آپ انصاف سے بتلائیں یہ سرکاری بورڈ کے میٹرک کے پرچوں کے مقابلے میں ہر لحاظ سے معیاری ہیں یا نہیں؟'' ...... یہ دیکھ کر صدر صاحب کو حیرت ہوئی اور انھوں نے کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں تھا...... گزشتہ چند سالوں میں سرکاری نمائندوں سے طویل اور بار بار مذاکرات سے ایک بات یہ کھل کر سامنے آئی کہ دینی مدارس سے متعلق عموماً حکومت، وزارتِ تعلیم اور عصری تعلیمی اداروں سے وابستہ افراد کی معلومات انتہائی ناقص، سطحی اور غلط پروپیگنڈے پر مبنی ہوتی ہیں۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر نظام اور نصابِ تعلیم کی طرح دینی مدارس کے نصابِ تعلیم میں بھی تبدیلی، کمی بیشی اور مزید عمدہ نتائج حاصل کرنے کے لیے اقدامات کی گنجائش ہے لیکن الحمدللہ دینی مدارس کے منتظمین اور اربابِ حل و عقد اس سے غافل نہیں، جید علماء کرام پر مشتمل نصاب تعلیم کی کمیٹی سفارشات مرتب کرتی ہے، ملک کے نامور علماء ان سفارشات پر بحث کرتے ہیں اور پھر متفقہ، قابل عمل تبدیلیاں اور تجاویز کو نصاب کا حصہ بنا دیا جاتا ہے، ابھی حال ہی میں مرتب کی جانے والی ایسی

ہی سفارشات پر بحث اور انہیں عملی شکل دینے کے لیے وفاق المدارس العربیہ کی مجلس عاملہ کا اجلاس 20 جولائی کو بلایا گیا ہے۔
یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ علماء جدید وقدیم علوم سے واقف، نئے زمانے کی ضرورتوں اور تقاضوں پر نظر رکھنے والے جہاں دیدہ افراد ہیں اور انہیں شعبہ تعلیم اور اس کے نظام میں طویل تجربہ اور مہارت حاصل ہے، اس لیے ان پر ''اپنے خول میں بند چار دیواری تک محدود نظر رکھنے'' کی پھبتی نہیں کسی جا سکتی۔

بہر حال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دینی مدارس سے فارغ ہونے والا ایک فاضل جب طویل تعلیمی دورانیہ گزار کر سند فضیلت حاصل کرتا ہے تو وہ اردو، عربی میں اچھی استعداد و عمدہ صلاحیت، انگلش میں میٹرک تک کی صلاحیت اور فارسی زبان سے ضروری واقفیت رکھتا ہے اور میٹرک تک عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ تفسیر، اصولِ تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، نحو و صرف، عربی ادب، بلاغت، معانی و منطق و فلسفہ، فلکیات...... تقریباً پندرہ اسلامی علوم کی ساٹھ سے زیادہ کتابیں پڑھ چکا ہوتا ہے، وہ یونی ورسٹی کے ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کرنے والے کے مقابلے میں اسلامی علوم میں استعداد، مہارت اور عربی زبان پر عبور و قدرت...... ہر حوالے سے فائق اور بہتر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دعوت و تبلیغ، تصنیف و تالیف، خطابت و امامت، علوم اسلامیہ کی تدریس و تحقیق، اصلاح و ارشاد...... ان تمام میدانوں میں آپ کو دینی مدارس کے علماء ہی پیش پیش نظر آئیں گے، مسلمانوں کے دینی، علمی اور مذہبی ضروریات ان ہی علماء کی خدمات سے پوری ہوتی ہیں، ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کرنے والا کسی اسکول کا ٹیچر، کسی کالج کا لیکچرار اور کسی نوکری کا متلاشی تو ضرور نظر آئے گا، لیکن اسلامی علوم کی تحقیق و مہارت کے علم بردار دینی مدارس کے یہی علماء ہیں اور ان ہی کی طرف یہاں کے جمہور اہل اسلام اپنے دینی مسائل اور اسلامی علوم کے لیے رجوع کرتے ہیں بلکہ خود ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے نصاب میں رکھی گئی کتابیں علماء ہی کی مرتب کردہ ہیں۔ اس لیے اسلامی علوم کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے والے عالم دین کو یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن نے اگر ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کے مساوی قرار دیا ہے تو اس میں کسی اعتراض یا اچنبھے کی کوئی وجہ نہیں کہ بہر حال اس کی حیثیت ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات سے بڑھ کر ہے، فروتر ہرگز نہیں۔

یاد رہے کہ موجودہ انتخابات سے پہلے چیف الیکشن کمشنر کے سامنے مدارس کے اسناد کی آئینی حیثیت کا سوال آیا تھا، انھوں نے یہ مسئلہ یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن آف پاکستان کی طرف بھجوایا، وہاں سے جواب آنے کے بعد کہ ''یہ سند ہمارے ہاں ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم شدہ ہے'' چیف الیکشن کمشنر نے صوبائی الیکشن کمشنر کے طور پر کام کرنے والے چاروں صوبوں کے ہائی کورٹس کے جسٹس حضرات سے رائے طلب کی، انھوں نے یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کے نوٹیفکیشن کی بنیاد پر متفقہ رائے دی کہ دینی مدارس کی اسناد کے حاملین الیکشن میں حصہ لینے کے اہل ہیں۔ اس کے بعد چیف الیکشن کمشنر (سابق چیف جسٹس آف پاکستان) نے مذکورہ نوٹیفکیشن جاری کیا...... یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عام انتخابات میں چترال کے قومی حلقہ این اے ۳۲ پر ڈسٹرکٹ ریٹرننگ آفیسر نے متحدہ مجلس عمل کے رکن قومی اسمبلی مولانا عبدالاکبر چترالی کی شہادۃ العالیہ کی سند کو گریجویشن کے مساوی تعلیم نہ کرتے ہوئے، ان کے کاغذات نامزدگی مسترد کر دیئے تھے، جس کے خلاف انھوں نے پشاور ہائی

کورٹ میں اپیل کی، جس پر کورٹ کے دو رکنی ڈویژن بینچ نے اس سند کو گریجویشن کے برابر تسلیم کرتے ہوئے انہیں الیکشن لڑنے کی اجازت دی اور اس کی بنیاد پر وہ الیکشن میں حصہ لے کر کامیاب ہوئے، اس لیے پشاور ہائی کورٹ کے الیکشن ٹریبونل کے تیس جون کا فیصلہ سمجھ سے بالاتر ہے۔

اس سلسلے میں بعض لوگوں نے یہ نکتہ اٹھایا کہ دینی مدارس کی سند تدریسی مقاصد کے لیے ایم اے اسلامیات کے مساوی ہے، قانون ساز ادارے کے لیے اس کی وہ حیثیت نہیں، لیکن ظاہر ہے یہ بہت کمزور بات ہے، جو عالم دین عصری اداروں میں اسلامی علوم کی تدریس کا اہل ہے، وہ مقننہ کی رکنیت کا کیوں کر اہل نہیں؟ اس طرح تو یہ نکتہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے کہ پاکستان کے آئین میں صراحت ہے کہ یہاں کا کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں ہوگا، قومی اسمبلی قانون ساز ادارہ ہے، اس لحاظ سے اس کا رکن صرف وہی شخص بن سکتا ہے جو قرآن وحدیث اور اسلامی فقہ کا عالم ہو، کیوں کہ کسی قانون کے قرآن و سنت کے مطابق یا مخالف ہونے کا فیصلہ ایک عالم ہی کر سکتا ہے، اسلامی قانون ساز ادارے کی رکنیت کا اہل عالم دین نہیں تو قانون کی رو سے اسلامی علوم سے جاہل بی اے کرنے والا اس کا اہل کیسے بن سکتا ہے! تحقیق کرلی جائے تو ہماری اسمبلیوں میں کئی گریجویٹ رکن ایسے نکل آئیں گے کہ وہ سورۃ فاتحہ بھی درست تلفظ کے ساتھ نہیں سنا سکیں گے!!

بہر حال، ہم صدر صاحب اور اس کی ٹیم سے دردمندانہ گزارش کریں گے کہ وہ سیاسی اختلاف یا وطن دشمن قوتوں کے دباؤ کی بنیاد پر ایسے فیصلوں سے گریز کریں، جن سے ملک میں پھیلے ہوئے ہزاروں مدارس کی مسلمہ آئینی تعلیمی حیثیت مجروح ہوتی ہو اور جو دینی اور عصری اداروں کے خلیج کو کم کرنے کی بجائے، مزید وسیع کرنے کا ذریعہ بنتے ہوں۔ اس طرح ہم مجلس عمل کے قائدین سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ وہ ایل ایف او کے بعض نکات پر جس شدت کے ساتھ ڈٹے ہیں، اس میں بہر حال نرمی اور لچک پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر نہ کشیدگی کے بادل چھٹ سکتے ہیں اور نہ ہی افہام و تفہیم اور مصالحت کی راہیں کھل سکتی ہیں۔

(سہ ماہی وفاق، شمارہ ۱۲، ربیع الثانی، جمادی الاولی، جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ)

☆......☆......☆

خدمت قرآن کریم انٹرنیشنل ایوارڈ

ابن الحسن عباسی

اہلیانِ پاکستان خصوصاً اہل مدارس میں یہ خبر نہایت خوشی کے ساتھ سنی گئی کہ 9 رمضان المبارک 1435ھ، 7 جولائی 2014ء کو رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام جدہ میں منعقدہ ایک عالمی تقریب میں سال 1435ھ /2014ء میں دنیا بھر میں سب سے زیادہ (تریسٹھ ہزار پانچ سو چھپن (63556)) حفاظ تیار کرنے پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو دنیا کے سب سے بڑے اعزاز ''خدمت قرآن کریم انٹرنیشنل ایوارڈ'' سے نوازا گیا۔ خدمت قرآن کے حوالے سے یہ انٹرنیشنل ایوارڈ رابطہ عالم اسلامی کی ذیلی تنظیم الھیئۃ العالمیہ لتحفیظ القرآن الکریم کے زیر اہتمام جدہ میں منعقدہ ایک عالمی تقریب میں دیا گیا جس میں سعودی عرب کے علماء و مشائخ مختلف وزارتوں کے افسران اور شاہی خاندان کے افراد موجود تھے۔ ان کے علاوہ مختلف ممالک سے آئے ہوئے وفود اور اہم شخصیات نے بھی شرکت کی۔ وفاق المدارس کی طرف سے ناظم اعلیٰ وفاق المدارس حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہم نے سعودی فرمانروا شاہ عبداللہ کے صاحبزادے گورنر مکہ شہزادہ مشعل بن عبداللہ سے یہ ایوارڈ وصول کیا۔

برصغیر پاک و ہند میں علوم قرآن و سنت کی اشاعت و تبلیغ کا ذریعہ ''اہل اللہ'' کی خانقاہوں کے بعد دینی مدارس رہے ہیں، جنہوں نے محدود وسائل کے ہوتے ہوئے اپنی بساط سے بڑھ کر حفاظت دین اور اصلاح المسلمین کا فریضہ انجام دیا۔ ان میں پڑھانے والے بوریا نشینوں کی تعلیمی خدمات اور علمی کارنامے تاریخ میں تحسین و تشکر کی نگاہوں سے دیکھے جائیں گے۔ لاریب دینی مدارس نے ہر دور میں حق و صداقت کی شمع کو جلائے رکھا جس سے کفر و بدعت اور الحاد کی تاریکیاں چھٹتی رہیں۔ ان ہی مدارس سے حق پرستی و حق گوئی کے زمزمے بلند ہوئے، چنانچہ آج ملت اسلامیہ کا باشعور طبقہ دینی مدارس کے کردار و خدمات کا معترف و مداح ہے۔ ان مدارس کی دینی خدمات کو باہم مربوط کرنے اور انہیں اتحاد و یکجہتی کی لڑی میں پرونے کے لیے اصحاب بصیرت و جید علمائے دین نے ۱۹۵۷ء کو ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کی بنیاد رکھی۔ ''وفاق المدارس'' نے نہ صرف دینی مدارس میں توافق و رابطہ اور ان کے نظام تعلیم و امتحانات میں یکجہتی پیدا کی، بلکہ دینی مدارس کو احساس تحفظ اور قوت و فعالیت بھی بخشی۔ ''وفاق'' ہی کی بدولت دینی مدارس کی منتشر قوت مؤثر، یکجا اور مضبوط تر ہوئی۔

ملک گیر سطح پر دینی مدارس کی ایسی فعال مربوط تنظیم کی مثال دیگر اسلامی ممالک تو کجا خود برصغیر میں بھی نہیں ملتی۔ بنگلہ

دیش، بھارت، برما اور افغانستان پاکستان کے پڑوسی ممالک ہیں جہاں دینی مدارس ہزاروں کی تعداد میں ہیں، لیکن یہ امتیازی اعزاز صرف پاکستان کے دینی مدارس کو حاصل ہے کہ وہ ایک مربوط تعلیمی نظام سے وابستہ ہیں اور کتاب وسنت کی ترویج واشاعت اور شعائرِ اسلام کے تحفظ وبقاء کے لیے ان کی آواز ایک ہے۔

اس وقت مجموعی طور پر وفاق المدارس سے ملحق مدارس وجامعات کی تعداد اٹھارہ ہزار سے زائد ہے، جبکہ ان میں زیرِ تعلیم طلبہ وطالبات کی تعداد 23 لاکھ سے زائد ہے۔ سالِ رواں (1435ھ-2014ء) میں سالانہ امتحان میں کل دو لاکھ 51 ہزار آٹھ سو طلبہ نے داخلہ لیا، جبکہ 237797 طلبہ نے سالانہ امتحان میں شرکت کی۔ وفاق المدارس نے حفاظ کا امتحان 1982ء سے لینا شروع کیا اور آج 2014ء تک 32 سال کے اس عرصے میں وفاق المدارس نے جو حفاظ تیار کیے ان کی تعداد 9 لاکھ پچیس ہزار 192 ہے۔ مصر جو قراءت میں عالمی شہرت کا حامل ہے اس کے مقابلے میں بھی پاکستان آگے رہا۔ یوں تو وفاق المدارس کے تحت ہر سال تقریباً ساٹھ ہزار طلبہ وطالبات حفظِ قرآن کریم کی سعادت حاصل کرتے ہیں جبکہ سالِ رواں یہ تعداد 63 ہزار پانچ سو چھپن تک جا پہنچی، جن میں 15 ہزار بچیاں شامل ہیں۔

انڈیا، بنگلہ دیش اور انڈونیشیا میں مسلمانوں کی تعداد پاکستان سے زیادہ ہے، لیکن وفاق المدارس کی بدولت یہ اعزاز پاکستان کو حاصل ہوا ہے کہ اس نے ایک سال میں حفاظ کی اتنی بڑی کھیپ تیار کی جس تک کوئی دوسرا اسلامی ملک نہیں پہنچ سکا، حتیٰ کہ سعودی عرب، جہاں تحفیظ القرآن کی سرکاری سطح پر حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، بھی اس میدان میں پیچھے ہے۔

یہ تو مکتبِ دیوبند کے اس ایک عظیم ادارے کے سالانہ تحفیظ قرآن کریم کی کارکردگی ہے، وفاق المدارس کے علاوہ علمائے دیوبند کے ان مکاتب کے حفاظ کی تعداد اس میں شامل نہیں جنہوں نے وفاق کا امتحان نہیں دیا یا اُن کا وفاق المدارس سے الحاق نہیں، ان کی تعداد بھی اگر شمار کی جائے تو یہ فیگر بہت بڑھ جاتا ہے، فللہ الحمد

وفاق المدارس کو ملنے والا یہ ایوارڈ پاکستانی قوم کے لیے ایک اعزاز ہے جو اہلِ پاکستان کی قرآن سے محبت اور وفاداری کا جیتا جاگتا ثبوت ہے...... وفاق المدارس کا یہ اعزاز ان تعلیمی اداروں کے منہ پر ایک سوالیہ نشان ہے جن کی کڑوروں روپے کی سرکاری امداد کے باوجود یہ کیفیت اور حالت ہے کہ دنیا کی پانچ سو بہترین یونی ورسٹیوں میں پاکستان کی ایک بھی یونی ورسٹی شامل نہیں۔

☆......☆......☆

فضل العلم والعلماء

فضيلة الدكتور عبدالرحمٰن السديس

امام المسجد الحرام

[سماحة العلامه فضيلة الدكتور الشيخ عبدالرحمٰن بن عبدالعزيز السديس امام الحرم المكى الشريف–لازالت شموس فيوضه علينا بازغة–شرّف دولة باكستان بزيارته فى شهر مايوالماضى عام ٢٠٠٧م المصادف جمادى الاولى عام ١٤٢٨ه،تفّان ذلك قامت منظمة وفاق المدارس العربية والجامعات الاسلامية بباكستان بحفلةالتقدير والتكريم له،فى ٣يونيو يوم الاحد عام ٢٠٠٧م المصادف ١٧ جمادى الاولى عام ١٤٢٨ه باسلام آبادحيث خطب حضرته–نزولاً عند رغبة الوفاق–فى جمع حاشد من المشايخ العظام والعلماء الكرام،فنقله الشيخ عبداللطيف المعتصم نائب المدير لمجلة"وفاق المدارس"من الشريط ،وراجعه الاخ بسّام العدناني المعروف بنور الرحمٰن الهزاروى۔فالى القراء الكرام نص خطابه المجلجل..........المرتب]

الحمد لله ذى العز والعظمة والكبرياء،رفع شأن العلم والعلماء،حتى بلغوا ذرى العلياء،سبحانك ربنا تملكت الحمد حتى ما لمحتمدفى الحمد حاء ولا ميم ولادال،واصلى واسلم على امام الحنفاء،سيد الأصفياء،نبينا محمد بن عبدالله،الذى بلّغ الرسالة و أدى الأمانة ،ونصح الأمة، وجاهد فى الله حق جهاده،وصلوات الله عليه وعلى آله و أصحابه وأتباعه باحسان مادامت الأرض والسماء۔

أما بعد : فكم هى المناسبات السعيدة فى حياة المرء،وكم هى الفرص الطيبة التى تمر على الانسان!!

غيـر أن أهـمهـا وأولاهـا وأعـظـمهـا و أسناها ماكان فى نطاق المحبة فى الله عزوجل والأخوة الاسلامية،واللقاء بـالـعـلـم و أهلـه،والـدعـاة الـى الـلّـه–عـزوجـل– الـذين يبذلون جهوداً مبـاركة فى خدمة دينهم و أمتهم و مـجتـمعاتهم،اجدها فرصة مباركة–أيها الاخوة فى الله – أن أعرب عن شكرى وتقديرى وسعادتى واغتباطى و ابتهـاجـى وأنـا أعيش–لا أقول: بلدى الثانى،وانما أقول: بلدى الأول المكرم– باكستان المسلمة العزيزة الشقيقة العريقة التى نحبها،و نحب أهلها،وندعولهم دائما بالخير والتوفيق:

أنـا فـى الـحـجـاز وبـاكستـان الهـوى — وبـذى الـرقـمتيـن فـى الفسطاط اخوانى

وأيـنـمــا ذكـر اسـم الـلّـه فى بـلـد — عـددت أرجـائـه مـن صلـب أوطـانـى

الاخـوة الاسـلامية والـمـحبة الايمانية،لا تحدها حدود،ولهذا بين المشاعر والأحاسيس المرهفة التى غمرنا بها اخواننا فى باكستان حكومة علماء و عامة،مشاعر نعتزبها:

وليـــس يـصـح فـى الأذهــان شـىء — اذا احتـــاج الـنـهـــار الـــى دليـل

هـذه الوجوه الطيبة المشرقة النضرة بحب الاسلام وأهله–وحب الحرمين الشريفين،كلهامظاهر نعتزبها ونشـرف ،ونـرى أنهـا مـن أثـر نصرة دين الله عزوجل فى أرض الله سبحانه،غير اننى لى عتب على محبى عتب الـمـحبيـن،لا أحـب المديح الذى لاأستحق ولا الاطراء الذى أنا أتضائل امامه فالأبيات التى قيلت والألفاظ الذى ذكـرت أنـا أعترف أنها من قلوب محبة،لكن محبكم أقل منها،فهو حب للحرمين الشريفين،ليس حبا للشخص والـعبـدالـفـقير الى مرضاة الله ورحمته ومغفرته وستره وعفوه،وينبغى علينا أن نحرص غاية الحرص على أن نقول بـقولنا أو ببعض قولنا ولا نجعل العواطف أن تسترسل شيئا يصل المرء مالا يصله الا الأنبياء ومالا يصله الا الأولياء و نـحسـب أنـفسـنـا نتـضـائل أن نكون من أقل عبادالله عزوجل ان لم يتداركنا ربنا بعفوه وستره ورحمته ومغفرته ومـرضـاتـه لـكـنـى لا ألـوم الاخوة–المحة فى الله تصنع الأعاجيب– لكنها ينبغى أن تلجم بلجام العلم والحكمة والقصد فى القول والسداد فيه وعلى كل حال،أنا سأظل شاكرا و مقدرا كل هذه العبارات والمشاعر والأحاسيس الـمـرهـفة التى فى الواقع اخلجلتنى كثيرا و جعلتنى أحس بمدى التقيصر الكبير،سواء تجاه اخوانى فى باكستان أو اخـوتـى فـى البـلاد الاسـلامية كلها أو فى العالم اجمع،وأرى أنها تعظم الرسالة ،وتزيد من المسئولية و التكليف فنسأل الله أن يعين و أن يبارك فى الجهود وان يسدد الخطاـ

دولة بـاكستـان دولة عـرقة عـزيـزة ومـا استقلّت الا حبا فى الاسلام قدّمت رجالاتها وطاقاتهاوثرواتها

وأموالها،حبا فی الاسلام وتعالیمه ولهذا فلها من الثقه السیاسی الاسلامی الشیء الکبیر الذی اطمئن فیه نفسی واخوتی من العلماء واخوتی جمیعا،الشعب الباکستانی المسلم العزیز الأبی أنه مهما کثرت المحاولات وعظمت التحدیات،فستظل باکستان باذن اللّٰه عزیزة وعریقه لا تهزها هذه الأعاصیر ولا هذه الزوابع:

وکم علی الأرض من خضراء مورقّة　　　ولیس یرجم ال یانع الثمر

أیها الاخوة الأحبة، **الذی یجمعنا فی هذااللقاء هو العلم واعظم بالعلم من رحب الرابطة–منظمة وفاق المدارس العربیة والجامعات الاسلامیة التی هی اکبر مؤسسة تعلیمیة فی باکستان–وفقت أن أتاحت لی هذه الفرصة باللقاء بأهل العلم و الفضل واخوتی أهل ثراء هذه البلاد وأن نلتقی للتعاون والتشاور والأخوة فی اللّٰه والنظر فی قضایانا الاسلامیة فی هذا المنعطف الخطیر الذی تمر به الأمة الاسلامیة۔**

أیها الأحبة العلماء،لایخفی علیکم منزلة العلم،أنا لا أتحدث مع عامة،وإنما أتحدث مع نخبة و أتحدث مع کوکبة من أهل الفضل والعلم،فیهم من یفوق المتحدث علما و فضلا وسبقا فی العلم ورسوخا فیه وعلو کعب فی المعارف ولعلوم التی تحتاج الأمة الإسلامیة ،لکنها أحادیث و خواطر الحب للأحباء۔

العلم–أیها الإخوة شرف و نور وفضیلة،والجهل عار ورذیلة،العلم مجمع الشوارد،ومنبع الفوائد،أما الجاهل فإنه إذا مات فهو غیر مفقود وإذا حضر فکأنه غیر موجود وأبلغ من هذا قول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی تشبیهه العالم بالبدر الذی بضیء للأمة سماء ها وأن العالم الذی یخشی اللّٰه عزوجل لا شك أنه نجم ساطع وقمر لامع،ینیر للأمة الدروب،فهو علامة یهتدی بها،فی بیان الحق وبیان الحلال والحرام وبیان العقیدة الصحیحة وما یخالفهاوبیان السنة من البدعة وبیان الحق من الباطل والهدی من الضلال،وهذه مسؤولیة کبری ینبغی أن یضطلع بها علماء الشریعة الذین منّ اللّٰه علیهم بهذا الشرف،وهو التوقیع عن رب العالمین،فإن العلماء ینهلون من مشکاة النبوة ،وإن الأنبیاء لم یورثوا دینارا ولادرهما وإنما ورثوا العلم،فمن أخذه أخذ بحظ وافر،وإن واجب الأمة–حکوماتٍ وشعوباً–أن ترعی مکانة العلماء وأن تقدرهم وأن تحفظ لهم منزلتهم وأن تتیح لهم الفرص فی بیان دین اللّٰه عزوجل وبیان مایحیط به،لا سیما فی النوازل والمستجدات والمتغیرات۔

وإن المتعرضین للعلماء إنما یتعرضون للشریعة ولهذا قال الإمام ابن عساکر: إن لحوم العلماء مسمومة۔إن الوقیعة فی أهل العلم کان التنفیذ من علمهم وفضلهم ومکانتهم،فینبغی علیناأن نذب عن أعراض إخواننا المسلمین لاسیما من أهل العلم والشریعة وأن نحفظ لهم قدرهم ،متأسین بذالك بالمنهج الصحیح الذی

سار عليه صحابة رسول الله صلى الله عليه وسلم من رعايتهم لقدر إخوانه،وإن اختلفوا معهم فى بعض المسائل الشرعية۔تعرفون أن الصحابة رضى الله عنهم اختلفوافى مسائل كثيرة فى العبادات والمعاملات والفرائض وما جدّ آنذاك،وكما كان الأئمة الأربعة —الإمام أبوحنيفة النعمان،والإمام مالك بن أنس إمام دار الهجرة،والإمام محمد بن إدريس الشافعى،والإمام أحمد بن حنبل—هؤلاء هم سادات و أئمة الدين الذين ينبغى علينا أن نحترمهم و أن نقدرهم وأن نحذر من النيل منهم أو الوقوع فى أعراضهم فإنهم مجتهدون وكلهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم ملتمس غرفا من البحر أو رشفا من الديم،هذه المكانة لا ينبغى أن تتضاء ل أمام بعض قاصرى العلم والمعرفة و سفهاء الأحلام و حدثاء الأسنان الذين ينالون من علماء الشريعة ويقعون فى أعراضهم،ويعظم هذا أيضا حينما يكون من العالم لأخيه العالم،فينبغى للعالم من أخيه العالم أن يعرف قدره،و أن يقدر اجتهاده وأن يحذر كل الحذر من أن يسفه رأيه،فالحق ليس حكرا على احد ولهذا أرى النبى صلى الله عليه وسلم أقر الصحابه فى اختلافهم:من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يصلين العصر إلا فى بنى قريظة،الذين صلوا صلوا،والذين أخروا الصلوة كلهم على رغم رسول الله صلى الله عليه وسلم وقدر اجتهادهم ،يقول أنس رضى الله عنه: كنا نساقر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم،فمنا الصائم،ومنا المفطر،فلا يعيب الصائم على المفطر ولاالمفطر على الصائم۔

يأتى الإمام الشافعى رحمة الله عليه—وهو من هو فى العلم—إلىٰ شيخه وتلميذه فى نفس الوقت الإمام أحمد رحمه الله ،فيشغب عليهم بعض الأصحاب والأتباع الذين قد يشغبون إلى يومنا هذا بين أهل العلم،فيتمثل أبياتا رائعة تبين،هذاالحب بين العلماء وهذا التقدير:

قالوا: يزورك احمد وتزوره — قلت : الفضائل لا تغادر منزله

أن زارنى فبفضله أو زرته فبفضله — فالفضل فى الحالين له

أين هذا المنهج؟ لماذا تظل مجالسنا عامرة بأن فلانا عميل الجمعية الفلانية عملت؟ إنه منهج يهتدى فى وحدة علماء الشريعة وفى احترام بعضهم لبعض ونحن اليوم لسنا إلا أحوج مانكون إلى هذه الوحدة وهذا الفهم الذى ينبغى أن نتحد عليه و أن نعتصم بالكتاب و السنة،وأن نحذر كل الحذر من التمام فى الخلافات والنزاعات والشقاقات التى ينبغى أن يترفع عنها أهل العلم:

ولو أن اهل العلم صانوا حصانهم — ولو عظموهم فى النفوس لعظما

ولكنها نور ودنسوها — حياء وأطماع حتى تجهما

ومــاذقــت فــی طـمـع الـعلم إذا كلمـا　　بــدالــی طــمــع ،صيرتــه لـی سـلـمـا

أشــقــی بـــه غــرسـا وأجنيــه ذلة　　مـن اتبــاع الـجـاهل قد كـا ن أحـزمـا

فـالـعـلـمـاء بين الحق والواجب،فحقهم كبير،وواجبهم عظيم،ومسؤوليتهم الأمانة الملقاة على عواتقهم عـظيـمة جدا،تنوء عنها الجبال الرواسی،يامعشر العلماء،يا ملح البلد،من يصلح الملح إذا الملح فسد ؟العلماء ينبغی أن يـكـونـوا أولا مـخـلـصين لله عزوجل،إنما يخشی الله من عباده العلماء،ينبغی أن يكونوا صادقين فی علمهم و دعـوتهـم ،يـنبغی أن يكونوا قدوة حسنة على غيرهم فی المحبة والتقدير والاحترام والحرص على الأخذ بما تبربه الذمة فی مسائل الاجتهاد،والأخذ بالنص الشرعی وإن اختلف الاجتهاد الذی يراه العالم سواء فی وجه الاستشهاد أو فی بلوغه الدليل أو فی الموقف من الدليل تصحيحا أو تضعيفا،أو ما إلی ذالك مما لا يخفی عليكم من أسباب خلاف أهل العلم قديما و حديثا،فالعالم هو القدوة والأسوة،الناس ينظرون اليه:

وغيــر تــقــی يـأمـر الـنــاس بــالتقـی　　طبيــب يــداوی الـنــاس وهـو سقيـم

يــا أيهــا الــرجـل الـمـعـلـم غيـره　　فهـــلا بــنـــفسك قـــادك التـعـلـيـم

تــصف الــدواء لـلـسـقـــام والـضـنـــی　　كــی مـــا يــصــح بـــه وأنـت سقيـم

ابــدء بــنـفسك فـــإنـــه عــن غيهـــا　　فـــإن انتهــت عــنـــه فـأنـت حـكيـم

هــنـــاك يســمــع مـــاتـقـول يـكتـفـی　　بـــالـعـــلـــم مـنك ويـنـفـع التـعـليـم

لاتـنـــــه عـــن خـلـق وتـأتـی مثلـــه　　عـــار عـلـيك إذا فـعـلـت عـظيــم

وأبـلـغ مـن هـذا قـول الـلّـه عـزوجـل:﴿أتـامـرون الـنـاس بـالبر وتنسون أنفسكم وأنتم تتلون الكتاب أفـلاتـعـقلون﴾۔أيها الإخوة العلماء الأفاضل ،إن المتأمل فی التاريخ يجد أن علماء الشريعة– ولله الحمد والمنة– فـی كـل زمـان متـواجدون،فلم يخل عصر من الأعصار ولا مصر من الأمصار إلاوفيه من هو قائم فی الله بحجته ومـدافـع عـن هـذاالـدين والملة وقائم بعلم الشريعة،ولهذا فإنی أبشر الإخوة الذين لمست فی بعض أطروحاتهم وأحـاديثهـم شيئا من العاطفة تجاه ماتمر به الامةالإسلامية من التحديات ،وهی عاطفة مشكورة ،لكننی اطمئنهم أنــه لايـمـكـن أبـدا مهـمـا حـاول،من حاول،أن يطمس نورالقرآن وعلم السنة البنوية والعلوم الشرعية من نفوس الـمسـلـمـين فهـی فطرة،هذه العلوم يتزودون منها،كما يتزودون من الماء والهواء والغذاء،وقد تكون أعظم،لأن الماء والهـواء والـغـذاء هـو فقط فی أمور هـم الجسدية والمادية،لكن علوم الشريعة وعلوم الكتاب والسنة هی علوم الدين

والدنيا والآخرة۔ ولهذافلاينبغى أبدا دائما أن نبخع أنفسا وأن نأسى وأن نأسف، فان هذه علوم طبعية۔ماذا أبلغ من قوله تعالىٰ:﴿ودوا ماعنتم،ولا يزالون يقاتلونكم حتى يردوكم عن دينكم إن استطاعوا﴾فهذه الهجمات ليست غريبة،وإنما هى منهج يهتدى،وصراع بين الحق والباطل،فينبغى أن يوطن المسلم عليه،ويأخذ بالتدابير الحسنة ،والأساليب المناسبة، للوقوف أمام هذه الهجمات،وهذا هوالواجب،ولهذا هوالواجب، ولهذا فإن أول خطوة تخطى فى هذالمجال هى أن يتحد علماء الشريعه وأن يجتمعواعلى الحق **وقد سر نى هذاالوفاق لهذه المدارس التى– ولله الحمد والمنة– لها نشاطات كبيرة ولها جهود جبارة فى تعليم الناس العلوم الشرعية،ماشاء الله ! سبعة عشر ألف مدرسة– ولله الحمد والمنة– تضم أكثر من مليونى طالب وطالبة فى التعليم الشرعى ولله الحمد والتوفيق والنجاح۔فينبغى أن نذكر وأن نشكره ونتواصى بالزيادة فيه۔**

إن المتتبع–أيها الإخوة– يجد أن العالم لا بدله من وجود ظهر بعد الله عزوجل يمده ويعينه ويسهل أمره ولا يتأمل فى المصلحين يجد أنه لم تبلغ الدعوة ولم يبلغ العلم الشرعى لم يبلغ مجالا،إنما وجد التعاون بين الرعاء والرعية،الرعاة مسؤوليتهم عظيمة، والرعية منهم يأتى فى مقدمتهم أهل العلم،ولهذا فإنى أبشركم أنه من خلال لقائنا بالمسؤولين فى جمهورية پاكستان أكدنا غاية التاكيد،وهذا هو واجب العالم أن يبقى باكستان إسلامية وأن يحرص على العلوم الشرعية،علوم الكتاب والسنة،ولايتعرض للمناهج الشرعية فمناهجا–نحن المسلمين–هى مصدرالبهجة والسرور والخير ۔لو قدر أن العلوم الشرعية تضاءلت وأحلت محلها العلوم الأخرى المزاحمة هل ستجد هذالشعور الإسلامى الكبير المفعم بحب الإسلام فى مثل هذه اللقاءات العظيمة؟ لاشك أنها ستتضائل،لكننى أرى أن يكون هناك تعاون بين الرعاة والرعية والعلماء والمسؤولين والعلماء والعامة وأن ينزل العالم إلى ميدان الناس ويوجههم بالحكمة،نحن ليس علينا إلا البلاغ،نحن لم نطالب بالتغيير باليد إلا بما يستطيع الإنسان ويملك، فعلى المسلم أن يحرص كل الحرص لا سيما العالم أن يؤدى الرسالة والبلاغ وأن يكون هذ بحكمة ،الذى من الله علينا لما أرسل موسى إلى فرعون فقولاله قولا ليناءلعله يتذكر أويخشى،اُدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتى هى أحسن ،ماكان الرفق فى شىء إلا زانه ولانزع من شىء إلا شانه ۔

وليحرص العالم على أن يسلك منهج الوسط والاعتدال ولايغل فى شىء من الأمور وليقتصد فيها،كما يجب أن يكون لهذه التحديات المعاصرة ولهذه النوازل والمستجدات كأعمال العنف مثلا،والتفجير والتدمير وما

یقوم أمن البلاد واستقرارها لابد أن یکون له أطروحات واضحة بکل شفافیة لتنبیه الناس علی أن هذه القضایا لیست قضایا شرعیة وأنها تخالف النصوص الشرعیة،أن فی الحکمة والموعظة الحسنة والصبر والتحمل مایکون ممدوحة القیام بهذه الأعمال التی لا نکسب منها لادینا ولادنیا ولا آخرة والعیاذ باللّٰہ۔

إن علی العالم أن یحرص کل الحرص أیبین لمن ورد أن یردهم إلی الوسط الصحیح وأن یبین لمن جفوا وأرادوا الوقیعة بأهل الخیر العلم والصلاح والفضل أن هذا لیس منهجا صحیحا بکل رفق وحکمة فیتوارد الجمیع علی منهج الاعتدال،یستمضی سفینة الأمة تشق الأمواج الخطره التی تمر بها وتصل بإذن اللّٰہ إلی شاطئی الأمن والسلامة والمحبة،وأن نبذل مانستطیع فی خدمة هذاالدین بالأسالیب الحسنة فاللّٰہ اللّٰہ یوتی الإسلام من قبله، **وأری أن منظمة الوفاق هذه -ولله الحمد والمنة- تضطلع بهذاالدور الرائد العظیم فی هذاالمجال،** وأنا لاأحب أن أثقل علیکم،وقد غمرتمونی جدا بأخلاقکم فأنا فی الحقیقة من حبی لباکستان خطر فی قلبی أن أکون من السعودیة وباکستان فی وقت واحد۔

لکن - إن شاء اللّٰہ -التواصل والتعاون والتلاقی فی اللّٰہ عزوجل مستمر،وقد غمرتنی هذه المشاعر العظیمة وسأنقلها بإذن اللّٰہ إلی المسئوولین فی المملکة ولعلماء الحرمین الشریفین وسأکون فی صفکم،وسأقول: إن لإخوانکم فی باکستان حقا علیم فی زیارتهم،والجلوس معهم،والتلاحم معهم،والتواصل بهم،والتعاون معهم علی البر والتقوی،وهذه الجموع وهذه اللقاآت التی التقیناکم بها لاشك أنها ممایعین علی الخیر ومما یحقق مصلحة الإسلام والمسلمین ومما یغیظ أعداء الإسلام و أعداء السعودیة و أعداء باکستان وأعداء المسلمین فی کل مکان۔

أبشروا وأمنوا واطمئنوا،وقد اقترحت علی المسؤولین هنا:أن یکون هناك مؤتمر یجمع علماء الشریعة وعلماء الإسلام فی باکستان،وإخواننا فی المملکة العربیة السعودیة والبلاد الإسلامیة الأخری،لیکون موقفا عظیمافی إعزاز الإسلام المسلمین،وفی بیان المواقف الشرعیة المهمة فی المستجدات والنوازل الخطرة التی ترید أن توقع الشقاق والخلاف بالأمة،وإن شاء اللّٰہ أنا متسائل کثیرا۔

فباکستان دولة عزیزة عریقة عظیمة نحبها،ونحب أهلها المسلمین الحرصین علی الکتاب و علی السنة وعلی حب علماء المملکة العربیة السعودیة و حب الحرمین الشریفین،فی مکة المکرمةوالکعبة المشرفة،ومسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وهذه مشاعری نعتزبها وأن شاء اللّٰہ سیکون لنا لقاآت سواء فی

باكستان أو فى مكة،وسيستمرا لتواصل وأنا فى خدمة إخوتى فى باكستان فى أى شىء يحتاجون فى خدمة الدين ولخدمة الإسلام والمسلمين،وهذا هوالواجب الذى نضطلع به ،ويجب علينا أن نقوم به،ولا خير فينا إن لم نقم به،ونقدم كل ما نستطيع من أرواحنا وأنفسنا وأموالنا و أوقاتنا وجهودنا فى نصرة الإسلام والمسلمين۔

نسأل اللّٰه للجميع التوفيق والسداد وأيضا– ونحن فى هذا العصر–ينبغى أن نعايش بلغته و بسلاحه ،نحن فى عقيدتنا فى ديننا،لم يقف الإسلام عاجزا أمام العلوم المعاصرة لكنها لا تمس العلوم الشرعية والثوابت الدينية والتى تفيه،إنما تسخر فى خدمة هذاالدين ،فنحتاج اليوم إلى الطبيب المسلم والمهندس المسلم والحاسوبى المسلم،والإعلامى المسلم،والإدارى المسلم،كل على ثغرمن ثغور الإسلام ،فاللّٰه اللّٰه يؤتى الإسلام من قبله،شكرالكم ،والسلام عليكم ورحمة اللّٰه وبركاته،وصلى اللّٰه على نبيا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين۔

علم کی فضیلت اور علماء کی ذمہ داریاں

خطاب: شیخ عبدالرحمان سدیس (امام حرم مکی)

ترجمہ: مولانا عثمان اکبر

[مسجد حرام کے امام شیخ عبدالرحمٰن سدیس کا نام محتاجِ تعارف نہیں، آپ اپنی خوش الحانی اور مسحور کن تلاوت کی وجہ سے پورے عالم اسلام میں مقبول ومشہور ہیں، گذشتہ سال مئی ۲۰۰۷ء کو وہ پاکستان تشریف لائے تھے۔ ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' نے ۳ جون ۲۰۰۷ء بروز اتوار کوان کے اعزاز میں اسلام آباد، پنجاب ہاؤس کے اندر ایک تقریب منعقد کی، جس میں ممتاز علماء کرام نے بھی شرکت فرمائی، اس تقریب سے شیخ عبدالرحمٰن سدیس نے جو خطاب کیا پاکستان میں کسی بھی مجلس اور تقریب کے حوالے سے سب سے طویل خطاب تھا۔ ان کے عربی زبان کا یہ خطبہ گذشتہ صفحات میں شائع ہو چکا ہے، ذیل میں اس خطاب کا اردو ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے......مرتب]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو عزت وعظمت اور اونچی شان والا ہے جس نے علم اور اہل علم کا رتبہ بلند کیا، یہاں تک کہ وہ عزت کے اعلیٰ مقام پر پہنچے۔ اے ہمارے رب! پاک ہے تیری ذات، تعریف کے مالک آپ ہی ہیں حتی کہ حمد کرنے والا ''حمد'' کے حاء، میم اور دال تک کا مالک نہیں۔

درود وسلامتی کا نذرانہ ہو، ملتِ اسلامیہ کے قائد اور مخلصوں کے سردار ہمارے نبی محمد بن عبداللہ کی بارگاہ میں جنہوں نے پیغامِ حق پہنچا کر زرِامانت ادا کی، قوم کو نیکی کی دعوت دی اور راہِ خدا میں بھرپور کوششیں کیں۔ نزولِ رحمت ہو آپ پر، آپ کی آل و اصحاب اور آپ کے پیروکاروں پر، جب تک گردشِ ایام باقی ہے۔

زندگی میں انسان کو کتنے مبارک لمحوں سے واسطہ پڑتا ہے اور کس قدر بہترین مواقع ہاتھ لگتے رہتے ہیں، لیکن ان سب کے باوجود میرے لیے وہی بہترین لمحہ ہے، جو محبت، اخوت اور اہل علم واہل دعوت سے ملاقات کے دائرے میں ہو، جن کی مبارک محنتیں دین، ملت اور معاشرے کے لئے صرف ہوتی رہتی ہوں، میں واقعی آج کا یہ لمحہ مبارک محسوس کر رہا ہوں۔

میرے محترم بھائیو! میں یہ نہیں کہتا کہ پاکستان میرے لئے دوسرا ملک ہے، بلکہ میں اسے پہلا ہی اپنا پیارا ملک سمجھتا ہوں، یہاں آکر مجھے نذرانۂ عقیدت اور اظہارِ خوشی کا جی چاہ رہا ہے۔ ہم اپنے اس برادر مسلم ملک اور یہاں کے باشندوں سے دلی محبت کرتے ہیں اور ہمیشہ ان کے لئے دعا گو رہتے ہیں۔

أنا في الحجاز وباكستان الهوى — وبذى الرقمتين في الفسطاط أخواني

وأينما ذكر اسم الله في بلد — عددت أرجاءه من صلب أو طاني

رہتا ہوں میں حجاز و پیارے پاکستان میں — دونوں وادیوں کے خیمے میں ہم عناں ہیں

خطے میں جو پکارا کسی نے نام اللہ کا — گوشوں کو ملایا میں نے اپنا وطن بناکر

اسلامی اخوت اور ایمانی محبت کی راہوں میں کوئی بند نہیں، یہی وجہ ہے کہ پاکستانی بھائیوں، حکومت، علماء اور عوام نے جن زبردست ایمانی جذبات سے ہمیں نوزا، یقیناً وہ ہمارے لئے قابل فخر ہیں۔

یہ مبارک چہرے، جو اسلام، مسلمان اور حرمین شریفین کی محبت سے پُرنور ہیں، یہ وہ مناظر ہیں جنہیں ہم قابلِ فخر اور اللہ کی زمین پر نصرتِ دین کی علامت سمجھتے ہیں۔ البتہ مجھے اپنے دوستوں کے بعض جملوں سے ناگواری ہوئی ہے، جن تعریفی کلمات و القابات کا میں اہل نہیں، میں نہیں چاہتا کہ انہیں میری طرف منسوب کیا جائے، اور نہ میری ان کے آگے کوئی حیثیت ہے، جو اشعار وکلمات ابھی پیش کئے گئے، میں جانتا ہوں کہ وہ محبت کرنے والوں کے دلوں کی صدا تھی، لیکن محبوب خود کو ان کلمات کا ہرگز اہل نہیں سمجھتا۔ درحقیقت یہ حرمین شریفین ہی سے محبت کا اظہار ہے، کسی فرد سے محبت نہیں، بندۂ فقیر تو خود اللہ کی رضا و مغفرت، اللہ کے رحم و کرم اور اس کی پردہ داری کا محتاج ہے، ہمیں اپنی ایک ایک بات پر نظر رکھنی چاہیے۔

جذبات کی رو میں بہہ کر کسی کو ایسے مقام و مرتبے تک نہ پہنچائیں، جو انبیاء و اولیاء کے ساتھ خاص ہو۔ ذرا غور کریں، اگر اللہ رب العزت ہمیں پردہ داری، رحم و کرم اور مغفرت سے نہ نوازے، پھر تو ہماری کیا حیثیت ہوسکتی ہے؟ میں ہرگز کسی بھائی کو ملامت نہیں کرنا چاہ رہا (کیونکہ محبت تو عجیب کارگریاں دکھاتی ہے) لیکن ایسی محبت کو علم، حکمت، اعتدال اور درستی کا لگام دینا چاہیے۔

بہر حال میں ان تمام تعریفی کلمات اور جذبات واحساسات کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان تعریفی کلمات سے میں بہت شرمندہ ہوا، اور اپنے اندر بڑی حد تک کمی محسوس کرنے پر مجبور ہوں، یہ معاملہ صرف یہیں کا نہیں، بلکہ خواہ پاکستانی بھائی ہوں یا کوئی بھی اسلامی ملک ہو، سب کی طرف سے یہ کیفیت سامنے رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں ان جیسے جذبات نے میری ذمہ داریوں میں اضافہ کردیا اور مجھے مزید کاموں کا مکلّف بنادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں میں برکت عطا فرمائے اور غلطیوں کی اصلاح فرمائے۔

پاکستان ایک پیارا ملک ہے، جو شروع سے ایمانی محبت و جذبے کی بنیاد پر ایک آزاد وخودمختار ملک کی حیثیت سے وجود میں آیا۔ ایک ایسی مملکت جس نے ہر دور میں اسلام اور اسلامی تعلیمات کی خاطر اپنے افراد، اپنی قوت اور اپنے مال کی قربانی پیش کی

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب اسے مکمل اسلامی اور سیاسی اعتماد حاصل ہے۔ ایک اہم پہلو جس سے میرا دل، بلکہ علماء اور عام غیرت مند پاکستانی قوم بھی مطمئن ہیں کہ پاکستان کو خواہ کتنے ہی چیلنج اور مقابلوں کا سامنا کرنا پڑے، ان شاء اللہ پاکستان مضبوط سے مضبوط تر ہوگا اور یہ آندھیاں و طوفان اس ملک کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔

محترم بھائیو! یہاں آج بھی ہمیں جس رشتے نے جمع کیا ہے وہ علم کا رشتہ ہے۔ ساتھ ہی پاکستان کے عظیم تعلیمی بورڈ ''وفاق المدارس العربیہ'' کے تحت اکھٹا ہونا بھی اس لئے اہمیت کا حامل بن جاتا ہے کہ اس میں مجھے اربابِ علم و فضل اور خیر خواہانِ وطن سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ہم یہاں اس لئے جمع ہوئے تاکہ امت مسلمہ کی زندگی کے اس سنگین موڑ میں، ہم باہم مل بیٹھ کر مسائل کا حل تلاش کریں۔

معزز علماء کرام! علم کا مرتبہ آپ حضرات سے مخفی نہیں، میں عام لوگوں سے مخاطب نہیں، بلکہ علم و فضل کے منتخب اور چنیدہ گروہ سے گفتگو کر رہا ہوں، یقیناً ان میں ایسے علماء بھی ہیں جو علم و فضل، علمی وثوق اور علمی مہارت میں اس گفتگو کرنے والے سے کئی گنا فوقیت رکھتے ہیں، لیکن میری باتیں دوستوں کے لئے محبت کی باتیں ہیں۔

محترم بھائیو! علم باعثِ فخر و کمال ہے، علم روشنی ہے، جب کہ علم کے مقابلے میں جہل عار اور رسوائی کا ذریعہ ہے۔ علم بے گانوں کا ٹھکانہ اور نفع کا سرچشمہ ہے، جاہل مرجائے تو ناپید نہیں اور اگر موجود ہو تو کالعدم ہے۔ اس سے زیادہ بلیغ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ مبارک قول ہے، جس میں آپ نے عالم کی تشبیہ بدرِ کامل سے دی ہے، جو انسانیت کے لئے پوری فضا منور کر دیتا ہے۔ ایک متقی عالم کی مثال بلند ستارے اور چمکتے چاند کی ہے، جو قوم کی راہیں روشن کرتا ہے۔ وہ ایک نشانِ راہ کی مانند ہوتا ہے، لوگ اس کے ذریعے حق و باطل، حلال و حرام، سنت و بدعت، ہدایت و ضلالت اور صحیح و غلط عقائد کے درمیان فرق کر کے رہنمائی پاتے ہیں۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ علماء کو چاہیے وہ اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔ اللہ رب العزت نے علماء کو بلند مقام دے کر ان پر اپنا خاص کرم فرمایا ہے۔ علماء کی شان یہ ہے کہ وہ چراغِ نبوت سے مستفید ہوتے ہیں، نبوت کے حاملین دینار و درہم چھوڑ کر نہیں گئے، انہوں نے تو علم کو میراث بنا کر چھوڑا۔ جو علم حاصل کرتا ہے، وہ بڑا حصہ پاتا ہے۔ حکومت اور عوام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ علماء کی شان کا خیال رکھیں، ان کا احترام کریں، انہیں اونچا مقام دیں، انہیں یہ موقع دیں اور اس کی ضروریات کو بیان کریں، خصوصاً جدید مسائل میں انہیں آگے کریں۔

علماء سے دور رہنے والے درحقیقت شریعت سے دوری اختیار کر جاتے ہیں۔ اس لئے امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''علماء کا گوشت زہر آلود ہے'' (یعنی ان کی غیبت کرنا نقصان دہ ہے) علماء کی غیبت و مذمت کرنا درحقیقت ان کے علم و فضل اور مرتبے سے انکار ہے۔ ہمیں چاہیے ہم اپنے مسلمان بھائی، خصوصاً اہل علم کی ہتک آمیزی سے باز رہیں، اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ کے واضح اور صحیح منہج کی پیروی کرتے ہوئے ہم ایک دوسرے کا احترام کریں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بعض شرعی مسائل میں اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کا احترام کرتے اور ایک دوسرے کا خیال رکھتے۔

آپ جانتے ہیں، صحابۂ کرام کا سینکڑوں مسائل میں اختلاف تھا، عبادات میں، معاملات میں، فرائض اور ان کے علاوہ

جو اس وقت تک کے اہم مسائل تھے۔ صحابۂ کرام کے بعد ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا بھی بے شمار مسائل میں اختلاف رہا ہے، یہ حضرات دین کے بڑے اور امام شمار کیے جاتے ہیں، ان کا احترام، ان کی قدر و منزلت کی رعایت ہم پر لازم ہے۔ ہمیں چاہیے ہم ان حضرات کی ہتک آمیزی اور ان کو برا سمجھنے سے یکسر اجتناب کریں، یہ سب مجتہدین حضرات ہیں، ان میں سے ہر ایک نے سمندر سے چلو بھر پانی لینے والے کی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم اخذ کیا ہے۔ مجتہدین کا بلند رتبہ کسی کوتاہ علم، کم عقل اور ناتجربہ کار کے آگے ہرگز حقیر نہ ہونا چاہیے۔ حالانکہ خود یہی شخص علماء سے علم حاصل کرتا ہے اور پھر انہیں کی پردہ دری میں مشغول ہو جاتا ہے! جب یہی ارتکاب ایک عالم سے دوسرے عالم کے لئے سرزد ہو جائے، تو اس کی سنگینی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے، ایک عالم کو چاہیے کہ وہ دوسرے عالم کی قدر و منزلت کا احترام کرتے ہوئے اس کے اجتہادی فیصلے کو قدر کی نگاہ سے دیکھے، اس کی رائے کو لغو قرار دینے سے یکسر اجتناب کرے، حق کسی ایک پر منحصر نہیں رہتا، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ان کے ایک اختلافی مسئلے میں مطمئن فرمایا، آپ نے ارشاد فرمایا: ”جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ عصر کی نماز بنی قریظہ پہنچ کر ادا کرے“ چنانچہ بعض صحابہ کرام نے وقتِ عصر ہو جانے کی وجہ سے راستے ہی میں نماز ادا کر لی اور بعض نے بنی قریظہ پہنچ کر ادا کی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں فریقوں کے اجتہاد کو سراہا، کسی ایک پر تنقید نہیں فرمائی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں شریک تھے، بعض ہم میں سے روزہ دار تھے اور بعض کا روزہ نہیں تھا، روزے والا غیر روزہ دار کی مذمت نہیں کرتا اور غیر روزہ دار، روزے والے کی مذمت نہیں کرتا۔

امام شافعیؒ ایک مرتبہ امام احمدؒ کے پاس تشریف لائے (امام احمدؒ ایک ہی وقت میں امام شافعیؒ کے استاذ بھی تھے اور شاگرد بھی) امام شافعیؒ کی آمد پر بعض ساتھیوں اور متبعین کو شرارت سوجھی (جس طرح عام لوگوں کی عادت ہوتی ہے) امام شافعیؒ نے چند تعجب خیز اشعار میں جواب دیا، جن میں علماء کی آپس میں محبت اور احترام کا خوب ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

قـالـوا: يـزورك أحـمـد وتـزوره | قـلـت: الـفـضـائل لا تـغـادر مـنـزلـه

إن زارني فبفضلـه أو زرتـه فبفضلـه | فـالـفـضـل فـي الـحـالـيـن لـه

لوگ کہتے ہیں کی ملاقات احمد نے تجھ سے اور تو نے ان سے | کہا میں نے باقی نہیں رکھتی رتبے کو خوبیاں

ہو ملاقات ان کی یا میری، پر نوازش ہے ان کی | اِدھر بھی نوازش ان کی، اُدھر بھی نوازش ان کی

اب یہ رویہ کہاں باقی رہا، کیوں ہماری مجلسوں میں کہا جانے لگا کہ فلاں شخص فلاں جماعت کا رکن ہے؟ اسلاف کی رَوِش تو ہم علماء کو متحد رہنے اور ان کا احترام سکھاتی ہے، آج ہمیں پہلے سے کہیں زیادہ متحد ہونے اور قرآن وسنت کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھامنے کی ضرورت ہے۔ اختلافات اور فرقہ بندی سے یکسر اجتناب ضروری ہے، ایسی چیزیں اہل علم کی شان کو ہرگز زیب نہیں دیتیں، علماء کو دامن بچا کر ہی رہنا چاہیے۔

علماء کی شان یہ ہے کہ وہ حق اور فریضے کے دائرے میں گھرے رہتے ہیں۔ حق بھی عظیم ہے، فریضہ بھی اہم ہے، علماء

کے کندھوں پر لادی گئی ذمہ داری اس قدر بوجھل کہ پہاڑوں تک کو جھکا دے۔ ہمدردانِ وطن علماء! جب نمک ہی سڑ جائے نمک حلالی کہاں باقی رہتی ہے؟ علماء کو پہلے پہل ہی اللہ کے لئے مخلص ہو جانا چاہیے ﴿انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء﴾ "اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں، جن کو سمجھ ہے"۔ اپنے علم اور اپنی دعوت میں سچائی وصداقت کا ثبوت دیں۔ دوسروں کے لئے ہر میدان اور ہر عمل میں بہترین نمونہ ہونا چاہیے۔ عالم کے ہر قول وفعل پر لوگوں کی نظر ہوتی ہے۔

وغیر تقی یامر الناس بالتقی — طبیب یداوی الناس وهو سقیم
یاایها الرجل المعلم غیره — فهلا بنفسك قادك التعلیم
تصف الدواء للسقام والضنی — کی ما یصح به وانت سقیم
ابدء بنفسك فانه عن غیها — فان انتهت عنه فانت حکیم
هناك یسمع ما تقول یکتفی — بالعلم منك وینفع التعلیم
لاتنة عن خلق وتاتی مثله — عار علیك اذافعلت عظیم

غیر متقی آدمی لوگوں کو تقویٰ سکھاتا ہے — مثل اس معالج کے جو خود مبتلائے مرض ہے
اے دوسروں کو تعلیم دینے والے — تعلیم نے تیرے نفس کی راہنمائی کیوں نہیں کی
تو بیماروں کے لئے دوا تجویز کرتا ہے — تاکہ بیمار صحت یاب ہو اور خود تو بیمار ہے
پہل کر اپنے نفس سے اور گمراہی سے بچا — اگر نفس باز آگیا تو تو حکیم ہے
لوگ تیری ہر بات سنتے ہیں — اگر تیری تعلیم نفع دے تو علم آپ کا کافی ہے
نہ روک کسی کو اس کام سے جو تیری عادت ہو — عادت جب سرزد ہوگی تو بڑی شرمندگی ہوگی

اس سے زیادہ واضح پیغام اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون﴾

ترجمہ: تم حکم کرتے ہو، لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو؟ جب کہ تم پڑھتے ہو کتاب کو، پھر کیا تم نہیں سمجھتے؟

محترم علماء کرام! تاریخ میں غور وفکر کرنے والے ہر شخص کو الحمدللہ ہر زمانے میں علماء نظر آئیں گے، کوئی زمان ومکان ایسا نہیں، جہاں کوئی مردِ حق، اللہ اور اس کے دین کے دفاع کی خاطر سینہ سپر نہ ہوا ہو۔ اس لئے جن حضرات سے، میں نے امت مسلمہ پر گزرنے والے چیلنجوں کی خاطر جس جذبۂ تعلق کا مطالبہ کیا ہے، وہ جذبہ اپنی جگہ اہم ہے، لیکن میں انہیں خوش خبری دے کر یہ اطمینان دلانا چاہتا ہوں کہ دنیا کے کسی بھی خطے میں کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیم اور اسلامی علوم مسلمانوں کے دلوں سے نکال دے گا، تو یہ کسی طور ممکن نہیں، کیونکہ یہ فطری علوم ہیں، لوگ ان علوم سے پانی، ہوا اور غذا کی طرح مستفید ہوتے ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر کہ پانی، ہوا اور غذا تو صرف جسمانی اور مادی اشیاء کی خاطر استعمال میں لائے جاتے ہیں جبکہ شرعی اور قرآن کے علوم دین ودنیا اور آخرت سنوارنے کی خاطر ہیں۔ اس لئے ہمیں ہر وقت اپنے آپ کو غم وغصے سے گھلانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ

فطری علوم بہر حال قائم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے اور کون سی بات زیادہ واضح ہو سکتی ہے: ﴿ودوا ما عنتم﴾ ”ان کی خوشی ہے تم جس قدر تکلیف پاؤ“ ﴿ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم﴾ ”اور وہ تو لگے ہی رہتے ہیں تم سے لڑنے کو، یہاں تک کہ تم کو پھیر دیں تمہارے دین سے“۔

یہ اقدامات اور آزمائشیں کوئی نئی چیز نہیں، یہ تو راہِ ہدایت کا حصہ ہیں اور حق و باطل کا جاری معرکہ ہے۔ اس لئے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان آزمائشوں کے لئے ہر وقت آمادہ رہے اور ان کے لئے بہترین اور مناسب تدابیر اختیار کرے، تاکہ عین آزمائش کے موقع پر ثابت قدم رہے۔ اس میدان میں اترنے کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ علماء یک جان ہو کر حق پر ڈٹ جائیں۔ الحمدللہ دینی مدارس کے عظیم اتحاد کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی، لوگوں کو شرعی علوم اور دینی تعلیم سے روشناس کرانے میں ان مدارس کا عظیم کردار ہے۔ ماشاء اللہ، اللہ کے فضل وکرم سے ان سترہ ہزار مدارس کے اندر بیس لاکھ سے زائد طلبہ و طالبات دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ہمیں چاہیے ہم اس نعمت کو یاد رکھیں اور اس پر شکر ادا کرتے رہیں۔

محترم بھائیو! عالم کے لئے اللہ کے بھروسے کے علاوہ پشت پناہی کرنے والے کی ضرورت ہے، جو اس کی مدد کرتا رہے اور اس کے لئے آسان راہیں تجویز کرے۔ علماء کا فرض بنتا ہے کہ وہ پاکستان کے اسلامی تشخص کو برقرار رکھیں، اور لوگوں کو اسلامی علوم اور قرآن وسنت کی طرف راغب کریں۔ ہم مسلمانوں کا منہج تو سراسر خیر ہی پر مشتمل ہے۔ اگر کسی کا خیال ہو کہ وہ اسلامی علوم کو مٹا کر غیر اسلامی علوم ہم پر مسلط کر دے گا تو اسے اس اقدام سے پہلے آج کی محفل کی طرح کسی محفل میں مسلمانوں کے ایمان بھرے جذبات دیکھ لینے چاہئیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس طرح کی سازشیں کامیاب ہو بھی سکتی ہیں، لیکن مجھے امید ہے کہ مسلمان حکمران اور عوام ان سازشوں کو ناکام بنانے میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے رہیں گے۔

علماء کو چاہیے کہ وہ عوام میں مل جل کر رہیں، اور عوام سے حکمت کے ساتھ پیش آئیں، کیونکہ ہمارے ذمہ صرف حق کا پیغام پہنچانا ہے اور ہم سے ہماری استطاعت کے مطابق مطالبہ کیا گیا ہے، مسلمانوں اور خصوصاً علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو دین کی طرف راغب کریں اور حکمت اور نرمی سے لوگوں کو حق کی دعوت دیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نرمی سے پیغام پہنچانے کا حکم فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی حکم ملا کہ آپ حکمت اور موعظۂ حسنہ سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں۔

علماء کو چاہیے کہ وہ اپنے ہر کام میں اعتدال اور میانہ روی کا مظاہرہ کریں اور لوگوں کو اپنا مؤقف واضح کر کے بتائیں کہ شدت پسندی اور بدامنی پھیلانا اسلامی تعلیمات کے بالکل منافی ہے، دوسروں کو بھی اعتدال کی راہ پر چلائیں، پھر دیکھئے امت کی ڈگمگاتی کشتی خطرات کی موجوں کو چیرتی ہوئی امن اور سلامتی کے ساحل کی طرف کیسے رواں دواں ہوتی ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم دین کی خدمت احسن طریقے سے نبھائیں۔ اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ وفاق المدارس کا یہ بورڈ عظیم کردار ادا کر سکتا ہے۔

آپ حضرات نے مجھے اپنے اخلاق سے اس قدر متاثر کر دیا، میرا جی چاہتا ہے کہ ایک ہی وقت میں میرا تعلق سعودیہ اور پاکستان دونوں سے برقرار رہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ہمارا یہ رابطہ اور تعاون اللہ کی خوشنودی کے لیے ہمیشہ جاری رہے گا۔

آپ حضرات نے میرے لئے جن والہانہ جذبات کا اظہار کیا ہے، ان شاء اللہ میں ان جذبات کو سعودی علماء اور منتظمین سے جا کر بیان کروں گا اور ان سے درخواست کروں گا کہ تم پر پاکستانی بھائیوں سے ملاقات کا بھی حق ہے، پاکستان جا کر ان سے ملیں اور ان سے رابطہ قائم کریں، ان شاء اللہ ان روابط اور ملاقاتوں سے جہاں ایک طرف اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ ہوگا، وہیں دوسری طرف اعداءِ اسلام اور اعداءِ مسلمین اور پاک سعودیہ دشمنوں کے لئے باعثِ غیظ وغضب بھی ہوگا۔

یہاں کے منتظمین کو میں نے چند تجاویز پیش کیں، جن میں میں نے ان سے کہا کہ یہاں ایسی کانفرنسوں کا انعقاد ضروری ہے جو تمام علماءِ شریعت اور عالم اسلام کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دے، تاکہ اسلام اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ پھر سے بحال ہو، اور اسی متحدہ پلیٹ فارم سے امت مسلمہ کے خلاف آئے روز سازشوں کا مقابلہ کر کے دنیا کو اپنا واضح موقف پیش کر سکیں۔

پاکستان ہمارے لئے پیارا ملک ہے، ہم اس کی دل وجان سے محبت کرتے ہیں، یہاں کی عوام سعودی علماء اور حرمین شریفین سے محبت کرنے والے ہیں، ہم ان حضرات سے محبت کرتے ہیں اور ان کے جذبات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان شاء اللہ ہماری ان ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہے گا، خواہ پاکستان میں ہو یا مکہ مکرمہ میں۔ میں اپنے پاکستانی بھائیوں کی خاطر کسی بھی خدمت کے لئے تیار ہوں، ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی دینی وشرعی ضروریات کو پورا کریں، ہم ایسی خدمات کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں، اسلام اور مسلمانوں کی خاطر ہماری جانیں، ہمارا مال، ہمارا وقت سب کچھ حاضر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خیر وبھلائی کی توفیق عطا فرمائے۔ ساتھ ہی ہمیں چاہیے کہ ہم جس زمانے میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اس زمانے کی زبان اور اس کی ٹیکنالوجی سے واقف ہوں۔ اسلام عصری علوم کے حصول سے ہرگز نہیں روکتا۔ بشرطیکہ شرعی علوم کو نقصان نہ پہنچے اور عصری علوم کا مقصد اسلام کی خدمت ہو۔ آج ہمیں جدید ٹیکنالوجی کے ہر میدان میں مسلمانوں کی ضرورت ہے۔ ہمارا ڈاکٹر مسلمان ہو، ہمارا انجینئر مسلمان ہو، ہمارا سائنس دان مسلمان ہو، ہمارا میڈیا مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو، کیونکہ ان میں سے ہر ایک اسلامی سرحدات کا رکھوالا بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آپ حضرات کا بہت بہت شکریہ۔

السلام علیکم ورحمة الله و بركاته!

و صلى الله علىٰ نبينا محمد و علىٰ آله و صحبه اجمعين

كلمات الترحيب

قضيلة الشيخ حضرة العلامة سليم الله خان

رئيس منظمة وفاق المدارس العربية ،بباكستان

الحمد لله الواحد القهار،الذى يكور الليل على النهار،والصلوة والسلام على أخيرالأخيار محمد سيدالأبرار،وعلى آله و اصحابه الأطهار مانفحت الأزهار وغردت الأطيار۔وبعد: قال عزاسمه(وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن أكرمكم عندالله أتقاكم)صدق الله العظيم۔

إخوتى وأحبتى ويا أيها الضيوف الأجلاء الأكارم!السلام عليكم ورحمة الله وبركاته وبعد:

فى هذه الحظات الميمونة والفرص السعيدة ،يسعدنى أن أقدم إلى حضراتكم السامية أجمل التهانى وأحلى التباريك وأحسن الترحيبات أصالة عن نفسى و نيابة عن منظمة وفاق المدارس العربية والجامعات الإسلامية بباكستان،وعن العلماء الكرام المساهمين معنا فى هذه الحفلة الميمونة وعن شعب باكستان المسلم.

أيها السادة الكرام!إن تاريخ الهندالإسلامى لا يخفى على دارسه،بأن المسلمين فى العهود الإسلامية فى الهند قاموا بخدمات رائعة فى كل مجالات الحياة،وكانت الحكومات الإسلامية فيها تعتنى على نشر دساتير الإسلام ونظامه الجامع وتعاليمه الحية،وقد كانت حققت لهم كل مظاهر الحياة ولكن هذه الحكومات الإسلامية على مرور الأيام تضائلت شموسها وتشرفت على وشك الإنهيار،حتى تضعضع بنيانها وصل الأمر إلى نهاية هذه الحكومات الإسلامية، وتظافرت مؤامرات الإنكليز باحتلال الهند والقضاء على الحكومة الإسلامية وحدث ماحدث۔

عند ذاك شعرالعلماء الربانيون تأسين المدارس والجامعات الإسلامية لإشعال منارات الهدى والإيمان فى جنان شعب الهند المسلم وإحياء الدساتير الإسلامية فى أرجائها،وكانت على رأس هذه المعاهد والمدارس الإسلامية أزهرالهند جامعة دارالعلوم بديوبند،حتى تفرع هذاالمهد العلمى الصافى إلى كل أقطار شبه القارة الهند وباكية،وهذه المدارس والجامعات فى باكستان فروع لذالك المنهل العلمى الصافى وبعد حصلت حركة الاستقلال على باكستان،ازدهرت شكبة المدارس المحدودة ولم يكن هناك نظام مايربط المدارس والجامعات

ويؤدى إلى تعزيز أو اصر التضامن وتوحيد الصفوف بين أبنائها،فقام العلماء الكبار أصحاب الصدق والاخلاص وأرباب العواطف الإسلامية بتأسيس منظمة وفاق المدارس العربية والجامعات الإسلامية بباكستان وتم تأسيسها فى اربع وعشرين من شهر يونيو عام ١٩٥٩ المصادف ب ستة عشر من شهر ذى الحجة عام ١٩٧٨هـ وقد اصبحت هزه المنظمة اليوم بسبب تفانى العلماء فى سبيل ترقيتها وازدهارها وتطورها أكبر مؤسسة تعليمية فى باكستان،حيث تقوم على كيان منهجها التعليمى المتكامل۔وتجاوز عدد أعضائها من المدارس والجامعات الاسلامية عن عشرة آلاف و نصف۔ويبلغ عدد الدارسين والدراسات فيها حوالى خمس عشرة مائة آلاف،ولإنها تحت لإشراف العلماء المخلصين تستمر نحو أهدافها السامية وهى التحلى بحلية العلم والأخلاق الحسنة،والسلوكيات الطيبة واحياء الشريعة الغراء والسنة السنية۔

أيها المستمعون الكرام! إن واقع أمتنا الإسلامية وحاضرتها لاتخفى على أحد منكم ،فإنها وقعت كفريسة جريحة فى شبكة شديدة،أحاطتها النكبات،وحاصرتها البلايا والرزيا والخطوب الفوادح،وقعت فى تعذيب و تبعيد،فى تشريد وتهديد،وانتهاك للأعراض وانتحار للدماء،واعتقال للمسلمين المخلصين فى العالم،فما هو واجبنا تجاه أمتنا أيها الأفضال! وواجبنا تجاه أمتناالإسلامية هو أن نتطلع إلى الهضبة الإيمانية المتدفقة أولا،والعود إلى الإسلام من جديد،لأن الإسلام نظام شامل يتناول جميع مظاهر الحياة فهو دولة ووطن ،وهو خلق قوة ورحمة وعدالة،وهو ثقافة وقانون ۔ولنوحد صفوفنا فى العالم ونقوم بالتضامن بين الشعوب الإسلامية و حكوماتها حتى تسترد تلك العظمة الكبرى للمسلمين ،ولا غرو فى ذلك أن المملكة العربية السعودية وشعبها المسلم لهم جهودة مباركة فى تبليغ رسالة الإسلام ومبانيه الطيبة كم أنها هى مركز الإسلام وأساسه وهى مهبط الوحى والرسالة العظمى،ومرتشف الحجاج من معين بركات الإله وهى منارة الهدى والتقى التى يقتبس الزائرون والوافدون فيها انوارا من مشعل الهادى الأمين محمد صلى الله عليه وسلم ۔ولحكومة هذه المملكة خدمات رائعة تجاه المسلمين فى العالم،ولاسيما لها دور زاهر فى دعم المنظمات الإسلامية والأقليات المسلمة والمشاريع المفيدة لهم فى أرجاء المعمورة وتوحيد صفوفهم فى شتى بقاع الأرض ،و خاصة فى باكستان الإسلامية۔فنحن نشكركم و دولتكم الموقرة عن صميم القلوب العامرة بالحب والاحترام لحضراتكم وخاصة عن منظمة وفاق المدارس العربية والجامعات الإسلامية بباكستان۔

ولكم منا،ومن جميع العلماء جزيل التقدير والثناء۔

سپاس نامہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

[مئی ۲۰۰۷ء میں امامِ کعبہ شیخ عبدالرحمٰن سدیس پاکستان تشریف لائے تھے۔ ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' نے ۳ جون ۲۰۰۷ء بروز اتوار کو ان کے اعزاز میں اسلام آباد، پنجاب ہاؤس کے اندر ایک تقریب منعقد کی، جس میں ممتاز علماء کرام نے بھی شرکت فرمائی، اس موقع پر صدرِ وفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے سپاس نامہ پیش کیا۔ ان کے عربی زبان کا یہ سپاس نامہ گذشتہ صفحات میں شائع ہو چکا ہے، ذیل میں اس خطاب کا اردو ترجمہ مولانا مختار احمد کے قلم سے شائع کیا جا رہا ہے......مرتب]

میرے بھائیو! معزز مہمانانِ گرامی......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ان مبارک لمحات اور پُر از سعادت لمحوں میں، میں اپنی طرف سے، دیگر جامعات ومدارس، علمائے کرام اور پاکستانی عوام کی طرف سے آپ کی خدمت میں نیک تمنائیں، اور بہترین خوش آمدیدی کلمات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

مہمانانِ گرامی!

تاریخ ہند سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ ہندوستان کے اسلامی عہد میں مسلمانوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں ناقابل فراموش خدمات انجام دیں، ان ادوار میں حکومتیں اسلامی دستور، اسلامی طرزِ حیات اور اس کی زندہ تعلیمات کی نشر واشاعت کا خوب اہتمام کرتیں، تاہم وقت گذرنے کے ساتھ ان اسلامی حکومتوں کا سورج ڈوبنے لگا، بنیادیں کمزور پڑ گئیں، نوبت بایں جا رسید کہ ان عظیم الشان حکومتوں کا نام ونشان تک باقی نہ رہا، انگریز کی سازشیں کامیاب ہوئیں اور ہندوستان پر ان کا قبضہ مستحکم ہوا، پھر وہ ہوا جسے سب جانتے ہیں۔

دریں حال علمائے ربانیین کو احساس ہوا کہ ہندوستانی عوام کے دلوں میں اسلام کی شمع فروزاں رکھنے اور اسلامی دستور حیات کو باقی رکھنے کے لیے مدارس وجامعات کی اشد ضرورت ہے۔ اس سلسلے کی سب سے پہلی اینٹ ازھر الہند جامعہ دار العلوم دیوبند کے نام سے رکھی گئی۔ کچھ ہی عرصے میں اس کی شاخیں ہندوپاک کے طول وعرض میں پھیل گئیں۔ پاکستانی جامعات

ومدارس اسی چشمہ صافی کی نہریں ہیں۔ بعدازاں تحریک آزادچلی، پاکستان آزاد ہوا اور مدارس کا ایک جال سا بچھ گیا، لیکن یہ مدارس منتشر حالت میں تھے، ان کے مابین ربط وتعلق کی کوئی کڑی نہ تھی، اس کمی کو دور کرنے کے لیے مخلص اور اسلام کا درد رکھنے والے علماء نے ''وفاق المدارس العربیہ'' کی بنیاد رکھی، ۲۴ جون ۱۹۵۹ء بمطابق ۱۶ ذی الحجہ کو وفاق المدارس کی تاسیس کا عمل باہم مشاورت اور غور وخوض کے بعد اختتام پذیر ہوا۔

علمائے کرام کی شبانہ روز انتھک مساعی کی وجہ سے یہ وفاق آج پاکستان کا سب سے بڑا تعلیمی بورڈ شمار ہوتا ہے، اس کی بنیاد ایک مضبوط تعلیمی نصاب پر ہے، اس کے ماتحت مدارس کی تعداد دس ہزار سے بڑھ کر ہے، طلبہ وطالبات کی تعداد ۱۵ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ مخلص علمائے کرام کی نگرانی میں یہ وفاق اپنے اہداف کی طرف بڑھنے کا سفر جاری رکھے ہوئے ہے، علم واخلاق سے طلبہ مزین ہورہے ہیں، قرآن وسنت کے علوم حاصل کرکے اسے معاشرے میں پھیلا رہے ہیں۔

گرامی قدر سامعین!

امت مسلمہ کی موجودہ صورت حال کسی پر مخفی نہیں، یہ امت زخمی شکار کی طرح ایک مضبوط جال میں پھڑ پھڑا رہی ہے، مصائب وآلام گھیرے میں لیے ہوئے ہیں، خون مسلم کی ندیاں بہہ رہی ہیں، تقدس وعفت پامال ہورہے ہیں، مخلص لوگ قید وبند کی صعوبتیں اٹھارہے ہیں، ایسے حالات میں فاضلین گرامی! ہم پر کون سا فریضہ عائد ہوتا ہے؟

یاد رکھیے! ہم پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ ہم سب سے پہلے ایمان کو جلا بخشنے کی سعی کریں، اسلام کی طرف دوبارہ عود کر جائیں، اس لیے کہ اسلام ایک ایسا مکمل نظام ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرتا ہے، اس میں ملک چلانے کے اصول بھی ہیں، اچھے اخلاق کی تلقین بھی، قوت حاصل کرنے، رحم وشفقت اور انصاف اور قانون وثقافت کے اصول ومبادیات بھی پوری طرح جلوہ گر ہیں۔ ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد ویگانگت پیدا کرنے اور عوام وحکومتوں کے مابین فاصلے مٹانے کی بھی ضرورت ہے، تاکہ ہم گم گشتہ عظمت کو پاسکیں۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ اسلام کی نشر واشاعت میں سعودی عوام وحکومت کا بڑا حصہ ہے، جیسے کہ اس امر میں دورائے نہیں کہ سعودیہ اسلام کا مرکز، اساس، مہبط وحی، حجاج کرام کی منزل اور ہدایت کا مینارہ نور رہے۔ دنیا بھر کے مسلمان سعودی حکومت کی مساعی کے قائل ہیں۔ بالخصوص اسلامی رفاہی ادارے، مسلم اقلیات کے حوالے سے سعودی خدمات قابل تقلید ہیں۔ پاکستان اور دنیا بھر کے مسلمانوں میں اتحاد کی کوششیں بھی سراہنے کے لائق ہیں۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر ہم سعودی حکومت کے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گذار ہیں، اور وفاق المدارس ودیگر جامعات کی طرف سے ہدیہ تبریک پیش کرنے کی سعادحاصل کرتے ہیں۔

نظرة عابرة على تاريخ مدارسنا الزاهر

المفتى محمد رفيع العثمانى
رئيس جامعة دارالعلوم بكراتشى

(نص كلمات المفتى محمد رفيع العثمانى -المفتى العام لجمهورية باكستان الإسلامية-ورئيس جامعة دارالعلوم بكراتشى ،وعضوالمجلس التنفيذى لمنظة وفاق المدارس العربية بباكستان -التى ألقاها ككلمات الترحيب فى حفلة التقدير والتكريم المنعقدة تحت اشراف منظمة وفاق المدارس العربية بباكستان فى إسلام آباد فى ٣ يونيو عام ٢٠٠٧ الميلادى يوم الأحد،بمناسبة زيارة سماحة الدكتور فضيلة الشيخ عبدالرحمٰن بن عبدالعزيز السديس إمام و خطيب المسجد الحرام بمكة المشرفة لجمهورية باكستان الإسلامية - الإدارة)

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

الحمد للّٰه رب العالمين،والصلاة والسلام على سيد المرسلين،وعلى آله وأصحابه أجمعين، وعلىٰ من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

وبعد : فإن من دواعى الغبطة والسرور :أننا اليوم نستقبل فى بلدنا الحبيب باكستان إمام و خطيب المسجد الحرام فضيلة الشيخ عبدالرحمٰن السديس الموقر- حفظه اللّٰه عزوجل- الذى جعل اللّٰه -عز وعلا- حبّه جليس الأفئدة وقرين الأرواح وأحله سويداء قلوب المسلمين فى كل مكان۔

والحق يقال،أننا لانجد مانعبر به من عبارة وأسلوب عما فى صدورنا من مشاعر وعواطف وانطباعات فى شأن فضيلتكم إلا أن نحاول محاولة ضئيلة أن نتقدم بأحرالتهانى ،وأجمل التبريكات إلى فضيلتكم۔

فضيلة ضيفنا المبجّل ! إن الإستعمار الإنجيليزى الغاشم الجائر لما استولى على شبه القاره،لم يزل مكبا على استخدام وسائل ماكرة،وتدبير خطط خبيثة لمحو مآثر المسلمين،وإبعادهم عن هدى الإسلام،وتعاليمه النيره،فوضع فى البلاد الهندية نظاما سلط به الأفكار الزائغة،والنظريات الباطلة ،والحضارة الغربية الهندية نظاما و

أذهـان الشعـب الـمسلـم فى الهند،ففى هذه الظروف القاسية أصابت هذه البلاد رحمة ربها حيث ألهم الرشد عـصـابة مـن عبـاده الـصالحين،أمثال الشيخ محمد قاسم النانوتوى،والشيخ رشيد أحمد الكنكوهى،رحمهم الله –فـأدرك هـؤلاء الـرجـال الأبـرار الحاجة الماسة إلى الكفاح،والذود عن حريم الدين القويم،والحفاظ على العلوم الـدينية والـمعـالـم الإسـلامية فـى الهـنـد،فـقـاموا ضدهذاالغزو الفكرى،وصمدوا أمام تياراته الهدامة،وأعاصيره الـعـاصـفة،فـوضـعـوا حـجـر أسـاس الـمـدرسة بـقرية "ديوبند"فهذه المدرسة بدأت مدرسة صغيرة لا تسترعى الإهتـمـام،ثم لم يزل نطاقها يتسع ويضخم ،وصيتها يذيع بفضل إخلاصا أهاليها وصلاحهم وتقاهم، وزهدهم فى حـطـام الـدنيـا،وإعتـراضهـم عـن الـفـخفخة حتى أصبحت كبرى الجامعات لدينيه فى قاره آسيا،وسميت ازهر الهند،واشتهرت باسم "دارالعلوم ديوبند" فى أنحاء العالم كله۔

وهذه الجامعة "دارالعلوم ديوبند" أدت دورا تاريخيا مرموقافى المجال التعليمى والتربوى،فأنجبت وجالا نبـغـاء علماء ربانيين مفسرين ،محدثين ،وفقهاء،مثقفين،و مفكرين ،وأدباء مهرة بارعين يجمعون بين العلوم النبوية الـعـميـقة،والـعـمـل بتـوجيهـاتهـا الـقيـمة،يرسمون فى مختلف مجالات الحياة صورا رائعة من التقوى،والصدق ،والإخلاص ،والتوكل،والصبر،والشكر،والزهد فى الدنيا۔

ومـن سـمـاتهـم الـمميزة البرزة:أنهم يتمسكون بأذيال السنة النبوية،ويبذلون فى أحيائها كل ماتمد إليه أيـديهـم مـن نـفس و نفيس وجليل ودقيق كما أنهم يخالفون كل بدعة فى كل مكان ويتحملون كل خسارة فى دمغها،ليحافظوا على دين ربهم الخالص:شعائرهم،وعقائدهم،وعباداتهم،وأخلاقهم ،وقيمهم الدينية۔

فهـؤلاء الـنـجـوم الثـاقبة والأعـلام الـنبلاء انتشروا إلى أقطارا لإرض ،ونشرواالدين القويم وسلكوا سبيل ابـائهـم الأمـاجـد،فهـذه الشبـكة التـى تـرونهـا شبكة الجامعات ،والمدارس فى باكستان حلقة من حلقات تلك السلسلة المباركة۔

سـمـاحة ضيـفنا المكرم! لما برزت باكستان على خريطة العالم كان لزاما عليها أن تضع نظاما تعليميا يـنبثـق مـن الـكتـاب، والسـنة، والـقيم الإسلامية من ناحية، ويسعف الحاجات المتطلبة للعصر الراهن من ناحية أخـرى،فيـكـون نـظـامـا مـنهـجيـا شـامـلا يـجمع بين العلوم الإسلامية التربوية التى تحافظ على عقيدة الإسلام وشـريـعتـه، والـعـلـوم الـحديثة، والعصرية التى تضمن تطور الوطن الجديد، ورقيته فى مجال التقنية، والإمكانيات الـمـادية، والكشف عن الثروة الوطنية، واستخدامها فى صلاح الأمة ، ومسايرة الأمم المتقدمة فى مجال الأجهزة الحديثة۔

ولـكـن مـع الأسف الشديد، لم تتحقق هذه الأمنية لما وقع الوطن الإسلامى فى ورطة المعاناة الشديدة بعد عدة أعوام بعد استقلاله من قبل تجاذب الأحزاب المختلفة إلى يومنا هذا۔

فمازالت الكليات والمدارس الرسمية تنسق دراساتها على نفس المنهج الذى وضعه الإستعمار الإنجليزى،وأما العلوم مجرد اسمها دون أن سدالفجوة التى تتطلبها مصلحة الشعب والوطن۔

ثم إنه لا يكفى أن يوضع فى المعاهد التعليمية نظام يكفل تدريس العلوم فقط،ولا يعتنى بالتربية الإسلامية بل يجب أن يكون هناك نظام يجمع بين الدراسة والتربية الإسلامية ، فإن الدراسة العارية عن التربية الإسلامية لا قيمة لها ولا وزن۔ فبما أن المدارس الحكومية كانت عارية عن هذااهدف السامى وهزه الغاية المنشودة التجاء العلماء وإلى إنشاء معاهد تعليمية مستقلة،وأن ينتهوا فيها منهج التربية المتوارثة فى المدارس الدينية منهاجا لا يكفل تدريس العلوم الإسلامية فحسب، بل يهتم بالتربية الإسلامية والتثقيف الدينى ايضا اهتماما بالغا، فأخذوا ينشئون مدارس، وجامعات دينية على الشاكلة القديمة فى أنحاء الونط كلها، ويهتمون فيها بتربية الناشئة الجديدة الإسلامية و تثقيفها بالثقافةالإسلامية كم يقومون فيها بتدريس العلوم الإسلامية۔

ضيفنا الكريم! لم يكن هناك نظام يربط هذه المدارس والجامعات الدينية، ويؤدى إلى تعزيز، وتدعيم أواصر، وعلاقات التضامن، والتكاتف، وتوحيد الصفوف بين أبنائها، فقام كبار العلماء الأفاضل أمثال فضيلة الشيخ محمد يوسف البنورى، و فضيلة الشيخ المفتى محمود–رحهم الله – فرشحوا انتباههم ، ووجهوا عنايتهم تجاه هذه المهمة، وأستوامنظمة تعرف باسم"وفاق المدارس العربية، والجامعات الإسلامية " لتشرف على المدارس والجامعات كلها فى باكستان، وذلك قبل تسع وأربعين سنة۔

فبارك اللّٰه عزوجل فى هذه الشجرة الطيبة، فأنبتها نباتا حسنا،حيث تطورت هذه المنظمة يوما فيوما،ولاتزال تتطور حتى أصبحت اليوم أكبرمؤسسة تعليمية فى باكستان حيث تقوم على كيان منهجا التعليمى المتكامل كما لاتزال تنضم إليها مدارس وجامعات أهلية من أول يومها من كل ناحية من نواحى باكستان، حتى تجاوز عددها عشرة آلاف وخمس مائة ،وبلغ عدد الدارسين والدارسات فيها حوالى ميلون ونصف–وذالك فضل الله عزوجل وكرمه۔

ومن أكبر الجامعات المنضمة إليها جامعتنا الحبيبة "جامعة دارالعلوم كراتشى"التى أسسها المفتى الكبير بالديار الباكستانية سابقا المفتى محمد شفيع الديوبندى–رحمه اللّٰه – وهذه هى المنظمة "وفاق المدارس العربية" التى انعقدت هذه الحفلة الميمونة تحت رياستها، وهؤلاء العلماء هم القائمون بها، والمسؤولون عنها۔
وفى الختام نقدم إلى فضيلتكم الشكر الجزيل باسم جميع القائمين بهذه المنظمة ،وجميع أبناء المدارس والجامعات، حيث أسعدتمونا بقدومكم الميمون إلى بلدنا الحبيب،ونرجو فضيلتكم أن تذكرونافى دعواتكم الصالحة فى البقاع المقدسة– والسلام عليكم ورحمة اللّٰه وبركاته ۔

مدارس کے سنہری دور کی تاریخ پر ایک نظر

مفتی محمد رفیع عثمانی
صدر جامعہ دار العلوم کراچی

[۳ جون سنہ ۲۰۰۷ء کو وفاق المدارس العربیہ کے طرف سے شیخ عبد الرحمٰن سدیس کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی گئی، اس تقریب سے مجلس عاملہ کے رکن اور صدر جامعہ دار العلوم کراچی مفتی محمد رفیع عثمانی نے درج خطاب فرمایا، خطاب کا عربی متن گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے اس کا اردو ترجمہ مولانا مختار احمد نے کیا ہے جو نذر قارئین ہے۔ مرتب]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد از حمد و صلاۃ!

ہمارے لیے یہ ایک بڑی خوشی اور فخر کا مقام ہے کہ ہم اپنے پیارے ملک پاکستان میں امام و خطیب حرم مکی شیخ عبد الرحمٰن سدیس کا استقبال کر رہے ہیں، جن کی محبت ہر مسلمان کے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ آپ کی فضیلت کے سامنے ہماری تعبیریں اور اسلوب درماندہ ہیں، کم مائیگی کے احساس کے ساتھ ہم آپ کو صرف صمیم قلب سے خوش آمدید کہنے پر ہی اکتفاء کر سکتے ہیں۔

مکرم مہمان گرامی!

جارح انگریزی استعمار نے برصغیر ہند پر جب اپنے پنجے گاڑے تو اپنی مکارانہ تدابیر اور وسائل سے مسلمانوں کے مآثر کو مٹانے، مسلمانوں کو راہِ ہدایت اور اسلام کی روشن تعلیمات سے ہٹانے کی مسلسل تگ و دو کی، ایک نظام وضع کر کے مسلمانوں پر غلط افکار اور باطل نظریات کو مسلط کیا، ہندوستانی مسلمانوں کے اذہان کو ہندوانہ مغربی تہذیب سے مسخر کرنے کی کوشش کی۔ اس قسم کے ناگفتہ بہ حالات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوئی اور مولانا قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی رحمہما اللہ ایسے صلحاء کے دلوں میں رشد و ہدایت القاء فرمایا، انہیں ادراک ہوا کہ اسلامی علوم و مآثر، دین کی حرمت کی حفاظت کے لیے مزاحمت از حد ضروری ہے۔ اس ضرورت کا احساس ہوتے ہی یہ حضرات میدانِ عمل میں آ گئے، انگریز کی فکری جارحیت اور فکری کجیوں کا مقابلہ کیا، آندھیوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنے، اور دیو بند نامی گاؤں میں ایک مدرسے کی بنیاد رکھی۔

ابتداء میں یہ ایک چھوٹا سا معمولی مدرسہ تھا، کوئی اس کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش بھی نہ کرتا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا

دائرہ عمل وسیع ہونے لگا، شہرت پھیلنے لگی، اور یہ سب برکت تھی اس مدرسے کے بانیان کے اخلاص، للّٰہیت، تقویٰ اور زہد وقناعت کی۔ یہاں تک کہ کچھ ہی عرصے بعد یہ مدرسہ جنوبی ایشیاء کا سب سے بڑا جامعہ بنا، اسے ازہر الہند کا لقب دیا گیا، اور ''دار العلوم دیوبند'' کے نام سے چہار دانگ عالم میں اس کے نام کا ڈنکا بجنے لگا۔ تعلیم وتربیت کے میدان میں دار العلوم دیوبند نے کار ہائے نمایاں انجام دیے، یہاں سے علمائے ربانیین، مفسر، محدث، فقیہ، مفکر، ادباء اور دانشور پیدا ہوئے جو علم عمل میں یکتا تھے، انہوں نے مختلف شعبہائے زندگی میں تقویٰ، اخلاص، سچائی، توکل، صبر وشکر، زہد وقناعت کی بہترین مثالیں قائم کیں۔ دین خالص یعنی شعائر دین، عقائد، عبادت، اخلاق اور دینی اقدار کی حفاظت کے ساتھ سنت نبوی کو مضبوطی سے تھامنا اور اس کے احیاء کے لیے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرنا ان علماء کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اپنے آباء واجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے یہ جلیل القدر علماء ساری دنیا میں پھیل گئے اور دین کی نشر واشاعت میں مشغول ہو گئے، پاکستان میں یہ جو آپ کو مدارس کا ایک طویل سلسلہ نظر آ رہا ہے یہ سب اسی مدرسے کی برکت ہے اور اسی لڑی کے موتی ہیں۔

گرامی قدر مہمانان!

دنیا کے نقشے پر جب پاکستان ابھرا تو نوزائیدہ مملکت کو لازمی طور پر ایک ایسے نظامِ تعلیم کی ضرورت تھی جس کا مآخذ قرآن وسنت اور دینی اقدار ہوں، اور دوسری جانب وہ عصر حاضر کی ضروریات کی تکمیل بھی کرتا ہو، یعنی ایک ایسا نظام جو اسلامی عقیدے، شریعت واحادیث کی حفاظت کے ساتھ عصری علوم پر بھی حاوی ہوتا کہ نوزائیدہ مملکت کی ترقی میں معاون ہو اور دیگر ترقی پذیر ممالک کا مقابلہ کر سکے۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا، آزادی کے چند سالوں بعد ہی سیاسی جماعتوں کی کھینچا تانی نے ارباب اختیار کو اس بارے میں سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ عصری درس گاہوں میں آج تک وہی نظام تعلیم رائج ہے جو انگریزی استعمار کا وضع کردہ ہے، مختلف علوم صرف نام کی حد تک پڑھائے جاتے ہیں، ملک وقوم کی خدمت میں ان کا کوئی کردار نہیں۔

تعلیمی درس گاہوں کو ترقی دینے میں صرف علوم کی تدریس ہی کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دینی تربیت بھی ازحد ضروری ہے، پس ایک ایسے نظام کی ضرورت تھی جس میں علوم وفنون کے ساتھ تربیت کا بھی انتظام ہو، اس لیے کہ تربیت کے بغیر علوم کی کوئی وقعت نہیں۔ سرکاری اسکول وکالج جب اس مقصد وغایت کو پانے سے قاصر رہے تو علمائے کرام نے اس ضرورت کو پورا کرنے کی ٹھانی، اور اپنی مدد آپ کے تحت مدارس وجامعات کی بنیاد رکھی، تا کہ ایک ایسا نظامِ تعلیم نافذ کیا جائے جس میں علومِ دینیہ کی تعلیم وتدریس ہی نہیں بلکہ تربیت کا بھی اہتمام ہو، چنانچہ اس نہج پر علمائے کرام نے مدارس وجامعات بنائے اور ان میں اسلامی تربیت وتہذیب کی تعلیم کے ساتھ اسلامی علوم کی ترویج واشاعت کا بھی انتظام فرمایا۔

گرامی قدر مہمان!

ان بکھرے اور منتشر مدارس کو یکجا کرنے، ایک دوسرے کا مددگار اور دست وبازو بنانے کا کوئی نظم نہ تھا، کوئی ایسی لڑی نہ تھی جس میں سب موتی پروئے جاتے، تب علامہ یوسف بنوری اور مفتی محمود رحمہما اللہ ایسے اکابر نے اس جانب توجہ فرمائی اور اس

کام کا ذمہ لیا۔ اللہ جل شانہ نے ان کی راہنمائی فرمائی اور آج سے ۴۷ سال قبل ان حضرات نے ''وفاق المدارس العربیہ'' کے نام سے ایک تعلیمی بورڈ بنایا تاکہ وہ پاکستان میں پھیلے مدارس کے تعلیمی اور تربیتی نظام کی نگرانی کر سکے۔

اللہ تعالی نے اس درخت میں برکت ڈالی، وقت کے ساتھ ساتھ یہ ادارہ ترقی کی منازل طے کرتا ہوا آج پاکستان کا ایک بڑا تعلیمی بورڈ شمار ہوتا ہے، جس کی بنیاد ایک کامل تعلیمی نہج پر ہے۔ پاکستان بھر میں پھیلے ہوئے غیر سرکاری مدارس پہلے دن سے لے کر آج تک اس بورڈ کے ساتھ ملحق ہو رہے ہیں، یہاں تک کہ اب یہ تعداد ۱۵۰۰۰ مدارس سے متجاوز ہو چکی ہے، اور تقریباً ڈیڑھ ملین طلبہ ان مدارس میں دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو رہے ہیں، وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

وفاق المدارس العربیہ سے الحاق کرنے والے بڑے جامعات میں سے ایک ہمارا جامعہ دار العلوم کراچی بھی ہے، اس کی بنیاد مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے رکھی اور یہ کانفرنس اسی وفاق کی ایک ادنی کاوش ہے، اور یہ علمائے کرام اس کے ذمہ دار اور عہدے دار ہیں۔

آخر میں ہم تمام جامعات، مدارس، طلبہ اور وفاق کی جانب سے پاکستان آمد پر آپ کی خدمت میں تشکر کے جذبات پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ مقدس مقامات پر اپنی دعاؤں میں آپ بھی ہمیں یاد رکھیں گے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اگر یہ مدارس نہ ہوتے......

اس ملک کو مؤذن اور خطیب کی بھی ضرورت ہے، اس لیے کہ ہر شہر میں مسجدیں ہیں اور کافی بڑی تعداد میں مسجدیں ہیں اور ہر آبادی میں کئی مسجدیں ہوتی ہیں اور وہاں کے مسلمانوں کی ضرورت ہے، اگر یہ مدارس نہ ہوتے، تو یہ مؤذن، خطیب اور امام کہاں سے آتے۔ حکومت کے پاس تو کوئی ایسا منصوبہ نہیں اور اسی طرح اس ملک کو حفاظِ قرآن کی بھی ضرورت ہے۔ وہ بھی ان مدرسوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر یہاں شریعت کے علماء ماہرین کی ضرورت ہے اور وہ ضرورت بھی، ان مدرسوں نے پوری کی ہے اور کر رہے ہیں۔ اور یہ صرف تعلیم ہی نہیں، بلکہ ان کو کھانا، پینا بھی دیتے ہیں اور مفت دیتے ہیں، یہ کتنا بڑا بوجھ ہے، جو حکومت کو اٹھانا چاہیے تھا، جو انہوں نے اپنے طور پر رضا کارانہ طور پر اٹھایا ہوا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ دینی مدارس بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔

(ریٹائرڈ جنرل معین الدین حیدر)

دور المدارس فی نشر العلوم الإسلامية

الدكتور عبدالرزاق إسكندر
رئيس جامعة العلوم الإسلامية علامة بنورى تاؤن

(نـص خطاب فضيلة الدكتور الشيخ عبدالرزاق إسكندر،نائب رئيس الأول لوفاق المـدارس العربية باكستان، الذى قدمه بقدوم فضيلة الشيخ الدكتور عبدالرحمٰن السـديس إمـام الـحرم الـمكى الشريف والوفد المرافق، فى المؤتمر الذى قامت بتـلويـره مـنـظـمة وفاق المدارس العربية والجامعات الإسلامية بباكستان تكريما لـفضيلته،فى ٣من شهر يونيو عام ٢٠٠٧م بإسلام آباد،فإلى القراء الكرام نص هذا الخطاب......المرتب)

الـحـمـد لـلـه الـذى جـعـلنا أمة واحدة ورضى لنا الإسلام دينا،وأفضل الصلٰوة وأتم التسليم على سيدنا محمد،الذى أرسله بالهدى ودين الحق،بشيرا ونذيرا و على آله وصحبه ،ومن تبعهم بإحسان،ودعا بدعوتهم إلى يوم الدين،أما بعد:

فـأصـالة عـن نفسى،و نيابة عن رئيس وهيئة"وفاق المدارس العربية" باكستان،أرحب بالضيف الكريم فـضيـلة الـدكتور الشيخ عبالرحمٰن السديس إمام الحرم المكى الشريف،و صاحب المعالى سفير المملكة العربية السعودية و أصحاب الفضيلة العلماء الوفد المرافق له،فأهلا و سهلا ومرحبا۔

مـرحـبـا بـكـم فـى بـلـدكـم ،وبيـن إخـوتـكـم الـعـلـمـاء،نشكركم من أعماق قلوبنا على هذه الزيارة المباركة،فنحن سعداء بوجود كم بيننا۔ وهذا من أمثالكم ليس بغريب۔

وإنـمـا يـعـرف ذا الـفـضل من الناس ذووه و إن الـطـيـور عـلـى أشبـاههـا تـقـع

أيها الضيف الكريم!

إن عـلـمـائـنـا يرون بعين الإعجاب والتقدير ماتقوم به المملكة الشقيقة من خدمة الحرمين الشريفين

وخدمة ضيوف الرحمٰن، وخدمة هذا الدين الحنيف وتنفيذه فى جميع شؤون الحياة عامة، وفى المحاكم الشرعية خاصة، فهى تحكم بما أنزل الله ـ ونشر هذا الدين فى العالم عن طريق إنشاء الجامعات الإسلامية، وإرسال المدرسين والدعاة المبعوثين إلى أنحاء العالم ـ فجزاكم الله عنا وعن الأمة الإسلامية خير الجزاء۔

أيها الضيف العزيز! هؤلاء الخريجون من جامعاتكم الإسلامية، هم سفراؤكم بلا مرتب، وهم أوفياؤلكم، لأن الدين يعلمنا الوفاء، ﴿وهل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾۔ وقد شاهدتم وتشاهدون إن شاء الله فى كل مكان۔ هكذا كانت جامعاتنا فتحت أبوابها للوافدين ـ ولكن ولاة أمورنا ـ هداهم الله وإيانا ـ أغلقوا هذه الأبواب ومنعوا الوافدين عن منح تاشيرة التعليم۔

فضيلة الشيخ الكريم! إنكم رمز لوحدة الأمة الإسلامية ، يفد إليكم حجاج بيت الله الحرام من أنحاء العالم، من كل فج عميق، يقفون ورائكم صفوفا، لافرق بين عربى و عجمى ، ولا بين أسود وأحمر إلا بالتقوى، مظهر الوحدة والمساواة يحى القلوب ويزيد الإيمان۔

ولكن هذا المنظر لا يعجب أعداء الإسلام، بل يغضبهم فيموتون غيظا ـ فيتآمرون ضدهذه الوحدة، فيستخدمون ضعاف النفوس من هذه الأمة، ليشعلوا نار الفتن الطائفية، فيفرقوا وحدة هذه الأمة ـ و أنتم أدرى بهم، فعلى علماء هذه الأمة فى كل مكان أن يحبطوا مثل هذه المؤآمرات، كم أن هؤلاء ضعاف النفوس يفترون على علمائنا الكذب ـ وعلماؤنا هم الذين نشروا التوحيد فى هذه البلاد، و حاربواالشرك والبدعات۔

أحب أن أقدم لحضراتكم موجزا عن المدارس و الجامعات الإسلامية فى باكستان عامة، وعن "وفاق المدارس العربية" خاصة۔

إن هذه المدارس والجامعات الإسلامية التى يبلغ عددها الآلاف، هى مدارس والجامعات أهلية، يديرها العلماء ويمولها أهل الخير من المسلمين۔

والدراسة فيها تشمل علوم القرآن والسنة والفقه الإسلامى، والأصول واللغة العربية وغيرها من العلوم الشرعية۔

وهذه المدارس منتشرة فى أنحاء باكستان لجميع الطوائف الدينية ، ولها وفاقات ـ ومن أكبرهذه الوفاقات "وفاق المدارس العربية" باكستان۔

وقد بلغ عدد المدارس تحت هذاالوفاق أكثرمن عشرة آلاف مدرسة، بداية من مكاتب تحفيظ القرآن الكريم ونهاية إلى الدراسات العليا(ماجستير) ويدرس فيها أكثر من مليون وسبعمائة ألف طالب وطالبة۔

والوفاق يأخذ الاختبار النهائى لك مرحلة، ويمنح الشهادات، يشترك فى الاختبار النهائى نحو مائة

وسبعين ألف طالب وطالبة وهيئة الوفاق لها مجلسان: العاملة والشورى. وهناك لجنة لتعديل المناهج التعليمية، تشمل أهل الخبرة من العلماء.

ضيوفنا الأعزاء !

هذاالحماس الديني الذى شاهدتم وتشاهدون فى الشعب الباكستانى المسلم هو من فضل الله تعالىٰ ثم ببركة جهود العلماء العاملين، الذين ربوهم على حب الله و حب رسوله صله الله عليه وسلم ،وحب هذاالدين و حب الحرمين الشريفين، وحب العرب،وحب الأمة الإسلامية ،يفرح بفرحها ويحزن بحزنها.

أيها الضيف الكريم !

أحب أن ألفت أنظاركم إلى مؤامرات تحاك ضد هذه المدارس والجامعات الإسلامية عامة، وفى باكستان خاصة، من أعداء الإسلام وأعداء الإنسانية وعملائهم فى كل زمان.

مؤامرات لإغلاق هذه المدارس،وقتل العلماء، وجهودلإفساد مناهجها الدراسية إن لم يمكن إغلاقها ودعايات،ظلام وزورا،ضد أهلها بوصفهابالإرهاب والتعصب.وأصبحت هذه المدارس شوكة فى عيونهم وما نقموا منها إلا أنها منابع الخير،ومنارات الرشد والهدى إنها تخرج العلماء والدعاة العاملين،يحافظون على هذاالدين كما أنزل،من غير تحريف ولاتبديل ،وينشرونه بين الأمة، ويربطونهم بربهم ،ويعلمونهم الحلال والحرام،و أحكام المعاملات ،والأخلاق والآداب ،بهم بيوت الله معمورة،وشعائرالله معظمة ،يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر.

جاء وفد من كبار الموظفين إلى رئيس الوفاق ،فدار الكلام حول تغيير المناهج،وأغروه بالأموال،ولكنه — حفظه الله ،رفض ،فرجعوا خائبين.

مثلهم كمثل من يطالب عميد كلية الطب بإدخال مادة الهندسة ومادة القانون فى منهج الكلية. فلا شك أنه يقول له :نحن ماأنشأنا هذه الكلية لنخرج المهندسين ورجال القانون،وإنما فتحنا لنخرج الأطباء المتخصصين الماهرين،ليعالجوا المرضى.

أيها الإخوة الضيوف !

إن التعليم حق لكل فرد من أفراد الشعب،ينص عليه ميثاق الأمم المتحدة،وينص عليه دستور كل دولة،وحق لكل طالب أن يختار لنفسه شعبة من شعب التعليم الذى يميل إليها.هذا يختار الطب وهذا يختار القانون،أليس من حق هذاالطالب أن يختار لنفسه الشريعة وعلوم الوحى،وأن يتفقه فى الدين؟ فلما ذا يحرمونه من هذاالحق! وقد جعله الله فرض كفاية على هذه الأمة ،قال الله عزوجل:﴿فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون﴾(سورة التوبة: ٩ / ١٢٢)

أما وصفهم بالتعصب فهذا بهتان عظيم،وأوضح ذالك بمثال:إن الدين يعلمنا أن نؤمن بجميع الأنبياء عليهم السلام من سيدنا آدم عليه السلام إلى خاتم الأنبياءﷺ و أن نحبهم۔﴿آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله وملائكته و كتبه ورسله لانفرق بين أحد من رسله....﴾ (سورة البقرة:۲/۲۸۵)

ومن علامة الحب أنك لاترى أسرة مسلمة إلا وفيها أسماء الأنبياء واسم مريم – عليهم السلام۔فبالله خبروني أينا متعصب: الذى يؤمن بجميع الأنبياء والرسل–عليهم السلام– ويحبهم أو الذى يؤمن بنبى ويكفر بآخرين ويهينهم؟ هل رأيتم هؤلاء يسمون أولادهم بمحمد أو أبى بكر أو عمر أو عثمان أو على،وبناتهم بعائشة و فاطمة؟ كما أن الدين يعلمنا أن الخلق عيال الله ،وأحبهم إلى الله أحسنهم لعياله۔

وقد يقولون:إن هذه المدارس لايدخلها إلا أبنا الفقراء الذين لا يجدون طعاما۔وهذا من غاية جهلهم وعنادهم،فالمدارس والجامعات الإسلامية يدخلها أبناء كل طبقات الشعب۔من أبناء الوزراء والسياسيين،وكبار الموظفين وأبناء التجار والطبقة المتوسطة،والفقراء أيضا ،لكن حبا للعلم والدين،لا حبا للطعام،وكذالك أتباع الأنبياء عليهم السلام۔

وأخيرا أنصح حكامنا المسلمين فى كل مكان۔ والدين النصيحة وأقول: إن مسؤولية هذاالدين علينا جميعا وعليكم بالدرجة الأولى،فكونوا خدام هذاالدين و أوفياء له ،ولتكن أمور كم بأيديكم،قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :”لاتكونوا إمعة،أن تقولوا: إن أحسن الناس أحسنا،وإن أساء الناس أسأنا،ولكن وطدوا أنفسكم على أن تقولوا: إن أحسن الناس أحسنا،و إن أساء الناس أحسنا“

وأقول لأعداء الإسلام،الذين يعادون هذاالدين وأهله إذا كنتم ترونهم ضعفاء أقول لهم :إن لهذا الدين ربا يحميه۔قال تعالى: ﴿إن نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون﴾ وحفظه بالعلماء العاملين،وستبقى هذه المدارس والجامعات تؤدى رسالتها إن شاء الله رغم مؤامرات الأعداء۔

أقول قولى هذا،وأستغفرالله ۔والسلام عليكم ورحمة الله

د۔ عبدالرزاق إسكندر

رئيس جامعة العلوم الإسلامية علامه بنورى تاؤن كراتشى ۔باكستان

ونائب الرئيس الأول لوفاق المدارس العربية باكستان

علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت میں مدارس کا کردار

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر

مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

[مؤرخہ ۳۰ جون سنہ ۲۰۰۷ء کو اسلام آباد میں امام حرم مکی شیخ عبد الرحمٰن سدیس اور ان کے وفد کے اعزاز میں منعقد کی گئی کانفرنس میں مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر (نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان) کی جانب سے پیش کیے گئے خطبہ استقبالیہ کا اردو ترجمہ مولانا مختار احمد کے قلم سے پیش ہے۔ مرتب]

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں امت واحدہ بنایا، ہمارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔ کامل و مکمل صلاۃ و سلام ہو ہمارے آقا محمد ﷺ پر، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ جنت کی بشارت دینے اور عذاب جہنم سے ڈرانے والا بنا کر مبعوث فرمایا، اور ان کے آل و اصحاب، تبعین اور ان کی دعوت لے چلنے والوں پر سلامتی ہو!

امابعد! میں اپنی طرف سے اور رئیس الوفاق کی طرف سے معزز مہمان، امام حرم مکی شیخ عبد الرحمٰن السدیس، سعودی سفیر اور ان کے وفد میں شامل مکرم علمائے کرام کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اهلًا وسهلًا ومرحبا۔

آپ کو اپنے ملک اور اپنے بھائی علمائے کرام کے درمیان خوش آمدید! ہم دل کی گہرائیوں سے آپ کی آمد پر شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اپنے درمیان آپ کو پا کر ہم بہت خوشی محسوس کر رہے ہیں، آپ کی یہ ذرہ نوازی آپ ایسوں سے کچھ بعید نہیں!

وإنما يعرف ذا الفضل من الناس ذووه　　　وإن الطيور على أشباهها تقع

ترجمہ: اصحابِ فضیلت کی اصحابِ فضیلت ہی قدر پہچانتے ہیں، کیونکہ پرندہ اپنے ہم جنس کے ساتھ ہی میل جول رکھتا ہے۔

گرامی قدر مہمانِ عزیز!

سعودیہ کی جانب سے حرمین شریفین اور مہمانان خدا کی خدمت، دین کی نشر و اشاعت اور تمام شعبہائے زندگی بالخصوص عدالتوں میں نفاذ شریعت، دنیا بھر میں اسلامی جامعات کے قیام، اور مدرسین و داعیوں کو دنیا بھر میں بھیجنے کے عمل کو ہمارے علمائے کرام قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، فجزاكم الله عنا وعن الامة الاسلاميه خير الجزاء

مہمان گرامی!

آپ کے جامعات سے فارغ التحصیل یہ علماء درحقیقت بلا مشاہرہ آپ کے سفیر ہیں، آپ کے ساتھ وفادار ہیں۔

کیوں کہ دین ہمیں وفاداری سکھلاتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وهل جزاء الاحسان الا الاحسان﴾

ترجمہ: آپ نے دیکھا اور ان شاء اللہ آپ ہر جگہ دیکھیں گے کہ اسی طرح ہمارے جامعات مہمانوں کے لیے اپنے دروازے کھولتے ہیں، تاہم ہمارے ارباب حکومت (اللہ انہیں ہدایت دے!) نے یہ دروازے بند کردیئے اور تعلیمی ویزہ دینے میں پس وپیش کرنے لگے ہیں۔

مہمانِ گرامی!

آپ امت مسلمہ کی وحدت کی علامت ہیں، ہر جگہ سے حجاج کرام آپ کے پاس آتے ہیں، آپ کے عقب میں صف درصف کھڑے ہوتے ہیں، کسی عربی وعجمی میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا، کالے اور سرخ کے مابین فضیلت کا معیار صرف تقوی ہوتا ہے، وحدت واتحاد ومساوات کا یہ منظر دلوں کو جلا بخشتا ہے اور ایمان میں اضافہ کرتا ہے۔

دشمنانِ اسلام کی نگاہوں میں یہ منظر بہت کھٹکتا ہے، بلکہ وہ غصے میں مرنے کے قریب ہوجاتے ہیں، اس وحدت کا پارہ پارہ کرنے کی سازشوں میں جُت جاتے ہیں، فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے کے لیے کمزور ایمان مسلمانوں کو آلہ کار بناتے ہیں، آپ تو اس صورت حال سے بہ خوبی واقف ہیں۔ اس لیے علمائے امت پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ان سازشوں کو ناکام بنائیں، اور علمائے کرام پر ان لوگوں کی بہتان طرازی کا توڑ کریں۔ یہ ہمارے ہی علمائے کرام ہیں جو اس خطے میں توحید کا علم بلند کیے ہوئے ہیں، شرک وبدعت کا قلع قمع کرنے کے لیے سینہ سپر ہیں۔ موقع کی مناسبت سے میں پاکستانی مدارس وجامعات کی بالعموم اور بالخصوص وفاق المدارس العربیہ کی خدمات کا سرسری جائزہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ہزاروں کی تعداد تک پہنچے ہوئے یہ مدارس وجامعات غیر سرکاری ادارے ہیں، علمائے کرام ان کا انتظام وانصرام چلاتے ہیں اور اہل خیر مسلمان انہیں مالی امداد فراہم کرتے ہیں۔ ان مدارس میں قرآن وسنت کے علوم، فقہ اسلامی، اصولِ فقہ، عربی زبان وبلاغت وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ پاکستان بھر میں پھیلے ہوئے یہ مدارس مختلف وفاقوں کے ماتحت ہیں۔ ان وفاقوں میں ملکی سطح پر سب سے بڑا ادارہ ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' ہے۔ دس ہزار سے زائد مدارس اس وفاق کے ماتحت ہیں، جن میں تحفیظ القرآن الکریم کے مکاتب بھی ہیں اور اعلی تعلیمی (ماسٹر) ادارے بھی۔ ایک ملین سے زائد طلبہ کرام ان مدارس میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

وفاق المدارس ہر ''مرحلے'' کا سالانہ امتحان لیتا ہے اور سند جاری کرتا ہے۔ اس امتحان میں ایک لاکھ ستر ہزار کے لگ بھگ طلبہ شرکت کرتے ہیں۔ وفاق المدارس کا انتظام وانصرام مجلس عاملہ ومجلس شوریٰ کے پاس ہے، امورِ تعلیم میں ماہر علمائے کرام کی ایک کمیٹی نصاب میں غور وخوض اور ردوبدل کی مُجاز ہے۔

معزز مہمانانِ گرامی!

پاکستان کی مسلمان عوام میں آپ جس دینی حمیت اور جوش خروش کا مشاہدہ کررہے ہیں یہ اللہ کے فضل اور ان علمائے کرام کی شبانہ روز کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے ہی عوام کو اللہ ورسول سے محبت، دین وحرمین شریفین کے تقدس واحترام کا سبق دیا

ہے۔امت مسلمہ اور عربوں کی توقیر سکھلائی ہے،اسی لیے یہ عربوں کی خوشی پر خوش ہوتے اور ان کے دکھ درد پر غم زدہ ہوتے ہیں۔

مہمان گرامی!

میں آپ کی توجہ ان سازشوں کی جانب مبذول کرنا چاہتا ہوں جن کے تانے بانے اسلام دشمن طاقتیں اور ان کے زرخرید غلام اسلامی مدارس کے خلاف بالعموم اور بالخصوص پاکستانی جامعات ومدارس کے خلاف بُننے میں دن رات مصروف ہیں۔ یہ سازشیں مختلف شکلوں میں رونما ہوتی ہیں،مدارس کو بند کرنے کی سازشیں،علماء کو قتل کرنے کی سازشیں،اگر بند نہ کرسکیں تو نصاب تعلیم کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے کی سازشیں،اہل مدارس کو دہشت گرد اور انتہا پسند قرار دینے کی سازشیں۔

خیر کے سرچشمے،رشد وہدایت کے مینار ہونے ہی کی بنا پر یہ مدارس اعدائے اسلام کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہے ہیں،اور اس لیے کہ ان مدارس میں وہ علماء وداعین ڈھلتے ہیں جو دین کی حفاظت کرتے ہیں،دین میں تحریف کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں،دین کی نشر واشاعت کرتے ہیں،عوام الناس کا اللہ تعالی سے رشتہ استوار کرتے اور مضبوط بناتے ہیں،حلال وحرام،ادب واخلاق سکھلاتے اور دیگر معاملات کا شرعی حکم بتلاتے ہیں،ان ہی کی وجہ سے اللہ کے گھر آباد اور شعائر اللہ کی تعظیم باقی ہے،امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔

اعلیٰ حکومتی عہدے داروں کا ایک وفد رئیس الوفاق کے پاس آیا،لالچ کے ذریعے انہیں نصاب کی تبدیلی پر مجبور کرنے کی کوشش کی،لیکن وہ ثابت قدم رہے اور یہ لوگ شکست خوردہ واپس لوٹ گئے۔

ان کی مثال ایسی ہے جیسے یہ لوگ میڈیکل کے شعبے کے سربراہ سے مطالبہ کریں کہ میڈیکل کے نصاب میں انجینئرنگ کی کتابیں بھی شامل کی جائیں،یا قانون کی کتابیں میڈیکل کے شعبے میں پڑھائی جائیں۔بلاشک وشبہ انہیں یہی کہا جائے گا کہ ہم نے اس شعبے کو انجینئر اور قانون دان بنانے کے لیے نہیں بنایا،بلکہ اس شعبے کا قیام ماہر معالجین بنانے کے لیے ہوا ہے،تاکہ وہ مریضوں کا علاج کرسکیں۔

مہمان بھائیو!

بلاشبہ حصول تعلیم ہر خاص وعام کا حق ہے،اقوام متحدہ اور ہر ملک کا دستور کھلے الفاظ میں اس امر کی صراحت کرتا ہے اور ہر ایک کو یہ حق بھی حاصل ہے اپنے میلان طبع کو دیکھتے ہوئے کسی بھی شعبہ تعلیم کو اختیار کرسکتا ہے،کوئی میڈیکل کا شعبہ اختیار کرتا ہے تو کوئی قانون کا۔تو کیا کسی طالب علم کو علوم وحی،فقہ اور شریعت کا علم منتخب کرنے کا حق نہیں؟ اس طالب علم کو اس حق سے کیوں محروم کیا جاتا ہے؟ حالانکہ ان علوم کی تحصیل کو اللہ تعالی نے فرض کفایہ قرار دیا ہے،فرمان باری تعالی ہے:﴿فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون﴾(سورة التوبة: ۹/ ۱۲۲)

ان طلبہ کو متعصب وانتہاء پسند کہنا ایک بہتان عظیم ہے۔میں اس بات کو ایک مثال سے واضح کرتا ہوں،ہمارا دین ہمیں تمام انبیاء آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک سب سے محبت اور ان پر ایمان لانے کا درس دیتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله وملائكته وكتبه ورسله لانفرق بين أحد من رسله....﴾ (سورة البقرة:۲/۲۸۵)

اسی محبت کی علامت ہے کہ ہر مسلمان خاندان میں کسی نہ کسی فرد کا نام نبی کے نام پر ضرور ہوگا، ''مریم'' نام ضرور ہوگا، بخدا! بتایئے! ہم میں سے کون متعصب کہلانے کے لائق ہے؟ وہ جو انبیائے کرام پر ایمان لاتا ہے ان سے محبت کرتا ہے یا وہ جو ایک نبی پر ایمان لاتا ہے اور دوسرے کی تکفیر واہانت کرتا ہے؟! کیا آپ نے ان لوگوں کو اپنے بچوں کا نام محمد، ابوبکر، عمر، عثمان یا علی اور اپنی بچیوں کا نام عائشہ وفاطمہ رکھتے دیکھا ہے۔ اسی طرح ہمارے دین نے ہمیں سکھلایا ہے کہ ''مخلوق، اللہ کا خاندان ہے، اور تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ وہی ہے جو اپنے خاندان کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔''

یہ معاندین بھی یہ کہتے ہیں کہ ان مدارس میں صرف وہ غریب طلبہ پڑھتے ہیں جنہیں کھانا میسر نہیں ہوتا۔ یہ ان کی جہالت اور عناد کی انتہا ہے۔ اس کے برعکس مدارس میں ہر عوامی طبقے کے طلبہ زیر تعلیم ہیں، وزراء، سیاست دانوں، تاجروں اور صنعت کاروں اور فقراء کے بچے بھی ہیں، لیکن دین سے محبت کی بنا پر نہ کہ صرف کھانے پینے کے لیے، اور در حقیقت انبیائے کرام کے متبعین ایسے ہی فقراء ہوتے ہیں!

آخر میں، میں ہر مسلمان حکمرانوں کو ''الدين النصيحة'' کے تحت یہ نصیحت کروں گا کہ دین کی نشر واشاعت کی ذمہ داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے، یہ فریضہ بدرجہ اول آپ پر عائد ہوتا ہے، چنانچہ آپ دین کے خادم بنیں، اس سے وفا کریں، اور آپ کے معاملات آپ ہی کی دست رس میں ہونے چاہییں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''امعہ نہ بنو، کہ یہ کہو کہ لوگوں نے اچھائی کی تو ہم بھی کریں گے، اور اگر برائی کی تو ہم بھی برائی کریں گے، بلکہ خود کو یہ کہنے پر آمادہ کرو کہ اگر لوگوں نے اچھا کیا تو ہم بھی اچھا کریں گے اور اگر لوگوں نے برا کیا تب بھی ہم اچھائی کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔''

دین اور اہل دین سے عناد رکھنے والوں سے کہوں گا کہ اگر تم دین داروں کو کمزور دیکھ رہے ہو تو جان لو کہ اس دین کا ایک رب بھی ہے جو اس کی حفاظت کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے اس دین کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

علمائے عاملین کی حفاظت فرمائے گا، یہ مدارس وجامعات تمہاری ریشہ دوانیوں کے باوجود اسی طرح اپنے فرض کی ادائیگی میں جُتے رہیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

أقول قولي هذا، واستغفر الله، والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

صحبت الأزهار

فضيلة الشيخ طارق جميل

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

الحمد الذي أنزل الفرقان، وأثلج صدورنا بتلاوة عبد الرحمن، ونور الأرض بمجيئه إلى باكستان، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

أن أسعد يوم في حياتي، منذ أن ولدتني أمي يوم أتكلم أمام إمام العرب والعجم، وضاق صدري، وغاب عني الكلمات، ما هيئت لهذه الحفلة الكلام، قيل لي فجاء ة، فأرحب الضيوف الكرام، وأتأسف على سرعان الوقت، الأسبوع ما أسرعه! نشكرهم ونتأسف ونشكو إليهم قلة الوقت، دولة باكستان كبيرة، ورأيتم حب الناس، فيا أسف على هذا الأيام المعدودة، وليست هذه خواطرى بل خواطر الجميع، إن الله سبحانه وتعالى شرفهم وشرف أبائكم وأجدادكم، هذا البستان الذي ترونه غرس أبائكم، الذين ساقروا البلاد وهجروا الديار وصلوا بهم عن الوالدين والمولد.

ضحى بوارف دوحة تشدو بها — سرب البلابل في رياض المولد
وبذات خلخال كريمة فاضل — تفري لوا حظها في ماضي اجرد
يقضي نهاره كله في خدمة — والليل يقطعه في كل تهجد

ما زلت أرضنا أمينة لقبورهم، ساقروا البلاد، اصفرت وجوههم، تشققت أرجلهم، دنست ثيابهم، ولكن كانوا كما قال الرسول صلى الله عليه وسلم: يخرجون من كل غبراء مظلمة، آباؤنا دعوهم إلى الكفر وآبائكم دعوا آباء نا للإسلام، آباؤنا دعوهم إلى الخسران، وآباؤكم دعونا إلى الفوزان، فما رجعوا إلى بلادهم، مكثوا بل دفنوا تحت ترابنا ولكن هذا البستان الذن ترونه كله بجهودهم، أتمثل ببعض الأبيات الفارسية:

گِلے خوش بوئے در حمّام روزے — رسید از دستِ مخدومے بہ دستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوئے دل آویزِ تو مستم
بگفتا من گِلے ناچیز بُودم — ولیکن مدّتے با گُل نشستم

جــمــالِ هــمــنشیں در مــن اثَــر کــرد　　　وگــرنــه مــن هــمــاں خــاکم کــه هستم

لعلي لا أقدر، أحاول، يقول الشاعر: استلمت التراب من يد الحبيب، ففاه مسكا، فقلت له، ما أنت؟ وأيش أنت؟ تراب أو مسك أو عبير، فقالت التراب، ما أنا إلا التراب ولكن صحبت الأزهار مدة . فصحبتهم أثرت في، وإلا فأنا التراب.

وأخيرا أقدم عواطفي عني وعن جميع الأحبة والعلماء:

فـليتَكَ تـحلـو والحياةُ مـريـرة　　　وليتكَ ترضـى والأنـامُ غِـضـابُ

وليـتَ الـذي بيـنـي وبيـنكَ عـامـر　　　وبيـنـي وبيـنَ العـالـميـنَ خـرابُ

إذا صحَّ مـنكَ الـودُ فـالـكـلُ هيـن　　　وكـلَ الـذي فـوقَ الـترابِ تـرابُ .

والسلام عليكم.

ملک گیر تحفظ مدارس دینیہ واسلام کا پیغام امن کانفرنس

گذشتہ کئی سالوں سے عالمی اور ملکی سطح پر دینی مدارس و جامعات، اہل علم اور دینی طبقے کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ ،ان کی کردار کشی اور علمائے کرام کے بارے میں عوام الناس میں ایک مہم کے تحت تنفر پھیلایا جا رہا ہے اور انہیں ملک دشمن اور بدامنی کا مرتکب ٹھہرایا جا رہا ہے، ایک مہم کے تحت عوام الناس کو ہر طرح سے دینی اداروں اور دین دار طبقے سے بدظن کرنے اور دور کرنے کی کوشش جاری ہے......اس صورت حال کا ادراک کرتے ہوئے وفاق المدارس کی مجلس عاملہ نے ملک کے چاروں صوبوں بشمول گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر میں اجتماعی تقاریب بعنوان ”تحفظ مدارس دینیہ واسلام کا پیغام امن کانفرنس“ کے انعقاد کا فیصلہ کیا، جس کا ایک مقصد ۱۴۲۶ھ تا ۱۴۳۴ء کے وفاق کے سالانہ امتحان میں اول، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کی تقسیم انعامات کے ذریعہ حوصلہ افزائی کرنا تھا، دوسری طرف دینی مدارس اور علماء کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا تھا، چنانچہ اس مقصد کے لیے ملک بھر میں چھ مقامات پر تقریب منعقد کی گئی، جس کی تفصیل یہ ہے:

صوبہ پنجاب: بروز جمعرات،۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ ۲۰ مارچ ۲۰۱۴ء قلعہ کہنہ قاسم باغ اسٹیڈیم ملتان۔

صوبہ سندھ: بروز اتوار ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ ۲۳ مارچ ۲۰۱۴ء جامعہ دار العلوم کراچی۔

صوبہ بلوچستان: ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ، ۲۵ مارچ ۲۰۱۴ء جامعہ امدادیہ سریاب مل کوئٹہ۔

صوبہ خیبر پختونخوا: بروز جمعرات ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ ۲۷ مارچ ۲۰۱۴ء جامعہ عثمانیہ (جدید)۔

کشمیر، گلگت بلتستان: بروز پیر ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ ۳۱ مارچ ۲۰۱۴ء دار العلوم الاسلامیہ چھتر دومیل مظفر آباد۔

جمال ہم نشین......

مولانا طارق جمیل

[پنجاب ہاؤس اسلام آباد میں امام کعبہ شیخ عبدالرحمٰن السدیس کے اعزاز میں وفاق المدارس نے ایک استقبالیہ مورخہ ۳ جون ۲۰۰۷ء بروز اتوار دیا تھا، جس میں مبلغ اسلام حضرت مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہم نے برجستہ اپنے جذبات کا عربی زبان میں اظہار کیا، ذیل میں ان کے خطاب کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے، مرتب]

تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے قرآن اتارا، شیخ عبدالرحمٰن کی تلاوت سے ہمارے دلوں کو ٹھنڈک بخشی، جس نے پاکستان آکر یہ خطہ روشن کیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

جب سے میری ماں نے مجھے جنا ہے، اس دن سے آج تک سب سے سعید ترین دن آج کا ہے جب میں عرب وعجم کے امام کے سامنے گفتگو کی سعادت حاصل کرر ہا ہوں۔ میرا دل تنگ اور میرے الفاظ غائب ہیں، میں نے اس محفل میں گفتگو کرنے کے لیے کوئی تیاری نہیں کی، اچانک مجھے بات کرنے کے لیے کہا گیا۔ میں مہمانانِ گرامی کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ ایک ہفتہ کتنی جلدی بیت گیا! وقت کے اس تیز رفتاری سے گذرنے پر افسوس ہے۔ ہم مہمانوں کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں، اور وقت کی قلت پر معافی کے بھی خواست گار ہیں۔ پاکستان ایک بڑا ملک ہے، لوگوں کی محبت کا آپ نے اندازہ تو لگا لیا ہوگا۔
ہائے افسوس! یہ چند دن! اور یہ میرے ہی نہیں بلکہ سب کے جذبات ہیں۔

بلاشبہ اللہ تعالی نے آپ کو اور آپ کے آباؤ اجداد کو فضیلت بخشی ہے، یہ جس باغیچے کو آپ دیکھ رہے ہیں یہ آپ کے آباؤ اجداد ہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اپنے گھر بار ترک کیے، شہر شہر کی خاک چھانی، عزیز واقارب سے دوری کا عذاب جھیلا۔

ضحى بوارف دوحة تشدو بها ... سرب البلابل في رياض المولد
وبذات خلخال كريمة فاضل ... تفري لواحظها في ماضي اجرد
يقضي نهاره كله في خدمة ... والليل يقطعه في كل تهجد

ہماری زمین ان کی قبروں کی امین ہے، وہ شہر شہر گئے، چہرے زرد پڑ گئے، پاو?ں چھل گئے، کپڑے میلے ہو گئے،

لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مصداق بنے: ''ہر تاریک زمین سے نکلیں گے۔ ہمارے آباؤ اجداد نے انہیں کفر کی اور انہوں نے اسلام کی دعوت دی، ہمارے آباؤ اجداد نے خسارے کی طرف اور انہوں نے کامیابی کی طرف بلایا، وہ اپنے گھروں کو نہیں لوٹے، یہیں رہے بلکہ یہیں دفن ہوئے، یہ باغ انہیں کی محنتوں کا ثمرہ ہے، اس صورت حال کی نقشہ کشی کے لیے میں فارسی اشعار کا سہارا لیتا ہوں:

گِلے خوش بوئے در حمّام روزے — رسید از دستِ مخدومے بہ دستم

بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوئے دل آویزِ تو مستم

بگفتا من گِلے ناچیز بُودم — ولیکن مدّتے با گُل نشستم

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(۱) ایک دن حمام میں، ایک مہربان کے ہاتھ سے مجھ تک ایک خوشبودار مٹی پہنچی۔

(۲) میں نے اس سے کہا کہ تو مشکی ہے یا عبیری (دونوں اعلیٰ خوشبو کی قسمیں ہیں) کہ تیری دل آویز خوشبو سے مَیں مست ہوا جاتا ہوں۔

(۳) اس نے کہا میں تو ناچیز مٹی تھی لیکن ایک مدت تک گُل کے ساتھ نشست رہی ہے۔

(۴) اور ہمنشیں کے جمال نے مجھ پر بھی اثر کردیا ہے وگرنہ میری ہستی تو محض خاک ہے۔

آخر میں، میں اپنے اور تمام دوستوں اور علماء کرام کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ اشعار نذر کرتا ہوں:

فليتَكَ تحلو والحياةُ مريرة — وليتكَ ترضى والأنامُ غِضابُ

وليتَ الذي بيني وبينكَ عامر — وبيني وبينَ العالمينَ خرابُ

إذا صحَّ منكَ الودُ فالكلُ هين — وكلَ الذي فوقَ الترابِ ترابُ.

کاش تم میٹھے ہو جاؤ اور زندگی اور کڑوی ہی رہے۔ تم راضی ہو تو مخلوق کی ناراضگی کی کیا پرواہ

میرے اور تمہارے درمیان تعلقات استوار رہیں، خواہ میرے اور ساری دنیا کے مابین تعلقات خراب ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

اگر تمہاری سچی محبت میسر آجائے تو سب کچھ آسان ہے۔ مٹی کے اوپر جو کچھ ہے اسے مٹی ہونا ہے۔

والسلام علیکم

خطبہ استقبالیہ ــــ بخدمت گرامی سماحۃ الشیخ ڈاکٹر خالد الغامدی (امام کعبہ)

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

الحمدلله رب العالمین والصلوة والسلام علی خاتم الأنبیاء والمرسلین وعلی آله وأصحابه أجمعین، أمابعد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم آنے والے اپنے تمام مہمانانِ گرامی کو صمیم قلب سے خوش آمدید کہتے ہیں۔میں اپنی اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے آپ تمام حضرات کا دل کی گہرائیوں سے شکرگزار ہوں۔آپ نے تشریف لاکر ہماری عزت افزائی فرمائی۔

اسی طرح ہم پاکستان میں سعودی عرب کے سفیر جناب معالی جاسم الخالدی حفظہ اللہ تعالیٰ اور مکتب الدعوۃ اسلام آباد کے مدیر محترم المقام جناب شیخ ابوسعد الدوسری کے بھی شکرگزار ہیں جن کی کوششوں سے ہمیں یہ سعادت نصیب ہوئی درحقیقت یہ ان کی علماءِ پاکستان سے محبت کی دلیل ہے۔ فجزاکم الله أحسن الجزاء

قابلِ قدر مہمانانِ گرامی!سعودی عرب نے حرمین شریفین اور مشاعرِ مقدسہ کی خدمت اور توسیع وتزیین اور اسی کے ساتھ حج وعمرہ کرنے والوں کے لیے سہولیات کا انتظام واہتمام کرکے مسلمانانِ عالم کے دل جیت لیے ہیں۔یہ سب خدمات خادم الحرمین الشریفین ملک سلمان بن عبدالعزیز حفظہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں سرانجام دی جارہی ہیں ہم دعاگو ہیں کہ اللہ پاک سعودی عرب کے تمام ارکانِ سلطنت کو اس پر جزائے خیر عطا فرمائے۔(آمین)

سعودی حکومت کی دینی خدمات کا ایک پہلو تو یہ ہے، دوسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ پاک نے اس کو یہ شرف بھی بخشا ہے کہ قرآن کریم کی عمدہ اور صحیح طباعت کے لیے اس نے مدینہ منورہ میں "مجمع ملك فهد" قائم کیا۔اس کے آثارِ حسنہ مشرق ومغرب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔(اس لیے کہ تمام عالم میں ان مصاحف پر تلاوت ہورہی ہے)

اس مناسبت سے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ کے سامنے پاکستان کے علماء کرام کی علمِ دین وفروغِ دین کے بارے میں خدمات بیان کریں۔جب پاکستان وجود میں آیا تو اس امر کی ضرورت بہت شدت سے محسوس کی گئی کہ حفاظتِ دین کے لیے اس ملک میں علمی مراکز، مدارس وجامعات کی صورت میں بنائے جائیں کیونکہ بڑے بڑے علمی مراکز ہندوستان میں رہ گئے تھے پس علماء کرام نے اپنی تمام تر کوششوں کو مدارس وجامعات قائم کرنے پر مرکوز کردیا۔چنانچہ یہ سلسلۂ خیر بڑھنا شروع ہوا اور 1957ء میں جلیل القدر علماء کرام ومشائخ عظام کی انتھک کوششوں کے ساتھ "وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کی تنظیم وجود میں آئی۔اللہ

پاک نے اس کو وسعت وقبولیت سے نوازا۔ ہم اب دیکھتے ہیں کہ پورے ملک سے تقریباً بیس ہزار مدارس وجامعات اس تنظیم سے ملحق ہیں اور تقریباً ۲۳ لاکھ طلبا وطالبات ان اداروں میں علمِ دین حاصل کررہے ہیں۔گذشتہ سال سالانہ امتحان میں ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے نظم کے تحت تقریباً ڈھائی لاکھ طلبا وطالبات نے ابتدائیہ سے عالمیہ تک تمام درجات کا امتحان دیا۔ اب تک تقریباً تین لاکھ علماء وعالمات المرحلة العالمیه مکمل کر چکے ہیں جبکہ ایک ملین حافظ وحافظات تیار ہو چکے ہیں اسی بناء پر الرابطة العالم الاسلامی مکة المکرمة المملکة العربیه السعودیة نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو تحفیظ القرآن الکریم کی خدمات کے اعتراف میں ساتویں **''عالمی ایوارڈ''** سے نوازا۔حفاظ کرام کی یہ تعداد امت مسلمہ کے لیے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

معالی قدر! وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے فارغ التحصیل علماءِ کرام وحفاظ وقراءِ عظام اندرون وبیرونِ ملک مختلف مدارس وجامعات اور حکومتی اداروں میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں فللہ الحمد علی ذلك

مہمانانِ گرامی! ہم سعودی عرب کی ''یمن'' کے حالات کو بہتر بنانے کی کوششوں کو بنظرِ تحسین دیکھتے ہیں۔صرف ہم ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر مفکرین نے بھی سعودی حکومت کی ان مساعیِ جمیلہ کو سراہا ہے۔مگر ہم کو اس پر تعجب ہے کہ بعض حکومتوں نے سعودی عرب کو اس پر دھمکانا شروع کردیا، ہم ان حکومتوں کے اس اقدام کی پُرزور مذمت کرتے ہیں اور اس کو دین ودیانت کے خلاف سمجھتے ہیں اور اسی کے ساتھ ہم حرمین شریفین کی خدمت گزار حکومتِ سعودیہ کے ساتھ اپنی تائید وتعاون کا اعلان کرتے ہیں، اسی طرح ہم سعودی شاہی خاندان آلِ سعود کے ساتھ اپنی نصرت وتعاون کا اعلان کرتے ہیں اس لیے کہ اس خاندان نے سعودی عرب میں حکومت سنبھالتے ہی احکامِ شریعت کو نافذ کردیا جس سے صرف اہلِ وطن ہی نہیں بلکہ سارے عالم سے آنے والے زائرین بھی بہرہ ور ہوتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ ان کی حکومت آنے کے بعد ولیبدلنھم من بعدِ خوفھم امنا کا نقشہ سامنے آگیا فجزاھم اللہ أحسن الجزاء۔

ہمیں اُمید ہے کہ ان شاء اللہ سعودی عرب کی سیاسی حکمتِ عملی کے مثبت اثرات خطے میں جلد سامنے آجائیں گے اور مخالفین اپنے کردار پر نادم وشرمسار ہوں گے۔ہم دعا گو ہیں کہ اللہ پاک سعودی عرب کی ہر لحاظ سے خوب مدد فرمائیں (آمین)

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆......☆......☆

استقبالیہ تقریب — وزارتِ مذہبی امور سعودی عرب

مفتی عبداللطیف معتصم

۲۲محرم الحرام ۱۴۲۸ھ بمطابق ۱۰ جنوری ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ بوقت بارہ بجے دن کو کراچی کے مقامی ہوٹل میں ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' نے سعودی عربیہ کی وزارت مذہبی امور کے ڈپٹی منسٹر محترم ڈاکٹر شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ العمار اور ان کے ساتھ آنے والے مہمانوں کے اعزاز میں ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا۔ جس میں مہمانان محترم کے علاوہ کراچی کے اور ملک بھر کے وفاق کے اراکین، علما کرام و دیگر مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات نے بھی شرکت کی اور پاکستان کے وفاقی مذہبی امور کے وزیر محترم جناب اعجاز الحق نے بھی شرکت کی۔

اس استقبالیہ تقریب کا آغاز قاری عبدالرحمان اور قاری اکبر مالکی صاحب کی تلاوت سے ہوا، جب کہ جامعہ فاروقیہ کراچی کے طالب علم محمود الحسن نے عربی زبان میں نظم پیش کی۔ مفتی محمد انس عادل اور مولانا سید ذکی احمد نے عربی زبان کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے عربی زبان میں تقاریر کیں۔ جب کہ مولانا قاری سعید یوسف کشمیری (رکن مجلس عاملہ وفاق) نے وفاق کی تاریخ پر مختصر روشنی ڈالی اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نے عربی زبان میں خطاب فرمایا اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تاریخی پس منظر کو پیش کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ علمائے عرب و عجم کے درمیان مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے اور فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر امت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کی جائے اور امت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھ کر کام کیا جائے اور غلط پروپیگنڈے سے اجتناب کیا جائے۔

استقبالیہ تقریب سے ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب نے بھی خطاب کیا، حضرت ناظم اعلیٰ نے وفاق المدارس العربیہ کی تعلیمی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور وفاق المدارس کی ملکی سطح پر خدمات کو سراہا اور مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور ان سے یہ گزارش کی کہ جیسا پاکستان کے سرکاری اداروں میں وفاق کی سند کی ایک معتبر حیثیت ہے، عالم عرب اور بالخصوص سعودیہ عربیہ میں بھی اس کو مدار اعتبار سمجھا جائے۔ انہوں نے وزیر مذہبی امور جناب اعجاز الحق کے ذریعے حکومت سے درخواست کی کہ وہ جامعہ حفصہ کے قضیے میں طاقت کے استعمال سے ہر ممکن گریز کرے اور اس مسئلے کو مذاکرات اور بات چیت ہی سے حل کرنے کی کوشش کرے۔

استقبالیہ تقریب سے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے بھی خطاب کیا اور برصغیر پاک وہند

میں دینی مدارس کی بنیاد، دارالعلوم دیو بند کی مختصر تاریخ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''آج کل ایک مخصوص گروہ نے اکابرین دیو بند اور مسلک حق سے تعلق رکھنے والے علماء کرام کو اپنے طعنوں اور گستاخیوں کو نشانہ بنایا ہوا ہے، اور عالم عرب میں ان کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ جس کا سد باب ہونا چاہیے، انہوں نے کہا کہ فروعی اختلاف کو ہوا دینا اور اسے کفر و اسلام کی جنگ بنا دینا، کسی بھی طرح مسلم امہ کے مفاد میں نہیں، یہ دشمنوں کی سازش ہے کہ وہ مسلم امت کے اتحاد و یگانگت کو ختم کرنے کے لیے فروعی اختلافات کو بھڑکانے اور بڑھانے کے لیے اپنے ذرائع استعمال کرتے ہیں، عالم اسلام کو دشمنوں کی اس سازش پر گہری نظر رکھنی چاہیے اور آخر میں مہمانوں کا شکریہ ادا کیا''۔

اس استقبالیہ تقریب سے پاکستان کے وفاقی وزیر مذہبی امور جناب اعجاز الحق نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستانی مسلمان سعودیہ عربیہ کو اپنا پہلا گھر سمجھتے ہیں ان کے دلوں میں حرمین شریفین کی عقیدت نہایت راسخ اور پختہ ہے اور انہوں نے کہا کہ پاکستان بنتے ہی عربی زبان کو اس ملک میں رائج ہونا چاہیے تھا تاہم بدقسمتی سے حکومت نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ اس تقریب میں صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان، استاذ العلماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے مہمانوں کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا اور ان کو وفاق المدارس، علماء کرام اور پاکستانی عوام کی جانب سے اس دورے کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں خوش آمدید کہا۔

تقریب کے آخر میں مہمان خصوصی محترم ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبداللہ العمار، ڈپٹی منسٹر وزارت مذہبی امور سعودیہ عربیہ نے خطاب کیا اور کہا کہ دینی تعلیم ہمارے اور آپ کے روابط کی اساس ہے اور مسلمانوں کو مربوط رکھنے کی یہی ایک وسیلہ ہے جب کہ کفار مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے اتحاد و ہم آہنگی کے ساتھ کام کیا جائے اور مسلمانوں کی وحدت اور آپس کے روابط کو مضبوط رکھنا چاہیے۔

شیخ ڈاکٹر عبدالعزیز کے بیان کے بعد وفاق کی جانب سے موصوف اور ان کے رفقاء کو حضرت مولانا قاری حنیف جالندھری اور مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان صاحب اور مولانا طلحہ رحمانی نے تحائف پیش کیے اور دوپہر ڈھائی بجے یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔
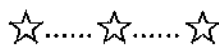
وفاق المدارس کا امام کعبہ (شیخ خالد الغامدی) کے اعزاز میں استقبالیہ

مولانا محمد ابراہیم سکرگاہی

ارضِ حرم کو اللہ رب العزت نے مرجعِ خلائق بنایا، اس پاک خطّے سے عقیدت ومحبت کا اظہار ہر مسلمان عینِ ایمان سمجھتا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ ارضِ حرم سے نسبت رکھنے والے تمام مسلمانوں کیلئے قابلِ صد تکریم ہیں جس کا اظہار وہ مختلف اوقات اور مختلف ادوار میں کرتے آئے ہیں اور کررہے ہیں، جہاں اس قدر والہانہ عقیدت کی بات ہو وہاں کسی شخصیت کی حرمین سے وابستگی اس محبت میں جنون کی حد تک اضافہ کردیتی ہے۔ الحمد للہ، مدارس دینیہ کے فقید المثال ادارے ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' نے پوری پاکستانی قوم خاص کر مدارس دینیہ کی دل کی آواز کی صحیح اور بروقت ترجمانی کرنے میں ہمیشہ موثر کردار ادا کیا ہے اور ارضِ حرم اور باشندگانِ حرم کو ہمیشہ اپنے جذبات اور احساسات سے نہ صرف آگاہ کیا بلکہ ارضِ حرم کی فضاؤں کو قرآن کریم کی تلاوت سے معطر کرنے کے لیے ایسے رجال کار میسر کئے جنھوں نے اس پاک زمین میں جاکر قرآنی تعلیم کو صحیح معنوں میں اس طرح فروغ دیا کہ ایسے باکمال خوش الحان مجوّد قراء پیدا ہوئے، جس کا اظہار امام کعبہ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سید خالد الغامدی صاحب مدظلہم نے پاکستان آمد پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے اپنے اعزاز میں دیئے گئے شاندار، والہانہ استقبالیہ وعشائیہ پروگرام میں مقامی اور غیر ملکی مہمانوں کے سامنے ان الفاظ میں خطاب کرتے ہوئے کیا، انہوں نے فرمایا:

> ''پاکستان میرا دوسرا گھر ہے، پاکستانی میرے بھائی ہیں، پاکستانی دینی مدارس سے پڑھے ہوئے قراء کرام میرے اور حرمین کے دیگر ائمہ کرام کے اساتذہ ہیں، حرمین شریفین اور سعودی عرب میں تحفیظ القرآن الکریم کے حَلَقات (درسگاہیں) پاکستانی دینی مدارس کا فیض ہیں۔ میرے نزدیک پاکستان اور سعودی عرب میں کوئی فرق نہیں۔''

پاکستان کے دینی مدارس وجامعات کی سب سے بڑی تنظیم اور واحد ترجمان وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے لاہور میں امام کعبہ کے اعزاز میں پُرتپاک استقبالیہ تقریب منعقد ہوئی، جس میں ملک کے اکابر علمائے کرام حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب، حضرت مولانا انوار الحق صاحب، حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب اشرفی، حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب، حضرت مولانا امجد خان صاحب، حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب، حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب، حضرت مولانا قاری محمد یٰسین صاحب، حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب، حضرت مولانا پیر سیف اللہ خالد صاحب سمیت ملک بھر کے جید اور ممتاز علمائے کرام کی بڑی تعداد نے شرکت کرکے امامِ

حرم اور دیگر معزز مہمانوں سے اپنی محبت وعقیدت کا مثالی ثبوت دیا۔امام کعبہ کے ساتھ وفد میں سعودی عرب کے نائب سفیر الشیخ بدر العتیبی ،مکتب الدعوۃ کے مدیر الشیخ ابوسعد الدوسری اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے استاذ ڈاکٹر قاری محمد الیاس شامل تھے۔

اس موقع پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے جنرل سیکرٹری اور تقریب کے روح رواں مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے اپنے مخصوص انداز میں خطبہ استقبالیہ پیش کیا،جس میں انہوں نے معزز مہمان الشیخ ڈاکٹر سید خالد الغامدی کا نہ صرف خیر مقدم کیا بلکہ ان کی دینی وعلمی خدمات کو زبردست الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا اور پاکستانی عوام کے ارضِ حرمین سے والہانہ محبت وعقیدت اور پاک سعودیہ کی دیرینہ دوستی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

''پاکستانی عوام خاص طور پر پاکستان کے لاکھوں علماء،طلباء کے دل سعودی بھائیوں کے ساتھ دھڑکتے ہیں...... حرمین شریفین کے دفاع اور سعودی عرب کی سلامتی کے لئے ہر قربانی دینے کے لیے پہلے بھی تیار تھے اب بھی تیار ہیں،اگر وقت نے خون مانگا تو وقت کا دامن بھر دیں گے۔ارضِ حرم اُمت مسلمہ کے اتفاق اور اتحاد کو فروغ دینے میں مثالی کردار ادا کرسکتی ہے،اس لئے سعودی عرب کو امت مسلمہ کے اتفاق واتحاد کو بحال کرنے اور اپنی کھوئی ہوئی عزت ومقام حاصل کروانے میں قائدانہ اور مؤثر کردار ادا کرنا چاہیے''۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نائب صدر اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی عالمگیر خدمات کو اجاگر کرتے ہوئے سعودی عرب کے ساتھ مکمل طور پر یکجہتی کا اظہار کیا اور کہا:

''پاکستان کا ہر ہر فرد خواہ کسی بھی طبقے سے تعلق ہو سعودی بھائیوں کے ساتھ ہے،ارضِ حرم پر ناگہانی آفت آئی تو پاکستان کا بچہ بچہ آفات کا مقابلہ کرے گا''۔

استقبالیہ تقریب میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب نے پُر جوش انداز میں سعودی عرب کے دفاع کیلئے اپنا تن من دھن قربان کرنے کا عہد کیا،وفاق المدارس العربیہ پاکستان جنوبی پنجاب کے ناظم حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب نے کہا کہ پاکستان کی ہر مسجد اور مدرسہ میں ارض حرمین کی سلامتی کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری ہے اور اگر ضرورت پڑی تو کسی بھی قربانی سے گریز نہیں کریں گے۔

تقریب سے حضرت مولانا ڈاکٹر قاری الیاس صاحب نے انتہائی فصیح عربی زبان اور مسحور کن انداز میں خطاب کیا۔ تقریب کے آخر میں معزز مہمان نے پاکستان کے دینی مدارس خاص طور پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی دینی،تعلیمی اور اسلامی خدمات کو زبردست الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا اور کہا کہ پاکستان کے دینی مدارس سے تعلیم حاصل کرنے والے قراء میرے استاذ ہیں اور میرے علاوہ حرمین شریفین کے دیگر ائمہ وخطباء نے بھی پاکستانی اساتذہ کرام سے قرآن کریم پڑھا ہے،انہوں نے کہا حرمین شریفین اور سعودی عرب میں تحفیظ القرآن کے حلقات کا سلسلہ شروع کرنے کا سہرا بھی پاکستان کے دینی مدارس کے فیض یافتگان کو جاتا ہے۔

سعودی وفد سے اربابِ وفاق کی ملاقات

مولانا مفتی مجیب الرحمٰن
مہتمم جامعہ محمدیہ، راولپنڈی

16 مارچ بروز اتوار درس سے فارغ ہوا تو حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب مرکزی ڈپٹی جنرل سیکریٹری وفاق المدارس پاکستان کا فون آیا کہ شام 6:00 بجے وفاق ہاؤس اسلام آباد میں سعودی عرب کا ایک معزز وفد آرہا ہے ان کے استقبال کے لیے جن علمائے کرام کا انتخاب کیا گیا ان میں آپ کا نام بھی شامل ہے، لہٰذا آپ بروقت وفاق ہاؤس پہنچ جائیں۔ تعمیل حکم میں 6:00 بجے وفاق ہاؤس حاضری ہوئی، پنڈی اسلام آباد کے ممتاز علمائے کرام مولانا ظہور علوی، مولانا عبدالغفار، مولانا شریف ہزاروی، مولانا عبدالمجید ہزاروی، مولانا تنویر علوی، مولانا عبدالقدوس محمدی، مفتی عبدالرحمٰن، وغیرہ کے علاوہ مولانا مفتی کفایت اللہ، شیخ التفسیر حضرت مولانا اسحاق خان کشمیری بھی وفاق ہاؤس میں موجود تھے۔ نماز مغرب کی ادائی کے بعد معزز مہمان ناظم اعلیٰ وفاق المدارس حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب اور حضرت مولانا سعید یوسف کی معیت میں وفاق ہاؤس پہنچے۔ معزز وفد کا پُر جوش استقبال کیا گیا اور فرداً فرداً تمام علمائے کرام سے تعارف کروایا گیا۔ سعودی وفد پانچ حضرات پر مشتمل تھا جن کی قیادت نائب وزیر مذہبی امور عزت مآب جناب عبدالعزیز بن عبداللہ العمار حفظہ اللہ فرما رہے تھے، ان کے ساتھ سعودی سفارت خانہ پاکستان کے مکتب الدعوۃ کے محترم جناب شیخ محمد بن سعد الدوسری حفظہ اللہ بھی تھے۔ دونوں معزز مہمان نے علماء کرام اور بالخصوص ناظم اعلیٰ وفاق حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب کا بہت شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اس مبارک ملاقات کا اہتمام فرمایا اور وفاق ہاؤس میں ان کو مدعو کر کے عزت افزائی کی۔

اول الذکر نے اپنے انتہائی پُرمغز اور جامع خطاب میں دو باتوں کا بڑی تفصیل اور خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔ اولاً انہوں نے وفاق المدارس کی تعلیمی، تدریسی اور تبلیغی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا منظم تعلیمی سلسلہ پوری مسلم امہ کے لیے ایک رول ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے، بغیر کسی حکومتی سرپرستی اور امداد کے مدارس کے اتنے بڑی غیر سرکاری منظم نیٹ ورک کی پوری دنیا میں کہیں مثال نہیں ملتی۔ قرآن وسنت کی تعلیم تبلیغ اور درس وتدریس میں ان کی خدمات کا سلسلہ آفاقِ عالم کو گھیرے ہوئے ہے، حتیٰ کہ مملکت سعودی عرب اور بالخصوص حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً کراماً کے اندر بھی حلقاتِ قرآنیہ کا آغاز پاکستانی علمائے کرام کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے، اس پر انہوں نے اکابر وفاق کو بالخصوص اور باقی تمام علمائے کرام کو بالعموم ھدیہ تبریک پیش کیا اور اس کی مزید درمزید ترقی کے لیے خصوصی دعاؤں سے نوازا۔ اسی ضمن میں معزز مہمان

نے علمائے برصغیر پاک وہند کی خدمات کو بالخصوص خاندان ولی اللٰہی اور اکابر علمائے دیوبند کا انتہائی عقیدت سے تذکرہ کیا۔

ثانیاً: مسئلہ تقلید شخصی پر بڑی پُر مغز اور مدلل گفتگو فرماتے ہوئے فرمایا کہ اُمت مسلمہ 14 صدیوں سے مسلک اہلِ سنت والجماعت کے چاروں سلاسل حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی میں منحصر چلی آ رہی ہے اور یہی چاروں مذہب اہلِ سنت والجماعت ہیں۔ مہمانِ گرامی قدر نے تقلیدِ شخصی کی ضرورت واہمیت پر ضرور دیتے ہوئے فرمایا کہ چاروں مذاہب شریعت محمدیہ تک پہنچنے کے چار راستے ہیں، اس کے لیے شریعت پر چلنے کا سب سے محفوظ ترین راستہ مجتہدین عظام بالخصوص ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید کا راستہ ہے۔ شیخ نے شریعت کو ایک گھر سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ شریعت کی مثال ایک مبارک گھر کی ہے جس تک پہنچنے کے چار راستے ہیں، ایک راستہ کا نام حنفیت ہے، ایک کا شافعیت، ایک کا حنبلیت اور ایک کا مالکیت ہے، جو بھی با حفاظت شریعت تک پہنچنا چاہتا ہے اسے ان میں سے کسی نہ کسی ایک راستے پر چلنا پڑے گا۔ 14 صدیوں سے اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیہ والتسلیم انہی چار راستوں پر چلتے ہوئے قرآن وسنت پر عمل کرتی چلی آ رہی ہے، ائمہ اربعہ نے قرآن وسنت سے اپنے اجتہاد کے ذریعہ مسائل اخذ کر کے امت محمدیہ پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے جس کا شکر امت پر واجب ہے، آج ان ائمہ کرام کی مساعی جمیلہ اور محنتِ شاقہ کا ہی نتیجہ ہے کہ دورِ حاضر میں بھی جدید مسائل کے حل میں اُمت کو کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ مملکت سعودیہ میں امام اہلِ سنت، امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید کی جاتی ہے اور وہاں کا سرکاری مذہب بھی حنبلی ہے لیکن بہت سے امور میں ضرورت پڑنے پر باقی مذاہب بالخصوص مذہبِ حنفی سے بھی بھرپور استفادہ کیا جاتا ہے بالخصوص عدالتی اور انتظامی مسائل میں فقہ حنفی تقریباً 12 صدیوں تک دنیائے اسلام میں عملاً نافذ رہی ہے بشمول حرمین الشریفین امت کا 14 صدیوں سے یہی وطیرہ رہا ہے اور کبھی بھی مذاہبِ اربعہ مسلمانوں کے درمیان تشتتِ افتراق، باہمی نفرت اور جنگ وجدل کا باعث نہیں رہے بلکہ اجتہادی اختلاف کے باوجود پوری اُمت مسلمہ جسدِ واحد کا بہترین نمونہ بنی رہی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ تدوینِ دین کی بنیاد انھوں نے رکھی، باقی تمام فقہاء فقہ میں ان کا کنبہ ہیں اور اکثر ان کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اس لیے بجا طور پر یہ کہا گیا ہے کہ "الناس عيال أبي حنيفة في الفقه" کہ لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کا کنبہ ہیں، یعنی فقہاء کے کنبہ کے سربراہ امام ابوحنیفہؒ ہیں اس لیے انھیں امام اعظم بھی کہا جاتا ہے۔ امام صاحب کی یہ عظمت شان دوپہر کے سورج کی طرح روشن ہیں۔ جس کا انکار صرف اور صرف جاہل، ضدی یا عناد پرست ہی کر سکتا ہے۔

شیخ نے ائمہ کرام کے اجتہادی اختلاف کو رحمت سے تعبیر کرتے ہوئے ارشادِ نبوی ﷺ اختلاف أمتي رحمة کا مصداق قرار دیا۔ انھوں نے کہا کہ آج بھی اُمتِ مسلمہ انھی سابقہ بنیادوں پر متحد ہو سکتی ہے اور آج اُمت کے اتحاد کی جتنی اشد ضرورت ہے وہ کسی سے بھی مخفی نہیں، لہٰذا مسلمانوں کو ایسے تمام عناصر اور گروہوں کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے جو کسی بھی طریقے سے اُمت کا شیرازہ بکھیرنے کی خواہاں ہوں۔ سعودی عرب کی حکومت اور علماء ومشائخ امت مسلمہ کے اتحاد کی ہر کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں ہر قسم کے تعاون اور قربانی دینے کے لیے بھی پیش پیش ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ آج دنیائے کفر وباطل امت مسلمہ کے خلاف متحد ہو کر اسلام اور مسلمانوں کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں پر حملہ آور ہے لیکن مسلمان آپس کے چھوٹے

چھوٹے فروعی اختلاف میں الجھ کر اتحاد اور قوت کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔

شیخ عبدالعزیز حفظہ اللہ کے بعد شیخ محمد الدوسری حفظہ اللہ نے بھی اپنے مختصر خطاب میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی دینی ،اصلاحی تبلیغی اور رفاہی خدمات کو گراں قدر الفاظ سے سراہا اور اکابر وفاق اور دیگر علماء ومشائخ کو خراجِ تحسین پیش کیا اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو پوری دنیا کے لیے ایک بہترین رول ماڈل قرار دیتے ہوئے اپنی قلبی دعاؤں سے نوازا۔شیخ الدوسری حفظہ اللہ نے بھی اُمت مسلمہ کے اتحاد پر زور دیا اور اس سلسلہ میں قائدینِ وفاق کو اپنا بھر پور کردار ادا کرنے کی درخواست بھی کی۔شیخ نے علمائے دیوبند کو اتحادِ اُمت کا داعی قرار دیا اور برصغیر پاک ہند سمیت پوری دنیا میں ان کی بہترین اور مثالی خدماتِ دینیہ پر ان کو ھدیہِ تبریک پیش کیا۔شیخ نے اس خطے پر جاری دہشت گردی اور تخریبی کارروائیوں اور پاکستان کو کمزور کرنے والی تمام قوتوں کی شدید مذمت کی اور اس سلسلہ میں علمائے دیوبند کی پُرامن کوششوں اور امن کے قیام کے لیے جہد مسلسل کو بھی سراہا اور انھیں امن کا علمبردار قرار دیا۔مہمانانِ ذی قدر کی گفتگو میں قدر مشترک وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے روشن اور عالیشان کردار کی تحسین اور کھلے دل سے اس کا اعتراف اور امت مسلمہ کے اتحاد اور اتفاق پر زور اور اتفاق اور اتحاد کو نقصان پہنچانے والے تمام افراد اور گروہوں کی حوصلہ شکنی اور بائیکاٹ تھا۔

یقیناً عالم اسلام کو جتنا اس وقت چاروں اطراف سے اغیار کی سازشوں کا سامنا ہے۔اس سے قبل اس کی مثال مشکل ہی سے ملتی ہے لیکن ان سازشوں کو کامیاب بنانے میں

"اس گھر کو آگ لگی گھر کے چراغ سے"

کا مصداق بہت سے نام نہاد مسلمان بھی ہیں جو باطل قوتوں کے شعوری یا غیر شعوری طور پر آلہ کار بن کر امت کا شیرازہ بکھیرنے کو ہی دین کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں۔امت مسلمہ کی جغرافیائی اور نظریاتی دونوں سرحدوں پر باطل قوتوں کے خوفناک حملے جاری ہیں۔"الکفر ملة واحدة" کا مصداق پوری ملت کفریہ مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر مسلمانوں کی بیخ کنی کرنے میں مصروف عمل ہیں،لیکن افسوس صد افسوس اس کے برعکس مسلمان تقسیم در تقسیم کے عمل سے دوچار ہیں اور دور دور تک اتحاد کی کوئی کرن نہیں دکھائی دیتی۔عراق،شام،لیبیا،تیونس،مصر،الجزائر سے لے کر افغانستان تک خونِ مسلم کی بے حرمتی دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے لیکن اس کو روکنے کے لیے جس اتحاد کی ضرورت ہے جس میں کفر و باطل کی یقینی موت ہے۔وہ عنقاء کی طرح ہیں فیـــــــا اسفاہ!!

سعودی عرب کی حیثیت عالم اسلام کے اندر بالخصوص اور پوری دنیا میں بالعموم ایک بہت ہی اہم،ممتاز اور منفرد ہے۔ خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حجاز مقدس کی خدمت اور تعمیر و ترقی کے لیے شاہ عبدالعزیز کو چنا۔شاہ عبدالعزیز کو اللہ تعالیٰ نے اقامت دین اور شعائر اسلام کی حفاظت کا ایک خاص ولولہ اور جوش وجذبہ عنایت فرمایا تھا،شاہ عبدالعزیز نے مملکت عربیہ السعودیہ کی بنیاد رکھی تو اس مملکت کا پبلک لاء فقہ حنبلی کو قرار دیا گیا،شرعی سزاؤں حدود وقصاص کا اجراء کر کے ایک مثالی اور پُرامن معاشرہ قائم کرنے کی بھرپور کوششیں کی۔مملکت کی حدود میں خلاف شرع کسی چھوٹی سے چھوٹی سرگرمی کی قطعی طور پر اجازت نہ تھی،

یہاں تک کہ سعودی عرب میں سگریٹ تک پینا ممنوع تھا اور اس پابندی کا اطلاق بلاامتیاز تمام غیر ملکی سفرا پر بھی ہوتا تھا وہ بھی اس پابندی سے مستثنیٰ نہ تھے۔ پھر بعد میں آنے والے سعودی حکمرانوں کی بہترین اور فلاح انسانیت پر مبنی پالیسیوں نے سعودی عرب کو مسلم امہ میں قائدانہ حیثیت دے دی۔

بالخصوص شاہ فیصل مرحوم کے دور میں سعودی عرب بلامبالغہ عالم اسلام کے قائد کے طور پر ابھرا۔ عالم اسلام کی ہر مشکل اور مصیبت میں تعاون اور امت مسلمہ کو درپیش ہر مسئلے میں اپنا کردار بھرپور طور پر ادا کرنا سعودی عرب کی روایت بن گیا، یہاں تک کہ امت مسلمہ جو خلافت عثمانیہ کے خاتمے سے لگے زخموں سے گھائل ہو چکی تھی اور دور دور تک اس کو امت وحدۃ بنانے والا کوئی نظر نہیں آ رہا تھا شاہ فیصل مرحوم کی شکل میں ایک دفعہ پھر ایک مخلص اور دور اندیش حکمران اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا، جس کا ادراک اسلام دشمن عناصر کو بھی ہو چکا تھا، لہٰذا ان اسلام دشمن سازشی عناصر نے شاہ فیصل مرحوم کو ایک سازش کے تحت شہید کروادیا پھر وہ سازشی عناصر سعودی عرب کی اس حیثیت کو، جو ان کی نظروں میں بری طرح کھٹکنی شروع ہو گئی تھی، سے محروم کرنے کے لیے اپنی پوری مشینری کے ساتھ متحرک ہو گئے۔

سعودی حکمرانوں نے اس سازش کو بھانپ لیا اور اس کے بعد اپنے طرز عمل کو بہت محتاط کر لیا، چنانچہ شاہ خالد سے لے کر موجودہ ملک شاہ عبداللہ تک یہی احتیاط پر مبنی طرز عمل دیکھنے میں آ رہا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سعودی عرب کے قائدانہ کردار کو متنازعہ بنانے کے لیے کئی جہات پر سازشیں کی گئیں جو تا حال جاری ہیں، ان سازشوں میں امریکی اڈوں کا قیام، امریکی پالیسیوں کی ہمنوائی، پوری دنیا میں ایسی تنظیمیں اور تحریکیں جن کو یہود و ہنود اور تمام اسلام اور مسلم دشمن طاقتیں اپنے لیے خطرہ سمجھتی ہیں ان کو دہشت گرد قرار دے کر سعودی عرب سے بھی ان کو دہشت گرد قرار دلانا، جیسے حال ہی میں ''اخوان المسلمون'' کے متعلق کہا گیا، اسی طرح ملک کے اندر ایسے عناصر جو امریکی پالسیوں کے مخالف ہیں اور برملا اس کا اظہار کرتے ہیں ان کے خلاف کریک ڈاؤن، بہت سے متبرک آثار کو مٹانا وغیرہ۔

اسی طرح ایسے عناصر کی کھلے عام سرپرستی کرنا جو کہ سعودی عرب کا نام استعمال کر کے امت مسلمہ میں تشتت اور افتراق پھیلا رہے ہیں جیسے کہ دور حاضر کے غیر مقلدین نام نہاد اہل حدیث جو کہ سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک سے دھوکہ دہی کے ساتھ بھاری فنڈ لے کر پوری دنیا میں انتشاری اور افتراقی مہم چلا رہے ہیں اور اپنے علاوہ تمام مقلدین کو خواہ حنفی ہوں، شافعی ہوں، مالکی ہوں یا حنبلی ہوں کو مشرک اور بدعتی اور شیطان سے بڑا کافر قرار دے رہے ہیں اور پھر اسی گروہ سے وابستہ لوگوں کو حرمین الشریفین میں دروس کے حلقے بالخصوص اردو بولنے والے حضرات کی رہنمائی کے لیے مقرر کرنا اور انہی کے نظریات اور افکار پر مبنی لٹریچر کو سعودی مکاتب سے شائع کرنا اور پورے سعودی عرب میں اس گروہ کو آزادانہ اپنے گمراہانہ عقائد و نظریات کی تبلیغ و اشاعت کی اجازت دینا ایسے امور ہیں جن کے ذریعے سے امت مسلمہ کے دلوں میں سعودی عرب کے خلاف نفرت کے بیج بونے کی سازش ہو رہی ہے۔ جس کے نتیجے میں سعودی عرب کو بالکل تنہا کرنے کی مذموم سعی کی جا رہی ہے۔ سعودی حکام علماء اور مشائخ کو ان امور پر خصوصی توجہ دے کر ان کا سدباب کرنا ہوگا جو کہ ازحد ضروری ہے۔

لیکن ان سب کچھ کے باوجود سعودی حکومت بنیادی طور پر خالصتاً ایک دین دار اور فلاحی ریاست ہے اس وقت بھی پوری دنیا میں اسلام کی تبلیغ، دعوت و اشاعت کے ساتھ امت مسلمہ کی فلاحی خدمات کا جس قدر کام سعودی حکومت کر رہی ہے اس کی کوئی بھی مثال پیش نہیں کرسکتا بالخصوص حرمین الشریفین کی تعمیر و ترقی اور توسیع کی عظیم الشان منصوبہ جات کے ساتھ حجاج اور معتمرین کی خدمات کے لیے سعودی حکومت کی فراہم کردہ سہولیات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، یقیناً ان روشن کارناموں پر سعودی حکومت پورے عالم اسلام کی طرف سے شکریے اور مبارک باد کی مستحق ہے۔

سعودی عرب اور پاکستان کے تعلقات ہمیشہ مثالی رہے ہیں اور پوری دنیا میں خصوصاً ان کے قریبی روابط کو اہمیت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ سعودی عرب کا ہر مشکل اور کڑے وقت میں پاکستان کے ساتھ بھرپور تعاون کرنا ہے، قیام پاکستان سے لے کر آج تک ہر امتحان اور مصیبت میں سعودی عرب ایک بہترین وفادار جانثار اور مخلص بھائی اور دوست کے روپ میں شانہ بشانہ کھڑا رہا ہے اور یہی سچے بھائی اور دوست کی پہچان ہوتی ہے۔ سعودی عرب اور پاکستان کی یہ مثالی دوستی اور اخوت جہاں اپنوں کے لیے باعث مسرت ہوتی ہے وہیں اسلام دشمن طاقتوں کے لیے سوہانِ روح بنتی رہتی ہے، بدلتے ہوئے عالمی منظرنامے نے بہت سے خفیہ گوشوں کو واہ کر دیا ہے، اسلام کے دوست اور دشمن دو واضح بلاکوں میں آمنے سامنے آچکے ہیں اسلام کے لبادہ میں چھپا ہوا کفر اب بے نقاب ہو کر کفر کے شانہ بشانہ الکفر ملۃ واحدۃ کا نظارہ پیش کر رہا ہے، ایسے کڑے وقت میں تمام اسلامی ممالک اور مسلم امہ کو اپنے فروعی اختلاف کو بالائے طاق رکھ کر کفر و باطل کے اتحاد کے خلاف متحد ہو کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانا چاہیے اور اپنی صفوں میں شامل باطل کی کالی بھیڑوں کو نکال باہر کرنا چاہیے، اللہ ربّ العزت امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے اور آپس میں باہم متفق و متحد فرمائے، آمین۔

خدمات دینی مدارس

یہ دینی مدارس پاکستان میں بہت اچھا کام کر رہے ہیں اور جہاں تک اس ملک کے بارے میں بات ہے کہ مدارس نے اور علماء نے اس ملک کو نقصان پہنچایا ہے، یہ بالکل غلط ہے، بلکہ ملک کو نقصان ان اداروں کے لوگوں نے پہنچایا، جن پر حکومت اربوں روپے کا بجٹ خرچ کرتی ہے، اس ملک کو لوٹنے والے، اس ملک کو توڑنے والے، اس ملک کو نقصان پہنچانے والے، اس کی جڑیں کھوکھلی کرنے والے اور اس کو دیوالیہ کرنے والے، کرپشن کرنے والے......ایک بھی ان مدرسوں کا پڑھا ہوا شخص نہیں ہے۔

(جنرل ریٹائرڈ حمید گل)

وفاق المدارس — چند فیصلے

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ

"وفاق المدارس" پاکستان کے دینی مدارس کا ایک ایسا مشترکہ ادارہ ہے جس نے دینی مدارس کو منظم کیا، نصاب تعلیم میں یکجہتی پیدا کی، مدارس کو امتحان کے ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا، مختلف تعلیمی مراحل کے لئے قابل اعتبار اسناد جاری کی اور ملک بھر کے مدارس کے ایک ہی وقت میں امتحانات قائم کرنے کا ایک ایسا خوب صورت اور قابل رشک نظام پیش کیا جس کی نظیر کہیں نہیں...... اور سب سے بڑھ کر دینی مدارس کے خلاف اندرونی اور بیرونی قوتوں کے منصوبوں اور پالیسیوں کے مقابلے میں وفاق المدارس نے پاکستان کے مدارس کے متفقہ موقف کی ترجمانی کا وہ فریضہ ادا کیا جس نے مدارس کی صفوں میں دراڑیں ڈالنے کی ہر کوشش اللہ کے فضل و کرم سے ناکام بنائی۔ پاکستان میں اہل حق کا یہی وہ مشترکہ اور متفقہ ادارہ ہے جس میں کوششوں کے باوجود دشمن اب تک رخنہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوسکا، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور دینی مدارس کے منتظمین اور مخلصین کے تعاون، اتفاق اور ایک مرکز کے ساتھ جڑے رہنے کا نتیجہ ہے کہ دینی مدارس کا دفاع الحمدللہ ثم الحمدللہ نا قابل تسخیر ہے، اس اتفاق و اتحاد کی برکتوں کا مشاہدہ ہم سب کر رہے ہیں، حکومتیں آتی رہیں، منصوبے بناتی رہیں، سازشوں کے جال بنتی رہیں، ترغیبات اور خوش کن نعروں اور شاندار مستقبل کی نوید سناتی رہیں، دھمکیوں کے حربے بھی آزماتی رہیں، لیکن اللہ کے فضل و کرم اور پاکستان بھر کے مدارس کے متفقہ مؤقف کی برکت سے وہ تمام منصوبے، سازشیں اور حربے قصہ پارینہ بنتے رہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی یہ منصوبے ناکام رہیں گے۔

وفاق المدارس دینی مدارس کے دفاع، ان کی بہتری، ان کے نظم و نسق کی ترقی اور نصاب اور نظام تعلیم کو عمدہ سے عمدہ تر بنانے کے لئے کوشاں رہا ہے اور رہے گا، اسے اپنی ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس ہے، وفاق المدارس کی مجلس عاملہ ملک کے جید علمائے کرام پر مشتمل ہے جن میں ملک کے تقریباً تمام بڑے اداروں اور مدارس کے نظم و نسق سنبھالنے والے تجربہ کار علماء شامل ہیں اور مدارس کے بارے میں کوئی بھی اہم فیصلہ ان کی رائے اور مشورے ہی سے طے کیا جاتا ہے...... اللہ کے فضل و کرم سے مدارس جوق در جوق "وفاق المدارس" کے ساتھ الحاق کر رہے ہیں۔ اس سال تقریباً پونے سات سو نئے مدرسے وفاق کے ساتھ منسلک ہوئے ہیں، گزشتہ سال ۱۴۲۳ھ کو امتحان دینے والے طلبہ اور طالبات کی تعداد ایک لاکھ اٹھائیس سو تھی، اس سال یہ تعداد بڑھ کر ایک لاکھ اکیس ہزار پانچ سو ہوگئی۔

اجتماعی کاموں میں بعض چیزوں سے اختلاف بھی ہوسکتا ہے اور بسا اوقات شکایتیں بھی جنم لیتی ہیں لیکن اجتماعیت کو

برقرار رکھنے کا پہلا اور آخری اصول یہی ہے کہ اپنی رائے اور اختلاف کا پوری دیانت داری کے ساتھ اظہار کر دیا جائے اور پھر جو فیصلہ طے پائے، اس کی نہ صرف تائید کی جائے بلکہ اس کا دفاع کیا جائے اور اس پر پابندی کے ساتھ عمل کیا جائے، اگر چہ وہ فیصلہ ذاتی اور شخصی رائے کے خلاف ہو...... الحمدللہ وفاق المدارس کی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کے ارکان اب تک اسی اصول پر کار بند رہے ہیں، فیصلہ کرنے سے پہلے اس پر آزادانہ بحث ہوتی ہے، اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا جاتا ہے اور پھر جو فیصلہ کثرتِ رائے سے طے پاتا ہے، اسے سارے اراکین بخوشی قبول کر لیتے ہیں...... مجلس عاملہ میں بارہا ایسے فیصلے بھی طے پاتے ہیں کہ ہمیں ذاتی طور پر ان سے اتفاق نہیں ہوتا اور ہم اپنے اختلاف رائے کا اظہار بھی کر دیتے ہیں، لیکن کثرتِ رائے سے طے پا جانے کے بعد بحیثیت صدر وفاق المدارس ہم اس پر عمل کے پابند ہوتے ہیں کہ اجتماعیت کو برقرار رکھنے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں!

وفاق المدارس کے نظم میں بعض نقائص اور کمزوریوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا، بسا اوقات شکایات موصول ہوتی ہیں، ان نقائص اور شکایتوں کو دور کرنے کے لئے سنجیدگی کے ساتھ کوشش جاری رہتی ہے، نظام کو مزید بہتر بنانے کے لئے مدارس کی طرف سے بھیجی گئی قابل عمل تجاویز کا بھی خیر مقدم کیا جاتا ہے۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ نصاب اور نظام کے متعلق فیصلے کرتے اور قواعد و ضوابط بناتے وقت پورے ملک کے مدارس پیش نظر رکھے جاتے ہیں اور حتی الامکان ملک کے مختلف مدارس کے وسائل، علاقائی ماحول و فضا کی رعایت سے ایسے قواعد و ضوابط مرتب کئے جاتے ہیں، جن کا نفاذ سب کے لئے ممکن ہو...... بعض اوقات کوئی شخص یا کوئی ادارہ ایک خاص تعلیمی تجربہ کر لیتا ہے اور وہ محدود ماحول میں کامیاب بھی رہتا ہے، لیکن اس کامیابی کے پیچھے ایسے تربیت یافتہ افراد و وسائل ہوتے ہیں جو ملک بھر کے مدارس کو میسر نہیں ہوتے...... ظاہر ہے مخصوص ماحول کے اس تعلیمی تجربے کو سارے مدارس پر مسلط کرنا نہ مفید ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسے نافذ کیا جا سکتا ہے، مثلاً کسی ادارے نے اس طریقہ تدریس کا تجربہ کیا کہ طالب علم خود کتاب حل کر کے استاذ کو سنائے، استاذ تقریر کرنے کی بجائے صرف اس کی تصحیح و تصویب کرے، اس طرح طالب علم میں کتاب از خود حل کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت بہت جلد پیدا ہو جاتی ہے...... ظاہر ہے یہ طریقہ تدریس بالفرض کسی مخصوص ادارے میں کامیاب رہتا بھی ہے، تاہم اسے تمام مدارس میں نافذ نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ یہ صرف وہاں جاری ہو سکتا ہے، جہاں فی درجہ طلبہ کی تعداد بہت محدود ہو، لیکن جن مدارس میں فی درجہ کم از کم پچاس، ساٹھ طالب علم ہوتے ہیں، وہاں یہ طریقہ کیوں کر جاری ہو سکتا ہے! اس لئے تعلیمی قواعد و ضوابط اور معیار کا فریم اس قدر کشادہ رکھا جاتا ہے جس میں سب سما سکیں!!!

اسی طرح کوئی ادارہ صرف ممتاز ترین طلبہ کو داخلہ دے کر ان پر محنت کرتا اور ان کی تربیت کرتا ہے، یہ ایک خوش آئند بات ہو گی لیکن سارے مدارس اس معیار کو اختیار کر سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں اختیار کرنا چاہئے، ہمارے معاشرے کی دینی ضروریات کو محدود ممتاز طلبہ ہرگز پورا نہیں کر سکتے، اس کے لئے کافی بڑی تعداد کی ضرورت ہے اور وہ اسی وقت پوری ہو سکتی ہے، جب معیار کے دامن میں وسعت رکھی جائے، ممتاز طلبہ تو فارغ ہونے کے بعد مخصوص شعبوں میں چلے جاتے ہیں، دین کے بہت سارے ایسے اہم شعبے ہیں جن کے لئے ممتاز صلاحیت کا ہونا کوئی ضروری نہیں، وہ شعبے غیر ممتاز طلبہ ہی پُر کر سکتے ہیں، ''ممتاز'' ہونے کی شرط لگائی گئی تو ان شعبوں کی ذمہ داریوں کو کون آ کر سنبھالے گا، ہاں دین کے بعض شعبوں کے لئے پختہ صلاحیت اور قوی الاستعداد افراد

کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لئے ممتاز با صلاحیت افراد کو تیار کرنے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا! اور اگر کوئی ادارہ بطور خاص یہ فریضہ انجام دیتا ہے، اس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔

ابھی حال ہی میں وفاق المدارس کی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ نے چند فیصلے کئے ہیں، جن کی تفصیل سہ ماہی ''وفاق المدارس'' کے اس تازہ شمارے میں دی جارہی ہے، یہاں ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱)......نصاب تعلیم کے متعلق مجلس عاملہ اور نصاب کمیٹی کے کئی اجلاس ہوئے، جن میں درجہ اولیٰ سے لے کر دورۂ حدیث تک کے نصاب میں بعض جزوی ترامیم کی گئی، چند کتابوں کا اضافہ کیا گیا، مثلاً جدید تجارت ومعیشت، جدید فلکیات اور تاریخ اسلام کے موضوع پر مختلف درجات میں کتابیں رکھی گئیں۔

(۲)......متوسطہ (درجہ اعدادیہ) کے نصاب کا حتمی خاکہ ابھی تک مرتب نہیں ہوا، اس پر مختلف علماء اور ماہرین پر مشتمل کمیٹی کام کر رہی ہے، جیسے ہی وہ مرتب ہوگا، تمام مدارس کو اس کی اطلاع کردی جائے گی۔

(۳)......بنات کے نصاب کا دورانیہ چار سال سے بڑھا کر چھ سال کر دیا گیا، چار سالہ نصاب پڑھنے سے مطلوبہ علمی استعداد حاصل نہیں ہو رہی تھی، اس لئے ان کا نصاب بڑھا دیا گیا، درجہ رابعہ تک ان کا وہی نصاب ہے جو بنین کا ہے، اس کے بعد ان کا دو سالہ نصاب الگ مرتب کیا گیا...... بنات کے لئے ایک مختصر سہ سالہ نصاب بھی تیار کیا گیا تاکہ جن طالبات کے پاس چھ سال کی فرصت نہیں ہے، وہ اس سے استفادہ کرسکیں، بنات کے یہ چھ سالہ اور سہ سالہ دونوں نصاب بھی اس شمارے میں شائع کئے جارہے ہیں، بنین اور بنات کے اس ترمیم شدہ نصاب کی حتمی منظوری مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ہوگی جو شعبان کے آخری عشرے میں ان شاء اللہ منعقد ہوگا۔

(۴)......مجلسِ شوریٰ نے ایک فیصلہ یہ کیا کہ آئندہ سال ۱۴۲۵ہجری سے ہر درجہ کا امتحان وفاق المدارس کے تحت ہوگا، غیر وفاقی درجات کو چونکہ طلبہ اہمیت کم دے رہے ہیں، اس لئے یہ فیصلہ ناگزیر سمجھا گیا، البتہ جو مدارس اپنے سالانہ امتحان کا نظم بوجوہ برقرار رکھنا چاہیں، وہ وفاق کے امتحان سے پہلے، یا اس کے بعد یا اس کے ساتھ ظہر کے بعد بہت آسانی کے ساتھ اپنا یہ نظم برقرار رکھ سکتے ہیں، وفاق المدارس کے تحت امتحان دینے والے طلبہ کی تعداد ہزاروں میں ہوتی ہے اور اس کا دائرہ پورے ملک تک پھیلا ہوتا ہے، اس لئے طلبہ فطری طور پر اس کے لئے تیاری بھی اسی ذوق وشوق، اہتمام اور توجہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ وفاق کے تحت ہر درجہ کے امتحان لینے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہر درجہ کو اہمیت دیں اور امتحان کی بھرپور تیاری کریں۔ بنات کی تعلیم میں وفاق المدارس کے تحت ہر درجہ کے امتحان لینے کا سلسلہ پہلے سے جاری ہے، اب بنین کے نظام تعلیم میں بھی اسے جاری کیا جارہا ہے۔

وفاق المدارس کے ساتھ شامل ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہزاروں مدارس نے الحمدللہ وفاق کے قواعد وضوابط کی پابندی کرکے اپنے تعلیمی معیار کو بھی بلند کیا اور ادارۂ وفاق کو بھی استحکام بخشا، اس پابندی اور تعاون پر مدارس کے ارباب حل وعقد مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ہماری دعا ہے اور آپ سے بھی دعا کی درخواست ہے کہ اللہ جل شانہ دینی مدارس کے اس مشترکہ بے نظیر ادارے کو مزید ترقی عطا فرمائے، اس کے نظم ونسق کو پہلے سے زیادہ بار آور بنائے اور اس کے منتظمین کو اخلاص، توجہ اور محنت کے ساتھ اس کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

’’پیغام امن، کتاب بردار‘‘ مظاہرہ کا مقصد اور پیغام

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

[مورخہ 11 مارچ 2013ء کو اسلام آباد میں پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت علماء و طلبہ کی ٹارگٹ کلنگ کے خلاف ’’پیغام امن کتاب بردار‘‘ مظاہرہ ہوا، جس میں ہزاروں طلبہ اور علماء و مدرسین نے شرکت کی۔ اس موقع پر ناظم اعلیٰ وفاق المدارس نے جو خطاب کیا، اسے احسان الحق عباسی نے ضبط کیا، حضرت ناظم اعلیٰ کا یہ خطاب قارئین وفاق کی خدمت میں پیش ہے.........مرتب]

قابل صد احترام علماء کرام، طلباء عزیز، برادران اسلام، بزرگان مکرم و مشائخ عظام! آج بتاریخ 11 مارچ 2013 بروز پیر بعد نماز ظہر پارلیمنٹ کے سامنے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر اہتمام ’’پیغام امن کتاب بردار مظاہرہ‘‘ ایک تاریخ ساز فقید المثال ایمان افروز اجتماع میں ہم سب جمع ہیں۔

میں سب سے پہلے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سیکریٹری جنرل قاضی عبدالرشید، اسلام آباد، راولپنڈی اور قرب و جوار کے تمام مسئولین، ارباب مدارس، اساتذہ و طلباء کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ وہ انتہائی مختصر اطلاع و نوٹس پر اور تشہیر کے تمام تر مروجہ طریقوں سے ہٹ کر صرف سینہ بہ سینہ اطلاع پر راولپنڈی، اسلام آباد، قرب و جوار اور دور دراز کے علاقوں سے تشریف لائے میرا دل تو یہ کہتا ہے میں اسٹیج پر موجود تمام شخصیات کا فرداً فرداً نام لے کر شکریہ ادا کروں اور ایک ایک مدرسے کے طلباء، اساتذہ کا جو اس مظاہرے میں شریک ہیں، نام لے کر شکریہ ادا کروں لیکن وقت کی قلت کی بناء پر اجتماعی شکریہ پر اکتفاء کر رہا ہوں۔ آج کے اس مظاہرے کا مقصد اور پیغام آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا پیغام اور مقصد:...... یہ ہے کہ وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان اپنی تاریخ کے سنگین اور نازک ترین دور سے گزر رہا ہے۔ ان تمام مشکلات کا حل اور ان مسائل کا حقیقی حل اللہ کی طرف رجوع کرنا، اپنے گناہوں پر توبہ و استغفار کرنا، اپنے انفرادی، اجتماعی گناہوں کی معافی مانگنا ہے۔ یہ پارلیمنٹ اس ملک کی جس مقصد کے لیے قائم ہوئی تھی اس مقصد کی طرف واپس آنا، یہ آج کے اس اجتماع کا پہلا پیغام اور مقصد ہے۔ جب تک ہمارا تعلق اپنے رب سے مضبوط نہیں ہوگا ہم اپنے ملک کو ان مشکلات سے نہیں نکال سکتے۔ ہماری مشکلات کا، مسائل و مصائب اور حالات کا سب سے بڑا سبب اللہ کی بغاوت ہے اور اس کا سب سے بڑا

حل اور علاج رجوع الی اللہ ہے اور یہی ان مدارس کا پہلا اور بنیادی مقصد ہے۔آج ہم اپنے طلباء کو یہاں لا کر ڈی چوک میں قرآن پڑھا کر درحقیقت فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں اور ارباب اقتدار کو متوجہ کر رہے ہیں کہ اب تم اپنے گناہوں کی معافی مانگو، توبہ کرو، استغفار کرو، قوم کو فحاشی وعریانی کی طرف لے کر مت جاؤ۔قوم کو اللہ کی بغاوت کی طرف مت لے کر جاؤ بلکہ اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری کی طرف لے کر آؤ۔ساری تدبیریں بیکار ہیں جب تک کہ تم اللہ کی بغاوت سے توبہ نہیں کر لیتے۔یہ آج کے اس مظاہرے کا پہلا مقصد اور پیغام ہے۔

دوسرا مقصد اور پیغام:......یہ بتانا ہے کہ یہ پارلیمنٹ سیکولر پارلیمنٹ نہیں ہے، یہ پارلیمنٹ آزاد نہیں ہے، یہ پارلیمنٹ اللہ کی پابند اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کی پابند ہے۔یہ پارلیمنٹ سیکولر ملک کی پارلیمنٹ نہیں ہے بلکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ ہے۔اس پارلیمنٹ میں، اس کے آئین کے مطابق کوئی قانون اسلام کے خلاف نہیں بن سکتا، اگر اس پارلیمنٹ کے قبلے کو بدلنے کی کوشش کی گئی، اگر پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے کی کوششیں کی گئیں تو ہم ان شاء اللہ سروں پر کفن باندھ کر اپنا فرض ادا کریں گے اور اس پاکستان کو سیکولر بنانے کی قطعاً اجازت نہیں دیں گے، ان شاء اللہ۔یہ پارلیمنٹ جو قانون بنانے کی پابند ہے اس کے ایوانِ صدر میں بیٹھا صدر جس قانون پر قوم کو چلانے کا پابند ہے، اس اسلام آباد کے ایوانِ وزیر اعظم میں بیٹھا وزیر اعظم جس قانون پر قوم کو لے کر چلنے کا پابند ہے اور اس کی مختلف وزارتیں جس قانون پر چلنے کی پابند ہیں، وہ قانون ہم اپنے مدرسے میں ان طلباء کو پڑھاتے ہیں۔اس پارلیمنٹ کا، اس ملک کا اور ان مدرسوں کا رشتہ ایک ہے۔ہم بتانے یہ آئے ہیں کہ جس قانون کو یہ پارلیمنٹ نافذ کرنے کی پابند، ہم اُسی قانون کو پڑھانے کے پابند۔ہم پڑھانے والے، یہ اس کے پابند اس کو نافذ کرنے والے۔لہٰذا ہمارا رشتہ اس ملک کے اداروں سے کسی بھی ادارے سے کم نہیں ہے۔ہم اس ملک کی اساس اور بنیاد ہیں۔

تیسرا مقصد:......آج کے اس اجتماع کا یہ ہے، کہ مدرسہ انتہا پسندی، دہشت گردی کی تعلیم کا مرکز نہیں ہے۔مدرسہ قرآن کی تعلیم دیتا ہے، مدرسہ اسلام کی تعلیم دیتا ہے۔مدرسہ واسلام لازم وملزوم ہیں۔جہاں اسلام ہوگا وہاں مدرسہ ہوگا اور جہاں مدرسہ ہوگا وہاں اسلام ہوگا۔اسلام سلامتی کا، اسلام محبت وامن کا دین ہے اور مدرسہ اسی امن کے مرکز اور سرچشمے کا نام ہے۔اسلام جیسے دہشت گردی، انتہا پسندی، تشدد کا مذہب نہیں ہے تو اسی طرح مدرسہ بھی تشدد کی تعلیم کا نام نہیں ہے بلکہ امن کی تعلیم کا نام ہے، کیوں کہ مدرسے میں اسلام پڑھایا جاتا ہے۔اگر اسلام دہشت گرد مذہب ہے تو پھر مدرسہ بھی دہشت گردی کی تعلیم کا مرکز ہے اور اگر اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے (اور ہے بھی) تو پھر مدرسہ بھی امن وسلامتی کا نام ہے۔آج ہم اپنے ننھے بچوں کو لائے ہیں، ان کے ہاتھوں میں قرآن ہے۔بتاؤ دنیا کو، آپ کے مدرسوں میں قرآن پڑھایا جاتا ہے یا نہیں؟؟؟ یہ قرآن مدرسوں میں پڑھایا جاتا ہے اور یہ قرآن دنیا کو امن کا پیغام دیتا ہے۔ہم اپنے ساتھ بچے لائے ہیں جن کے پاس درس نظامی کی کتابیں ہیں اور ہم دعوت دیتے ہیں میڈیا کو کہ آؤ اس وقت ان کے ہاتھوں میں موجود کتابوں میں دیکھو اور دنیا کو دکھاؤ کہ اس میں امن کی تعلیم ہے، انسانیت کی تعلیم ہے، محبت کی تعلیم ہے، پیار کی تعلیم ہے، رواداری کی تعلیم ہے، حقوق اللہ کی تعلیم ہے، حقوق العباد کی تعلیم ہے، ان کے ہاتھوں میں جو کتابیں ہیں ان کتابوں میں تشدد کی تعلیم نہیں ہے۔میرے دوستو! ہمارے ان بچوں کے ہاتھوں میں اسلحہ اور ہتھیار نہیں ہیں بلکہ ان کے ہاتھوں میں قرآن ہے، آؤ آکر دیکھو۔آج اگر کوئی دہشت گردی کا نام امن اور امن کا نام دہشت گردی رکھ

دے تو اس سے حقیقتیں تبدیل نہیں ہوتیں۔ دہشت گردی، دہشت گردی ہے۔ خواہ اس کا نام امن رکھ دیا جائے اور امن، امن ہے خواہ اسے دہشت گردی کا نام دیا جائے۔﴿واذا قیل لهم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون﴾

چوتھا مقصد:......آج کے اس اجتماع اور مظاہرے کا ایک مقصد اور پیغام یہ ہے کہ وطن عزیز پاکستان میں جو عوام کو قتل کیا جا رہا ہے، بلوچستان میں آگ لگی ہوئی ہے، بلوچستان جل رہا ہے۔ خیبر پختونخواہ میں بالعموم اور قبائلی علاقوں کو بالخصوص خون کے اندر نہلایا جا رہا ہے۔ سندھ میں خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے اور خاص طور پر کراچی میں قتل عام کیا جا رہا ہے۔ پورے ملک میں جو قتل عام ہے اس قتل عام کو بند کیا جائے اور خاص طور پر جو ہمارے دینی مدارس کے طلباء کو، ہمارے اساتذہ کو، مساجد کے ائمہ کو، خطباء کو، خدام کو، علماء کو نشانہ بنایا جا رہا ہے ہم اسے بین الاقوامی ایجنڈا سمجھتے ہیں۔ یہ عالمی استعمار کی سازش ہے لیکن وہ تمام تر پروپیگنڈے کے باوجود مدرسوں کے اندر طلباء کی آمد کی رفتار کو ختم تو کیا کرتا، کم بھی نہیں کر سکا۔ ایک عرصے سے دن رات ہمارے خلاف منفی مہم اور پروپیگنڈا جاری ہے لیکن تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ الحمدللہ جتنا اسلام کے خلاف عالمی استعمار پروپیگنڈا کر رہا ہے اتنا ہی اسلام تیزی سے بڑھ رہا ہے اور پھیل رہا ہے۔ میں دو دن پہلے مغربی ملک کے سفر سے واپس آیا ہوں تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ مولانا ہم حیران ہیں، جو ٹی وی چینل کھولو اسلام دہشت گرد مذہب ہے، مسلمان دہشت گرد ہے، دن رات پروپیگنڈا ہے مگر اس کے باوجود ہمارے یورپ اور مغربی ملکوں میں جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں ان کی تعداد پہلے سے زیادہ بڑھ رہی ہے۔ الحمدللہ

جس طرح اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے اور دنیا کے کئی ملکوں میں جہاں اسلام کا نام و شمار نہیں تھا آج وہاں پر اسلام کہیں تیسرے، کہیں چوتھے اور کہیں دوسرے نمبر پر آ گیا ہے اور یہی رفتار رہی تو باہر کی دنیا میں بھی اسلام ان شاء اللہ اُن ملکوں کا نمبر ایک دین و مذہب بن جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

جس طرح اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈا اسلام کے بڑھتے ہوئے قدموں کو نہیں روک سکا اسی طرح مسلمان ملکوں میں بالخصوص برصغیر میں اور پھر بالخصوص پاکستان میں ہمارے خلاف دن رات پروپیگنڈا ہو رہا ہے، مولوی دہشت گرد، مولوی انتہاء پسند، مولوی پُر تشدد، اور آئے دن کوئی واقعہ کہیں ہوتا ہے، کوئی مچھر بھی کہیں مرے، کوئی مکھی بھی مرے تو اس کا الزام ہم پر لگانے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود الحمدللہ دینی مدارس کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے اور دن بدن دینی مدارس کے طلباء اور طالبات کی تعداد میں بھی مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ تحدیث بالنعمت کے طور پر مدارس کا خادم ہونے کی حیثیت سے یہ بات آپ کو بتا کر خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ پچھلے دو تین سال پہلے ہمارے وفاق المداس میں دس سے گیارہ ہزار مدارس تھے۔ آج اس وقت تک الحمدللہ وفاق المدارس میں پاکستان کے 17 ہزار مدارس شامل ہو چکے ہیں۔ ہمارے ان 17 ہزار مدارس میں اس وقت الحمدللہ 20 لاکھ طلباء و طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

یہ چند سالوں میں تعداد تیزی سے بڑھی ہے۔ جتنا ہمارے خلاف پروپیگنڈا، اتنا لوگ کہتے ہیں ذرا دیکھے تو سہی اسلام کیا ہے؟ مدرسہ کیا ہے اور جب ہمارے پاس آتے ہیں تو ان کو محبت پیار، امن، دنیا کے لئے ہمدردی کا پیغام، انسانیت کا پیغام ملتا ہے تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

آج ہم عالمی میڈیا کو، عالمی طاقتوں کو، اس دارالحکومت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مدرسے وہ ترقی کے سفر پر گامزن ہیں اور مدرسہ محبت و پیار اور امن کی تعلیم کا مرکز ہے۔ سازش تو تھی کہ مدرسے کو بدنام کرو اور اب یہ فیصلہ ہوا، منصوبہ بنا کہ علماء کو شہید کرو، طلباء کو شہید کرو۔ یہ طلباء ڈر جائیں گے اور مدرسوں کا رُخ نہیں کریں گے۔ ان سب کو جان پیاری ہے لیکن آج میں اپنے ان اکابر کی موجودگی میں سارے مجمع کو گواہ بنا کر اور ان سے درخواست کروں گا کہ دیکھا دیکھی نہیں بلکہ دل کے جذبے سے کھڑے ہو کر بتائیں کہ آپ کو جان پیاری ہے یا ایمان پیارا ہے؟ کھڑے ہو کر بتائیں؟؟ (کھڑے ہو کر نعرے "جان نہیں ایمان پیارا")

ہمیں جان نہیں ایمان پیارا ہے، ہمیں جان نہیں قرآن پیارا ہے، ہمیں جان سے زیادہ دین کا علم پیارا ہے، ہمیں جان سے زیادہ اپنے پیغمبر کی وراثت اور امانت پیاری ہے۔ ہمارے طلباء، علماء کی شہادت منصوبہ ہے۔ عالمی، بین الاقوامی منصوبہ ہے تاکہ امت کو علماء سے محروم کر دیا جائے۔ علماء سے محروم تو اسلام سے محروم، اس لئے کہ اسلام کا راستہ مولوی دکھاتا ہے۔ اسلام کا راستہ منبر اور محراب دکھاتا ہے، اسلامی سیاست کا راستہ مولوی دکھاتا ہے، دعوت و تبلیغ کا راستہ مولوی دکھاتا ہے، جہاد کا راستہ مولوی دکھاتا ہے اور ظلم کے خلاف ظالم سے ٹکرانے کا راستہ اور مظلوم کا ساتھ دینے کا راستہ بھی مولوی دکھاتا ہے...... اس لیے منصوبہ ہے کہ مولوی کو ہٹاؤ تاکہ لوگ اسلام سے ہٹ جائیں لیکن ان شاء اللہ یہ منصوبہ بھی ناکام ہوگا۔ ہوگا کہ نہیں ہوگا؟؟ (ہوگا ان شاء اللہ)

ہم تو سب اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر ہر روز صبح کو اُٹھتے ہیں، ہماری تاریخ شہداء کی تاریخ ہے، ہماری تاریخ عزیمت کی تاریخ ہے، ہماری تاریخ استقامت کی تاریخ ہے، ہماری تاریخ عزم و ہمت کی تاریخ ہے، ہماری تاریخ صبر کی تاریخ ہے۔ ہماری تاریخ ظالم کے آگے سر جھکانے کی نہیں بلکہ سر اُٹھانے کی تاریخ ہے۔ ہمیں الحمدللہ عالمی استعمار نہ جھکا سکا ہے نہ جھکا سکے گا۔ ذرا غور سے سن لو کہ ہمیں تو عالمی استعمار نہ جھکا سکا اور تم تو ان کے نوکر اور غلام ہو ہمیں کہاں جھکا سکتے ہو۔ جھکنے والے کبھی جھکا نہیں سکتے۔ جو خود جھکے ہو وہ دوسروں کو کیا جھکا سکتے ہیں۔ الحمدللہ آج سر جھکا کر عالمی استعمار واپسی کے راستے کی بھیک مانگ رہا ہے۔

میرے دوستو اور میرے ابابیلو! ہمارے کراچی کے طلباء ہوں، اساتذہ اور علماء ہوں یا پاکستان کے کسی حصے کے ہوں ہم ان شاء اللہ اپنے ایک ایک طالب علم اور استاد کے خون کا بدلہ لیں گے۔ (ان شاء اللہ) بدلہ لیں گے ان شاء اللہ اور ضرور لیں گے ان شاء اللہ اور لے کے رہیں گے۔ میرے عزیز طلباء! خاص طور پر اس کو سنیں، ہماری نظر میں آپ کا خون ہمارے خون سے زیادہ قیمتی ہے۔ ہماری نظر میں ان کارکنوں، طلباء کا خون وہی حیثیت رکھتا ہے جس کی تعلیم ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور وہ کیا تعلیم دی صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر پر جو پھیلائی گئی تھی، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر انداز کیا یا عثمان غنیؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے بیعت لی؟؟؟ (بیعت لی) بولو بولو بیعت لی یا نظر انداز کیا؟؟؟ (بیعت لی) کتنے صحابہؓ تھے (1400)۔ 1400 صحابہؓ تھے، اور اس بیعت میں خود اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیعت کی اور اللہ نے بھی کہا کہ میں اس بیعت میں شریک ہوں۔

میرے دوستو! ہمارے لئے یہی نمونہ ہے، اسوہ حسنہ ہے۔ ہم آج اعلان کرتے ہیں کہ ہم اپنے تمام طلباء اور اساتذہ کے خون کا ان شاء اللہ بدلہ لیں گے اور اس کا حساب لیں گے ان شاء اللہ۔ ہمیں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سبق دیا ہے اور ان شاء اللہ ہم اس کے لئے بیعت کریں گے۔ میرے دوستو! وقت مختصر ہے، میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آج کا یہ مظاہرہ ہمارے

طلباء وعلماء کی ٹارگٹ کلنگ کے خلاف بھی ہے اور جب تک ہمارے اصل قاتل پس پردہ قاتلوں کی سازش بے نقاب نہیں ہو جاتی ہم ان اداروں میں بیٹھے حکمرانوں کو اپنا قاتل سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہر قتل کی ذمہ داری حکمرانوں پر ہوتی ہے۔ یہ حکومت ہماری قاتل ہے ۔ ہمارے ملک میں دھرنوں کا رواج بڑھ گیا ہے اور اس کلچر کو ہمارے حکمرانوں نے فروغ دیا ہے کہ آپ طاقت کا مظاہر کریں اور نا جائز بات بھی منوالیں اور اگر آپ طاقت کا استعمال نہیں کریں گے، قانون کو ہاتھ میں نہیں لیں گے تو جائز بات بھی نہیں منوا سکتے۔

لاہور واقعہ کی مذمت:......دو دن پہلے لاہور میں جو واقعہ پیش آیا، جو مسیح برادری پر حملہ ہوا۔ ہم وفاق المدارس کی طرف سے اس کی پُر زور مذمت کر چکے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں۔ قانون ہاتھ میں لینے کی کسی کو بھی اجازت نہیں اور ایک کے جرم کی سزا دوسرے بے گناہوں کو نہیں دی جاسکتی۔ یہ وفاق المدارس کا اٹل موقف ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں لوگ قانون ہاتھ میں کیوں لیتے ہیں؟ اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ اس قانون کو ہاتھ میں لینے کی ذمہ دار ہماری حکومت ہے، ہمارا نظام اور سسٹم ہے۔ جب عدالتیں انصاف نہیں دیں گی۔ جب پاکستانی حکومتیں انصاف نہیں دیں گی تو ہم پھر اس قانون کو ہاتھ میں لیں گے۔ لوگ اپنی عدالتیں خود قائم کریں گے اور میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہماری کسی ملک سے دشمنی نہیں، ہماری کسی قوم سے کوئی دشمنی نہیں، ہماری کسی مذہب سے، مسلک کے لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں۔ اختلاف ہوسکتا ہے، مخالفت ہوسکتی ہے۔ اختلاف اور چیز ہے، مخالفت اور چیز ہے۔ عداوت اور دشمنی اور چیز ہے۔ ہماری کسی سے کوئی ذاتی مخالفت اور دشمنی نہیں ہے۔ اختلاف ہے اور اختلاف فیصلوں سے ہے، اختلاف پالیسیوں سے ہے خواہ وہ عالمی استعمار ہوں یا ہمارے حکمران ہوں۔ ہمارا ذات سے اختلاف نہیں پالیسیوں سے اختلاف ہے۔

میرے دوستو! کراچی کے اور ملک کے اندر جو طلباء شہید ہوئے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا یہ طالب علم نہیں۔ ایک ملالہ یوسف زئی پر آسمان سر پر اُٹھانے والے خود ہی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیں کہ کراچی میں شہید ہونے والا دین کا طالب علم نہیں ہے؟ کیا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے والا طالب علم نہیں ہے؟ کیا اس پر حملہ علم پر حملہ نہیں ہے؟ کیا اُس کا قتل علم دشمنی نہیں ہے؟ تمہارے دوہرے معیار نے قوم کو تقسیم کیا ہے۔ تمہارے ڈبل اسٹینڈرڈ نے دُنیا کو تقسیم کیا ہے۔ تمہارے منافقانہ طرز عمل نے بدامنی اور قتل وغارت کو پیدا کیا ہے۔ آج بحث ہے کہ پارلیمنٹ مقدس ہے، کوئی کہتا ہے سپریم کورٹ مقدس ہے، کوئی کہتا ہے آئین مقدس ہے۔ میں سب کے تقدس کو مانتے ہوئے یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری نظر میں سب سے مقدس قرآن اور حدیث صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ پارلیمنٹ، پاکستان کا آئین اس لئے مقدس ہے کہ یہ پارلیمنٹ اسلام کے نام پر بنی۔ یہ اس لیے مقدس ہے کہ اس کی پیشانی پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ یہ اس لئے مقدس ہے کہ یہاں بیٹھنے والے قرآن اور سنت کے آئین کے پابند ہیں۔ آئین پاکستان اس لیے مقدس ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ یہ قرآن وسنت کے مطابق ہوگا۔ یہاں کی سپریم کورٹ اس لئے مقدس ہے کہ یہ قرآن اور سنت کے مطابق فیصلے کرنے کی پابند ہے۔ میں سوال کرتا ہو کہ ان کے پاس قرآن اور سنت کے تھوڑے تھوڑے حصے ہیں، اور مدرسہ جس کی پہلی اینٹ سے آخری اینٹ تک قرآن ہی قرآن ہے، کتنا مقدس ہوگا۔ جس کے پاس رسول اللہ کی حدیث ہے وہ کتنا مقدس ہوگا، تو یاد رکھیے کہ ہماری نظر میں دینی مدارس سب سے زیادہ مقدس ادارے ہیں، ہم ان کے تقدس کو، ان کی آزادی کو، ان کی حریت کو ہر صورت میں برقرار رکھیں گے۔ ان شاء اللہ۔ ہم ان کی آزادی اور تقدس پر کوئی آنچ نہیں آنے

دیں گے۔دینی مدارس پاکستان کے نظریاتی محافظ ہیں اور آج یہ بات کہتا ہوں کہ ہم نے دو، چار، پانچ دن کی محنت پر اتنا بڑا مجمع اکٹھا کیا ہے۔اس سلسلے میں ہمارا کوئی ذریعہ ابلاغ نہیں،اس طرح تعاون اور پیغام کو عام نہیں کیا جس طرح سیاسی جماعتیں کرتی ہیں اس کے باوجود اتنا بڑا مجمع ہے۔پاکستان کا کوئی محلّہ اور گاؤں ایسا نہیں جہاں بیسیوں سینکڑوں مدرسے نہ ہوں۔ہماری امن پسندی کو کمزوری سمجھا گیا۔اگر تم اسی کلچر کو مانتے ہو کہ کوئی طاقت دکھائے،تو پھر یاد رکھو کراچی سے پشاور،کوئٹہ سے گلگت،مظفر آباد تک پورے ملک کو ہم ایک کال پر جام کر سکتے ہیں۔

میرے دوستو! ہمارے بارے میں غلط اندازے مت لگاؤ،ہم امن پسند لوگ ہیں۔ہمارے بزرگوں نے پاکستان بنایا ہے۔ہم پاکستان بنانے والوں کی اولاد ہیں۔ہم علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جنہوں نے پہلا پرچم لہرایا،ہم ان کی روحانی اولاد ہیں۔ہم قرارداد مقاصد دینے والوں کی روحانی اولاد ہیں۔ہمارے بارے میں غلط اندازے مت لگاؤ۔ہم ملک کے نظام کو جام کرنے والے لوگ نہیں ہیں۔ہم تو ملک کے نظام کو چلانے والے لوگ ہیں۔ہم تو امن پسند لوگ ہیں۔ہمیں مجبور مت کرو کہ ہم بھی ٹکراؤ کا راستہ اختیار کریں، یہ ہمارا طریقہ نہیں ہے۔ہم امن کے داعی لوگ ہیں۔اگر ہمیں مجبور کیا گیا تو پھر یاد رکھیے کہ یہاں کچھ خود ساختہ لوگ بھی آئے تھے،وہ لاکھوں کے کنٹینر میں آئے تھے۔ہم کھلی فضاء میں آئے ہیں،ہم کسی کنٹینر میں نہیں ہیں،ہم سینہ تان کے کھڑے ہیں۔

میرے دوستو! ہم کسی بم پروف،بلٹ پروف میں نہیں آئے اور ہمارے سامنے کوئی بلٹ پروف شیشہ نہیں ہے۔ہم نے گولیاں سینوں پے کھائی ہیں کمر پر نہیں۔میرے دوستو! یاد رکھو،جوش سے نہیں کہہ رہا ہوش سے کہہ رہا ہو،ہم موت سے ڈرنے والے نہیں موت ہم سے ڈرتی ہے۔ہم شہادت کا غم نہیں مناتے،ہم شہادت کی تمنا کرتے ہیں۔میرے دوستو! یہ حکومت والے جانے والے ہیں۔نگران آنے والے ہیں،میں ان سے بھی اور ان کے اداروں سے بھی کہتا ہوں کہ مدارس کے خلاف پروپیگنڈا بند کرو۔علماء اور طلباء کی شہادتوں کا سلسلہ بند کرو اور ہمیں مجبور نہ کرو،اگر آپ نے ہمیں مجبور کیا تو ہم کراچی سے کشمیر،کوئٹہ سے گلگت تک کال دیں گے اور تمام مدارس کے اساتذہ اور طلباء کو لے کر سڑکوں پر آئیں گے اور ہم قرآن کی درس گاہیں سڑکوں پر پورے ملک میں قائم کریں گے۔ساتھ دو گے (ساتھ دیں گے)۔

میرے دوستو! ہم میڈیا سے درخواست کرتے ہیں کہ میڈیا آج ایک طاقت ہے،مظلوموں کا ساتھی ہے ظالموں کا نہیں۔وہ مظلوموں کی آواز ہے۔ہم فرقہ واریت پر یقین نہیں رکھتے،ہم مذہب کے نام پر غلام نہیں بنیں گے۔ہم سب کے آگے دیوار بن جائیں گے۔ہم غیر مسلموں کے حقوق کے محافظ ہیں۔ہمیں آپ سے اُمید ہے کہ آپ ہم مظلوموں کی آواز بنیں گے۔ہمارے طلباء کی ترجمانی کریں گے۔

آخری بات:......میں آخر میں یہ جملہ کہتا ہوں،دینی مدارس یہ اسلام کے چوکیدار ہیں،یہ اسلام کے پہرے دار ہیں، یہ پاکستان کے پہرے دار ہیں،یہ پاکستان کے چوکیدار ہیں اور عقلمند لوگ اپنے اداروں کو مضبوط کیا کرتے ہیں کمزور نہیں کیا کرتے۔ہم آپ کے چوکیدار ہیں،ہم پاکستان کے،پاکستان کے میڈیا کے،اداروں کے،پاکستان کی افواج کے،تمام فورسس کے،اگر وہ صحیح راستے پر چلیں تو ہم صحیح راستے پر چلنے والوں کے چوکیدار ہیں۔ہم ان کے پہرے دار ہیں ہمیں مضبوط کرو کمزور نہ کرو۔

صدروفاق مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ کی زندگی کے چند روشن پہلو

مولانا عبدالمجید
ناظم مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ

[یہ کتاب ابھی تیاری کے آخری مرحلے میں تھی کہ صدر وفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسافرانِ آخرت میں شامل ہوگئے، کتاب کا اکثر حصہ حضرت دیکھ چکے تھے اور انہیں اس کے چھپنے کا انتظار تھا، تاہم کوشش کے باوجود یہ کتاب ان کی زندگی میں نہ آسکی، ان کی وفات کے بعد ناظم دفتر مولانا عبدالمجید صاحب نے حضرت کی حیات پر جو مضمون لکھا ہے اسے شامل اشاعت کیا جارہا ہے کہ اس میں وفاق کے حوالے سے حضرت کے تعلق کو بطور خاص اجاگر کیا گیا ہے۔ مرتب]

حضرت اقدس، شیخ المشائخ، رئیس المحدثین، استاذ الاساتذہ، صدر وفاق، صدر اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ مورخہ 17 ربیع الثانی 1438ھ مطابق 15 جنوری 2017ء بروز اتوار رات ساڑھے نو بجے دار فانی سے دار ابدی کی طرف انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرتؒ 1926ء کو قصبہ حسن پور لوہاری میں ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ تھانہ بھون اور جلال آباد کے قرب میں واقع ہے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں حضرت مولانا مسیح اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور مزید تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ جہاں انہوں نے نامور اکابر علماء کرام سے علم حاصل کیا۔ ترمذی اور بخاری شریف کا درس حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ 1947ء میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد 8 سال تک مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں تدریس کی اور ہجرت کے بعد 3 سال تک دارالعلوم ٹنڈو الہ یار، پھر 10 سال تک جامعہ دارالعلوم کراچی اور کچھ مختصر عرصہ حضرت بنوریؒ کے اصرار پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں بھی تدریس فرمائی۔ 23 جنوری 1967ء کو جامعہ فاروقیہ کی بنیاد رکھی۔ تاحیات اس کے مہتمم و شیخ الحدیث رہے۔ ہزاروں طالبان علوم نبوت کی علمی پیاس بجھائی اور بہت سی نامور شخصیات نے حضرتؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

وفاق المدارس کے ساتھ حضرتؒ کا باقاعدہ تعلق 1978ء میں قائم ہوا جب حضرتؒ وفاق المدارس کی مجلس عاملہ کے رکن بنے۔ 1980ء میں وفاق کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ حضرتؒ کی محنت، جانفشانی، وفاق کے ساتھ لگن، دینی جذبہ اور

آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے 1989ء میں بطور صدر وفاق آپ کا انتخاب کیا گیا۔ حضرتؒ تاحیات وفاق کی صدارت کے عظیم منصب پر فائز رہے۔

حضرت والاؒ ایک نابغہ روزگار، حق گو، بے باک، بے لوث، باہمت، اولوالعزم، مردم شناس، مردم ساز، متدین ومتصلب اور متفق علیہ شخصیت کے مالک تھے۔ حضرتؒ کے ساتھ احقر کا تعلق 1989ء سے ہے جب میں نے جامعہ فاروقیہ کراچی میں حصول علم کے لئے داخلہ لیا۔ 1995ء میں اصلاحی تعلق قائم ہوا اور 1997ء میں جامعہ فاروقیہ سے تعلیم مکمل کی۔ حضرتؒ کے حکم پر 1998ء میں مرکزی دفتر وفاق آیا اور 1999ء میں دفتر وفاق کی نظامت کی ذمہ داری سنبھالی، حضرتؒ کی طرف سے یہ انتخاب بندہ کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حضرتؒ کا یہ اعتماد آخر دم تک برقرار رہا۔ نیز حضرت کے ساتھ میرا تعلق صرف دفتری سطح تک محدود نہیں تھا بلکہ ان سے روحانی وقلبی نسبت بھی تھی۔

حضرتؒ کی شخصیت ہمہ جہت تھی، حضرتؒ کے اوصاف بھی ہمہ جہت تھے۔ حضرتؒ کی علمی خدمات پر بات کرنا تسورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ حضرتؒ علم کا وہ بحر بیکراں تھے کہ جن کی علمی خدمات پون صدی پر محیط ہیں۔ یہاں پر حضرتؒ کے چند ایسے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ جنہیں طلبہ وعلماء کو ضرور اختیار کرنا چاہیئے۔ اس سے کردار سازی اور شخصیت سازی میں یقینی راہنمائی ملے گی۔

نظام الاوقات کی پابندی:

حضرتؒ نظام الاوقات کی بہت پابندی فرمایا کرتے تھے۔ ہم نے دوران تعلیم بھی آپ کو ہمیشہ وقت کا پابند پایا اور بعد میں دفتری معاملات کے دوران بھی حضرتؒ کی وقت کی پابندی مثالی تھی۔ دوسرے اساتذہ وطلبہ کو بھی اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ سفر وحضر میں کسی بھی کام کے لئے جو وقت مقرر فرماتے تھے، اس سے ہرگز فروگزاشت نہیں فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرتؒ کے ناشتے کا ایک وقت متعین ہوتا تھا، ایک مرتبہ خادم سے ناشتہ لانے میں چند منٹ کی تاخیر ہوئی تو حضرتؒ نے منع فرمادیا کہ اب واپس لے جاؤ، ہمارے ناشتے کا وقت گزر گیا۔ حضرت والاؒ پر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی خاص فضل وکرم تھا کہ آخری وقت تک متحرک وفعال رہے۔ حضرتؒ جامعہ فاروقیہ میں اپنے اسباق باقاعدگی سے پڑھاتے رہے اور وفاق کے امور بھی بذات خود انجام دیتے رہے۔

ضابطوں کی پابندی:

اللہ جل شانہ نے حضرتؒ کو محبوبیت اور رعب سے نوازا تھا۔ طلبہ واساتذہ، علماء اور دیندار طبقہ میں حضرتؒ کی شخصیت مقبول عام وہر دلعزیز تھی۔ پورے ملک کے مدارس کے لوگ حضرت سے والہانہ محبت اور بے پناہ عقیدت رکھتے تھے حضرتؒ اتحاد واتفاق کی علامت تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرتؒ 1989ء میں صدر وفاق بنے تو ان کی حیات میں کبھی بھی انتخاب کے موقع پر کسی نے کوئی اختلاف نہیں کیا اور متفقہ طور پر حضرتؒ تاحیات اس منصب جلیلہ پر فائز رہے۔

اصول وضوابط کی پاسداری حضرتؒ کی حیات کا طرہ امتیاز تھا۔ حضرتؒ ہمیشہ نہ صرف خود قواعد وضوابط کی پوری پوری

پابندی فرمایا کرتے تھے بلکہ تمام متعلقین کو بھی ہمیشہ پورے دل و جان سے قواعد و ضوابط کی پابندی کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ اگر کسی کی کوئی بات خلاف ضابطہ پائی جاتی تو سخت ناپسندیدگی و ناگواری کا اظہار فرمانے کے ساتھ ساتھ بعض اوقات سخت تنبیہ و تادیب بھی فرماتے تھے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جو بھی کام کیا اللہ کی رضاء کے لئے کیا ہے، کسی کی ذات کو ملحوظ نہیں رکھا۔ اگر ہم اخلاص وللّٰہیت سے کام کرتے رہیں گے تو شرور وفتن سے محفوظ رہیں گے۔

صفائی کا اہتمام:

حضرتؒ صفائی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ جامعہ فاروقیہ میں بارہا میں نے اس بات کا مشاہدہ کیا کہ جب حضرتؒ نماز کے لئے تشریف لاتے تو راستے میں اگر کاغذ کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی نظر آجاتا تو حضرتؒ خود اس کو اٹھا لیتے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ اگر آس پاس کوئی چیز پڑی ہوتی تو طلبہ فوراً اس کو اٹھا لیتے اور یوں چند لمحوں میں ہی پورا راستہ اور صحن بالکل صاف نظر آتا۔

تعلق مع اللہ:

حضرتؒ میں اخلاص وللّٰہیت اور خشیت ایزدی بدرجہ اتم موجود تھی۔ حضرت کے معمولات میں استقامت تھی۔ حضرتؒ جب دفتر وفاق میں تشریف لاتے تو اکثر ہم نے یہ مشاہدہ کیا کہ صبح تہجد کے وقت اٹھ جاتے۔ یہاں تک کہ بالکل آخر عمر میں بھی خادم انہیں تہجد کے وقت اٹھا دیتا۔ نوافل ادا فرماتے، تلاوت فرماتے۔ نماز فجر کی ادائیگی کی فوراً بعد استراحت نہیں فرماتے تھے بلکہ اوراد و اذکار اور تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔ ناشتے کا معمول صبح آٹھ بجے کا تھا۔ اس ضعیف العمری میں معمولات پر استقامت کی توفیق، اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص عنایت وتوجہ کی دلیل ہے۔ حضرتؒ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ پنجاب کے ایک مدرسہ کے پروگرام میں ان کی دعوت پر آئے تو واپسی پر دفتر وفاق تشریف لے آئے۔ یہاں انہوں نے مجھے کچھ رقم دی کہ یہ ان مدرسہ والوں کو واپس بھجوا دو، کیونکہ یہ رقم میرے آمد و رفت کے کرایہ سے زائد ہے۔ چنانچہ حضرتؒ کے حکم پر وہ رقم ان مدرسہ والوں کو لوٹا دی گئی۔ یہ بھی حضرتؒ کا مزاج تھا اگر ایک سفر میں کئی مدارس کے پروگرام میں جانا ہوتا تو سفر خرچ ان مدارس پر تقسیم کر دیتے تاکہ ایک مدرسہ پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔

بے لوث خدمت:

حضرتؒ نے ہمیشہ وفاق کی بے لوث خدمت کی ہے۔ کبھی اپنی ذات یا جامعہ فاروقیہ کے لئے وفاق سے مالی منفعت حاصل نہیں کی، بلکہ وفاق کے سوالیہ پرچہ جات کی طباعت و ترسیل کے سلسلے میں جامعہ کے اندر ایک فلیٹ بلا معاوضہ مستقل طور پر وفاق کے لئے وقف کر رکھا تھا اور اس کے بجلی و دیگر اخراجات اپنی طرف سے ادا فرماتے تھے۔ دفتر وفاق کی تعمیر اور خرید اراضی کے لئے وفاق کے ساتھ مالی تعاون بھی فرمایا۔ نیز اگر جامعہ فاروقیہ میں وفاق کے اجلاسات ہوتے تو حضرتؒ اپنی جانب سے تمام اخراجات برداشت کرتے۔ حضرت مولانا ولی خان المظفر زید مجدہم کے جانے کے بعد (2010ء) حضرتؒ نے اپنے لئے کوئی معاون خاص بھی وفاق کے کاموں کے لئے مقرر نہیں فرمایا اور بنفس نفیس یہ خدمات خود انجام دیتے رہے۔ وفاق سے متعلق کوئی ڈاک آتی تو حضرتؒ خود اپنے ہاتھ سے اس کا جواب تحریر فرماتے تھے اور آخر تک یہی معمول رہا۔

وفاق سے کبھی اپنے لیے تنخواہ نہیں لی:

وفاق کی مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس منعقدہ 16 ربیع الثانی 1435ھ مطابق 17 فروری 2014ء میں صدر و ناظم اعلیٰ کے لئے تنخواہ مقرر کرنے کی منظوری دی تھی۔ اس وقت حضرتؒ اجلاس میں موجود نہیں تھے۔ چنانچہ اگلے اجلاس میں جب یہ کارروائی توثیق کے لئے پیش ہوئی تو حضرتؒ نے اس فیصلے کو مسترد کر دیا اور اس پر ناپسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا۔ اس موقع پر حضرتؒ نے فرمایا کہ ''روئیداد میں میرے حوالے سے اعزازیہ کی جو بات لکھی گئی ہے اس میں میری رائے یا منشاء کا کوئی دخل نہیں۔ بلکہ میرے مزاج کے بالکل برعکس ہے۔ لہٰذا اکابرین وفاق رحمہم اللہ کے طرز پر ان تمام عہدوں پر رہتے ہوئے خالص رضائے الٰہی کے جذبے سے خدمت کی جائے۔ میں مجلس عاملہ کے معزز و محترم اراکین سے یہی درخواست کروں گا کہ یہ وفاق کے مختلف عہدے اور حیثیتیں جو اس وقت ہمیں حاصل ہیں، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء کردہ ہیں اور ہمارے لئے کڑے امتحان کی ایک شکل ہے۔ لہٰذا اپنے ذاتی اور گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر وفاق اور اس کے طے کردہ اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھ کر محض اللہ کی رضا کے لئے ان امور پر غور و فکر کیا جائے اور ایسے فیصلے کیے جائیں جو ہم سب کو آخرت کے مواخذے سے محفوظ رکھیں آمین''۔

سخاوت کا وصف عظیم:

حضرت کی شخصیت کا ایک عظیم وصف سخاوت بھی تھا۔ حضرت مختلف مدارس کے ساتھ مالی تعاون فرمایا کرتے تھے۔ ایسے مدارس میرے علم میں ہیں کہ حضرتؒ ان کے ساتھ لاکھوں روپے کی امداد کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات کسی مدرسہ سے رسید میں تاخیر ہو جاتی تو حضرتؒ مجھے فون پر فرماتے کہ بھئی اس مدرسہ والوں سے کہو کہ ہمیں رسید بھجوادیں۔ اپنا جامعہ فاروقیہ ہونے کے باوجود دوسرے مدارس کے ساتھ تعاون کرنا اور سرپرستی کرنا شاندار دینی جذبے کی عکاس ہے۔ حضرتؒ جہاں اصولوں اور قواعد و ضوابط کی پابندی کے معاملے میں سختی فرمایا کرتے تھے، وہاں اپنے متعلقین کی مختلف مواقع پر حوصلہ افزائی بھی فرمایا کرتے تھے۔ متعدد بار میں نے دیکھا کہ حضرتؒ نے اپنے خدام کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کے لئے انہیں نقد انعام سے نوازا۔

زندگی کے دو ہی ہدف......وفاق اور جامعہ فاروقیہ:

حضرتؒ کی حیات تو ہمہ جہت تھی اور مختلف پہلوؤں سے رقم تھی۔ لیکن حضرت والاؒ کا وفاق کے ساتھ جو والہانہ لگاؤ اور محبت تھی وہ حضرتؒ کی حیات کا درخشاں باب ہے۔ حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے دو ہی اہداف ہیں، جامعہ فاروقیہ اور وفاق المدارس۔ ایک مرتبہ حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی جان وفاق میں لگادی۔ پیرانہ سالی میں بھی حضرت وفاق کے اجلاسوں میں شرکت کے لئے تشریف لاتے اور اسی طرح پرچہ جات کی مارکنگ کے دوران بھی دو تین ہفتے مستقل قیام فرماتے تھے۔ انہوں نے وفاق کے لئے ایک طویل مدت تک انتھک محنت کی اور وفاق کو گمنامی سے نکال کر عالمی سطح پر پہنچا دیا۔ یہ حضرت والاؒ کی وہ عظیم خدمت ہے کہ جس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

وفاق کو سیاست کی آلودگی سے پاک رکھنے کا اہتمام:

حضرتؒ نے وفاق کی ترقی و استحکام کے لئے اسے غیر سیاسی رکھنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اجلاس منعقدہ 21 جمادی الاخریٰ 1406ھ مطابق 3 مارچ 1986ء کو دستور کی دفعہ نمبر 4 ضابطہ کار میں یہ ترمیم کی گئی کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان ایک خالص تعلیمی و غیر سیاسی تنظیم ہوگی۔ اس کا کسی سیاسی جماعت سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اور وفاق بحیثیت وفاق نہ کوئی سیاسی موقف اختیار کرے گا، نہ ملکی سیاست کے کسی مسئلے میں اظہار رائے کرے گا اور نہ ہی اس بارے میں ملحق مدارس و جامعات کو کوئی ہدایت جاری کرے گا۔ الحمد للہ حضرتؒ نے اپنے پورے عرصہ قیادت میں وفاق کے اغراض و مقاصد و قواعد و ضوابط کو مقدم رکھا اور اس کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دی ہیں اور ہر موقع پر پوری قوت کے ساتھ اس کا تحفظ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج وفاق عالمی سطح پر ایک امتیازی مقام رکھتا ہے۔ جملہ مدارس اس کے تحت یکجا ہیں اور اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے ہیں۔

دفتری نظام کی مستقل خبر گیری:

حضرتؒ نے جب احقر کا تقرر دفتر وفاق میں فرمایا تو باقاعدگی کے ساتھ دفتر وفاق سے متعلق خبر گیری فرماتے اور احوال معلوم کرتے رہتے تھے، اس حوالے سے حضرتؒ کے ساتھ خط و کتابت ہوتی رہتی تھی۔ ابتدائی طور پر دفتری کام میں بندہ کا دل نہیں لگ رہا تھا تو مورخہ 7 ذوالحجہ 1418ھ مطابق 5 اپریل 1998ء کو بندہ نے حضرتؒ کی خدمت میں تحریراً گزارش کی کہ ”حضرت وساوس بہت آتے ہیں کہ میں کس چیز میں لگ گیا ہوں اور اس کشمکش میں عبادات میں بھی دل نہیں لگتا اور ذہنی پریشانی رہتی ہے، بخدا آپ کے فیصلے پر دل و جان سے راضی ہوں مجھے اس میں کوئی تردد نہیں، راہنمائی فرمائیں“۔ حضرت والاؒ نے مورخہ 18 ذوالحجہ 1418ھ مطابق 12 اپریل 1998ء کو جواباً ارشاد فرمایا کہ ”مقصود اللہ کی رضا بذریعہ خدمت دین ہے اور یہ اس کام میں حاصل ہے کہ نیت صحیح ہونی چاہیئے، کام درست ہونا چاہیئے۔ یہ سمجھنا کہ پڑھائیں گے، امامت کریں گے، تبلیغ کریں اور نیت و عمل میں فساد ہو، بالکل بیکار ہے اور اگر نیت و کام صحیح ہیں تو بلاشبہ اس کام سے بھی اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوگی، کام محنت سے کریں یہ کوئی مشکل کام نہیں“۔ چنانچہ حضرتؒ کے ان ارشادات سے بندہ کی ڈھارس بندھی اور وفاق کی خدمت انجام دینے کا حوصلہ پیدا ہوا۔

شروع میں احقر جب دفتر وفاق آیا تو دفتر کی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی۔ اس حوالے سے حضرتؒ نے ایک مرتبہ تحریر فرمایا کہ ”ہفتہ عشرہ میں ایک خط مجھے لکھ دیا کرو تا کہ دفتر کے حالات کا علم ہوتا رہے، مندرجہ ذیل امور کی اطلاع دیا کریں۔ دفتر میں کام یکسوئی سے باقاعدہ جاری ہے یا کچھ خلل ہے؟ عملے میں کام سے دلچسپی ہے یا نہیں؟ ناظم دفتر کا رویہ کیسا ہے؟ پرانے لوگ اگر پست ہمت کرنے کی کوشش کریں تو ہرگز اثر نہ لیں اور بالکل پروا نہ کریں۔ البتہ اپنے طرز عمل سے گروہ بندی کا تاثر ہرگز نہ پیدا ہونے دیں (اس پر سختی سے کاربند رہیں)، حالات بدلتے رہتے ہیں، ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا“۔ اس سے حضرتؒ کا وفاق کے امور میں گہری دلچسپی اور شغف کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت آخر وقت تک بھی پوری تندہی کے ساتھ دفتری امور پر توجہ مرکوز رکھتے تھے۔ اگر کسی مدرسہ یا شخصیت کی طرف سے حضرتؒ کے پاس کوئی شکایت آجاتی تو حضرتؒ اس کا فوری نوٹس لیتے، دفتر سے اس کی وضاحت طلب فرماتے اور متعلقہ فرد/ادارے کا مسئلہ حل کر کے اسے مطمئن کرنے کی ہدایت جاری فرماتے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ ”دفتری نظم کو بہتر کرنے کے لئے ہم کوشش نہیں کریں گے تو اس کے لئے آسمان سے فرشتے تو نہیں آئیں گے“۔

امتحانی نظام کی کڑی نگرانی:

بحیثیت امتحانی بورڈ وفاق کے شعبہ امتحانات کو تمام شعبوں میں کلیدی حیثیت حاصل ہے اور اس کی اہمیت کو حضرتؒ سے زیادہ کون جانتا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرتؒ نے وفاق کے نظام امتحان پر بھی کڑی نظر رکھی اور نظام امتحان میں اصلاحات کیں۔ امتحانی نظم کو بہتر انداز میں کنٹرول کرنے کے لئے آپ نے ملک بھر میں مسئولین امتحان مقرر کیے۔ مدارس کی رجسٹریشن کے لئے کوآرڈی نیٹر مقرر فرمائے۔ امتحانات سے متعلق قواعد وضوابط بنائے، مدارس کے لئے نظام تعلیم مرتب فرمایا۔ ان سب امور کی نگرانی کے لئے صوبائی سطح پر ناظمین مقرر فرمائے۔ جس کی بدولت وفاق کے جملہ نظام ہائے میں ایسی مثبت وگرانقدر تبدیلی آئی کہ وفاق کا نظام قابل رشک ہوگیا۔ الحمدللہ وفاق کے تحت پورے ملک کے اندر تمام درجات کا امتحان ایک ہی وقت میں انتہائی شفاف طریقے سے انعقاد پذیر ہوتا ہے۔

امتحانات کے اندر سوالیہ پرچہ جات کی ترتیب، ان کی طباعت اور ان کی ترسیل حساس ترین معاملہ ہے۔ چنانچہ حضرتؒ نے 1420ھ سے یہ سارا نظام اپنی نگرانی میں جامعہ فاروقیہ میں منتقل کرلیا۔ گزشتہ 17 سال کے دوران حضرتؒ کی کڑی نگرانی میں یہ سارا عمل پوری راز داری، نہایت شفافیت اور مستعدی کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچتا رہا۔ اس عرصہ میں بعض علاقوں میں ایک دو جزوی واقعات پیش آئے، جس پر حضرتؒ نے سخت تادیبی کارروائی فرمائی تاکہ آئندہ کوئی بھی فرد وفاق کی شاندار تاریخ کو داغدار کرنے کی جراءت نہ کرسکے۔

حضرتؒ وفاق کے پرچہ جات کی مارکنگ کے نظم کی بنفس نفیس نگرانی فرمایا کرتے تھے۔ مارکنگ کے نظم میں بہتری لانے کے لئے مارکنگ کے قواعد وضوابط بنائے اور ان پر سختی سے عملدرآمد کو یقینی بنایا جاتا۔ حضرتؒ خود تمام درجات کے ممتحنین کے چیک شدہ پرچے ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔ حضرتؒ کا ایک رعب اور دبدبہ تھا۔ جب کسی درجے کے پرچے حضرتؒ کے پاس ملاحظہ کے لئے چلے جاتے تو پورے درجے کے ممتحنین پر خوف طاری رہتا، جب تک وہ پرچے واپس نہ آجاتے۔ پرچہ جات سے متعلق مقررہ ضوابط میں کسی بھی قسم کی رعایت کے حضرت قائل نہ تھے۔ اگر کسی ممتحن نے پرچے کے اندر درست اور غلط کی نشاندہی میں کوتاہی کی ہوتی یا کسی نے اپنا نام واضح نہ لکھا ہوتا تو حضرتؒ اس پر گرفت فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ اس معاملے میں اپنے جامعہ کے اساتذہ کا بھی سخت احتساب فرماتے۔ ایک مرتبہ جامعہ فاروقیہ کے استاد کی مارکنگ میں نقص سامنے آیا تو اسے فوری طور پر مارکنگ سے فارغ کیا اور اگلے سال جامعہ سے بھی فارغ کردیا۔ حضرتؒ کی اصول پسندی اور رعب کے باعث ممتحنین نہایت محتاط ہوکر مارکنگ کرتے تھے اور اسی کی بدولت وفاق کو مارکنگ کا شفاف ترین نظام میسر ہوا۔

تحفظ مدارس کے لیے انتھک کاوشیں:

تحفظ مدارس کے سلسلے میں حضرت نے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔مدارس دینیہ اور وفاق المدارس بیک وقت ملکی و عالمی استعماری ایجنڈے کا ہدف رہے ہیں۔تسلسل کے ساتھ حکومتی امتیازی پالیسیوں اور میڈیا کے بے بنیاد پروپیگنڈے کا سامنا وفاق کو رہا ہے۔لیکن حضرتؒ کی بے باک اور بے لوث قیادت میں وفاق ہمیشہ مدارس کے تحفظ کے لئے سینہ سپر رہا اور کبھی کسی بھی انداز میں مداخلت کو قبول نہیں کیا۔اس کے علاوہ غامدیت، جدیدیت اور فکر ولی اللہی وغیرہ جیسے متعدد باطل فتنے بھی چیلنج بن کر سامنے آئے۔الحمدللہ! حضرت نے پوری قوت کے ساتھ ان فتنوں کی سرکوبی فرما کر اہل حق کی قیادت کا حق ادا کر دیا اور آنے والے قائدین کے لئے شاندار مثال قائم کر دی۔ وفاق کے لئے حضرتؒ کی خصوصی دلچسپی اور کاوشوں کا یہ ثمرہ ہے کہ آج وفاق کا دفتری نظام، مالیاتی نظام اور نظام امتحان انتہائی شفاف، مضبوط اور مستحکم ہو چکا ہے۔الحمدللہ! آپ کی ولولہ انگیز قیادت میں وفاق ترقی کرتے ہوئے اس نہج پر پہنچ چکا ہے کہ عالمی سطح کے ادارے بھی وفاق کے نظام پر رشک کرتے ہیں۔2014ء میں وفاق کی شاندار خدمات کے اعتراف میں سعودی حکومت کی جانب سے وفاق المدارس کو ''خدمت قرآن کریم انٹرنیشنل ایوارڈ'' سے نوازا گیا ہے۔

حضرتؒ نے وفاق کی صورت میں ایک ایسی امانت چھوڑی ہے کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرتؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس امانت کی قدر اور حفاظت کرنے والا بنائے اور اس کی ترقی و استحکام کے لئے خدمت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین!

سابق وزیر اعظم کا اعتراف

۱۵ مئی کو کنونشن سینٹر میں پانچ ہزار افراد کی موجودگی میں سابق وزیر اعظم جناب چوہدری شجاعت حسین نے کہا:

''جب میں وزیر داخلہ تھا، میں نے ۲۰ ہزار مدارس کا سروے کروایا، خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے مکمل معلومات حاصل کیں، مگر ان ۲۰ ہزار مدارس میں سے کسی بھی مدرسہ سے نہ تو کوئی ایک پسٹل تک برآمد ہوا اور نہ ہی کوئی ایسی رپورٹ ملی کہ کوئی مدرسہ کسی قسم کی تخریب یا دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہو۔میں پورے یقین سے کہتا ہوں مدارس کے خلاف چلائی جانے والی مہم محض تعصب کی بنیاد پر ہے۔مدارس انتہائی پر امن طریقے سے اور مثبت انداز میں اپنا کام کر رہے ہیں۔یہ مدارس دنیا کی سب سے بڑی این جی اوز ہیں، مدارس کے نظام کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔''

(دینی مدارس کا مقدمہ، ص:۴۱۰)

تعزیتی اجلاس دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

محمد سیف اللہ نوید
معاون ناظم مرکزی دفتر وفاق

الحمد لله و كفىٰ و سلام على عباده الذين اصطفىٰ!اما بعد

شیخ المشائخ، رئیس المحدثین، صدر وفاق، صدر اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان، حضرت اقدس، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ 16 ربیع الثانی 1438ھ مطابق 15 جنوری 2017ء بروز اتوار رات نو بجے اس دار فناء سے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، 16 جنوری 2017ء بروز اتوار جامعہ فاروقیہ کراچی میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

نماز جنازہ کی ادائیگی اور اکابرین حضرات سے اہم امور پر مشاورت کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم العالی ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان، کراچی سے واپس ملتان تشریف لے آئے اور مورخہ 20 ربیع الثانی 1438ھ مطابق 19 جنوری 2017ء بروز جمعرات بعد نماز ظہر مرکزی دفتر وفاق المدارس گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان تشریف لائے۔

مرکزی دفتر وفاق میں ان کی صدارت میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب ناظم مرکزی دفتر، جناب چوہدری محمد ریاض عابد صاحب محاسب دفتر، جناب راشد مختار صاحب آئی ٹی منیجر سمیت مرکزی دفتر وفاق المدارس کے مختلف شعبہ جات کے ذمہ داران و جملہ کارکنان نے شرکت کی۔

حضرت ناظم اعلیٰ مدظلہم نے حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر دفتر وفاق کے کارکنان سے تعزیت کی۔ انہوں نے حضرتؒ کی سرپرستی اور رفاقت میں گزارے ہوئے گزشتہ 37 سالہ دور کا تذکرہ فرمایا اور اپنے تجربات کی روشنی میں کارکنان وفاق کو قیمتی نصائح بھی فرمائے۔ اس موقع پر حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم نے حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت، خدمات اور ان کے ساتھ اپنی رفاقت کی یادوں پر مشتمل ایک پراثر، جامع گفتگو اور خطاب فرمایا، جو پیش خدمت ہے۔

نحمده و نصلى على رسوله الكريم اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم . كل من عليها فان و يبقىٰ وجه ربک ذوالجلال والاكرام. و قال الله تبارک و تعالىٰ من المومنين رجال صدقوا ماعاهدو الله عليهٗ ....

ہمارے رفقاء اور ہمارے وفاق المدارس کے کارکنان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ سب حضرات کو معلوم ہے کہ ہمارے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر اور اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے صدر اور جامعہ فاروقیہ کراچی کے بانی، موسس اور مہتمم، رئیس المحدثین، استاذ المحدثین، استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ دار فانی سے دار باقی کی طرف رحلت فرماگئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

میں آپ حضرات کی خدمت میں تعزیت کے لئے حاضر ہوا ہوں اور ہم میں سے ہر ایک مستحق تعزیت ہے۔ آپ ہم سے اور ہم آپ سے تعزیت کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ یہ سانحہ بہت بڑا سانحہ ہے، ناقابل تلافی نقصان ہے۔ حضرتؒ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا، یہ خلا کبھی پر نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غیر معمولی صلاحیتوں سے، عظمتوں سے اور کمالات سے نوازا تھا۔ ایسی جامع شخصیت جو اتحاد کی علامت ہو، جن کی ذات میں مرکزیت ہو، کوئی شخصیت نظر نہیں آ رہی۔ ہمارے حضرت اقدسؒ کی محنت، اخلاص، جہد مسلسل کا یہ نتیجہ وثمرہ ہے کہ آج وفاق المدارس العربیہ پاکستان آفاق میں پہنچا ہے اور وفاق الحمدللہ ایک مستحکم، مضبوط اور مثالی ادارہ بنا۔

آج سے 38 سال پہلے جب حضرتؒ وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ بنے تو اس وقت میں وفاق المدارس کی یہ کیفیت تھی کہ بہت سے حضرات یہ کہتے تھے کہ آؤ ہم اس کا جنازہ پڑھ لیں، وفاق المدارس حالت نزع میں تھا۔ یہ اس کی کیفیت تھی۔ حضرتؒ نے اپنے اخلاص اور محنت سے نہ صرف یہ کہ اس کو نئی زندگی دی، حیات نو دی بلکہ اس کو جوانی عطاء کی، اس کو شباب عطاء کیا۔ میں اور آپ تصور نہیں کرسکتے کہ حضرتؒ نے کتنی محنت اس وفاق کے لئے کی، کیا انتھک کوششیں کیں۔ حضرتؒ نے بلوچستان کے دشوار ترین علاقوں میں بھی دن رات سفر کیا۔ گاؤں گاؤں، قریہ قریہ گئے۔ آج الحمدللہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ پورے ملک میں آپ کے مدارس کا جال پھیلا ہوا ہے اور پورے ملک کے مدارس وفاق سے ملحق ہوچکے ہیں۔ پورے ملک کے مدارس کی ڈاک، خط وکتابت، رابطہ یہ تمام چیزیں جو آپ دیکھ رہے ہیں، یہ آج سے 38 سال پہلے اس کا دائرہ کار بہت محدود تھا۔

لیکن الحمدللہ! قریہ قریہ، شہر شہر، گاؤں گاؤں، گلی گلی جو وفاق کو پہنچایا ہے وہ ہمارے حضرتؒ نے پہنچایا ہے۔ حضرتؒ نے دن رات سفر کیے، آپ تصور نہیں کرسکتے کہ کس محنت کے ساتھ انہوں نے کام کیا۔ مجھے یاد ہے کہ جب 1982ء میں حضرت کے ساتھ پنجاب کے مدارس کے دورے کا موقع ملا۔ تو نماز فجر اول وقت میں ہم پڑھتے تھے۔ اس کے بعد ہم سفر پر روانہ ہوجاتے، مدارس کے معائنہ کے لئے۔ ہم تین لوگ تھے۔ حضرت اقدسؒ ہمارے وفد کے سربراہ تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ اور میں تھا۔ پنجاب کے مدارس کا ہم نے اکٹھے دس روزہ دورہ کیا۔ صبح چار یا پانچ بجے کا وقت مقرر ہوتا تھا۔ حضرت مولانا عبدالمجیدؒ یا مجھے تاخیر ہوجاتی تھی، لیکن حضرت اقدسؒ مقررہ وقت پر ہم سے پہلے تیار ہوتے تھے۔ ہمارا سفر صبح فجر سے پہلے شروع ہوتا اور رات کے بارہ بجے تک، اور واپس آکر سوتے تھے پانچ، چھ گھنٹے۔ میں سب سے کم عمر تھا اور حضرت اقدس اس وقت سب سے بڑی عمر کے تھے، لیکن سب سے زیادہ باہمت تھے۔ یعنی صبح نکلتے اور رات دس گیارہ بجے

تک مسلسل سفر میں رہتے۔ ایک مدرسے میں گئے، دوسرے میں، تیسرے میں۔ پہلے ایک شہر میں گئے، دوسرے شہر میں اور آگے مسلسل سفر کرتے رہتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں حضرتؒ جیسا باہمت انسان نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ اب آخری وقت جبکہ حضرتؒ کی عمر 96 سال ہوگئی اور مشین یہ بتا رہی کہ ان کا دل حرکت نہیں کر رہا، لیکن حضرت پھر بھی باہمت ہیں، ڈاکٹر بھی حیران تھے۔

اسی طرح آپ حضرات نے خود دیکھا کہ پیرانہ سالی میں، ضعف میں...... جب یہاں دفتر وفاق میں مارکنگ ہوتی تھی...... حضرت پورے دو سے تین ہفتے یہاں قیام فرماتے تھے اور مارکنگ کے نظم اور دیگر کاموں کی نگرانی فرماتے تھے۔ گذشتہ سال ہم نے جو اجتماعات کیے۔ سوات، مانسہرہ، پشاور ہر جگہ حضرتؒ پہنچے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں بڑی ہمت عطاء فرمائی، وفاق المدارس ان کی پہلی ترجیح تھی۔ علمی شخصیت، روحانی شخصیت، ان کے کون کون سے کمالات ذکر کریں، جامع کمالات تھے۔ **لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد** ......ان کی ذات میں ایک پورا جہاں جمع تھا۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن اور تحریک تھے۔ ظاہر کہ ان کے دنیا سے جانے کا، جہاں جامعہ فاروقیہ کا نقصان ہے، جہاں علمی حلقوں کا نقصان ہے، جہاں موت العالم موت العالم کے پیش نظر یہ پوری دنیا کا نقصان ہے اور جہاں یہ اہل حق کا نقصان ہے، تمام مسلک کا نقصان ہے۔ وہاں براہ راست جن اداروں کا یہ نقصان ہے، ان میں سرفہرست وفاق المدارس ہے۔

یہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا سب سے بڑا نقصان ہے۔ وہ اتحاد کی علامت تھے۔ وہ نہ صرف وفاق المدارس کے صدر تھے بلکہ تمام مسالک کے وفاقوں کے بھی صدر تھے، کیونکہ اتحاد تنظیمات مدارس کے صدر تھے۔ اب تمام مسالک کے وفاقوں کے ذمہ داران حضرتؒ کی وفات پر ہم سے تعزیت کر رہے ہیں۔ وہ بھی یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہم ایک ایسی شخصیت سے محروم ہوگئے جو کہ سب کی متفقہ شخصیت تھی، جن پر سب کا اتفاق تھا، وہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک ایسا خلا ہے کہ جو کبھی پر نہیں ہوسکتا۔ اس پر آپ سب بھی غمزدہ وافسردہ ہیں اور ہم بھی ہیں۔

اس لئے آج ہم ایک دوسرے سے تعزیت کر رہے ہیں۔ یہ براہ راست ہمارے وفاق کا نقصان ہے۔ وہ اگرچہ کراچی میں ہوتے تھے، مگر کہیں بھی ہوں ہر ایک چیز پر ان کی نظر ہوتی تھی۔ ایک ایک چیز کو دیکھتے تھے، پوچھتے تھے اور راہنمائی فرماتے تھے۔ ہدایات دیا کرتے تھے، ہمیں روکا ٹوکا کرتے تھے۔ اس بات کا مجھے تو بہت صدمہ ہے کہ ہمیں روکنے، ٹوکنے اور سمجھانے والی ہستی چلی گئی۔ ایسی شخصیات اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوتی ہیں۔ مجھے تو انہوں نے بیٹوں کی طرح سمجھا اور راہنمائی فرمائی۔ ایسی مربی، محسن اور مصلح شخصیت چلی گئی۔ آخری ایام میں حضرتؒ اور مجھے دور کرنے کی جو کوششیں کی گئیں، سازش کی گئی، ان لوگوں کا ہدف تھا وفاق، الحمدللہ حضرتؒ کی زندگی میں یہ مسئلہ حل ہوگیا۔ حضرت مجھ سے مطمئن ہوکر گئے۔ حضرتؒ کی وفات سے تین دن قبل میں دوبارہ حضرتؒ کے پاس گیا تو مجھے بہت ساری دعائیں دیں اور میرے سر پر دست شفقت رکھا۔ ان کی دعائیں میرے لئے سرمایہ حیات ہیں۔ وفاق کو توڑنے کی جو سازش تھی، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ناکام ہوئی اور

وفاق سرخرو ہوا۔ حضرتؒ بہت کڑا احتساب کرنے والے تھے حضرتؒ نے ہمارا احتساب کیا اور احتساب کے بعد شفقت بھی فرمائی اور تمام اکابرین نے اپنے بھرپور اعتماد کا اظہار فرمایا۔

الحمدللہ ہم نے وفاق کے تمام امور حضرت کی رہنمائی اور ارشادات کے مطابق انجام دیے ہیں۔ 37 سال تک حضرتؒ کی رفاقت نصیب ہوئی ہے۔ حکومتی معاملات ہوں، دباؤ ہو، تحفظ مدارس کا معاملہ ہو، کبھی ہم نے اپنے موقف میں مداہنت سے کام نہیں لیا۔ الحمدللہ میں تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ آج مدارس جو آزاد ہیں حضرتؒ کی راہنمائی اور محنت کا ثمرہ ہے۔ نصاب تعلیم، نظام تعلیم، مالیات، امتحان، قوانین ان معاملات میں حکومت ہمیں جکڑنا چاہتی تھی۔ لیکن ہم نے کبھی دباؤ قبول نہیں کیا اور کوئی تبدیلی نہیں کی۔

میں یہ عرض کرنا چاہ رہا تھا کہ حضرتؒ کی وفات سے سب سے زیادہ متاثر جو ادارہ ہوا ہے وہ وفاق المدارس ہے۔ یہ سب سے زیادہ غمزدہ ہے۔ اس لئے میری اور آپ کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے۔ جب اکابر موجود ہوتے ہیں تو آدمی مطمئن ہوتا ہے کہ بڑے موجود ہیں، لیکن جب بڑوں کا سایہ نہ رہے تو زیادہ فکر، محنت اور تندہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تعزیت کا مطلب ہے تسلی، تو میں آپ کو تسلی دینے اور آپ سے تسلی لینے کے لئے آیا ہوں۔ ہمارا غم مشترکہ ہے۔ اس لئے میں چاہ رہا تھا کہ میں فوراً آجاؤں۔ چنانچہ رات ہی میں کراچی سے واپس آیا تو آج آپ حضرات کے پاس تعزیت کے لئے آیا ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرتؒ کی محنت اور توانائیاں جہاں دوسرے اداروں اور علمی کاموں پر لگی ہیں وہاں سب سے زیادہ وفاق پر لگی ہیں۔ لیکن اب ہماری وفا کا تقاضا ہے کہ ہم اس ادارے کے لئے پہلے سے زیادہ محنت کریں اور وفاق کی ترقی کے لئے کام کریں، جس کے لئے حضرتؒ نے اپنی ساری زندگی صرف کر دی۔ حضرت درخواستیؒ فرمایا کرتے تھے کہ "کبرنی موت الکبرا"۔ بڑوں کی موت نے مجھے بڑا کر دیا۔

چنانچہ وفاق المدارس ہمارے پاس ان کی امانت ہے۔ اس امانت کو ہم نے سنبھالنا ہے، اس کی حفاظت کرنی ہے اور اس کی ترقی کے لئے پہلے سے زیادہ کام کرنا ہے۔ الحمدللہ ہمارے کارکنان پہلے بھی بھرپور محنت، ذمہ داری اور فرض شناسی سے کام کرتے ہیں۔ اب پہلے سے زیادہ ذمہ داری سے کام کریں۔ ضوابط پر سختی سے عملدرآمد کریں۔ ضابطے کے خلاف کسی بھی کام کی خاطر کسی کی سفارش یا دباؤ کو اپنے اوپر اثر انداز نہ ہونے دیں۔ بالفرض اگر وفاق کا کوئی عہدیدار بھی آپ کو کسی ایسے کام کا حکم دیتا ہے جو وفاق کے ضابطہ سے متصادم ہو تو اسے ضابطے کی یاددہانی کروا دیں۔ حتیٰ کہ اگر میں بھی کوئی ایسا کام بتاؤں تو اس بارے میں مجھے ضابطہ بتایا جائے۔ جو بندہ جس ادارے میں کام کرتا ہے اسے دیانتدار، ذمہ دار، سمجھدار، راز دار اور وفادار ہونا ضروری ہے۔ آپ حضرات اس پر عملدرآمد کریں اور اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ وفاق کی خدمت انجام دیں۔ آپ ہمارے دست و بازو ہیں ہم آپ کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھیں گے۔ ان شاءاللہ

اس موقع پر حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب زید مجدہ ہم نے حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ اور حضرت مولانا محمد

حنیف جالندھری صاحب مدظلہم العالی کی خدمات کو سراہا اور کہا کہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانے کا غم بہت بڑا ہے اور ان کے خلا کو پر نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اطمینان کا ایک پہلو یہ ہے کہ حضرت شیخؒ نے حضرت ناظم اعلیٰ مدظلہم کی صورت میں اپنا ایک ایسا معتمد عالم چھوڑا ہے، جن کی حضرت شیخؒ نے 37 سال تک تربیت کی اور حضرتؒ کے ساتھ ان کی طویل ترین رفاقت رہی۔ انہوں نے کہا کہ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا حنیف جالندھری صاحب جیسا ناظم اعلیٰ وفاق کو نہیں ملے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ جملہ کارکنان حضرتؒ کے لئے دعاء فرمایا کریں اور حضرت جالندھری مدظلہم کے لئے بھی دعاء کیا کریں اور یہ بھی دعاء کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ وفاق کو ہر قسم کی سازشوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

آخر میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایصال ثواب اور دعا مغفرت کی گئی۔ دعاء کے ساتھ شام چار بجے یہ تعزیتی اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

دینی مدارس کنونشن، اسلام آباد

۱۵ مئی ۲۰۰۵ء بروز اتوار ''کنونشن سنٹر اسلام آباد'' میں ملک گیر سطح پر تاریخ ساز ''دینی مدارس کنونشن'' منعقد کیا گیا، جس کا مقصد ۱۴۲۴ھ-۲۵ھ کے سالانہ امتحان میں ملک گیر سطح پر اول، دوم اور سوم آنے والے طلبہ و طالبات کو انعام دے کر ان کی حوصلہ افزائی کرنا تھا وہی دینی مدارس کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا اور دینی مدارس کے روشن کردار کو نمایاں کرنا تھا۔ اس تقریب سعید میں ملک اور بیرون ملک کے ممتاز علماء کے ساتھ ساتھ سرکاری عہدے داروں، عصری تعلیمی اداروں کے سربراہان و پروفیسر حضرات اور ملک کے ممتاز اہل قلم اور دانشور شریک ہوئے۔ اس تقریب سے صدر وفاق المدارس مولانا سلیم اللہ خان، ناظم اعلیٰ وفاق المدارس مولانا حنیف جالندھری، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا حسن جان، مولانا سمیع الحق، مولانا فضل الرحمٰن، مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا فضل الرحیم، مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالحفیظ مکی (سعودی عرب)، مولانا محمد اسحاق (برمنگھم) سابق وزیر اعظم پاکستان چوہدری شجاعت حسین، جنرل ریٹائرڈ حمید گل، سابق وفاقی وزیر مذہبی امور اعجاز الحق، سابق وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد اکرم درانی، قاضی حسین احمد (سابق امیر جماعت اسلامی)، معروف کالم نگار عرفان صدیقی اور عطاء الحق قاسمی سمیت دیگر اہل قلم اور دانشوران قوم نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور دینی مدارس کے کردار اور ان کی خدمات کو کھلے لفظوں میں خراج تحسین پیش کیا۔

باب ہشتم

ماہنامہ وفاق المدارس

......تعارف ومنتخب اہم مضامین......

تعارف ماہنامہ وفاق المدارس

مفتی محمد ساجد میمن

صحافت کی تعریف

صحافت عربی زبان کا لفظ ہے جو 'صحف' سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی کتاب یا رسالے کے ہیں۔ یعنی ایسا مطبوعہ مواد، جو مقررہ وقفوں کے بعد شائع ہوتا ہے صحافت کہلاتا ہے۔ اردو اور فارسی میں یہی اصطلاح رائج ہے جبکہ انگریزی میں اسے Journalism کہا جاتا ہے۔ جو ''جرنل'' سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں: ''روزانہ حساب کا بہی کھاتا'' یا ''روزنامچہ''۔ جرنل کو ترتیب دینے والے کے لئے Journalist یا صحافی کی اصطلاح رائج ہے۔ صحافت کی جامع تعریف تو مشکل ہے۔ کچھ صحافیوں اور اساتذہ نے صحافت کی تعریف بیان کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ مختلف انسائیکلوپیڈیا میں بھی صحافت کی تعریف یا مفہوم درج ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں صحافت کے معنی اس طرح دیئے گئے ہیں:

> ''جدید عربی میں اخبار کے لئے ''جریدہ'' کی اصطلاح مستعمل ہے۔ اس کا مترادف صحیفہ ہے جو بصورت واحد کم استعمال ہوتا ہے لیکن اس کی جمع ''صحف'' کا استعمال جرائد کی بہ نسبت عام ہے۔''

اردو انسائیکلوپیڈیا (جلد سوم) میں صحافت کا مفہوم یوں درج ہے:

> ''اخبارات ورسائل اور خبر رساں اداروں کے لئے خبروں اور خبروں پر تبصروں وغیرہ کی تیاری کو صحافت کا نام دیا جاتا ہے۔''

موجودہ طرزِ صحافت کا آغاز اور فوائد

موجودہ طرز صحافت کی بنیاد سترہویں صدی میں پڑی جب جرمنی اور بعض دیگر ممالک میں حالات وواقعات پر مبنی رپورٹس کی اشاعت باقاعدگی سے شروع ہوئی۔ گوکہ سرکاری سطح پر حالات وواقعات پر مبنی رپورٹس سترہویں صدی سے بھی بہت پہلے لکھنے کا رجحان موجود تھا لیکن وہ بہت رازدارانہ انداز میں ہوتا تھا اور عام آدمی کو ان تک رسائی حاصل نہیں تھی لیکن اخبارات ورسائل کی اشاعت عام اٹھارہویں صدی میں ہوئی جب جرمنی، برطانیہ اور فرانس سمیت دنیا کے مختلف حصوں سے نکلنے والے اخبارات و رسائل کی تعداد سو سے اوپر پہنچ گئی۔ اسی دور میں صحافت ایک باقاعدہ شعبے کی شکل اختیار کر گیا اور حالات وواقعات پر مبنی خبروں کی تفصیلات جاننے کے لیے عام آدمی کو آزاد و با اعتماد ذرائع دستیاب ہو گئے۔ اخبارات ورسائل کی اشاعت عام ہونے سے سب

سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ انسانی معاشرے کا ہر شعبہ بہت متحرک ہوگیا۔ سیاست سے لے کر معاشی وسماجی سرگرمیوں تک، سائنس اور زبان وادب سے لے کر کھیل، ثقافت اور تفریح تک، ہر موضوع پر خبریں، مضامین اور مباحثے اخبارات ورسائل میں چھپنا عام ہوئے اور ان کی عمومیت میں اضافہ ہوا اسی دور میں اخبارات ورسائل میں طنز ومزاح کے شعبے کارٹون کی اشاعت بھی شروع ہوئی۔ ایک دوسرے کے خیالات ونظریات پرکھنے اور سمجھنے میں آسانی پیدا ہوگئی، ترقی کی نئی راہیں کھل گئیں اور ترقی کے رفتار میں بہت تیزی پیدا ہوگئی۔

برصغیر میں مطبوعہ صحافت کا آغاز

برصغیر میں مطبوعہ صحافت کی ابتدا کلکتہ سے ۱۷۷۹ء میں ''کلکتہ جنرل ایڈورٹائزر'' کی اشاعت سے ہوئی، اس ہفت روزہ انگریزی اخبار کو جیمز آگسٹس ہیکی نے جاری کیا، جسے عرف عام میں ''ہیکی کا گزٹ'' بھی کہتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ جیسے جیسے ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط ہندوستان کے مختلف علاقوں پر بڑھتا گیا انگریزی صحافت میں بھی توسیع ہوتی گئی، یہاں تک کہ انیسویں صدی کے ربع اول تک انگریزی اخبارات کی تعداد ایک درجن سے زائد ہوگئی۔ یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ انگریزی صحافت کی توسیع ان علاقوں (بنگال اور اس کے مضافات) میں ہورہی تھی جہاں مسلمان نہایت پسماندگی کی حالت میں گزر بسر کر رہے تھے، کیوں کہ انگریزوں کے متعدد اقدامات نے انہیں معاشی، سماجی اور تعلیمی حیثیت سے کمزور کردیا تھا، جب کہ ہندوؤں میں (جو پہلے سے ہی مسلمانوں کے زیر اقتدار تھے) انگریزی تعاون سے اصلاحی تحریکیں شروع ہوچکی تھیں، ان اصلاحات اور ہندوستانیوں میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے جگہ جگہ عیسائی مشنریاں بھی قائم کی جاچکی تھیں، جنہیں مسلمان قبول کرنے کو تیار نہیں تھے۔ اس وقت انگریزوں نے محسوس کیا کہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے مختلف علاقائی زبانوں میں اخبارات ورسائل بھی جاری کیے جائیں، چنانچہ ہندوؤں اور عیسائی مشنری کے زیر اہتمام فارسی، ہندی، بنگالی اور گجراتی زبانوں میں اخبارات نکلنا شروع ہوئے۔

اس سلسلے میں کلکتہ سے ۱۸۱۸ء میں ڈاکٹر مارش مین نے بنگالی زبان کا پہلا رسالہ ماہنامہ ''ڈگ درشن''، کلکتہ سے ہی اپریل ۱۸۲۲ء میں ہندو مصلح راجہ رام موہن رائے نے فارسی کا پہلا ہفت روزہ ''مرآۃ الاخبار''، ممبئی سے ۱۸۲۲ء میں مرزبان جی نے گجراتی زبان کا اولین اخبار ہفت روزہ ''بمبئی سماچار'' اور کلکتہ سے ہی ۱۸۲۶ء میں جگل کشور شکلا نے ہندی کا پہلا ہفت روزہ اخبار ''اودنت مارتنڈ'' جاری کیا۔ اس تفصیل کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں رہ جاتا کہ برصغیر کی ابتدائی مطبوعہ صحافت میں مسلمانوں کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔

برصغیر میں مسلم صحافت

برصغیر میں مسلم صحافت کو چار ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

پہلا دور ۱۸۳۳ء سے ۱۸۵۷ء تک...... دوسرا دور ۱۸۵۸ء سے ۱۹۰۰ء تک...... تیسرا دور ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء...... اور چوتھا دور ۱۹۴۸ء سے تا حال۔

پہلا دور

برصغیر میں مغلوں کے زوال کے ساتھ ہی مسلمانوں کے (ہر محاذ پر) زوال کی تاریخ شروع ہوتی ہے، چنانچہ مسلم صحافت بھی اس کا شکار ہوئی اور برصغیر میں مطبوعہ صحافت کے تقریباً ۲۵/ سالوں اور ہندوصحافت کے ۳۱/ سالوں کے بعد ۱۸۳۱ء میں مسلم صحافت کا آغاز ہوتا ہے۔ ۱۸۳۱ء میں مولوی سراج الدین نے کلکتہ سے پہلا فارسی اخبار ''آئینہ سکندر'' جاری کیا، جبکہ مولانا محمد حسین آزاد کے والد مولوی محمد باقر نے ۱۸۳۶ء میں دہلی سے ''دہلی اردو اخبار'' کے نام سے پہلا اردو اخبار نکالا۔ اس طرح ۱۸۵۷ء تک فارسی اور اردو زبانوں میں مختلف مقامات سے مسلمانوں نے مزید چند اخبارات ورسائل جاری کیے، جن کی کل تعداد تیس کے لگ بھگ ہوگی۔

دوسرا دور

مسلم صحافت کے دوسرے دور کا آغاز ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بعد شروع ہوتا ہے اور انیسویں صدی کے اختتام پر تمام ہوجاتا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد مسلمانوں بالخصوص علما پر مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، کیوں کہ اس جنگ کی پیشوائی یہی لوگ کررہے تھے، اس لیے قید وبند کی صعوبتیں، سرکاری مناصب سے معزولی، سزائے موت، تعلیمی، سیاسی اور معاشی پابندیاں انہی کے حصے میں آئیں۔ برصغیر میں مسلمانوں کی اس داروگیر کے نتیجے میں مسلم صحافت بھی بے پناہ متاثر ہوئی اور متعدد اخبارات بند کردیے گئے۔ انقلابِ ۱۸۵۷ء کے بعد مسلم صحافت کے وجود کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ۱۸۵۳ء تک اردو زبان کے اخبارات کی تعداد ۵۳ تھی، جب کہ ۱۸۵۸ء میں یہ تعداد گھٹ کر صرف بارہ رہ گئی، ان بارہ میں بھی صرف چھ اخبارات جنگ سے پہلے کے تھے اور چھ نئے تھے۔ ان بارہ اخبارات میں سے صرف ایک کی ادارت ایک مسلمان کے پاس تھی، باقی تمام غیر مسلموں کی زیرادارت تھے۔ گویا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد مسلم صحافت عملی طور پر ختم ہوگئی تھی۔ دوسری طرف ہندوصحافت نے جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد اپنے اخبارات کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف سخت انتقامی کارروائی کا مطالبہ کیا۔ مسلم صحافت تو عملی طور پر ختم ہوچکی تھی اور جو رہ گئی تھی خوف نے ان کے لہجے میں اعتدال پیدا کردیا تھا، ان حالات میں برصغیر کے اندر ہندوصحافت ہی رہ گئی تھی جسے حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔

۱۸۵۷ء کے بعد تین چار سالوں تک مسلم صحافت نہایت محدود اور کمزور رہی۔ ۱۸۶۰ء کے بعد مسلمانوں نے ایک بار پھر اپنی بکھری ہوئی طاقت وہمت کو یکجا کیا اور اپنی صحافت کو نئے سرے سے مستحکم کرنے کی جدوجہد کا آغاز کیا۔ نتیجے میں ایک کے بعد ایک اخبار اور رسالہ نکلنا شروع ہوئے، یہاں تک کے اس صدی کے آخر تک مسلم صحافت کی آواز موثر اور مضبوط ہوکر آزادیِ وطن کے احتجاجوں اور نعروں میں تبدیل ہوگئی۔

تاریخی ادوار کے حساب سے مسلم صحافت کے دوسرے دور کا آغاز ۱۸۵۸ء سے ہوتا ہے، اس دور میں ۱۹۰۰ء تک سینکڑوں مسلم اخبارات ورسائل منظر عام پر آئے، لیکن مورخین اور صحافتی تحقیق کاروں کے مطابق اپنے مشمولات، اسلوب، پیش کش اور ذہن سازی کی وجہ سے جو مقبولیت اور شہرت سرسید احمد خاں (۱۸۱۷ء/ ۱۸۹۸ء) کے اخبار اور رسالے کو ملی وہ کسی

دوسرے کے حصے میں نہ آسکی۔سرسید کی مقبول اور موثر صحافت (قطع نظر اُن کے نظریات وعقائد) کی وجہ سے ہی محققین نے مسلم صحافت کے دوسرے دور کے باقاعدہ آغاز کا سہرا ان کے سر باندھا ہے۔انہوں نے علی گڑھ سے ۱۸۶۶ء میں ہفت روزہ ''سائنٹفک سوسائٹی'' جاری کیا، جو بعد میں ''علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ'' کے نام سے بھی مشہور ہوا۔یہ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا تھا تاکہ انگریزوں اور ہندوستانیوں بالخصوص مسلمانوں کو متوجہ اور متاثر کرسکے۔

مسلم صحافت کے پہلے دور کی طرح دوسرے دور میں بھی مذہبی صحافت کا نام ونشان نظر نہیں آتا،سوائے اس کے کہ کچھ اخبارات ورسائل کبھی کسی شمارے میں مذہبی اور اسلامی مضامین شائع کردیا کرتے تھے۔سرسید کے اخبار کے علاوہ دوسرے دور کی پوری مسلم صحافت پہلے پہل صحافت برائے صحافت پر عامل رہی،لیکن اپنے اخیر دور میں اس کی پوری توجہ آزادی وطن کی جدوجہد پر مرکوز ہوگئی۔

تیسرا دور

مسلم صحافت کا تیسرا دور ۱۹۰۱ء سے شروع ہوکر ۱۹۴۷ء میں آزادی اور تقسیم ہند پر ختم ہوتا ہے۔اس دور کو مسلم صحافت کا سب سے تابناک اور زریں دور کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔اس دور میں مسلم صحافت ایک نئے مگر زیادہ بامقصد اور موثر دور میں داخل ہوگئی،جس میں مصلحتوں،مصالحتوں اور خوشامدانہ لہجوں کی گنجائش نہیں تھی۔اس وقت مسلم صحافت کی جو نئی صورت حال تھی اس میں جوش،جذبہ،توانائی،بغاوت،مبارزت طلبی،جرات وبے خوفی تھی۔مسلم صحافت کی اس نئی طرز کی قیادت مولانا ظفر علی خان،مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ابوالکلام آزاد کررہے تھے۔

اول الذکر نے زمیندار (۱۹۰۳ء)،ثانی الذکر نے کامریڈ (۱۹۱۱ء)،ہمدرد (۱۹۱۳ء) اور موخر الذکر نے الہلال (۱۹۱۲ء) کے ذریعے مسلمانوں میں اپنے حقوق کی بازیابی،آزادیٔ وطن کی جدوجہد اور مذہبی تحفظات کی جو روح پھونکی،وہ آزادی ہند پر جاکر ختم ہوئی۔اس جرات وبے خوفی کی وجہ سے انہیں ناقابل برداشت اذیتوں اور مشکلات کا بھی سامنا رہا،سالہا سال نظر بندی اور قید وبند میں زندگی گزارے،متعدد بار چھاپہ خانے اور ضمانتیں ضبط کی گئیں اور مختلف نوعیت کی سزائیں دی گئیں۔آخر مسلسل ضمانتوں،ضبطیوں اور نظر بندیوں کے پیش نظر مولانا ظفر علی خان کا زمیندار ۱۹۱۳ء میں،مولانا محمد علی جوہر کا کامریڈ ۱۹۱۴ء اور ہمدرد ۱۹۱۵ء میں اور مولانا آزاد کا الہلال ۱۹۱۴ء میں بند ہوگیا۔کچھ عرصے کے بعد ہمدرد اور الہلال دوبارہ جاری کیے گئے،لیکن ہمدرد ۱۹۲۹ء اور الہلال ۱۹۲۷ء میں پھر بند ہوگیا۔مذکورہ تینوں شخصیات کی صحافت سے عملی طور پر دستبرداری کے بعد گو کہ مسلم صحافت کا وہ رنگ ڈھنگ نہیں رہا،لیکن ان تینوں نے مسلم صحافت کو جو نیا عنوان اور ولولہ دیا تھا اس نے برصغیر میں مسلم صحافت کو زندہ رہنے کا حوصلہ دے دیا،جس کے سہارے ۱۹۴۷ء تک سیکڑوں اخبارات ورسائل نکلتے رہے اور اپنی اپنی سطح پر صحافتی ذمہ داریاں پوری کرتے رہے۔مسلم صحافت کے اسی دور میں صحافت میں جذبات نگاری کی بنیاد پڑی،عالم اسلام کے مسائل اٹھانے کی وجہ سے برصغیر کے مسلمانوں کا اسلامی دنیا سے ایک نیا رشتہ قائم ہوا،چونکا دینے والی زبان فروغ پائی،صحافت میں تاجرانہ رنگ آیا،ہفت روزہ اخبارات کثرت سے روزناموں میں تبدیل ہوئے،صحافت کا دائرہ اثر بہت وسیع ہوگیا اور سب سے اہم بات یہ کہ مسلم صحافت عوام کی

ترجمان بن گئی، جس کی وجہ سے اخبارات کی سرکولیشن میں بے پناہ اضافہ ہوا اور ان کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی۔

مسلم صحافت کے اس انقلابی عہد میں اگر مذہبی صحافت کی بات کی جائے تو بیسویں صدی کے آغاز سے مذہبی صحافت کا باقاعدہ اجرا اور برصغیر کے مختلف خطوں سے اس کی اشاعتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اس عرصے میں ۱۹۴۷ء تک تقریباً ڈیڑھ سو مذہبی رسائل وجرائد کا سراغ ملتا ہے۔ اس دور کے مشہور مذہبی ماہنامہ رسائل میں ''ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، زیرادارت مولانا سید سلیمان ندویؒ''...... ''ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، زیرادارت: مولانا محمد منظور نعمانیؒ''...... ''ماہنامہ برہان دہلی، زیرادارت: مولانا سعید احمد اکبرآبادیؒ''......شامل ہیں۔ جہاں تک اس دور کی مذہبی صحافت کی افادیت کا تعلق ہے، اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اس عرصہ میں نکلنے والے ڈیڑھ سو رسائل کی فہرست میں ایسے کئی رسائل اور مجلّات سامنے آئے جو اپنے اپنے حلقوں میں مسلمانوں کی دینی و شرعی رہنمائی کا ذریعہ بنے، نیز ان کے ذریعے بالواسطہ اردو زبان کا فروغ بھی ہوا، کیونکہ اس دور میں فارسی زبان عملی طور پر ختم ہو چکی تھی اور جتنے بھی رسائل وجرائد منظرعام پر آرہے تھے وہ سب کے سب اردو میں تھے۔

چوتھا دور

آزادی ہند کے بعد مسلم صحافت کا چوتھا اور آخری دور ۱۹۴۸ء سے شروع ہوا اور آج (۲۰۱۶ء) تک جاری ہے، اس دور میں سینکڑوں اخبارات اور رسائل وجرائد منصۂ شہود پر آئے۔ خصوصاً رسائل وجرائد کا تناسب گذشتہ ادوار کے مقابلے میں اس دور میں نمایاں رہا...... یوں تو دنیا بھر میں مختلف موضوعات پر مختلف اداروں اور اکیڈمیوں کی طرف سے ماہنامے شائع ہوتے ہیں، جن میں دینی رسائل کا حلقہ قارئین وسیع ہے، خصوصاً مملکت پاکستان میں دینی رسائل کی تعداد کا تناسب غالباً دنیا بھر سے زیادہ ہے...... مختلف اداروں، مدارس اور شخصیات کے زیرنگرانی شائع ہونے والے یہ رسائل وجرائد جہاں اپنے مسلک اور ادارے کی ترجمانی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں وہیں اپنے اپنے انداز میں قلم کے ذریعہ دعوت دین کا فریضہ بھی سرانجام دے رہے ہیں اور اپنے اپنے مقاصد واہداف کے حصول کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

ماہنامہ وفاق المدارس

وفاق المدارس دینی مدارس کا ایک اجتماعی بورڈ ہے جس کا قیام وقت کی ضرورت اور حالات کی نزاکت کے پیش نظر ۱۴، ۱۵، ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ، ۱۹، ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو اکابر علماء کی مشاورت اور زیرسرپرستی عمل میں آیا۔ ''وفاق'' کے قیام کے بعد ہی وفاق سے متعلق خبروں کی نشرواشاعت کے لیے ایک رسالہ کی ضرورت اور اس کے اجراء کے فیصلے پر غور کیا گیا لیکن بعض وجوہات کی بناپر اس فیصلے پر عمل درآمد نہ ہوسکا، ۱۹۵۹ء کی مجلس عاملہ کی روداد ملاحظہ ہو:

> ''نشرواشاعت کے ذرائع پر غور یعنی کسی ماہنامہ ورسالہ کے اجراء کے بارے میں طے پایا کہ سردست وفاق کی طرف سے کسی ہفتہ وار رسالہ یا ماہنامہ کے اجراء کی ضرورت نہیں۔
> مندرجہ ذیل موجودہ ہفتہ وار رسائل اور ماہنامہ جو ہم خیال ہیں ان سے تعاون کی اپیل کی جائے اور ان کے ذریعے ہی وفاق کی نشرواشاعت کی جائے:

(۱)...... ہفتہ وار رسائل:...... خدام الدین۔ ترجمان اسلام۔ پیام اسلام (لاہور)۔ پیام سرحد پشاور۔ جمہوریت پشاور۔ تعمیر قوم۔

(۲)...... ماہنامہ:...... الصدیق ملتان۔ دعوت لاہور۔ الفاروق سرگودھا۔ پیامِ مشرق لاہور۔ مقام رسالت۔ کاروان کراچی وغیرہ۔

(اجلاس عاملہ ۱۵،۱۶ جمادی الاخری ۱۳۷۹ھ، ۱۶،۱۷ دسمبر ۱۹۵۹ء)

اس کے بعد دوبارہ تجویز پیش کی گئی، لیکن بوجوہ اس پر عمل درآمد نہ ہو سکا، ملاحظہ ہو:

''...... عربی مجلّہ، وسائل نہ ہونے کی وجہ سے تاحال جاری نہ کیا جاسکا۔ مولانا اسعد تھانوی صاحب نے تجویز پیش کی کہ وفاق کا پندرہ روزہ یا ماہانہ خبر نامہ جاری کیا جائے۔ اس تجویز کو سراہا گیا اور فیصلہ کیا گیا اس پر عملدرآمد کرنے کیلئے ہر ممکن کوشش کی جائے اور ناظم اعلیٰ صاحب اس کے عملی اقدامات کے انتظامات فرمائیں گے۔''

(اجلاس عاملہ یکم جمادی الاخری ۱۴۰۲ھ، ۲۷ مارچ ۱۹۸۲ء)

لیکن بالآخر مجلس عاملہ کے اراکین نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے وفاق المدارس کی طرف سے مجلّہ کی اشاعت کو ضروری قرار دیا اور سن ۲۰۰۰ء میں ایک قرارداد پیش کی گئی، جس کی روشنی میں وفاق کے ترجمان کی حیثیت سے ایک رسالہ کے اجراء کا فیصلہ کیا گیا، ملاحظہ ہو:

''وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے فیصلوں سے تمام مدارس کو بالتفصیل اور بروقت آگاہی کے لئے ''وفاق المدارس'' کے ترجمان کی حیثیت سے ایک سہ ماہی مجلّہ ''وفاق'' کے اجراء کا متفقہ فیصلہ کیا گیا۔ جس میں ''وفاق'' کی جانب سے مختلف اعلانات کے علاوہ دینی علوم کی اہمیت، طریقہ تدریس اور دیگر علمی موضوعات پر مضامین شائع ہوں گے۔ دیگر تفصیلات حضرت صدر وفاق اور حضرت ناظم اعلیٰ طے کریں گے۔''

(اجلاس عاملہ ۳ جمادی الاخری ۱۴۲۱ھ، ۴ ستمبر ۲۰۰۰ء)

چنانچہ اس فیصلے کی روشنی میں ''سہاہی وفاق'' کے نام سے رسالہ کا اجرا کیا گیا، جس کی ادارت ممتاز مصنف وادیب مولانا ابن الحسن عباسی صاحب کے سپرد کی گئی...... اس کا پہلا شمارہ رجب، شعبان، رمضان ۱۴۲۱ھ میں شائع ہوا، لیکن بعد میں ضرورت محسوس کرتے ہوئے اس کو سہائی سے ماہنامہ کر دیا گیا، چنانچہ چودہ شماروں کے بعد محرم الحرام ۱۴۲۵ھ سے یہ بطور ماہنامہ شائع ہونے لگا۔

صدر وفاق حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ ماہنامہ وفاق کے اجرا اور مقاصد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''...... اور چونکہ یہ (وفاق المدارس) بالکل غیر سیاسی ادارہ ہے، اس لیے اخبارات اور ملکی ذرائع ابلاغ میں اس کے افعال کو وہ کوریج نہیں دی جاتی جس سے ملحقہ مدارس آگاہ ہو سکیں، اس لیے

وفاق المدارس کی مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس ۳ جمادی الاخری ۱۴۲۱ھ، ۴ ستمبر ۲۰۰۰ء میں یہ فیصلہ کیا کہ وفاق کا ایک رسالہ نکالا جائے جس کے ذریعہ وفاق کی کارکردگی سے تمام مدارس کو آگاہ کیا جائے......" (سہ ماہی وفاق ملتان: جلد ا، شمارہ ا)

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب لکھتے ہیں:

"وفاق المدارس" نے تحفظ دین کی اپنی تحریک کو مزید موثر و کامیاب بنانے کے لیے وفاق المدارس کے ترجمان سہ ماہی وفاق کے اجراء کا فیصلہ کیا ہے، یہ مجلّہ ان شاء اللہ مدارس دینیہ کے درمیان رابطہ کے مزید فروغ اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں بھرپور کردار ادا کرے گا۔ سہ ماہی وفاق کی بدولت ان شاء اللہ قارئین تک وفاق المدارس کی خدمات، تحفظ مدارس دینیہ میں اس کے فعال کردار اور ان مدارس کے دفاع کے لیے اس کی کارکردگی کی تفصیلات بروقت پہنچتی رہیں گی، اسی طرح اکابر علماء و اسلافِ امت کے اصلاحی و دینی مضامین اور وفاق المدارس کے ریکارڈ میں محفوظ دینی مدارس اور اسلامی علوم کی نشر و اشاعت کے متعلق اکابر علماء کے غیر مطبوعہ مضامین و ہدایات بھی اس رسالے کی زینت ہوں گے، سہ ماہی وفاق میں ان شاء اللہ وفاق المدارس کے نتائج امتحانات اور امتحانات سے متعلق دیگر امور کی تفصیلات بھی باقاعدگی سے شائع ہوں گی"۔ (سہ ماہی وفاق ملتان: جلد ا، شمارہ ا)

☆......☆......☆

ماہنامہ وفاق المدارس کی پالیسی سے متعلق ہدایات

ماہنامہ وفاق المدارس چونکہ ایک تعلیمی بورڈ کا ترجمان رسالہ ہے، اس کی پالیسی سے متعلق جو ہدایات وضع کی گئیں وہ ذیل میں پیش ہیں:

(۱)...... ماہنامہ وفاق المدارس میں وفاق کی کارکردگی سے متعلق مضامین، خبریں اور رپورٹیں شائع کی جائیں۔ اکابرین وفاق کے سرکاری و غیر سرکاری شخصیات سے جو مذاکرات ہوتے ہیں، ان کی تفصیلات سے مدارس کو آگاہ کیا جائے۔

(۲)...... رسالہ میں وفاق المدارس کی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کے اجلاسوں کے حتمی فیصلوں اور ان کی روداد شائع کی جائیں۔

(۳)...... امتحانات اور دیگر تعلیمی امور سے متعلق اعلانات بھی ماہنامہ وفاق میں پابندی کے ساتھ شائع کیے جائیں۔

(۴)...... قومی اخبارات اور رسائل میں مدارس کی اہمیت اور حمایت میں لکھے جانے والے مضامین کو بطورِ خاص شائع کیا جانا چاہیے۔ مدارس کے خلاف جو پروپیگنڈا جاری ہے، اس کا مدلل جواب بھی شائع ہونا چاہیے۔

(۵)...... "ارشاداتِ اکابر" کے عنوان سے اکابر علمائے دیو بند کے مضامین اور مقالات بھی وقتاً فوقتاً شائع کیے جانے چاہئیں، لیکن ان میں کوئی بات ایسی نہیں آنی چاہیے جو علمائے دیو بند کے درمیان مختلف فیہ ہو۔

(۶)......حتی الامکان ہر شمارے میں اسلامی علوم کے مصادر و مراجع میں سے کسی ایک کتاب کا تفصیلی تعارف شائع کیا جانا چاہیے۔

(۷)......درس و تدریس اور تعلیم و تربیت سے متعلق تاریخی اور علمی مضامین کی اشاعت کا خاص اہتمام ہونا چاہیے۔

(۸)......''وفیات'' کے عنوان سے ممتاز علمائے کرام، مشائخ اور مدرسین و اساتذہ کی وفات پر تعزیتی شذرات اور ان کے سوانح سے متعلق مستند مضامین شائع ہونے چاہیں۔

(۹)......تازہ مطبوعات اور جدید کتابوں پر تبصرہ اور تعارف مستقل کالم کی صورت میں پابندی کے ساتھ شائع کیا جا سکتا ہے، اس میں بھی کوئی بات ایسی نہیں آنی چاہیے جو علماء دیوبند کے درمیان مختلف فیہ ہو۔

(۱۰)......بین الاقوامی یا ملکی اور قومی سطح پر بعض تازہ موضوعات پر بھی کبھی کبھار اہم مضامین شائع ہونے چاہییں، اس میں بھی کوئی بات ایسی نہیں آنی چاہیے جو علماء دیوبند کے درمیان مختلف فیہ ہو۔

(۱۱)......ماہنامہ وفاق المدارس میں مختلف سیاسی جماعتوں یا گروپوں یا شخصیات میں سے کسی کی حمایت یا مخالفت نہیں کی جائے گی، وفاق المدارس چونکہ ایک خالص تعلیمی و تربیتی بورڈ ہے اس لئے اس کے ترجمان ماہنامے کی پالیسی اس کی اجازت نہیں دیتی۔

(۱۲)...... ہر شمارے کے محتویات و مشتملات کی توثیق جناب ناظم اعلیٰ وفاق سے یا ان کے نامزد کردہ کسی ذمہ دار سے کرالی جائے۔

(۱۳)......''یادِ رفتگان'' کے عنوان سے اکابرینؒ کے حالات بھی شائع ہونے چاہیں۔

(اجلاس عاملہ ۲۲ شوال، ۱۴۳۲ھ، ۲۱ ستمبر ۲۰۱۱ء)

چنانچہ اس طے شدہ پالیسی کی روشنی میں ماہنامہ وفاق میں ابتدا سے قارئین کی دل چسپی اور علم دوستی کے پیش نظر ایسے مضامین و مقالات شائع ہوتے رہے ہیں جو نہ صرف قارئین کے علم میں اضافے کا موجب ہوتے ہیں بلکہ ان کی روحانی، اخلاقی تربیت کا وافر سامان بھی مہیا کرتے ہیں۔ ماہنامہ وفاق میں درج ذیل موضوعات پر مختلف عنوانات کے تحت کئی مضامین شائع ہوتے رہے ہیں......قارئین کی دل چسپی کے پیش نظر صرف موضوعات کے ذکر پر اکتفاء کیا جا رہا ہے۔

نوٹ:......تفصیلی فہرست جاننے کے لیے ماہنامہ وفاق المدارس کا 15 سالہ اشاریہ دیکھیے، جو زیر ترتیب ہے۔

ماہنامہ وفاق المدارس میں شائع ہونے والے مستقل سلسلے

(۱)......صدائے وفاق

اس عنوان کے تحت حضرت صدر وفاق کے مقالات و مضامین کو شائع کیا جاتا ہے، ان میں مدارس، ان کا نظم و نسق، تعلیم و تربیت، وفاق المدارس کی کارکردگی، تحفظ مدارس کے لیے وفاق المدارس کا کردار، مختلف مواقع پر اربابِ اقتدار سے مذاکرات وغیرہ کے علاوہ عام دینی و اصلاحی موضوعات کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

(۲)......مقالات ومضامین

اس عنوان کے تحت مختلف قلم کاروں کے مختلف موضوعات (مذہبی، اصلاحی، تعلیمی، تدریسی، علمی وتحقیقی، ادبی، دینی مدارس، ملکی حالات، سیاسی اتار چڑھاؤ اور حالات حاضرہ......وغیرہ) پر لکھے گئے مضامین کو شائع کیا جاتا ہے۔اسی عنوان کے تحت ناظم اعلیٰ وفاق المدارس کی تحریرات کو بھی شائع کیا جاتا ہے، جو اکثر وبیشتر دینی مدارس کا تعارف، اس کے دفاع، وفاق المدارس کا کردار، مختلف محاذ پر حکمرانوں سے مذاکرات کے سلسلے میں لکھی جاتی ہیں۔

(۳)......کرنیں: مدیر وفاق المدارس کے قلم سے لکھے گئے اداریے۔(۴)......وہ کتابیں اپنے آباء کی: تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت، اسماء الرجال......وغیرہ، موضوعات پر لکھی گئی کتب کا تعارف۔(۵)......ارشادات اکابر: اس عنوان کے تحت اکابر علماء کے مضامین، نصائح اور ملفوظات وغیرہ کو شائع کیا جاتا ہے۔(۶)......کارکردگی وفاق: مجلس شوریٰ و عاملہ کے اجلاسوں کی کارروائیاں، سالانہ وضمنی نتائج کا اعلان، وفاق کی طرف سے جاری کردہ مختلف ہدایات واعلانات، نیز وفاق المدارس سے متعلق مختلف معلومات۔(۷)......اخبار الوفاق: اس عنوان کے تحت ارباب وفاق کی ماہانہ مصروفیات اور وفاق المدارس سے متعلق اہم خبروں کو شائع کیا جاتا ہے۔(۸)......پریس ریلیز: مختلف دینی اور قومی ایشوز پر ارباب وفاق کی جانب سے جاری کردہ پریس ریلیز۔(۹)......وفیات: علمائے اہل حق کی وفات اور دیگر سانحات میں جاں بحق ہونے والوں پر لکھے جانے والے تعزیتی شذرے۔(۱۰)......تعارف وتبصرہ: نئی طبع شدہ کتب پر تعارف و تبصرہ۔(۱۱)......تعلیم وتعلم: اس عنوان کے تحت درس وتدریس، دینی مدارس کا نظم ونسق، حصول علم کا طریقہ کار وغیرہ موضوعات پر مشتمل مضامین کو شائع کیا جاتا ہے۔(۱۲)......عالم ناتمام: اس عنوان کے تحت اسلامی ممالک میں سے کسی ایک ملک کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

ماہنامہ وفاق المدارس کے مضامین کتابی صورتوں میں

(۱)......"صدائے وفاق" صدر وفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان کے ماہنامہ وفاق میں لکھے گئے مضامین کا مجموعہ۔

(۲)......"دینی مدارس کا مقدمہ" ناظم اعلیٰ وفاق المدارس حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب کی تحریروں کا مجموعہ۔

(۳)......"وہ کتابیں اپنے آباء کی" اس عنوان کے تحت شائع ہونے والے مختلف مقالات میں سے "تفسیر اور اسماء الرجال" کے مقالات کا مجموعہ۔ جب کہ کتب فقہ پر لکھے گئے مقالات کا مجموعہ زیر ترتیب ہے۔

(۴)......مدیر ماہنامہ وفاق المدارس مولانا ابن الحسن عباسی صاحب کے مضامین کا مجموعہ بنام "کرنیں" اور "داستان کہتے کہتے" شائع ہو چکا ہے۔

☆......☆......☆

ماہنامہ وفاق المدارس میں گذشتہ پندرہ سالوں میں مختلف موضوعات پر نہایت اہم اور مفید تحریریں شائع ہوئی ہیں جنہیں ہر طبقہ میں پسند کیا گیا......آئندہ صفحات میں دینی مدارس کے حوالے سے لکھی گئیں چند تحریرات کا انتخاب پیش خدمت ہے۔

دینی مدارس کی تاریخ

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ
بانی جامعہ حقانیہ ساہیوال، سرگودھا

قال النبی ﷺ انما بعثت معلماً

ترجمہ: میں تو صرف معلم واستاذ کی حیثیت سے آیا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد بالا سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دنیا میں آپ کی تشریف آوری کا مقصد انسانی دل ودماغ میں ایسی دینی تعلیم کی روشنی پیدا کرنا ہے جس کے ذریعے انسان اپنے مالک حقیقی خداوند عالم کی مرضی کے موافق زندگی بسر کر سکے اور وہ تعلیم انفرادی، اجتماعی، دنیاوی اور اخروی تمام حالات میں اس کی رہنمائی اور ہدایت کر سکے، اسلامی تعلیم کی اس ہمہ گیر جامعیت کے پیش نظر فطری اور طبعی طور پر اسلام میں تعلیم وتعلم (علم سیکھنے اور سکھانے) کو جتنی اہمیت حاصل ہے اتنی کسی مذہب میں نہیں ہے۔ اس اہمیت کا اندازہ لگانے کے لیے اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر حکومت اسلامیہ کے ترقی اور عروج کے زمانے تک کے عام مسلمانوں کی اسلامی تعلیم کے ساتھ دلچسپی اور وابستگی کے چیدہ چیدہ مختصر حالات اور امراء اور احکامِ اسلام کی علوم دینیہ کے اندر سعی اور کوشش کے چند واقعات پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

عہد رسالت اور مکی زندگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد کی بارہ سالہ مکی زندگی میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور مددگارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رات دن حوادث وافکار کا ہجوم رہتا تھا، لیکن اس آزمائشی دور میں بھی جس قدر پُرسکون لمحے مسلمانوں کو مل جاتے تھے ان میں بھی وہ قرآن پاک کی خصوصی تعلیم کا اہتمام کیا کرتے تھے، اس دور کے ایسے تمام مقامات کو جن میں مسلمانوں نے خواہ تھوڑے عرصے کے لئے ہو بیٹھ کر پڑھنے کا انتظام کیا تھا، ہم ان کو ''دینی مدرسہ'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

مدرسہ صحنِ ابی بکر رضی اللہ عنہ

سب سے پہلے جس مقام کو ہم اس دور میں تعلیم کا مرکز کہہ سکتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وہ چبوترہ ہے جو آپ کے گھر کے سامنے تھا، جس پر آپ نماز وقرآن پڑھا کرتے تھے اور کفار کے لڑکے اور عورتیں آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور قرآن کو سنتے تھے، یہ بات کفار کو ناگوار ہوئی اور انہوں نے صدیق اکبرؓ کو اس چبوترے کے چھوڑنے پر مجبور کیا۔ (بخاری، کتاب بدء الخلق)

مدرسہ دارِارقم

مکی زندگی میں خاص ایسی جگہ جس میں مسلمان تعلیم کے لیے بلا روک ٹوک آتے جاتے ہوں اور اس میں طلباء کے لیے کھانے پینے اور خورد ونوش اور قیام کا انتظام ہو، اس پریشانی کے دور میں بظاہر اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا تھا، مگر حیرت کی کوئی انتہاء نہیں رہتی جب ہم ارباب تاریخ وسیر کی دارارقم کے متعلق بتائی ہوئی تفصیلات کو دیکھتے اور پڑھتے ہیں۔ یہ مقام کوہِ صفا کے دامن میں تھا، جس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً چالیس صحابہ کرامؓ کے ساتھ قیام پذیر تھے، جن میں مرد اور عورتیں سب ہی شامل تھے، اس گھر کے قیام کے زمانے میں حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس مکان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرامؓ کے قیام پذیر تھے اور باقاعدہ تعلیم وتعلم میں مشغول رہے، حضرت ابوبکر، حضرت حمزہ، حضرت علی رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ اس مکان میں رہتے تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تعلیمی مشغلہ جاری تھا۔ اس مدرسہ دارِارقم کے نظام پر حضرت عمرؓ کے بیان سے بھی روشنی پڑتی ہے، ان کے فرمان کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

> ”مسلمان ہونے والوں کو ایک ایک دو دو کر کے رسول ﷺ کسی صاحب حیثیت کے پاس بھیج دیتے تھے اور یہ لوگ اس کے پاس رہ کر کھانا کھاتے تھے، چنانچہ میرے بہنوئی کے گھر بھی دو آدمی موجود تھے، ایک خباب بن ارت تھے، خباب میرے بہنوئی اور بہن کے پاس جاجا کر قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ یہ مدرسہ دارارقم حضرت عثمان بن ارقع کے مکان میں تھا، یہ مکان اس زمانے میں دارارقم کے بجائے اسلام کا مرکزی تعلیمی مقام ہونے کی وجہ سے دارالاسلام کے نام سے مشہور ہوگیا تھا“۔ (سیرت حلبیہ)

اسلام کے ابتدائی دور کے اس مختصر مدرسے کا نظام ناظرین کرام کے سامنے ہے کہ:

(۱)......طلباء کی تعداد چالیس کے لگ بھگ تھی۔ (۲)......یہی جگہ پڑھنے کی بھی تھی اور رہائش کی بھی۔

(۳)......طعام کا انتظام یہ تھا کہ طلباء مالدار صحابہ کے گھروں پر بطور وظیفہ کے کھانا کھایا کرتے تھے۔

اس ابتلاء وآزمائش کے زمانہ میں تعلیم کے اس قدر انتظام اور اہتمام سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اسلام میں تعلیمی مراکز اور مدارس دینیہ کے قیام کی کتنی ضرورت واہمیت ہے۔

مدرسہ شعب ابی طالب ومدرسہ بیت فاطمہ

اس کے علاوہ مکہ معظّمہ میں ہجرت سے قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی اور بہن کے مکان پر خباب بن ارت کے قرآن پڑھانے کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ نیز ”مدرسہ بیت فاطمہ اور مدرسہ شعب ابی طالب“ (جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مع اپنے ساتھیوں کے ۷ نبوی سے لے کر ۱۰ نبوی تک قریش مکہ کے ظالمانہ مقاطعہ کرنے کی وجہ سے تین سال کا زمانہ اسارت گزارا ہے) میں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا، اس کے نتیجے میں فضلائے مکہ کی ایک جماعت تیار ہوگئی اور دوسرے مقامات پر بھی وہ تعلیمی کام کرنے لگے۔

مدرسہ حبشہ

جب کفار کے ظلم وستم سے تنگ آ کر بعض صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی تو انہوں نے وہاں بھی تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری رکھا، اس کو ''مدرسہ ارضِ حبشہ'' کے نام سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

مدنی زندگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہجرت سے بھی پہلے تعلیم دینے کے لیے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ روانہ فرمایا، انہوں نے سعد بن ضرارہ کے مکان پر قرآن کا باقاعدہ سلسلہ جاری فرمایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معدودے چند کے علاوہ تقریباً تمام انصارِ مدینہ مسلمان ہوگئے اور اپنے بت توڑ دیے اور جب مصعب بن عمیرؓ مدینے سے لوٹ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان کا خطاب ''مقریٔ'' یعنی معلم پڑ چکا تھا۔ (جمع الفوائد)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلے مقریٔ (استاد) کا لقب حضرت مصعب کے نصیب میں تھا جس سے وہ معزز ہوئے اور انصارِ مدینہ کی مسجد بنی زریق میں حضرت رافع بن مالکؓ اور بنی بیاضہ میں حضرت سعد بن ضرارہؓ پڑھایا کرتے تھے اور دارِ سعد بن خیثمہ نیز بنو نجار، بنو عبد الاشہل، بنو ظفر اور بنو عمرو بن عوف وغیرہم کے محلوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ہی تعلیمی مراکز اور مدارس قائم ہو چکے تھے۔

مدرسہ قبا

مدرسہ قبا کا تو ایک مستقل نظام تھا، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ہی قائم ہو چکا تھا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے پہلے ہی صحابہ کرام کی ہجرت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور مہاجرین عموماً قبا میں ہی قیام پذیر ہوتے تھے۔

مدرسہ صفہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی اور حجرہ شریفہ کی پشت پر جانب شمال باب جبرائیل اور باب النساء کے درمیان ایک وسیع چبوترہ ''دکۃ الاغوات'' کے نام سے موسوم تھا اس پر جو حضرات فروکش ہوتے تھے وہ ''اصحاب صفہ'' کہلاتے تھے اور یہی چبوترہ کبھی اصحاب صفہ کا ''صفہ'' تھا، یہاں پر طلبہ کا ہجوم رہتا بعض اوقات سینکڑوں کی تعداد ہو جاتی، تمام اصحابِ صفہ کی مجموعی تعداد چار سو تک پہنچتی ہے، مختلف اوقات میں اس صفہ کے طلبہ کی تعداد ستر، اسی تک پہنچ جاتی تھی۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو یہ کام سپرد تھا کہ جو امداد اصحاب ثروت کی طرف سے ان طلباء کے لیے آئے تو ان کی حفاظت کریں اور بحصہ مساوی تقسیم کریں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے ذمہ طعام کا انتظام ہوتا تھا۔ کھانے کے سلسلے میں ایسا ہوتا تھا کہ کھجوروں کے گچھے مال دار صحابہ بھیج دیا کرتے تھے اور بعض مال دار صحابہ ان کو اپنے ساتھ لے جاتے اور انہیں کھانا کھلا دیتے تھے، ان میں حضرت سعد بن عبادہؓ نہایت فیاضی سے کام لیتے تھے حتی کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اسی اسی طلبہ ان کے گھر جا کر

کھانا کھاتے تھے۔ (زرقانی)

جامعہ صفہ کے فاضلین قراء کہلاتے تھے۔ یہیں کے طلباء نے دنیا میں اسلام کے علوم کو پھیلایا اور وہی حضرات تعلیمی خدمات کے لیے بھیجے جاتے تھے۔ عہد رسالت میں جامعہ صفہ کے علاوہ مدینہ منورہ کے اندر دوسرے مدارس کا ذکر بھی علامہ سمہودی نے کیا ہے، بعض کا ذکر اوپر اجمالاً ہو چکا ہے۔

عہد خلافت راشدہ

عہد رسالت کے بعد خصوصیت سے حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں حجاز اور ہر اسلامی آبادی میں قرآن مجید کی تعلیم کے لیے مستقل حلقے اور مکاتب قائم فرمائے، حضرت ابوالدرداءؓ کو دمشق میں شام کی جامع مسجد میں قرآن پاک کی تعلیم کے لیے مقرر فرمایا، ایک مرتبہ طلباء کا شمار کرایا گیا تو معلوم ہوا کہ سولہ سو (1600) طالب علم ان کے حلقہ درس میں شریک ہیں۔ (طبقات القراء للذہبی: ۶۰۶) قرآن مجید کے ساتھ حضرت عمرؓ نے درس حدیث کے حلقے قائم فرمائے، اس کام کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایک گروہ کے ساتھ کوفہ اور معقل بن یسارؓ، عبداللہ بن معقلؓ اور عمران بن حصینؓ کو بصرہ اور عبادہ بن صامت اور ابودرداء رضی اللہ عنہم کو شام میں مقرر فرمایا اور لوگوں کو تاکید کی کہ ان سے علم حدیث کی تحصیل کریں۔ (ازالۃ الخفاء) علامہ ابن الجوزیؒ نے سیرۃ العمرین میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو مکاتب قائم کیے تھے، ان میں معلمین کی تنخواہیں مقرر تھیں اور ہر معلم کو پندرہ پندرہ درہم بیت المال سے ملتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ان مدارس کو اور زیادہ وسعت ہوئی اور تمام ممالک مفتوحہ میں جابجا مکاتب اور مدارس قائم ہو گئے۔

عہدِ خلفاء وامراء اسلام

عہد رسالت اور خلافت راشدہ کے بعد اسلامی آبادی اور فتوحات میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ تعلیمی مکاتب میں بھی ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ خلفاء اور امراء اور اربابِ ثروت نے اپنے گھروں میں بھی تعلیمی انتظام کیا اور کوئی قابل ذکر اسلامی آبادی ایسی نہیں ملتی جس میں درس وتدریس کا انتظام نہ ہو، تعلیم مفت ہوتی تھی، غریب طلبہ کے کھانے پینے اور لکھنے پڑھنے کی ضروریات بغیر کسی معاوضے کے پوری ہوتی تھیں۔ عہد قدیم کے علمی حلقوں کی اب دو علمی یادگاریں باقی ہیں: (۱)...... تیونس کی جامع زیتون ہے جو تیسری صدی ہجری میں قائم ہوئی، یہ درس گاہ اس زمانے کے عام طرز کے مطابق تیونس کی جامع اعظم میں قائم ہے اور شروع سے اب تک خاص عظمت وشہادت کی مالک ہے۔

(۲)...... مصر کی جامع ازہر ہے، یہ عظیم الشان جامع مسجد فاطمی سلاطینِ مصر کے زمانہ کی یادگار ہے، جامع ازہر کی تکمیل 361ھ میں ہوئی ہے مگر اس کی علمی زندگی کی ابتداء چوتھی صدی اواخر سے ہوئی ہے۔ مسجد کا وسیع صحن ہے اور اندرونی حصہ قدیم طرز کے علمی حلقوں کی درس گاہوں کے طور پر کام آتا ہے۔ جامع ازہر اسلامی دنیا کی سب سے بڑی اور قدیم یونی ورسٹی ہے، جو ایک ہزار سال سے جاری ہے اور آج جب کہ تقریباً تمام قدیم مدارس صفحہ ہستی سے محو ہو چکے ہیں، یہ یونی ورسٹی قدیم شان وشوکت کے ساتھ باقی ہے، دس پندرہ ہزار طلباء اس کے اندر تعلیم حاصل کرنے والے اور سینکڑوں اساتذہ اس میں تعلیم دینے کے لیے موجود رہتے ہیں۔

جامع ازہر کے مصارف واخراجات کے لیے مصر کے مختلف سلاطین نے جو جاگیریں وقف کی ہیں ان کی سالانہ آمدنی لاکھوں پونڈ ہے، ابھی قریبی زمانہ میں دوسری جنگ عظیم سے کچھ پہلے کی بات ہے کہ مصر کے سابق شاہ فاروق نے اپنی جیب خاص سے ساٹھ ہزار مصری پونڈ جامع ازہر کو عطیہ کئے تھے۔حکومت کی سرپرستی اوراوقاف کی آمدنی کی بدولت آج بھی یہ جامع ازہر اپنے اقتدار اور عظمت کے لحاظ سے اس درجہ اونچا اور بلند ہے کہ شیخ الازہر کے منصب کو مصر کی وزارت عظمیٰ سے بڑھ کر سمجھا جاتا ہے۔

علامہ مقریزی نے لکھا ہے کہ ''مدرسے کے بانی اول اہل نیشاپور ہیں، جہاں سب سے پہلے مدرسہ بیہقیہ کی بنیاد ڈالی گئی.(۳۶۲/۲)۔تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ''۴۱۰ھ میں سلطان محمود غزنویؒ نے اپنے پایہ تخت غزنی میں ایک جامع مسجد عروس الفلک کے نام سے تعمیر کرائی اوراس کے ساتھ ایک عظیم الشان مدرسہ بھی تعمیر کرایا تھا، مدرسے کے ساتھ کتب خانہ بھی تھا جو نادر الوجود کتابوں کے ساتھ معمور تھا، مسجد ومدرسہ کے اخراجات کے لئے سلطان نے بہت سے دیہات کی آمدنی وقف کی تھی''۔سلطان محمود کی اس مثال سے تھوڑے ہی دنوں میں غزنی کے اطراف وجنوب میں بے شمار مدارس قائم ہوگئے اور سلطان کے فرزند سلطان مسعود نے تو اپنے عہد سلطنت میں اس کثرت سے مدرسے قائم کئے کہ تاریخ فرشتہ کے بیان کے مطابق زبان ان کے شمار کرنے سے عاجز وقاصر ہے۔اسی زمانے میں ابن خلکان کی روایت کے مطابق علامہ ابواسحاق اسفرائنی (المتوفی ۴۱۸ھ) کے لیے نیشاپور میں ایک مدرسہ قائم ہوا۔

ان مدارس کے قیام کے کچھ عرصہ بعد دولت سلجوقیہ کے علم دوست وزیر نظام الملک طوسی (متوفی ۴۸۵ھ) نے نیشاپور اور بغداد میں دو دار العلوم قائم کیے، جن کو تاریخ کے اوراق میں ''نظامیہ'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔اس دار العلوم کے لیے جو بغداد میں ۴۵۹ھ میں قائم ہوا تھا چھ لاکھ دینار (تیس لاکھ روپے) کی گرانقدر رقم شاہی خزانے سے مقرر تھی اور نظام الملک نے خود اپنی جاگیر کا دسواں حصہ اس کے لیے وقف کردیا تھا، طلباء کے لیے وظائف کا انتظام کیا گیا اور اساتذہ کے لیے بیش قرار مشاہرے مقرر کیے گئے۔نظام الملک نے نہ صرف نیشاپور میں اور بغداد میں ہی دار العلوم قائم کیے بلکہ اس نے حکم دے دیا کہ ملک میں جس جگہ بھی کوئی ممتاز عالم موجود ہو وہاں اس کے لیے ایک مدرسہ اور مدرسہ کے ساتھ ایک کتب خانہ تعمیر کردیا جائے، چنانچہ اس زمانے میں ہزاروں مدارس اور کتب خانے قائم ہوئے، اس سے قبل سلطان محمود غزنوی اور اس کے بیٹے سلطان مسعود غزنوی نے اپنے اپنے عہد میں بکثرت مدارس قائم کیے تھے، نظامیہ کے قیام سے قبل بھی اس نیشاپور میں سعدیہ اور بیہقیہ نام کے دو بڑے دار العلوم موجود تھے۔سعدیہ سلطان محمود غزنوی کے بھائی امیر نصر نے قائم کیا تھا، امام الحرمین (امام غزالیؒ کے استاد) نے بیہقیہ میں تعلیم پائی تھی، جب نظامیہ قائم ہوا تو امام الحرمین کو اس کا صدر بنادیا گیا۔

امام غزالیؒ جیسے یکتائے زمانہ نظامیہ کے خوشہ چینوں میں ہیں۔نظامیہ کے علاوہ بغداد میں تیس اور بڑے دار العلوم قائم تھے، جن کے متعلق علامہ ابن جریرؒ نے لکھا ہے کہ ''ہر مدرسہ بجائے خود ایک مستقل آبادی معلوم ہوتا تھا'' نظام الملک کے بعد خلیفہ مستنصر باللہ عباسی نے بغداد میں ۶۳۱ھ میں ایک دار العلوم المستنصر یہ کے نام سے قائم کیا۔طلباء کے قیام وطعام، کاغذ، قلم، دوات وغیرہ اشیاء بھی مدرسے سے ملتی تھیں، اس کے علاوہ ایک دینار (تقریباً ۵ روپے) ہر طالبعلم کو ماہانہ وظیفہ ملتا تھا، خلیفہ مستنصر باللہ

نے ان مصارف کے لیے جو وقف کیا تھا اس کی آمدنی آج کل کے حساب سے چار لاکھ روپے سالانہ بنتی ہے۔

ہندوستان

ہندوستان میں اسلامی حکومت کا مستقل قیام ساتویں صدی ہجری کے شروع میں قطب الدین ایبک (۶۰۲ھ / ۶۰۶ھ) سے شروع ہوتا ہے، اس پر بمشکل ایک صدی گزری تھی کہ ہندوستان علوم وفنون کا گہوارہ بن چکا تھا۔

علامہ مقریزی نے کتاب الخطط میں سلطان محمد تغلق کے زمانے کے دہلی کی نسبت لکھا ہے کہ "سلطان محمد تغلق کے عہد میں دہلی کے اندر ایک ہزار اسلامی مدارس قائم تھے، جن میں مدرسین کے لئے شاہی خزانے سے تنخواہیں مقرر تھیں، تعلیم اس قدر عام تھی کہ کنیزیں تک حافظ قرآن اور عالمہ ہوتی تھیں"۔

فیروز شاہ تغلق کے تعمیر کرائے ہوئے مدرسہ فیروز شاہی کے متعلق ضیاء برنی نے لکھا ہے: "مدرسہ کی عمارت نہایت وسیع ہے اور ایک بہت بڑے باغ کے اندر تالاب کے کنارے پر واقع ہے، ہر وقت سینکڑوں طلبہ، علماء وفضلاء یہاں موجود رہتے ہیں، باغ کے کنجوں میں سنگ مرمر کے فرش پر نہایت آزادی کے ساتھ علمی مشاغل میں منہمک نظر آتے ہیں"

عالم گیر اورنگزیب کے عہد کے متعلق ایک سیاح نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے: "سندھ کے مشہور شہر ٹھٹھہ میں مختلف علوم و فنون کے چار سو مدارس قائم تھے"۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں کہ "نواب نجیب الدولہ کی سرکار سے نو سو علماء کو وظائف ملتے تھے" (ملفوظات) روہیل کھنڈ جیسے غیر معروف خطے میں پانچ ہزار علماء مختلف مدارس میں درس دیتے تھے اور حافظ رحمت اللہ خان کی ریاست سے تنخواہ پاتے تھے۔

مختصر یہ کہ ہر زمانے میں مسلمانوں نے علم کی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور سلاطین وامراء بھی علمی فیاضی اور علماء وطلباء کی خدمت کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کو نجاتِ اخروی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ سلاطین وامراء کی طرف سے علماء و طلباء کے لیے جائیدادیں وقف تھیں، ان کی آمدنی ان کے خورد ونوش اور تعلیمی مصارف کے لیے کفیل تھی، اس طرح ابتدائی تعلیم سے لے کر اعلیٰ تعلیم تک تمام تعلیم عام اور مفت ہوتی تھی اور علماء وطلباء بھی اپنے اپنے متعلقین کے لئے کسب معاش سے مطمئن ہو کر فراغت وسکونِ خاطر کے ساتھ درس وتدریس میں مشغول رہتے تھے، نہ تو منتظمین مدارس کو چندوں کی اپیل کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی نہ ہی طلباء کو دست نگر سمجھ کر طالب علمی کو عزت نفس کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے آنے سے پہلے تک یہی نظام تعلیم جاری تھا، دہلی، آگرہ، لاہور، ملتان، جونپور، لکھنؤ، خیر آباد، پٹنہ، اجمیر، سورت، دکن، مدراس، بنگال اور گجرات وغیرہ کے بہت سے مقامات علم وفن کے مرکز تھے۔ صرف ایک صوبہ بنگال کے متعلق ایک انگریز مصنف کیری ہارڈی نے "میکس مولر" کے حوالے سے یہ کیفیت بیان کی ہے:

> "انگریزی عمل داری سے قبل بنگال میں اسی ہزار مدارس تھے، اس طرح چار سو آدمیوں پر ایک مدرسہ کا اوسط نکلتا تھا، اسی صوبہ بنگال میں سلاطین وامراء نے مدارس کے لیے جو جائیدادیں

وقف کی تھیں، ان اوقاف کا مجموعی رقبہ مسٹر جیمز گرانٹ کے مطابق بنگال کے چوتھائی رقبہ سے کم نہ تھا، اوقاف کے علاوہ سلاطین و امراء نقد وظائف کے ذریعہ سے اہل علم کی اعانت کرتے تھے۔ مدارس اور درس گاہوں کا ملک میں پھیلا ہوا یہ عظیم الشان سلسلہ کیوں کر ٹوٹا اور یہ مدارس و مکاتب کیوں تباہ ہو گئے، اس سوال کے جواب کے لیے بارہویں صدی ہجری اور اٹھارویں صدی عیسوی کی ہندوستانی سیاسی تاریخ کا جاننا ضروری ہے"۔

ہندوستانی سیاسی تاریخ

ایسٹ انڈیا کمپنی جو ابتداء میں صرف تجارتی اغراض و مقاصد لے کر ہندوستان میں داخل ہوئی تھی، 1857ء میں پلاسی کی مشہور جنگ نے اس کو ایک نئی اور زبردست طاقت میں بدل دیا، یہ نئی طاقت جس زمانے میں ظہور پذیر ہوئی اس وقت بدقسمتی سے مرکزی طاقت پارہ پارہ ہو چکی تھی اور ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا، ہندوستان کی اس سیاسی کمزوری سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا اور وہ آہستہ آہستہ اپنی دسیسہ کاریوں اور ریشہ دوانیوں سے ملک پر قابض ہوتی چلی گئی تا آنکہ انیسویں صدی کے اوائل تک پنجاب کے علاوہ پورے ہندوستان پر اپنا تسلط قائم کر لیا، پرانے قانون اور قدیم نظامِ تعلیم و تہذیب کو منسوخ کر دیا، جن قدیم مصارف کے لیے سلاطین و امراء نے طویل مدت سے بڑے بڑے اوقاف مقرر کیے تھے (جن کی کچھ تفصیل اوراقِ گذشتہ میں گزر چکی ہے) کمپنی کی حکومت نے ان تمام اوقاف کو ۱۸۳۸ء میں ضبط کر لیا۔ وظائف حکومت کی تبدیلی کے ساتھ ہی موقوف ہو چکے تھے، اس وقت تعلیم کا تمام تر دارومدار ان ہی اوقاف پر تھا جو اس مقصد کے لئے مخصوص کئے گئے تھے۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے جو بنگال میں ایک بڑے سول عہدے پر فائز تھا ۱۸۷۱ء میں "ہمارے ہندوستانی مسلمان" نامی کتاب لکھ کر اس سلسلے کی تاریخی حقائق کو سرکاری کاغذات سے واشگاف کیا ہے۔ ہنٹر لکھتا ہے کہ "صوبۂ بنگال پر جب ہم نے قبضہ کیا تو اس وقت کے قابل ترین افسر مال جیمز گرانٹ کا بیان ہے کہ اس وقت صوبے کی آمدنی کا تخمیناً ایک چوتھائی حصہ جو معافیات کا تھا حکومت کے ہاتھ میں نہیں تھا"۔

۱۷۷۲ء وارن ہسٹنگز نے اور ۱۷۹۲ء میں لارڈ کالونواس نے معافیات کی واپسی کی مہم شروع کی مگر ناکامی رہی۔ ۱۸۱۵ء میں حکومت نے اس معاملے کو زور سے اٹھایا مگر عمل کی جرات نہ ہو سکی، آخر ۱۸۳۸ء میں آٹھ لاکھ پونڈ کے خرچ سے مقدمات چلا کر ان معافیات اور اوقاف پر حکومت نے قبضہ پا لیا۔ صرف ان معافیات کی آمدنی سے حکومت کی آمدنی میں تین لاکھ پونڈ یعنی تقریباً ۴۵ لاکھ روپے کا اضافہ ہو گیا۔ اس کارروائی کا مسلمانوں کی علمی زندگی پر کیا اثر پڑا اس کی نسبت ہنٹر لکھتا ہے:

> "سینکڑوں پرانے خاندان تباہ ہو گئے اور مسلمانوں کا تعلیمی نظام جس کا دارومدار ان ہی معافیات پر تھا تہ و بالا ہو گیا، مسلمانوں کے تعلیمی ادارے اٹھارہ سال کی مسلسل لوٹ کھسوٹ کے بعد یک قلم مٹ گئے"۔

اندازہ کیجیے کہ جب ایک دور افتادہ صوبے بنگال میں جس کو اس زمانہ کے لحاظ سے کوئی خاص تعلیمی فوقیت اور مرکزیت

حاصل نہ تھی تعلیمی اخراجات کے لیے ۴۵ لاکھ روپے سالانہ آمدنی کے اوقاف میں موجود تھے تو ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں بالخصوص ان مقامات میں جن کو تعلیمی مرکزیت اور تفوق حاصل تھا کس قدر اوقاف ہوں گے۔

اوقاف کی ضبطی نے مسلمانوں کے تعلیمی نظام پر ایک ضرب کاری کا کام کیا، علماء اور اساتذہ جو اَب تک ان ہی اوقاف کی آمدنی کی بدولت فکر معاش سے مطمئن اور بے فکر ہو کر درس وتدریس میں مصروف تھے وہ منتشر اور پراگندہ ہو گئے، مدارس اور درس گاہوں میں سناٹا چھا گیا، چنانچہ برک اپنی اس یادداشت میں جو برطانوی پارلیمنٹ میں پیش کی گئی تھی لکھتا ہے:

> ''ان مقامات میں جہاں علم کا چرچا تھا اور جہاں دور دور سے طالب علم پڑھنے کے لئے آتے تھے آج وہاں علم کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا''۔

مگر ان حوادثاتِ زمانہ اور گردشِ ایام کے باوجود بھی ہندوستان میں کچھ ایسے سخت جان علماء موجود تھے جن کا علمی فیضان کسی مالی اعانت وامداد کا چنداں محتاج نہ تھا۔ دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ کا خاندان لکھنؤ میں ملا نظام الدین کا گھرانہ اور خیر آباد کا مشہور علمی خانوادہ سینکڑوں میں چند ممتاز مثالیں ہیں، ایسے حضرات ہر قسم کے حوادثات ومصائب کو برداشت کر کے اپنے کام میں مصروف اور علمی خدمت میں ہمہ تن لگے ہوئے تھے کہ ۱۸۵۷ء کی داروگیر کا قیامت خیز ہنگامہ پیش آ گیا، گنے چنے علماء جو باقی رہ گئے تھے ان پر برطانوی حکومت نے بغاوت کا جرم عائد کر دیا، ان میں سے بعض کو پھانسی دی گئی بعض کالے پانی بھیج دیئے گئے اور کسی کو جلاوطن کر دیا گیا، جو بچے ان میں سے اکثر ممالک اسلامیہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ جو اس وقت ولی اللہی مسندِ علم کے جانشین تھے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ ۱۸۳۸ء میں اوقاف کی ضبطی نے جو قدیم مدارس کو عظیم نقصان پہنچایا تھا انیس سال کے بعد ۱۸۵۷ء کے حادثے نے اس کی تکمیل کر دی، اب رہا سہا تعلیمی نظام بھی درہم برہم ہو گیا۔

قدیم مدارس اور مذہبی تعلیم کے ذرائع آمدنی اور اس کے متعلقہ لاکھوں روپیوں کے ان اوقاف کے تباہ اور برباد کرنے کے علاوہ (جن پر مذہبی تعلیم کا دارومدار تھا) کمپنی کی حکومت کے ۱۸۱۳ء کے ایک قانون کے ذریعہ یورپ کے پادریوں کو ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کے لیے مشن اسکول کھولنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ پادریوں کی سرگرمیاں جاری تھیں، مشن اسکول کھولے جا رہے تھے جن میں حصولِ تعلیم کے لئے سہولتیں مہیا کی جا رہی تھیں، کمپنی کے حکام پشت پناہ تھے اور ہر قسم کی امداد واعانت بہم پہنچاتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ملازمتوں کا لالچ تھا۔ دوسری طرف کمپنی کی اسکیم یہ تھی کہ ہندوستان کے بسنے والوں خصوصاً مسلمانوں کو مفلس بنا کر اور ملازمتوں کے حصول کی ترغیب دلا کر مشن اسکول میں تعلیم دلانے پر مجبور کر دیا جائے جو اس وقت عیسایت کی تبلیغ کے لیے سب سے بڑے ذریعے سمجھے جاتے تھے، اس راہ کی سب سے بڑی رکاوٹیں مسلمانوں کو علوم اور ان کا دینی شعور اور مذہبی شغف تھا۔

اس لئے ۱۸۳۵ء کا تعلیمی نظام مرتب کیا گیا جس کی روح لارڈ میکالے (جو کہ ۱۸۳۵ء کی تعلیمی کمیٹی کا صدر تھا) کے نزدیک یہ ہے، وہ لکھتا ہے:

''ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہمارے اور ہماری رعایا کے درمیان مترجم کا کام دے سکے، اور ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو، مگر مذاق، رائے اور الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو''۔

دارالعلوم دیوبند کا قیام

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کمپنی کی یہ اسکیم اور اس کا یہ نظامِ تعلیم مسلمانوں کی مذہبی زندگی، قومی روایات اور علوم فنون کے لئے سخت تباہ کن اور مہلک ترین حربہ تھا، اسی دوران ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ پیش آ گیا جس کی بے پناہ تباہ کاریوں اور ہولناکیوں نے دلوں کو ہیبت زدہ، دماغوں کو ماؤف اور روحوں کو پژمردہ اور پوری قوم کو مفلوج کردیا، حالت یہ ہوگئی کہ مسلمانوں کو ذرائع معاش سے یکسر محروم کردیا گیا، تعلیم سے بے رغبتی اور مذہب سے بیگانگی میں روز افزوں ترقی اور اضافہ ہو رہا تھا اور یہ وقت قریب تھا کہ علماء کی وہ نسل جو سابقہ درس گاہوں کی تعلیم یافتہ اور مذہبی شعور واحساس اپنے اندر رکھتی تھی رفتہ رفتہ ختم ہو جائے، ایسے حالات تھے جس کی وجہ سے ملک کے ارباب علم وفضل نے یہ محسوس کیا کہ سیاسی زوال وانحطاط اور حکومت سے محرومی کے ساتھ ساتھ اب مستقبل میں مسلمانوں کا علم، مذہب اور قومی زندگی بھی سخت خطرے میں ہے، ان کی دور بین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ فاتح قوم کے اثرات اور اس کے خصائص مفتوح قوم کے دل، دماغ اور علم وفکر پر اثر انداز ہو کر اس کے ملی شعائر، قومی خصائص اور فکر وعمل کی صلاحیتوں کو مٹا کر رکھ دیں گے، جس کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ وہ اسلامی روایات اور اسلامی طور وطریقہ سے نفرت کرنے لگے گی اور اس کے لیے صرف فاتح قوم کی نقالی اور کورانہ تقلید واتباع ہی سرمایہ افتخار واعزاز بن کر رہ جائے گی، اس وقت مذہبی تعلیم کے سوا اور کوئی چیز فائدہ مند اور کارگر نہیں تھی، جس سے اس خطرہ کا سد باب ہو سکے، یہی ایک ایسی چیز تھی جس کے ذریعے سے مسلمان اپنے مذہبی شعائر اور قومی خصائص کا تحفظ کر سکتے تھے، اور مغلوب ومحکوم ہونے کے باوجود بحیثیت مسلمان قوم کے زندہ رہ سکتے تھے، اسی لیے اس وقت علمائے کرام اور مذہبی رہنماؤں نے گرد وپیش کے غیر مساعد حالات اور زمانے کے دنیاوی تقاضوں سے بے نیاز ہو کر فاتح قوم کے ارادوں اور اسکیموں کے علی الرغم مسلمانوں کو اسلامی علوم وفنون کی طرف توجہ دلائی، جس کے ذریعے ان میں آئندہ مذہبی شعور کو برقرار رکھا جا سکتا تھا اور اس کے لیے قدیم مذہبی مدارس کی نشاۃ ثانیہ کو ضروری سمجھا گیا اور اس مقصد کے لیے مدارس عربیہ قائم کیے گئے۔

مدارس عربیہ کی نشاۃ ثانیہ کا یہ کام ایسے ماحول اور دور میں شروع ہوا جب کہ قومِ مسلم بحیثیت قوم مفلس ونادار اور حکومتِ متسلطہ کی دست نگر تھی، اور وہ تمام اوقاف وغیرہ پہلے ہی ضبط کر لیے گئے تھے جن پر دینی تعلیم کی کفالت کا مدار تھا، اسی مفلسی وناداری سے متاثر ہو کر بعض ہمدردانِ قوم نے محض دنیوی خیر خواہی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حکومت متسلطہ کی زبان اور علوم وفنون کے پڑھنے کو ضروری سمجھا تا کہ اس کے ذریعے سے ملک میں منصب وعہدے بھی حاصل کیے جا سکیں، اور اس سے معاشی ضروریات بھی پوری کی جا سکیں، اسی لیے انہوں نے لارڈ میکالے کی تجویز کردہ تعلیمی اسکیم کی ہم نوائی کرتے ہوئے ایسے اسکولوں اور کالجوں کی طرف رُخ کیا جن کی ڈگریوں اور سرٹیفکیٹوں کے حصول پر ہی ملازمتوں اور عہدوں کے ملنے کا مدار تھا، مگر اس کسمپرسی، بے بسی اور بے سروسامانی کی حالت میں بعض اہل دل اللہ والوں کے قلوب میں مدارس دینیہ کے احیاء کا داعیہ پیدا ہوا اور ایک مرد حق آگاہ اور

درویشِ کامل عالمِ ربانی حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ نے ۱۸۶۷ء میں توکلاً علی اللہ دیوبند ضلع سہارنپور کی تاریخی مسجد چھتہ میں دارالعلوم کی بنیاد رکھ دی اور تعلیم وتبلیغ نبوی کا نظام پھر سے قائم کر دیا۔

الحمد للہ! ایک مسجد میں شروع ہونے والا یہ دارالعلوم بہت جلد دنیا کی ایک بہت بڑی دینی درس گاہ بن گئی، اور دور دراز ممالک اور ہندوستان کے گوشے گوشے سے نہ صرف یہ کہ لوگ جوق در جوق علوم دین کے حاصل کرنے لیے یہاں جمع ہونے لگے بلکہ ملک کے کونے کونے، شہر شہر، قریہ قریہ اس کی شاخیں قائم ہوگئیں اور شجر طوبیٰ کی شاخوں کی طرح ہر طرف پھل گئیں۔ اس دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل حضرات میں سے بہت سے حضرات آسمانِ علم پر مہر و ماہ کی طرح چمکے، جیسے: حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب، شیخ المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمھم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ وغیرہم۔

ان میں سے صرف حضرت تھانوی کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ پرانے قصبہ تھانہ بھون کی پرانی مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ کر اس زندہ دل درویش نے اصلاحِ امت کے لیے تعلیمی اور تبلیغی کتنا عظیم الشان کام کیا ہے۔ حضرت والا کی تقریباً نوسو (900) تصانیف، تالیفات، مواعظ وملفوظات کے اوراق کو زندگی کے ایام پر پھیلایا جائے تو اوراق کی تعداد ایامِ زندگی سے بڑھ جاتی ہے۔

ہندوستان میں ان دینی مدارس سے کیسے کیسے علمائے حق پیدا ہوئے اور انہوں نے مذہب و ملک کی کیا کیا گراں قدر خدمات انجام دیں، یہ ہمارے موضوع میں داخل نہیں، اس وقت صرف اتنی بات عرض کر دینا ضروری سمجھا گیا کہ علمائے حق نے یہ دینی مدارس ایسے وقت میں قائم کیے جس وقت ان مدارس کے نظام تعلیم وتبلیغ کو نہ کسی حکومت کی سرپرستی حاصل تھی اور نہ قومی خزانے کی پشت پناہی اور نہ ہی ملک کے لاکھوں روپیوں کی اوقاف کی آمدنی سے ان کو امداد حاصل ہوتی تھی، بلکہ یہ نظام بظاہر صرف ملک کے دینی شعور و احساس رکھنے والے اہل خیر کی مالی امداد وتعاون اور چندے کے موجودہ طریقے پر چل رہا تھا اور درحقیقت بے سروسامانی اور محض اللہ کے بھروسے پر اس نظام کی بنیاد تھی، غرض یہ کہ چندے کے موجودہ طریقے کی بنیاد پر مدارس دینیہ کا قیام کیا گیا اور ملک میں جا بجا مدارس قائم کر دیے گئے، اس وقت سے یہ نظام مدارس کے لیے جاری ہوگیا۔

علماء نے قوم کے سامنے دستِ سوال کیا، مدارس کے لیے چندے مانگے، ہر طرح کے طعنے سنے، کئی قسم کے اعتراضات برداشت کیے مگر تعلیمِ مذہب کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور فاتح قوم انگریز کے منصوبے کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ مدارس نے نہ صرف یہ کہ کمپنی کی تجویز کردہ لامذہب بنانے والی مذکورہ تباہ کن اسکیم اور مہلک ترین حربے کی زد سے علم و مذہب کو بچالیا اور عیسائیت کے تیز وتند طوفان اور بڑھتے ہوئے سیلابِ عظیم کی لپیٹ سے ملک کو محفوظ کر لیا، بلکہ مسلمانوں کو بحیثیتِ قومِ مسلم کے مٹنے اور ختم ہونے سے بھی بچالیا، ورنہ یہ نظامِ تعلیم اور مشن اسکول اور عیسائیت کی اشاعت کے لیے پادریوں کی سرگرمیاں جس کے پیچھے حکومتِ وقت کی بے پناہ قوت کام کر رہی تھی، ہندوستان کے مسلمانوں کو اسی طرح اپنی لپیٹ میں لے لیتے اور ہندوستان کے مسلمانوں کا وہی حال ہوتا جو اسپین کے مسلمانوں کا ہو چکا تھا کہ وہاں کی عیسائی حکومت کی بدولت وہاں کے تمام باشندے عیسائی ہو چکے تھے۔ (نعوذ باللہ منہ)

ان مدارس کا ملت و مذہب اور قومِ مسلم کو اغیار کے حملوں سے بچالیناہی کیا ایسا نا قابلِ معافی عظیم جرم ہے کہ جس کی پاداش میں سب سے بڑی اسلامی سلطنت پاکستان کے بسنے والے بعض طبقے یہ کہتے نہیں تھکتے کہ تعلیمِ جدید کے اس دور میں دینی مدارس کا کیا فائدہ ہے اور ان پر قوم کی دولت اور وقت کیوں ضائع کیا جارہا ہے؟

قوم کے ان ہی خواہوں اور ہمدردوں سے یہی عرض کیا جاسکتا ہے کہ اگر ان مدارس کا قیام نہ کیا جاتا اور لارڈ میکالے کا مرتب کردہ نظامِ تعلیم اور عیسائیت کی تبلیغ کے لیے حکومتِ متسلطہ کی مساعی کے سامنے علمائے حق بھی گھٹنے ٹیک دیتے اور بڑے بڑے منصوبوں، عہدوں اور تنخواہوں کے لالچ میں آکر انگریزی اسکولوں اور کالجوں کا رُخ کرلیتے تو کیا 1857ء کے بعد انگریزی دور کے تقریباً سو سالہ زمانہ میں مذہب کے تحفظ اور اس کے بقاء کی کوئی صورت باقی رہ گئی تھی۔ غور فرمایا جائے کہ جب مذہب ہی باقی نہ رہتا اور مسلمانوں کو بحیثیت قومِ مسلم کے ختم کرکے عیسائیت اور لادینیت میں جذب کرلیا جاتا تو پھر پاکستان کا مطالبہ کرنے اور اس کی عمارت قائم کرنے کے لیے مسلم قومیت کا بنیادی نظریہ کہاں سے دستیاب ہوتا؟

یہ مدارس دینیہ کیا اسی لیے بے ضرورت ہیں اور ان پر قوم کی دولت اور وقت کا خرچ کرنا قومی سرمایہ کا ضیاع ہے کہ ان مدارس نے مسلم قومیت کا تحفظ کیا اور اس کو حکومتِ وقت کی پوری کوشش کے باوجود مٹنے نہیں دیا، جس کے نتیجے میں دنیائے اسلام کی سب سے بڑی سلطنت پاکستان، قومِ مسلم کو خداوند قدوس کی جانب سے عطا کی گئی ہے مگر ہم نے اس کی قدر نہیں کی اور اس میں اسلامی نظام جاری نہیں کیا جس کی وجہ سے اس کا ایک بہت بڑا حصہ علیحدہ ہوگیا اور باقی حصہ بھی خطرے میں ہے۔ جس قوم کو ان مدارس کی مساعی جمیلہ کی بدولت اتنی عظیم الشان حکومت حاصل ہوئی ہو اور جو مدارس حکومت کی بنیاد (مذہب) کے محافظ ہوں، کیا اسی قوم کا سرمایہ ان مدارس پر صرف کرنا بے فائدہ اور ضائع کرنا ہے؟

یاد رکھیے! جس طرح دینی مدارس سے مذہب اور اسلامی قومیت کی حفاظت ہوتی ہے اسی طرح ملک کی حفاظت اور اس کے استحکام کا دارومدار بھی انہی مدارس پر ہے اور جس طرح مطالبہ پاکستان کے لیے مسلم قومیت اور مذہب اسلام مستحکم اور مضبوط چٹان کی طرح ثابت ہوئے، جو ان سے ٹکرایا پاش پاش ہوگیا، اسی طرح آج بھی پاکستان کے بقاو استحکام کے لیے ان کو وہی حیثیت اور مقام حاصل ہے جس کا ستمبر ۶۵ء کی جنگ میں مشاہدہ بھی ہوچکا ہے اور اسلام اور مسلم قومیت کی بقا اور حفاظت کی ضامن چونکہ صرف یہی دینی تعلیم ہے جو مدارس دینیہ سے حاصل ہوتی ہے، اس لیے جتنی اہمیت اور ضرورت انگریزی دور میں دینی مدارس کے بقا اور قیام کی تھی اس سے بڑھ کر ان مدارس کی آج پاکستان میں ضرورت ہے، اس لیے کہ یہ مدارس جس طرح ملت اسلام اور دینی تعلیم کی حفاظت کے واسطے مضبوط قلعے ہیں اسی طرح ملک پاکستان کو بھی اغیار کے حملوں سے بچانے کے مضبوط و مستحکم اڈے ہیں۔ ان مدارس سے غفلت برتنا اور ان کے وجود کو ہی بے کار سمجھنا اور حسبِ استطاعت ان کی ترقی میں حصہ نہ لینا ملت اسلامیہ اور ملکِ پاکستان دونوں کی بنیاد سے بے پرواہی برتنے اور چشم پوشی کرنے کے مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ملت اسلام اور ملکِ پاکستان کے پاسبان و محافظ، مدارسِ دینیہ کی امداد و حفاظت اور ان کے ساتھ تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین وماعلینا الا البلاغ المبین وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

(ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ، اپریل ۲۰۱۰ء، جلد: ۴، شمارہ: ۷)

دینی مدارس کا تاریخی پس منظر

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب
رکن مجلس عاملہ ونصاب کمیٹی وفاق المدارس

میں اس وقت دار العلوم دیو بند اور دینی مدارس کے سلسلے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، میں نے ابھی قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت کی ہے:

﴿لقد من اللّٰہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین﴾

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چار مقاصد بیان فرمائے ہیں، مجمع علمائے کرام کا ہے، لہٰذا مجھے اس آیت کی تفسیر بیان کرنے کی ضرورت تو نہیں ہے، لیکن چونکہ حضرات علمائے کرام کی برکتوں سے بہرہ ور ہونے کے لئے الحمد للہ شہر کے معززین اور عوام کا بھی بہت بڑا مجمع موجود ہے، اس واسطے اہلِ علم سے معذرت کے ساتھ، میں اس آیت کی تھوڑی سی تشریح کرتا ہوا آگے بڑھوں گا۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چار مقاصد ہیں، پہلا مقصد یہ بیان فرمایا گیا کہ ﴿یتلوا علیھم ایاتہ﴾ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کام یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی آیات پڑھ کر لوگوں کو سنائیں اور ظاہر ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ سننے والے بھی ویسا ہی پڑھیں، یہ الفاظِ قرآن کی تعلیم ہوئی۔

دوسرا مقصد بیان فرمایا: ﴿ویزکیھم﴾ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اخلاق اور اعمال وافعال اور عقائد کا تزکیہ کریں، اصلاح کریں، تزکیہ کا حاصل تربیت ہے۔

تیسرا مقصد یہ بیان فرمایا: ﴿ویعلمھم الکتب﴾ قرآن کریم کی تعلیم دیں، یعنی قرآنِ کریم کے معنی سمجھائیں کیونکہ الفاظ قرآن سکھانے کا ذکر تو ﴿یتلوا علیھم ایاتہ﴾ میں آ گیا ہے تو ﴿ویعلمھم الکتب﴾ کا حاصل یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے مطالب اور معانی اور اس کے حقائق لوگوں کو سمجھائیں، اس کی تعلیم دیں۔

چوتھا مقصد یہ بیان فرمایا کہ ﴿والحکمہ﴾ لوگوں کو حکمت کی تعلیم دیں جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سنت کی تعلیم دیں، تو چار مقاصد ہوئے: (۱)...... ایک آیات قرآنیہ کا پڑھنا سکھانا (۲)...... دوسرے اعمال واخلاق وعقائد کا تزکیہ کرنا (۳)...... تیسرے قرآنِ کریم کے معانی ومفاہیم اور مطالب سمجھانا (۴)...... چوتھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعلیم دینا۔ یہ چار مقاصد بعثت بیان فرمائے ہیں، دیکھا جائے تو اس چاروں کاموں کا خلاصہ دو کام ہیں، یعنی (۱) تعلیم اور (۲) تربیت۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم وتربیت کا کام مکہ معظّمہ کی زندگی سے شروع فرمادیا تھا اور بسا اوقات آپ کو روپوش ہو کر پوشیدہ طور پر بھی یہ کام کرنا پڑا۔ دارِارقم میں یہ سلسلہ شروع ہوا، اگر کہا جائے کہ اسلامی تعلیم کا سب سے پہلا مرکز دارِارقم ہے تو اس لحاظ سے مبالغہ نہیں ہوگا کہ مکی زندگی کا سب سے پہلا تعلیمی مرکز دارِارقم تھا۔

صفہ کا مدرسہ

مسجدِ نبوی ہی کے ایک حصے میں صفہ نامی ایک چبوترا ہے، اسے مدینہ منورہ میں آپ اسلام کا باقاعدہ مدرسہ سمجھ لیں، ہجرت کے بعد اس صفے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت زیرِ تعلیم رہی، ان میں سب سے زیادہ شہرت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہوئی جو یمن سے آئے تھے، اپنے گھربار اور تمام معاشی مشاغل کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آپڑے تھے، اور تقریباً یہی حال باقی تمام اصحابِ صفہ کا تھا، جن کا مقصد یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی علم حاصل کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونے سے بھی علم حاصل کریں، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآنِ کریم کی تفسیر وتعلیم اپنی زبان سے بھی فرماتے تھے اور اپنے عملی نمونہ سے بھی۔ قرآن میں جہاد کا حکم ہے تو جہاد کس طرح کیا جائے؟ وضو کا حکم ہے تو وضو کس طرح کیا جائے گا؟ نماز کا حکم ہے تو نماز کیسے پڑھی جائے گی؟ زکوٰۃ کا حکم، روزے کا حکم، اعتکاف کا حکم، قربانی کا حکم، تبلیغ کا حکم، عدالت وانصاف کا حکم، اسلامی حکومت کے قیام کا حکم، عدالتوں اور سیاسی حکومتوں کے معاملات کے احکام، جہاد، صف بندی، دشمنوں کے ساتھ مقابلہ، دوستوں کے ساتھ تعلقات، دشمنوں کے ساتھ معاہدات، خرید وفروخت، معاشی نظام کیسے ہوگا؟...... ان سب قرآنی احکام پر عمل کا نمونہ عملی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور یہ سب قرآن کی تفسیر تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ شریفہ کیا تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ﴿کان خُلُقه القرآن﴾ یعنی ان کی عادات وہ تھی جو قرآن ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ پورے قرآن کا عملی نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ تھی، تو اصحاب صفہ قرآن سے تعلیم حاصل کر رہے تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تھا اور کتابی شکل میں موجود تھا، اور اس کے عملی نمونہ سے تربیت حاصل کر رہے تھے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں موجود تھا۔ اس مدرسے کی نصابی کتاب قرآنِ کریم تھی، استاذ تاجدارِ دوعالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور شاگرد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم...... یہ ایسا بے مثال مدرسہ تھا کہ زمین وآسمان نے ایسا مدرسہ کبھی نہیں دیکھا۔ ایسا استاذ زمین وآسمان نے اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا نہ اس کے بعد کبھی دیکھا، اور نہ دیکھیں گے، اور شاگرد بھی زمین وآسمان نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ایسے نہیں دیکھے جیسے اس مدرسہ میں زیرِ تعلیم تھے۔

اصحابِ صفہ کا حال

اصحابِ صفہ کا حال یہ تھا کہ یہ فکر کیے بغیر کہ کھائیں گے کہاں سے، اللہ پر بھروسہ کر کے تاجدارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آپڑے تھے، چنانچہ ان کا کوئی ذریعۂ معاش نہیں تھا، بعض اوقات کئی کئی وقت کے فاقے بھی گزر جاتے تھے، حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں مجھ پر ایسے اوقات بھی گزرے ہیں کہ طویل فاقہ ہوا اور میں مسجدِ نبوی کے کسی حصے میں بھوک سے نڈھال ہو کر فرش پر پڑا ہوتا تھا، میرے اندر اتنی بھی طاقت نہ ہوتی تھی کہ بیٹھ سکوں، اتنی بھی سکت نہیں تھی کہ لوگوں کو بتا سکوں۔ لوگ سمجھتے تھے کہ میں بے ہوش ہوں لیکن میں ہوش میں ہوتا تھا، ان کی باتیں سن رہا ہوتا تھا، سمجھ رہا ہوتا تھا، لیکن فاقہ کے ضعف اور کمزوری کی وجہ سے زبان سے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ بعض اوقات اس حالت میں مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو انہوں نے میرے کھانے کا انتظام کیا۔

اس طرح اللہ پر بھروسہ کر کے، توکل کر کے یہ جماعت صفہ کے اندر آپڑی تھی، ایک ایک وقت میں ان کی تعداد اسی (۸۰) تک بھی رہی، البتہ مدینہ طیبہ میں جو باقی حضرات صحابہ کرامؓ تھے، ان میں سے زیادہ تر حضرات تو محنت مزدوری میں لگے ہوئے تھے، کچھ حضرات کے کھجوروں کے باغات تھے، اور کچھ حضرات تجارت میں لگے ہوئے تھے، ان کو جیسا بھی ذریعۂ معاش حاصل تھا اُس میں سے وہ اپنے بال بچوں کو جو روکھی سوکھی کھلاتے تھے اسی میں سے کچھ حصہ اصحابِ صفہ تک پہنچا دیتے تھے، چنانچہ صفہ کے پاس مسجدِ نبوی کے دروازے کے طور پر جو دو کھجوروں کے تنے کھڑے ہوئے تھے ان میں مدینے کے کچھ لوگ آ کر کھجوروں کے خوشے لٹکا دیا کرتے تھے تاکہ اصحاب صفہ ان سے بھوک مٹالیں، فقر و فاقے کا یہ زمانہ تھا، یہ فاقہ کش اور بوریہ نشین جماعت تھی، بلکہ یہ تو ایسی جماعت تھی کہ انہیں بوریا بھی شاید ہی نصیب ہوا ہو۔

صفہ کے فاضلین

یہ جماعت فارغ التحصیل ہو کر اس مدرسہ سے نکلی تو ایک تاریخ ساز جماعت ثابت ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت سے آپ کی وفات تک کل تئیس (۲۳) سال کی تعلیم و تربیت مکہ مکرمہ اور مدینہ میں ملی تھی، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس مقدس جماعت نے ایسے کارنامے دنیا کو دکھائے کہ آج تک دنیا حیران ہے، مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد دس سال کے اندر اندر پورے جزیرہ نمائے عرب پر اس جماعت کی حکمرانی قائم ہو چکی تھی، جب جزیرہ نمائے عرب کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے صرف سعودی عرب مراد نہیں ہوتا، بلکہ اس میں سعودی عرب، بحرین، کویت، ابوظہبی، دبئی، شارجہ، قطر، عمان، مسقط اور تمام خلیجی ریاستیں داخل ہیں، یعنی کم و بیش ایک درجن چھوٹے بڑے ممالک اور ریاستوں کے مجموعے کا نام ''جزیرۂ نمائے عرب'' ہے۔ اس جزیرہ نمائے عرب پر صفہ کے مدرسے کے اسی استاد اور معلم کی حکمرانی تھی جو پیٹ پر دو دو پتھر باندھ کر کبھی نماز کی امامت کرتا تھا اور کبھی میدانِ جہاد میں اللہ کے راستے کے شیدائیوں کی قیادت فرماتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمرانی اس پورے جزیرہ نمائے عرب پر قائم تھی اور صحابۂ کرامؓ ہی کی مقدس جماعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگرد تھی، یہی آپ کے اعوان و انصار تھے۔ ہجرت کے سال سے مدینہ طیبہ میں اسلامی حکومت کا آغاز ہوا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دور

دس سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، صحابۂ کرامؓ کا دورِ حکمرانی آیا، تیس سال وہ مقدس خلافتِ راشدہ

قائم رہی جس نے دنیا پر مثالی سیاست وحکومت کے اَن مٹ نقوش چھوڑے، اس نے عدل وانصاف، امن وامان اور علم وحکمت کے میدانوں میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے، دنیا کو یہ بتلایا کہ کامیاب حکومت اور ایک عظیم الشان فلاحی ریاست کا نمونہ کیا ہوتا ہے؟ یہ خلافت راشدہ کا مقدس دور ہے، اس دور میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے لوگوں کے دلوں کو جیتا اور جہاں چلے گئے دشمن اقوام نے اپنے دروازے ان کے لیے کھول دیئے، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ علم وحکمت کے مینار، یہ انصاف قائم کرنے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہمارے ملک میں باپ جیسی محبت کرنے والے حکمران بن کر آرہے ہیں، یہ عدل و انصاف کے جو نمونے پیچھے قائم کرتے چلے آرہے ہیں، ہمارے ملکوں میں اور ہمارے علاقوں میں بھی قائم کریں گے۔

اسلام تلوار کے بجائے حقانیت کے زور سے پھیلا ہے

یہ ہمارے دشمنوں کا پروپیگنڈہ ہے کہ اسلام تلور کے زور سے پھیلا، کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ہے کہ عہد رسالت یا عہدِ صحابہ میں کسی کو زبردستی مسلمان بنانے کے لئے اس کی گردن پر تلوار رکھ کر یہ کہا گیا ہو کہ کلمہ ﴿لاالٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ﴾ پڑھو،﴿لا اکراہ فی الدین﴾ کا اعلان ہے کہ دین میں کوئی اکراہ یا زبردستی نہیں ہوسکتی، حق اور باطل تمہارے سامنے کھل کر آگیا ہے، جس کا جی چاہے حق کو اختیار کر کے جنت کا رہائشی بن جائے اور جس کا جی چاہے باطل پر جمارہے اور جہنم کا ایندھن بن جائے۔ بہر حال اسلام میں زبردستی نہیں ہے کہ تم ضرور اسلام لاؤ، اور کلمہ توحید پڑھو، ہاں تبلیغ ہے، تعلیم ہے۔ جو چاہے اس تبلیغ وتعلیم کو قبول کرلے اور جو چاہے باطل پر جمارہے۔

خیر! یہ مقدس جماعت تبلیغ کے لئے اور اللہ کا پیغام دنیا کو پہنچانے کے لیے جزیرۂ نمائے عرب سے نکلی اور جہاں جہاں ظالم و جابر بادشاہوں اور حکمرانوں نے اس تبلیغ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں ان کو دعوتِ اسلام دی، اور جزیہ کی شرط پر مصالحت کی پیشکش کی، جنہوں نے مصالحت کی اس پیشکش کو بھی نہ مانا، ان سے جہاد کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کے بازوں میں وہ طاقت دی تھی، ان کی تلواروں میں وہ تیزی رکھی تھی کہ انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے چند سالوں کے اندر قیصر وکسریٰ کی طاغوتی طاقت کا یعنی دنیا کی دونوں ظالم سپر طاقتوں کا خاتمہ کردیا، اور دنیا کو ان کے مظالم سے نجات دلا کر وہاں اسلام کا عدل وانصاف قائم کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تو اسلام یہاں مکران کے قریب تک آچکا تھا۔ اُدھر آذر بائیجان اور قفقاز کے ممالک فتح ہوچکے تھے اور افریقہ کے بہت سارے ممالک اسلام کے زیرنگیں آچکے تھے، تقریباً پچیس سال کے عرصے میں یہ انقلاب رونما ہوگیا تھا کہ دنیا کی دو سپر طاقتوں کا خاتمہ کر کے اسلام دنیا کی واحد سپر طاقت بن چکا تھا، لیکن یہ صرف تلوار کے زور سے نہیں بلکہ حقانیت کے زور سے ہوا، علم وحکمت اور مثالی اخلاق کی بنیادوں پر انصاف اور انسانیت کے رکھوالوں نے اپنے حسین کردار کے عملی نمونے قائم کر کے دکھلائے تھے، یہی وجہ ہے کہ انہیں بہت زیادہ طاقت بھی استعمال نہیں کرنی پڑی، زیادہ تر وہیں کے عوام نے مجاہدین کے لئے راستے کھولے، اپنے جابر وظالم حکمرانوں کے خلاف بغاوت کر کے ان کا استقبال کیا اور مسلمانوں کو اپنا سرتاج بنایا، اس طرح اسلام وہاں لوگوں کی رضا اور رغبت سے پھیلتا گیا۔

یہ اسلام پھیلانے والے کون تھے؟ وہی "دارِ ارقم" اور "صُفّہ" کے فاقہ مست بوریا نشین طلبہ اور فارغ التحصیل علماء جو جزیرہ

نمائے عرب سے نکلے تو اس وقت اونٹوں کی مہاریں ان کے ہاتھوں میں تھیں، لیکن چند ہی سال بعد دنیا نے دیکھا کہ قوموں کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں آگئی اور اسلام دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن گیا۔ یہ فیض تھا اس درس گاہ کا اور اس کے معلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ آپ نے ایک ایسی مقدس جماعت تیار کر دی تھی جن کو دیکھ دیکھ کر لوگ مشرف بہ اسلام ہو رہے تھے۔

مالدیپ اور مالا بار میں اسلام کیسے پھیلا؟

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ ہندوستان میں اسلام سب سے پہلے سندھ کے علاقے میں آیا، لیکن تاریخی حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہندوستان میں سب سے پہلے مالا بار میں آیا جو اَب بھارت کے جنوبی صوبے ''کرالہ'' کا بڑا ساحلی علاقہ ہے، تاریخ فرشتہ کے بیان کے مطابق تجارت کے سلسلے میں عربوں کی آمد و رفت پہلے ہی سے مالا بار میں تھی، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حال مالا بار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانے میں لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا، اس زمانے میں مالا بار کا راجہ زمون یا سامری کے نام سے مشہور تھا، اس راجہ نے معجزۂ ''شق القمر'' کو دیکھ کر اس عجیب واقعہ کے متعلق تحقیق شروع کی اور اس واقعے کو بطور یادداشت سرکاری روزنامچے میں درج کرایا، بالآخر اسے معلوم ہوا کہ سرزمینِ عرب میں ایک پیغمبر پیدا ہوئے اور ان کے ہاتھوں یہ معجزہ رونما ہوا ہے، یہ سن کر راجہ نے اسلام قبول کر لیا اور تخت و سلطنت اپنے ولی عہد کو سپرد کر کے خود کشتی کے ذریعے سرزمینِ عرب کی طرف روانہ ہوا، لیکن راستے ہی میں وفات پائی اور یمن کے ساحلی علاقے میں مدفون ہوا۔ پھر عرب تاجروں کے ذریعے مالا بار میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا، اسلام نے اس لئے اور بھی تیز رفتار ترقی کی کہ عرب مسلمانوں کے کریمانہ اخلاق، ہمدردی اور سب کے لئے خیر خواہی، رحم دلی، سچائی اور رواداری نے ان کے دل جیت لیے۔ وہ ذات پات کی بندشوں کو دور کر کے مظلوم و مغلوب انسانوں کے لیے ابرِ رحمت ثابت ہوئے، ان کی تجارت نے اس ملک کی ترقی کا سامان کیا۔

چنانچہ مالا بار کا ایک اور راجہ جس کا نام ''عجائب الانظار'' کی روایت کے مطابق ''چیرامن پیرومل'' تھا، دوسری صدی ہجری کے اوائل میں چند مسلمان سیاحوں کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گیا، اس نے انتقال کے وقت وصیت کی کہ مالا بار میں تبلیغِ اسلام کا کام پوری مستعدی سے وسیع پیمانے پر جاری کیا جائے۔ جس کے سبب راجہ کی قوم کے آدمی، بکثرت اسلام میں داخل ہوئے اور اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔

تقریباً مالدیپ کا پورا ملک جس میں سراندیپ بھی داخل ہے اسلام کے زیرِ نگین آیا، اسلام کی عظیم الشان حکومت وہاں قائم ہوئی، وہی مالدیپ جس کا دارالحکومت آج بھی مالے کے نام سے ہے اور سری لنکا اور کولمبو جاتے ہوئے اس کا ایئر پورٹ راستے میں پڑتا ہے، یہ کئی جزائر کا مجموعہ ہے، وہاں اسلام کس طرح پھیلا؟ یہاں اسلام پھیلانے والے بھی وہ مسلمان تاجر تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں یا شاگردوں کے شاگردوں سے تعلیم حاصل کی تھی، یہ لوگ تجارت کے لیے سراندیپ اور مالدیپ میں آ کر آباد ہوئے، یہاں ساری آبادی مشرکین کی تھی، حکومت بھی مشرکین کی تھی، انہوں نے تجارت کا کام شروع کیا لیکن کچھ ہی عرصہ بعد لوگوں نے دیکھا کہ ان کے حالات کچھ اور ہیں، ان کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، ان کی رفتار، گفتار اور کردار ان کی تجارت، ہر چیز ہم سے مختلف اور نرالی ہے، لوگوں نے یہ بھی دیکھا کہ مسلمان بھی وہی مالِ تجارت لے کر اسی بازار میں بیٹھتے ہیں اور

اور مقامی لوگوں کے پاس بھی وہی مالِ تجارت ہے، مگر کاروبار مسلمانوں کا بڑھتا ہے ان کا نہیں بڑھتا، رفتہ رفتہ لوگوں نے ملنا جلنا شروع کیا، حالات پوچھے، انہوں نے اسلام کا تعارف کرایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ سراندیپ اور مالدیپ میں ان مسلمانوں کو دیکھ دیکھ کر لوگ مسلمان ہونا شروع ہوگئے، حتیٰ کہ بادشاہ بھی مسلمان ہوا اور اہل دربار بھی مسلمان ہوگئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں لوگوں نے یہ تماشا دیکھا کہ وہ کفرستان اسلامستان میں بدل گیا، یہاں کوئی لشکر کشی نہیں ہوئی، حتیٰ کہ تبلیغ کے قافلے بھی یہاں نہیں پہنچے تھے، یہاں تو تاجر پہنچے تھے، جو اسلام کا پیغام بھی ساتھ لائے تھے، ان کا عملی نمونہ دیکھ دیکھ کر لوگ مشرف بہ اسلام ہوتے چلے گئے۔ اس کے بعد مسلمان تاجروں اور سیاحوں کے ذریعے اسلام بحرالکاہل کے ممالک جاوا، اسماٹرا، (انڈونیشیا) سنگاپور، ملایا (ملائیشیا) وغیرہ کو طے کرتا ہوا جنوبی چین تک جا پہنچا، ان ممالک میں اسلام کا داخلہ محض تبلیغی طریقوں سے ہوا، جنگ و جہاد کا اس میں دخل نہ تھا۔ یہ کرامت تھی اس درسگاہ کی جس کے مبلغین یہ فارغ التحصیل تھے یا ان کے شاگرد تھے۔ الحمدللہ دارِ ارقم اور اصحابِ صفہ سے جو طریقہ شروع ہوا تھا اس کا سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا۔

حکمت کی بات مؤمن کی گمشدہ متاع ہے

اس سلسلے میں ان کو جو تعلیم ملی تھی اس تعلیم کا ایک اصول یہ بھی تھا کہ: ﴿کلمة الحکمة ضالة المؤمن﴾ یعنی حکمت کی ہر بات مؤمن کی گم شدہ متاع ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حق بات، حکمت اور دانائی کی بات جہاں سے ملے، وہ تمہاری اپنی چیز ہے، وہ جہاں سے ملے تم اسے لے لو، چاہے وہ کافر سے ملے، اپنوں سے ملے، یا دشمنوں سے ملے، اس کو اپنالو، یہ ایک بنیادی نکتہ تھا، چنانچہ بعد میں جب مسلمانوں کی فتوحات پھیلیں، اسلام ایران و عراق، مصر و شام، افریقہ، اندلس اور دوسرے ممالک میں پہنچا تو وہاں کی تہذیبوں سے بھی واسطہ پڑا، وہاں کی سائنس اور ٹیکنالوجی بھی ان کے سامنے آئی، فلسفے بھی سامنے آئے، وہاں کی طب بھی ان کے سامنے آئی او انہوں نے ان علوم وفنون کو بھی اپنایا۔

یونانی فلسفہ

یونان کا فلسفہ اسلامی عقائد سے ٹکرا رہا تھا، علمائے اسلام اور مسلم حکمرانوں نے یونانی فلسفے کے عربی میں ترجمے کرائے اور اس میں بھی انہوں نے وہ مہارت حاصل کی کہ خود عظیم الشان فلسفی بن گئے اور اس فلسفے میں جو باتیں اسلامی عقائد سے متصادم تھیں، فلسفیانہ دلائل ہی سے ان کا قلع قمع کیا، ارسطو کی ایجاد کردہ منطق ہی سے کام لے کے اور یونانی فلاسفروں کے طریقۂ استدلال ہی کو استعمال کر کے ثابت کیا کہ فلسفے کے دلائل کا تقاضا وہ مفروضات نہیں جو ارسطو اور افلاطون نے اختیار کئے تھے، بلکہ عقلی دلائل ان عقائد کی گواہی دیتے ہیں جن کا پیغام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ غرض! امام رازی اور امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہما) جیسے علمائے دین اور حکمائے اسلام نے فلسفے کو مشرف بہ اسلام کیا۔

ثابت شدہ سائنسی حقائق کبھی اسلام سے نہیں ٹکراتے

سائنسی حقائق کبھی اسلام سے نہیں ٹکراتے اور اسلام کبھی سائنسی حقائق سے نہیں ٹکرایا، جب کبھی اسلام کا تصادم ہوا فلسفوں

سے ہی ہوا اور الحمدللہ علمائے اسلام نے فلسفوں کو سمجھ کر ان کے دلائل کو سمجھ کر، ان کے طرزِ استدلال کو اختیار کر کے انہی کے دلائل سے اور انہی کے طرزِ استدلال سے ان کے باطل نظریات کا قلع قمع کیا۔ امام فخر الدین رازی اور امام غزالی رحمہما اللہ کی مثالیں اس سلسلے میں واضح ہیں، یہ سلسلہ چلتا رہا، ہر زمانے کے علوم وفنون کو اس زمانے کے حکمائے اسلام اور علمائے کرام اپناتے رہے۔ ان کی اصلاح کرتے اور ان کو ترقی دیتے رہے۔

اسلامی نظامِ تعلیم میں دین ودنیا کی تفریق نہیں ہوتی

اسلامی نظامِ تعلیم میں دوئی نہیں تھی، ایسا نہیں تھا کہ دین کی تعلیم الگ درسگاہوں میں ہوتی ہو، دنیاوی عصری علوم وفنون کی تعلیم الگ درسگاہوں میں ہوتی ہو۔ ہر قسم کے علوم وفنون کی تعلیم ایک ہی درسگاہ میں ہوتی تھی، پھر ان میں سے بعض لوگ تمام علوم وفنون میں مہارت پیدا کرتے تھے اور بہت سے حضرات ایسے تھے کہ ان میں سے کسی نے علم حدیث میں مہارت پیدا کی، جیسا کہ ائمہ حدیث میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور دوسرے محدثینِ کرام کہ انہوں نے علمِ حدیث میں کمال پیدا کیا، کچھ حضرات نے علم فقہ میں کمال پیدا کیا، جیسے امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگرد امام مالکؒ اور ان کے شاگرد امام شافعیؒ اور ان کے شاگرد امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے شاگرد، وغیرہم، بہت سوں نے فقہ، علم کلام اور فلسفے میں ایک ساتھ کمال پیدا کیا، جیسے امام غزالیؒ، بہت سوں نے تفسیر میں کمال پیدا کیا جیسے ہمارے بہت سے مفسرین کرام ہیں اور ان میں سے امام رازیؒ کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ وہ فلسفے اور حکمت کے امام ہونے کے ساتھ تفسیر کے بھی امام ہیں تو اس میں مبالغہ نہیں ہوگا۔ تو کچھ حضرات نے خاص خاص علوم وفنون میں تخصصات کئے، لیکن وہ اپنے زمانے کے دوسرے علوم وفنون سے بھی بہرہ ور ہوتے تھے، چاہے وہ دینی علوم ہوں یا دنیاوی علوم، کیونکہ اسلام میں تو دین اور دنیا کی تفریق ہے ہی نہیں، ایک اچھا مسلمان دنیاوی علوم وفنون بھی اللہ کی رضا اور مخلوقِ خدا کی خدمت اور ملک وملت کے فوائد کے لئے ہی حاصل کرتا ہے، اس واسطے دنیاوی علوم وفنون کا ثواب بھی وہی ہوتا ہے جو اسلامی علوم کا ہے۔

منطق کی کتاب ’’قطبی‘‘ پڑھ کر ایصال ثواب

میں نے بعض بزرگوں سے یہ واقعہ سنا ہے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ، جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ، جیسے بزرگوں کے استاذ تھے، ایک دن دارالعلوم دیوبند میں قطبی کا سبق پڑھا رہے تھے، یہ منطق کی کتاب ہے، ارسطو کی منطق، جس میں دین وایمان کے نام کی کوئی چیز نہیں ہے، خالص فنی کتاب ہے، حساب اور ریاضی کی طرح منطق بھی ایک فن ہے اور مفید فن ہے، قطبی کے سبق کے دوران ہی کسی نے آکر درخواست کی کہ حضرت میرے فلاں رشتہ دار کا انتقال ہوگیا ہے، ایصال ثواب کرادیں، تو فرمایا: ٹھیک ہے۔ جب منطق کا سبق ختم ہوا تو طلبہ سے کہا کہ ہم جس نیت سے حدیث اور فقہ پڑھاتے ہیں، اسی نیت سے منطق بھی پڑھاتے ہیں، اس لئے ہمارا منطق پڑھنا پڑھانا بھی ایک عبادت ہے، تم نے جو سبق پڑھا ہے، اس کا ثواب فلاں کے والد کو پہنچادو۔

اسلام میں دین اور دنیا کی تفریق ہی نہیں، تعلیم کے اندر بھی یہ خلیجیں نہیں تھیں کہ یہ دنیاوی تعلیم کی درسگاہیں ہیں، وہ دینی تعلیم کی درسگاہیں، البتہ دنیاوی تعلیم کی درسگاہیں بھی دینی رنگ میں رنگی ہوئی تھیں، وہاں سے ابوریحان البیرونی اور ان جیسے دوسرے عظیم فلاسفر و حکماء اور اس وقت کے سائنس دان پیدا ہوئے تو وہ بھی علم حدیث، علم تفسیر، عربی زبان، فقہ اور اصول فقہ وغیرہ سے بے بہرہ نہیں تھے، بلکہ وہ ان کا بھی وافر علم رکھتے تھے، اس زمانے کے مسلمانوں میں فلاسفر بھی تھے، سائنسدان اور اطباء بھی تھے، جغرافیہ، ریاضی، علم ہیئت اور فلکیات کے ماہرین بھی تھے جو دینی علوم سے بھی بہرہ ور تھے، لیکن سارے کے سارے سرکاری تعلیمی ادارے دینی رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے تھے۔

ہندوستان میں بھی مسلمانوں کے دور میں نظامِ تعلیم وہی چل رہا تھا، یہاں کی سرکاری زبان فارسی تھی، اس زمانے کی سائنس اور دوسرے دنیاوی علوم ہمارے ہندوستان کے تمام مدارس میں رائج تھے اور اس وقت کے علماء ان تمام مضامین کو یعنی انجینئر نگ (علم الہندسہ) حساب، الجبرا، جیومیٹری، علم ہیئت اور فلکیات، جغرافیہ اور طب وغیرہ کو اپنے دینی مدارس میں پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔

مسلمانوں کے جامع نظامِ تعلیم کا زوال

لیکن ہماری شامت اعمال رنگ لائی اور ہماری محکومیت کا دور شروع ہوا، جب انگریز اپنی مکاری اور دھوکہ بازی کے ساتھ تاجروں کے بھیس میں لٹیرے بن کر اور برصغیر پر عذاب بن کر نازل ہوئے تو انہوں نے اپنی چال بازیوں سے ہندوستان کی زمینوں پر قبضے کرنے شروع کئے اور رفتہ رفتہ چالبازیوں کے ذریعے اپنے قدم جماتے چلے گئے، کیونکہ اس زمانے میں ہمارے حکمران وہ سبق بھول چکے تھے، جو قرآن وسنت اور خلفائے راشدین نے امت کو دیا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، محمد بن قاسمؒ، طارق بن زیادؒ اور قتیبہ بن مسلم باہلیؒ اور دوسرے تمام بزرگانِ دین نے جو کچھ سکھلایا تھا وہ اسے بھی "قصہ پارینہ" بنا چکے تھے، شخصی حکومت کی وجہ سے وہ عیاشی اور طرح طرح کی آرام طلبیوں میں گھِر گئے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی افواج کا جو سیلاب آیا اس میں وہ خس و خاشاک کی طرح بہتے چلے گئے۔

۱۸۵۷ء کا جہادِ آزادی

اس وقت کے علمائے کرام اور مشائخ عظام نے آخر وقت تک انگریزی حکومت اور انگریزی فوج کا بھرپور مقابلہ کیا، اس سلسلے کی آخری کوشش ۱۸۵۷ء میں بہادر شاہ ظفر مرحوم کے دور میں ہوئی، یہ مغل دور کے آخری بادشاہ تھے، مگر ان کی حکومت صرف دہلی کے لال قلعہ تک محدود ہو کر رہ گئی تھی، باقی تقریباً سارے ملک پر انگریز کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔

۱۸۵۷ء میں جہادِ آزادی کی تحریک اٹھی اور وہی مقدس جماعت جو دارِ ارقم اور صفہ کے تعلیم یافتہ صحابۂ کرامؓ کی پیروی کر رہی تھی، وہی بوریا نشین ملا، وہی مسجدوں کے امام، وہی خانقاہوں کے پیشوا، میدان میں آئے، ان میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تھے، جنہوں نے بعد میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی، اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت حافظ ضامن شہیدؒ اور

دوسرے علمائے دین اس جہاد میں پیش پیش تھے،ان حضرات نے تھانہ بھون کے پاس انگریزی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور جہادِ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

لیکن ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشوں کا وقت آیا ہوا تھا اور ہمیں اپنے کیئے کی سزائیں ملنے والی تھیں،اپنے ہی بعض مسلمانوں کی غداریوں کی وجہ سے یہ تحریک آزادی شکست سے دوچار ہوئی اور ہندوستان میں دہلی کے چوراہوں پر پھانسی کے پھندے لٹکائے گئے اور علماءِ حق کو ان پر پھانسیاں دے دے کر شہید کیا گیا،انگریزوں کی طرف سے ہندوستان کے طول وعرض میں وحشت وبربریت کا جو دور مسلمانوں پر آیا وہ تاریخ کا ایک المناک باب ہے،جلیانوالہ باغ جیسے دلدوز مناظر آج بھی تاریخ کو یاد ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف انگریزوں کی ایک اور خطرناک چال

انگریزی حکومت پورے کروفر کے ساتھ پورے برصغیر پر قابض ہوگئی،یہ چالباز اور دھوکہ باز حکومت تھی،شروع شروع میں ظلم وستم کے پہاڑ توڑے،علمائے حق کو پھانسیوں پر لٹکایا،اس کے بعد انہوں نے امن کا لباس پہنا،تمدن کا لباس پہنا،اپنے بھیڑیے پن کو کوٹ پتلون میں چھپانے کی کوشش کی اور ایسی تدبیریں شروع کیں جس سے مسلمان اپنے قرآن پاک کو بھول جائیں،اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول جائیں،اپنے دین کو فراموش کر کے ایک غلام قوم کے طور پر ان کے تابع فرمان ہوجائیں۔

انہیں ہندوؤں سے کوئی خطرہ نہیں تھا،انہیں سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں سے تھا،کیونکہ یہ قوم حکمرانی تو جانتی تھی محکومی اور غلامی سے ناآشنا تھی۔یہ انگریزی حکومت کو دل سے قبول کرنے والی قوم نہیں تھی،مسلمانوں کو قابو میں لانے اور ان پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے دینی مدارس کو بے اثر کردینا انگریزوں کی سیاسی ضرورت تھی،انہوں نے دینی مدارس پر فوج کشی نہیں کی،بلکہ انہوں نے سب سے پہلے یہ کیا کہ ہندوستان کے سرکاری دفاتر سے فارسی زبان کو ختم کر کے انگریزی زبان مسلط کردی،جس کا نتیجہ رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ جب اس ملک کے باشندے سرکاری دفاتر میں پہنچتے تو وہ سرکاری نظروں میں ان پڑھ اور جاہل تھے،چاہے وہ کتنے ہی اونچے درجے کے تعلیم یافتہ ہوں،مگر صرف انگریزی نہ جاننے کی وجہ سے سرکاری اداروں میں وہ جاہل ان پڑھ قرار دیئے گئے،وہ سرکاری ملازمت حاصل کرنے کے لئے سرکاری اسکولوں میں اپنے بچوں کو داخل کرانے پر مجبور ہوگئے،جہاں ایک اجنبی قوم کی زبان اور اجنبی تہذیب ومعاشرت کی حکمرانی تھی اور اسلامی تعلیمات کا داخلہ ممنوع تھا۔

اسلام کسی قوم کی زبان سیکھنے سے منع نہیں کرتا

اسلام کسی قوم کی زبان سیکھنے سے منع نہیں کرتا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودیوں کی زبان سیکھنے کا حکم دیا اور چند ہی دنوں میں حضرت زید بن ثابتؓ نے یہودی زبان میں مہارت پیدا کرلی،چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ترجمان تھے،جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کو خط بھیجتے تو یہودیوں کی زبان میں ان سے لکھواتے تھے اور جب یہودیوں کا خط آتا تو حضرت زید بن ثابتؓ اس کا ترجمہ عربی زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش

کرتے تھے۔اسلام کسی زبان کا دشمن نہیں ہے۔

انگریزی زبان مسلمانوں پر سیاسی حربے کے طور پر مسلط کی گئی

اسلام انگریزی زبان کا بھی دشمن نہیں،لیکن اس وقت تو مسلمانوں پر انگریزی زبان ایک سیاسی حربے کے طور پر مسلط کی جارہی تھی،اسلام کو نظام تعلیم اور نصابِ تعلیم سے خارج کر دیا گیا تھا،تا کہ مسلمانوں کی نئی نسل اپنی اسلامی روایات اور اپنے ماضی سے رشتہ توڑ کر اپنا قبلہ یورپ اور انگلستان کو بنالے اور جسمانی محکومیت کے ساتھ ذہنی غلامی کا طوق بھی اپنے گلوں میں ڈال لے، چنانچہ اس زمانے میں ہمارے بزرگوں نے یہی کہا کہ سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں اپنے بچوں کو داخل نہ کرو،اس لیے کہ ان اسکولوں میں نظامِ تعلیم سیکولر تھا،اس میں زبان بھی اجنبی،تہذیب وتمدن بھی دوسرے،روایت وآثار بھی دوسری قوم کے۔خلاصہ یہ کہ ایک غلام قوم تیار کرنے کے لیے جس تعلیم وتربیت کی ضرورت تھی،وہ پوری طرح ان اسکولوں اور کالجوں میں مہیا کر دی گئی تھی۔

مرحوم اکبرالٰہ آبادی کا شعر

اکبرالٰہ آبادی نے اس صورتحال کو دیکھا کہ انگریز مسلمانوں کے بچوں کو قتل تو نہیں کر رہا،لیکن سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں داخل کر کے اپنا بنایا ہوا نصاب،اپنے بنائے ہوئے سیکولر ماحول میں پڑھا کر ان بچوں کو ذہنی طور پر اپنا غلام بنا رہا ہے،تا کہ نئی نسل سے ہمیں کوئی خطرہ باقی نہ رہے،اکبرالٰہ آبادی مرحوم نے اس تعلیمی پالیسی پر اپنے ایک شعر میں خوب تبصرہ کیا ہے۔فرعون کو جادوگروں یا کسی خواب دیکھنے والے نے یہ بتلایا تھا کہ بنی اسرائیل میں کوئی لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو تیری حکومت کا خاتمہ کردے گا،تو اُس نے یہ حکم دے دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا بھی پیدا ہو،اس کو قتل کر دیا جائے،تا کہ فرعون کی فرعونیت کے لئے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔فرعون نے نومولود بچوں کو قتل کیا اور اتنا بدنام ہوا کہ آج تک اس کے اس ظلم کا چرچا زبانوں پر ہے،لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا،اللہ تعالیٰ نے اسی کے ہاتھوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرائی،پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی نے اس کی حکومت کا خاتمہ بھی کیا،فرعون کو جو بدنامی اٹھانا پڑی وہ الگ رہی۔تو اکبرالٰہ آبادی مرحوم،فرعون کے عمل اور انگریزوں کی تعلیمی پالیسی کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

مطلب یہ تھا کہ فرعون نے بچوں کا قتل عام کیا،تا کہ ان میں سے کوئی اس کی حکمرانی کے لئے خطرہ نہ بن جائے۔انگریزوں نے قتل عام کر کے بدنامی تو مول نہیں لی لیکن اسکول اور کالج کھول کر ایک ایسا نظام تعلیم رائج کر دیا جس سے ہندوستانی مسلمانوں کی نسلیں غلامی کی خوگر ہو جائیں،یہ درحقیقت ان کا نظریاتی اور اخلاقی قتل عام تھا،تو اکبرالٰہ آبادی مرحوم فرماتے ہیں کہ:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

یعنی فرعون بھی اگر قتل کے بجائے ایسے ہی اسکول کھول لیتا اور ایسے ہی کالج کھول لیتا جیسے انگریزوں نے کھولے ہیں تو قتل کی بدنامی اس کے حصے میں نہ آتی اور بنی اسرائیل کو محکوم بنائے رکھنے کا مقصد حاصل ہوجاتا۔انگریزوں نے یہ چالبازی کی کہ قتل عام تلوار سے تو نہیں کیا،لیکن نظام تعلیم کے ذریعے نظریاتی قتل عام کیا۔اس صورتحال کو کسی اور شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے کہ:

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

علماء نے انگریزوں کے اسکولوں کی مخالفت کیوں کی

ہمارے علمائے کرام نے اس وقت مسلمان بچوں کو سرکاری اسکولوں میں داخلے سے روکا،آج یہ طعنہ دیا جاتا اور اعتراض کیا جاتا ہے کہ علماء،جدید علم اور حکمت کے خلاف ہیں،سائنس اور ٹیکنالوجی کو بُرا سمجھتے ہیں،یہ بالکل واقعات کے خلاف بہت ہی بھونڈہ الزام ہے،علماء نے سائنس اور ٹیکنالوجی یا عصری علوم کی کبھی مخالفت نہیں کی،علم وفن کی کبھی مخالفت نہیں کی،بلکہ ہمیشہ علم وفن کی سرپرستی اور قدردانی کرتے رہے اور علم وفن کو ترقی دینے میں کوشاں رہے۔میں پیچھے کہہ چکا ہوں کہ علمائے دِین کے پاس تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سبق موجود ہے کہ:﴿کلمة الحکمة ضالة المؤمن﴾یعنی حکمت کی بات مؤمن کی متاعِ گم شدہ ہے۔یورپ اور انگلینڈ سے جو سائنس اور ٹیکنالوجی آرہی تھی،علماء اس کی مخالفت نہیں کررہے تھے اور نہ آج کررہے ہیں،مخالفت اس ماحول کی اور اُس خاص نصاب ونظام کی کررہے تھے جو اسکولوں اور کالجوں میں مسلمان بچوں کو ذہنی طور پر غلام بنانے کے لئے تیار کیا گیا تھا اور انگریزی زبان کی مخالفت بھی اس وجہ سے کررہے تھے کہ وہ انگریزی کو مسلمانوں کی قومی وسرکاری زبان فارسی کی جگہ رائج کرکے مسلمانوں کا رشتہ ان کی قومی روایات سے،ان کی تاریخ سے اور ان کے شاندار ماضی سے توڑنا چاہتے تھے۔جدید علم وحکمت کی علماء نے کبھی مخالفت نہیں کی۔اسکول وکالج کھلتے گئے،ملازمتیں انہی کی ڈگریوں کی بنیاد پر ملنے لگیں اور جس کے پاس وہ ڈگری نہیں تھی وہ بے روزگار رہا،بےعزت ہوا اور اَن پڑھ کہلایا۔ادھر ہندوؤں نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے اپنے حربے استعمال کرنے شروع کردیئے،انگریزوں نے بھی اپنے عیسائی مبلغین بلاکر یہاں کے مسلمانوں کو طرح طرح کے لالچ دے کر اُن کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنا شروع کیا۔

دار العلوم دیوبند کا قیام

ان حالات میں اس بات کا شدید خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں اس دورِ محکومی میں اسلامی علم وحکمت،قرآن وحدیث،فقہ،اُصولِ فقہ،تفسیر اور تمام اسلامی علوم کی وہ میراث جو دینی مدارس کے ذریعے تیرہ سو سال سے اب تک محفوظ چلی آرہی تھی،وہ ہمارے ہاتھوں سے نہ جاتی رہے،اس وقت ہمارے بزرگوں نے دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی،جس میں سب سے آگے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ہیں۔انہوں نے سوچا کہ ہم کم از کم اسلامی علوم کو اور اسلامی اقتدار کے زمانے میں علم وحکمت کے جو دُوسرے شعبے تھے مثلاً حساب،الجبرا،جیومیٹری(اقلیدس)،علم ہیئت(فلکیات)،جغرافیہ،منطق،فلسفہ،عربی شعر وادب اور طب وغیرہ ان سب کو

تو محفوظ کر ہی لیں، اس مقصد کے لئے انہوں نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا، دارالعلوم دیوبند بڑی سادگی کے ساتھ ایک اُستاذ اور ایک شاگرد سے شروع ہوا، اُستاذ کا نام بھی محمود، شاگرد کا نام بھی محمود، ایک انار کے درخت کے نیچے یہ مدرسہ شروع ہوگیا۔

مدرسہ عمارت کا محتاج نہیں

مدرسے کے لئے عمارت کی ضرورت نہیں ہوتی، عمارت مل جائے تو یہ اللہ کا کرم ہے، لیکن مدارس کی تاریخ بتاتی ہے کہ مدارس کا وجود عمارتوں کا محتاج نہیں ہوتا، مدرسہ نام ہے اُستاذ اور شاگرد کا، جہاں اُستاذ اور شاگرد بیٹھ جائیں، اُستاذ پڑھانا اور شاگرد پڑھنا شروع کردے وہی مدرسہ ہوجاتا ہے، چاہے وہ درخت کا سایہ ہو، یا ریگستان اور چاہے وہ کوئی جزیرہ ہو یا پہاڑ کی چوٹی، اسی طریقے سے دارالعلوم دیوبند قائم ہوا اور پھر رفتہ رفتہ وہ عالم اسلام کی عظیم الشان یونیورسٹی بن گئی اور یہاں سے وہ آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے جن کے نام لیوا آج دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہم بھی ان کے نام لیواؤں میں شامل ہیں، اگرچہ ہماری زبانیں اس قابل نہیں کہ وہ ان مقدس ہستیوں کا نام لیں۔

علمائے دیوبند کی سب سے بڑی خوبی

دارالعلوم دیوبند سے تیار ہونے والے علمائے کرام کی ایک اہم خصوصیت اور سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ انہوں نے اپنے علم و عمل اور قول و کردار سے صحابہ کرامؓ کے نمونے پیش کئے، ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے تمام شعبہ ہائے زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کیا اور واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک ایک شخصیت صحابہ کرامؓ کا نمونہ بنی، اُن بزرگوں کے اعلیٰ کردار اور علمی و عملی کمالات کی ایک طویل اور لذیذ داستان ہے، ان کے واقعات اور حکایات شروع کردوں تو دو دن اسی میں گزر جائیں۔ صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں، وہ کیسے بے نفس لوگ تھے اُن کو اللہ تعالیٰ نے رِیاء اور طلبِ شہرت جیسے رزائل سے بچایا تھا، یہ حضرات بدعتوں کا قلع قمع کرنے والے اور سنتوں کو زندہ کرنے والے تھے، ﴿اشداء علی الکفار رحماء بینھم﴾ کا نمونہ تھے، بدعت کا رد ہو یا دوسرے مخالفین سے مجادلہ، دونوں کام سنت کے مطابق کرتے تھے، اپنی من مانی نہیں کرتے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا سبق آموز واقعہ

کانپور میں جب حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مدرسہ میں پڑھاتے تھے تو انہوں نے اپنے اُستاذِ محترم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی تاکہ وہاں تشریف لائیں اور بیان فرمائیں، کانپور میں بے چارے کچھ لوگ کچھ بدعات میں مبتلا تھے اور ان کے مریدین کا بڑا حلقہ تھا، شہرت یافتہ حضرات تھے اور عام طور پر ان میں یہ چرچے ہوا کرتے تھے کہ میاں یہ علمائے دیوبند کیا جانیں علوم کیا ہوتے ہیں، ان کو تو علوم کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اسی طرح کی باتیں کرتے تھے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الہندؒ کی تشریف آوری پر جلسے میں اُن حضرات کو بھی دعوت دی، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افروز بیان ہوا، پورے مجمع پر سناٹا طاری تھا، گویا علم و حکمت اور فصاحت و بلاغت کا دریا دھیرے دھیرے بہہ رہا تھا،

اسی دوران وہ حضرات بھی آ گئے، جو علمائے دیوبند سے اختلاف یا مخالفانہ رویہ رکھتے تھے، ان کے معتقدین بھی ساتھ تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خوش ہوئے کہ یہ بڑا اچھا موقع ہے، یہ حضرات ہمارے اُستاذ کی تقریر سنیں گے تو انہیں پتہ چلے گا کہ ہمارے بزرگوں کے پاس کتنا علم ہے، کیسی حکمت اور دانائی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے جیسے ہی ان اہلِ بدعت کو دیکھا تو خاموش ہو گئے، تقریر وہیں ادھوری چھوڑ دی، لوگ سمجھے کسی عذر سے یا شاید پانی پینے کے لئے رک گئے ہیں، جب چند منٹ گزر گئے تو حضرت تھانویؒ نے پوچھا: حضرت! کیا بات ہے؟ فرمایا: اب میں تقریر نہیں کروں گا۔ عرض کیا: حضرت! اب تو تقریر کا وقت آیا تھا، اس پر حضرت نے جو جملہ فرمایا وہ آبِ زر سے لکھنے اور دِل میں کندہ کرنے کے قابل ہے، فرمایا: ''تم کہتے ہو کہ اب تو تقریر کا وقت آیا ہے، یہی بات تو مرے دِل میں آ گئی تھی (جس کی وجہ سے تقریر چھوڑ دی) یعنی اب تک اللہ کی رضا کے لئے بیان ہو رہا تھا، اب بیان جاری رکھتا ہوں تو یہ اُن کو دِکھانے کے لئے ہوگا، اللہ کے لئے نہیں ہوگا اس لئے تقریر چھوڑ دی۔''

یہ حضرت علیؓ کے ایک عظیم کردار کا نمونہ ہے

دیکھئے یہ واقعہ تقریباً ویسا ہی ہے جیسا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا تھا، ایک یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے کلمات کہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فاتحِ خیبر کیسے برداشت کر سکتے تھے، اس کو زمین پر پٹخ مارا، سینے پر سوار ہو گئے اور اُسے قتل کرنے کے لئے خنجر نکالا۔ یہاں ایک بات یاد رہنی چاہئے، وہ یہ کہ شانِ رسالت میں صریح گستاخی کے مجرم کو جان سے مارنے کا اختیار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے تھا کہ وہ امیر المومنین تھے، انہوں نے اپنے کانوں سے اُسے گالی دیتے ہوئے سُنا، دوسرے لوگ جو وہاں موجود تھے انہوں نے بھی سنا، مجرم کا جرم ثابت تھا جس کی سزا موت ہے، اس واسطے انہیں قتل کرنے کا اختیار تھا، مجھے اور آپ کو اس وقت تک کسی کو قتل کرنے کا اختیار نہیں جب تک عدالت فیصلہ نہ کر دے کہ اُس نے یہ جرم کیا ہے اُسے قتل کر دیا جائے، شریعت کا قانون یہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کے لئے خنجر نکالا تو اس یہودی نے منہ پر تھوک دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ سوچا اور اسے چھوڑ کر کھڑے ہو گئے، لوگوں نے عرض کیا: امیر المومنین! اسے آپ نے ایسے ہی چھوڑ دیا؟ فرمایا: ''پہلے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قتل کر رہا تھا، جب اس نے میرے منہ پر تھوکا تو مجھے غصہ اور زیادہ آ گیا، مگر میں نے سوچا کہ اب اگر اسے قتل کروں گا تو اپنے نفس کے انتقام کا جذبہ بھی شامل ہوگا۔'' یہودی نے جب دیکھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں کی یہ عظمت ہے تو اُسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے درحقیقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مثال قائم کی۔ یہ تو ایک مثال ہے، ہمارے اکابر کی زندگیاں صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا نمونہ تھیں، ہمارے بزرگانِ دیوبند، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے چلتے پھرتے نمونے تھے، الحمد للہ ان حضرات نے ان علومِ نبوت کی حفاظت کی جو پچھلے تیرہ سو سال سے علمائے دین اور علمائے اسلام کے ترکہ میں چلے آ رہے تھے، اس کی پروا نہیں کی کہ ہمیں سرکاری اداروں میں ملازمتیں نہیں ملیں گی، انہوں نے روکھی سوکھی کھا کر، تنگ و تاریک حجروں میں رہ کر اور بعض اوقات فاقہ کشی کر کے بھی اور لوگوں کی ملامتیں سُن کر بھی، اپنے کام کو جاری رکھا اور علوم دینیہ کی حفاظت میں الحمد للہ کامیاب ہو گئے۔

علی گڑھ کے ادارے کا قیام

عین اُسی زمانے میں جب دارالعلوم دیوبند قائم ہورہا تھا، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ایک ہم سبق سرسید احمد خان مرحوم نے علی گڑھ میں تعلیمی ادارہ قائم کیا، ان کے پیشِ نظر یہ تھا کہ مسلمانوں کو سرکاری اداروں میں ملازمتیں نہیں مل رہی ہیں اور ہندو خوب ملازمتیں حاصل کررہے ہیں۔ مسلمانوں کی معاشی وسیاسی موت واقع ہوجانے کا اندیشہ ہے، انہوں نے مسلمانوں کی سیاست و معیشت کے تحفظ کے لئے علی گڑھ کا ادارہ قائم کیا، تاکہ وہاں انگریزوں کے لائے ہوئے نصاب تعلیم کو رائج کرکے کم از کم مسلمانوں کی سیاست اور معیشت تو محفوظ کردی جائے۔ تو دیوبند کا مشن تھا مسلمانوں کے دِین کا تحفظ اور سرسید کے اس تعلیمی ادارے کا مقصد تھا مسلمانوں کی دنیا کا تحفظ، دونوں نیتیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک تھیں، مسلمانوں کے دِین کا تحفظ بھی ضروری ہے، ان کی سیاست ومعیشت اور دُنیا کا تحفظ بھی ضروری ہے۔

یہاں سے دِین ودُنیا میں تفریق پیدا ہوئی

لیکن المناک بات یہ ہوئی کہ پہلے یہ دونوں کام ایک ہی قسم کے تعلیمی اداروں میں ہوا کرتے تھے، اب یہ کام تقسیم ہوگئے، علی گڑھ کا نصاب ونظام اور طریقہ کار الگ اور دیوبند کا نصاب ونظام اور طریقہ کار جُدا۔ دِین اور دُنیا میں تفریق ہوئی، تعلیم کے دونوں نظاموں میں خلیج پیدا ہوئی، اپنے اپنے مقصد میں دونوں ادارے کامیاب ہوئے، دیوبند نے علومِ نبوّت کی الحمدللہ ایسی حفاظت کی کہ جب آزادی ملی اور پاکستان قائم ہوا تو وہ علوم نبوت جوں کے توں اسی طرح محفوظ تھے جیسے انگریزوں کے آنے سے پہلے محفوظ تھے، بلکہ صرف محفوظ ہی نہیں بلکہ الحمدللہ بزرگانِ دیوبند اور اُن کے شاگردوں نے اُن میں اور نکھار پیدا کیا تھا اور ان کو آگے بڑھایا تھا۔ اُدھر علی گڑھ بھی اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیاب ہوا۔ پاکستان بن گیا۔ الحمدللہ پاکستان کا قیام پورے برصغیر کے مسلمانوں کی قربانیوں کا مرہونِ منّت ہے، لیکن اگر حضرات علمائے دیوبند کی ایک بڑی جماعت تحریکِ پاکستان میں پیش پیش نہ ہوتی تو مسلمان ان قربانیوں کے لئے تیار نہ ہوتے، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں اُن کے رفقاء حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ اور ہمارے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور علمائے دیوبند کی ایک بڑی جماعت قیامِ پاکستان کی تحریک میں سرگرم ہوئی، پیشِ نظر یہ تھا کہ ہمیں ایک ایسا خطہ مل جائے جس میں ہم اسلامی معیشت، اسلامی تجارت، اسلامی نظامِ تعلیم، اسلامی نظامِ حکومت، اسلام کا عدل وانصاف اور اسلامی معاشرت قائم کرسکیں۔ الحمدللہ پاکستان وجود میں آیا تو ہمارے بزرگوں کے سامنے سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ یہاں اسلامی حکومت کے شایانِ شان نظام قائم ہو، اسلامی معاشرہ قائم ہو۔ نظام حکومت بھی اسلامی ہو، نظام تعلیم بھی اسلامی ہو۔

یہ دونوں نظامِ تعلیم دفاعی نوعیت کے تھے

والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ دیوبند جس مقصد کے لئے قائم ہوا تھا اور علی گڑھ جس مقصد کے لئے قائم ہوا تھا دونوں اپنے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے، لیکن یہ دونوں نظام تعلیم دفاعی تھے،

اقدامی نہیں تھے۔ میں مفہوم عرض کر رہا ہوں الفاظ نہیں۔ یہ دونوں دفاعی نظام تعلیم تھے، اقدامی نہیں تھے، یعنی ایک غیر مسلم قوم ہم پر مسلط ہوگئی تھی، اسلام اور مسلمانوں کو اس کی دست بُرد سے بچانے کے لئے دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ایک قلعہ تعمیر کیا گیا، جہاں علوم دین اور اسلامی روایات کی حفاظت کی گئی اور جدید علوم وفنون سے مجبوراً قطع نظر کرنی پڑی، جو بلاشبہ دنیاوی حیثیت سے ایک نقصان تھا اور علی گڑھ میں مسلمانوں کی دنیا اور ان کی معیشت کی حفاظت کے لئے جدید علوم وفنون کو اپنایا گیا، مگر وہاں جانے والوں میں دین کی وہ پختگی نہیں رہی، ان میں سے بہت سوں کے اندر انگریزوں کی ذہنی مرعوبیت پیدا ہوگئی اور اپنی دینی وقومی روایات کے بارے میں ان میں سے بہت سے لوگ احساسِ کمتری کا شکار ہوگئے۔ بہر حال یہ دونوں نظام تعلیم دفاعی نوعیت کے تھے، جو حالات کے جبر کے باعث ''دفاعی حیثیت'' سے آگے نہ بڑھ سکے۔

پاکستان کو نئے نظامِ تعلیم کی ضرورت تھی

حضرت والد صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب پاکستان بن گیا اور مسلمانوں کا ایک آزاد اور خود مختار وطن دُنیا کے نقشے پر اُبھر آیا تو یہاں پورے ملک کے نظام تعلیم کے طور پر نہ علی گڑھ کا نظام تعلیم کافی تھا نہ دیوبند کا نظام تعلیم۔ یہ دونوں ایسے نظام نہیں تھے کہ ان میں سے کسی ایک کو جوں کا توں پاکستان کے سب تعلیمی اداروں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جاری کر دیا جائے، اگر ایسا ہوتا تو پھر مذہب سے محرومی رہتی یا دُنیا سے۔ ہمارے والد صاحبؒ اور ہمارے دوسرے بزرگوں کا یہ سوچا سمجھا نظریہ تھا کہ یہاں ایسے نظام تعلیم کی ضرورت ہے جس میں دین ودُنیا کی تفریق نہ ہو، ایک مرحلے تک مثلاً میٹرک تک مشترک نصابِ تعلیم چلے، اس میں ضروری دینی مسائل اور قرآن وسنت کی بنیادی تعلیم بھی قومی اور مادری زبان میں ہو اور عصری علوم وفنون بھی ساتھ ساتھ چلیں، میٹرک تک دینی اور دُنیاوی نصاب تعلیم میں کوئی فرق نہ ہو، میٹرک کے بعد جس طریقے سے ہر علم وفن کے لئے اسپیشلائزیشن اور تخصص ہوتا ہے اس نظام میں بھی ہو، کہ کوئی طالب علم عصری علوم میں آگے بڑھے، کوئی دینی علوم میں، پھر آگے جا کر کوئی فقہ میں تخصص کرے، کوئی حدیث میں، کوئی جغرافیہ میں، کوئی انجینئرنگ میں، کوئی طب میں۔ لیکن میٹرک تک تعلیم سب کی مشترک ہو اور آگے سائنس، ٹیکنالوجی، جغرافیہ، ریاضی، انجینئرنگ اور طب وغیرہ کی تمام تعلیم بھی اسلامی رنگ میں رنگی ہوئی ہو، تعلیمی اداروں کا ماحول مسلمانوں کے شایانِ شان ہو اور ہمارے نظام تعلیم سے معیاری محدثین وفقہاء اور مفسرین ومتکلمین تیار ہوں اور مثالی مسلمان انجینئر، مثالی مسلمان ڈاکٹر، مثالی مسلم سائنس دان تیار ہوں، جو ملک وقوم کی بھی مثالی خدمت کر سکیں اور اسلام کے مبلغ بھی بن سکیں۔ اس سلسلے میں ہمارے والد ماجدؒ نے سرکاری سطح پر برسوں کوششیں کیں کہ پورے ملک کا نظام تعلیم سرکاری سطح پر اس انداز میں قائم ہو کہ جس میں دِین ودُنیا کی خلیج اور تفریق نہ ہو۔

افسوس ناک صورتحال

لیکن افسوس ناک صورتحال یہ سامنے آئی، جس پر والد صاحبؒ بہت افسوس کا اظہار فرمایا کرتے تھے، کہ ہمارے ملک پر جو حکمران دو چار سال بعد ہی مسلط ہوگئے تھے وہ یہاں اسلامی تعلیم نہیں لانا چاہتے تھے، انہوں نے انگریزوں کی آغوش میں تعلیم

حاصل کی تھی، انگریزی زبان لکھنا اور بولنا ہی ان کے نزدیک بڑا علم تھا، ان کے اندر قومی غیرت کا ایسا معیار بھی نہیں تھا جو ہر آزاد اور غیور قوم میں پایا جاتا ہے، انہوں نے اپنی قومی زبان اُردو کو پہلے کی طرح بلکہ اُس سے بھی زیادہ پیچھے دھکیلا۔ انگریزی زبان کو اور لارڈ میکالے کے بنائے ہوئے نظامِ تعلیم کو جوں توں مسلط رکھا اور ایک آزاد وخود مختار اسلامی ملک کی ضرورت کے مطابق نظام تعلیم قائم کرنے کے سلسلے میں کوئی کوشش بار آور نہ ہونے دی، حضرت والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس زمانے میں کئی یونیورسٹیوں کے ممتحن بھی رہے، نصابی کمیٹیوں کے رکن بھی رہے اور بہت کوششیں کیں کہ کسی طریقے سے اسلامی سانچے میں یہ نظام تعلیم ڈھالا جا سکے، لیکن کامیابی نہ ہوئی، والد صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہم تو یہ چاہتے تھے کہ پورے ملک میں اسلامی نظام تعلیم ہو، جس میں دونوں قسم کے علوم وفنون جدید ترین ترقی یافتہ شکل میں ہوں، وہ تو اب ممکن نہیں رہا۔ چلو وہی کام کر لیں جو انگریزوں کے دور میں مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو کرنا پڑا تھا۔

(محرم، صفر ۱۴۳۱ھ، جنوری، فروری ۲۰۱۰ء، جلد: ۷، شمارہ: ۱، ۲)

دینی مدارس کیا ہیں؟؟

ان کی بات بھی ٹھنڈے دل سے سن لیجیے!

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی
شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم، کراچی

ملک کے دینی مدارس آج کل چاروں طرف سے نہ صرف تنقید کا نشان بنے ہوئے ہیں بلکہ ان کے خلاف یک طرفہ اعلانات اور کارروائیوں میں روز بروز شدت آ رہی ہے۔ کسی بھی ادارے پر تنقید کوئی بری بات نہیں، اگر اس ادارے کو اچھی طرح دیکھ بھال کر اور اس کے نظام اور اغراض و مقاصد کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے کر اس پر تنقید کی جائے تو ایسی تنقید خیر مقدم کی مستحق ہے اور اس سے ادارے کو بہتر بنانے اور ترقی دینے میں مدد ملتی ہے، لیکن اگر کوئی تنقید دور دور سے محض بدگمانیوں کی بنیاد پر کی جائے تو نہ صرف یہ کہ اس سے اصلاحِ حال میں کوئی مدد نہیں ملتی بلکہ وہ بسا اوقات محاذ آرائی کی شر انگیز فضا پیدا کر دیتی ہے اور اگر یہ تنقید اس سرکاری ذرائع کی طرف سے ہو جن کے ہاتھ میں اقتدار کی باگ ڈور ہے اور وہ اسے عملی کارروائیوں کی بنیاد بنانے لگیں تو ایسی تنقید ظلم و ستم میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ دینی مدارس کی مظلومیت یہ ہے کہ آج کل وہ اسی دوسری قسم کی تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں جو ٹکسالی فقرے آج ہر نقاد کی زبان پر ہیں ان میں اکثر وہ ہیں جو ان مدارس کے مشاہدے اور معروضی تجزیہ پر نہیں بلکہ ان مفروضوں پر مبنی ہیں جو دور دور سے ذہن میں قائم کر لیے گئے ہیں اور انہیں ایک مسلم حقیقت سمجھ کر دن رات ان کی تشہیر کی جا رہی ہے۔ اس بات کی تصدیق بآسانی اس طرح کی جا سکتی ہے جو حضرات دینی مدارس کے بارے میں یہ چلتے ہوئے فقرے تکیہ کلام کی طرح بولتے رہتے ہیں کہ "ان مدرسوں میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے" "ان مدرسوں میں عصری تعلیم بھی پڑھائی جانی چاہئیں" "کیا وجہ ہے کہ ان مدرسوں سے سائنس دان پیدا نہیں ہوتے؟" وغیرہ وغیرہ، ان سے یہ پوچھ کر دیکھ لیجیے کہ "کیا آپ نے کوئی مدرسہ جا کر دیکھا ہے؟" "کیا آپ نے ان کے نصاب اور نظام کا جائزہ لیا ہے؟" "کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ کیا کیا مضامین کن درجوں میں پڑھاتے ہیں؟" ...... مجھے یقین ہے کہ ان میں سے اکثریت کا جواب نفی میں ہوگا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ بات کتنی منصفانہ اور کتنی وزن دار ہے؟

پروپیگنڈے کے اس نقار خانے میں جہاں فضا ایسی بنا دی گئی کہ ان دینی مدارس کی حمایت میں کچھ بولنا اپنے سر پر دقیانوسیت، رجعت پسندی، بلکہ دہشت گردی تک کا الزام لینے کے مترادف بن گیا ہے۔ میں آپ کو انصاف کے نام پر دعوت دیتا ہوں کہ براہ کرم ایک مرتبہ خود ان دینی مدارس کے نمائندوں کی بات بھی ٹھنڈے دل و دماغ سے سن لیجیے اور ان مدارس کی صورتحال ان کی زبانی معلوم کر کے اپنے ذاتی مشاہدے سے اس کی تصدیق کر لیجیے، اس کے بعد بیشک آپ جو تنقید کریں، اصلاحی تجاویز پیش کریں وہ خیر مقدم کی مستحق ہوں گی۔

پہلے تو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ دینی مدارس کیا ہیں؟ ہمارے ملک میں بڑی بھاری تعداد ایسے حضرات کی ہے جو مدارس سے واقف ہی نہیں ہیں اور وہ ''دینی مدرسہ'' بس ان مکتبوں کو سمجھتے ہیں جو اکثر محلوں کی مسجدوں میں قرآن کریم یا حفظ پڑھانے کے لیے قائم ہیں۔ اگرچہ ہمارے ملک میں مدرسوں نے قرآن کریم کی تعلیم عام کرنے اور خواندگی کی شرح بڑھانے میں بڑی عظیم الشان خدمت انجام دی ہیں اور یہ دینی مدارس کے نظام کا ایک حصہ بھی ہیں لیکن دینی مدارس کے نام سے جو ادارے اس وقت موضوع بحث ہیں وہ یہ مکتب نہیں بلکہ وہ تعلیمی ادارے ہیں جو ''عالم دین'' کی ڈگری کے لیے سولہ سالہ نصاب پڑھاتے ہیں۔ یہ دینی مدارس کسی نہ کسی ''وفاق'' یا ''تنظیم المدارس'' سے ملحق اور یہی وفاق جو اِن کے لیے نصاب متعین کرتا اور مختلف مرحلوں کا امتحان لے کر انہیں سند جاری کرتا ہے۔

''وفاق'' کی طرف سے ان مدارس کا جو نصاب مقرر ہے، اس کے تحت مکتب کی تعلیم یعنی قرآن کریم ناظرہ یا حفظ اور معمولی نوشت و خواند کے بعد تعلیم کا پہلا مرحلہ متوسطہ کہلاتا ہے جو میٹرک کے مساوی ہے۔ اس مرحلے میں طلبہ کو وہ تمام مضامین پڑھائے جاتے ہیں جو سرکاری اسکولوں میں رائج ہیں۔ ان میں اردو، انگریزی، حساب، جغرافیہ، تاریخ، مطالعہ پاکستان اور سائنس وغیرہ تمام مروجہ مضامین شامل ہیں۔ البتہ اس میں ان دینی معلومات کا اضافہ ہے جو ایک مسلمان کے لیے ضروری ہیں، عام سرکاری اسکولوں یا پرائیویٹ اداروں میں اسلامیات کا جو برائے نام حصہ ہوتا ہے اس کے بجائے یہاں اچھے معیار کی دینی معلومات فراہم کی جاتی ہیں، نیز فارسی زبان سے بھی مناسبت پیدا کی جاتی ہے تا کہ طالب علم فارسی کے علمی اور ادبی ذخیرے سے استفادہ کی صلاحیت حاصل کر سکے۔ اس کے علاوہ بہت سے دینی مدارس اسی مرحلے میں کمپیوٹر کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ اس طرح جب طالب علم مرحلۂ متوسطہ سے فارغ ہوتا ہے تو وہ میٹرک کی سطح تک تمام عصری مضامین پڑھ چکا ہوتا ہے جو سیکولر تعلیمی اداروں میں میٹرک تک پڑھائے جاتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ وہ اسلامیات اور فارسی زبان کی اضافی تعلیم بھی حاصل کر چکا ہوتا ہے۔

اس مرحلۂ متوسطہ کے بعد ثانویہ، عالیہ اور عالمیہ کے تین مراحل ہیں جن کا بنیادی مقصد اسلامی علوم کی تعلیم ہے، ان میں عربی زبان اس کے قواعد، عربی اور ادبِ عربی، بلاغت، ترجمہ و تفسیر قرآن، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد اور قدیم و جدید علم کلام کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے، چونکہ خاص طور اصول فقہ اور کلام کے دقیق مسائل سمجھنے کے لیے منطق اور فلسفہ کو سمجھنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے منطق اور قدیم و جدید فلسفہ کا تعارف بھی نصاب کا حصہ ہے۔ نیز بعض مضامین جن سے ایک عالم کو بحیثیت عالم اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے واقف ہونا ضروری یا مفید ہے، ان کو بھی تعارفی حیثیت میں داخل نصاب کیا گیا ہے ان میں جدید فلکیات (astronomy) معیشت و تجارت اور تقابل ادیان کے مضامین شامل ہیں۔

یہ ہے مختصراً وہ نصاب جو عالمیہ کے مرحلے تک تمام دینی مدارس میں پڑھایا جاتا ہے اور جس کو سرکاری طور پر ایم اے عربی و اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بڑے بڑے دینی مدارس نے مختلف مضامین میں تخصص (specialization) کے درجات بھی قائم کیے ہوئے ہیں۔ بعض مدارس میں فقہ کا تخصص کرایا جاتا ہے جس کی مدتیں مختلف مدارس میں ایک سال سے تین سال تک ہوتی ہیں اور بعض مدارس میں اس تخصص کے ساتھ مختلف غیر ملکی زبانیں، مثلاً: انگریزی، فرانسیسی، جرمنی وغیرہ بھی پڑھائی

جاتی ہیں تا کہ یہاں کے فارغ التحصیل دوسرے ملکوں میں خدمات انجام دے سکیں۔ لیکن تخصص کا یہ نظام ابھی وفاق کے تحت نہیں ہے بلکہ ہر مدرسہ اپنے طور پر اس کا انتظام کرتا ہے اس لیے یہ نظام ابھی معیار بندی (standardization) کا محتاج ہے۔

وفاق کی طرف سے ایک مستقل نصاب کمیٹی مقرر ہے جو وقتاً فوقتاً نصاب کا جائزہ لے کر اس میں ترمیم واضافہ کرتی رہتی ہے۔ تمام دینی مدارس میں نہ صرف تعلیم بالکل مفت ہے بلکہ دوسرے شہروں کے طلباء کے لیے رہائش بھی مفت ہے اور مستحق طلباء سے خوراک کی بھی کوئی قیمت نہیں لی جاتی اور پڑھنے کے لیے کتابیں بھی بلا معاوضہ مستعار دی جاتی ہیں، یہ ہے دینی مدارس کا مختصر نظام، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ان اعتراضات اور تبصروں پر غور فرمایئے جو عام طور سے ان مدارس پر کیے جارہے ہیں۔ سب سے اہم تبصرہ جو دینی مدارس کے تقریباً تمام ناقدین ان پر کرتے ہیں، یہ کہ ان مدارس میں مروجہ عصری علوم پڑھانے کا کوئی انتظام نہیں ہے، یہ صرف دینی تعلیم دیتے ہیں اور طلباء کو دنیوی علوم سے بالکل بے بہرہ رکھتے ہیں بعض حضرات یہ بھی فرماتے ہیں کہ ان مدارس سے ڈاکٹر، انجینئر وغیرہ کیوں پیدا نہیں ہوتے؟

اس تنقید پر غور کرتے ہوئے پہلے یہ اصولی بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس وقت دنیا میں بہت سے علوم پھیلے ہوئے ہیں اور ایک شخص کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ بیک وقت ان تمام علوم کا ماہر ہو۔ یہ اختصاص (specialization) کا دور ہے اور بہت سے ادارے صرف کسی ایک علم میں مہارت پیدا کرنے کے لیے قائم ہوتے ہیں، ان پر یہ اعتراض درست نہیں ہے کہ وہ دوسرے علوم میں مہارت کیوں پیدا نہیں کرتے۔ ایک میڈیکل کالج طب کی خصوصی تعلیم دیتا ہے تو اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ وہ وہ انجینئرنگ کیوں نہیں سکھاتا؟ ایک لا (law) کالج میں اگر قانون کی خصوصی تعلیم ہوتی ہے تو اس پر کوئی بھی معقول شخص یہ اعتراض نہیں اٹھاتا کہ اس کالج سے ڈاکٹر کیوں پیدا نہیں ہو رہے؟ اسی طرح اگر دینی مدارس صرف اسلامی علوم کی خصوصی تعلیم دیتے ہیں کہ تو ان پر اس اعتراض میں کوئی معقولیت نہیں ہے کہ یہاں سے ڈاکٹر اور انجینئر کیوں پیدا نہیں ہوتے؟ صحیح بات یہ ہے کہ ایک حد تک تمام وہ مضامین پڑھانے کے بعد جن کی ہر پڑھے لکھے آدمی کو ضرورت ہوتی ہے، اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ طالب علم اپنی ایک خصوصی لائن مقرر کر کے اس لائن میں مہارت پیدا کرے۔ دنیا بھر میں یہی ہو رہا ہے کہ میٹرک یا اولیول کی سطح تک ضروری مضامین سب مشترک طور پر پڑھتے ہیں، اس کے بعد آرٹس، سائنس، کامرس، میڈیکل یا انجینئرنگ وغیرہ میں سے کسی ایک کو اختیار کر کے اس کی خصوصی تعلیم حاصل کی جاتی ہے لہٰذا اگر دینی مدارس میٹرک کی سطح کے بعد صرف اسلامی علوم کی خصوصی تعلیم دیتے ہیں تو اس حد تک کسی اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اگر معقولیت کے ساتھ کوئی اعتراض ہوسکتا تھا تو وہ یہ تھا کہ یہ مدارس میٹرک کی سطح تک بھی وہ ضروری مضامین نہ پڑھاتے جو آج ہر پڑھے لکھے انسان کی ضرورت ہیں۔ یہ اعتراض بلاشبہ صحیح ہوتا، اگر ان دینی مدارس کو اس طرف توجہ نہ ہوتی۔ لیکن جب سے مدارس میں وفاقوں کا نظام جاری ہوا ہے یہ صورتحال تبدیل ہو چکی ہے، اب وفاق نے تمام مدارس کے لیے جو نصاب اور نظام لازمی قرار دیدیا ہے اس کی تفصیل میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ اس کی رو سے اسلامی علوم کی خصوصی تعلیم شروع کرنے سے پہلے مدرسہ پر لازم ہے کہ وہ میٹرک کی سطح تک تمام مروجہ مضامین پڑھائے جن میں ریاضی، سائنس، جغرافیہ، تاریخ اور انگریزی زبان وغیرہ سب

داخل ہیں اور اب بیشتر مدارس میں یہ نظام سالہا سال سے جاری ہے بلکہ ان مضامین میں بہت سے مدارس کا معیار تعلیم اگر مثالی نہیں تو عام سرکاری اسکولوں کے معیار سے یقیناً بدرجہا بہتر ہے۔ دینی مدارس کے اپنے اجتماعی نظام کے ذریعے جسے وفاق المدارس یا تنظیم المدارس کہا جاتا ہے اس رُخ پر مسلسل پیشرفت ہو رہی ہے اور اس نظام میں جو بھی کمزوریاں پائی جاتی ہیں انہیں دور کرنے پر مسلسل کام ہو رہا ہے۔

دوسرا بڑا اعتراض جسے مغربی پروپیگنڈے نے عالمگیر بنا دیا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ان مدارس میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے اور یہ دہشت گردوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ دینی مدارس کے ذمہ داروں کی طرف سے بار بار یہ پیشکش کی گئی ہے کہ جس کسی کو مدارس کے بارے میں اس قسم کا شبہ ہو، اسے کھلی دعوت ہے کہ وہ مدرسوں میں آ کر خود دیکھے اور چاہے تو سراغ رسانی کے حساس ترین آلات استعمال کر کے پتہ لگائے کہ آیا کہیں ناجائز ہتھیاروں یا ان کی خفیہ تربیت کا کوئی نشان ملتا ہے؟ اگر کسی مدرسے کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہاں دہشت گردی کی تربیت دی جا رہی ہے یا اس قسم کی کوئی کارروائی ہو رہی ہے تو اس کے خلاف مناسب کارروائی کا نہ صرف خیر مقدم کیا جائے گا بلکہ وفاقوں کے ذمہ دار حضرات بار بار یہ اعلان کر چکے ہیں کہ ہم خود بھی اس کارروائی میں تعاون کریں گے لیکن تین سال سے مدارس کے خلاف دہشت گردی کا پروپیگنڈہ جاری ہے اور سرکاری حلقوں سے بھی یہ مجمل بات کہی جاتی ہے کہ بعض مدرسوں میں دہشت گردی کی تربیت دی جا رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کسی مدرسے کے خلاف یہ بات ثابت ہوئی ہے تو اس کا نام اور اس کی شناخت کیوں منظر عام پر نہیں لائی جاتی؟ اور بعض مدرسوں کا لفظ استعمال کر کے تمام دینی مدارس کو آ کر کیوں مشکوک اور مطعون قرار دیا جا رہا ہے؟

صورتحال یہ ہے کہ اوّل تو ابھی تک کسی دینی مدرسے کے خلاف اس قسم کا کوئی الزام میری معلومات کی حد تک ثابت نہیں ہو سکا۔ چودھری شجاعت حسین صاحب کا یہ بیان ریکارڈ پر ہے کہ انہوں نے اپنی وزارت عظمٰی کے دوران مدرسوں میں دہشت گردی کے الزام کی مکمل تحقیق کی اور مجھے کسی مدرسے میں دہشت گردی کی تربیت کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ لیکن اگر فرض کریں کہ ہزارہا دینی مدارس میں سے ایک دو مدرسوں کے بارے میں یہ الزام ثابت ہو جاتا ہے تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اس کی بنیاد پر تمام دینی مدارس کو دہشت گرد قرار دے دیا جائے؟ کیا دنیا بھر کے تعلیمی اداروں میں بعض اوقات کچھ جرائم پیشہ افراد داخل نہیں ہو جاتے؟ کیا اس کی بنا پر تمام تعلیمی اداروں کو جرائم پیشہ قرار دے دینا عقل و انصاف کے کسی خانے میں فٹ ہو سکتا ہے؟

دینی مدارس کو دہشت گردی کی وارداتوں سے ہر قیمت پر منسلک کرنے کی تازہ ترین مثال لندن دھماکے ہیں۔ جن لوگوں کو اس دھماکے کا ذمہ دار قرار دیا جا رہا ہے انہوں نے کسی دینی مدرسے میں تعلیم نہیں پائی تھی، وہ برطانیہ ہی میں پلے بڑھے اور وہیں کے ماڈرن اداروں میں تعلیم پائی، ان میں سے صرف ایک کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کسی وقت مختصر عرصے کے لیے لاہور آیا تھا، اگر یہ بات درست ہو تب بھی یہ عجیب معاملہ ہے کہ جہاں اس نے پوری زندگی گزاری اسے چھوڑ کر پاکستان کے دینی مدارس کو اس لیے مطعون کیا جائے کہ وہ ایک مختصر وقت کے لیے یہاں آیا تھا۔ اسی واقعے کے پس منظر میں ہماری حکومت نے دینی مدارس میں باقاعدہ ویزا پر آئے ہوئے تمام غیر ملکی طلباء کے لیے اعلان کر دیا ہے کہ انہیں فوراً ملک چھوڑنا ہوگا۔ ان میں سے بہت سے طلباء

وہ ہیں جو سالہا سال یہاں کے مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آئندہ مہینے اپنا آخری سال مکمل کر کے امتحان دینے والے ہیں، جس پر انہیں ڈگری ملنی ہے۔ لیکن فی الحال احکام یہ ہیں کہ انہیں اتنی بھی مہلت نہیں دی جائے گی کہ وہ اپنا امتحان دے سکیں اور اس طرح ان کی سالہا سال کی محنت اکارت کی جارہی ہے۔ یہ سراسر ظلم نہیں تو کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان غیر ملکی طلباء کا تعلیم کے لیے پاکستان آنا ملک کے لیے اعزاز ہے اور یہ اپنے اپنے ملکوں میں واپس جا کر قومی مسائل میں ہمارے ملک کے لیے غمخواری میں کسر نہیں چھوڑتے۔ ان کے لیے پاکستان کے دروازے بند کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اب پاکستان کے بجائے ہندوستان کا رُخ کریں گے اور ایسی اطلاعات مل رہی ہیں کہ جو والدین اپنی اولاد کو دینی تعلیم و تربیت دلانا چاہتے ہیں وہ اب انہیں بھارت بھیجنے کے انتظامات سوچ رہے ہیں۔ ان حالات میں سوال یہ ہے کہ کیا یہ ناگہانی فیصلہ ملک کے مفاد میں ہے؟ اگر کسی خاص شخص کے بارے میں کوئی الزام ہے تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا، وہ کارروائی ضرور کیجیے اور مدارس پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ وہ اس میں حکومت کے ساتھ پورا تعاون کریں گے لیکن سارے مدارس کے تمام غیر ملکی طلباء کو ایک سانس میں دیس سے نکالا دے دینا معقولیت اور انصاف کی کسی معیار پر پورا نہیں اترتا۔

(ستمبر ۲۰۰۵ء)

اہل علم کی قدر و منزلت

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ

اس وقت ہمیں یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ اہل دنیا کی نظروں میں اہل علم کی کیا وقعت ہے یا وہ ہمیں حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، بلکہ اس کو دیکھنا ہے کہ اللہ و رسول کی نظر میں اہل علم کا کیا رتبہ و مقام ہے، گو ہمارا طبقہ عوام کی نظروں میں حقیر ہو جائے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس زمرہ پر انعامات کی بارشیں ہوتی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میری عمر پندرہ سولہ برس کی تھی، اپنے والد مکرم کے ساتھ حج کرنے گیا، غالباً منیٰ کے میدان میں دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک معمر شخص کے ارد گرد حلقہ بنائے بیٹھے ہیں، میں نے باپ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے، اس نے کہا کہ یہ عبداللہؓ، رسول اللہ ﷺ کے صحابیؓ ہیں اور حضور ﷺ کی احادیث سناتے ہیں، مجھے بھی ان سے حدیث سننے کی خواہش ہوئی، والد صاحب مجھے ساتھ لے گئے، جب وہاں پہنچے تو عبداللہ بن جزء یہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ ''جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تفقہ فی الدین حاصل کرے، اللہ تعالیٰ اس کو فکر رزق سے مستغنی کر دیتا ہے''، یہ پہلی حدیث تھی جو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنی، جو حرف بحرف صادق ہے۔

تابناک ورق اور جاودانہ تاریخ

ابن الحسن عباسی

''دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ کی کامیابی ان دینی اداروں کے خاتمہ کے بغیر ممکن نہیں، دیگر جاری کارروائیوں سے پانچ دس برس کے لئے وقتی اطمینان ہوسکتا ہے، لیکن اس کے بعد پھر نئی دہشت گرد جماعتیں ظاہر ہوں گی، اس لئے دہشت گردی کے ہمیشہ کے لئے خاتمہ کی ابتدا تعلیم کے ابتدائی مراحل کے نصاب تعلیم کی ترمیم وتبدیلی سے ہونا چاہیے، فی الوقت اہم ترین بات نصاب ہائے تعلیم کے ان اجزاء کو بدلنا ہے جو یہود اور مغربی دنیا سے نفرت پر ابھارتے ہیں اور جن میں موجود مواد دہشت گردی کے عملی اقدام پر اکساتا ہے۔''

یہ بیان امریکی وزیر دفاع رمسفیلڈ کی اُس خفیہ یادداشت سے لیا گیا ہے جو اس نے اپنے معاون افسروں کے نام لکھی ہے، اس کے ساتھ ہی امریکی نائب وزیر دفاع کی تقریر کا یہ اقتباس بھی ملاحظہ ہو:

''اسلامی دینی مدارس لاکھوں مسلم بچوں کو انتہا پسندانہ دینی تعلیم پر ابھارتے اور دہشت گردی سکھاتے ہیں، اس لئے ان کی سرگرمیوں پر روک لگانے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ان کے مالی بجٹ کی حد مقرر کی جائے، لیکن اس سے بہتر ذریعہ یہ ہوگا کہ مقامی طور پر ان مدارس کے مخالف افراد، رجحانات اور اداروں کو تقویت اور مدد پہنچائی جائے تاکہ وہ انتہا پسندی کے سرچشموں کا مقابلہ کرسکیں''۔

دوسری طرف امریکی کانگریس اپریل ۲۰۰۳ء میں ایک سیمینار منعقد کرچکی ہے، جس میں اس نے اسلامی دینی تعلیم کو دہشت گردی کی بہتی ہوئی لہروں میں سے ایک بڑی لہر مانا ہے اور اس کے تمام چشموں کو سکھانے کے وسائل پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی ہے۔ بعض عرب ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں کے مطابق ''امریکہ نے عرب ممالک پر اپنا دباؤ بڑھانے کے لئے وہاں کے تعلیمی نصابوں کی تبدیلی اور امریکی مطالبات کی تنقید کی نگرانی کے لئے امریکی ماہرین کے کئی گروہ بھیجے، جو اگرچہ اپنے آپ کو کانگریس کے ممبر یا یونی ورسٹی کے اساتذہ بتلاتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ امریکن جاسوسی اور تحقیقاتی محکموں، سی آئی اے یا ایف بی آئی کے عہدیدار ہوتے ہیں جو دینی تعلیم کے خلاف مہم کی تنفیذ کی پیش رفت اور اس کو زیادہ فعال بنانے کے لئے نئے اقدامات کی نگرانی کرنے اور مشورے دینے کے لئے بھیجے جاتے ہیں''۔

عالم اسلام میں اسلامی تعلیم کے شفاف سرچشموں کو آلودہ کرنا اور اس کی ان بہتی سوتوں کو خشک کرنا امریکی جنگی حکمت عملی کا وہ وار ہے، جس کا ذکر درج بالا اقتباسات میں کردیا گیا۔ برصغیر میں تو آزاد دینی مدارس کا ایک ایسا جال بچھا ہے جسے ختم کرنے کے

لئے مدتوں سے اسلام دشمن قوتیں منصوبے بنارہی ہیں، لیکن اب تک بحمداللہ انھیں کامیابی نہیں مل سکی، عالم عرب میں برصغیر کے دینی مدارس کی طرح ٹھیٹھ دینی ادارے پہلے ہی سے نہیں ہیں، البتہ وہاں سرکاری تعلیمی اداروں میں اسلامی تعلیم وتربیت کے جو تھوڑے بہت شعبے ہیں انھیں ختم کرنے اوران کے نصاب سے یکسر لیکن تدریجاً دینی مواد ہٹانے کے لئے یہ قوتیں سرگرم ہیں۔

مصر میں جامعہ ازھر کے اسلامی تشخص اور اسلامی علوم کے لئے اس کی نشرواشاعت کے شاندار ماضی سے کون ناواقف ہے، جامعہ ازھر صرف مصر ہی نہیں، پورے عالم اسلام کوایک دور میں اسلامی علوم کے ماہرین مہیا کرتی رہی ہے اوراس کی ان خدمات کا دائرہ برسوں نہیں بلکہ صدیوں پر محیط ہے۔لیکن ایک منظّم سازش کے تحت عالم اسلام کے اس بے نظیر ادارے کا بطورِ خاص گذشتہ چند عشروں سے جوحشر کیا گیا ہے، اس سے شاید بہت سے لوگ واقف نہیں ہوں گے، اس کے بجٹ میں تخفیف کرکے، نئ ضروری عمارتوں کی تعمیر اورقدیم خستہ عمارتوں کی مرمت موقوف کردی گئی، دینی تعلیم کو بالکل برائے نام کردیا گیا، ہفتہ واری بیس گھنٹوں میں کمی کرکے صرف چار گھنٹے تفسیر وحدیث، فقہ وعقائد کے لئے رکھے گئے، نصاب تعلیم سے جہاد اور یہود سے متعلق تمام مواد نکال دیا گیا۔''شیخ الازھر'' کے عظیم منصب پرڈاکٹر سید طنطاوی جیسے مغرب پرست شخص کو بٹھایا گیا، جس نے بیک جنبش قلم ایک قرارداد کے ذریعہ ملک بھر میں پھیلے ہوئے حفظ قرآن کے چھ ہزار مکاتب کی انفرادی اور خودمختار حیثیت ختم کرکے انھیں ''ازھری معاہد'' میں ضم کردیا۔وہ ازہر جہاں سے اسلامی علم کے چشمے ایک دنیا کو سیراب کررہے تھے، اب سیکولر دانشوروں کے نرغے میں اپنی تابناک روایات سے محروم ہوچکا ہے!! قاہرہ میں امریکی سفیر نے کہا کہ ''ان تعلیمی تبدیلیوں میں واشنگٹن براہ راست مداخلت نہیں کررہا، ہم صرف مشورہ اورامداد فراہم کرنے پر اکتفا کررہے ہیں۔'' جہاں کسی قوم میں میر جعفر وصادق قدم قدم پر دستیاب ہوں، وہاں دشمن کو عملی مداخلت کی آخر کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔

تیونس کی وزارتِ تعلیم ہمیشہ کمیونسٹوں کے ہاتھ میں رہی، انھوں نے دینی تعلیم کی مشہور درس گاہ ''زیتونہ یونی ورسٹی'' سے اس کے اسلامی تشخص وامتیاز کا خاتمہ کرکے فرانسیسی اورامریکی مدد کے زور پر بے دینی کو معاشرے میں اس قدر عام کردیا کہ وہاں اسلامی اورعربی تہذیب کی بجائے تعلیم وتمدن کے میدان میں فرانسیسی اورامریکی جھنڈے لہرارہے ہیں، دیکھنے سے پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ ان جانباز عربوں کا ملک ہے جنھوں نے ایک دور میں اقوام عالم کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کی شان دار تہذیب سے آشنا کیا تھا۔

یمن کے اندر دینی مکاتب اور خودمختار آزاد دینی مدارس کا بڑا مفید سلسلہ جاری تھا، تین سال قبل خودمختار تمام دینی مدارس کو یا تو بند کردیا گیا اور یا پھر انھیں وزارت تعلیم کے تحت کردیا گیا، تاکہ اس کے نصاب میں ترمیم وتبدیلی کرتے ہوئے کٹھ پتلی امریکہ نواز حکومت کو کوئی دقت پیش نہ آئے اورابھی اس سال جون میں پارلیمانی کابینہ نے ان تمام قرآنی اوردینی مکاتب کو بند کرنے کے لئے ایک قرارداد جاری کی ہے، جو نئے جاری کردہ قانونِ تعلیم پر پورا نہیں اُترتے، یمنی صدر علی عبداللہ صالح نے اپنی بے بسی اور مجبوری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''اگر آزاد دینی معاہد کو حکومت کے قبضہ میں نہ لیا جاتا تو ان کے ملک کا بھی افغانستان اورعراق جیسا حشر ہوتا''۔

پاکستان کا معاملہ قدرے مختلف ہے، یہاں آزاد دینی مدارس کے پس منظر میں علماء کی قربانیوں کی لازوال تاریخ دمک رہی ہے،

یہ ملک نظریاتی بنیاد پر وجود میں آیا اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے علماء کی محنتوں، قربانیوں اور شہادتوں کی لہو رنگ فصیل ابھی زمانے کی دھند میں دھندلائی نہیں، اس لئے اس مورچہ پر قبضہ کرنا اس قدر آسان نہیں، یہاں بڑے بڑوں نے زور آزمائی کی اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے......

جنرل ایوب خان نے اپنے عہد اقتدار میں یہی سوال اٹھایا تھا کہ تیونس، مراکش، مصر اور شام وغیرہ عرب ملکوں میں علماء حکومت کے خلاف دم نہیں مار سکتے، ایک پاکستان ایسا ملک ہے کہ جہاں کراچی سے پشاور تک علماء صدائے احتجاج بلند کر کے ملک میں ہلچل مچا دیتے ہیں۔ مصری نسخے کو سمجھنے کے لئے انھوں نے باقاعدہ اسلامیہ کالج پشاور کے ڈین نور الحق صاحب کو مصر بھیجا، انھوں نے آ کر رپورٹ دی کہ وہاں مساجد اور مدارس کی اکثریت سرکاری تحویل میں ہے اور ائمہ اور اساتذہ محکمہ اوقاف کے ملازمین ہیں، اس لئے ان کی زبانیں بند رہتی ہیں، جنرل ایوب نے جب یہاں اس نسخے کے آزمانے کا ارادہ کیا، تو ڈین صاحب اور دوسرے لوگوں نے انھیں روک دیا اور کہا کہ مصر اور پاکستان کے حالات مختلف ہیں، سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر مدارس حکومت کی تحویل میں لے لئے جائیں تو یہ علماء مسجدوں کی چٹائیوں پر بیٹھ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیں گے اور عوام ان سے رسید طلب کیے بغیر ان کو چندہ بھی دیں گے، یوں پھر سے نئے آزاد مدارس وجود میں آ جائیں گے اور سرکاری مدارس میں پڑھنے کوئی نہیں آئے گا۔

جنرل ایوب نے نصاب کی تبدیلی کے لئے ڈین صاحب کو مقرر کیا، وہ بڑے طمطراق کے ساتھ کراچی آئے، حیدر آباد یونی ورسٹی کے داود پوتا بھی ان کے ہمراہ تھے، یہاں مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ صاحب سے ملے، انھیں نصاب تعلیم میں ترمیم کا مشورہ دیا، مولانا بنوری رحمہ اللہ نے ان کی پوری تقریر سن کر فرمایا: ”مدارس عربیہ کا نصاب بنانے میں آپ جیسے سرکاری ملازمین کی کیا حیثیت ہے؟ یہ نصاب جید علماء ہی بنا سکتے ہیں اور وہی بنائیں گے، ڈین صاحب نے پوچھا، وہ علماء کون ہوں گے، آپ نے فرمایا ”یہ کام یوسف بنوری اور مفتی محمد شفیع صاحب کا ہے، آپ کا نہیں“۔

جنرل ضیاء مرحوم نے اپنے زمانہ اقتدار میں دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے اور ان کے نصاب میں تبدیلی کے لئے بڑی کوششیں کیں، لیکن دینی مدارس کی سب سے بڑی اور سب سے منظّم تنظیم ”وفاق المدارس“ نے ان کوششوں کو بارآور نہیں ہونے دیا۔ ۱۹۷۹ء کو جنرل ضیاء کی سرکار نے ”قومی کمیٹی برائے دینی مدارس“ تشکیل دی، جس کی سفارشات کی روشنی میں وزارت تعلیم نے ایک منصوبہ تیار کیا، اس مجوزہ منصوبہ پر ”وفاق المدارس“ کی مجلس عاملہ نے ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ، ۲۱ فروری ۱۹۸۱ء کو راولپنڈی میں اپنے منعقدہ اجلاس میں غور کیا، اس وقت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب (بانی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) وفاق المدارس کے سرپرست، مولانا محمد ادریس میرٹھی صدر اور شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خاں صاحب ناظم اعلیٰ تھے، انھوں نے ایک قرارداد میں مجوزہ منصوبہ رد کرتے ہوئے حکومت کو لکھا:

> ”یہ سب منصوبہ دیکھ کر ہمارے اس یقین میں اور پختگی آ گئی ہے کہ حکومت کے ایسے آئے دن بدلتی ہوئی تجاویز، اضافوں اور ترمیمات سے مدارس عربیہ کا اصل مقصد اشاعت دین، تحفظِ قرآن وسنت، علوم دینیہ، مخلص اہل حق علماء کی تیاری باقی رکھ سکیں گے، نہ مدارس عربیہ آئے دن کے بدلتی ہوئی

حکومتوں اور افسروں کے بدلتے ہوئے رجحانات اور مختلف نظریات کے ساتھ اپنی خودمختاری باقی رکھ سکیں گے، اس لئے نہ صرف یہ کہ آج کے اس اہم اجلاس میں وفاق المدارس اور مسلک دیو بند کے اکابر وزارت تعلیم کے اس مجوزہ خاکہ کو مسترد کرتے ہیں، بلکہ دینی تعلیم کی اشاعت میں سرگرم دیگر مکاتب فکر کے ارباب مدارس سے بھی توقع کرتے ہیں کہ وہ اس مجوزہ اصلاحات سے قطعی لاتعلقی کا اعلان کر کے دینی تعلیم کی حفاظت کا آزمودہ مروج طریقہ کار برقرار رکھیں گے، ان شاء اللہ اسی میں دین، علماء، مدارس دینیہ اور ملک وملت کی فلاح ہوگی"۔

اکتوبر ۱۹۹۹ء سے صدر پرویز مشرف صاحب کا دورِ حکومت شروع ہوتا ہے۔ ۱۸ اگست ۲۰۰۱ء کو انھوں نے بائیس دفعات پر مشتمل "ماڈل دینی مدارس آرڈیننس" جاری کیا تو مختلف مکاتب فکر کے دینی مدارس کی مشترکہ تنظیم "اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ" نے ۲۷ اگست ۲۰۰۱ء کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں اپنے منعقدہ اجلاس میں اسے مسترد کر دیا اور اپنے متفقہ فیصلے سے حکومت کو آگاہ کرتے ہوئے لکھا کہ

"ہم دینی مدارس اور جامعات کی آزادی اور خودمختاری کا ہر قیمت پر تحفظ کریں گے، چاہے وہ مالی خودمختاری ہو یا نظام تعلیم کی، نصاب مدارس ہو یا انتظامِ مدارس دینیہ، ان میں سے کسی بھی قسم کی دخل اندازی چاہے وہ براہ راست ہو یا بالواسطہ، ہم اسے مسترد کرتے ہیں۔"

اس کے تقریباً ایک سال بعد ۱۹ جون ۲۰۰۲ء کو وفاقی کابینہ نے ۲۹ دفعات پر مشتمل مدرسہ "رجسٹریشن اور ریگولیشن آرڈیننس" کی منظوری دی، اس آرڈیننس کا ناقابل قبول پہلو یہ تھا کہ اس میں ملک کے تمام دینی مدارس کو پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ یعنی ماڈل دینی مدارس بورڈ کے تحت بنا کر ان کی آزادی اور خودمختاری کا بالکلیہ خاتمہ کر دیا گیا تھا، وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور دوسرے مکاتب فکر کی تنظیماتِ مدارس نے اسے بھی یکسر مسترد کر دیا، چنانچہ ۱۸ جولائی ۲۰۰۲ء کو لاہور میں شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی زیر صدارت "اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ" کا اجلاس ہوا، پانچوں تنظیمات کی مجالس عاملہ کی قراردادیں پڑھ کر سنائی گئیں، جن میں تمام تنظیمات کی مجالس عاملہ نے مجوزہ دینی مدارس رجسٹریشن کو کلی طور پر مسترد کر دیا تھا۔ اتحاد تنظیمات نے اپنے متفقہ موقف سے آگاہ کرتے ہوئے، حکومت کے نام ایک خط بھی لکھا، جس میں مجوزہ آرڈیننس پر شق وار جامع تبصرہ تھا اور ان عواقب کی نشان دہی کی گئی تھی، جن کا اس آرڈیننس کے ممکنہ نفاذ کی صورت میں دینی مدارس کو سامنا کرنا پڑتا۔

یاد رہے کہ ۱۸۶۰ء سے سوسائٹی ایکٹ اور ٹرسٹ رجسٹریشن کا قانون موجود ہے اور ملک کے ستر فیصد مدارس اس قانون کے تحت رجسٹرڈ ہیں، عجیب بات یہ ہے کہ ۱۹۹۰ء سے اس قانون کے تحت مدارس کی رجسٹریشن پر حکومت کی جانب سے پابندی لگادی گئی تھی، جب کہ اس قانون کے تحت این جی اوز، رفاہی ادارے اور سماجی تنظیمیں رجسٹرڈ ہو رہی ہیں۔ وفاق المدارس العربیہ کا موقف یہ تھا کہ نئے قائم ہونے والے مدارس کو حسب سابق ۱۸۶۰ء کی سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ کیا جائے اور جو مدارس پہلے سے رجسٹرڈ ہیں، ان کے لئے نئی رجسٹریشن کی شرط ختم کی جائے، کیوں کہ رجسٹریشن کا یہ نیا قانون دینی مدارس کو اپنے حصار میں

لینے اوران کی آزادی اور حریتِ فکر کی شمع بجھانے کے لئے سامنے لایا گیا ہے، چنانچہ ماڈل مدارس کے سوااس نئے قانون کے تحت عام دینی مدارس نے رجسٹریشن نہیں کرائی، بالآخر حکومت مجبور ہوئی اور یکم جون ۲۰۰۴ء کو وفاقی وزارت داخلہ نے اپنے نوٹی فکیشن نمبر 4/30/94-POii-1 میں دینی مدارس کی رجسٹریشن پر عائد پابندی اٹھانے کا اعلان کیا، جس میں تمام صوبوں کو ہدایت کی کہ وہ دینی مدارس اور مساجد کی رجسٹریشن حسب سابق ۱۸۶۰ء کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت کریں، جو مدارس پہلے سے رجسٹرڈ ہیں، ان کے لئے بھی نئی رجسٹریشن کرانے کی شرط ختم کردی گئی ہے۔

یہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر، ناظم اعلیٰ اور جلیل القدر علماء پر مشتمل اس کی مجلس عاملہ کے اخلاص، بے غرضی اور حکمت وتدبر کا ثمرہ ہے کہ دینی مدارس کی آزادانہ حیثیت وخودمختاری ختم کرنے اوران کے نصاب میں تبدیلی وترمیم کی کوئی سرکاری کوشش کامیاب نہیں ہوسکی اور منفی پروپیگنڈہ کے باوجود دینی مدارس کی تعداد نہ صرف دن بدن بڑھ رہی ہے بلکہ ان کی طرف طلبہ وطالبات اور قوم کا حیرت انگیز رجوع ہورہا ہے...... اس لئے نظریاتی بنیاد پر وجود میں آنے والے اس ملک میں دشمنوں کے اہداف ومقاصد کے لئے سرگرم رہنے والے چاہے حکمران ہوں یا کوئی اور، انہیں یہ حقیقت بھولنی نہیں چاہیے کہ اس وطن کی مٹی پر جس طرح کسی جنرل، کسی کرنل، کسی ڈی ایس پی، کسی ایس ایس پی، کسی وزیراعظم، وزیراعلیٰ، کسی گورنر اور آکسفورڈ، کیمرج کے نظام رنگ وبو سے تعلیم وتربیت پانے والے کسی ''لکھے پڑھے'' کا حق ہے، ٹھیک اس طرح اس سرزمین پر پوری آزادی اور مکمل اسلامی تشخص کے ساتھ ایک عالم، ایک ملا، ایک حافظ قرآن، ایک مجاہد، ایک مبلغ، ایک حقیقی اور مغرب کی اصطلاح میں ایک بنیاد پرست مسلمان کا بھی حق ہے اور اس ملک کا مفاد، اس کا تحفظ اور اس کی ترقی اِن کو زیادہ عزیز ہے کیونکہ انہی کے اکابر کی ناقابل فراموش عزیمتوں اور قربانیوں سے یہ ملک وجود میں آیا......

برصغیر کے اس خطے کو سامراج اور بیرون غاصبوں سے آزادی دلانے کے لئے علماء ہی کا جانباز لشکر، جنگی محاذوں پر ڈٹا رہا، وہ اسلام پر یلغار کرنے والوں کے خلاف خود بھی بیدار رہے اور قوم کو بیدار کرنے کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے...... اسلامیانِ برصغیر، علماء اور دینی مدارس کا یہ احسان کیسے فراموش کرسکتے ہیں، ان کی تاریخ میں قدم قدم پر قائم سنگ میل ان داستانوں کا رُخ بتلاتے ہیں، جن کے مرکزی کردار میں کسی عالم، کسی درویش، کسی ملا اور کسی مجاہد کا لہو جھلملا رہا ہے اور ان کے ماضی کے چپے چپے پر خود آگاہ بوریہ نشینوں کے نقوشِ پا جگمگا رہے ہیں۔ اسلامی ہندوستان میں مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے کس کے فتوی نے ابدالی کی دعوتِ جہاد میں روح پھونکی، پانی پت کی کال کوٹھریوں کی صعوبتیں سہنے اور دار ورسن کو چومنے والے کون تھے، شاملی کے میدان میں رسم شبیری ادا کرنے والوں کا تعلق کس گروہ سے تھا تحریک ریشمی رومال کی بنیاد ڈال کر مالٹا کی اذیتیں کس جماعت کے افراد نے برداشت کیں؟ سکّہ شاہی اور برطانوی اقتدار کے خاتمے کے لئے ہند کے طول وعرض میں سفر کرکے بالاکوٹ کے پہاڑوں پر شہید ہونے والے سید بادشاہ اوران کے دست وبازو شاہ اسماعیل شہید کا تعلق کس قبیلے سے تھا۔

یہ بیرون یلغار کے خلاف علمائے ہند کے ماضی کا ایک ورق ہے اور بیتے ایام کی ایک تاریخ...... تابناک ورق اور جاودانہ تاریخ!

☆......☆......☆

معاشرے پر دینی مدارس کے اثرات

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ

الحمدللہ معاشرے میں دینی مدارس کی خدمات اور زندگی کے مختلف شعبوں پر اس کے ہمہ جہت اثرات بہت واضح طور سے محسوس کیے جاسکتے ہیں، ایک اسلامی معاشرہ جن قدروں اور جن روایات کی بنیاد پر قائم رہتا ہے، دینی مدارس ہی درحقیقت ان قدروں اور روایات کی حفاظت کے امین ہیں، ان کے اثرات کی فہرست پر ایک اجمالی نظر یوں ڈالی جاسکتی ہے:

(۱)......اسلامی معاشرے میں مساجد کا جو کردار ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں، ہر محلے کی مسجد عبادت گاہ کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا مرکز بھی ہوتی ہے، شریعت کی رہنمائی، احکام اسلام کی تفصیل اور اپنے شرعی مسائل کا حل معلوم کرنے کے لیے لوگ مسجد ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اس لیے مساجد میں ایسے ائمہ کا ہونا ضروری ہے جو پنج وقتہ نمازوں کی امامت کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو شرعی مسائل اور ضروری دینی تعلیم و رہنمائی کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہوں، دینی مدارس ہی ایسے علماء اور ائمہ پیدا کرکے معاشرے کی اس اسلامی ضرورت کو پورا کررہے ہیں، گلی گلی بستی بستی میں آباد مسجدوں میں جاکر معاشرے پر دینی مدارس کے اس اثر کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

(۲)......معاشرے پر دینی مدارس کا دوسرا بڑا اور واضح اثر دین کی بنیادی اور ضروری تعلیم کو باقی رکھنا اور عام کرنا ہے، آج ایک عام مسلمان دین کی بنیادی اور ضروری تعلیم سے اگر آپ کو آراستہ نظر آئے گا تو یہ دینی مدارس ہی کے صالح آثار اور فیض کا نتیجہ ہے۔ چھوٹے چھوٹے مدارس اور مکاتب کے ذریعے عام مسلمانوں کے بچوں کو دین کی ضروری اور بنیادی تعلیم کا مبارک سلسلہ معاشرے میں جاری رہتا ہے، جس میں نماز، صحیح طریقہ نماز، ناظرہ قرآن کریم، ضروری احکام و مسائل اور کلموں اور ماثور دعاؤں کی تعلیم داخل ہے اور الحمدللہ شہر شہر، گاؤں گاؤں اور کچی پکی تمام مسجدوں میں واقع مکاتب قرآنیہ یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

(۳)......معاشرے پر دینی مدارس کا تیسرا بڑا اور واضح اثر آپ کو ان علماء کی صورت میں نظر آئے گا جو قرآن و حدیث اور اسلامی علوم میں مضبوط صلاحیت اور قابل رشک مہارت رکھتے ہیں، جن کے علم و عمل، تفقہ، دینی بصیرت اور شریعت کی صحیح راہنمائی پر لوگوں کو بھرپور اعتماد ہے، اسلامی علوم کے صحیح محافظ یہ علماء دینی مدارس ہی کی خدمات کا نتیجہ ہیں۔

(۴) پاکیزگی نفس اور انسانی باطن کی اصلاح کے لیے معاشرے میں جتنی بھی صحیح اور قابلِ قدر مفید مساعی خانقاہوں اور

تربیت گاہوں کی صورت میں معاشرے کے اندر جاری ہیں تقریباً وہ سب ہی دینی مدارس کے فیض کا نتیجہ ہیں، اسلامی اخلاق و صفات سے آراستگی اور رذائل و بری خصلتوں سے انسانی نفس کی پاکیزگی کے لیے کئی بزرگوں نے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں اور الحمدللہ ان مساعی کے اثرات معاشرے میں دیکھے جاسکتے ہیں، دنیا کے جھمیلوں میں گھرے ہوئے کئی لوگوں کی زندگیوں میں خوشگوار دینی انقلاب آجاتا ہے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ فلاں بزرگ یا فلاں خانقاہ سے وابستگی کے بعد زندگی بدل گئی۔ داڑھی رکھ لی گئی، پردہ اور ترک منکرات کا اہتمام ہونے لگا اور احکام شرع کی پابندی شروع کردی گئی، اس طرح ٹھیٹھ قسم کے دنیا دار لوگوں کا رُخ بدل جاتا ہے اور دین کی طرف ان کی توجہ مبذول ہوجاتی ہے۔ یہ مصلحین ان ہی دینی مدارس کے بلاواسطہ یا بالواسطہ فیض یافتہ ہوتے ہیں۔

(۵)......دعوت وتبلیغ کا جو کام مختلف انداز اور مختلف طریقوں سے ہورہا ہے، وہ بھی دینی مدارس کے آثار میں سے ہے، صرف ''تبلیغی جماعت'' کے ذریعے اس وقت اللہ جل شانہ وسیع پیمانے پر اسلام کی دعوت وتبلیغ کا جو کام لے رہے ہیں وہ ہر ایک کے مشاہدے میں ہے، دنیا کے ہر خطے میں اس کے اثرات پہنچے ہوئے ہیں اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور جماعت کو مبارک تحریری سرمایہ فراہم کرنے والے شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمہ اللہ اور مولانا یوسف رحمہ اللہ کسی کالج یا یونی ورسٹی کے گریجویٹ نہیں تھے، بلکہ دینی مدارس ہی کے پروردہ اور فیض یافتہ تھے۔

(۶)......تحریر اور تصنیف کے ذریعے سے دعوت وتبلیغ کا جو مؤثر کام ہورہا ہے، اس میں بھی دینی مدارس کا ناقابل فراموش کردار ہے، ملک میں واقع بڑے اور اہم مدارس میں سے اکثر سے مختلف زبانوں میں دینی رسائل ہفت روزے، ماہنامے اور مجلّات کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے، صرف ہمارے جامعہ فاروقیہ سے بحمداللہ چار زبانوں (اردو، انگریزی، سندھی اور عربی) میں ماہنامہ ''الفاروق'' نکلتا ہے، اس کے علاوہ دینی مدارس میں تصنیف وتالیف کا شعبہ بھی الحمدللہ فعال کردار ادا کررہا ہے، قرآن و حدیث و اسلامی موضوعات پر مختلف زبانوں میں ٹھوس اور تحقیقی کتابیں شائع ہورہی ہیں، کسی بھی کتب خانہ میں جاکر اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، ایک اندازے کے مطابق گذشتہ نصف صدی میں دینی مدارس سے مختلف زبانوں میں نکلنے والے مجلّات اور کتابوں کی تالیف کی تعداد پچاس ہزار سے زائد ہے اور الحمدللہ یہ سلسلہ نہ صرف جاری ہے بلکہ روز بروز اس میں اضافہ ہورہا ہے۔

(۷)......گذشتہ دو دہائیوں سے جہادی تحریکوں کی جو مبارک لہر اٹھی ہے، اس نے ایک طویل عرصے سے چھائے ہوئے جمود کی فضا میں حرکت پیدا کی ہے، ان تحریکوں کو بنیادی ایندھن دینی مدارس ہی سے فراہم ہورہا ہے، چنانچہ جہاد افغانستان میں علماء اور دینی مدارس کا جو کردار رہا ہے، وہ محتاج وضاحت نہیں، افغانستان میں موجودہ طالبان حکومت کا قیام اس حقیقت پر شاہد ہے اور یہ طالبان انہی دینی مدارس کے فیض یافتہ ہیں۔

(۸)......اسلام کے صحیح عقائد اور منہج سلف کی حفاظت اور عام مسلمانوں میں چار سو پھیلائے گئے باطل نظریات اور غلط عقائد سے بچانا بھی دینی مدارس کی اہم خدمات اور احسانات میں سے ہے۔

ہمارا یہ دور درحقیقت فتنوں، نئے پُرکشش اور باطل نظریات کے ہجوم کا دور ہے، اس میں ان فتنوں کا تعاقب کرنے،

عام مسلمانوں کو ان فتنوں سے آگاہ کرنے اور ان کے ایمان کو باطل نظریات کی آلودگی سے بچانے میں دینی مدارس نے جو کردار ادا کیا ہے، وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے، چنانچہ فتنۂ قادیانیت، فتنۂ پرویزیت، فتنۂ جدیدیت، فتنۂ لبرل ازم اور اس طرح کے دوسرے فتنوں کا تعاقب کرنے اور مسلمانوں کو ان سے بچانے میں دینی مدارس نے بڑا روشن کردار ادا کیا اور اسلام کے صحیح عقائد اور سلف صالحین کے مذہب کی حفاظت کا فریضہ بخوبی انجام دیا اور الحمدللہ اس طرح کے تمام فتنے تھوڑا بہت عروج پانے کے بعد مرتے چلے گئے۔

(۹)......اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی تشخص کے بقا کی خاموش جنگ بھی دینی مدارس لڑ رہے ہیں، اس وقت پاکستانی معاشرے میں اگر اسلامی تشخص کی کچھ جھلک دکھائی دیتی ہے تو یہ دینی مدارس ہی کا فیض واثر ہے، اسلامی تشخص اور اسلامی تہذیب پر فرنگیوں کا حملہ اس وقت ایک بڑا فتنہ ہے اور اس حملے میں شکست کھا کر کئی اسلامی ممالک اپنا اسلامی تشخص کھو بیٹھے ہیں لیکن الحمدللہ برصغیر میں دینی مدارس اس حملے کا خاموش مقابلہ کر رہے ہیں، یہاں پڑھنے والوں اور یہاں سے تعلیمی تعلق رکھنے والوں کی وضع قطع، رہن سہن، بودوباش اور طرزِ زندگی اسلامی تعلیم کے مزاج کے مطابق ہوتا ہے اور اس میں اسلامی تہذیب وتشخص نمایاں نظر آتا ہے اور اسی کے مطابق ان کی تربیت پر توجہ دی جاتی ہے۔

معاشرے پر دینی مدارس کے یہ چند آثار ایک سرسری نظر میں جمع کیے گئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے دینی مدارس کا وجود اللہ کی ایک بڑی نعمت اور رحمت ہے، اللہ جل شانہ ہمیں اس کی قدر دانی اور اس پر شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دشمنوں کے شر سے ان مدارس کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

(صدائے وفاق، ص۴۴)

دینی مدارس اور علماء کی برکت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

دینی مدارس اور جامعات ہمیشہ اعداء اسلام اور ان کے پروردہ غلاموں کو کھٹکتے رہے ہیں۔ اس لئے کہ ان مدارس اور ان سے فارغ ہونے والے علماء کی برکت سے مسلمان معاشرے میں دین اور تقویٰ کا رنگ غالب ہے، اللہ کے گھر (مسجدیں) آباد ہیں اور شعائر اللہ کی تعظیم ہو رہی ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ جاری ہے۔ اس لئے اعداء اسلام اور ان کے غلاموں کا رویہ ہمیشہ معاندانہ رہا ہے اور گزشتہ دہائیوں میں تو وہ کھل کر سامنے آگئے ہیں، اور مدارس کے خلاف منظم سازش شروع کر رکھی ہے، کبھی ان کو بند کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے، کبھی بڑے بڑے علماء کو شہید کیا گیا، کبھی ان کے نصاب تعلیم میں تبدیلی کی سازش ہو رہی ہے، کبھی ان کو بدنام کرنے کیلئے جھوٹے پروپیگنڈے کیئے جاتے ہیں۔

مدارس دینیہ قوم کی ضرورت ہیں

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

بانئ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے قیامِ پاکستان کے بعد کراچی اور ڈھاکہ میں پاکستان کی پہلی پرچم کشائی شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی اور محدثِ جلیل حضرت مولانا ظفر احمد صاحب قدس سرھما کے مبارک ہاتھوں سے کروائی، جو درحقیقت قائد اعظم کی طرف سے دونوں جلیل القدر ہستیوں کو ان کی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کرنا ہے۔ یہ دونوں حضرات کسی یونیورسٹی یا کالج کے سند یافتہ نہیں تھے، بلکہ ان ہی بوریہ نشینوں کے طبقے سے اٹھے تھے، جنہیں قوم ''اہلِ مدارس'' کے عنوان سے پہچانتی ہے اور آج جن کی ضرورت واہمیت کا احساس ختم کرنے کے لیے ایک ہمہ گیر مہم چلائی جارہی ہے۔

عالمی سطح پر اس وقت امریکہ دینی مدارس اور جہادی تحریکوں کے خلاف پیش پیش ہے اور اس کی مخالفت میں دن بہ دن اضافہ ہورہا ہے۔ پاکستان کی موجودہ حکومت عالمی استعمار اور امریکہ کی ہدایات کے مطابق جہاں اور بہت سے امور تیزی سے نمٹارہی ہے، وہاں دینی مدارس کے خلاف بھی مختلف اقدامات کا اعلان کرچکی ہے۔ کبھی امریکہ کی پیروی میں انہیں دہشت گرد کہا جاتا ہے، کبھی تنگ نظری اور فرقہ واریت کا الزام لگایا جاتا ہے، کبھی دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلیاں لانے کی ضرورت کا اظہار کیا جاتا ہے، کبھی مدارس کے مالی وانتظامی امور میں مداخلت کا عندیہ دیا جاتا ہے، کبھی ان کی ثقافت تبدیل کرنے کی نوید سنائی جاتی ہے اور کبھی انہیں جدید ایجوکیشن سینٹرز میں تبدیل کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس تمام تر تگ ودو اور پیچ وتاب کے پس پردہ امریکہ کی یہ مکروہ خواہش ہے کہ ایشیا میں مدارس ومساجد کے اس نظام کو مفلوج کردیا جائے، جس کی بدولت اسلامی اقدار، عقائد اور دین کے بنیادی سرچشمے تازہ وتوانا اور رواں دواں ہیں اور اس خطہ کے عوام کی غالب اکثریت آج بھی نہ صرف اسلام سے وابستگی پر فخر کرتی ہے، بلکہ اس کے عملی نفاذ کی آرزومند ہے۔ مغرب اور خصوصاً امریکہ کو سب سے زیادہ خطرہ مدارس ومساجد کے اس آزادانہ نظامِ تعلیم سے لاحق ہے، جو کسی حکومتی مداخلت اور دباؤ سے بے نیاز اور صلہ وستائش کی پروا کیے بغیر جاری وساری ہے۔ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ جو امریکہ مدارس دینیہ میں زیر تعلیم نہتے اور بے سروسامان طلباء پر دہشت گردی کا الزام عائد کرتا ہے، اس کا اپنا دامن ستر لاکھ ریڈ انڈین، تیس لاکھ عراقیوں اور ویت نام سے لے کر فلسطین، سرائیوکوسوو اور چیچنیا تک اسّی لاکھ (۸۰،۰۰۰۰۰) انسانوں کے خون سے آلودہ ہے:

دامن کو ذرا دیکھ......

مدارس دینیہ کے طلباء پر تنگ نظری، عدم برداشت اور شر پسندی کے الزامات لگانے والوں نے کبھی سرکاری تعلیم گاہوں میں پروان چڑھنے والی نسل کے حالات معلوم کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی، ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ تنگ نظری، عصبیت، جاہلیت اور ضد کے مراکز مدارسِ دینیہ ہیں، یا عصری علوم کی درس گاہیں ......اور مدارس کا نصاب تبدیل کرنے کی ضرورت ہے یا اسکولوں، کالجوں اور سرکاری جامعات کا...... جہاں اس ملک کی نام نہاد مذہب دوسیع النظر اور روشن خیال نسل تعلیم پا رہی ہے۔ ملک کی اعلیٰ ترین تعلیم گاہوں (یعنی یونیورسٹیوں) کا حال یہ ہے کہ مغربی تعلیم حاصل کرنے والے "مہذب فرزندوں" نے جامعہ کراچی کے باون (۵۲) طلبہ کو قتل کیا، جبکہ پورے ملک کے تعلیمی اداروں میں طلبہ کے جھگڑوں میں قتل ہونے والوں کی تعداد کئی سو سے زیادہ ہے۔ تقریباً ہر یونیورسٹی میں پولیس، رینجرز اور فوج کے جوان پہرہ دے رہے ہیں۔ مگر پاکستان کے کسی مدرسے میں آج تک کہیں طلباء کے باہمی تصادم کو روکنے کے لیے فوج اور پولیس کو مداخلت نہیں کرنا پڑی، کبھی یہاں ہڑتال نہیں ہوئی، کبھی اساتذہ کی طلباء کے ہاتھوں بے عزتی ہونے کا شرمناک واقعہ پیش نہیں آیا۔

دینی مدارس امن کا گہوارہ ہیں، جہاں نہ صرف سندھی، بلوچ، پٹھان، اور پنجابی حقیقی بھائیوں کی طرح شیر وشکر رہتے ہیں، بلکہ غیر ملکی طلباء بھی ان مدارس کو اپنے ملک کی سرکاری تعلیم گاہوں سے زیادہ محفوظ، پُرامن اور لائق رشک پاتے ہیں۔ ان مدارس میں کبھی ہنگاموں کے باعث تعطیلات نہیں ہوئیں۔ اخبارات میں ان مدارس کے غبن کی کوئی خبر آج تک شائع نہیں ہوئی۔ سرکاری امداد کے بغیر یہ تمام مدارس، اس ملک کی سرکاری جامعات اور تعلیم گاہوں سے ہزار درجے بہتر چل رہے ہیں۔ عصر حاضر کے تمام شر اور فساد مغربی تعلیمی اداروں میں پرورش پا کر جوان ہو رہے ہیں، مگر ہمارے دانشمند حکمرانوں کو اصلاح کے لیے مدارس یاد آ رہے ہیں۔ جن دینی مدارس کو ہمارے حکمران شر پسندی کا مرکز قرار دے رہے ہیں، ان مدارس کے طلباء نے آج تک نہ سڑکیں بند کیں، نہ سرکاری املاک کو نقصان پہنچایا، نہ سڑکوں پر جلوس نکال کر حکمرانوں سے روزگار کا مطالبہ کیا، نہ یہ طلباء آج تک کسی دہشت گردی میں ملوث ہوئے۔ یہ تمام امتیازات واعزازات جدید تعلیم کے حامل مہذب انگریزی خوانوں کو حاصل ہیں۔

مدارسِ دینیہ سے ہماری ملی و دینی زندگی وابستہ ہے۔ مدارس و مساجد ہمارے روحانی، ایمانی اور نورانی مراکز ہیں۔ ان کی آزادی کا تحفظ ہر قیمت پر کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

(دینی مدارس کا مقدمہ، ص ۱۴۶)

وفاق المدارس کی قیادت کی طرف سے ایک کھلا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہجرت ایک ایسا لفظ ہے جو اپنے اندر بے بسی، مظلومیت، دربدری، کسمپرسی اور غریب الوطنی کی ہزار داستانیں سمیٹے ہوئے ہے۔ ہجرت کا عمل یقیناً اسلامی تاریخ کا ایک یادگار باب ہے، تاہم آج تک ہم یہی سنتے آئے ہیں کہ کفار کے مظالم کی وجہ سے مظلوم مسلمان ہجرت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے دور میں مسلمانوں کو ایک مرتبہ حبشہ کی طرف اور دوسری مرتبہ مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی، اس کے بعد بھی تاریخ اسلام میں کئی مرتبہ اہل اسلام کو ہجرت کے کٹھن مرحلہ سے گزرنا پڑا، لیکن ان دنوں سوات اور مالاکنڈ کے مسلمان ہجرت کی جس آزمائش سے گزر رہے ہیں یہ ایک انوکھی ہجرت ہے، یہ لوگ اپنے ہی وطن میں ہجرت کا عذاب جھیل رہے ہیں، دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں، مشکل کی اس گھڑی میں پوری پاکستانی قوم کو ان کے دکھ درد کا احساس کرنا چاہیے اور ان کی ہر ممکن مدد کرنی چاہیے، کیونکہ حضور ﷺ نے ایمان والوں کو کبھی ایک دیوار سے تشبیہ دی جس کی اینٹیں ایک دوسری کی تقویت کا باعث بنتی ہیں اور کبھی انسانی جسم کی مثال دے کر سمجھایا کہ جسم کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہو تو پورا بدن بے چین ہو جاتا ہے، اس لیے آج ہمیں اس اسلامی اخوت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے

کہا جا رہا ہے کہ فوجی آپریشن کے یہ متاثرین بہت جلد اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے۔ ہماری بھی خواہش اور دعا یہی ہے لیکن آثار و قرائن بتاتے ہیں کہ ان کی واپسی اتنی جلدی اور آسانی سے ممکن نہیں اور یہ انسانی المیہ طویل مدت تک رہے گا۔ المناک صورتحال پر جہاں ملک بھر کے ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے اہل دل فکر مند ہیں وہیں ملکی دینی اور علمی قیادت نے بھی اس صورتحال پر تفصیلی غور و خوض کیا۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اکابر کا کراچی میں منعقدہ اجلاس میں فوجی آپریشن کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورتحال کا جائزہ لیا گیا اور یہ طے پایا کہ پوری قوم بالخصوص علماء کرام، ائمہ مساجد اور مدارس دینیہ کے اساتذہ طلباء کرام کو ایک کھلے خط کے ذریعے موجودہ صورتحال میں ایک لائحہ عمل دیا جائے، چنانچہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم العالی، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہم العالی، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم العالی، حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہم العالی کی

طرف سے اربابِ مدارس کے نام لکھے گئے خط کو ملاحظہ فرمائیے اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے اپنی بساط کے مطابق کردار ادا کیجئے۔

محترم ومکرم جناب حضرت مہتمم صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ وطن عزیز اس وقت بدترین بحران کے دور سے گزر رہا ہے بالخصوص حالیہ آپریشن کے نتیجے میں سوات اور مالاکنڈ کے تقریباً ۱۵ لاکھ لوگ اپنے ہی وطن میں ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ وہ لوگ اس وقت عجیب بے بسی، کسمپرسی اور پریشاں حالی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس بے خانماں مخلوق کو اس وقت آپ کی خصوصی توجہ اور شفقت کی ضرورت ہے۔

براہ مہربانی آگے بڑھیے، ان ستم رسیدہ لوگوں کی اشک شوئی کیجئے..... ان کی جانوں اور ایمانوں کی حفاظت کیجئے.... ان کے دکھ درد بانٹئے اور ان کے زخموں پر مرہم رکھیں۔

آپ کی نمائندہ تنظیم ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' نے اپنے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں آفت کی اس گھڑی میں دکھی انسانیت کی خدمت کے تمام ممکنہ پہلوؤں کا جائزہ لیا اور ملک بھر میں پھیلے ہزاروں مدارس دینیہ کے منتظمین اور لاکھوں طلباء کرام کی خدمت میں درج ذیل گزارشات پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے:

☆..... تمام علماء کرام، ائمہ مساجد اور مدارس کے منتظمین اپنی مساجد و مدارس میں متاثرین کی بحالی، بدترین خونریزی کے خاتمے اور پاکستان کے استحکام و سالمیت اور وطن عزیز کے لئے ہر قسم کی اندرونی سازشوں اور خطرات سے حفاظت کی خصوصی دعاؤں کا اہتمام کریں۔

☆..... علماء کرام حکومت سے آپریشن بند کرنے، ملک کو خانہ جنگی سے بچانے کے لیے فریقین سے دانشمندی کا مظاہرہ کرنے، خونریزی روکنے اور مذاکرت کے ذریعہ مسائل کے حل کرنے کی اپیل کریں، کیونکہ جنگ اور طاقت کا استعمال مسئلہ کا حل نہیں بلکہ اس سے مزید مسائل پیدا ہونے اور خوفناک نتائج نکلنے کا شدید خطرہ و اندیشہ ہے۔ اس طرح کے عمومی آپریشن میں بہت سے بے گناہ لوگ بھی شہید ہو جاتے ہیں۔

☆..... اپنے شہروں اور علاقوں کی سطح پر متاثرین کی امداد اور خدمت کے لیے اپنے حالات اور ماحول کے مطابق مشترکہ پلیٹ فارم تشکیل دے کر اس اہم خدمت کو سرانجام دیں۔

☆..... اپنے متعلقین، معاونین اور مساجد کے نمازی حضرات کو مصیبت کی اس گھڑی میں متاثرین کا تعاون کرنے کی ترغیب دیں اور اس ترغیب کے نتیجے میں ان کے تعاون کی صحیح تقسیم کے لیے مخلص، دیانتدار اور ذمہ دار رضاکاروں پر مشتمل ایسا نظم تشکیل دیں جو لوگوں کے اموال کو وصول کر کے حقیقی مستحقین، دور افتادہ اور پسماندہ علاقوں میں رہنے والوں تک پہنچانے کا اہتمام کریں۔

☆......اپنے علاقوں کے لوگوں سے ضروری اشیاء، مثلاً: کپڑے، برتن جوتے اور دیگر اشیائے ضرورت جمع کرنے کی اپیل کریں اور پھر ان اشیاء کو مظلوم مہاجرین تک پہنچائیں۔

☆......اپنے علاقوں کی خبر گیری فرمائیں اور اگر کسی مہاجر خاندان نے آپ کے گردوپیش ڈیرے ڈالے ہوں تو ان کی ضرورت کی کفالت کا اہتمام کریں۔

☆......آپریشن سے متاثر ہونے والے عوام کے بچوں کو اپنے اداروں میں مفت تعلیم وتربیت اور قیام وطعام کی سہولتیں مہیا فرمائیں۔

☆......متاثرین اور مہاجرین کے کیمپوں میں باجماعت نمازوں کے اہتمام، مکاتب و مدارس کے قیام اور دعوت وتبلیغ کے فریضے کی ادائیگی کا خصوصی بندوبست فرمائیں۔

☆......پوری مستعدی اور بیداری کے ساتھ متاثرین کے ایمان، اعمال، غیرت وحمیت، شرم وحیا اور عزتِ نفس کے تحفظ کا خصوصی خیال رکھیں تاکہ کسی کو بھی ان کی متاعِ ایمان لوٹنے، کسی کی شرم وحیا چھیننے اور کسی کو غیرت و حمیت سے محروم کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

☆......اپنے ادارے کے اساتذہ، فضلا، بڑی عمر کے طلباء اور دیگر متعلقین پر مشتمل وفود وقتاً فوقتاً متاثرین کی دلجوئی اور خبر گیری کے لیے مہاجر کیمپوں میں بھجواتے رہیں تاکہ وہ ان کی ہر ممکن خدمت کرسکیں۔

☆......اپنے ادارے کے ایسے فضلاء اور طلباء کے حالات اور مسائل ومشکلات کو جاننے اور ان کا ازالہ کرنے کی ضرور سعی فرمائیں جو متاثرہ علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو اور آپ کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے....آمین

(جون ۲۰۰۹ء)

النجاۃ فی علوم المصطفیٰ

آج کا بڑا المیہ ماضی کے تناظر میں یہ بھی ہے کہ علماء کو علوم اور مغربی ثقافت سے مرعوبیت کی لہر تیزی سے بہائے لے جارہی ہے اور اس کا مشاہدہ آپ ہر جگہ کرسکتے ہیں۔ تمدن کی بے پناہ ترقی کے پیش نظر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم اس کی اپنے ماحول کے مطابق ضروری چیزوں کو اختیار کرتے لیکن ہمارا میلان تعیش کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اسی طرح بطور خاص علماء پر لازم تھا کہ وہ اپنی اولاد کی علوم قرآن وسنت سے وابستگی کا مضبوط انتظام کرتے، لیکن بجائے اس کے ہو یہ رہا ہے کہ وہ ان کو عصری علوم کی تعلیم دلانے اور اس میں کمال پیدا کرانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ کہنے والے نے یونہی نہیں کہہ دیا تھا بلکہ اسلام کی زریں انقلاب آفریں تاریخ کے پیش نظر کہا تھا اور بالکل بجا کہا تھا: ”لن یصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها“ اور ابھی کچھ عرصہ پہلے ایک بزرگ نے فرمایا تھا: ”النجاة في علوم المصطفى“۔ یہ بھی اسی طرح بالکل درست فرمایا تھا۔

ایک جابر حکمران۔ جس کا سورج غروب ہونے کو ہے

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ......

اس وقت ملک کے اندر ابتر صورت حال کو دیکھ کر وطن عزیز سے محبت رکھنے والا ہر شخص دکھی اور پریشان ہے، گذشتہ آٹھ سالوں سے ایک فوجی جرنیل نے اپنے اقتدار اور ہوسِ حکمرانی کی خاطر ملک وملت کے اجتماعی مفاد کے خلاف جس بے باقی اور جس وحشت ناک جسارت کے ساتھ غلط فیصلے کیے جو پینترے بدلے اور جو نعرے لگائے اس کا خمیازہ اب ساری قوم بھگت رہی ہے۔

☆......مہنگائی نے عام آدمی کی کمر توڑ دی ہے، اشیائے خورد ونوش اور ضرورت کی کثیر استعمال اشیاء کئی گناہ مہنگی ہوگئی ہیں اور حالت یہاں تک پہنچی ہے کہ لوگ خودکشی کر رہے ہیں، ایوان صدر نے شوکت عزیز نام کے جس ماہر اقتصادیات کو سات سال پہلے درآمد کیا تھا وہ فرضی اور غیر حقیقی اعدو شمار کا جادو جگاتا رہا اور اپنی مدت پوری کرتے ہی فوراً ملک چھوڑ کر جہاں سے چلا تھا وہیں جا پہنچا۔

☆......صدر پرویز مشرف نے اقتدار سنبھالنے کے بعد امریکی آقاؤں کے اشاروں پر ملکی مفادات کو جس بے دردی کے ساتھ قربان کیا اس کا نتیجہ بدامنی، بے امنی اور فوج سے نفرت کی صورت میں سامنے آچکا ہے، وزیرستان، سوات، باجوڑ، بلوچستان اور اسلام آباد میں اپنے اسی ملک کے مسلمان بھائیوں، بہنوں اور بچوں کو جس بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا اور فوج کے جوانوں کو اپنے ہی ملک کے باسیوں کے خلاف جس طرح استعمال کیا گیا اس نے لوگوں کے دلوں سے افواج پاکستان کی برسوں کی محبت مٹادی ہے اور اس کی جگہ ایک ایسی نفرت اور انتقام نے لے لی ہے جس کا مشاہدہ گذشتہ ایک دو سال سے ہم سب کر رہے ہیں، جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے ظلم و بربریت کے بعد شاید ہی کوئی ایسا ہفتہ گزرا ہو جس میں سیکیورٹی فورسز اور فوجی جوانوں پر حملے نہ ہوئے ہوں۔ فوجی ادارے کے سربراہ کے طور پر پرویز مشرف نے ان حساس موقعوں پر جو متکبرانہ لب ولہجہ اختیار کیا تھا اس نے نہ صرف یہ کہ صدر کو نفرت کی ایک علامت بنا دیا بلکہ فوج کی ساکھ کو ایسا نقصان پہنچایا کہ اب برسوں بھی اس کا تدارک نہیں ہوسکتا۔

☆......اقتدار کی جوع البقر میں مبتلاء اس شخص نے سب سے پہلے "پاکستان" کا نعرہ لگایا جس کا تقاضہ کم از کم یہ ہونا چاہیے تھا کہ پاکستان اقتصادی اور مادی ترقی کی راہ پر پیش رفت کرتا، لیکن زمینی حقائق اس کے بالکل برعکس یہ بتلا رہے ہیں کہ جو کچھ بھی اس نے کیا وہ بیرونی آقاؤں کے ایک مہرے کے طور پر اس نے انجام دیا، پاکستان کی نہ صرف نظریاتی سرحدوں کو اس شخص نے نقصان پہنچایا بلکہ اس کو اقتصادی اور مادی حوالے سے بھی بہت پیچھے لے گیا۔

☆......روشن خیالی کے عنوان سے ملک کے اندر بے حیائی اور فحاشی کو باقاعدہ سرکاری وسائل اور حکومتی منصوبہ بندی کے تحت عام کیا گیا، میراتھن ریس کے نام سے عورتوں کو سڑکوں پر دوڑایا، میڈیا اور مختلف ٹی وی چینلوں کو اس سلسلے میں کھلی چھوٹ دی گئی، حدود آرڈیننس میں ترمیم کر کے نوجوان جوڑوں کے کھلے عام اختلاط کیلئے راہ ہموار کی گئی اور حد تو یہ رہی کہ تین سال پہلے آنے والے زلزلے میں جب لاکھوں لوگ لقمہ اجل بنے صدر مشرف موسیقی کی محفلیں جما کر اس میں یہ کہتے ہوئے خود بھی رقص کرتے رہے کہ ان محفلوں سے ملک میں چھائی ہوئی سوگوار فضا میں مسرت وخوشی کی لہریں عام ہوں گی......انا اللہ وانا الیہ راجعون......یہ ہے ایک مسلمان ملک کے مسلم حکمران کا عمل ونظریہ!!!

☆......ملکی وسائل اور افواج پاکستان کو نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں خالص امریکی مفاد کی بھینٹ چڑھایا گیا اور یہ ساری جنگ اور تگ ودو امریکہ کے لیے کی گئی، ایمانی غیرت اور اسلامی حمیت سے دوری اور پستی کا یہ عالم رہا کہ ڈالر لے کر جن مجاہدین کو پاکستان سے گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کیا گیا صدر صاحب نے اپنی کتاب میں امریکہ کے ساتھ وفاداری میں اسے بطور ثبوت پیش کیا۔ اس کتاب میں انہوں نے پوری بے حیائی کے ساتھ اپنے عشق ومحبت کے قصے بھی تحریر کیے......ان کے زرخرید حامیوں نے اخلاق کی اس گراوٹ اور پستی کو سچ اور صاف گوئی سے تعبیر کیا......وہ یہ اسلامی تعبیر بھول گئے کہ گناہ کرنا ایک جرم اور اسے علی الاعلان فخریہ بیان کرنا اس سے بڑا جرم اور علامات قیامت میں سے ہے!

☆......دینی مدارس اور طبقہ علماء کے خلاف پروپیگنڈے کی مہم بھی بھرپور طریقے سے جاری رہی، مدارس کے نصاب و نظام کی تبدیلی اور اسے بے روح اور بے جان بنانے کے لئے پورا زور لگایا گیا لیکن الحمد اللہ وفاق المدارس ان کی راہ میں پوری استقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ حائل رہا اور انہیں اپنے مذموم مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا......

انتہا تو یہ کی کہ مولانا عبدالعزیز کو گرفتار کرنے کے بعد ان کو برقعہ پہنایا گیا اور سرکاری ٹی وی پر ان کی بار بار تضحیک کی گئی......یہ صرف ایک شخص کی تذلیل وتضحیک نہیں بلکے سارے طبقہ علماء کی تضحیک وتذلیل تھی، لیکن ذلت وعزت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، آج صدر پرویز مشرف ذلت ونفرت کا ایسا حوالہ ہے کہ پاکستان کے سابق حکمرانوں کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ایمان عمل صالح اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن اور ابدی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ ہے، مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع، اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ اور توکل ایک مومن کا اثاثہ ہے، سینے کے اندر ایمان کی روشنی ہوگی تو مومنانہ بصیرت حاصل ہوگی، جو درست سمتوں کی رہنمائی کرتی اور صحیح فیصلوں کی قوت بخشی ہے، ایک مومن حکمران حالات کو صرف اسباب اور مادی طاقت کے تناظر میں نہیں دیکھتا بلکہ وہ اپنے ایمان، اپنے عمل اور اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کا بھی جائزہ لیتا ہے، اسے یہ یقین ہوتا ہے حتی الوسع اسباب اختیار کرنے چاہئیں لیکن گردوں سے اس کے لیے نصرت کے فرشتے صرف اسباب کی بنیاد پر نہیں اتریں گے اللہ تعالیٰ کی رحمت ومدد صرف مادی طاقت کی بناء پر حاصل نہیں ہوتی، ایک مومن سے اس سے بڑھ کر اور بھی تقاضہ ہے اور وہ ایمان اور ایمانی اعمال واوصاف کا تقاضہ ہے......کاش یہ حقیقت آج کا مسلمان سمجھ جائے، آج کا حکمران سمجھ جائے! وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلیٰ آله وصحبه أجمعین

(جمادی الاولیٰ والثانیہ ۱۴۲۹ھ۔ جون، جولائی ۲۰۰۸ء)

علمائے دین متین اور داعیانِ راہِ مستقیم کی خدمت میں

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب
استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی

ملک بھر کے دینی مدارس میں شوال کے دوسرے ہفتے سے نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوگیا ہے اور دو ماہ کی تعطیل کے بعد ان مدارس کے در و دیوار، علوم نبوت کے طلب گاروں سے آباد ہوگئے ہیں، اس دوران زیادہ تر طلبہ نے اپنے گھروں میں والدین اور دیگر اقارب کے ساتھ وقت گزارا، جبکہ کچھ طلبہ نے دعوت وتبلیغ کے قافلوں میں شامل ہوکر مختلف شہروں، قصبوں اور گاؤں دیہات کا رخ کیا، جہاں انہوں نے عوام کو اسلام کے بنیادی ارکان اور دین حنیف کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی...... دعوت دین کی راہ میں آرام وراحت کا تصور یا اس کی توقع نہیں ہوتی، بلکہ سرد وگرم حالات، راستے کی صعوبتیں اور بھوک و پیاس کی مشقت کا مجاہدہ راہ حق کے داعی کو جفاکش اور متحمل مزاج بنادیتا ہے، جو بہترین انسانی اور اسلامی اوصاف وکمالات ہیں...... داعیان حق کے یہ کاروان دعوتِ دین کے ساتھ ساتھ، اصلاح اعمال اور تزکیۂ نفس کے نورانی اثرات سے بھی آراستہ ہونے کے مواقع فراہم کرتے ہیں کہ طے شدہ ترتیب کے مطابق تعلیم، تذکیر، نمازوں کے بعد بیانات، بیرون مسجد خصوصی ملاقاتیں، سادگی اور قناعت کے شب وروز، نوافل واذکار کے معمولات اور شب خیزی کا یہ مرتب نظام قلب ونظر میں دوررس تبدیلیاں لے کر آتا ہے...... تعطیلات کے اس زمانے میں بعض طلبہ عربی قواعد میں اپنی استعداد بڑھانے...... جبکہ بعض دیگر مختصر تفسیری ترتیبات پر مشتمل درسِ قرآن کے حلقہ جات میں شریک ہوتے ہیں تاکہ قرآن کریم اور اس کے مضامین واحکام سے اجمالی آگاہی حاصل ہوسکے۔

یہ دینی مدارس جن کی بنیادیں دین، امت اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے جذبات واحساسات سے اٹھائی گئی ہیں، تعلیم و تربیت کے علاوہ، ملک وقوم کی رفاہی خدمات میں بھی پیش پیش رہتے ہیں، چنانچہ حالیہ ملک گیر سیلاب میں ان مدارس کے ذمہ داران، اساتذہ اور طلبہ ہر ممکن طریقے سے متاثرین کی امداد اور راحت رسانی میں سرگرم رہے ہیں اور بے گھر ہونے والوں کے طعام وقیام، دوا علاج اور نقل وحمل کے انتظامات میں جانفشانی اور تندہی سے خدمات بجالاتے رہے ہیں، اب بھی نوشہرہ، چارسدہ اور سندھ وپنجاب کے متاثرہ علاقوں میں نقد اور اشیائے ضرورت کے علاوہ، آب رسانی کے لئے جگہ جگہ بورنگ کرانے، نیز مستقل آبادکاری کے متعدد منصوبوں پر کام جاری ہے، یہ خدائی خدمت گزار جسمانی صعوبتیں جھیل جھیل کر اور ایک ایک پیسہ کو پوری دیانت داری کے ساتھ، ہر طرح کی ذاتی اغراض، جماعتی وابستگی اور اقربا پروری کے مکروہ محرکات سے بالاتر ہوکر کام میں لارہے ہیں۔ پانچ سال پہلے آزاد کشمیر اور بالاکوٹ کے تباہ کن زلزلے میں بھی ان مدارس کے اساتذہ وطلبہ نے بھرپور کردار ادا کیا تھا۔

مدارس میں تعلیم کا آغاز ہونے کے بعد تقریباً پندرہ شوال سے بیس رجب تک تقریباً دس ماہ کا عرصہ درس نظامی کے محنت طلب مضامین کی شبانہ روز جدوجہد میں اس انہماک کے ساتھ گزرتا ہے کہ طالب علم کو ۲۴ گھنٹوں میں سولہ گھنٹے درسی مضامین کے لئے وقف کرنے پڑتے ہیں کہ مضامین کی نوعیت وقت کو اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ استعمال کرنے پر مجبور کرتی ہے ورنہ علمی استفادہ فوت ہو جاتا ہے۔

نصابی مضامین کی طرف طلبہ کو پوری مسئولیت اور ذمہ داری کے ساتھ مشغول رکھنے کے لئے، ان مدارس میں تعلیمی سال کے دوران سہ ماہی بنیادوں پر امتحانات بھی منعقد کئے جاتے ہیں، جن میں کامیابی کی دُھن طلبہ کو پوری یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ درسی کتب اور نصابی مضامین کی طرف متوجہ رکھتی ہے۔

پاکستان اور برصغیر کے دیگر ممالک میں قائم دینی مدارس مسلمانوں کے لئے بڑی نعمت ہیں، ان میں جہاں علوم نبوت اور آسمانی احکام و تعلیمات کے تحفظ، فروغ اور ان پر عمل کرنے کرانے کی تربیت دی جاتی ہے وہاں یہ ملک میں خواندگی میں اضافے کا بھی مؤثر اور باکفایت ذریعہ ہیں کہ ان مدارس میں مصروف کار معلمین، منتظمین اور کارکنان بالعموم آرام و آسائش کے بغیر سادگی اور قناعت کی زندگی گزارتے ہیں، ان مدارس کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہاں مختلف علاقوں، برادریوں، ہر رنگ و نسل، جداگانہ ثقافت و زبان، یہاں تک کہ مختلف ملکوں سے تعلق رکھنے والے الگ الگ طبیعتوں کے طلبہ ایک ہی چھت کے نیچے شب و روز گزارتے ہیں اور روزمرہ کے معمولات بھی...... ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر ہو کر...... بجالاتے ہیں، ہر طرح کے تعصب سے دور، باہمی اخوت اور یگانگت کی یہ پاکیزہ اسلامی فضا کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔

یہ مدارس تعلیم کے علاوہ قیام وطعام کی سہولتیں بھی فراہم کرتے ہیں اور بیک وقت تعلیم کے ساتھ ساتھ ابنائے وطن کی کفالت بھی کرتے ہیں اور اس طرح ملک و معاشرے کا بڑا بوجھ خود اٹھاتے ہیں، جبکہ حکومت کی طرف سے ان کے لئے زبانی حد تک بھی کوئی حوصلہ افزائی، قدر شناسی اور پذیرائی نہیں ہوتی، تعلیمی یا مالی تعاون کا تو کیا تصور...... شہر شہر اور بستی بستی، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، چپے چپے میں یہ مدارس قائم ہیں، جن میں سے بہت سوں کا تعلیمی دورانیہ کم از کم سولہ سال ضرور ہے، ابتدا میں مڈل تک تو لازماً جبکہ بعض مدارس میں سیکنڈری کے مرحلے تک کی عصری تعلیم سے ہر طالب علم کا آراستہ ہونا، درس نظامی کے لئے اساسی شرط ہے جبکہ مزید آٹھ سال کی مدت عربی و فارسی زبان و ادب، قدیم و جدید فلسفہ، فقہ اسلامی اور قرآن وحدیث کی معیاری تعلیم کے لئے مختص ہے، اس نصاب کی تکمیل کے بعد فاضل درس نظامی اسلامی نظریہ حیات کے تمام فکری، عملی، سماجی، قانونی، شخصی اور اجتماعی یہاں تک کہ نفسیاتی احکام و تعلیمات سے معتد بہ آگاہی حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ تعلیمات اسلام کی ایسی ہمہ جہتی اور جامع تعلیم دینی مدارس کے سوا، شاید ہی دنیا کے کسی خطے میں دستیاب ہو۔

برصغیر میں درس نظامی کی یہ منظم ابتدا اس وقت ہوئی جب برطانوی استعمار نے یہاں پنجہ جمایا اور سیاسی و عسکری بالادستی حاصل کرنے کے بعد یہاں دین، علوم نبوت اور اسلامی اقدار و روایات کے خلاف بھی جنگ شروع کر دی، چنانچہ مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لیے عیسائی مشنریوں کا جال پھیلایا گیا اور پوری قوت کے ساتھ عیسائیت کی تبلیغ شروع کی گئی، جس کے لیے طمع و خوف کا

ہر حربہ استعمال کیا گیا، اندرونی طور پر بھی قادیانیت جیسے فتنوں کی تخم ریزی کر کے مسلمانوں میں خلفشار پیدا کیا گیا اور ان کی اجتماعی طاقت کا رُخ اپنی طرف سے پھیر کر دوسری طرف لگا دیا تاکہ انگریز کے اقتدار کو کوئی خطرہ نہ رہے، اس طرح مسلمانوں کو زچ کر کے نفسیاتی طور پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار بنایا گیا...... انگریز کی یہ ذہنیت آج بھی امت مسلمہ کے خلاف سرگرم عمل ہے۔

سلمان رشدی جیسے ملعون اور آوارہ شخص کو اور تسلیمہ نسرین جیسی بے ہودہ عورت کو مسلمانوں کی دل آزاری اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی شانِ رفیع میں گستاخی پر مغرب کی حکومتوں نے مکمل اعزازی پروٹوکول دیا ہے، یورپ کے مختلف ملکوں میں آئے دن شانِ رسالت میں گستاخانہ، ہتک آمیز اور دل آزار خاکوں کا کلچر بھی اُبل اُبل کر سامنے آتا رہتا ہے جو مسلمانوں اور اسلام سے شدید بغض کی علامت ہے۔

عالمی سطح پر قادیانیت اور دیگر اسلام دشمن تحریکوں کی پشت پناہی بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جب کہ فلسطین، عراق، افغانستان، کشمیر اور دنیا کے دیگر خطوں میں بڑے پیمانے پر لاکھوں مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی تباہ کاری میں بھی اسلام اور مسلمانوں سے عناد رکھنے والے بہت سے غیر مسلم ممالک پیش پیش ہیں۔

استعماری دور کے ان نامساعد حالات میں تشکیل پانے والے یہ ادارے اب اللہ کے فضل و کرم سے آسمانی تعلیمات اور مسلم معاشرے کی خدمت کے لیے اپنی بھاری تعداد کے ساتھ، بلند تر دینی مقاصد کے لیے پہلے سے زیادہ توانا ہیں۔ باشندگان ملک کا بڑا طبقہ جو تعلیم کے سرکاری اور نجی اداروں کے نظام تعلیم و تربیت سے مایوس ہے اب بکثرت ان دینی درس گاہوں اور عربی مدارس کی طرف مائل ہو رہا ہے، اس میلان میں ان خدا فراموش اور خلافِ اسلام حالات واقدامات کا بھی موثر دخل ہے جو دینی آگاہی اور اسلامی غیرت وحمیت سے محروم حکمرانوں کی وجہ سے معاشرے میں در آئے ہیں، ان عناصر کو غیر ملکی دباؤ نے ہی اسلامی اقدار و تعلیمات کے خلاف بڑی شدت سے استعمال کیا ہے، ظاہر ہے کہ ان حالات کا مقابلہ کرنے لیے یہ دینی ادارے دفاعی مورچے ہیں جن کی طرف ایسے خاندانوں کی زبردست رغبت ہے جو اسلامی عقائد اور اسلامی طرز زندگی سے روگردانی کرنے یا اس کے خلاف کسی اور فکر و عمل پر سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں...... ملکی اور نامساعد حالت کے باوجود یہ مدارس دینِ حنیف کی منظم پہرہ داری کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان میں اضافہ روز افزوں ہے۔ والحمد لله علی ذلك

لیکن اس موقع پر کچھ توجہ طلب امور، حضرات علماء اور داعیانِ راہِ حق کے ملاحظہ کے لیے پیش خدمت ہیں:

☆...... مدارس کی تعداد میں سالانہ اضافہ، نیز درس نظامی کی تکمیل کر کے سال بسال ہزاروں طلبہ وطالبات کی علمی زندگی میں آمد بلاشبہ حوصلہ افزا بات ہے اور بعض گھرانوں میں اس کے بڑے مثبت اثرات نظر آتے ہیں، لیکن جو حقیقت خصوصی طور پر قابل توجہ ہے وہ یہ کہ ان مدارس کے علمی اور تربیتی معیار کی طرف کما حقہ توجہ نہیں ہے، چنانچہ ''شہادۃ العالمیہ'' سے سرفراز فضلاء و فاضلات کی بڑی تعداد کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مطلوبہ استعداد کی حامل ہے اور دینی تربیت کا معیار تو بہت کمزور ہے...... یوں تو جوہرِ قابل عام طور پر کم یاب ہی ہوتا ہے......

''بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا''

لیکن ذکر اس استعداد اور تربیت کا ہے جو طویل دورانیہ، ہمہ جہتی نصاب اور منظم درسی عمل کے بنیادی مقاصد میں سے ہے، اس کی مزید تفصیل کی ضرورت نہیں ہے کہ مدارس سے وابستہ حضرات علماء ومدرسین اس صورت حال سے گزرتے رہتے ہیں، بہتر ہدف کے حصول کی طرف پیش قدمی کرنے اور موجودہ نقائص کا تدارک وسد باب کرنے کے لیے تسلسل کے ساتھ اپنے اپنے حالات کا عمیق ومخلصانہ جائزہ لینے، محاسبہ کرنے اور اصلاحِ حال کی اشد ضرورت ہے۔

☆...... پچھلے تقریباً تیس سال سے ملک کا تمدن بہت تبدیل ہوگیا ہے اور بود وباش، لباس وپوشاک، زبان وبیان اور تحریر وکتابت کے اسالیب میں دوررس تبدیلیاں واقع ہوگئی ہیں، اس لیے حالات کے لحاظ سے تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ میں بھی مثبت اثرات کے لیے ماحول ومعاشرے کی روش اور مخاطبین کی نفسیات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ جہاں تک دین حنیف کی اساسی تعلیمات اور زندگی کے ہر موڑ پر سنت وسیرت کے التزام کا معاملہ ہے وہ قیامت تک کے لیے اٹل، ناقابل تغیر اور واحد راہِ نجات ہے، لیکن جس طرح ان تعلیمات کی تفہیم، تعلیم اور تربیت کے لیے مختلف زبانوں کو ذریعہ بنانا ناگزیر ہے، اسی طرح اذہان وعقول اور ماحول کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے، اسی کا نام بلاغت ہے اور قرآن کریم میں اسی کے پیش نظر تعلیم ودعوت کے لیے حکمت اختیار کرنے کی ترغیب ہے:﴿ اُدعُ الی سبیل ربك بالحکمة ﴾ اگر بغور جائزہ لے کر دیکھا جائے تو دینی مدارس کے نصاب ونظام میں اس طرف کما حقہ توجہ کا فقدان ہے، چنانچہ ایک فاضل درس نظامی میں، طویل دورانیہ گزارنے کے بعد بھی یہ مطلوبہ استعداد نہیں ہوتی ......الا یہ کہ اس کو کسی مخصوص ماحول سے شخصی طور پر استفادے کا موقع ملے...... عام حالات میں اس کا طرز تخاطب یا تعلیم وتدریس کا اسلوب، بلاغت وحکمت کے اہتمام سے خالی اور غیر مؤثر ہوتا ہے۔

اس صورت حال کی اصلاح کے لیے مناسب عصری مضامین سے آگاہی بھی ضروری ہے اور فکری تربیت کے لیے عصر حاضر کے علمائے ربانیین کی غیر نصابی کتب کا مطالعہ بھی ناگزیر ہے، موجودہ وقت میں طالب علم صرف نصابی تالاب میں غوطہ زن ہے، اس لیے یہاں سے نکلنے کے بعد معاشرے کی عملی زندگی میں اس کو مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔

☆...... مدارس دینیہ کے قیام کا محرک علوم اسلامیہ کا تحفظ واشاعت اور دشمنانِ دین کے مقابلے میں اسلامی احکام ومعتقدات کا مؤثر دفاع ہے، ہمارے قریب کے اسلاف نے جب دیکھا کہ سیاسی مغلوبیت کے بعد مسلمان شدید خطرات کے بھنور میں آگئے ہیں تو انہوں نے مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت اسلامی علوم کے فروغ کے لیے تعلیم دین کا یہ میدان منتخب کیا اور جگہ جگہ درس وتدریس کے حلقے وجود میں آگئے، اس وقت دشمنان اسلام کی طرف سے فکری حملوں کی نوعیت دوسری تھی، یہ مدارس ان کے مقابلے میں فولادی دیوار اور ناقابل تسخیر مورچے بن کر کھڑے ہوگئے تھے، چنانچہ دشمن سیاسی اور عسکری بالادستی کے باوجود باشندگانِ وطن کو بحیثیت مجموعی مرتد بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا...... لیکن آج کا دشمن نئے انداز کے فکری، عسکری، تہذیبی، ابلاغی اور معاشی ہتھیاروں سے مسلح ہوکر اسلام کے خلاف حملہ آور ہے، ان حالات میں اگر غور سے دیکھا جائے تو بجائے اس کے کہ اس موجودہ یلغار کے خلاف مؤثر صف بندی کی جاتی اور تازہ دم دشمنِ دین کا مؤثر مقابلہ کیا جاتا، قدیم روایتی مورچہ بھی اپنے دفاعی ہتھیاروں میں کمزور نظر آتا ہے اور علم وآگاہی کا رسوخ، اعمال واخلاق کی پختگی اور حکمت ودور اندیشی کے وہ اوصاف وکمالات جو

فتنوں کی سرکوبی کے لیے نا قابل تسخیر اور مؤثر ترین ہتھیار ہیں، زنگ آلود ہوتے جارہے ہیں...... یہ حالت ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے!

☆...... یہ بات بھی حد درجہ قابل توجہ ہے کہ ان کمزوریوں کے ہوتے ہوئے ان مدارس سے وابستگان کی مجموعی تعداد ملک کی پوری آبادی کے پیش نظر ایک فیصد بھی نہیں ہے، ملک کی بقیہ آبادی اپنی معاشی اور سماجی سرگرمیوں میں منہمک ہے اور دین سے اس کا رشتہ کمزور تر ہوتا جارہا ہے، ان کو نہ دین کے حقیقی معتقدات سے آگاہی حاصل ہے اور نہ عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق باطنہ، فرائض وواجبات، حرام وحلال اور جائز وناجائز میں تمیز کرنے کی صلاحیت، وہ مغربی تصور کے مطابق مذہبی ہیں، جو محض ایک نسلی اور تاریخی تعلق کا نام ہے، لیکن عقیدے وعمل کے میدان میں وہ بڑی حد تک تہی دامن ہیں اور چونکہ دین سے ان کی وابستگی رسمی انداز کی ہے اس لیے ان کے شب وروز کے معمولات میں دین وشریعت اور سیرت وسنت کا کوئی عکس نظر نہیں آتا۔

اس ابتری کا تدارک بھی داعیانِ دین اور وابستگان دینی مدارس کے ذمہ ہے کہ درس نظامی کے رائج الوقت نصاب ونظام سے جداگانہ، معتقدات وتعلیماتِ اسلام پر مشتمل یک سالہ...... ششماہی اور سہ ماہی بنیادوں پر مختلف دورانیوں کے نصاب مرتب کیے جائیں اور مسجد، مسجد تعلیم کا جاذب توجہ سلسلہ شروع کیا جائے، اہل وطن مسلمانوں کی موجودہ حالت تیزی سے ابتری کی طرف جارہی ہے، اسلام صرف ظاہری رسومات کا نام قرار دے دیا گیا ہے، جس کا اظہار عقیدے اور عمل کے بجائے سال کے مختلف اور مخصوص دنوں میں اور راتوں میں بدعات، خرافات، جلسوں اور جلوسوں کی شکل میں ہورہا ہے اور انہی رسمی مظاہر کو دین اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھا جانے لگا ہے، فرائض وواجبات کا اہتمام، محرمات ومکروہات سے اجتناب اور اتباع سنت کا شب وروز کے معمولاتِ زندگی میں خیال تک نہیں آتا۔ یہ صورت حال حد درجہ تشویش ناک ہے، اگر اصلاح کے لیے فوری طور پر مؤثر قدم نہ اٹھایا گیا تو صورت حال بدتر اور بے قابو ہوجائے گی...... وارثین انبیاء کو اس سلسلے میں فوری طور پر مؤثر، منظم، مربوط اور انقلابی جذبے سے کوششوں کا آغاز کرنے کی ضرورت ہے۔

ملک میں بحمد اللہ مکاتبِ قرآنیہ کا وسیع نظام قائم ہے، یہاں حفظ وناظرہ کے علاوہ بالعموم طہارت ونماز کے مسائل بھی داخل نصاب ہیں، لیکن زندگی کے دیگر شعبہ جات، مثلاً: معاشرت، معاملات واخلاق سے دینی احکام وآداب سے آگاہی کا اہتمام نہیں ہوتا، مکتب سے فارغ ہونے والے ان حفاظ کو آداب سے واخلاق سے آراستہ کرنا ضروری ہے کہ ان کو بھی مستقبل میں مردم ساز بننا ہے۔ چوں کہ ملک کی زیادہ آبادی کا رُخ اسکولوں کی طرف ہے اور وہاں ماحول اور نصاب کی وجہ سے دین سے وابستہ رہنے کا کوئی انتظام نہیں ہے بلکہ وہ اسکول جو معیاری سمجھے جاتے ہیں ان میں اسلامی احکام واقدار سے بغاوت کی ذہنیت پیدا کی جاتی ہے اس لیے اہل مدارس کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے اور ایسے معیاری اسکول قائم کرنے چاہییں جن میں عصری مضامین کی تعلیم بھی عمدہ ہو اور دینی تربیت پر بھی بھرپور توجہ ہو کہ یہی مستقبل میں معاشرے کے مختلف شعبہ جات میں سرگرم عمل ہوں گے اور یہاں کی عمدہ تعلیم و تربیت ان کو ملک اور معاشرے کے لیے نافع اور قابل فخر بنادے گی...... یہ اور اس طرح کے دیگر مؤثر اقدامات اگر عمل میں نہیں لائے گئے تو عملی ارتداد، تعلیماتِ دین سے دوری اور بدعات وخرافات کا سیلاب بہت کچھ بہالے جائے گا...... اعاذنا اللہ من ذلک

مدارسِ دینیہ کی اہمیت اور ضرورت

مفتی حامد حسن
استاذ دار العلوم عیدگاہ، کبیر والا

مدارس جمع ہے مدرسہ کی، عربی لغت میں مدرسہ ظرف ہے جس کا معنی ہے پڑھنے پڑھانے کا مقام۔ عرفِ عام میں مدرسہ اس جگہ کو کہا جاتا ہے ”جہاں علم دین، قرآن وسنت سیکھا، سکھایا جائے“۔

یوں تو تعلیم وتعلم کا سلسلہ ابتداء آفرینش سے شروع ہوا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وعلم ادم الاسماء کلھا﴾ جس کی بدولت سیکھنا، سکھانا ایک فطرتِ انسانی بن گئی۔ رفتہ رفتہ تعلیم گاہیں وجود میں آئیں، لیکن اسلام میں اولین جس تعلیم گاہ کی بنیاد رکھی گئی، مدینہ طیبہ کا وہ مقدس حصہ ہے جہاں چھپر ڈال کر طلباء دین کو بٹھایا گیا تھا، تاریخ وحدیث میں اس کو ”صفہ“ کہا جاتا ہے۔

پہلے مدرسہ نے اپنے ذوق کو پھیلانے کی خاطر طلباء دین کو اطرافِ مدینہ میں بھیجنا شروع کر دیا، دیکھتے ہی دیکھتے ہر گھر اور ہر محلّہ میں قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں گونجنے لگیں۔

ارتقاء زمانہ کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم وتعلم کی ضرورت بڑھی۔ اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے خلفاءِ خیر القرون نے مراکز ومکاتبِ علم قائم کئے۔ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم خصوصاً سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خصوصی دلچسپی لیتے ہوئے معلمین خیر کو مختلف علاقوں میں مقرر کیا۔ ۱۷ھ میں کوفہ شہر آباد کر کے صاحب مطہرۃ والنعلین سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور قرآن وحدیث کے ماہر کو تعلیم وترویجِ دین کی خاطر وہاں مقرر کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں مفتوحہ علاقے علم دین کی روشنی سے منور ہو گئے۔ مدینہ طیبہ کے علاوہ مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ، شام، مصر اور دیگر علاقے علمی مراکز کے طور پر دنیا کے سامنے ہویدا ہوئے۔ اس کے بعد ہر آنے والے خلیفہ اور حاکم نے اپنی ترجیحات میں علم دین کی نشر واشاعت، علمی مراکز کی وسعت اور استحکام کو شامل کیا۔ دریں اثناء دورِ بنی عباس شروع ہو چکا تھا، حکمران بنو عباس کی آبرو، تاریخِ اسلام کا درخشندہ ستارہ، خلیفہ مامون الرشید مسندِ خلافت پر براجمان ہوا۔ مامون الرشید کا دورِ اقتدار علمِ دین کی ترقی اور ترویج کے اعتبار سے ایک سنہری دور کہلاتا ہے۔ مساجد ومدارس کی آباد کاری، تعمیر نو کے علاوہ علماء وطلباء کے وظائف کا تقرر، اہم عہدوں پر فقہاء کو مقرر کرنا، دربارِ شاہی میں علمی مباحث کا انعقاد ایک انوکھا طرزِ انداز تھا۔ اس طرح علم دین کی اشاعت، مدارس ومساجد کی تعمیر وترقی حکومت کی ذمہ داری سمجھی جاتی تھی اور اس ذمہ داری کو حکومتیں احسن طریقہ سے نبھاتی تھیں۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ حکمران طبقہ کی ترجیحات بدلیں، رضائے حق کی بجائے غیر اللہ کی خوشنودی کو کرسی کے حصول اور

بچاؤ کی خاطر قبلہ بنایا تو مدارس ومساجد کی تعمیر وترقی کی بجائے ان کی بیخ کنی کی ٹھان لی۔ابتداً یہی سوچا کہ مدارس ومساجد کی کفالت کو چھوڑ دو، مالی تعاون نہ ہونے کی وجہ سے مراکز علم وحکمت اپنی موت خود مر جائیں گے۔مردانِ دوراندیش نے بدلتے تیوروں کو بھانپتے ہوئے مدارس ومساجد کی کفالت کا یوں انتظام کیا کہ اپنی جاگیریں مدارس ومساجد کے نام وقف کرا کے وہاں کے ذمہ دار عالم دین کو اس کا مسئول بنادیا۔وقف کی آمدنی کو علماء وطلباء پر خرچ کیا جانے لگا،حکمران طبقہ کا مقصد حل نہ ہوسکا تو دوسری کاری ضرب لگائی،متولیانِ اوقاف کے نااہل جانشینوں کو ورغلا کر یہ باور کرایا کہ یہ جاگیریں تمہاری ذاتی ہیں، مدارس ومساجد پر خرچ کرکے برباد نہ کرو۔نااہل جانشین جال میں پھنس گئے، مدارس ومساجد کی جاگیریں قبضہ میں لے کر گدی نشین، سجادہ نشین مخادیم بنے، عیش کدوں میں محوخواب غفلت ہوکر مدارس ومساجد کی ویرانی کا سبب بنے۔گدی نشینوں کی جاگیریں درحقیقت اموال موقوفہ ہیں یا پھر عنایات ملکہ وکٹوریہ ہیں، اسلام دشمنی کے نتیجہ ہیں؟ جو گھوڑ پال اسکیم کے تحت ملتی تھیں۔لیکن اعلان ربانی ہے:﴿یریدون لیطفؤوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو کره الکافرون﴾

زندہ دلانِ اسلام نے ڈوبتی نو کو سہارا دیتے ہوئے مدارس دینیہ کو نیا رنگ دیا، نئے جذبے سے بقائے اسلام کی خاطر ہمہ تن متوجہ ہوئے۔تن، من، دھن خرچ کرتے ہوئے دین اسلام کی اشاعت اور حفاظت کی، اصحاب ثروت، محبانِ ملت نے اپنی بساط سے بڑھ کر مالی تعاون کیا۔بہی خواہان تہی دست بھی پیچھے نہ رہے، بارگاہ رب ذی الجلال میں دست دعا بلند رکھے، زمانہ کے نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے مدارس دینیہ اس پُرفتن دور میں آن پہنچے۔لیکن خواہش پرست طبقہ نے پھر بھی معاف نہ کیا، وراثت میں ملی دین دشمنی کی بدولت مختلف حیلوں بہانوں سے مدارس ومساجد کی بیخ کنی کی فکر دامن گیر ہوئی، کبھی تو بدنام زمانہ لقب ''دہشت گردی'' سے نوازا جاتا ہے، کبھی حساب کے بہانہ چندہ دھندہ گان کے اتے پتے معلوم کرکے ان کو ہراساں وپریشان کیا جاتا ہے، کبھی مدارس دینیہ کا رُخ کرنے والے طلباء کا تعاقب کیا جاتا ہے۔غرض ہر وہ نسخہ اکسیر آزمایا جارہا ہے، جس کی تجویز مسلم کشی کے ماہر تھنک ٹینک کرتے ہیں۔نامعلوم آئندہ کیا کچھ ہوگا؟......

اہل اسلام اور علماء وطلباء پریشان ہونے کی بجائے اس فرمان باری تعالیٰ پر نظر رکھیں:﴿انزل من السماء ماء فسالت اودية بقدرها فاحتمل السيل زبداً رابيا ومما يوقدون عليه فى النار ابتغاء حلية اومتاع زبدمثله كذلك يضرب الله الحق والباطل فاما الزبد فيذهب جفاء واما ما ينفع الناس فيمكث فى الارض كذلك يضرب الله الامثال﴾(سورۃ الرعد)

اسی نے آسمان سے مینہ برسایا، پھر اس سے اپنے اپنے اندازے کے مطابق نالے بہہ نکلے، پھر نالے پر پھولا ہوا جھاگ آ گیا اور جس چیز کو زیور یا کوئی اور سامان بنانے کے لئے آگ میں تپاتے ہیں، اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔اس طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے، سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہوجاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔اس طرح اللہ (صحیح اور غلط کی) مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ تم سمجھو)۔

نصابِ تعلیم

مدارس کا مقصد قال اللہ وقال الرسول کی تعلیم ہے، اس لئے مدارس کا بنیادی نصاب ہی قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ بعض دیگر علوم جیسے صرف، نحو، منطق، فلسفہ، بلاغت، عربی ادب وغیرہ تو قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے کی خاطر پڑھائے جاتے ہیں جبکہ فقہ اور اصول فقہ تو قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست متعلق ہیں۔ مدارس دینیہ کے ہشت سالہ تعلیمی دورانیہ میں درجہ عامہ سال دوم سے ہی تفسیر پارہ عم اور زاد الطالبین، فقہ، اصول فقہ سے لے کر دیگر علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ آخری سال دورہ حدیث شریف میں صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب احادیث پڑھانے کا رواج ہے، بحمد اللہ تعالیٰ مدارس کا نصاب تعلیم مبارک اور مقدس ہے، یہی وجہ ہے کہ مدارس و جامعات اور دار العلوم میں سینکڑوں طلبا اکٹھے رہنے کے باوجود کبھی کوئی لڑائی، جھگڑا، فائرنگ، جلاؤ گھیراؤ، ہڑتالیں، خطرناک ہتھیار و منشیات کی برآمدگی وغیرہ جیسے مذموم دھندوں کا تلاش بسیار کے باوجود ثبوت نہیں ملتا: ''ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔''

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن و سنت نے دو قومی نظریہ واضح الفاظ میں پیش کئے ہیں:

(۱)......اسلامی نظریہ......(۲)......غیر اسلامی نظریہ۔ اور دو قومی نظریہ کا انکار کرنا یا انکار کرانے کی کوشش کرنا سعی لا حاصل کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔ ممکن ہے کہ اسی دو قومی نظریہ کے پرچار کی وجہ سے مدارس اور علماء و طلباء کو مورد الزام ٹھہرایا جا رہا ہو جس کی بدولت ''دہشت گرد'' گردانا جا رہا ہے۔ اگر یہی وجہ ہے تو یہ وجہ عقل کے خلاف ہے۔ خالق کائنات نے تو اپنے نافرمانوں کو کافر و فاسق کہا اور ایسے منکرین کو کافر کہنے کا حکم فرمایا تو منکر کو کافر کہنا دو قومی نظریہ کی وجہ سے ہے۔ علاوہ ازیں قائد اعظم نے جس آزاد مملکت کا سوچا، تگ و دو کی، اہل وطن نے لاکھوں قربانیاں پیش کیں۔ اس آزاد مملکت کی بنیاد دو قومی نظریہ پر ہے، پہلے کہا گیا ''پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ'' مختلف اجتماعات میں مسلم لیڈران نے آزادی کا نعرہ لگایا، قوم کو آزادی پر ابھارا، یہ سب اس نقطہ پر دائر تھا کہ مسلم قوم کے لئے آزاد اسلامی ریاست ہو۔ بالفرض اگر دو قومی نظریوں کا پرچار کرنا دہشت گردی ہے اور مزاج شاہی کے خلاف ہے تو پھر یہی عرض کیا جائے گا کہ دو قومی نظریہ اور اس کا پرچار کرنا قرآن و سنت کے علاوہ ہمیں قائد اعظم نے سکھلایا ہے۔ صرف چند دہائیوں میں اپنے قائد کو بھول جانا طریقہ وفا شعاری نہیں ہے۔

مدارس دینیہ کی کارکردگی

مدارس دینیہ کا کام یہ ہے کہ ناواقف، تہذیب سے عاری، رینٹھ بہاتے، چھوٹے بچوں پر محنت کر کے مہذب بنانا، حافظ، قاری اور عالم بنانا جو خوف الٰہی اور معرفت الٰہی سے خالی تھے، ان بے آباد دلوں کو محبت اور معرفت الٰہیہ سے معمور کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدارس دینیہ سے صحیح معنوں میں وابستہ افراد پر تواضع، خشیت، جذبہ خیر خواہی اور آثارِ صلاح نمایاں نظر آتے ہیں۔ دل اور زبان کے سچے، وعدہ کے پکے، نرم خو، ایثار، غمخواری اور حسن اخلاق کے پیکر، مجسمہ شرم و حیا، علم و عمل کے چلتے پھرتے سپوت پیدا کرنا مدارس کا اولین مقصد ہے۔ امام غزالی، رازی، بوعلی سینا، شیخ الہند، گنگوہی، مدنی، تھانوی اور مولانا الیاس رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے مشاہیر اور مصلحانِ امت مدارس ہی کی پیداوار ہیں۔

مقولہ مشہور ہے: ''صاحب البیت ادری بمافیہ'' قریبی لوگ حقائق سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ مدارس دینیہ کے قریبی ہمسائے نے کبھی یہ شکایت نہیں کی ہوگی کہ فلاں طالب علم اور فلاں عالم صاحب کی طرف سے ہمیں اپنی عزت، مال و جان کا

خطرہ ہے۔حقائق پرمبنی کسی پولیس اسٹیشن میں ایف آئی آر درج نہ ہوگی کہ فلاں مفتی،طالب دین نے کرپشن کی،کریڈٹ کارڈ چرائے،اختیارات کا ناجائز استعمال کیا،گن پوائنٹ پرعزت سے کھیلا یا پھر تین چار سالہ عمر کی بچی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کرقتل کردیا، وغیرہ......تو ایسے باصفات لوگ کیسے دہشت گرد بن جاتے ہیں؟......اس مادی دور میں جبکہ سر چکرا دینے اور خودکشی پر مجبور کرنے والی گرانی کے باوجود اہل علم صبر وقناعت کے ساتھ خوش وخرم زندگی بسر کررہے ہیں،علم دین کی اشاعت اور حفاظت میں مصروف عمل ہیں۔انہیں یہ خوشی اور صبر وقناعت والی نعمت عظمیٰ کا ملنا مدارس کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ ہے۔یہ صبر وقناعت درحقیقت پہلے اسلامی مدرسے صفہ کے طلباء حضرت بلال،ابوہریرہ رضی اللہ عنہما وغیرہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام سے ورثہ میں ملا ہے۔جنہوں نے قوت لایموت پر گزارہ کرکے علم دین سیکھا اور امت تک پہنچایا۔

رہا یہ سوال کہ کفر کو مدارس،طلباء وعلماء سے نفرت کیوں ہے؟روزِ اول سے شروع ہونے والی اس عداوت کے اسباب کیا ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کفریہ طاقتوں کی عداوت کا اہم سبب بنیاد پرستی ہے۔کفریہ طاقتیں یہود ونصاریٰ اور مشرکین اپنے نظریات پر اس قدر ڈٹے ہوئے ہیں کہ احکم الحاکمین کے فیصلہ نسخ یہودیت ونصرانیت کو بھی ٹھکرادیا،توحید کی بجائے شرک کو اپنایا، اعلانِ نبوت سے ہی اقوام عالم فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہوگئیں،مختلف محاذ آرائیں ہوئیں،فتح وشکست سے دوچار ہوتے ہوئے پروانہ شمع رسالت انجام کار فتح یاب ہوئے،قیصر وکسریٰ جیسی عالمی طاقتیں پارہ پارہ ہوئیں،صلیب کا پجاری زخم خوردہ بھیڑیے کی طرح اپنے کفریات اور فحاشی کو اہل اسلام میں عام کرکے اپنی سابقہ شکست کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ان مذموم مقاصد میں سدِ راہ مدارس دینیہ ہیں،اسی لئے کفریہ طاقتیں مدارس ومساجد کی مخالف بن گئی ہیں۔لیکن یہ ایک حقیقت ہے،رہتی دنیا تک لیل و نہار رہے گا،گرمی سردی رہے گی،اجالا وتاریکی کا ایک دوسرے کا ساتھ ہے،اسی طرح اسلام اور کفر کا مقابلہ بھی ازل سے ہے تاقیامت رہے گا،انجام کار غلبہ اسلام کا ہوگا،ان شاء اللہ العزیز،کفریہ طاقتیں یہ بھول جائیں کہ وہ اسلام کو ختم کردیں گی،جب ان کے آباء واجداد ہرقل،پرویز،خسرو اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو آج ان کے چیلے کیا کرسکیں گے؟مدارس کو نفرت کی نظر سے دیکھنے کی بجائے بنظر انصاف دیکھا جائے اور اس کے نظام اور نصاب تعلیم میں غور کیا جائے تو مدارس کا سراسر خیر ہی خیر ہونا واضح ہوگا،کیونکہ مدارس دینیہ واحد وہ مقامات ہیں جہاں حدود اللہ اور احکام الٰہی سکھائے جاتے ہیں،انسانیت سے بڑھ کر جانوروں کے حقوق کی بھی تلقین کی جاتی ہے،اہل کفر،اہل ذمہ کے حقوق بھی بڑی تاکید کے ساتھ بتائے جاتے ہیں۔

مدارس کی ضرورت واہمیت

اہل اسلام اپنے عقائد،اعمال،معاش،معاشرت،اخلاق،پیدائش سے لے کر موت تک ہر چیز میں احکام اسلام کے محتاج ہیں۔اہل اسلام کی مکمل دینی راہنمائی بصورت تعلیم وتعلم،وعظ ونصیحت،زبانی اور تحریری مسائل کا بتانا،فتویٰ اور قضا......مدارس دینیہ ہی کررہے ہیں۔اس قدر بڑی ذمہ داری کو احسن طریقہ کے ساتھ نبھانا مدارس دینیہ کا طرائے امتیاز ہے۔جس سے مدارس دینیہ کی اہمیت اور ضرورت واضح ہوتی ہے۔دعا ہے کہ اللہ جل شانہ مدارس ومساجد اور اہل اسلام کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

(ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ۔اکتوبر ۲۰۱۱ء)

طلبہ کرام کی خدمت میں

حضرت مولانا مفتی محمودؒ
سابق ناظم اعلیٰ وفاق المدارس

تین باتیں

میرے عزیز طالب علم بھائیو! اتفاق سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا ہے، اس کو غنیمت جان کر تھوڑے سے وقت میں آپ کی خدمت میں تین باتوں کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں: ۱...... آج کیا حالات ہیں؟ ۲...... ان حالات میں آپ کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ ۳...... کون سے فرائض آپ کے متعلق ہیں؟

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ طالب علم ہیں اور ایک بڑا اہم فرض اس وقت آپ انجام دے رہے ہیں۔ ایک زمانہ تھا طالب علم سے کہا جاتا تھا کہ طلب علم اگر اچھی نیت سے ہے اور تعلیم سے مقصد اصلاحِ نفس اور اشاعت دین ہے، یعنی خود دین کو سمجھ کر دوسروں تک پہنچانا مقصود ہے اور خلوصِ قلب کے ساتھ یہ فریضہ انجام دیا جا رہا ہے تو بڑا مبارک عمل اور اگر نیت اچھی نہیں، تعلیم کا حصول دنیاوی اغراض کی تکمیل کے لئے ہے، تو یہ مشقت اور محنت کچھ نہیں۔ پھر یہ ایک نامبارک اور نا مسعود عمل ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:

> ”اگر ایک شخص ایسا علم حاصل کرے جو اللہ کی رضا کے لئے نہ ہو اور وہ علم حاصل کرتا ہے دنیاوی اغراض کی تکمیل کے لئے، وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا“۔

حسن نیت کی دلیل

اس لئے اخلاص اور حسن نیت یہ طالب علم کے لئے اور اس کی محنت کو عبادت بنانے کے لئے شرط ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آج دنیا میں ایک شخص کو یقین حاصل ہے کہ علم دین کے حصول کے بعد میرے لئے دنیا کے تمام کے تمام عہدے ختم ہیں اور مشاہرات بند ہیں اور یہ علم آج اس دنیا میں دنیا تک پہنچنے کا ذریعہ نہیں بن سکتا، اس کے باوجود علم دین کے حصول کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرتا ہے تو اس کے حسن نیت کی دلیل ہے۔

آپ بتائیں کہ اس علم کے حصول کے بعد دولت کا کونسا دروازہ کھل سکتا ہے؟ اگر اغراضِ دنیا مقصد ہو تو دوسرے دروازے بھی کھلے ہیں، آپ کی کوشش بخیر اور مبارک ہے، آپ کے اساتذہ جن کے پاس آپ آئے ہیں، آپ کے لئے نبی علیہ الاسلام نے ان کو خیر کی وصیت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے پاس دور دراز سے سفر کر کے آئیں گے، بڑی محنت کا سفر کر کے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں گے، میں ان کے بارے میں خیر کی وصیت کرتا ہوں۔''

لیکن اس علم کے حصول کے بعد آپ کو کیا کرنا ہے؟ آپ عالم ہو جائیں گے، اس کے بعد آپ نے اپنی زندگی کو کس طرز کا بنانا ہے اور زندگی کا مقصد کیا متعین کرنا ہے، یہ مقصد سمجھانے سے حل ہوگا۔

لوگوں کی ایک غلط سوچ اور اس کی اصلاح

آج کل لوگوں کے ذہن میں ایک بات کافی حد تک سرایت کر چکی ہے، آج لوگوں کا ذہن یہ ہے کہ تقویٰ طہارت اور تقدیس و پاک بازی کی علامت یہ ہے کہ آدمی مسجد میں ۲۴ گھنٹے خدا کے سامنے سجدہ کرے اور روئے اور اس کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا شغل رکھے، گویا کہ مسجد کا ہو جائے، بیرون مسجد سے کوئی تعلق نہ ہو، لیکن دنیا میں کفر و الحاد پھیلے، زنادقہ کی اشاعت ہو اور بدعات و شرک کے اندھیرے سے تمام فضا مسموم ہو جائے اور اس کو اپنی مسجد سے تعلق ہو اور کسی بیرونی الجھاؤ سے متاثر نہ ہو، تو آج کل نیکی اس کا نام ہے اور یہ نیکی کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ اگر ایک شخص باہر کی دنیا میں اصلاحات کرتا ہے اور اپنی طاقت کفر، بدعات اور الحاد کے سدباب کے لئے وقف کر دیتا ہے اور ان سے مقابلہ کرتا ہے تو اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ سیاسی بن گیا ہے۔ سیاسی کا لفظ آنے سے اس کا تمام تقویٰ خاک میں مل گیا۔ لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ جہاں نماز فرض ہے، وہاں اپنی طاقتوں کو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے استعمال کرنا بھی فرض ہے۔ درحقیقت دین یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، سنت، اقوال و افعال، اعمال، اطوار اور حدیث کے مطابق زندگی بنائی جائے۔

آپ دیکھیں کہ یہ نماز جس میں تحمید، تسبیح، تقدیس بھی ہے، ابتداء نماز سے انتہاء نماز تک تمام بہترین جملے اللہ کی رضا کے لئے ہیں، قیام باادب، رکوع و سجود اور ہیئت کذائیہ ہر ایک اللہ کی رضا کا سبب ہے، لیکن طلوعِ شمس کے وقت یہ نماز پڑھنا گناہ ہے، تعجب کی بات ہے کہ ہیئت کذائیہ جو آدھا گھنٹہ قبل اللہ کی رضا کی علامت اور فرض تھی، اب گناہ ہے، بات کیا ہے؟...... آخر ایک ہی چیز، ایک وقت میں وہ عبادت ہے اور دوسرے وقت میں وہ گناہ ہے، کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو عبادت اور تھوڑی دیر بعد گناہ کہا تو اصل دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ان کے احکامات کی تعمیل اور اتباعِ سنت ہے جہاں نبی علیہ السلام نے تہجد کی نماز پڑھی اور باقاعدگی سے تہجد پڑھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا کھڑا ہوا کرتے تھے کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم آ جاتا تھا، بلکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے پیر پھٹ جاتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ نے تمام غزوات میں اپنے ساتھیوں کی، کفار کے مقابلے میں قیادت کی اور احد کی پہاڑی کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سپہ سالار کی حیثیت سے جگہ جگہ آدمی کھڑے کئے، غزوہ حنین میں دست بدست جنگ ہو رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈٹے رہے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ساتھی بھاگ گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا۔

جہاد کے معنی و مفہوم

اپنی قوتوں کو جو خدا نے دی ہیں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے استعمال کرنا۔ اس کے لئے حالات مختلف ہوتے ہیں، دشمن جس اسلحہ

سے مسلح ہو آپ کو بھی اس ہی اسلحہ سے مسلح ہونا چاہئے، آپ باطل کو شکست اور کفر کو مٹانے کے لئے وہی طریقہ استعمال کریں جس سے کفر کو شکست اور باطل کو مٹایا جا سکے، چاہے تلوار ہو یا نیزہ یا تیر، دشمن اگر تلوار سے مسلح ہو تو آپ کو بھی تلوار سے مسلح ہونا چاہئے، اگر دشمن توپ، یا ٹینک یا ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے مسلح ہو اور یہ چیزیں بناتا ہو تو آپ پر بھی یہی چیزیں بنانا فرض ہے، کہ آپ کو ہر صورت میں دشمن کو شکست دینی ہے۔

کفر کی اقسام

اس زمانے میں دو قسم کا کفر ہے: (۱)......خارجی (۲)......داخلی۔ خارجی کفر یہ کہ اگر کافر بیرون ملک سے حملہ کر دے تو اس کو آپ نے شکست دینی ہے، اس کے لئے مسلح افواج اور اسلحہ ہے۔

داخلی کفر یہ کہ ملک کے اندر الحاد کی تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں اور ملک کا قانون اور معاشرہ عجیب قسم کا ہے، اس کی اصلاح کے لئے ہم بم اور ٹینک استعمال نہیں کر سکتے بلکہ اس کے لئے ملک کے قانون ساز اداروں پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں کے اجتماعی نظام کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ ان پر قبضہ کس طرح کیا جا سکتا ہے؟......میں یورپ کی جمہوریت اور انتخاب کا قائل نہیں ہوں اور جمہوری لحاظ سے بھی وہ انتخابات قابل قبول نہیں۔ لیکن مجبوراً انتخابات کے ذریعہ اداروں پر قبضہ کریں، اس میں اپنے آپ کو لگانا اور اپنا پروگرام پیش کرنا بھی جہاد ہے۔

محترم دوستو! حقیقت یہ ہے کہ جہاد تا قیامت فرض ہے، ملک کے اندر دفاعی جنگ کے لئے کوئی شرط نہیں، فقہاء کے یہاں جہاد جارحانہ کے لئے شرائط ہیں اور ملک کے اندر دفاعی جنگ کے لئے کوئی شرط نہیں۔

اصل متقی اور پرہیزگار کون؟

آج کفر نے ہمارے ملک پر حملہ کیا ہے تو دفاع فرض ہے۔ وہ شخص جو چوبیس گھنٹے مسجد میں سجدہ ریز ہو لیکن اس موجودہ باطل نظام کو محسوس نہیں کرتا، اس کے لئے تیار نہیں ہوتا اور ملک کے اندر کے حالات میں دفاعی داعیہ موجود نہیں اور ماتھے پر شکن تک نہیں آئی، میں اس شخص کو نہ دیندار سمجھتا ہوں اور نہ پرہیزگار سمجھتا ہوں۔ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نہیں۔ جس طرح ایک شخص اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے صحیح نیت کے ساتھ کفر کے مقابل میں ڈٹا ہوا ہے، لیکن نماز نہیں پڑھتا تو وہ فاسق اور فاجر ہے، اسی طرح کوئی شخص نماز پڑھتا ہے اور جہاد نہیں کرتا تو وہ بھی فاسق اور فاجر ہے۔

میرے محترم دوستو! جہاد کے وقت نماز کا وقت آ جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ چلتے چلتے نماز پڑھو، اشارہ سے نماز پڑھو، گھوڑے پر نماز پڑھو لیکن دست بدست لڑائی ہو رہی ہو اور نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہیں تو مسئلہ یہ ہے کہ جہاد جاری رکھو اور نماز ترک کر دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں نمازیں چھوڑ دیں تھیں، تو اب معلوم ہوا کہ دونوں کے تعارض کے وقت جہاد مرجح اور مقدم ہوگا تو مقدم فریضہ کا تارک فاسق ہے۔ سجدہ جہاد کے مقابلہ میں کام نہیں کرے گا، اگر وہ کفر کے فتنے کو محسوس نہیں کرتا تو ایسے ساجد کو اگر متقی کہا جائے تو بڑا ظلم ہوگا۔ ہاں اگر کوئی شخص دونوں فریضے (جہاد اور نماز دونوں) ادا کرے تو بیشک متقی ہے۔ آپ اپنی زندگی ان حالات کے تحت ایسی بنائیں کہ آپ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نمونہ رہے، بہت سے علماء مبلغ ہوتے

ہوئے فرض نماز کو ترک کر دیتے ہیں۔ اگر ایسا مبلغ فرض نماز چھوڑ دے تو باقی کیا رہا، جہاں ان فرائض کو تھامنا فرض ہے، وہاں وقت کے مطابق جہاد بھی فرض ہے۔ اس کے لئے حالات خود رہنمائی کرتے ہیں۔

اصل طاقت، دینی مدارس ہیں

اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ دینی مدارس دینی طاقت ہیں، آپ ہماری دینی طاقت ہیں، تمام ملک میں دینی طاقت صرف علماء یا علماء کا حلقہ اثر ہے اور یہی صرف دین کی طاقت ہے، اس طاقت کو دشمن بھی دیکھ رہا ہے، وہ آپ کو دیکھ رہا ہے، آپ اس کو دیکھیں۔ دونوں چالیں بنائیں۔ دشمن دیکھ رہا ہے کہ دینی طاقت کہاں سے نکل رہی ہے، دینی آواز کسی ملک میں اتنی مضبوط نہیں جتنی اس ملک پاکستان میں ہے۔ انگریز کے دور میں آپ کے اکابر نے دین کے ساتھ تعلق اتنا مضبوط کر دیا تھا کہ اس قوم نے بھوک اور افلاس کی حالت میں علوم نبوت کو سینے سے لگایا، لوگوں کے گھروں سے بھیک مانگ کر دین کا علم بچوں کے سینوں میں پھونک دیا۔ اگر فرنگی مظالم کا مقابلہ علماء نہ کرتے، دین کی اشاعت وحفاظت نہ کرتے اور مسلمانوں کے دلوں میں دینی روح نہ پھونکتے، تو ڈیڑھ سو سال انگریزی حکومت کے بعد دین بالکل نہ رہتا، ایسا ہوا بھی، مثلاً: اسپین جو آٹھ کروڑ مسلمانوں کا ملک تھا اب وہاں ایک بھی مسلمان نہیں، اس لئے آپ اپنے اکابرین کے لئے دعا کریں۔ معلوم ہونا چاہئے کہ پاکستان کے بانیوں نے پاکستان کا مطلب کیا" لا اله الا الله " کیوں کہا، اگر وہ یہ نعرہ نہ لگاتے تو مسلمانوں کو جمع کرنا مشکل ہوتا اس لئے یہ نعرہ لگایا۔ ایک قدیم مسلم لیگی کہتا کہ ہم نے نعرہ ٹھیک لگایا تھا کہ پاکستان میں خدا کا نام ہوگا، خدا تو اب بھی ہے۔ ان پاکستانی بانیوں نے یہ نعرہ اس لئے لگایا، کیونکہ وہ نعرہ جاذب تھا، اب وہ جاذبیت نہ رہی، کیونکہ لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ ہم کو اسلام کے نام سے دھوکا دیا گیا، اس نعرے کی کمزوری اسلام کی کمزوری ہے۔

ہمارے سیاستدانوں کا اندازِ سیاست

ایک مداری آیا، اس نے نعرہ لگایا، روٹی، کپڑا اور مکان، جب اس کی حکومت آئی تو کچھ بھی نہ پایا۔ اب ہم عوام سے پوچھتے ہیں، روٹی، کپڑا اور مکان ملا نہیں۔ کسی نے اس مداری سے پوچھا کہ یہ نعرہ کیوں لگایا؟ اس نے کہا: میں پاکستانی سیاست کھیلنا چاہتا ہوں۔ مداری صاحب نے لاہور کے کرائے دار سے پوچھا کیا چاہتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ: میں چاہتا ہوں مکان میرا ہو جائے تو میں نے کہا کہ یہ مکان تیرا اگر پیپلز پارٹی کا جھنڈا لگاؤ۔ میں نے پوچھا دوکاندار سے تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں چاہتا ہوں دوکان میری ہو جائے، میں نے کہا: جھنڈا لگاؤ، دوکان تمہاری۔ میں نے لائل پور کے کاشتکار سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ مجھ کو کارخانہ دیا جائے، میں نے کہا کہ پی پی پی کو ووٹ دو کارخانہ تمہارا۔ آپ خود سوچیں کہ لاڑکانہ کا ایک آدمی لاہور اور لائلپور کے لوگوں کو کسی چیز کا مالک کیسے بناتا ہے اور وہ شخص بھی اس کی باتوں میں آجاتا ہے ایسے لوگوں کے ساتھ ایسی ہی سیاست ٹھیک ہے۔

ایک زمانہ مخلصین کا تھا تو اس وقت کہا جاتا تھا "انظر الی ماقال ولا تنظر الی من قال " تو یہ اس زمانے بات تھی، اب میری باتیں یاد رکھیں "انظر الی من قال ولا تنظر الی ماقال" جھوٹوں کی دنیا میں یہی بات صحیح ہے، اگر کہنے والا ٹھیک، تو بات بھی ٹھیک، اگر کہنے والا ایسا شخص ہے جس کے قول وفعل میں تضاد ہو تو مت مانو۔

مدارس بند ہوں گے، زبانیں تو نہیں

انگریز اپنے زمانے میں دین کی مخالفت نہ کر سکتا تھا، ورنہ بدنام ہوتا تھا کہ غیر ملکی حکومت مقامی دین میں مخالفت و مداخلت کرتی ہے، لیکن پاکستانی لوگ جو دین کا احساس رکھتے ہیں، وہ سمجھ رہے ہیں کہ دینی طاقت دینی ادارے ہیں، تاہم ریڈیو، ٹیلی ویژن یکطرفہ طور پر پروپیگنڈہ کر رہے ہیں، یہ ان دینی اداروں کی رعایت نہیں کرتے بلکہ ان کی تباہی کے درپے ہیں، مثلاً چندہ کی اجازت پر پابندی لگا دیں گے، یا یہ سرکاری تحویل میں لے لیں گے اور جب سرکار ان اداروں کو چلائے گی تو اس وقت آپ کو معلوم ہے، ہوسکتا ہے کہ ایسا حادثہ پیش آجائے لیکن جب انگریز یہاں تھا تو اس وقت اس قسم کے ادارے نہ تھے، جب دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی تو اس وقت ایک استاد چند شاگردوں کو پڑھاتا تھا، آج ہی مولانا محمد ادریس صاحبؒ نے کہا کہ: حکومت مدارس بند کرنے کے درپے ہے، میں نے کہا کہ بند کرتی ہے تو کرے، اگر ہماری نیت خالص ہوگی اور مدرسے بند کردیئے گے تو ہماری زبان تو بند نہیں کرسکتے، ہم مسجدوں میں بیٹھ کر پڑھائیں گے، ہم گھروں میں بیٹھ کر پڑھائیں گے۔ اگرچہ اس میں سہولتیں نہ ہوں گی، حالات بدلتے رہتے ہیں، لاکھ پتی غریب بن جاتا ہے۔ آپ تیار رہیں، اگر ہم مدرسہ سے سہولتیں حاصل کرتے ہیں، تنخواہیں لیتے ہیں، وظیفہ اور طعام ملتا ہے، رہائش کی جگہ مہیا ہے، اگر یہ سہولتیں نہ ہوں گی تو کیا نہیں پڑھیں گے؟ اگر آپ نہ پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ آپ دنیاوی اغراض کے لئے پڑھتے ہیں۔ ہم طے کرلیں کہ ہم تمام حالات میں پڑھیں گے، دین کی اشاعت نہ رکنے دیں گے، اگرچہ بھوکے رہیں گے، میں مطمئن ہوں، میں اس لئے مطمئن، ہوں، کیونکہ اس علم میں نور ہوگا۔ ہم آج کل تنخواہ کے لئے پڑھاتے ہیں اور طلبہ اسی مدرسہ میں پڑھتے ہیں جہاں وظیفہ زیادہ ملتا ہو اور جہاں آرام ہو، اس وجہ سے سو میں سے بمشکل ایک کارآمد ہوتا ہے۔ اگر ہم نے بھوک اور افلاس کی حالت میں پڑھایا اور آپ نے پڑھا تو فارغ التحصیل ہونے والے تمام طلبہ کارآمد مولوی بنیں گے اور اس سے دین کو مدد ملے گی۔

دین کو نقصان پہنچانے سے بچیں

ہم سیاسی لوگ امتحان میں ہیں، ہم دوطرفہ جنگ لڑ رہے ہیں، آگے سے حکومت سے برسرپیکار ہیں اور پیچھے سے بھی خیال رکھتے ہیں کہ کسی نے چھرا تو نہیں گھونپ دیا اور کوئی بھاگ تو نہیں گیا، اب تو ایسا وقت آگیا ہے کہ ممبر کی قیمت لاکھوں اور کروڑوں تک پہنچ گئی ہے، میری خود کی قیمت کروڑوں تک ہے، ہم لوگ لاکھوں سے نکل آئے ہیں، آج آپ لوگوں نے ہماری عزت رکھنی ہے، اگر ہم نے علماء کے تقویٰ کی عزت نہ رکھی تو خدا ہمیں ایسے گناہ سے بچائے جس سے دین کو نقصان ہو جیسا کہ حضرت ابو ذر غفاریؓ نے فرمایا:

> ”اگر تم تلوار میری گردن پر قتل کی غرض سے رکھو اور میں نے گمان کرلیا کہ تلوار کے پھرنے کے وقفے میں تم تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پہنچا سکوں تو تم کو پہنچاؤں گا۔“

یہ جذبہ ہم نے بھی پیدا کرنا ہے، اگر یہ جذبہ پیدا ہو گیا تو کسی قسم کا خوف اور ڈر نہ ہوگا۔ ہمارے دلوں میں ان ظالموں کا کسی قسم کا خوف نہیں، خدا نے ہم کو ان کے خوف سے عاری کردیا، اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے، آپ یہ مت سمجھیں کہ موجود حکمرانوں کے ساتھ نصرت خدا ہے، بلکہ یہ ہمارا امتحان ہے، ان کی حیثیت میرے نزدیک تنکے کے برابر نہیں۔ (مارچ ۲۰۰۹ء)

دینی مدارس-انسان گر یا دہشت گرد

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اگر کسی سے پوچھا جائے کہ ”تم ملک میں کچھ ایسے ادارے اور تنظیموں کی رہنمائی کرو جو نوعمروں کو انسان بناتی ہو، جو اس لیے تعلیم دیتی ہو کہ آدمی آدمی بن جائے، جس کے نزدیک تعلیم کا مقصد پیٹ بھرنا نہ ہو، بلکہ جس کا نشانہ روح کو پاکیزہ بنانا ہو، جہاں ایسے علوم سکھائے جاتے ہوں جس کا بنیادی مقصد مخلوق کی محبت پیدا کرنا اور ان کی خدمت کا جذبہ ابھارنا ہو تو یقیناً یہ ایک مشکل سوال ہوگا اور اس کا جواب دینا آسان نہ ہوگا۔

اگر آپ ایوانِ سیاست میں ایسے لوگوں کو تلاش کریں گے تو یہ رات میں سورج کو تلاش کرنے کے مترادف ہوگا۔ جھوٹ، دھوکا بازی، غلط بیانی، عہد شکنی، جوڑ توڑ اور کرپشن آج کی سیاست کا خمیر ہے، سیاست کی منزل اونچے سے اونچے عہدے کا حاصل کرنا اور اس کے ذریعے زیادہ سے زیادہ پیسے کمانا ہے، قوم کی فلاح و بہبود یا ان کے مسائل سے اہل سیاست کو کوئی دلچسپی نہیں اور اگر کچھ ہے تو صرف ووٹ بینک کی حفاظت کے لیے۔ چلیے اس ایوان سے باہر آیئے اور کچھ ان تنظیموں کا حال بھی دیکھئے جو کچھ مذہبی اور کچھ رفاہی ہیں۔ ایسی تنظیموں میں سب سے نمایاں نام ”راشٹریہ سیوک سنگھ“ کا ہے، جس کے لاکھوں ممبران ملک کے کونے کونے میں موجود ہیں، اس تنظیم نے اپنے لیے جو نام انتخاب کیا ہے اس کے معنی ہیں ”انجمن خدام وطن“ گویا خدمت اور سیوا اس کا جزوی نام ہے، مگر یہ تنظیم لاٹھی اور بلم کی عسکری مشق سے پہچانی جاتی ہے، گویا وہ قوم کی خدمت لاٹھیوں اور بندوقوں سے کرنے کی مشق کر رہی ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ آزادی کے بعد سے وہ بے قصور اور کمزور لوگوں پر اس کی خوب مشق کر چکی ہے۔

آیئے ایک قدم آگے اور عالی شان اور بلند نشان درس گاہوں کے احاطہ میں تشریف لایئے، یہاں آپ کو اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی خوب صورت اور دیدہ زیب عمارتیں نظر آئیں گی، ایسے سبزہ زار ملیں گے کہ نگاہ ہٹنا نہ چاہے، کتابوں سے آراستہ و پیراستہ کتب خانے بھی آپ کا خیر مقدم کریں گے اور طلبہ و طالبات کی ایک بھیڑ تتلیوں کی طرح ایک طرف سے اُڑ کر دوسری طرف جاتی ہوئی نظر آئے گی لیکن کیا آپ کو یہاں انسان مل جائیں گے؟ اس کا مثبت جواب دینا مشکل ہے، شور و غل، احتجاج، مظاہرے، نعرہ بازی، بھوک ہڑتال، اساتذہ کے ساتھ استہزاء، طلبہ کی ایک دوسرے کے ساتھ رقیبانہ اور حریفانہ کشمکش اور منشیات......ایسی باتیں ہیں جنہیں تلاش کرنے اور ڈھونڈنے کی حاجت نہیں ہوگی، بلکہ آپ اس کو اتنا وافر اور اس قدر علانیہ محسوس کریں گے جیسے کوئی شخص لمبے چوڑے اور رواں دریا کے پاس بیٹھا ہوا پانی کی طلب میں ہو، کوئی برائی نہیں کہ آپ اس کو اس ماحول میں تلاش کرنا

چاہیں اور آپ کو مایوسی ہو، قتل، اغوا، غصب، چوری، عصمت ریزی، بڑوں کی بے توقیری، چھوٹوں کے ساتھ ہتک آمیز سلوک کے واقعات اب کالجوں اور اسکولوں میں اتنے زیادہ ہونے لگے ہیں کہ یہ ایک معمول کی بات ہے اور ابتدائی تعلیم ہی کے زمانے میں ریگنگ کے ذریعہ ان غیر اخلاقی افعال کی ابتداء ہو جاتی ہے۔

اس میں صرف طلبہ وطالبات کو قصوروار قرار دینا قرین انصاف نہیں، اصل میں ہم نے نظام تعلیم ہی ایسا بنایا ہے جس میں اخلاق اور تہذیب کے لیے کوئی جگہ نہیں، طلبہ ہوں یا اساتذہ ان کے نزدیک تعلیم محض ذریعہ معاش ہے، تعلیم کا مقصد اول تا آخر پیسے کا حاصل کرنا اور پیٹ کا بھرنا ہے، ان علوم میں خدمت انسانی کے اعتبار سے سب سے اہم شعبہ ''طب'' کا ہے، لیکن آج معالجین کا حال یہ ہے کہ چاہے مریض جاں بہ لب اور آپریشن کی میز پر ہو جب تک معقول پیسے وصول نہ کر لیے جائیں ڈاکٹر کا قلم جنبش کرنے کو بھی تیار نہیں، قتل و رہزنی کے بڑے مقدمات میں ایسے لوگ ماخوذ ہو رہے ہیں جن کے پاس اعلیٰ ڈگریاں موجود ہیں، کھانے کا ذائقہ خراب ہو تو نمک سے اس کی اصلاح ہوتی ہے، لیکن جب نمک ہی کا مزہ بگڑ جائے تو اس کی اصلاح کیوں کر ہوگی؟ یہی بات آج کل تعلیم گاہوں کے بارے میں کہی جاسکتی ہے، سماجی بگاڑ دور کرنے کا ذریعہ تعلیم ہے لیکن اگر تعلیم حاصل کرنے والے اور دینے والے ہی اخلاق اور انصاف کا دامن چھوڑ دیں تو کس طبقہ سے امید رکھی جائے وہ شرافت، تہذیب، اخلاق اور انسانیت کا علم تھامے رہیں گے؟؟

لیکن ابھی آپ مایوس نہ ہوں انشاء اللہ اس ناامیدی کا علاج آپ کو دینی مدارس میں ملے گا۔ کسی درسگاہ کے مزاج کو سمجھنے کے لیے تین عوامل بنیادی اہمیت رکھتے ہیں، اول: درس گاہ کا تربیتی ماحول، دوسرے درسگاہ کا نصاب تعلیم، تیسرے: تعلیم دینے والے اساتذہ کا مزاج و کردار۔ جہاں تک تربیتی ماحول کی بات ہے تو عام طور پر صبح کی پو پھوٹنے سے پون گھنٹا ایک گھنٹا پہلے مدارس میں طلبہ بیدار کئے جاتے ہیں اور تلاوت قرآن سے مدارس کی فضا گونج اٹھتی ہے، پھر فجر کی نماز اور نماز کے بعد پھر تلاوت قرآن، اس کے بعد صبح سے رات گئے تک یہی پڑھنا اور پڑھانا اور وقتاً فوقتاً دس بیس منٹ کے تذکیری اجتماعات جس میں اخلاق اور تقویٰ کی تعلیم دی جاتی ہے، صرف عصر تا مغرب کا وقت ورزش، کھیل کود وغیرہ کے لیے مخصوص ہے۔

اس ماحول میں چھوٹے جس طرح بڑوں کا ادب کرتے ہیں شاید ہی اس کی کوئی مثال مل سکے، اساتذہ کے اندر بھی اپنے شاگردوں کے ساتھ اتھاہ شفقت و محبت اور چاہت، ان کو بہتر سے بہتر بنانے کی امنگ اور خوب سے خوب تر کی کوشش، اساتذہ و طلبہ کی عام زندگی سادہ تکلفات سے خالی اور قناعت شعار۔ اس پورے ماحول میں ہر جگہ محبت کی شبنم ہی ملے گی نہ کہ نفرت کا شعلہ، نہ کسی کے خلاف لاٹھی اور تلوار کی مشق۔ کیا یہ ماحول کسی انسان کو دہشت گردی کی تعلیم دے سکتا ہے؟

انسانی ذہن کی تشکیل میں بہت بڑا حصہ ان مضامین اور کتابوں کا ہوتا ہے جن کو پڑھتا ہے، اس لیے شخصیت سازی نصاب تعلیم کا اہم کردار ہے۔ اس نقطہ نظر سے دیکھئے تو دینی مدارس کے بنیادی عناصر دو ہیں: قرآن اور حدیث، قرآن خدا کی کتاب ہے اور اس کی ابتدا بسم اللہ الرحمان الرحیم سے ہوتی ہے: رحمان اور رحیم کے معنی نہایت مہربان اور بے حد رحم کرنے والے کے ہیں، گویا قرآن اپنے پہلے فقرے میں ایسے خدا کی یاد دلاتا ہے جس کا بنیادی وصف رحم و کرم ہے، یہ گویا انسان کو اس جانب متوجہ کرتا ہے کہ سب سے پیارا وصف اور سب سے بہتر صفت رحم و کرم کی ہے، پھر سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت میں خدا کے رب العالمین یعنی تمام عالم

کے پروردگار ہونے کا ذکر ہے۔ اس میں بھی امن و شانتی کی تعلیم ہے۔ کہ ایک انسان نہ صرف تمام انسانوں کو بلکہ تمام مخلوقات کو ایک ہی خاندان اور کنبہ تصور کرے، کیوں کہ خدا کی ربوبیت کے رشتہ نے ان سب کو ایک ڈوری میں باندھ رکھا ہے، قرآن کی تمام تعلیمات کا خلاصہ یہی محبت و پیار، رحم دلی اور عفو درگزر ہے۔

حدیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کو کہتے ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے نمایاں وصف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لیے پیکر رحمت تھے، کتنے ہی مظالم تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو اس سے نجات دلائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میرے ساتھ ظلم کرے مجھے اس کے ساتھ بھی رحم اور انصاف کا حکم دیا گیا ہے، جو میرے ساتھ قطع رحمی کرے میں اس کے ساتھ بھی صلہ رحمی پر مامور ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی زندگی میں اس کو برت کر دکھایا، عفو درگزر سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی وصف محبوب نہیں تھا اور ظلم و شقاوت سے بڑھ کر کوئی وصف آپ کو مبغوض نہ تھا۔

حدیث کی کتابوں میں مخلوق پر شفقت و رحمت، ظلم کی مذمت، اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی، غرباء کی مالی اعانت، بھلائی کی دعوت اور برائی سے روکنے کی کوشش، ظالموں کے خلاف احتجاج اور بدرجہ مجبوری طاقت کے استعمال کی ترغیب، ان سے متعلق احادیث میں مستقل ابواب موجود ہیں، ظاہر ہے کہ یہ تعلیمات انسان کو امن پسند اور محب انسانیت بنائیں گی، نہ کہ دہشت گرد اور انسانوں سے نفرت کرنے والا۔

جیسا کہ مذکور ہوا، انسان کی شخصیت سازی میں دوسرا اہم کردار استاذ اور مربی کا ہوتا ہے، دینی مدارس کے اساتذہ کی ایک روایت رہی ہے، قناعت، تکلفات سے دوری، سادگی اور توکل علی اللہ ان اساتذہ کا خاص وصف رہا ہے اور یہی وصف ہے جو ان کو ان کے شاگردوں کی نگاہ میں محبوب بنا دیتا تھا، اگر اس سلسلہ میں واقعات لکھے جائیں تو ایک اچھی خاصی ضخامت کی کتاب بھی تنگ دامنی کا گلہ کرے گی، مگر ایک واقعہ جو بہت پہلے کا نہیں، ماضی قریب کا ہے، ذکر کیے بغیر نہیں رہا جا سکتا، سید محمد مبارک محدث بلگرامی مولانا نور الحق (مصنف تیسیر القاری شرح فارسی صحیح بخاری) کے شاگردوں میں سے تھے، ان کے بارے میں میر طفیل محمد بلگرامی نے نقل کیا ہے کہ ایک روز میں میر مبارک کی خدمت میں حاضر ہوا، میر مبارک وضو کے لیے اٹھے اور اچانک گر پڑے، ایک گھنٹے بعد افاقہ ہوا، میر طفیل محمد نے بیہوشی کی وجہ پوچھی تو بہت اصرار کے بعد فرمایا:

''تین دن سے کوئی غذا میسر نہیں آئی ہے، لیکن نہ کسی کے سامنے زبان سوال کھولی اور نہ ہی قرض لیا، میر طفیل محمد فوراً گھر گئے، عمدہ کھانا جو آپ کو مرغوب تھا تیار کرایا اور خدمت میں پیش کیا، میر مبارک نے پہلے تو خوشی ظاہر کی اور دعائیں دیں، پھر فرمایا کہ بار خاطر نہ ہو تو ایک بات کہوں؟ اور وہ یہ کہ جب تم میری یہ کیفیت دیکھ کر گئے تو مجھے خیال ہوا کہ تم میرے لیے کھانا لانے گئے ہو، اسی کو ''اشراف'' کہتے ہیں اور ایسے کھانے کو صوفیا منع کرتے ہیں، اسی لئے میں اسے نہیں کھا سکتا، شاگرد بھی باکمال اور نکتہ شناس تھے فوراً کھانا اٹھا لیا واپس لے آئے اور لمحہ بھر رُک کر دوبارہ اسی کھانے کے ساتھ میر مبارک کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ جب میں نے اس کھانے کو اٹھا لیا تو یقیناً آپ کو یہ امید نہ رہی ہوگی کہ میں اسے دوبارہ آپ کے پاس لاؤں گا بس اب اشراف کی

کیفیت باقی نہ رہی، استاذ نے شاگرد کی اس سمجھ داری کی داد دی اور پھر پوری رغبت سے کھانا تناول فرمایا''۔
(ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت ۳۹)

یہ کہنا مبالغہ ہوگا آپ دینی مدارس کے تمام اساتذہ سے میر مبارک کے کردار کی توقع رکھیں، لیکن یہ ضرور ہے کہ ایک اچھی چیز کی سطح گر بھی جائے تب بھی اس کا معیار ہوتا ہے، اس لیے یہ ایک حقیقت ہے کہ آج بھی اجرت کے بجائے اجر پر نظر رکھنے، تعلیم کو ایک مقدس فریضہ سمجھنے اور طلبہ سے محبت وشفقت کا برتاؤ کرنے کی روایت باوجود بہت سارے انحطاط کے ان مدارس میں پائی جاتی ہے، شاید ہی کہیں اور اس کی مثال مل سکے، جو لوگ اس مزاج ومذاق کے حامل ہوں وہ انسانیت دوستوں کے بجائے انسانیت دشمنوں کو پیدا کریں گے اور محبت وآشتی کے بجائے ان کو نفرت اور دہشت گردی کا سبق دیں گے؟ اس لیے دینی مدارس کو دہشت گردی کا طعنہ دینا دن کو رات کہنے سے کم بڑا جھوٹ نہیں اور دراصل یہ اپنے جرم کی پردہ پوشی اور سورج پر تھوکنے کی سعی ہے۔
(ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ، مئی ۲۰۰۸ء)

دینی مدارس جگہ جگہ کھولے جائیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک مضمون میں فرماتے ہیں:

''ہم کو دنیا کے واسطے مدرسے قائم کرنے، اسکول قائم کرنے اور کالجوں کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں اور خاص کر مسلمانوں کی طرف سے اس کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ حکومتِ وقت کی طرف سے اس کے لیے کام کیا جارہا ہے، اس کے باجود ایسے مدرسوں یا کالجوں وغیرہ کے قیام کی طرف مسلمانوں کی توجہ بہت زیادہ ہے، مگر دینی علوم کے لیے مدارس کے قیام کی طرف ان کی توجہ نہیں، انہماک نہیں۔ دنیا کے علوم کے لیے کتنی کوششیں کی جاتی ہیں؟ مگر یہ بتائیے کہ روحانیت کے واسطے، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے لائحہ عمل کے واسطے، دنیا کی تعلیم دینے والے اسکولوں کے مقابلہ میں کتنے مدرسے ہیں؟ ان کی تعداد مقابلۃً کتنی ہے؟ اور مسلمانوں کی آبادی کے تناسب سے ان کی تعداد اور ان میں ان کی دلچسپی کتنی ہے؟

میرے بھائیو، بزرگو! سوچو سمجھو! اگر آپ نے اس سحر سے بچنے کی کوشش نہیں کی تو بڑی آفت میں مبتلا ہوجائیں گے۔ آنے والا زمانہ تاریک ہے۔ کوشش کیجیے، اگر آپ نے دین سکھلا دیا تو پھر بچے کالج میں جائیں یا جہاں بھی جائیں ان کے پاس اسلام تو رہے گا۔ اسی واسطے علماء رات دن اسی فکر میں ہیں کہ دینی مدرسے ہر جگہ کھولے جائیں۔

میرے بھائیو! ہر جگہ خاص دینی مدارس کی ضرورت ہے، تاکہ وہ قیامت اور آخرت کو پہچان سکیں۔ اس کے بعد وہ جو چاہیں سیکھیں، دین دل میں بٹھا دیجیے، انشاء اللہ وہ اس کی ہدایت پر چلتے رہیں گے اور ان کی دنیا بھی اچھی رہے گی اور آخرت بھی۔''

(قاضی زاہد الحسینی، چراغِ محمد، سوانح حضرت شیخ الاسلام: **572-568**)

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موجِ تند جولاں

(دنیا مسلمانوں سے قائم ہے اور مسلمان دینی مدارس سے)

مولانا محمد الیاس ندوی

چینی مسلمانوں کے خوش کن حالات

گزشتہ ماہ راقم الحروف آبادی میں دنیا کے سب سے بڑے ملک چین کے دعوتی دورہ سے واپس ہوا تو اس کے لئے وہاں کی غیر معمولی صنعتی وتجارتی ترقی تو مثال کن تھی ہی، لیکن بحیثیت ایک مسلمان اور مدرسہ کے ایک طالب علم کے جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا، وہ وہاں کے مسلمانوں کی دین پر استقامت تھی، جو دین ومذہب کے حوالے سے گزشتہ پون صدی کے ناگفتہ بہ حالات اوران پر ہونے والے انسانیت سوز مظالم کے باوجود محض فضل خداوندی سے ان کے حصہ میں آئی تھی، اکثر چینی مسلمان حتیٰ کہ نوجوان بھی نمازوں کے پابند اور داڑھی وٹوپی میں نظر آئے، چین کے تجارتی شہر (YOO) میں جب نماز جمعہ کے لئے پہنچا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ خطبہ سے بہت پہلے ہمارے اکثر چینی مسلمانوں سے پوری مسجد بھری ہوئی ہے، میں تین سال قبل فلسطین کے شہر بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ کی سعادت حاصل کر چکا ہوں، لیکن وہاں میرے لئے خون کے آنسو رونے کا مرحلہ تھا، یہ دیکھ کر کہ دنیا کی تیسری سب سے بابرکت مسجد، مسجد اقصیٰ میں ہمارے فلسطینی بھائی خطبہ جمعہ کے شروع ہونے کے بعد بھی بمشکل دو یا تین صف کے برابر نہیں تھے اور عین جماعت کے وقت پوری مسجد ان سے بھر گئی تھی۔

ماضی میں چین کی بہت ساری ریاستیں سنکیانگ، لینگ ھسیا اور لانسو وغیرہ مسلم اکثریتی صوبوں کی حیثیت سے اسلامی تاریخ میں ہمیں نظر آتے ہیں، لیکن بعد میں کمیونسٹوں کی حکمرانی میں ان کو اپنے دین و مذہب پر عمل پیرا ہونے کے لئے جن آزمائشوں سے گزرنا پڑا، وہ نہ صرف اسلامی بلکہ انسانی تاریخ کا ناقابل یقین حصہ تھا، بڑے ہی کٹھن مراحل سے وہاں کے مسلمانوں کو گزرنا پڑا، ان لوگوں نے تہہ خانوں میں چھپ چھپ کر اپنے ایمان کی حفاظت کی اور اپنے بچوں کو قرآن مجید سکھایا جبکہ ان کے لئے قرآن مجید کے مصاحف کو اپنے گھروں میں رکھنا ایسا ناقابل معافی جرم تھا کہ ان کی سزا پھانسی سے کم نہیں تھی۔

سوویت یونین کی مسلم ریاستوں کی صورت حال

مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم کی کچھ اسی طرح کی داستان ماضی قریب میں سوویت یونین یعنی روس کی مسلم ریاستوں کی بھی رہی ہے، ازبکستان، قزاقستان، ترکمانستان، تاجکستان، آذربائیجان اور کرغیزیا وغیرہ میں مسلم اکثریتی آبادی کے باوجود اسلام پر

عمل پیرا ہونا تو درکنار، غلطی سے نام لینا بھی اس ملک کے خلاف بغاوت سے بھی بڑا جرم تھا، وہاں کے دینی مدارس پر جو آج برصغیر میں دیوبند وندوہ سے بھی بڑے اور قدیم و تاریخی تھے، تالے لگائے گئے، مساجد کو آثارِ قدیمہ میں بدل دیا گیا، اذان پر پابندی تھی، قرآن مجید کی تلاوت واشاعت ممنوع تھی، شعائر اسلام کے اظہار پر امتناع تھا، لیکن چینی مسلمانوں کی طرح ان روسی مسلمانوں نے بھی پہاڑوں کی چوٹیوں میں جاجا کر اور قبرستانوں میں بڑے بڑے گڑھے کھود کر اور اس میں چھپ چھپ کر نہ صرف اپنے بلکہ اپنی نئی نسلوں کے ایمان کو محفوظ رکھا، سابق روسی صدر گورباچیف کے عہد میں مسلمانوں کے لئے مذہبی آزادی کا سلسلہ شروع ہوا تو ۱۹۹۰ء میں تاجکستان میں پہلی دفعہ مسلمانوں کو رمضان میں روزے رکھنے اور مساجد میں جا کر نماز عید ادا کرنے کی اجازت ملی، تاشقند میں دوبارہ سات کروڑ کی لاگت سے ایک بہت بڑے دینی مدرسے کا قیام عمل میں آیا اور ازبکستان میں ۱۵۰ مساجد کو دوبارہ کھولا گیا۔

اسپین میں ایسا کیوں نہیں ہوا؟

چین ہو یا روس کی مسلم ریاستیں، ترکی کی عثمانی خلافت ہو یا مشرق بعید کی اسلامی حکومتیں، سب جگہ اسلام کو دبانے کی کوششیں کی گئیں اور کچھ مدت تک ان سب جگہوں پر مسلمان مغلوب و مظلوم بھی رہے، لیکن اسلام کا سورج پہلے سے زیادہ آن بان اور بہتر شان کے ساتھ وہاں دوبارہ طلوع ہوا اور ان کے خاکستر میں چھپی ہوئی چنگاریوں نے وہاں کے مسلم باشندوں کو اسلام کی طرف لانے میں اہم رول ادا کیا، چین سے واپسی کے بعد میں کئی دنوں تک یہی سوچتا رہا اور یہ سوال مجھے بے چین کرتا رہا کہ چین و روس کی طرح کبھی ماضی میں بحر اوقیانوس سے متصل واقع اسپین یعنی اندلس میں بھی ہماری حکمرانی تھی، ۷۱۱ء سے ۱۴۹۲ء تک ۷۸۱ سال مسلسل مسلمان پوری آزادی سے وہاں حکومت کرتے رہے، اسپین کی ہماری اسی مسلم حکومت نے پہلی دفعہ یورپ میں موجودہ جہالت کی تاریکیوں میں علم کی شمعیں روشن کیں اور مغرب کو سائنسی و صنعتی اور طبی و تعمیری میدانوں میں متعارف کرایا، وہاں کے مسلمانوں کے تعمیر کردہ فنِ تعمیر کے نمونے چودہ سو سال گزرنے کے باوجود آج بھی سر اٹھا اٹھا کر اپنی عظمتِ رفتہ کا پتہ دے رہے ہیں، قرطبہ کا قصر الزہراء اور الحمراء کے تعمیری شاہ کار کے کھنڈرات آج بھی کسی تاج محل سے کم نہیں، اس زمانے میں دینی لحاظ سے بھی اندلسی مسلمان اچھی حالت میں تھے، اس کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت صرف قرطبہ شہر میں سات سو مساجد تھیں، لیکن افسوس کہ ۱۴۹۲ء میں ابوعبداللہ کی آخری حکمرانی کے بعد وہاں باقی رہنے والے مسلمانوں کی کچھ جماعتوں نے تو اپنا ایمان بچا کر افریقی ممالک کی طرف ہجرت کی اور جو مسلمان وہاں رہ گئے، وہ کچھ دنوں کے بعد دین سے نکل گئے اور بعد میں ان کی نسلیں بھی ارتداد و الحاد کا شکار ہوگئیں، اس طرح کہ کچھ دنوں کے بعد خود ان کو پتہ بھی نہیں رہا کہ کبھی ان کے آباؤ اجداد بھی دین اسلام کے حامل اور دین حق کے پیروکار تھے، میری سمجھ میں بہت دنوں تک یہ بات نہیں آئی کہ روس و چین کے مسلمانوں کی طرح اسپینی مسلمانوں کی طرف سے دین پر استقامت کے وہ نمونے کیوں دیکھنے میں نہیں آرہے ہیں۔

بنیادی وجہ

۱۹۹۵ء میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور ندوۃ العلماء کے موجودہ ناظم حضرت مولانا سید

محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم نے مسلم روسی ریاستوں کا دعوتی دورہ کیا تھا، واپسی پر حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی نے (جو اپنی بے پناہ دینی بصیرت وفراست کے ساتھ نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تاریخ عالم پر بھی گہری نگاہ رکھتے ہیں) اس کا ایک دلچسپ سفرنامہ ''سمرقند و بخارا کی بازیافت'' کے نام سے تحریر کیا تھا، جب میں نے اس سفرنامے کو دوبارہ پڑھا تو مجھے اسپین میں مسلمانوں کے دین پر قائم نہ رہنے کی وجہ کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی اور اس کا سراہاتھ لگ گیا، مولانا نے اس میں مسلم ریاستوں میں پیدا ہونے والی اسلامی بیداری کے پس منظر کا دعوتی تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

> ''ماوراء النہر کے یہ تمام علاقے اسلامی نقطہ نظر سے اپنا شاندار ماضی رکھتے تھے اور اس وقت یہاں کے مسلمانوں نے دینی تعلیم کے مدارس ومراکز کے قیام پر پوری توجہ دی تھی، اس کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس زمانے میں صرف بخارا شہر میں ڈھائی سو دینی مدارس تھے، گویا اس وقت روسی مسلمانوں کو واپس اسلام کی طرف لانے میں ماضی کے انہیں دینی مدارس نے اہم رول ادا کیا تھا، جب میں نے اسپین کے مسلمانوں کی تاریخ کا ازسرِنو مطالعہ کیا تو مجھے وہاں سوائے ان دینی مدارس کے ہر چیز نظر آئی، پھر بات سمجھ میں آئی کہ اسی بنیادی چیز کی کمی ہی نے نہ صرف ان کو الحاد وارتداد تک پہنچایا، بلکہ ان کی نسلوں کو بھی دین کی طرف دوبارہ لوٹنے پر آمادہ نہیں کیا، اس خیال کی تائید اس سے بھی ہوئی کہ علامہ اقبال جب اسپین کے دورے سے واپس آئے تو انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں سے صاف کہا کہ ''یہاں سے اگر ہمارے دینی مدارس ومکاتب کا یہ سلسلہ ختم ہوجائے گا تو صاف سن لو کہ ہمارے ملک کی بھی وہی حالت ہوجائے گی جو میں اسپین میں دیکھ کر آیا ہوں کہ دینی مدارس کے نہ ہونے کی وجہ سے آج وہاں مسلمانوں کا نام ونشان بھی نہیں رہ گیا ہے، اس لئے اے مسلمانو! ان مدارس و مکاتب کو اسی حالت میں رہنے دو''۔ حالانکہ اسپین کے دورے سے قبل علامہ اقبال مرحوم ہمارے ان مدارس کے تعلق سے کچھ اچھے خیالات نہیں رکھتے تھے، لیکن اسپین کے دورے نے ان دینی مدارس کی اہمیت ان کے دل میں بٹھادی۔

مذکورہ بالا دعوتی تجزیوں سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ اسلام کی عظمت رفتہ کی بازیافت میں ہمارے ان مدارس و مکاتب کا کس قدر بنیادی اور اہم رول ہے اور عالم اسلام میں ہمیں اس وقت نظر آنے والے غیر متزلزل اور قابل رشک ایمان کی جھلکیاں ہمارے ان مدارس ہی کی بدولت نظر آرہی ہیں۔

دنیا مسلمانوں سے قائم ہے اور مسلمان دینی مدارس سے

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ''جب تک اس روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والا رہے گا، یہ دنیا قائم رہے گی اور جس دن یہ لوگ اٹھ جائیں گے، دنیا کی بساط لپیٹ دی جائے گی''یعنی قیامت آجائے گی، بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو صرف مسلمانوں

کی وجہ سے قائم رکھا ہے اور اللہ کے پاس ایک ادنیٰ مسلمان بھی اس پورے دنیاوی نظام پر بھاری ہے، عالم اسلام کے موجودہ ناگفتہ بہ حالات پر جب ہم بصارت کے بجائے بصیرت کی نگاہ دوڑاتے ہیں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس وقت خالص دین اور حقیقی اسلام صرف ہمارے ان مدارس اسلامیہ و مکاتب دینیہ ہی کی بدولت قائم ہے، تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ تصور کرلیں، اگر اس وقت روئے زمین پر مدارس اسلامیہ کی شکل میں دین کے یہ قلعے نہ ہوتے اور علمائے حق یہاں سے فارغ ہو کر امت کی رہنمائی نہیں کرتے تو ملت اسلامیہ کا اس وقت کیا حال ہوتا، ظاہر بات ہے کہ حق باطل کے ساتھ خلط ملط ہو جاتا، حلال کے نام سے حرام کی ترویج ہوتی، روشن خیالی اور ترقی پسندی کے نام سے غیر اسلامی وغیر شرعی چیزوں کو بھی اسلام اور شریعت کا نام دیا جاتا، احکام و مسائل کی تحقیق صحیح قرآنی و نبوی ہدایات کے مطابق نہیں ہوتی، شریعت کی تشریح ایک مذاق بن کر رہ جاتی اور ان سب کے نتیجے میں دین سے عامۃ المسلمین کی وابستگی برائے نام رہ جاتی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے اسلاف بالخصوص برصغیر کے علماء کو کہ انگریزوں کی غلامی سے ملک کو آزاد کرنے کی تحریک کے پس منظر میں انہوں نے دینی مدارس قائم کر کے اور بعد میں ان کے جانشینوں نے جگہ جگہ اس کا جال بچھا کر نہ صرف مغربی تہذیب وثقافت سے ملت اسلامیہ کو دور رکھا، بلکہ شرک وکفر کی آلودگیوں سے ان کی حفاظت کا سامان فراہم کیا اور توحید اور عقیدہ سے ان کو وابستہ رکھنے کے لئے مدارس کی شکل میں ایک قیمتی واسطہ فراہم کیا، مسلم اقلیت میں ہونے اور یہاں اسلامی حکومت کے نہ ہونے کے باوجود ہمارے ان دینی مدارس کی وجہ سے ہی آج پورے عالم اسلام میں ہمارے ملک ہندوستان کو تمام بڑی دینی تحریکات اور دینی قیادت کا مرکز تصور کیا جا رہا ہے۔

دینی تعلیم کے فوائد دنیا میں

دینی تعلیم کا حصول دراصل اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے اور اس پر جو بے پناہ نوازشاتِ خداوندی کا وعدہ ہے، اس کا تو مشاہدہ مرنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے، لیکن اس زمانے میں ہمارے کمزور ایمان کو دیکھتے ہوئے اللہ رب العزت نے دینی تعلیم کے فوائد کچھ دنیا میں بھی ظاہر کرنے شروع کر دیئے ہیں، اس لئے اب ان مدارس کے بھولے بھالے خیر خواہوں کو جو مدارس کے فارغین کی مادی ترقی کی آڑ میں اس کے نظام ونصاب میں عصری علوم کی شمولیت کے داعی ووکیل بن کر اس کی اصل روح سے ان مدارس کو محروم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، کچھ کہنے کا موقع نہیں رہ جاتا ہے، ذیل کے کچھ واقعات سے آپ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں:

پہلا واقعہ

دو سال قبل میرا علی گڑھ جانا ہوا تھا، مسلم یونیورسٹی میں اکیڈمک اسٹاف کالج (U.G.C) کے ڈائریکٹر ڈاکٹر عبدالرحیم قدوائی صاحب نے اپنے چھوٹے بچے سے ملاقات کراتے ہوئے بتایا کہ وہ عصری تعلیم کے ساتھ الحمدللہ حفظ قرآن مجید کی سعادت سے مالا مال ہو رہا ہے، اسی طرح برطانیہ میں زیر تعلیم اپنے بڑے لڑکے کے متعلق بھی بتایا کہ وہ بھی وہاں برطانوی یونیورسٹی میں دن بھر پڑھائی میں مشغول رہنے کے باوجود رات کو اپنے کمرے میں آ کر ایک دو رکوع روزانہ حفظ کر کے یہاں ہندوستان میں

علی گڑھ میں اپنی والدہ کو یاد کیا ہوا وہ حصہ سناتا ہے، اس طرح اس نے قرآن کا بڑا حصہ عصری تعلیم کے ساتھ حفظ کرلیا ہے اور جلد اس کے حافظ قرآن بننے کی اُمید ہے، ڈاکٹر صاحب کے خاندانی دینی پس منظر اور مولانا عبدالماجد صاحب دریابادیؒ کے نواسے ہونے کی وجہ سے مجھے اس پر حیرت نہیں ہوئی، لیکن جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ یونیورسٹی کے بہت سارے پروفیسر صاحبان ادھر دو تین سال سے اپنے بچوں کو اسکول و کالجز کی تعلیم کے ساتھ پارٹ ٹائم حفظ کرارہے ہیں تو مجھے تعجب ہوا کہ ان میں سے بعض لوگوں کے لئے تو پانچ وقت کی نماز کا پابندی سے اہتمام بھی دشوار ہے تو اس کے باوجود ان میں کلام اللہ سے اس قدر محبت وتعلق کا پس منظر کیا ہے؟ میرے اس استعجاب پر میرے میزبان نے بتایا کہ اِدھر چند سالوں سے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی میڈیکل وانجینئرنگ کی محدود سیٹوں کے لئے ہزاروں طلباء کے درمیان جو مسابقتی امتحانات ہورہے ہیں تو ان میں عصری تعلیم کے ساتھ حفظ کرنے والے حفاظ طلباء ہی امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوکر فری سیٹوں کے مستحق بن رہے ہیں، دوسرے الفاظ میں حفظ کلام اللہ کی برکت سے ان کی ذہانت میں غیر معمولی اضافہ ہورہا ہے اور اسی لالچ میں دھڑا دھڑ لوگ اپنے بچوں کو اب حافظ قرآن بنارہے ہیں۔ میری زبان سے بے ساختہ نکلا کہ وہ دن دور نہیں کہ اگر غیر مسلموں کو بھی معلوم ہوجائے تو وہ بھی اس فارمولہ کو اپنانے کے لئے اپنے بچوں کو حافظ قرآن بنائیں گے اور اسی بہانے ان شاء اللہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے فیصلے بھی ہوں گے۔

دوسرا واقعہ

پولیس سے نچلی سطح پر نظم ونسق سنبھالنے والے تین ہزار ہوم گارڈ کی بھرتی کے لئے جب حکومت کی طرف سے سرکلر نکلا تو ایک اخبار میں اطلاع آئی کہ ڈیڑھ لاکھ سے زائد لوگوں نے اس کے لئے انٹرویو دیا ہے اور اس میں گریجویٹ ہی نہیں بلکہ پوسٹ گریجویٹ انجینئروں وغیرہ کی بھی ایک بڑی تعداد ہے، حالانکہ ہوم گارڈ کے لئے صرف بارہویں پاس کی تعلیمی صلاحیت کافی تھی، اس خبر کے بین السطور جو پیغام تھا، وہ یہ کہ دنیا کی خاطر دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے ۶۰ فیصد لوگ اب بھی بے روزگار ہیں جبکہ اسی اخبار کے نیچے ایک اور اشتہار تھا کہ فلاں ادارہ کے لئے دو حافظ اور تین عالم دین کی ضرورت ہے اور ان کے لئے مفت رہائش کے ساتھ تنخواہ کم از کم ۱۰ ہزار سے ۱۲ ہزار دی جائے گی، مطلب یہ ہوا کہ حافظ قرآن اور عالم دین تلاش بسیار کے بعد بھی کہیں خالی نہیں مل رہے ہیں اور اخبارات میں اشتہار دینا پڑ رہا ہے اور عصری تعلیم یافتہ لوگ بے روزگاری سے تنگ آکر اپنی تعلیم وصلاحیت سے بھی کم حیثیت کی ملازمت کے لئے تیار ہیں، بارہویں پاس ہوم گارڈ کی ملازمت کے لئے پوسٹ گریجویٹ لوگوں کی درخواستوں کا انبار اس کا واضح ثبوت ہے۔

تیسرا واقعہ

ندوۃ العلماء کے سابق مہتمم مولانا عمران خان صاحب ندوی کے بھائی مولانا سلمان صاحب ندوی کے گیارہ بیٹے تھے، انہوں نے ارادہ کیا کہ سب کو حافظ قرآن اور عالم دین بنانا ہے، ان کے بعض افرادِ خاندان کا ان سے اصرار تھا کہ ایک دو کو کم از کم عصری تعلیم میں لگائیں، تاکہ ان کے لئے عمر کے آخری مراحل میں معاشی مسائل نہ ہوں، لیکن انہوں نے نہیں مانا بلکہ تمام گیارہ

بیٹوں کو الحمد للہ حافظ قرآن اور عالم دین بنایا اور سب کے سب ندوۃ العلماء سے فارغ ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس توکل اور اپنی ذات پر اعتماد کی لاج یوں رکھی کہ ان کے یہ سب گیارہ بیٹے آج الحمد للہ دنیا کے مختلف امریکی و یورپی ممالک میں دعوتِ دین سے جڑے رہ کر بھی بڑے بڑے کاروبار کے مالک بن گئے ہیں، ایک امریکہ میں ہے تو دوسرا برطانیہ میں، تیسرا نیوزی لینڈ میں تو چوتھا امارات میں، دو سال قبل میں جب جاپان کے دعوتی دورہ پر گیا ہوا تھا تو ان کے ایک صاحبزادہ مولانا سلیم الرحمٰن صاحب ندوی کو دیکھا کہ ٹوکیو کے مہنگے ترین علاقے میں خود کے اپنے خوبصورت کاشانہ کے مالک ہیں اور پورے جاپان میں اس وقت دعوتی و مذہبی اعتبار سے بھی مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں، سچ ہے کہ "جو اللہ کے لئے ہوجاتا ہے، اللہ اس کا ہوجاتا ہے۔" دین کی خاطر قربانی دینے والوں کو اللہ تعالیٰ دنیا سے بھی محروم نہیں رکھتا۔

مدارس کا کوئی متبادل نہیں

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ دین کی باتوں سے واقفیت اور احکام شریعت پر عمل کے لئے مطلوبہ ضروری معلومات کا نام ہی دینی تعلیم ہے، لیکن حقیقت میں وہ دینی تعلیم جس کے لئے مدارس کا قیام عمل میں آتا ہے، صرف اسی کا نام نہیں، دین کی اس ابتدائی و بنیادی ضرورت کے لئے شبینہ وصباحی مکاتب، بزرگوں کی صحبت، اسلامی تحریکات وتنظیمات سے وابستگی اور دینی لٹریچر کا مطالعہ وغیرہ کافی ہے، جس سے اسلام پر قائم رہنے میں ایک مسلمان کو مدد ملتی ہے، دراصل دینی مدارس اس سے بھی بڑھ کر ایک عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے قائم کئے جاتے ہیں، جہاں شریعت پر گہری نگاہ اور قرآن وحدیث کے اسرار ورموز سے واقفیت رکھنے والے اور سب سے بڑھ کر امت مسلمہ ہی کی نہیں، بلکہ پوری انسانیت کی زندگی کے ہر میدان میں رہنمائی کرنے والے رجال کار اور علماء پیدا کئے جاتے ہیں، جب جب بھی اسلام کے نام سے اس کی غلط ترجمانی کرنے والے میدان میں آتے ہیں تو مدارس کے یہی علماء اس کا مقابلہ کرتے ہوئے قبلہ نما بن کر سامنے آتے ہیں اور اسلام کی صحیح منشاء وروح کی ترجمانی کرتے ہیں، وہ اس خلائی سیٹلائٹ کی طرح ہوتے ہیں جو خلا میں رہ کر پوری دنیا کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھتا ہے، ہمارے علماء بھی دینی سیٹلائٹ بن کر اُمت کی ایک ایک حرکت پر وہ مؤمنانہ فراست کے ساتھ دوربیں نگاہ رکھتے ہیں کہ کہیں اُمت بہک نہ جائے اور راہِ راست سے نہ ہٹ جائے، اس پر ان کو وہ فوراً متنبہ کرتے ہیں، بسا اوقات جب غلط افکار ونظریات کی اسلام کے نام سے تشریح کرتے ہوئے پانی سر سے اونچا ہوجاتا ہے تو یہی علماء خود میدان میں آکر الحادی افکار وغلط نظریات کے طوفان بلاخیز کے دھارے کو موڑ دیتے ہیں اور وہ مادی منافع اور عامۃ الناس کی تعریف وتوصیف سے بے پرواہ ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے حقیقت دین سے بندگانِ خدا کو واقف کرانے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

خالص اسلامی اسکول بھی مدارس کی جگہ نہیں لے سکتے

ادھر 20/25 سال سے ملت کے نونہالوں کو الحادی وتشکیکی افکار ونظریات سے محفوظ رکھنے اور مشنری تعلیمی اداروں سے بچانے اور ایمان پر باقی رکھنے کے نیک جذبہ کے تحت مسلم تعلیمی درسگاہوں کا قیام تیزی سے عمل میں آرہا ہے، جو بڑی خوش آئند

بات ہے اور ملت کی ایک بڑی اہم ضرورت کی تکمیل ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس میں سے بہت سارے اسکولوں و کالجز کو آپ مسلم تعلیمی ادارے تو کہہ سکتے ہیں، اسلامی ادارے نہیں، اس لئے کہ ان میں سوائے اس کے کہ اس کو چلانے والے مسلمان ہیں، اس کے علاوہ اس کی کوئی امتیازی مذہبی شان نہیں، ان میں سوائے کچھ کہ مستثنیٰ کر کے وہ سب غیر دینی نصابی وثقافتی سرگرمیاں ہوتی ہیں، جس کا اسلام سے دور دور تک تعلق نہیں ہوتا، لیکن اگر بالفرض تھوڑی دیر کے لئے ہم مان بھی لیں کہ ہمارے بچے خالص اسلامی بنیادوں پر قائم اسلامی اسکولوں و کالجز میں ہی پڑھ رہے ہیں اور اس طرح کے اداروں کی ایک بڑی تعداد الحمد للہ ملک و بیرون ملک میں پائی بھی جارہی ہے، تب بھی یہ اسلامی عصری تعلیمی ادارے ہمارے دینی مدارس کا متبادل بن نہیں سکتے، عام طور پر عامۃ المسلمین کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ اس طرح کے اسلامی اسکولوں میں اپنے نونہالوں کو انہوں نے داخل کر کے ان کو دینی تعلیم سے بھی آراستہ کر لیا، حالانکہ یہاں تو بقدر ضرورت صرف ایمان پر باقی رکھنے والی اسلامی تعلیم دی جاتی ہے، قرآن و حدیث میں ایک عالم دین کے لئے جو فضائل اور ان کی جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں، اس سعادت کو آپ ان اسلامی اسکولوں سے نہیں حاصل کر سکتے، اگر چہ آپ کا بچہ ان اسکولوں سے فارغ ہو کر اچھی عربی بولنے لگے اور قرآن کی کچھ سورتوں کے اس کو تراجم بھی یاد ہو جائیں، وہ نماز روزے کا پابند ہو جائے اور دیکھنے میں ایک عالم دین کی طرح نظر بھی آئے، لیکن وہ 12/13 سال تک مسلسل مدرسے میں وقت لگا کر فارغ ہونے والے کسی عالم دین کے برابر نہیں ہو سکتا، چاہے وہ خود اپنے کو اور دنیا والے اس کو شریعت کا ماہر اور عالم سمجھیں، لیکن وہ زیادہ سے زیادہ ایک اچھا مسلم اسکالر کہلا سکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

اسی حالت میں مدارس کی قیامت تک ضرورت ہے

عام طور پر اس وقت بڑے زور و شور سے یہ آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ مدارس کے موجودہ نصاب و نظام میں وقت کے بدلتے حالات کے مطابق تبدیلی ہونی چاہئے اور اس میں عصری علوم کی بھی اس طرح آمیزش ہونی چاہئے کہ ہمارے مدارس کے فارغین دنیاوی میدان میں کسی کے دست نگر یا محتاج نہ ہوں اور معاشی اعتبار سے بھی خود کفیل ہوں، ہمارے اپنے لوگوں کی طرف سے اٹھنے والی یہ آوازیں زیادہ تر ان لوگوں کی طرف سے ہوتی ہیں، جن کے بچے مشنری اسکولوں میں زیر تعلیم ہیں اور ان کی اولاد تو درکنار، ان کے رشتہ دار بھی مدارس میں نہیں پڑھتے، ان کی یہ آراء مخلصانہ و ہمدردانہ تو ہو سکتی ہیں لیکن جب حکومت اور مغربی طاقتوں اور اسلام دشمن طبقات کی طرف سے یہ آوازیں سننے میں آتی ہیں تو یقیناً اس کے پس پشت علماء و فارغین کی ہمدردی و خیر خواہی نہیں ہوتی بلکہ مدارس کی خالص دینی تعلیم کو عصری علوم کے اختلاط سے آلودہ کر کے مدارس کو اس کی اصل روح سے ہٹانے اور اس کے بنیادی مقاصد سے ان کو دور رکھنے کی ایک منصوبہ بندی کی کوشش ہوتی ہے، جس کو ہم اپنی سادہ لوحی سے سمجھ نہیں پاتے، مدارس کا کام ملک کا نظم و نسق چلانے والے I.A.S افسران پیدا کرنا، اچھے دیندار ڈاکٹر یا انجینئر بنا کر ان کو معاشرے کی خدمت میں لگانا، اچھے تاجر و سماجی کارکن یا سیاسی لیڈر بنا کر میدانِ عمل میں لا کر پیش کرنا نہیں، اس کے لئے ملت کے دوسرے ادارے و تنظیمیں ہیں، جنہوں نے اپنے ذمہ یہ کام لیا ہے، ہمارے مدارس کا قیام شریعت کے ماہرین اور دین کے متخصصین پیدا کرنے کے لئے ہوا ہے، دینی مدارس تو دراصل ملت اسلامیہ کی اس ضرورت کی تکمیل کا سامان فراہم کرتے ہیں، جس کا حکم اللہ رب العزت نے سورۂ توبہ کے اخیر

میں پوری امت کو مخاطب کر کے دیا ہے کہ ''تم میں سے ہر قوم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہئے جو دین کی گہری سمجھ حاصل کرے اور دعوت کا فریضہ انجام دے'' ﴿فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم﴾ قرآن کے حکم کے مطابق ہر زمانے میں علماء کی اس جماعت کی ضرورت رہے گی اور قیامت تک اسلام پر بقاء کے لئے ایسے علماء کا وجود ملت کے لئے ناگزیر ہوگا، ہمارے دینی مدارس الحمدللہ اپنے اسی فریضہ کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہزار ہا اپنی انتظامی وتربیتی کمزوریوں کے باوجود جس کا خود انہیں احساس ہے، اس کی اصلاح کی بھی کوشش کر رہے ہیں، الحمدللہ ذمہ داران مدارس بھی اپنی بصیرت وفراست کے ذریعے دشمنوں کی ان چالوں کو سمجھنے کے باوجود عالمی سطح پر رونما ہونے والے واقعات وحالات کے پس منظر میں دینی تعلیم کی روح کو باقی رکھتے ہوئے اس دینی تعلیمی نظام کو بہتر سے بہتر بنانے کی بھی کوشش کر رہے ہیں، جس سے فارغینِ مدارس دعوتی میدان میں اور بہتر طریقہ پر اپنے فرائض کو انجام دے سکیں، لیکن اسی کے ساتھ ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کہ قرآن مجید میں بیان کئے گئے ایسے علماء جو ملت کی ناگزیر ضرورت ہیں، دینی مدارس کے بجائے کیا مسلم اسکولوں واسلامی کالجز یا یونیورسٹیوں سے پیدا ہونے کی ہم اُمید رکھیں یا پھر ایسے مدارس سے جو حد سے زیادہ عصری علوم کی شمولیت کے ساتھ نہ گھر کے نہ گھاٹ کے مصداق بن کر سامنے آ رہے ہیں، یاد رکھئے کہ ایسے علماء خالص دینی تعلیم کے ان مدارس ہی سے پیدا ہوئے ہیں اور پیدا ہوں گے، غرض یہ کہ ہمارے یہ دینی مدارس ہی ہیں، جو آج ہندوستان کو اندلس بننے سے اور یہاں اس کی تاریخ دہرانے کی دشمنوں کی شاطرانہ چالوں کو کامیاب ہونے سے روکے ہوئے ہیں، اس لئے ان مدارس کی حفاظت ووکالت ہم سب کا ملی فریضہ ہے۔

(فروری ۲۰۱۴ء)

دینی مدارس...... پیغام امن کے داعی

دینی مدارس بنیادی طور پر قرآن وسنت کی تعلیم کے مراکز اور سرچشمے ہیں اور اسلام کے مضبوط قلعے ہیں اور اسلام امن وسلامتی کا دین ہے، ظاہر ہے کہ دینی مدارس کی تعلیم جو لوگ حاصل کریں گے وہ امن وسلامتی کے داعی ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھیں، ایک چھت کے نیچے پنجابی، سندھی، بلوچی، پٹھان، مہاجر، غیر مہاجر، اردو اور سرائیکی بولنے والے مختلف صوبوں سے تعلق رکھنے والے رہتے بھی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں، اس سے ایک قومی اور ملّی وحدت کا پیغام بھی جاتا ہے۔ اسی طرح پاکستان پر خدانخواستہ جب بھی کوئی بُرا وقت آیا تو ان دینی مدارس کے طلبہ نے پاکستان کی افواج کے شانہ بشانہ ملک کی جغرافیائی سرحدوں کے تحفظ کے لیے باقاعدہ جانیں دی ہیں۔ مدارس نے ہمیشہ دہشت گردی اور انتہا پسندی کو رد کیا اور اس کی مذمت کی ہے اور اسلام کے پیغامِ امن کو عام کیا ہے۔

دینی مدارس کے اہداف

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی
مدیر: ماہنامہ دارالعلوم دیوبند

اس بات کی وضاحت بارہا کی جاچکی ہے کہ ہماری دینی درسگاہوں کا اصل موضوع علوم کتاب وسنت ہیں، ان کی افہام وتفہیم، تعلم وتعلیم، توضیح وتشریح تعمیل واتباع اور تبلیغ ودعوت اور ایسے رجال کار پیدا کرنا ہے جو اس تسلسل کو قائم رکھ سکیں، بس یہی ان مدارس کا مقصودِ اصلی ہے۔ ماضی قریب میں ان تعلیم گاہوں نے اس عظیم امانت کی حفاظت اور اس قابل صد فخر وراثت کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنے میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے، وہ ہماری علمی وثقافتی تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف اپنے وپرائے سبھی کرتے ہیں اور آج کے انتشار پذیر اور مادی فروغ کے دور میں بھی یہ اسلامی مدارس اپنے وسائل وذرائع کے مطابق مصروفِ عمل ہیں اور ملت اسلامیہ کی اولین واہم ترین بنیادی ضروریات کی کفالت کررہے ہیں۔ اس سچائی سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کفروشرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے اور مذہب بیزاری کے اس ماحول میں اسلامی تہذیب وثقافت اور دینی رسوم وعبادات کے جو روشن آثار نظر آرہے ہیں وہ انہیں دینی درسگاہوں کی خدمات کا ثمرہ ہیں۔

ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث ایک لازوال وغیر متبدل حقائق ہیں۔ اسی کے ساتھ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ زمانہ ہر آن تغیر پذیر ہے اور جدید دور اپنے جلو میں نئے نئے مسائل لے کر آتا ہے، وقت کے ساتھ ساتھ انسانی افکار ونفسیات میں بھی فرق آجاتا ہے، پھر جدید علوم کی ترقیات اور سائنسی ایجادات واکتشافات دنیا کا رنگ بدلتے رہتے ہیں، جس کے زیر اثر اس تغیر آباد عالم میں ان لازوال علوم کی امین وحامل امت کو نئے حالات وواقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور علومِ نبوت کے داعی ومخالف ہونے کی حیثیت سے ہر دور کے تقاضوں اور اس کے چیلنج کا مقابلہ اس احتیاط سے کرنا پڑتا ہے کہ اصل مقصود پر آنچ نہ آنے پائے۔ چنانچہ ہر دور میں اساطین امت نے وقت کے تقاضوں کے تحت تعلیمی خانوں میں جو رنگ بھرا اور حذف واضافہ، حک وترمیم کا جو بھی عمل کیا، وہ اس چابکدستی، احتیاط اور بالغ نظری کے ساتھ کیا کہ اصل امانت یعنی منصوص ومنقول کی پوری حفاظت اور اس کی روح کی بقا کا کلی طور پر اہتمام کیا اور کسی جہت سے بھی علوم دینیہ کی حیثیت اور مقام ومرتبہ کو مجروح نہیں ہونے دیا۔

خود ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے اپنے عہد میں دارالعلوم دیوبند اور دیگر اسلامی درسگاہوں کے لئے نظام تعلیم کا جو نقشہ مرتب فرمایا تو حالات وزمانہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی اساس اگرچہ رائج الوقت نصاب ''درس نظامی'' ہی پر رکھی مگر اس کمالِ بصیرت کے ساتھ کہ کتاب وسنت کی بالادستی کو نظر انداز نہیں ہونے دیا۔ اسلاف کے اسی طرزِ فکر اور طریقہ کار کی پیروی کرتے ہوئے ابھی ماضی قریب میں دارالعلوم دیوبند کے اربابِ حل وعقد نے ملک کے صاحب نظر علماء اور دینی علوم میں مہارت وتجربہ رکھنے والے اصحاب درس فضلاء کے

مشورہ اور اتفاق سے مدارس دینیہ کے نصاب درس ونظام تعلیم میں مفید ترمیم اور حذف واضافہ کیا ہے جس میں علوم کتاب وسنت کی بالادستی کو قائم رکھتے ہوئے تقاضائے وقت کے مناسب بعض ایسے علوم وفنون کا اضافہ کیا گیا ہے، جو پہلے نصاب میں شامل نہیں تھے۔

ان سب کے باوجود ہمدردانِ ملت کا ایک طبقہ مدارس دینیہ کے رائج نظام تعلیم کو ناقص، غیر مفید اور ان کے فضلاء کو وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر اور سماج کے لئے غیر نفع بخش بتاتا ہے اور قوت کے ساتھ یہ تحریک چلا رہا ہے کہ مدارس دینیہ اپنے مقصد وموضوع اور طرزِ فکر وعمل کے برخلاف کتاب وسنت کو چھوڑ کر یا کم از کم انہیں ثانوی درجہ میں رکھ کر دیگر سرکاری ونیم سرکاری اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نہج پر اپنا نظام تعلیم ونصاب درس مرتب کریں۔ ہمارے مدارس کے انہی ناصحین کی کرم فرمائیوں سے شہ پاکر موجودہ حکومت (انڈیا) مرکزی مدرسہ بورڈ کے عنوان سے مدارس کو یرغمال بنانے کے لئے جال بچھا رہی ہے جس میں پھنس کر مدارس اپنی اسلامی روح کو باقی نہیں رکھ پائیں گے۔ اس مدرسہ بورڈ کے قیام کا مقصد اصلی یہی ہے کہ ان کے سرچشموں کے ستونوں کو بند یا کم از کم کسی طرح گدلا کر دیا جائے۔

قدیم وجدید کے اختلافِ فکر ونظر کا یہ سلسلہ کوئی نیا نہیں ہے بلکہ اس کی کڑیاں عہدِ غلامی سے جڑی ہوئی ہیں اور جاننے والے جانتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اسی اختلاف نظریات کے دو الگ الگ مظہر ہیں اور دونوں نظریوں کے حق میں اب تک اس قدر لکھا اور کہا جا چکا ہے کہ اب کسی جانب سے بھی اس پر اضافہ دشوار ہے، اس لئے کیا اچھا ہوتا کہ مسلم اقلیت کے معاش ومعاد کے فکر سے پریشان حکومت اور ہمارے یہ ہمدردانِ قوم وملت مدارسِ دینیہ کو مطعون اور ان کے فضلاء کو بے حیثیت کرنے کی جدوجہد کے بجائے اپنے جہد وعمل کا رُخ قوم کے ان نونہالوں کی طرف پھیر دیتے، جو دینی علوم اور عصری فنون دونوں سے برگشتہ ہیں اور آج بھی جب کہ ہر چہار جانب سے تعلیم کی اہمیت کا چرچا ہو رہا ہے۔ ایسے بچوں کی تعداد زیادہ ہے جو یا تو سرے سے تعلیم گاہوں کا رُخ ہی نہیں کرتے یا ابتدائی وثانوی مرحلہ میں پہنچ کر تعلیمی سلسلہ کو منقطع کر کے گھر بیٹھ جاتے ہیں۔ جیسا کہ سچر کمیٹی نے اعداد وشمار کے ذریعے اس کو یوں عیاں کر دیا ہے کہ اس سے کسی ذی ہوش کو انکار نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ ہمدردانِ ملت، قوم کے ایسے بچوں کو حصولِ تعلیم کی جانب متوجہ اور راغب کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہ قوم کی ایک عظیم خدمت ہوگی اور خود ان کے نقطۂ نظر کے مطابق (ان قدیم دینی درسگاہوں کو ان کے موضوع ومنہج سے ہٹا کر) جو مقاصد وفوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اس صورت میں ملت کے ایک بڑے حصہ کو ذہنی وعملی انتشار میں مبتلا کئے بغیر کئی گنا زائد فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں اور اگر اس تگ ودو اور تقریر وتحریر کا مقصد مدارس دینیہ کے خلاف محض پروپیگنڈہ اور قدیم وجدید کے پرانے اور کسی حد تک مردہ مسئلے کو پھر سے زندہ کرنا ہے تو ہمارے ان دانشوروں کو یہ بھولنا نہیں چاہئے، کہ اربابِ مدارس اس بارے میں تہی دامن نہیں ہیں، ان کے منہ میں بھی زبان اور ہاتھ میں قلم ہے اور محض بلند وبانگ دعوؤں اور سخن طرازیوں کے بجائے ان کی پشت پر علمی، دینی اور معاشرتی اصلاح وخدمات کی ایک مضبوط ومستحکم تاریخ ہے، لیکن اس مسئلہ میں الجھ کر انتشار پذیر ملت کو مزید انتشار میں مبتلا کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں اس سلسلے میں ہمارا نظریہ تو بس یہ ہے......

لوگ سمجھیں ہمیں محروم وقار و تمکیں		وہ نہ سمجھیں کہ مری بزم کے قابل نہ رہا

(ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ۔ مارچ ۲۰۱۳ء)

پاکستان زندہ باد لکھنے والے دہشت گرد نہیں

اشتیاق بیگ

اس کی بوڑھی زخمی ماں کا سر اس کی گود میں تھا، وہ آخری سانسیں لے رہی تھی، اس نے اپنی دم توڑتی ماں کو کلمہ طیبہ کا ورد کرایا۔ زخمی ماں نے اپنے بیٹے کی گود میں دم توڑ دیا، اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ میری زندگی کی متاع لٹ چکی ہے، مجھے اب جینے کی کوئی آرزو نہیں، یہ اس عظیم ماں کی موت تھی، جس نے اپنے بیٹے کا ساتھ چھوڑنے کے بجائے موت کو ترجیح دی، تھوڑی دیر میں ایک خبر اور سننے کو ملی کہ اس کا جوان بھانجا اور بھتیجا بھی مسجد کی حفاظت میں شہید ہو گیا ہے۔ اسے کہا گیا کہ وہ ہتھیار ڈال کر خود کو حکومت کے حوالے کر دے، لیکن اس نے کہا کہ ہتھیار ڈالنے کے بجائے وہ شہید ہونے کو ترجیح دے گا اور کچھ دیر بعد لڑتے لڑتے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس نے جام شہادت نوش کیا۔

ان پر سات دن تک پانی اور خوراک کی ترسیل بند کر دی گئی تھی اور وہاں محصور لوگوں نے پتے کھا کر گزارہ کیا جس طرح مظلومیت سے ان لوگوں نے جان دی، اس سے کربلا کے واقعے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس وقت وہ دم توڑ رہا تھا عین اسی وقت ایک اور مقام پر ایک نئی زندگی جنم لے رہی تھی، اس ڈر سے کہ کہیں حکومت اس کی حاملہ بیوی کو کوئی نقصان نہ پہنچائے، یہ خبر پوشیدہ رکھی گئی۔

شہید والد کی وصیت کے مطابق اس بچے کا نام ان کے اپنے نام پر یعنی عبدالرشید غازی رکھا گیا۔ عبدالرشید غازی شہید اپنے نومولود بچے نہ دیکھ سکے اور ان کی بیوی ان کا آخری دیدار نہ کر سکی۔ کس قدر مظلومیت اور کرب سے ان لوگوں کو گزرنا پڑا۔ ان کے بڑے بھائی مولانا عبدالعزیز نے ان شہداء کی نماز جنازہ پڑھائی اور کہا، انہیں فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی سربلندی کے لیے ان کے خاندان کو منتخب کیا۔ یہ سب کس دیس کے باسی تھے کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں کسی خاص مشن پر دنیا میں بھیجا تھا، آج کی دنیا میں اس طرح کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

آپریشن کی منصوبہ بندی کرنے والوں نے اسے ''آپریشن سائلنس''، یعنی ایک خاموش آپریشن کا نام دیا۔ میڈیا اور صحافیوں کو آپریشن سے دور رکھ کر اسپتالوں اور قبرستانوں میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دے کر اس آپریشن کو خاموش نہ رکھا جا سکا۔

یہ دنیا کا واحد آپریشن سائلنس تھا جس میں بکتر بند گاڑیاں، ہیلی کاپٹر، گولیوں کی گونج آٹھ دن تک سنائی دیتی رہی۔ اس آپریشن کے نتیجے میں معصوم بچوں اور بچیوں کی چیخ و پکار نہ صرف پاکستان، بلکہ پوری دنیا میں سنی اور محسوس کی گئی۔ یہ ایک کامیاب

آپریشن بھی نہ تھا۔ کیوں کہ اس آپریشن کے نتیجے میں بے شمار معصوم جانیں ضائع ہوئیں۔ پاکستان کی ایک معروف مسجد اور شاید دنیا میں عالم اسلام کی سب سے بڑی درس گاہ کے خلاف یہ پہلا طویل ترین فوجی آپریشن تھا۔ وہ کارروائی جس کے آغاز میں عوام کو غازی برادران سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ مذاکرات کے راستے بند کر کے اور طاقت کے بے پناہ استعمال سے حکومت نے عبدالرشید غازی، ان کے اہل خانہ اور طلباء و طالبات کو مظلوم بنادیا، ان کے قد میں کئی گنا اضافہ ہوا اور وہ عوام کی نظروں میں دہشت گرد نہیں، بلکہ شہید اور ہیرو بن گئے۔

آپریشن کے بعد ردعمل کے نتیجے میں اب صرف صوبہ سرحد میں سیکیورٹی فورسز اور جوانوں پر حملوں میں سو سے زیادہ اہلکار ہلاک ہو چکے ہیں۔ اللہ نہ کرے کہ کہیں اس آپریشن کا انجام گولڈن ٹیمپل جیسا نہ ہو۔

اگر عبدالرشید غازی کو علماء اور حکومت میں ہونے والے معاہدے کے تحت محفوظ راستہ فراہم کر دیا جاتا تو اس قدر خون ریزی اور جگ ہنسائی سے بچا جا سکتا تھا۔ معصوموں کی جانیں بچانے کے لیے اس طرح کے افراد کو محفوظ راستہ دینے کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

۱۹۹۹ء میں انڈین ائیر لائن کا ایک مسافر بردار طیارہ اغوا کر کے کابل لے جایا گیا۔ اغوا کنندگان نے مولانا مسعود اظہر سمیت ۳۵ افراد جو انڈین جیل میں قید تھے کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ بھارتی حکومت نے اپنے ۱۸۰ مسافروں کی جان بچانے کے لیے ہائی جیکروں کا مطالبہ منظور کرتے ہوئے مذکورہ غیر ملکی افراد کو رہا کر کے انہیں محفوظ راستہ فراہم کیا۔ بھارتی حکومت کے مطابق یہ سنگین جرائم اور دہشت گردی میں ملوث تھے لیکن انہوں نے اپنے لوگوں کی زندگی بچانے کے لیے اغوا کنندگان کے مطالبات تسلیم کر لیے۔ تاریخ اس طرح کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اسی طرح ایک مثال کچھ عرصے قبل ایک پاکستانی ٹیکسی ڈرائیور کے قاتل برطانوی شہری طاہر حسین کی ہے جس کو سپریم کورٹ کی طرف سے سزائے موت سنادی گئی۔ پرنس چارلس کے دورہ پاکستان کے موقع پر ان کی استدعا پر صدر مشرف نے نہ صرف اس کی سزائے موت پر عمل درآمد کو رکوایا، بلکہ اسے معاف کر کے ماورائے عدالت رہا کر کے خصوصی طیارے میں برطانیہ روانہ کر دیا گیا۔

مگر افسوس ہمارے حکمران اپنے ہی لوگوں کی جانیں بچانے کے لیے اپنے ہی لوگوں کو محفوظ راستہ فراہم نہ کر سکے۔ ایک شخص کے ویٹو اور انا نے مسئلے کے پُرامن حل کے امکانات کو ختم کر دیا۔

لال مسجد کی بے حرمتی اور قیمتی انسانی جانوں کے ضیاع کا صدمہ اس قدر شدید ہے کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کاش یہ دن دیکھنے سے پہلے انہیں موت آجاتی۔ اس سانحے نے مجھ سمیت ہر پاکستانی کو ہلا کر رکھ دیا۔

امریکہ کو جب مسلم ممالک میں اپنے مفادات کا حصول مشکل نظر آیا اور اس کی طرف سے طاقت کے استعمال کے منفی اثرات مرتب ہوئے تو اس نے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور تقسیم کرنے کی ایک نئی حکمت عملی اختیار کی تاکہ امریکی مقاصد کا حصول آسانی سے ہو سکے۔ عراق میں شیعہ اور سنی کو آپس میں لڑا دیا گیا اور روزانہ سینکڑوں مسلمان ایک دوسرے کے ہاتھوں ان کی

اس سازش کا شکار ہو رہے ہیں، تا کہ امریکی قبضہ تا دیر برقرار رہ سکے۔ کچھ اس طرح فلسطین میں بھی کروایا گیا۔ جہاں اسرائیل کی جانب سے طاقت کے بھرپور استعمال کے باوجود حماس کو شکست نہ دی جاسکی اور عوام میں بھی اس کی مقبولیت کم نہ ہوئی تو اس نے الفتح اور حماس کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر دیا اور الفتح کی پشت پناہی کی۔ کچھ اسی طرح کی صورتحال پیدا کر کے ترکی میں بھی اعتدال اور انتہا پسندوں کے نام پر قوم کو تقسیم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پاکستان میں پہلے لسانیت اور پھر فرقہ واریت کے نام پر قوم کو تقسیم کرنے کی کوشش کی گئی۔ جب یہ سازش کامیاب نہیں ہوئی تو حکمرانوں کے ذریعے قوم کو دو طبقوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور یہ حکمت عملی نہایت خطرناک ہے۔

دس جولائی کے واقعے نے قوم کو دو طبقوں میں تقسیم کر دیا ہے: ایک طبقہ جو اپنے آپ کو اعتدال پسند کہتا ہے اور دوسرا وہ جن کو حکومت انتہا پسند کہتی ہے۔ اعتدال پسند خوش ہیں کہ معرکہ میں جیت ان کی ہوئی ہے اور انتہا پسند اپنے خلاف اس زیادتی کا الزام اعتدال پسندوں کو ٹھہرا رہے ہیں۔ میں ابھی جمعہ کی نماز جامعہ بنوریہ میں ادا کر کے آیا ہوں جو میری مل کے سامنے سائٹ کے علاقے میں واقع ہے، جس کے مہتمم مفتی نعیم ہیں۔ جنہوں نے لال مسجد کے تنازع میں ثالثی کا کردار ادا کرنے کی بے حد کوشش کی۔

جامعہ بنوریہ بھی لال مسجد اور جامعہ حفصہ کی طرح ایک بہت بڑی دینی درس گاہ ہے۔ جہاں چار ہزار طلبہ دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جس میں کئی غیر ملکی طلباء بھی ہیں، میں نے امریکن کونسل جنرل کو اس مدرسے میں کئی بار آتے دیکھا ہے۔ کیونکہ یہاں کچھ امریکی طلباء بھی زیر تعلیم ہیں میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے گیا تو مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، مجھے مسجد سے ملحقہ مدرسے کے ایک کمرے میں نماز پڑھنے کی جگہ ملی۔ میرے اردگرد مدرسے کے چھوٹے بچے نماز پڑھ رہے تھے، ان کے معصوم چہروں پر خوف اور صدمہ کے آثار تھے۔

خطبے میں مولانا نے لال مسجد میں ہونے والے قتل عام کا ذکر کیا، وہ کہہ رہے تھے کہ شہید مظلوم ہوتا ہے نہ کہ ظالم، معصوم بچوں کو مارنے والے ظالم اپنے آپ کو شہید نہیں کہہ سکتے۔

نماز کے بعد جب دعا کا وقت آیا تو مولانا نے دعا کی اور صدر مشرف کو اس واقعہ کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے کہا کہ وہ امریکہ کی خوشنودی کے لیے اپنے ملک کے مسلمان بھائیوں کو قتل کر رہا ہے۔ مولانا نے ہچکیوں سے روتے ہوئے یہ دعا کی کہ اے اللہ ہمارے بچوں اور بچیوں کو جنہوں نے بے دردی سے قتل کیا۔ انہیں ہدایت دے اور اگر ہدایت ان کے نصیب میں نہیں تو انہیں نیست و نابود کر دے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین ہے کہ ملک کے کروڑوں مسلمانوں کی بددعائیں ضائع نہیں جائیں گی، ایسے وقت میں کئی نمازیوں پر رقت طاری ہوگئی اور میری آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔

آج یہ دوسرا موقع تھا کہ صبح ڈاکٹر شاہد مسعود کا کالم ''کون تھیں؟ کہاں چلی گئیں؟'' میں ان دو معصوم بہنوں کے متعلق پڑھ کر میری آنکھیں پُرنم ہوگئیں تھیں۔

میں سوچ رہا ہوں کہ میرا شمار کس طبقے میں ہوتا ہے، چوں کہ میری داڑھی نہیں اور میں ڈھیلا ڈھالا لباس زیب تن نہیں کرتا، اس واقعے سے قبل میں اپنے آپ کو ایک اعتدال پسند مسلمان سمجھتا تھا لیکن اسلام آباد کے واقعے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ وہاں

جو ظلم ہوا، اس پر میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ میں اس زیادتی کو برا سمجھ رہا ہوں۔

دعا کے دوران میری بھی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اگر سینکڑوں بے گناہ اور معصوم لوگوں (جن میں بچیاں بھی شامل ہیں) کی ہلاکت کو جائز قرار دینا اور طاقت کے اندھا دھند استعمال کی حمایت کرنا، صدر مشرف اور افواج پاکستان کو مبارک باد دینا، اعتدال پسندی ہے تو میرا خیال ہے کہ میرا تعلق اس طرح کے اعتدال پسند طبقے سے نہیں ہے۔ عجیب اتفاق تھا کہ جس وقت ٹی وی پر عبدالرشید غازی اور ستر افراد کی ہلاکت کی اور لال مسجد پر قبضے کی خبر نشر کی جارہی تھی، اسی وقت حکومت کی جانب سے ایک اور خبر سلائیڈ کی صورت میں ٹی وی پر دکھائی جارہی تھی کہ امریکہ نے دو استعمال شدہ ایف سولہ طیارے پاکستان کے حوالے کیے ہیں۔

شاید سینکڑوں لوگوں کی جان اور مسجد کی بے حرمتی پر امریکہ کی جانب سے حکومت پاکستان کو یہ ایک تحفہ تھا، جو حکومت کی شاندار کارکردگی پر انہیں دیا گیا۔ کیا اتنے بے گناہ لوگوں کے سروں کی قیمت صرف دو استعمال شدہ طیارے؟...... میں نے کئی دہشت گردوں کی تصاویر دیکھی ہیں اور ان کے متعلق سنا ہے۔ مگر اسلام آباد میں مارنے جانے والے دہشت گرد نہیں تھے، کیونکہ ان کے چہروں پر ایک ایسا نور تھا، جو دہشت گردوں کے چہروں پر نہیں ہوتا، ان کے چہروں پر وہ اطمینان تھا جو خدا کے خاص بندوں کے چہروں پر مرنے کے بعد ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ دہشت گرد کا نہ تو کوئی مذہب ہوتا ہے نہ ہی ملک، تو پھر ایسے لوگوں کو آپ دہشت گرد کیسے کہہ سکتے ہیں۔ جنہوں نے اسلام کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ دیا۔ وہ پاکستان کے مخالف نہیں، بلکہ ملک سے پیار کرنے والے لوگ تھے، ان کے مدرسے کے ایک کمرے میں جہاں خون کے نشانات اور ٹوٹی پھوٹی چوڑیاں فرش پر بکھری ہوئی تھیں اسی کلاس کے تختہ سیاہ (بلیک بورڈ) پر تحریر تھا: ''پاکستان زندہ باد''۔

(رجب ۱۴۲۸ھ، اگست ۲۰۰۷ء)

مدارس کا طرہ امتیاز

آج ہمارے مدارس کے خلاف ہونے والی عالمی سازشوں کا ہر جگہ چرچا ہے کہ یہ دینی مدارس کے خلاف عالمی منصوبہ بندی ہے، حکومت کے مدرسہ بورڈ کے خلاف ہم چوکنا ہیں کہ اس سے مدارس کا وجود خطرے میں ہے، مدارس میں عصری علوم کی شمولیت کی تحریک پر ہم چیں بجبیں ہو جاتے ہیں کہ یہ ہمارے مدارس کی روح کے خلاف ہے، ہمارے یہ خدشات اور ہمارے یہ اندیشے برحق ہیں، لیکن اگر دوسری طرف نگاہِ بصیرت سے ان کی ان منصوبہ بندیوں کا جائزہ لیا جائے تو ان سب کے پس پردہ ان سازشوں کا مشترک محرک یہی ہے کہ ان سب ہمارے بدخواہوں کو نظر آرہا ہے کہ عالمی سطح پر پیدا ہونے والی اسلامی بیداری کے پیچھے ان ہی مدارس کا اہم رول ہے، اسی لئے ان کو اسلام کے حوالے سے ہمارے ان مدارس سے خوف ہے اور وہ اس کو کسی طرح ختم کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان اسلام دشمن طاقتوں کو ڈر اور خوف ہمارے مدارس کی پرشکوہ عمارتوں اور اس کے عظیم الشان کتب خانوں اور اس میں ہونے والے سیمیناروں اور وہاں بڑھتی ہوئی طلبا کی تعداد اور عوامی رجحان سے نہیں بلکہ ان کو خوف و خطرہ اور دشمنی و عداوت اس اسلامی روح اور دینی اسپرٹ سے ہے جو ان مدارس کی امتیازی شان اور اس کا طرہ امتیاز ہے۔

دینی مدارس سب سے بڑے رفاہی ادارے

محترم یاسر محمد خان

پنجاب کے اس دور دراز گاؤں میں ایک صدی پہلے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تک نہیں تھا۔ یہ گاؤں بنیادی طور پر کسی ہندو بنیے نے آباد کیا تھا۔ یہ بنیا سود پر رقم دینے کے علاوہ کپڑے کا کام کرتا تھا، وہ یہاں آ کر آباد ہوا تو اس کی دیکھا دیکھی دوسرے بنیے بھی یہاں اٹھ آئے۔ یوں آہستہ آہستہ بنجر زمینیں آباد ہونے لگیں، مکان بنے، ڈیوڑھیاں آباد ہوئیں اور اس ویرانے میں بھی رونقیں ہونے لگیں۔ آج سے سو سال پہلے جب کلکتہ میں قحط پڑا اور وہاں کے مسلمانوں نے ہجرت شروع کی تو کچھ لوگ دربدر پھرتے پھراتے ''رام نگر'' آ نکلے، اس گاؤں میں ہاریوں کی ضرورت تھی۔ گاؤں کے بنیے جمع ہوئے، انہوں نے ان خاندانوں کے انٹرویو کیے اور اس شرط پر انہیں گاؤں سے ذرا ہٹ کر آباد ہونے کی اجازت دے دی کہ یہ لوگ گاؤں میں مسجد بنائیں گے اور نہ ہی اذان دیں گے۔ یہ لوگ بھی صرف نام کے مسلمان تھے، ان کی عبادت بھی ''اللہ ھو'' تک محدود تھی، لہٰذا ان لوگوں نے بنیوں کی شرط مان لی، ان لوگوں نے گاؤں سے باہر جھگیاں ڈالیں اور وہاں آباد ہو گئے۔ یہ لوگ بنیوں کے کھیتوں میں کام کرتے تھے، ان کی حجامت بناتے تھے اور ان کے جوتے گانٹھتے تھے۔ یہ شاید ۱۸۷۰ء یا ۱۸۸۰ء کی بات تھی، کسی دارالعلوم کا کوئی طالب علم اس گاؤں کے قریب سے گزرا، یہ بارشوں کا موسم تھا، اس طالب کو علم بارش نے آ گھیرا...... اس نے پہلے برگد کے درخت کے نیچے پناہ لی لیکن جب پانی بڑھنے لگا تو اس نے گھبرا کر آگے پیچھے دیکھا، اسے دور چند دھندلے دھندلے مکان دکھائی دیئے، وہ بارش سے بچنے کے لیے اس طرف نکلا۔ یہ اس گاؤں کی مسلم آبادی تھی۔ اس نے ایک جھگی کے دروازے پر دستک دی، اندر ایک موچی جوتا گانٹھ رہا تھا۔ طالب علم نے پناہ کی درخواست کی، موچی اسے اندر لے آیا۔ یہ موچی مسلمان تھا...... لیکن اسے کلمہ تک نہیں آتا تھا۔ طالب علم نے موچی سے اس کا نام پوچھا، موچی نے بتایا ''رام حسین'' طالب علم یہ نیم ہندوانہ نام سن کر پریشان ہو گیا، وہ دو تین گھنٹے وہاں رہا، اس دوران میں اسے معلوم ہوا مناسک اور فرائض تو رہے ایک طرف، یہ لوگ تو اپنے اسلامی نام تک بھول چکے ہیں۔ شام کو بارش تھمی تو طالب علم وہاں سے نکلا اور اس نے واپس دارالعلوم جا کر ساری واردات بیان کی۔ رات کو دارالعلوم کے بڑے بیٹھے اور انہوں نے اسی نوجوان کو اس گاؤں میں اسلام پھیلانے کی ذمہ داری سونپ دی۔ دوسرے دن اس نوجوان نے بستر باندھا اور اس گاؤں میں ڈیرا ڈال دیا۔ اس نے سب سے پہلے زمین کا ایک ٹکڑا صاف کیا، حاشیہ لگایا، اس حاشیے کے گرد پتھروں کی حد بندی کی، قبلہ رو کھڑا ہوا اور پہلی اذان دی۔ پہلے روز اس مسجد کا صرف وہی نمازی تھا، لوگ اس کے ارد گرد کھڑے ہو کر اس کے رکوع و سجود کو حیرت سے دیکھتے۔ شام کو اسے بڑے لالہ جی کے دربار میں طلب کر لیا گیا۔ اس کی پیشی ہوئی اور اس سے اس گستاخی کی وجہ پوچھی

گئی،نو جوان ہوشیار تھا،اس نے برطانوی قانون کی ایک کتاب نکالی اور لالہ جی کے سامنے رکھ دی، کتاب کہتی تھی جس علاقے میں مسلمان آباد ہوں وہاں کسی دوسرے مذہب کا شخص کسی کو مسجد بنانے سے باز نہیں رکھ سکتا۔نو جوان نے دارالعلوم کی سند دکھائی، کچی آبادی میں آباد مسلمانوں کی تعداد بتائی اور پھر لالہ جی سے کہا: ''جناب آپ مجھے قانوناً یہاں مسجد بنانے، اذان دینے اور لوگوں کو دین کی تعلیم دینے سے نہیں روک سکتے۔'' لالہ جی پریشان ہو گئے، انہوں نے نو جوان کو تنہائی میں گفتگو کی دعوت دی، پہلے اس نے سونے چاندی کا لالچ دیا لیکن جب نو جوان نہ مانا تو انہوں نے اسے اس شرط پر کچی آبادی میں مسجد بنانے کی اجازت دے دی کہ وہ اپنی سرگرمیاں گاؤں تک نہیں بڑھائے گا،نو جوان واپس آیا اور اس نے حاشیے کے گرد ایک پکا پتھر لگا دیا۔

یہ رام نگر میں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی بنیاد تھی۔ یہ نو جوان دن میں پانچ وقت اذان دیتا، نماز پڑھاتا اور فارغ وقت میں بچوں کو پڑھاتا، اس کچی آبادی میں آہستہ آہستہ تبدیلی ظاہر ہونے لگی۔سب سے پہلے لوگوں کے نام اسلامی ہوئے، پھر وہ ایک دوسرے کو ''السلام علیکم'' کہنے لگے، پھر عید منائی جانے لگی، پھر باہر سے تبلیغی مشن آنے لگے، یہاں تک کہ وہ اسلامی تبدیلی بنیوں کے گاؤں پر بھی دستک دینے لگی۔۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بنا تو اس گاؤں کے ۸۰ فیصد لوگ مسلمان تھے، تقسیم کا عمل وقوع پذیر ہوا تو لالے ہندوستان چلے گئے اور وہ سارا گاؤں مسلمانوں کو منتقل ہو گیا۔اب اس گاؤں کا نام محمد نگر ہے، اس میں ۶ ہزار مسلمان آباد ہیں، اس میں ۴ مساجد اور دو مدارس ہیں اور اس کی دو تہائی آبادی تعلیم یافتہ ہے جب کہ تمام مرد و زن قرآنی تعلیمات سے بہرہ مند ہیں۔

محمد نگر ہی نہیں برصغیر پاک و ہند کے سینکڑوں شہروں اور ہزاروں لاکھوں دیہاتوں میں اگر آج اسلام اور مسلمان دکھائی دے رہے ہیں، اگر قبرستانوں میں اسلامی طریقے سے مُردوں کی تدفین ہو رہی ہے، اگر لوگ شادی بیاہ اور نکاح کر رہے ہیں، اگر بچیوں کے سروں پر دوپٹے اور بچوں کے بالوں پر ٹوپیاں نظر آتی ہیں اور اگر آبادیوں میں مساجد موجود ہیں اور ان مساجد میں پانچ وقت اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اس کی واحد وجہ رام نگر کے اس نو جوان جیسے وہ نو جوان ہیں جو مدارس سے نکلے، انہوں نے کفرستانوں کا راستہ لیا، وہاں زمین کے چھوٹے ٹکڑوں پر چونے سے حاشیے لگائے اور ان حاشیوں کے ایک کونے میں کھڑے ہو کر ''اللہ اکبر...... اللہ اکبر'' کی صدائیں بلند کیں۔ برصغیر پاک و ہند میں مدارس پہلی ''این جی اوز'' ہیں۔ان مدارس نے نہ صرف لوگوں کو دین کی تعلیم دی بلکہ انہوں نے ان علاقوں میں روایتی تعلیم کا بندوبست بھی کیا جہاں اسکول کا تصور تک ممکن نہیں تھا۔ان مدارس نے معیار زندگی میں اضافے میں بھی بڑی بڑی خدمات سرانجام دیں۔ یہ مدارس ہی ہیں جنہوں نے چوتھی صدی عیسوی کے معیار زندگی کے لوگوں کو پانی ابال کر پینے، رفع حاجت کے بعد صفائی، کپڑوں، چیزوں اور بستروں کو گندگی سے بچا کر رکھنے کا درس دیا۔جنہوں نے چھوٹے بڑے کے احترام، ناپ تول میں بے ایمانی سے بچاؤ، جھوٹ سے پرہیز اور سچ بولنے کی عادت ڈالی۔ یہ وہ این جی اوز ہیں جو پچھلے ۱۴۰۰ سال سے دنیا اور اک ہزار برس سے برصغیر میں خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔اس وقت بھی جب پاکستان میں ۶۴ ارب روپے کا سالانہ بجٹ ملک میں تعلیمی انقلاب لانے میں پوری طرح ناکام رہا، اسکول، کالج اور یونی ورسٹیاں تعلیم یافتہ شہری پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو رہیں۔ یہ مدارس ہی ہیں جو حکومت سے کسی قسم کی مالی اور انتظامی امداد لیے بغیر ۲۰ سے ۲۵ لاکھ طلبہ کو تعلیم

بھی دے رہے ہیں، رہائش بھی اور کھانا بھی ......اس وقت ملک میں دینی اداروں کے پانچ بورڈ ہیں۔ان بورڈ میں ۱۳ ہزار بڑے مدارس رجسٹرڈ ہیں۔ان ۱۳ ہزار مدارس میں ۲۰ سے ۲۵ لاکھ طالب علم پڑھتے ہیں جب کہ پورے ملک میں خواتین کے دس ہزار مدارس ہیں ان مدارس میں قرآن مجید حفظ کرایا جاتا ہے، اس کے ساتھ پرائمری، مڈل اور ہائی اسکول کی تعلیم بھی دی جاتی ہے، جمعیت تعلیم القرآن ٹرسٹ کی مثال لے لیجیے! اس ادارے کے ملک میں ۱۵۰۰ مدارس ہیں جن میں ۶۳۷ مدارس ''آزاد کشمیر'' شمالی علاقہ جات اور پنجاب میں کام کررہے ہیں۔یہ ٹرسٹ ملک بھر کی ۶۰ جیلوں میں قیدیوں کے لیے ایک ہزار کلاسیں چلا رہا ہے۔ یوں صرف ایک ٹرسٹ ایک لاکھ طلبہ کو تعلیم دے رہا ہے۔پچھلے ایک عشرے سے ملک بھر میں اقراء طرز کے مدارس کام کررہے ہیں، ان مدارس کی تعداد بھی ۲۰ ہزار سے زائد ہے۔صرف کراچی شہر میں ۱۰ ہزار ایسے مدارس ہیں جو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں اور بچیوں کو پرائمری لیول کی تعلیم دیتے ہیں۔مڈل لیول کے ۸ ہزار دار العلوم ان کے علاوہ ہیں۔اقراء طرز کے مدارس میں اقراء روضۃ الاطفال زیادہ معروف ہیں۔خدام القرآن ایک ہزار سے زائد چھوٹے بڑے مدارس چلا رہی ہے، آپ کسی شہر میں چلے جائیں آپ کو وہاں ان جماعتوں کے مدارس ملیں گے، ایک اندازے کے مطابق وفاق المدارس میں دیوبندی مکتب فکر کے مجموعی طور پر ۸ ہزار ۳ مدارس رجسٹرڈ ہیں، بریلویوں کے تنظیم المدارس میں ۳ ہزار، جماعت اسلامی کے رابطۃ المدارس میں ۶۰۰ اور اہلحدیث کے وفاق المدارس السّلفیہ میں ۴۳۰ مدارس رجسٹرڈ ہیں۔یہ مدارس حفظ کے ساتھ ساتھ ایم اے تک تعلیم بھی دیتے ہیں۔جب کہ تمام مسجدوں میں جو چھوٹے بڑے مدارس قائم ہیں ان کی تعداد لاکھوں میں چلی جاتی ہے۔ایسے مدارس کی تعداد بھی کسی طرح کم نہیں جو عشروں سے شہر شہر، قصبے قصبے کام کررہے ہیں لیکن ان کی انتظامیہ نے انہیں کسی بورڈ میں رجسٹرڈ نہیں کرایا۔

۲۰۰۱ء دسمبر میں پنجاب حکومت نے پنجاب کے ۸ بڑے شہروں میں قائم مدارس کا جائزہ لیا تھا۔اس جائزے میں پتہ چلا صرف لاہور، گوجرانوالہ، راولپنڈی، فیصل آباد، سرگودھا، ملتان، ڈی جی خان اور بہاولپور میں ۲ ہزار ۵۹۵ مدارس ہیں، جن میں دو لاکھ ۵۲ ہزار ۱۲۵ طالب علم پڑھ رہے ہیں۔لاہور میں دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث کے ۳۵۶ مدارس ہیں، گوجرانوالہ میں ۱۵۴، راولپنڈی میں ۱۸۶، فیصل آباد میں ۱۲۴، سرگودھا میں ۱۶۴، ملتان میں ۳۶۳، ڈی جی خان میں ۳۹۷ اور بہاولپور میں ۹۷۱ مدارس قائم ہیں۔ابھی سرحد، بلوچستان اور سندھ میں مدارس باقی تھے کہ حکومت کو مدارس کی طرف سے شدید ردعمل کا سامنا ہوا اور اس نے سروے کا کام روک دیا۔

ان مدارس کے علاوہ پاکستان میں ۲ ہزار کے قریب دینی رفاہی ادارے بھی کام کررہے ہیں۔یہ ادارے بھی بنیادی طور پر مدارس ہی کی کوکھ سے پیدا ہوئے ہیں۔یہ ادارے ملک بھر میں رفاہی کام کرتے ہیں، اسپتال بناتے ہیں، فری ڈسپنسریاں چلاتے ہیں، ایمبولینس سروس، بلڈ بینک، پکی پکائی روٹی کے پلانٹ لگاتے ہیں، پُل، سڑکیں اور نالیاں تک پکی کرتے ہیں۔آپ اس ضمن میں ''الرشید ٹرسٹ'' کی مثال لے سکتے ہیں۔یہ ٹرسٹ صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ افغانستان اور کوسوو میں بھی رفاہی کام کررہا ہے، یہ دو ہزار ادارے ملکی سطح پر تعمیر وترقی کے بہت کام کررہے ہیں۔آپ ان اداروں کا کام دیکھیں اور حکومت کے پاس رجسٹرڈ ولایتی این جی اوز کے کارناموں کا جائزہ لیں آپ کو زمین وآسمان کا فرق ملے گا۔بات ولایتی این جی اوز کی چلی ہے تو صرف پنجاب میں ۶۵ ہزار رفاہی این جی اوز رجسٹرڈ ہیں۔یہ ان جی اوز ہر سال تعلیم، صحت، ماحولیاتی آلودگی اور صفائی کے نام پر ملک اور بیرون ملک

سے اربوں ڈالر حاصل کرتی ہیں......لیکن یہ سرمایہ مظلوموں تک پہنچنے سے پہلے ہی غائب ہو جاتا ہے۔ ان این جی اوز کے بارے میں کینیڈا کے ایک ماہر نے کیا خوب کہا تھا: ''اب تک جو رقوم یہ این جی اوز حاصل کر چکی ہیں اگر گراؤنڈ پر اس کا دس فیصد بھی خرچ ہو جاتا تو پاکستان کا شمار ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا۔'' کینیڈا کے ماہر کا تجزیہ سو فیصد درست ہے۔ واقعی پاکستان میں رجسٹرڈ این جی اوز کرپشن اور لوٹ کھسوٹ کا ایک ایسا کچرا گھر ہیں جو سڑاند پھیلانے کے سوا کچھ نہیں کرتا جب کہ اس کے مقابلے میں دینی رفاہی ادارے حکومت سے ایک پیسہ نہیں لیتے، اپنی مدد آپ یا لوگوں کے صدقات جمع کرتے ہیں اور پھر یہ رقم نہایت ایمان داری سے غریب عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کر دیتے ہیں۔

حکومت پاکستان ہر سال یہ اعلان کرتی ہے کہ پاکستان میں معیار تعلیم میں اضافہ ہو رہا ہے، شرح خواندگی بھی بڑھ رہی ہے، حکومت کے یہ دعوے ٹھیک ہیں، ہم نے دس برس میں شرح خواندگی میں دس فیصد اضافہ کیا۔ اب پاکستان میں ۴۵ فیصد لوگ پڑھے لکھے ہیں لیکن کوئی شخص اس امر پر غور نہیں کرتا کہ یہ شرح بڑھائی کس نے؟ یقین کیجیے شرح خواندگی میں اضافے کا سہرا مدارس کے سر بندھتا ہے، یہ وہ مدارس ہیں جو سرکاری اور غیر ملکی امداد کے بغیر تعلیم سے محروم بچوں کو روایتی اور دینی علم دیتے ہیں۔ آپ دیکھیے جس علاقے میں سرکاری اسکول قائم ہے آپ کو وہاں گردو پیش غیر تعلیم یافتہ لوگ اور ان پڑھ بچے مل جائیں گے لیکن جس علاقے میں کوئی مدرسہ قائم ہوگا آپ کو وہاں خواندگی ملے گی۔ کیا کسی سرکاری بقراط نے بھی اس پر غور کیا؟ آپ امریکہ کی مثال لیں، اس وقت امریکہ میں مسلمانوں کے ۱۶۵ مدارس ہیں۔ یہ مدارس بھی امریکی امداد کے بغیر چل رہے ہیں، ان مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید عصری تعلیم بھی دی جاتی ہے اور مریکا کا کہنا ہے: ''ہم حیران ہیں یہ ادارے کیسے چل رہے ہیں اور اتنے نظم و ضبط اور کامیابی سے آگے بڑھ رہے ہیں''......امریکیوں کی پریشانی بجا ہے، خود پاکستان کے اندر ۲۴ بڑے اور دو تین لاکھ چھوٹے ادارے ہیں۔ آج تک کسی نے غور نہیں کیا کہ یہ مدارس کس خوبی سے چل رہے ہیں اور ملک میں کس انقلاب کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ آپ ملک کے طول و عرض پر قائم اسکولوں کا جائزہ لیں آپ کو ایسے سینکڑوں اسکول اور کالج ملیں گے جو بنے اور بعد ازاں بند ہو گئے......لیکن آپ کو پورے ملک میں کوئی ایسا مدرسہ نظر نہیں آئے گا جو ایک بار قائم ہوا اور پھر تھوڑے عرصہ بعد بند ہو گیا ہو۔ یہ ایک ایسا خیر کا کام ہے، جس جگہ ایک بار اس کا بیج پڑ گیا بس اس کے بعد دنیا کی کوئی طاقت اسے تناور درخت بننے سے نہیں روک سکتی۔ ہمارے سامنے ایسی ہزاروں مثالیں ہیں۔ کسی صبح کسی باریش شخص نے زمین کا کوئی ٹکڑا صاف کیا، اس پر کھردری چٹائی بچھائی، اس چٹائی پر کسی بچے کو بٹھایا اور پھر اس سے کہا ''پڑھو بیٹے! الف لام میم'' اور پھر دنیا نے چٹائی کے آگے پیچھے بنیادیں کھدتے، بنیادوں کو دیواریں بنتے اور دیواروں پر چھت پڑتے دیکھا اور پھر سال دو سال بعد اس جگہ سینکڑوں بچوں کو قرآن مجید پڑھتے اور اپنے ربّ کا شکر ادا کرتے پایا۔ آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا، چٹائی سے عمارت تک کا یہ سفر کیسے طے ہوا؟ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے مدرسے کی تعمیر کے لیے رقم اور وقت دیا؟ یہ اللہ کا کرم ہے! یہ خیر کے کاموں کا کمال ہے! آپ دلچسپ بات ملاحظہ کیجیے! ہماری حکومت اور بش کا امریکا اس سلسلے کو بند کرنا چاہتا ہے۔ وہ خیر کا یہ سلسلہ بھی منقطع کرنا چاہتے ہیں، کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ اس کا جواب آپ کو اپنے دل سے ملے گا، آپ ذرا اپنے دل سے پوچھ کر تو دیکھیے۔

(ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ)

دینی مدرسوں کا کردار؟

سلیم یزدانی

دینی مدرسوں کا کردار ہر دور میں قرآن وسنت کے مطابق رہا ہے اور مدرسوں کا نظام اتنا ہی قدیم ہے جتنا خود اسلام ہے، وقت کے ساتھ ساتھ اس میں تغیر وتبدیل ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہنا چاہیے، سب سے پہلی دانش گاہ اصحاب صفہ کا وہ مدرسہ تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کی تعلیم وتربیت فرماتے تھے اور وہاں سے تربیت یافتہ صحابہ کو دور دراز کے علاقوں میں اسلام کی تعلیم دینے کے لیے روانہ کیا جاتا تھا، اصحابِ صفہ میں اکثریت غریب اور مسکین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تھیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اُن کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔

ساری دنیا میں جہاں مسلمان گئے وہ مدرسوں کے نظام کو کسی نہ کسی شکل میں اپنے ساتھ لے گئے جہاں مسلمانوں نے مسجد بنائی وہاں مدرسہ خود بخود وجود میں آیا۔ آج مغربی ملکوں میں اور امریکا میں بھی اسلامک سینٹر اور مساجد وہی کردار ادا کر رہے ہیں۔ برصغیر میں جب انگریز سات سمندر پار آ کر قابض ہوئے تو مدرسوں نے اسلامی تہذیب، تعلیم اور معاشرت کو مغرب کی یلغار سے بچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ مدرسوں میں جن طلباء وطالبات کی تعلیم وتربیت کا انتظام ہوتا ہے انہیں کسی قسم کا معاوضہ ادا نہیں کرنا پڑتا، کتابوں، لباس، طعام اور رہائش کا سارا انتظام مدرسے کی انتظامیہ کرتی ہے۔ پاکستان میں دینی مدرسوں کی تعداد چھ سات ہزار ہے اور ان میں بارہ تیرہ لاکھ طلبا تعلیم حاصل کرتے ہیں یہ مدرسے کسی طرح حکومت پر بوجھ نہیں بنتے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مدرسوں نے معاشرے کی اصلاح اور ترویج دین میں ہمیشہ مثبت کردار ادا کیا۔ نائن الیون کے المناک واقعے کے بعد یہ سوچ نمایاں ہوئی کہ دینی مدرسے انتہا پسندی، دہشت گردی میں ملوث ہیں اور جہادی کلچر کو انہی مدرسوں میں فروغ حاصل ہو رہا ہے اس کی ایک بڑی وجہ یہ رہی ہے کہ جس زمانے میں روس نے افغانستان میں مداخلت کی اور اپنی افواج وہاں لے آیا تو افغانیوں نے اس کی شدید مخالفت کی اور مزاحمت کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا، اس قضیے میں امریکہ اپنے مفادات کے تحفظ اور کمیونزم کے خلاف پالیسی کی بدولت ان گروپوں کی مدد کے لیے آگے آ گیا جو مزاحمت کر رہے تھے۔ امریکہ ایک سپر پاور ہے اس نے افغانی مزاحمت کاروں کو اسلحہ فراہم کیا، پیسہ دیا، پلاننگ فراہم کی اور پاکستان کو اس کام کے لیے پوری اسٹریٹجک سپورٹ دی۔

روس کمیونسٹ ملک اور لادین قوتوں کی بڑی علامت تھا اس لیے افغانستان اور پاکستان دونوں ملکوں نے روسی یلغار کو اسلام کے خلاف جارحیت تصور کیا اور روس کے خلاف جنگی کارروائیوں کو جہاد قرار دے دیا گیا، مزاحمت کار مجاہد کہلائے جانے لگے اور جنگ افغانستان، جہاد افغانستان قرار پائی۔ جب جہاد کی فضا قائم ہو گئی تو بہت سے مدرسے ان کے استاد اور طالب علم فعال ہو گئے۔ اس وقت امریکہ سمیت کسی کو اس پر اعتراض نہیں تھا بلکہ وہ اسلامی جذبے کے تحت لڑی جانے والی جنگ کو بالکل صحیح تصور کر

رہے تھے ان کی ہر طرح کی مدد کر رہے تھے۔ ہزاروں مجاہدین کو دوسرے عرب مسلمان ملکوں سے بھرتی کر کے یہاں لایا جا رہا تھا اور امریکہ اس عمل میں ہر طرح کا تعاون کر رہا تھا۔ جب امریکہ کا مقصد حاصل ہو گیا افغان جہاد کے نتیجے میں روس کی کمیونسٹ ایمپائر کا خاتمہ ہو گیا تو وہ افغانستان سے نکل گیا۔ افغانستان میں اقتدار کی جنگ شروع ہو گئی۔ اس وقت افغانستان میں مدرسوں کے طلباء ملا عمر کی قیادت میں منظم ہوئے، انہوں نے ماضی کے متحارب مجاہدین کو مار بھگایا اور اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اس میں اور بھی کئی اندرونی اور بیرونی عوامل کام کر رہے تھے جن کی تفصیل یہاں دینا اس مقالے کا موضوع نہیں ہے کیونکہ افغانستان میں طالبان نے مذہبی حکومت قائم کر دی تھی اس لیے امریکا کے لیے یہ بات باعث تشویش تھی کیونکہ افغانستان میں موجود مقامی اور بیرونی قوتیں جہاد کے جذبے کو اسرائیل کے خلاف منظم کر رہی تھیں، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ افغانستان میں عرب مجاہدین کی ایک بڑی قوت تھی اور فلسطینی عربوں پر اسرائیلی مظالم اور ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے دوران عرب علاقوں پر اسرائیلی قبضہ اور ان علاقوں کو خالی کرنے سے انکار، اسرائیل کے خلاف جہادی جذبات ابھار رہا تھا، یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ اسرائیل یہ سب کچھ اس لیے کر رہا ہے کہ امریکا کی حمایت اسے حاصل ہے چنانچہ نائن الیون کا واقعہ اس وجہ سے ہوا کہ کچھ لوگ غم و غصہ میں امریکا کو اس کی اسرائیل کے حق میں جا بے جا حمایت کی سزا دینا چاہتے تھے، اس سے انتقام لینا چاہتے ہیں جن لوگوں نے 9/11 کے واقعے میں عملی حصہ لیا ان کا مدرسوں سے دور دور کا تعلق نہیں تھا، خود اسامہ بن لادن کسی دینی مدرسے کا پڑھا لکھا ہوا نہیں ہے وہ جدید تعلیم سے آراستہ ہے لیکن ہر مسلمان خواہ وہ مدرسے کا پڑھا ہوا ہو یا نہ ہو وہ اپنی دینی ذمہ داریوں کو نہ بھی سمجھتا ہو لیکن جب اسے یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ دین کو خطرہ ہے تو وہ جان کا نذرانہ بھی دینے سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ یہ ضرور ہے کہ مدرسوں کے طلبا نے طالبان تحریک میں بڑا اہم کردار کیا تا اس کی نظیر نہ تو ماضی میں ملتا ہے اور نہ اب موجود ہے۔

9/11 کے واقعے کو طالبان تحریک اور جہادی کلچر کا نتیجہ سمجھ لیا گیا حالانکہ واضح طور یہ اسرائیلی مظالم کے خلاف ایک ردعمل کا نتیجہ تھا اور اس واقعے سے امریکا والوں اور ان کی حکومت کو یہ پیغام دینا تھا کہ ''ہمیں برباد کر کے تم بھی محفوظ نہیں رہ سکو گے'' اس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا ہے۔

مغرب اور امریکی حکومت نے مدرسوں کے کردار اور وہاں دی جانے والی تعلیم کو غیر حقیقی انداز میں سمجھا ہے، ان مدرسوں میں نہ تو یہودی مذہب کے خلاف تعلیم دی جاتی ہے اور نہ عیسائیت کے خلاف جہاد کرنے کو کہا جاتا ہے، ان مدرسوں میں صدیوں سے محبت، ملنساری، احترام آدمیت کی تعلیم دی جا رہی ہے اگر مغرب والے یا امریکا اپنے آپ کو روشن خیال کہنے والے یہ سمجھتے ہیں مسلمان اپنے قرآنی کردار کو بدل دیں گے تو وہ بہت بڑی غلطی کر رہے ہیں۔

اسلام امن و سلامتی اور خیر کا علمبردار ہے، مسلمان کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ ظالم کا ساتھ نہ دے خواہ وہ اس کا ہم مذہب ہی کیوں نہ ہو یا اس کا ہم وطن اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، مدرسوں میں سیاسی جلسے نہیں ہوتے، علمائے کرام دین کی کامرانی اور اسلام کی اشاعت کے لیے کام کرتے ہیں، وہ طلبا کے ذہن اس طرح بناتے ہیں کہ وہ اچھے مسلمان اور اچھے شہری ثابت ہوں۔ عمومی طور پر مدرسوں میں طلبا کو قتال کی تعلیم نہیں دی جاتی لیکن یہ انہیں ضرور بتایا جاتا ہے کہ قتال کی اگر ضرورت پڑ جائے تو انہیں اس دینی فریضے

کوادا کرنا ہے لیکن یہ سب کچھ دینی مدرسوں کے طلبا پر ہی موقوف نہیں ہے، یہ ذمہ داری ایک عام مسلمان کی بھی ہے اور یہ ہر مسلمان جانتا ہے، یہ اُس کے خون میں موجود ہے کہ اگر اُسے اللہ کے لیے جہاد کے لیے بلایا جائے تو وہ ہنسی خوشی ایسا کرے گا۔ یہ جو باتیں کی جارہی ہیں کہ مدرسوں کا نصاب بدلا جائے گا تو اس سے کیا ہوگا، کیا انگریزی پڑھانے سے جغرافیہ پڑھانے سے کلاسوں میں کمپیوٹر رکھ دینے سے مدرسوں کا نصب العین بدل جائے گا، طلبا میں کوئی تبدیلی آجائے گی، معاشرے اس طرح کی کوششوں سے تبدیل نہیں ہوتے اور نہ ذہنوں میں تبدیلی آتی ہے، انسان کا اس کا دماغ کنٹرول کرتا ہے اور مسلمان بچے کے ذہن پر پہلی آواز جو ریکارڈ ہوتی ہے وہ اذان ہے، یہ آواز قبر تک اس کی رہنمائی کرتی ہے اس کو بتاتی رہتی ہے وہ کون ہے۔ اگر کچھ لوگ اپنے ذاتی نظریات رکھتے ہیں اور انہیں اسلامی نظریات یا قرآنی فکر بنا کر پیش کرتے ہیں تو وہ اسلامی سوچ نہیں ہوسکتی، قرآن صرف مسلمان سے مخاطب نہیں ہے یہ تمام نبی نوع انسان کے لیے خیر کا پیغام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبی نوع انسان کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے جس دہشت گردی سے مغرب اور امریکا آج خوفزدہ ہیں یہ اسلام کی پیداوار نہیں ہے، یہ سیاسی نظریات اور مفادات رکھنے والے گروہوں اور انتہا پسندوں نے متعارف کرائی ہے، عرب ۱۹۴۸ء بلکہ اس سے پہلے سے یہودیوں سے قومی جنگ لڑ رہے ہیں، وہ یہودیت سے جنگ نہیں کررہے ہیں اسرائیل یہودیوں کا ملک ہے اور یہودی ریاست نے ایک دہشت گرد ریاست کا روپ دھار لیا ہے عربوں کے اندر یہودیوں کے خلاف نفرت کے جذبات شدید ہیں اس لیے اسرائیل کے خلاف سیاسی طور پر انہیں کھڑا کرنا آسان ہے۔

مدرسوں میں دینی تعلیم دی جاتی ہے وہاں سیاسی عزائم نہیں ہوتے، اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کچھ مذہبی تنظیمیں جو سیاسی عزائم بھی رکھتی ہوں اور مدرسے بھی چلاتی ہوں تو وہ سیاسی اعتبار سے عالمی منظرنامے کو دیکھتی ہوں لیکن یہ کہنا کہ سارے دینی مدرسوں میں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے، خلافِ واقعہ بات ہوگی، عراق میں ابوغریب جیل میں قیدیوں کے خلاف جو غیر انسانی سلوک ہوا تھا تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پوری امریکی قوم ایسی ہے اس میں کچھ امریکی ملوث ہوئے تھے۔ مدرسوں کی تنظیم نو کوئی بری بات نہیں وہاں جدید علوم کی تعلیم دینا اچھی بات ہے اور میں کئی مدرسوں سے واقف ہوں جہاں جدید تعلیم دی جاتی ہے انہوں نے تو بہت پہلے سلیبس کو وقت کے تقاضوں کے مطابق بنا دیا ہے۔

(نومبر ۲۰۰۵ء)

صرف دینی مدارس ہی کیوں؟

عرفان صدیقی

دینی مدارس ایک بار پھر سنگ زنی کی زد میں ہیں۔ یہ باور کرلیا گیا ہے کہ انتہا پسندی کے چشمے یہیں سے پھوٹتے اور دہشت گردی کے لشکر انہی چھاؤنیوں سے سفر آغاز کرتے ہیں کسی کے پاس اس بدگمانی کی کوئی دلیل ہے، نہ جواز، شہادت ہے نہ ثبوت......لیکن برطانیہ اور امریکہ یہی کہتے ہیں سوان کے کہنے پر یقین کرنا ہماری مجبوری ہے۔ دنیا کے کسی خطے میں کسی بھی طرح کا زلزلہ آئے اس کا مرکز پاکستان ہی قرار پاتا ہے اور ہم دنیا کو مطمئن کرنے اور دہشت گردی کے خلاف جنگ سے اپنی قلبی وروحانی وابستگی ثابت کرنے کے لیے دینی مدارس پر چڑھ دوڑتے ہیں۔ چور نہ ہونے کے باوجود تنکا نکالنے کے لیے اپنی داڑھی کھجانے والے کو بھی چور سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اگر ہم شروع میں ہی واضح کردیتے کہ ہمارے دینی مدارس کے بارے میں یہ تاثر درست نہیں اور انہیں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے سرچشمے نہ سمجھا جائے تو شاید دنیا اپنی بدگمانی پر نظر ثانی کرتی لیکن جب ہم نے خود ہی ان کا دامن رنگا رنگ تہمتوں سے داغ داغ کردیا تو دنیا نے بھی یقین کرلیا کہ پاکستان کے دینی مدارس ہی فتنے کی جڑ ہیں۔ اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کرنے اور بدگمانی کے سارے رشتے اپنی ذات سے جوڑنے کا تازہ ترین مظاہرہ اسلام آباد کے عین قلب میں بین الاقوامی سفارتی منطقے سے کوئی نصف کلومیٹر دور خواتین کے ایک مدرسے میں ہوا۔ ابھی سیون سیون کا شکار ہونے والی ریلوں اور بسوں کا ملبہ بھی نہیں اٹھا تھا کہ اسلام آباد پولیس نے جامعہ حفصہ پر ہلہ بول دیا۔ نماز عشاء سے ذار پہلے ہونے والے آپریشن میں زنانہ پولیس مدرسے کے باہر کھڑی رہی اور مردانہ پولیس نے اندر گھس کر آنسو گیس اور لاٹھی چارج سے سو کے لگ بھگ بچیوں کو زخمی کردیا۔ کچھ مستقلاً ذہنی توازن کھو بیٹھیں اور درجنوں ابھی تک زیر علاج ہیں۔ بعدازاں پولیس افسران کے خلاف کارروائی تو ہوئی لیکن یہ معاملہ ہنوز تحقیق طلب ہے کہ اس اچھوتے خیال کی کونپل کس کی شاخ فکر پر پھوٹی اور کس نے اس طرح کے بے رحمانہ آپریشن کا حکم جاری کیا۔ پھر ملک بھر کے دینی مدارس پر چھاپے پڑنے لگے۔ سینکڑوں افراد کو گرفتار کرلیا گیا۔ کئی مدیران جرائد اور صحافی بھی دھر لیے گئے۔ ساتھ ہی حکومت کی طرف سے مدارس کو نکیل ڈالنے کے بیانات جاری ہونے لگے۔ ان کے لیے چندہ مانگنا بھی جرم ٹھہرا۔ ان پر ایک مخصوص نصاب پڑھانے کے لیے دباؤ بڑھایا جانے لگا اور تازہ ترین حکم یہ صادر ہوا کہ جو مدرسہ ۳۱ دسمبر تک رجسٹریشن نہیں کرائے گا، اسے بند کردیا جائے گا۔ رجسٹریشن کے معنی صرف باضابطہ اندراج نہیں اس سے مراد نصاب، طریق امتحان، پرچہ ہائے سوالات، طلبہ کے داخلے، اساتذہ کی بھرتی اور دیگر معاملات کے

حوالے سے تمام حکومتی شرائط کے سامنے سپر انداز ہونا اور اس دینی تشخص سے دست برداری ہے جو چودہ صدیوں سے ان درس گاہوں کا امتیاز و افتخار رہا ہے۔حکومت اس معاملے کو انتہائی سطحی حکمت عملی اور جابرانہ اقدامات کے ذریعے الجھائے چلی جارہی ہے اور اسے اس امر کا اندازہ نہیں ہورہا کہ وہ کہاں کہاں اور کس کس شعبہ زندگی میں بے کلی کے بیج بو رہی ہے۔

پاکستان کا شمار دنیا کے اُن گنے چنے کم نصیب ملکوں میں ہوتا ہے جہاں تعلیم کا عمل زبردست زبوں حالی کا شکار ہے۔صدر پرویز مشرف نے قوم کے نام اپنے خطاب میں تعلیم،صحت اور پینے کے پانی جیسے شعبوں کا خصوصی تذکرہ کیا اور یہ خواہش بھی ظاہر کی ہے کہ پاکستان کو عالم اسلام کی امامت کا فریضہ سرانجام دینا چاہیے لیکن ہماری تعلیمی حالت بیشتر اسلامی ممالک اور جنوبی ایشیاء کے تقریباً سبھی ممالک سے کہیں زیادہ ناگفتہ بہ ہے۔ہم آج بھی اپنی مجموعی قومی آمدنی کا دو فیصد سے بھی کم تعلیم پر خرچ کررہے ہیں۔ پھر بھی ہماری نصف سے زیادہ آبادی ناخواندہ ہے۔گزشتہ روز ہی اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں یونیسکو کے اعداد شمار کا حوالہ دے کر بتایا گیا کہ خواندگی کی شرح میں بتدریج اضافے کے باوجود آج پاکستان میں ان پڑھ افراد کی تعداد ۱۹۴۷ء سے زیادہ ہے۔ہمارے ہاں صرف دینی مدارس ہی ''مین اسٹریم'' سے خارج نہیں اور بھی کئی تماشے ہورہے ہیں۔تعلیمی نظام شدید اور مکروہ نوعیت کی طبقاتی تقسیم کا شکار ہے۔کوئی مذہب اور روشن خیال ملک اس کی اجازت نہیں دیتا لیکن ہمارے ہاں بہ یک وقت تعلیم کے کئی دھارے بہہ رہے ہیں۔مفلوک الحالوں کے لیے الگ،غریبوں کے لیے الگ،زیریں متوسط طبقے کے لیے الگ،امیر کے لیے الگ،رؤسا کے لیے الگ اور منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہونے والوں کے لے الگ۔ایسا نہ صرف اسلام کی روح کے منافی بلکہ آئینی تقاضوں سے بھی متصادم ہے لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں۔آج بھی گلی گلی،محلے محلے او لیول اور اے لیول کرانے والے ادارے کھلے ہیں اور دھڑلے سے برطانوی یونی ورسٹیوں کا تیار کردہ نصاب پڑھایا جارہا ہے جس کا پاکستان کی نظریاتی فکر اور تہذیبی اقدار سے کوئی واسطہ نہیں۔دینی مدارس کے چندے بند کرنے والے ان سے نہیں پوچھتے کہ تم کروڑوں کی گرانٹ کہاں سے وصول کرتے اور ہمارے بچوں کی کیسی ''برین واشنگ'' کررہے ہو؟ بھارت نے جہاں آزادی کے فوراً بعد جاگیرداری کا خاتمہ کردیا تھا وہاں آج سے چالیس سال پہلے او اور اے لیول جیسے سامراجی امتیازی نظام کا بھی خاتمہ کردیا گیا۔ڈاکٹر مہاتیر محمد نے دورہ پاکستان کے دوران بتایا تھا کہ وہ قومی آمدنی کا ایک چوتھائی حصہ تعلیم پر خرچ کرتے رہے۔ملائیشیا میں صرف ایک ہی نظام، ایک ہی نصاب اور ایک ہی طریقہ امتحان رائج ہے مخصوص شعبوں کے سوا اہل ثروت اپنے بچوں کو تعلیم کے لیے باہر نہیں بھیج سکتے۔ غیر ملکی سفارتخانوں کو اپنے اسکول کھولنے کی اجازت ہے لیکن مقامی باشندے اپنے بچے وہاں داخل نہیں کراسکتے۔

ہمارے ہاں تعلیمی اصلاحات مداری کے تماشے جیسی ہوتی ہے۔گزشتہ ہفتے وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی نے تعلیمی نظام میں انقلاب بپا کرنے کے لیے یہ معرکۃ الآراء اعلان جاری کیا کہ اب نویں اور دسویں جماعت کے امتحان الگ الگ نہیں ہوا کریں گے۔اب کہا گیا ہے کہ ہر صوبے میں دس ماڈل انگلش میڈیم اسکول کھلیں گے۔پہلی سے انگریزی لازمی ہوگی۔تمام اسکولوں میں ریاضی اور سائنس کا طریق تدریس انگریزی ہوگا۔فنی تعلیم دی جائے گی،گویا چھ متضاد تعلیمی دھارے بدستور بہتے رہیں گے اور ان میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی رہیں گی اور طبقاتی تقسیم کی دیواری اونچی ہوتی رہیں گی۔ملک بھر میں ہر سطح کے سرکاری اسکولوں کی

تعداد دولاکھ کے لگ بھگ ہے اب اگر چار صوبوں میں چالیس ماڈل اسکولوں کے چار ہزار بچوں کو بہتر تعلیم مل بھی گئی تو چالیس کم دو لاکھ اسکولوں میں زیر تعلیم دو کروڑ بچے تو پہلے ہی کی طرح رُلتے اور عالی مرتبت گھرانوں کے نالائق بچوں کی چاکری کرتے رہیں گے۔

تعلیم کا پورا نظام کھوکھلا ہو چکا ہے۔ یہ ایک بڑا آپریشن مانگتا ہے لیکن ہماری اصلاحات کا تازیانہ صرف دینی مدارس کی پشت پر برس رہا ہے۔ یہ اصل مسئلے سے چشم پوشی اور خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔ نائن الیون کے مفروضہ ملزموں سے لے کر اسامہ بن لادن اور ایمن الظواہری سے لے کر ابومصعب زرقاوی تک کوئی دینی مدرسے کا فیض یافتہ نہیں، سب نے اعلیٰ یونی ورسٹیوں سے ڈاکٹری یا انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی۔ ملا محمد عمر کا تعلق دینی مدارس سے رہا، لیکن امریکہ اور برطانیہ بھی اس مردِ جری کی ذات سے دہشت گردی کا کوئی واقعہ منسوب نہیں کر سکے۔ سب کو خبر ہے کہ دہشت گردی کا سرچشمہ کہاں ہے، نفرتوں کے دھارے کہاں سے پھوٹ رہے ہیں اور اشتعال کی آگ کون بھڑکا رہا ہے۔ دینی مدارس کے خلاف یلغار خوف کے اسی آسیب کا کرشمہ ہے جس نے نائن الیون کی تیرہ بخت رات سے ہمیں دبوچ رکھا ہے۔ اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے رہنماؤں کا رویہ بے حد مفاہمانہ اور مصالحانہ ہے۔ ان کے مطالبات بھی جائز اور مبنی برحق ہیں لیکن یوں محسوس ہوتا ہے جیسے بارگاہ اقتدار میں بیٹھے کچھ روشن خیال عناصر، صدر مشرف اور پاکستان کے لیے مسائل پیدا کر رہے ہیں۔ ان کے من گھڑت اور بے ڈھب بیانات دنیا کے مغالطوں کو درست ثابت کر رہے ہیں۔ اگر ان لوگوں کی نیت ٹھیک ہے تو یہ تعلیم کی ہمہ پہلو خستہ حالی کا مداوا کرنے کی کوئی تدبیر کریں اور جب تک وہ ایسا نہیں کر پاتے، اندھی روشن خیالی کے جنوں میں مٹی کے ان دیوں کی ٹمٹائی لو سے نہ کھیلیں، جو کسی کا کچھ نہیں بگاڑ رہی۔

پاکستان کے ۱۳ ہزار سے زائد دینی مدارس میں زیر تعلیم ۱۵ لاکھ سے زائد طلبا میں، غیر ملکی طلبہ کی تعداد ۱۴ سو بتائی جاتی ہے ان غیر ملکی طلبہ میں سے بیشتر کا تعلق شام، عراق، ایران، کویت، ملائیشیا، افغانستان، مصر، ترکمانستان، تونس، تھائی لینڈ اور بعض مغربی ممالک سے ہے۔ ۲۸ مارچ ۲۰۰۲ء کو کیے گئے ایک بڑے آپریشن میں ایف بی آئی اور مقامی ایجنسیوں نے پچاس کے لگ بھگ غیر ملکی طلبہ کو گرفتار کر لیا۔ اس سے خوف و ہراس کی ایسی فضا پیدا ہوئی کہ بہت سے طلبہ اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر اپنے ملکوں کو چلے گئے۔ اس کے بعد پاکستان کا رُخ کرنے والے طلبا کا مسئلہ بڑی حد تک رُک گیا اور وہ بھارت کے دینی مدارس کو ترجیح دینے لگے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ بچے آسودہ حال گھرانوں سے آئے تھے جو نہ صرف اپنا سارا خرچہ خود برداشت کرتے بلکہ اپنے نادار رفقائے مدرسہ کی کفالت بھی کرتے تھے اپنے ملکوں کو واپس نہ جانے والے طلبا کا خیال تھا کہ سال دو سال بعد موسم بدل جائے گا۔ ان میں خاصی بڑی تعداد اُن وسط ایشائی ریاستوں سے آئی تھی جہاں کی مسجدیں بے اذان ہیں اور جہاں گھروں کے دیوار و در تلاوت کلام پاک کی نورانی گونج کو ترس گئے ہیں۔ پاکستان بدری کی خبر سن کر قرآن حکیم حفظ کرتے ان معصوم بچوں کے آنسو تھمنے میں نہیں آ رہے۔ ان کے ننھے منے دماغ یہ سمجھنے سے بھی قاصر ہیں کہ دنیا کو اُن سے کیا خطرہ ہے اور انہیں "دہشت گرد" کیوں سمجھا جا رہا ہے۔ ۱۴ سو غیر ملکی طلبہ میں سے ۹۵ فیصد کے پاس اپنی حکومتوں یا پاکستان میں موجود اپنے سفارتخانوں کے باقاعدہ اجازت نامے موجود ہیں وہ باضابطہ ویزا حاصل کر کے آئے ہیں۔ غیر ملکی طلبہ میں تین ہزار کے لگ بھگ افغان طلبہ کو شمار نہیں کیا جا رہا۔

شاید اس لیے کہ امریکہ اور کرزئی انہیں پاکستان ہی میں رکھنا چاہتے ہیں۔ عجیب منطق ہے کہ ملائیشیا، تیونس اور فرانس سے آنے والا طالب علم مدارس کے سبب ''دہشت گرد'' بن جائے گا لیکن افغان طالب علم ان ''اثراتِ بد'' سے محفوظ رہے گا۔ قیام پاکستان کے وقت مغربی پاکستان میں دینی مدارس کی تعداد صرف ۲۴۷ تھی۔ ۱۹۷۷ء میں جب صدر ضیاء الحق نے اقتدار سنبھالا تو یہ تعداد ۸۹۳ تک پہنچ چکی تھی۔ ان مدارس کی سندات کو سرکاری ملازمتوں کے لیے تسلیم کرنے، جہاد افغانستان اور عمومی اسلامی فضا کے سبب ۱۹۸۰ کی دہائی میں ان مدارس کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ نائن الیون کے بعد نظریاتی تشخص کے تحفظ کا نیا ولولہ پیدا ہوا اور آسودہ حال، جدید سوچ کے حامل خاندانوں کے بچے بھی ادھر کا رُخ کرنے لگے۔ گزشتہ چار برسوں میں کم و بیش تین ہزار نئے مدارس قائم ہوئے اور پہلے سے قائم مدارس میں زیر تعلیم بچوں کی تعداد بھی خاصی بڑھ گئی۔ بیرون ملک رہنے والے پاکستانیوں کے بچے بھی دینی تعلیم کے لیے پاکستان آنے لگے۔ اس دوران حکومت نے ان مدارس کو آزادانہ ماحول میں پھلنے پھولنے دیا، لیکن خود ان ۱۳ ہزار مدارس کو اتنی مدد بھی نہ دی جتنی وہ لاہور کے ایک عزت مآب کالج کو دیتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دینی مدارس کا سالانہ بجٹ بارہ ارب روپے ہے اور یہ سب انصار مدینہ کی روایتوں کے امین پاکستانی پورا کرتے ہیں۔

یہ تاثر قطعی طور پر درست نہیں کہ دینی مدارس انتہا پسندی اور دہشت گردی کو ہوا دے رہے ہیں۔ یہ ہوا واشنگٹن اور لندن جیسے منطقوں سے آرہی ہے۔ مسلمانوں پر منظم اور مسلسل مظالم نے ردعمل کی فضا پیدا کی ہے اور اس ردعمل کا ایک حصہ مذہب کے ساتھ گہری وابستگی کی صورت میں ڈھل رہا ہے۔ امریکہ کے طرز عمل کے بارے میں جدید تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی سوچ دینی مدارس کے طلبہ کی سوچ سے بھی زیادہ متشددانہ ہے۔ جہاد کے بارے میں بھی دینی اور عمومی مدارس کی سوچ میں زیادہ فرق نہیں۔ ۲۰۰۴ء میں Himal South Asia کے ایک سروے میں سوال پوچھا گیا کہ ''کیا کشمیر کے لیے جہادی گروپس کی مدد کی جانی چاہیے؟'' تو دینی مدارس کے 52.82 فیصد طلبہ نے اثبات میں جواب دیا جب کہ کیڈٹ کالجوں اور پبلک اسکول کے 53.8 فیصد بچوں کا جواب ہاں میں تھا۔ لہٰذا یہ سوچ کر محض تخیل آفرینی ہے کہ دینی مدارس ''انتہا پسندی اور دہشت گردی'' کے گڑھ ہیں۔

نائن الیون کو ۳ سال ۱۱ ماہ ہو چکے ہیں لیکن ۱۳ ہزار مدارس میں سے کسی ایک میں بھی کوئی عسکری تربیت گاہ، کوئی ایٹمی ری ایکٹر، بھاری پانی کا کوئی مٹکا، کوئی بارود خانہ، اسلحہ ڈھالنے کی کوئی بھٹی، تلواریں تیز کرنے کی کوئی سان، جنگی گھوڑوں کا کوئی اصطبل اور جنگجوؤں کا کوئی جتھا برآمد نہیں ہوا۔ ۷۰ ہزار اساتذہ اور ۵ لاکھ طلبا میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ملا جس کی گردن میں دہشت گردی کا طوق ڈالا جا سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ دینی مدارس کے فارغ التحصیل افراد کا شمار معاشرے کے اصحابِ خیر میں ہوتا ہے۔ آج پاکستان کے جیل خانوں میں سزا بھگتنے والے افراد کا سروے کیجیے کہ ان میں بند جیب کتروں، اٹھائی گیروں، راہزنوں، چوروں، ڈاکوؤں، لٹیروں، قاتلوں، شرابیوں، زانیوں اور جرائم پیشہ قیدیوں میں سے کتنے ایسے ہیں جن کا تعلق عمومی تعلیمی اداروں سے رہا اور کتنے ایسے ہیں جنہوں نے دینی مدارس سے کسب فیض کیا۔ جوئے کے اڈے اور شراب کی بھٹیاں چلانے والوں میں سے کتنے دینی مدارس کے فارغ التحصیل ہیں؟ انسانی اسمگلنگ اور عصمت فروشی کے دھندے کون چلا رہا ہے؟ گینگ ریپ، اغوا برائے تاوان، منشیات فروشوں، قبضہ گروپوں، لینڈ مافیا، کرپشن، لوٹ مار اور غنڈہ گردی کا ارتکاب کرنے والے سیاہ کاروں میں سے

کتنے یونی ورسٹیوں اور کالجوں کے فارغ التحصیل ہیں اور کتنے جامعہ اشرفیہ، بنوری ٹاؤن، اکوڑہ خٹک اور خیر المدارس کے فیض یافتہ ہیں؟...... ماضی میں کئی عالی مرتبت تعلیمی اداروں کے طلبہ گینگ ریپ، ڈکیتیوں اور قتل جیسی وارداتوں میں ملوث پائے گئے، طلبا کے گروہوں میں مسلح تصادم معمول کی بات ہے۔ کسی دینی مدرسے کا نام لیں جس کے بچے اس نوع کی سرگرمیوں یا باہمی قتل و غارت گری میں ملوث پائے گئے ہوں۔ اگر یہ مدارس واقعی زہر پھیلا رہے ہیں تو انہیں بلڈوزر کر دیجیے اور اگر ایسا نہیں (اور یقیناً ایسا نہیں) تو پھر غیر ملکی طلبہ پر پابندی کیوں؟ کیا عمومی تعلیمی اداروں پر بھی یہ پابندی لگائی جائے گی؟ کیا اب ہمارے طلبا باہر نہیں جائیں گے؟ کیا دوست ممالک کے کیڈٹس ہماری اکیڈمیوں میں نہیں آئیں گے؟ اگر یہ سب کچھ بدستور جاری رہے تو پھر دینی مدارس ہی کو کیوں نشانہ بنایا جا رہا ہے جہاں غیر ملکی طلبا کی تعداد آٹے میں نمک سے بھی کم ہے۔

شاید اندازہ لگانے کی فرصت کسی کے پاس نہیں کہ کس طرح پاکستان کے بال و پر نوچے جا رہے ہیں۔ کس طرح اس کو تنہا کیا جا رہا ہے۔ کس طرح اسے مسلم برادری سے کاٹا جا رہا ہے۔ کس طرح اس کا امتیازی تشخص مجروح کیا جا رہا ہے۔ اب قرآن وحدیث اور تفسیر وفقہ کی تعلیم لینے والے، نگر نگر کے طلبہ، بھارت کا رُخ کریں گے اور حصولِ علم کے بعد واپس اپنے ملکوں میں واپس جا کر بھارت کے سفیر بنیں گے۔ اہل وطن کو اس سوال نے بھی پریشان کر رکھا ہے کہ ان دینی اداروں کا نظم ونسق اور متعلقہ امور کی نگہبانی کس وزارت پر ہے۔ کبھی وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی طبع آزمائی کرتے ہیں۔ کبھی وزیر داخلہ شیر پاؤ چنگاریوں کو ہوا دیتے ہیں۔ کبھی وزیر مذہبی امور محمد اعجاز الحق شعلوں پر پانی ڈالتے دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی وزیر اعظم متحرک ہو جاتے ہیں۔ کبھی چودھری شجاعت حسین بیچ بچاؤ کرانے لگتے ہیں۔ کبھی یوں لگتا ہے کہ جیسے معاملہ صدر مشرف نے خود اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے او رکبھی تو یہ گمان گزرتا ہے کہ حرف آخر وائٹ ہاؤس اور ٹین ڈاؤننگ اسٹریٹ سے پھوٹتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ کوئی سنجیدہ اور فہمیدہ پالیسی مرتب نہیں ہو پا رہی۔ کابینہ بھی تقسیم لگتی ہے، ایک دھڑ ''ہر چہ بادا آباد'' کہہ کر مدرسوں کو بلڈوز کر دینا چاہتا ہے۔ دوسرا دھڑ محاذ آرائی سے گریز کرتے ہوئے افہام وتفہیم پر زور دے رہا ہے۔ دینی مدارس تو سخت جان مٹی سے بنے ہیں۔ منہ زور آندھیاں چودہ سو سال سے اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں البتہ مجھے دھڑ کا سا لگا ہے کہ اس معرکے میں برادرم اعجاز الحق کے منصب وزارت کا خون نہ ہو جائے۔

(ستمبر ۲۰۰۵ء)

خونخوار مسلمان

عطاء الحق قاسمی

اہل مغرب کی بے خبریاں ملاحظہ فرمائیں کہ انہیں مسلمانوں کی دہشت گردی کا آج پتہ چلا ہے حالانکہ پوری انسانی تاریخ اسلامی دہشت گردی سے بھری پڑی ہے، مگر مغرب والے اتنے بھولے ہیں کہ وہ مؤرخین کی باتوں کا یقین کر کے سارے جنگی جرائم اپنے کھاتے میں لکھتے چلے آرہے ہیں، میں نے اپنے طور پر تاریخ کو کھنگالنے کی کوشش کی ہے اور زمینی حقیقتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ نتائج اخذ کیے ہیں، ممکن ہے کچھ لوگوں کو میری باتوں کا یقین نہ آئے جس میں، میں خود بھی شامل ہوں اس کے باوجود ہمیں اپنے بچوں کو یہی تاریخ پڑھانا چاہیے جو میں نے زمانے کے تقاضوں کے پیش نظر مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ میرے اس مختصر سے جائزے میں آپ کو کچھ ایسے اسلامی دہشت گردوں کے نام بھی نظر آئیں گے جو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اصل چیز تو اسلامی دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں اپنا حصہ ڈالتے ہوئے اپنے بچوں کو بتانا ہے کہ مغرب والے انسان دوست، روشن خیال اور امن عالم کے رکھوالے ہیں جب کہ ہم مسلمان ازل سے دہشت گرد واقع ہوئے ہیں اس ضمن میں ان تاریخی حقیقتوں میں سے صرف چند ایک ملاحظہ فرمائیں جن سے مسلمانوں کے دہشت گرد، تنگ نظر اور امن عالم کے دشمن ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔ آج ہمارا ایٹمی پروگرام بجا طور پر اہل مغرب کو کھٹک رہا ہے اور ان کی اس بات میں وزن ہے کہ یہ غیر ذمہ دار ہاتھوں میں جا سکتا ہے کیونکہ ہم لوگ اس حوالے سے پہلے بھی غیر ذمہ داری کا ثبوت دے چکے ہیں۔ نام نہاد مؤرخین کا کہنا ہے کہ ۱۹۴۵ء میں دوسری جنگ عظیم کے دوران امریکہ نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم پھینکے جس سے مجموعی طور پر چھ لاکھ بے گناہ لوگ مارے گئے، یہاں تک تو مؤرخین کی بات ٹھیک ہے لیکن ان کی یہ اطلاع درست نہیں کہ اس وقت امریکہ کے صدر ٹرومین تھے بلکہ میری تحقیق کے مطابق اس وقت امریکہ کے صدر قاضی حسین احمد تھے جن کے حکم کے نتیجے میں اتنے وسیع پیمانے پر انسانی تباہی عمل میں آئی۔ اس جنگ میں تقریباً تین کروڑ انسان مارے گئے تھے۔

اسی طرح مؤرخین ہمیں بتاتے ہیں کہ پہلی جنگ عظیم میں انگلینڈ اور فرانس کے مدمقابل جرمنی، اٹلی اور ترکی تھے۔ اس جنگ میں بھی کروڑوں انسانی جانیں تلف ہوئیں، واضح رہے کہ ان تمام ملکوں کے سربراہ جامعہ اشرفیہ، خیر المدارس، بنوری ٹاؤن اور پاکستان کے دینی مدرسوں کے پڑھے ہوئے تھے، مؤرخین ایک نیک طینت انسان ہٹلر پر بھی یہ بہتان تراشتے ہیں کہ اس کے قائم کردہ نازی کیمپوں میں ساٹھ لاکھ یہودیوں کو اذیتیں دے دے کر ہلاک کیا گیا تھا۔ حالانکہ اس وقت جرمنی میں ہٹلر کی نہیں مولانا سمیع الحق کی حکومت تھی اور یہ سارے مظالم انہیں کے حکم پر ہوئے تھے۔ اسی طرح سربوں نے ایک بہت مختصر عرصے میں

بوسنیا کے چودہ لاکھ باشندوں کو ہلاک کر دیا تھا، یہ الزام خواہ مخواہ اہل مغرب پر آتا ہے حالانکہ اس وقت سربوں کے لیڈر مولانا فضل الرحمان تھے اور یہ جو مؤرخوں نے انگریزوں پر الزام لگایا ہے کہ بیسویں صدی کے اوائل میں انہوں نے چینی قوم کی بیداری کے زمانے میں انہیں افیم کی کاشت جاری رکھنے کے لیے دباؤ ڈالا اور اس جنگ کا آغاز کیا جسے opium war کا نام دیا جاتا ہے تو یہاں تک یہ بات درست ہے مگر میری تحقیق بتاتی ہے کہ اس وقت برطانیہ پر علامہ طالب جوہری کی حکومت تھی جب کہ بدنام بے چارے اہل مغرب کو کیا جاتا ہے۔ اسی طرح برخود غلط قسم کے مؤرخین نے اہل مغرب پر مذہبی انتہا پسندی کے بودے الزام بھی عائد کیے ہیں اور اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ کروڑوں مسیحی، فرقہ پرستی کی وجہ سے ایک دوسرے کے ہاتھوں ہلاک ہوئے، حتیٰ کہ پوپ کے حکم پر بے شمار لوگوں کو محض مسلک کے اختلاف کی وجہ سے زندہ جلا دیا گیا جب کہ میرے نزدیک اہل مغرب کی تاریخ رواداری اور روشن خیالی کی تاریخ ہے اور یوں یہ سب باتیں بکواس ہیں، مجھے یقین ہے کہ اگر غیر جانبدار مؤرخ تحقیق کرے تو اس میں بھی پاکستان کے دینی مدرسوں کا ہاتھ نکلے گا۔ گلیلیو نے تیرھویں صدی عیسوی میں جب یہ نظریہ پیش کیا کہ زمین گردش کرتی ہے تو اسے بائبل کے منافی قرار دے کر موت کی سزا سنائی گئی، جس پر وہ بے چارا اپنی تھیوری سے منحرف ہو گیا جس سے سزائے موت ٹل گئی تاہم وہ اپنے دوستوں کی محفل میں کہا کرتا تھا کہ میرے منحرف ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ زمین تو بہر حال گردش کرتی ہے، مؤرخین نے اس واقعہ کا ملبہ بھی اہل مغرب پر ڈالا ہے حالانکہ میرے اندازے کے مطابق گلیلیو کو سزائے موت علامہ ساجد میر نے سنائی تھی، آئرلینڈ میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے درمیان ہونے والی خونریز جنگ اور دہشت گردی کی ہولناک وارداتیں تو ابھی کل کا واقعہ ہیں، لہٰذا یہ امر تو شک وشبہ سے بالا ہے کہ اس میں ہمارے دینی مدرسوں کا ہاتھ تھا اور جہاں تک انسان دوستی کا تعلق ہے، اہل مغرب کا ریکارڈ اس ضمن میں بھی شاندار ہے، افغانستان اور عراق اس کی تازہ ترین مثالیں ہیں، تورا بورا کی غاریں اور ابو غریب جیل بھی اس کے گواہ ہیں مگر بدخواہ مؤرخین نے یہاں بھی ان کے بے داغ دامنوں پر چھینٹے اڑانے کی کوشش کی ہے، اسی طرح افریقہ کے جنگلوں سے کالوں کو جانوروں کی طرح پکڑ کے بحری جہازوں میں لادا جاتا تھا اور انہیں مغربی ملکوں میں لا کر خرکار کیمپوں میں بند کر دیا جاتا تھا ان کے سامنے روکھی سوکھی روٹی پھینک دی جاتی اور ان سے جانوروں کی طرح کام لیا جاتا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بہیمانہ جرائم بھی مسلمانوں نے کیے ہوں گے بلکہ میرا دھیان براہ راست القاعدہ کی طرف جاتا ہے۔ کیوں کہ دنیا میں ہر جگہ ہونے والے مظالم کے ذمہ دار یہی لوگ ہیں۔

ارباب اختیار سے میری درخواست ہے کہ وہ نصاب تعلیم پر نظر ثانی کریں تاکہ آئندہ مسلمانوں میں ایسے دہشت گرد، انتہا پسند، تنگ نظر اور امن عالم کے دشمن پیدا نہ ہوں جن کا مختصر سا احوال میں نے اوپر کی سطور میں بیان کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسا کرنے سے ہمارے نمبر بھی بنیں گے اور حکمرانوں کو دیر تک پاکستانی عوام کی خدمت کرنے کا موقع دیا جائے گا۔

(ستمبر ۲۰۰۵ء)

شرمانے کی ضرورت نہیں

عباس مہکری

پاکستان کے دینی مدارس کے بارے میں مغربی دنیا انتہائی غلط فہمیوں کا شکار ہے، ان کی وجہ سے مغربی ذرائع نے منفی پروپیگنڈہ کے ذریعے عالم اسلام کی پہلی جوہری طاقت پاکستان کا امیج خراب کرنے کی قابل افسوس کوشش کی ہے، یہ تاثر دیا گیا ہے کہ دینی مدارس انتہا پسندی اور بنیاد پرستی کی تعلیم دیتے ہیں اور دہشت گرد پیدا کرتے ہیں، حالانکہ کسی بھی حوالے سے یہ تاثر درست نہیں ہے اس پروپیگنڈے کی بنیاد یکطرفہ اور متعصّبانہ سوچ ہے لیکن مغربی دنیا نے جو ذہن بنالیا ہے اس کے سبب پاکستان کے لیے زبردست مشکلات سے نکلنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ پاکستان کے ارباب اقتدار اور ذمہ دار لوگوں کو دفاعی اور معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی بجائے ان غلط فہمیوں کو دور کرنا چاہیے اور حقیقت حال کو واضح کرنا چاہیے۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے گورنر ڈاکٹر عشرت حسین نے اگلے روز واشنگٹن میں ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے اس ضمن میں ایک قابل ستائش کوشش کی ہے اور دینی مدارس سے متعلق مثبت پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ ''پاکستان کے دینی مدارس متوازن تعلیم دے رہے ہیں، مغربی دنیا میں ان مدارس کے بارے میں انتہا پسندی اور بنیاد پرستی کا تاثر درست نہیں ہے اور نہ ہی ان مدارس کا کسی خاص مکتبہ فکر سے تعلق ہے''۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دینی مداس کے بارے میں اچانک منفی پروپیگنڈہ کیوں شروع کر دیا ہے حالانکہ یہ اس زمانے سے قائم ہیں جب سے برصغیر میں اسلام کی روشنی پھیلنا شروع ہوئی تھی، امریکہ اور اس کے حواری مغربی ممالک کو ان دینی مدارس پر اس وقت بھی اعتراض نہیں تھا جب وہ افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف برسرپیکار تھے اور ان مدارس کے طلباء کو اشتراکیت کا مقابلہ کرنے کے لیے ہراوّل دستوں کے طور پر استعمال کر رہے تھے، یہاں تک کہ افغانستان میں طالبان کی حکومت قائم ہوگئی، جیسے ہی سوویت یونین کا شیرازہ بکھرا اور سرد جنگ کا خاتمہ ہوا مغرب نے اپنا رویہ تبدیل کرلیا اور عالمی سرمایہ دارانہ نظام کی حامی قوتوں نے ایک نیا محاذ کھول لیا اور عالم اسلام کو اچانک اپنا حریف اور دشمن قرار دے دیا، دینی مدارس کے خلاف مغربی ذرائع ابلاغ کا پروپیگنڈہ دراصل اسی اسلام اور مسلمان دشمنی کا نتیجہ ہے، گیارہ ستمبر کے واقعات کے بعد اس پروپیگنڈے میں خاص طور پر شدت آگئی ہے، مسلم ممالک کے حکمران اس پروپیگنڈے کے دباؤ میں آکر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہیں، پاکستان کو خصوصاً اس پروپیگنڈے کا شکار بنایا گیا ہے جہاں ان دینی مدارس کی تعداد دوسرے مسلم ممالک کی نسبت سب سے زیادہ زیر بحث لا جاتا ہے، گزشتہ دنوں امریکی سفیر کے علاوہ ناروے اور دیگر ممالک کے وفود نے دینی مدارس کے دورے کیے اور ان کے بارے

میں رپورٹیں مترتب کیں۔ کچھ رپورٹیں منظر عام پر بھی آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حوالے سے مغرب کی آراء درست نہیں ہیں۔

اس وقت پاکستان کے دینی مدارس کے مختلف بورڈ میں تقریباً ۱۳ ہزار مدارس رجسٹرڈ ہیں جن کے فارغ التحصیل طلباء و طالبات کو ڈگریاں دی جاتی ہیں، اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے ذرائع کے مطابق ملک بھر میں لگ بھگ چالیس ہزار چھوٹے بڑے مدارس ہیں جہاں لاکھوں طلباء و طالبات کو دینی تعلیم دی جاتی ہے، مغربی دنیا نے ان دینی مدارس کے بارے میں چاہے جو بھی رائے قائم کی ہو لیکن ان کی مختلف رپورٹس میں اس حقیقت کا بہر حال اعتراف کیا گیا ہے کہ یہ مدارس دنیا کی سب سے بڑی این جی او یعنی غیر سرکاری تنظیم ہیں جو بیک وقت لاکھوں بچوں کو نہ صرف تعلیم دیتی ہیں بلکہ ان کی کفالت بھی کرتی ہیں، دنیا میں اتنا بڑا غیر سرکاری فلاحی نظام کہیں بھی نہیں ہے، اس حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پاکستان کا شمار دنیا کے انتہائی غریب ملکوں میں ہوتا ہے جہاں ملک کی ۴۰ فیصد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزارتی ہے، لوگوں کی اکثریت کے پاس اپنے بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے لیے بنیادی وسائل نہیں ہیں، یہ دینی مدارس ان غریبوں کے بچوں کا واحد سہارا ہیں جہاں انہیں مفت تعلیم کے ساتھ ساتھ روٹی بھی ملتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ۳۵ تا ۴۰ لاکھ بچے اور نوجوان ان مدارس میں زیر کفالت ہیں، ذرا اس بات کا تصور کیا جائے کہ اگر دینی مدارس نہ ہوتے تو ان بچوں اور نوجوانوں کا کیا ہوتا اور پاکستان کے سماجی حالات کس قدر گھمبیر ہوتے، ان مدارس نے حکومت کا بہت بڑا بوجھ ہلکا کیا ہوا ہے، یہ بات آسان نہیں ہے کہ مدارس کو یکدم ختم کر دیا جائے اور دنیا کے سب سے بڑے اس فلاحی نظام کی خدمات سے انکار کر دیا جائے، یہ نظام نہ اچانک بنا ہے اور نہ ہی اچانک ختم ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے خاتمے سے پاکستان کا معاشرتی توازن بگڑ سکتا ہے۔

آج کل پاکستان میں ''این جی اوازم'' کی ترویج کے لیے زبردست حوصلہ افزائی کی جارہی ہے، بعض حلقے تو یہ بھی کہتے ہیں کہ پاکستان کا اصل اقتدار این جی اوز کو منتقل ہو گیا ہے مغربی ممالک این جی او کی بہت مدد کر رہے ہیں اس شعبے میں دولت کا اس قدر بہاؤ ہے کہ وطن عزیز کا ہر اسمارٹ شخص کوئی نہ کوئی این جی او بنالیتا ہے، اس کی بنیاد پر وہ نہ صرف پیسہ کماتا ہے بلکہ اقتدار کی راہداریوں میں بھی داخل ہو جاتا ہے، ہماری حکمران اسٹیبلشمنٹ بھی اس این جی اوازم میں پوری طرح ملوث ہے، ان غیر سرکاری تنظیموں نے پاکستان کے عوام کی حالت بدلنے میں کیا کردار ادا کیا وہ سب کے سامنے ہے، بڑے بڑے ہوٹلوں میں سیمینارز، ورکشاپس اور مذاکرے منعقد ہوتے ہیں جن میں پڑھے جانے والے مقالوں میں پاکستان کے انتہائی سنگین مسائل ایک ہی نشست میں حل کر دیے جاتے ہیں، ان تقریبات میں بڑی بڑی بیگمات اور انگریزی بولنے والے بابو شریک ہوتے ہیں، کہیں کیٹ واک ہو رہی ہوتی ہے اور کہیں رقص و موسیقی کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں بڑی بڑی تقریروں کے بعد کھانا پینا ہوتا ہے اور لوگ گھروں کو چلے جاتے ہیں، ان تقریبات کو تعلقات میں وسعت کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور سرکاری منصوبوں میں این جی اوز کے عمل دخل کی راہ ہموار کی جاتی ہے، جواز یہ بنایا جاتا ہے کہ سرکاری افسران کرپٹ ہیں لہٰذا عوامی فلاح و بہبود کے کام این جی اوز کو کرنے چاہئیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اہم حکومتی عہدے حاصل کر لیے جاتے ہیں، عوام کو اس پورے عمل سے کیا ملتا ہے اس بات کی کسی کو پروا

نہیں ہے اور نہ ہی کسی نے آج تک اس بات کا حساب کیا ہے کہ این جی اوز کو جو رقم ملتی ہے وہ کہاں گئی۔

اصل خدمت یہ دینی مدارس کر رہے ہیں جنہیں زبردست تنقید کا نشان بنایا جا رہا ہے، لاکھوں بچوں اور نوجوانوں کی کفالت کا اتنا مربوط اور مستحکم نظام اور کہیں نہیں ہے، یہ دینی مدارس عوام کے عطیات اور مخیّر حضرات کے تعاون سے چلتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس فلاحی پروگرام کو مرتب کرنے والے خود پاکستان کے لوگ ہیں اور یہ پاکستان جیسے غریب ملک کی سماجی ضرورت ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض دینی مدارس کو غیر ملکی امداد بھی ملتی ہے لیکن اس کے منفی نہیں بلکہ مثبت پہلو پر سوچنا چاہیے کہ لاکھوں بچوں کی کفالت تو ہو رہی ہے اور یہ ایسا ٹھوس فلاحی کام ہے جو نظر آتا ہے۔ راقم خود بھی ایک دینی مدرسے کے ساتھ اپنی حیثیت سے تعاون کرتا ہے اور اس کے معاملات کی نگرانی بھی کرتا ہے، اس مدرسے میں دینی تعلیم کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا، نہ تو وہاں فرقہ واریت کی تبلیغ کی جاتی ہے اور نہ دہشت گردی کا درس دیا جاتا ہے، اکثر مدارس نیک جذبے کے تحت کام کرتے ہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دینی مدارس میں جدید تعلیم کیوں نہیں دی جاتی؟ دینی مدارس جدید تعلیم کے مخالف نہیں ہیں اب زیادہ تر مدارس میں کمپیوٹر اور سائنس کی تعلیم بھی دی جا رہی ہے، وہ نصاب میں بہتری کے لیے حکومت کے ساتھ تعاون کے لیے بھی تیار ہیں بشرطیکہ حکومت اس طرف سنجیدگی سے توجہ دے۔

مدارس پر ایک الزام یہ بھی عائد کیا جاتا ہے کہ یہ دہشت گردی اور انتہا پسندی کے مراکز ہیں، اس الزام میں کوئی حقیقت نہیں ہے سرکاری تعلیمی اداروں میں تشدد اور گڑبڑ کے واقعات تو ہوتے رہتے ہیں، دینی مدارس میں اس طرح کے کوئی واقعات نہیں ہوتے۔ سرکاری تعلیمی اداروں میں رینجرز اور پیراملٹری فورسز کا کنٹرول ہوتا ہے، دینی مدارس میں ایسی کوئی بات نہیں، دہشت گردی میں اگر کچھ عناصر ملوث ہیں تو اس میں مختلف حکومتوں کی غلط پالیسیوں کا عمل دخل ہے، جنہوں نے نام نہاد مذہبی گروہ بنا کر انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا، دینی مدارس کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ زبردست کوششوں کے باوجود اس بات کا ثبوت نہیں مل سکا ہے کہ کسی مدرسے میں مسلح تربیت دی جاتی ہے پھر ان پر اس طرح کے الزامات لگانا درست نہیں، ان مدارس نے بڑے بڑے علماء پیدا کیے جن کا معاشرے میں بہت احترام کیا جاتا ہے، ان مدارس کا ماحول انتہائی پُرسکون اور پُرامن ہے، پاکستان کے لوگ بھی ان مدارس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، لہٰذا ان کے بارے میں اصل حقائق بتاتے ہوئے شرمانا نہیں چاہیے۔

(جون ۲۰۰۵ء)

سچ زیادہ دیر تک چھپایا نہیں جاسکتا

ارشاد احمد حقانی

سچ سچ ہوتا ہے اور خواہ اس کو مسخ کرنے اور دبانے کی جتنی کوشش کی جائے کبھی نا کبھی اس کا اعتراف سب کو کرنا پڑ جاتا ہے، پاکستان دہشت گردی کے خلاف مبینہ جنگ میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا ساتھ دے رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مغربی حکومتیں کبھی کھل کر پاکستان کی غیر جمہوری فوجی حکومت پر تنقید نہیں کرتیں، زیادہ سے زیادہ ان کا مطالبہ آزاد الیکشن کے انعقاد تک محدود ہوتا ہے، لیکن یہ مطالبہ بھی صرف زبان کی حد تک کیا جاتا ہے، ان کا عمل اس بات کی شہادت نہیں دیتا کہ وہ دل سے پاکستان میں جمہوریت کے حامی ہیں، تاہم آج کی دنیا میں ایسے بہت سے ادارے موجود ہیں جو تمام تحفظات اور محدود مفادات کو ایک طرف رکھتے ہوئے پورا سچ بیان کر دیتے ہیں۔

پاکستان میں اس وقت صدر مشرف کی حکومت کے خلاف رائے عامہ اس طرح متحد نظر آتی ہے کہ ماضی میں اس کی کم ہی مثالیں ملتی ہیں، ایک طرف مفتی اعظم پاکستان جنرل پرویز مشرف سے اپنی رَوش تبدیل کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں تو دوسری طرف نیویارک میں ہیومن رائٹس واچ نے مغربی حکومتوں پر تنقید کی ہے کہ انہوں نے اپنے مفاد کی خاطر پاکستان میں غیر جمہوری اقدامات نظر انداز کیئے۔

مفتی اعظم پاکستان اور جامعہ دارالعلوم کراچی کے مہتمم مفتی محمد رفیع عثمانی نے کہا ہے کہ ملک بھر سے تعلق رکھنے والے تمام مکاتب فکر کے علماء اس بات پر متفق ہو چکے ہیں کہ صدر پرویز مشرف فوری طور پر استعفیٰ دے کر ملک اور قوم پر رحم کریں اور فوری مستعفی ہوں۔ آئین سے ماورا جن اقدامات کے تحت انہوں نے صدر کا عہدہ حاصل کیا ہے، وہ کبھی ملک میں دیر پا استحکام پیدا نہیں کر سکتے اور انہیں جلد یا بدیر یہ عہدہ چھوڑنا ہوگا۔ مفتی اعظم نے کہا کہ حکمرانوں کے جرائم ناقابل معافی قبیح اور بھیانک ہیں ،جنہوں نے پوری قوم کو ایک بند گلی میں لا کھڑا کیا ہے۔

انہوں انکشاف کیا کہ لال مسجد کے معاملے میں رات کے ۲ بجے معاہدہ ہو چکا تھا اور میں نے خود شرائط پر دستخط کر دیئے تھے، جن کی روشنی میں یہ طے کیا گیا تھا کہ عبدالرشید غازی اور دیگر طلبہ وطالبات کو ان کے گھروں میں پہنچا دیا جائے گا، تاہم ایوان صدر سے اچانک فیصلہ تبدیل ہوا اور مسجد و مدرسہ میں موجود طلبہ وطالبات کو جلا کر بھسم کر دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ملک بھر میں جاری خودکش حملے گو کہ غیر شرعی اور حرام ہیں مگر درحقیقت حکمرانوں کی ان پالیسیوں کا ردعمل ہیں جو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر اپنے ہی کلمہ گو بھائیوں پر ظلم وستم پر مبنی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ حفصہ کی بیشتر طلبہ مٹہ، وزیرستان، باجوڑ، سوات اور دیگر قبائلی

علاقوں سے تعلق رکھتی تھیں تو پھر یہ کیسے تصور کرلیا جائے کہ ان بچیوں نے اپنے اوپر ڈھائے گئے مظالم کو باپ اور بھائی کے سامنے بیان کیا ہو اور ان کا خون نہ کھول اٹھا ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ تمام حملے انتقامی کارروائیاں ہیں جنہیں بلاوجہ دین اسلام کے ساتھ نتھی کیا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ علماء کا تعلق کسی سیاسی جماعت سے ہے اور نہ ہی ہمارا کوئی سیاسی ایجنڈا ہے، لیکن موجودہ تہہ در تہہ بحرانوں کے حل کے لیے ہماری دیانت دارانہ رائے یہ کہ عدلیہ کو آئین کے تقاضوں کے مطابق بحال کر کے صدر پرویز مشرف ملک وملت کی خاطر مستعفی ہو جائیں۔

مفتی رفیع عثمانی نے صدر مملکت کو مشورہ دیا کہ وہ اگر رضا کارانہ طور پر ملک وملت کی خاطر یہ اقدام کریں تو یہ ایک طرف ان کے وقار کو بلند کرنے کا ذریعہ بنے گا، دوسری جانب ملک سیاسی بحران سے نکل پٹڑی پر آجائے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ صدر پرویز مشرف جنہیں شدت پسند اور انتہا پسند کہتے ہیں ان کو امریکی آنکھ سے دیکھنے کی بجائے پاکستانی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش کریں اور یاد رکھیں کہ پاکستان کی سول آبادی پر ہونے والے فوجی آپریشن اس کا حل نہیں۔

اِدھر عالمی حقوق کی تنظیم ہیومن رائٹس واچ نے بھی پاکستان کی صورت حال پر متوازن اور صداقت پر مبنی ایک تجزیہ جاری کیا ہے جس میں کہا گیا کہ مغربی طاقتوں نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حمایت کے باعث، اپنے مفادات کی خاطر پاکستان میں صدر پرویز مشرف کی حکومت کے غیر جمہوری اقدامات اور حقوق کی پامالی کے واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے، یہ الزام بین الاقوامی تنظیم ہیومن رائٹس واچ کی جانب سے سالانہ رپورٹ میں عائد کیا گیا ہے، رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ صدر مشرف نے اپنے صدارتی انتخاب کی قانونی حیثیت بارے سپریم کورٹ کی رولنگ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے نومبر میں ایمرجنسی نافذ کی اور عدلیہ کی آزادی کے لئے جاری تحریک کو کچل ڈالا، ہزاروں وکلاء اور سیاسی مخالفین کو ۲۰۰۷ میں من مانی کرتے ہوئے حراست میں لیا گیا، ملک کے زیادہ تر سینئر ججوں کو برطرف کر دیا گیا جبکہ میڈیا پر سخت پابندیاں عائد کی گئیں، برطانیہ، امریکہ اور یورپی یونین نے اپنے بیانات میں صدر مشرف پر زور دیا کہ وہ ہنگامی حالت ختم کریں اور زیر حراست افراد کو رہا کر کے آزاد اور منصفانہ انتخابات کا انعقاد کرائیں تاہم ان ممالک کے قول وفعل میں تضاد تھا اور یہ رپورٹ تحریر کئے جانے تک تینوں مغربی طاقتیں مشرف حکومت کو خطیر فوجی اور اقتصادی امداد جاری رکھے ہوئے ہیں، رپورٹ میں بش انتظامیہ کو ہدف تنقید بناتے ہوئے کہا کہ امریکی صدر پاکستان میں حقوق کی صورت حال میں بہتری اور برطرف کئے گئے چیف جسٹس کی بحالی کے لیے دباؤ ڈالنے میں ناکام رہے، گزشتہ چند سالوں سے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں تعاون کے باعث امریکہ نے پاکستان کی صورت حال پر تنقید کی بجائے خاموشی اختیار کر رکھی ہے، صدر مشرف نے ایمرجنسی کے دوران اٹھائے گئے اقدامات کے تحت میڈیا کو دبایا، فوج کو شہریوں کو حراست میں رکھنے اور مقدمہ چلانے، جبکہ عدالتوں کو وکلاء کے لائسنس منسوخ کرنے کا اختیار دے دیا گیا، ہیومن رائٹس واچ نے صدر مشرف کے بطور صدر دوبارہ انتخاب اور ایمرجنسی کے بعد بنائی گئی سپریم کورٹ سے اس کی منظوری کو بھی مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگرچہ صدر مشرف سویلین حکومت کی تشکیل کا دعوی کر رہے ہیں تاہم ان کے دوبارہ انتخاب کو غیر قانونی تصور کیا گیا اور ملک ابھی تک مؤثر فوجی کنٹرول میں ہے، میڈیا کے بعض دفاتر پر حملے کے علاوہ ملکی و بین الاقوامی میڈیا کے لئے کام کرنے

والے رپورٹروں کو حراست اور تشدد کا نشانہ بنایا گیا، دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ کے ساتھ ساتھ انسان حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کا سلسلہ جاری ہے خاص طور پر افغانستان سے ملحقہ قبائلی علاقوں میں صورت حال سنگین ہے، گروپ نے مزید کہا کہ اس نے غیر قانونی حراستوں اور تشدد کے واقعات کو دستاویزی شکل دی تھی، جب چیف جسٹس کو برطرف کیا گیا وہ ان واقعات کی تحقیقات کر رہے تھے تاہم رپورٹ میں اسلامی عسکریت پسندوں کو بھی پر تشدد حملوں اور قتل جیسے سنگین جرائم کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔

اس وقت حالت یہ ہے کہ لاتعداد ادارے اور شخصیات صدر مشروف کی حکومت سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ پاکستان کے حالات کی اصلاح کے لئے خود پاکستانی حکومت بھی اپنے رویئے میں تبدیلی کرے اور مغربی طاقتیں بھی اپنے محدود مفادات کو پیش نظر رکھنے کی بجائے پاکستان میں جمہوریت کے مفاد کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔

(صفر۱۴۲۱ھ، مارچ ۲۰۰۸ء)

مغربی نظام تعلیم کا اثر

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جب کوئی ایسی قوم جو متعین و محکم عقائد، مستقل فلسفۂ حیات اور مسلک زندگی، اپنی ایک مستقل تاریخ جو محض ماضی کا ایک ملبہ نہیں بلکہ آئندہ نسلوں کے لیے نشان راہ کی حیثیت رکھتی ہے اور جس کے لیے پیغمبر کی شخصیت اور اس کا زمانہ آئیڈیل کی حیثیت رکھتا ہے، جب کسی ایسی قوم یا دور کا نظام تعلیم قبول کرتی ہے، جو اساس و بنیاد اور مثال و معیار میں اس سے مختلف بلکہ اس کی ضد واقع ہوئی ہے، تو قدم قدم پر تصادم ہوتا ہے اور ایک کی تعمیر دوسرے کی تخریب اور ایک کی تصدیق دوسرے کی نفی و تردید، ایک کا احترام دوسرے کی تحقیر کے بغیر ممکن نہیں۔ ایسی حالت میں پہلے ذہنی کشمکش، پھر عقائد میں تزلزل، پھر اپنے دین سے انحراف اور قدیم افکار و اقدار کے بجائے جدید افکار و اقدار کا آنا ضروری ہے۔ کسی قسم کی خوش نیتی، ضمیر کی خلش، سرپرستوں کی خواہش، خارجی و جزائی انتظامات اس کی رفتار کو سست اور اس کے وقوع کو مؤخر کر سکتے ہیں، ملتوی نہیں کر سکتے۔ یہی معاملہ مغربی نظام تعلیم کا ہے۔ وہ اپنی ایک روح اور اپنا ایک منفرد ضمیر رکھتا ہے جو اپنے مصنفین و مرتبین کے عقیدہ و ذہنیت کا عکاس، ہزاروں سال کے طبعی ارتقاء کا نتیجہ، اہل مغرب کے مسلمہ افکار و اقدار کا مجموعہ اور ان کی تعبیر ہے۔ یہ نظام جب کسی اسلامی ملک یا مسلمان سوسائٹی میں نافذ کیا جائے گا تو اس سے ابتداءً ذہنی کشمکش، پھر اعتقادی تزلزل، پھر ذہنی اور بعد میں (الا ما شاء اللہ) عینی ارتداد قدرتی ہے۔“

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مغربی تعلیم کا زہر)

صدر محترم اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں

آغا مسعود حسن

صدر پاکستان جناب جنرل پرویز مشرف نے پاکستان کے دینی مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے والے غیر ملکی طلباء طالبات کو فوری طور پر پاکستان چھوڑنے کا عندیہ دیا ہے۔ان کے اس حکم سے پورے پاکستان میں ایک ہلچل سی مچ گئی ہے۔عوام کی اکثریت حکومت سے یہ سوال کر رہی ہے کہ وہ مغرب اور امریکہ کو خوش کرنے کے لیے کتنا جھکے گی اور کس حد تک۔ پاکستان میں دینی مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے والے غیر ملکی طالب علموں کی تعداد ۵ فیصد سے زیادہ نہیں ہے جب کہ ۱۰ لاکھ کے قریب طلبہ کا تعلق پاکستان سے ہے، چنانچہ ۵ فیصد طلبہ کو جن کی اکثریت صرف اور صرف دینی تعلیم کے حصول کے لیے پاکستان آئی ہوئی ہے نہایت شریف النفس اور مہذب واقع ہوئے ہیں۔ان غیر ملکی طلبہ نے پاکستان کا انتخاب اس لیے کیا ہے کہ یہاں کے علماء ہر ملک کے فقہ کا زبردست فہم وادراک رکھتے ہیں اور بہت ہی اچھی تعلیم دے رہے ہیں۔ان میں سے کوئی بھی غیر ملکی طلبہ نہ تو مغرب اور امریکہ کے خلاف دہشت گردی کی تربیت حاصل کر رہے ہیں اور نہ ہی ان دینی مدرسوں میں اساتذہ مغرب مخالف تعلیم دے رہے ہیں۔

اگر پاکستان میں چند ایسے مدارس موجود ہیں جہاں مغرب اور مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے خلاف نوجوانوں کو بھڑکایا جاتا ہے تو ایسے مدارس اور علماء کے خلاف حکومت کو ضرور کارروائی کرنی چاہیے کیونکہ ماضی میں پاکستان کے طول وعرض میں جو کارروائیاں ہوئی تھیں اور اس میں سیکڑوں معصوم لوگ مارے گئے تھے اس کے پیچھے ایسے ہی عناصر کام کر رہے تھے جن کو دین اور دنیا کی واجبی تعلیم حاصل تھی اور وہ بیرونی اشارے اور سرمائے سے پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات کرا کر ریاست کو کمزور کرنا چاہتے تھے تاکہ اس صورت میں پاکستان کے ازلی دشمن فائدہ اٹھا سکیں لیکن نہ تو سنی بھائیوں نے ان عناصر کی باتوں پر توجہ دی اور نہ ہی شیعہ بھائی مشتعل ہوئے۔اس طرح شیعہ سنی اتحاد کے ذریعے ان عناصر کی زبردست حوصلہ شکنی ہوئی تھی جس کی وجہ سے اب صورت حال کافی بدل چکی ہے اور مساجد اور امام بارگاہوں پر حملوں کا سلسلہ تقریباً ختم ہو چکا ہے۔حکومت نے بھی ایسے عناصر کو گرفتار کرنے میں کوئی پیش نہیں کی بلکہ انہیں قانون اور انصاف کی سزا دلوا کر کیفر کردار تک پہنچایا ہے۔

چنانچہ معروضی حالات کے پس منظر میں اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرے گا کہ پاکستان میں دینی مدارس اسلام سے متعلق اچھی تعلیم دے رہے ہیں جیسا کہ میں نے بالائی سطور میں لکھا ہے کہ دینی مدارس کی وجہ سے پاکستان میں اسلام کا آفاقی پیغام دور دور تک پھیل رہا ہے اور ان کا انتہا پسندی یا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے اس پیغام کو سن کر اور سمجھ کر بیرونی ممالک سے طلبہ اپنے والدین اور بزرگوں کے مشوروں سے دینی تعلیم کے حصول کے لیے پاکستان آ رہے ہیں جو پاکستان کے لیے ایک

بہت بڑا اعزاز بھی ہے۔ مزید برآں یہ تمام طالب علم اپنے ملکوں کی طرف سے سفیروں کا کردار ادا کر رہے ہیں جس کی وجہ سے پاکستان اور ان ملکوں سے تعلق رکھنے والے طالب علموں کی وجہ سے اچھے باہمی تعلقات میں اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ اس لیے اگر ان محدود تعداد میں آئے ہوئے طالب علموں کو محض اس لیے پاکستان سے نکالا جا رہا ہے کہ وہ دہشت گردی کا سبب بن رہے ہیں تو یہ ایک قطعی غیر منطقی بات ہے۔ اگر حکومت کو ان طلبہ کے کردار پر کوئی شک وشبہ ہے تو وہ ان کی نقل وحرکت کی آسانی نگرانی کر سکتی ہے، لیکن محض مغربی ممالک کے پروپیگنڈے کی وجہ سے ان طلبہ کا پاکستان سے اخراج خود پاکستان کے لیے نہ صرف بدنامی کا باعث بنے گا بلکہ اسلامی ملکوں کے مابین خوشگوار تعلقات پر بھی منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

حقیقت میں صدر محترم کے غیر ملکی طلبہ کے اخراج سے متعلق احکامات کی وجہ سے نہ صرف دینی مدارس میں صورتحال کشیدہ ہو سکتی ہے بلکہ ان اسلامی ممالک میں بھی تشویش پیدا ہوگی ہے جن سے ان طلبہ کا تعلق ہے۔ اس لیے صدر محترم سے مودبانہ گزارش ہے کہ وہ ان غیر ملکی طلبہ سے متعلق اپنے فرمان پر ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ غور کریں اور اس کو واپس لیں تاکہ دینی مدارس اور بعض اسلامی ملکوں میں جو صورتحال پیدا ہوگئی ہے اس کا تدارک ہو سکے۔ ویسے بھی میں یہاں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دینی تعلیم کے حصول کے لیے غیر ملکی طلبہ کا پاکستان آنا اور یہاں قیام کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پاکستان کے قیام کے فوراً بعد کئی اسلامی ملکوں سے جن میں ایران، عراق اور سعودی عرب شامل تھے، نوجوان دینی تعلیم کے لیے پاکستان آئے اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔

پاکستان کے قیام سے پہلے غیر منقسم ہندوستان میں اسلامی ممالک سے طلبہ دینی تعلیم کے لیے دہلی، حیدرآباد دکن، مدراس، کلکتہ اور بمبئی میں قیام کیا کرتے تھے اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس اپنے وطن چلے جایا کرتے تھے نیز پاکستان اور ہندوستان میں بڑے بڑے علماء اور فقہاء انہی دینی مدارس کے فارغ التحصیل تھے اور ان کی فرنگیوں کے خلاف جدوجہد اور قربانیاں تاریخ میں ایک روشن باب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ دینی مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ محض اس لیے کیا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کو ان اصلی اور بنیادی مراکز سے دور کر دیا جائے اور ان کی جگہ مغرب کے طرز زندگی کو بھرپور طریقے سے روشناس کرا کر ان کا "حلیہ" بدل دیا جائے جو مسلمانوں کو کسی طرح بھی قبول نہیں ہے۔ دراصل گیارہ ستمبر کے بعد یہود اور ہنود نے یہ طے کر لیا ہے کہ مسلمان ملکوں میں انتشار پیدا کر کے انہیں آپس میں لڑایا جائے تاکہ یہ مزید کمزور ہو جائیں اور بعد میں ان کے وسائل پر قبضہ کر لیا جائے جیسا کہ عراق اور افغانستان میں ہوا ہے اب یہود اور ہنود کی نگاہ پاکستان پر ہے جو ایک ایٹمی طاقت ہے اور جہاں کی افرادی قوت انتہائی ذہین اور محنتی ہے اور جن کے جذبہ ایمانی پر شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، اس لیے صدر محترم آپ غیر ملکی طلبہ سے متعلق اپنے فرمان پر از سر نو غور کریں اور ایسی صورتحال پیدا کریں کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ محض مغربی ممالک کے دینی مدارس کے خلاف پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر کوئی کام کرنا ملکی اور قومی مفاد میں نہیں ہے۔

(ستمبر ۲۰۰۵ء)

اونٹ اور خچر بھی دہشت گرد ہیں!!

جاوید چودھری

"وفاق المدارس" پاکستان میں موجود دینی مدرسوں کا بورڈ ہے، پاکستان کے نو ہزار مدرسے اس بورڈ سے منسلک ہیں، اس وقت ان مدارس میں پانچ لاکھ طالب علم دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ۲۷ دسمبر ۲۰۰۱ء کو صدر جناب پرویز مشرف نے اس بورڈ کے اکابرین کے ساتھ ملاقات کی، ملاقات کا ایجنڈہ وہ غیر ملکی طلبہ تھے جو پاکستانی مدرسوں میں زیر تعلیم ہیں، اس ملاقات میں صدر نے فرمایا:

> "مدارس میں زیر تعلیم غیر ملکی طالب علموں کو حکم دیں کہ وہ پاکستان میں موجود اپنے سفارتخانوں سے رابطہ کریں، جن جن طالب علموں کے بارے میں سفارتخانے این او سی جاری کر دیں آپ انہیں تعلیم دیں اور جو طالب علم این او سی حاصل نہ کر سکیں، آپ انہیں اپنے ادارے سے نکال دیں"۔

وفاق المدارس نے صدر کی تجویز سے اتفاق کیا اور واپس جا کر تمام مدرسوں کو خط لکھ دیا، اس وقت پاکستان میں ڈیڑھ ہزار کے قریب غیر ملکی طالب علم تھے، ان میں سے اکثریت نے اپنے اپنے سفارتخانے سے این او سی حاصل کر لیے، وفاق المدارس نے یہ این او سی وزارت داخلہ میں جمع کرا دیئے، جن طالب علموں نے این او سی جمع نہیں کرائے انہیں ۲۰۰۲ء میں ڈی پورٹ کر دیا گیا، اسی سال وفاق المدارس نے فیصلہ کیا جب تک حالات بہتر نہیں ہوتے پاکستانی مدرسوں میں غیر ملکی طالب علموں کو داخلے نہیں دیئے جائیں گے۔ چنانچہ ۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۵ء تک پاکستان کے کسی مدرسے میں کسی نئے غیر ملکی طالب علموں کو داخلہ نہیں دیا گیا، اتوار کے روز میں نے وفاق المدارس کے سیکریٹری جنرل قاری محمد حنیف جالندھری کو فون کیا، آپ پاکستان کے پانچ وفاق المدارس کی تنظیم "اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان" کے رابطہ سیکریٹری بھی ہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ حکومت کا کہنا ہے اس وقت پاکستانی مدارس میں ۱۴۰۰ غیر ملکی طالب علم ہیں، غیر سرکاری ادارے ان کی تعداد ۳۵۰۰ بتاتے ہیں، آپ کے ریکارڈ کے مطابق کتنے طالب علم ہیں؟ جالندھری صاحب نے فرمایا: "حکومت کے پاس پرانے اعداد و شمار ہیں، پاکستان میں ۲۰۰۲ء میں ۱۴۰۰ طالب علم تھے، ہم نے پچھلے تین برسوں میں نئے طالب علموں کو داخلے نہیں دیئے لہٰذا ان میں سے بے شمار طالب علم اپنی تعلیم مکمل کر کے واپس جا چکے ہیں۔ ہمارے پاس اب صرف پانچ سے لے کر چھ سو تک غیر ملکی طالب علم ہیں، یہ تمام طالب علم باقاعدہ ویزہ لے کر پاکستان آئے ہیں، ان کے سفارتخانوں نے انہیں این او سی دے رکھے ہیں، یہ این او سی وزارت داخلہ میں جمع ہیں اور پورے پاکستان میں کسی جگہ ان طالب علموں کے خلاف کوئی شکایت درج نہیں، یہ طالب علم پاکستان کے قوانین اور ضابطوں کے

اندر رہ کر تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور ہمیں اس کی اجازت ۲۰۰۲ء میں صدر پاکستان نے دی تھی“۔

برصغیر پاک و ہند کے مدارس پچھلے اڑھائی سو سال سے دنیا بھر کے طالب علموں کا مرکز چلے آ رہے ہیں، جب پاکستان بنا تو تعلیم حاصل کرنے کی یہ روایت اس خطے میں منتقل ہوگئی، پچھلے ۵۷ برسوں میں دنیا کے ۴۰ اسلامی ممالک کے ہزاروں لاکھوں طالب علموں نے پاکستانی مدارس سے تعلیم حاصل کی، لیکن گیارہ ستمبر کے بعد پاکستانی مدارس پر برا وقت آ گیا، مدارس کے خلاف کریک ڈاؤن شروع ہوا، غیر ملکی طالب علموں کی چھان بین کا آغاز ہوا جس کے ردعمل میں مدارس نے غیر ملکی طالب علموں کو داخلے دینا بند کر دیئے، ہماری اس پالیسی کا فائدہ بھارت نے اٹھایا۔ ۲۰۰۲ء تک بھارت میں ۹۱۱ دینی مدارس تھے اور ان میں ۱۲۲۳ غیر ملکی طالب علم پڑھتے تھے بھارتی حکومت نے مدارس کی انتظامیہ کو نئے مدرسے بنانے کی تحریک دی، بھارت اس وقت دنیا کا واحد غیر اسلامی ملک ہے جو مدرسہ بنانے کے لیے بلا سود قرضہ دیتا ہے اور جس میں دنیا کے کسی بھی ملک کا، کوئی بھی طالب علم محض ۲۱۰۰ روپے جمع کر کے کسی بھی مدرسے میں داخلہ لے سکتا ہے، بھارتی حکومت کی اس پالیسی کے نتیجے میں صرف تین برسوں میں بھارت میں اڑھائی ہزار نئے مدرسے بنے جن میں اس وقت ایک لاکھ کے قریب غیر ملکی طالب علم پڑھ رہے ہیں، بھارت میں صرف ایران کے پچاس ہزار طالب علم ہیں، ان طالب علموں کی بنیاد پر بھارت نے او آئی سی میں ممبر شپ کی درخواست دے رکھی ہے، بھارت کا موقف ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ مسلمان بھارت میں آباد ہیں اور اس کے مدرسوں میں سب سے زیادہ غیر ملکی مسلم طالب علم ہیں لہٰذا ہمیں او آئی سی کا ممبر بنایا جائے، پاکستان کی پالیسیوں کے باعث اب دنیا جہاں کے مسلمان طالب علم بھارت کا رُخ کر رہے ہیں اور بھارت کے زعماء ان طالب علموں کو بنیاد بنا کر دعویٰ کر رہے ہیں ”اسلام، مسلمان اور مدرسے جس قدر بھارت میں محفوظ ہیں اتنے پاکستان سمیت دنیا کے کسی اسلامی ملک میں نہیں“۔

بھارت کے بعد برطانیہ اور امریکہ ایسے غیر اسلامی ممالک ہیں جن میں مدارس کو نہ صرف قانونی حیثیت حاصل ہے بلکہ حکومت انہیں مالی معاونت بھی دیتی ہے، امریکہ میں اس وقت ۸۴۳ مساجد، ۱۶۵ مدرسے اور ۴۲۶ اسلامی تنظیمیں ہیں، امریکہ میں ۸۰ لاکھ مسلمان ان تنظیموں سے وابستہ ہیں، ان ۱۶۵ مدرسوں میں ہزاروں کی تعداد میں غیر امریکی طالب علم پڑھ رہے ہیں اور حکومت کو ان پر کوئی اعتراض نہیں، برطانیہ میں اس وقت پندرہ بڑے مدارس ہیں، ان مدارس میں ۱۱۳ ایسے مدرسے بھی شامل ہیں جنہیں وہ اسلامی تنظیمیں یا تحریکیں چلا رہی ہیں جن پر اسلامی ممالک نے پابندی لگا رکھی ہے، برطانیہ میں ان مدرسوں کو مالی امداد دینے والے لوگوں اور اداروں کو حکومت ٹیکس میں چھوٹ تک دیتی ہے، ان مدرسوں میں بھی غیر ملکی طالب علم پڑھتے ہیں اور حکومت نے آج تک اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، امریکہ اور برطانیہ ان اداروں اور ان اداروں میں زیر تعلیم طالب علموں پر اعتراض بھی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ممالک اقوام متحدہ کے چارٹر کے پابند ہیں، اقوام متحدہ کہتی ہے تعلیم دنیا کے تمام بچوں کا بنیادی حق ہے اور دنیا کے تمام لوگ اپنے مذہب، اپنے نظریئے اور اپنی روایات کے مطابق اپنے بچوں کو تعلیم دے سکتے ہیں، امریکہ اور برطانیہ جانتے ہیں اگر وہ اسلامی مدرسوں پر پابندی لگائیں گے تو انہیں یہودیوں اور عیسائیوں کے مذہبی اسکول بھی بند کرنا پڑیں گے اور وہ فی زمانہ یہ افورڈ نہیں کر سکتے۔

یہ عجیب بات ہے بھارت ہو، برطانیہ ہو یا امریکہ، وہاں مدرسے بھی چل رہے ہیں اور ان مدرسوں میں ہر سال سینکڑوں غیر ملکی

طالب علم داخلے بھی لیتے ہیں لیکن حکومتوں نے آج تک ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، جب کہ پاکستان کے مدرسے اوران مدرسوں میں زیر تعلیم ۵۰۰ غیر ملکی طلبہ پوری دنیا کو چبھ رہے ہیں جب کہ ان طلبہ اوران مدرسوں کا نائن الیون سے کوئی تعلق تھا اور نہ ہی سیون سیون سے، امریکہ اور برطانیہ میں ہونے والی دہشت گردی کے کسی ملزم نے پاکستان کے کسی مدرسے میں تعلیم حاصل نہیں کی تھی، یہ عجیب بات ہے ایک کام امریکہ، برطانیہ اور بھارت میں جائز ہے لیکن وہ پاکستان میں ناجائز ہے، امریکی اور برطانوی مدرسے صحیح ہیں اور پاکستانی مدرسے غلط ہیں، اگر یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا تو تو مجھے خطرہ ہے کسی دن امریکہ اور برطانیہ پاکستانی مسجدوں پر بھی انگلی اٹھادیں گے، وہ شلوار قمیص اور مسواک کو بھی دہشت گردی قرار دیں گے، وہ شہد اور کھجور پر بھی پابندی لگوادیں گے اور وہ اونٹ اور خچر کو بھی دہشت گرد قرار دے کر انہیں دنیا کے امن کے لیے خطرہ ثابت کر دیں گے، مجھے لگتا ہے اگر کبھی امریکہ اور برطانیہ نے خچروں، اونٹوں، کھجوروں، شہد اور مسواک کے بارے میں ایسا سوچنا شروع کیا تو پاکستان دنیا کا پہلا ملک ہوگا جو اس نوعیت کی دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد کا حصہ بنے گا۔ (ستمبر ۲۰۰۵ء)

حضرت بنوریؒ کا جرات مندانہ جواب

جنرل ایوب خان نے اپنے عہد اقتدار میں یہی سوال اٹھایا تھا کہ تیونس، مراکش، مصر اور شام وغیرہ عرب ملکوں میں علماء حکومت کے خلاف دم نہیں مار سکتے، ایک پاکستان ایسا ملک ہے کہ جہاں کراچی سے پشاور تک علماء صدائے احتجاج بلند کر کے ملک میں ہلچل مچا دیتے ہیں۔ مصری نسخے کو سمجھنے کے لئے انہوں نے باقاعدہ اسلامیہ کالج پشاور کے ڈین نور الحق صاحب کو مصر بھیجا، انہوں نے آکر رپورٹ دی کہ وہاں مساجد اور مدارس کی اکثریت سرکاری تحویل میں ہے اور ائمہ اور اساتذہ محکمہ اوقاف کے ملازمین ہیں، اس لئے ان کی زبانیں بند رہتی ہیں، جنرل ایوب نے جب یہاں اس نسخے کے آزمانے کا ارادہ کیا، تو ڈین صاحب اور دوسرے لوگوں نے انہیں روک دیا اور کہا کہ مصر اور پاکستان کے حالات مختلف ہیں، سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر مدارس حکومت کی تحویل میں لے لئے جائیں تو یہ علماء مسجدوں کی چٹائیوں پر بیٹھ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیں گے اور عوام ان سے رسید طلب کئے بغیر ان کو چندہ بھی دیں گے، یوں پھر سے نئے آزاد مدارس وجود میں آجائیں گے اور سرکاری مدارس میں پڑھنے کوئی نہیں آئے گا۔

جنرل ایوب نے نصاب کی تبدیلی کے لئے ڈین صاحب کو مقرر کیا، وہ بڑے طمطراق کے ساتھ کراچی آئے، حیدرآباد یونیورسٹی کے داؤد پوتا بھی ان کے ہمراہ تھے، یہاں مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب سے ملے، انہیں نصاب تعلیم میں ترمیم کا مشورہ دیا، حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ نے ان کی پوری تقریر سن کر فرمایا: ”مدارس عربیہ کا نصاب بنانے میں آپ جیسے سرکاری ملازمین کی کیا حیثیت ہے؟ یہ نصاب جید علماء ہی بنا سکتے ہیں اور وہی بنائیں گے“...... ڈین صاحب نے پوچھا، وہ علماء کون ہوں گے، آپ نے فرمایا: ”یہ کام یوسف بنوری اور مفتی محمد شفیع صاحب کا ہے، آپ کا نہیں۔“

اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان

محمد سیف اللہ نوید
معاون ناظم مرکزی دفتر وفاق

وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے جہاں اپنے ہم مسلک مدارس و جامعات کو اتحاد و اتفاق اور یگانگت کے ساتھ ایک نظم کے تحت یکجا کیا ہے، وہاں دوسرے مکاتب فکر کے مدارس مجتمع کو بعض مشترکہ مقاصد کی بناء پر ساتھ رکھنے کی پالیسی بھی بنائی ہے۔ چونکہ تمام مسالک کے وفاقوں اور تنظیموں میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو کمیت و کیفیت کے اعتبار ایک امتیازی مقام حاصل رہا ہے، اس لئے تمام وفاقوں کے اتحاد کی قیادت کا سہرا بھی وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اکابرین کے سر رہا ہے۔

1973ء میں حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی صدارت کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ اس عرصہ میں دینی مدارس کے وفاقوں اور تنظیموں کا ایک اتحاد بنام "اتحاد المدارس" قائم ہوا۔ اس اتحاد المدارس کے پہلے صدر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ منتخب ہوئے جبکہ اس کے ناظم اعلیٰ حضرت علامہ سید محمود احمد رضویؒ مقرر ہوئے۔

یہ وہ دور تھا جب عائلی قوانین کے تناظر میں حکومت اور مدارس دینیہ آمنے سامنے تھے اور انتقامی کارروائی کے طور پر مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کا سلسلہ عروج پر تھا۔ بعض مقامات پر مختلف مکاتب فکر کے مدارس پر حکومتی قبضہ کے پیش نظر حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ وفاق کی دعوت پر تحفظ و آزادی مدارس کے سلسلے میں اتحاد المدارس سے منسلک نمائندگان کو مدعو کیا گیا۔ یہ کنونشن 10 نومبر 1976ء کو دارالعلوم عثمانیہ حنفیہ راولپنڈی میں زیر صدارت حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ، نائب صدر وفاق منعقد ہوا۔ جس میں اتحاد المدارس کے سو کے لگ بھگ نمائندگان نے شرکت فرمائی۔

کنونشن سے اتحاد المدارس کے نمائندگان نے خطاب فرمایا۔ تحفظ و آزادی مساجد و مدارس کے سلسلہ میں عوامی رابطہ مہم چلانے کا اور آل پاکستان آزادی مساجد و مدارس کنونشن کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ اس سلسلہ میں درج ذیل ارکان پر مشتمل سات رکنی کمیٹی تشکیل پائی۔

حضرت مولانا عبدالحقؒ نوشہرہ، حضرت مولانا عبدالواحدؒ گوجرانوالہ، حضرت مولانا عبدالواحدؒ کوئٹہ، حضرت مولانا عبدالغفور رضویؒ راولپنڈی، حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ لائل پور، حضرت مولانا معین الدین لکھنویؒ اوکاڑہ،

حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ لاہور۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدارس کا یہ اتحاد وقتی حالات کے تناظر میں تھا۔ کیونکہ اس اتحاد نے اس وقت تو تحفظ مدارس کے سلسلے میں بہت اہم کردار ادا کیا، لیکن بعد میں طویل عرصہ تک اتحاد کی سرگرمیاں مفقود رہیں۔

نومبر 1981ء میں مدینہ یونیورسٹی کے نائب مدیر شیخ عبداللہ الزید پاکستان کے مدارس کے دورے کے لئے تشریف لائے۔ انہوں نے پنجاب، سرحد (خیبر پختونخوا)، کشمیر اور آخر میں کراچی کے مدارس کا دورہ کیا۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا عبدالرحیم اشرفؒ ان کے ہمراہ تھے۔ دورہ مکمل کرنے کے بعد وفاق المدارس کی طرف سے 11 صفر المظفر 1402ھ مطابق 9 دسمبر 1981ء کو معزز مہمانوں کے لئے ایک شاندار استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر شیخ عبداللہ الزید نے فرمایا کہ مدارس کا اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ ''مسلک دیوبند کا جو وفاق قائم ہے، اہلحدیث اور بریلوی مسلک کے مدارس کو بھی اس میں شامل کیا جائے''۔ وفاق المدارس کے مجلس عاملہ نے اپنے آئندہ اجلاس میں اس تجویز پر غور وخوض کیا اور اس کا خیر مقدم کیا۔ چنانچہ دیگر مسالک کے مدارس کو وفاق میں شمولیت کے لئے باقاعدہ خطوط بھجوائے گئے۔ اس پر شیخ عبداللہ الزیدؒ نے وفاق کا شکریے کا خط ارسال کیا۔ تاہم ان مدارس کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

اس کے بعد 1995ء میں مدارس کی تنظیموں کا اتحاد رفتہ رفتہ دوبارہ فعال ہوا۔ 29 صفر المظفر 1416ھ مطابق 28 جولائی 1995ء کو حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدارت وفاقہائے مدارس عربیہ پاکستان کا اجلاس بمقام جامعہ اشرفیہ لاہور منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں وفاق کی طرف سے حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ، حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہم، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب مدظلہم نے شرکت فرمائی۔ جبکہ دیگر تنظیمات کی طرف سے حضرت مولانا عبدالقیوم ہزاروی مدظلہم، حضرت مولانا مفتی محمد سرفراز نعیمی صاحب مدظلہم، رابطۃ المدارس کی طرف سے حضرت مولانا عبدالمالک صاحب مدظلہم، جناب حافظ محمد عارف اور جناب محمد انور صاحب شریک ہوئے۔

طویل عرصے کے بعد وفاقوں کے اتحاد کا یہ پہلا باضابطہ اجلاس تھا۔ اس میں تنظیموں کے باہمی ربط کو مضبوط بنانے پر اتفاق کیا گیا اور طے ہوا کہ ہر وفاق اور تنظیم دو دو نمائندے نامزد کرے۔ چنانچہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم، تنظیم المدارس کی طرف سے حضرت مولانا عبدالقیوم ہزاروی صاحب اور حضرت مولانا سرفراز نعیمی صاحب، رابطۃ المدارس کی طرف سے حضرت مولانا عبدالمالک صاحب اور حافظ محمد انور صاحب نامزد ہوئے۔ وفاق المدارس السلفیہ سے دو نمائندے لینے کا فیصلہ ہوا۔

25 رجب المرجب 1416ھ مطابق 18 دسمبر 1995ء کو زیر صدارت حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اتحاد کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں گزشتہ اجلاس کے فیصلے کی توثیق کی گئی۔ جامعہ اسلامیہ کلفٹن کے خلاف حکومتی اقدامات

کی شدید مذمت کی گئی اور طے ہوا کہ حکومتی عہدیداران کی ذہن سازی کے لئے ان سے مسلسل رابطے کئے جائیں اور بڑے بڑے اجتماعات منعقد کر کے قوت کا مظاہرہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں مرکزی وصوبائی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔

اسی اجلاس میں وفاقوں کے اتحاد کا نام اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان تجویز ہوا، جو کہ بعد میں اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے نام سے موسوم ہوا۔

چنانچہ اس اجلاس کے فیصلے کی روشنی میں 14 شعبان المعظم 1416ھ مطابق 6 جنوری 1996ء کو کراچی میں تحفظ مدارس کنونشن منعقد ہوا۔

6 مارچ 1996ء کو وفاقی وزارت تعلیم کے ساتھ اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کی میٹنگ کے دوران دینی مدارس کے تحتانی اسناد کا معادلہ اصولی طور پر تسلیم کیا گیا اور مدارس دینیہ کے بورڈوں کی موجودہ ہیئت اور خود مختار حیثیت کو تسلیم کیا گیا۔ یہ بھی طے ہوا کہ مدارس کے بورڈ اپنے اپنے نصاب میں چار لازمی مضامین اردو، انگریزی، مطالعہ پاکستان اور جنرل سائنس کو شامل کریں گے۔

لیکن 13 مارچ 1996ء کو وفاقی وزیر کا یہ بیان شائع ہوا کہ حکومت نے دینی مدارس کو سیکنڈری بورڈز کے ساتھ منسلک کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس پر اتحاد تنظیمات مدارس کے ذمہ داران نے وزیر داخلہ سے بھرپور احتجاج کیا۔

10 شوال المکرّم 1422ھ مطابق 26 جنوری 2001ء وفاق وزیر مذہبی امور ڈاکٹر محمود احمد غازی کے ساتھ اتحاد تنظیمات مدارس کی میٹنگ ہوئی۔ جس میں مدارس کے مسائل پر غور وخوض کیا گیا۔

5 جولائی 2001ء کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کا اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ منعقد ہوا۔ جس میں حکومت کے مدارس آرڈی ننس پر غور وخوض ہوا۔ چونکہ اس آرڈی ننس کا واضح مقصد مدارس کی آزادی کو سلب کرنا تھا، چنانچہ اتحاد تنظیمات مدارس کے فورم سے اسے متفقہ طور پر مسترد کر دیا گیا۔ اس حوالے سے اتحاد کے تحت مشترکہ طور پر تحفظ مدارس دینیہ کنونشن جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں 13 جمادی الاولیٰ 1423ھ مطابق 24 جولائی 2002ء کو منعقد ہوا۔ جس کے اختتام پر یہ اعلان کیا گیا کہ مدارس کی حریت و آزادی کے تحفظ اور علم دین کی تعلیم و تربیت کا نظام بحال رکھنے کے لئے ہم اپنی جدوجہد مدارس آرڈی ننس واپس لینے کا باقاعدہ اعلان کرنے تک جاری رکھیں گے۔

حکومت کی جانب سے 29 جولائی 2002ء کو اس سلسلہ میں مشاورت کے لئے اجلاس طلب کیا گیا جو کہ نتیجہ خیز ثابت نہ ہوا۔ چنانچہ 31 جولائی 2002ء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی اتحاد تنظیمات مدارس کا کنونشن منعقد ہوا اور بالآخر مذکورہ آرڈی ننس غیر موثر قرار دیا گیا۔

چنانچہ اتحاد تنظیمات مدارس کے پلیٹ فارم سے تحفظ مدارس کے سلسلے میں حکومت کے ساتھ متواتر مذاکرات ہوتے رہے جس کے نتیجے میں 22 ستمبر 2005ء کو مدارس کی رجسٹریشن سے متعلق ایک معاہدہ طے پایا، جس میں درج ذیل امور پر اتفاق ہوا۔

(1)...... تمام دینی مدارس خواہ کسی نام سے پکارے جائیں، ان کے قیام کے بعد ایک سال کے اندر انہیں سوسائٹیز ایکٹ 1860 کے تحت رجسٹرڈ کرانا ہوگا۔

(2)...... ہر ایک دینی مدرسہ رجسٹرار کو اپنی سالانہ تعلیمی کارکردگی رپورٹ کی کاپی پیش کرے گا۔

(3)...... ہر رجسٹرڈ مدرسہ اپنے سالانہ حسابات کی آڈٹ کاپی رجسٹرار کے پاس جمع کرائے گا۔

(4)...... دفعہ نمبر 21 کی شق 4 کے تحت اس بات کی ممانعت نہیں ہوتی کہ مدرسے کے نصاب میں تقابل ادیان، مختلف مکاتب فکر کے نقطہ ہائے نظر کا علمی جائزہ یا کسی بھی ایسے موضوع کی تحقیق پڑھائی جائے، جو قرآن وسنت اور فقہ اسلامی میں مذکور ہے۔

(5)...... ایک ادارے کے متعدد کیمپس کے لئے ایک ہی رجسٹریشن کافی ہوگی۔

اسی طرح 7 اکتوبر 2010ء کو حکومت اور اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے مابین ایک اور معاہدہ طے پایا۔ جس میں مدارس کے نصاب میں عصری مضامین کی شمولیت، پانچوں وفاقوں کو تعلیمی بورڈ کی مستقل حیثیت دینے، مدارس کی رجسٹریشن اور معلومات کی فراہمی سے متعلق جامع نکات پر اتفاق کیا گیا۔

نائن الیون اور پھر سانحہ پشاور کے بعد دیندار طبقہ بالخصوص مدارس دینیہ عالمی ایجنڈے پر آ گئے۔ بین الاقوامی وملکی میڈیا نے جس شدت کے ساتھ مدارس کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ کر کے کردارکشی کی اور حکومتی سطح پر بیانات واقدامات کے ذریعے جس طرح دیندار طبقہ کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا گیا، الامان والحفیظ۔ نیشنل ایکشن پلان کے نام پر مدارس کو بری طرح ہراساں کیا گیا۔ لیکن الحمدللہ! اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان اور بالخصوص وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی قیادت نے پورے عزم واستقامت کے ساتھ مدارس دینیہ کے تحفظ وبقاء کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔ الحمدللہ، اس اتحاد واتفاق کی برکت سے مدارس دینیہ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ثابت قدمی سے حالات کا مقابلہ کیا اور بالآخر سرخرو ہوئے۔

2015ء میں مدارس کی اصلاح وضابطہ بندی کے نام سے مدارس کی آزادی کو سلب کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ اس موقع پر بھی اتحاد تنظیمات مدارس نے مملکت پاکستان میں مدارس دینیہ کی قیادت کا بجا طور پر حق ادا کیا اور حکومت پر زور دیا کہ نئے نئے تجربات کرنے کی بجائے حکومت اور اتحاد کے مابین طے شدہ معاہدوں پر سنجیدگی سے عملدرآمد کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے۔

اتحاد تنظیمات مدارس کے اب تک درج ذیل اجلاسات منعقد ہوئے ہیں۔

(1)...... 29 صفر المظفر 1416ھ مطابق 28 جولائی 1995ء بمقام جامعہ اشرفیہ لاہور

(2)...... 25 رجب المرجب 1416ھ مطابق 18 دسمبر 1995ء بمقام جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

(3)...... 14 شعبان المعظم 1416ھ مطابق 6 جنوری 1996ء بمقام جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

(4)...... 12 ربیع الثانی 1422ھ مطابق 5 جولائی 2001ء بمقام جامعہ اشرفیہ لاہور

(5)...... 9ربیع الثانی1424ھ مطابق10 جون 2003ء بمقام جامعہ اشرفیہ لاہور

(6)...... شوال المکرّم 1424ھ مطابق 8 دسمبر 2003ء بمقام جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

(7)...... 28 اگست 2004ء

(8)...... 12 مارچ 2005ء مابین وزارت مذہبی امور پاکستان

(9)...... 4رجب المرجب 1426ھ مطابق اگست 2005ء بمقام جامعہ اشرفیہ لاہور

(10)......22 دسمبر 2005ء جامعہ ضیاء العلوم

(11)......27 جمادی الاخریٰ 1430ھ مطابق 21 جون 2009ء بمقام رہائش گاہ محترم میاں نعیم الرحمٰن صاحب لاہور

(12)......9 جولائی 2009ء بمقام شارع قائداعظم لاہور

(13)......18 جمادی الاولیٰ 14313ھ مطابق 3 مئی 2010ء بمقام جامعہ فاروقیہ فیز2 کراچی

(14)......26 ربیع الثانی 1436ھ مطابق 16 فروری 2015ء بمقام جامعۃ الخیر لاہور

(15)......یکم مارچ 2015ء منصورہ لاہور۔

(16)......22 جمادی الاولیٰ 1436ھ مطابق 14 مارچ 2015ء بمقام جامعۃ المنتظر ماڈل ٹاؤن لاہور۔

اتحاد تنظیمات مدارس کے اجلاسات کی بیشتر کارروائیوں کا ذکر ''وفاق المدارس'' کی کارروائیوں کے ضمن میں آچکا ہے، مکررات سے احتراز کرتے ہوئے یہاں ان کی تفصیلات ذکر نہیں کی گئیں۔

22 جمادی الاولیٰ 1436ھ مطابق 14 مارچ 2015ء کو اتحاد تنظیمات مدارس کا باقاعدہ دستوری ڈھانچہ منظور کیا گیا، جس کی بعض ترامیم وتدوین ابھی زیرِ غور ہے۔

اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے عہدیداران کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ (15 جنوری 2017ء کو وصال ہوا)، ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب مدظلہم، ترجمان و معاون خصوصی حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم، ناظم مالیات حضرت مولانا ڈاکٹر یاسین ظفر صاحب مدظلہم۔

خـتـامـه مسك

دینی مدارس کیلئے چند اہم دینی واصلاحی تجاویز

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ
بانی: جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

[وفاق المدارس کی مجلس شوری کا اجلاس ملک کے ممتاز دینی ادارے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں یکم جمادی الثانیہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۸۔۲۹ مارچ ۱۹۸۲ء میں منعقد ہوا، اس موقع پر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی معروضات کو اُن کے صاحب زادے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے پیش فرمایا، جو بطور 'ختامہ مسک' نذر قارئین ہے۔ مرتب]

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله و سلام علٰى عباده الذين اصطفٰى اما بعد!

بزرگانِ محترم، اضیافِ کرام ومشائخ عظام! سب سے پہلے میں خداوند قدوس کا ہزار بار شکرگزار ہوں کہ جس نے آج اس دورافتادہ گاؤں میں (دارالعلوم حقانیہ) وفاق المدارس العربیہ کے اکابر وارکان کی ایک قدسی جماعت کے قدوم مبارکہ کی سعادت سے نوازا، اس کے بعد اکابر وفاق کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ یہاں کی دورافتادگی اور ہر لحاظ سے بے سروسامانی کے باوجود دارالعلوم کے خدام کو ایسے برگزیدہ اجتماع کی میزبانی کا شرف بخشا، اس کے ساتھ ہی اس مبارک اجتماع میں تشریف لانے والے تمام معززین مہمانانِ گرامی کا صمیم دل سے خیر مقدم کرتا ہوں جنہوں نے وفاق المدارس کی ترقی واستحکام کی خاطر اس دور دراز قصبے کا رُخ کیا اور سفر کی صعوبتیں برداشت کیں، فجزاكم الله عنا و عن سائر المسلمين خير الجزاء۔

حضرات گرامی! یہ موقع دارالعلوم حقانیہ کے لیے عید سعید سے کم نہیں، یہاں کے تمام اساتذہ وطلبہ دیدہ ودل فراش راہ کیے ہوئے ہیں، یہاں کا ذرہ ذرہ آپ جیسے علمی آفتاب وماہتاب حضرات سے مستنیر ہونا چاہتا ہے اور ہم سب خلوص ومحبت کی ساری پونجی آپ کے قدموں پر نچھاور کرتے ہیں، مگر اس کے ساتھ ہمیں اس تقصیر وکوتاہی کا بھی شدت سے احساس ہے کہ اس دیہاتی ماحول میں آپ حضرات کے شایانِ شان آرام وراحت کا ہرگز انتظام نہیں کر سکے جس پر ہم نہایت عجز واخلاص سے آپ سب حضرات سے معذرت خواہ اور عفو ودرگزر کے خواستگار ہیں۔

اسیر مالٹا مولانا عزیر گل صاحب کی موجودگی:......حضرات علماء کرام! آج ہماری مسرتیں اور خوشیاں اس لحاظ سے بھی دوبالا ہوگئی ہیں کہ اس مبارک اجتماع میں ہمارے قافلہ سالارِ جہاد وحریت کا آخری جرنیل بقیۃ السلف حضرت اقدس مولانا میاں عزیر گل صاحب (اسیر مالٹا، رفیق وتلمیذ حضرت اقدس شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی قدس سرہ العزیز) ہم میں موجود ہیں، ان کا وجود ہمیں جہاد وعزیمت، اخلاص وللّٰہیت، علم وتفقہ اور زہد وتقویٰ کے ان عظیم سرچشموں کی طرف متوجہ کررہا ہے جو ہمارے اسلاف واکابر دیوبند کی شکل میں اس صدی میں عالم اسلام کیلئے روشنی کے مینار اور رشد وہدایت کے آفتاب بنے، جن کی مثال چشم فلک نے اس صدی میں کہیں اور نہیں دیکھی تھی، پھر ریشمی رومال، مالٹا اور الجزیرہ کے زندان ہمیں قدوسیوں کی اس عظیم جماعت کی یاد دلاتی ہے جو امیر المؤمنین، امام المجاہدین سید احمد شہید قدس سرہ کی قیادت وسیادت میں حق کی علمبردار بنی اور جنھوں نے اپنے خون سے چمنستان اسلام کو سینچا تحریک شیخ الہند کا سرچشمہ یہی جماعت تھی۔

اکوڑہ خٹک کی سرزمین:......اور آج خوش قسمتی سے آپ جہاں جمع ہیں تو یہ قصہ زمین برسرزمین والا معاملہ ہے، سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ اوران کے رفقاء کے مقدس خون نے سب سے پہلے اسی خطہ کو لالہ زار بنایا اور کئی صدیوں بعد اسلامی حدود وشرائط کے مطابق یہ پہلا جہادِ اسلامی تھا جو اکوڑہ خٹک کی سرزمین پر اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے لڑا گیا اور امامِ حریت وشریعت سید احمد شہیدؒ نے اکوڑہ خٹک کی اس رات کو ''لیلۃ الفرقان'' قرار دیا۔ بے شک یہاں جو بھی کچھ حقیر سی خدمت دین کی ہورہی ہے یہ انہی فدایانِ شمع رسالت کے خونِ شہادت کے برگ وبار ہیں اور انہی نفوس قدسیہ کی برکات ہیں جو یہاں کی فضاؤں میں بکھری ہیں:

بہر زمین کہ نسیمے ز زلف اوزدہ مست ہنوز از سرآں بوئے مشک می آید

یہ قربانیاں جتنی لافانی تھیں اور یہ جہاد جتنا عظیم تھا اور آمر تھا اس کے اثرات وبرکات بھی قیام عالم تک جاری وساری رہیں گے۔ یہ دعوت کبھی تحریک دیوبند، کبھی ریشمی رومال اور کبھی آزادی ملک وملت کی شکل میں ظاہر ہوا تو کبھی علمائے حق کے مدارس ومراکز اور کبھی ان کی تنظیم وفاق المدارس کی صورت میں نشانِ دعوت وعزیمت بن کر صفحہ عالم پر ابھرتا اور پھلتا پھولتا رہے گا۔

جہاد افغانستان میں فضلاء حقانیہ کا کردار:......اکوڑہ خٹک کی اس چھوٹی سی بستی پر لیلۃ الفرقان میں شہداء اسلام کے خون نے چمنستانِ اسلام کی جو آبیاری کی تو آج دنیا کے سب سے بڑے اسلام دشمن سامراج سوویت یونین کے ظلم وعدوان کے مقابلے میں جو طائفہ حقہ آہنی دیوار بنا ہوا ہے اور افغانستان کی سرزمین پر بدر وحنین کی تاریخ رقم کررہا ہے، اس میں ایک بہت بڑی جماعت اور اہم قائدانہ کردار اسی بستی پر قائم اسی ادارہ دار العلوم حقانیہ کے فضلاء اور مستفیدین کا ہے اور شاہ ولی اللہؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور بطل اسلام شیخ الہندؒ کا جہاد افغانستان کے پہاڑوں اور وادیوں میں جاری وساری ہے۔

اسلاف کرام اور دینی علوم کی ترویج:......حضرات اکابرین ملک وملت! برصغیر پاک وہند پر برطانوی سامراج کے

تسلط کے بعد دینی علوم اور اسلامی فنون کی تعلیم وترویج کا سلسلہ درہم برہم ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے دین متین اور اسلامی ورثہ کی حفاظت کے لئے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) اور ان کے قدسی صفات مخلص رفقاء کار نے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ جیسے صاحب بصیرت ولی اللہ کی ہدایات وراہ نمائی میں دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارس عربیہ کی داغ بیل ڈالی، یہ نہایت بے سروسامانی کا عالم تھا اور دین کی کسمپرسی کا عجیب حال، مگر ان اکابرین وقت نے نہایت نازک صورت حال کا بروقت اندازہ لگایا اور برصغیر کے اطراف واکناف میں مدارس دینیہ کا ایک جال پھیلا دیا، یہ مساعی کارگر ثابت ہوئیں اور برصغیر کے طویل عہد غلامی واستبداد کے باوجود علوم دینیہ کی ترویج واشاعت کا سلسلہ جاری ہوگیا اور اسلامی تہذیب وتمدن کا علمی اثاثہ علوم اسلامیہ کی شکل میں محفوظ ومصؤن رہ گیا۔ ان علمی مراکز سے ہزاروں علماء اور رجال کار نکلے جنھوں نے برصغیر میں اشاعت کتاب وسنت کے ساتھ ساتھ آزادی وطن، جہادِ حریت، اصلاحِ معاشرہ اور تنظیم امت کے کاموں میں شاندار اور قائدانہ کردار ادا کیا اور بالآخران مساعی سے جب ملک آزادی سے ہمکنار ہوا تو دینی اثاثہ ان مدارس کی بدولت محفوظ تھا اور یہ سرزمین دینی لحاظ سے تاشقند وبخارا، اسپین اور چین اور ترکستان جیسے المناک حالات سے دوچار نہ ہوئی۔

وفاق المدارس کے انقلابی مقاصد ومحرکات:...... پاکستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہمارے یہ دینی مدارس اور دارالعلوم اسی سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں جو اِس امانت الٰہی کی پرچار اور اسلامی صداقتوں کی اشاعت میں شب وروز مشغول ہیں اور انہیں مدارس کے دم سے پاکستانی قوم کی دینی تشخص اور اسلامی حمیت قائم ودائم ہے اور ان مدارس وجامعات کی سب سے جامع اور موثر تنظیم یہی آپ ہی کی تنظیم ''وفاق المدارس العربیۃ'' ہے، جسے اس کے دوراندیش اصحابِ بصیرت نے علم ودین کی نشأۃ ثانیہ اور تعلیم وتربیت کے انقلابی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر قائم کیا۔ اس کے محرکات میں مدارس عربیہ کے احیاء وبقا اور ترقئ کاملہ اور ارتباط وتنظیم کے ساتھ ساتھ ملک وملت کی رہنمائی کیلئے ہرشعبہ حیات میں اعلیٰ ترین رجال کار اور جید علماء راسخین کی تیاری بھی تھا، جدید عصری تقاضوں کے مطابق تعلیماتِ اسلامیہ کی ترویج واشاعت بھی مدنظر رہی، مروجہ نصاب تعلیم (درس نظامی) کو زیادہ سے زیادہ جامع اور مؤثر بنانا بھی ملحوظ تھا اور ان کے ساتھ ہی ان مدارس کو جو کارخانۂ حیاتِ انسانی کے رشد وہدایت کے حقیقی سرچشمے ہیں، ان تمام تعلیمی، انتظامی، اخلاقی اور معاشرتی نقائص سے اجتماعی طور پر دور رکھنا بھی اہم ترین مطمح نظر تھا، ان تمام اہم مقاصد وعزائم پر ابتدائے قیام سے وفاق کے اکابر اور اجتماعات کے فیصلے، قراردادیں، ہدایات تحریری شکل میں مطبوعہ رپورٹوں کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں، ان تمام چیزوں کو نئے جوش وخروش اور پختہ ایمان ویقین کے ساتھ لے کر منزل مقصود کی طرف گامزن ہونا چاہئے اور اس اجتماع کا اصل مقصد اور حقیقی افادیت یہی ہے کہ ہم وفاق کے اصل محرکات ومقاصد کی طرف متوجہ ہوں اور دولت اخلاص اور جوشِ عمل کا نیا ولولہ لے کر یہاں سے اٹھیں۔

مدارس کے بارے میں چند معروضات:...... اس مبارک موقع کو مناسب سمجھتے ہوئے ناچیز بھی چند معروضات پیش کرتا ہے کہ سب حضرات اہل علم وفضل ہیں اور یہ جرات ایک لحاظ سے گستاخانہ بھی ہے کہ حکمت بہ لقمان آموختن والی بات ہے، محض برائے تذکرہ وتذکیر مودبانہ گذارشات ہیں جن سے دینی مدارس کے نظام ونصاب اور تعلیم وتربیت میں بہتری پیدا

ہوسکے گی۔

دینی مدارس اوران کے موجودہ وفاق کے دو بنیادی مقاصد ہیں: (۱) تعلیم دین اور (۲) دینی تربیت۔ان دونوں مقاصد کے حصول کیلئے مدرسوں میں اندرونی نظم ونسق کو بہتر بنانے کی بھی ضرورت ہے اور مدارس کے درمیان باہمی تنظیم کی بھی،اس طرح مدارس اور وفاق اور جدوجہد کے تین اہم شعبے ہوجاتے ہیں،کوشش فرمائیں جو ہمارے اسلاف کا شعار رہا ہے اور ایسے تمام مشاغل کو زہر سمجھیں جو اس کام میں ادنی خلل کا باعث ہوسکتے ہیں۔

طلباء پر تکرار اور مطالعہ کی پابندی:......طلبہ کو مطالعہ کا پابند بنایا جائے اور اس کی بطورِ خاص نگرانی کی جائے اور دوسرے مشاغل، مثلاً: اخبار بینی، جلسے جلوسوں، لایعنی مجالس اور بازاروں میں گھومنے سے پورے اہتمام کے ساتھ ان کو روک کر ان کی تمام تر توجہ اپنی تعلیم وتربیت پر مرکوز کر دی جائے۔

اردو میں تدریس:......درس حتی الامکان اردو میں ہونا چاہیے تاکہ بعض طلبہ اردو نہ جاننے کے باعث دوسرے مدارس کے طلبہ سے پیچھے نہ رہ جائیں اور عالم دین بن کر قومی زبان کے ذریعہ دین کی مفید، وسیع اور موثر خدمت انجام دے سکیں اور سوشلزم، قادیانیت، انکارِ حدیث اور بدعت والحاد جدید کے فتنوں کا مقابلہ کرسکیں جو زبان کے راستے سے داخل ہو رہے ہیں۔

عربی کی ترویج اور تقریر کی تربیت:......مدارس کے ماحول میں زیادہ سے زیادہ عربی زبان کو رائج کرنے کی کوشش کی جائے، جمعرات کو طلبہ تقریر وخطابت کی مشق کرتے ہیں، اس مشق میں عربی تقریروں، عربی نظموں اور مشاعروں کا بھی اہتمام کیا جائے، ادب عربی کے اسباق میں انشاء عربی کی مشق پر خصوصی توجہ دی جائے اور امتحانی نمبروں میں بھی ان کو ملحوظ رکھا جائے، مدارس میں تمام تختیاں اور بورڈ اردو کے ساتھ عربی زبان میں بھی ہونے چاہئیں اور درس نظامی کے تمام درجات داخلہ کے فارم عربی زبان میں طبع کرائے جائیں اور مدارس کے اندر بول چال عربی میں رائج کرنے کی کوشش کی جائے۔ان تدابیر پر عمل کرنا مشکل نہیں، تھوڑے سے اہتمام اور کوشش سے یہ کام ہوسکتا ہے۔ ہمارے بزرگان دیوبند نے اردو کے علاوہ عربی زبان میں بھی ایسی نادرۂ روزگار تصانیف چھوڑی ہیں جن کو بلاشبہ گذشتہ صدی کا عظیم ترین علمی سرمایہ کہا جاسکتا ہے، آج عرب کے علماء کرام ہمارے بزرگوں کے ان محققانہ وادیبانہ کارناموں پر رشک کررہے ہیں۔

تعلیمی سال میں قطع برید سے احتراز:......بعض مدارس تعلیمی سال کے آغاز پر اسباق بہت تاخیر سے شروع کرتے ہیں اور بعض مدارس میں اختتام سال شعبان کی بجائے رجب ہی میں ہوتا ہے بلکہ بعض مدارس میں تو نوبت جمادی الثانی تک آگئی ہے، ظاہر ہے کہ مدت تعلیم کم ہوجانے سے تعلیم کا سخت نقصان ہوتا ہے اور استعدادیں بہت ناقص رہ جاتی ہیں، مدارس اہتمام فرمائیں کہ اسباق ۱۵ شوال تک شروع ہوجائیں اور رجب کے اواخر تک جاری رہیں۔

عملی سیاست سے احتراز:......مدارس اساتذہ اور طلبہ کو عملی سیاست سے دور رکھا جائے اور ان کی پوری توجہ تعلیم تربیت پر مرکوز رکھنے کے لیے تمام ممکنہ وسائل وتدابیر اختیار کی جائیں۔

تربیت:......تعلیم جتنی ضرورت ہے اتنی ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم اور ضروری چیز اخلاقی تربیت ہے، قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقاصد بعثت میں تزکیہ کا ذکر تعلیم سے بھی مقدم کیا: ﴿ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة﴾ احقر کے نزدیک تربیت اخلاق کے لئے مندرجہ ذیل تین تدابیر فوری طور پر اختیار کرنے کی ضرورت ہے:

(۱)......اساتذہ کرام اپنے درس میں اور درس کے باہر بھی طلبہ کی اخلاقی تربیت کا فریضہ اپنے دیگر فرائض منصبی کی طرح انجام دیں اور اپنے قول وعمل سے ان کے سامنے اسلاف کا نمونہ پیش فرمائیں۔

(۲)......ہفتہ وار اور دیگر چھوٹی بڑی تعطیلات میں طلبہ کو ترغیب دی جائے کہ وہ کسی متبع سنت شیخ طریقت کی خدمت وصحبت میں کچھ وقت گزارہ کریں۔

(۳)......اور جن کو اس کے مواقع میسر نہ ہوں تو اپنی تعطیلات کا کچھ وقت اور کچھ ایام تبلیغی جماعت میں لگائیں۔

تقویٰ واخلاص کا اہتمام:......ایک چیز جو سب سے زیادہ اہم ہے یہ ہے کہ آج ہمارے ان مدارس کو طرح طرح کے فتنوں اور بے شمار الجھنوں کا سامنا ہے جن کے لیے ممکنہ تدابیر اختیار کرنی چاہئیں، لیکن یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ تعالی کی نصرت وحمایت کے حصول کا سب سے مؤثر ذریعہ تقوی اور اخلاص ہے: ﴿ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب﴾ (الطلاق ۲) اس آیت مبارکہ میں ہمارے مدارس کے بھی تمام مسائل کا حل موجود ہے، لہٰذا اس وعدہ خداوندی کے حصول کے لیے تمام مدارس کے منتظمین اور اساتذہ کرام کا فرض ہے کہ وہ تقویٰ، اخلاص، زہد وتوکل اور استغناء کو سب سے پہلے اپنا شعار بنائیں، اگر یہ اوصاف اپنے اندر پیدا کر لیے تو طلبہ ان اوصاف میں خود بخود ڈھل جائیں گے ورنہ یہ اوصاف محض تقریروں اور مواعظ سے پیدا نہیں ہو سکتے۔

خلاف شرع امور سے اجتناب:......آج ہمارے مدارس میں جہاں اور بہت سے مفاسد پیدا ہو گئے ہیں، ایک مفسدہ یہ بھی نظر آنے لگا ہے کہ خلاف شرع امور، مثلاً: تصاویر، مخرب اخلاق لٹریچر، ناجائز لہو ولعب اور وضع قطع سے اتنی احتیاط نہیں کی جاتی جتنی کہ شرعاً واجب ہے، اتباع سنت مسلک دیوبند کی سب سے بڑی اور بنیادی خصوصیت ہے آج ہمارے مدارس میں اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔

اتباع سنت مسلک دیوبند کی شناخت:......بے شمار سنتیں آج ہمارے ہی مدارس میں مردہ ہو چکی ہیں، اگر ہمیں مسلک دیوبند کو زندہ رکھنا ہے تو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک سنت کو اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں زندہ کرنا ہوگا، اگر دینی مدرسوں میں بھی یہ کام نہ ہو سکا تو باہر کے معاشرے اور عامۃ المسلمین میں محض زور خطابت اور مناظروں کے بل بوتے پر کوئی سنت زندہ نہیں کی جا سکے گی، اگر ہم نے اتباعِ سنت میں اپنی اور طلبہ کی زندگیوں کو نہ ڈھالا تو تاریخ ہمارا یہ جرم کبھی معاف نہیں کرے گی اور مستقبل کا مؤرخ جب مسلک دیوبند کو نقصان پہنچانے والوں کا شمار کرے گا تو ہمارا نام بھی ان میں شامل کرنے پر مجبور ہوگا ولا فعلھا اللّٰہ

آج مسلک دیوبند پر جتنی شدید یلغار بیرونی حملوں کی ہے اندرونی فتنوں کی یلغار اس سے کم نہیں، اندرونی فتنہ سب سے بڑا یہی ہے کہ ہمارے مدارس میں اتباع سنت میں بہت ڈھیل اور سستی پیدا ہوگئی ہے، ہم اپنے اسلاف کی جفاکشی، سادگی، تواضع، خشیت، اخلاص، زہد وتوکل اور استغناء کو بھولتے جا رہے ہیں، حب جاہ اور حب مال کے فتنے ہماری کارکردگی پر ضرب کاری لگا رہے ہیں، یہ ہمارا اندرونی فتنہ ہے اور سب جانتے ہیں کہ اندرونی فتنہ بیرونی حملوں سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے، بلکہ درحقیقت بیرونی حملوں کو بھی اندرونی فتنوں ہی سے شہ ملتی ہے، اس خطرناک اندرونی فتنہ کا سدباب ہماری سب سے پہلی اور سب سے اہم ضرورت ہے، اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

نظم ونسق اور باہمی تنظیم:......مدرسوں کا نظم ونسق مثالی ہونا چاہئے، ہر کام میں شائستگی سلیقہ اور صفائی ستھرائی اگر ہوگی تو دینی تعلیم میں کشش پیدا ہوگی اور ابنائے زمانہ کا رجوع ان مدارس کی طرف زیادہ ہوگا، ہر مدرسہ میں ہر شعبہ عمل کیلئے قواعد وضوابط خود مقرر کرے پھر جو ضابطے مقرر ہوجائیں ان کی تعمیل ہر خورد وکلاں سے کرائی جائے اور کسی سفارش یا منت سماجت کا ہرگز لحاظ نہ کیا جائے ورنہ بے شمار فتنے پیدا ہوتے رہیں گے۔

وفاق المدارس کو متعین حدود میں رکھیں:......وفاق المدارس کو مفید موثر اور فعال بنانے کیلئے ضروری ہے کہ اس کے اغراض ومقاصد (جو طبع شدہ ہیں) ان کی تکمیل کے لئے بھرپور کوشش کی جائے، وفاق بحیثیت وفاق کی جملہ کاروائیں انہیں اغراض مقاصد کی حدود میں رہنی چاہئیں ان حدود سے باہر کے کام اگرچہ فی نفسہ کتنے ہی مفید ہوں اگر ان میں وفاق کو توانائیاں اور وسائل خرچ کئے گئے تو ہماری توانائیاں بکھر کر رہ جائیں گی اور کوئی کام بھی پائیدار نہیں ہو سکے گا۔

دستور اور قواعد کی پابندی:......وفاق المدارس کے دستور اور قواعد وضوابط کی پابندی ملحقہ مدارس بھی پورے اہتمام سے فرمائیں اور وفاق کے ارکانِ عاملہ، عہدیداران اور جملہ کارکنان بھی، اور ان ضوابط کی خلاف ورزی سے پورا اجتناب کیا جائے ورنہ وفاق کبھی مؤثر، فعال اور قابل اعتماد حیثیت حاصل نہ کر سکے گا۔

ان چند گذارشات کے ساتھ میں اپنی معروضات ختم کر کے ایک بار پھر صمیم قلب کے ساتھ اپنے تمام عالی قدر اور عظیم المرتبت مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور قدوم مبارکہ کو اپنے لئے اور پورے دارالعلوم اور اس کے خدام ومتعلقین کے لئے دینی اور اخروی سرخروئی اور سعادتوں کا باعث سمجھتا ہوں۔

والحمد للہ اولا وآخرا

☆......☆......☆

اے رونقہائے محفل ما!

ابن الحسن عباسی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ہم سے جدا ہو گئے،ان کی دعاؤں اور سر پرستی کا ایک سائبان مدارس سے چھن گیا۔وہ اتحاد کی علامت تھے اور اتفاقی نسبتوں کے امین تھے،حضرت مدنی رح کے شاگرد تھے اور حضرت تھانوی رح کے خلیفہ اجل مولانا مسیح اللہ خان صاحب کے تربیت یافتہ اور مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری کے خلیفہ تھے،وہ حضرت تھانوی رح اور حضرت مدنی رح دونوں نسبتوں کے جامع تھے،مدرس تھے اور اس ناکارہ کے نزدیک برصغیر کے صف اول کے مدرسین میں ایک تھے،آٹھ سال مفتاح العلوم جلال آباد انڈیا،تین سال جامعہ اسلامیہ ٹنڈو الہ یار،دس سال دار العلوم کراچی اور پچاس سال تک جامعہ فاروقیہ کی مسند درس وحدیث،ان کی درس کی رونقوں سے روشن ومنور رہی،ان کے تدریسی زمزموں سے اکہتر سال تک زمانہ گونجتا رہا......،اس طرح ان سے براہ راست اور بالواسطہ فیض حاصل کرنے والوں کا حلقہ لاکھوں میں چلا جاتا ہے۔

گذشتہ سینتیس سال سے وفاق المدارس کی قیادت کی ذمہ داری بھی نبھاتے رہے،تقریباً نو سال تک ناظم اعلی اور ستائیس سال تک وفاق المدارس العربیہ کے صدر رہے......

حضرت شیخ کے دو صاحبزادے ہیں،بڑے مولانا عادل خان صاحب ہیں اور پاکستان کے باکمال علماء میں سرفہرست ہیں ،اردو تو ان کی مادری زباں ہے،عربی،انگلش،فارسی اور پشتو گھریلو زبان کی طرح روانی سے بولتے ہیں،ایک مذاکراتی و مقناطیسی شخصیت ہیں،جرأت وہمت اور اولوالعزمی کے اوصاف سے متصف ہیں اور جامعہ فاروقیہ کی تعمیر وترقی میں ان کا مرکزی کردار رہا ہے،معلوم نھیں ان کو کیا نظر لگ گئی،پہلے امریکہ گئے،کئی سال وہاں گزارے،ادھر سے آکر اپنی فیملی کے ساتھ ملائشیا چلے گئے،آج کل وہاں کی اسلامی یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں......دوسرے صاحبزادے مولانا عبید اللہ خالد صاحب ہیں،ان کی اہلیت وصلاحیت کے لیے یہی کافی ہے کہ گزشتہ کئی سالوں سے جامعہ فاروقیہ جیسے بھاری بھرکم تعلیمی

ادارے کی ہمہ جہتی، ذمہ داریاں وہ تن تنہا سنبھالے ہوئے ہیں، اس عرصے میں حضرت شیخ کی سرپرستی بے شک رہی ہے، لیکن عملا کام انھی کا رہا، میرے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ایک ان کا کمال کا وصف وہ خدمت ہے جو انھوں نے اپنے عظیم والد کی کی ہے اور حق تو یہ ہے کہ حق ادا کر دیا، سفر و حضر میں وہ جس طرح حضرت شیخ کی دوا، غذا اور آرام کے لیے فکر مند رہتے، اس کی مثال بھت کم ملتی ہے، میں نے بارہا خود مشاہدہ کیا، مولانا عبید اللہ خالد صاحب ملک یا بیرونی ملک ہیں تو وہاں سے حضرت شیخ کے خادم کے ساتھ مستقل اور مسلسل رابطے میں رہتے،.... شوگر کی دوا دے دی؟ فلاں غذا دے دی؟ حضرت کو نیند آئی تھی؟...... حضرت کی صحت و آرام کے حوالے سے خبر گیری کا یہ سلسلہ ان کی طرف سے یوں ہی جاری رہتا...... سبحان اللہ ...... کیا سعادت رہی اور کس قدر نصیب کی بات ہے، مولانا عادل صاحب کے چار اور مولانا عبید اللہ خالد صاحب کے تین صاحبزادے ہیں، اس طرح حضرت شیخ صاحب کے سات پوتے ہیں، ساتوں کے سات ماشاء اللہ حافظ، قاری اور عالم ہیں، اور ساتوں کو اس ناکارہ سے تلمذ حاصل رہا ہے......

اس سعادت کے اظہار میں کوئی حرج نہیں کہ اس ناکارہ ہی کے قلم کو گذشتہ بیس سالوں میں سب سے زیادہ حضرت کے علوم و معارف اور افکار و خیالات کی ترجمانی کا موقع ملا...... اللہ تعالی نے ان کی برکت سے اس تحریری کام کو مقبولیت بخشی، جامعہ فاروقیہ میں باقاعدہ شعبہ تصنیف کی ابتدا مجھ سے ہوئی، رفیقِ شعبہ تصنیف کی حیثیت سے حضرت نے میرا تقرر فرمایا، یہ بارہ ذی قعدہ **1413** کی بات ہے، میری زندگی کے اٹھارہ برس اس میں گزرے، حضرت کی شرح بخاری کا آغاز ہی اس ناکارہ کے قلم سے ہوا اور کشف الباری کتاب المغازی کی وہ جلد آئی، جس نے علمی اور عوامی حلقوں میں غیر معمولی مقبولیت حاصل کی، مغازی کے بعد کی حصہ ثانی کی جلدیں بھی احقر کی مرتب کردہ ہیں...... صدائے وفاق، صدائے حق اور تسہیل الادب، یہ کتابیں بھی احقر نے مرتب کیں......

اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مجھے وفاق المدارس کے رسالے کی ذمہ داری دی، میں نے سولہ سال تک اس رسالے کے بانی مدیر کے طور پر کام کیا اور الحمد للہ اس پورے عرصے میں رسالہ کی کوئی تحریر ادارتی انتشار کا سبب نہیں بنی...... کئی سال تک میں اعزازی طور پر حضرت کے کہنے پر یہ خدمت انجام دیتا رہا...... صدائے وفاق حضرت شیخ کے انہی مضامین کا مجموعہ ہے جو رسالہ وفاق میں چھپے ہیں، یہ مضامین دوبارہ میں نے مرتب کر کے مکتبہ فاروقیہ سے شائع کرائے......

غرضیکہ بیس سال پر مشتمل جلال و جمال کی سرپرستی و معیت و تعلق کے نشیب و فراز کی ایک پرکشش داستاں ہے، حضرت شیخ چاہ رہے تھے کہ میں اسے لکھوں، ان کو میری تحریر کا انتظار تھا......، چنانچہ گذشتہ سال ایک دفعہ حضرت شیخ کی طرف سے

میرے پاس ان کی سوانح سے متعلق سوالنامہ آیا، میں اس کا جواب نہیں لکھ سکا، تو دوبارہ بھیجا، شاید لانے والے نے پس وپیش کی تو فرمایا"ابن الحسن عباسی میرے محسن ہیں اسے یہ ضرور دینا ہے"، لانے والے کو حضرت کے اس جملے پر تعجب ہو رہا تھا اور نہ معلوم کیوں مجھے اس کے تعجب پر غصہ آرہا تھا...... اس کے بعد چند دن قبل شیخ صاحب کا فون آیا، اپنے مخصوص انداز میں فرمانے لگے" آپ سے ہم نے لکھنے کی درخواست کی تھی لیکن اب تک آپ کی تحریر نہیں آئی"...... حقیقت یہ ہے کہ میں الحمدللہ اپنے متعلق کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوا، سمجھ رہا تھا کہ یہ حضرت کی اصاغر نوازی، قدردانی اور شفقت کا ایک انداز ہے......

جب میں وفاق المدارس کی تاریخ مرتب کرنے لگا تو حضرت شیخ کی خواہش کے مطابق اس میں ایک مستقل باب"دور سلیم وحنیف رکھا"...... حضرت نے وہ پورا پڑھا تو مبارک باد دینے کے لیے مستقل آدمی بھیجا...... آج میں وفاق المدارس کی مرکزی دفتر میں ان کے کمرے میں بیٹھ کر اس تاریخ کا اختتامیہ لکھ رہا ہوں...... زندگی رہی اور توفیق ملی تو حضرت شیخ کے ساتھ گذرے لمحات اور بیتے ماضی کی وہ داستاں بھی قلم بند ہوجائے گی جو میں حضرت کے حکم پر لکھنے ہی لگا تھا کہ سر بام آگیا...... فی الحال تو اسی قدر...... اے رونقہائے محفل ما...... رفتید ولے نہ از دل ما......!!

☆......☆......☆

دفتر وفاق المدارس

دفتر ناظم اعلیٰ

شعبہ امتحانی ہال

کانفرنس روم
کانفرنس روم
شعبہ امتحانی ہال

وفاق المدارس العربیہ پاکستان —— ساٹھ سالہ تاریخ

اکابر علماء کی نظر میں

اس کتاب سے ایک طرف جہاں دنیائے اسلام کے اس سب سے بڑے تعلیمی بورڈ کا تعارف سامنے آئے گا وہیں وفاق المدارس کی پوری تاریخ بھی ایک کتاب میں محفوظ ہو جائے گی اور ملکی اور غیر ملکی تعلیمی ادارے اور شخصیات اس کے تجربات، طریقہ کار، نصاب و نظام تعلیم اور نظم و نسق سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔
مولانا ابن الحسن عباسی سلمہ نے اس کام کی ذمے داری لی اور گذشتہ کئی ماہ کی مسلسل محنت کے بعد یہ عظیم دستاویز الحمد للہ تیار ہو گئی۔

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان

مولانا ابن الحسن عباسی حفظہ اللہ نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ وفاق المدارس کے ریکارڈ، ماہنامہ وفاق کے شماروں اور دیگر متعلقہ مراجع کو سامنے رکھ کر یہ شاندار کتاب مرتب کر دی ہے۔ یہ کتاب وفاق المدارس کی جامع تاریخ بھی ہے اور اہل علم کے لیے تعلیم و تربیت کے اصول و ضوابط کا ایک انمول تحفہ بھی۔

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

الحمد للہ اس دستاویز میں بہت اہم مواد بزرگوں کی خدمات کا اور ان کی تحریروں کا جمع ہو گیا ہے، بلکہ برصغیر ہند و پاکستان میں دینی مدارس کی ایک تاریخ اس میں محفوظ ہو گئی ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی

عزیز گرامی قدر جناب مولانا ابن الحسن عباسی صاحب نے اس ضرورت کو اس کتاب میں نہایت حسن و خوبی اور قابلیت کے ساتھ پورا کیا ہے، اس غرض کے لیے انھوں نے تمام میسر ریکارڈ بڑے حسن ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے، بالخصوص اکابر علماء وفاق کے ارشادات کو نہایت مفید انداز میں جمع کر کے بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے وفاق المدارس العربیہ کی تاریخ، اس کے نظریات اور اس کے رجال کار کا تعارف حاصل کرنے میں بہت مدد ملے گی۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی

یہ کتاب جہاں طلبہ مدارس، دینی اداروں کے احباب حل و عقد اور تعلیمی شعبوں سے منسلک حضرات کے لیے عظیم تعلیمی بورڈ کی تعلیمی اور انتظامی پالیسی اور طویل ترین تجربات سے علمی استفادہ کا ذریعہ ثابت ہوگی وہاں پاکستان میں وفاق المدارس کی ساٹھ سالہ جاوداں تاریخ بھی اس میں الحمد للہ مرتب ہو گئی ہے۔

مولانا محمد حنیف جالندھری

اللہ تعالیٰ مولانا ابن الحسن عباسی صاحب کو جزائے خیر دے جنھوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ وفاق کی ساری تاریخ منتقل کر کے یہ تاریخ ساز مجموعہ مرتب کیا ہے۔
وہ اس عظیم کام کے ہر لحاظ سے اہل تھے کہ وہ وفاق المدارس سے وابستہ ہیں اور اھل مکۃ ادری بشعابہا کے مصداق ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق

اس اہم کام کی ذمہ داری مولانا ابن الحسن عباسی صاحب کے حوالہ کی گئی، انہوں نے بڑی محنت کے ساتھ شروع سے لے کر اب تک کی تاریخ مرتب کی ہے۔ جس میں اعتدال بھی ہے اور جامعیت بھی مجھے امید ہے کہ یہ کتاب عصری تعلیمی اداروں اور شعبوں کے لیے بھی ایک علمی رہنمائی اور تعارف فراہم کرے گی۔

امیر جمعیت مولانا فضل الرحمن

مجھے امید ہے کہ یہ تاریخ ساز دستاویز نہ صرف دینی مدارس کے منتظمین اور متعلقین کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی بلکہ اس سے عصری اداروں کے وہ صاحبان بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں، جو تعلیم و تربیت کے کسی نصاب یا نظام سے جڑے ہوئے ہیں۔

مبلغ اسلام مولانا طارق جمیل